تالیف

مولانا حافظ عزیز الدین مُراد آبادی رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

(القرآن)

اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان

بجواب الطیب البیان

مؤلف:

مولانا حافظ عزیز الدین مُرادآبادیؒ
(متوفی ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء)

تمہید
مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ
(م: ۱۹۴۸ء)

مقدمہ
مولانا محمد اسمٰعیل سلفیؒ
(م: ۱۹۶۸ء)

نظرثانی و تصدیر
مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ
(م: ۱۹۸۷ء)

ناشر

المکتبۃ السلفیۃ ۔ شیش محل روڈ ۔ لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ ناشر
طبع ثانی

اثبات توحید و رد شرک پر اللہ تعالیٰ نے تقویۃ الایمان کو جس قبولیت و افادیت سے نوازا ہے وہ مصنف رحمتہ اللہ کے اخلاص و للّٰہیت کا نتیجہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تقویۃ الایمان بلاشبہ کروڑوں انسانوں کے لئے ذریعہ ہدایت اور فکری و ذہنی انقلاب کا سبب بنی۔ ہر مقبول و مؤثر کتاب کی طرح اس کے طبع ہوتے ہی اس کی تائید و تردید میں بہت سی کتابیں طبع ہوئیں جو تقسیم ملک کے بعد اکثر ناپید تھیں۔ لیکن متفرق مسائل پر متفرق کتابیں ہونے کے باوجود ایک جامع تالیف کی ضرورت تھی جو جملہ مختلف فیہ مسائل کا احاطہ کر سکے۔

اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے مولانا حافظ عزیز الدین مراد آبادی رحمتہ اللہ کی جنہوں نے اکمل البیان تصنیف فرما کر اس خلاء کو پورا کر دیا تھا اور ۱۹۶۵ء میں اس کی طباعت اول سے بتوفیقہ تعالیٰ المکتبۃ السلفیہ سرفراز ہوا۔ ادھر کئی سال سے کتاب ختم ہو چکی تھی۔

کتاب چونکہ اپنے موضوع پر منفرد بھی تھی اور جامع بھی۔ اہل علم جوں جوں اور جہاں جہاں اس سے متعارف ہوتے رہے اس کی اہمیت و ضرورت بڑھتی گئی۔ کئی سال سے اس کی طبع دوم کی کوشش کی جا رہی تھی۔ جو اب بفضلہ تعالیٰ پیش خدمت ہے۔ اتنی ضخیم کتاب کی طباعت و اشاعت اور اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کے خاص فضل و احسان ہی سے ممکن ہو سکی۔ تاہم ہمیں یہ بھی اعتراف ہے کہ اس کی کتابت و طباعت وہ نہ ہو سکی جو ہم چاہتے تھے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مسلمانوں کی اصلاح اور اخروی نفع کا سبب بنائے۔ اس کے مصنف" مرتبہ" محرک" اور ناشر کے والدین اور اساتذہ کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔

الراجی الی رحمتہ ربہ الغافر
احمد شاکر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

اہم مشمولات کتاب اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان

اِنَّ لِلّٰہِ عِنْدَ کُلِّ بِدْعَۃٍ کِیْدَ بِھَا الْاِسْلَامَ وَ اَھْلَہٗ وَلِیًّا یَذُبُّ عَنْہُ۔

(قالہ ابن مسعودؓ و قد روی مرفوعاً)

"حضرت علامہ شہید کی خصوصیتِ کبریٰ!"

"حضرت شاہ ولی اللہؒ کا مقام ہر رنگ میں کس درجہ جامع و کامل ہے ؟ با ایں ہمہ یہاں جو کچھ ہُوا، تجدید و تدوینِ علوم و معارف اور تعلیم و تربیتِ اصحابِ استعداد تک محدود رہا اس سے آگے نہ بڑھ سکا۔ فعلاً عمل و نفاذ اور ظہور و شیوع کا پورا کام تو کسی دوسرے ہی مردِ میدان کا منتظر تھا۔ اور معلوم ہُوا کہ توفیقِ الٰہی نے یہ معاملہ صرف حضرت علامہ و مجدد شہیدؒ کے لیے مخصوص کر دیا تھا۔ خود حضرت شاہ صاحب کا بھی اس میں حصہ نہ تھا:

میخواست رنگ آمیز، ز عالم بر آورد

آں باغباں کہ تربیت ایں نہال کرد"

اس حقیقت (افروز) علمی تو نہال کی تصدیق یا تردید میں بپا ہونے والا عالمی ہنگامہ تو اس نو نہال کی پرورش کرنے والے کی اپنی ہی تمنا کا مرہونِ منت ہے ۔

" اگر خود شاہ صاحب بھی اُس وقت ہوتے تو اُنہی کے جھنڈے کے نیچے نظر آتے ....

.... شاہ صاحب نے مزاجِ وقت کے عدمِ تحمل و استعداد سے مجبور ہو کر بحکم:

بہ رمز نکتہ اوا مے کنم کہ خلوتیاں

سرسبو بکشا دند و در فرو بستند"

اشارہ میں ہی گوشہ نشینوں کا راز کہے دیتا ہوں۔ صراحی کھول دی گئی اور دروازہ بند کر دیا گیا۔

..... " دعوت و اصلاحِ اُمت کے جو بھید پرانی دہلی کے کھنڈروں اور کوٹلہ کے حجروں میں دفن کر دیئے تھے، اب اُس سلطان و اسکندرِ عزم کے بدولت شاہجہان آباد کے بازاروں اور جامع مسجد کی سیڑھیوں پر اُن کا ہنگامہ مچ گیا۔ اور ہندوستان کے کناروں سے بھی گزر کر نہیں معلوم کہاں کہاں تک چرچے اور افسانے پھیل گئے۔ جن باتوں کے کہنے کی بڑوں بڑوں

کو بند حجروں کے اندر بھی تاب نہ تھی۔ وہ اب برسرِ بازار کی جا رہی اور ہو رہی تھیں۔ اور خونِ شہادت کے چھینٹے حرف و حکایات کو نقوش و سواد بنا کر صفحۂ عالم پر ثبت کر رہے تھے۔

آخر تو لائیں گے کوئی آفت فغاں سے ہم
حجت تمام کرتے ہیں آج آسماں سے ہم

پھر کیا اُس وقت ہندوستان علم و عمل سے خالی ہو گیا تھا؟ یا حق پر چلنے والے اور حق کا درد رکھنے والے معدوم ہو گئے تھے؟ کون ہے جو ایسا کہہ سکتا ہے؟ خود اسی خاندانِ عالی میں کیسے کیسے اکابر و اساتذۂ علم و عمل موجود تھے؟ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے درس و تدریس کی بادشاہت سمرقند و بخارا اور مصر و شام تک پھیلی ہوئی تھی، شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ رفیع الدینؒ علم و عمل کے آفتاب تھے، خاندان کے باہر اگران کے تربیت یافتوں کو دیکھا جائے تو کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جہاں ان کا فیضانِ علم کام نہ کر رہا ہو۔"

.... "بایں ہمہ یہ کیا معاملہ ہے کہ وہ جو وقت کا ایک سب سے بڑا کام تھا اس کے لیے کسی کے قدم کو جنبش نہ ہوئی، سب دوسرے دوسرے کاموں میں رہ گئے۔ یا حجروں کا کام یا مدرسوں کا، لیکن میدان والا معاملہ کسی سے بھی بن نہ آیا؟ وہ گویا ایک خاص پہناوا تھا، جو صرف ایک ہی جسم کے لیے تھا اور ایک ہی پر چست آیا۔ دُنیا اس کے لیے خلعتِ عظمت اور شرفِ قبولیت کاندھے پر ڈالے منتظر کھڑی تھی۔ زمانہ اپنے سارے سامانوں کے ساتھ کب سے اُس کی راہ تک رہا تھا۔ اُمیدواروں پر اُمیدوار یکے بعد دیگرے گزرتے رہے مگر اُس کا مستحق کوئی نہ نکلا۔

بارِ غم او عرض بہر کس کہ نمودم
عاجز شد و ایں قرعہ بنامِ زسر افتاد!"

(حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ

(تذکرہ ۲۴۵ ـــ ۲۴۷ طبع اوّل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصدیر

؎ للّٰہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر مے خواست
آخر آمد ز پردۂ تقدیر پدید!

اللہ تیری بہت بہت ثنا کہ ہر وہ بات جسے میرے دل نے چاہا آخر پردۂ اسرار سے نمودار ہو ہی گئی۔

خانوادۂ ولی اللّٰہی کے گل سرسبد مولانا محمد اسماعیل شہید قدس اللہ روحہ ونور ضریحہ کی پُر درد، پُر تاثیر، سراپا اخلاص، ایمان پرور، نکتہ آفریں، اور مقبول خاص و عام تالیف کتاب "تقویۃ الایمان" جب تیرھویں صدی ہجری کے پانچویں عشرے میں (۱۲۴۰ تا ۱۲۵۰ھ) میں منصۂ شہود پر جلوہ افروز اور اس وقت کے احوال وظروف کے مطابق اشاعت پذیر ہوئی، تو بمصداق ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پَر نہیں، طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

اس کی وسعت تاثیر کا یہ عالم تھا کہ حسب ارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی مرحوم:

"اس (تقویۃ الایمان) سے بہت ہی نفع ہوا۔ چنانچہ مولوی اسماعیل صاحبؒ کی حیات ہی میں ڈھائی لاکھ آدمی درست ہو گئے تھے اور ان کے بعد جو کچھ نفع ہوا اس کا تو اندازہ ہی نہیں ہو سکتا۔" (امیر الروایات مطبوع در مجموعہ حکایات اولیاء ص ۹۲ طبع لاہور)

اور حقیقت یہ ہے کہ تقویۃ الایمان جو شخص بھی صاف ذہن سے پڑھے گا وہ محسوس کرے گا ؎

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

شہادت میں مثالاً شاہ عبدالعزیزؒ کے ایک شاگرد کا بیان ملاحظہ ہو:

"میں اب تک دُنیا کی حالت دیکھتا رہا اور جو کچھ لوگ کہہ رہے تھے اور کر رہے تھے ان کی باتیں بالکل میرے جی کو نہ لگتی تھیں اور میں سمجھتا تھا کہ دُنیا اس وقت گمراہی میں مبتلا ہے اور میرا جی ان باتوں کو ڈھونڈتا تھا مگر کنوئیں میں کائی لگ چکی تھی نہ کسی کو دین کی خبر تھی، نہ کوئی بتلانے والا تھا

مولوی اسماعیل کا احسان ہے کہ انہوں نے پانی اور کائی کو الگ کردیا اور سیدھا راستہ بتلادیا۔"

(امیر الروایات بحوالہ دیا ص ۹۳)

یوں سمجھئے کہ تقویۃ الایمان کی انبیائی دعوتِ توحید نے کلکتہ سے پشاور اور شمالی ہند سے جنوبی ہند کے ایوانہائے بدعت میں تزلزل پیدا کردیا تھا اور جب مشرکانہ رسوم و رواج کے صدیوں پرانے قلعوں میں شگاف پڑنے شروع ہوگئے تو یونانی منطق کی نظر بازی بحثوں میں مگن خانقاہی تصوف کے اجارہ دار اور تقلید جامد میں سرشار اصحابِ جُبّہ و دستار معاندانہ اثرات و نتائج حسنہ سے تلملا اٹھے اور ایک طوفانِ بدتمیزی برپا کردیا اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ حضرات تقویۃ الایمان کے بیان اور توحیدِ خالص کو یا تو سمجھ نہ سکے یا پھر کسی اندرونِ نفس کی مخفی شرارت یا کسی سازش کا شکار ہوگئے۔ حالانکہ مولانا نے تقویۃ الایمان :

"لکھنے کے بعد اپنے خاص خاص لوگوں کو جمع کیا جن میں سید صاحب، مولوی عبدالحی صاحب، شاہ اسحاق صاحب، مولانا محمد یعقوب صاحب، مولوی فرید الدین صاحب مرادآبادی، مومن خان، عبداللہ خان علوی بھی تھے اور ان کے سامنے تقویۃ الایمان پیش کی اور فرمایا کہ میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہوگیا ہے۔ مثلاً ان امور کو جو شرکِ خفی تھے شرکِ جلی لکھ دیا گیا ہے ان وجوہ سے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی۔ اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو میں آٹھ دس برس میں بتدریج بیان کرتا لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی پر عزمِ جہاد ہے اس لیے میں اس کام سے معذور ہوں۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ دوسرا کوئی بھی اس بار کو اٹھائے گا نہیں۔ اس لیے میں نے یہ کتاب لکھ دی ہے۔ گو اس سے شورش ہوگی۔ مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔ یہ میرا خیال ہے اگر آپ حضرات کی رائے اشاعت کی ہو تو اشاعت کی جائے۔ ورنہ اسے چاک کردیا جائے۔ اس پر ایک شخص نے کہا کہ اشاعت تو ضرور ہونی چاہیئے مگر فلاں فلاں مقام پر ترمیم ہونی چاہیئے۔ اس پر مولوی عبدالحی صاحب، شاہ اسحاق صاحب اور عبداللہ خان علوی اور مومن خان نے مخالفت کی۔ اور کہا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں۔ اس پر آپس میں گفتگو ہوئی اور گفتگو کے بعد بالاتفاق طے پایا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں اور اسی طرح شائع ہونی چاہیئے چنانچہ اسی طرح اس کی اشاعت ہوگئی۔"

(امیر الروایات ص ۹۲)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ تقویۃ الایمان کے مندرجات اس خاندان کے اہلِ علم و تحقیق کے متفق علیہ ہیں اور یہ ہے بھی امرِ واقعہ، شاہ ولی اللہ کی اہم تصانیف حجۃ اللہ البالغہ، الفوز الکبیر، البلاغ المبین اور تحفۃ الموحدین

وغیرہ کتابوں پر جس کی نظر ہے اس پر مخفی نہیں۔

یہی نہیں بلکہ دہلی کا پڑھا لکھا مقتدر طبقہ بھی مولانا کی تحریک اصلاح سے بہت متاثر اور ان کی اصلاحات کو بنظر استحسان دیکھتا اور دل سے پسند کرتا تھا۔ صدر الصدور مولوی عبدالقادر خاں رام پوری (متوفی ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء) اپنے احوال و واقعات پر مشتمل کتاب "وقائع عبدالقادر خانی" میں بسلسلۂ واقعات ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۵ء لکھتے ہیں:

"دہلی میں مولوی محمد اسماعیل خلف مولوی عبدالغنی خلف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے جو حسن بیان، قوت استنباط اور تیزیٔ ذہن میں اس زمانہ میں اپنے دادا اور چچاؤں کی یادگار تھے مخلوق کو ان بدعات سے روکنے پر جو مستحبات بلکہ واجبات میں مخلوط ہوگئی ہیں ہمت باندھ رکھی تھی[1]۔ جمعہ کے دن جامع مسجد میں اور دوسرے دنوں میں اس قسم کے مجمعوں میں بیان کرتے تھے۔ عوام ان کے وعظ و پند سے بہت نفع اٹھاتے تھے اور جو لوگ بدعات پر عمل کرتے ہیں اور آباؤ اسلاف کو انبیاء و رسل کے مسنونات کا ناسخ سمجھتے ہیں اگرچہ اس کلمہ کے تلفظ سے باز رہتے ہیں لیکن بدعت شکن پر طعن کرتے ہیں کہ اس کی بات اسلاف کے خلاف ہے! ذرا سوچنا چاہیئے کہ جب کوئی بانیٔ شریعت کی مخالفت پر ملامت کرے تو کیا اس بنا پر کہ بعض خرقہ پوشوں اور اصحاب دستار کی راہ و رسم کے خلاف ہے مؤاخذہ اور سرزنش کا مستحق سمجھا جائے گا؟ اور جن مشائخ و علماء نے سنن انبیاء و اسلاف و صلحاء کے مقابلہ میں بدعات جاری کی ہیں ان سے قیامت میں باز پرس کیوں نہ ہوگی؟ وہ زمانۂ نبوت کے قرب و بُعد کی وجہ سے بدعت اسلام کی وجہ سے سنت نہیں ہو جاتی!" (وقائع عبدالقادر خانی کا اُردو ترجمہ "علم و عمل"، ص ۲۳۳ ج ۲۔ از جناب محمد ایوب صاحب قادری ایم۔ اے)

مولانا شہید کا اندازہ صحیح نکلا۔ شورش ہوئی اور خوب ہوئی جس نے بعض دفعہ بحثوں اور مناقشوں کی صورت اختیار کر لی۔ چنانچہ ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء میں:

"نواب محمد میر خاں[2] کی ترغیب سے مولوی مخصوص اللہ صاحب[3] اور مولوی موسیٰ[4] صاحب اور

---

[1] مولوی عبدالقادر خاں نے اپنی یہ آپ بیتی ۱۲۳۱ھ میں مرتب کرنی شروع کی تھی۔ معلوم ہوتا ہے مولانا اس وقت شہادت ہو چکی تھی

[2] بن شاہ نظام الدین قادری نقشبندی (دیکھو وقائع عبدالقادر خانی کا ترجمہ علم و عمل ص ۲۹ ج ا طبع کراچی)

[3] بن شاہ رفیع الدین صاحب متوفی ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء (تذکرہ علمائے ہند اردو ص ۴۹۰)

[4] بن شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی متوفی ۱۲۴۹ھ/۱۸۳۳ء (تذکرہ علمائے ہند اردو ص ۱۹۱)

مولوی رشید الدین صاحب نے جامع مسجد میں بعد نماز جمعہ مولانا محمد اسماعیل صاحب و مولانا عبدالحی صاحب کے سامنے چند تحریری سوالات پیش کئے۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب نے تو ان کو فوراً ایک نظر سے دیکھ کر یہ کہہ دیا کہ یہ میاں جی کی دستور صبیان کے سوالات ہیں۔ پھر مولانا عبدالحی صاحب نے ملاحظہ کر کے فرمایا کہ ان کے جوابات میں دوں گا۔ میں آج وطن مالوف کا عزم رکھتا ہوں وہاں جا کر ان کے جوابات لکھ بھیجوں گا۔ مولوی مخصوص اللہ صاحب نے فرمایا کہ آپ وطن پھر جائیں پہلے ان کے جوابات تحریر فرمائیں۔ مولوی عبدالحی صاحب نے اسی جلسہ میں قلم دوات منگا کر جواب تحریر کر دیا اور فرمایا کہ اس پر کچھ اور شبہ و تشکوک ہو تو بیان کرو۔ فریق ثانی نے صاف کہا کہ بس یہی پوچھنا تھا۔ پس مناظرہ ختم ہوا۔ وہ سوالات یہ ہیں جو مع جواب نقل کئے جاتے ہیں۔

سوال اوّل: جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ را در فضل و علم چہ اعتقاد دارید؟

سوال دوم: جناب مبرور بوسہ قبر والد خود مے دادند در حق ایشان چہ میگوید؟

سوال سوم: اذان بعد دفن میت عند القبر جائز است یا نہ؟

سوال چہارم: مذہب شما حنفی است یا نہ؟

سوال پنجم: بدعت منقسم بسوئے حسنہ و سیئہ است یا نہ؟

جواب از طرف مولوی عبدالحی صاحبؒ

جواب سوال اوّل اینکہ علم و فضل مولانا ممدوح مغفور از طحاوی و کرخی زیادہ تر بل ہم جنب صاحبین در فقہ و در مہارت و تبحر حدیث و تفسیر از صاحبین بیش تر باعتقاد خود میدانیم۔ واللہ اعلم بالصواب باز گفتند کہ مولانا موصوف در حق من چہ فرمودند؟ میدانید و یاد دارید یا نہ؟ مولوی مخصوص اللہ وغیرہ گفتند میدانم کہ مولانا در حق شما فرمودند کہ نصف علم من بمولوی عبدالحی است و در دیگر نصفے ہمہ شاگردانِ من شریک اند۔ مولوی عبدالحی باز گفتند کہ ہمہ شاگردان مولانا قابل مناظرۂ من نیستند آرے مجادلہ میتوانند کرد فقط

جواب سوال دوم اینکہ علمائے سابقین نوشتہ اند کہ بوسہ دادن قبر را عادت یہود و نصاریٰ است در تحریرات ملا علی قاری و شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ ملاحظہ نمایند۔ از بعض مقابلین گفتند کہ مولانا ممدوح بوسہ قبر والد ماجد خود مے دادند۔ مولوی عبدالحی گفتند آں صاحبان را یاد است یا نہ کہ روزے مولانا برائے زیارت قبر والد خود در قبرستان رفتہ بودند و بوسہ دادند۔ حافظ محفوظ بآواز بلند گفت کہ اے صاحبان حاضرین ببینید کہ شیخ وقت خود بوسہ قبر دادہ پس مولانا سخن حافظ شنیدہ فرمودند کہ بوسہ قبر بلا ریب عادت یہود و نصاریٰ است

وحالِ من این است کہ وقتیکہ نزد قبرِ والدمے آیم ازلیں متغیرِ حال وبدحواس مے شوم درحالتِ بدحواسی واضطراری ایں امر صادر مے شود وفعل متغیر الحال وبدحواس درشرع معتبر ومقبول نیست۔ حاشا کلا! بوسۂ قبر روا نیست ـــــــ!

جواب سوال سویم اینکہ اذان دادن بعد دفن میت معہود بالسنہ نیست پس مکروہ خواہد بود بنا بریں درظاہر الروایۃ ودیگر کتب متداولہ معتبرہ حنفیہ اثرے پدید نیست مولوی مخصوص اللہ صاحب گفتند بر تلقین قیاس میکنم مولوی عبدالحی گفتند بنا فاسد علی الفاسد است زیراکہ حنفیہ وغیرہ حدیث تلقین را ضعیف گفتند وقابلِ احتجاج ندانستند۔ واللہ اعلم بالصواب ـــ

جواب سوال چہارم اینکہ من بر مذہب حنفی مثل طحاوی وکرخی ام باسناد صحیح کار بندمے شوم نہ مثل حاطب اللیل پابندم۔

جواب سوال پنجم اینکہ بدعت شرعیہ منقسم نیست۔ کل بدعۃ ضلالۃ کما رواہ مسلم شما بحر الرائق وغیرہ بہ بینید وحضرت مجدد الف ثانی در دو سہ مکتوب[2] خود ایں را تصریح کردہ ودر فتح الباری بحث حدیث شر الامور محدثاتھا ملاحظہ بکنید آرے بدعت لغویہ منقسم است کما لا یخفی علی الماہر بالشریعہ واللہ اعلم بالصواب[1]۔"

---

[1] مجلہ اشاعۃ السنۃ النبویہ لاہور (ص ۷۹، شمارہ ۳ جلد ۷ (محرم ۱۳۰۱ھ ۱۸۸۴ء) یہ علمی وتحقیقی ماہنامہ حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کی ادارت میں سالہا سال تک شائع ہوتا رہا۔ مجھے یہ شمارہ مولانا غلام رسول صاحب مہر (لاہور) کی عنایت سے ملا۔ جس کے لیے میں ان کا بہت ہی ممنون ہوں۔

اس مناظرہ کا اجمالی تذکرہ اکمل البیان کے صفحہ ۱۰۸ پر بھی آیا ہے جہاں جناب مؤلف نے لکھا ہے کہ اس مناظرہ کی روداد کتب خانہ سید حسن شاہ رامپور (ہند) میں قلمی موجود ہے۔ مولانا قاضی بشیر الدین قنوجیؒ نے ان الفاظ میں اس کا خلاصہ ذکر کیا ہے "خلاصہ بحث این است کہ اہلِ بدعت فتوی بعض مسائل متنازع فیہا مثل بوسۂ قبر وغیرہا بملاحظہ مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ پیش کردند ہماں وقت مولانا جواب باصواب دادند وفرمودند کہ ہر کہ برخلاف پرداز دو طریق مناظرہ را از دست ندہد وبالفرض اگر روایتے فقہی معارض قول ما پیش نماید ما دامیکہ آں روایت، روایت فقہائے طبقہ ابی حنیفہ ومحمد وابی یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ وما دون ایشان تا طحاوی وکرخی وصاحب ہدایہ وامثالہم نباشد اصلاً قابلِ قبول نبود وروایت فقہائے طبقہ سابعہ تا آنکہ بر محک کتاب وسنت در امتحان نیاید وموافق اصول وقواعد شرعیہ نباشد مقبول نہ گردد (باقی حاشیہ صفحہ ۱۴ کے نیچے)

[2] مثلاً ص ۳، حصہ سوم دفتر اوّل مکتوب ۱۹۶ (ع، ح)

تقویۃ الایمان پر اعتراضات مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی مرحوم کو بھی تھے مثلاً وہ جو بعد میں "مسئلہ امکان و امتناع نظیر" عنوان پا گیا۔ جس کا جواب خود مولانا شہیدؒ ہی نے قلم برداشتہ لکھ دیا تھا جو "یک روزی" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ غالباً اس کے بعد مولانا خیر آبادی موصوف نے "تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی ...." کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی جس کا جواب مولانا حیدر علیؒ (رامپوری) ٹونکی (متوفی ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۹ء) نے تحریر فرمایا۔ (صواعق ص ۲۶) اس مسئلہ میں مولانا شہیدؒ کی قوت دلیل کا شاید نتیجہ تھا کہ مولانا فضل حقؒ کے بعض شاگردوں نے بھی مولانا کی تائید کی۔ مثلاً مولانا سراج الدین لکھنویؒ جنہوں نے استاد کے رد اور مولانا کے حق میں ایک رسالہ لکھا (نزہۃ الخواطر ص ۱۹۰ ج ۷) بلکہ حضرت مفتی صدر الدین آزردہؒ وغیرہ نے بھی مولانا کی تائید میں تحریریں شائع کرائیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ "شورش" یا ردّ و قدح بمصداق الناس اعداء لما جھلوا غلط مفروضوں پر مبنی اور زیادہ تر غلطی یا معاصرانہ چشمک قسم کی رہا کی، تکفیر و تبدیع کے فتووں تک اس کی نوبت نہیں پہنچی تھی اور نہ ہی مولانا پر "وہابیت" کا ٹھپہ لگایا گیا تھا۔ اور جوں جوں غلط فہمیوں کے بادل چھٹتے گئے وہ مخالفت بتدریج کم ہوتی ہوتی تقریباً ختم ہی ہو گئی تھی۔ مولانا رشید الدینؒ بھی آخر میں ماند پڑ گئے۔ مولانا فضل حقؒ نے تو غلطی کا اعتراف ہی فرما لیا تھا۔ بروایت مولانا مفتی عنایت احمد صاحبؒ (مصنف علم الصیغہ وغیرہ) کہ:۔

> "مولوی فضل حق صاحب بہت نادم تھے اور روتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھ سے سخت غلطی ہوئی کہ میں نے مولوی اسماعیل صاحب کی مخالفت کی۔ وہ بے شک حق پر تھے اور میں غلطی پر تھا۔" (اکمل البیان ص ۱۱۸ بحوالہ امیر الروایات)

لیکن بندگانِ اغراض اور دلدادگانِ بدعات و اہواء جیسے جیسے تقویۃ الایمان کے تبلیغی اثرات پھیلتے دیکھتے ویسے ویسے ان کی جھنجھلاہٹ میں اضافہ ہوتا گیا۔ اور تکفیر و تبدیع کی گولہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷) و درین وقت زبان ہمہ اہل علم از مخالفین بجہت عجز در خلاف لال گردید لیکن ہر گاہ از جہت بیہودہ سرائی جہال بمقتضائے بے حیائی و بجبال رفع خیالات و رسوائی نوبت شر و فساد میرسید حضرت مولانا فتوائے معروضہ را بالقصد دفع این فتنہ مزین بدین دستخط گردانیدکہ قیاس را متقدم و در قیاسات و اجتہادیات مقلد مذہب حنفی ام انتہیٰ (الصواعق الالٰہیہ ص ۲۶ مطبوعہ ۱۲۸۷ھ در مطبع احمدی)

باری تیز سے تیز تر ہوتی گئی۔ اگرچہ علمائے توحید اور اصحابِ علم و تحقیق نے بھی افہام و تفہیم اور رفعِ تشکوک و ادحاضِ باطل کے سامان مہیا کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔

جہاں تک تاریخ ہماری رہنمائی کرتی ہے تقویۃ الایمان کی مخالفت برائے مخالفت اور مولانا کو سبّ و شتم کا سلسلہ تیرھویں صدی ہجری کی تیسری چوتھائی میں شروع ہوا ہے۔ جبکہ مولانا شہید کی جاری کی ہوئی تحریکِ جہاد ڈھل کر انگریزی امپائر کا جانبازی سے مقابلہ کر رہی تھی۔ جس کا سہرا بدایوں کے ایک صاحب مولوی فضل رسول صاحب کے سر بندھا ہے۔ مولوی فضل رسول صاحب بدایونی کون بزرگ تھے؟ ان کی سوانح عمری اکمل التاریخ طبع ۱۳۳۱ھ مرتبہ منشی محمد یعقوب حسین ضیاء القادری بدایونی حصہ دوم سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ سرکار انگریزی کے ملازم اور بعض دیسی ریاستوں کے وظیفہ خوار تھے۔ (ملاحظہ ہو صفحات ۲، ۲۷، ۲۸۰، ۵۱۲ وغیرہ۔ نیز دیکھئے تذکرہ علمائے ہند اُردو ص ۳۸۱ طبع کراچی) اور آپ کے رشحاتِ قلم (جن کا ذکر آگے آرہا ہے) انگریزی سرکار کے پریس میں چھپتے رہے۔

مولوی فضل رسول صاحب کو حکومتِ ترکیہ (جو اس وقت عربی ممالک کی تحریک احیائے توحید و سُنّت کو بزعمِ خود کچل چکی تھی لیکن اس کے دبے ہوئے شراروں سے خائف تھی) کی سیاحت بھی کرائی گئی تھی (اکمل التاریخ ص ۶ حصہ دوم و تذکرہ علمائے ہند اُردو ص ۳۸۲) اس سیاحت کرانے میں مقصد غالباً یہ تھا کہ "وہابیت کا ٹھپہ"، وہاں سے "درآمد" کر کے ہندوستانی تحریک احیائے توحید و سنت کے مجاہدین پر چسپاں کیا جا سکے۔ ان مولوی بدایونی صاحب نے نہ صرف کر تقویۃ الایمان میں عیوب پیدا کئے، اور مولانا شہید کو اسلام بدر کرنے کی مہم چلائی، بلکہ شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ اسحاق حتّٰی کہ شاہ ولی اللہ محدث کو بھی اپنے ردّ و قدح کا ہدف بنایا۔ اور اس "دل پسند" موضوع پر متعدد کتابیں لکھیں جن کے ناموں سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان کے اندر کیا کچھ ہوگا۔ تصحیح المسائل در تردید مسائل نجدیہ ارازل۔ البوارق المحمدیہ لرجم الشیاطین النجدیہ ملقب بہ سوط الرحمان علیٰ قرن الشیطان۔ سیف الجبار المسلول علی الاعداء للابرار۔ احقاق الحق و ابطال الباطل۔ معقولات عشر، وغیرہ۔ پہلی کتاب مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب (متوفی ۱۲۶۲ھ ۱۸۴۶ء) کے دو رسالوں (اربعین مسائل و مأۃ مسائل) کے رد میں ہیں (جو فتاویٰ کی شکل میں مطبوع ہیں) دوسری کا موضوع گو تقویۃ الایمان اور اس کے مصنف کا رد اور

حسبِ عادت زبان کی تیزی ہے لیکن لپیٹ میں مذکورہ بالا سب بزرگوں کو لے لیا گیا ہے۔ اسی کتاب میں شاہ ولی اللہ صاحبؒ اوران کی نہایت تحقیقی اور علمی کتابوں (ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء اور قرۃ العینین وغیرہ) کو اہل السنہ والجماعۃ کے مخالف بتایا ہے (ملاحظہ ہو البوارق ۲۷-۳۲) دوسری کتابوں میں بھی کم وبیش تقویۃ الایمان وغیرہ پر انہی اعتراضات بہ انداز تکفیر و تبدیع کی تکرار ہے۔

ایک خاص "تحقیق" جوان صاحب کو "معلمِ اول" نے پڑھائی تھی وہ تقریبًا ان تمام کتابوں میں مشترک ہے بلکہ ہر کتاب کی تان ہی اس پر آکر ٹوٹتی ہے یعنی ترکوں اور انگریزوں کی "مبغوض وہابیت" سے اس تحریک کا تعلق جوڑنا اور مجاہدین ہند پر وہابیت کا ٹھپہ لگانا تاکہ ہندوستان کے ناواقف مسلم عوام کے جذبات سے کھیل کر انگریز کے خلاف تحریکِ جہاد کو ناکام بنا دیا جائے!

جہاں تک ان کتابوں کے اعتراضات والزامات کا تعلق ہے علمائے اہل حدیث نے ان میں سے تقریبًا ہر کتاب کے جواب میں بلند پایہ کتابیں لکھیں لیہلک من ھلک عن بینۃ و یحیی من حی عن بینۃ چنانچہ مولانا قاضی بشیر الدین قنوجیؒ (مصنف کشف المبہم شرح مسلم الثبوت وغیرہ) نے بوارق کے جواب میں الصواعق الالٰھیہ لرد الشیاطین جیسی معرکے کی کتاب لکھی جو قابلِ دید ہے۔ تصحیح المسائل کا جواب بھی تفہیم المسائل کے نام سے مولانا قاضی محمد بشیر الدین صاحب موصوفؒ نے تحریر فرمایا۔ "منقولات عشرہ" کا جواب مولانا محمد تقی خاں صاحب دہلوی نے حضرت میاں صاحب شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلویؒ کے ایماء سے ۱۲۶۸ھ میں "النشر" کے نام سے لکھا۔ مولانا سراج احمد سہسوانی (متوفی ۱۲۷۹ھ / ۱۸۶۲ء) نے سراج الایمان اور مولانا حیدر علی ٹونکیؒ نے بھی بدایونی صاحب کے رسائل کے رد میں متعدد رسالے تحریر فرمائے (مثلاً صیانۃ الاناس عن وسوسۃ الخناس وغیرہ) ان محقق علماءِ اہل سنّت وحدیث نے بدایونی صاحب کے مغالطوں سے سب پردے ہٹا دیئے تھے۔ اگر یہ حضرات نیک نیّت اور کسی علمی کم فہمی کا شکار ہوتے تو حقیقتِ حال کی وضاحت اور رفع شکوک و شبہات" کے بعد خاموش ہو جاتے۔ جیسا کہ مخالفت کے پہلے معاصرانہ دور میں ہُوا تھا مگر جن اربابِ اغراض و ہواء کو خاموش ہونا ہی نہ تھا وہ کیسے چُپ ہو جاتے۔ چنانچہ نت نئے واعظ و "مفتی" آتے رہے اوران بدایونی صاحب کی لکھی ہوئی باتوں کو کم وبیش دہراتے رہے۔ ان کے

لڑکے مولوی عبدالقادر اور پوتے عبدالمقتدر صاحب کے بعد یہ "خدمت" بانس بریلی منتقل ہو آئی۔ جس کا علَم مولوی احمد رضا خاںؒ نے سنبھال لیا اور انہوں نے مرصع قسم کی گالیوں پر مشتمل دو درجن سے زائد مستقل تالیفات فرمائیں۔ انہوں نے اپنے حنفی بھائیوں کو بھی نہیں بخشا، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ وغیرہ۔ چنانچہ قارئین کرام سے مخفی نہ ہو گا لیکن "موضوع بحث" پر خان صاحب نے بھی خاص اضافہ نہیں فرمایا۔ بس وہی بدایونی خاندان کے مصرع پر طرح باندھی اور اسی پر رنگ چڑھایا ہے۔ اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس سارے قبیلے کے دماغوں پر مولانا شہیدؒ کا ہوّا سوار اور ان کو "تقویۃ الایمان" خولیا" کا مرض لاحق رہا۔ شاید اس میں بالکل مبالغہ نہ ہو کہ ردوکد میں سینکڑوں کتابیں، رسالے اور اشتہار لکھے گئے ہوں گے مگر وہی گھسے پٹے اعتراض، رٹے رٹائے الزام اور وہی "ٹکسالی گالیاں"۔ مگر یہ حضرات تھے کہ شاید ان کو کوئی اور کام نہیں تھا کہ رہ رہ کر ان کو "تقویۃ الایمان" کا ہی ہول اٹھتا رہا۔

مراد آباد میں ایک مولوی مفتی نعیم الدین صاحب تھے۔ ان حضرت کو بھی کام سوجھا تو یہی کہ "تقویۃ الایمان" کا رد لکھا جائے۔ اور جس طرح مشرکین مکّہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذاللہ مُذمّم کہہ کر اپنی شرافت کا ثبوت دیتے تھے ایسے ہی مراد آبادی مفتی صاحب "تقویۃ الایمان" کو "تفویت الایمان" (ایمان کو ضائع کردینے والی کتاب؟ معاذاللہ) فرماتے تھے۔ لطف یہ کہ اپنے اس "کارنامے" کا نام انہوں نے ــــــ برعکس نہند نام زنگی کافور ــــــ "اطیب البیان" تجویز فرمایا۔ اور تھا اس "تالیف لطیف" میں بھی کم وبیش وہی کچھ جو بدایونی اور بانس بریلوی لٹریچر میں تھا۔ جب اس کا بھی مراد آباد کے ماحول میں چرچا ہوا۔ تو مولانا ثناءاللہ صاحب مرحوم ومغفور کے ایماء سے مولانا حافظ عزیز الدین صاحبؒ مراد آبادی نے "تقویۃ الایمان" کی تائید میں "اکمل البیان" لکھنی شروع کی جس کو ساتھ ساتھ اخبار اہلحدیث

---

[1] مولوی احمد رضا خاں صاحب (متوفی سنہ ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) نے تقویۃ الایمان اور اس کے حامیوں کی مخالفت یعنی بدعات کی تبلیغ واشاعت کو گویا اوڑھنا بچھونا بنا لیا اور اطراف واکناف پاک وہند میں اس مشن کو خوب پھیلایا جس کی وجہ سے "بریلویت" نے مستقل فرقے کی شکل اختیار کرلی۔ اور رضاخانی حضرات خود کو "بریلوی" قرار دینے لگے۔ خوش قسمتی سے یہ خان صاحب بھی سرکاری درباری شخصیت رکھتے تھے۔ جن کے فتوے خاص موقعوں پر انگریزی حکومت کے کام آتے تھے۔ (تفصیل مقام آخر)

(امرتسر) میں طبع کرائے گئے۔ لیکن افسوس کہ سلسلۂ طباعت جاری نہ رہ سکا تھا۔

قیام پاکستان کے بعد جماعت اہلحدیث اور دوسرے اہل توحید تو وقت کے دوسرے ضروری اور اہم دینی فرائض کی ادائیگی میں مصروف جدوجہد ہو گئے۔ اور بدایوتی بریلوی ذہن اپنے نوزائیدہ ملک کی مذہبی فضا میں اشتعال پیدا کرنے میں لگ گیا کہ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست چنانچہ بانس بریلی کے خان صاحب کی تمام کار تالیفات کے ساتھ ہی اطیب البیان کے بھی ایڈیشن پر ایڈیشن شائع ہونے لگے۔

بہ صورت حال دیکھ کر قدرۃً "اکمل البیان" کی یاد تازہ ہو گئی۔ احقر راقم نے اس کے مسودہ کی ٹوہ لگانی شروع کر دی۔ ہر آن کوشش بیکار ہوتی جا رہی تھی۔ مراد آباد سے رابطہ پیدا کرنے کی کوئی صورت نہیں بن پاتی تھی۔ نہ ہی وہاں کوئی شناسائی تھی۔ لیکن اذا اراد اللہ شیئاً ھیأ اسبابہ۔ . . اللہ تعالیٰ چاہے تو اسباب پیدا ہو جاتے ہیں) چونیدہ یابندہ غالباً ۱۹۵۵ء میں دہلی جانے کا اتفاق ہوا۔ ان دنوں اہل حدیث کانفرنس (ہند) اور اس کے آرگن اخبار "ترجمان" کے دفاتر مسجد اہلحدیث کشن گنج میں تھے۔ محترم مجاز صاحب "ترجمان" کے ایڈیٹر تھے۔ ان کی ملاقات کے لیے جانا ہوا تو وہاں غیر متوقع طور پر ایک بزرگ سے ملاقات ہو گئی۔ باہمی تعارف اور علیک سلیک کے بعد پتہ چلا کہ آپ حافظ محمود حسن خاں صاحب ہیں، مراد آباد کے رہنے والے۔ اب راقم کا پہلا سوال ان سے اکمل البیان سے متعلق تھا۔ موصوف نے فرمایا کہ "اکمل" کا مسودہ کامل حافظ عزیز الدین صاحب کے لڑکے جناب جمیل الدین احمد صاحب کے پاس موجود ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر کتاب حاصل ہو سکے تو اس کو شائع کرنے کی کوشش کی جائے۔ موصوف یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ میں واپس لاہور آ گیا۔ چند ماہ بعد حافظ صاحب ممدوح نے اکمل البیان کا مسودہ جو دو ضخیم جلدوں میں تھا راقم کے نام ارسال فرما دیا۔ اس کی طباعت ہماری طاقت سے نو باہر تھی۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب مدظلہ العالی خطیب جامع اہلحدیث گوجرانوالہ کی خدمت میں اس کی ضرورتِ طباعت اور اشاعت کے بارہ میں عرض کیا گیا۔ حضرت ممدوح بھی اخبار میں مطبوعہ اجزاء کے چند حصے ملاحظہ فرمائے ہوئے تھے۔ حضرت نے مجھ سے اتفاق فرمایا کہ واقعی اسے طبع کیا جانا چاہیے۔

"اکمل البیان" کا یہ مسودہ $\frac{20 \times 26}{8}$ سائز پر آٹھ سو بیس صفحات پر مشتمل تھا۔ ہر صفحہ میں ۲۹ سطریں، تحریر گنجان اور غالباً اس پر نظر ثانی نہیں ہو پائی تھی۔ اور عناوینِ مناسبہ سے تقریباً عاری۔ بنا بریں احقر راقم نے جس قدر کہ وقت اور فرصت نے مساعدت کی مسودہ پر نظر

ڈالنی شروع کردی۔ راقم جیسے کم سواد کے لیے کام خاصہ مشکل تھا۔ لیکن توفیق الٰہی کی یاوری سے اس کی ترتیب و تبویب کردی گئی۔ جو کتابیں مل سکیں ان کے حوالوں میں منقول عنہ کی طرف مراجعت کی گئی۔ کام کرتے وقت معلوم ہوا کہ مؤلف کی نظر ثانی نہ ہونے کی وجہ سے بعض جگہ مراجعت ضروری تھی۔ البتہ جو کتابیں مہیا نہیں ہوسکیں ان کے لیے مجبوری تھی۔ جہاں شدید ضرورت کسی وجہ سے محسوس کی گئی وہاں عبارت کو بھی درست کر دیا گیا۔ لیکن اس طرح کہ مؤلف مرحوم کا مقصد اور جذبۂ اخلاص قائم رہے۔ بعض اہم مقامات پر تعلیق و حاشیہ کی بھی ضرورت معلوم ہوئی۔ بہر کیف حق تعالیٰ کی توفیقِ خاص اور دو سال سے زائد عرصہ کی شبانہ روز محنت کے بعد احقر راقم شائقین و قارئین اہلِ توحید کی خدمت میں ہدیۂ توحید خالص پیش کرکے مسرت محسوس کر رہا ہے۔ اس لیے کہ جذبۂ صادقہ سے لکھوائی اور محنت و اخلاص سے تالیف شدہ ایک بہتر ذخیرہ جو کسمپرسی کی حالت میں پڑا ہوا تھا۔ اس کے منصۂ شہود میں آنے کا ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس نالائق کو بنایا۔ آپ دیکھیں گے کہ یہ ضخیم کتاب صرف مناظرانہ قسم کی نہیں بلکہ مضامینِ توحید اور ردِّ شرک و بدعت کے لیے ایک طرح کی گویا دائرۃ المعارف ہے۔ اپنے انداز کی مدلل اور مباحث متعلقہ کی کافی حد تک مکمل ہے۔ اس سے قبل کی کتابوں کا بہت سا علمی مواد اس میں آگیا ہے۔ اندازِ بیان البتہ قدیم ہے مگر نہ ایسا کہ متلاشیانِ تحقیقِ حق کے لیے مشکل گھاٹی کی حیثیت رکھے۔

اس امر کا بیان مناسب ہوگا کہ مؤلف رح کے طریقِ تحقیق و بحث میں لہجہ کی تیزی بعض جگہ آ گئی ہے۔ لیکن اس میں ان کو اس لیے معذور گردانا چاہیئے۔ کہ مؤلف ردِّ تقویت الایمان" کے دُشنام طرازانہ اندازِ تحریر کے جواب کے طور پر ہے۔ اور اُس سے بہت کم ہے چنانچہ مراد آبادی مفتی صاحب کے ان شریفانہ الفاظ کی مجمل فہرست سے ظاہر ہوسکے گا جسے حافظ عزیزالدین صاحب نے شروع کتاب میں ذکر فرمایا ہے۔

ابتداء میں مؤلف مرحوم کا مختصر تعارف بھی دے دیا گیا ہے۔ جس کو تراجم علمائے حدیث ہند اور مولانا حکیم عبدالغفار صاحب مسعودی حال مراد آبادی کی ایک تحریر سے مرتب کیا گیا ہے۔ جو موصوف نے حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب مدظلہ العالی کے مکتوبِ گرامی کے جواب میں لکھی تھی۔ جس کے لیے ہم مولانا عبدالغفار صاحب موصوف کے ممنون ہیں۔

اس کتاب کو شائع کرتے ہوئے میں مخالفین مولانا شہیدؒ سے نہایت دردِ دل سے درخواست کروں گا کہ وہ اب سلسلۂ بحث کو بالکل ختم کر دیں۔ دُنیائے اسلام اور خصوصاً پاکستان میں علیسائی علوم، افکار اور تہذیب و ثقافت کا جو ریلا آگیا ہے اور جس قسم کے نت نئے سیاسی، معاشی اور تمدّنی مسائل پیش آ رہے ہیں۔ ان کے لیے ہم سب مل کر مشترکہ جدوجہد کریں۔ "تقویۃ الایمان" کے مالہ و ماعلیہ پر اگر ابھی تک "غور و فکر" کی ضرورت ہے۔ تو اس کے لیے ہزاروں صفحات پر مشتمل مواد لکھا جا چکا ہے۔ جو سب کے لیے کافی ہے۔ اللہ کے لیے نہ اپنا وقت ضائع فرمایئے نہ دوسروں کے لیے ایسے حالات پیدا کیجئے کہ وہ دفاع پر اپنی طاقت و مال کے صرف پر ـــــ جذبات کے ہاتھوں ـــــ مجبور ہو جائیں پھر آپ حضرات کے "مواعظ و مباحث" کے نتیجے میں جو تلخی پیدا ہو جاتی ہے اس سے مابین الفریقین خلیج وسیع ہی نہیں بلکہ تشدّد پر بھی منتج ہوتی ہے۔ آیئے! ہم سب اپنی طاقت و مال اپنے مابین خرچ کرنے کی بجائے متفقہ و مشترکہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور عصرِ حاضر کے پیش آمدہ مسائل کے حل اور اپنے نو زائیدہ ملک کے استحکام پر صرف کریں۔ اور اپنی تمام تر توجہات اس طرف مرکوز کر دیں۔

آخر میں مجھے حافظ محمود حسن خاں صاحب مراد آبادی مدظلہٗ (حال کراچی) میاں جمیل الدین احمد صاحب مراد آبادی خلف الصدق مولانا حافظ عزیز الدین مرحوم و مغفور کا تہِ دل سے شکر بجا لانا ہے جنہوں نے ایک اجنبی اور گم نام کارۂ خلائق پر اعتماد فرماتے ہوئے نہ صرف کر "اکمل البیان" کا واحد قیمتی مسودہ خندہ پیشانی سے مرحمت فرمایا، بلکہ مؤلف مرحوم کے ذاتی کتب خانہ سے مزید چند کتابیں بھی عاریتہً عنایت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ دونوں بزرگوں کو اس صدقہ جاریہ کا اجر عنایت فرمائے۔

سچّی بات یہ ہے کہ اس ساری سعی و محنت کے نتیجہ خیز و مثمر برکات ہونے کا شرف مخدومنا حضرت مولانا ابو الخیر محمد اسماعیل المحترم (دام اللہ فیوضہ و متع المسلمین بطول بقائہٖ خطیب جامع اہلحدیث گوجرانوالہ و امیر مرکزی جمعیۃ اہلِ حدیث مغربی پاکستان) کو حاصل ہے کہ حضرت نے نہ صرف احقر کی حوصلہ افزائی فرمائی اور ہر طرح کا تعاون فرمایا، بلکہ اپنے وقت کی قربانی کر کے پُر مغز **مقدمہ** بھی تحریر فرمایا۔ اور ناقابلِ انکار حقیقت تو یہ ہے کہ جہاں تک جماعت اہلِ حدیث اس کی جماعتی تبلیغ، جماعتی زندگی اور اس کے احیائے مآثر کا تعلق ہے آپ کو اس سے والہانہ محبت اور دیوانگی کی حد تک عشق و شیفتگی ہے۔ اور حق یہ ہے کہ اس معاملہ میں حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب

مرحوم و مغفور امرتسری کی واحد جانشین آپ کی ذات گرامی ہے۔ وہی جذبہ اور وہی ولولہ حضرت میں موجزن ہے۔ اس لیے یہ حق بھی انہی کا تھا کہ مولانا امرتسریؒ کے لگائے ہوئے اس پودے کو جو سوکھ رہا تھا۔ اس کی آبیاری فرما کر ہرا بھرا کر دیں جس کے سایہ سے سب اہل توحید متمتع ہوں۔ اور بہت بہت مبارک باد کے مستحق ہیں حضرت ممدوح کے گوجرانوالہ کے احباب جماعت جو حضرت ممدوح کی سمع وطاعت سے ساری حسناتِ جاریہ میں شریک ہونے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ واسئال اللہ تعالیٰ ان یجزی کل ھولآء الابرار جزاءً جمیلًا و اجراً جزیلًا۔

ایک معذرت کے ساتھ یہ سطور ختم کی جاتی ہیں:

موجودہ دَور کی طباعتی مشکلات کا جن کو تجربہ یا علم ہے وہ جان سکتے ہیں کہ کمر توڑ گرانی اور معاشی اُلجھنوں میں مبتلا زندگی کے اس دَور میں کسی بڑی کتاب کو معیاری بنا کر شائع کرنا جوئے شیر لانے سے کسی طرح کم نہیں۔

المکتبۃ السلفیہ لاہور نا مساعد حالات کے باوجود توفیقِ تعالیٰ معیاری کتابیں شائع کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ بعض ناگزیر وجوہ اور پیش آمدہ جبری حالات کے باعث اکمل البیان کی کتابت اور تصحیح کے سلسلہ میں اعلیٰ معیار قائم نہیں رہ سکا۔ اگرچہ کاپیاں اور پروف دونوں راقم آثم نے خود دیدہ ریزی سے پڑھے ہیں۔ مگر اغلاط پھر بھی باقی رہ گئے ہیں۔ اور بعض جگہ خصوصاً چند حاشیوں کی طباعت بھی حسب منشا نہیں آسکی۔ اس کے لیے میں ندامت کے ساتھ معذرت خواہ ہوں۔

اُمید ہے اصحابِ ذوق درگزر فرمائیں گے اور چشم پوشی سے کام لیتے ہوئے مفید مشوروں سے نوازیں گے۔ تاکہ دوسری طبع میں اگر اس کا موقعہ مل سکا تو مشوروں کی روشنی میں کتاب کو بہتر بنایا جا سکے۔

دُعا ہے اللہ جل شانہٗ اس کتاب کو اپنے بندوں کے لیے زیادہ سے زیادہ نافع بنائے اور ہم سب کو اخلاص کی دولت اور توحیدِ خالص کی اشاعت و تبلیغ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً۔

احقر: محمد عطاء اللہ حنیف
بھوجیانی عفا اللہ عنہ ماجناہ
مدیر المکتبۃ السلفیہ لاہور

شوال المکرم ۱۳۸۴ھ
فروری ۱۹۶۵ء

مقدّمہ

(از قلم فیض رقم حضرت مولانا ابوالخیر محمد اسماعیل صاحب مدظلہ العالی امیر مرکزی جمعیۃ اہلحدیث مغربی پاکستان)

قدرتِ الٰہیہ کی نیرنگیوں پر تعجب ہوتا ہے۔ انسان کچھ سوچتا ہے۔ اس کی بصیرت مستقبل کے متعلق اپنی صوابدید سے فیصلے کرتی ہے۔ لیکن قدرت کا بے نیاز ہاتھ انہیں بدل کر رکھ دیتا ہے۔

آج سے قریباً ڈیڑھ سو سال پہلے (متحدہ) ہندوستان سے ایک تحریک اُٹھی جس کی قیادت حضرت سید احمد شہیدؒ (۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء) اور مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ (۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء) نے فرمائی۔ ان کے سامنے دو مقصد تھے۔ ہندوستان میں ایسے نظام کا قیام ونفاذ جس کی اساس قرآن و حدیث پر ہو۔ اور قرآن و سنت کے فہم میں جمود اور توحید خالص کے راستہ میں حائل بدعات و رسوم کو ہٹا کر اس کی تعلیمات کو شائع کرنا۔ پہلا مسئلہ دین کے ساتھ سیاسی بھی تھا۔ اس لیے اس کے پورے ماحول پر سیاست محیط ہوگئی۔ انگریز، سکھ، افغان اور ہندوستان کے اہل بدعت سب ہی اس سے خائف تھے اور اس کے عواقب کے منتظر۔ یہ اربعہ عناصر باہم دگر بعض شدید اختلافات کے باوجود اس تحریک کو ناکام کرنے کے لیے متفق تھے۔ انگریز اور سکھ تو کھلے میدانِ جنگ میں نبرد آزما تھے۔ افغان غدّاریوں میں مشغول اور شرک پسند اور خوگرانِ بدعت ہندوستانی حضرات کفر کے فتووں کی بھرمار کرنے میں مصروف تھے۔

معرکہ بالاکوٹ (۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء) کے سانحۂ جان گداز کے بعد یہ تحریک مختلف صورتوں اور قیادتوں کے تحت ایک صدی سے زائد عرصہ تک چلتی رہی اور پاکستان بننے تک شمال مشرقی سرحد پر انگریز کو ہمیشہ پریشان رکھا۔ مگر افسوس کہ اندرونی پریشانیوں اور بیرونی سازشوں کی وجہ سے اس مقدس تحریک کا یہ پہلو عملی طور پر کافی کمزور رہا۔

دوسرے مقصد کے لیے مولانا محمد اسماعیل شہید قدس اللہ روحہ نے کتاب "تقویۃ الایمان" اور "تذکیر الاخوان" لکھیں اور شائع فرمائیں۔ تذکیر الاخوان گو دوسرے کے نام سے شائع ہوئی مگر تحریک کی

معنویت کو سمجھنے والے جانتے ہیں کہ تذکیر، تقویۃ الایمان کا ہی دوسرا حصہ ہے۔ دونوں کتابیں کلمۂ توحید کی وضاحت ہیں۔ پہلا حصہ لا الٰہ الا اللہ کی تشریح اور دوسرا محمد رسول اللہ کی توضیح۔ دونوں کتابوں کی بڑی کثرت سے اشاعت ہوئی۔ ان کی روشنی نے لاکھوں دلوں کو منور کیا۔ اور کروڑوں مردہ روحوں کو ان سے اللہ تعالیٰ نے زندگی بخشی۔ تحریک کا یہ پہلو کافی کامیاب رہا۔ سمجھنا چاہیئے کہ توحید و سنت کی اشاعت اور جمود کے خلاف ہزاروں زبانیں جو نغمہ سرا ہیں انہیں کی بدولت ہیں۔ تقویۃ الایمان کی زبان، اندازِ بیان پھر نصوص قرآن و حدیث کے مضامین کی دشوار جانشی نے فضا کو ایسا مسحور اور اذہان کو اتنا متاثر کیا کہ ہزارہا دلوں نے اس کی تعلیمات کو قبول کیا۔ چنانچہ لاکھوں کی تعداد میں یہ کتاب ہر سال شائع ہوتی اور گھروں میں پڑھی جاتی ہے۔

اس دُنیا کا مزاج ایسا ہے کہ بعض عناصر اچھی سے اچھی چیز کی مخالفت پر بھی آمادہ ہو جاتے ہیں۔ تقویۃ الایمان کی مخالفت میں بدایوں اور بریلی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اسی کیمپ کے ایک مراد آبادی بزرگ مولوی نعیم الدین نے (جن کا انتقال ۱۳۶۷ھ ۱۹۴۸ء میں ہوا) تقویۃ الایمان کی تردید میں پھر ایک کتاب لکھی۔ جس کو مخالف کیمپ نے بہت اُچھالا۔ شاید اس لیے کہ یہ تالیف لطیف سب و شتم کے مسالے سے چٹ پٹی اور مغالطوں سے بھرپور تھی۔ مولوی نعیم الدین نے اپنے زعم میں "مدلل" کرنے کا اپنا حق خوب استعمال فرمایا ہے۔ جس سے تقویۃ الایمان اور عقیدۂ توحید کی قرآنی اور نبویؐ تشریح میں شکوک اور شبہات خام علموں اور ناواقفوں کے لیے اُبھر سکتے تھے۔

اندریں حالات حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم (متوفی ۱۳۶۷ھ ۱۹۴۸ء) نے ضرورت محسوس فرمائی کہ اس کے اغلاط کو رفع اور مغالطات کا پردہ چاک کیا جانا چاہیئے۔ چنانچہ مرحوم کی مردم شناس نگاہ نے مراد آباد ہی کے ایک صاحب علم بزرگ جناب مولانا عزیز الدین صاحب (مرحوم) کا جواب کے لیے انتخاب فرمایا۔ مولانا جواب لکھ کر اخبار "اہل حدیث" میں طبع کراتے رہے۔ جس کا سلسلہ کئی سال جاری رہا۔ بعدہٗ کافی عرصہ تک اخبار میں سلسلہ طباعت بند رہا! لیکن معلوم ہوتا ہے مولانا عزیز الدینؒ نے جواب کی تکمیل کر دی تھی۔ مگر اللہ جانے کیا موانع پیش آئے کہ کتاب طبع نہ ہو سکی۔ تا آنکہ پاکستان بن گیا۔ مولانا مرحوم امرتسر سے سرگودھا پہنچ گئے۔ اور پریشانیوں میں ۱۹۴۸ء میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ! ممکن ہے ان کو پتہ نہ ہو کہ جو کام انہوں نے شروع کرایا تھا وہ کہاں تک پہنچا۔ قیام پاکستان کے بعد دونوں منطقوں کے اربابِ اقتدار

میں کشیدگیاں پیدا ہوگئیں۔ دونوں کے سیاسیات الگ ہوگئے۔ آنا جانا بند ہوگیا۔ انہی ۱۳۴۸ھ کے ایام میں مؤلف مرحوم بھی انتقال فرماگئے۔ تغمدہ اللہ برحمتہ۔ یہ ہیں جو میں نے شروع میں کہا ہے قدرت الٰہیہ کی نیرنگیاں کہ دونوں بزرگ رخصت ہوگئے اور کتاب طبع نہ ہوسکی!

ما کل یشتھیہ المرء یدرکہ ! تجری الریاح بما لا تشتھی السفن

برادرم مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کا ذوق تلاش وجستجو قابل داد ہے معلوم نہیں کس طرح وہ مولانا عزیز الدین مرحوم کے اعزّہ سے کتاب کا مسودہ حاصل کرتے میں کامیاب ہوگئے۔ اُنھوں نے چند سال ہوئے مسودہ مجھے دکھایا۔ اور اس کی طباعت واشاعت کی ضرورت واہمیت کی وضاحت کی۔ مجھے ان کی تجویز پسند آئی۔ مگر ہوشربا گرانی کے اس دور میں ایسی ضخیم کتاب کی طباعت کے لیے ہزاروں روپے درکار ہوتے ہیں۔ بہرحال میں نے اپنے احباب سے ذکر کیا تو اُنھوں نے بہترین تعاون پیش فرمایا۔ چنانچہ اس سلسلے میں عزم محترم میاں مہر محمد افضل صاحب آڑھتی (گوجرانوالہ) نے مصارف میں سب سے زیادہ حصّہ لیا۔ میاں محمد افضل صاحب کاروباری ہونے کے باوجود علم دوست، توحید وسنت کے شیدائی اور ان کی تبلیغ واشاعت سے شغف رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اخلاص کی دولت اور توحید وسنّت کی محبّت سے مزید بہرہ ور فرمائے۔ دوسرے معاون اس میں میاں عبدالعزیز صاحب انصاری رجاء چوہاناں گوجرانوالہ) ہیں۔ میاں عبدالعزیز بھی جماعتی اشاعت کے کاموں سے خاصی دلچسپی رکھتے ہیں۔

"اکمل البیان" سب مراحل طے کرکے بتوفیقہ تعالیٰ شائقین کے ہاتھوں پہنچ رہی ہے۔ مؤلف مرحوم نے محنت فرمائی۔ مولانا امرتسری مرحوم نے ان کو توجہ دلائی۔ اللہ تعالیٰ دونوں کو کروٹ کروٹ اپنی رحمت سے نوازے۔ محبی مہر محمد افضل اور میاں عبدالعزیز نے اس کی طبع واشاعت میں ہاتھ بٹایا۔ اللہ تعالیٰ ان کے مال وکاروبار میں مزید برکت اور اخلاص کے ساتھ خدمتِ دین کی توفیق مرحمت فرمائے۔ میں دونوں دوستوں کا شکرگزار ہوں۔

آخر میں مجھے برادر محترم مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی مدیر المکتبۃ السلفیہ لاہور کا شکریہ ادا کرنا ہے۔ جنھوں نے نہایت تگ ودو سے اپنے موضوع پر ایک بہترین کتاب مہیا کی۔ پھر باریک خط کے آٹھ سنو۹ صفحات پر دیدہ ریزی سے نظرِ غائر ڈالی، اس کی ممکن اور مناسب تصحیح وتصویب فرمائی، ضروری حوالجات کی طرف مراجعت پر وقت صرف کیا،

مواقع مہمہ پر مختصر علمی و تحقیقی حواشی لکھے اور امکانی حد تک اس کو مُعنوَن و مرتب بھی کر دیا۔ کیونکہ ساری کتاب میں غالباً عنوان نہیں تھے۔ جس سے استفادہ میں دقت ہوتی۔ جو بحمد اللہ اب نہیں رہے گی۔ یہ سب عزیزی محترم رفیق موصوف کی توحید و سنت سے محبت اور مسلک اہلِ حدیث سے والہانہ شغف کا نتیجہ ہے کہ کتاب بہتر طباعت اور ممکن تصحیح کے ساتھ حاملین توحید کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔ درحقیقت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف کا بھی جماعت اہلِ توحید پر یک گونہ احسان ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

ناسپاسی ہوگی اگر مولوی حافظ عبدالرحمٰن گوہڑوی منتظم المکتبۃ السلفیہ کا شکریہ ادا نہ کیا جائے کہ طباعتی معاملات میں ان کی مساعی مولانا کے ہم رکاب رہیں۔ اور ان کی دلچسپی سے بعض مشکلات کے حل میں مدد ملی۔ ان کی ترقی درجات دینی و دنیاوی کے لیے میری دُعا ہے!

اللہ تعالیٰ قابل مؤلفؒ اور باقی تمام معاونین کو ان کے اعمالِ خیر کا بہتر بدلہ دے۔ اور ہم سب کو توحید و سنت کی اشاعت کے لیے مزید توفیق عنایت فرماتا رہے۔ والسلام

شعبان ۱۳۸۴ھ
دسمبر ۱۹۶۴ء

محمد اسماعیل کان اللہ لہٗ
خطیب جامع اہلِ حدیث گوجرانوالہ

مختصر

سوانح حیات

مؤلف کتاب ہذا مولانا حافظ عزیز الدین صاحب مراد آبادیؒ

(خود نوشت و بروایت مولانا حکیم محمد عبد الغفار صاحب مسعودی بستوی مدرس مدرسہ عزیزیہ محمدیہ زیر اہتمام انجمن اہل حدیث مراد آباد)

خود نوشت

مراد آباد میں جماعت اہل حدیث کا مرکز رہ چکا ہے۔ڈپٹی امداد العلی صاحب مرحوم ڈپٹی کلکٹر مراد آباد کی سرپرستی میں بڑے بڑے مشاہیر علماء قیام پذیر رہے ہیں۔اس دور کے بعد جناب قاضی مولانا احتشام الدین صاحب مرحوم بڑے جید عالم، صاحبِ تصانیف کثیرہ مثل اختیار الحق بجواب انتصار الحق تھے۔اور مولانا حکیم ہدایت العلی صاحب ایک فاضل جیّد نامور طبیب حاذق چند سال ہوئے جو گزر چکے۔یہ دونوں عالم حضرت میاں صاحبؒ مرحوم دہلوی کے تلامیذ تھے۔مؤخر الذکر اہل حدیث مراد آباد کے صدر بھی تھے۔علاوہ بریں چند موحدین خالص بزرگ ہستیاں مراد آباد میں تھیں۔جن کے فیوض و برکات تا حال نمایاں ہیں۔مثلاً مولانا سید عبد الرشید صاحب مرحوم مہتمم مدرسہ شاہی مسجد اور عمدۃ الاذکیاء مولانا حافظ محمد حسین صاحب مرحوم اور میرزا امام الموحدین سراً ور محققین مولانا حفیظ اللہ صاحب مرحوم اور جناب حاجی محمد اکبر صاحب مرحوم اور مولانا عبد العزیز صاحب جو انجمن اہل حدیث کے مہتمم و مدرس بھی تھے حضرت میاں صاحبؒ کے شاگرد بھی تھے۔

یہ احقر ناچیز بندہ عزیز عفی عنہ چاروں حضرات بابرکات کی خدمات سے مستفید رہا اور یہ حضرات دلی توجہ کے ساتھ متوجہ رہے۔چنانچہ سب سے پہلی کتاب تقویۃ الایمان آٹھ نو سال کے سن میں بغور و تامل پڑھ کر بحمد اللہ تعالیٰ گوہر مقصود ہاتھ آیا۔اور اس فیض مکمل کی نسبتِ تام اور لذت تا ایں دم حاصل ہے والحمد للہ علی ذلک حمداً کثیراً۔

پھر حضرات علمائے دیوبند میں مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہم اللہ سے حسنِ عقیدت رہی۔ آپ نے مسائل اہلِ حدیث کے مسلک کی تائیدات فرمائیں۔ اور مولانا اشرف علی تھانوی سے بھی حسنِ عقیدت ہے۔ الا وہ چند مسائل تقلیدی جو نصوصِ صریحہ کے خلاف ہیں بندہ کو ان سے خلاف رہا۔ اور اسی بنا پر مجھ سے ناراض ہیں۔

مراد آباد میں انجمن اہلِ حدیث و مدرسہ محمدیہ کا ۱۳۲۹ھ میں بمشورہ مولانا حمید اللہ صاحب مرحوم سراوی کے قیام ہوا۔ چند اراکین وعہدہ داران تجویز ہوئے۔ اکثر تحریرات و اشتہارات مجھ بندہ ناچیز کے نام سے شائع ہوئیں۔ یہ بناء مخالفت حضرت مولانا تھانوی کو پیدا ہوئی۔ مگر آپ کو مقدس بزرگ مانتا ہوں۔

ہمارے محلہ کی مسجد جس کی سرپرستی و متولیانہ خدمات ہمارے خاندانی نانا صاحب اور والد صاحب مرحومین کی سپردگی میں تھیں، ان کی حیات ہی میں مجھ بندۂ ناچیز کی سپردگی میں رہی۔ اور اب تک ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ جس کو عرصہ ۴۵ سال کا ہوتا ہے۔ ۱۳۲۹ھ سے تسلط اہلِ حدیث ہوا۔ جو انجمن و مدرسہ محمدیہ کا افتتاحی سال ہے۔ پھر اس کی توسیع بتمام و کمال ہوئی۔ مدرسہ کا اجراء ۱۳۳۷ھ تک رہا۔ مگر (پھر) مدرسہ تنزل میں آ گیا۔ بحمد اللہ.. چند مخلصین کی سعی سے کچھ کم ایک سال ہوتا ہے کہ ایک مدرس کا قیام ہے.....

انجمن میں بقدرِ ضرورت کافی مقدار میں کتبِ دینیہ بھی ہیں۔ جو وقف ہیں جس سے تمام ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ فی الحال انجمن کے صدر جناب منشی انعام رسول صاحب سلمہ مراد آبادی ہیں۔ انجمن سے مقامی ضروریات کے متعلق رسائل و تحریرات کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ جو مجھ ناچیز کی سپردگی میں رہا ہے۔ اب تقریباً پانچ سال سے سلسلہ مضمون اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان مستقل طور پر حسبِ تجویز اراکین انجمن بارشادِ جناب مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری جاری ہے۔ اور حضراتِ خواص و عوام میں قبولیت کا درجہ رکھتا ہے۔

کاش! حضرات اہلِ حدیث جماعت اس کی طرف کتابی صورت میں اشاعت کے لیے ملتفت ہوں۔ تاکہ اس کا نفع عام حاصل ہو۔

(ملتقط از تراجم علمائے حدیث ہند (ص ۵۶۳ ــــ ۵۶۵)
از مولانا ملک ابو یحییٰ امام خان صاحب زید مجدہ العالی مطبوعہ ۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۹ء

بروایت مولانا حکیم محمد عبدالغفار صاحب مسعودیؒ[1]

حاجی حافظ مولانا مولوی عزیز الدینؒ بن سراج الدین احمدؒ۔
ولادت ۱۲۹۵ھ۔ وفات ۸ رفروری ۱۹۴۸ء (۱۳۶۷ھ)
چاندی کے برتنوں کا کاروبار تھا۔ شاید اسی وجہ سے آپ کا گھر "چاندی والے" کے نام سے مشہور تھا۔

مدرسہ شاہی و مدرسہ امدادیہ مرادآباد میں قرآن مجید حفظ کیا۔ اور وہیں حسب ضرورت علوم عربیہ کی تعلیم حاصل کی (تفصیلات نہیں معلوم ہوسکیں) آپ کے اساتذہ میں مولانا گل محمد خان پشاوری حنفی بہت مشہور عالم گزرے ہیں۔

عربی۔ فارسی اور اُردو تینوں پر حافظ صاحب کو اچھا عبور تھا۔ مطالعہ کافی معلومات سے لبریز تھا۔ اپنے ماحول میں مسائل مختلفہ پر مناظرات فرماتے۔ اور تبلیغی رسائل و اشتہارات شائع کرتے رہتے تھے۔ اس قسم کے بہت سے مسودات مرحوم کے کتب خانے میں اب تک موجود ہیں۔ ذوق علمی اور سلیم رکھتے تھے۔ اہل علم سے مکاتبات کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔ چنانچہ ان کے نام لکھے ہوئے اصحاب علم کے عربی و اُردو مکتوبات کا خاصا ذخیرہ اب تک موجود ہے۔ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس دہلی کے زعماء علمی اور تبلیغی امور میں مرحوم سے مشورے لیتے رہتے تھے۔ مرحوم کو توحید و سنت سے بے پناہ شغف تھا۔

مرادآباد مسجد مغلاں میں ان کے ماموں وزیر الدین صاحب امام مسجد تھے۔ وہی متولی و منتظم بھی تھے۔ حافظ عزیز الدین جب حلقہ بگوش دعوت توحید و سنت ہوگئے۔ اور مختلف فیہ مسائل میں پوری بصیرت سے گفتگو میں کرنے لگ گئے۔ اور حدیث پر علانیہ عمل بالحدیث شروع کر دیا۔ تو مذکور ماموں صاحب نے مسجد کی تولیت سے دست برداری اور امامت سے علیحدگی اختیار کر لی۔ تو حافظ صاحب مرحوم نے امامت، تولیت اور انتظام کی ساری کی ساری ذمہ داریاں خود ہی سنبھال لیں۔

---

[1] مولانا عبدالغفار صاحب ضلع بستی (یو۔ پی ہندوستان) کے رہنے والے ہیں۔ مختلف مدارس اہلحدیث ہند میں تدریس کی خدمات سرانجام دیتے رہے ہیں اور اب کچھ مدت سے مسجد اہلحدیث سبزی منڈی مرادآباد کے امام و خطیب اور مدرسہ عزیزیہ محمدیہ رزاق العلوم کے صدر مدرس کے منصب جلیل پر فائز ہیں۔ (محمد عطاء اللہ حنیف)

مسجد مغلاں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے مغل بادشاہوں کی تعمیر کردہ ہے۔ اس کے ساتھ کافی جائداد وقف تھی۔ لیکن مغلوں کی بربادی کے بعد انگریزوں نے جب سارے اوقاف فروخت کر دیئے تو اس میں یہ جائداد بھی فروخت کر دی گئی۔ اب مسجد کے کل اخراجات کی کفالت مراد آباد کی جماعت اہل حدیث ہی کر رہی ہے۔

حافظ صاحب مرحوم کے تعلقات اہل حدیث ہونے کے باوجود مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی مرحوم و مغفور سے بہت زیادہ تھے۔ اور مولانا سے بذریعہ سوالات واستفسارات استفادہ کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ میں بہت سے فتاویٰ مرحوم ہی کی کاوش کے رہینِ منت ہیں۔ بلکہ اس فتاویٰ کو مرحوم ہی نے خود مرتب کیا۔ اور مناسب مواقع میں تحقیقی حواشی کے ساتھ سنہ ۱۳۲۳ھ و ۱۳۲۴ھ و ۱۳۲۸ھ میں تین حصوں میں یہ فتاویٰ شائع کئے بہ تفصیل ذیل :۔

۱۔ حصہ اول ۸۰ صفحات۔ ساڈھورہ پریس مراد آباد۔
۲۔ حصہ دوم۔ تقریباً دو سو صفحات (چھ سو مسائل پر مشتمل)
۳۔ تیسرا حصہ ۸۰ صفحات۔ (چار سو مسائل پر مشتمل) افضل المطابع پریس مراد آباد

حافظ صاحب نماز باجماعت ٹھیک اوّل وقت، سنّت کے مطابق نہایت خشوع وخضوع اور ارکان کو خوب ذوق وشوق سے ادا فرماتے تھے۔ آپ کا رکوع وسجود، قومہ وجلسات بالکل سنت کے موافق ہوتے تھے۔

۸ رفروری ۱۹۴۸ء (۱۳۶۷ھ) تہتر سال کی عمر میں یہ مردِ مجاہد اور عاشق توحید وسنت رہگرائے عالم جاودانی ہوا۔ تغمدہ اللہ بغفرانہ وادخلہ بحبوبۃ جناتہ . . .

نرینہ اولاد میں اس وقت جناب محمد جمیل الدین بقیدِ حیات اور ماشاء اللہ بہت صالح آدمی ہیں۔ اور وہی مسجد کے اب متولی بھی ہیں۔

تالیفات

جیسا کہ اوپر لکھا گیا آپ نے جماعت توحید وسنّت اور تردیدِ شرک وبدعات میں بہت کچھ لکھا ہے۔ ہمیشہ کچھ نہ کچھ لکھتے اور شائع کرتے رہا کرتے تھے۔ چھوٹے موٹے رسالہ جات اور اشتہارات حسبِ ضرورت بکثرت طبع اور تقسیم کرتے تھے۔ جن کی تفصیلات مہیا نہیں ہو سکیں

اب بھی کافی حصّہ غیر مطبوعہ ان کے کُتب خانے میں موجود ہے جو افسوس ہے دوسرے قیمتی اور نایاب و نادر ذخیرے کے ساتھ کس مپرسی کی حالت میں پڑا ضائع اور دیمک کی نذر ہو رہا ہے ــــ !

اکمل البیان و مطرق الحدید

البتہ اس سلسلہ میں آپ کی دو کتابیں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ ایک تو یہی اکمل البیان ــــ جسے آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں ــــ اور دوسری مطرق الحدید علی صاحب التحقیق الجدید۔ ثانی الذکر میں ایک "دیوبندی حنفی" کی اس "تحقیق جدید" کا فاضلانہ اور محققانہ جائزہ لیا گیا ہے۔ کہ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں "تقویۃ الایمان وایضاح الحق"، وغیرہ معاذ اللہ محرّف ہیں۔ اور دلائل سے مذکورہ اُپج کا ابطال فرمایا ہے۔ یہ رسالہ ۱۳۵۱ھ میں ۱۲۰ صفحات پر دہلی سے شائع ہو کر اب نایاب ہو چکا ہے۔ ضرورت ہے کہ اسے دوبارہ منظرِ عام پر لایا جائے۔

(ع، ح)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمہید

اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان

بجواب

اطیب البیان

(از قلم فیض رقم مولانا دبالفضل اولٰنا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب مرحوم امرتسری)

حدیث شریف میں آیا ہے بَدَءَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ کَمَا بَدَءَ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ الَّذِیْنَ یُصْلِحُوْنَ مَا اَفْسَدَہُ النَّاسُ مِنْ سُنَّتِیْ الحدیث ۔ یعنی "اللہ کا دین (اسلام) شروع شروع مسافرانہ روش میں چلا ہے۔ ترقی کے بعد پھر مسافرانہ صورت میں ہو جائے گا خوشخبری ہو ان مسافروں کو میری سنّت میں لوگوں نے جو بگاڑ کیا ہوگا۔ اس کی وہ اصلاح کریں گے۔" اس حدیث شریف میں اسلام کی زندگی کے چار مراتب فرمائے ہیں (۱) پہلی حالت بے کسی کی تھی جو ہجرت سے قبل مکہ معظمہ میں گزری۔ (۲) دوسرے درجہ میں اسلام کی ترقی کی طرف اشارہ ہے (۳) تیسرے مرتبہ میں پھر اصل اسلام کی کس مپرسی کا ذکر ہے یعنی اصل اسلام خود اہل اسلام میں نسیاً منسیاً ہو کر توحید و سنّت کی جگہ شرک و کفر لے لیں گے اور سنّت پر بدعات غالب آجائیں گی۔ اصل اسلام بتانے والوں کو اسی طرح دیکھا جائے گا جس طرح پہلے طبقہ کے مسلمانوں کو دیکھا جاتا تھا۔ (۴) چوتھے درجے میں ان مصلحین کی طرف اشارہ ہے۔ جو اس تیسرے درجے میں پیدا ہو کر مفسدین کے فساد کی اصلاح کریں گے۔

اس حدیث کی واقعات سے تصدیق ہوتی ہے۔ پہلے درجے کی صحت تو مکہ معظمہ کے ایام میں ہوئی۔ دوسرے درجے کا معائنہ مدینہ شریف میں دور زمانۂ خلافت اور اس کے بعد بھی کچھ مدت تک ہوتا رہا۔ تیسرے درجے کا ظہور ہندوستان میں تو ہی زمانہ میں کمال کو پہنچ گیا۔ ہر قسم کی پرستش شروع ہو گئی ہر طرح بدعات رواج پا گئیں یہاں تک کہ اولیاء اللہ کی پہچان یہ ہو گئی کہ شریعت کی متابعت سے ان کی آنکھیں

مست ہوں۔ زلفیں لمبی لمبی معطر ہوں۔ جس راستہ سے چلیں راستہ مہک جائے۔ عام طور پر آوازے کسے جاتے لگے ؂

اگر باب اجابت بند ہو جائے تو کیا ڈر ہے کھلا رہتا ہے دروازہ معین الدین چشتی کا

یہ بھی کہا جاتا ہے ؂

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمدؐ سے

جب یہ حالت اپنے کمال کو پہنچ گئی۔ تو حسب پیشگوئی رسالت پناہی علیہ الصلوٰۃ والسلام دہلی کے خاندان علمیہ میں ایک روشن چراغ (مولانا اسمٰعیل شہید قدس اللہ سرہ) پیدا ہوئے۔ جنہوں نے کڑاکے دار آواز سے مسلمانوں کو اصل دین اسلام بتایا۔ اس کے جواب میں مسلمانوں نے کیا کہا۔ اور کیا برتاؤ کیا۔ اس کی تفصیل شہید مرحوم کی سوانح عمری حیات طیبہ میں دیکھئے۔

اسی تحریک میں ممدوح نے کتاب "تقویۃ الایمان" لکھی جس میں محض قرآن و حدیث کے آئینہ میں اسلام کی تصویر دکھائی۔ اس کتاب اور آپ کے مواعظ کا اہل دہلی بلکہ اہل ہند پر بہت اچھا اثر ہوا۔ مولانا حالی مرحوم نے اصلاحِ عرب کے متعلق مسدس میں ایک بند لکھا ہے۔ جو ایک لفظ کی تبدیلی سے تحریکِ اسماعیل شہید پر پورا صادق آتا ہے ؂

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی زمیں ہند کی ساری جس نے ہلا دی
نئی اک لگن سب کے دل میں لگا دی اک آواز سے سوتی بستی جگا دی
پڑا ہر طرف غل یہ پیغامِ حق سے کہ گونج اٹھے دشت وجبل نامِ حق سے

اللہ کے فضل سے کتاب تقویۃ الایمان اتنی مقبول ہوئی۔ کہ آج اسلامی کتب میں کتاب اللہ کے بعد یہی کثیر الاشاعت ہے۔ اس کے برابر کوئی کتاب اتنی کثیر الاشاعت نہیں۔ ذٰلِکَ مِن فَضلِ اللہِ۔ توحید پسند علماء نے اس کو بہت پسند کیا۔ جماعت اہل حدیث کے علاوہ سرکردہ علماء احناف مولانا رشید احمد گنگوہیؒ۔ مولانا عبدالحی لکھنویؒ۔ علماء دیوبند اس کی بڑی تحسین فرماتے رہے۔ چنانچہ مولانا گنگوہی کے الفاظ یہ ہیں۔

"کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ اور سچی کتاب اور موجب قوت و اصلاح ایمان ہے اور قرآن و حدیث کا مطلب پورا اس میں ہے۔ اس کا مؤلف ایک مقبول بندہ تھا" (ص۳۱)

"مولوی اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم و متقی بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن و حدیث پر پورا عمل کرنے والے۔ اور خلق اللہ کو ہدایت کرنے والے تھے اور

تمام عمر اسی حال میں رہے اور آخر کار فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ پس جس کا ظاہر حال ایسا ہووے وہ ولی اللہ اور شہید ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنْ اَوْلِیَآءُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ۔ اور کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے۔ اور رد شرک و بدعت میں لاجواب ہے۔ استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں۔ اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔ اور موجب اجر کا ہے۔ اس کے رکھنے کو جو برا کہتا ہے۔ وہ فاسق اور بدعتی ہے۔ اگر اپنی جہالت سے کوئی اس کتاب کی خوبی کو نہ سمجھے تو یہ اُس کی سمجھ کا قصور ہے کتاب اور مولف کتاب کی کیا تقصیر۔ بڑے بڑے عالم اہل حق اس کو پسند کرتے ہیں اور رکھتے ہیں۔ اگر کسی گمراہ نے اس کو برا کہا تو وہ خود ضال و مضل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ" (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۲۲)

مولانا گنگوہی نے تقویۃ الایمان کو جن برا جاننے والوں کا اجمالی ذکر کیا ہے۔ ان میں ایک مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی ہیں۔ آپ نے حال میں ایک کتاب موسوم "اطیب البیان" بتردید تقویۃ الایمان شائع کی ہے مجھے یہ کتاب ملی تو مجھے خیال ہوا۔ کہ شہید مرحوم کے ساتھ ہو کر مجاہدین کے گھوڑوں کی لید اُٹھانے کا موقع تو نہیں ملا۔ ان کی کتاب کی تائید کر کے اِتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ میں شامل ہو جاؤں ؎

فی الجملہ نسبتے بتو کافی بود مرا بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است

اس بارہ میں میں نے اپنے مخلص دوست حافظ عزیز الدین صاحب مراد آبادی سے مشورہ لیا۔ کیونکہ موصوف کو مراد آبادی کی حیثیت سے اور تحریر کار ہونے کی وجہ سے میں اس کا اہل جانتا تھا۔ کہ ان سے مشورہ لوں۔ موصوف نے تمنا کی کہ جواب کی خدمت مجھے سپرد کی جائے تاکہ میں بھی شہید مرحوم کے گھوڑے کے پیچھے پیچھے چلنے کے لائق ہو جاؤں۔ اگرچہ میں اس لائق نہیں کیوں؟ ؎

پہنچ سکتا ہے کب ہم سے ناتوانوں کا غبار
تیز جاتی ہے بہت ان کی سواری ان دنوں

میں نے اس نیت سے موصوف کی درخواست کو قبول کیا کہ آپ لکھیں گے۔ اور میں بذریعہ اخبار شائع کروں گا۔ تو دونوں شہید قدس سرہ کے جہادی گھوڑے کے ساتھ اس طرح دائیں بائیں چلیں گے جس طرح شہید خود اور مولوی عبدالحی مرحوم دہلوی حضرت سید احمد صاحب راے بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے گھوڑے کے دونوں طرف چلا کرتے تھے۔

نوٹ ان دونوں حضرات کا ذکر کرتے ہوئے میدان جہاد میں ان کی تگ و دو کا تصور اور بدقسمتی سے اس میدان میں اپنی غیر حاضری کا خیال کر کے میں زار زار رو رہا ہوں میری دونوں آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا رہی ہیں۔ اللہ کرے یہ پانی آتش دوزخ مجھ پر سرد کرنے میں کام آئے آہ ؎

عدم کے جانے والو بزم جاناں تک اگر پہنچو
ہمیں بھی یاد رکھنا ذکر گر دربار میں آئے

ناچیز ابو الوفاء

(اخبار اہل حدیث ۲۴ جلد ۳۰ مجریہ ۱۸ ذوالحجہ ۱۳۵۱ھ
(مطابق ۱۴ اپریل ۱۹۳۳ء)

از ناچیز بندہ عزیز عفی عنہ المراد آبادی ۔ میں باوجود اعتراف اپنی نااہلیت کے بلحاظ اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبِ ۔ بحمیت توحید و سنت اس خدمت کے لیے کمربستہ تیار ہو گیا۔ چونکہ اطیب البیان کے دوسو چونسٹھ ۲۶۴ صفحات ہیں۔ علاوہ سب و شتم مغلظات کے جو بیشتر مبتدعین ہے۔ بطور مغالطہ دہی جن حضرات اکابر ائمہ دین علماء کرام کے حوالہ جات پیش کر کے اپنے لیے حجت گردانتے گئے ہیں۔ عموماً خود انہیں حضرات کے مستند اقوال و مزید برآں بکثرت کتب و رسائل مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی سے تقویۃ الایمان کی تائیدات منقول ہوئی ہیں۔ جن سے باطل کی گھٹائیں پھٹ جائیں گی اور مثل آفتاب و ماہتاب کے اہل یقین و انصاف کے قلوب ان شاء اللہ العزیز منور ہوں گے۔ اس میں ہرگز کوئی ایسا قول نہیں ہے جس سے انکار رولیب کشائی کا مخالف کو موقع مل سکے۔

الحمد للہ یہ کتاب تائید تقویۃ الایمان باوجود کثرت و دلائل و حوالہ جات مسلمات کے خصوصاً مخالفین کے اقوال کا مخزن ہے جو ہرگز کسی دوسری تالیف میں اس قدر ذخیرہ فراہم نہیں ہے۔

اس لیے بفضلہ تعالیٰ اس کتاب اکمل البیان کا حجم[1] آٹھ سو اکیس ۸۲۱ صفحات پر ذی الحجہ ۵۵ھ میں اختتام کو پہنچا۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ ؟

---

[1] یعنی مصنف مرحوم کا مخطوطہ (ع۔ ح)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

دیباچہ

الحمد للہ الذی ارسل رسولہ بالھدٰی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولوکرہ المشرکون الذین یریدون لیطفؤا نوراللہ بافواھھم واللہ متمّ نورہٖ ولوکرہ الکافرون والصلوٰۃ والسلام علی خیرالرسل سیدنا محمد المبعوث لدفع الاعداء الذین منعوا اعلاء کلمۃ اللہ التوحید واشاعۃ دینہ واجراء اوامرہ ونواھیہ وصدوا عن سبیل اللہ ویبغونھا عوجا اولئک فی ضلال مبین وعلی اٰلہ الطاھرین واصحابہ الکاملین رضوان اللہ علیھم وعلی العلماء الصالحین الذین جاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ ورسولہ وفازوا بمراتب الشھداء التی نزلت فی حقھم ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما اتاھم اللہ من فضلہ اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون۔ فمن سب العلماء الراسخین فکانما سب الانبیاء ومن سب الانبیاء فدخل فی حزب اعداء اللہ ورسولہ اولئک حزب الشیطان الا ان حزب الشیطٰن ھم الخاسرون۔ **امابعد!**

حق تعالیٰ مالک الملک شہنشاہ عالم جل مجدہ نے محض اپنے فضل وکرم وحکمت بالغہ کی بناء پر انسان کو اشرف المخلوقات کا خطاب عطا فرما کر اپنی معرفت توحید کے لیے منتخب کیا اور اسی کی تاکید اور تنبیہ کے لیے تمام انبیاء مرسلین علیہم السلام کو بھیجا۔ جن کو مشرکوں ظالموں اور نافرمانوں سے طرح طرح کی تکالیف پہنچیں۔ جادوگر، ساحر، مجنون وکذاب تک کہا۔ حتیٰ کہ جناب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے زائد صعوبتیں اٹھا کر طرح طرح سے مشرکین زمانہ کو ڈرایا سمجھایا۔ اور اپنی اُمت کو بھی بوساطت صحابہؓ فرمایا۔

لا تشرک باللہ وان قتلت او حرقت۔[1] "یعنی شریک نہ ٹھہرانا اللہ کے ساتھ کسی کو اگرچہ تو قتل کیا جاوے یا جلا دیا جاوے۔"

اور بارگاہ باری تعالیٰ میں دعا کی۔

اللّٰھم لا تجعل قبری وثنا یعبد۔[2] "یعنی اے اللہ نہ بنا تو میری قبر کو بت جو پوجی جاوے۔"

علیٰ ہذا آپ کے خلفاء وائمہ دین ہر زمانہ میں اجراء توحید اور شرک کے مٹانے میں مصائب جھیل

---

[1] مشکوٰۃ (ر ع ح) [2] موطا امام مالک (ر ع، ح)

کر جان و مال سے سینہ سپر رہے۔ اور مخالفین کے طعن و تشنیع کی مطلقاً پرواہ نہ کی اور ادنیٰ ادنیٰ اعمال شنائبہ شرک پر اطلاق شرک فرمایا گیا۔ اسی طرح ہندوستان میں بوجہ اختلاط اقوام مشرکہ کے مسلمان جاہلوں میں توحید کی جگہ رسومات گور پرستی، پیر پرستی، تعزیہ پرستی وغیرہ شرکیات کا رواج ہو گیا۔ چنانچہ ایک غیر مسلم مگر مبصر ڈاکٹر لیبان کتاب "تمدنِ ہند" میں یہاں کے مسلمانوں کی بابت لکھتا ہے کہ

"وہ اسلام جو اس وقت ہند میں رائج ہے۔ اس کی حالت بالکل ویسی ہی ہو گئی ہے۔ جیسے ہند کے دیگر مذاہب کی۔ ہندوستان کے اسلام کا مطالعہ کرتے وقت ہم کو یہ معلوم ہو جائے گا۔ کہ اس مذہب کی یہاں آکر کیسی مٹی خراب ہوئی۔" (تاریخ نجد ص۲۶)

نیز ڈاکٹر لوتھر مؤرخ امریکہ اسلامی تنزل کے منجملہ اسباب سے اپنی کتاب "جدید دنیاءِ اسلام" میں لکھتا ہے کہ

"بزرگوں کے مزاروں پر زیارت کو جاتے تھے۔ اور ان کی پرستش بارگاہ ایزدی کے شفیع کے طور پر کی جاتی تھی۔ کیونکہ ان جہال کا خیال تھا کہ اللہ ایسا برتر ہے۔ کہ وہ اس کی اطاعت بلا واسطہ نہیں ادا کر سکتے ہیں۔ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر دنیا میں آتے تو وہ اپنے پیروؤں کے ارتداد اور بت پرستی پر بیزاری کا اظہار فرماتے۔" (تاریخ نجد ص۵۲ تحریک وہابیہ ص۸)

پس اس حالت کا انقلاب مجددانِ ملتِ بیضاء خصوصاً حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور آپ کے نبیرہ نامور خلف الصدق مولانا و بالفضل اولنا شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ کی عملی سعی بلیغ سے بفضلہ تعالیٰ اشاعتِ قرآن وحدیث کا کافی چرچا پھیل گیا۔ اور آپ نے رسومات اور شرکیات کے مٹانے میں دست و زبان، تقریر و تحریر حتیٰ کہ جان و مال سے بھی دریغ نہ فرمایا۔ اور بالآخر فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ چنانچہ آپ کی زندہ جاوید اسم بامسمّٰی کتاب "تقویۃ الایمان" مکمل یادگار ہے جس میں آیات و احادیث سے توحید خالص کی خوبی اور انواعِ شرک کی برائی واضح سلیس طور پر کما حقہ بیان فرمائی ہے جس سے لاکھوں بلکہ بدرجہا زائد بزرگانِ دین مردوزن راہِ توحید سے ہدایت پا کر شرکیات اور رسومات سے تائب ہو گئے۔ اور روز افزوں اس کی اشاعت و قبولیت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اور ہوتا رہے گا۔ ان شاء اللہ العزیز۔ اگرچہ مخالفین گور پرست گدی نشین جنہوں نے اپنی روزی اسی پر موقوف سمجھ رکھی تھی۔ خاص کر شاہ ولی اللہ صاحبؒ و مولانا شہیدؒ سے دشمنی اور مخالفت رکھ کر توہینِ انبیاء و اولیاء ان کو متہم کر کے ناواقف عوام کو ورغلا کر شرک میں مبتلا کرتے رہے چنانچہ یہ امر رسائل بدایونی، بریلوی سے واضح ہے۔ انہی رسائل میں سے مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے

مجموعہ عقائد شرکیہ بدعیہ کتاب الطیب البیان ردِ تقویۃ الایمان - دو ماہ ہوئے کہ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۱ھ میں طبع کرائی۔ اور غلط طور پر سرورق پر ۱۳۴۸ھ ڈالا گیا تاکہ عوام پر ظاہر ہو۔ کہ اب تک اس کے جواب سے سکوت رہا۔ حالانکہ علاوہ متعدد شہادات کے ظاہر دلیل یہ ہے کہ خود کتاب موصوف کے ص۱۵۵ پر لکھا ہے کہ نجدی کا بیٹا تو لندن ہو آیا" حالانکہ امیر فیصل بن حضرت سلطان الحجاز خلد اللہ ملکہ وسلطانہ شروع ۱۳۵۱ھ میں گئے تھے۔ اور ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ تین ماہ میں واپس آ گئے۔

علاوہ بریں ص۳،۴۳ کی غلط بیانی بحوالہ رد المحتار قابل دید ہے کہ

"متبعین عبدالوہاب نجد سے نکل کر حرمین پر قابض ہوئے۔ اور خود کو حنبلی ظاہر کرتے تھے لیکن ان کا اعتقاد تھا۔ کہ مسلمان صرف وہی ہیں۔ اور جو کوئی بھی ان کے اعتقاد کا مخالف ہے۔ وہ مشرک ہے اسی وجہ سے انہوں نے اہلِ سنّت اور ان کے علماء کا قتل مباح سمجھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی۔ اور ان کے شہر ویران کئے۔ اور مسلمانوں کے لشکروں کو ۱۲۳۳ھ میں ان پر فتح دی۔"

پھر اس عبارت کے ذیل میں مولوی نعیم الدین صاحب کی مضطربانہ الٹ پلیٹ ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں۔

"وہابی دراصل خارجی ہیں۔ جو ابنِ عبدالوہاب نجدی کا اتباع کرتے ہیں" (پھر چھ سطر کے بعد لکھتے ہیں) "عبدالوہاب نجدی کا مقصد اس مذہب کی ایجاد اور مسلمانان عالم کو مشرک و کافر قرار دینے سے یہی تھا۔ کہ ان پر جہاد جائز کیا جائے۔ چنانچہ اس نے پہلی مرتبہ اور اس کے جانشین ابن سعود نجدی نے اب دوسری مرتبہ اسی ذریعہ سے حجاز کی سلطنت حاصل کی" (پھر تین سطر کے بعد لکھتے ہیں) "ہندوستان میں یہی مولوی اسمٰعیل دہلوی کے سر میں ملک گیری کا سودا تھا۔ اور ابنِ عبدالوہاب کی طرح وہ بھی پیرزادے تھے۔ مولوی اسماعیل شہیدؒ نے اپنی تمام کتاب میں خوارج کے اس طریقہ پر عمل کیا ہے۔ کہ تمام عالم کے مسلمانوں کو مشرک قرار دیا۔ تاکہ مسلمانوں کو قتل کر کے ان کے اموال لوٹنے کا حیلہ مل جائے" (ص۳،۴۳)

اور اسی پر بس نہیں کی بلکہ اپنی عادت جبلی سے اس کتاب میں بیشتر مقامات پر مولانا شہید کو الفاظِ سقیمہ جبیثہ سے یاد کیا ہے۔ مثلاً

ظالم ص۹۔ بے دین ص۴۲۔ سوّد اللہ وجہک ص۷۴۔ مفتری ص۸۵۔ تھوک دراس بے حیا کے منہ پر ص۱۲۰۔ دشمنِ دین ص۱۴۴۔ بدنصیب ص۱۴۶ بدباطن ص۱۴۸۔ جاہل ص۱۵۶ بدلگام (زخاکش بدہن)۔ نابینا ص۱۵۹۔ بدبخت ص۱۵۵۔ گمراہ ص۲۲۵۔ جھوٹا ص۱۹۵۔ دغاباز۔ نافرجام ص۱۸۔ قاتلہم اللہ تعالیٰ ص۲۰۱ گستاخ ص۲۱۱۔ نابکار ص۲۲۳۔ بے ایمان ص۲۴۰۔ مردود ص۲۴۲۔ [1]

---

[1] یہ صفحات الطیب البیان طبع اوّل کے ہیں (ع، ح)

وغیرہم۔ جو بعض الفاظ مکرر کہہ کر رلائے گئے ہیں جن کے ترکی بترکی جواب دینا ہم پسند نہیں کرتے۔ اس کا انتقام حق تعالیٰ قہار وجبار کے سپرد کرکے چند گزارشات کریں گے۔

چونکہ اس عبارت میں کہیں متبعین عبدالوہاب کہا جاتا ہے کہیں ابن عبدالوہاب کے اتباع کرنے والے کو بتایا جاتا ہے۔ پھر کہیں بیچارے عبدالوہاب کا مقصد حصول سلطنت بنایا گیا۔ حالانکہ شیخ عبدالوہاب رح عالم متبحر، صوفی المشرب، شاذلی الطریقہ تھے۔ نہ انہوں نے لشکرکشی کی نہ کرائی نہ امور سلطنت سے ان کو سروکار۔ ان کا انتقال نو ۱۱۵۳ھ میں اس واقعہ سے اسی سال پہلے ہوا ہے۔ اور ان کے بیٹے محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ جن کی پیدائش ۱۱۱۵ھ اور انتقال ۱۲۰۶ھ میں ہے اس واقعہ سے ستائیس ۲۷ سال پہلے ہو چکا ہے۔ انہوں نے مدینہ طیبہ میں تحصیل علوم خصوصاً حدیث کی سند حضرت علامہ شیخ محمد حیات محدث سندھی المدنی رح المتوفی ۱۱۳۵ھ سے حاصل کی۔ جو مشہور محدث عبداللہ بن سالم بصری رح شیخ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے ارشد تلامیذ میں سے تھے جن کے سلسلہ تلامذہ میں علماء دیوبند اور مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی بھی داخل ہیں (دیکھو تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۲۹ اور فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۵) پس شیخ محمد بن عبدالوہاب حسب ہدایت اپنے شیخ الحدیث کے اصول شریعت خالص دعوت الی التوحید واتباع سنت میں مصروف رہے۔ کیونکہ شیخ الحدیث سندھی المدنی کا مسلک عامل بالحدیث ہونا آپ کی تالیفات تصنیفات سے روشن ہے۔

پھر امور اعتقادیات میں تو جملہ ائمہ سلف متحد خصوصاً حنابلہ نہایت راسخ القدم ہیں۔ ایسی صورت میں جو لوگ اعتقادیات توحید میں ان کی مخالفت کرکے اپنے رسوم آبائی قبر پرستی پر پڑے رہیں گے ان پر الزام شرک کیونکر عائد نہ ہوگا۔ پھر یہ کہنا کہ ان پر مسلمانوں کے لشکر کو فتح ہوئی گویا خود ان کو مسلمان نہ ٹھہرایا گیا۔ دراصل وہاں اہالی مکہ ان کی شوکت وقوت ملکی کی وجہ سے مذہب کے پیرائے میں عداوت رکھتے تھے اس لیے ان کو بیت اللہ سے روکتے مگر وہ اپنی قوت وہمت پر بفضلہ تعالیٰ داخل ہوئے اس میں جو کچھ طرفین سے واقع ہوا علی الخصوص شیخ عبدالوہاب اور محمد بن عبدالوہاب رحمہما اللہ پر کیا الزام۔ اور ان کو کیونکر لعن طعن کا نشانہ بنایا جاسکتا ہے اور کیونکر ممکن اور متصور ہو سکتا ہے کہ یہ امور ان سے ظہور پذیر ہوئے۔ پس عبارت تکملہ رد المحتار جو ۱۲۴۹ھ کی مصنفہ ہے خود انہوں نے اس واقعہ ۱۲۳۳ھ کا معائنہ تو کیا نہیں بلکہ سولہ ۱۶ سترہ ۱۷ سال کے بعد لکھا۔ ظاہر ہے کہ سنا سنایا ملک شام دمشق یہ اس کے وطن کا ہے جو ہو ہو یقینی نہیں ہو سکتا پھر اس سے استدلال کرنا سراسر ناانصافی ہے۔

پھر سلطان حال عبدالعزیز ابن سعود کے احسن حالات تمام عالم میں آشکارا ہو چکے ہیں چنانچہ

بطور نمونہ چند شہادات ہدیۂ ناظرین ہیں۔

اخبار خلافت بمبئی مورخہ، محرم ۱۳۴۵ھ میں مرقوم ہے کہ

"خود سلطان نے فرمایا میں ہر ایک امام کو مانتا ہوں۔ کتاب و سنت کو ہمیشہ مدنظر رکھتا ہوں بدعت جو جزو دین ہوگئی ہے۔ اسے مٹانا چاہتا ہوں میں سلطان حجاز بننے سے چنداں خوش نہیں ہوں۔ یہ میرے دو بیٹے فیصل فاتح مدینہ و خالد ہیں۔ اگر یہ لڑکے بھی خلاف شریعت عمل کریں تو ان کے لیے بھی سلوک ہے۔ جو کسی معمولی بدو کے لیے ہے۔ میں تو وہاں (مدینہ) جانے کیلئے تڑپتا ہوں (بحوالہ مولانا محمد علی صاحب مرحوم)

نیز اخبار ہمدرد لکھنؤ ۹۔ اگست ۱۹۲۵ء میں مرقوم ہے۔

"ہم نے سلطان ابن سعود سے بارہا ملاقاتیں کیں وہ نہایت مخلص اور قرآن و سنت کی قدر کرنے والے شخص ہیں" (مولانا محمد شفیع داؤدی)

"بیان کیا جاتا ہے کہ نجدی افواج نے مکہ مکرمہ میں بہت سے مولد مزارات اور مشاہد کو منہدم کر دیا جن کی حقیقت صرف اتنی ہے۔ کہ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم و مولد فاطمہ زہراؓ کے قبے جو مسجد کے برجوں کی شکل کے گول تھے اتار دیئے گئے ہیں۔ یہاں پر باقاعدہ طور سے لوگ زیارت کے لیے آتے اور چڑھاوے چڑھاتے تھے عبدالمطلب اور ابوطالب اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور حضرت آمنہ کے مزارات کے گول قبے بھی اتار دیئے گئے ہیں۔ لیکن قبروں کو بالکل بدستور رہنے دیا گیا ہے" (مولانا عبدالعلیم صدیقی)

"پختہ قبروں کی حیثیت سوائے ایک رسم کے اور کچھ بھی نہیں۔ شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں" (مولانا احمد سعید دہلوی)

"حضرت عمرؓ نے وہ درخت جس کے نیچے بیعت رضوان میں حضور نے سایہ لیا تھا بخوف پرستش کھدوا ڈالا۔ لوگوں کی زیارت پسند نہیں کی چنانچہ اپنے ساتھی سے کہا کہ ان مساجد پر اگر وقت نماز ہو۔ تو پڑھ لیا کرو۔ اور فرمایا کہ اگلی امتیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئی ہیں۔ کہ انہوں نے معبد ایسے مآثر پر بنا یا تھا" (مولانا عبدالباری فرنگی محلی۔ ہمدرد، ستمبر ۱۹۲۵ء)

"خلافت کمیٹی کی مجلس عاملہ کا یہ اعلان صراحتہً صداقت و انصاف کے خلاف ہوگا۔ کہ جن لوگوں نے اس طریقہ (انہدام قبور و مآثر) پر کام کیا ہے۔ ان کی نیت پرستش یہ کیا جائے۔ اور جو کام انہوں نے اتباع اسلام کے جوش کی وجہ سے کیا ہے اسے قابل عزت بزرگان اسلام کی توہین اور دشمنی سے تعبیر کیا جائے" (ہمدرد، ۲۷ ستمبر ۲۵ء)

مولانا حسین احمد صاحب دیوبندی نے اعلان کیا۔

"مجھ کو اس امر کے اعلان کرنے میں ذرا پس وپیش نہیں ہو سکتا کہ میری وہ تحقیق جس کو میں ابر خلاف اہل نجد) رسالہ رجوم المدنین۔ اور الشہاب الثاقب میں لکھ چکا ہوں۔ اس کی بنا کسی ان کی تالیف و تصنیف پر نہ تھی۔ بلکہ محض افواہوں یا ان کے مخالفین کے اقوال پر تھی۔ اب ان کی معتبر تالیف تیار ہی ہیں۔ بلکہ ان کے خیالات جمہور اہل سنّت والجماعت کے خلاف اس قدر ہرگز نہیں جیسا کہ ان کی نسبت مشہور کیا گیا ہے۔ بلکہ چند جزوی امور میں صرف اس درجہ تک ہے کہ جس کی وجہ سے ان کی تکفیر تفسیق یا تضلیل نہیں کی جا سکتی واللہ اعلم" (اخبار زمیندار لاہور، ۷ مئی ۱۹۲۵ء)

مولانا شفیع الحسن دیوبند سے لکھتے ہیں۔

"مولانا حسین احمد صاحب کا یہ اعلان اور یہ ارشاد دیے شبہ صحیح اظہار حقیقت اور صریح ہدایت و نصیحت ہے۔ فی الواقع وہابیوں کے عقائد وہی ہیں۔ جو حضرات صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین امام اعظم۔ محبوب سبحانی۔ مجدد الف ثانی۔ اور جمہور سلف صالحین رضی اللہ عنہم اجمعین کے از روئے کتاب و سنّت تھے۔ بلکہ حق یہ ہے، کہ بلحاظ عقائد سچے حنفی نجدی ہی ہیں۔ جیسا کہ اسی ہفتہ روزنامہ خلافت میں انہوں نے کہا کہ ہمارے عقائد وہی ہیں۔ جو مدرسہ عالیہ دیوبند کی درسی کتابوں میں پڑھے پڑھائے جاتے ہیں" (زمیندار ۳۰ مئی ۱۹۲۵ء)

پس ان شہادات سے واضح طور پر روشن ہو گیا کہ موجودہ سلطان عبدالعزیز ابن سعود اور ان کے علماء اکابر اہل نجد کا وہی عقیدہ ہے۔ جو تمام اہل توحید و سنت کا ہے۔ پھر مولوی نعیم الدین کے خیال میں کیا یہ سب اہل علم خارجی اہل سنّت سے خارج ہوں گے؟ معاذ اللہ منہ۔ پھر حضرت شہید مرحوم کو جو کچھ کہیں ان کے نزدیک کم ہے۔ کیونکہ ہندوستان میں ان کا حصّہ تبلیغ توحید و اتباع سُنّت میں بیشتر اعلیٰ وارفع تھا۔ پھر مولوی نعیم الدین اپنے رسالہ سواد اعظم نمبر ۱ جلد ۱۳ صفحہ ۱۲ میں حضرت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ و امام ابن قیمؒ پر ملحد و بے دین وغیرہ الفاظ شنیعہ کا استعمال کر چکے ہیں۔ حالانکہ علامہ شامی نے ان کی تعریف کی ہے اور شامی کی توصیف اپنے رسالہ فیضان رحمت صفحہ ۵۲ اور فرائد النور صفحہ ۱۸ میں لکھتے ہیں، کہ

"شامی جو اہل سنّت وجماعت کی بہت معتبر کتاب ہے اور علماء ہند وغیرہ کا اس کی روایتوں پر عمل ہے۔ ردالمحتار درمختار کا سب سے نفیس تر حاشیہ فقہ کی کمال معتبر کتاب علامہ ابن عابدین شامی کی مصنّفہ ہے"

پس مولوی نعیم الدین اگر ردالمختار کو انصاف کی عینک لگا کر دیکھیں تو خوبیٔ توحید کی روشنی معلوم ہو۔ ورنہ ؎

گر نہ بیند بروز شپرۂ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ!

لہٰذا ناظرین کرام کی خدمت میں اس کے چند حوالے حسبِ ذیل ہیں۔ جن سے مولوی نعیم الدین کی غلط بیانی واضح ہے۔ ردالمختار جلد اول صـ۲۶ میں مرقوم ہے:

ان الحلف بغیر اسمہ تعالیٰ و صفاتہ عزوجل مکروہ کما صرح بہ النووی فی شرح صحیح مسلم بل الظاھر من کلام مشائخنا انہ کفرًا۔	یعنی سوائے نام اور صفات اللہ عزوجل کے قسم کھانا مکروہ ہے۔ جیسا کہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں تصریح کی ہے۔ بلکہ ظاہر ہمارے مشائخ کے کلام سے یہ بات ہے (کہ ایسا کرنا) کفر ہے۔"

اور صـ۲۵۴ ردالمختار میں مرقوم ہے۔

اصل عبادۃ الاصنام اتخاذ قبور الصالحین مساجد۔	"یعنی وجہ بتوں کے پوجے جانے کی صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لینا ہے"

نیز ردالمختار جلد اول صـ۲۰۴ مصری میں مرقوم ہے۔ قال الحافظ ابن تیمیہ اور جلد ۳ صـ۲۷۹ و ۲۹۱ میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی نسبت مرقوم ہے۔

پس خود مولوی نعیم الدین کے مسلمات سے مسلمانوں کے افعال کا کفر ہر اور امام ابن تیمیہؒ کا شیخ الاسلام ہونا ثابت ہو کر شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی و مولانا شہید دہلوی مرحومین پر الزامات بیہودہ لگانے کا مردود ہونا ثابت ہو گیا۔ اگر ایسی صورت میں اہل نجد نے اپنے عقائد صحیحہ توحید کی بنا پر عقائد فاسدہ مخالفِ توحید کو شرک سے تعبیر کیا۔ تو کون سا ظلم کیا۔ چنانچہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے سوال کیا گیا۔

قیل للشیخ الجیلانی ھل کان للہ ولی علیٰ غیر اعتقاد احمد بن حنبل فقال ما کان ولا یکون۔ (طبقات ابن رجب صـ۲۹۶ ج ۱)	"آیا امام احمد بن حنبل کے عقیدہ کے سوا دوسرا عقیدہ رکھنے والا کوئی ولی اللہ ہوا ہے؟ تو شیخ نے جواب میں فرمایا۔" نہ ہوا ہے اور نہ ہو گا۔"

تو وجہ کیا؟ یہی کہ عقائد حنابلہ عقائد اہل سنت ہیں۔ ان کی جو مخالفت کرے گا۔ وہ کس طرح ولی

ہوسکتا ہے جس طرح توحید و سنت میں ان کی مخالفت کرکے کیونکر موحد ہوگا۔ یہی علامہ شامی نے فرمایا کہ اصل بت کی عبادت، صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لینا ہے۔ تو جو قبور کے ساتھ افعال شرکیہ کرے گا۔ اس پر عذاب نازل کیونکر نہ ہوگا۔ اور یہی تقویۃ الایمان کا منشاء ہے۔ چنانچہ اس منشا کی تفصیل حسب تصریحات قرآن و احادیث اور اس بیرا اکابر ائمہ دین کی تائیدات خصوصاً علامہ شامی کے اقوال سے ناظرین اہل انصاف کی خدمت میں پیش کی جائیں گی۔

تقلید کا بحث

قولہ ص۵ تا ۶۔ صاحب تقویۃ الایمان نے باب توحید و شرک کے شروع کرنے سے قبل دو اصول لکھے ہیں۔ اگر وہ یہ اصول نہ بناتے تو انہیں مسلمانوں کو راہ راست سے منحرف کرنے میں بہت زیادہ دشواریاں پیش آتیں یہ اصول جیسے وہابیہ کے لیے ضروری ہیں اسی قدر بلکہ اس سے زیادہ مسلمانوں کے لیے خطرناک ہیں۔ ان سے گمراہیوں کی بے انتہا شاخیں پیدا ہوتی ہیں ۱۔ اسلاف کرام اور بزرگوں کا اتباع نہ کرنا۔ ۲۔ علماء دین اور ائمہ مجتہدین کی پرواہ نہ کرنی چاہیے ہر شخص قرآن و حدیث سمجھتا ہے۔ اس کے لیے بڑا علم درکار نہیں۔ الفاظ ان دو اصولوں کے تقویۃ الایمان ص۲ میں یہ ہیں۔

"اس زمانہ میں دین کی بات میں لوگ کتنی راہیں چلتے ہیں۔ کتنے پہلوں کی رسموں کو پکڑتے ہیں، کتنے قصے بزرگوں کے دیکھتے ہیں۔ اور کتنے مولویوں کی باتوں کو جو انہوں نے اپنے ذہن کی تیزی سے نکالی ہیں۔ سند پکڑتے ہیں۔ اور کتنے اپنی عقل کو دخل دیتے ہیں انتہی یہ وہابیہ کا پہلا اصول ہے، [illegible] ہیں کے طریق بزرگوں کے حالات علماء کے ارشادات اور عقل کے فیصلے سب سے روکا جاتا [illegible] بزرگان سلف صالحین ائمہ علماء صلحاء اولیاء غوث قطب تبع تابعین تابعین صحابہ خلفاء راشدین [illegible] انتظام درہم برہم کر ڈالا۔ اسی اصول کی بدولت غیر مقلد پیدا ہوگئے۔ مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی کے قصیدہ کے دو شعر پڑھیے۔ جو انہوں نے مولوی رشید احمد صاحب و مولوی محمد قاسم صاحب کی تعریف میں لکھے ہیں۔ اور غور کیجیے کہ تقویۃ الایمان کے حکم [illegible] مولوی محمود حسن صاحب [illegible] منکر قرآن [illegible] کہ قرآن و حدیث [illegible] کے لیے عالم کو ضرور ہی سمجھانا [illegible]

[illegible] ہم کو کیونکر ملیں پیر لغت [illegible]

کون سمجھائے ہمیں مطلب اللہ و رسول — کون سکھلائے ہمیں سنت و قرآن دونوں

[illegible]

مولوی اسمٰعیل صاحب کا فتویٰ گھر میں ہی کام آگیا اور مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی ان کی چھری سے ذبح ہو گئے۔ اس کتاب میں کسی تفسیر کا حدیث کی شرح کا فقہ اصول عقائد وغیرہ کسی کتاب کا کہیں حوالہ نہیں گمراہی کا راز تو یہی ہے۔ کہ علماء سے قطع تعلق کرائے ملخصًا بلفظہ۔

اقول وباللہ التوفیق۔ فی الواقع ان دو اصولوں کی اصل بنا۔ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے۔ باقی سب فروع اس کے ماتحت ہیں۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم	"یعنی فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑیں
ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما	میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں ہرگز گمراہ نہ ہو گے
تمسکتم بہما کتاب اللہ وسنۃ	جب تک ان دونوں کو خوب مضبوط پکڑے
نبیہ رواہ مالک فی الموطا۔	رہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب دوسرے اس کے
(ص ۲۳۱)	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت"

افسوس مولوی نعیم الدین نے عوام کو غلطی میں ڈالنے کی ناکام کوشش کی۔ حالانکہ خود تقویۃ الایمان ص۲ میں اسی کے ملحق صاف عبارت یوں مرقوم ہے۔

"ان سب سے بہتر راہ یہ ہے کہ اللہ اور رسول کے کلام کو اصل رکھئے۔ اور اس کی سند پکڑیئے۔ اور اپنی عقل کو کچھ دخل نہ دیجئے اور جو قصہ بزرگوں کا یا کلام مولویوں کا اس کے موافق ہو سو قبول کیجئے۔ اور جو موافق نہ ہو اس کی سند نہ پکڑیئے۔ اور جو رسم اس کے موافق نہ ہو۔ اس کو چھوڑ دیجئے"

پس صریح کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کسی کے قول و فعل پر چلنے کو تقلید کہتے ہیں۔ جس کی تمام بزرگوں اور علمائے دین ائمہ مجتہدین نے ممانعت فرمائی ہے۔ ورنہ در صورت موافقت کے تو خود کلام تقویۃ الایمان اس کی قبولیت کے لیے شاہد ہے۔ اور اسی تقلید کی ممنوعیت سے تمام کتب تفاسیر و شروح احادیث فقہ و اصول عقائد تصوف لبریز ہیں حتّٰی کہ کوئی کتاب دینی مذمت اور برائی تقلید سے خالی نہیں۔ تقویۃ الایمان پر کیا موقوف ہے۔ اگرچہ تقویۃ الایمان میں ان کتب کا حوالہ نہ ہو۔ یہ محض جہالت یا عناد اور فریب دہی پر مبنی ہے۔

اقوال شاہ عبدالعزیز صاحب در ردِّ تقلید

چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رح تفسیر فتح العزیز جس کو خود مولوی نعیم الدین مستند جانتے ہیں۔ جلد ا ص ۱۵۹ مطبوعہ مطبع العلوم دہلی ۱۲۶۷ھ میں فرماتے ہیں۔

چنانچہ عبادت غیر خدا مطلقاً شرک و کفر "یعنی جس طرح خدا کے سوا دوسرے کی عبادت مطلقاً

است اطاعت غیر او تعالیٰ نیز بالاستقلال
کفر است و معنی اطاعت غیر بالاستقلال
آنست کہ او را مبلغ احکام او ندانستہ
ربقۂ اطاعت او در گردن انداز د و تقلید
او لازم شمارد و باوجود ظہور مخالفت حکم
او با حکم او تعالیٰ دست از اتباع او بر
ندارد. ایں ہم نوعے شرک است کہ در آیت
فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا مذکور است
و از اتخاذ مراد آنست کہ در آید او کہ در آیت
اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ
اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ الآیۃ ذکرش آں فرمودہ اند

شرک و کفر ہے۔ اسی طرح اللہ کے سوا دوسرے
کی بالاستقلال اطاعت بھی کفر ہے۔ بالاستقلال
اطاعت کا مطلب یہ ہے کہ اس کی باتوں کو احکام
اللہ کا درجہ دیا جائے اور اس کی ہر بات کا ماننا
اپنے ذمہ لازم سمجھا جائے۔ یعنی اس کی تقلید ضروری
مانی جائے اور باوجود کتاب اللہ کی مخالفت
کے بھی اس کی تقلید نہ چھوڑی جائے یہ بھی اللہ
کے ساتھ اس کو شریک کرنا ہے جو آیت
فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا میں داخل ہے
جس کی مذمت اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ میں
فرمائی گئی ہے''۔

اور صـ۳۵۸ میں فرماتے ہیں۔

و بر عامی فرض است کہ بر تقلید و ظن
اکتفا نکند بلکہ تحصیل یقین را قصد
نماید۔

''یعنی عامی ان پڑھ کے اوپر فرض ہے کہ محض تقلید
و گمان پر کفایت نہ کرے۔ بلکہ یقین کے حاصل
کرنے کا قصد کرے''۔

اور صـ۴۱۳ میں فرماتے ہیں۔

حاصلش آنکہ باعث بر تصدیق کلام مسموع
از غیر در عالم یکے از سہ چیزے باشد
اول آنکہ سامع آں کلام معتقد مشرب
است آنچہ بزرگان او گفتہ رفتہ اند
آں را بہ شدت معتقد مے باشد اگر
کسے موافق گفتہ بزرگان او مے گوید فی الفور
باور میکند و آنچہ مخالفش مے باشد ہر چند
دلیل عقلی بر آں قائم باشد در ذہن او
نے نشیند۔ دوم آنکہ سامع آں کلام

یعنی ''حاصل یہ ہے کہ غیر کے کلام کو سننے والا تین وجہ
سے تصدیق کرتا ہے۔ اولاً سننے والا اس کلام کا
معتقد مشرب ہے۔ کہ جو کچھ اس کے بزرگ کہہ گئے
ہیں شدت سے اس کے ساتھ اعتقاد رکھتا ہے
اگر کوئی شخص موافق کلام اس کے بزرگوں کے
کہے فوراً یقین کر لے اور جو کوئی مخالف ان کے
ہو۔ ہر چند دلیل عقلی بھی اس پر قائم ہو اس کے
ذہن میں نہیں بیٹھتی۔ ثانیاً سننے والا اس
کلام کا محقق و طالب دلیل ہے۔ پس اگر دلیل

محقق وطالب دلیل است پس اگر دلیل قوی برآں خواہد یافت قبول خواہد کرد والّا انکار خواہد نمود۔ سوم آنکہ سامع آں کلام مغلوب الوہم والخیال است مثل صبیان وزنان پس نزد او ہر چیز ناخوش کہ دلالت بر حصول مطلبے یا دفع بلائے میکند بے تامّل بر دلیل واجب التصدیق میگردد و ہر چیز ناخوش کہ از امر مخوف مے ترساند آں را باور ندارد۔

قوی اس کے اُوپر پائے گا قبول کرے گا ورنہ انکار کرے گا۔ ثالثؔ سننے والا اس کلام کا وہمی اور خیالات میں مدہوش ہے جیسے لڑکے اور عورتیں۔ پس اس کے نزدیک جو چیز اچھی معلوم ہو کسی مطلب کے حاصل ہونے یا دفع بلا میں بلا تامل کرنے دلیل میں اس کو مان لینا قبول کر لیتا ہے اور جو چیز اس کو ناخوش ہو۔ کہ دلالت امر خوف ناک پر کرے اس کو باور نہ کرے گا۔"

اور ص۴۹۶ میں فرماتے ہیں۔

ازیں آیت معلوم شد کہ بعد از وضوح دلائل وسطوع براہین تقلید باطل است۔

یعنی اس آیت ھمالخسرون سے معلوم ہوا کہ بعد ظاہر ہوتے دلائل اور روشن ہونے براہین کے تقلید باطل ہے۔"

اور ص۵۱۵ میں فرماتے ہیں۔

اطاعت امام مشروط و مقیّد است بہماں چیزہا کہ معصیت بودن آنہا از شرع معلوم نہ باشد والّا اطاعت امام فرض نمے ماند در رجوع باحکام قرآن و اوامر نواہی پیغمبر باید نمود بدلیل یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ

یعنی" اطاعت امام کی مشروط اور مقید ہے ساتھ ان چیزوں کے کہ معصیت ہونا ان کا شرع سے معلوم نہ ہو۔ ورنہ اطاعت امام کی فرض نہ ہو گی۔ اور رجوع ساتھ احکام قرآن اور اوامر اور نواہی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہیئے بدلیل آیت اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ان کی جو تم میں اختیار والے ہیں پھر اگر تنازع کرو تم کسی امر میں تو اس کو پھیر دو اللہ کی طرف اور رسول

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ

کی طرف اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور آخرت کے دن پر۔"

اور صفحہ ۵۶۳ میں فرماتے ہیں۔

تقلید آنست کہ بے دلیل اتباع کسے نماید و الا در حق انبیاء کہ دلائل صدق ایشاں از معجزات و خوارق و سداد و اوضاع و اخلاق و اجتناب از خطا و کذب اظہر من الشمس مے باشد اتباع فرض است و از باب تقلید نیست۔

یعنی" بے دلیل کتاب و سنت کسی کی پیروی کرنے کو تقلید کہتے ہیں۔ ورنہ انبیاء علیہم السلام کا اتباع کہ بدلائل تصدیق معجزات وغیرہم اوصاف کمال کے ان کا خطا و کذب سے مبرا ہونا مانند آفتاب کے روشن ہے اتباع فرض ہے۔ اس کو تقلید نہیں کہتے۔"

اور صفحہ ۵۶۴ میں فرماتے ہیں۔

با وجود یافتن نصوص کتاب بر خلاف آں تقلید ایشاں را نمے گذارید۔

یعنی" با وجود پانے نصوص کتاب کے برخلاف اس کے تقلید ان کی نہیں چھوڑتے۔

اور صفحہ ۶۷۹ میں فرماتے ہیں۔

وطرفہ آنست کہ ایں مردم قسمے در دام شیطان گرفتار شدہ بر التزام رسوم آباء و اجداد خود در تحریم چیز ہائے حلال اصرار دارند کہ آنرا از شرح خدا زیادہ تر میدانند حتی کہ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا چنانچہ ہمیں عذر در ہنود بہر قوم از بقال و کائستھ و راجپوت وغیرہم از رواج و رسم خود برنمے گردند و بعضے از جہال مسلمین نیز آموختہ از ایشاں در ترک نکاح بیوہ ہا و دیگر رسوم باطلہ ہمیں قسم اعذار بیان

یعنی" تعجب یہ ہے کہ آدمی دام شیطان میں اس قدر گرفتار رہیں کہ بسبب رسوم آباؤ اجداد کے حلال چیز کو حرام جانتے ہیں اس قدر اصرار کرتے ہیں کہ اللہ کی شریعت سے زیادہ اہم جانتے ہیں اور جس وقت کہا جاتا ہے کہ پیروی کرو اس چیز کی جو اللہ نے نازل فرمائی ہے اور وسوسہ شیطان اور طریقہ باپ دادا کو چھوڑ دو۔ تو کہتے ہیں ہم اللہ کے حکم کی پیروی نہیں کرتے بلکہ ہم پیروی اس رسم کی کریں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا جیسے کہ ہو بہو انہیں عذروں کے قوم ہنود میں مثلاً کائستھ راجپوت وغیرہ رواج و رسم قدیمی سے باہر نہیں ہوتے اور بعضے جاہل مسلمان بھی انہی کے سکھلائے

مے نمایند ۔

سے ترکِ نکاح بیوہ و رسومِ باطلہ میں بھی عذرات
بیان کرتے ہیں"

اور ص۶۸ میں فرماتے ہیں ۔

یا ایھا الناس خطاب عام است
مسلمانان وکافران دریں آیت اشارہ است
بابطال تقلید بدو طریق ۔ اول آنکہ از مقلد
باید پرسید ۔ کہ ہر کرا تقلید مے کنی ۔ نزد تو
محقق است یا نے ۔ اگر محقق بودن اورا
نمے شناسی با وجود احتمال مبطل بودن او چرا
اورا تقلید مے کنی ؟ واگر محقق بودن اورا
مے شناسی پس بکدام دلیل مے شناسی ۔
پس آں را چرا ؟ واگر بتقلید دیگرے
شناسی سخن در آں خواہد ورفت و
تسلسل لازم خواہد آمد واگر بعقل مے شناسی
چرا عقل را برائے معرفت حق صرف نمے کنی
وعار تقلید بر خود مے داری ۔ طریق دوم آنکہ
کسے راکہ تقلید مے کنی ۔ اگر ایں مسئلہ را او ہم
بتقلید دانستہ است پس تو واو برابر
شدید او را چہ ترجیح ماند کہ تقلید او کنی
واگر بدلیل دانستہ است پس تقلید
آں وقتے تمام مے شود کہ تو ہم آن مسئلہ
را بہمان دلیل بدانی ۔ والا مخالف او باشی نہ
مقلد او چون تو ہم آن مسئلہ را بدلیل دانستہ
تقلید ضائع شد ۔

یا ایہا الناس خطاب عام ہے مسلمان اور کافر
کو ۔ اس آیت میں دو طریق سے تقلید کے
باطل ہونے کا اشارہ ہے ۔ اولاً اگر یہ کہ مقلد سے
دریافت کرنا چاہیئے کہ جس کی تو تقلید کرتا ہے ۔ وہ
تیرے نزدیک محقق ہے یا نہیں ؟ اگر تو اس کے
محقق ہونے کو نہیں جانتا تو با وجود احتمال باطل
ہونے کے تقلید کیوں کرتا ہے ؟ اور اگر
اس کو محقق جانتا ہے تو کس دلیل سے ؟ اگر
دوسرے کی تقلید سے تو اسی طرح اس کی
تقلید میں کلام ہوگا ۔ اور تسلسل لازم آئے گا
اور اگر عقل سے جانتا ہے ۔ تو عقل حق کی
معرفت میں کیوں نہیں صرف کرتا ؟ اور عارِ تقلید
اپنے اوپر کیوں گوارا کرتا ہے تا نیا یہ کہ
جس کی تقلید تو کرتا ہے ۔ اگر اس مسئلہ کو اس
نے بھی تقلید سے جانا ہے تو تو اور وہ دونوں
برابر ہوئے ۔ اس کو تیرے اُوپر کیا ترجیح ہے
کہ تو اس کی تقلید کرتا ہے ۔ اور اگر اس نے
بدلیل جانا ہے تو تقلید اس وقت ختم ہوگی ۔
تو بھی اسی دلیل سے اس مسئلہ کو جانے ورنہ
تو مخالف ہوگا نہ کہ مقلد ۔ اور جب تجھے بھی
اسی دلیل سے معلوم ہو تو تقلید ضائع ہوگئی"

اسی طرح شاہ عبدالعزیز صاحبؒ مجموعہ فتاویٰ عزیزی (مستند مولوی نعیم الدین) جلد اول ص۱۷۵

میں فرماتے ہیں۔

"وفی الحقیقت اگر مقلدانِ مذہب
تفحص کنند مے یابند کہ ایں بلائے
تقلید ایشان را بحدے کشیدہ کہ قول ہر
یکے را از احاد فقہاء در مقابل حدیث
مے آرند و ترجیح مے دہند و این ازان
قبیل است کہ علماء را بہ پیغمبری رسانیدہ
شود بلکہ بخدائی زیرا کہ در صحیح ترمذی آمدہ
است کہ عدی ابن حاتم از جنابِ نبوت
صلی اللہ علیہ وسلم در تفسیر آیت
اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ
اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
عرض کرد یا رسول اللہ آیا ایشان را
بخدائے مے پرستیدند و خدا مے
دانستند فرمودند کہ بگفتہ ایشاں حلال
وحرام میدانستند گفت آرے فرمودند
ہمیں است اربابِ گرفتن وظاہر
است کہ منصبِ ضربِ تکلیف و
نصب شریعت مخصوص بخدا است
وبے نص قاطع او کسے را ایں منصب
دادان شرک محض است نعوذ
باللہ منہا"

یعنی تقلید کی بلا نے مقلدوں کو بے طرح
ہلاک کر دیا ہے کہ یہ ایک فقیہہ کے قول کو
باوجود مخالفتِ حدیث کے مقابلہ میں ترجیح
دیتے ہیں اور یہاں تک کہ علماء فقہاء کو
پیغمبری کا درجہ بلکہ اللہ کے درجہ تک پہنچاتے
ہیں کیونکہ حدیث صحیح ترمذی میں روایت
ہے کہ عدی ابن حاتم رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے تفسیر آیت اِتَّخَذُوْا
اَحْبَارَهُمْ کے بارے میں عرض کیا کہ
یا رسول اللہ کیا وہ علماء کو خدا کی طرح پوجتے
تھے۔ اور خدا جانتے تھے۔ آپؐ نے
فرمایا۔ کہ ان لوگوں کے کہنے کے مطابق حلال و
حرام جانتے تھے۔ تو عدی بن حاتم نے
عرض کیا کہ ہاں اسی طرح کرتے تھے۔ تو
آپ نے فرمایا یہی مطلب رب ٹھہرانے
کا ہے اور ظاہر ہے کہ منصبِ تکلیفِ
شرعی مقرر کرنے کا اور منصبِ شریعت
قائم کرنے کا حق اللہ کے لیے مخصوص
ہے۔ اور بلا حکم صریح کے کسی کو یہ منصب
دے دینا شرکِ محض ہے۔ پناہ اللہ کی
اس سے۔"

پس مولوی نعیم الدین کا اپنی اصولِ شریعت سے نادانی یا بر بنائے تعصب وعناد سے
تقویۃ الایمان کے سچے اصول قرآن وحدیث کو گمراہی کی شاخ اور غیر مقلدی کی ابتداء قرار دینا
اور ائمہ مجتہدین علماء صلحاء بزرگوں کے اتباع نہ کرنے اور ان سے بے پرواہ ہونے کا نتیجہ

نکالنا سراسر ظلم نہیں ہے ۔ تو کیا ہے ۔ حالانکہ خود تقویتہ الایمان کے صہ۲ ہی میں مرقوم ہو چکا ۔
کہ اللہ اور رسول کے کلام کو اصل جان کر اس کی سند پکڑے ۔ عقل کو دخل نہ دے ۔ اور جو قصہ
بزرگوں کا اس کے موافق ہو قبول کرے ورنہ اس کی سند نہ پکڑے " (ملخص)
چنانچہ اس اصول تقویتہ الایمان کی تائید میں صرف ایک ہی تفسیر فتح العزیز مسلّمہ مولوی نعیم الدین
سے حسب تصریح اقوالِ قرآن وحدیث کے محقق ہو کر تقلید کی کما حقہ جڑ کٹ گئی اور اس کا بے اصل
ہونا برخلاف قرآن وحدیث کے ثابت ہو چکا ۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے ارشادات وردِ تقلید

علیٰ ہذا شارحین احادیث چنانچہ حافظ الاحادیث امام ابن حجر
عسقلانی رحمۃ اللہ الباری جن کو مولوی نعیم الدین اپنی الکلمۃ العلیا صہ۱۱ میں شیخ المشائخ قاضی القضات
اوحد الحفاظ والرواۃ لکھتے ہیں ۔ آپ نے فتح الباری شرح صحیح بخاری انصاری دہلی پارہ ۶ صہ۲ میں تقلید
کو آفات بشریہ سے شمار کیا ہے اور پارہ ۲۸ صہ۴۱۸ ج ۶ میں فرماتے ہیں ۔

وفی ذالك رد علی المقلد	"اس حدیث میں مقلد کا رد ہے"

اور پارہ ۲۹ صہ۶۲۲ ج ۶ میں اس مبحث کے دوران کہ عقائد میں تقلید کا حکم کیا ہے ، بسلسلہ بحث
میں ایک جگہ فرماتے ہیں ۔

لاالتقليد فی احكام الشرعية ۔	یعنی "احکام شریعت میں کسی کی تقلید نہیں ہوتی"

نیز اسی سلسلہ میں یہ تقریر فرمائی ہے ۔

المراد بالتقليد اخذ قول الغير	"یعنی مراد تقلید سے اختیار کرنا ہے غیر کے قول
بغير حجة" بثبوت النبوة حتی	کا بغیر دلیل کے اور جس قول پر دلیل قائم ہو ساتھ
حصل له القطع فما سمعه	قائم ہونے احکام نبوت کے یہانتک کہ حاصل
من النبي صلی الله عليه وسلم	ہو یقین اس کے ساتھ کہ یہ الفاظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
كان مقطوعاً عنده بصدقه	کے قطعاً صدق پر دلالت کرتے ہیں اس کے
فاذا اعتقده لم يكن مقلداً لانه	نزدیک پس اس کے اعتقاد کرنے سے مقلد نہ رہے
لم ياخذ بقول غيره بغير	گا کیونکہ اس نے نہیں اختیار کیا قول کسی غیر کا بغیر
حجة وهٰذا مستند السلف قاطعة	دلیل کے اور یہ طریقہ ائمہ سلف سے مستند ہے
فی الاخذ بما ثبت عندهم من	اختیار کرتے ہیں ان کے نزدیک آیات قرآن اور

آیات القرآن واحادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فیما یتعلق بھذا الباب ان المذموم من التقلید اخذ قول الغیر بغیر حجۃ وھذا لیس منہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان اللہ اوجب اتباعہ فی کل ما یقول و لیس العمل فیما امر بہ اونھی عنہ داخلا تحت التقلید المذموم اتفاقا واما من دونہ ممن اتبعہ فی قول قالہ واعتقد انہ لو لم یقلہ لم یعمل ۔ ھو بہ فھو المقلد المذموم بخلاف ما لو اعتقد ذلک فی خبر اللہ ورسولہ فانہ یکون ممدوحا اھ (فتح الباری ص۴۰۵ ج۱۳)	احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس باب کے متعلق کہ تقلید میں مذمت کے قابل اختیار کرنا قول کسی غیر کا بغیر دلیل کے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تقلید کی جنس سے نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے واجب فرمایا ہے آپؐ کے اتباع کو جو کچھ آپؐ فرمادیں اور نہیں ہے کوئی امر آپؐ کا اور منع فرمانا آپؐ کا داخل تقلید۔ مذموم میں بالاتفاق اور لیکن سوائے آپؐ کے جس کسی کا اتباع کیا جائے اس کے کہتے ہیں، اور اعتقاد یہ ہو کہ جب تک یہ نہ کہے گا۔ قابل ماننے کے نہ ہوگا۔ پس یہ مقلد قابل مذمت کے ہے بخلاف اس اعتقاد کے کہ جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہو تو تسلیم ہے۔"

اور ص۴۰۷ میں فرماتے ہیں۔

فواجب تصدیقہ فی کل شئ ثبت عنہ بطریق السمع ولا یکون ذلک تقلیدا بل ھو اتباع واللہ اعلم۔	"یعنی پس واجب ہے تصدیق ہر شے کی جو کچھ ثابت ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق روایت کے اور اسے تقلید نہیں کہتے۔ بلکہ اس کا نام اتباع ہے۔ واللہ اعلم۔"

اقوال امام غزالیؒ در ردِ تقلید

نیز امام حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ جن کو مولوی نعیم الدین ص۳۲و۳۴ میں محی السنۃ لکھتے ہیں۔ آپ نے کیمیائے سعادت میں بکثرت تقلید کے نقصانات بتائے ہیں چنانچہ ص۲۹ میں فرماتے ہیں۔

کسے کہ زیرک بود باطن او از آلائش تعصب و تقلید پاک بود دریں راہ باز	یعنی جو شخص زیرک وچالاک وہوشیار ہے۔ اور باطن اس کا آلائش تعصب اور تقلید سے پاک ہے

بایدد کارِ آخرت دردلِ او ثابت ومحکم شود۔

وہ اس راہ کو پائے گا۔ اور احوال آخرت اس کے دل میں ثابت ومحکم ہوجائیں گے۔"

اور صفحہ ۴۲۵ میں فرماتے ہیں۔

وہر عالم کہ کارہا بتقلید وصورت فراگرفتہ باشد ناقص بود وبعوام نزدیک باشد۔

یعنی" اور جس عالم نے تقلیداً کام اختیار کئے ہوں وہ ناقص ہوتا ہے۔ اور عوام الناس کے قریب ہوتا ہے۔"

فرمودات رومی وسعدی

علیٰ ہذا مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ جن کو مولوی نعیم الدین الکلمۃ العلیا میں مستند جانتے ہیں، اکثر مواقع مثنوی میں ردِ تقلید رقم فرماتے ہیں۔

چنانچہ دفتر دوم صفحہ ۱۱۱ میں لکھا ہے۔

"زانکہ تقلید آفت ہر نیکوی است
کاہ بود تقلید اگر کوہِ قوی است
زحرگر باشد مقلّد در حدیث
جز طمع نبود مرادِ آں خبیث
منبع گفتار ایں سوزے بود
واں مقلّد کہنہ آموزے بود
بشنو ایں قصہ پئے تہدید را
تابدانی آفتِ تقلید را

"یعنی تمام نیکیوں کے لیے تقلید بمنزلہ آفت کے ہے گھاس کی مانند ہے اگرچہ قوی پہاڑ ہی کیوں نہ ہو۔ رونے والا ہوتا ہے مقلّد حدیث میں سوا طمع کے مراد نہیں ہوتی اس خبیث کی محقّق حربات کرتا ہے دل سے کرتا ہے مقلّد پرانی لکیر کا فقیر ہے۔ تہدید کے لیے اس قصہ کو سن۔ تاکہ تجھ کو تقلید کی آفت معلوم ہو۔"

ایضاً صفحہ ۱۱۲ میں مرقوم ہے ؎

مرمرا تقلیدِ شاں برباد داد
کہ دو صد لعنت برآں تقلید باد
خاصّہ تقلیدِ چنیں بے حاصلاں
کآبرو را ریختند از بہرنان

خاص کر مجھ کو ان کی تقلید نے برباد کر دیا۔ دو سو لعنت ایسی تقلید پر ہو دیں خاص کر ایسے نادانوں کی تقلید جنہوں نے روٹی کے لیے آبرو بھی کھودی

ایضاً دفتر پنجم صفحہ ۴۲۲ میں مرقوم ہے ؎

آں مقلّد ہست چوں طفلِ علیل
گرچہ دارد بحثِ باریک ودلیل

مقلّد کی حالت بیمار کی سی ہے۔ اگرچہ حجّت اور باریک دلیلیں رکھتا ہو

ایضاً صفحہ ۴۴۹ میں مرقوم ہے ؎

بلکہ تقلید است آں ایمان او	تقلید جس کا ایمان ہے سچ تو یہ ہے اس
روئے ایمان راندیدہ جان او	کی جان نے بھی ایمان کا مونہہ نہیں دیکھا
پس خطرباشد مقلّد را عظیم	مقلّد کے لیے بڑے بڑے خطرے ہیں
از رہ رہزن شیطان رجیم	راہ سے راہ مارنے والے شیطان مردود سے
صد دلیل آرد مقلّد دربیاں	اگرچہ مقلّد سو سو دلیلیں پیش کرے۔
از قیاسی گوید اورا نیز عیاں	قیاسی باتیں کہہ کر ان کو عیاں جانتا ہے مقلّد
آں مقلد صد دلیل وصد بیاں	سوسو دلائل اور سوسو بیان ظاہر کرتا ہے مگر
بر زباں آرد ندارد ہیچ جاں "	سچ یہ ہے کہ اس میں جان نہیں ہوتی"

ایضاً صفحہ ۴۵۰ میں مرقوم ہے ؎

" خر دو سہ نوبت بررو باہ حملہ کرد	"گدھے نے تین بار لومڑی پر حملہ کیا۔ مگر چونکہ مقلّد
چوں مقلّد بود فریب او بخورد"	تھا باوجودیکہ حملہ کرتا رہا خود فریب میں آگیا"

ایضاً صفحہ ۴۸۶ میں مرقوم ہے۔

" گرچہ تقلید است استونِ جہاں	اگرچہ تقلید تمام عالم کے لیے ایک بڑی آڑ ہے
ہست رسوا ہر مقلد ز امتحاں"	مگر امتحان کے وقت ہر مقلّد کو رسوا ہی دیکھا"

اور حضرت شیخ سعدیؒ جن کی ولادت ۵۸۹ھ میں اور وفات ۶۹۱ھ ہے۔ آپ نے مشہور محدّث علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ سے مدرسہ نظامیہ بغداد میں علم حاصل کیا۔ اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی صحبت میں رہے۔ آپ اپنی مشہور مقبول کتاب بوستان صفحہ ۱۱۷ میں فرماتے ہیں ؎

" عبادت بتقلید گمراہی است	یعنی تقلید کے ساتھ عبادت کرنا گمراہی ہے
خنک رہروی را کہ آگاہی است"	مبارک ہے وہ مسافر جسے راستے کی آگاہی حاصل ہے"

تصریحات علّامہ شامی

علیٰ ہٰذا کتبِ فقہ حنفیہ کی مسلمہ ردالمختار جس کی توصیف ومدح مولوی نعیم الدین فیضان رحمت صفحہ ۵۲ اور فرائد النور صفحہ ۱۸ میں لکھ چکے ہیں۔ جو قریب ہی گذر چکا ہے۔ اس کی جلد اول صفحہ ۳۳ میں تقلیدِ شخصی کی مذمت مرقوم ہے۔

لوالتزم مذھباً معیناً کابی حنیفۃ	"یعنی اگر لازم جانے ایک مذہب معین کو جس طرح
والشافعی فقیل یلزمہ وقیل	ابوحنیفہ اور شافعی کا مذہب پس کہا گیا کہ لازم ہے

لا وهو الاصح او والا صح انه يتخير تقليد اى شاء۔

اس پر اور یہ بھی کہا گیا کہ لازم نہیں ہے اس پر اور یہی بہت صحیح ہے۔ اور بہت صحیح یہی ہے۔ کہ اختیار رہے جس کی چاہے تقلید کرے"

ایضاً ص۲۵۵ میں مرقوم ہے۔

واما لو صلّى يوما على مذهب واراد ان يصلّى يوما اخر على غيره فلا يمنع منه انه ليس على الانسان التزام مذهب معين

"یعنی اگر نماز پڑھے ایک روز ایک مذہب کے طور پر اور دوسرے روز دوسرے مذہب کے طور پر تو بر منع نہیں ہے۔ کیونکہ انسان پر کسی معین مذہب کا لازم کر لینا واجب نہیں ہے"

ایضاً ص۲۵۸ میں مرقوم ہے۔

لان ما صح فيه للخبر بلا معارض فهو مذهب للمجتهد ان لم ينص عليه لما قدمنا ه فى الخطبة عن الحافظ ابن عبد البر والعارف الشعرانى عن كل من الائمة الاربعة ان قال اذا صح الحديث فهو مذهبى۔

"یعنی کیونکہ جس امر میں صحیح حدیث بلا اختلاف ثابت ہو جائے۔ اسی کو مجتہد کا مذہب جاننے اگرچہ مجتہد سے اس مسئلہ میں کچھ ثابت نہ ہو جس طرح ہم نے خطبہ کتاب میں بیان کر دیا ہے حافظ ابن عبد البر اور عارف شعرانی کے کلام سے انہوں نے چاروں اماموں کے اقوال سے کہ فرمایا جس وقت نہایت صحت کیساتھ حدیث پہنچ جاوے پس وہی ہمارا مذہب ہے"

ایضاً ص۳۴۲ میں مرقوم ہے۔

فالعمل ما عليه جمهور العلماء لا جمهور العدام فاخرج نفسك من ظلمة التقليد وحيرة الاوهام واستضئ بمصباح التحقيق فى هذا المقام فانه من ملح الملك العلام

"یعنی پس عمل کر جس پر جمہور علماء ہیں نہ کہ جس پر جمہور عوام ہیں پس نکال تو اپنے نفس کو تقلید کی اندھیری سے اور تقلیدی اوہام کی حیرت میں نہ رہ اور روشنی حاصل کر تحقیق کے چراغ سے اس مقام میں کیونکہ وہ ملک العلام یعنی حق تعالیٰ کی طرف سے بڑا عطیہ ہے"

اور علامہ چلپی، حاشیہ شرح وقایہ ص۱۳۹۸ میں فرماتے ہیں۔

ان كان الضلال امر فالتقليد أمه فلا جرم ان الجاهل

"یعنی اگر گمراہی کوئی شے یا کسی چیز کا نام ہے تو تقلید اس کی ماں یعنی جڑ ہے۔ پس ضرور ہے کہ تقلید

یومہ: جاہل ہی کرتا ہے"

حتیٰ کہ مولوی نعیم الدین کے بزرگ اعلیٰ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی فتاویٰ

اعترافات مولوی احمد رضا خاں صاحب

رضویہ صفحہ ۳۸۳ جلد اوّل میں لکھتے ہیں۔

ان اخذنا باقوال امامنا لیس تقلیدا شرعیا لکونہ عن دلیل شرعی انما ھو تقلید عرفی لعدم معرفتنا بالدلیل التفصیلی اما التقلید الحقیقی فلا مساغ لہ فی الشرع وھو المراد فی کل ما ورد فی ذم التقلید۔

"یعنی اختیار کرنا اپنے امام کے اقوال کا نام تقلید شرعی نہیں ہے کیونکہ ان کا ماننا دلیل شرعی کے اختیار سے ہے۔ سوائے اس کے نہیں کہ وہ تقلید عرفی ہے بوجہ نہ جاننے دلیل تفصیلی کے لیکن تقلید حقیقی پس اس کی شرع میں کچھ بھی گزر نہیں ہے اور جہاں تقلید کی مذمت وارد ہے اس سے یہی مراد ہے۔"

ایضاً صفحہ ۳۸۳ میں لکھتے ہیں۔

قال المدقق البھاری فی مسلم الثبوت التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجۃ کاخذ العامی والمجتھد من مثلہ فالرجوع الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم او الی الاجماع لیس منہ وکذا العامی الی المفتی والقاضی الی العدول لا یجاب النص ذلک علیھما۔

"یعنی فرمایا محقق بہاری نے مسلم الثبوت میں تقلید عمل کرنے غیر کے قول پر بلا دلیل کا نام ہے جس طرح اختیار کرنا لیے پڑھے کا اور مجتہد کا آپ جیسے سے۔ پس رجوع کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور اجماع کی طرف نہیں ہے یہ تقلید اسی طرح بے پڑھے کا مفتی کی طرف اور قاضی کا گواہوں کی طرف بوجہ ثابت ہونے نص کے ان دونوں میں۔"

ایضاً صفحہ ۳۸۶ میں لکھتے ہیں۔

اذا صح الحدیث فھو مذھبی فی شرح الھدایۃ لابن الشحنۃ ثم شرح الاشباہ ثم رد المحتار اذا صح الحدیث وکان علی

"یعنی (مقولہ ائمہ مجتہدین) جس وقت صحیح حدیث مل جائے تو میرا وہی مذہب ہے شرح ہدایہ ابن شحنہ اور شرح الاشباہ ورد المحتار میں ہے۔ کہ جب صحیح حدیث

خلاف المذھب عمل بالحدیث ویکون ذالک مذھبہ ۔ مذہب کے خلاف ہو تو حدیث ہی پر عمل کیا جاوے گا۔ اور یہی مذہب اس کا ہوگا"

نیز مولوی صاحب بریلوی حاشیہ حیات الموات صہ ۸۹ میں لکھتے ہیں ۔

"مولانا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب الخطبہ میں فرماتے ہیں۔ قول الصحابی حجۃ یجب تقلیدہ عندنا مالم ینفہ شئ من السنۃ انتہٰی اقول وھذا لا یختص بقول الصحابی فان کل دلیل یترک لدلیل اقوٰی منہ ۔

"یعنی قولِ صحابی حجت ہے۔ وجوبِ تقلید میں ہمارے نزدیک جب تک کسی سُنّت کے خلاف نہ ہو۔ میں (احمد رضا) کہتا ہوں اور یہ قولِ صحابی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ بلکہ ہر دلیل چھوڑ دی جاوے گی زیادہ قوی دلیل کے سامنے"۔

اسی طرح رد المختار صہ ۵۵ اور کبیری شرح منیۃ المصلی صہ ۲۴۹ میں مرقوم ہے ۔ نیز مولوی صاحب بریلوی حیات الموات صہ ۱۲۸ میں لکھتے ہیں ۔

"جو نصوص صریحہ احادیث صحیحہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت کسی متشکک کی تشکیک بے معنی سے ازکیا متزلزل ہو سکے"

ایضاً صہ ۱۳۰ میں لکھتے ہیں ۔

اب احادیث صحیحہ صریحہ جلیلہ جزیلہ کے تمام قاہر، باہر، زاہر، ظاہر، تصریحات، سب اٹھا کر طاق نسیان پر رکھ دیں صحابہ و تابعین، قائمہ دین، سلف صالحین و خلف کاملین سب کے ارشادات جلیلہ علیہ سے آنکھیں بند کر لیں"

ایضاً صہ ۳۱ میں لکھتے ہیں ۔

"اب لاکھ پکار کیجئے تعالوا الی الرسول (آؤ رسول کی طرف) کون سنتا ہے کسے قبول خوبی یہ کہ سب کو چھوڑ کر جن کا دامن پکڑا ان کے کلام میں بھی دم مارکے دیر عمل رہا یعنی چھوڑ دو گدلا گدلا)

ایضاً صہ ۱۵۲ میں لکھتے ہیں ۔

"شدتِ تعصب نے صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیثِ جلیلہ کو شاید دیکھنے نہ دیا۔"

ایضاً صہ ۱۵۳ میں لکھتے ہیں ۔

"صحاح جلیلہ مشہورہ بخاری و مسلم کے مقابل ایسے شواذ غریبہ و نوادر مجہولہ جزلئے خاملہ ذکر کرتے شرم نہ آئی اور ایک کتاب میں رطب و یابس مقبول و مردود جو ملے محض جمع کر دینا مقصود ہو دوسری

بلکہ استدلال وتفریع وتحقیق موجود ہو ان میں فرق کی تمیز نہ پائی"

ایضاً صـ۲۰۱

"صحت وضعفِ حدیث میں تحقیقاتِ فن حدیث کی طرف طبی مسئلہ نحو سے نہ لیں گے نہ نحوی
طب سے جو فرقِ مراتب گما کر خلطِ مبحث کرے جاہل ہے یا غافل ذاہل"

ایضاً صـ۲۰۲ :۔ میں فرماتے ہیں۔

"بلکہ علمائے کرام کو اس میں اختلاف ہے۔ کہ عقائد میں تقلید مقبول بھی ہے یا نہیں اللہ کو ایک
رسول کو سچا جنّت ونار کو موجود سوال وعذاب وتنعیم قبر کو حق جانتے ہیں اس کا کوئی محل نہیں کہ
فلاں فلاں مشائخ ایسا فرماتے تھے محض ان کے اعتبار پر مان لیا ہے۔"

ایضاً صـ۲۰۳ :۔

"مثلاً قیاس دلیلِ شرعی ہے۔ مگر نص کے آگے نامقبول"

نیز مولوی صاحب بریلوی احکام شریعت حصہ اول صـ۳۴ میں لکھتے ہیں۔

"احادیثِ صحاح مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض قصے یا محتمل واقع یا متشابہ پیش کرتے ہیں انہیں
اتنی عقل نہیں یا قصداً بے عقل بنتے ہیں۔ کہ صحیح کے سامنے ضعیف متعین کے آگے محتمل،
محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے۔"

خان صاحب بریلوی کے بقول، فقہائے حنفیہ کی تقلیدی لغزشیں

ان تمام اقوال

نقوی وبرہان ردِّ تقلید کتاب اللہ وحدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل مولوی صاحب بریلوی فقہائے حنفیہ کی تقلیدی لغزشوں کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ جن میں سے بعض نمونۃً حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ حیات الموات صـ۱۸۶ میں لکھتے ہیں۔

"مذہب حنفیہ میں معتزلہ بکثرت پیدا ہوئے ہیں۔"

۲۔ حیات المَوات صـ۱۹۱ میں لکھتے ہیں۔

"خود انہی امام ابن ہمام نے فتح القدیر باب نکاح الرقیق میں ایک مسئلہ محیط سے نقل کیا پھر فرمایا
شارحین یکے بعد دیگرے یونہی لکھتے چلے آئے۔ پھر فرمایا یہاں مقتضائے نظر اس کے خلاف ہے۔
پھر اسے بیان کر کے فرمایا فھٰذا ھو الوجہ وکثیرا ما یقلد الساھون الساھین یعنی

بات موجب یہی ہے اور اکثر ہوتا ہے کہ بھولنے والے بھولنے والوں کی تقلید کر لیتے ہیں"
ایضاً صـ۱۹۲ میں لکھتے ہیں۔

"علامہ بحر نے بحرالرائق آخر کتاب البیوع باب المتفرقات میں فرمایا۔ مجھے تعجب ہے۔ کیوں کر ان عبارتوں کو متون و شروح و فتاویٰ سب میں ایک دوسرے سے لیتے نقل کرتے چلے آئے، اور اس میں خطا پر متنبہ نہ ہوئے۔ کہ احکام بدلے جاتے ہیں، اور اللہ ہی صواب کی توفیق دینے والا ہے اور کبھی بکثرت واقع ہوتا ہے۔ کہ ایک مصنف براہ خطا ایک بات اپنی کتاب میں ذکر فرماتا ہے۔ پھر بعد کے آنے والے مشائخ اسے ویسے ہی بلا تنبیہ نقل کرتے چلے جاتے ہیں تو اس کے ناقل بکثرت ہو جاتے ہیں حالانکہ اصل میں ایک شخص کی غلطی تھی جیسا کہ بیان واقع ہوا۔ فقیر کہتا ہے۔ غفر اللہ تعالیٰ کہ اس قسم کا ایک واقعہ عظیم امام اجل ابو جعفر طحاوی کی طرف ایک ترجیح و قناع کی نسبت واقع جس میں تداول و توارد و نقول آج تک چلا آیا۔ اور ہمارے زمانہ تک کسی نے اس پر متنبہ نہ فرمایا۔ یہاں تک کہ سب میں متاخر محقق مبصر علامہ شامی کو بھی وہی راستہ بھایا مگر فقیر غفر المولیٰ القدیر نے بدلائل ساطعہ قاطعہ امام طحاوی کا فتویٰ نہ اس پر بلکہ قطعاً اس کے برعکس ہونا خود کلام امام ممدوح کے اٹھارہ نصوص و دلائل سے حرمت زکوٰۃ بنی ہاشم میں ثابت کر دکھایا فقط اھ ملخصاً"

۴۔ مولوی صاحب بریلوی فتاویٰ رضویہ صـ۳۲ میں لکھتے ہیں۔

"العجب کل العجب من المحقق صاحب البحر" وایضاً "ثم اشد العجب علی العجب ان المحقق صاحب البحر" ایضاً صـ۴۳ "والعجب من المحقق صاحب البحر نسی ھھنا" ایضاً صـ۴۴ "علامہ سید طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک شبہ عارض ہوا" ایضاً صـ۴۹ "بارہ سو برس کے بعد ایک مصری فاضل سید علامہ طحطاوی بعض عبارات سے بطور احتمال نکالیں الخ ایسا خیال زنہار قابل قبول نہیں ہو سکتا تمام اصول حدیث و اصول فقہ اس پر شاہد ہیں" ایضاً صـ۴۲ "الاحتیاط والعمل باقوی الدلیلین کما فی الفتح والبحر وغیرھما" ایضاً صـ۵۰ "ووقع ھھنا زلۃ قلم من المحقق البحر" ایضاً صـ۵۱ "فالعجب من العلامۃ صاحب العنایۃ رحمہ اللہ تعالیٰ" ایضاً صـ۵۳ "والعجب من العلامۃ الجلیل ابی الاخلاص حسن بن عمار الشرنبلالی" ایضاً صـ۱۳۶ "اس کا پتہ نہ ذخیرہ میں ہے نہ محیط میں اللہ اعلم صاحب منیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کو یہ اشتباہ کیونکر ہوا" ایضاً صـ۱۵۵ "والعجب من البحر صاحب البحر" ایضاً صـ۱۶۹

والمشا نخ يتسا هلون باكثر من هذا ايضاً ص۱۵ و من العجب ان البحر ايضاً ص۱۷ فلا نظر الى ما وقع فى البحر ۔۔ ایضاً ص۱۸ ص۲۶۶ "ضابطہ زیلعیہ ہرگز صحیح نہیں" ایضاً ص۱۹ (عدم جواز وضو بشربت) "مگر اصحاب ضابطہ بحر و دُر پر لازم ہے کہ اس سے وضو جائز مانیں" ایضاً ص۲۰ ۳۷۱ "گلاب کیوڑا۔ بید مشک بحسب حکم منقول اس سے وضو جائز رہے گا۔ مگر اہل ضابطہ کے نزدیک اس سے وضو نا جائز ہونا لازم مگر یہ سخت بعید بلکہ بداہتہً باطل ہے عرفاً شرعاً" ایضاً ص۲۱ ۸۰۶ "شرح وقایہ میں جو حوراء ہی اور تمام ائمہ کی تصریحات کے خلاف ایک موہم عبارت واقع ہوئی اھ ملخصاً فقط"

الحمد للہ کہ اہلِ دیانت اصحابِ تحقیق وارباب تقلید پر کس طرح بیّن و روشن ہوا جبکہ شارحین احادیث اور ائمہ صوفیاء اور فقہاء حنفیہ خصوصاً علامہ شامی مسلّمہ مولوی نعیم الدین سے تقلید کے نقصانات اور قباحتیں تقلید اور اتباع میں بیّن فرق تقلید کا مذموم اور اتباع کا محمود ہونا خصوصاً مولوی صاحب بریلوی نے بکثرت کتب فقہاء و مشائخ ائمہ حنفیہ کی لغزشیں خطائیں تقلیداً مسلسل نقل کرکے اس پر متنبہ نہ ہونا۔ اور جس سے احکام کا گڑ بڑ ہو جانا، تعجبات پر تعجبات، شبہات در شبہات کا باطل ہونا، وارد کرکے تمام کتب فقہ کو بے اعتبار بنا دیا ہے جس سے از راہ تحقیق و تنقید کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبی اور اس کے برخلاف تقلید کی برائی، احادیث صحاح مرفوعہ خصوصاً صحیحین کا مقدم ہونا اقوال و افعال صحابہ و تابعین ائمہ مجتہدین سلفِ صالحین بزرگانِ دین پر کما حقہٗ ثابت ہو کر حضرات ائمہ مجتہدین کے ارشادات خذ ما صفا ودع ما کدر (یعنی صاف صاف لے لو۔ اور گدلا گدلا چھوڑ دو) کی پوری پوری تصدیق ہوگئی۔ مولوی نعیم الدین میں اگر انصاف ہو تو غور فرمالیں کہ خود ان کے مقتدا ہی نے تقلید کی کما حقہٗ مٹی پلید کرڈالی۔

مولانا شہیدؒ کے ارشاد کی صداقت

پس مولانا محمد اسمٰعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم با مسمّیٰ تقویۃ الایمان کے شروع خطبہ میں فرمانا کہ۔

"الٰہی ہزار ہزار شکر تیری ذات پاک کو کہ ہم کو تو نے ہزاروں نعمتیں دیں۔ اور اپنا سچا دین بتایا اور سیدھی راہ چلایا۔ اور اصل توحید سکھائی۔ اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں بنایا۔ اور ان کی راہ سیکھنے کا شوق دیا اور ان کے نائبوں کی جو اُن کی راہ بتاتے ہیں۔ اور ان کے طریقہ پر چلاتے ہیں ان کی محبت دی اے پروردگار ہمارے۔ تو اپنے حبیب پر اور اس کے اصحاب و آل پر اور اس کے سب نائبوں پر ہزار ہزار درود اور سلام بھیج اور اس کی پیروی کرنے والوں پر رحمت کر اور ہم کو ان میں شریک کر اور ہم کو اسی کی راہ پر جیتے اور مرتے قائم رکھ اور اسی کے تابعوں میں گن رکھ۔ آمین یارب العالمین"

اور صـ۲ تقویۃ الایمان میں یہ فرمانا کہ۔

"ان سب سے بہتر راہ یہ ہے کہ اللہ اور رسول کے کلام کو اصل رکھیے اور اس کی سند پکڑیے اور اپنی عقل کو کچھ دخل نہ دیجئے۔ اور جو قصہ بزرگوں کا یا کلام مولویوں کا اس کے موافق ہو سو قبول کیجئے۔ اور جو موافق نہ ہو۔ اس کی سند نہ پکڑیے اور جو رسم اس کے موافق نہ ہو اس کو چھوڑ دیجیئے۔"

خدارا انصاف کرو کہ مولانا شہید مرحوم نے کیا ناحق فرمایا تمام اکابر ائمہ دین یہی فرما چکے مولوی احمد رضا خاں صاحب بھی یہی کہہ چکے۔

قصیدہ مولانا محمود الحسن کا مطلب

رہا مولانا محمود حسن صاحب مرحوم دیوبندی کے قصیدہ میں مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولانا محمد قاسم صاحب مرحومین کی نسبت جو کہا گیا ہے۔ تو وہ اسرار شریعت اور حقیقت کے متعلق ہے نہ مخصوص عقائد و احکام میں۔ چنانچہ وہ خود ان دو شعروں کے ملحق اول اور آخر فرماتے ہیں۔

جب ہوئی رحمت باری ہوئے مرسل منزل — اہل ایمان کے لیے احمد و قرآن دونوں
رحمت حق کے لیے ہیں یہی دو واصول — اور ہدایت کے لئے ہیں یہی ارکان دونوں
کون تبلائے ہمیں علم و عمل کی گھاتیں — کون دکھلائے رہ شبلی و نعمان دونوں
کائن و بائن و فانی و صفی و باقی — سالک راہ یقین عارف یزداں دونوں
عارج و نازل و محبوب و محب و واصل — قطب ارشاد ہیں اور مرکز عرفان دونوں
مظہر فیض اتم مجمع اخلاق و شیم — معدن لطف و کرم مخزن احسان دونوں
جو کمالات و معارف ہیں خلاف سنت — ان کے نزدیک ہیں وثن من الاوثان دونوں
ان کے اصحاب رہیں تکیہ زن مسند دین — خصم بدخواہ رہیں خوار و پریشان دونوں
عاقبت ان کے محبوں کی ہو یارب محمود — اور مخالف کو سدا ذلت و خسران دونوں

پس یہ قصیدہ تقویۃ الایمان کی روح اور وثن پرستوں اور مبتدعین مخالفان سنت کے حق میں ذلت و خسران کا باعث ہے جس کے عناد میں مولوی نعیم الدین مولانا محمود حسن صاحب مرحوم کو کافر خارج از اسلام منکر قرآن بنا رہے ہیں۔ معاذ اللہ منہ۔ علیٰ ہذا دیگر اکابر کے اقوال ہیں چنانچہ دیکھو مولوی صاحب بریلوی کا مقولہ حیات الموات صـ۲۰۲ سے کہ

"عقائد میں کسی کی تقلید نہیں ہوتی"

پس حیف ہے اصحاب غرض پر کہ نصوص شریعت کے مقابلہ میں علماء اور بزرگان کے نام سے فریب لانا اور

بے سند اقوال و افعال کو صحیح کہہ کر عوام کو ورغلاتے ہیں اور مولانا شہید مرحوم کو ظالم اور دین کا سارا نظام درہم برہم کرنے والا بتاتے ہیں ذرا اوروں کو بھی اسی طرح دیکھئے خصوصاً اپنے بریلوی صاحب کو تو کچھ زیادہ نام اپنے رفیقوں میں پیدا ہو۔ البتہ ان تیوروں کے پجاریوں سے ریلوے گڈھ کی آمدنی کا سلسلہ ضرور درہم برہم ہو گیا جس کا ان کو نہایت قلق ہے۔ چنانچہ مولوی نعیم الدین نے ص۷۵ میں خود لکھا ہے کہ

"تقویۃ الایمان بہت مشہور ہے۔ اور اس کی بکثرت اشاعت کی گئی ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں چھپکر ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پہنچ چکی"

حقیقت میں یہ اس کی قبولیت کی بڑی بیّن دلیل ہے۔ ولو کرہ المجرمون

توحید و شرک کا مبحث شاہ عبدالعزیز وغیرہ علماء کے اقوال کی روشنی میں

قولہ: الغایت ص۴۸ فساد کے یہ اصول

بیان کرنے کے بعد عنوان یہ ہے۔ پہلا باب توحید و شرک کے بیان۔ اول سننا چاہیئے کہ شرک لوگوں میں بہت پھیل رہا ہے۔ اور اصل توحید نایاب ہے لیکن اکثر لوگ شرک و توحید کے معنی نہیں سمجھتے۔ اور ایمان کا دعویٰ رکھتے ہیں حالانکہ شرک میں گرفتار ہیں (تقویۃ الایمان ص۵) سننا چاہیئے کہ اکثر لوگ پیروں کو اور پیغمبروں کو اور اماموں کو اور شہیدوں کو اور فرشتوں کو اور پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں۔ اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں اور ان سے منتیں مانتے ہیں اور حاجت برآئی کے لیے ان کی نذریں مانتے ہیں۔ اور بلا کے ٹلنے کے لیے اپنے بیٹوں کو ان کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ کوئی اپنے بیٹے کا نام عبدالنبی رکھتا ہے کوئی علی بخش، حسین بخش، کوئی پیر بخش، کوئی مدار بخش، کوئی سالار بخش، کوئی غلام محی الدین، کوئی غلام معین الدین اور ان کے جینے کے لیے کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھتا ہے۔ کوئی کسی کے نام کی بدھی پہناتا ہے۔ کوئی کسی کے نام کے کپڑے پہناتا ہے۔ کوئی کسی کے نام کی بیڑی ڈالتا ہے۔ کوئی کسی کے نام کے جانور کرتا ہے۔ کوئی مشکل کے وقت دہائی دیتا ہے۔ کوئی اپنی باتوں میں کسی کے نام کی قسم کھاتا ہے۔ غرض کہ جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں۔ سو وہ سب جھوٹے مسلمان انبیاء اور اولیاء سے اور اماموں اور شہیدوں سے اور فرشتوں اور پریوں سے کر گزرتے ہیں۔ اور دعویٰ مسلمانی کئے جاتے ہیں۔ سبحان اللہ یہ مونہہ اور یہ دعوے۔ (تقویۃ الایمان ص۵) یعنی اللہ کو بڑا مالک سمجھتے ہیں۔ اور اس سے چھوٹے اور مالک ٹھہراتے ہیں مولویوں اور درویشوں کو تو اس بات کا ان کو حکم نہیں ہوا۔ اور اس سے ان پر شرک ثابت ہوتا ہے (تقویۃ الایمان ص۹) تو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے۔ سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔ (تقویۃ الایمان ص۸) پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے

سے غرض اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے (تقویۃ الایمان صلا) پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے۔ خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے۔ ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے (تقویۃ الایمان صلا) وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُمْ مُّشْرِکُوْنَ۔

ترجمہ اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر شرک کرتے ہیں۔ یعنی اکثر لوگ دعویٰ ایمان کا رکھتے ہیں۔ سو وہ شرک میں گرفتار ہیں پھر اگر کوئی سمجھانے والا ان لوگوں سے کہے۔ کہ تم دعویٰ ایمان کا رکھتے ہو۔ اور افعال شرک کے کرتے ہو۔ یہ دونوں راہیں ملائے دیتے ہو۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہم تو شرک نہیں کرتے۔ بلکہ اپنا عقیدہ انبیاء و اولیاء کی جناب میں ظاہر کرتے ہیں شرک جب ہوتا کہ ہم ان انبیاء و اولیاء کو پیروں شہیدوں کو اللہ کے برابر سمجھتے سو یوں تو ہم نہیں سمجھتے بلکہ ہم ان کو اللہ ہی کا بندہ جانتے ہیں۔ اور اسی کا مخلوق اور یہ قدرتِ تصرف اسی نے ان کو بخشی ہے۔ اس کی مرضی سے عالم میں تصرف کرتے ہیں اور ان کا پکارنا عین اللہ ہی کا پکارنا ہے۔ اور ان سے مدد مانگنی عین اسی سے مدد مانگنی ہے۔ اور وہ لوگ اللہ کے پیارے ہیں۔ جو چاہیں سو کریں اور اس کی جناب میں ہمارے سفارشی ہیں اور وکیل۔ ان کے ملنے سے خدا ملتا ہے اور ان کے پکارنے سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اور جتنا ہم ان کو مانتے ہیں اتنا اللہ سے ہم نزدیک ہوتے ہیں اور اسی طرح کی خرافات بکتے ہیں (تقویۃ الایمان صـ۶۵)۔

اس ظلم و ستم کی کچھ نہایت ہے۔ کہ پیروں پیغمبروں اماموں شہیدوں اور فرشتوں کو مشکل کے وقت پکارنا۔ ان کے ایصالِ ثواب کی منتیں ماننی۔ حاجت روائی کے لیے ان کی روح کو ایصالِ ثواب کرنا۔ برکت کے لیے اپنی اولاد کے نام ان کے ناموں پر رکھنا۔ سب شرک قرار دے دیا۔ اور لاکھوں مسلمانوں کو بیدردی کے ساتھ اسلام سے خارج کر دیا۔ پھر لطف یہ کہ اس دعویٰ پر نہ دلیل ہے نہ برہان، نہ حدیث نہ قرآن نہ ثبوت، نہ شہادت، نہ کوئی حوالہ نہ کسی کتاب کی عبارت، نئی شریعت بنا ڈالی اور مسلمانوں کو بے وجہ مشرک کہہ دیا۔ کوئی اس ظالم سے پوچھے شریعت کے معاملہ میں اپنی رائے کو دخل دینا اور جس امر کو چاہنا شرک کہہ جانا یہ کس سے سیکھا ہے۔ یہ نئی شریعت بنانا کیا خدائی کا دعویٰ نہیں ہے۔ اور جو لوگ قرآن و حدیث کو چھوڑ کر ان بے اصل باتوں کو مانتے ہیں۔ اور تقویۃ الایمان کے کلمہ کلمہ پر ایمان لاتے ہیں وہ خود اس تقویۃ الایمان کے حکم سے مشرک ہیں (صـ۲۴) اور کوئی عذر نہیں سنتے سب کو خرافات بتاتے ہیں اور ان کی اس بات کو بھی نہیں مانتے کہ مشرک جب ہوتا کہ ہم ان انبیاء و اولیاء کو پیروں شہیدوں کو اللہ کے برابر سمجھتے تو یوں تو ہم نہیں سمجھتے۔ بلکہ ہم ان کو اللہ ہی کا بندہ جانتے ہیں۔ اور اسی کا مخلوق یعنی یہ اعتقاد بھی انہیں شرک سے نہیں بچاتا۔ وہ ہر طرح مولوی اسمٰعیل کے

نزدیک مشرک ہیں اور ان کے مذکورہ بالا تمام اعتقاد شرک ہیں معاذ اللہ انصاف کیجئے کہ جو مسلمان یہ کہہ رہا ہے کہ ہم انبیاء و اولیاء کو پیروں شہیدوں کو اللہ کے برابر نہیں سمجھتے بلکہ اس کا بندہ اور اسی کا مخلوق جانتے ہیں وہ کیسے مشرک ہو گیا۔ اسی کا یہ اعتقاد تو بالکل قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔ ردِ شرک کا یہ بہتر طریقہ ہے انتہیٰ (منفرق عبارات لغایت صـــ۶۸)

اقول و باللہ التوفیق۔ افعال شرکیہ مندرجہ تقویۃ الایمان انبیاء وغیرہم کو مشکل کے وقت پکارنے مرادیں نذریں وغیرہ ماننے کو شرک ہونے سے خارج کرنا محض فریب کاری سے مسلمانوں کو شرک میں مبتلا کرنا ہے۔ کیونکہ نصوصِ قطعی الثبوت قطعی الدلالت سے واضح ہے۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ	یعنی اے اللہ تیری ہی عبادت کرتے ہیں ہم اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں ہم۔

اور صحیح حدیث ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

واذا سالت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ۔	اور جب مانگو تو اللہ ہی سے مانگو۔ اور جب مدد چاہو تو اللہ ہی سے مدد چاہو۔

اور پھر اس پر تفسیر فتح العزیز سے اپنی تائید پیش کرنا صریح بہتان بندی اور دھوکہ دہی ہے کیونکہ وہ عبارت غیر محل میں اقسام سحر کی اس نوعیت شرکیات سے محض بے تعلق ہے۔ اس لیے اس میں تصریح ہے کہ مشرکین افعالِ سُنّت الٰہیہ مثل عطائے فرزند اور فراخیٔ رزق شفاء مریض وغیرہم کو بتوں کی طرف نسبت کر کے کافر ہوئے۔ اور اہلِ توحید کے ایمان میں تاثیر اسماء الٰہی اور اس کی مخلوقات ادویہ وغیرہ کی خاصیت یا نیک بندوں کے جنابِ الٰہی میں دُعا کرنے کی تاثیر سے خلل نہیں آتا۔ چنانچہ اس عبارت تفسیر عزیزی کے ملحق الفاظ ذیل صـــ۴۲۹ میں مرقوم ہیں۔

فرق آن است کہ اولیاء و دعوتیان وعزائم خوانان آں افعال را نسبت بغیر خدا نمے کنند بلکہ بہ قدرت او تعالیٰ یا بخواصِ اسماء او تعالیٰ نسبت نمایند پس شرک لازم نمے آید و ساحران آں افعال را نسبت بغیر خدا از ارواح خبیثہ و پیران و خواص افسون ہا و اسمائے اصنام	یعنی فرق یہ ہے کہ اولیاء اللہ اور دعوت عزیمت دینے والے اپنے افعال نسبت طرف غیر خدا کے نہیں کرتے بلکہ قدرت حق تعالیٰ یا بخواص اسماء حق تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے ہیں پس شرک لازم نہیں آتا۔ اور جادوگر غیر خدا مثل ارواح خبیثہ اور پیروں اور سحر کے خواص وغیرہ اور بتوں کے ناموں کی طرف نسبت

مے نماید الخ — کرتے ہیں۔

پھر ص۲۶ میں بحوالہ فتح العزیز جن لوگوں نے اقسامِ سحر کی اصلاح کی ہے اس کے آخر میں مرقوم ہے جس کو مولوی نعیم الدین نے خیانتہً چھوڑ کر مخلوق کو کفر و سحر میں معاذ اللہ مبتلا کرنا چاہا ہے۔ چنانچہ ص۴۴۵ فتح العزیز میں مرقوم ہے۔

پس مرد با ایمان را کہ معتقد تاثیر واحد است از ہیچ چیز غیر از خدا نباید ترسید کہ سرکلادہ عالم اسباب و مسببات بدست اوست بلکہ در حقیقت ورائے تاثیر او تاثیر نیست افعال او تعالےٰ است کہ درپے یک دیگر شدہ میروند ارباب وہم و خیال مے پندارند کہ فلاں موجب فلاں فعل شد"۔" وعاقل را مے باید کہ چیزے کہ خود را ضرر دہد و نفع نکند ازاں احتراز نماید"

"یعنی مرد مومن کو کہ ذات وحدہ لاشریک کو مؤثر حقیقی سمجھتا ہے کسی چیز سے سوائے خدا کے نہیں ڈرنا چاہیئے کہ کل اختیار عالم اسباب اور مسببات اسی کے ہاتھ میں ہے۔ بلکہ حقیقت میں سوائے تاثیر اس کی کے کوئی تاثیر نہیں جتنے کام اور فعل جہاں میں ہوتے ہیں۔ سب اسی کے ہیں۔ وہم و خیال والے جانتے ہیں۔ کہ فلاں نے فلاں کام کیا اور عاقل کو چاہیئے کہ جو چیز اپنے لیے ضرر پہنچا دے اور نفع نہ کرے۔ اس سے احتراز کرے"۔

پس ان عبارات میں استغاثت و ندائے غیر اللہ کے لیے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بھی نہیں ہے۔ بلکہ ممنوع ہونا واضح ہے۔ دیکھنا تو یہ ہے۔ کہ جس طرح تقویۃ الایمان میں ہے۔ کہ جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں۔ وہ سب کچھ جھوٹے مسلمان انبیاء و غیرہم سے کر گزرتے ہیں۔

اسی طرح شاہ صاحبؒ تفسیر فتح العزیز میں افعال شرکیہ مندرجہ تقویۃ الایمان کی تائید فرماتے ہیں۔ چنانچہ جلد اول ص۵۲ میں مرقوم ہے۔

لوازم الوہیت از علم غیب و شنیدن فریاد ہر کس در ہر جا و قدرت بر جمیع مقدورات ثابت کنند و ملائکہ و ارواح انبیاء و اولیاء و پردہ صور و تماثیل و قبور و تعزیہا معبود سازد و رزق فرزند و خدمت منصب از ایشاں بالاستقلال درخواست کنند۔

"یعنی لوازم الوہیت جس طرح علم غیب اور فریاد سننے ہر ایک جگہ میں اور قدرت تمام مقدورات پر ثابت کرتے و ملائکہ و ارواح انبیاء و اولیاء کو در پردہ صورتوں بتوں اور قبروں تعزیوں کو معبود ٹھہراتے اور رزق و فرزند اور خدمت و منصب کا ان سے بالاستقلال درخواست کرنا ہے"۔

ایضاً صفحہ ۱۵۸ میں مرقوم ہے۔

چہارم پیر پرستان گویند چوں مرد بزرگے کہ بسبب کمال ریاضت و مجاہدہ مستجاب الدعوات و مقبول الشفاعت عند اللہ شدہ بود ازیں جہاں میگزرد روح اورا قوتے عظیم و وسعتے بس فخیم بہم میرسد ہر کہ صورت اورا برزخ سازد یا در مکان نشست و برخاست او یا بر گور او سجود و تذلل تام نماید روح او بسبب وسعت و اطلاق بر آں مطلع شود و در دنیا و آخرت درحق او شفاعت نماید" "از آنجملہ کسانیکہ در ذکر دیگراں را با خدا ہمسرے کنند و نام دیگراں را مانند نام خدا بطریق تقرب ذکرمے نمایند وازانجملہ اند کسانیکہ در ذبح و نذر و قربانی ہا با خدا دیگراں را ہمسرے کنند وازانجملہ اند کسانیکہ در نام نہادن خود را بندہ فلاں و عبد فلاں می گویند و ایں شرک در تسمیہ است۔ وازانجملہ اند کسانیکہ در دفع بلا ہا دیگراں رامے خوانند۔

یعنی" چوتھا فرقہ پیر پرستوں کا ہے جو کہتے ہیں کہ جو کوئی بزرگ بسبب کمالِ ریاضت و مجاہدہ کے مستجاب الدعوات اور مقبول الشفاعت عند اللہ ہو جائے وہ اس عالم سے گزرتا ہے اس کی روح کو بڑی قوت اور نہایت وسعت حاصل ہوتی ہے۔ جو کوئی اس کی صورت کا برزخ کرے یا اس کے مکانِ نشست و برخاست یا قبر پر سجدہ اور تذلل تمام کرے تو اس کی روح بسبب وسعت اور اطلاع کے مطلع ہو۔ اور دنیا و آخرت میں اس کے حق میں شفاعت کرے بعض ان میں سے وہ لوگ ہیں کہ ذکر کرتے ہیں دوسروں کو اللہ کے ساتھ برابر کرتے ہیں اور نام دوسروں کا مانند نام اللہ کے نام براہ تقرب ذکر کرتے ہیں اور بعضے وہ لوگ ہیں کہ ذبح و نذر اور قربانیوں میں اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں اور بعضے وہ آدمی ہیں کہ نام رکھتے ہیں بندہ فلاں عبد فلاں کہتے ہیں اور یہ شرک ناموں میں ہے اور بعضے وہ لوگ ہیں کہ دفعِ بلاؤں کے لیے دوسروں کو بلاتے ہیں۔"

ایضاً صفحہ ۲۱۶ میں مرقوم ہے۔

وازہمیں جا معلوم شد کہ سجود بجز اللہ را علامت کفر ساختہ اند۔

یعنی" اسی جگہ سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کے لیے سجدہ کرنے کو علامت کفر ٹھہرایا گیا"

ایضاً صفحہ ۲۸۹ میں مرقوم ہے۔

اہلِ تحقیق گفتہ اند کہ ہر قوم را گوسالہ الیست کہ در پرستش او مشغول اند گو بظاہر خود را

یعنی اہلِ تحقیق فرماتے ہیں کہ ہر قوم کا ایک گوسالہ ہے کہ اس کی پوجا میں مشغول ہیں گو بظاہر اپنے آپ کو

مسلمان ودیندار پندارند۔

ایضاً ص۲۷۱ میں مرقوم ہے۔

وبرخے از ایشاں ارواح مدبرہ وملائکہ موکلہ
را بر مخلوقات یا ارواح انبیاء واولیاء وعباد
ورہابین واحبار وعلماء را بے ملاحظہ علاقہ
بندگی خدا ومحبوبیت او بالاستقلال در محبت
برابر اللہ مے سازند ونذور وقرابین بنام آنہا مے
دہند واحکام ایشاں را بے تامل در ماخذ آنہا
برابر وحی ناطق الٰہی مے شمارند بلکہ بعضے از
ایشاں با صور وہیاکل وقبور ومعابد ومساکن
ومجالس آنہا افعالے کہ در مسجد وکعبہ برائے خدا
باید کرد بعمل مے آرند مانند سر بر زمین نہادن
وگرد اگرد گشتن ودست بستہ بصورت استقبال
قبلہ در نماز استادن حال آنکہ ایں محبت ایشاں
مقتضائے ایمان بخدا وبرائے خدا نیست
تا نزد خدا مفید افتد ودر رضا مندی او بکار
آمد زیرا کہ ایں محبت از محبت مخلوق در گزشتہ
است ودر ایمان لازم است کہ در محبت مخلوق
وخالق فرق کردہ شود" در جمیع امور، ہیچ چیز از
مال، وفرزند ویار ودوست وبادشاہ وامیر و
پیغمبر وپیر وفرشتہ وپری بدون حکم او مدد نمے
توانند کرد۔ واگر بالفرض آنہا را قوتے ہم مے
بود برابر ساختن آنہا بخدا ہرگز روا نہ بود زیرا کہ
کہ خدائے تعالیٰ غیور است از برابر کردن
مخلوق او با او در غضب مے آید۔

مسلمان ودیندار جانتے ہیں۔

یعنی" بعضے ان میں سے ارواح مدبرہ اور ملائکہ
موکلہ مخلوقات کو یا ارواح انبیاء ، اور اولیاء اور
زہاد اور علماء کو بلا لحاظ علاقہ بندگی اللہ کے ان کی
محبوبیت کو بالاستقلال اللہ کی محبت کے برابر
سمجھتے ہیں اور نذریں اور قربانیاں ان کے
نام کی کرتے ہیں اور ان کے احکام کو بے تامل وحی
الٰہی کے برابر شمار کرتے ہیں۔ بلکہ بعض ان میں سے
صورتوں اور شکلوں کے ساتھ اور قبروں اور
معابد ومساکن کے ساتھ وہ افعال کرتے ہیں جو
خدا کے لیے مسجد اور خانہ کعبہ میں چاہئیں جس طرح
زمین پر سر رکھنا اور گرد اگرد پھرنا اور دست بستہ
بصورت استقبال قبلہ نماز میں کھڑا ہونا حالانکہ یہ
محبت ان کی بمقتضائے ایمان و اللہ اللہ کے واسطے نہیں
ہے تا کہ اللہ کے نزدیک مفید ہو اور اس کی رضا مندی
میں کام آوے۔ اس لیے کہ یہ محبت حد محبت مخلوق
سے گذر گئی اور ایمان میں لازم ہے کہ محبت مخلوق اور
خالق میں فرق کرے۔ تمام امور میں کوئی چیز مال و
فرزند یا یار دوست اور بادشاہ وامیر اور پیغمبر و
فرشتہ اور پری بغیر اس کے حکم کے مدد نہیں کر سکتے
اور اگر بالفرض ان کو اللہ کے برابر قوت بھی ہوتی تب
بھی اللہ کے برابر بنانا ہرگز روا نہ تھا اس واسطے
کہ خدائے تعالیٰ کو برابر کر دینے مخلوق سے غیرت
اور غضب آتا ہے۔"

پس تفسیر فتح العزیز کے یہ چند حوالے تقویۃ الایمان کی تائید و تشریح میں حسب مسلّمہ مولوی نعیم الدین سوتے پر سہاگے کی مانند اظہر من الشمس ہیں جس سے اہلِ انصاف کو کیا کسی معاند کو بھی گریز نہیں ہو سکتا۔ لیکن

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم   چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

ایسے ہی دیگر اکابر ائمہ دین کے اقوال ہیں چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۱۰ صفحہ ۵۱۹ میں مرقوم ہے۔

لایقل احدکم اطعم ربک وضّ ربک اسق ربک و لیقل سیدی و مولای ولا یقل احدکم عبدی و امتی ولیقل فتای وفتاتی وغلامی (صحیح بخاری) والسبب فی النھی ان حقیقۃ الربوبیۃ للہ تعالیٰ لان الرب ھو المالک والقائم بالشئ فلا توجد حقیقۃ ذٰلک الا اللہ تعالیٰ قال الخطابی سبب المنع ان الانسان مربوب متعبد باخلاص التوحید للہ وترک الاشراک معہ فکرہ لہ المضاھاۃ فی الاسم لئلا یدخل فی معنی الشرک ولا فرق فی ذٰلک بین الحر والعبد فاما ما لا تعبد علیہ من سائر الحیوانات والجمادات فلا یکرہ اطلاق ذٰلک علیہ عند الاضافۃ کقولہ رب الدار ورب الثوب وقال ابن بطال لا یجوز ان یقال لاحد غیر اللہ رب کما لا یجوز ان یقال لہ الٰہ اھ

یعنی تم میں سے ہرگز کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے اپنے رب کو کھانا کھلایا اپنے رب کو پانی پلایا اور چاہیئے کہ کہے میرا سید اور میرا آقا۔ اور آقا بھی نہ کہے کہ میرا بندہ اور میری لونڈی اور چاہیئے کہ کہے میرا خادم اور میرا غلام (صحیح بخاری) اور سبب اس نہی کا یہ ہے کہ حقیقت میں ربوبیت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مخصوص ہے کیونکہ دراصل رب کے معنی مالک اور قائم بالشئ کے ہیں تو اس کی حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مخصوص رہے گی خطابی نے کہا اس منع کا سبب یہ ہے کہ انسان اخلاص توحید اور ترک شرک کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا مربوب اور اصلی بندہ ہو جاتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے نام میں مشابہت رکھنا بھی مکروہ سمجھا گیا تاکہ شرک کے معنی میں داخل نہ ہو جاوے ان الفاظ کے بولنے میں آزاد و غلام سب برابر ہیں کوئی فرق نہیں البتہ وہ چیزیں جن پر عبودیت صادق نہیں آتی جس طرح تمام حیوانات و جمادات وغیرہ ان کا تعلق بتانے کے لیے لفظ رب بولنا جائز ہے۔ جیسے رب الدار اور رب الثوب۔

مالك تخصيص الكراهة بالنداء فيكره ان يقول يا سيدى ولا يكره فى غير النداء۔"

اور کہا ابن بطال نے کہ کسی کو رب کہنا سوائے اللہ تعالیٰ کے جائز نہیں جیسے کسی کو الٰہ معبود کہنا جائز نہیں۔ اور امام مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ فرمایا کہ تخصیص نداء کے کراہتہ ہونے میں ہے تو مکروہ ہے یا سیّدی کہنا اور سوائے نداء کے مکروہ نہ ہوگا۔"

ایضاً پارہ ۶ صفحہ ۱۰۹ ج ۲ میں ہے۔

قال الطبرى انما قال ذلك عمر لان الناس كانوا حديثى عهد بعبادة الاصنام فخشى عمر ان يظن الجهال ان استلام الحجر من باب تعظيم بعض الاحجار كما كانت العرب تفعل فى الجاهلية فاراد عمر ان يعلم الناس ان استلامه اتباع لفعل رسول الله صلى الله عليه وسلم لا لان الحجر ينفع ويضر بذاته كما كانت الجاهلية تعتقده فى الاوثان۔

"کہا طبرانی نے حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں کو بتوں کی عبادت چھوڑے ہوئے زیادہ زمانہ نہ گزرا تھا تو آپ کو خوف ہوا کہ جاہل لوگ گمان کریں گے کہ بوسہ دینا بھی پتھروں کی تعظیم کی قسم سے ہے جس طرح عرب کے لوگ زمانہ جاہلیت میں کیا کرتے تھے تو آپ نے ارادہ فرمایا کہ لوگوں کو بتلا دیں کہ حجر اسود کو بوسہ دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی وجہ سے ہے ورنہ پتھر خود کچھ نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے جس طرح کہ جاہلیت والوں کا اعتقاد تھا پتھروں کی نسبت۔"

ایضاً پارہ ۱۲ صفحہ ۳۰۵ ج ۳ میں مرقوم ہے۔

والمراد باطلاق الكفران فاعله فعل فعلا شبيها بفعل اهل الكفر وفيه جواز اطلاق الكفر على المعاصى لقصد الزجر كما قررناه اھ

"اور مراد اطلاق کفر سے اس کے فاعل پر یہ ہے کہ اس نے کفر کے مشابہ کام کیا۔ اور اس میں جواز ہے اطلاق کرنے کفر کا گناہوں پر بوجہ زجر و توبیخ کے"

ایضاً پارہ ۱۶ صفحہ ۶۸ ج ۴ میں ہے۔

فقال عمر السيد هو الله

"پس فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سید تو اللہ تعالیٰ ہی ہے"

ایضاً پارہ عــ۱۲ صــ۱۰۲ ج ۳ میں ہے۔ قطع شجرة بيعة الرضوان ۔ فلو بقيت لما امن تعظيم بعض الجهال لها حتى ربما افضى لهم الى اعتقاد ان لها قوة نفع او ضرر كما نراه الآن مشاهدا فيما دونها ۔ اھ

(حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) بیعۃ الرضوان والا درخت کٹوا دیا بس اگر وہ باقی رہتا تو خوف تھا کہ بعض جاہل اس کی تعظیم کرنے لگتے حتیٰ کہ ممکن تھا کہ لوگوں کو یہ اعتقاد بھی ہو جاتا کہ اس درخت کو نفع و نقصان پہنچانے کی قوت ہے جس طرح کہ آج کل ہم دیکھ رہے ہیں۔"

ایضاً پارہ عــ۱۶ صــ۸۶ ج ۴ میں ہے۔

ثم وجدت عند ابن سعد باسناد صحيح عن نافع ان عمر بلغه ان قوما يأتون الشجرة فيصلون عندها فتوعدهم ثم امر بقطعها فقطعت انتهى قال الكرماني قالوا سبب خفائها ان لا يفتتن الناس بها لما جرى تحتها من الخير و نزول الرضوان فلو بقيت ظاهرة معلومة لخيف تعظيم الجهال اياها وعبادتهم لها فاخفائها رحمة من الله تعالى ۔

(حاشیہ فتح الباری صــ۸۶ ج ۴)

"پھر میں نے ابن سعد کی صحیح روایت میں پایا کہ نافع نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی کہ کچھ لوگ بیعۃ الرضوان والے درخت کے پاس جاکر نماز پڑھتے ہیں تو ان کو دھمکایا گیا اور حکم دے کر اس درخت کو کٹوا دیا انتہیٰ کرمانی نے کہا کہتے ہیں اس درخت کے بے نشاں ہونے میں یہ سبب ہے کہ لوگ اس کی وجہ سے فتنہ میں پڑ کر گمراہ نہ ہو جاویں کیونکہ اس کے نیچے بہت بھلائی اور حق تعالیٰ کی رضا مندی کا نزول ہوا تھا پس اگر وہ باقی رہتا ظاہر معلوم ہونے کے طور پر تو خوف تھا کہ جاہل لوگ اس کی تعظیم و عبادت کرنے لگتے پس اس درخت کا اخفا بے نشان ہونا اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کا سبب ہے۔"

ایضاً پارہ عــ۲۵ صــ۷۱۹ ج ۶ میں ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اخنى الاسماء يوم القيمة عند الله

"فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن تمام ناموں سے برا نام اس کا ہوگا اللہ تعالیٰ کے

رجل تسمی ملك الاملاك (صحیح بخاری) وفی الحدیث مشروعیة الادب فی کل شئ لان الزجر عن ملك الاملاك والوعید علیه یقتضی المنع منه مطلقا۔	نزدیک جو شہنشاہ نام رکھے اس حدیث شریف میں ہر چیز کے اندر ادب ملحوظ رکھنے کا حکم ہے اس لیے کہ شہنشاہ کہلانے والے کے لیے زجر اور وعید کا مقتضا مطلقاً اس کا منع ہونا ہے۔"

ایضاً پارہ ۲۶ صفحہ ۸۴۲ ج ۶ میں ہے۔

قوله ولله الاسماء الحسنٰی فادعوه بها فانه امر بالدعاء بها ونهی عن الدعا بغیرها۔	"حق تعالیٰ کا فرمانا قرآن پاک میں کہ اللہ ہی کے لیے اچھے اچھے نام ہیں تو انہیں کے ذریعے سے دعا کرو اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ناموں کے ذریعہ دعا کرنے کا حکم فرمایا اور ان کے سوا کسی کا حوالہ دینے سے منع فرمایا"

ایضاً پارہ ۲۷ صفحہ ۲۴۵ ج ۶ میں ہے۔

عن ابن عمر انی سمعت رسول اللّٰہ صلی الله علیه وسلم یقول من حلف بغیر الله فقد کفر او اشرك قال الترمذی حسن و صححه الحاکم قال العلماء السر فی النهی عن الحلف بغیر الله تعالیٰ ان الحلف بشئ یقتضی تعظیمه والعظمة فی الحقیقة انما هی لله وحده،	"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھاوے گا تو وہ کافر یا مشرک ہو جاوے گا ترمذی نے اس حدیث کو حسن اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے علماء نے کہا ہے کہ اس میں بھید یہ ہے کہ کسی چیز کی قسم کھانے سے اس کی تعظیم ملحوظ ہوتی ہے اور حقیقت میں لائق تعظیم صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پاک ہے"

ایضاً صفحہ ۲۴۷ ج ۶ میں ہے۔

ان من حلف بغیر الله مطلقاً لم تنعقد یمینه سواء کان المحلوف به یستحق التعظیم لمعنی غیر العبادة کالانبیاء والملائکة والعلماء والصلحاء والملوك والاباء۔	"جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی قسم کھاوے اس کی قسم ہی مطلقاً نہ ہوگی۔ اگرچہ وہ چیز جس کی قسم کھائی ہے عبادت کے سوا کسی اور طرح تعظیم کی مستحق ہو جیسے انبیاء اور فرشتے اور علماء اور صالحین اور بادشاہ اور باپ دادا اور کعبہ وغیرہ یا تعظیم

والكعبة او كان يستحق التعظيم كالاحاد او يستحق التحقير والاذلال كالشياطين والاصنام و سائر من عبد من دون الله۔

کے مستحق نہ ہو جیسے عام افراد انسانی یا حقارت وذلت کے لائق ہوں جیسے شیاطین و بت اور تمام وہ چیزیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سواء پوجا جاتا ہے۔"

ایضاً صفحہ ۲۵ ج ۶ میں ہے۔

و فی حدیث النسائی واحمد و لفظہ ان رجلا قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ما شاء اللہ و شئت فقال لہ اجعلتنی واللہ عدلا بل ما شاء اللہ وحدہ۔ قولہ ما شاء اللہ وشئت تشریک فی مشیئۃ اللہ تعالی۔

"حدیث سنن نسائی اور امام احمد رحمۃ اللہ کے الفاظ یہ ہیں ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا جو چاہا اللہ نے اور آپؐ نے تو فرمایا آپ نے کیا ٹھہرالیا تو نے مجھے اور اللہ کو برابر نہیں۔ بلکہ جو چاہے اکیلا اللہ انتہیٰ قولہ۔ جو چاہا اللہ تعالیٰ نے اور تم نے اس میں اللہ کی مشیئت میں شریک ٹھہراتا ہے۔

اور خود مولوی نعیم الدین فیضان رحمت صفحہ ۱۶ میں لکھتے ہیں کہ

"حدیث میں وارد ہے کہ رسول اکرم نے صحابہ کرام کو استعمال واؤ سے ایسے موقع میں منع فرمایا ہے کہ اس میں استعمال واؤ موہم شرک اور جواز امر نا جائز تھا چنانچہ بروایت احمد وابوداؤد و نسائی حذیفہ سے مروی ہے۔ کہ سرور اکرم نے فرمایا کہ یہ مت کہو جو اللہ نے چاہا اور فلاں نے چاہا وہ ہو گا۔ اور مرقات شرح مشکوٰۃ میں اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس میں خدائے پاک کے ساتھ مشیئت میں بندہ کو برابر کرنا ہے اس لیے کہ واؤ جمع اور اشتراک کے لیے ہے۔"

چنانچہ فتح الباری پارہ ۲۹ صفحہ ۵۶۳ میں مرقوم ہے۔

عن ابی هریرة لا تقوم الساعة حتی یرجع ناس من امتی الی الاوثان یعبدونها من دون الله ولابن ماجه من حدیث حذیفة رضی الله عنه ویبقی طوائف من الناس الشیخ الکبیر والعجوز

یعنی "روایت ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نہیں قائم ہو گی قیامت یہاں تک کہ پھر جاویں میری امت میں سے کتنے لوگ قبروں کے بتوں کی طرف جھک پڑیں گے کہ سوا اللہ کے ان کی عبادت کریں گے۔ اور ابن ماجہ کی حدیث میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اور

يقولون ادركنا آبائنا على هذه الكلمة لا اله الا الله فنحن نقولها والمسلم واحمد من حديث ثوبان رضي الله عنه ولا تقوم الساعة حتى تلحق قبائل من امتي بالمشركين وحتى تعبد قبائل من امتي الاوثان۔

باقی رہ جائیں گے کچھ لوگ بوڑھے مرد اور عورتیں کہیں گے پایا ہم نے اپنے باپ داداؤں کو اس کلمہ لا الٰہ الّا اللہ پر پس ہم بھی وہی کہتے ہیں۔ جو وہ کہتے تھے اور مسلم اور امام احمد کی حدیث میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نہیں قائم ہوگی قیامت مگر اس حال میں کہ شامل ہو جائیں گے کتنے قبیلے میری اُمت میں سے مشرکین میں اور یہاں تک کہ کتنے قبائل میری اُمت کے پوجیں گے تھانوں (یعنی قبروں) کو۔“

اور اسی لیے خود جناب رسول اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ سے اپنے لیے دُعا کی۔

اللهم لاتجعل قبری وثنا یعبد (کما رواه فی الموطا صنٓ ج۱)۔

یعنی ”اے اللہ نہ ٹھہرا دینا میری قبر کو بت کہ پوجی جاوے“

چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۱۵ صفحہ ۱۰۷ میں مرقوم ہے کہ بعد وفات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر مدہوشی واقع ہوئی اور بار بار کہتے کہ آپ کی وفات نہیں ہوئی۔ ہر چند لوگ سمجھاتے مگر آپ کا غصہ اور بھڑکتا اور کہتے تم لوگ جھوٹے ہو حتٰی کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے سمجھایا۔ مگر اپنے جوش وجبال سے باز نہ آئے۔ تب آپ نے لوگوں کو جمع فرما کر خطبہ پڑھا جس کے الفاظ یہ ہیں۔ من کان یعبد محمدًا فان محمد اقد مات ومن یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت تو معاذ اللہ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتے تھے۔ آخر اس کے کیا معنی کہ جو محمد کی عبادت کرتا ہو تو محمد تو فوت ہو چکے اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ زندہ رہنے والا ہے“ اس کو کبھی موت نہیں ہے۔ علیٰ ہٰذا کتب عقائد فقہ حنفیہ کے مستندات چنانچہ ملا علی قاری جن کو خود مولوی نعیم الدین الکلمۃ العلیا میں مستند جانتے اور فوائد النور صد ۲۲ میں علامہ فاضل فہامہ کامل علی بن سلطان محمد القاری رحمہ اللہ الباری“ سے ملقب کرتے ہیں۔ آپ شرح فقہ اکبر امام ابوحنیفہؒ صد ۲۳۵ میں فرماتے ہیں۔

واما ما اشتهر من التسمية بعبد النبي

یعنی ”جو مشہور کئے جاتے ہیں نام عبد النبی وغیرہ

لهذا هو كفر الا ان اراد بالعبد المملوك۔ — کے یہاں یہ ہے کفر ہونا ان کا یعنی اگر مراد عبدیت مملوک زرخرید ہوا ہو۔

نیز مرقاۃ شرح مشکوٰۃ بشرح حدیث احب اسمائکم عند اللہ عبد اللہ و عبد الرحمٰن کے فرماتے ہیں۔

ولا يجوز نحو عبد الحارث ولا عبد النبي ولا عبرة بما شاع بين الناس ۔ اھ — یعنی "جائز نہیں نام رکھنا مانند عبد الحارث اور عبد النبی کے اور نہیں اعتبار اس کا جو لوگوں میں شائع ہے"۔

اور درمختار صـ ۶۹۹ میں مرقوم ہے۔

وكذا ما يفعلونه من تقبيل الارض بين يدى العلماء والعظما فحرام والفاعل والراضی به اثمان لانه يشبه عبادة الوثن — یعنی "اسی طرح جو لوگ علما و اور بزرگوں کے سامنے زمین پر بوسہ دیتے ہیں پس یہ حرام ہے اس کا کرنے والا اور اس سے راضی ہونے والا دونوں گنہگار ہیں۔ کیونکہ اس میں مشابہت بت پرستوں کی عبادت کی ہے"۔

ایضاً درمختار صـ ۶۸۳ میں مرقوم ہے۔

ذبح لقدوم الامير ونحوه كواحد من العظماء يحرم لانه اهل به لغير الله ولو وصل به ذكر اسم الله تعالى۔ — یعنی "ذبح کرنا جانور کا امیر رئیس وغیرہ بزرگوں کے آنے کے استقبال پر حرام ہے۔ کیونکہ وہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے کے حکم میں ہے اگرچہ اس پر نام اللہ کا ذبح کے وقت لیا جائے"۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

بت پرستان اگرچہ بتاں را مانند خدا و مخالف او تعالیٰ نمیدانند ولیکن آنہا مے پرستند و تعظیم مے کنند گویا مثل و مانند او میدانند و اعتقاد دارند کہ ایشاں را از عذاب خدا مے رہانند انتہی (صواعق صـ ۱۰۱) — یعنی "بت پرست لوگ اگرچہ بتوں کو مانند اللہ اور مخالف الٰہی نہیں جانتے ہیں۔ لیکن ان کو پوجتے ہیں۔ اور ان کی تعظیم کرتے ہیں گویا مثل و مانند اللہ کے جانتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ ہم کو عذاب اللہ سے رہا کر دیں گے"۔

ﮯ جیسے عبد المصطفیٰ احمد رضا وغیرہ۔

اور ملا علی قاریؒ شرح مناسک میں فرماتے ہیں۔

لا یطوف ای لا یدور حول البقعۃ الشریفۃ لان الطواف من مختصات الکعبۃ المنیفۃ فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء ولا عبرۃ بما یفعلہ الجھلۃ ولو کانوا فی صورۃ المشائخ والعلماء۔

یعنی "نہ طواف کرے گرد مزار شریف کے کیونکہ طواف کرنا خصوصیات کعبہ مکرمہ کے ساتھ ہے پس حرام ہوگا۔ گرد پھرنا قبور انبیاء اور اولیاء کے اور اس میں کچھ اعتبار نہیں ہے جاہلوں کے فعل کا اگرچہ وہ صورت میں مشائخ اور علماء معلوم ہوں۔"

اور شرح عین العلم میں فرماتے ہیں۔

لا یمس ای القبر ولا التابوت ولا الجدار فورد النھی عن مثل ذلک بقبرہ علیہ السلام فکیف بقبور سائر الانام ولا یقبل فانہ زیادۃ علی المس فھو اولی فالتقبیل مختص بالحجر الاسود وبایدی الانبیاء والعلماء والصلحاء اھ

یعنی "نہ چھوئے قبر اور نہ تابوت کو اور نہ دیوار کو کیونکہ ان کاموں کی ممانعت وارد ہوئی ہے قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پس کس طرح کسی اور کی قبروں کے لیے جائز ہو سکتا ہے اور نہ بوسہ دیوے قبر کو یہ زیادہ برا ہے چھونے سے پس بوسہ دینا تو مخصوص حجر اسود اور انبیاء اور علماء و صلحاء کے ہاتھ کے لیے ہے[1]۔"

اور شرح جامع صغیر مناوی میں مرقوم ہے۔

لا یمس القبر ولا یقبلہ فانہ عادۃ للنصاری اھ۔

یعنی "نہ چھوئے قبر کو اور نہ بوسہ دیوے اس کو کیونکہ یہ نصاریٰ کی عادت ہے۔"

اور مضمرات میں مرقوم ہے۔

لا یقبل القبور لانہ عادۃ النصاری۔ اھ

یعنی "نہ بوسہ دیوے قبروں کو کیونکہ یہ نصاریٰ کی عادت ہے۔"

اور تاتارخانیہ میں مرقوم ہے۔

ولا یقبل القبر لانہ من عادۃ النصاری اھ

یعنی "نہ بوسہ دیوے قبروں پر کیونکہ یہ نصاریٰ کی عادتوں میں سے ہے۔"

---

[1] انبیاء، علماء، اور صلحاء کے ہاتھوں کا بوسہ بطور مسئلہ شرعی ازروئے تحقیق غیر ثابت ہے۔ ع۔ ح)

حتیٰ کہ معراج الدرایہ میں مرقوم ہے۔

لوطاف حول مسجد سوی الکعبۃ الشریفۃ یخشی علیہ الکفر انتہٰی (صواعق المہیۃ صفحہ ۱۲۳)

یعنی "اگر طواف مسجد کا (بھی) سوائے کعبہ شریف کے کرے گا تو اس میں کفر کا خوف ہے"

اور فتاویٰ عالمگیری ج ۱ صفحہ ۹۶ میں مرقوم ہے۔

ولا یضع یدہ علیٰ جدار التربۃ اھ

یعنی "نہ رکھے ہاتھ دیوار مزار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر"

اور فتاویٰ عالمگیری ج ۲ صفحہ ۹۶ میں مرقوم ہے۔

شہنشاہ من خصائص اسماء اللہ واما تقبیل الارض فھو قریب من السجود اھ

یعنی "شہنشاہ منجملہ خصوصیات کے اللہ تعالیٰ کے ناموں کے ساتھ ہے۔ اور لیکن بوسہ دینا زمین کو تو سجدہ کرنے کے قریب ہے"

علیٰ ہذا رد المختار شامی شرح در مختار فقہ حنفیہ جس کی نسبت مولوی نعیم الدین فیضان رحمت صفحہ ۵۲ اور فرائد النور صفحہ ۱۸ میں لکھ چکے ہیں۔

"کہ شامی جو اہل سنت وجماعت کی بہت معتبر کتاب ہے اور علماء ہند وغیرہ کا اس کی روایتوں پر عمل ہے" "ردالمختار در مختار کا سب سے نفیس تر حاشیہ فقہ کی کمال معتبر کتاب علامہ شامی کی مصنفہ ہے"

اور خود اپنی اسی کتاب زیر بحث میں بھی متعدد مواقع میں اس کو مستند جانا ہے۔ اسی در المختار جلد ۲ صفحہ ۱۱۳ میں مرقوم ہے۔

قولہ اعلم ان النذر الذی وقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراھم وشمع الزیت ونحوھا الیٰ ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام کان یقول یا سیدی فلان ان رد غائبی او عوفی مریضی او قضیت حاجتی فلک من الذھب او الفضۃ او من الطعام او الشمع او الزیت کذا (فی بحر الرائق) لوجوہ منھا

یعنی "جان تو وہ نذر جو اموات کیلئے اکثر عوام لوگ کرتے ہیں درہم اور روشنی اور تیل اور مانند اس کے اولیاء کرام کے مزارات پران کے تقرب کے لیے لے جاتے ہیں وہ بالاجماع باطل و حرام ہے کہتے ہیں اے سید میرے فلاں اگر میرا غائب شدہ آ جاوے یا مریض اچھا ہو جاوے یا میری حاجت پوری ہو جاوے تو تمہارے لیے اتنا سونا اور اتنی چاندی اور اتنا کھانا اور چراغ اور اتنا تیل میرے ذمہ ہے۔ اسی طرح بحر الرائق میں ہے پس یہ کئی وجہ سے باطل ہے کیونکہ

انہ نذر المخلوق والنذر للمخلوق لایجوز لانہ عبادۃ و العبادۃ لاتکون لمخلوق ومنہا ان المنذور لہ میت والمیت لا یملک ومنہا انہ ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ تعالٰی واعتقادہ ذٰلک کفر ا ھ۔

یہ نذر مخلوق کے لیے اور نذر مخلوق کے لیے جائز نہیں دوم یہ عبادت ہے اور عبادت مخلوق کے لیے نہیں ہوتی۔ سوم اور جس کے لیے یہ نذر کی گئی ہے۔ وہ میت ہے اور میت کسی چیز کی مالک نہیں اور نذر کرنے والے کا گمان ہے کہ میت کو اللہ کے کاموں میں تصرّف اور اختیار حاصل ہے اور یہ اعتقاد اس کا کفر ہے "

پس الحمد للہ کتبِ احادیث، تفاسیر، شروح اور اصول و عقائد اقوال فقہاء کرام و صوفیاء عظام سے کما حقہ تقویۃ الایمان کی تائید واضح ہوگئی کہ انبیاء و اولیاء کو مشکل کے وقت پکارنا، نذر و منت ماننا، عبد النبی وغیرہم نام رکھنا، ان کے نام کی چوٹی رکھنا، بدّی پہنانا۔ ان کے نام پر جانور موسوم کرنا وغیرہم امور سب اطوار کفار و مشرکین ہے مسلمانوں میں اعتقاداً و عملاً داخل ہو گئے ہیں۔ اگرچہ انبیاء و اولیاء کو اللہ کا بندہ ہی جان کر اپنے عقیدہ میں اللہ کا عطا کردہ تصرف خیال کرتے ہوں۔ اس خیال موہوم محض بلا دلیل سے وہ شرک سے ہرگز بری نہیں ہو سکتے۔ پس اس ظلم کی بھی کوئی انتہا ہے۔ کہ افعال شرکیہ عمل میں لا کر حیلہ و بہانہ ایصالِ ثواب کا بنا کر افعال شرک میں مبتلا ہوں۔ مولوی نعیم الدین کو چاہیئے کہ اپنی مسلّمہ و مستندہ رد المختار علامہ شامی کی نقل کردہ عبارت سے اولیاء کی نذر و منت ماننے کے کفر و شرک ہونے کو دیکھ کر عوام کو شرک و کفر میں مبتلا کرنے سے باز آویں۔

ندائے غیر اللہ کی بحث

اب مولوی نعیم الدین کے معارضات تارِ عنکبوت کی مفصل حقیقت جو الکلمۃ العلیا کے ص۲۱ سے ص۶۸ تک وارد کئے گئے ہیں سنیئے۔

قولہ ص۲۱ کسی کو پکارنا شرک ہو یہ بات تو بداہۃً باطل ہے۔ ہاں بزرگانِ دین کو انبیاء و اولیاء کو وسیلہ جانتا ہے۔ اور ان کی وساطت سے بارگاہِ الٰہی میں اپنی حاجت عرض کرتا ہے اور ان کی برکت سے اپنا حل مشکلات چاہتا ہے۔ یہ کسی طرح شرک نہیں ہو سکتا۔ الخ

اقول: یہ کس قدر مضطربانہ قول ہے کہ انبیاء و اولیاء کے پکارنے کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ و وساطت کے معنی لیے جاتے ہیں۔ بے شک حل مشکلات کے لیے غائبانہ کسی کو پکارنا انواع شرک میں سے ہے جس طرح نصوصِ احادیث و اقوالِ صحیحہ ائمہ کرام سے نقل ہو چکا۔ البتہ بزرگانِ دین کی برکات

سامنے رکھ کر بارگاہ الٰہی میں عرض حاجات کرنے کو کوئی شرک[1] نہیں کہتا یہ محض سوءِ ظن ہے۔ جو شرک کو ایمان بتا کر ضال و مضل بنتے ہیں۔

قولہ ص۲۸ اللہ رب العزت تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا ـــ پارہ ۱ یعنی حضورؐ کے رونق افروز ہونے سے پہلے یہودی حضورؐ کے نام نام مبارک کے وسیلہ سے کافروں پر فتح و نصرت طلب کرتے تھے اور حضورؐ کے نام مبارک کی برکت سے اللہ تعالیٰ انہیں مہمات میں کامیاب فرماتا تھا۔

اقول۔ اس میں بھی دعا بجناب باری تعالیٰ عزاسمہ بہ برکت نام پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[2] ہے نہ کہ مشکل کے وقت کسی غیر اللہ کو پکارنا حاجات طلب کرنا منتیں مانگنا جس کو حسب نصوص کتاب اللہ

---

[1] مگر "بزرگانِ دین کی برکات سامنے رکھ کر بارگاہِ الٰہی میں عرض حاجات" خیر القرون میں ہرگز نہیں پایا گیا، کسی صحابی تابعی تبع تابعی یا امام یا محدث سے ایسا کرنا پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا پھر اس کے بدعت ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ قبولیتِ دعا کے جو اسباب شریعت محمدیہ میں بتائے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ دعا کے اول و آخر درود شریف پڑھ لیا جائے (شفاء قاضی عیاض ص۲۲۳) پھر اس سے بڑھ کر اور کسی "وسیلہ" کی کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ غیر شرعی طریقہ اختیار کیا جائے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ (متوفی ۷۲۸ھ) نے متعدد جگہ اس مسئلہ کو بالکل منقح کر دیا ہے مثلاً ملاحظہ ہو ان کی بے نظیر کتاب التوسل والوسیلہ کے متعدد مقامات۔ (ع۔ ح)

[2] بشرطیکہ اس آیت سے یہ بات ثابت ہوتی لیکن صحیح یہ ہے کہ پیش کردہ آیت کا زیرِ نزاع مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں متداول تفسیروں میں جو مطلب اس آیت کا ہے اس کی تلخیص شاہ عبدالقادر صاحب نے موضح القرآن میں فرما دی ہے کہ آنحضرت کی بعثت سے قبل مشرکوں اور یہود کی لڑائی میں یہود۔

"جب غلبہ کافروں کا دیکھتے تو دعا مانگتے کہ نبی آخر الزمان پیدا ہو جب پیدا ہوا تو آپ ہی منکر ہوئے" یستفتحون کا معنی ہے (اللہ تعالیٰ سے) فتح طلب کرتے کہ آنحضرت صلعم تشریف لائیں تو ہم ان کے ساتھ ہو کر مشرکین عرب پر فتح حاصل کریں ـــــ صحیح تفسیر آیت کی یہی ہے۔ رہی ایک روایت جس میں مروی ہے کہ "یہود" بحق محمدؐ سوال کرتے تھے تو وہ روایت کسی کام کی نہیں۔ چنانچہ مستدرک حاکم میں اس روایت کو لا کر اس کو عجیب و غریب قرار دے کر اس پر تنقید کر ڈالی ہے۔ ادت الضرورة الی اخراجه وهو غریب من حدیثه ص۲۶۳ ج۲ اس لیے کہ اس کی سند میں ایک راوی عبدالملک بن ہارون ہے جس کے متعلق حافظ ذہبی تلخیص المستدرک (ص ۲۶۳ ج ۲) میں لکھتے ہیں عبد الملک متروک هالك۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے التوسل والوسیلہ (ص ۱۰۸ ـــ ۱۱۲) میں اس سلسلہ میں سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ (ع۔ ح)

واحادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وائمہ کرام کے تقویۃ الایمان میں شرک فرمایا گیا ہے چشم بینا ہو تو فرق نظر آوے۔

قولہ ص۲۹ یہ ہے قرآن پاک کا بیان انبیاء کے پکارنے کی برکت مشکلوں میں ان کے توسل سے حاجات برآری کا ثبوت جس کو مولوی اسمٰعیل صاحب شرک کہتے ہیں۔ قرآن پاک کی تعلیم کو شرک کہنا کتنا بڑا ستم ہے۔ اس پر بھی عقل کے اندھے اس تقویۃ الایمان پر جان دیتے اور گمراہ ہوتے ہیں اگر کسی کو پکارنا شرک ہو تو دنیا میں کوئی شرک سے نہ بچے۔ ماں باپ نوکر خادم کو پکارا اور مشرک نماز پڑھی کوئی آیت آگئی جس میں غیر اللہ کو ندا ہے۔ جیسے یا ایھا الرسول۔ یا ایھا النبی۔ یا یحییٰ۔ یا موسیٰ۔ یا مریم۔ یا عیسیٰ۔ یا آدم۔ یا بنی اسرائیل۔ یا اھل الکتٰب یا ایھا الکفرون غرض یہ کہ کوئی ندا آئی کہاں کی نماز تقویۃ الایمان کے حکم سے ایمان ہی رخصت ہوا۔ قرآن پڑھنے والا مومن رہ ہی نہیں سکتا۔ الخ

اقول۔ قرآن پاک نے تو سوا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہر کسی کو اپنی مشکلات میں پکارنے نذر اور منت ماننے کو شرک فرمایا ہے۔ دیکھو سورہ جن:۔

فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا۔ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا	یعنی "پس مت پکارو اللہ کے ساتھ کسی کو۔ کہہ دو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سوائے اس کے نہیں کہ میں تو پکارتا ہوں اپنے رب کو۔ اور شریک نہیں ٹھہراتا اس کا کسی کو۔"

نیز دیکھو سورۂ احقاف:۔

قُلْ اَرَاَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ الآية	یعنی "تو کہہ بھلا دیکھو تو جس کو پکارتے ہو اللہ کے سوا دکھاؤ تو مجھ کو انہوں نے کیا بنایا زمین میں یا ان کا ساجھا ہے آسمانوں میں"

اور صحیح بخاری پارہ ۲۸ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قلت یا رسول اللہ ای الذنب اعظم قال ان تجعل للہ ندًا وهو خلقك۔ (الحدیث)	یعنی "کہا میں نے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑا کونسا گناہ ہے فرمایا یہ کہ ٹھہرا جاوے اللہ کے ساتھ شریک حالانکہ اللہ ہی نے تجھے پیدا کیا ہے۔"

قرآن پاک کی اس تعلیم کے سوا ہرگز کہیں قرآن پاک میں کسی کو پکارنے مرادیں مانگنے کا شمہ تک ذکر

نہیں۔ یہ محض کذب وافتراء اور خلق اللہ کو بعلیہ توسّل دعوت الی الشرک دے کر گمراہ ومشرک بنانا ہے
اور ماں باپ، نوکر و خادم کو پکارنے کا قیاس اللہ کے مانند پکارنے پر قیاس باطل اور مردود ہے۔
قرآن کریم میں انبیاء علیہم السلام وغیرہم کو خطاب کا یہی جواب ہے کہ یہ حق تعالیٰ کا کلام دوسروں کے
لیے بطور نقل کے ہے نہ کہ خود ان کو غائبانہ اپنی حاجات میں پکارنا اور ان کا پکار کو سن لینا۔

تشہد میں ایہا النبیؐ الخ کی بحث

قولہ صث۳۔ نماز میں جب قعدہ کے لیے بیٹھا اور تشہد میں پڑھا السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور حضور کے نام کو پکارا اور حاضر کے صیغہ سے خطاب کر کے اللہ کی عبادت نماز کے حریم میں صلوٰۃ وسلام عرض کیا تو آپ پوچھو مولوی اسمٰعیل صاحب سے کیسا ڈبل شرک ہُوا۔ ایک تو غیر خدا کا پکارنا اور وہ بھی نماز میں تو تقویۃ الایمان کے حساب سے ہر نمازی مشرک اور شرک عبادت میں داخل لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پھر یہ ندا بھی محض حکایۃً نہیں بلکہ انشاء ہے اس میں حضور پر عرض مقصود ہے الخ

اقول۔ التحیات نماز میں صیغہ خطاب السلام علیک ایہا النبی منصوص بالاحادیث مطابق اخبار واقعہ معراج حکایۃً اور مقصود اس میں درود وسلام کا حق تعالیٰ کے حضور میں بھیجنا ہے نہ کہ خود انبیاء اولیاء کو غائبانہ پکارنا جس طرح مولوی نعیم الدین کا زعم اور قیاس ہے۔ کیونکہ درود وسلام میں لفظ خطاب خاص انبیاء علیہم السلام کے لیے مخصوص ہے کہ فرشتے پہنچاتے ہیں چنانچہ قاضی عیاض رح الشفاء مطبوعہ صدیقی بریلی ص۲۲۳ میں روایت فرماتے ہیں۔

وذکر ابو بکر بن ابی شیبۃ عن ابی هریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا بلغتہ اھ	یعنی "ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مجھ پر درود پڑھے گا میری قبر پر تو مجھے سنایا جائے گا اور جو درود پڑھے گا مجھ پر دور کہیں سے تو مجھے پہنچایا جائے گا۔"

اسی طرح فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۱۱ ص۲۷۹ میں روایت ہے۔ معہذا بعد وفات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے صیغہ خطاب کو بوجہ توہم امکان لغزش ذریعہ فساد اعتقاد عوام کے بدل دیا تھا۔ چنانچہ صحیح بخاری پارہ ۲۵ کے آخری باب میں حضرت عبداللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کہ ہم حسب تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی حیات میں نماز کے اندر التحیات میں السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ پڑھا کرتے تھے۔

فلما قبض قلنا السّلام على یعنی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

"پس جب آپ کی وفات ہوگئی تو ہم بجائے ایہا النبی کے السّلام علی النبی کہا کرتے تھے"

فتح الباری صفحہ ۲۵۰ ج ۵ شرح صحیح بخاری (مسلمہ مولوی نعیم الدین) میں مرقوم ہے۔

فظاهرها انهم كانوا يقولون السلام عليك ايها النبی بکاف الخطاب فی حياة النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما مات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ترکوا الخطاب وذکروہ بلفظ الغیبۃ فصاروا یقولون السّلام علی النبی۔

یعنی" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ایہا النبی خطاب کے لفظ سے پڑھا کرتے تھے پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی تو لفظ خطاب کو چھوڑ دیا۔ اور پڑھنے لگے لفظ غیبت کا یلا خطاب کے السّلام علی النبی"

ایضاً پارہ ۴ صفحہ ۴۳ میں مرقوم ہے۔

دل على ان الخطاب فی السّلام بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم غیر واجب فیقال السّلام علی النبی قلت قد صح بلاریب وقد وجدت لہ متابعا قویا قال عبد الرزاق اخبرنا ابن جریج اخبرنی عطاء ان الصحابة كانوا يقولون والنبی صلی اللہ علیہ وسلم حی السّلام علیک ایہا النبی فلما مات قالوا السّلام علی النبی وهذا اسناد صحیح انتهی وقال قبل هذا فی ص۲۰ فان قیل کیف شرع هذا اللفظ وهو خطاب بشر مع كونه منهيا عنه فی الصلوٰة فالجواب ان ذلك من خصائصه صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی" اس میں دلالت ہے اس امر کی خطاب سلام میں بعد زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واجب نہیں ہے اسی وجہ سے السلام علی النبی بلا خطاب کے لفظ سے کہتے لگے میں کہتا ہوں بلا شبہ یہ امر صحت کو پہنچا ہے جس کا قوی متابع بھی مل گیا ہے چنانچہ مسند عبد الرزاق میں ہے عبد الرزاق نے ہمیں عطاء سے خبر دی ہے۔ کہ صحابہ پڑھا کرتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں بلفظ خطاب ایہا النبی پس جب آپ نے وفات پائی تو پڑھتے تھے بلا لفظ خطاب کے السلام علی النبی۔ اور یہ سند صحیح سے ثابت ہے" انتہی" اگر کہا جائے یہ لفظ خطاب کیونکر درست ہے۔ حالانکہ نماز میں خطاب بشر کے لیے منع ہے تو جواب یہ ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہے"

اور موطا امام مالک ص۳۱ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

عن نافع ان عبد الله بن عمر كان يتشهد فيقول السلام على النبي ورحمة الله وبركاته فاذا قضى تشهده واراد ان يسلم قال السلام على النبي ورحمة الله وبركاته اه ملخصاً۔

یعنی "حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ جب التحیات پڑھا کرتے تھے تو کہتے تھے السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (بلا لفظ خطاب کے) پس جس وقت ختم کر چکتے اور ارادہ سلام پھیرنے کا کرتے تو کہتے السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"

اور شفا امام قاضی عیاضؒ (مستند مولوی نعیم الدین ص۲۲۷ میں ہے۔

وفی تشهد علی رضی الله عنه السلام علی نبی الله السلام علی انبیاء الله ورسله السلام علی رسول الله السلام علی محمد بن عبد الله اه

یعنی "حضرت علی رضی اللہ عنہ التحیات میں السلام علی نبی اللہ السلام علی انبیاء اللہ ورسلہ السلام علی رسول اللہ السلام علی محمد بن عبداللہ کہا کرتے تھے (بلا لفظ خطاب کے)"

اور خود شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ مدارج النبوۃ جلد اول ص۱۴۱ میں اس کی تشریح فرماتے ہیں۔

ودر خطاب السلام علیک ایہا النبی دو سوال کردہ اند یکے آنکہ خطاب کردن بہ بشر در نماز منہی عنہ است ومفسد اوست وجواب دادہ آند کہ از خصائص اوست صلی اللہ علیہ وسلم ودر حقیقۃ این دعائے ست در نماز اگرچہ بصیغہ خطابست وچون دراصل کہ قصہ معراج است این چنین واقع است ہم چنین نگاہداشتہ شد وباین تقریر حاصل شد جواب از سوال دیگر کہ میگویند چیست حکمت در عدول از غیبت بخطاب باآنکہ مقتضائے سیاق لفظ غیب است چنانکہ گویند التحیات للہ والصلوات والسلام علی النبی والسلام علینا وعلی عباد

یعنی "لفظ السلام علیک ایہا النبی میں دو سوال کئے گئے ہیں ایک یہ کہ خطاب کرنا بشر کو نماز میں منع اور موجب فاسد ہونے نماز کا ہے اور جواب دیا گیا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے منجملہ خصائص کے ہے اور درحقیقت یہ دعا ہے نماز میں اگرچہ بلفظ خطاب کے ساتھ ہے کیونکہ دراصل قصہ معراج اسی طرح واقعہ ہوا ہے اسی طرح قائم رہا اور اس تقریر سے دوسرے سوال کا بھی جواب حاصل ہو گیا کہ کہتے ہیں کیا حکمت ہے عدول کرنے میں لفظ غیبت سے خطاب کی طرف کیونکہ مقتضائے سیاق لفظ غیب ہے۔ جس طرح کہتے ہیں التحیات الخ یعنی قائم رکھتے ہیں اسی لفظ کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آیا ہے اور جس کی تعلیم

اللہ الصالحین یعنی نگاہ داشتند لفظے را
کہ از رسول خدا آمدہ تعلیم کردہ مر صحابہ را
و صاحب مواہب لدنیہ بطریقہ اہل معرفت
گفتہ کہ مصلیان چوں بالتحیات استفتاح
باب ملکوت کردند اذن کردہ شد مر ایشاں
را بدخول در حریم حرمت عزت آلٰہی تبارک
و تعالیٰ۔ پس روشن گشت دیدہ بصیرت
ایشاں و آگاہ شدند دریافتند کہ آں
بوساطہ نبی الرحمۃ و برکت متابعہ
اوست پس حاضر یافتند حبیب را در
حرم حبیب پس اقبال کردند بروے و
گفتند السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ
و برکاتہ' اھ۔ و کرمانی در شرح بخاری
گفتہ کہ ایں در زمان حضور و حیات آں
سرور بود صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ بعد
ازاں ایں چنیں سلام مے فرستادند کہ السلام
علی النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ'۔

کی گئی صحابہ کو۔ اور صاحب مواہب لدنیہ
نے بطریق اہل معرفت کہا ہے۔ کہ نماز میں
جو التحیات میں باب ملکوت کا افتتاح کرتے
ہیں۔ تو ان کو اجازت عطا ہوتی ہے۔ داخل
ہونے حریم عزت گاہ الٰہی تبارک و تعالیٰ
میں پس روشن ہو جاتی ہے دیدۂ بصیرت
ان کی اور آگاہ ہو جاتے ہیں اور
پاتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی وساطت اور آپ کی تابعداری کی
برکت سے پس حاضر پاتے ہیں حبیب کو
حرم حبیب میں پس سبقت کر کے کہتے ہیں السلام
علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ' انتہی۔
اور کرمانی شرح صحیح بخاری میں کہتے ہیں کہ یہ
بزمانہ حیات حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
میں تھا۔ اور صحابہ بعد آپ کے اس طرح
سلام پہنچاتے تھے۔ السلام علی النبی و رحمۃ
اللہ و برکاتہ' بلا لفظ خطاب کہے؟

نیز مدارج النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۱ میں مرقوم ہے۔

و اگر مراد ایں دارند کہ خطاب آنحضرت
باوجود غیبت از خصائص است
نیز وجہے وارد وجہ ایں میگویند کہ
چوں در اصل شب معراج درود
بصیغہ خطاب بود کہ از جانب
رب العزت سلام آمد بہ حضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بعد ازاں ہمیں صیغہ گذاشتند

یعنی" جو یہ مراد رکھیں کہ لفظ خطاب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے باوجود آپ کی غیبت کے
آپ کے لیے مخصوصات میں سے ہے تو وجہ رکھتا
ہے اور اس کی وجہ میں کہتے ہیں۔ کہ چونکہ دراصل
شب معراج میں لفظِ خطاب وارد ہوا ہے کہ
حق تعالیٰ رب العزت کی طرف سے حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم پر سلام آیا بعد اسکے یہی لفظِ خطاب قائم رہا

وودر کرمانی شرح صحیح بخاری گفتہ است کہ صحابہ بعد از فوت حضرت السّلام علی النبی میگفتند نہ بصیغۂ خطاب واللہ اعلم۔

اور کرمانی شرح صحیح بخاری میں کہا ہے۔ کہ صحابہ بعد وفات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے السلام علی النبی کہتے تھے۔ نہ بلفظ خطاب کے واللہ اعلم"

نیز مدارج النبوۃ جلد ا ص۳۲۹ و ص۳۷۷ میں مرقوم ہے۔

شیخ ابو محمد جوینی کہ والد امام الحرمین است گفتہ است کہ سلام بمعنی صلوٰۃ است پس استعمال کردہ نشود در غائب و افراد کردہ نشود در غیر انبیاء و اما حاضر خطاب کردہ شود بآن و گفتہ شود السّلام علیکم و علیکم السّلام و گفتہ است کہ ایں امر مجمع علیہا است و گفتہ اند کہ ایں طریق اسلم و اقرب است باحتیاط در رعایت ادب بجناب نبوت اھ

یعنی "شیخ ابو محمد جوینی والد امام الحرمین نے فرمایا ہے کہ سلام بمعنی درود کے ہے پس اس کا استعمال نہ کیا جاوے غائب پر اور تنہا بھی نہ کیا جاوے سوائے انبیاء علیہم السّلام کے لیکن حاضر کو خطاب کیا جائے اور کہا جائے السّلام علیکم و علیکم السّلام اور کہا ہے کہ یہ امر مجمع علیہ ہے اور کہتے ہیں کہ یہ طریقہ اسلم اور اقرب ہے۔ از روئے احتیاط اور ادب کے بجناب نبوت علیہ الصّلوٰۃ والسلام میں"

پس جب کہ حسب احادیث صحیحہ و اقوال صحابہ کرام اور ائمہ دین مستندین رضی اللہ عنہم کے درود و سلام کا انبیاء علیہم السلام کو پہنچایا جانا خواہ بضمن خطاب جس طرح التحیات میں واقعہ معراج کی حکایت اور مراسلات و خطوط میں باہم کلام چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۲۵ ص۲۳۲ میں روایت ہے

ومن طریق زید بن ثابت انہ کتب الی معاویۃ السّلام علیک یا امیر المؤمنین و رحمۃ اللہ وبرکاتہ ... خواہ بلا لفظ خطاب جس طرح حضرات اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کا بوجہ اندیشہ لسد ذریعہ موہم شرک خطاب کا ترک فرما دینا ثابت ہو چکا تو پھر سوائے حق تعالیٰ کے کسی غائب کو حقیقۃً ندا کرنا، حل مشکلات کے لیے پکارنا، حاضر و ناظر جاننا، نصوص صحیحہ کا مقابلہ کر کے کلام مرفاء اہل کشف سے بحوالہ درمختار اشعۃ اللمعات۔ احیاء العلوم وغیرہ سے ص میں حجت استدلال لانا محض باطل و قیاس فاسد ہے۔ چنانچہ لفظ درمختار کا نہ جس کا ترجمہ خود مولوی نعیم الدین نے ص میں گو یا کا کیا ہے۔ اس پر قطعی الدلالت ہے کہ حقیقۃً خطاب و ندا مراد نہیں بلکہ لفظ خطاب و غیر خطاب سے درود و سلام کا پہنچایا جانا ہی ہے۔ نہ کہ خود ان کو سنانا۔ اور عارفین کے حالات مشاہدۂ حضوری سے قیاساً استدلال کر کے عوام کو فریب دینا اور گمراہ کرنا ہے۔ ع

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر   گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

پھر جبکہ لفظ خطاب کو خود حضرات صحابہ ہی ترک فرما چکے تو پھر محض کسی غیر صحابی کا کلام صحابہ کے اقوال و افعال پر کیونکر مقدم ہو سکتا ہے۔ کیا مولوی نعیم الدین کو خود اپنا لکھا شرکیات کے نشہ میں فراموش ہو گیا۔ چنانچہ فرائد النور کے صلا میں خود لکھ چکے ہیں۔ کہ اصول حنفیہ میں مقرر ہو چکا ہے کہ تاویل صحابی تمام تاویلات پر مرجح ہے۔

پس یہ ہے حقیقت خطاب التحیات کی مثل روز روشن کے جس پر فریبانہ ظلمات و شرکیات کا نقاب ڈال کر عبارات علماء کو کاٹ چھانٹ کر خلق اللہ کو برگشتہ کیا جاتا ہے استغفر اللہ۔

عبارت "صراطِ مستقیم" کی بحث

قولہ ص۳۲ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی توان عبارتوں سے بھنک جاتے ہیں۔ انہیں تو تمام دنیا میں شرک ہی نظر آتا ہے۔ ان کے مخالف قرآن و حدیث عقیدہ پر تو نماز بھی شرک اور سارے نمازی مشرک اس عقیدہ ناپاک پر لعنت اسی چلن میں تو مولوی اسمٰعیل صاحب نے صراط مستقیم میں وہ کفری قول لکھا جس سے مومن کا رواں رواں کانپ جاتا ہے۔ اس کی عبارت یہ ہے: "و صرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خر خود است کہ خیال آں با تعظیم و اجلال بسویدائے دل انسان مے چسپد بخلاف خیال گاؤ خر" لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ صراط المستقیم ص۹۵ مطبوعہ ضیائی۔ نماز میں حضور پر نور علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف خیال لے جاتے کو اس ناپاک نے گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر بنایا ہے۔ اس بے دین کو یہ نہ سوجھا کہ خیال کیسے نہ آئے گا۔ تشہد میں تو حضور پر عرض سلام کی تعلیم ہے عظمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی ہے تو بیدین نماز چھوڑے اور نماز کیا اس نے دین ہی ترک کیا۔ دیندار اور بددین میں یہ فرق ہے۔ جو مولوی اسمٰعیل صاحب کی عبارت اور امام حجۃ الاسلام غزالی اور حضرت شیخ عبد الحق محدث رحمۃ اللہ علیہما کی عبارتوں میں ظاہر ہے۔ آپ کو صاحب تقویۃ الایمان کی شقاوت و سیہ باطنی کا تو پتہ چلا۔ الخ ملخصاً۔

اقول۔ الحمد للہ۔ مولانا شہید مرحوم اور امام غزالی و شیخ عبد الحق وغیرہم اکابر رحمہم اللہ کے اقوال در بارہ امور شرکیہ ندا، غیر اللہ کے حاضر و ناظر جاننے کا متحد اور موافق ہونا اہل انصاف پر واضح ہو چکا۔ اس پر بھی اہل اللہ کو مورد لعنت بنانا مورد لعنت بنانا ہے نیز صراط مستقیم کے متعلق جس کو اتنی بھی تمیز اور خبر نہ ہو کہ کس قدر حصہ مولانا شہید مرحوم کا اور کس قدر دوسرے مؤلف رحمہ اللہ کا ہے اور اتہام پر کمر باندھے

لہ "گاؤ خر" یہ ترجمہ کیا صحیح بھی ہے؟ (ع - ح)

کس درجہ ظلم وسفاہت ہے۔ ناظرین اہلِ دیانت پر واضح ہو کہ مولانا شہید مرحوم خطبۂ صراط مستقیم ص۲ میں فرماتے ہیں کہ "اس کتاب کا باب ثانی اور ثالث (از ص۴۹ سے ص۱۵۴) مولانا عبدالحی ادام اللہ برکاتہٗ (دہلوی) کا تحریر کردہ ہے اور مقدمہ مع فصول و ہدایت و تمہیدات (از ص۵ ۔ ص۴۸) اور باب چہارم وخاتمہ (از ص۱۵۵ ۔ ص۱۷۸) آخر کتاب تک میرا (شہید مرحوم کا) مرتب کیا ہوا ہے۔" اب للہ انصاف کرو کہ یہ عبارت ص۹۵ کی نسبت کردہ مولانا شہید مرحوم کی طرف کس قدر افتراء اور بہتان بندی ہے جس کا ایک حرف بھی قطعاً ویقیناً ہرگز ہرگز صحیح نہیں ہے۔ کیا اسی کا نام دیانت ہے کہ کسی کا کام اور کسی کے ذمہ لگا دیا جائے۔ پس یہ سراسر بددیانتی دھوکہ دہی فریب کاری اور صریح خیانت ہے جس کے وبال وجرم میں مولانا شہید مرحوم کا معاند و لعنت کنندہ مبتلا برآثام دنیا و آخرت میں ہوگا۔ پھر درصورت تسلیم صحت مضمون کے جواب یہ ہے۔ کہ نماز کا جزاعظم حضورِ قلب حسب حدیث[1] لا صلوٰۃ الا بحضور القلب۔ الحدیث، ، اور ماسوائے الی اللہ تعالیٰ سے منقطع ہو جانا جو مقصود الی اللہ تعالیٰ ہے جس کے قلب میں جس قدر وساوس و خیالات برخلاف حضوری حق تعالیٰ حائل ہوں گے خواہ ان کو قلب میں جگہ دے یا نہ دے اسی قدر تفاوت سے نماز میں نقصان ہوگا۔ خواہ درجہ شرک کا ہو خواہ گناہ کا پس اس عبارت کا اول آخر چھوڑ کر عوام کو دھوکہ میں ڈالنا صریح خیانت ہے۔ چنانچہ ص۹۴ صراط مستقیم سے امورِ خلل اندازیٔ نماز مع اس کے علاج کے مفصل مرقوم ہیں (ترجمہ) "نفس وشیطان کہ مقصود اصلی اس رجیم کا انکار اور کفر کرا دینا ہے۔ اگر بفضلہ تعالیٰ اس میں وہ کامیاب نہ ہو۔ تو آہستہ آہستہ خیال گاؤ خر میں مبتلا کر دیتا ہے حسب مقولہ مثنوی مولانا روم رحمہ اللہ۔ برزبان تسبیح و در دل گاؤ خر؛ گاؤ خر تو تمثیل ہے جو کچھ سوائے حق کے ہے سب مانند گاؤ خر کے ہے بلکہ زیادہ تر گاؤ خر کے خیال سے خلل انداز ہے۔ یہ نہیں کہ ظاہر ہو جانا مسائل کا نماز میں اور کشف، ارواح اور ملائکہ کا قبیح اور برا ہے بلکہ اپنے قصد اور پوری ہمت سے اس طرف متوجہ ہو جانا خلوص کے مخالف ہے۔ مگر کشف ہو جانا باعث خلعت فاخرہ کا ہے۔ کہ مخلصان مستغرق حق کو بسبب وفور اپنی عنایات کے نوازا جاتا ہے کہ ایسے لوگوں کے حق میں باعث کمال کا ہے۔ کہ ان کی نماز اس درجہ عبادت کو پہنچی ہے جس کا ثمرہ ان پر واضح ہو گیا۔ جو دعا اور حاجات ذاتِ صمدیت کے حضور میں بسبب انحصار اعتقاد کے ایسے نمازی باکمال سے عین نماز میں صادر ہوتی ہے باعث کمال نماز کا ہے۔ اور جو وسوسہ نفس کے مشوروں سے ہوتے ہیں وہ قبیح باعث نقصان نماز ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نماز میں تدبیر سامان لشکر کرنا اور خضر علیہ السلام کا کشتی کو توڑنا لڑکے بے گناہ کو مار ڈالنا موجب ثوابِ عظیم تھا۔ جناب

---

[1] حدیث کی کسی کتاب میں یہ روایت نہیں مل سکی (ع ، ح)

فاروق کا وہ مرتبہ تھا۔ کہ سامان لشکران کی نماز میں خلل انداز نہ ہوا۔ بلکہ منجملہ کمالات نماز کے ہو گیا۔ کیونکہ اس کی تدبیر حضرتِ حق تعالیٰ کی طرف سے ان کے دل میں الہام ہوئی تھی۔ برخلاف اس کے جو خود متوجہ تدبیرِ امور ہو یا دہ جس پر وہ مقام منکشف ہو جائے۔ اس واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مغرور ہو کر اپنی نماز برباد نہ کرنا چاہیئے۔ پس بمقتضائے درجات برائیوں کے زنا کے وسوسہ سے اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کا خیال بہتر ہے اور صرف ہمت یعنی متوجہ ہو جانا اپنے شیخ یا کسی معظم کی طرف گو جناب رسالت مآب ہی ہوں بیز زیادہ تر برا ہے نقصان پہنچانے میں بہ نسبت مستغرق ہو جانے خیال گاؤ خر میں۔ کیونکہ خیال معظمین کی بڑائی کا انسان کے اندرونِ دل میں جگہ پکڑے گا۔ اور اس درجہ کی تعظیم اور بڑائی جو غیر حق تعالیٰ اپنے معظّمین کی نماز میں مقصود ہوگی۔ شرک تک پہنچا وے گی۔ بالجملہ منظور وسوسوں اور مراتب کے فرق کا بیان کرنا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ آگاہ ہو انتہیٰ ملخصاً صہ۸۶ (اردو)

اس عبارت مذکورہ صراطِ مستقیم میں بلا اپنے قصد کے نمازی کو خلوص و استغراق کے برکت سے منجانب اللہ کشف ارواح و ملائیکہ ہو جانے کو خلعت فاخرہ وباعث کمال نواز اجانا بتایا گیا ہے۔ اور نفس و شیطان کے مشوروں میں پھنس جانے کو باعث قباحت و نقصان کا بتایا گیا مثلاً وسوسہ زنا سے بیوی کی صحبت کا خیال آنا اگرچہ دونوں برے ہیں مگر فرق ہے۔ اسی طرح اپنے شیخ یا کسی بزرگ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بالقصد ہمہ تن مصروف ہو جانا زیادہ برا ہے بہ نسبت خیال گاؤ خر وغیرہ وساوس دنیوی میں ڈوب جانے سے۔ اگرچہ دونوں برے ہیں مگر فرق ہے اور وجہ فرق یہ ہے۔ کہ بزرگوں کے خیال میں مصروف ہو جانا بمظنۂ تعظیم نماز میں درجہ شرک تک پہنچا دے گا۔ اور گاؤ خر وغیرہم کے خیالات سے بجز کراہت و نفرت کے ان چیزوں کی کچھ عزّت و وقعت دل میں نہیں آسکتی تو یہ کراہت و نفرت بہ نسبت تصوراتِ شیخ و معظم وغیرہم کی تعظیم سے نماز میں اچھا ہے۔ اگرچہ برے دونوں ہیں مگر فرق ہے۔ پس از روئے غور و انصاف کیا کلام ہو سکتا ہے خود مولوی نعیم الدین نے خیال لے جانے کا لفظ ذکر کیا ہے۔ جو بالقصد ہونے پر دلیل روشن ہے۔ اور تشہد میں بجناب باری تعالیٰ کے عرض سلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم آجانے کا ذکر کیا ہے۔ کیا خیال لے جانا اور خیال آجانے میں فرق نہیں ہے۔ حالانکہ خیال لے جانا مذموم اور خیال آجانا خصوصاً عارفین پر کشف ہو جانا محل تشہد میں بوجہ استغراق درود و سلام اور استغفار والدین وغیرہم میں بالنجاء باری تعالیٰ حسب مرقوم مرخود صراطِ مستقیم باعثِ خلعت فاخرہ اور موجب تکمیلِ نماز منجانب اللہ مرقوم ہے پس اگر اہل اللہ سے عداوت نہ ہو۔ اور دیدہ حق بیں ہو تو قدر اس عبارت اساسِ توحید اور نسبت حب انبیاء و اولیاء کی معلوم ہو۔ مگر ؎

گر نہ بیند بروز شپرۂ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ (مستند مولوی نعیم الدین) مدارج النبوۃ جلد اصـ۴۷۸ میں فرماتے ہیں۔

چوں مشتغل شد انسان بعبادات منکشف میگردد بروئے اضوار عالم ربوبیت وچوں حاصل شد ایں انکشاف گشت دنیا بکلیت حقیر در نظر وے وچوں حقیر نمود سبک و آسان شد بردل فقدان ووجدان آن۔

یعنی "جو انسان عبادات میں ہمہ تن مشغول ہو گیا منکشف ہو جاتے ہیں اس پر انوار عالم ربوبیت کے اور جو اس پر انکشاف حاصل ہو گیا۔ تو دنیا بالکل اس کی نظر میں حقیر ہو جاتی ہے اور جب دنیا حقیر ہو گئی تو اس کے دل میں ہلکا پن اور آسانی وجدانی طور پر ہو جاتی ہے"

نیز مدارج النبوۃ صـ۱۴۱ میں فرماتے ہیں۔

دریں جا معلوم شد کہ مذموم خاطر ردیہ است کہ نہ از قبیل عبادات وطاعات باشد۔

یعنی "اس جگہ معلوم ہوا کہ قابل مذمت خیالات ناقصہ ردیہ ہیں کہ جو منجملہ عبادات اور طاعات میں نہیں ہیں"

نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اخبار الاخیار صـ۶۵ میں فرماتے ہیں۔

تاہمہ دنیا و بزرگی ہائے آں در نظر او خاک بود واہل آن در دل بے زبان او سنگے نمایند۔

یعنی "یہاں تک کہ تمام دنیا اور اس کی خوبیاں بڑائیاں اس کی نظر میں خاک ہو جائیں اور اہل دنیا اس کے دل میں بے زبان پتھر معلوم ہونے لگیں۔

ایضاً صـ۱۰۸ میں فرماتے ہیں۔

حاصل مجاہدہ صرف القلب من التفات الی غیر اللہ والاستغراق فی طاعۃ اللہ

یعنی "حاصل مجاہدہ کا پھیرنا قلب کو التفات غیر اللہ سے اور مستغرق ہو جانا اللہ کی طاعت میں ہے"

ایضاً صـ۱۰۸ میں فرماتے ہیں۔

ہر چہ نظر در غیر است شرک است عزیز من ہر کہ ترا از کار خدائی باز دارد دشمن تست و قول دشمن در گوش نیا بد کرد وخود را مردہ انگارد و خلق را سنگ وکلوخ شمارد و حقیقت بداند کہ لا یملکون لا نفسھم ضرا ولا نفعا و لا یملکون موتا ولا حیاۃ ولا نشورا وکسے کہ چنیں بود بد بگر چہ نفع و

یعنی "نظر میں جو چیز غیر ہے شرک ہے۔ اے عزیز من جو چیز تجھ کو کار اللہ سے باز رکھے تیرے حق میں دشمن ہے اور دشمن کی بات کو دھیان نہ کرنا چاہیئے۔ اور اپنے آپ کو مردوں میں جانے اور خلق کو پتھر اور ڈھیلے شمار کرے اور حقیقۃ جانے کہ مالک نہیں ہیں اپنے نفسوں کے نقصان اور نفع کے۔ اور نہ موت وحیات کے۔ اور جو ایسا ہو تو دوسرے دل کو کیا نفع اور نقصان پہنچا

حضرت تواند رسانید۔ — سکتا ہے۔"

ایضاً ص۱۹۱ میں فرماتے ہیں۔

نگہبانی دل کند و دل را متوجہ بحق دارد و ہر چیز غیر حق است اورا باطن جائے ندہد۔

یعنی "اپنے دل کی نگہبانی کرے اور دل کو حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھے اور جو چیز سوائے حق کے ہے اس کو اپنے باطن میں جگہ نہ دے"

اور مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (استاذ مولوی نعیم الدین) تفسیر فتح العزیز جلد اول ص۲۱۲ میں فرماتے ہیں۔

چوں عظمت و جلال من در دلہائے شما ار کند دیگر در دل و چشم شما مخلوقات را قدرے و وقعتے نماند زیرا کہ ملاحظ مخلوقات و پاس آنہا از تقصیر در تعظیم خالق ناشی مے شد چنانچہ حضرت امیر المومنین مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ فرمودہ اند عظم الخالق عندک یصغر المخلوق فی عینک اھ

یعنی "جبکہ خالق کی عظمت تمہارے دلوں میں جگہ پکڑ گئی تو اور مخلوقات کی تمہاری نظروں میں کوئی وقعت نہ رہے گی کیونکہ مخلوقات پر نظر اور خیال و پاس کرنے سے تعظیم خالق میں قصور ہو گا۔ چنانچہ امیر المومنین مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے۔ کہ خالق کی عظمت و بڑائی سے تیری نظر میں تمام مخلوقات کمتر و حقیر معلوم ہوگی۔"

ایضاً ص۲۶۳ میں فرماتے ہیں۔

باستغراق در نماز انتہا باید برد کہ از وساوس عقل و وہم بے خبر مے سازد و روح را بلذات حضور پر مے کند تا بحدیکہ گنجائش ہیچ خطرہ و خیال دران نے ماند۔

یعنی "نماز میں کمال استغراق کے ساتھ انتہا کرنی چاہیے کہ عقل و وہم کے وسوسوں سے بے خبر کر دے اور روح کو حضوری کی لذتوں سے پُر کر دے یہاں تک کہ گنجائش کسی خطرہ اور خیال کی اس میں نہیں رہے۔"

ایضاً ص۲۸۹ میں فرماتے ہیں۔

اہل تحقیق گفتہ اند کہ ہر قوم را گوسالہ البیت کہ در پرستش او مشغول اند گو بظاہر خود را مسلمان و دیندار پندار ندا ھ

یعنی "اہل تحقیق نے فرمایا ہے کہ ہر قوم کے لیے ایک ایک گوسالہ یعنی گائے کا بچھڑا ہے کہ اس کی پوجا میں مشغول ہیں گو بظاہر اپنے آپ کو مسلمان اور دیندار جانتے ہیں۔"

.....

ایضاً ص۴۴۲ میں فرماتے ہیں۔

وابن مبارک در کتاب الزہد خود بروایت ابن شہاب آوردہ اند کہ آنحضرت روزے در شب مہتاب بسوئے مصلیٰ مے رفتند کہ ناگاہ حضرت جبرئیل در نہایت لمعان و درخشندگی ظاہر شدند آں حضرت بے ہوش افتادند چوں بخود آمدند دیدند کہ حضرت جبرئیل سر آں حضرت را بر سینہ خود گرفتہ و یکدست خود را بر سینہ مبارک آں حضرت نہادہ و دست دوم را در میان شانہ آنحضرت گذاشتہ اند وی پرسند شمارا چہ شد کہ بے ہوش شدید آں حضرت فرمودند کہ من ہرگز گمان نداشتم کہ چیزے از مخلوقات ایں نور و شعشعان ہم داشتہ باشد حضرت جبرئیل فرمودند کہ اگر شما اسرافیل را بہ بینید یک پر در مشرق است و یک پر در مغرب و عرش بر دوش اوست۔ خیلے تعجب کنید و باوصف ایں ہمہ طول و عرض جثہ در بعض احیان بسبب تجلی عظمت الٰہی گنجیدہ مانند گنجشک خورد میشود۔

یعنی" عبداللہ بن مبارک کتاب الزہد میں ابن شہاب زہری سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن چاندنی شب میں مصلے کی طرف جاتے تھے کہ دفعۃً حضرت جبرئیل علیہ السلام نہایت چمک دمک کے ساتھ ظاہر ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیہوش ہو کر گر پڑے جب ہوش ہوا دیکھا کہ حضرت جبرئیل سر آپ کا اپنے سینہ پر رکھے ہوئے ہیں اور ایک ہاتھ اپنا سینہ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رکھا ہوا ہے اور دوسرا ہاتھ درمیان دونوں شانوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رکھے ہوئے ہیں اور دریافت کرتے ہیں تم کو کیا ہوا کہ بے ہوش ہو گئے۔ آپ نے فرمایا میں ہرگز گمان نہیں کرتا تھا کہ کسی مخلوق میں ایسی چمک ہو گی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم اسرافیل کو دیکھو ایک پر مشرق میں اور ایک پر مغرب میں اور عرش شانہ کے اوپر اٹھائے ہوئے ہیں بہت تعجب کرو۔ اور باوجود اس طول و عرض جثہ کے بعض وقت بسبب تجلی عظمت الٰہی کے سکڑ کر چھوٹی چڑیا کے مانند ہو جاتے ہیں۔"

اس موقعہ پر ایک نظر فتح الباری کی اس عبارت پر ڈال لی جائے جس کا ذکر اوپر صفحہ ۳۵ پر آ چکا ہے مطلب جس کا یہ ہے کہ حیوانات و جمادات کی عبادت کا خیال نہیں ہوتا برخلاف انسان کے اوصاف اور اس کے آلام کے کہ اس کو معبود بنا لیا جاتا ہے اور اس سے درجہ شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور کبیری شرح منیۃ المصلی رفقہ حنفی (صفحہ ۲۲۲ میں مرقوم ہے

روی البخاری عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الالتفات فی الصلوٰۃ فقال ھو اختلاس یختلسہ

عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا سے بخاری میں روایت ہے۔ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں التفات کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا کہ بندہ کی نماز میں شیطان وسوسہ ڈالتا ہے۔ نیز فرمایا

الشیطان من صلوٰۃ العبد وقال علیه السلام لا یزال الله مقبلا علی العبد وهو فی الصلوٰۃ مالم یلتفت فاذا التفت اعرض عنه رواه ابوداؤد والنسائی وعن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یا بُنَیَّ ایاك والالتفات فی الصلوٰۃ فان الالتفات فی الصلوٰۃ هلکة اهـ۔

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سوائے اس کے کہ نہیں اللہ بندے کے سامنے ہوتا ہے جس وقت وہ نماز میں ہوتا ہے جب تک وہ التفات نہیں کرتا جب وہ التفات کرتا ہے تو اس سے اعراض کرلیتا ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی نے اور روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نیز فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے بیٹے نماز میں التفات سے بچو، کیونکہ التفات نماز میں ہلاکت ہے۔"

نیز صـ۲۱ میں مرقوم ہے۔

لو التفت مناجیه حال مناجاته الی الغیر لاشتد غضبه علیه وقد روی ان الله تعالی اوحی الی موسی علیه السلام یا موسیٰ اذا ذکرتنی فاذکرنی وانت تنتفض اعضاؤك وکن عند ذکری خاشعا مطمئنا واذا ذکرتنی فاجعل لسانك من وراء قلبك واذا قمت بین یدی فقم قیام العبد الذلیل وناجنی بقلب وجل ولسان صادق قال الامام الغزالی لا تسجد ولا ترکع الا وقلبك خاشع ومتواضع علی موافقة ظاهرك فان المراد خضوع القلب لا خضوع البدن ولا تقل الله اکبر وفی قلبك شئ اکبر من الله تعالی ولا تقل وجهت

یعنی "جس وقت التفات کرتا ہے اور صورت مناجات کے غیر کی طرف تو سخت غضبناک ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اور تحقیق روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی موسیٰ علیہ السلام کی طرف کہ اے موسیٰ جس وقت تو میرا ذکر کرے تو ایسا ذکر کر کہ تیرے اعضا سکڑ جاویں اور کر میرا ذکر بخشوع اور اطمینان سے اور جس وقت میرا ذکر کرے تو پس تیری زبان تیرے دل کے ہمراہ ہو جائے اور جس وقت کھڑا ہو میرے سامنے پس کھڑا ہو مانند کھڑے ہوتے بندے ذلیل کے اور مناجات کر تو مجھ سے ساتھ قلب حاضر اور سچی زبان سے فرمایا امام غزالی نے سجدہ اور رکوع نہ کر مگر اس حال میں کہ قلب تیرا خاشع و متواضع ہو تیرے ظاہر کے موافق کیونکہ مراد خضوع قلب کا ہے نہ خضوع بدن

وجهي الا وقلبك متوجه بكل
وجه الى الله تعالىٰ ومعرض عن
غيره ولاتقل الحمد لله الا و
قلبك طامع بشكر نعمته عليك
فرح مستبشراً ولاتقل اياك نعبد
واياك نستعين الا وانت مستشعر ضعفك
وعجزك وانه ليس اليك ولا الى
غيرك من الامر شئ وكذلك في
جميع الاذكار والاعمال انتهى و
بالجملة فالتفكر في الصلوٰة بغير
مايتعلق بها للحال ان كان دنيوياً
فهو مكروه اشد الكراهة بل مفسد
عند اهل الحقيقة لفوات الركن
الاصلى المقصود بالذات وان
كان اُخروياً فهو ترك الاولى
فان الاشتغال في الصلوٰة بها
اولى من الاشتغال بغيرها من امور
الآخرة فانها قد سائت ذلك
الغير في كونها من امور الآخرة وقد
ترجحت بان الوقت والمحل
لها فاعلم ذلك راشداً و
بالله التوفيق ۔

گا۔ اور نہ کہہ اللہ اکبر جب تک تیرے قلب میں
کوئی شئے اللہ سے بڑی ہو اور نہ کہہ متوجہ ہوتا ہوں
تیری طرف جب تک تیرا قلب متوجہ نہ ہو ہر
ایک طرف سے اللہ کی طرف غیر سے اعراض کرکے۔
اور نہ کہہ الحمد للہ جبتک تیرا قلب طامع اور اس
کی نعمت کے شکر سے نہ ہو۔ جو تیرے اوپر اس کی
نعمتیں ہیں، خوشی اور بشاشت کی حالت میں اور نہ
کہہ ایاک نعبد وایاک نستعین، مگر اس صورت میں کہ
تو اپنے ضعف اور عاجزی کو ظاہر کرنے والا ہو۔
اور یہ کہ نہ ہو تیرے پاس اور تیرے غیر کے
پاس کوئی شئی اور اسی طرح سارے اذکار اور
اعمال نماز میں خلاصہ یہ کہ جو فکر کرے گا نماز
میں بجز اس کے جو متعلق ہوا ہے تیرے حال میں
اگر دنیوی امور ہوں۔ تو اشد مکروہ ہے۔ بلکہ
موجب فساد نماز کا ہے اہلِ حقیقت کے
نزدیک بوجہ فوت ہونے رکن اصلی کے جو مقصود
بالذات ہے اور اگر امور آخرت کا خیال ہو تو
اس کا ترک کرنا اولیٰ ہے کیونکہ مشغول ہونا نماز
میں اسی کے ساتھ اولیٰ اور لائق ہے مشغول
ہونے اس کے سوا دوسے امور آخرت میں کیونکہ
اس میں برابر کرتا ہے غیر کو امور آخرت سے
بلکہ آخرت کو ترجیح بھی جب بھی مناسب
نہیں کیونکہ یہ وقت اور محل نماز کا ہے۔"

معلوم ہوا کہ امور آخرت اور اس کی خوبی میں عبادت کے اندر مشغول ہونا اندیشۂ شرک کی وجہ سے بہ نسبت امورِ دنیوی کے زیادہ مضر ہے۔ اور مصباح الہدایہ ترجمہ عوارف صفحہ ۱۵۹ میں مرقوم ہے۔

از جملہ آداب حضرت الوہیت آنست کہ نظر
از مشاہدہ جمال ربوبیت بملاحظہ غیرے
مشغول وملتفت ندارند ودر خبر است کہ چون
بندہ بنماز برخاست بحقیقت حاضر حضرت
الہی شد پس اگر بدیگرے نگرد پروردگار عالم
گوید اے بندہ بکہ مے نگری کہ او ترا از من بہتر
بود اے پسر آدم روئے بمن آر کہ ترا بہترم از
چیزے کہ تو روئے بداں گردانی انتہی ایضاً ص۲۳۴ چون
گوید سبحان ربی العظیم۔ باید کہ دل از غرق تجلی
عظمت الہی بود انتہی ایضاً ص۲۳۵ ودر حال
تکبیر باید کہ مشاہدہ کبریاء حق بود و علامتش آنکہ
خلق در نظر او حقیر وصغیر نماید والتفات
باطلاع ایشاں بہر حال خود ندارد تا در زمرۂ
صادقان آید۔ انتہی ایضاً ص۲۳۹ ودر حال
سجود طائفہ نفس خود را ببیند در حضرت حق سبحانہ
وتعالیٰ بر خاک فنا افتادہ وطائفہ از اہل کشف
وعیان در حال سجود بحقیقت فنا موصوف
شوند ووجود جملہ کائنات علوی وسفلی در نور
شہود ذات واحد محو بینند۔

یعنی "منجملہ آداب حضرت حق تعالیٰ شانہٗ کی الوہیت کے
یہ ہے کہ بنظر مشاہدہ جمال ربوبیت کے غیر کی مشغولیت
کا التفات نہ رکھیں، حدیث میں ہے کہ جس وقت بندہ نماز
کے لیے اُٹھتا ہے تو حقیقت میں حاضر حضرت الٰہی میں
ہوا پس اگر کسی اور کی طرف متوجہ ہوا تو پروردگار عالم
فرماتا ہے اے بندے کس کی طرف تو متوجہ ہو گیا وہ تیرے
نزدیک مجھ سے بہتر ہے اے پسر آدم اپنا رخ میری طرف
لا کر میں تیرے لیے بہتر ہوں ہر اس امر میں کہ جو تو دوسری
طرف متوجہ ہوا ہے سبحان ربی العظیم کہتے میں دل اس کا
تجلی عظمت الٰہی میں غرق ہووے اور تکبیر کہتے کی حالت میں
مشاہدہ کبریاء حق میں ہووے۔ اور اس کی علامت یہ ہے
کہ خلق اس کی نظر میں حقیر اور کمتر معلوم ہو اور التفات
ان کے اطلاق کی اپنے حال میں کچھ نہ رکھے جب صادقین
کے زمرہ میں شمار ہوگا۔ اور بحالت سجدہ اپنے نفس کو
حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کے حضور میں خاک فنا پر پڑا
ہوا دیکھے ورگروہ اہل کشف وعیاں بحالت سجدہ
حقیقۃً فنا کے ساتھ موصوف ہوتے ہیں۔ اور وجود
جملہ کائنات عالم علوی اور سفلی کو انوار شہود ذات
واحد میں محو دیکھتے ہیں۔"

اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ انتباہ ص۵۸ میں فرماتے ہیں۔

وادب الباطن ہو ان تحفظ قلبک من
خطور الاغیار سواء کان خیرا او شرا
فانہما فی الحجاب سواء اھ

یعنی "اور باطن کا ادب یہ ہے کہ اپنے قلب کی حفاظت
کرے کہ اس میں غیر کا خطرہ نہ آئے خواہ نیک ہو یا
بد اس لیے کہ حجاب ہونے میں دونوں برابر ہیں۔"

ایضاً ص۵۹ میں فرماتے ہیں۔

وینبغی لک ان لا یکون فی قلبک

یعنی "اور تجھے چاہیے کہ تیرے دل میں اور نظر

دنظرك غيرالحق واسمه وكن دائماً مع الحق لا تجد الغفلة اليك سبيلاً - اھ	میں غیر حق اور اس کے نام کے تر ہو اور ہمیشہ رہے تو اللہ کے ساتھ غفلت کی راہ تہ پاوے۔"

اور شاہ صاحب موصوف انفاس العارفین صـ۱۱۳ میں فرماتے ہیں ۔

ومبداءِ ایں محبت ذاتیہ است کہ کونین را ترک کند بحدیکہ ملوک و اغنیاء و ہمہ ابنائے دنیا بمشابہ کلاب وخنازیر و اخوانِ شیاطین بنظرش در آیند آن گاہ خدائے تعالیٰ محبتہ ذاتیہ دردل اندازد ۔	یعنی" ابتداء اس محبت ذاتیہ کا ہے کہ دونوں جہاں کو چھوڑ دے یہاں تک کہ بادشاہ اور اغنیاء اور تمام دنیا کے لوگوں کو مانند کتوں اور خنزیروں اور شیاطین کے بھائیوں کے اس کی نظر میں معلوم ہونے لگیں اس وقت حق تعالیٰ کی محبت ذاتیہ دل میں بیٹھے گی۔"

نیز صـ۱۲۷ میں فرماتے ہیں ۔

پس تادب امر دیگر است وتفضل امر دیگر	یعنی" ادب کا ملحوظ رکھنا امر جدا ہے اور فضیلت امر جدا"

اور حضرت شیخ یحییٰ منیری مکتوب ۵۰ میں فرماتے ہیں ۔

اول معرفت آنیست کہ جملہ مخلوق را مقہور وعاجز واسیر حق بیند ونسبت خویش از ہمہ قطع کند انتہیٰ (تقریبِ التوحید صـ۴۲)	یعنی" اول معرفت یہ ہے ۔ کہ جملہ مخلوقات کو حقیر اور عاجز وقیدی حق تعالیٰ کا جانتے اور اپنی نسبت کو تمام سے منقطع کرے"

اور خواجہ میر درد دہلوی اسرار الصلوٰۃ صـ۸۳ میں فرماتے ہیں ۔

در وقت تعظیم تمام تو درا بہ پیش عظمت او تعالیٰ پست گردانیدہ عظمت وبزرگی جمیع مخلوقات راکہ بظاہر بزرگ و عظیم مے نمایند از دل خویش دور کردہ انتہیٰ ۔	یعنی" اس وقت نماز میں عظمت حق سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے پوری پوری تعظیم کے ساتھ اپنے آپ کو پست کر دیا جائے عظمت و بڑائی جمیع مخلوقات کو کہ بظاہر بزرگ اور بڑے مرتبہ کے نظر آتے ہوں اپنے دل سے دور کر دیا جائے"

اسی طرح مولوی نعیم الدین کے مستند اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے والد مولوی نقی علی خاں صاحب ہدیۂ ابریہ صـ۲۱ میں لکھتے ہیں" عبادتِ الٰہی میں غیر کی طرف نظر کرنا شرکِ اصغر ہے" اور خود مولوی صاحب بریلوی کی بہارِ شریعت حصہ سوم صـ۱۶۱ میں لکھا ہے ۔

"حدیث ۶۔ نمازی جب اِدھر اُدھر دیکھتا ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے اے بنی آدم کس کی طرف التفات کرتا ہے۔ کیا مجھ سے کوئی بہتر ہے جس کی طرف التفات کرتا ہے۔ پھر جب دوبارہ التفات کرتا ہے، ایسا ہی فرماتا ہے۔ پھر جب تیسری بار التفات کرتا ہے۔ اللہ عزوجل اپنی اس خاص رحمت کو اس سے پھیر لیتا ہے' رواہ البزار عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما۔ حدیث ۷۔ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے لڑکے نماز میں التفات سے بچ کر نماز میں التفات ہلاکت ہے۔ رواہ الترمذی باسناد حسن۔ اور صـ۱۲۳ میں ہے۔ حدیث ۲۹۔ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ہمارا ایک غلام افلح نامی جب سجدہ کرتا تو پھونکتا فرمایا اے افلح اپنا منہ خاک آلود کر۔ رواہ الترمذی۔ ایضاً صـ۱۲۹ حدیث ۱۴۱۔ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سر اٹھا کر نہ کرتے والی ہے (یعنی حراجیتی کی طرف نظر کرے) رواہ الترمذی ایضاً مولوی صاحب بریلوی فتاویٰ رضویہ جلد اول صـ۶۷ میں لکھتے ہیں۔

"مسئلہ نماز میں اگر بیگانہ عورت کی شرم گاہ پر نظر جا پڑے جب بھی نماز و وضو میں خلل نہیں" ایضاً
"اگر عورت کو طلاق رجعی دی تھی۔ ہنوز عدت نہ گزری تھی یہ نماز میں تھا۔ کہ عورت کی فرج داخل پر نظر پڑ گئی اور شہوت پیدا ہوئی رجعت ہو گئی اور نماز میں فساد نہ آیا اور قصداً بھی ایسا کرے تو مکروہ ضرور ہے۔ مگر نماز فاسد نہیں"

معلوم ہوا کہ مولوی نعیم الدین کے مسلمات سے نماز میں بیگانہ عورت کی ۔۔۔۔ پر نظر پڑنے سے وضو و نماز میں خلل نہیں آتا۔ پھر مولوی صاحب بریلوی کی بہار شریعت حصہ سوم صـ۱۰۵ میں ہے۔

"مسئلہ عزوجل کا نام سن کر جل جلالہ کہا۔ یا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم مبارک سن کر درود پڑھا یا امام کی قرأت سن کر صدق اللہ و صدق رسولہ کہا تو سب صورتوں میں نماز جاتی رہی"
"مسئلہ شیطان کا ذکر سن کر اس پر لعنت بھیجے نماز جاتی رہی"

پس جبکہ احادیث اور حضرات صحابہ اور جملہ اکابر ائمہ دین و اولیاء کرام کے کلام میں التفات الی غیر اللہ کو نماز میں باعث ہلاکت اور موجب حق تعالیٰ کے غضب اور شرک کا ہر شئی کو حقیر و ذلیل اور صغیر عظمت جناب باری تعالیٰ کے حضور میں لازم جاننا۔ اور ماسوائے حق کے تمام مخلوقات عالم کو خاک و سنگ اور کلوخ سمجھ لینا اور دشمن جان لینا۔ کتنوں خنزیروں شیاطینوں کے نظر میں لانا۔ ہر نیک و بد کو خواہ بزرگ اور عظیم القدر ہی کیوں نہ ہو۔ برخلاف حیوانات اور جمادات کے کہ ان کی عبادت نہیں کی جاتی بہ نسبت انسان کے کہ اس کی عظمت کا خیال لانا شرک تک پہنچا دیتا ہے۔ فی الواقع حق تعالیٰ عزوجل کے ساتھ مقتضائے ادب یہی ہے اور بزرگی کی تفضیلت کا جدا گانہ محل ہے حتیٰ کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کے کلام سے نماز میں نام مبارک نبی صلی اللہ

علیہ وسلم سن کر درود پڑھنے سے نماز کے جاتے رہنے تک الفاظ منقول ہو چکے۔ مگر اس پر بھی صراط مستقیم کی عبارت پر لعنت اور کفر کا الزام جس سے فی الواقع مومن موحد اہل اللہ کا رواں رواں کانپ جاتا لرز جاتا ہے فی الحقیقت د ماقدروا اللہ حق قدرہ کا مصداق ہے جس کو توحید جناب باری عز شانہ وتعرہانہ کی قدر وعظمت نہ ہو گور پرستی انبیاء واولیاء پرستی گندے قلب میں بیٹھی ہو وہ کیونکر خالق کون ومکان کو پہچانے۔ اس کے نزدیک تو نماز افضل العبادات میں عورت اجنبیہ کی فرج پر نظر شہوت قصداً پڑنے سے بھی نماز نہ جائے گی۔ اگر جاتی رہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر درود پڑھنے سے اس کے نزدیک نماز جاتی رہے گی۔ مگر الحمد للہ کہ صراط مستقیم کے تائیدی نصوص احادیث واکابر محققین راسخین کا کلام باہم شیر وشکر ہے کسی قسم کا تخالف ذرہ بھر معارض نہیں۔ حق تعالیٰ بے سمجھوں کو سمجھ عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔

جامع ترمذی کی حدیث "فشفعہ فیّ" پر بحث

قولہ ص۳۳-۳۵۔ انبیاء کو پکارنا ندا کرنا جس کو تقویۃ الایمان میں شرک بتایا ہے شریعت نے اس کو عبادت میں داخل کیا ہے ترمذی نے اپنی سنن میں اور حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے۔ کہ ایک نابینا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ بارگاہ الٰہی میں دعا فرمایئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ میری آنکھیں کھول دے فرمایا جاؤ وضو کر پھر دو رکعت پڑھ پھر یہ دعا کر۔ اللّٰھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربک ان یکشف عن بصری اللّٰھم اشفعہ فی قال فرجع وقد کشف اللہ عن بصری انتھی۔ قاضی عیاض ج۱ ص۲۳ تقویۃ الایمان میں پیغمبروں کے پکارنے کو شرک بتایا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔ آپ کا پائے مبارک سو گیا، تو کسی نے آپ سے کہا کہ آپ اپنے سب سے پیارے کا نام لیجئے تو یہ کیفیت دور ہو جائے گی یہ سن کر انہوں نے ایک نعرہ مارا یا محمداہ اور پاؤں اچھا ہو گیا شفا قاضی عیاض ج۲ ص۲۔ صحت ثابت ہوا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب سفر سے آتے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضر ہو کر عرض کرتے السلام علیک یارسول اللہ السلام علیک یا ابا بکر الصدیق السلام علیک یا عمر بن خطاب اس میں حضور کو بھی ندا ہے۔ حضرت صدیق کو بھی ندا ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ندا ہے حضرت علقمہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں جب مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو کہتا ہوں السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ملخصاً بلفظہ۔

اقول۔ اس دعا میں نہ انبیاء علیہم السلام کو غائبانہ پکارنا ہے نہ ندا کرنا یہ محض مغالطہ عوام کے روبرو ہے کیونکہ

اس حدیث کی دُعا کو ترمذی شریف کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے۔ اور ترمذی میں لفظ یا محمد نہیں ہے چنانچہ حدیث ترمذی مع دعا حسب ذیل نقل کی جاتی ہے تاکہ حقیقت اہلِ انصاف پر واضح ہو۔ سنن ترمذی مطبوعہ مجتبائی جلد ۲ ابواب الدعوات ص۱۹۷ میں روایت ہے۔

عن عثمان بن حنیف ان رجلا	یعنی روایت ہے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے کہ ایک
ضریر البصر اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم	نابینا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور عرض کیا دُعا
فقال ادع اللہ ان یعافینی قال	کیجئے کہ اللہ مجھے عافیت دے۔ آپ نے فرمایا اگر تو چاہے
ان شئت دعوت وان شئت	تو میں دُعا کروں اور اگر تو چاہے کہ تو صبر کرے وہ بہتر ہے
صبرت فھو خیر لک قال فادعہ	تیرے لیے عرض کیا اس نے کہ دعا ہی کیجئے تو حکم فرمایا
قال فامرہ ان یتوضأ فیحسن	آپ نے وضو کا کہ اچھی طرح وضو کرے اور یہ دُعا پڑھے
وضوئہ ویدعوا ھذا الدعاء	اے اللہ میں مانگتا ہوں تجھ سے اور متوجہ ہوں تیری
اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک	طرف تیرے نبی کے ساتھ ہو کر جو محمد نبی الرحمۃ ہیں
بنبیک محمد نبی الرحمۃ انی	میں متوجہ ہوا ہوں آپ کے ساتھ اپنے رب کی طرف
توجھت بک الی ربی فی حاجتی	اس حاجت میں کہ پوری کر دی جاوے میری حاجت
ھذہ لتقضی الی اللھم فشفعہ	یا اللہ قبول فرما میرے حق میں آپ کی شفاعت
فی ھذا حدیث حسن غریب لانعرفہ	(کہا امام ترمذی نے) یہ حدیث حسن غریب ہے
الا من ھذا الوجہ انتھٰی۔	نہیں پہچانتے ہم اس کو مگر اسی سند سے)

اہلِ انصاف دیکھیں کہ اس دُعا میں خالص حق تعالیٰ سے ندا دُعا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے جو نبی الرحمۃ ہیں تجھ سے اپنی حاجت کا طلب گار ہوں کہ میری حاجت آپ کی شفاعت سے قبول فرما۔ پس اس دُعا کے جائز ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔ کہ وہ نابینا خود حضور میں حاضر تھا۔ اور آپ کے ارشاد کے مطابق دعا جناب الٰہی میں مانگ رہا تھا۔ اور اگر بشرط صحت سند کسی اور روایت میں لفظ ندا یا محمد واقع ہو تو آپ کی موجودگی میں آپ کو شفاعت کے لیے متوجہ کرنے پر اس لفظ کا استعمال کیا جانا متیقن ہو گا۔ چنانچہ لفظ اللھم فشفعہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ کہ آپ نے اس کے لیے شفاعت فرمائی اور اس نے آپ کی شفاعت کی قبولیت کی درخواست جناب الٰہی میں کی ورنہ غیبت کا پھر حقیقتہً ندا کا غائب کو سن لینے کا ثابت کرنا لازم ہو گا۔ اور جبکہ خود اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بسند صحیح بخاری وغیرہم کے التحیات میں بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ خطاب بوجہ اندیشہ فساد شرک بدل دینا ثابت ہو چکا ہے۔ تو پھر غائب کو ندا کرنا، پکارنا بغرض فریادرسی کے حاضر و ناظر

جاننے کی حالت میں انواعِ شرک سے کس طرح نہ ہوگا۔ اور کیونکر صحیح بخاری کے معارض قبول کیا جاسکے گا۔ اسی شفاء قاضی عیاض رحمہ اللہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یا محمداہ پاؤں سو جاتے میں کہنا بشرط صحت کے غلبہ اہل حال کے وجد و شوق محبت پر محمول ہے۔ چنانچہ شفاء کے اسی باب اور مدارج النبوۃ جلد اول صلا۲۴ میں مرقوم ہے۔ اس سے نرا اہل محبت پر قیاس ہوسکے نہ حجت۔ چنانچہ اسی کے ملحق مدارج النبوۃ میں حضرت زید بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ

"وہ اپنے باغ کی خدمت میں مشغول تھے کہ ان کے لڑکے نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر دی تو انہوں نے حق تعالیٰ کی جانب میں بگریہ وزاری دُعا کی۔ کہ مجھے اندھا کر دے۔ تاکہ بعد اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کو نہ دیکھوں۔ پس ان کی آنکھیں جاتی رہیں"

پس عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا تو اتباعِ سُنّت میں وہ مرتبہ غلبہ محبت میں تھا گویا مجنون تھے۔ چنانچہ جس مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں پیشاب کے لیے بیٹھے تھے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بھی اثناء سفر میں وہاں گزر ہوتا۔ تو بلا ضرورت بھی وہاں بغرض اتباع غلبہ محبت بیٹھ لیتے ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر   گرچہ ماند از نوشتن شیر و شیر

یعنی ان کا قصد لفظ خطاب یا محمداہ سے معاذ اللہ غائبانہ حاضر و ناظر اور سن لینے کا ہرگز نہ تھا۔ کہ یہ بحکم نصوص قرآن و حدیث ممنوع اور شرک ہے۔ دیکھئے موطا امام مالک صفحہ ۱۳۱ میں خود عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے التحیات بلا لفظ خطاب کے پڑھنے کی صحیح روایت ہے۔

عن نافع ان عبد اللہ بن عُمَرَ	یعنی" حضرت نافع کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
کان یتشھد فیقول السلام علی النبی	التحیات پڑھتے میں السلام علی النبی بلا لفظ خطاب کے
ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔	پڑھا کرتے تھے"

اسی طرح کے اقوال و فتاویٰ حضرت علیؓ و امام مالکؒ کے صلا۴ کے اُوپر گزر چکے ہیں۔ پس جبکہ خود عبداللہ بن عمر و علی بن ابی طالب وغیرہم صحابہ جلیل القدر رضی اللہ عنہم خطاب ایہا النبی کی بجائے علی النبی خصوصاً نماز جیسی عبادت میں اختیار کرتے تھے۔ حالانکہ لفظ خطاب صلوٰۃ وسلام کا بذریعہ فرشتوں کے پہنچایا جانا ثابت ہوچکا ہے تو پھر کیونکر مظنون ہوسکتا ہے کہ وہ لفظ یا محمداہ کو حقیقۃً سنانے کا اعتقاد رکھتے تھے جس طرح مولف کا خیال باطل عوام کو شرک میں مبتلا کرنے کا ہے۔ علیٰ ہٰذا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قبر مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جس طرح السلام علیک یا رسول اللہ کہنا مدینہ ہے اسی طرح بلا لفظ خطاب بھی ثابت ہے کیونکہ بذریعہ فرشتوں کے سلام پیش کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ شفاء قاضی عیاض کے حوالہ کے صـ۴۵ ـ۴۶ میں گزرا ہے۔ اور

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی (بڑے مستند مولوی نعیم الدین) حیات الموات ص۴۰ میں لکھتے ہیں۔

"دیلمی نے مسند الفردوس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور پر نور سیدنا عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھ پر درود بہت بھیجو کہ اللہ تعالیٰ نے میرے مزار پر ایک فرشتہ متعین فرمایا ہے۔ جب کوئی اُمتی میرا مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ وہ مجھے عرض کرتا ہے یا رسول اللہ فلاں بن فلاں نے ابھی ابھی حضور پر درود بھیجا ہے۔"

اور ص۱۷۱ میں لکھتے ہیں۔

"دوسری حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر درود زیادہ بھیجو۔ کہ وہ دن حضور ملائکہ کا ہے رحمت کے فرشتے اُس دن حاضر ہوتے ہیں۔ اور جو مجھ پر درود بھیجتا ہے جب تک بھیجتا رہتا ہے۔ اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

اس حدیث کے تحت میں مولوی صاحب بریلوی لکھتے ہیں۔

"بر ظاہر کہ پیش ہونے کے معنی نہ تھے۔ مگر اطلاع دی جاتی"

پس احادیث اور مولوی احمد رضا خاں صاحب کے کلام سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ و سلام اگرچہ بضمن خطاب ہو آپ کو قرب و بعد سے پہنچایا جاتا اور اطلاع دی جاتی ہے نہ کہ غائبانہ نداؤں سے خود سن لینے کا عقیدہ کرنا جس طرح مولوی نعیم الدین کا زعم باطل ہے چنانچہ خود شفا قاضی عیاض ص۲۳۵ میں خود عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے صلوٰۃ و سلام بلا خطاب کی روایت ہے۔

قال نافع کان ابن عمر یسلم علی القبر فیقول السلام علی النبی السلام علی ابی بکر۔ الخ

یعنی" حضرت نافع نے فرمایا ابن عمر رضی اللہ عنہ پڑھا کرتے تھے قبر مبارک پر بس کہتے السلام علی النبی السلام علی ابی بکر"

پس اس روایت سے واضح ہوا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ لفظ خطاب کو مشتبہ ہونے کی وجہ سے قبر مبارک پر بھی ترک فرماتے تھے۔ ناظرین پر اب تو مولوی نعیم الدین کی چالاکی انبیاء کو غائبانہ پکارتے ندا کرنے کی بے حقیقی مثل طشت از بام آشکارا ہو گئی۔

علیٰ ہٰذا حضرت علقمہ کا مسجد میں داخل ہوتے وقت جس طرح السلام علیک ایہا النبی کہنا ثابت ہے اسی طرح صلوٰۃ بلا لفظ خطاب بھی ثابت ہے۔ چنانچہ شاہ عبد الحق صاحب محدث دہلوی مدارج النبوۃ جلد اول ص۳۶۶ میں نقل فرماتے ہیں۔

وگفتہ است عمرو بن دینار در قول وی سبحانہ فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علی انفسکم

یعنی" حضرت عمرو بن دینار نے آیت فَاِذَا دَخَلْتُمْ الخ میں فرمایا ہے کہ اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو کہنا چاہیئے السلام

کہ اگر در خانہ ہیچ کس نباشد بگوید السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، وگفتہ است ابن عباس مراد بیوت اینجا مساجد است گفتہ است نخعی کہ اگر درمسجد ہیچ کس نباشد بگو السلام علی رسول اللہ واگر درخانہ ہیچ کس نباشد بگو السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین	علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (بلا لفظ خطاب کے) اور فرمایا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مراد گھروں سے اس میں مساجد ہیں۔ امام نخعیؒ نے فرمایا۔ کہ اگر مسجد میں کوئی نہ ہو تو کہے السلام علی رسول اللہ۔ اور اگر گھر میں کوئی نہ ہو۔ تو کہوے السلام علینا و علیٰ عباد اللہ الصالحین"

یہ شفاء صـ۲۴۴ کی عبارت کا ترجمہ ہے۔ آخر میں علقمہ سے منقول ہے وصلی اللہ وملئکتہ علی محمد اور شفاء قاضی عیاض صـ۲۴۴ میں اسی کے قریب علقمہ کے شاگرد امام نخعی امام ابوحنیفہؒ کے استاد الاستاذ سے روایت ہے۔

قال النخعی اذا لم یکن فی المسجد احد فقل السلام علی رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔	یعنی" فرمایا امام نخعی رحمہ اللہ نے جس وقت مسجد میں کوئی نہ ہو تو کہے (بلا خطاب کے) سلام ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

پس ان روایات پر آپ شاید مولوی نعیم الدین نے اپنے تصور میں ہاتھ رکھ کر چھپا لیا ہوا در آنکھوں پر پٹی باندھی ہو گی بہرحال صلوٰۃ یا سلام میں لفظ خطاب ہو یا بلا خطاب پہنچایا جاتا ہے۔ اس سے پکارتے اور فریادوں کا ثابت کرنا۔ شرک کو قائم کرنا ہے۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ۔

قولہ صـ۳۶۔۴۵ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے نافع سے انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ سنت یہ ہے کہ تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر انور پر قبلہ کی طرف سے حاضر ہو اور قبلہ کو پشت کرکے قبر مبارک کی طرف منہ کرکے عرض کر السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مسند امام اعظم صـ۱۲۶ اور زائر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت حضور کی درگاہ میں متوسل ہو کر مانگے۔ مولوی اسمٰعیل صاحب کے قول سے تو قرآن پاک تفاسیر واحادیث وکتب فقہ سب شرک کی تعلیم سے بھرپور ہیں کیسا ناپاک عقیدہ اور کیسی گمراہی کی تعلیم ہے۔ اھ ملخصاً بلفظہ

اقول، مسند امام اعظم مقابلہ میں مؤطا امام مالک کے بلحاظ صحت اسناد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ مؤطا کتب احادیث میں طبقہ اول کی کتاب ہے۔ چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ بستان المحدثین صـ۹ میں فرماتے ہیں۔

باید دانست کہ مؤطا را از حضرت امام در زمان ایشان قریب ہزار کس شنیدہ و فرا	یعنی" جاننا چاہیئے کہ مؤطا کو حضرت امام مالکؒ سے ان کے زمانہ میں تقریباً ایک ہزار آدمیوں نے سُن کر

گرفتہ و نسخ آں بسیار ست و از طبقات مردم فقہاء و محدثین و صوفیہ و امراء و خلفاء بطریق تبرک ازاں امام عالی مقام آں را مسند کردہ اند انتہی۔

جمع کیا ہے۔ اور اس کے بہت سے نسخے ہیں اور طبقات مردم میں فقہاء محدثین اور صوفیاء و امراء نے بطریق تبرک کے امام عالی مقام سے اس کی سند حاصل کی ہے۔

اور صت ۲۸ میں فرماتے ہیں۔

فائدہ مہمہ باید دانست کہ از تصانیف ائمہ اربعہ رحمہم اللہ در علم حدیث امروز در دست مردم غیر از مؤطا موجود نیست و مسانید ائمہ دیگر کہ در عالم مشہور است خود ایشاں بر تصنیف آں نپرداختہ اند بلکہ دیگراں بعد ایشاں آمدہ مرویات ایشاں را جمع نمودہ اند و مسند فلاں مسمّے کردہ و بر ہر عاقل پوشیدہ نمی ماند کہ مرویات شخص از ہر رطب و یابس مجموع و مخلوط مے باشند تا وقتیکہ خود آں شخص کہ اعتقاد و بزرگی و فضیلت او داریم آں مخلوط را تمیز نکند و بارہا بنظر امعان و تعمق مطالعہ نماید و شاگرداں خود را تعلیم نکند محل اعتماد چہ قسم تواند بود و تفصیل ایں اجمال آنکہ مسند حضرت امام اعظم کہ بالفعل مشہور ست تالیف قاضی القضاۃ ابو المؤید محمد بن محمود بن محمد الخوارزمی است کہ در سنہ ششصد و ہفتاد و چہار آنرا رائج ساختہ پس ایں مسند را نسبت بحضرت امام اعظم کردن ازاں باب ست کہ مسند ابی بکرؓ را مثلاً از مسند امام احمد نسبت بحضرت ابوبکر صدیق نمائیم و از تصانیف ایشاں بشماریم

(فائدہ ضروری) جاننا چاہیئے کہ تصانیف ائمہ اربعہ رحمہم اللہ میں سے علم حدیث میں آج کے دن آدمیوں کے ہاتھ میں سوائے مؤطا کے اور کوئی کتاب نہیں ہے اور دوسرے ائمہ کی مسانید جو عالم میں مشہور ہیں خود ان کے بعد ہوئے ان کو جمع کر کے مسند فلاں کے نام سے موسوم کیا ہر عقلمند پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ آدمی کی مرویات میں ہر رطب و یابس کا مجموعہ مخلوط ہوتا ہے تا وقتیکہ خود وہ شخص جس کی بزرگی اور فضیلت کا اعتقاد ہم رکھتے ہیں۔ اس مخلوط شدہ میں فرق نہ کرے اور بار ہا گہری نظر سے بغور اس میں مطالعہ نہ کیا ہو۔ اور اپنے شاگردوں کو تعلیم نہ کیا ہو کیونکر اعتماد کے قابل ہو سکتا ہے۔ اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مسند حضرت امام اعظم کہ بالفعل مشہور ہے۔ تالیف کی ہوئی قاضی القضاۃ ابو المؤید محمد بن محمود بن محمد الخوارزمی کی ہے کہ سنہ ۶۷۴ھ میں اس کو رائج کیا ہے۔ پس اس مسند کی نسبت حضرت امام اعظمؒ کی طرف کرنا اسی طرح ہے۔ جس طرح مسند ابوبکر (یعنی مثلاً از مسند امام احمد) کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف نسبت کرنا اور ان کی تصانیف سے شمار کرنا اور یہ مغالطہ سے

وانہ مغالطہ بیّن بیست انتہی   زائد امر نہیں ہے ‘‘

پس جبکہ موطا امام مالک میں بروایت نافع عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا التحیات میں بلا لفظ خطاب السلام علی النبی پڑھنا اور شفاء قاضی عیاض سے بروایت نافع عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بلا لفظ خطاب السلام علی النبی پڑھنا ثابت ہو چکا تو موطا کے مقابلہ میں روایۃ مسند امام اعظم جس کی کیفیت کا حقہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے کلام سے واضح ہو چکی راجح اور اصح و اثبت نہیں ہو سکتی معہٰذا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے قول میں کوئی امر خلاف بھی نہیں ہے۔ کیونکہ صلوٰۃ و سلام میں قبر مبارک کے بالمواجہ اور دعا مانگنے میں بجناب الٰہی برخ قبلہ ہونا مسنون ہے۔ چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۲۶ صفحہ ۴۵ میں روایت ہے۔

اخرجہ ابوداؤد والنسائی واللفظ لہ	یعنی ’’عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے (فرمایا) کہ
فی حدیث ابن مسعود رأیت رسول	دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قبر	عبداللہ ذی النجادین پر جب فارغ ہوئے ان
عبد اللہ ذی النجادین الحدیث و	کے دفن سے تو روبقبلہ ہو کر ہاتھ اٹھا
فیہ فلما فرغ من دفنہ استقبل القبلۃ و	کے دعا کی ‘‘

رافعا یدیہ اخرجہ ابوعوانۃ فی صحیحہ انتہی

علی ہٰذا صاحب فتح الباری کے شیخ الشیوخ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ المتوفی ۷۵۱ھ جن سے مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی حیات الموات صفحہ ۱۴۳ میں اور مولوی فضل رسول صاحب بدایونی تصحیح المسائل صفحہ ۱۲۵ و صفحہ ۱۲۶ و صفحہ ۱۳۰ میں جو مولوی نعیم الدین کے بڑے معتمدین ہیں استناد کرتے ہیں (حضرت موصوف اغاثۃ اللہفان فی مصائد الشیطان مطبوعہ صدیقی بریلوی کے صفحہ ۱۳۱[1] میں روایت فرماتے ہیں۔

ولقد جرد السلف الصالح التوحید وحموا	یعنی ’’سلف صالحین نے توحید کو اتنا خالص کیا اور
جانبہ حتی کان احدھم اذا سلم علی	اس کی اتنی حمایت کی کہ اگر کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ
النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم اراد الدعاء	وسلم پر سلام عرض کرتا پھر ارادہ کرتا دعا مانگنے کا تو اپنا
استقبل القبلۃ وجعل ظھرہ الی جدار	منہ قبلہ کی طرف کرکے قبر اطہر کی دیوار کی طرف پشت
القبر ثم دعا قال سلمۃ بن وردان	کر لیتا پھر دعا مانگتا سلمہ بن وردان رضی اللہ عنہ کہتے

---

[1] نیز دیکھیے ص ۲۰۰ ۔ ۲۰۱ جلد اول طبع مصر ۱۳۵۷ھ (ع ، ح)

ورأيت انس بن مالك يسلم على النبي صلى الله عليه وسلم ثم يسند ظهره الى جدار القبر ثم يدعو ونص على ذلك الائمة الاربعة ان يستقبل القبلة وقت الدعاء حتى لا يدعو عند القبر فان الدعاء عبادة اھ۔

ہیں کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام عرض کرتے پھر اپنی پشت قبر کی دیوار کی جانب کرتے پھر دعا مانگتے۔ اور چاروں اماموں نے تصریح فرمائی ہے کہ دعا کے وقت قبلہ رُخ ہو۔ تاکہ دعا مانگنا قبر کی طرف نہ ہو اس لیے کہ دُعا عبادت ہے۔"

پس یہ ہے توحید باری تعالیٰ کی کہ مظنۂ شرک سے خالص کرکے صاحب قبر کے لیے دعا و استغفار بجناب باری تعالیٰ رو بقبلہ قبر کی جانب پشت کرکے کیا جاتا تاکہ قبر کی جانب کا وہم و اشتباہ بھی کسی کو نہ گزرے۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو ڈرا کر حق تعالیٰ کی جناب میں دُعا کی۔

اللهم لا تجعل قبری وثنا یعبد (الحدیث) یعنی "یا اللہ میری قبر کو بت نہ بنا دینا کہ پوجی جاوے"

نیز علامہ حلبی الکبیر حنفی شرح منیۃ المصلی ص۵۶۴ میں فرماتے ہیں۔

ويدعو قائما مستقبل القبلة۔ یعنی "اہل قبر کے لیے دُعا قبلہ رُخ ہو کر مانگے"

اور فتاوی عالمگیری ج ۵ ص۱۳۲ میں مرقوم ہے۔

فاذا بلغ المقبرة يخلع نعليه ثم يقف مستدبر القبلة لوجه الميت ويقول السلام عليكم يا اهل القبور الخ كذا في الغرائب واذا اراد الدعاء يقوم مستقبل القبلة كذا في خزانة الفتاوى اھ۔

یعنی "جس وقت قبرستان میں پہنچے تو جوتوں کو اتارے پھر کھڑا ہو بالمواجہ قبر پشت بقبلہ اور کہے السلام علیکم یا اہل القبور۔ اور جس وقت دُعا کا ارادہ کرے تو کھڑا ہو رو بقبلہ۔

اور مجالس الابرار ص۲۳۸ مستند فقہ حنفیہ میں مرقوم ہے۔

كان احدهم اذا اسلم على النبي صلى الله عليه وسلم واراد الدعاء استقبل القبلة وجعل ظهره الى جدار القبر ثم دعا هذا مما لا نزاع فيه من العلماء وانما نزاعهم في وقت السلام عليه قال ابو حنيفة رحمه الله يستقبل القبلة

یعنی "تھے ہر ایک ان میں سے (یعنی صحابہ و تابعین) جس وقت سلام عرض کرتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ارادہ کرتے دُعا مانگنے کا حق تعالیٰ کی جناب میں تو قبلہ رُخ ہو جاتے اور پشت کر لیتے دیوار کی جانب پھر دُعا مانگتے اور اس میں کسی عالم کو اختلاف نہیں ہے اور وقت سلام عرض کرنے میں ائمہ کا اختلاف ہے

عند السّلام ایضاً ولا یستقبل القبر و قال غیرہ لا یستقبل القبر عند الدعاء بل قالوا انہ یستقبل القبلۃ وقت الدعاء ولا یستقبل القبر حتی لا یکون الدعاء عند القبر فان الدعاء عبادۃ اھ۔

فرمایا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سلام عرض کرنے میں بھی روبقبلہ ہو قبر کی طرف رُخ نہ کرے اور دوسروں نے فرمایا سلام کے وقت قبر کی طرف رُخ کرے نہ دُعا کی حالت میں بلکہ فرماتے ہیں کہ دُعا کے وقت قبلہ رُخ ہو وے قبر کی طرف رُخ نہ کرے۔ کیونکہ دعا عبادت ہے۔"

علیٰ ہٰذا فتح القدیر۔ قاضی خاں۔ عالمگیری۔ مراقی الفلاح۔ احیاء العلوم سے زیارت قبر مبارک پر السّلام علیک یا رسول اللہ یا نبی اللہ کا جواب ہے کہ بذریعہ ملائکہ پہنچایا جاتا ہے۔ جس طرح مفصل گزر چکا۔ اور سوائے صلوٰۃ وسلام کے اور کسی قسم کی عرض وحاجات حل مشکلات اہل مزار کے توسّل سے نہ کسی حدیث صحیح سے ثابت نہ کسی صحابی سے بسند صحیح منقول۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ استسقاء میں دُعا کرنے کا احادیث صحیحہ میں منقول ہے۔ صحیح بخاری پارہ ۴ صفحہ ۵۴۴ میں روایت ہے۔

عن انس بن مالک ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کان اذا قحطوا استسقی بالعباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ فقال اللّٰھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا صلی اللہ علیہ وسلم فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا قال فیسقون انتھٰی۔

یعنی" حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا معمول تھا۔ کہ جب لوگ قحط زدہ ہوتے تو وہ عباس بن المطلب رضی اللہ عنہ کے توسّل سے مینہ برسنے کی دعا مانگتے تھے کہ اے اللہ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دُعا مانگا کرتے تھے اور تو مینہ برساتا تھا اب ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے توسّل سے دُعا چاہتے ہیں پس ہم پر مینہ برسادے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم پر مینہ برسنے لگتا۔"

پس یہ حدیث صحیح صریح مُتفق علیہ قطعیۃ الدلالۃ قول فیصل اتمام حجت ہے۔ کہ جم غفیر اکابر صحابہ کے روبرو خلیفہ برحق نے دعاء استسقاء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا توسّل چھوڑ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے توسّل سے جو بحیات خود ہمراہ تھے دعا چاہی اس سے بڑی اور اس کے معارض اور کیا دلیل قائم ہو سکتی ہے کہ بعد زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نبی ولی کا توسّل بعد وفات کے درست نہیں ہے اس دلیل قطعی کے سامنے پھر کسی اُمتی کا قول وفعل ہرگز قابل عمل ولائق قبول نہیں ہو سکتا۔ من ادعی فعلیہ البیان بالبرھان

دُعا بحق فلاں | ملا علی قاریؒ شرح فقہ اکبر ص ۱۵۹ میں فرماتے ہیں۔

قال ابوحنیفۃ وصاحباہ رحمہم اللہ یکرہ ان یقول الرجل اسئلک بحق فلان او بحق انبیائک ورسلک وبحق بیت الحرام والمشعر الحرام ونحو ذالک اذ لیس لاحد علی اللہ حق۔ اھ

یعنی" فرمایا امام ابوحنیفہ اور ان کے صاحبین رحمہم اللہ نے مکروہ ہے آدمی کا یہ کہنا کہ میں تجھ سے بحق فلاں یا بحق تیرے نبیوں اور رسولوں کے یا بحق بیت الحرام و مشعر الحرام اور مانند ان کے سوال کرتا ہوں اس لیے کہ کسی کا اللہ تعالیٰ کے ذمہ کوئی حق نہیں ہے"

اور درمختار ص ۷۰۳ میں مرقوم ہے۔

وکرہ قولہ بحق رسلک وانبیائک واولیائک او بحق البیت لانہ لا حق للخلق علی الخالق تعالیٰ اھ

یعنی" مکروہ ہے کہنا بحق تیرے رسولوں اور انبیاء اور اولیاء کے یا بحق البیت کیونکہ کسی مخلوق کا خالق تعالیٰ پر کوئی حق نہیں ہے"

اور فتاویٰ عالمگیری جلد ۵ ص ۱۲۱ میں مرقوم ہے۔

ویکرہ ان یقول فی دعائہ بحق فلان وکذا بحق انبیائک واولیائک او بحق رسلک او بحق البیت والمشعر الحرام لانہ لا حق للخلوق علی اللہ کذا فی التبیین اھ۔

یعنی" مکروہ ہے کہنا اپنی دعا میں بحق فلاں اور اسی طرح بحق انبیاؤں اور اولیاؤں یا بحق تیرے رسولوں کے یا بحق بیت اور مشعر الحرام کے کیونکہ کسی مخلوق کا اللہ تعالیٰ پر حق نہیں ہے"

اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ تفسیر فتح العزیز جلد ص ۲۲۳ میں فرماتے ہیں۔

دریں جا باید دانست کہ در کتب فقہ مذکور است کہ دعا کردن بحق کسے مکروہ است زیراکہ کسے را برخدا حقے نمی باشد۔ اھ

"اس جگہ سے معلوم کرنا چاہیئے کہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ دعا کرتے میں لفظ بحق فلاں کا لانا مکروہ ہے کیونکہ کسی کا اللہ کے اوپر حق نہیں ہوتا"

اور بعد تفصیل مذہب معتزلہ کے فرماتے ہیں۔

آنچہ در کتب فقہ ممنوع است حق حقیقی است وازانکہ در زمان سابق مذہب معتزلہ رواج بسیار داشت واستعمال ایں لفظ موہم مذہب ایشاں می شد فقہاء مطلقاً از استعمال

"جو کچھ کتب فقہ میں ممنوع ہوتا ہے حق حقیقی ہے اور زمانہ سابق میں مذہب معتزلہ کی کثرت تھی۔ اور استعمال اس لفظ موہم سے ان کے مذہب کی طرف خیال جاتا تھا۔ فقہاء نے مطلقاً استعمال

ایں لفظ منع نمودہ اندتا خیال کسے بآں مذہب نرود ایں است آنچہ دریں مقام موافق قرار داد علمائے ظاہر است اھ

اس لفظ کا منع فرمایا تاکہ خیال کسی کا ان کے مذہب کی طرف نہ جاوے۔ یہ تقریر موافق قرار داد علماء ظاہر کے ہے "

پس جبکہ علماء اور فقہاء اُمت نے بوجہ موہم مذہب معتزلہ کے حق تعالیٰ کی شان میں ادباً اس لفظ کے استعمال کو مطلقاً ممنوع قرار دیا۔ جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعد وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعاءِ استسقاء میں آپ کے توسل کے بجائے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے توسل سے دُعا چاہی ۔ پس مولانا شہید مرحوم کا پاک عقیدہ حسب قرآن وحدیث واکابر علماء فقہاء، مفسرین اور محدثین کے موافق اور آپ کی تعلیم تقویۃ الایمان میں توحید وسنت کی خالص ہدایت کی تلقین ہے ۔ واللہ ولی التوفیق ۔

روایت "اَعِیْنُوْنِی یا عباد اللّٰہ" پر بحث

قولہ ص۴۵ — ۴۸ حصن حصین میں یہ حدیث مذکور ہے جب بھاگ جائے جانور کسی کا چاہیئے کہ پکارے مدد کرو میری اے بندو اللہ کے نقل کی یہ بزار نے ۔ ف ۔ مراد بندوں خدا سے رجال الغیب ہیں ۔ یعنی ابدال یا ملائکہ یا مسلمان جنات ۔ ابن مسعودؓ نے روایت کی ہے کہ جب بھاگ جاوے الخ ظفر جلیل ص۲۰۱ و ص۲۰۲ دیکھئے یہاں ندا بھی ہے استمداد بھی مشکل کے وقت اللہ کے مقبول بندوں کو پکارنا بھی ۔ کہاں تک وہابی انکار کریں گے اور اپنی بے سند وبے دلیل غلط بات پر جمے رہیں گے حصن حصین میں اس کے بعد ایک اور حدیث مذکور ہے ۔ اور جو چاہے مدد یعنی اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی امر میں پس چاہیئے کہ کہے اے بندو اللہ کے مدد کرو میری ۔ اے بندو اللہ کے مدد کرو میری ۔ اے بندو اللہ کے مدد کرو میری ۔ نقل کی طبرانی نے ف یہ قول راوی کا ہے میرک شاہ نے بعض علمائے ثقات سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے ۔ اب دیکھئے کہ شراح محققین اور محدثین تو اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کی صحت پر اعتماد ہے ۔ اھ ملخصاً ملفظہ ۔

اقول ۔ اولاً یہ روایت ضعیف ہے ۔ کیونکہ عتبہ بن غزوان الرقاشی کو تقریب ص۱۶۴ میں مجہول الحال لکھا ہے ۔ اور اگر یہ صحابی مہاجر بدری ہیں ۔ تو ان کی وفات ۱۷ھ میں ہے ۔ اور زید بن علی کی ولادت ۸۰ھ میں ہے کما فی التقریب ص۸۶ تو یہ ان سے کس طرح روایت کر سکتے ہیں بالآخر منقطع ہوگی ۔ اور عبداللہ بن عیسیٰ جو یزید بن علی سے راوی ہے چنانچہ علامہ ہیثمی مجمع الزوائد ص۱۳۲ ج ۱۰ میں فرماتے ہیں رجالہ وثقوا علیٰ ضعف فی بعضھم الا ان یزید بن علی لم یدرک عتبۃ ۔ پھر ایک راوی معروف بن حسان اس میں ضعیف ہے چنانچہ فیض القدیر ص۳۰۷ ج ۱ شرح جامع صغیر میں مرقوم ہے ۔ رواہ ابن

السنی والطبرانی من حدیث الحسن بن عمر عن معروف بن حسان عن سعید بن ابی عروبۃ قتادۃ عن ابی بریدۃ عن ابی مسعود قال ابن حجر حدیث غریب وفیہ معروف قالوا منکر الحدیث وقد تفرد بہ فیہ انقطاع بین ابی بریدۃ وابن مسعود انتھی وقال الھیثمی فیہ معروف بن حسان ضعیف قال وجاء فی معناہ خبر اخرجہ الطبرانی بسند منقطع عن عتبۃ بن غزوان مرفوعاً اھ۔

اور خود مولوی نعیم الدین ملا علی قاری سے بقول بعض علماء حسن ہونا نقل کرکے بڑی تعلی سے لکھتے ہیں کہ شراح محققین اور علماء محدثین اسی حدیث کو صحیح کہتے ہیں۔ بس حسن کو حسن اور صحیح میں بھی تمیز نہ ہو وہ کیونکر ضعیف وقوی کو پہچان سکتا ہے۔ یہ سراسر عوام کو دھوکہ میں ڈال کر انبیاء اور اولیاء کے پکارنے اور ندائوں سے شرک میں مبتلا کرنا ہے۔ حالانکہ اس میں ہرگز انبیاء اور اولیاء اہل قبور کو پکارنا نہیں ہے۔ بلکہ ملائکہ و جنات جو امور نظام عالم کے لیے مقرر فرمائے گئے ہیں کہ وہ جنگلوں میں حاضر رہتے ہیں۔ وہ لوگوں کو راستے پر لگا دیتے ہیں۔ اور گم شدہ کی راہ پائی کرا دیتے ہیں۔ مراد ہے۔ چنانچہ مولوی نعیم الدین ظفر جلیل کے فائدہ سے نقل کرتے ہیں کہ مراد بندگان اللہ سے رجال الغیب ہیں یعنی ابدال یا ملائکہ یا مسلمان جنات۔ اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر ص۱۹۳ میں فرماتے ہیں۔

وان رجال الغیب ھم الجن لان الانس	یعنی "اور رجال الغیب جنات ہیں کیونکہ انسان ہمیشہ
لا یکون دائما محتجبا من الابصار	چھپ نہیں سکتے انسانوں کی نظروں سے مگر کبھی کبھی
الانس وانما یحتجب احیانا فمن ظن	تو جو گمان کرے کہ وہ انسان ہیں تو یہ خیال اس
انھم من الانس فمن غلطہ وجھلہ اھ	کا غلط اور جاہلانہ ہے"

اور شیخ عبد الحق رح مدارج النبوۃ ج ۱ ص۳۸۱ میں فرماتے ہیں۔

و در دعا توحید و اخلاص کہ روی از ہمہ جانب	یعنی "دعا میں توحید اور اخلاص کہ منہ تمام کی جانب سے
برتافتہ بجناب حق آوردہ و حمد و شکر است	پھیر کر جناب حق تعالیٰ کی طرف لاوے کر حمد و شکر خاص
مر پروردگار را و اثبات کمال مراد را صریحاً و ضمناً	پروردگار تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ اور اثبات کمال خاص
و توحید در رغبت و مناجات و تضرع و تذلل و	اسی کیلئے صریحاً اور ضمناً ہے اور توحید اور رغبت اور
استعانت و استغاثت و ایں معانی ہمہ خاصہ	مناجات اور تضرع زاری اور تذلل اور استغاثت
عبادت و زبدہ آنست و ازیں جہت	یعنی مدد اور فریاد چاہنا یہ تمام معانی خاصہ عبادت
وارد شدہ است کہ الدعاء مخ العبادۃ	اور اس کے لوازمات سے ہیں اور اسی وجہ سے حدیث

انتہیٰ ۔ میں وارد ہوا ہے کہ دُعا مانگنا عبادت کی جڑ ہے"

پھر دوسری حدیث طبرانی وابنِ ابی شیبہ کی جو خود حصن حصین میں موجود ہے۔ واذا ضاع له شئی او ابق اللّٰھم راد الضالة وھادی الضلالة انت تھدی من الضلالة رد علیّ ضالتی بقدرتك وسلطانك فانھا من عطائك وفضلك رواہ الطبرانی ولکن اوراہ ابن ابی شیبة اھ ...... جس میں سراسر استعانت محض اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ ہے۔ اس سے اپنے نشۂ شرک میں مبتلا ہوکر چشم پوشی کی گئی۔ اور نصوص قرآنی ایاك نعبد وایاك نستعین۔ اور بل ایاہ تدعون فیکشف ما تدعون۔ اور فلا تدعوا مع اللہ احدا اور قل انما ادعوا ربی ولا اشرك به احدا۔ وغیرہم آیات اور احادیث صحیحہ واذا سئلت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ۔ وغیرہم کو جس کی تفصیل مولوی نعیم الدین کے ص۳۱-۳۲ کے جواب میں گزر چکی ہے، پس پشت ڈال گیا۔ پس کس درجہ روشن دلائل وسند سے استعانت غیر اللہ کا ممنوع و شرک ہونا بتائید تقویۃ الایمان ثابت ہوا اور مولوی نعیم الدین صاحب کے تارِ عنکبوت محض بے سند وبے دلیل وبے محل ہوکر پاش پاش ہوگئے۔ والحمد للہ علی ذلک حمداً کثیراً۔

سماعِ موتیٰ اور وظیفہ شیئاً للہ قولہ ص۴۹-۶۶ جامع ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں قبروں پر گزر فرمایا تو اپنے روئے انور سے اہل قبور کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا تم پر سلام اے قبر والو اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں بخشے تم ہمارے پیش رو ہو۔ اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔ دیکھئے یہ حدیث ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اہل قبور کو ندا فرمارہے ہیں وہابی کہاں تک آیات واحادیث کا انکار کرتے رہیں گے۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے اپنے اس فتویٰ (یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ) میں صاف اقرار کیا کہ اگر شیخ کو عالم غیب اور متصرف مستقل جانے تو شرک ہے اور اگر مستقل نہ جانے تو شرک نہیں الخ لیکن مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی تقویۃ الایمان میں کوئی عذر نہیں سنتے مسلمانوں پر شرک کا حکم لگاتے ہیں۔ ذرا بھی پس وپیش نہیں کرتے وہ اس پر بھی شرک کا بے دریغ حکم دیتے ہیں۔ جو یہ کہتا ہے کہ میں ان بزرگوں کو اللہ کا بندہ اور اسی کی مخلوق جانتا ہوں اور یہ قدرت اسی نے ان کو بخشی ہے اسی کی مرضی سے عالم میں تصرف کرتے ہیں۔ نام عبد النبی علی بخش۔ غلام محی الدین وغیرہ رکھنے بھی تقویۃ الایمان میں شرک فرمایا ہے۔ یہ مسئلہ بھی غلط اور باطل ہے در اس کو اپنے دل سے تراشا ہے۔ ورنہ حنفی شافعی۔ مالکی حنبلی چشتی۔ قادری۔ نقشبندی۔ سہروردی وغیرہ۔ نسبتیں محض شرک ہوں۔ بزرگوں کے وسیلہ۔ اس کو شرک بتانا۔ قطعاً گمراہی اور شریعت کی مخالفت ہے۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آپ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عبد و خادم فرمایا۔ کنز العمال اھ ملخصاً بلفظہ۔

اقول: جبکہ قبر پر السلام علیکم یا اہل القبور کا خطاب احادیث سے ثابت ہے تو اس میں کسی کو کیا کلام ہو سکتا ہے۔ پھر جس طرح اہل قبور کو مخاطب کرکے سلام ثابت ہے۔ اسی طرح احادیث صحیحہ میں بلا لفظ خطاب یا کے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم جلد ۱ صـ۳۱۳ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع میں تشریف لے جا کر یہ پڑھتے السلام علیکم دار قوم مومنین الخ اور دوسری کئی حدیثوں میں السلام علی اہل الدیار من المومنین الخ روایات ہیں۔ نیز مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی حیات الموات صـ۱۵۸ میں فتح القدیر سے بلا لفظ خطاب یا کے نقل کرتے ہیں۔

یکرہ النوم عند القبر وقضاء الحاجۃ	یعنی "مکروہ ہے سونا قبر کے پاس اور پیشاب پاخانہ
بل اولیٰ وکل ما لم یعھد من السنۃ	پھرنا تو بالاولیٰ مکروہ ہے۔ اور ہر وہ چیز جو ثابت
والمعھود منھا لیس الا زیارتھا و	نہ ہو سنت سے مکروہ ہے کرنا اس کا اور ثابت نہیں
الدعاء عندھا قائما کما کان یفعل	ہے مگر زیارت کرنا اور دعا کرنا قبر کے پاس کھڑے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ	ہو کر اس کے پہلے جس طرح عادت تھی رسول اللہ
وسلم فی الخروج الی البقیع	صلی اللہ علیہ وسلم کی بقیع میں جاتے وقت اور
ویقول السلام علیکم دار قوم	کہتے سلام ہو تم پر رہنے والے قوم مومنین
مومنین الخ۔	کے"

لہٰذا ان احادیث کے اقتضاء سے اہل قبور کو سلام پہنچاتا ہے۔ اور ان کی روح کو متوجہ کیا جانا منجانب اللہ تعالیٰ جواب سلام کے لیے ثابت ہے۔ اگرچہ مذہب حنفیہ میں اہل قبور نہیں سنتے اور ان پر سلام کی بھی تاویلات کرتے ہیں۔ کہ مقصود سنانا نہیں ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ مدارج النبوۃ جلد ۲ صـ۱۲۰ میں نقل فرماتے ہیں۔

وشیخ ابن الہمام در شرح ہدایہ گفتہ	یعنی "اور شیخ ابن الہمام فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے
کہ اکثر مشائخ حنفیہ برآنند کہ میت نمے	ہیں کہ اکثر مشائخ حنفیاں اس طرف ہیں کہ مردے نہیں
شنود الخ	سنتے ہیں"

مگر مولوی صاحب بریلوی حیات الموات صـ۱۵۱ میں لکھتے ہیں۔

"ائمہ اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماعی عقیدہ کہ مردے سنتے ہیں قطعاً حق ہے۔ اور کیوں نہ حق ہو

کہ اہلِ سنت ہیں حق انہیں پر منحصر ہے بمشائخ وشراح اہلِ سنت وفلاح رحمہم اللہ تعالیٰ کا بیان
کہ مُردے نہیں سنتے بیشک صحیح ہے اور کیوں نہ صحیح ہو کہ وہ اہلِ فقاہت ہیں۔ ان کا فضل وکمال
ظاہر وباہر ہے۔ دونوں کلام صراحتہ صحیح ہیں" الخ ملخصاً
علیٰ ہذا امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۵ صـ۱۳۵ میں فرماتے ہیں۔

قال ابن التین لا تعارض بین حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ والاٰیۃ لانّ الموتٰی لا یسمعون بلاشک لکن اذا اراد اللہ السماع۔

یعنی "نہیں ہے کوئی مقابلہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ اور آیت میں اور بنا انکار عائشہ رضی اللہ عنہا اور اثبات ابن عمر رضی اللہ عنہ میں کوئی خلاف کیونکہ اموات بلاشک نہیں سنتے ہیں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ چاہے تو سنا دے"

اور پارہ ۷ صـ۱۳ میں فرماتے ہیں فلا معارضۃ بین انکار عائشۃ واثبات ابن عمر کما تقدم توضیحہ فی الجنائز اھ۔ چونکہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ مقتولین بدر پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ انہم الاٰن یسمعون ما اقول لہم یعنی "یہ لوگ اس وقت جو میں ان سے کہتا ہوں سنتے ہیں" اس حدیث کو سن کر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو احتمال ہوا اور فرمایا کہ حق تعالیٰ تو فرماتا ہے (سورہ نمل میں) انک لا تسمع الموتٰی۔۔ یعنی "تو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں سنا سکتا مردوں کو" پس اس اختلاف کی دونوں شقیں درست ہیں اور کوئی اختلاف نہیں۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے (سورہ فاطر میں) فرمایا ہے انّ اللہ یسمع من یشاء۔ یعنی "اللہ سناتا ہے جس کو چاہے" تو جو امر سنت مستقرہ سے ثابت ہے جس طرح بحوالہ فتح القدیر شرح ہدایہ مولوی صاحب بریلوی سے مذکور ہوا کہ ثابت نہیں ہے۔ مگر محض زیارت قبر اور سلام ودعا اس پر جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات کریمہ تھی۔ لیکن اس لفظ خطاب اور اختلاف حضرات صحابہ وائمہ کرام سے بے جا نفع اٹھا کر سوائے اسلام کے بحوالہ شرح الصدور ملک شام کے تین شخصوں کے یا محمداہ کہنے سے اور ردالمحتار سے یا سیدی یا احمد یا ابن علوان پکارنے کا قصہ اور اس پر طرہ یہ کہ اگر مراد بر نہ آئی تو تمہارا نام دفتر اولیاء سے کٹوا دوں گا۔

معاذ اللہ کیسا تحکم سینہ زوری ہے حالانکہ اولیاء اہلِ قبور کو غائبانہ مشکلات ومرادات میں متصرف جان کر پکارنا۔ اگرچہ اس تصرف کی قدرت حق تعالیٰ کی طرف سمجھ کر ہو محض قیاس باطل اور بلا دلیل محض ہے۔ ہرگز کسی آیت اور حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ حق تعالیٰ نے انبیاء واولیاء کو عالم میں تصرف کرنے کا کوئی اختیار دیا ان کی وفات کے بعد دے دیا ہے۔ جس کو وہ چاہیں نفع وضرر پہنچا دیں۔ پس محض بلادلیل قطعی کے مسلمانوں کو شرک میں مبتلا کر کے ضلوا فاضلوا کا مصداق ہوتا ہے۔ چنانچہ خود

علامہ شامی صاحب ردالمحتار جلد ۲ صـ۱۱۳ سے مولوی نعیم الدین کے صـ۱۷-۹۸ کی بحث میں یا سید ی فلان ان دد غائبی. الخ کا کفر ہونا منقول ہو چکا ہے. تو ایسے مہمل فصول سے کار براری کفر و شرک کے عقائد کے مسائل میں غایت بد دیانتی اور قرآن و حدیث کا مقابلہ کرنا ہے۔ اسی طرح بستان المحدثین صـ۱۲۱ سے اشعار شیخ احمد زروق صوفیؒ کے جو اپنی حیات میں تربیت مرید کے پیسے لکھے ہیں چنانچہ بستان المحدثین میں ان کو منجملہ ابدال کے نویں صدی میں لکھا ہے۔ اور مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے بھی حیات الموات صـ۹۱ میں نقل کیا ہے۔ نہ کہ بعد وفات غائبانہ حاضر و ناظر جان کر ان کو پکارنا پھر جب کہ حضرات صحابہ سے التحیات کے الفاظ خطاب اور صلوٰۃ و سلام زیارت مزار مبارک پر لفظ ندائیہ کا ترک صراحتہً ثابت و محقق ہو چکا ہے تو کب کسی کا کلام حجت ہو سکے گا۔ اسی طرح شفا قاضی عیاض میں ہر نبی کے ندا کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو کھول دینا اور درخت اور پہاڑ کا السلام علیک یا رسول اللہ کہنا اور فتح العزیز سے کعبہ معظمہ کا محشر میں جاتے وقت اثناء راہ مدینہ طیبہ میں قبر مبارک پر السلام علیک یا محمد کہنا سب میں خطاب بحضوری ہے۔ اس سے غائبانہ خطابات اور پکارنے پر حاضر و ناظر جان کر استدلال کرنا کس درجہ بے عقلی اور بے علمی پر دلیل ہے۔ استغفر اللہ۔ پھر اعرابی کا قبر مبارک پر عرض شفاعت کا واقعہ کہ اس کے راوی کذاب اور مجاہیل ہیں حتیٰ کہ محدثین نے موضوع تک بنا یا ہے۔ چنانچہ مطر الاسلام صـ۱۳ میں مرقوم ہے۔ پھر کیونکر حجت جواز ہو سکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے اولوالعزم تو استسقاء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل نہ چاہیں اور اعرابی کا فعل حجت بنایا جائے ؛ معاذ اللہ منہ اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے قصیدہ نعتیہ کے اشعار جو صلوٰۃ والسلام پر مشتمل ہیں چنانچہ وصلی علیك الله یا خیر خلقه اس میں مرقوم ہے۔ اور شیخ سعدیؒ و مولانا جامیؒ و مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے اشعار میں ندار شوقیہ بجذبہ حال مراد ہے۔ نہ کہ ندار حقیقی غائبانہ حاضر و ناظر جان کر۔ چنانچہ خود مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم فیوض قاسمیہ حصہ اول صـ۵۲ میں فرماتے ہیں۔

”اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ مختصر ہے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر نہ سمجھنا چاہیے ورنہ وہ سلام کیا ہوگا کفر ہوگا۔ بلکہ یوں سمجھیے یہ پیام فرشتے پہنچاتے والسلام“

نیز ندا ریا شیخ عبدالقادر جیلانی میں جس طرح فتویٰ مولانا گنگوہیؒ میں اس کی مختلف صورتوں میں حکم شرک اور عدم شرک کیا گیا ہے۔ اس کی تصریحات آپ کے دیگر فتاووں میں مرقوم ہے۔ چنانچہ فتاوی رشیدیہ حصہ اول صـ۳۱ ۔ صـ۳۴ میں مفصل مرقوم ہے۔

”اس کا ورد کرنا بندہ جائز نہیں جانتا۔ اگرچہ شرک نہیں لیکن مشابہ بشرک ہے۔ اس کلام کا پڑھنا کسی وجہ سے

جائز نہیں اگر شیخ قدس سرہ کو عالم الغیب و متصرف مستقل جان کر کہتا ہے۔ تو خود شرک محض ہے اور اگر یہ عقیدہ نہیں تو ناجائز ہے پس ایسی دعوت بہرحال یا شرک جلی یا خفی یا لغو مشابہت شرک ہو کر حرام و ناجائز ہووے گی کسی وجہ سے جواز کا شائبہ اس میں نہیں ہو سکتا پس جو فتویٰ خلاف نصوص و روایات صحیحہ کے ہو۔ وہ قطعاً مردود ہو گا واللہ تعالیٰ اعلم اھ ملخصاً "

اسی طرح رسالہ فتویٰ عدم جواز یا شیخ عبدالقادر جیلانی مطبوعہ نیر اعظم مراد آباد ص ۶۹ پر فتویٰ خود مولوی نعیم الدین کے استاد مولوی محمد گل خاں صاحب کا رحمن کی نسبت خود مولوی نعیم الدین رسالہ فیضانِ رحمت میں عین العلماء راس الفضلاء لکھتے ہیں امر قوم ہے۔

"پڑھنے والا اس جملہ کا تقریباً اور شہرت دینے والا اس کے جواز کا اعتماداً آثم بلکہ مشرک ہے"

سند اس کی حجۃ البالغہ مولفہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی ص ۶۱ میں موجود ہے۔

قال ومنها ای من مظان الشرك انھم	یعنی انہیں امور شرکیہ میں سے یہ بھی مرض تھا کہ مشرکین
کانوا یستعینون بغیر اللہ فی حوائجھم	اپنے اغراض و مقاصد کے لیے غیر اللہ سے مدد طلب
من شفاء المریض وغناء الفقیر و	کیا کرتے تھے شفائے مریض و رفع فقیری کے لیے
ینذرون لھم یتوقعون انجاح مقاصدھم	اور حل مطالب کی امید پران کے لیے نذریں
بتلك النذور ویتلون اسماءھم رجاء	مانتے تھے تبرکاً ان کے ناموں کو جپا کرتے تھے۔
ببرکتھا فاوجب علیھم ان یقولوا	اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر واجب فرمایا
فی صلوتھم ایاك نعبد و ایاك	کہ نمازوں میں پڑھا کریں کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے
نستعین وقال تعالیٰ ولا تدعوا	ہیں اور تجھی سے مدد طلب کرتے ہیں اور فرمایا اللہ
مع اللہ احدا ولیس المراد من	کے ساتھ کسی کو مت پکارو اور پکارنے کے معنی
الدعاء العبادۃ کما قاله بعض المفسرین	عبادت کے نہیں ہیں جیسے بعض مفسرین کا قول ہے
بل المراد ھو الاستعانۃ بقوله تعالیٰ	بلکہ مدد طلب کرو تاکہ وہ حاجت بر آوے جس کو
بل ایاہ تدعون فیکشف ما تدعون انتھی	تم طلب کرتے ہو"

اور قاضی ثناء اللہ صاحب سے بھی اس مضمون کو صراحتہً ارشاد الطالبین میں ذکر کیا ہے مسئلہ آنچہ جہال میگو یند یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ یا خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی شیئاً للہ جائز نیست شرک و کفر است حق تعالیٰ فرماید والذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم اور اسی طرح شاہ عبدالعزیز صاحب کی تفسیر بھی بعض حواشی میں صراحتہً اسی مضمون پر دال ہے۔ میگو یند سوال اگر کسے نام سوائے

خدائے تعالیٰ را بطریق تقرب ورد ساز داز مسلمانی بیرون گرد دجواب اگر نام کسے بطریق تقرب ورد زبان مے ساز د مشرک گرد د اھ ملخصاً ازر شہرت دینے والا بسبب اعتقاد جواز کے مشرک ہے۔ اور شہرت جواز کی دنیا علاوہ شرک کے ایک دوسرا وبال ہے واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

فقط الجواب صحیح

شگفتہ بینظیر
محمد گل ۱۳۰۰

اب مولوی نعیم الدین اپنی من گھڑت بات سے اپنے استاد عین العلماء رأس الفضلاء کو مشرک ٹھہرادیں خواہ مومن کامل۔ علیٰ ہذا طریقہ کشف ارواح وغیرہم صراط مستقیم ص۱۲۸ کو مولانا شہید مرحوم کی طرف نسبت کرنا اور ان کا تعلیم فرمودہ بتانا محض کذب وافتراء ہے جس طرح مولوی نعیم الدین کے ص۳۲ کے جواب میں مفصل گزر چکا۔ برتقدیر تسلیم یہ طریقہ حسب تجویز اکابر صوفیہ کے مراقبہ الی اللہ میں مستغرق ہوجانا از راہ کسبیت ہے جس کے ثمرات سے حصول انکشافات منجانب اللہ ہوجانا حق تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے نہ باختیار عبد چنانچہ اس کی تفصیل باب سوم فصل اول ص۱۴۱ کے حوالہ سے خود اسی مقام ص۱۲۸ صراط مستقیم میں مرقوم ہے۔ پس یہ مراقبہ جسمانی حیات سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر صاحب کشف کسی میت سے باذن اللہ ملاقی وہم کلام ہو تو عقلاً بعید از امکان نہیں۔ مگر ہر کسی کا اپنے عقیدہ میں اموات کو پکارنا، ندا کرنا۔ اور اس کو بعطاء الٰہی جاننا جب تک نصوص قرآن و احادیث صحاح سے قطعاً ثابت نہ کیا جائے محض قصص وحکایات اور مکاشفات حجت نہیں ہوسکتے چنانچہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی احکام شریعت حصہ اول ص۳۴ میں لکھتے ہیں۔

"احادیث صحاح مرفوعاً محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقع یا متشابہ پیش کرتے ہیں انہیں اتنی عقل نہیں یا قصداً بے عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف، متعین کے آگے محتمل، محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے انتہی"

علیٰ ہذا عبدالنبی وغیرہم ناموں کی نسبت بزرگوں کی طرف نفع وضرر کرنے کا کفر وشرک ہونا پہلے گزر چکا ہے۔ اور بزرگوں کے وسیلہ کی بحث اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لوگوں کو غنی کر دینے کے معنی کی بحث بھی ہو چکی ہے۔ اور بذریعہ معجزہ انبیاء علیہم السلام کا باذن اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کر دینے پر قیاس کر کے بزرگوں کی نسبت یہ امید رکھنی قیاس باطل سے شرک ثابت کرنا ہے کہ یہ امر مخصوص بانبیاء ہے اور معجزہ بھی انبیاء کی کچھ اختیاری بات نہیں حق تعالیٰ جب چاہے کسی نبی کے ذریعہ اس کو ظاہر فرما دے چنانچہ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ مدارج النبوۃ ج ۲ ص۱۱۵ میں فرماتے ہیں۔

کہ معجزہ فعل نبی نیست بلکہ فضل خداست	یعنی "معجزہ نبی کا فعل نہیں ہے بلکہ فضل اللہ کا ہے کہ
کہ بر دست وے، اظہار نمودہ بخلاف افعال	ان کے ہاتھ پر اس کا اظہار فرما دیتا ہے بخلاف دوسر

دیگر کسب ایں بندہ است و خلق از خدا	فعلوں کے کہ بندہ کے کسب میں سے اللہ کے پیدا کردہ
و در معجزہ کسب نیز از بندہ نیست اھ	اور معجزہ بندہ کا کسب بھی نہیں ہے۔"

نیز شاہ عبدالحق صاحب تکمیل الایمان ص۵۱ میں فرماتے ہیں (کرامت) در حقیقت معجزہ نبی است" یعنی کرامت ولی کی در حقیقت معجزہ نبی کا ہے۔"

علی ہذا ابدال و زندہ صالحین بندوں کی دعا، اور اعمال صالحہ کی برکات سے حق تعالیٰ مینہ برساتا اور اور بلائیں ٹالتا ہے۔ مولانا شہید مرحوم نے ہرگز اس کو شرک میں داخل نہیں فرمایا یہ محض ان پر بہتان ہے لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ رہا قرآن پاک کا ارشاد

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ	یعنی "نکاح کر دو بیواؤں کا جو تم میں ہوں اور جو
عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ	صالحین تمہارے غلام اور لونڈی ہوں۔"

تو اس میں حقیقی غلام و لونڈی کی تصریح ہے۔ مگر افسوس اس سے عبد فلاں کہنے کا عقیدہ تراشا جاتا ہے جس کا ممنوع اور شرک ہونا فتح الباری شرح صحیح بخاری سے مذکور ہو چکا ہے۔ اور مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی مخزن تحقیق (مطبوعہ حنفیہ پٹنہ جلد ۹ شوال ۱۳۱۵ھ) ص۱۸ میں لکھتے ہیں۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یقولن احدکم عبدی کلکم عبید الله ولکن یقل غلامی ھذا مختصرا۔ یعنی" ہرگز تم میں کوئی اپنے مملوک کو یوں نہ کہے کہ میرا بندہ تم سب خدا کے بندے ہو۔ ہاں یوں کہے کہ میرا غلام

پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے آپ کو عبد اور خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بتانا۔ علاوہ بلا سند ہونے کے حدیث مرفوع صحیح مسلم کا ہرگز معارض نہیں ہو سکتا۔ جس میں غلام کو بھی لفظ ذریعہ موہم شرک کے لفظ عبد کا ممنوع قرار دیا گیا۔ معہذا یہ قول اسی طرح ہے جس طرح صحیح بخاری پارہ ۲۷ ص۲۲۴ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم	یعنی "تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پایا
ادرک عمر بن الخطاب وھو یسیر	عمر بن خطاب کو کہ انہوں نے ایک غزوہ کے جاتے
فی رکب یحلف بابیه فقال الا ان	میں سواری پر چڑھتے ہوئے اپنے باپ کی قسم کھائی
الله ینھاکم ان تحلفوا باٰبائکم من	تو فرمایا آپ نے خبردار تحقیق اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے
کان حالفا فلیحلف بالله او	باپوں کے نام کی قسم کھانے سے جو تم میں قسم کھانا چاہے
لیصمت اھ۔	پس قسم کھائے اللہ ہی کی یا خاموش رہے۔"

حالانکہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ محتاط تھے اور توہمات شرکیات کے مٹانے کے درپے رہتے تھے چنانچہ فتح الباری کے حوالہ سے صفحہ ۳۶ پر گزر چکا ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا "سید تو اللہ ہی ہے" اور ملا علی قاری کا قول اوپر صفحہ ۴۸ میں گزر چکا ہے کہ "عبد النبی نام رکھنا ظاہراً کفر ہے۔ سوا اس کے کہ ارادہ عبد سے مملوک ہو" اور مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (مستند مولوی نعیم الدین) تفسیر فتح الرحمٰن زیر آیت سورہ اعراف فرماتے ہیں۔

فلما اٰتٰھما صالحا جعلا له شرکاء فیما اٰتٰھما فتعلی الله عما یشرکون۔	یعنی "پھر جب اس نے دیا ان کو اچھا بچہ ٹھہرانے لگے اس کے شریک اس چیز میں کہ اس نے دیا ان کو سو بہت دور ہے اللہ کے شریک بنانے سے"
مترجم گوید۔ وازیں جا دانستہ شد کہ شرک در تسمیہ نوعے ست از شرک چنانکہ اہل زمانہ ما غلام فلاں وعبد فلاں نام نہند واللہ اعلم اھ	مترجم کہتا ہے اور اس جگہ سے معلوم ہوا کہ شرک کرنا نام رکھنے میں بھی قسم شرک ہے جس طرح کہ ہمارے اہل زمانہ میں غلام فلاں اور عبد فلاں نام رکھتے ہیں واللہ اعلم"

نیز مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (مستند مولوی نعیم الدین) تفسیر فتح العزیز ج ا صفحہ ۱۵۸ میں فرماتے ہیں۔

وازانجملہ اند کسانیکہ در نام نہادن تو در را بندہ فلاں وعبد فلاں می گویند و ایں شرک در تسمیہ است اھ	یعنی "منجملہ ان کے وہ آدمی ہیں کہ نام رکھتے ہیں بندہ فلاں اور عبد فلاں کہتے ہیں۔ اور یہ شرک ناموں میں ہے"

پس کس طرح مانند آفتاب کے روشن ہوا کہ نام رکھنا عبد فلاں شرک میں داخل ہے اور اتنا تو خود مولوی نعیم الدین نے عاجز ہو کر تسلیم کر لیا کہ بلائیں ٹالنے اور بیماری، آسیب، پہنچنے کی وجہ سے، نام عبد فلاں نہیں رکھتے۔ بلکہ بزرگوں کی یاد اور اتباع کے لیے بزرگوں کے ناموں پر اس لیے نام رکھتے ہیں کہ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ بلاؤں، بیماریوں، آسیبوں کو دور فرمائے۔

کس قدر دروغ بندی اور فریب ہے اگر اس لیے نام رکھے جاتے تو شرعی نام جو بزرگوں کے ہوتے ہیں۔ وہی نام رکھے جاتے جو ان کے ناموں کے ساتھ نسبت و برکت بھی حاصل ہوتی نہ کہ شرکیہ نام عبد فلاں معاذ اللہ اور اس کے لیے یہ تقویٰ "کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا" دلیل کیا عجیب ڈھونڈی جاتی ہے۔ کہ حدیث میں ارشاد فرمایا میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جس کا اتباع کرو گے۔ راہ یاب ہو گئے۔ قطع نظر اس حدیث کے کہ امام حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی (مستند مولوی نعیم الدین) تلخیص الحبیر جلد ثانی صفحہ ۴۰۲ میں اس کے رواۃ کو ضعیف جداً لا اصل له کذاب واھ

منقطع غایۃ الضعف لم یصح مکذوب موضوع باطل ۔۔۔ لکھتے ہیں معہذا اس میں تو اقتدا اصحابہ رضی اللہ عنہم کا ارشاد ہے نہ کہ ان کے ساتھ نسبت شرکیہ بجائے عبداللہ کے عبد فلاں رکھنے کا۔ علی ہذا نسبت حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، چشتی، قادری نقشبندی، سہروردی وغیرہم باعتبار اختلاف اجتہادات اور طرق مجاہدہ ریاضات کے معروف ہے نہ بطور شرعی التزام کے کہ ان کو ارکان دین سے جاننے کا اعتقاد دکھایا دے۔ حالانکہ بیشتر مسائل اجتہادیہ مختلفہ میں ایک دوسرے پر عمل درآمد عندالفقہا بلانکیر جاری وساری ہے جس سے تقلید شخصی وانتساب حنفی وغیرہم کا بطلان واضح طور پر ثابت ہے کہ یہ کوئی شرعی امر نہیں چنانچہ مولوی نعیم الدین کے بڑے معتمد و مستند مولوی ارشاد حسین صاحب مرحوم رامپوری انتصار الحق ص۱۱۸ میں نقل کرتے ہیں۔ قال ابن الملا فروخ المکی فی القول السدید۔

اعلم انہ لم یکلف اللہ تعالٰی احدا من عبادہ ان یکون حنفیا اوشافعیا او مالکیا او حنبلیا۔	یعنی "جان تو کہ اللہ تعالیٰ نے نہیں مکلف و لازم فرمایا کسی پر بندوں میں سے کہ ہووے وہ حنفی یا شافعی یا مالکی یا حنبلی"

اور ص۱۳۶ میں لکھتے ہیں۔

"اور فی الواقع بالذات اللہ جل شانہ نے حنفی وغیرہ ہونے کا امر نہیں فرمایا چنانچہ اس مضمون کو شیخ عبدالعظیم ابن ملا فروخ المکی نے قول سدید میں مصرح فرمایا ہے" اور ص۱۸ میں لکھتے ہیں "کہ ہم نے تقلید معین کو کب ارکان ایمان سے قرار دیا ہے؟ اگر ہم رکن ایمان کہتے تو سب پر حکم فرضیت برابر کرتے۔ اور مسائل غیر اجتہادیہ میں اجازت ترک تقلید کیوں دیتے۔"

علی ہذا صدیقی، فاروقی، عثمانی، انصاری وغیرہم نسبتیں محض تعارف بین الاقوام ہیں۔ چنانچہ ارشاد حق تعالٰی قرآن پاک سورہ حجرات میں مرقوم ہے۔

وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ۔	یعنی "اور رکھیں تمہاری ذاتیں اور گوتیں تاکہ آپس کی پہچان ہو مقرر عزت اللہ کے یہاں اسی کو بڑائی جو پرہیزگار بڑا ہے۔"

اور فرمایا سورہ مومنون میں

فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ۔	یعنی "پھر نہ ذاتیں رہیں گی اس دن اور نہ آپس میں پوچھنا"

حدیث شریف صحیح مسلم میں وارد ہے۔

من ابطا به عمله لم یسرع به نسبه۔	یعنی "جس کے عمل نے تاخیر کی اس کا نسب جلدی نہ کرے گا"

مطلب یہ کہ جو نیک عملی میں پیچھے رہ گیا وہ بوجہ نسب کے آگے نہیں بڑھ سکتا،
چنانچہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے والد مولوی محمد نقی علی خاں صاحب سرور القلوب صفحہ ۱۲۸ میں لکھتے ہیں۔

"یوسف و زلیخا و شیریں و لیلیٰ جن کے حسن و جمال کے اکناف عالم میں ایک دھوم ہے۔ اب کہاں ہیں جو تو باقی رہے گا اور رستم و سہراب و سام و نریمان جن کی زور و قوت کا جہاں میں ایک شور ہے کدھر گئے جو تو رہ جائے گا اس وقت اگر ایک رگ بدن کی بگڑ جائے یا کانٹا پاؤں میں لگ جائے سب زور و قوت بھول جائے۔ نسب پر کیوں ناز کرتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ زیادہ بزرگ اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔ اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کے عمل اچھے نہ ہوں گے اسے نسب فائدہ نہ بخشے گا باپ دادا کا کمال اولاد میں نہیں آتا۔ فرزند اسمٰعیل و ابراہیم کی اولاد میں تھے ہزاروں ان میں مردود و کافر ہوئے بنی اسرائیل پیغمبر زادگی پر ناز کرتے سیکڑوں سؤر اور بندر ہو گئے۔ کنعان حضرت نوح پیغمبر کے طریق پر نہ تھا ہر چند انہوں نے سفارش کی قبول نہ ہوئی آخر طوفان میں غرق ہو گیا نوح اور لوط پیغمبر کی عورتیں دوزخ میں گئیں۔ اور آسیہ فرعون کی بی بی بہشتی ہوئیں۔ محمد بیٹا کعب بن اشرف کا تابعی ذی وقار اور عمرو بیٹا سعد بن ابی وقاص کا لشکر اشقیا کا سردار ہوا۔

عبرت دیکھ قدرت رب ودود ہے ظلمت سے نور نور سے ظلمت نمود ہے"

ایضاً صفحہ ۱۶۰ میں لکھتے ہیں۔

"پروردگار تقدس و تعالیٰ نے آپ کو عبداللہ فرمایا"

وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا۔ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا۔	یعنی "اور یہ کہ جس وقت کھڑا ہوتا ہے بندہ اللہ کا پکارتا اس کو تو لگ قریب ہے کہ ہو جاتے ہیں اس پر ٹھٹھ یعنی ہجوم کر لیتے ہیں کہہ کہ میں تو پکارتا ہوں اپنے رب ہی کو اور نہیں شریک سمجھتا اس کا کسی کو۔"

اے عزیز اس صفت یعنی عبدیت سے کوئی صفت برتر نہیں نقطہ خاک کو سر عبدیت نے اس مقام پر پہنچا دیا کہ ذہن ملاء اعلیٰ کا نہیں پہنچ سکتا اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اسی بھید کی طرف اشارہ ہے اسی لیے کتنے ہیں

انسانیت بندگی کو مستلزم ہے ایضاً صلا۱۶ میں ہے۔
اے عزیز! ممکن کے حق میں کوئی مرتبہ بندگی سے بڑھ کر نہیں۔ ماسوائے انقطاع کرکے ہمہ تن اپنے مولی کی عظمت اور جلال میں مستغرق ہو جائے۔ اور کمال اس کا یہ ہے کہ ہستی صرف مولی کے لیے خاص سمجھے اپنے آپ کو لاشئے جانے کہ ممکن محتاج کو واجب بالذات کے مقابل کسی طرح دعوے زیب نہیں دیتا۔"
پس مولوی نعیم الدین پر افسوس ہے کہ اقسام موہم شرک کے دروازے کا بلا دریغ مسلمانوں پر کھول کر خود اپنی عاقبت تباہ و برباد کرتے ہیں۔

بحث ما اہل لغیر اللہ اور نذر لغیر اللہ

قولہ صلا۱۹۷ اسی سلسلہ میں کسی کے نام کا جانور کرنا بھی شرک میں داخل کیا ہے۔ کوئی مسلمان ذبح کے وقت سوائے بسم اللہ اللہ اکبر کے اور کچھ نہیں کہتا۔ اور کسی کا نام نہیں لیتا۔ جب بھی شرک ہے۔ تو یہ حکم شرک غلط و باطل ہے تفسیر احمدی میں ہے۔ جو گائے اولیاء کے لیے نذر کی جاتی ہے۔ جیسا کہ ہمارے زمانہ میں رسم ہے وہ حلال طیب ہے۔ کیونکہ اس پر وقت ذبح غیر خدا کا نام نہ لیا گیا۔ الخ ملخصاً بلفظہ

اقول۔ بیشک کسی کے نام کا تقربا جانور نذر کے لیے ماننا حرام اور شرک میں داخل ہے۔ اگرچہ وقت ذبح کے اس پر مطابق معمول بسم اللہ واللہ اکبر ہی کہا جاوے۔ حرام ہی رہے گا۔ چنانچہ در مختار صلا۲۸۳ میں مرقوم ہے۔

ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من العظماء، یحرم لانہ اہل بہ لغیر اللہ ولو ذکر اسم اللہ تعالی اھ۔	یعنی "ذبح کرنا جانور کا امیر رئیس وغیرہ بزرگوں کے آنے کے استقبال پر حرام ہے۔ کیونکہ وہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے کے حکم میں ہے۔ اگرچہ اس پر نام اللہ کا ذبح کے وقت لیا جاوے"

اور مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی تفسیر فتح العزیز جلد ا صلا۱۵۶ میں (جو مولوی نعیم الدین کے مسلمات سے ہے) فرماتے ہیں۔

یعنی دیگر آں جانور کہ آواز آوردہ شدہ و شہرت دادہ شد در حق آں جانور کہ غیر اللہ یعنی برائے غیر اللہ است خواہ آں غیرت باشد یا روح خبیث کہ لطرلق بھوگ کہ بنام او بدہند و خواہ جنی مستقط بر خانہ یا سرائے کہ بدوں دادن جانور	یعنی "گروہ جانور کہ آواز اور شہرت دی گئی ہو اس جانور کے حق میں کہ لغیر اللہ یعنی غیر خدا کیلیے ہے خواہ وہ غیر بُت ہو یا روح خبیث جیسے بطریق بھوگ کے نام سے دیتے ہیں اور خواہ کسی جن کے نام کہ کسی گھر پر یا سرائے پر مسلط ہو اور بدون دینے

از ابتدائے سکنۂ آنجا دست بردار نہ شد یا توپ[1]
روانہ کردن بدہد وخواہ پیرے و پیغمبر را بایں
وضع جانورے زندہ مقرر کردہ دہند کہ این ہمہ
حرام است و در حدیث صحیح[2] وارد است کہ
ملعون من ذبح لغیر اللّٰہ یعنی ہر کہ بذبح
جانور تقرّب بغیر خدا نماید ملعون است وخواہ
در وقت ذبح نام اللّٰہ بگیر دیا نے زیرا کہ چوں شہرت
داد کہ ایں جانور برائے فلاں است ذکر اللّٰہ
وقت ذبح فائدہ نہ کرد چہ آن جانور منسوب
بآن غیر گشت۔ و خبثے در وے پیدا گشت کہ زیادہ
از خبیث مردار است زیرا کہ مردار بے ذکر نام
اللّٰہ جاں دادہ است وجان ایں جانور از آں
غیر اللّٰہ قرار دادہ گشتہ اند و آن عین شرک است،
وہر گاہ ایں خبث در وے سرائت کرد دیگر بذکر
نام اللّٰہ حلال نمے شود مانند سگ وخوک کہ اگر
بنام اللّٰہ مذبوح شوند حلال نمے گردند اھ

جانور کے اس جگہ کے لوگوں سے دست بردار نہ ہوتا
ہو یا توپ پر چڑھاتا ہو اور خواہ کسی پیر اور پیغمبر
کے نام زندہ جانور مقرر کردیں۔ کہ یہ سب حرام ہے
اور صحیح حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص
جانور کو تقرب غیر خدا کے لیے ذبح کرے وہ شخص
ملعون ہے اور خواہ ذبح کے وقت نام خدا لے یا
نہ لے کیونکہ جب شہرت کردی کہ یہ جانور فلانے کے
لیے ہے ذکر نام خدا وقت ذبح کے مفید نہ ہوگا کیونکہ
وہ جانور غیر خدا کی طرف منسوب ہوگیا اور اس میں
پلیدی پیدا ہوگئی! اور پلیدی اس کی مردار کی پلیدی سے
زیادہ ہے۔ کیونکہ مردار نے بے ذکر نام اللّٰہ کے
جان دی ہے! اور یہ جانور غیر خدا کے نام پر قرار دیا گیا
ہے اور یہ عین شرک ہے اور جب کہ یہ پلیدی اس
اس میں سرایت کرگئی۔ تو ذکر نام خدا سے حلال نہیں
ہوسکتا۔ جیسے کتا اور سور کہ اگر خدا کا نام لے کر
ذبح کئے جاویں حلال نہ ہوں گے انتہیٰ

پس قول ملا جیون صاحب تفسیر احمدی کا بقول خود حسب رسم و رواج زمانہ کے کہ جن کا انتقال ۱۱۳۰ھ میں ہے اس پر کلام فیصل جناب شاہ صاحب موصوف سے جن کی ولادت ۱۱۵۹ھ میں ہے کما حقہ منقح ہو کر غلط ثابت ہوگیا۔ کیونکہ اولیاء کی نذروں کا حرام اور کفر ہونا رد المختار شرح در مختار سے (جو مسلمہ بڑی معتبر مولوی نعیم الدین کے نزدیک ہے) اوپر منقول ہوچکا ہے۔ پس کیونکر اولیاء کی نذر کی گائے حلال ہوسکتی ہے کہ مثل کتے اور سور کے نذر کرنے سے اور شہرت دینے سے حرام ہوچکی ہے پھر اس پر بسم اللّٰہ واللّٰہ اکبر کیا نفع دے سکتا ہے جبتک نذر کی نیت بشہرت تبدیل نہ کرے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری (جو جمع کردہ خود بادشاہ عالمگیر اورنگ زیب رحمہ اللّٰہ شاگرد ملا جیون صاحب تفسیر احمدی کا ہے) کی جلد ۵ صـ۱۱ میں مرقوم ہے۔

---

[1] جس طرح تقویۃ الایمان صـ۳۸ میں لکھا ہے "اور نشان اور توپ جس کو بکرا چڑھاتے ہیں"

[2] تقویۃ الایمان صـ۳۹ میں ہے اَخرجہ مسلم

ذبح عند مرأی الضیف تعظیما له لا یحل اکلها وکذا عند قدوم الامیر وغیرہ تعظیما اهـ۔

یعنی "کسی کی ضیافت تعظیم کے لیے ذبح کرنے سے اس کا کھانا حلال نہ ہوگا جس طرح کسی امیر و معظم کے لیے ذبح کرنے سے حلال نہیں ہوتا"

اور جبکہ خود ملا جیون رح تفسیر احمدی مطبوعہ کریمی بمبئی ص ۳۹۵ میں بتفسیر آیت وقالوا هذہٖ انعام وحرث حجر لا یطعمها الا من نشاء الآیۃ۔ فرماتے ہیں۔

واکثر هذہ الرسومات البدعیۃ فیما جعل نصیب من الحرث والانعام للآلهۃ وعدم اشتراکہ للہ تعالیٰ مما قد اشتهر فی زماننا بین النساء الناقصات العقل والدین فانهن کثیرا ما ینذرون نذرا للشیاطین والجنۃ او لبعض بنی آدم مما جعلنہ متدینا فی زعمهن ویحرمن التناول من تلک النذور مالم یتصدقن بہ علی وجهہ اخترعنہ باتباع الهوی النفسانیۃ و یعتقدون انهن ان اخطأن فیها احیانا تهلک اموالهن وبیوت اولادهن معاذ اللہ من ذلک ولعمری ان ما اخبر اللہ تعالیٰ بشناعۃ حال الکفار فی ذلک ما اصدق دلیلا علی بطلان هذہ الرسوم التی اشتهرت بین بعض الانام وتفرد بهذا خاطری وهو اعلم بحقیقۃ الحال وحقیقۃ المقال اهـ۔

یعنی "یہ رسومات بدعیہ اکثر خصوصاً کھیتی اور چوپایوں میں سے ایک حصہ اپنے معبودوں کے لیے مخصوص کر دینا اور اللہ تعالیٰ کا حصہ اس میں بالکل نہ رکھنا ہمارے زمانہ کی ناقصات عقل و دین عورتوں میں مشہور ہو چکا ہے۔ کیونکہ یہ عورتیں اپنے خیال باطل میں جن شیطانوں جنوں اور آدمیوں کو حاجت روا سمجھتی ہیں۔ ان کے لیے نذریں کرتی ہیں اور جب تک اپنے طریقہ بناوٹی پر اس کو خرچ نہ کرلیں۔ اس میں سے کھانا قطعی حرام سمجھتی ہیں اور ان کا پختہ اعتقاد یہ ہوتا ہے کہ اگر اس طریقہ میں ذرا بھی غلطی ہوگئی۔ تو مال و اولاد سب ہلاک و برباد ہو جائیں گے معاذ اللہ من ذلک اور میں قسمیہ کہتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کی خراب حالت کی جو خبر دی ہے وہ یقیناً ان مشہور رسموں کے باطل ہونے کی نہایت بہترین دلیل ہے"

پس مولوی نعیم الدین کا نذر اولیاء پر نام الٰہ لینے سے حلال ہونے کا زعم باطل مردود ہو کر خود اس کا حرام و بغیر اللہ ہونا کلام فقہاء ائمہ حنفیہ اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب سے بتائید تقویۃ الایمان ابیض من الشمس

واضح ہو گیا باقی تفصیل اس مسئلہ کی آئندہ صـ ۱۱۹ میں انشاء اللہ العزیز آوے گی۔

آیت مَا یُؤمِنُ اَکثَرُہُم بِاللّٰہِ اِلَّا وَ ہُم مُشرِکُون کا مطلب

قولہ صـ ۲۸-۳۰ دما یؤمن اکثرھم باللہ الا و ھم مشرکون - تقویۃ الایمان صـ ۵-۶ مولوی اسمٰعیل صاحب اس عبارت میں مسلمانوں کو مشرک بنا رہے ہے اور آیۃ دما یؤمن اکثرھم باللہ الّا وھم مشرکون کے تحت داخل کرتے ہیں۔ اور ان کی اس بات کو بھی نہیں مانتے کہ شرک جب ہوتا کہ ہم ان انبیاء اولیاء، پیروں اور شہیدوں کو اللہ کے برابر سمجھتے مسلمان کا یہ اعتقاد کہ انبیاء و اولیاء و شہداء کو قدرت تصرف اللہ تعالیٰ نے بخشی ہے۔ اس کی مرضی سے عالم میں تصرف کرتے ہیں بالکل حق ہے قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد موجود ہے یعنی تمہارے لیے مٹی سے پرندکی سی مورت بناتا ہوں۔ پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتے ہیں اللہ کے حکم سے الخ دیکھو یہ قدرت تصرف اللہ نے بخشی قرآن نے بتائی حضرت مسیح نے ظاہر فرمائی اسی کے ماننے والے کو مولوی اسمٰعیل مشرک لکھتے ہیں مسلمان کا یہ اعتقاد کہ اہل اللہ کو پکارنا عین اللہ ہی کو پکارنا ہے اور ان سے مدد مانگنی عین اسی سے مدد مانگنی ہے بالکل صحیح اور شرع اسلام کے مطابق ہے الخ التحیات کا خطاب عثمان بن حنیف کی حدیث شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں۔ یعنی اگر التفات خاص حق تعالیٰ کی طرف ہو اور بندہ مقرب کو مدد الٰہی کا مظہر جان کر اور اللہ تعالیٰ کے کارخانہ اسباب و حکمت پر نظر کرکے ظاہراً غیر سے استعانت کرے تو یہ عرفان سے دور نہ ہوگا۔ اور شرع میں بھی جائز وارد ہے۔ اور انبیاء و اولیاء نے غیر سے اس طرح کی استعانت کی ہے اور درحقیقت اس طرح مدد مانگنا غیر سے نہیں بلکہ خدا ہی سے مدد مانگنا ہے۔ اب کہیے اسمٰعیلی دین میں شاہ صاحب بھی مشرک ہوئے علیٰ ہٰذا مسلمانوں کا یہ اعتقاد کہ انبیاء و اولیاء اللہ کے پیارے ہیں جو جاہیں سو کریں اس کی جناب میں ہمارے سفارشی ہیں ان کے ملنے سے اللہ ملتا ہے ان کے پکارنے سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ جتنا ہم ان کو مانتے ہیں اتنا اللہ سے نزدیک ہوتے ہیں یہ سب اسلامی عقائد اور قرآن و حدیث کے مطابق ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ کیا لوگ رسول کو ماننا چھوڑ دیں۔ ان سے ملنا ترک کریں یہ باتیں کس طرح شرک ہیں۔ اس غضب کو تو دیکھیے کہ ان ایمانی و قرآنی عقیدوں پر مسلمانوں کو مشرک ٹھہرایا اور دھوکہ دینے کے لیے قرآن پاک کی آیت دما یؤمن اکثرھم الآیۃ لکھ دی جو مشرکین اور بت پرستوں یا یہود و نصاریٰ وغیرہ کفار کے حق میں نازل ہوئی الخ ملخصاً

اقول۔ بیشک جو لوگ اللہ کے ساتھ اقرار مالکیت اور خالقیت وغیرہ امور ایمانی کا کرتے

ہوئے پھر شرک میں مبتلا ہوتے اوثان پرستی (یعنی بلا مورت کی چیزوں کی پرستش جیسے قبر پرستی) کرتے ہیں جس طرح خود مولوی نعیم الدین نے صـ۴۲ میں تفسیر مدارک سے نقل کیا ہے۔

"وما یؤمن اکثرھم الا کہ وہ مشرکین اللہ تعالیٰ اور اس کی خالقیت اور اس کے آسمان وزمین پیدا کرنے کے اقرار سے مومن نہیں ہوگئے وہ (عبادت وثن یعنی قبر) پرستی کی وجہ سے مشرک ہیں۔ جمہور اس پر ہیں کہ یہ آیت مشرکین کے حق میں نازل ہوئی جو اللہ تعالیٰ اور اس کی خالقیت و رازقیت کے مقر بھی ہیں اور مصیبت کے وقت اس کو پکارتے بھی ہیں۔ مگر باوجود اس کے غیروں کو اس کا شریک کرتے ہیں ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری۔"

پس ایسے لوگ شرک میں گرفتار ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری معہ شرح فتح الباری پارہ ۳۰ صـ۶۹ میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

عن عکرمة فی قوله تعالیٰ وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون قال یسئلھم من خلقھم ومن خلق السمٰوٰت والارض فیقولون اللہ فذالک ایمانھم وھم یعبدون غیرہ اھ۔

یعنی روایت ہے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے معنی قول حق تعالیٰ وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون میں کہا جب سوال کرو ان سے کس نے پیدا کیا تم کو اور کس نے پیدا کئے آسمان اور زمین تو وہ جواب دیں گے اللہ تعالیٰ نے پس یہ ان کی ایمانی بات ہے حالانکہ وہ پوجا کرتے ہیں سوائے اللہ کے اوروں کی"

نیز حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی رحمہ اللہ مکتوبات جلد ثالث صـ۴۸ مطبوعہ نولکشور میں فرماتے ہیں۔

وبیزاری از شائبہ شرک شرط توحید و استمداد از اصنام وطاغوت در دفع امراض واسقام کہ در جہلائے اہل اسلام شائع گشتہ عین شرک و ضلالت ست وطلب حوائج از سنگہائے تراشیدہ و ناتراشیدہ نفس کفر و انکار از واجب الوجود تعالیٰ وتقدس قال اللہ تبارک وتعالیٰ شکایۃ عن حال بعض اھل الضلال یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا به ویرید الشیطٰن

یعنی "بیزاری شائبہ شرک سے توحید میں شرط ہے اور مدد چاہنا بتوں اور طاغوت سے بیماریوں وغیرہ میں جہلائے اہل اسلام میں شائع ہوگئی ہے۔ جو عین شرک اور گمراہی ہے اور مانگنا اپنی حاجتوں کا پتھروں تراشیدہ، اور غیر تراشیدہ سے عین کفر اور انکار کرنا حق تعالیٰ واجب الوجود کا ہے۔ فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے شکایۃً بعض گمراہوں کے حال سے چاہتے ہیں۔ کہ فیصلہ لے جاویں شیطانوں کی طرف

ان یضلھم ضلالاً بعیداً اکثر زناں بواسطہ
کمال جہل کہ دارند بایں استمداد ممنوع مبتلا اند
وطلب دفع بلیہ ازیں اسمائے بی مسمی مینمایند
وباداے مراسم شرک واہل شرک گرفتار اند
علی الخصوص ایں معنی از نیک وبد ایشاں
در وقت عروض مرض جدری (چیچک) کہ در
زبانِ ہندی سیتلہ معروف ست ومشہود ومحسوس
ست کم زنے باشد کہ از دقائق ایں شرک خالی بود
ویر سمے از رسوم آں اقدام نماید الا من عصمہا اللہ
تعالیٰ وتعظیم نمودن ایام معظمہ ہنود را وبجا آوردن
دراں ایام رسوم متعارفہ جہود را نیز مستلزم شرک
ومستوجب کفر ست چنانچہ در ایام دیوالی کفار
جہلہ اہلِ اسلام علی الخصوص زناں ایشاں رسوم
اہلِ کفر را بجا می آرند وعید خود میسازند و ہدایا
شبیہ بہدایائے اہل کفر نجانہائے دختراں و
خواہراں در رنگ اہل شرک میفرستند وظرفہائے
خود را در رنگ کفار دراں موسم رنگ میکنند
واز برنج سرخ آنہا را بہر کردہ میفرستند
وآں موسم را اعتناء اعتبار میدہند ہمہ شرک وکفر
ست بدین اسلام قال اللہ تبارک وتعالیٰ
وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون
وحیوانات را نذر مشائخ میکنند وبر سر قبرہائی
ایشاں رفتہ آں حیوانات را ذبح مینمایند روایات
فقہ ایں عمل را داخل شرک ساختہ ودریں باب
مبالغہ نمودہ ایں ذبح را از جنس ذبائح جن

اور حالانکہ حکم کئے گئے ہیں کہ اس کے منکر ہو جاویں
اور شیطان چاہتا ہے۔ کہ ان کو گمراہ کرے
گمراہی بعید میں۔ اکثر عورتیں بوجہ کمال جہالت
کے اس استمدادِ ممنوع میں مبتلا ہیں۔ اور بلاؤں کے
ٹالنے میں ان بے اصل ناموں سے مدد طلب
کرتے ہیں اور ادائے رسوماتِ شرکیہ میں گرفتار
ہیں خاص کر یہ امر ہر نیک وبد عورتوں میں وقت
مرض چیچک جس کو ہندی میں سیتلہ کہتے ہیں مشہور د
معروف ہے ایسی کوئی عورت کم ہو گی جو اس قسم
کے شرک سے خالی ہو اور ان رسومات میں سے کسی
میں مبتلا نہ ہو۔ مگر جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے
اور تعظیم کرنا ہندوؤں کے معظمہ دنوں کی اور ان دنوں
میں ان کی رسومات کو عمل میں لانا بھی مستلزم شرک
اور موجبِ کفر ہے۔ جیسا کہ دیوالی کے دنوں میں جہلاء
اہل اسلام خاص کر کے ان کی عورتیں رسوم اہل کفر
کو بجا لاتی ہیں اور اپنی عید مناتی ہیں ہدیہ مثل ہدایہ
کفار لڑکیوں اور بہنوں کے بطور اہل شرک کے بھیجتی ہیں اور
اپنے برتن مثل کفار کے رنگتی ہیں اور سرخ چاول سے
بھر کر بھیجتی ہیں اور اس موسم کو اہمیت دے کر قابل اعتبار
جانتی ہیں یہ سب دین اسلام میں شرک اور کفر ہے۔
فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ
مگر کہ شرک کرتے ہیں۔ اور حیوانات کو نذرِ مشائخ
کی کرتی ہیں اور قبروں پر مشائخ کی جا کر ان کو
ذبح کرتی ہیں۔ روایاتِ فقہ نے اس عمل کو شرک میں
داخل کیا ہے۔ اور اس باب میں مبالغہ کر کے اس ذبح

انکاشتہ کہ ممنوع شرع ست و داخلِ دائرہ
شرک از عمل نیز اجتناب باید نمود و درجوہ نذر
بسیار است چہ درکارست کہ نذرِ ذبح
حیوانے کنند و ازتکابِ ذبح آن نمایند
و بذبائح جن ملحق سازند و تشبیہ بعبدہ جن
(پرستندگان) پیدا کنند و ازیں عالم ست صیام
نساء کہ بہ نیت پیراں و بیبیان نگاہ دارند و
اکثر نامہائے ایشاں را از نزد خود تراشیدہ
روز ہائی خود را بنام آنہا نیت کنند و در وقت
افطار از برائے ہر روزہ طعام خاص بوضع مخصوص
تعین مینمایند و تعین ایام نیز از برائے صیام
میکنند و مطالب و مقاصد خود را بایں روزہ مربوط
مے سازند و توسل ایں روزہ ہا از آنہا حوائج خود مے خواہند
و درواے حاجات خود را از آنہا میدانند ایں شرک در
عبادتست و توسل عبادت غیرے حاجات خود را از آں غیر
خواستن ست شناعت ایں فعل را نیک باید دریافت و حال
آنکہ در حدیثِ قدسی آمدہ است کہ اللہ تعالیٰ فرمودہ "الصوم
لی و انا اجزی بہ" یعنی صوم مخصوص از برائے من ست
و غیرِ من در عبادت صوم شرکتے نیست ہر چند در ہیچ عبادت
شرکتِ باللہ تعالیٰ جائز نیست اما تخصیص صوم از برائے
اہتمام ایں عبادت ست و تاکید نفی شریک دراں عبادت
کردنست و حیلہ است آنچہ بعضے از زناں در وقت اظہار
شناعت ایں فعل گویند کہ ما ایں روز ہا را برائے خدا نگاہ
مے داریم ثواب آں را بہ پیراں مے بخشیم اگر دریں امر صادق مے
باشند تعین ایام از برائے صیام چہ درکار ست و تخصیصِ طعام

جنس ذبائح جن سے جانا ہے کہ ممنوعِ شرع اور
داخل دائرہ شرک ہے اس عمل سے اجتناب چاہیئے۔
طریقہ نذر ادا کرنے کے بہت ہیں کیا ضرور ہے کہ
نذر ذبح کسی حیوان کی کی جائے اور ارتکاب
اس کے ذبح کا کرکے ذبائح جن سے ملحق کریں
اور تشبیہ جنیوں کی عبادت کرنے والوں سے پیدا کریں
اور اسی طرح حال عورتوں کے روزہ رکھنے کا ہے
کہ بہ نیت پیروں اور بیبیوں کے رکھتی ہیں اور اپنی
حاجت روائی ان سے چاہتی ہیں۔ یہ عبادت میں شرک
ہے اور بوسیلہ عبادت غیر کے اپنی حاجت کو ان غیر
سے چاہتا ہے برائی اس فعل کی خوب طرح سے جاننا
چاہیئے۔ حالانکہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ
نے فرمایا ہے یعنی روزہ خاص میرے واسطے ہے اور میں
ہی اس کی جزا دوں گا۔ اور میرے غیر کو عبادت
روزہ میں کوئی شرکت نہیں ہے۔ ہر چند کسی عبادت
میں شرک حق تعالیٰ کے ساتھ جائز نہیں ہے لیکن تخصیص
روزہ کی واسطے اہتمام اس عبادت کی غرض سے ہے
اور تاکید نفی شرک اس عبادت کے لیے کرتا ہے اور
حیلہ کرتا ہے۔ جو کچھ کہ بعض عورتیں اس فعل کی برائی
ظاہر ہوتے پر کہتی ہیں۔ کہ ہم ان روزوں کو خدا کے
لیے رکھتی ہیں اور ثواب ان کا پیروں کو ہم بخش
دیتی ہیں۔ اگر اس امر میں سچی ہوتیں تو تعین زمانہ اور
دنوں کا روزوں کے واسطے کیا درکار ہے
اور تخصیص کھانے اور تعین طریقہ شنیعہ مختلف
روزوں کے افطار میں کس واسطے ہے۔ ایسا اکثر

وتعین اوضاع تشنیعہ متعلقہ در افطار از برائے جمعیت لساست کہ در وقت افطار از تکاب محرمات نمایند و افطار بامر حرام کنند و بے حاجت سوال وگدائے کنند و باں افطار نمایند و قضائے حوائج خود را مخصوص بارتکاب ایں محرم دانند ایں خود عین ضلالت و تسویل شیطان لعین ست واللہ سبحانہ العاصم اھ

ہوتا ہے کہ افطار کے وقت حرام چیزوں کا ارتکاب کرتی ہیں اور افطار حرام شئے سے کرتی ہیں اور بے ضرورت سوال اور گدائی کرتی ہیں اور اس سے افطار کرتی ہیں۔ اور اپنی حاجتوں کے پورا کرنے کو مخصوص ازنکاب ان حرام چیزوں سے جانتی ہیں۔ یہ خود عین گمراہی اور تسویل شیطان لعین ہے واللہ سبحانہ العاصم"

پس جس طرح مشرکین سابقین کہتے تھے۔

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى الآیۃ۔ (سورہ زمر)

یعنی "ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اسی لیے کہ ہمیں اللہ تک قریب کردیں گے مرتبہ میں"

اسی طرح مولوی نعیم الدین کا بھی یہی عقیدہ ہے "کہ شرک جب ہوتا ہے کہ ہم ان انبیاء و اولیاء کو بیرون شہیدوں کو اللہ کے برابر سمجھتے۔ مسلمانوں کا یہ اعتقاد کہ انبیاء و اولیاء اللہ کے پیارے ہیں جو جاہیں سو کریں ہمارے سفارشی ہیں" وغیرہ وغیرہ۔

تو پھر ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ وہ بھی بعض ایمانی باتوں پر ایمان لا کر شرک کرتے۔ یہ بھی وہی کرتے ہیں۔ اگرچہ نزول آیت اس زمانہ کے لوگوں پر ہوا۔ مگر جو جیسا کرے گا اس میں کیوں کر داخل نہ ہوگا جس طرح اس کی تفصیل کما حقہ، کلام حضرت مجدد صاحب میں گزری کہ جہلاء کا پیروں کے نام کا روزہ رکھنا اس کے ذریعہ سے طلب حاجات اور اس میں ثواب پہنچانے کا حیلہ کو بھی بوجہ تعین و تخصیصات کے عین گمراہی اور داخل شرک فرماتے ہیں۔

سنیئے رسول کو ماننا اس طرح ہوتا ہے جس طرح خود تقویۃ الایمان صفہ میں ہے کہ "رسول کو رسول سمجھنا اس طرح ہوتا ہے کہ اس کے سوائے کسی کی راہ نہ پکڑے" "اتباع سنت کو ضرور پکڑے"۔ نہ کہ انبیاء و اولیاء کو غائبانہ پکارے۔ حاجات طلب کرے۔ حاضر و ناظر متصرف جانے کہ یہ ہر گز ان کا ماننا نہیں بلکہ اللہ اور رسول سے عداوت ہے۔ چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات مردہ زندہ ہونے وغیرہم بفضل اللہ سے استدلال لا کر کہا جاتا ہے وہ لوگ اللہ کے پیارے ہیں جو چاہیں سو کریں۔ معاذ اللہ اور خطاب التحیات اور عثمان بن حنیف کی روایات کا جواب مولوی نعیم الدین کے جواب میں صفہ تا صفہ ۴۹ پر مفصل گزر چکا۔ اور جناب شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی عبارت تفسیر عزیزی صفہ۱ در بارہ استعانت بغیر

اللہ کو کاٹ چھانٹ کر خیانت و بددیانتی پر کمر باندھی جو بغرض انکشافِ حقیقت اہلِ انصاف کی خدمت میں حسب ذیل ہے۔ اس عبارت کا جز اول ملاکر ملاحظہ فرمائیں تفسیر فتح العزیز ج ۱ ص۲۰

دریں جا باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہے
کہ اعتماد بر آں غیر باشد و او را یکے از مظہر عون
الٰہی نداند حرام است و اگر التفات محض
بجانب حق است و او را یکے از مظاہر عون
دانستہ و نظر بکار خانہ اسباب و حکمت
او تعالیٰ در آں نمودہ بغیر استعانت
ظاہری نماید دور از عرفان نخواہد بود و در
شرع نیز جائز و روا است و انبیاء و اولیاء
ایں نوع استعانت بغیر کردہ اند و در حقیقت
ایں نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت
بحضرتِ حق است لا غیر اھ

یعنی "اس جگہ سمجھنا چاہیئے کہ استعانت غیر سے اس
طور پر کہ اس پر بھروسہ رکھ کر اس کو امداد الٰہی کا
مظہر نہ جانے حرام ہے اور اگر التفات محض حق تعالیٰ
پر رکھ کر اس غیر کو منجملہ مظہر عون (یعنی اسباب ظاہری
کا سمجھے) اور نظر حق تعالیٰ کے کارخانہ اسباب
اور حکمت پر رکھ کر غیر سے ظاہری طور پر
کرے تو یہ عرفان سے دور نہ ہوگا اور شرع
میں بھی جائز ہے۔ اور انبیاء و اولیاء اس
قسم کی استعانت کیا کرتے تھے، اور حقیقت میں
اس قسم کی استعانت استعانت غیر سے نہیں
ہے بلکہ حق تعالیٰ ہی کے ساتھ ہے۔"

اس عبارت شاہ صاحب موصوف میں جس استعانت غیر سے شرع میں اجازت دی گئی ہے اور انبیاء علیہم السلام وغیرہم استعانت کرتے تھے وہ کارخانہ اسباب و حکمت نظام عالم کی استعانت ہے نہ کہ بعد گزرنے اس عالم کے خود انبیاء و اولیاء سے استعانت طلب کرنا ان کو پکارنا معاذ اللہ جس طرح مولوی نعیم الدین نے لفظ اور آ کا ترجمہ تحریف کر کے لوگوں کو دھوکہ میں ڈال کر بندہ مقرب کا کیا ہے جس پر خط کا نشان ڈالا گیا ہے۔ حالانکہ ہرگز اس کا اشارہ تک نہیں ہے۔ چنانچہ شاہ صاحب خود اس کی تفصیل تفسیر فتح العزیز ص۲۵ میں فرماتے ہیں۔

گویم کہ عون الٰہی در غالب اوقات کسانے را
حاصل میشود کہ استعانت بجناب او مے
نمایند پس ایں سبب عادی است برائے
حصول عون و در اسباب عادیہ تواں گفت
کہ چہ فائدہ دارند فائدہ آنہا ہمیں است کہ
حق تعالیٰ بجریان عادت خود آں چیز ہا را

یعنی "میں کہتا ہوں کہ مدد الٰہی اکثر اوقات ان
لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو استعانت اس کی
جناب میں چاہتے ہیں پس یہ سبب عادی ہے
واسطے حاصل ہونے مدد کے اور اسباب عادیہ میں یہ
نہیں کہہ سکتے کہ کیا فائدہ رکھتے ہیں۔ فائدہ ان کا یہی ہے
کہ حق تعالیٰ کی عادت کے اندر ان چیزوں کو سبب

واسطۂ نیلِ مطلوب ساختہ است چنانچہ
خوردنِ طعام برائے حصولِ سیریٔ شکم اھ

حصولِ مطلوب کا بنا دیا ہے جس طرح کھانے سے
پیٹ بھرنے کا امورِ عادیہ میں سے ہونا"

نیز فتح العزیز ص۴۶ میں فرماتے ہیں۔

پس استعانت لائق نیست الا از خدا اھ
ایضاً۔ پس مردِ مومن را از شرک مے گریزد
و از اول وہلہ باید کہ اعانت غیر را کہ بظاہر
اعانت است و در معنی اصلا قدرت ندارد
از نظر بیندازد و با عانت قادرِ حقیقی
اکتفا نماید اھ

یعنی "پس استعانت سوائے اللہ کے کسی سے لائق نہیں ہے"
یعنی "مردِ مومن اول ہی دفعہ میں شرک سے بھاگتا ہے
چاہیئے کہ غیر کی اعانت کو لفظاً ظاہر میں اعانت ہے
اور حقیقت میں کسی طرح قدرت نہیں رکھتا ہے
نظر سے ڈال دے اور ساتھ اعانتِ قادرِ حقیقی کے
کفایت کرے"

نیز ص۴۸ میں فرماتے ہیں۔

و استعانت یا بچیزے است کہ توہم استقلال
آن چیز در وہم و فہم ہیچ کس از مشرکین و موحدین
نمے گذرد و مثل استعانت بغذا و غلات
در دفعِ گرسنگی و استعانت بآب و شربت
ہا در دفعِ تشنگی و استعانت برائے راحت
بسایہ درخت و مانند آں و در دفعِ مرض بادویہ
و عقاقیر و در تعین وجہِ معاش با میر و بادشاہ
کہ در حقیقت معاوضۂ خدمت بمال است
و موجبِ تذلل نیست یا باطباء و معالجان کہ
کہ بہ سبب تجربہ و اطلاع زائد از آنہا
طلبِ مشورہ و استقلال توہم نمے شود
پس این قسمِ استعانت بلا کراہت
جائز است زیرا کہ در حقیقت
استعانت نیست و اگر استعانت
است استعانت بخدا است و یا بچیزے است

یعنی "استعانت یا ایسی چیز کے ساتھ ہے کہ خیال استقلال
اس چیز کا وہم و فہم میں بھی کسی چیز کے خواہ مشرک ہو خواہ موحد
نہیں گذرتا جس طرح استعانت اناج کی بھوک دور کرنے
میں اور استعانت پانی اور شربتوں کی پیاس کے دور
کرتے میں اور استعانت سایہ درخت کی راحت کے لیے
اور استعانت دواؤں اور بوٹیوں کی بیماریوں
کے دور کرنے میں اور استعانت امیر اور بادشاہ
کی معین ہونے معاش کی وجہ میں کہ در حقیقت
اس میں معاوضہ خدمت کا مال کے ساتھ ہے اور
موجب ذلت کا نہیں اسی طرح استعانت طبیبوں اور
معالجوں میں کہ بسبب تجربہ اور زیادتی واقفیت کے
ان سے طلبِ مشورہ کیا ہے۔ اور استقلال کا وہم
بھی نہیں ہوتا پس اس قسم کی استعانت بلا کراہت
جائز ہے اس واسطے کہ حقیقت میں استعانت
نہیں اور اگر یہ استعانت ہے تو استعانت اللہ ہی

که توهم استقلال آں چیز در مدارک مشرکین
جاگرفته مثل استعانت بارواح و روحانیت
فلکیه یا عنصریه یا ارواح سائره مثل هیولی
و شیخ سدّو و زین خان و مثال ذلک
و ایں نوع استعانت عین شرک است
و منافی ملّت حنیفی است اھ

سے ہے۔ اور یا استعانت ایسی چیز کے ساتھ ہو کہ
خیال استقلال اس چیز کا مشرکین کے ذہنوں میں
بیٹھا ہوا ہے جس طرح استعانت ارواح اور
روحانیت فلکیہ یا عنصریہ یا سوائے ان کے ارواح
کے ساتھ مثل ہیولی و شیخ سدو و زین خاں وغیرہم اور اس
قسم کی استعانت عین شرک اور منافی ملّت حنیفی کے ہے"

اور صلے میں فرماتے ہیں۔

و نیز در تجلیه لابد است از اظهار احتیاج و
آں باستعانت مبیّن شده و از تذلّل و آں
بعبادت مفهوم گشته و از معرفت عزت
ربوبیت و ذلت بشریت و ایں مضمون
از مجموع رب العالمین و ایاک نعبد ظاهر
مے شود اھ

یعنی "تجلیہ میں لابد ہے اپنی احتیاج ظاہر کرنا اور
اس کا بیان استعانت کے ساتھ ہو گیا ہے اور
"تذلّل و انکساری سے عبادت کے معنی سمجھے
گئے ہیں۔ اور معرفت سے عزت ربوبیت اور
ذلت بشریت کا ہونا مجموع رب العالمین و ایاک
نعبد سے ظاہر ہوتا ہے"

اور مولانا شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ مدارج النبوۃ ص۷۴ جلد۲ میں (درباره سفر ہجرت کے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو اونٹ چار سو درہم یا آٹھ سو درہم کو خریدے اور چار ماہ تک ان کو فربہ کیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے۔ کہ ان میں سے ایک پسند فرما لیجیے آپ نے فرمایا۔ میں بشرط قیمت قبول کرتا ہوں چنانچہ نو سو درہم اس کی قیمت دیئے گئے) فرماتے ہیں۔

که نخواست که در راه الٰہ استمداد و استعانت
از کسے جوید چنانکه خلاصه اشارت آیت لا نشرک
بعبادة ربه احدا درآں ناظر است اھ

یعنی "نہ چاہا کہ حق تعالیٰ کی راہ میں مدد اور استعانت کسی سے
ڈھونڈیں جس طرح کہ حاصل اشارہ اس آیت سے جانا کہ نہ
شریک ٹھہرائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عبادت میں کسی کو"

اسی طرح اس واقعہ کو صاحب ہدایہ نے کتاب البیوع ص۲۷ ج۳ میں نقل کیا ہے۔ حیث قال وقد
صح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ لما اراد الهجرة ابتاع ابوبکر
رضی اللہ عنہ بعیرین فقال له النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولنی
احدهما فقال هولك بغیر شئ فقال علیه السلام اما بغیر ثمن
فلا اھ۔

نیز شاہ عبدالحق صاحب موصوف اخبار الاخیار صـ۱۳۱ میں فرماتے ہیں۔

ویقدم لکل قول وفعل الالتجاء الی اللہ و الاستعانۃ بہ یرزقہ اللہ عزوجل خیر العمل۔ اھ	یعنی "مقدم کرے ہر قول وفعل میں التجا اللہ تعالےٰ کی جانب اور اسی کی طرف استعانت کو تاکہ نصیب فرمادے اللہ عزوجل بہتر عمل"

اور صـ۲۲۳ میں فرماتے ہیں۔

از خدا خواہم واز غیر نخواہم بخدا	کہ نیم بندۂ غیر و نہ خدائے دگراست

اور مدارج النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۴۸ میں فرماتے ہیں۔

وحمد وشکر است مر پروردگار را واثبات کمال مر او را صریحاً وضمناً وتوحید ورغبت ومناجات وتضرع وتذلل واستعانت واستغاثت و ایں معانی ہمہ خاصہ عبادت در بدہ اُنست وازیں سمت وارد شدہ است کہ الدعاء مخ العبادۃ الخ	یعنی "حمد وشکر خاص اس پروردگار کے لیے ہے اور اثبات کمال صریحاً وضمناً اسی کے لیے حاصل ہے اور توحید والتجا اور مناجات تضرع اور تذلل اور استعانت اور فریاد یہ جملہ معانی سب خاصہ عبادت اور اس کی جڑ میں سے ہیں اسی وجہ سے حدیث شریف میں وارد ہے کہ دعا جڑ ہے عبادت کی"

اور تصحیح المسائل بدایونی در شیخ مسلم مولوی نعیم الدین) صـ۵۱ میں شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق رح سے منقول ہے۔

ان کان الزائرون یعتقدون اھل القبور متصرفین مستبدین قادرین من غیر توجہ الی حضرۃ الحق والالتجاء الیہا کما یعتقدہ العوام الجاھلون الغافلون وغیر ذلک من تقبیل القبور والسجود لہ الصلوٰۃ الیہ مما وقع منہ النھی والتحذیر فذلک مما یمتنع ویحذر منہ وفعل العوام لا یعتبر قط۔"	یعنی "اگر زائران اعتقاد کریں کہ اہل قبور متصرف و قادر ہیں بے توجہ ہوئے حق تعالیٰ کی جانب کے جس طرح عوام، جاہل، غافل اعتقاد رکھتے ہیں اور جو کچھ مثلاً بوسہ دینا اور سجدہ کرنا قبر کو اور نماز پڑھنا قبر کی طرف وغیرہ امور جن کی ممانعت اور تحذیر وارد ہوئی ہے پس یہ جملہ اعتقاد اور جملہ افعال ممنوع اور حرام ہیں اور عوام کے فعل کا ہرگز کچھ اعتبار نہیں ہے۔

ناظرین منصفین پر خصوصاً کلام صاحب فتح الباری شرح صحیح بخاری اور شاہ عبدالعزیز صاحب کی تفسیر فتح العزیز وغیرہ و شاہ عبدالحق صاحب دہلوی خاص کر مجدد ملت حنیفیہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہم اللہ کے مکتوبات سے واضح ہو گیا کہ تقویۃ الایمان کا استدلال آیت وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون

میں بعینہٖ جس طرح کفار و مشرکین سابقین کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اسی طرح جاہل مسلمان جو انبیاء و اولیاء کو نداء و فریاد کرتے متصرف و حاضر و ناظر جانتے ہیں وہ بھی اس کے حکم میں داخل ہیں پس جملہ مبتدعین کی تخصیصات و تعینات و گور پرستوں پیر پرستوں کے باطل تارِ عنکبوت ائمہ و علمائے کرام نے پاش پاش کر دیے۔ اب مولوی نعیم الدین تمام ائمہ دین کو خارجی بنا دیں یا اپنے ایمان او ہن البیوت کی خیر منا دیں وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ منیب مزید بحث استعانت پہلے صفحہ ۱۰ کے جواب میں مفصل گزر چکی ہے۔ اس کی طرف رجوع فرما دیں۔

آیت "یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ الآیۃ" کا مطلب

قولہ صفحہ ۷۸-۸۰ اسی مدعائے باطل کے لیے مولوی اسمٰعیل صاحب نے دوسری آیت لکھی اور اس کا غلط مطلب بیان کر کے دنیا کو دھوکا دیا ملاحظہ ہو۔ ویعبدون من دون اللہ مالا یضرھم ولا ینفعھم ویقولون ھؤلاء شفعاؤنا عند اللہ الآیۃ۔ اور پوجتے ہیں ورے اللہ کے ایسی چیز کو نہ کچھ فائدہ دیوے ان کو نہ نقصان اور کہتے ہیں یہ لوگ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس" الخ تقویۃ الایمان صفحہ ۶ اس ترجمہ کے بعد لکھ کر مطلب یہ بتایا ہے۔ یعنی جن کو پکارتے ہیں الخ مطلب غلط بیان کیا پکارتے ہیں آیت کے کس لفظ کا ترجمہ ہے آیت میں ویعبدون ہے۔ ینادون نہیں ہے۔ خود ترجمہ میں لکھا اور پوجتے ہیں اور مطلب میں پوجنے کا پکارنا بنا دیا۔ کیا چالاکی کیسی تحریف ہے۔ بات یہ ہے کہ اگر پوجنے کو پکارنے سے نہ بدلتا تو مسلمانوں کو مشرک کہنے کا موقعہ نہ ملتا۔ یا وجود یکہ اہل اللہ کو پکارتا ندا کرنا اور ان کا باذن الٰہی مدد فرمانا نفع پہنچانا اور بارگاہ الٰہی میں شفیع ہونا۔ آیات و احادیث سے ثابت ہے مسئلہ ہم مفصل ذکر کر چکے ہیں۔ یہ قرآن پاک پر افترا ہے اللہ پر بہتان ہے۔ کتاب الٰہی کی مخالفت ہے صاحب تقویۃ الایمان سب کو چھوڑ کر انبیاء کی شفاعت کے انکار پر اڑا ہوا ہے اور شفاعت انبیاء کو بے فائدہ بتاتا ہے قرآن و حدیث سے اس کو کس قدر اور کتنی ضد الخ ملخصاً

اقول۔ مولانا شہید مرحوم نے یعبدون کا لفظی ترجمہ پوجنا اور فائدہ میں بطور شرح پکارنے کا لفظ اختیار فرمایا اس میں کیا غلطی اور کیا تحریف ہے۔ نہ قرآن پاک پر افترا ہے نہ اللہ پر بہتان نہ کتاب الٰہی کی مخالفت۔ چنانچہ امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ الباری جن کو خود مولوی نعیم الدین مستند جانتے ہیں فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۲۶ صفحہ ۱۹ میں فرماتے ہیں۔

وقال الراغب الدعاء والنداء واحد — یعنی "فرمایا امام راغب نے دعا اور نداء کے معنی واحد ہیں۔

الدعاء فی القرآن . . . . . — دعا قرآن میں منجملہ کئی معنی کے عبادت کے معنی

علیٰ وجوہ منہا العبادۃ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ؛

میں وارد ہے مثلاً اور مت پکار سوائے اللہ کے اس کو جو نہ نفع پہنچائے تم کو اور نہ نقصان"

اور پارہ ۳۰ صفحہ ۲۶۹ میں فرماتے ہیں۔

والمراد الدعاء اما بمعنی النداء واما بمعنی العبادۃ واما بمعنی الاعتقاد۔

یعنی" مراد دُعا سے نداء اور عبادت اور اعتقاد ہے"

پس کس طرح ابیض من الشمس واضح ہوا کہ عبادت یعنی پوجنا بمعنی نداء اور دعا سب ارکان عبادت اور اس کے لوازمات ہیں۔ نداء کو بھی عبادت کہتے ہیں۔ اور دُعا کو بھی عبادت کہتے ہیں۔ جب کسی کو کوئی نداء غائبانہ بتوقع نفع وضرر حاضر و ناظر جان کر کرے گا۔ تو وہ بھی پوجنا ہی ہوگا۔ اور مسئلہ نداء کا کفر و شرک ہونا آیات و احادیث اور اقوال ائمہ کرام و مقتدائے انام سے بخوبی مفصل مذکور ہو چکا ہے ہرگز کسی آیت و حدیث صحیح سے انبیاء و اولیاء کو پکارنا نداء کرنا ثابت نہیں۔

مسئلہ شفاعت کا اجمالی ذکر

پھر اہل اللہ کو پکارنا، نداء کرنا۔ جبکہ شرک ٹھہرا تو کیونکر اس شرک کے ساتھ شفاعت ہو سکتی ہے۔ شفاعت انبیاء و اولیاء موحدین اہل کبائر کی باذن اللہ تعالیٰ ہوگی اس میں کسی اہل سنت کو خلاف نہیں ہے یہی آیت و احادیث سے ثابت ہے اور یہی حاصل تفسیر خازن اور روح البیان و شرح فقہ اکبر کا ہے نہ اس کے خلاف۔ اور ہرگز تقویۃ الایمان میں انبیاء کی شفاعت بالاذن کا موحدین اہل کبائر کے لیے انکار نہیں ہے۔ اور تردید فائدہ بتانا یہ محض مولوی نعیم الدین کا عناد اہل توحید سے اپنے نشۂ شرکیات کے باعث ہے۔ دیکھو خود تقویۃ الایمان صفحہ ۶ میں اسی کے ساتھ ملا ہوا مرقوم ہے۔

"بلکہ انبیاء و اولیاء کی سفارش جو ہے سو اللہ کے اختیار میں ہے۔ ان کے پکارنے نہ پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو سفارشی بھی سمجھ کر پوجے وہ بھی مشرک ہوتا ہے"

اور اسی کی تائید مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی عم مولانا شہید مرحوم کے مکرم اور شیخ و استاد تفسیر فتح العزیز جلد ۱ صفحہ ۲۶۷ میں فرماتے ہیں۔

واحادیث متواترہ بیان کردند کہ غیر از کافر در حق ہمہ اہل معاصی حکم بشفاعت خواہد شد پس معلوم شد کہ محروم مطلق از شفاعت کافر است وبس و مناسب مقام ہم نفی ہمین شفاعت است

یعنی" احادیث متواترہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سوائے کافر کے تمام گنہگاروں کے لیے حکم شفاعت کا ہوگا پس معلوم ہوا کہ بالکل محروم شفاعت سے فقط کافر ہیں اور مناسب مقام کے بھی نفی اسی شفاعت

زیرا کہ ایں کلام برائے رد خیال فاسد اہل کتاب
و بیشتر ہم مشربان ایشاں است از اولاد انبیاء
و اولیاء و متوسلان بزرگان دین کہ خود را
بتوسل بزرگان مامون از مواخذہ و باز پرس
میدانند و می فہمند کہ با وجود کفر و قبائح دیگر
بزرگان ما مارا از عذاب اُخروی خلاص خواہند
ساخت و طریق رد ایں خیال آنست کہ
شفاعتے کہ شما توقع آں غرہ میشوید در آں
روز واقع نخواہد شد زیرا کہ شفاعت ہر شفیع
در آں روز موقوف بر حکم الٰہی خواہد بود چوں
شفاعت موقوف بر حکم الٰہی شد جائے
اعتماد نماند چہ توسل بآں شفیع در حصول آں
کفایت نخواہد کرد بلکہ حکم الٰہی ہم درکار است
و آں در خطر است شود یا نشود و شما بمحض
توسل بکاملے نازش مکنید کہ ایں توسل سبب
مستقل نیست اھ

کی ہے اس لیے کہ اس کلام کو رد کرنے کے لیے خیال
فاسد اہل کتاب کے اور جو ہم مذہب ان کے ہیں لائے
ہیں کہ یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اولاد نبیوں اور ولیوں
کی ہیں اور بزرگوں کے ساتھ توسل ہمارا ہے ہم کو خوف
مواخذہ اور باز پرس کا نہیں ہے اور جانتے ہیں کہ
باوجود کفر اور دوسری برائیوں کے بزرگ ہمارے ہم
کو عذاب آخرت سے چھڑائیں گے اور طریق رد
کرنے اس خیال کا یہ ہے کہ جس شفاعت کی توقع پر
تم غرہ میں ہو ایسی شفاعت اس روز نہیں ہوتے
کی کیونکہ شفاعت ہر شفیع کی اس دن موقوف
اوپر حکم الٰہی کے ہوگی۔ جب شفاعت حکم الٰہی پر
موقوف ہوئی۔ اعتماد کی جگہ نہیں رہی۔ اس واسطے
کہ فقط وسیلہ شفیع کا اس میں کفایت نہ کرے گا،
بلکہ حکم الٰہی بھی درکار ہے اور اس کا خطرہ ہے چاہے
ہو جاوے نہ ہو۔ پس تم محض کسی کامل کے توسل پر
نازاں نہ ہو کہ یہ توسل سبب مستقل نہیں ہے۔"

نیز ص۵۰۱ میں فرماتے ہیں۔

ہر چند شفاعت انبیاء و اسلاف شما
در حق تابعان و منسوبان خود مقبول است
اما با وجود کفر شمارا نافع نخواہد شد کہ از تبعیت
و نسبت بایشاں خارج آیدا ھ

یعنی "ہر چند شفاعت انبیاء اور تمہارے اسلاف کے
حق میں اپنے تابعین اور منسوبین کے مقبول ہے لیکن
باوجود تمہارے کفر کے نفع نہ دے گی کہ تم ان کی تابعداری
اور نسبت سے خارج ہوئے۔"

الحمد للہ کہ دربارہ شفاعت تقویۃ الایمان کی پوری پوری تفصیلاً تائید گویا حرف بحرف موتیوں کی لڑی
کی طرح مشرّح تفسیر فتح العزیز مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کے کلام سے محقق ہوکر مولوی نعیم الدین
کے غلط خیال کا مردود ہونا کما حقہٗ ثابت ہوگیا جس میں اہل انصاف کو کوئی جائے مقال و دم زدن نہیں ہو سکتا
والحمد للہ اولاً و آخراً۔ مفصل بحث شفاعت مولوی نعیم الدین کے جواب میں ان شاء اللہ العزیز آوے گی۔

قول ۸۱ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى الآية
یعنی "اور جو لوگ ٹھہراتے ہیں ورے اللہ کے اور حمایتی کہتے ہیں پوجتے ہیں ہم ان کو سوا اسی لیے کہ نزدیک
کردیں ہم کو اللہ کی طرف مرتبہ میں"۔تقویۃ الایمان صـ یہ آیت کریمہ بھی کفار کے حق میں نازل ہوئی اور بتوں
کی پرستش میں جو ان کے باطل عذر تھے اس میں ان کا ابطال کیا گیا۔ اس کو مسلمانوں پر ڈھالنا اور بتوں کی بجائے
بزرگانِ اسلام کے ساتھ توسل و شفاعت کو شرک قرار دینا قرآن پاک کی تحریف اور اللہ تعالیٰ پر افترا اور
خارجیوں کی تقلید ہے صاحب تقویۃ الایمان اس کا عادی ہوگیا۔ وہ ہر جگہ میں فریب کاری کرکے مسلمانوں
کو مشرک بناتا ہے الخ ملحقاً۔

اقول۔ اگرچہ مورد نزول آیت کا خاص ہے۔ مگر اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے یہ مسئلہ و قاعدہ اصول
مسلّمہ ہے۔ ہزار ہا امثلہ قرآنی سے یہ امر واضح ہے مثلاً آیت فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ کیا اہلِ کتاب کے
حق میں نازل نہیں ہوئی پھر کیوں اس سے مسلمانوں کے حق میں کس زور و شور سے استدلال کیا جاتا ہے۔
علی ہذا آیت اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ یہود و نصاریٰ کے حق میں
نازل ہوئی مگر نص کے خلاف میں اس آیت سے تقلید کے کفر و شرک ہونے پر مفسرین و ائمہ کرام نے صراحتہً
استدلال کیا حتیٰ کہ فروعاتِ عملیہ حلت و حرمت میں اس آیت کو خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
شرک و کفر پر محمول فرمایا۔ چنانچہ حدیث صحیح ترمذی میں عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اور
آیت وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی
معہذا مسلمانوں کے لیے اس سے استدلال ہوتا ہے۔ باقی تفصیلی جواب قریب ہی گزر چکا ہے پھر
ملاحظہ ہو مولانا شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی (مستند مولوی نعیم الدین) ترجمہ مشکوٰۃ شریف ج ۱ صـ ۶۹
میں فرماتے ہیں۔

بت پرستاں اگرچہ بتاں را مانند خدا و مخالف
او تعالیٰ نمیدانند و نمے گویند ولیکن چوں
آنہارا می پرستند و تعظیم می کنند گویا مثل
و مانند او میدانند و اعتقاد دارند کہ ایشاں
را از عذاب خدا میرہانند اھ

یعنی "بت پرست اگرچہ بتوں کو مانند اللہ تعالیٰ
اور مخالف حق تعالیٰ کے نہیں جانتے ہیں۔ مگر جو ان
کو پوجتے ہیں اور تعظیم کرتے ہیں گویا مثل اور مانند
حق تعالیٰ کے جانتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ
اللہ تعالیٰ کے عذاب سے رہا کرادیں گے"۔

نیز شاہ عبدالحق صاحب ترجمہ مشکوٰۃ ج ۴ صـ ۱۷۵ میں فرماتے ہیں۔

خلطِ ایماں بہ شرک واقع است چنانکہ مشرکان
یعنی "خلطِ ایمان شرک کے ساتھ واقع ہے جس طرح

مگر ایمان بخدا داشتند و بت پرستی میکردند و بتان را در عبادت شریک حق می ساختند شریک در وجود در خالقیت و عبادت می باشد و اینجا مراد شرک در عبادت است و نص قرآنی بداں ناطق است در جائیکہ میفرماید وما یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُمْ مُّشْرِکُوْنَ ایمان نمی آرند بیشترین ایشاں مگر درحالیکہ ایشاں مشرک باشند یا مراد ایمان آوردن بزبان است و شرک نگاہداشتن در دل چنانکہ حال منافقاں ست کہ خلط کردہ اند ایمان ظاہر را با شرک باطن (ایضاً صواعق ص۱۱)

مشرکین مکہ حق تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور بُت پرستی کرتے ہیں اور بتوں کی عبادت میں حق تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں یہ شرک وجود خالقیت اور عبادت میں ہوتا ہے اس جگہ شرک سے مراد عبادت ہے اور نص قرآنی اس امر میں ناطق ہے۔ کہ فرمایا ایمان نہیں لاتے۔ اکثر ان لوگوں کے۔ مگر ایسی صورت میں کہ وہ شرک کرتے ہیں۔ یا مراد ایمان لانا زبانی ہے۔ اور دل میں شرک رکھنا۔ جس طرح حال منافقین کا ہے۔ کہ خلط کرتے ہیں ایمانِ ظاہر کو شرکِ باطن سے"

پس کس درجہ مولوی نعیم الدین کی خود فریبی و افترا اور تحریف کلام ربانی ہے جو انصاف کو طاق میں رکھ کر مولانا شہید مرحوم کو منکر بلکہ شفاعت کے شرک جاننے کا بیہودہ الزام لگا کر خارجیوں کا مقلد (معاذ اللہ) بنایا جاتا ہے۔ لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین المفترین چنانچہ مفصل بحث ثبوت شفاعت بحوالہ تقویۃ الایمان و تفسیر فتح العزیز قریب ہی میں منقول ہو چکی حق تعالیٰ مسلمانوں کو اس ورطۂ ضلالتِ بدعیہ سے نجات عطا فرما دے۔

اشراک فی التصرف کا مبحث

قولہ ص۸۲-۸۷ قُلْ مَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْہِ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰہِ قُلْ فَاَنّٰی تُسْحَرُوْنَ یعنی "کہہ کون ہے وہ شخص کہ اس کے ہاتھ میں ہے تصرف ہر چیز کا اور وہ حمایت کرتا ہے اور اس کے مقابل کوئی حمایت نہیں کر سکتا۔ جو تم جانتے ہو سو وہی کہہ دیں گے۔ کہ اللہ ہے پھر کہاں سے خبطی ہو جاتے ہیں" تقویۃ الایمان ص۱۵ اوروں کو ماننا محض خبط ہے اس حیلہ کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا۔ انبیاء و مرسلین و اولیاء و صحابہ و تابعین وغیرہم سب سے قطع تعلق کر دے۔ چنانچہ تقویۃ الایمان ص۱۶ میں لکھا ہے۔ کہ جتنے پیغمبر آئے سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانئے اور اس کے سوائے کسی کو نہ مانئے۔ اسمٰعیل صاحب کے ان کلاموں کا حاصل یہ ہے کہ انبیاء کو مانو نہ مرسلین کو نہ فرشتوں کو نہ جنت و دوزخ کو تمام ایمانیات ہی سے منکر ہو بیٹھو۔ جو لوگ مولوی اسمٰعیل اور تقویۃ الایمان کو

مانتے ہیں اور ایمان کی درستی کے لیے اکبر اعظم جانتے ہیں۔ وہ سب تقویۃ الایمان کے اس حکم سے مشرک ہوئے۔
بہرحال تقویۃ الایمان کا یہ قول کہ ادر دل کو ماننا محض خبط ہے بالکل باطل اور خلاف شرع ہے۔ علی ہذا القیاس مولوی اسمٰعیل صاحب کا یہ دعویٰ کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی اور کوئی کسی کی حمایت نہیں کر سکتا۔ بالکل غلط اور قرآن کریم پر افترا ہے۔ آیت کریمہ میں یہ کہیں بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی اس آیت میں کیا تمام قرآن پاک کی کسی آیت میں نہیں کسی حدیث میں نہیں بلکہ یہ باطل مضمون بکثرت آیات و احادیث کے خلاف ہے۔ اسی طرح مولوی اسمٰعیل صاحب کا یہ دعویٰ کہ اور کوئی کسی کی حمایت نہیں کر سکتا۔ ان کی پیش کی ہوئی آیت سورہ مومنون سے ثابت نہیں، قرآن پاک پر افتراء کرنے کی اس شخص کو بڑی جرأت ہے اور لوگ اسی دھوکے میں گمراہ ہوتے ہیں۔ انہیں کیا خبر کہ مفتری نے دل سے گھڑا۔ اور فریب کاری سے قرآن شریف کی طرف نسبت کر دیا۔ مولوی اسمٰعیل صاحب کے اس قول سے اہل اللہ کو پکارنے والا منتیں ماننے والا، نذر و نیاز کرنے والا اولیاء انبیاء کو شفیع سمجھنے والا اور اس کے ساتھ ہی یہ اعتقاد کرنے والا کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں معاذ اللہ ابوجہل کے برابر مشرک ہے۔ اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہو گیا کہ اہل اللہ کو نداء کرنا شریعت نے جائز رکھا بلکہ بہت سے مقامات پر اس کا حکم کیا ہے خود نماز میں حضور پر عرض سلام نداء کے ساتھ ہے الخ ملخصاً بلفظہ۔

اقول ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

جب کہ خود سورہ مومنون ہی کی آیت مبارکہ سے صراحۃً یہ امر واضح ہے کہ تمام عالم کی ہر چیز حق تعالیٰ، مالک الملک شہنشاہ عالم کے قبضۂ قدرت و تصرف میں ہے۔ سوائے حق تعالیٰ کے ہرگز کسی کی یہ شان نہیں ہو سکتی۔ کفار کو بھی بتوں کے پوجنے کے باوجود اس امر کا اعتراف تھا۔ اب کوئی سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو اپنا حمایتی اور متصرف فی الامور بمقابلہ حق تعالیٰ کے جانے خواہ اس کا بندہ و مملوک ہی جان کر یہ عقیدہ رکھے جس طرح کفار بھی اپنے معبودان کے لیے عطا فرمودہ تصرف اللہ تعالیٰ کا اعتقاد کرتے تھے۔ تو اس سے زیادہ اور کیا خبط ہو گا۔ کہ دوسروں کے لیے لوازمات الوہیت اور خواص باری تعالیٰ کا اعتقاد کرتا ہو۔ بندہ مخلوق کسی چیز پر متصرف نہیں ہو سکتا الا باذن اللہ تعالیٰ۔ عالم اسباب میں جس قدر پر مکلف بشرائع و احکام کیا گیا۔ اور بعد گزرنے اس، عالم دنیا سے چونکہ اعمال و تکالیف شرع بحکم حدیث صحیح منقطع ہو چکے ہیں۔

کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا مات الانسان انقطع عنہ عملہ الا بثلثۃ العلم	یعنی "فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت مرتا ہے انسان تو منقطع ہو جاتے ہیں اس کے عمل مگر

ينتفع به والولد الصالح يدعو له والصدقة الجارية الحديث اخرجه فی الصحاح (صحیح مسلم، مشکوٰۃ ص۳۲)

تین چیزیں علم نفع دینے والا اور نیک صالح بیٹا جو اس کے لیے دعا کرے۔ اور صدقہ جاریہ"

پس کسی بندہ کا تصرف وقدرت انتقال کے بعد ہرگز نہ ثابت اور نہ ممکن کیونکہ نصوص قطعیہ قرآن و حدیثِ صریح کے مخالف ہے، برخلاف اس کے کسی کا کلام اور کسی کی حکایت قابلِ قبول ولائق حجت نہیں ہوسکتی۔ بلکہ یہ عقیدہ داخلِ شرک ہے۔ چنانچہ مولانا شہید مرحوم کے جدِ امجد حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ جن کو مولوی نعیم الدین نے ص۵۶ میں اور الکلمۃ العلیا، ص۲۴ میں "علیہ الرحمۃ" لکھا ہے آپ اپنے مشہور و معتمد رسالہ اصولِ تفسیر الفوز الکبیر ص۵ میں فرماتے ہیں۔

شرک آنست کہ غیر خدا را صفات مختصہ خدا اثبات نماید مثل تصرف در عالم بارادہ کہ تعبیر ازاں بکن فیکون میشود یا علم ذاتی از غیر اکتساب بحواس و دلیل عقلی و منام الہام و مانند آں یا ایجاد شفائے مریض یا لعنت کردن بر شخصے و ناخوش بودن ازو تا بسبب آں کراہت تنگ دست یا بیمار و شقی گردد و رحمت فرستادن بر شخصے تا بسبب آں رحمت فراخ معیشت و صحیح بدن و سعید باشند و ایں مشرکان در خلق جواہر و تدبیر امور عظام ہیچ یک را شریک نمیدانستند و چوں خدائے تعالیٰ بر کارے ابرام فرماید ہیچ یک را قدرت مخالفت اثبات نمیکردند بلکہ اشراکِ ایشاں در امور خاصہ بر بعضے بندگان بود گمان میکردند کہ مانند آنکہ بادشاہ عظیم القدر بندگانِ خاص تردد را باطراف ممالک می فرستد و ایشاں را در امور جزئیہ تا وقتیکہ حکم صریح بادشاہ صادر

یعنی "شرک یہ ہے کہ غیر اللہ تعالیٰ کے لیے صفات مختصہ بخدا ثابت کرے مثل تصرف کرنا عالم میں بارادہ کن فیکون کے یا علم ذاتی بغیر حاصل کئے ہوئے حواس کے اور دلیل عقلی اور خواب الہام وغیرہ کے یا مریض کو شفا دینا یا لعنت کرنا کسی شخص پر اور اس سے ناخوش ہونا تاکہ بسبب اس کی کراہت کے تنگ دست یا بیمار اور بدبخت کر دے اور رحمت بھیجنا کسی شخص پر تاکہ بسبب اس رحمت کے روزی میں فراخ اور بدن میں صحت اور نیک بخت ہوجاوے اور یہ مشرکان خلق میں جواہر اور تدبیر امور عظام کے متعلق کسی کو شریک نہیں جانتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کسی کام کا حکم فرماتا ہے اس میں کسی ایک کے لیے قدرت ممانعت ثابت نہیں کرتے ہیں بلکہ شرک ان مخالفت کافروں کا امور خاصہ میں بعض بندگان کے ساتھ ہوتا گمان کرتے تھے کہ مثل بادشاہ عظیم القدر کے جو اپنے خاص غلاموں کو اطراف ممالک میں بھیجتا ہے، اور ان کو امور

نشدہ است مختار و متصرف می دارد و خود
تدابیر امور جزئیہ بندگان نمی پرداز دو حوالہ سائر
بندگان بقہاریت میکند و شفاعت
باب خادمان و متوسلانِ ایشاں قبول
می نماید ہمچنیں ملک علی الاطلاق جل مجدہ
بعضے بندگانِ خود را خلعت الوہیت
دادہ است در رضا و سخطِ ایشاں در سائر
بندگان اثر میکند پس واجب می دانستند
تقرّب بآں بندگان خاص تا شائستگی
قبول ملک مطلق حاصل شود و شفاعت برائے
ایشاں در مجاری امور درجہ پذیرائی یابد و بملاحظہ
ایں امور سجدہ بسوئے ایشاں و ذبح برائے ایشاں
و حلف بنامِ ایشاں و استعانت در امور ضروریہ
بقدرت کن فیکون ایشاں تجویز می نمودند و
صورتہا از سنگ و صفر و روئین و مثل آن
تراشیدہ قبلہ توجہ بآں ارواح ساختند و
جاہلاں رفتہ رفتہ آں سنگ ہا را بذاتہا خود
معبود انگاشتند و خلطِ عظیم راہ یافت و تشبیہ
عبارت از اثباتِ صفات بشریہ است خدا
را تبارک و تعالیٰ پس میگفتند کہ ملائکہ دختران
خدا اند و می گفتند کہ شفاعتِ بندگان خود قبول
میکند اگرچہ رضا مندی نباشد چنانکہ بادشاہاں
بہ نسبت امرائے کبار گاہی چنیں میکنند اھ

جزئیات میں تاوقتیکہ حکم صریح بادشاہ کا صادر نہ ہو وہ
مختار و متصرف رکھتا ہے اور خود تدبیر امور جزئیات
غلاموں کی نہیں کرتا ہے اور حوالہ تمام غلاموں زور آور
کے کر دیتا ہے اور شفاعت زور آوری کی ان سے
خادموں اور متوسلان کے حق میں قبول کرتا ہے اسی طرح
سے بادشاہ علی الاطلاق حق تعالیٰ جل مجدہ اپنے بعض
بندگان کو خلعتِ الوہیت دیتا ہے۔ اور رضامندی
اور ناراضگی ان کی تمام بندگان میں اثر کرتی ہے پس
واجب جانتے ہیں تقرب ان بندگانِ خاص کا تاکہ
قابلیت قبول بادشاہ مطلق کی حاصل ہو اور شفاعت
ان کی ان کے لیے درجہ قبولیت میں پہنچے اور ان امور کے
سبب ان کے لیے سجدہ اور ذبح اور ان کے نام کی قسم
اور استعانت ضروری امور میں ساتھ قدرت کن فیکون کے
ان کے لیے تجویز کرتے ہیں۔ اور پتھروں اور پیتل وغیرہ کی
صورتیں تراش کر قبلہ توجہ ان ارواح کو بناتے ہیں،
اور جاہل لوگ رفتہ رفتہ ان پتھروں کو اپنا معبود
بنفسہٖ بنا لیتے ہیں اور خلط عظیم نے راہ پائی اور تشبیہ
مراد ثابت کرنے صفات بشریہ کے ہے اللہ تبارک
و تعالیٰ کے لیے۔ پس کہتے ہیں کہ ملائکہ اللہ کی
لڑکیاں ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ شفاعت اپنے
بندوں کی قبول کرتا ہے۔ اگرچہ رضامندی نہ ہو
جس طرح بادشاہ بہ نسبت بڑے بڑے امراء
کے کبھی ایسا کرتے ہیں"

پس حسب ارشاد جناب شاہ صاحب کے یہی حاصل مضمون تقویۃ الایمان کا ہے۔ چنانچہ تقویۃ الایمان باب توحید و شرک ص۶ میں اسی سورہ مومنون کی آیت کے فائدہ میں فرماتے ہیں **ف** "یعنی جب کافروں سے

بھی پوچھئے۔ کہ سارے عالم میں تصرف کس کا ہے اور اس کے مقابل کوئی حمایتی کھڑا نہ ہو سکے تو وہ بھی یہی کہیں گے کہ یہ اللہ ہی کی شان ہے پھر اوروں کو ماننا محض خبط ہے" نیز تقویۃ الایمان صلا باب رد الاشراک فی التصرف میں اسی آیت کے فائدہ میں فرماتے ہیں ف "یعنی جس سے پوچھئے کہ ایسی شان کس کی ہے۔ کہ ہر چیز اس کے قابو میں ہے۔ جو چاہے سو کر ڈالے اس کا ہاتھ کوئی پکڑ نہ سکے اور اس کی حمایت میں کوئی ہاتھ ڈال نہ سکے۔ اور اس کے تقصیر وار کو کہیں پناہ نہ مل سکے اور اس کے مقابلہ میں کسی کی حمایت چل نہ سکے، سو ہر کوئی یہی جواب دے گا کہ ایسی شان اللہ کی ہے سو سمجھنا چاہیئے کہ پھر اور کسی سے مرادیں مانگنی محض خبط ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کافر بھی اس بات کے قائل تھے کہ کوئی اللہ کے برابر نہیں اور اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مگر اپنے بتوں کو اس کی جناب میں اپنا وکیل سمجھ کر مانتے تھے اس سے کافر ہو گئے۔ سو اب بھی جو کوئی کسی مخلوق کو عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل سمجھ کر اس کو مانے سو اب اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلہ کی طاقت اس کو نہ ثابت کرے" اور تقویۃ الایمان ص۳۷ میں مرقوم ہے۔

"یہی اصل دین ہے کہ اللہ ہی کے حکم پر چلئے اور کسی کا حکم اس کے مقابل میں ہرگز نہ مانئے لیکن اکثر لوگ یہ راہ نہیں چلتے بلکہ اپنے پیروں کی رسموں کو اللہ کے حکم سے مقدم سمجھتے ہیں"

پس ناظرین پر حقیقتِ واقعہ آیت سورہ مومنون کلام مولانا شہید مرحوم سے اور اس کی تائید کلام بلاغت نظام مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ سے بخوبی واضح ہو چکی۔ اب مولوی نعیم الدین کی بے انصافی اور ظلم، فریب کاری اور دھوکہ بازی قابل غور ہے۔ کہ محض اتنا کلمہ نقل کر کے کہ اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔ اپنا باطل و اخبث نتیجہ نکالا کہ" اس جملہ کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا انبیاء و مرسلین و اولیاء و صحابہ و تابعین وغیرہم سے قطع تعلق کر دے کہ انبیاء کو مانو نہ مرسلین کو فرشتوں کو نہ جنت و دوزخ کو۔ تمام ایمانیات ہی سے منکر ہو بیٹھو" لعنۃ اللہ علی الکاذبین، حالانکہ خود تقویۃ الایمان میں صاف تصریح دونوں مقام خط کشیدہ پر یہ ہے "کہ یہ اللہ ہی کی شان ہے پھر اوروں کو ماننا محض خبط ہے" "سو سمجھنا چاہیئے کہ پھر اور کسی سے مرادیں مانگنی محض خبط ہے" جس سے مثل آفتاب کے روشن ہو گیا کہ اس قسم کا ماننا تو مخصوص حق تعالیٰ کی ذات پاک کے لیے ہے ذرہ بھر کسی اور کو ایسا ماننا شرک میں داخل ہے۔

چنانچہ آیت سورہ سبا مندرجہ تقویۃ الایمان ص۲۶ سے ثابت ہے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ

یعنی "کہہ بھلا پکارو تو ان لوگوں کو کہ خیال کرتے ہو سوئے اللہ سے سو وہ نہیں اختیار رکھتے ایک ذرہ بھر

وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ۔ — آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہیں ان کا دونوں میں کچھ ساجھا اور نہیں اللہ کا ان میں سے کوئی بازو"اھ

باقی انبیاء و اولیاء کو ماننا ان کی فرمانبرداری اور اتباع بحکم حق تعالیٰ ہے اس سے انبیاء و مرسلین فرشتوں جنت و دوزخ تمام دینیات کے نہ ماننے کا باطل گندہ نتیجہ نکالنا مولانا نعیم الدین کا دراصل خبط اور سینہ کا کینہ ہے۔ کیونکہ خود تقویۃ الایمان صکٹ سے اسی کتاب اکمل البیان کے گذشتہ صفحوں میں منقول ہو چکا کہ "رسول کو رسول سمجھنا اس طرح ہوتا ہے کہ اس کے سوائے کسی کی راہ نہ پکڑیے۔ اتباعِ سنت کو خوب پکڑیے۔ اور لوگوں کو اس کی صحبت سے یہ بات حاصل ہوتی ہو اسی کو اپنا پیر و استاد سمجھیے، پس مولوی نعیم الدین کا عناد بعض احکام توحید و سنت سے اہلِ انصاف پر ظاہر ہوا جو فریب دے کر کہا جاتا ہے۔ کہ "جو لوگ مولوی اسمٰعیل اور تقویۃ الایمان کو مانتے ہیں۔ اور ایمان کی درستی کے لیے اکسیرِ اعظم جانتے ہیں وہ سب تقویۃ الایمان کے اس حکم سے مشرک ہوئے" یہ ایک خیانت کی چوٹ ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ تقویۃ الایمان کے متعلق ہمارے شہر مراد آباد کے مفتی اعظم مولانا حکیم حاذق مولوی سید محمد قاسم علی صاحب مرحوم خلفت الصدق مولانا محمد عالم علی صاحب تلمیذ رشید مولانا حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی مہاجر مکہ مکرمہ رحمہما اللہ کا فتویٰ مطبوعہ مشہورہ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ ج ا ص۱۲۲ پر مرقوم ہے کہ "تقویۃ الایمان واسطے درستیٔ ایمان کے اکسیرِ اعظم ہے" سو اس عبارت میں مولوی نعیم الدین نے اہلِ مراد آباد کو دھوکہ دے کر عناد و نفاقِ قلبی سے بیبا کانہ مولانا مرحوم کو مشرک بنایا حالانکہ ان کی صحبت سے خود مولوی نعیم الدین کے باپ اور استاد مولوی محمد گل خاں صاحب فیض یاب تھے پھر مزید برآں مولوی نعیم الدین کا اپنی نادانی سے یہ کہنا کہ آیت کریمہ (سورہ مومنون) یا کسی آیت و حدیث میں یہ کہیں بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی یہ باطل مضمون پاک پر افترا ہے" الخ پس اصحابِ فہم و انصاف ملاحظہ فرماویں کہ مولانا شہید مرحوم نے تقویۃ الایمان ص۶ میں آیت سورہ مومنون کے لفظ ملکوت کل شیٔ کا ترجمہ "تصرف ہر چیز کا" اور تقویۃ الایمان ص۲۴ میں اسی لفظ کا ترجمہ "قابو ہر چیز کا" کیا ہے اور مولانا شہید مرحوم کے جدِ امجد بزرگوار مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کے ترجمہ میں و نیز مولانا شہید مرحوم کے چچا استاد المحترم مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کے ترجمہ میں لفظ "بادشاہی ہر چیز" مرقوم ہے۔ اور مولانا شہید مرحوم کے دوسرے چچا استاد المکرم مولانا شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہم کے ترجمہ میں "حکومت ہر چیز کی" مرقوم ہے پس حاصلِ ترجمہ ملکوت کا بادشاہی۔ اور حکومت۔ اور تصرف۔ اور قابو۔ باہم چاروں ترجمہ متقارب و موافقت رکھتے ہیں۔ یعنی جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہر چیز کی ہوتی ہے۔ وہی حکومت

والا ہوتا ہے۔ اسی کے ہاتھ میں تصرف اور قابو ہر چیز کا ہوتا ہے۔ اور یہ تراجم عالم میں مقبول ہر خاص و عام ہیں اگر کوئی نقص تصرف اور قابو میں اپنے جہل وعناد سے نکالا جاوے گا۔ تو بادشاہی اور حکومت میں بدرجہا اولیٰ ہوگا۔ کیونکہ ملکوت مبالغہ ہے ملک سے اور ملک بمعنی طاقت و قدرت و قابو و تصرف ہے اور خود مولوی نعیم الدین نے صفحہ ۱۲۵ بحث تصرف میں ملکوت بمعنی تصرف و قدرت اقرار کیا ہے۔ دروغ گورا حافظہ نباشد اسی کو کہتے ہیں جس کا مفصل جواب دندان شکن اسی مقام پر ان شاء اللہ العزیز دیا جائے گا اور اگر سوائے حق تعالیٰ کے کسی دوسرے کا تصرف نہ ثابت ہوتے پر اظہار جہل ہے تو علاوہ سورۂ مومنون کے سورہ نحل مندرجہ تقویۃ الایمان صفحہ ۲۵ میں حق تعالیٰ نے فرمایا۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۔	یعنی "اور پوجتے ہیں سوائے اللہ کے ایسوں کو کہ نہیں اختیار رکھتے ان کی روزی کا آسمانوں سے اور نہ زمین سے کچھ اور نہیں طاقت رکھتے"

اور سورہ یونس میں فرمایا۔

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔	یعنی "اور مت پکار سوائے اللہ کے ایسوں کو کہ نہ فائدہ دیویں تجھ کو نہ نقصان سو اگر کیا تو نے یہ تو بیشک تو بے انصاف ہے"

اور خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سورہ جن میں خطاب فرمایا گیا۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا ۔ قُلْ اِنِّيْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۔ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۔	یعنی "کہہ سوائے اس کے نہیں کہ میں پکارتا ہوں اپنے رب کو اور شریک نہیں کرتا اس کا کسی کو تو کہہ میرے ہاتھ نہیں تمہارا برا کرنا اور نہ راہ پر لانا۔ تو کہہ مجھ کو نہ بچاوے گا اللہ کے ہاتھ سے کوئی اور نہ پاؤں گا اس کے سوا کہیں سرک رہنے کو جگہ"

علاوہ اس کے بیشمار آیات کلام ربانی اس پر شاہد عدل ہیں کہ کسی کو عالم میں تصرف و قدرت نفع وضرر پہنچانے کا اختیار نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ بھیر صحیح بخاری کتاب الوصایا الجزء الحادی عشر صفحہ ۲۹ میں اور کتاب التفسیر سورہ شعراء الجزء التاسع عشر صفحہ ۲۸۹ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۔ اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام بنام

اپنے خاندان قریش کو پکارا اور فرمایا۔

یا بنی عبد مناف لا اغنی عنکم من الله شیئاً یا عباس بن عبد المطلب لا اغنی عنک من الله شیئاً و یا صفیۃ عمۃ رسول الله صلی الله علیہ وسلم لا اغنی عنک من الله شیئاً و یا فاطمۃ بنت محمد صلی الله علیہ وسلم سلینی ما شئت من مالی لا اغنی عنک من الله شیئاً انتھی ۔	یعنی "اے اولاد عبد مناف کی نہ کام آؤں گا تمہارے اللہ کے ہاں کچھ اور اے (چچا) عباس بن عبد المطلب کے میں نہ کام آؤں گا تمہارے اللہ کے ہاں کچھ اور اے صفیہ پھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ کام آؤں گا میں تمہارے اللہ کے ہاں کچھ اور اے فاطمہ بیٹی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ لے مجھ سے جتنا چاہیے میرے مال سے نہ کام آؤں گا میں تیرے اللہ کے ہاں کچھ"

ملا علی قاری حنفی مکی رحمہ اللہ جن کو مولوی نعیم الدین نے مستند جان کر "علامہ علی قاری رحمہ اللہ الباری" کے الفاظ سے اپنی مردودہ کتاب میں لکھا ہے۔ آپ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

لا اغنی عنکم من الله شیئاً ای لا ابعد منکم ولا ارفع عنکم شیئاً من عذاب الله اھ۔	یعنی "نہ کام آؤں گا میں تمہارے اللہ کے ہاں کچھ یعنی نہ بچا سکوں گا تم کو اور نہیں اٹھا سکوں گا تم سے کچھ بھی اللہ کا عذاب"

اور مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ جن کو مولوی نعیم الدین نے اکثر مقامات پر "حضرت علامہ شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ" لکھ کر مستند گردانا ہے۔ آپ ترجمہ مشکوٰۃ میں بشرح حدیث لا اغنی عنکم من الله شیئاً فرماتے ہیں۔

بے نیاز نے توانم کرد وکفایت نے توانم کرد و فائدہ نمیدہم شمارا از عذاب خدا چیزے را اھ	یعنی "بے پرواہ نہیں کرا سکوں گا میں اور کفایت نہ کرا سکوں گا میں اور فائدہ نہ دے سکوں گا میں تم کو عذاب اللہ سے کچھ بھی"

اور سنن ترمذی جلد ۲ صفحہ ۸۴ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تھا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار ایک روز فرمایا اے لڑکے میں تجھے سکھلاتا ہوں چند کلمات۔

احفظ الله یحفظك احفظ الله تجدہ تجاھك اذا سألت فاسئل الله واذا استعنت فاستعن بالله واعلم ان الامۃ لو اجتمعت علی ان ینفعوك	یعنی "یاد رکھ اللہ کو کہ وہ یاد رکھے گا تجھ کو یاد رکھ اللہ کو کہ پاوے گا تو اس کو اپنے روبرو جب مانگے تو کچھ تو مانگ اللہ ہی سے اور جب مدد چاہے تو مدد چاہ اللہ ہی سے اور بر یقین سمجھ لے کہ بیشک سب لوگ

بشئی لم ینفعوك الا بشئی قد	اگر اکٹھے ہو جاویں اس پر کہ کچھ فائدہ پہنچا دیں تجھ کو تو فائدہ
کتبه الله لك وان اجتمعوا علی	نہ پہنچا سکیں گے مگر جتنا کہ لکھ دیا اللہ نے تیرے حق میں
ان یضروك بشئی لم یضروك	اور جو اکٹھے ہو ویں اس پر کہ نقصان پہنچا دیں تجھ
الا بشئی قد کتب الله علیك	کو کچھ تو نہ نقصان پہنچا سکیں گے۔ مگر وہی کہ لکھ دیا
رفعت الاقلام وجفت الصحف	ہے اللہ نے تجھ پر اٹھا لیے گئے قلم اور سوکھ گیا کاغذ
هذا حدیث حسن صحیح اھ	انتہیٰ۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔"

علاوہ بریں بکثرت احادیث صحیحہ اس باب میں وارد ہیں۔ ملا علی قاری مکی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

واذا استعنت ای اردت الاستعانة	یعنی جب ارادہ کرے استعانت کا کسی امر طاعت وغیرہ امور
فی الطاعة وغیرها من امور الدنیا والاخرة	دنیا و آخرت میں تو استعانت اللہ ہی سے چاہیے کیونکہ
فاستعن بالله فانه المستعان وعلیه التکلان	اللہ ہی مددگار ہے اور اسی پر بھروسہ ہر آن اور ہر جگہ
فی کل زمان ومکان واعلم زیادة حث	میں ہے اور جان تو اس میں رغبت اور توجہ دلانا ہے،
علی التوجه الیه والتقرب بالاستفادة	اللہ کی طرف اور تقرب حاصل کرنا ہے اس کی طرف۔
لدیه ان الامة ای جمیع الخلق من	اگر تمام اُمت یعنی جمیع خلق خاص وعام اور انبیاء اور
الخاصة والعامة والانبیاء والاولیاء	اولیاء اور تمام ائمہ جمع ہو جاویں بالفرض والتقدیر اس
وسائر الائمة لو اجتمعت ای اتفقت فرضا	امر پر کہ نفع پہنچا دیں کسی شئے کا امر دین اور دنیا میں
وتقدیرا علی ان ینفعوك بشئی فی امر دینك او	تیرے لیے تو نہیں نفع پہنچا سکتے تجھ کو یعنی نفع پہنچانے
دنیاك لم ینفعوك ای لم یقدروا ان ینفعوك الا	کی قدرت ہی نہیں رکھتے مگر جتنا کہ اللہ تعالیٰ نے
بشئی قد کتبه الله لك ای قدره واثبته اھ۔	لکھ دیا ہے تیرے لیے"

ملا علی قاریؒ کے کلام سے معلوم ہوا کہ تمام خلق حتیٰ کہ اولوالعزم انبیاء و اولیاء بھی جمع ہو کر کسی کو نفع و نقصان پہنچانے کی قدرت وطاقت نہیں رکھتے۔ اب تو معلوم مولوی نعیم الدین کی طرف سے کس قدر کفران پر وارد کئے جاویں گے۔ پھر فقہ حنفیہ کی مستند کتاب ردّ المختار (جس کو مولوی نعیم الدین بہت معتبر جانتے ہیں) جلد ۲ صفحہ ۱۱۳ میں مرقوم ہے۔

ان ظن ان المیت یتصرف فی	یعنی "جو گمان کرے کہ میت کے اختیار میں کاموں کا
الامور دون الله تعالیٰ فاعتقاده	تصرف ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ تو یہ اعتقاد
ذلك کفر اھ۔	اس کا کفر ہے"

نیز الفتح الربانی ملفوظات امام ربانی سیدنا الشیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ مطبوعہ ساڈھورا ص ۱۲۶ مجلس ۱۸ ایں مرقوم ہے۔

یا موحدین یا مشرکین لیس بید احد من الخلق شیٔ الکل عجزۃ الملوک والممالیک و السلاطین والاغنیاء والفقراء کلھم اسراء قدر اللہ عزوجل قلوبھم بیدہ یقلبھا کیف یشاء اھ۔

یعنی "اے موحدو! اور اے مشرکو! مخلوق میں سے کسی کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ سب عاجز ہیں کیا بادشاہ اور کیا غلام، کیا سلاطین اور کیا اغنیا اور کیا فقراء سب تقدیر الٰہی کے قیدی ہیں سب کے قلوب اس کے ہاتھ میں ہیں کہ ان کو جس طرح چاہتا ہے اُلٹتا پلٹتا ہے"

اور ص ۳۱۳ مجلس ۷ ہا میں مرقوم ہے۔

اسئلوہ ولا تسئلوا غیرہ استعینوا بہ ولا تستعینوا بغیرہ توکلوا علیہ ولا تتوکلوا علیٰ غیرہ اھ

یعنی "اسی سے مانگو اور کسی سے نہ مانگو اسی سے مدد چاہو اور غیر سے مدد نہ چاہو اسی پر بھروسہ کرو اور کسی دوسرے پر بھروسہ مت کرو"

اور مولوی نعیم الدین کے مستند اعلیٰ بدایونی صاحب کی رجن پر اپنی کتاب مخزن مفتریات کا دارومدار کیا ہے) تصحیح المسائل ص ۱۵۵ میں شرح مشکوٰۃ شیخ عبد الحق سے جو عبارت منقول ہے جس کا اُوپر ص ۹۱ - ۹۲ میں ذکر ہو چکا ہے۔ اس سے صاف طور پر مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید کی تائید ہوتی ہے۔ نیز مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی احکام شریعت حصّہ سوم (ابو العلی آگرہ) ص ۲۵۱ میں لکھتے ہیں۔

"مسئلہ ۳۵۔ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اور ہوگا بوساطت فرشتگان اور سیارہ گان و عقول عشرہ ہی ہو رہا ہے۔ یا ہر آن میں بلا توسل ان سب کے خود حاکم حقیقی نظم ونسق فرماتا ہے بینوا توجروا۔ الجواب اللہ اکبر حاکم حقیقی عزوجل جلالہ پاک ہے اس سے کہ کسی سے توسل کرے۔ وہی اکیلا حاکم اکیلا خالق اکیلا مدبر ہے سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اس نے عالم اسباب میں ملائکہ کو تدابیر امور پر مقرر فرمایا۔ قال اللہ تعالیٰ والمدبرات امرًا جنھوں نے کہا کہ پہلے بعض کام ارواح کواکب سے بھی متعلق تھے زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان سے نکالا گیا۔ اب ملائکہ مدبر ہیں اور عقول عشرہ جس طرح فلاسفہ مانتے ہیں ان کا ہذیان بیّن بطلان ہے واللہ تعالیٰ اعلم"

پس بنا بر تائید تقویۃ الایمان ان نصوص آیات قطعیہ اور احادیث صحیحہ اور اکابر ائمہ فقہاء و اولیائے مسلّم سے جس کی مزید تفصیل سابق میں مرقوم ہو چکی ہے۔ مولوی نعیم الدین کو محض شیطان لعین مردود نے چشم پوشی کرا کے

نداء اموات واستعانت غیر اللہ نذر ومنت پر سر جھکا کر انبیاء واولیاء کی شفاعت پر مغرور بنا کر کس بری طرح گمراہ کر دیا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ حالانکہ یہ مسئلہ بدیہی اور مسلّمہ امت ہے کہ شفاعت انبیاء اور اولیاء کی باذن اللہ تعالیٰ اہل کبائر کے حق میں ہوگی۔ نہ کہ افعال شرک صریح میں مبتلا ہونے والوں کے لیے۔ ان اللہ لا یھدی من ھو کاذب کفار باقی تفصیلی بحث نداء اموات۔ استعانت غیر اللہ اور شفاعت کی ان شاء اللہ العزیز آیندہ آوے گی۔

غیر اللہ کی نذر و نیاز

قولہ ص ۸۸۔۸۹ شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ عزیزیہ میں فرماتے ہیں۔ طعامیکہ ثواب آن نیاز حضرات امامین نمایند بر آن فاتحہ وقل و درود خواندن تبرک میشود خوردن بسیار خوب ست فتاویٰ عزیزیہ ص۷۱ مجتبائی دہلی) امامین کی نیاز کا کھانا اور اس پر فاتحہ قل درود پڑھنا، شاہ صاحب متبرک اور خوب بتاتے ہیں، یہ وہی نیاز ہے جس کو مولوی اسمٰعیل کہتے ہیں کہ یہی حضرت کے زمانہ کے کفار کا کفر و شرک تھا اور جو کوئی یہ معاملہ کرے وہ ابوجہل کے برابر مشرک ہے اسمٰعیل کے اعتقاد میں شاہ صاحب بھی ابوجہل کے برابر مشرک ہیں۔ اسی فتویٰ میں شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ اگر گفتہ شود یا الٰہی نذر کردم برائے تو اگر شفا دہی مریض را یا مانند آں طعام تجورام داد فقراء را کہ بر دروازہ سید نفیس اند یا مانند آں یا خرید خواہم کرد بوریا ہائے مسجد یا روغن زیت برائے روشنی آں مسجد یا دراہم خواہم داد برائے کسیکہ خبرگیری شعائر مسجد میکند از قسمیکہ در آں نفع فقرا رباشد و نذر برائے اللہ وذکر نمودن شیخ جز ایں نیست کہ محل صرف نذر ست برائے مستحقان نذر جائز ست۔ فتاویٰ عزیزیہ ص۹۲ یعنی اگر یہ کہا جائے کہ یا الٰہی میں نے تیرے لیے نذر کی اگر تو مریض کو تندرست کر دے یا اس کی مثل تو میں ان فقراء کو کھانا کھلاؤں گا۔ جو سید نفیس کے دروازہ پر رہتے ہیں یا مسجد کے لیے بوریا خرید دوں گا۔ یا اس مسجد کی روشنی کے لیے تیل یا اس کو روپے دوں گا جو مسجد کی خدمت کرے۔ نذر اللہ کے لیے اور شیخ کا ذکر صرف اس لیے ہے کہ وہ مستحقوں پر نذر کے خرچ کرنے کا محل ہے نذر جائز ہے انتہیٰ۔ یہی ہے وہ نذر و منت جس کو تقویۃ الایمان میں شرک بتایا ہے اور شاہ صاحب جائز بتا رہے ہیں۔ تیسری جگہ شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ اگر مالیدہ وشیر برنج برائے فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پختہ بخورند جائز ست مضائقہ نیست۔ فتاویٰ عزیزیہ ج ۱ ص۴۱ یعنی اگر مالیدہ اور دودھ چاول کسی بزرگ کی فاتحہ کے لیے ان کی روح کے ایصال ثواب کے ارادے سے پکا کر کھلائیں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ انتہیٰ۔ اسی کو چڑھاوا کہتے ہیں۔ یہی اسمٰعیلی عقیدہ میں شرک ہے پھر سنو شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیاء را ہم خوردن ازاں جائز ست واللہ اعلم۔ فتاویٰ عزیزیہ جلد ۱ ص۴۱ یعنی اگر کسی بزرگ کے نام فاتحہ دی گئی تو مالداروں کو بھی اس میں سے کھانا جائز ہے۔ پوچھیو

اسمٰعیلیوں سے بزرگوں کے نام کی فاتحہ آپکے شرکی عقائد میں کیا حکم رکھتی ہے الخ بلفظہٖ ملخصاً

اقول۔ مولوی نعیم الدین کی حیل سازی و فریب کاری قابل دید ہے۔ اولاً شاہ صاحب کے فتویٰ کے الفاظ تو یہ ہیں کہ جس کھانے کی نیاز کا ثواب حضرات امامین کو پہنچایا جاوے اس پر فاتحہ و قل و درود پڑھنے سے متبرک ہوجاتا ہے۔ اس کا کھانا بہت خوب ہے۔ مگر محض بہتان بندی سے کہا جاتا ہے۔ کہ امامین کی نیاز کا کھانا شاہ صاحب بہت خوب بتاتے ہیں لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ ناظرین کی خدمت میں قبل مبحث فاتحہ و قل کے نذر و نیاز منت و مراد کی حقیقت واضح ہوجانی ضرور ہے۔ پس جب اس نیاز کا ثواب امامین کو پہنچایا تو نیاز تو محض حق تعالیٰ کی عبادت ہوئی۔ جس کو مولوی نعیم الدین نے مغالطہ دہی سے شاہ صاحب پر تہمت لگا کر امامین کی نیاز کا کھانا بنایا اور لوگوں کو شرکیہ نیاز غیر اللہ میں مبتلا کیا۔ اسی کو تقویۃ الایمان ۶ میں فرمایا گیا کہ "کافر بھی اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے۔ بلکہ اسی کی مخلوق اور اسی کا بندہ سمجھتے تھے۔ اور ان کو اس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے۔ مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننی اور نذر و نیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر و شرک تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے" انتہیٰ۔ ثانیاً مولوی نعیم الدین کا یہ فریب دینا کہ اسی فتویٰ میں شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ حالانکہ اس فتویٰ میں ہرگز نہیں فرماتے بلکہ اسی فتاویٰ کے دوسرے فتویٰ جلد اصفحہ ۹۵ میں جو تفصیلاً شاہ صاحب نے نذر غیر اللہ اور نذر الی اللہ کی حقیقت بتائی ہے اس کا اول حصہ خیانتہً نذر غیر اللہ کا مولوی نعیم الدین نے نقل نہیں کیا اور دوسرا حصہ نذر الی اللہ کا نقل کر کے بتایا کہ یہی وہ نذر ہے جس کو تقویۃ الایمان میں شرک بتایا ہے۔ پس اس خیانت کے انکشاف سے ناظرین مطلع رہیں اور غور کریں، فتویٰ مذکورہ کی عبارت کے لیے دیکھئے ص ۹۵

حکم نذر برائے موتیٰ نمودن تفصیلے وارد کہ در فتاویٰ عالمگیری در کتاب الصوم مذکور است، چنانچہ ترجمہ عربی بعینہ درینجا نوشتہ میشود و آن اینست نذریکہ واقع میشود از اکثر عوام بایں صورت است کہ مے آیند بسوئے قبر بعض صلحاء بزرگان و برمیدارند پردہ قبر از ایشان در حالیکہ میگویند اے سید فلاں اگر حاجت روائی من شود پس برائے شما از طرف من

یعنی" اموات کے لیے جو نذر کی جاتی ہے اس میں تفصیل ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری کی کتاب الصوم میں مذکور ہے اور اس کی عربی عبارت کا ترجمہ بجنسہ یہاں لکھا جاتا ہے۔ اور وہ ترجمہ یہ ہے کہ اکثر عوام جو نذر مانتے ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے۔ کہ بعضے بزرگوں کی قبر کے پاس جاتے ہیں۔ اور قبر کا پردہ اٹھا کر مثلاً یہ کہتے ہیں۔ کہ اے معید فلاں اگر میری حاجت روائی ہوجائے تو آپ کے لیے اس قدر روپیہ

ایں قدر زر باشد مثلاً ایں چنیں نذر باطل است	اپنی طرف سے نذر مانتا ہوں۔ تو یہ ایسی نذر
بالاجماع آرے الخ	بالاجماع باطل ہے" ہاں الخ

اصحابِ فہم اس اوّل حصّہ عبارت شاہ صاحب کو مولوی نعیم الدین کی نقل کردہ عبارت شاہ صاحب سے ملا کر ملاحظہ فرمالیں جس سے تقویۃ الایمان کی کما حقہ" تائید مثلِ آفتاب کے روشن ہے کہ بزرگوں اور اولیاء کی نذر و نیاز باطل ہے۔ البتہ یہ کہنا کہ یا الٰہی میں نے تیرے لیے نذر کی تو یہ نذر جائز ہے (حسبِ کلام شاہ صاحب) پھر اسی فتویٰ کے آخر میں شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

وبتحقیق مبتلا شدہ اند مردمان بایں نذر ممنون اھ	یعنی "بتحقیق مبتلا ہوئے ہیں آدمی اس نذر ممنوع میں"

نیز شاہ صاحب فتاویٰ عزیزی جلد ا صـ۹۷ میں فرماتے ہیں۔

سوال اگر کسے جاندار را منت یکسے سازد آں	یعنی "اگر کوئی شخص کوئی جانور کسی کی منت مانے تو وہ
جانور حرام گردد یا نہ؟ طعام منتِ بزرگان و	جانور حرام ہو جاتا ہے۔ یا نہیں اور بزرگوں کی منت
طعامیکہ برائے اولیائے مردگان پختہ میفرستند خوردن	کا کھانا اور جو کھانا اولیائے متوفی کی نیت سے پکا کر بھیجتے
آں جائز است یا نہ؟ جواب جانور دریں	ہیں وہ کھانا جائز ہے یا نہیں۔ جواب: جانور اس صورت
صورت حرام میشود و دیگر اشیائے بیجان کہ	میں حرام ہو جاتا ہے اور دوسری بے جان چیزیں جو بطور
بطورِ منت باشد خوردن آں قریب بحرام است،	منت کے ہوں کھانا قریب حرام کے ہے بشرطیکہ نذر غیر اللہ
بشرطیکہ نیت غیر اللہ باشد مانند گلگلہا ء شیخ	کی نیت ہو جیسے کہ گلگلے شیخ سدو کے اور سہمنی بو علی
سدو و سہمنی بوعلی قلندر وغیرہ و نان حلوائے	قلندر وغیرہ کی اور نان حلوا ء بطور خیرات کے مُردوں
مردگان بطور خیرات برسانیدن ثواب بایشاں	کی طرف سے ثواب رسانی کو پکاتے ہیں۔ اور دوسرے
میکنند و آنرا مانند دیگر طعام تبرک نمیدانند	کھانوں کی مانند اس کو تبرک نہیں جانتے
اگر محتاجاں را دہند و احسان بر ایشاں نہند	اگر محتاجوں کو دے کر ان پر احسان نہ رکھیں۔
و در میان برادری آنرا بطور بھاجی نخرہ تقسیم	اور برادری میں بطور بھاجی نخرہ کے تقسیم نہ کریں
نکنند امید ثواب دارد فقط و طعام فرستادن	تو اس میں امیدِ ثواب ہے۔ اور اہل میت کو
بخانہ اہلِ میت تا سہ روز مباح است اھ	تین روز تک کھانا بھیجنا مباح ہے"

ثالثاً و رابعاً مولوی نعیم الدین کا یہ مغالطہ کہ تیسری جگہ شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ یعنی ملیدہ اور دودھ چاول کسی بزرگ کی فاتحہ کے لیے ان کی روح کے ایصالِ ثواب کے ارادہ سے پکا کر کھلائیں کچھ مضائقہ نہیں ہے انتہیٰ اس پر مولوی نعیم الدین کا یہ کہنا کہ اسی کو چڑھاوا کہتے ہیں یہی اسمٰعیلی عقیدہ ہیں

شرک۔ ہے بھلا اصحاب دیانت حق تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر بتا سکتے ہیں۔ کہ ایصال ثواب کے لیے کھانا کھلانے کو کیا چڑھاوا کہتے ہیں اور کیا مولانا شہید مرحوم نے کہیں اپنے عقیدہ میں ایصال ثواب کو شرک بتایا ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ پس یہ حقیقت اور تمام پونجی مولوی نعیم الدین کے ادعا ہائے باطلہ کی تھی۔ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ بلکہ نذر و نیاز منت و مراد غیر اللہ جو داخل کفر و شرک ہے۔ اور نام کے مسلمانوں میں رائج ہے۔ اس کو خصوصاً فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ نے خوب واضح طور پر کھول کر بتایا ہے جس طرح فتاویٰ در مختار، رد المحتار، نہر الفائق، بحر الرائق وغیرہا میں مرقوم ہے جن کو خود مولوی نعیم الدین رسالہ فیضان رحمت صہ۲۹ میں مستند جانتے ہیں۔ چنانچہ البحر الرائق شرح کنز الدقائق میں لکھا ہے۔

واما الذی ینذرہ اکثر العوام علی ما هو مشاهد کان یکون للانسان غائب او مریض اوله حاجة ضروریة فیاتی فی بعض مزارات الصلحین فیجعل سترہ علی رأسه ویقول یا سیدی فلان بن فلان ان رد غائبی او عوفی مریضی اوقضیت حاجتی فلك من الذهب کذا او من الفضة کذا او من الطعام کذا او من الشمع کذا او من الزیت کذا فهذا النذر باطل بالاجماع بوجوه منها انه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لایجوز لانه عبادة والعبادة لایکون لمخلوق ومنها ان المنذور له میت والمیت لایملك ومنها ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ واعتقادہ بذلك کفر انتهى۔

(ردالمختار مصری ج ۲ صہ۱۳۹)

یعنی "لیکن وہ نذر جو اکثر عوام میں آشکارا ہے کہ جب کوئی آدمی غائب ہو جاتا ہے یا مریض ہو جاتا ہے یا اس کو کوئی حاجت ضروری پیش آتی ہے تو آتے ہیں بعض مزارات صالحین پر پس پردہ اپنے قبر کا اپنے سر پر ڈال کر کہتے ہیں "اے سردار ہمارے فلاں بن فلاں البتہ اگر آجاوے غائب شدہ ہمارا یا ہمارا مریض اچھا ہو جاوے یا ہماری حاجت پوری ہو جاوے پس تمہارے لیے اس قدر سونا اور اس قدر چاندی اور اس قدر کھانا اور اس قدر چراغ اور اس قدر تیل نذر میں دوں گا۔ پس یہ نذر باطل ہے بالاجماع کتنی وجہوں سے کیونکہ یہ نذر مخلوق کے لیے ہے اور نذر مخلوق کے لیے جائز نہیں ہوتی کیونکہ یہ عبادت ہے اور مخلوق کے لیے نہیں ہوتی اور جس کے لیے نذر کی گئی ہے وہ میت ہے اور میت کسی شئی کی مالک نہیں اور نذر کرنے والے کا گمان ہے کہ میت کو سوا اللہ تعالیٰ کے کاموں میں تصرف اور اختیار حاصل

ہے اور یہ اعتقاد اس کا کفر ہے"

اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد و مولانا شہید مرحوم کے جد امجد حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ البلاغ المبین ص۳۰ میں فرماتے ہیں۔

نیز غلوّیت پرستان ست کہ در اوقاتِ حاجات نذر و نیاز برائے بتاں و خادمان بت خانہ بر خود لازم میگردانند پیر پرستاں ہم در مراداتِ خویش نسبت بگورستان بزرگاں و مجاوران آں جا ہمچنیں بعمل مے آرند و گلہا و شیرینی و نقد و جنس بطریق نذر و نیاز در آنجا میدہند۔ نیز در ص۳۴۔ و نیز عادتِ مشرکاں است کہ بنام گزشتگاں آب میتوشانندو آں سبیل را بنامِ غیر خدا مشہور میدارند پیر پرستاں را نیز آب برائے امام حسین مے نوشند و آں را نذر امام میگویند و ایں نمی فہمند کہ نذر بجز ذات او تعالیٰ کردن حرام ست و ایں قدر مباح ست کہ آب یا طعام برائے خوشنودی خدا تعالیٰ بمحتاجے دادہ شد کہ ثواب ایں عمل را بروح حضرت امام حسین یا ہر بزرگے کہ باشد بحل نمودہ آید فقط و ہم عادتِ مشرکاں است کہ جانوراں بنامِ بتاں میگزارند پیر پرستاں نیز جانوراں را نذر و نیاز قبور مے سازند اھ

یعنی" یہ بھی بت پرستوں کا غلو کرنا ہے کہ اپنی حاجتوں میں بتوں اور خادمان بت خانہ کی نذر و نیاز اپنے ذمہ لازم جانتے ہیں، پیر پرست بھی اپنی مرادوں میں قبرستان کے بزرگوں اور مجاوروں کے ساتھ یہی معاملہ کرتے ہیں اور پھول و شیرینی نقد و جنس بطریق نذر و نیاز کے اس جگہ دیتے ہیں! اور یہ بھی عادت مشرکوں کی ہے۔ کہ گزرے ہوؤں کے نام پانی پلاتے ہیں۔ اور اس کو سبیل غیر اللہ کے نام پر مشہور کرتے ہیں، پیر پرست بھی پانی حضرت حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیلیے پلاتے ہیں اور اس کو نذر امام کہتے ہیں۔ اور یہ نہیں سمجھتے کہ نذر سوائے ذات حق تعالیٰ کرنا حرام ہے۔ اور اس قدر جائز ہے۔ کہ پانی یا کھانا حق تعالےٰ کی رضامندی کے لیے کسی محتاج کو دیا جاوے۔ کہ ثواب اس عمل کا حضرت امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یا کسی بزرگ کی روح کو پہنچایا جاوے فقط۔ اور یہ بھی عادت مشرکوں کی ہے کہ جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑتے ہیں پیر پرست بھی جانوروں کو نذر و نیاز قبروں پر چڑھاتے ہیں"

نیز مولانا شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی خلف الصدق حضرت مولانا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو بوی نعیم الدین اپنے رسالہ فیضانِ رحمت ص۳۸ میں مستند جانتے ہیں) اپنی تفسیر موضح القرآن سورۂ بقرہ ۳۵ میں فرماتے ہیں۔

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ

لیعنی" اور جو خرچ کرو گے کوئی خیرات یا قبول کرو گے

نَذْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهُ۔ کوئی منت سو اللہ کو معلوم ہے"

ف نذر اللہ کے سوا کسی کی نہ چاہیئے مگر یہ کہے کہ اللہ کے واسطے نذر فلانے شخص کو دوں گا تو مختار ہے فقط" اور سورہ مائدہ آیت مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ میں فرماتے ہیں" یہ کفر کی رسمیں تھیں کہ مواشی میں کوئی بچہ نیاز رکھنے بت کی" اور سورہ انعام آیت وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا کے فائدے میں فرماتے ہیں" ف دنیا میں انسان بت پوجتے ہیں وہ فی الحقیقت جن ہیں اس خیال پر کہ وہ ہماری حاجت دیں گے ان کو نیازیں چڑھاتے ہیں" اور سورہ انعام آیت وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ . . . . میں فرماتے ہیں" ف کافر اپنی کھیتی میں سے اور مواشی کے بچوں میں سے اللہ کی نیاز نکالتے اور بتوں کی بھی نیاز نکالتے پھر بعض جانور اللہ کے نام کا بہتر دیکھا تو بتوں کی طرف بدل دیا اور بتوں کی طرف کا اللہ کی طرف نہ کرتے ان سے زیادہ ڈرتے۔ اب جاننا چاہیئے کہ اللہ کی نیاز دینی یہ کہ اس کی راہ میں جن کو دلوایا ان کو دینا اس کا فائدہ اس کو نہیں پہنچتا۔ لیکن اس کی حکم برداری ہے۔ اور چیز سے فائدہ فقیر کو اور ثواب سے فائدہ دینے والے کو پھر جو کوئی کسی بزرگ کے واسطے کچھ دے۔ اگر اسی وضع پر دے تو شرک ہے جس پر اللہ نے الزام دیا" اور سورہ نمل میں فرماتے ہیں۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ۔

یعنی" اور پوجتے ہیں اللہ کے سوائے ایسوں کو کہ مختار نہیں ان کی روزی کے آسمان و زمین سے کچھ اور نہ مقدور رکھتے ہیں"

ف مشرک کہتے ہیں کہ مالک اللہ ہی ہے۔ پھر یہ لوگ اس کی سرکار میں مختار ہیں اس واسطے ان کو پوجیے سو یہ غلط مثال ہے۔ اللہ ہر چیز آپ کرتا ہے۔ کسی پر سپرد نہیں کر رکھا" الحمد للہ کہ یہی حاصل لفظ بلفظ تقویۃ الایمان کا ہے جس طرح کہ کلام فقہائے حنفیہؒ اور تصریحات جناب مولانا شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر صاحبان علیہم الرحمۃ سے بخوبی واضح ہوا کہ نذر و نیاز حق تعالیٰ کی عبادت ہے اور غیر اللہ کے لیے نذر و منت نیاز و مراد ماننا مانند سرمتی بو علی قلندر و گیارہویں۔ کھچڑا۔ کونڈا۔ توشہ۔ شہیدوں کے نام کا طاق وغیرہم کہ ان کو بقول مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے لوگ منترک جان کر کرتے ہیں اور ایصالِ ثواب کے کھانے کو متبرک نہیں جانتے۔ کیونکہ وہ اللہ کی نیاز ہے۔ اور بقول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کے کہ اللہ سے زیادہ ان سے ڈرتے ہیں، اس لیے باطل اور داخل شرک و کفر ہے کہ مخلوقات میں سے کسی صاحب قبر صالحین اور اولیاء اللہ کو نذر و منت کے قبول و منظور کرنے کی ہرگز طاقت و قدرت نہیں ہے۔

چنانچہ مزید تفصیل تقویۃ الایمان ص ۳۸، ۴۴، ۴۶ میں مرقوم ہے۔ کسی کا چلہ اور لحد اور کسی کے نام کی چھڑی اور تعزیہ اور علم اور شدہ اور امام قاسم کی اور پیر دستگیر کی مہندی اور امام کا چبوترہ اور استاد اور پیروں کے بیٹھنے کی جگہ کہ لوگ اس کی تعظیم کرتے ہیں اور وہاں جاکر نذریں چڑھاتے ہیں اور منتیں مانتے ہیں اور اسی طرح شہیدوں کے نام کا طاق اور نشان اور توپ جس کو بکرا چڑھاتے ہیں۔ اور اس کی قسم کھاتے ہیں الخ۔" ف یعنی سب کھیتی اور مواشی اللہ ہی نے پیدا کی ہے۔ اور کسی نے نہیں کی پھر اس میں سے جس طرح اس کی نیاز نکالتے ہیں۔ اسی طرح اوروں کی بھی نیاز کرتے ہیں۔ بلکہ اوروں کی نیاز کی جتنی احتیاط اور ادب کرتے ہیں اس کی اتنی نہیں کرتے۔" اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب لوگ کہتے ہیں کہ محرم کے مہینے میں پان نہ کھانا چاہیئے۔ لال کپڑا نہ پہنئے حضرت بی بی کی صحنک مرد نہ کھاویں اور جب ان کی نیاز کیجیئے۔ تو اس میں بالضرور فلانی فلانی ترکاریاں ہوں اور مِسّی اور مہندی ہو اور اس کو لونڈی نہ کھاوے۔ اور جس عورت نے دوسرا خاوند کیا ہو وہ بھی نہ کھاوے اور جو نیچ قوم یا بدکار ہو وہ بھی نہ کھاوے۔ اور شاہ عبدالحق کا توشہ حلوا ہی ہوتا ہے۔ اور ان کو احتیاط سے بنائے اور حقہ پینے والے کو نہ دیجیئے اور شاہ مدار کی نیاز مالیدہ ہی چڑھتا ہے اور بو علی قلندر کی سرمتی، اور اصحاب کہف کی گوشت روٹی۔ سو سب جھوٹے ہیں اور شرک میں گرفتار اور اللہ کی حکومت کی شان میں اپنا دخل کرتے ہیں کہ ایک شرع اپنی جدی قائم کرتے ہیں۔"

اب ذرا تھوڑی دیر کے لیے مولوی نعیم الدین اپنا کلیجہ تھام کر اپنے مخصوص متنداؤں کا کلام گوش زد کریں۔ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کے والد مولوی محمد تقی علی خان صاحب سرور القلوب مطبوعہ نولکشور ۱۲۸۸ھ ص ۱۱۶ میں لکھتے ہیں۔

"لاکھ طرح علماء قرآن و حدیث سے سمجھائیں کہ اللہ و رسول کا حکم کسی کی خوشی کے لیے ٹالنا نہ چاہیئے مگر جب گھر کی بی بی نے شیخ سدو کا بکرا یا مدار صاحب کا مرغا مان لیا تو میاں کو کرنا ضرور ہے ایمان رہے یا نہ رہے کہتا ہے ہم خوب جانتے ہیں کہ ناچ رنگ منڈھا کنگنا گناہ کی سزا دوزخ اور دوزخ میں بڑے بڑے سانپ بچھو اور کھاتے کو زقوم اور پینے کو حمیم ہے۔ مگر کیا کریں بی بی نہیں مانتی۔"

نیز مولوی صاحب بریلوی اور مولوی نعیم الدین کے مستند اعلیٰ شیخ بدایونی تصحیح المسائل ص ۲۹۲ میں لکھتے ہیں۔

اگر نذر کند و معین گرداند آنرا بزمانے یا مکانے یا بچیزے کہ تصدق کند برے پس این تعیین لغو و غیر معتبر است نزد ابو حنیفہ و ابو یوسف رحمہما اللہ۔

یعنی "اگر نذر کرے اور اس کو زمانہ یا کسی مقام کے ساتھ یا جس پر تصدق کرے اس کے ساتھ معین کرے تو یہ تعیین کرنا لغو اور غیر معتبر ہے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک۔"

اور خود مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی مجموعہ فتاویٰ قلمی جلد ثالث کتاب الایمان صلہ میں جس کی نقل خود مولوی صاحب کی دستخطی ہمارے پاس محفوظ ہے لکھتے ہیں "سوال سوم کسی نے مسجد کا طاق بھرنا گلگلوں یا مانڈوں سے مانا اگر وہ مسجد کا طاق نہ بھرے اور گھر پر تقسیم کر دے تو نذر پوری ہوگی یا نہیں الجواب مسجد کے طاق بھرنے کی نیت سے اگر مقصود مساکین پر تصدق ہو تو نذر صحیح ہے اس طاق بھرنے کی تعیین لغو جہاں چاہے مساکین کو دیدے۔ نذر ادا ہو جائے گی اور اس منت سے مقصود مسجد کا طاق ہی بھرنا ہے۔ پھر غنی مساکین جو چاہے لے لے جیسا کہ بعض جہال خصوصاً عورتوں کے تعامل سے ظاہر ہوتا ہے تو وہ منت ہی سرے سے لغو ہے واللہ تعالیٰ اعلم" کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نیز مولوی صاحب بریلوی احکام شریعت حصہ اول ابو العلیٰ پریس آگرہ کے صـ۱۳ میں لکھتے ہیں "مسئلہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں درخت پر شہید مرد ہیں اور فلانے طاق میں شہید مرد رہتے ہیں اور اس درخت اور اس طاق کے پاس جا کر ہر جمعرات کو فاتحہ شیرینی اور چاول وغیرہ پر دلاتے ہیں اور ہار لٹکاتے ہیں لوبان سلگاتے ہیں مرادیں مانگتے ہیں اور ایسا دستور شہر میں بہت جگہ واقع ہے کیا شہید مرد ان درختوں اور طاقوں میں رہتے ہیں اور بہ استخاص حق پر ہیں یا باطل پر جواب عام فہم مع دستخط کے تحریر فرمایئے بینوا بالکتاب توجروا بالثواب۔

الجواب یہ سب واہیات و خرافات اور جاہلانہ حماقات و بطالات ہیں ان کا ازالہ لازم ما انزل اللہ بہا من سلطن ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم" کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نیز مولوی صاحب بریلوی کے ملفوظات حصہ سوم حسنی پریس بریلی ۱۳۳۸ھ کے صـ۶۶ میں مرقوم ہے۔ "عرض۔ امام ضامن کا جو پیسہ باندھا جاتا ہے اس کی کوئی اصل ہے۔ ارشاد۔ کچھ نہیں فقط" پھر مولوی نعیم الدین کے استاد مولوی محمد گل خاں صاحب جن کی نسبت اپنے رسالہ فیضان رحمت میں عین العلماء راس الفضلاء لکھا گیا ہے۔ اپنے فتویٰ مندرجہ رسالہ عدم جواز نشیناً للہ مطبوعہ نیر اعظم مراد آباد کے صـ۶۹ میں مرقوم ہے۔ جو مولوی نعیم الدین کے جواب میں مفصل مرقوم ہو چکا ہے کہ پڑھنے والا اس جملہ کا تقریباً اور شہرت دینے والا اس کے جواز کا اعتقاداً آثم بلکہ مشرک ہے۔ سند اس کی حجۃ اللہ البالغہ مولفہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی صـ۶۱ میں موجود ہے۔ یعنی اور انہیں امور شرکیہ میں سے یہ تھا کہ مشرکین اپنے اغراض و مقاصد کے لیے غیر اللہ سے مدد طلب کیا کرتے تھے شفائے مریض و رفع فقیری کے لیے اور حل مطالب کی امید بر آن کے لیے نذریں مانتے تھے اور تبرکاً ان کے ناموں کو جپا کرتے تھے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر واجب فرمایا کہ نمازوں میں پڑھا کریں کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد طلب کرتے ہیں اور فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو اور پکارنے کے معنی عبادت کے نہیں ہیں جیسے بعض مفسرین کا

قول ہے۔ بلکہ مدد طلب کرتے کے ہیں کیونکہ دوسری جگہ فرمایا بلکہ اللہ ہی سے مدد طلب کرو ناکہ وہ حاجت برآوے جس کو تم طلب کرتے ہو" اور قاضی ثناء اللہ صاحب نے بھی اس مضمون کو صراحتہً ارشاد الطالبین میں ذکر کیا ہے یعنی جو جاہل کہتے ہیں یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ یا خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی شیئاً للہ جائز نہیں ہے شرک اور کفر ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے اور جو لوگ پکارتے ہیں اللہ کے سوا کسی کو وہ تو بندے ہیں تمہاری مانند" اور اسی طرح شاہ عبدالعزیز صاحب کی تقریر بھی بعض حواشی میں صراحتہً اسی مضمون پر دال ہے۔ یعنی "اگر کوئی سوائے اللہ کے نام کے بطریق تقرب ورد کرے کیا مسلمانی سے باہر ہو جاوے گا۔ جواب اگر نام کسی کا بطریق ورد زبان کرے گا مشرک ہو جائے گا" انتہی ملخصاً۔" اور شہرت دینے والا بسبب اعتقاد جواز کے مشرک ہے۔ اور شہرت جواز کی دینی علاوہ شرک سے ایک دوسرا وبال ہے واللہ یہدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم" فقط الجواب صحیح (شگفتہ بنیظیر محمد گل ۱۳۰۰) نیز مولوی احمد رضا خاں صاحب اور مولوی نعیم الدین کے مقبول و مستند فاضلین مولوی ارشاد حسین و مولوی سلامت اللہ صاحبان رامپوری جن کی مدح سرائی الکلمۃ العلیا ص۱ میں کر چکے ہیں۔ فتویٰ مطبوعہ فیض عام رامپور کے ص۵۲ میں لکھتے ہیں "بر تقدیر ہونے عقیدہ مکفرہ کے جیسے تعزیہ کو حاجت روا سمجھنا اور نافع اور ضار جاننا۔ مثلاً کہ اکثر عوام تعزیہ داروں میں یہ امور دیکھے جاتے ہیں حکم کفر کا ان پر کیا جائے گا پس ذبیحہ بھی ان کے ہاتھ کا نہ کھانا چاہیئے اور نماز بھی پیچھے ان کے جائز نہ ہوگی" (محمد ارشاد حسین احمدی) الجواب صحیح حامد حسین الجواب صحیح محمد ریاست علی خاں۔ الجواب صحیح ولی النبی۔ الجواب صواب محمد مجاہد الدین۔ اصل جواب صحیح ہے۔ بلکہ بعضی رسوم تعزیہ داری کے موجب شرک و کفر ہیں۔ جیسے سجدہ کرنا۔ اور اس کو حاجت روا سمجھنا مثلاً اس تقدیر پر ایسا تعزیہ دار مشرک اور کافر ہوگا۔ نہ اس کا ذبیحہ درست نہ نماز اس کے پیچھے اصلاً جائز۔ ابوالذکا سراج الدین محمد سلامت اللہ۔ ہذا الجواب صحیح (شگفتہ بنیظیر محمد گل ۱۳۰۰) ناظرین پر واضح ہو کہ یہ دونوں مولویان سلامت اللہ و مولوی محمد گل خاں صاحبان مولوی نعیم الدین کے بقول مستند اجلہ فضلاء رئیس العلماء راس الفضلاء ہیں۔ الفضل ماشھدت بہ الاعداء جس سے مولوی نعیم الدین کے اقوال شرکیہ و بدعیہ کی تکذیب اور تقویۃ الایمان کی تصدیق و تائید کما حقہ واضح ہو گئی۔

اب رہا یہ امر کہ فاتحہ قل درود پڑھنے سے وہ کھانا تبرک ہو گیا۔ تو یہ امر بچند وجوہ محتمل ہے نیز یہ بحث فاتحہ مروجہ تمام انواع بدعات تیجہ۔ دسواں۔ بیسواں چالیسواں ششماہی۔ برسی۔ عرس۔ وغیرہ سب کو شامل ہے۔ بالغرض اگر مراد یہ ہے کہ جو نیاز محض لوجہ اللہ تعالیٰ بلا تعینات و تخصیصات بدعات کے کسی کے ایصال ثواب کے لیے ہو اور اس پر قل تعینی بلا تعیین و تخصیص کے فاتحہ وغیرہ پڑھ دے۔ تو کھانا حلال و طیب اور باعث برکات کا ہے۔ کیونکہ کسی شرک و بدعت اور گناہ نے اس میں اپنی نجاست ظاہری

اور باطنی کا اثر نہیں کیا۔ لہٰذا ایسی چیز جس پر اللہ کا نام پڑھا گیا حلال و بابرکت قابلِ احترام ہے۔ چنانچہ خود جناب شاہ عبدالعزیز صاحب اس کی تشریح اور تفصیل اسی فتویٰ ص۱۷۴ میں فرماتے ہیں۔ جسے مولوی نعیم الدین نے خیانتاً اپنی احیاءِ بدعات و رسومات کے لیے کاٹ چھانٹ کر دیا ہے۔ جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

لیکن بسبب بردن طعام پیش تعزیہ بادنہادن آں طعام پیش تعزیہ وغیرہ تمام شب بلکہ پیش قبور ہم تشبیہ بکفار و بت پرستاں میشود پس ازیں جہت کراہت پیدا میکند واللہ اعلم۔

یعنی "مگر بسبب لے جانے کھانے کے تعزیہ کے روبرو اور اس کے رکھنے سے تعزیہ کے آگے تمام رات مشابہت کافروں اور بت پرستوں سے ہو جاتی ہے پس اس سبب سے کراہت پیدا ہو جاتی ہے واللہ اعلم"

اس عبارت سے واضح ہوا کہ باوجود پڑھنے فاتحہ کے بھی اس میں کراہت بوجہ خبث اعتقاد کے پیدا ہو گی۔ نہ کہ متبرک ہوتا۔ کیونکہ اسی فتاویٰ کے ص۹۲ سے بحث نذر میں نقل ہو چکا ہے۔ کہ نذرِ غیر اللہ مانند سہ منی بو علی قلندر وغیرہ کے کھانے کو جہلاء عوام متبرک جانتے ہیں اور ایصالِ ثواب کے کھانے کو تبرک نہیں جانتے کیونکہ ایصالِ ثواب بمقابلہ غیر اللہ کے اللہ کی نذر ہے۔ پس اسی دفع توہم فسادِ اعتقاد کے لیے فرمایا کہ ایصالِ ثواب کا کھانا جو خاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔ بلا تعین و تخصیص و تلویث بدعات کے تبرک ہو گا۔ نہ کہ نیازِ غیر اللہ کا متبرک ہونا جس طرح ختم تراویح وغیرہ مجالس وعظ کی شیرینی کو بھی لوگ تبرک کہتے ہیں۔ حالانکہ اس پر فاتحہ وغیرہ نہیں پڑھی جاتی۔ پھر اسی فتاویٰ عزیزی کے ص۷۵ مخیٰ چند جا پر مذکور ہے۔

کہ فاتحہ درود پڑھنا فی نفسہ درست ہے لیکن ایسی جگہ یعنی تعزیہ داری میں پڑھنے سے ایک طرح کی بے ادبی ہوتی ہے اور فاتحہ درود اس جگہ پڑھنا چاہیے جو نجاست ظاہری و باطنی سے پاک ہو پس جو شخص پاخانہ میں تلاوت قرآن شریف کی کرے اور درود پڑھے وہ مستوجب ملامت و طعن کا ہو گا انتہیٰ ایضاً اور فاتحہ پڑھنا اور ثواب اس کا ارواحِ طیبہ کو پہنچانا فی نفسہ جائز ہے لیکن مہندی پر فاتحہ درود پڑھنے میں بے ادبی وغیرہ ہے اھ"

پس فی نفسہ فاتحہ کا جواز ہونا نہ کہ تخصیصات و تعینات لوازماتِ بدعات پر جو نجاست باطنی ہے پھر تبرک چہ معنی دارد۔ بلکہ سورہ فاتحہ پڑھنا جو فی نفسہ باعث برکت ہے تو جو اس کو بلا طرز بدعات کے پڑھے گا موجب برکت کا ہو گا نہ یہ کہ ثواب پہنچانے کے لیے فاتحہ بمنزلہ لازم اور جزو کے ہے۔ یا خاص کھانے پر مخصوص ہے اور کپڑے پیسہ پر نہیں ہے۔ یہی شرعی بے ادبی اور باطنی نجاست ہے جس سے تغیر شرعی لازم آیا۔ نیز شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح العزیز جلد اص۱۹۱ میں فرماتے ہیں۔

طریق نفع رسانیدن باتہا در شرع چنیں قرار یافت کہ ثوابِ اموال را کہ بمستحقان برسانند

یعنی "طریقہ نفع پہنچانے ارواح کے لیے شرع شریف میں اسی طور پر قرار پایا ہے کہ ثوابِ اموال کا جو مستحقون

یا آنہا عاید سازند اھ کو پہنچاتے ہیں ان کی طرف عائد کردیں۔

اور فی الواقع یہ لفظ فاتحہ کسی کام کے شروع کرنے پر بولا جاتا ہے۔ جس طرح مولوی نعیم الدین کے شیخ بدایونی اپنی لوارق صفحہ ۱۹۰ میں لکھتے ہیں مرتب بر فاتحہ و چہار باب و خاتمہ۔ فاتحہ در تحقیق معنی لغوی الخ۔ اور علامہ مجدالدین صاحب قاموس سفر السعادت میں فرماتے ہیں۔ وایں سفر السعادت را بر فاتحہ و خاتمہ و چند باب الخ۔ اسی طرح ایصالِ ثواب کے کھانے پر بولا جانا بھی عرف میں مشہور ہے۔ چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲۴ میں فرماتے ہیں۔

ہر فرقہ از ہندو و مسلمان وغیرہم در امداد و اعانت مردگان خود بفاتحہ و درود و صدقات مشغول اند۔

یعنی" ہر ایک فرقہ ہندو و مسلمان وغیرہم کا امداد اور نفع اپنے مردوں کو پہنچانے کے لیے فاتحہ اور درود اور صدقات میں مشغول ہے"

تو کیا یہی فاتحہ درود ہندو بھی کرتے ہیں ہرگز نہیں بلکہ ایصالِ ثواب پہنچانے کا عرفاً لفظ ہے نہ شرعاً طریقہ المحدود اور قل و درود پڑھنے کا پس فاتحہ قل درود کھانے پر پڑھنے کا جو عوام میں طریقہ متعین ہو گیا ہے جس کی کوئی حجت اور اصل شریعت میں ہرگز نہیں ہے۔ نہ حضراتِ صحابہ و تابعین اور تبع تابعین و ائمہ مجتہدین مقتدین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے۔ چنانچہ خود مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اپنی مشہور و مستند تفسیر فتح العزیز جلد ا صفحہ ۲۹۲ میں فرماتے ہیں۔

شہرت دادند کہ ایں جانور از فلانے است و بنام او است و برائے اوی کنیم و در وقت ذبح بنام خدا ذبح کنانید تا اصلاً موجب ترتب حلیت نگشت و سر ش آں است کہ نزد عوام طریق ذبح جانور بھر گونہ کہ مقرر است متعین است برائے رسانیدن جان جانور برائے ہر کہ منظور باشد چنانچہ فاتحہ و قل و درود خواندن طریق متعین است برائے رسانیدن ماکولات و مشروبات یا ارواح خواہ بقصد رسانیدن ثواب آں بارواح نمایند یا بقصد تقرب در دفع شر و چاپلوسی و تملق آرے

یعنی" اور شہرت دیتے ہیں کہ یہ جانور فلانے کا ہے اور اسی کے نام کا ہے۔ اور اسی کے واسطے ہم ذبح کرتے ہیں۔ اور وقت ذبح کرنے کے اللہ کے نام سے ذبح کرتے ہیں۔ ہرگز وہ حلال نہیں ہوتا اور اس میں بھی بھید یہ ہے۔ کہ عوام کے نزدیک جو طریقہ ذبح جانور کے پہنچانے کا جس طرح جس کو منظور ہو مقرر متعین ہے۔ اسی طرح فاتحہ و قل و درود پڑھنا کھانے پینے کی اشیاء پر روحوں کے پہنچانے کے لیے طریقہ متعین ہے خواہ ثواب پہنچانے کے قصد سے یا تقرب اور دفع شر و چاپلوسی اور خوشامد کے لیے نذر کر نام اللہ کا جانور

ذکر نام خدا بر آں جانور وقتے فائدہ میدہد کہ قصد تقرب بغیر خدا را از دل دور کردہ و خلاف آں شہرت و آواز شہرت آواز دیگر دہند کہ ما ازیں کار برگشتیم انتہی۔

پر اس وقت مفید ہوگا۔ کہ قصد تقرب غیر اللہ کا دل سے دور کردیں اور خلاف اس شہرت اور آواز کے دوسری شہرت اور آوازدیں کہ ہم اس کام سے پھر گئے انتہیٰ۔

ایصالِ ثواب میں دنوں کا تعین و تخصیص بریلوی اکابر کے ارشادات کی روشنی میں

الحمد للہ کہ اس تفسیری

مقالہ ہدایت شاہ صاحبؒ سے آشکارا ہوگیا کہ عوام جہلاء کے نزدیک جس طرح ذبح جانور بقصد غیر اللہ پر وقت ذبح اللہ کے نام لینے کا رسماً طریقہ مقرر ہے۔ اسی طرح کھانے پینے کی چیزوں پر خواہ بنظر تقرب غیر اللہ یا بقصد ایصالِ ثواب پہنچانے میں فاتحہ و قل و درود پڑھنے کا طریقہ متعین ہے۔ جیسا کہ ذبح جانور میں اپنے تقرب غیر اللہ سے باز نہ آویں۔ اور اسی طرح کھانے پینے کی چیزوں کے ثواب پہنچانے میں طریقہ بدعت تخصیصات و تعینات سے باز آکر حسب طریقہ سنّت اعلان نہ کریں تو حلال اور موجب ثواب کا نہ ہوگا۔ پس جو حکم کہ عوام کے ذبح پر مترتب ہوگا۔ وہی حکم عوام کے فاتحہ و قل و درود پر مترتب ہوگا۔ اور اگر اس عبارت تفسیر شاہ صاحب سے بزعم مبتدعین طریقہ عوام فاتحہ و قل و درود پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا تو خود مولوی نعیم الدین کے مسلمہ شیخ بدایونی جن کو اپنے رسالہ فوائد النور صہ ۲ میں القاب و آداب سے یاد کیا گیا ہے۔ اس عبارت شاہ صاحب کی تردید نہ کرتے بلکہ اس کو اپنی سند و دلیل بناتے۔ دیکھو شیخ بدایونی بوارق صہ ۱۸۸ میں لکھتے ہیں

ذکر نام خدا بر وقت ذبح و خواندن فاتحہ و قل و درود را عام نمودن در قصد رسانیدن ثواب بارواح و در قصد تقرب سوء ظنی است بمسلمین۔

یعنی "شاہ عبدالعزیز صاحب کا ذکر نام اللہ ذبح پر اور پڑھنا فاتحہ و قل و درود کو عام رکھنا ثواب پہنچانے کے قصد کو اور تقرب کے قصد کو یہ سوء ظنی کرتا ہے مسلمانوں کے حق میں"

حالانکہ حضرت شاہ صاحب موصوف کا دامنِ تقدس سوء ظنی سے پاک ہے۔ بلکہ حقیقتہً یہ واقعہ ہے کہ یہ طریقہ فاتحہ مروجہ ایجاد کردہ عوام ہی کا متعین کیا ہوا ہے۔ اور فعل عوام کسی طور پر حجۃ شرعیہ نہیں ہوتا کیونکہ خود مولوی نعیم الدین کے معتمد شیخ بدایونی کی تصحیح المسائل صہ ۵۱ میں حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ سے منقول ہے۔

وفعل العوام لا یعتبر قط۔

یعنی "عوام کے فعل کا کبھی اعتبار نہ کیا جاوے گا"

اور خود شیخ بدایونی بوارق صہ ۱۲۰ میں فاتحہ مروجہ وغیرہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وازامور تشریعیہ نیست ۔ یعنی فاتحہ کی تخصیصات شرعی امور میں سے نہیں ہے"

اور نیز مولوی صاحب نعیم الدین خود اپنے رسالہ فیضان رحمت صفحہ ۶۴ میں لکھتے ہیں" فقط الحمد اور قل ہو اللہ کی تخصیص مراد نہیں ہے" اور صفحہ ۶۷ میں لکھتے ہیں" شاہ صاحب کی اگر فاتحہ سے جوان کی عبارت میں وارد ہے۔ فاتحہ شریف مرسوم ہند مراد ہو تو ہمارا عین مدعا ہے اور اگر فاتحہ سے مطلق دعا مراد ہو تا ہم ہمارے لیے مضر نہیں "

پس جبکہ مولوی نعیم الدین کے نزدیک عبارت شاہ صاحب فاتحہ مرسوم ہند یعنی فاتحہ قل درود کھانے یا تی وغیرہ خصوصیات میں اور مطلق دعا ء کی مراد میں احتمال رکھتی ہے تو پھر کس طرح اس کو استدلال میں پیش کر سکتے ہیں اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال ۔ قضیہ مسلمہ اُمت ہے ۔

اگر مولوی نعیم الدین کو اپنی رسمیات شرکیات بدعات کی حمایت میں ایک تنکا پکڑنے کا بھی سہارا ہوتا تو خود اپنی بدعات میں اس قسم کے احتمالات پیدا نہ کرتے ۔ اس لیے تو مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی مولوی نعیم الدین جیسوں کے حق میں احکام شریعت حصہ اول صفحہ ۳۴ میں لکھتے ہیں " بعض جہال بدمست یا نیم ملا شہوت پرست بعض ضعیف قصے یا محتمل واقع یا متشابہ پیش کرتے ہیں ۔ انہیں اتنی عقل نہیں یا قصداً بے عقل بنتے ہیں ۔ کہ صحیح کے سامنے ضعیف متعین کے آگے محتمل محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے اھ ملخصاً ۔ نیز مولوی صاحب بریلوی احکام شریعت حصہ سوم ابوالعلی پریس آگرہ کے صفحہ ۱۳ میں لکھتے ہیں " فاتحہ ایصال ثواب کا نام ہے ۔ پھر مولوی نعیم الدین کی مسلمہ مستند کتاب انوار ساطعہ جس کی نسبت اپنے رسالہ السواد الاعظم ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ میں خود لکھتے ہیں کہ " انوار ساطعہ یہ وہ کتاب ہے جس میں فاتحہ سوم چہلم عرس گیارہویں میلاد و قیام علم غیب وغیرہ مسائل کے ایسے زبردست ثبوت دیئے جس نے وہابیہ کو عاجز کر دیا ۔ اور کوئی جواب ان سے بن نہ پڑا "۔ اب ناظرین کرام اس کتاب کی بے بنیادی کا نمونہ بھی ملاحظہ فرمائیں ۔ صفحہ ۱ میں لکھتے ہیں " اور یہ جو کچھ خیرات دی جاتی ہے اس کا ثواب فلاں میت کو پہنچے عوام میں اس کا نام فاتحہ ہے ۔ یوں کہا کرتے ہیں کہ آج فلاں میت یا فلاں بزرگ کی فاتحہ ہے " نیز صفحہ ۸۶ میں لکھتے ہیں " اہل اسلام میں یہ رسم پڑ گئی کہ جب کوئی اپنی میت کے لیے کچھ کھانا یا شیرینی دیتا ہے تو الحمد پڑھ دیتا ہے " نیز صفحہ ۱۲۹ میں لکھتے ہیں " سمجھنا چاہیئے کہ صحابہ سابقین بالخیرات تھے ان کے لیے تعین زمان ایصال ثواب وغیرہ کے لیے کچھ حاجت نہ تھی ۔ بلکہ وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ پوچھ کر خیرات اپنے اقربا کی طرف سے کیا کرتے تھے "

پس ان توجیہات رسمیات فاتحہ مروجہ ممنوعہ اور خود جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کی تائیدات

اور تصریحات خصوصاً مولوی نعیم الدین کے مسلمات کے بعد خود مولوی نعیم الدین کی نقل کردہ عبارت فتاوی عزیزی ص۹۵/ج۱ کے بعد جناب شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا مستقل مکمل فتویٰ قولِ فیصل اتمام حجت ص۹۸/ج۱ میں صراحتاً مرقوم ہے۔

سوال پختن طعام درایام ربیع الاول برائے
خدا ورسانیدن ثواب آں بروح پر فتوح حضرت
سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
ویا حضرت امام حسین علیہ السلام درایام محرم و
دیگر آل اطہار سید مختار صحیح است یا نہ؟ الجواب
انسان در کار خود مختار است میرسد کہ ثواب
عمل خود برائے بزرگان ما ایمان گرداند لیکن
برائے ایں کار وقت وروز تعیین نمودن وماہے
مقرر کردن بدعت است، آرے اگر وقتے
بر عمل آرند کہ دراں ثواب زیادہ شود مثل
ماہ رمضان کہ عمل بندۂ مومن دراں ہفتاد درجہ
ثواب زیادہ دارد مضائقہ نیست، زیرا کہ پیغمبر
خدا صلی اللہ علیہ وسلم برآں ترغیب فرمودہ
اند بقول حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰؓ وہر چیز
کہ برآں ترغیب صاحب شرع وتعیین وقت
نباشد آں فعل عبث است ومخالف سنت
سید الانام ومخالفت سنت حرام است پس
ہرگز روا نہ باشد واگر دلش خواہد مخفی خیرات
کند در ہر روز یکہ باشد تا نمود نشود فقط۔

یعنی "ربیع الاول میں کھانا پکانا اللہ تعالیٰ کے
لیے اور اس کا ثواب سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی روح پر فتوح کو پہنچانا یا محرم میں حضرت امام حسین علیہ
السلام اور دیگر آل اطہار سید مختار کو ثواب پہنچانا صحیح
ہے یا نہیں؟ جواب انسان کو اختیار ہے کہ اپنے عمل کا
ثواب بزرگان اہل ایمان کو پہنچا دے لیکن اس کام کے
لیے کوئی وقت اور دن اور مہینہ مقرر کرنا بدعت ہے
البتہ اگر کوئی نیک کام خاص کر ایسے وقت میں کرے کہ
اس وقت میں ثواب زیادہ ہوتا ہے مانند رمضان
کے مہینہ میں کہ بندہ مومن جو نیک عمل کرتا ہے اس کا ثواب
ستر درجہ زیادہ ہوتا ہے۔ تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں
ہے اس واسطے کہ پیغمبر حق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
اس امر کی ترغیب فرمائی ہے بقول حضرت امیر المومنین
علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اور جس چیز کے بارہ میں صاحب
شرع کی طرف سے ترغیب اور تعین وقت کا ثبوت نہ
ہو وہ فعل عبث ہے اور مخالف سنت سید الانام کے
اور مخالفت سنت حرام ہے پس ہرگز جائز نہ ہوگا اور
اگر اس کا دل چاہے خفیہ طور پر خیرات کرے جس دن ہو سکے
تاکہ ظاہر ہونے سے رسم قرار نہ پا جاوے فقط"

پس اس تصریحِ امر کے بعد کسی کو چوں وچرا کا محل باقی نہیں رہا۔ بلکہ تمام تخصیصات وتعینات خدف طریقۂ سنت ایصالِ ثواب میں فاتحہ وغیرہم بدعات کا گمراہی ہونا ثابت ہوگیا جن کا ہرگز عندالشرع اور الاربعہ خیر القرون سے ثبوت نہیں ہے۔ لہذا اس کے معارض وہ کلام محتمل تبرک ہونے کا ساقط عن الاعتبار ہوگیا ہے۔ چنانچہ

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی فتاوٰی رضویہ ج ۱ صنہ؎ میں لکھتے ہیں، مسئلہ شرع میں دلالت بھی معتبر ہے۔ مگر جب صریح اس کے خلاف ہو تو دلالت معتبر نہیں" والحمد للہ علیٰ ذالک حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ

پھر مولوی نعیم الدین کے مقتدائے مسلم مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی بھی اپنے فتاوٰی قلمی جلد رابع کتاب الحظر والا باحت صنا۲۱ میں صراحتاً یہی لکھتے ہیں جس کی نقل مع اصل دستخطی ہمارے پاس محفوظ ہے اور جو فتاوٰی رشیدیہ حصہ اول صنہ۱۵ میں مطبوع ہو چکا ہے۔

"سوال چہارم تین برس کے بچے کی فاتحہ دوسرے کی ہونا چاہیئے یا سوئم کی ہونا چاہیئے۔ بینوا توجروا

الجواب شریعت میں ثواب پہنچانا ہے۔ دوسرے دن ہو خواہ تیسرے دن باقی یہ تعین عرفی ہیں جب چاہیں کریں ان دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت و بدعت ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم

نیز مولوی صاحب بریلوی احکام شریعت حصہ اول صنہ۹ میں لکھتے ہیں۔

"مسئلہ ان ایام (محرم) میں سوائے امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کسی کی نیاز فاتحہ نہیں دلاتے ہیں یہ جائز ہیں یا نہیں؟ الجواب پہلی تینوں باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے چوتھی بات جہالت ہے واللہ تعالیٰ اعلم"

علیٰ ہذا مولوی صاحب بریلوی کا قلمی فتویٰ درباره آخر چہارشنبہ صفر کے متعلق جو ہمارے پاس محفوظ ہے جس میں سائل نے دریافت کیا ہے کہ اس روز کھاتے وشیرینی پر فاتحہ دے کر تقسیم کرتے ہیں اور جنگل کی سیر کو جاتے ہیں، اور تعویذ و چھلہ چاندی کا اس روز کی صحت بخشی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بنا کر بطور کو استعمال کراتے ہیں۔ اس کی اصل ثابت ہے یا نہیں الخ ملخصاً الجواب آخر چہارشنبہ کی کوئی اصل نہیں نہ اس دن صحت یابی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی ثبوت۔ بہر حال یہ سب باتیں بے اصل وبے معنی ہیں فقط فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۲۶ صفر ۱۳۲۴ھ | مہر | نیز مولوی صاحب بریلوی کے ملفوظات حصہ اول حسنی پریس بریلی کے صد۸۱ میں مرقوم ہے۔

"اعرض: اتبارک بعد مرنے ہی کے ہو سکتا ہے یا زندگی میں بھی کر سکتا ہے اور تعداد سوا من صحیح ہے یا نہیں؟ (ارشاد) ہر سال کریں یا ایک سال تبارک شریف سے مقصود ایصال ثواب ہے اور شریعت میں اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں جتنا ہوا ور جب ہو پاک مال اور خالص نیت سے اللہ کے لیے ہو مرنے کے بعد ہو یا زندگی میں ہر سال کریں کوئی حرج نہیں۔"

نیز مولوی صاحب بریلوی حیات الموات صد۱۹ میں بطور الزام خصم کے لکھتے ہیں۔

"قرآن وحدیث سے درود و فاتحہ کی خصوصیت ثابت کر دکھائیں یا قرون ثلثہ میں اس تخصیص کا رواج بتائیں"؟

نیز مولوی صاحب بریلوی احکام شریعت حصّہ اول صہ ۱۴۲ میں شہیدوں کے طاق پر ہر جمعرات کو فاتحہ شیرینی اور چاول وغیرہ پر دلانے کو لکھتے ہیں۔

" الجواب: یہ سب واہیات اور خرافات اور جاہلانہ حماقات و بطالات ہیں ان کا ازالہ لازم ما انزل اللہ بہا من سلطان ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "

نیز مولوی صاحب بریلوی الحجۃ الفائحہ لطیب التیمین والفاتحہ (حسنی پریس بریلی) صہ ۱۲ میں لکھتے ہیں۔

آرے ہر عامی کہ ایں تعیین عادی را توقیت شرعی داند وگمان برد کہ ایصالِ ثواب درغیر ایں ایام صورت نہ بندد و یا روا نباشد یا ثوابِ ایں ایام از ایام دیگر اتم ست و اوفی بلاشبہ غلط کار و جاہل در یں گمان خاطی و مبطل ست۔	یعنی " البتہ ہر عامی جاہل جو کہ اس تعیین عادی کو تقرر شرعی کا موجب جانے اور گمان کرے کہ ایصالِ ثواب سوائے ان ایام کے نہیں ہوتا یا نہ روا ہوتا ہے یا ثواب ان ایام میں دوسرے دنوں سے زیادہ ہے تو بلاشبہ غلط کار اور جاہل اور اس گمان میں خطا وار اور باطل کار ہے "

نیز مولوی صاحب بریلوی کے مقتدر و مستند شیخ بدایونی جن کی توصیف تحودحیات الموات صہ ۱۹۶ میں " سیف اللہ المسلول مولانا المحقق الحق " کے ساتھ لکھتے ہیں۔ اور مولوی نعیم الدین قرامۃ النور صہ ۲ میں حضرت مولانا شاہ " کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ موصوف تصحیح المسائل صہ ۲۷۱ میں بطور سند کے ناقل ہیں۔

یا دکردن آں (معیّن) تاریخ و آں ماہ رسم مردم افتادہ۔	یعنی " ایصالِ ثواب کے لیے سال بھر میں) اس تاریخ اور اس ماہ کا یاد کرنا آدمیوں میں رسم پڑ گئی ہے "

اور صہ ۲۷۳ میں لکھتے ہیں۔

کمصافحۃ بعض المشائخ بعد الصلوٰۃ و الاکتحال یوم عاشوراء فانہ سنۃ علی الاطلاق وبدعۃ من حیث الخصوصیۃ۔	یعنی " جس طرح مصافحہ کرنا بعض مشائخ کا بعد نماز اور سرمہ لگانا عاشوراء کے دن کہ یہ علی الاطلاق سنت ہیں اور بلحاظ خصوصیت کے بدعت ہے "

اور صہ ۲۷۴ میں شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں۔

کہ میں نے اپنے شیخ علی متقی رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ تعیین روز در برائے عرس) چہ حکم است (تو قدس تقریر فرما کر) سر مبارک زمانے فرد افگندند برآ وردند و فرمودند ایں بادرمیان سلف نبود " انتہیٰ یعنی تعیین دن کا عرس کے لیے کیا حکم ہے تو سر مبارک جھکا کر اٹھایا اور فرمایا اس کا معمول سلف میں نہ تھا "

اور ص۲۷۸ میں لکھتے ہیں۔

وایں ہا از واجبات طریقہ تصوف و مستحب ہم نیست انتہیٰ۔	یعنی "یہ امور واجبات طریقہ تصوف اور مستحب تک بھی نہیں ہیں"

اور خود مولوی نعیم الدین رسالہ سواد اعظم رجب ۵۰ھ جلد ۵ ص۱۶۵ میں لکھتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں۔

آنکہ بعضے مردم مصافحہ بعد از نماز میکنند یا بعد جمعہ کنند چیزے نیست و بدعت ست از جہت تخصیص وقت اما سنیت مصافحہ کہ علی الاطلاق ست باقی ست پس بوجہے سنت ست و بوجہے دیگر بدعت	یعنی "جو کہ بعضے آدمی مصافحہ نماز کے بعد کرتے ہیں یا بعد نماز جمعہ کے کرتے ہیں کوئی چیز نہیں ہے تخصیص وقت کی وجہ سے بدعت ہے لیکن مصافحہ کا سنت ہونا مطلق ہونے کی وجہ سے باقی ہے پس ایک وجہ سے سنت ہے اور دوسری وجہ سے بدعت ہے"

نیز مولوی نعیم الدین کی مسلمہ بقول خود معتبر کتاب ردالمختار ج ۲ ص۱۱۳ پر مرقوم ہے۔

وانما الروافض لما ابتدعوا اقامة الماتم واظهار الحزن يوم عاشوراء لان الحسين قتل فيه ابتدع جهلة اهل السنة اظهار السرور واتخاذ الحبوب والاطعمة والاكتحال۔	یعنی "رافضیوں نے بدعت جاری کی ماتم اور اظہار غم کرتے ہیں عاشورہ کے دن کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے اس دن اور جاہلائے اہل سنت نے اظہار خوشی کر کے کھچڑی اور کھانے پکانے اور سرمے لگانے کی بدعت ایجاد کی"

پھر مولوی صاحب بریلوی کے پیران پیر مارہروی شاہ حمزہ صاحب المتوفی ۱۱۶۵ھ کی وصیت انوار العارفین مطبوعہ صدیقی بریلی مصنفہ ذی العقدہ ۱۲۹۶ھ میں مرقوم ہے کہ آپ نے وفات پانے سے چھ ماہ قبل وصیت نامہ لکھ کر قلمدان میں مخفی رکھ دیا تھا ص۴۶۹ پر جس کے الفاظ یہ ہیں۔

وفاتحہ سالیانہ ہرگز بتکلف نکنند بلکہ نہ نمایند کہ حکم چنیں است بعد بست سال روشن خواہد شد حالا مسئلہ اجل در حل وکارے ازیں اہم در پیش۔	خلاصہ یہ ہے کہ "فاتحہ برسی کے تکلفات ہرگز نہ کریں بلکہ بالکل نہ کریں کہ حکم اسی طرح سے ہے، اب کوچ کا وقت ہے اور کام اس سے بھی زیادہ اہم در پیش ہے"

اور آپ کے صاحب زادہ شاہ اچھی میاں آل احمد صاحب المتوفی ۱۲۳۵ھ کی یہی وصیت ص۴۷۰ میں مرقوم ہے پھر شاہ اچھے میاں سید آل احمد صاحب کے برادر زادہ سید آل رسول صاحب پیر مولوی صاحب بریلوی

کے سند حدیث شریف میں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد تھے چنانچہ صلا ۴۷ میں مرقوم ہے۔ وسند حدیث شریف از مولانا شاہ عبدالعزیز گرفتہ اند۔ اور مدائح حضور نور جلد ثانی صلا ۱۹ میں مرقوم ہے کہ:

"آپ نے اپنے صاحبزادہ سید ابوالحسین صاحب نوری کو ۱۲ ربیع الاول ۱۲۶۱ھ میں اجازت سلاسل و قرآن کریم و صحاح ستہ و مصنفات شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کی مرحمت فرمائی"

واضح ہو کہ مولوی شیخ فضل رسول صاحب بدایونی مسلمہ معتمد مولوی صاحب بریلوی و مولوی نعیم الدین کے بھی اپنے مبال شاہ آل احمد صاحب موصوف کے مرید تھے۔ چنانچہ طوالع الانوار سوانح شیخ بدایونی مطبوعہ صبح صادق سیتا پور کے صفحہ ۱۹ میں مرقوم ہے۔

پس ناظرین پر مولوی صاحب بریلوی کے اقوال سے رسومات مروجہ فاتحہ و غیر تخصیصات و تعینات کا بدعت اور جہالت بے اصل و بے معنی واہیات و خرافات جاہلانہ حماقات و بطالات لازم الازالہ ہونا ثابت ہوا اور ان کے پیرانہ خاندان کا حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ المتوفی ۱۱۷۶ھ کی تصانیف سے وابستگی خصوصًا ان کے پیر سید آل رسول صاحب کی تعلیمات و ہدایات سے صاحب زادہ سید ابوالحسین صاحب نوری کو اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمہ اللہ محدث المتوفی ۱۲۳۹ھ کی خدامی سے مستفیض ہونا ثابت ہوا۔

مگر صد حیف مولوی نعیم الدین با وجود ان سلاسل سے نسبت کا دعویٰ کرتے ہوئے جس رکابی میں کھائیں اسی میں چھید کریں۔ حالانکہ مولوی صاحب بریلوی کے والد مولوی محمد نقی علی خاں صاحب بھی سید شاہ آل رسول صاحب کے مرید تھے۔ چنانچہ مولوی صاحب بریلوی خود خاتمہ جواہر البیان کے صلا ۲۰۳ میں لکھتے ہیں۔

"والد صاحب نے پنجم جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ کو مارہرہ میں سید شاہ آل رسول احمدی پر بیعت حاصل فرمایا۔ پیر و مرشد نے جمیع سلاسل و سند حدیث عطا فرمائی"

چنانچہ مولوی محمد نقی علی خاں صاحب ہدایۃ البریہ صلا میں تاکیداً لکھتے ہیں کہ

"جن امور میں خوض ممنوع و مضر ہے یا ادراک ان کی حقیقت کا محال یا عوام کے منصب و مقام سے برتر ہے صرف قرآن و حدیث کی طرف رجوع کریں اور انہیں اپنا مرشد و امام سمجھیں جو حکم دیں بجا لادیں اور جس قدر بتائیں اس پر قناعت کریں"

ایضاً ہدایۃ البریہ صلا ۲۸ میں درباره عقائد شرعیہ قاعدہ کلیہ لکھتے ہیں کہ

"علما سے صرف اس قدر دریافت کرلیں کہ یہ عقیدہ صاف صریح کتب متداولہ اہل سنت میں مذکور ہے یا نہیں اگر نشان دین واجب التسلیم ہے اور جو تصریح نہ دکھا سکے اس کی بات پر اصلاً اعتماد نہ کریں کہ سلف صالح نے اس باب میں کوئی بات جس کی عوام کو ضرورت ہو اٹھا نہیں رکھی"

نیز مولوی محمد نقی علی خاں صاحب رسالہ فی فضل العلم والعلماء صلا حسنی پریس بریلی میں لکھتے ہیں۔

"جو لوگ تقلیداً دین پر ثابت رہیں گے ۔ نام کے مسلمان رہ جاویں گے"

کاش مولوی نعیم الدین اپنے اعلیٰ حضرت بریلوی کے دم بھرنے والے قرآن و حدیث کو اپنا مرشد امام بنا کر اسی پر قناعت کرتے تو تقویۃ الایمان کا انکار نہ کرتے۔ اگر عالم بھی کتب متداولہ اہل سنت سے تصریح نہ دکھا سکتا ہو جس طرح مولوی نعیم الدین بھی رسومات شرک و بدعات کی تصریح ہرگز نہیں دکھا سکتے تو پھر اس پر عوام الناس اصلاً اعتماد نہ کرتے تو پھر یہ رسمیات کفریہ کا دروازہ نہ کھلتا اور تقلید عامیانہ کرکے نام کے مسلمان نہ رہتے بلکہ کام کے ہو جاتے۔ کیونکہ اسلام میں بدعت تمام گناہوں سے بدتر حق تعالیٰ کے غضب کا باعث ہے۔ بدعت نکالنے والا نبوت و سنت کا مقابلہ اور بغاوت پر کمر باندھنے والا ہے اس لیے کہ جو بات شریعت میں ثابت نہیں جس بات کا حکم نہیں، یہ باغی اس کو داخل شریعت جان کر ثواب بنا کر جاری کرتا ہے گویا شریعت کو ناقص جان کر اس میں اصلاح دیتا ہے اسی وجہ سے بدعتی کو توبہ نصیب نہیں ہوتی۔ تاوقتیکہ اپنی بدعت سے توبہ نہ کرے اور توبہ جب کرے جب بدعت کو برا جانے جب اس کو اچھا جانا تو توبہ کیسی۔ جب تمام برائیوں سے بدتر اور بدعتی سارے گنہگاروں سے ابتر ہیں کہ بغاوت کا جرم سب جرموں سے زائد سخت ہے۔ اور پہچان بدعتی کی یہ ہے کہ جو بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور صحابہ و ائمہ تابعین رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہو اس کو شرعی حیثیت سے ثواب جان کر دین کا کام سمجھ کر عمل میں لا دے۔ چنانچہ مولوی صاحب بریلوی انھی الاکید صنٰ۳ میں لکھتے ہیں۔

"ابو نعیم حلیہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں بدعتی تمام جہان سے بدتر ہیں۔ بیہقی کی حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کسی بدعتی کی نماز قبول کرے نہ روزہ نہ زکوٰۃ نہ حج نہ عمرہ نہ جہاد، نہ فرض نہ نفل۔ بدعتی اسلام سے یوں نکل جاتا ہے جیسا آٹے سے بال امام دارقطنی و ابو حاتم محمد بن عبد الواحد خزاعی اپنے جزء حدیثی میں ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اہل بدعت دوزخیوں کے کتے ہیں"

ایضاً صـ۲۱ میں لکھتے ہیں۔

"بدعتی مبغوض الٰہ ہے اور مبغوض الٰہ سے نفرت و دوری واجب"

بدعات کے نظائر وغیرہ حسب فرمان خانصاحب بریلوی

پس مولوی صاحب بریلوی کے ہی کلام سے ثابت ہو گیا کہ بدعت کس کو کہتے ہیں اور وہ کیا کیا مسائل ہیں جن کی اس درجہ سخت وعید اور عذاب ہے۔ چنانچہ فتاویٰ رضویہ جلد اول صـ۱۱ میں لکھتے ہیں۔

ان السنة لا تثبت بالحدیث الضعیف	یعنی "سنّت حدیث ضعیف سے ثابت نہیں ہوتی"

جس طرح بعد وضو کپڑے سے اعضاء پونچھنے میں احادیث ضعیفہ و بعض صحابہ و ائمہ تابعین سے جواز و کراہتہ تک منقول ہے تاہم اس کو بھی بدعت میں داخل کیا گیا چہ جائیکہ وہ امور جو قرون ثلثہ سے کچھ بھی ثابت نہ ہوں لہٰذا چنانچہ فتاویٰ رضویہ صـ۳۰ میں مرقوم ہے۔

فی البنایة شرح الهدایة للامام العینی	یعنی بنایہ شرح ہدایہ میں ہے کہ وہ کپڑا جس سے
عن شرح الجامع الصغیر للامام ملا	وضو کا پانی پونچھا گیا بدعت ہے گو حضرت ہے واجب
جل فخر الاسلام ان الخرقة التی یمسح	ہے مکروہ جانتا اس کا کیونکہ نہ تھا یہ طریقہ زمانہ میں
بها الوضوء بدعة یجب ان تکره لانها لم تکن	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور

فی عهد رسول اللہ ولا احد من الصحابة والتابعین۔ نہ کسی صحابی اور تابعی کے"

نیز فتاویٰ رضویہ صـ۱۸۵ میں مرقوم ہے۔

فی البدائع انه الصحیح لانه من لم یر سنة	یعنی "بدائع میں تصریح کی ہے کہ صحیح یہ ہے
رسول اللہ فقد ابتدع فیلحقه الوعید وان کان	کہ تین بار سے زیادتی وضو میں سنت
الزیادة علی الثلث لقصد الوضوء او لطمانینة	جان کر بدعت نکالنے والا مستحق وعید
القلب عند الشك فلا یلحقه الوعید۔	ہے"

ایضاً فتاویٰ رضویہ صـ۱۹۶ میں مرقوم ہے جامع الرموز میں ہے طحطاوی علی المراقی میں ہے۔

فی فتاوی الحجة یکره صب الماء فی الوضوء	یعنی "مکروہ ہے وضو میں تین دفعہ سے زیادہ یا عدد
زیادة علی العدد المسنون والقدر المعهود۔	و اندازہ مسنون سے زیادہ پانی ڈالنا"

نیز فتاویٰ رضویہ صـ۲۰۰ میں مرقوم ہے۔

"ظاہر ہے کہ جس شئے کے لیے شرع نے ایک حد باندھی ہے کہ اس سے نہ کمی چاہیئے نہ بیشی"

نیز فتاوٰی رضویہ صـ ۲۴۱ میں مرقوم ہیں۔

اذا کان بعد الفراغ من الوضوء الاول والا لکان بدعۃ۔ یعنی "قبل تمام ہوتے وضو سے بعض اعضاء میں زیادتی تین مرتبہ سے بدعت ہے"

ایضاً فتاوٰی رضویہ صـ ۲۵۷ میں مرقوم ہے۔

"اگر کوئی شخص وضو کی جگہ غسل کا التزام کرے عزیمت وباعث ثواب نہ ہوگا۔ بلکہ بدعت ومورث مواخذہ وعتاب ہوگا"

نیز مولوی صاحب بریلوی فتاوٰی النفائس المرغوبہ فی حکم الدعاء بعد المکتوبہ کے صـ ۵۱ اپنے فتوٰی میں لکھتے ہیں۔

"سنن ونوافل سب سے فارغ ہو کر امام کا جماعت کے ساتھ دعا مانگنا کہیں منقول نہیں۔ بہر طریقہ لائق ترک ہے' واللہ تعالیٰ اعلم فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

مہر	ابو المظفر محمد اسمٰعیل	محمد امجد علی رضوی

نیز مولوی صاحب بریلوی حیات الموات صـ ۸۴ و ۱۷۲ میں لکھتے ہیں۔

"کیا ممکن نہیں کہ اس کی (یعنی تلقین میت کی) وجہ بعض کے نزدیک عدم ثبوت ہے جیسا کہ حلیہ میں ہے نص الشیخ عزالدین عبدالسلام علی انہ بدعۃ۔ یعنی تصریح فرمائی امام سلطان العلماء شیخ عزالدین ابن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اس امر پر کہ تلقین کرنا میت کا بعد دفن کے قبر پر بدعت ہے دیکھو امام عزالدین شافعی اس وجہ سے قائل تلقین نہ ہوئے کہ ان کے نزدیک بدعت تھی۔"

نیز مولوی صاحب بریلوی کے ملفوظات حصہ اول حسنی پریس بریلی صـ ۶۹ میں مرقوم ہے۔

"(عرض) اذان میں نام اقدس لیتے وقت روضہ منورہ کی طرف منہ کر سکتا ہے" (ارشاد) خلاف سنت ہے سوائے حی علی الصلاۃ اور حی علی الفلاح کے اور کسی کلمہ پر کسی طرف منہ نہیں پھیر سکتا یا خطبہ میں عز جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہے یہ قلبی محبت نہیں قلبی محبت وہی ہے کہ شریعت کے دائرہ میں رہے اس میں اپنی اصلاح کی مداخلت نہ کرے"

نیز مولوی صاحب بریلوی کے ملفوظات حصہ سوم حسنی پریس بریلی ۱۳۳۸ھ صـ ۹ میں مرقوم ہے۔

"(عرض) سنت ومکروہ میں تعارض ہو تو کیا کرنا چاہیئے" (ارشاد) "ترک اولیٰ ہے"

نیز مولوی صاحب بریلوی فتوٰی قلمی میں جس کی نقل مع اصل دستخطی کے ہمارے پاس محفوظ ہے لکھتے ہیں۔

"جمعہ کا روزہ خاص اس نیت سے کہ آج جمعہ ہے اس کا روزہ یا تخصیص چاہیئے مکروہ ہے الخ"

نیز خود مولوی نعیم الدین فیضان رحمت صـ ۶۹ میں لکھتے ہیں۔

"ترمذی میں بروایت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) وارد ہے (یعنی نہ روزہ رکھے کوئی تم میں جمعہ کے دن مگر ایسی صورت میں کہ جمعہ سے پہلے دن یا بعد کو بھی روزہ رکھے) اور ترمذی اس حدیث کی نسبت لکھتے ہیں (یعنی) اور اس حدیث پر اہلِ علم کا عمل ہے کہ مکروہ جانتے ہیں تخصیص جمعہ کے دن کی روزہ کے لیے کہ صرف جمعہ کا روزہ رکھیں نہ اول اور نہ بعد"

پس مسلمانو! للہ انصاف کرو کہ جبکہ مولوی صاحب بریلوی و مولوی نعیم الدین کے اقوال سے ذرا ذرا تغیرات کمی بیشی پر جس کا ثبوت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ و تابعین ائمہ مجتہدینؒ سے نہ ہو۔ بدلیل عدم ثبوت و عدم نقل کے بدعت قرار دیا گیا ہو جس طرح وضو میں زیادتی کا بدعت و مکروہ ہونا، وضو کی جگہ غسل کا التزام، بدعت و باعثِ عتاب ہونا، سنن و نوافل کے بعد امام کا جماعت کے ساتھ دُعا مانگنا منقول نہ ہونے سے لائق ترک ہونا، تلقین میت بوجہ ثابت نہ ہونے کے بدعت ہونا وغیرہم خاص جمعہ کے روزہ کی تخصیص کا مکروہ و منع ہونا ٹھیرایا گیا مگر تمام جہان کی رسومات مروجہ تخصیصات و تعینات عرس و برسی سوم دہچہلم فاتحہ کھچڑا وغیرہم جو محض بے اصل جن کا شریعت میں وجود نہ ہو سینکڑوں سال کے بعد ایجاد ہوئے ہوں۔ وہ نہ بدعت نہ منع بلکہ ان کو جائز و حلال اور ثواب بتایا جاتا یہ محض اہلِ حق متبعین سنت سے عناد و تعصب نہیں تو کیا ہے۔

بدعت کی تشریح اور مثالیں فتاویٰ شامی سے

علی ہذا اسی قسم کی بکثرت تمام نظائر بدعات کے کتب فقہ حنفیہ میں مرقوم و مذکور ہیں۔ چنانچہ ردّ المحتار شامی جس کی توصیف خود مولوی نعیم الدین فیضان رحمت صد ۵۲ اور فوائد النور صد ۱۸ میں لکھ چکے ہیں کہ

"شامی جو اہلِ سنت و جماعت کی بہت معتبر کتاب ہے اور علماء ہند وغیرہ کا اس کی روایتوں پر عمل ہے" ردالمحتار درمختار کا سب سے نفیس ترحاشیہ فقہ کی کمال معتبر کتاب علامہ ابن عابدین شامی کی مصنفہ ہے"۔

پس اہلِ انصاف کی خدمت میں صرف ردالمحتار ہی کے چند حوالہ بصورت تراجم تشریح بدعت کے متعلق حسب ذیل ہیں۔ تاکہ عامۃ الناس خصوصاً مولوی نعیم الدین کو اپنی مسلمہ کمال معتبر کتاب سے حقیقتِ بدعت معلوم ہو کر توفیق انابت نصیب ہو اور متبعین سنت کے حق میں عناد سے باز آئیں۔ اللّٰھم آمین وما توفیقی الا باللہ

ردالمحتار جلد ۱ صد ۸۴ میں مرقوم ہے۔

"یعنی وضو میں حلقوم کا مسح کرنا بدعت ہے" ایضاً ردالمحتار ج ۱ صد ۱۵۸ یعنی "زبان سے نیت کے الفاظ مطلقاً جمیع عادات میں بدعت ہیں" ایضاً ردالمحتار ج ۱ صد ۹۵ میں ہے "نہ ہاتھ اٹھاوے بیت اللہ

کے دیکھنے کے وقت دعا میں کیونکہ ہمارے اصحاب مذہب کی کتب مشہورہ میں یہ پایا نہیں گیا"
ایضاً ردالمحتار ج ۱ صـ۱۶۶ "شروع طواف مقابل حجر اسود میں تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھانا چاہیئے۔
نہ نیت کرتے وقت کیونکہ یہ بدعت ہے" نیز ردالمحتار صـ۵۴۲ ج ۱ میں ہے" یعنی جو بعض خطیب دوسرے
خطبہ میں درود شریف پڑھتے وقت دائیں بائیں منہ پھیرتے ہیں اس کا ذکر نہیں دیکھا گیا اور ظاہر یہ ہے
یہ بدعت ہے ترک کرنا اس کا لائق ہے تاکہ وہم سنت ہونے کا نہ گزرے پھر دیکھا میں نے امام نووی کی منہاج
کو فرمایا اور نہ التفات کرے دائیں بائیں کسی صورت میں بھی فرمایا ابن حجر نے اس کی شرح میں کیونکہ یہ طریقہ بدعت ہے"
نیز ردالمحتار ج ۱ صـ۵۵۲ میں ہے یعنی "فرمایا ابن حجر نے تحفہ میں اور بحث کی بعضوں نے کہ جو کرتے ہیں لوگ
آج کل کے دوسرے خطبہ میں نیچے کی سیڑھی پر اتر کر پھر چڑھ جاتے ہیں یہ فعل بدعت قبیحہ شنیعہ ہے" نیز
ردالمحتار صـ۵۵۷ میں ہے یعنی "تخصیص کسی ذکر کی کسی وقت کے ساتھ جو وارد نہ ہو شرع میں غیر مشروع
یعنی ممنوع ہے" ایضاً ردالمحتار صـ۶۰۲ میں ہے یعنی "جواز کا شرع سے جس جگہ کے لیے وارد ہوں
اسی پر بس کرے۔ اور اس میں اشارہ ہے اس امر کا کہ اذان دفن میت کے وقت قبر پر سنت نہیں
جس طرح آج کل لوگ کہتے ہیں اور تحقیق تصریح فرمائی ابن حجر نے اپنے فتاوی میں کہ یہ بدعت ہے"
فرمایا اور جو لوگ گمان کرتے ہیں کہ قیاساً سنت ہے بہتر ہونا اس کا خاتمہ کے لیے باعتبار اول کے
بچے کے کان میں اذان دینے کے پس یہ قیاس ٹھیک نہیں ہے" ایضاً ردالمحتار صـ۲۶۰ میں ہے۔ یعنی
"نہیں صحیح ہے کوئی بھی روایت مرفوع انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگانے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کا نام مبارک سن کر اذان میں" ایضاً ردالمحتار صـ۶۰۱ میں مرقوم ہے۔ یعنی" روایت ہے ابراہیم سے
کہ تعزیت قبر کے پاس بدعت ہے" نیز ردالمحتار صـ۱۲ میں در بارہ صلوۃ الرغائب رجب و نصف
شعبان امر قوم ہے۔ یعنی "تحقیق صحابہ اور تابعین اور ان کے ائمہ مجتہدین میں کسی سے منقول نہیں ہے۔
اور فرمایا امام نووی نے اور یہ دونوں نمازیں بدعت مذموم منکر قبیح ہیں"

اور کبیری شرح فقیہ المصلی (جس کے مصنف کی نسبت مولوی صاحب بریلوی حیات الموات وغیرہ میں
کلمات "فقیہہ محقق جلیل علامہ صاحب حلبی الکبیر" لکھتے ہیں) صـ۱۰۴ میں (در بارہ جماعت وتر سوائے
رمضان کے) مرقوم ہے۔

لانه لم ینقل عن النبی علیه السلام ولا عن احد من الصحابة فتکون بدعة مکروهة۔

یعنی "اس لیے کہ منقول نہیں ہے جماعت کا ہونا وتروں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور نہ کسی صحابی سے پس ہوگا جماعت کا کرنا بدعت اور مکروہ"

حالانکہ جماعت وتر غیر رمضان میں ثابت ہے۔ اس کلام کی توجیہ ردالمحتار میں ص۲۷۶ میں بمعہ روایت امام طحاوی کے منقول ہے۔

عن المنصور بن مخرمة قال دفنا ابا بکر رضی اللّٰه عنه لیلا فقال عمر رضی اللّٰه عنه انی لم اوتر فقام وصففنا وراءه فصلّی بنا ذلك احیانا کما فعل عمر رضی اللّٰه عنه کان مباحا غیر مکروہ و ان کان علی سبیل المواظبة کان بدعة مکروھة۔

یعنی "منصور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ دفن کیا ہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رات کے وقت پھر فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میں نے وتر نہیں پڑھے ہیں پس آپ وتر پڑھنے کھڑے ہوئے اور ہم نے آپکے پیچھے صف باندھی۔ تو آپنے ہمیں وتر پڑھائے یہ فعل جماعت حضرت عمرؓ کا اتفاقیہ تھا۔ جو مباح غیر مکروہ ہوگا لیکن اگر اس کو معمول بنالیا جاوے تو مکروہ ہوگا"

اتفاقیہ امور کا التزام ودوام بدعت ہے

پس اس کلام سے معلوم ہوا کہ ثبوت امر اتفاقیہ کو معمول و لازم کر لینا بھی بدعت میں داخل ہے۔ پھر محض بے ثبوت امر کو لازم و متعین کر لینا کیونکر بدعت شنیعہ نہ ہوگا۔ اہل فہم وانصاف غور فرمالیں کہ بظاہر کتنی ہلکی ہلکی خفیف باتوں اور ادنے ادنے فرق پر حکم اجرائے بدعت کیا گیا کیونکہ یہ راہ بدعت بہت ہی پر خطر راہ ضلالت وگمراہی کی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ شرک کے ستر دروازے اور بدعت کے دو اوپر ستر دروازے ہیں۔ جن کی چال یعنی گزرگاہ سیاہ پتھر پر تاریک شب میں سیاہ چیونٹی کے چلنے کی مانند مخفی ہے۔ مثلاً تعزیت میت بھی سنت۔ قبر کی زیارت بھی سنت مگر دونوں کو ملا کر قبر کے اوپر تعزیت کرنا بدعت۔ شروع طواف میں تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھانا سنت مگر نیت کے ساتھ ہاتھ اٹھانا بدعت حالانکہ نیت اور تکبیر میں بہت ہی باریک فرق ہے اسی واسطے علامہ شامی ردالمحتار ص۲۷۶ میں فرماتے ہیں۔

کہ "اہل بدعت اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں لوٹتے اور احادیث صحیحہ کا انکار کرتے ہیں"

نیز ردالمحتار ص۵۰۶ میں فرماتے ہیں۔

کہ "جس بات کے بدعت اور سنت ہونے میں تردد ہو تو اس کو چھوڑ ہی دیوے"

اب اس مبحث نذر و نیاز غیر اللہ اور فاتحہ مروجہ سے فراغت کے بعد مولوی نعیم الدین کا فیضان رحمت ص۵، ۱۳۲۰ھ میں یہ لکھنا کہ

"تیجا، چالیسواں ششماہی، برسی۔ کلام ربانی اور احادیث نبویہ اور روایات مفتی ہائے فقہاء سے ثابت کیا گیا ہے، اور اس کے چھپوانے میں یہ انتظار ہے کہ خریداروں کی درخواستیں بقدر مکتفی آئیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ چھاپا جائے گا"

افسوس اس ناکامی کو آج تیتیس برس تو گزر چکے نہ معلوم کس خندق میں جا گرا۔ اور کیسا بُرا حشر ہُوا۔

خان صاحب بریلوی کے استاذ کا فتویٰ۔ فاتحہ مروجہ وغیرہ کے رد میں

سمجھئے اہلِ انصاف کی خدمت میں

مولوی نعیم الدین کے اعلیٰ حضرت بریلوی جن کی توصیف الکلمۃ العلیا صـ ۴۲ میں لکھ چکے ہیں۔ اور بقول خود فیضانِ رحمت صـ ۱ میں جن کو "جناب فیض مآب اوستاذی قاطع بدعت محی سنت حضرت محذومی عین العلماء راس الفضلاء مولوی محمد گل خاں صاحب حاجی حرمین شریفین دام فیوضہم" کے اتنے بڑے بڑے القاب دے چکے ہیں۔ دونوں کے نصل مدلل فتاویٰ تیجا، دسویں، بیسویں، چالیسواں، برسی وغیرہ فاتحہ مروجہ کی بدعات میں حسب ذیل ہیں۔

مولوی صاحب بریلوی کی احکام شریعت حصہ سوم البوالعلی پریس آگرہ کے صـ ۱۶ میں مرقوم ہے۔

"الجواب سبحان اللہ اے مسلمان۔ یہ پوچھا ہے کہما یوں پوچھ۔ کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں سخت و شنیع خرابیوں پر مشتمل ہے اولاً یہ دعوت خود نا جائز و بدعت شنیعہ قبیحہ ہے، امام احمد اپنی مسند اور ابن ماجہ سنن میں بہ سند صحیح حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہم گروہ صحابہ اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرانے کو مردے کی نیاحت (نوحہ) سے شمار کرتے ہیں جس کی حرمت پر متواتر حدیثیں ناطق۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:۔ اہل میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔ اسی طرح علامہ شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں فرمایا۔ فتاویٰ خلاصہ۔ فتاویٰ سراجیہ۔ وفتاویٰ ظہیریہ۔ وفتاویٰ تاتارخانیہ اور ظہیریہ سے خزانۃ المفتین کتاب الکراہیۃ اور تاتارخانیہ میں فتاویٰ ہندیہ میں بالفاظ متقاربہ یہ ہے "غمی میں یہ تیسرے دن کی دعوت جائز نہیں کہ دعوت تو خوشی میں ہوتی ہے"

فتاویٰ امام قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے:۔

"غمی میں ضیافت ممنوع ہے کہ یہ افسوس کے دن ہیں تو جو خوشی میں ہوتا ہے ان کے لائق نہیں"

تبیین الحقائق امام زیلعی میں ہے۔

"مصیبت کے لیے تین دن بیٹھتے ہیں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ کسی امر ممنوع کا ارتکاب نہ کیا جائے جیسے مکلف فرش بچھائے اور میت والوں کی طرف سے کھانے ؟

امام بزازی وجنیز میں فرماتے ہیں یعنی میت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب مکروہ وممنوع ہیں۔ علامہ شامی ردّ المحتار میں فرماتے ہیں یعنی مصنف سراج الدرایہ شرح ہدایہ نے اس مسئلہ میں بہت کلام طویل کیا اور یہ سب ناموری اور دکھاوے کے کام ہیں ان سے احتراز کیا جائے (چنانچہ علامہ رد المحتار ج ا صـ ۶۰۳ میں فرماتے ہیں۔

وفی البزازیۃ یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاوّل والثالث وبعد اسبوع و نقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوۃ لقراءۃ القراٰن وجمع الصلحاء والقراء للختم او لقراءۃ سورۃ الانعام او الاخلاص والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءۃ القراٰن لاجل الاکل یکرہ۔	یعنی" فتاوٰی بزازیہ میں ہے کہ مکروہ ہے تیار کرنا کھانے کا پہلے دن اور تیسرے دن اور ہفتہ کے بعد اور لے جانا کھانے کا قبر پر کسی موسم میں اور تیار کرنا دعوت کا قرآن پڑھنے والوں کے لیے اور جمع ہونا صلحاء اور قاریوں کا ختم کے لیے یا پڑھنے سورہ انعام یا سورہ قل ہو اللہ کے لیے الحاصل رکھنا کھانے کا قرآن پڑھنے والوں کے سامنے کھانے کے لیے مکروہ ہے"

جامع الرموز آخر الکراہیتہ میں ہے یعنی تین دن یا کم تعزیت لینے کے لیے مسجد میں بیٹھنا منع ہے اور ان دنوں میں ضیافت بھی ممنوع اور اس کا کھانا بھی منع جیسا کہ ذخیرۃ الفتاوٰی میں تصریح کی فتاوٰی القروی اور واقعات المفتین میں ہے تین دن ضیافت اور اس کا کھانا مکروہ ہے۔ کہ دعوت تو خوشی میں مشروع ہوتی ہے۔ کشف الغطاء میں ہے۔

ضیافت نمودن اہل میت اہل تعزیت وپختن طعام برائے آنہا مکروہ است باتفاق روایات۔ چرا ایشاں را بسبب اشتغال بمصیبت استعداد وتہیہ آں دشوار است۔ اسی میں ہے۔ پس آنچہ متعارف شدہ از پختن اہل طعام را در سوم وقسمت نمودن آں میان اہل تعزیت واقران غیر مباح ونامشروع ست وتصریح کردہ بر آں در خزانہ چہ شرعیت ضیافت نزد سرور است نہ نزد شرور وہو المشہور عند الجمہور۔ ایضاً صـ ۶۴ ایسے مجمع کے لیے میت کے عزیز و دوستوں کو بھی جائز نہیں کہ کھانا بھیجیں کہ گناہ کی امداد ہوگی قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان نہ کہ اہل میت کا اہتمام طعام کرنا کہ سرے سے ناجائز ہے تو اس مجمع ناجائز کے لیے ناجائز تر ہوگا کشف الغطاء میں ہے ساختن طعام در روز ثانی وثالث برائے اہل میت اگر نوحہ گراں جمع باشند مکروہ ست زیرا کہ اعانت است ایشاں را بر گناہ انتہی ملخصاً۔

مولانا محمد گل خاں مراد آبادی کی تائید میں دوسرے حنفی علماء کے فتاویٰ

علی ہذا ذیل کے مطبوعہ فتاویٰ

نقل شدہ مولوی محمد گل خاں صاحب کی خدمت میں بغرضِ تصحیح پیش ہوئے جو بجنسہٖ محفوظ ہیں اور فتاویٰ رشیدیہ حصّہ اول صـ۱۰۶ پر نقل ہو چکے ہیں۔

"استفتاء ہم نے ہدیۃ الحرمین میں دیکھا ہے کہ حضرت نے اپنے بیٹے ابراہیم کے سیوم و دسواں و بیسواں و چہلم وغیرہ میں چھوہارے پر فاتحہ دیا اور اصحابوں کو کھلایا پس تی زمانا لوگ پھول۔ پان وغیرہ کرتے سے چہلم و سیوم و دسواں و بیسواں میں مانع ہوتے ہیں۔ کیسا ہے۔ ہوالمصوب یہ قصہ جو ہدیۃ الحرمین میں لکھا ہے محض غلط ہے کتبِ معتبرہ میں اس کا نشان نہیں واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔ سوال (جلد سوم) "فاتحہ مروجہ یعنی کھانے کو آگے رکھ کر ہاتھ اٹھاتے کا کیا حکم ہے" جواب "یہ طور مخصوص نہ زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا نہ زمانہ خلفاء میں بلکہ وجود ان امور کا تینوں زمانوں میں جن کی خیریت اور بہتری کی شہادت دی گئی ہے۔ منقول نہیں اور اب تک حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً میں عادت خواص کی نہیں ہے اور اگر کوئی اس مخصوص طور کو عمل میں لاوے تو وہ کھانا حرام نہیں ہوتا اس کے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے اور فعل کو ضروری جاننا مذموم ہے اور بہتر یہ ہے کہ جو کچھ چاہیں پڑھیں ثواب اس کا میت کو پہنچا دیں اور کھانے کو بہ نیت تصدق فقراء کو کھلا دیں اور اس کا ثواب بھی اموات کو پہنچا دیں سوال "تیسرے یا پانچویں روز آدمی بلائے جاویں یا بلا بلائے جمع ہوں اور چند ختم کلام مجید کے پڑھیں۔ بعضے آہستہ اور بعضے آواز سے اور پیالہ میں خوشبو گل ڈالیں اور دیگر خصوصیات و رسوم عمل میں لاویں ان کا کیا حکم ہے" جواب "مقرر کرنا تیسرے دن وغیرہ کا خاص کر اور اس کو ضروری جاننا شریعت محمدیہ میں ثابت نہیں ہے۔ صاحب نصاب الاحتساب نے ان امور کو مکروہ لکھا ہے۔ رسم و راہ تخصیص سے کرتے کو اور جس روز چاہیں ثواب میت کی روح کو پہنچا دیں اور میت قریب اپنے مرنے کے زیادہ محتاج مدد پہنچانے کا ہوتا ہے جس قدر ایصال ثواب جس روز ہو موجب خیر کا ہے اسی طرح تفسیر فتح العزیز میں ہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں فرماتے ہیں اور عادت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نہ تھی کہ میت کے لیے سوائے وقت نماز جنازہ کے جمع ہوں اور قرآن پڑھیں اور ختمات پڑھیں نہ قبر پر نہ سوائے قبر کے اور یہ جمع ہونا بدعت ہے اور مکروہ البتہ تعزیت اہل میت کو تسلی اور صبر دلانا سنت و مستحب ہے لیکن یہ اجتماع مخصوص تیسرے دن کا اور دوسرے تکلفات کا مرتکب ہونا اور یتیموں کا مال بے وصیت کے خرچ کرنا یہ

جملہ امور بدعت اور حرام ہیں۔"

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبدالحی
ابو الحسنات

نقل مکتوب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رح۔ از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ مجلس مولود مروجہ بدعت ہے اور بسبب خلط امور مکروہ کے مکروہ تحریمہ ہے اور قیام بھی بوجہ خصوصیت کے بدعت ہے اور امردلڑکوں کا پڑھنا راگ میں بسبب اندیشہ ہیجان فتنہ کے مکروہ ہے اور فاتحہ مروجہ بھی بدعت ہے بعہذا مشابہت بفعل ہنود ہے اور تشبہ غیر قوم کے ساتھ منع ہے۔ ایصالِ ثواب بدون اس ہئیتہ کے درست ہے اور سیوم و دہم و چہلم جملہ رسوم ہنود کی ہیں اس تخصیص ایام میں مشابہتہ بھی ہوتی ہے اور تخصیص ایام کی بدعت بھی ہے اگرچہ اصل ایصالِ ثواب بدون کسی تخصیص و مشابہتہ کے درست ہے فقط ذٰلک حق العبد

محمد گل مالک و مہتمم مدرسہ امدادیہ مراد آباد

بینظیر
شگفتہ محمد گل
۳۰۰

المجیب مصیب محمد قاسم علی عفی عنہ۔ المجیب مصیب عبد الوہاب خان رام پوری۔

خلف مولانا عالم علی
محمد قاسم علی
۱۲۹۶

ولد حافظ عمر خان
عبدالوہاب خان

اما بعد الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ فاقول باللہ المجیب محق و جمیع الاجوبۃ حقۃ و انا المفتاق الی اللہ الغنی محمد طیب المکی المدرس الاول فی المدرستہ العالیتہ الرامفوریہ =

محمد طیب

عرب۔

الاجوبۃ صحیحہ واللہ سبحانہ اعلم بالصواب محمد لطف اللہ عفی عنہ قاضی ریاست رامپور

خادم شریعت
رسول اللہ
قاضی و مفتی
محمد لطف اللہ
۱۲۹۸ھ

ہذہ الاجوبۃ صحیحۃ محمد جعفر علی عفی عنہ محدث رامپوری

ولد محمد اکبر علی خاں
محمد جعفر علی خاں

علاوہ بریں رسالہ فتویٰ قامع البدعۃ فی اخذ لطعام التعزیۃ مرتبہ ۱۲۹۹ھ مطبوعہ امداد الہند مراد آباد ۱۳۰۱ھ مطابق جولائی ۱۸۸۴ھ جس کے مختصر الفاظ ص۳ میں یہ ہیں۔

" ہاں کھانا کھلانا اہلِ میت کا میت کی طرف سے فقراء و مساکین کو بغیر تعین کسی دن و ساعت کے ایصالِ ثواب کے لیے درست ہے۔"

باقی روایاتِ کتب فقہ جس طرح مولوی صاحب بریلوی کے فتویٰ میں مندرج تھیں اس میں بھی مرقوم ہیں۔ فتویٰ ہذا پر سب سے اول تصدیق مولوی محمد گل خان صاحب بدین مضمون ثابت ہے۔ ذٰلک حق محمد گل خان کابلی

بینظیر
شگفتہ محمد گل

جس کو زمانہ ۵۳ سال کا گزر چکا۔ ناظرین کی خدمت میں مندرجہ کتاب ہذا چار فتویٰ مولوی محمد گل خاں صاحب کے پیش کئے جا چکے۔ اوّل مولوی نعیم الدین کے ص۴۹-۵۸ کے جواب میں دوبارہ ندائے استعانت اموات نذر و منت وغیرہ امور کا شرک و کفر ہونا

اور دوم درباره تعزیہ داری کی کفریات و شرکیات مولوی نعیم الدین کے صٓ ۸۸ و ۸۹ کے جواب میں گزر چکا۔ اور سوئم و چہارم جس میں تمام بدعات زمانہ فاتحہ مروجہ تیجہ بیسواں ششماہی برسی مولود مروجہ قیام وغیرہ سب کو بدعت ضلالت قرار دیا جانا پس جبکہ جملہ عقائد توحید و سنت ورد شرک و بدعت میں مولوی محمد گل خاں صاحب کا کما حقہ تقویۃ الایمان کے ساتھ موافق ہونا ثابت ہے پھر کس طرح تقویۃ الایمان کے عقائد کو باطل و کفر کہہ کے مولوی محمد گل خاں صاحب کو "مخدومی" "عین العلماء" "راس الفضلاء" کا خطاب واقعات دے سکیں گے۔ بلکہ بقول خود مولوی گل خاں صاحب کا مولانا شہید مرحوم کی طرح (معاذ اللہ) خروج عن الاسلام اور کفر ثابت ہوگیا۔

"صراط مستقیم" اور مسئلہ ایصالِ ثواب

قولہ صٓ ۹۰ اب ایک عبارت مولوی اسمٰعیل کی بھی ملاحظہ فرمایئے جو صراطِ مستقیم میں لکھی ہے۔

تر پندارند کہ نفع رسانیدن باموات باطعام و فاتحہ خوانی خوب نیست چہ این معنی بہتر و افضل صراطِ مستقیم صٓ ۶۴[1]۔ دریافت کرنا تو یہ ہے کہ اموات کے ساتھ یہ معاملہ کرنا جائز سمجھ کر مولوی اسمٰعیل اپنی تقویۃ الایمان کے حکم سے شرک کے کس طبقہ میں پہنچے کوئی صاحب یہ عذر نہ کریں کہ یہاں صرف فاتحہ کا ذکر کیا ہے۔ نذر و نیاز کا نہیں ہے۔ اور شرک تو انہوں نے نذر و نیاز کو بتایا ہے۔ کیونکہ یہ معاملہ خود مولوی اسمٰعیل نے اسی صراط مستقیم میں طے کر دیا ہے لکھتے ہیں۔

پس در خوبی این قدر امر از امور مرسومہ فاتحہ ہا د اعراس و نذر و نیاز اموات شک و شبہ نیست؟ صراطِ مستقیم صٓ ۵۵ یہاں تو صاف نذر و نیاز اموات کا ذکر ہے جس کو تقویۃ الایمان میں شرک بتایا ہے اور اس کے کرنے والوں کو ابوجہل کے برابر مشرک ٹھہرایا ہے۔ یہاں مولوی اسمٰعیل اس کی خوبی میں شک و شبہ نہیں بتاتے تو فرمایئے اپنے حکم سے مومن رہے یا مشرک اور مشرک ہوئے تو فقط ابوجہل کے برابر یا فرعون و ہامان بلکہ ابلیس کے برابر کیونکہ نذر و نیاز کرنے سے ابوجہل کے برابر مشرک بتا چکے ہیں اور یہاں تو نذر و نیاز کی ترغیب دے رہے ہیں اور اس کو خوب بتا رہے ہیں اور خوبی میں شک شبہ لانے سے منع کر رہے ہیں تقویۃ الایمان کے لحاظ سے ابوجہل سے کئی درجے اور بڑھ گئے۔

اقول۔ اولاً صراط مستقیم صٓ ۶۳ و صٓ ۶۴ کی عبارات ہرگز مولانا شہید مرحوم کی نہیں ہیں۔ کیونکہ صراط مستقیم خود حسب صراحت مولانا شہید مرحوم کے از اول تا ختم باب اول صٓ ۱۳۲ اور باب چہارم از صٓ ۱۴۴ تا ۱۶۷[1] آپ کی ہے۔ چنانچہ اس کی تفصیل اوپر صفحہ میں گزر چکی۔ پس یہ مغالطہ آمیز کلام ہے۔ ثانیاً

---

[1] یہ صفحات مطبوعہ مجتبائی دہلی (۱۳۲۲ھ) کے ہیں (ع ح) صٓ ۵۲ طبع مجتبائی ۱۳۲۲ھ (ع۔ ح)

درصورت صحت مضمون کے اس میں ہرگز فاتحہ مروجہ کا جواز نہیں ہے۔ بلکہ اس کے مضمون میں مؤلف نے خیانت کی ہے اور کاٹ چھانٹ کر خلق اللہ کو دھوکہ میں ڈالا ہے۔ سنئے بگوشِ ہوش صراطِ مستقیم کی پہلی عبارت ص ۶۳ مع ترجمہ۔

در تقسیم طعام سوم وچہلم بسبب خوف مطعون شدن وسعت وکشادگی میکنند وبنا برحفظ رسوم تعزیت وتہنیت واعراس از ادائے حقوق واجب غفلت می نمایند ومعرض میشوند بسا مے باشد کہ انجام وانفعال ترک رسم انسان را در مہلک می اندازد اسباب معاش خود را برائے محافظت رسم فروختہ مفلس مے مائد، محض محتاج نان شبینہ گشتہ گداگر میشود وگداگری کہ مذلت دارین است برخود گوارہ میکنند واین مفسدہ نیست مگر بسبب شدت رسوخ رسوم آں در اذہان مردم وتوجہ مطاعن بحال تارک آں رسم اگر مثلاً نمازے عمداً ترک نماید آنقدر ہرگز ملام نخواہد شد کہ در ترکِ عتادرقص در محفل شادی نکاح ولہذا این چنین مردم راپیش می آید کہ تکلف بسیار در اطعمہ می نمایند ودر آرائشِ محافل شادی جد وجہد وکوشش تمام بکار می برند حالانکہ طفلانِ صغیر السن از گرسنگی جان بلب می باشد وکمالِ جہل وسفاہت اینست کہ ایں امرِ معکوس را کمال مروت وجوانمردی میدانند ووقت پیش آمدن چنیں ضرورات در گرفتن مال از جا بجا باکے نمیکنند وتمیز حلال وحرام نمے نمایند وچونکہ مال بدست مے آید صرتح

یعنی، سوم وچہلم کے کھانوں کی تقسیم میں طعنہ زنی کے ڈرسے فراخگی کرتے ہیں اور ماتم وشادی کی رسوم کی حفاظت کے لیے واجبات حقوق میں غفلت کرتے ہیں اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ رسم کے ترک کرنے کی شرمندگی انسان کو ہلاکت میں ڈالدیتی ہے اور رسم کی حفاظت کیلئے اپنی معاش کے اسباب کو بیچ کر مفلس ہوجاتا ہے محض روٹی سے محتاج ہو کر گداگری کو جو دونوں جہان کی ذلت کا باعث ہے اپنے اوپر گوارا کرلیتا ہے اور یہ خرابیاں لوگوں کے دلوں میں ان رسوم کے سخت پختہ ہو جاتے اور ان کے چھوڑنے والے کے حال پر طعن کے متوجہ ہونے کے باعث پیدا ہوئی ہیں مثلاً اگر کوئی شخص نماز کو عمداً چھوڑ دے تو اس قدر ہرگز ملامت کا سزاوار نہ ہوگا جس قدر شادی کی محفل میں ناچ رنگ کے ترک سے ملامت کا مستحق سمجھا جاویگا۔ اسی لیے ایسے آدمیوں کو کھانوں میں بہت تکلف کرنا پڑتا ہے اور وہ شادی کی محفل کی آرایش میں نہایت کوشش کرتے ہیں حالانکہ چھوٹے بچے بھوک کے مارے جان بلب ہوجاتے ہیں اور کمال جہالت اور نادانی یہ ہے کہ اس الٹی بات کو کمال مروت اور جوانمردی جانتے ہیں اور ایسی ضرورتوں کے پیش آنے کے موقعوں پر حلال وحرام کی تمیز نہیں کرتے اور جہاں سے جس طرح مال ہاتھ آئے اس کے لینے کی پرواہ نہیں کرتے اور جب مال

خلافِ شرع وعقل در مصرف آں بعمل می آرند صرف در سبیل شیطانی زر صرف می کنند بالجملہ بنائے التزام رسول و اہتمام آن بر غیرت دنیا وعزت ونام دارِ فنا است وہر کاریکہ بنا لیش این چنیں باشد والبتہ مرضی حق نیست بلکہ از ملکوت آوازہ نفرین برآن کار وفا علانِ آن کار میرسد ومشاہدہ آں موجب ظلمت و کدورت بواطن صافیہ اہلِ ایمان کامل میگردد ومرتکب آں روزِ قیامت در مؤاخذہ ومحاسبہ آں گرفتار خواہد شد کہ ایں قدر اموالِ کثیرا بیجا وبی محل خرچ کردہ شاملِ زمرہ اخوان الشیاطین گردید الخ

ہاتھ آجاتا ہے تو صرف خلافِ شرع اور خلافِ عقل محض شیطانی راستے میں خرچ کرتے ہیں حاصل کلام رسموں کے التزام کی بنا اور ان کا اہتمام دنیا کی غیرت اور عزت اور دارِ فنا کے نام پر ہے اور جس کام کی بنا ایسی ہو بیشک وہ حق تعالیٰ کی رضامندی کے مخالف ہے بلکہ عالم ملکوت سے اس کام اور اس کے کرنے والوں پر آوازیں نفرت کی آتی ہیں اور اس کا مشاہدہ کامل ایمان والوں کے صاف دلوں میں کدورت اور تاریکی کا باعث ہوتا ہے اور قیامت کے روز ان امور کا مرتکب حساب کے مواخذہ میں گرفتار ہوگا کہ اس قدر کثیر مال بے جا خرچ کرکے شیاطین کے بھائیوں کی جماعت میں کیوں داخل ہوا"

اب ص۱۶۴ ملاحظہ فرمایئے۔

ونہ پندارند کہ نفع رسانیدن باموات با طعام وفاتحہ خوانی خوب نیست چہ ایں معنی بہتر وافضل غرض آنست کہ مقید برسم نباید شد بے تعین تاریخ و روز وجنس وقسم طعام ہر وقت وہر قدر کہ موجب اجرِ جزیل بود بعمل آرد وہر گاہ ایصال نفع بمیت منظور دارد موقوف بر اطعام نگذارد اگر میسر باشد بہتر است والا صرف ثواب سورہ فاتحہ واخلاص بہترین ثواب ہاست در تعین تاریخ و روز وقسم ووضع طعام ضیق پیش می آید واعتبار واہتمام آن موجب اضاعتِ اوقات میگردد ودیگر کارہائی اہم معطل میماند وبیگانہ وبیگانہ وآشنا وناآشنا بروز وتاریخ منتظر ومترقب

اور یہ نہ سمجھیں کہ نفع پہنچانا مردوں کو کھانے اور فاتحہ خوانی کے ذریعہ سے اچھا نہیں ہے اس لیے کہ یہ کام تو بہتر اور افضل ہیں غرض یہ ہے کہ پابند رسم کا نہ ہونا چاہیئے، بے تعین تاریخ اور دن اور جنس اور قسم کھانے کے جس وقت اور جس قدر کہ موجب ثواب ہو بجا لائے اور جس وقت میت کو کچھ نفع پہنچانا منظور ہو تو کھانا کھلانے ہی پر موقوف نہ رکھے اگر میسر ہو سکے تو بہتر ہے ورنہ صرف ثواب سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص کا بہترین ثواب ہے، تعین تاریخ اور دن اور قسم اور وضع کھانے کی مقرر کرنے میں تنگی پیش آتی ہے اور اس کا اہتمام تضیع اوقات کا باعث ہوتا ہے اور دوسرے ضروری اہم کام معطل رہ جاتے ہیں اور اپنا اور بیگانہ دن اور تاریخ کا منتظر رہتا ہے اور فرباد

میمانند واقربا فراہم می آیند وانسان راخواہ نخواہ آنچہ کردن دشوار می بود سرانجام آن ضرور می افتد پس درحق میت بعد تجہیز وتکفین ودفن بجز دعا وتعزیت ہیچ رسم راالتزام نباید کرد وہمچنیں درنکاح بجز ولیمہ کہ سنت مؤکدہ است وماننداں کہ از پیغمبر اِلٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت شود ہمہ رسوم ترک باید نمود وخلاصہ کلام دریں مقام آنکہ محمد عربی را صلی اللہ علیہ وسلم از تمام خلق پیشوا ومحبوب مطلق اعتقاد کردہ وبدل وجان راضی بان شد تمامی رسوم ہند وسند وفارس وروم راکہ خلاف وی صلی اللہ علیہ وسلم باشد یا زیادتی از طریقہ صحابہ شود نماید وانکار وکراہت برآن اظہار کند۔

جمع ہوجاتے ہیں اور خواہ مخواہ انسان کو دشوار کام کا بھی سرانجام ضروری کرنا پڑتا ہے پس میت کے حق میں تجہیز وتکفین اور دفن کے بعد بجز دعا وتعزیت کے کسی رسم کا التزام نہ کرنا چاہیئے اور اسی طرح نکاح میں بجز ولیمہ کے کہ سنت مؤکدہ ہے اور جو مانند اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو پیشوا اور محبوبِ مطلق اعتقاد کرکے بدل وجان ان سے راضی ہووے تمام رسوم ہند اور سندھ اور فارس وروم کو جو برخلاف طریقہ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے ہوں یا زیادتی طریقہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم پر لازم آوے ترک کردے اور ان رسموں پر انکار اور کراہیت کا اظہار کرے"

پس ناظرین اصحاب فہم وانصاف نے صراط مستقیم ص۶۴ کی صریح عبارت ملاحظہ فرمائی کہ مولوی نعیم الدین کی نقل کردہ عبارت کا اول وآخر مضمون اس عبارت سے کیا تعلق رکھتا ہے خصوصاً وترپندارند کا داؤ چھوڑکر لوگوں کو فریب میں ڈالا کہ یہ عبارت اپنے معنی میں مستقل جملہ معلوم ہو۔ حالانکہ خود مولوی نعیم الدین اپنے رسالہ فرائد النور ص۲۴ میں لکھ چکے ہیں۔

کہ "مسلمانو! ﷲ انصاف ایسی صریح عبارت چھوڑکر ایک ٹکڑا مفید مطلب خیال کرکے لکھ دینا کونسی دیانت ہے"

پس اس پوری عبارت صراط مستقیم میں رسومات فاتحہ مروجہ یعنی کھانا پانی رکھ کر فاتحہ خوانی کا خاص اہتمام کرنا اور کپڑے پیسہ پر مثلاً نہ کرنا معہ دیگر تعینات وتخصیصات مروجہ کے نقصانات پر مطلع فرمایا گیا نہ کہ محض میت کی طرف سے کھانا کھلانے یا سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص وغیرہ پڑھ کر ثواب پہنچاتے کو۔ جس طرح اس کی تفصیل وتشریح خصوصاً مسلمہ اکابر مولوی نعیم الدین کے کلام سے گزر چکی جس میں فاتحہ مرسومہ ہند کی تخصیصات وتعینات کو بدعت وجہالت، واہیات وخرافات، جاہلانہ حماقات وبطالات اور بے معنی بتایا گیا ہے۔ افسوس مولوی نعیم الدین کی روش پر کہ تقویۃ الایمان میں ایصالِ ثواب کو شرک کہنے کا صریح بہتان لگاکر مولانا شہید مرحوم پر شرک کا دھبہ لگا دیا۔ حالانکہ تقویۃ الایمان میں جس نذرونیاز

غیر اللہ کو شرک کہا ہے۔ جملہ اکابر فقہاء اسی نذر و نیاز کو شرک فرماتے ہیں۔ نہ ایصالِ ثواب اور نذر و نیاز الی اللہ تعالیٰ کو۔ اگر مولوی نعیم الدین کی یہی فریب کاری ہے تو خود اپنے اکابر پر کیا بدرجہا زائد کفر و شرک عائد نہ کریں گے؟

اب مؤلف کی بسلسلہ عبارت صراط مستقیم ص۵۳ دوسری کارستانی ملاحظہ ہو اسی مبحث میں مرقوم ہے۔

از جملہ بدعات مشرکین صوفی شعار ادائے نذر و نیاز اولیاء اللہ است بوضعیکہ شرک خفی و اسراف اموال و اختراع بدعات بوجوہ متعددہ دراں راہ یافتہ بیانش آنکہ اگرچہ اصل این امر بہتر و خوب موافق حکم شرع شریف است لیکن چونکہ عوام ظنون و اوہام خود را دراں دخل دادند و خلف آنہا تابع سلف خود شدہ دریں امور تجدید و تحدید نمودند و قاعدہ ہر کہ آمد بر آں مزید کرد و دستور العمل ساختند آں اصل محمود مختفی و محتجب گردید و فروع خبیثہ کہ از سعی و تراشیدن مردم ہم رسیدہ ظاہر و رائج گشت ایضاً ص۵۴ و بنا بر علیہ ہر کہ بموجب معمول رائج فاتحہ و ایصال ثواب نکند او را ناخلف و منکر حق اہل الحقوق گمان مے برند و نمی فہمند کہ اگر بترک ایں رسوم فاتحہ و ایصال ثواب ایشاں ناخلف و منکر حق اہل حقوق میشدند لازم می آید کہ اہل بیت عظام و صحابہ کرام و سائر طبقات مومنین و صلحاء و علماء و اولیاء کہ پیش از اشتہار ایں رسوم گذشتہ اند معاذ اللہ ناخلف بہ نسبت

یعنی "ادا کرنا نذر و نیاز اولیاء اللہ اس طور پر کہ شرک خفی اور اسراف مال اور کتنی ہی بدعتوں کے ایجاد نے اس میں راہ پائی ہے۔ بیان ان کا یہ ہے کہ اس امر کی اصل اگرچہ بہتر اور خوب موافق حکم شرع کے ہے لیکن جب عوام نے اپنے ظنون اور وہموں کو اس میں دخل دے دیا ہے اور ان کی اولاد اپنے سلف کے تابع ہو گئی۔ اور ان امور کی تجدید اور تحدید کر لی گئی اور حسبِ قاعدہ جو آیا اس نے زیادتی کو دستور العمل بنا لیا تو وہ اصل پسندیدہ پوشیدہ ہو جاتی ہے اور ناپاک فروع جو لوگوں کے تراش خراش سے پیدا ہوئی تھیں۔ ظاہر اور رائج ہو گئیں۔ اسی لیے کہ جو رواجی طور پر فاتحہ اور ایصالِ ثواب نہ کرے ناخلف اور منکر اہلِ حقوق کا گمان کرتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ اگر فاتحہ اور ایصالِ ثواب کی ان رائج رسموں کے چھوڑنے سے آدمی ناخلف اور اہلِ حقوق کے حق کا منکر بن جاتا ہے۔ تو لازم آتا ہے کہ اہل بیت عظام اور صحابہ کرام اور مومنین اور صالحین اور علماء اور اولیاء جو ان رسوم کی شہرت سے پہلے گزر چکے ہیں معاذ اللہ اپنے اسلاف کی بہ نسبت ناخلف ہوں بلکہ یہی حرف افضل المرسلین محبوب رب العالمین کی شان میں

سلف خود باشند بلکہ ہمیں حرف درشان
افضل المرسلین محبوب رب العالمین بہ نسبت
امام الانبیاء خلیل ؑ باصفاء حضرت خالق الارض
والسماء در خاطر خطور خواہد کرد معاذ اللہ من
ذٰلک ثم معاذ اللہ من ذٰلک ـــــ
پس ازیں تبیان واضح شد کہ ایں رسوم فاتحہ خوانی
بوضع مخترع زائد از لوازم وارکان دین متین
است کمال ایمانی موقوف بران نہ ایضاً صفحہ ۵۵
واگر آں کس کہ ثواب بروحش میرساند از اہل
حقوق اوست بہ مقدار حق وخوبی رسانیدن
ایں ثواب زیادہ تر خواہد شد پس در خوبی ایں
قدر امر از امور مرسومہ فاتحہا واعراس
ونذر ونیاز اموات شک وشبہ نیست، وتعیین
اوقات وقسم طعام ووضع آن وتناول کنندگان
ہمہ از قبح خالی نیست ایضاً صفحہ ۵۰ وحقیقت
آنست کہ کسانیکہ در نذر ونیاز ارتکاب
معاصی وکفر میکنند ایشاں را ایصال ثواب
منظور نیست بلکہ شرک میکنند ومی دانند کہ
کار برائے بزرگان میکنیم معنی عبادت خدا ہرگز
در ذہن شان نمی باشد دلیلش آنکہ ہر کہ در
توشہا ونیاز ہائے بزرگان مبلغان کثیرہ صرف
کردہ باشد اگر ازوے پرسند گاہے برائے
خدا ہم چیزے دادہ خواہد گفت کہ نہ بالجملہ
خدا را وآنہا را یعنے در مرتبہ مساوی تقرب
ورضا جوئے می نہند۔ پس چارہ کار طالب

بہ نسبت امام الانبیاء خلیل باصفا خالق الارض
والسماء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارہ میں
دل میں کھٹکے گا۔ معاذ اللہ من ذلک ثم معاذ اللہ
من ذلک۔ پس اس بیان سے واضح ہوا کہ یہ رسوم
فاتحہ خوانی بوضع ایجادی دین متین کے لوازم
اور ارکان سے زائد ہیں اور ایمان کا کمال ان
پر موقوف نہیں ہے۔ اور اگر وہ شخص کہ جس
کی روح کو ثواب پہنچا رہا ہے اس کے حقداروں
میں سے ہے۔ اس کے حق کی مقدار پر اس ثواب
پہنچانے کی خوبی بہت زیادہ ہوگی پس اس قدر
امر کی خوبی امور مروجہ فاتحوں اور عرسوں اور نذر
ونیاز اموات میں کچھ شک اور شبہ نہیں ہے۔
اور وقتوں اور طعام کی قسموں اور اس کی وضعوں
اور کھانے والوں کی تعیین تمام قباحتوں سے
خالی نہیں ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ
نذر ونیاز میں نافرمانیوں اور کفر کا ارتکاب
کرتے ہیں ان کو ثواب پہنچانا منظور نہیں ہے
بلکہ وہ تو شرک کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ کام
بزرگوں کے لیے ہم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت
کے معنی ان کے ذہن میں ہرگز نہیں ہوتے ہیں اور
اس کی دلیل یہ ہے کہ جو لوگ توشوں اور نیازوں
میں کثیر روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ اگر ان سے
دریافت کیا جائے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے لیے بھی
کبھی کوئی چیز دی ہے۔ تو کہیں گے نہیں غرض کہ بعض تو
اللہ تعالیٰ اور بزرگوں کو تقرب اور رضا جوئی کے

حق وصواب و متبع مرضیاتِ خدا و رسول
دریں جز و زمان آنست کہ بروح ہر شخصے کہ
ایصالِ ثواب منظور باشد بلا قید وضع و جنس
طعام و متناولان آن ہر چیزیکہ انفع و بہتر در
حق فقرا و محتاجین آن وقت باشد و بصفائے
نیت مقرون تر بود صرف نمایند و از طرف
آن شخص نیت کردہ بعمل آرد و اگر دعا ہم کند
بہتر است و تمام قیود و رسوم بیک قلم دور
کنداھ۔

مرتبہ میں مساوی رکھتے ہیں۔ پس اس وقت میں حق اور
ثواب کے طالب اور اللہ و رسول کی مرضیات کے متبع
کے لیے یہی چارہ ہے کہ جس شخص کی روح کو ثواب
پہنچانا منظور ہو بلا قید وضع اور جنس طعام اور
کھانے والوں کے جو چیز کہ اس وقت کے فقیروں
اور محتاجوں کے حق میں زیادہ مفید اور بہتر ہو خالص
نیت کے ساتھ خرچ کرے اور اگر دعا بھی کرے تو
بہتر ہے اور ساری قیدوں اور رسموں کو یک لخت
دور کردے "

الحمد للہ کہ صراطِ مستقیم ص۶۳ کے ملحق اول و آخر سارے مضمون سے جس کا تھوڑا سا ٹکڑا نقل کرکے مولوی نعیم الدین نے لوگوں کو دھوکہ میں مبتلا کیا تھا جس کے فریب و جعل کا غبار صاف ہو کر معاملہ آفتاب کی مانند روشن ہوگیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

"نذر و نیاز اولیاء میں شرک خفی اور اسرافِ مال اور بدعتوں کی ملاوٹ ہے اگرچہ اصل ایصالِ ثواب بہتر ہے۔ مگر ممنوعات کی وجہ سے خرابی پیدا ہوگئی کہ رواجی فاتحہ کے قیودات اگر کوئی نہ کرے تو اس کو ناخلف جانتے ہیں حالانکہ یہ ناخلف ہونے کا الزام انبیاء علیہم السلام تک پہنچتا ہے کہ وہ ان رسومات کے فاعل و عامل ہرگز نہ تھے بلکہ ثواب پہنچانے میں میت کا جس قدر قریبی رشتہ دار ہوگا اس کے ثواب کی خوبی زیادہ ہوگی۔ پس اس قدر امر کی خوبی میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے الا ایصالِ ثواب امور مروجہ فاتحہ و نذر و نیاز میں دقتوں، کھانوں اور کھانے والوں کی تعین وغیرہ تمام قباحتوں سے خالی بھی نہیں ہے۔ اور جو لوگ نذر و نیاز میں کفر کا ارتکاب کرتے ہیں ان کا مقصود ثواب پہنچانا نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ لوگ توقع نفع و ضرر بزرگوں کے لیے کرتے ہیں نہ اللہ تعالیٰ کے لیے جس طرح توشہ وغیرہ امور ہیں۔ پس متبع اللہ اور رسول ﷺ بلا قید وضع و جنس طعام وغیرہ لوجہ اللہ تعالیٰ خالص نیت سے ثواب پہنچا دے اور ساری قیدوں اور رسموں کو یک لخت چھوڑ دے"

چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ (جن کو مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے حیات الموات ص۱۰۴ میں مستند مانا ہے) مکتوب جلد ثالث ص۶۸ مطبوعہ نولکشور میں (جس کی عبارت اصل فارسی میں گزر چکی ہے۔ فرماتے ہیں۔

"اسی طرح حال عورتوں کے روزہ رکھنے کا ہے کہ بہ نیت پیروں اور بیبیوں کے رکھتی ہیں اور اکثر ان کے نام اپنی طرف سے گھڑتی ہیں اور اپنے روزوں کو ان کے نام سے نسبت کرتی ہیں اور افطار کے وقت ہر روزہ کے لیے خاص کھانا اور خاص وضع متعین کرتی ہیں اور دنوں کا تعین بھی ہر روزہ کے لیے کرتی ہیں اور اپنے مطالب و مقاصد کو ان روزوں سے متعلق کرتی ہیں اور ان روزوں کے وسیلہ سے اپنی حاجت ان سے چاہتی ہیں اور اپنی حاجت روائی ان سے جانتی ہیں کہ یہ عبادت میں شرک ہے اور بوسیلہ عبادتِ غیر کے اپنی حاجات کو ان غیر سے چاہنا ہے۔ برائی اس فعل کی خوب طرح سے جاننا چاہیئے۔ حالانکہ حدیثِ قدسی میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے یعنی روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ اور میرے غیر کو عبادتِ روزہ میں کوئی شرکت نہیں ہے ہر چند کسی عبادت میں شرکت حق تعالیٰ کے ساتھ جائز نہیں ہے۔ لیکن تخصیص روزہ کے واسطے اہتمام اس عبادت کی عرض سے ہے اور تاکید نفی شرک اس عبادت کے لیے کرتا ہے اور حیلہ کرنا ہے۔ جو کچھ کر بعض عورتیں اس فعل کی برائی ظاہر ہونے پر کہتی ہیں اگر اس امر میں سچی ہوتیں تو تعین زمانہ اور دنوں کا روزوں کے واسطے کیا درکار ہے اور تخصیص کھانے اور تعین طریقہ شنیعہ مختلفہ روزوں کے افطار میں کس واسطے ہے۔ ایسا اکثر ہوتا ہے کہ افطار کے وقت حرام چیزوں کا ارتکاب کرتی ہیں اور افطار حرام شئے سے کرتی ہیں اور بے ضرورت سوال اور گدائی کرتی ہیں اور اپنی حاجتوں کے پورا کرنے کو مخصوص ارتکاب ان حرام چیزوں سے جانتی ہیں۔ یہ خود عین گمراہی اور تسویل شیطان لعین ہے واللہ سبحانہ العاصم"

حضرت مجدد صاحب کے ارشاد میں مطابق بیان "صراط مستقیم" کے عوام کا نذر و نیاز غیر اللہ مانند توشہ وغیرہ کو بجیلۂ ایصال ثواب کہتے کو باطل فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ اگر لوجہ اللہ تعالیٰ ایصال ثواب ہوتا تو تخصیصات و تعینات کیوں کی جاتیں۔ پس مولوی نعیم الدین کی چالاکی کہ "صراط مستقیم" میں نذر و نیاز کی ترغیب دی گئی اور تقویۃ الایمان میں شرک بتایا ہزار افسوس کے لائق ہے۔ حالانکہ جس نذر و نیاز کو تقویۃ الایمان میں شرک فرمایا ہے۔ تمام فقہاء ائمہ دین بھی اسی کو شرک فرما چکے ہیں۔ اور جس ایصال ثواب کو صراطِ مستقیم میں بہتر اور خوب فرما کر رسوماتِ مروجہ کو قبیح بتا رہے ہیں اسی کو تمام علماء دین خصوصاً مولوی نعیم الدین کے اعلیٰ حضرت بریلوی، بدعت وجہالت، واہیات و خرافات جاہلانہ حماقات و بطالات اور بے معنی بتا چکے۔ پس مولانا شہید مرحوم کو اگر ابوجہل فرعون، ہامان، ابلیس سے کوئی درجہ بڑھ کر مشرک قرار دیا جائے گا۔ تو ان کے اپنے بزرگ بھی اس "شرف" سے کیسے بچ سکتے ہیں۔

قولہ ص۹۱-۹۳ "صراطِ مستقیم" کی فصل دوم میں طریقہ چشتیہ کا بیان ملاحظہ کیجئے جہاں لکھتے ہیں۔

"اول طالب را باید کہ با وضو دوزانو بطور نماز بنشیند و فاتحہ بنام اکابر ایں یعنی حضرت خواجہ معین الدین سنجری و حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی وغیرہما خواندہ التجا بجناب حضرت ایزد پاک بتوسط ایں بزرگاں نماید و بنیاز تمام و زاری بسیار از بسیار دعائے کشود کار خود کردہ ذکر دو ضربی شروع نماید صراط مستقیم ص۱۲۲

قرآن و حدیث، صحابہ، تابعین، تبع تابعین سے یہ طریقہ ان ہیئات و تخصیصات کے ساتھ کہیں ثابت نہیں ہوتا وہابیہ کے مذہب کی بنا پر بدعت ہوا اور مولوی اسمٰعیل بدعتی ضال۔ تقویۃ الایمان ص۲۲ کی عبارات میں" علماء مشائخ بزرگان دین کسی کو نہ ماننا چاہیئے اور کسی کے حکم کو سند سمجھنا شرک ہے۔ باوجود پیغمبر ہی کو یوں سمجھے کہ شرع انہیں کا حکم ہے ان کا جو جی چاہتا تھا اپنی طرف سے کہہ دیتے تھے۔ سو ایسی باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے" جب رسول کی بات بھی اسمٰعیل کے نزدیک ماننے کے قابل نہیں اور اس کو ماننے والا مشرک ہو جاتا ہے تو اسمٰعیل کا یہ طریقہ چشتیہ نکالا ہوا کیوں شرک نہ ہوگا۔ اور اس کو منوانے کے لیے کتاب لکھنے والا مشرک گر۔ اور صراطِ مستقیم کی عبارت سے تو داس کے اُوپر حکم جاری ہو گئے۔ اور وہ اپنے ہی مقرر حکموں سے مشرک ہوا ہے کوئی رہے) جو اس کی حمایت کرے۔ اور اس شرک سے اس کو بری ثابت کر سکے نہیں ہرگز نہیں چشتی بزرگوں کے نام کی فاتحہ اور اس میں باوضو دوزانو بیٹھنے کا نہیں بلکہ یہ بھی تصریح کر نماز کے طریقہ پر بیٹھے پوچھو تقویۃ الایمان سے کتنا ڈبل شرک ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ ستم ڈھایا کہ کشود کار کی دعا میں نہایت گریہ و زاری اور عجز و نیاز کے ساتھ بزرگان چشت کا وسیلہ بنانے کا حکم دیا یہ اس کے عقیدہ کا وہی شرک ہے جس کو (تقویۃ الایمان) ص۲۰ والی عبارت میں لکھا ہے کہ کسی کو اپنا وکیل و سفارشی سمجھنا ہی ان کا کفر و شرک تھا۔ اب تو خواجگانِ چشت کو صراطِ مستقیم میں اپنا وکیل و سفارشی مان کر اسمٰعیل اپنے ہی حکم سے ابوجہل کے برابر مشرک ہوا۔ اب یہ بات اچھی طرح ثابت ہوگئی کہ اولیاء کی نذر و نیاز کرنا اور ان کو اپنا وکیل سمجھنا جس کو اسمٰعیل نے تقویۃ الایمان میں کفر و شرک کہا ہے خود اسمٰعیل اور اس کے بزرگوں کے قول سے بھی ثابت ہے اور اس کا یہ حکم شرک بے دلیل و باطل اھ ملخصاً بلفظہ

اقول وباللہ التوفیق۔ اولاً۔ یہ عبارت بھی مولانا شہید مرحوم کی نہیں ہے۔ سابقاً جس کی تفصیل اُوپر گزر چکی۔ ثانیاً۔ مؤلف کا اپنی زباندرازی سے محتہدین طریقت کے طرق و معالجات مجوزہ پر غیر ثابت ہونے کا الزام رکھ کر اپنی بدعات مخترعہ اور بے اصل کو ثابت کرنے کا ادعا محض باطل ہے۔ جو

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

حالانکہ مجتہدین طریقت نے مبتدی کو ملکہ حضوری پیدا کرنے اجزائے قلب ذکر اللہ پر آداب و طریقہ تعلیم فرمائے ہیں جس کی اصل اذکروا اللہ ذکرا کثیرا وغیرہم نصوص میں وارد ہے۔ اور اگر وہ اس میں عنداللہ خاطی[1] بھی ہوں تب بھی بموجب حدیث شریف کے مستحق اجر ہیں۔ البتہ اگر اس کو مقصود اصلی جان کر اسی پر اکتفا کرے اور ترقی مدارج سنت سے غافل رہے۔ تو حد بدعت میں شامل ہو جاتا ہے۔ ورنہ فی نفسہٖ نہیں۔ چنانچہ خود صراط مستقیم صـ۱۲۲ ہی میں مرقوم ہے۔

و بسا کہ انسان در ہمیں حجت متوقف گردد اور ارادہ وصول باصل مقصود بدست نیاید۔

یعنی "بسا اوقات انسان ان ہی حجابوں میں اٹک جاتا ہے اور راہ وصول اصل مقصود کی طرف پہنچنا نہیں ملتا۔"

اور صـ۱۲۶ میں مرقوم ہے۔

ہر چند این تنویر بہتر و خوب تر است لیکن طول در مسافت سلوک پیدا می آید و آن طول چنداں ضرور نیست۔

یعنی اگرچہ یہ منور کرنا لطائف کا بہتر اور خوب تر ہے لیکن راہ سلوک میں طول مسافت پیدا ہوتی ہے اور وہ طول چنداں ضروری نہیں ہے"

اور صـ۱۴۳ میں مرقوم ہے۔

واین مرتبہ بمنزلہ ابجد خوانی است و مراتبے کہ از ابتدائے ذکر انتہا شدہ در کمالیکہ مطلوب و مقصود است معدود نمی تواں شد۔

یعنی یہ مرتبہ بمنزلہ ابجد خوانی کے ہے اور جو مرتبے ابتدا سے یہاں تک ذکر کئے گئے ہیں مطلوب و مقصود کمال میں گنے جا سکتے ہیں"

اور صـ۱۴۴ میں مرقوم ہے۔

واکثر ناواقفاں کہ امتیاز در سلوک اول و ثانی نمے کنند بلکہ از سلوک ثانی بی خبر محض اندمی دانند کہ بہ تمامی سلوک اول کمال تمام میشود۔

یعنی "اکثر ناواقفان جو سلوک اول اور ثانی میں تمیز نہیں کرتے۔ بلکہ سلوک ثانی سے بالکل بے خبر ہیں جانتے ہیں کہ سلوک اول کے تمام ہوتے ہی کمال تمام ہو جاتا ہے"

اور صـ۷۶ میں مرقوم ہے۔

وار باب این فن علامات و اسباب و معالجات

یعنی "اس فن کے بزرگوں نے طبیب کے طور پر ان کی

[1] اس لیے کہ اس طرح سے ملکہ حضوری پیدا کرنے کی کوشش خیر القرون سے ثابت نہیں (ع، ح)

آنرا بطور طب تحقیق و تنقیح کردہ کتب ساختہ اند لیکن آن بیان با وجود شدّت وضوح کفایت نمیکرد۔

علامات اور اسباب ور معالجوں کو تحقیق و تنقیح کر کے کتابیں مرتب کردی ہیں لیکن وہ بیان با وجود واضح ہونے کے کفایت نہیں کرتا ہے"

اور خود مولانا شہید مرحوم صراط مستقیم ص۵ میں فرماتے ہیں۔

اکثر عوام صوفیاء اول را بجائے ثانی نہادہ ومشارٌ الیہ باشارات شرعیہ پنداشتہ۔

یعنی" اکثر عوام صوفیہ نے قسم اول کو بجائے دوسرے کے رکھ کے اسی کو اشارات شرعیہ کا مشارٌ الیہ سمجھا ہے"

اور ص۸ میں فرماتے ہیں۔

اکابر طریقت اگرچہ در تعین مبادی راہ ولایت اذکار و مراقبات در ریاضات و مجاہدات سعی بیش از بیش بکار بردہ اند اما بحکم آنکہ ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے وارد۔

یعنی" اکابر طریقت نے اگرچہ اذکار اور مراقبات اور ریاضات اور مجاہدات کی تعین میں جو راہ مبادی ولایت ہیں نہایت کوشش کی ہے لیکن بمصداق اس مصرع کے" ہر بات اک وقت کے لیے اور نکتہ اک مقام کیلئے ہوتا ہے"

پس کس درجہ افسوس کرنا پڑتا ہے کہ عبارت صراط مستقیم کے اول آخر سے اولیاء اللہ کے عنا د و بغض میں چشم پوشی کر کے خیانتہً لوگوں کو مغالطہ میں ڈالا جاتا ہے۔ تاکہ اولیاء اللہ کی ہمسری کر کے اپنی بدعات ضلالت کو فروغ حاصل ہو۔ پھر تقویۃ الایمان ص۲۷ کے ایک ٹکڑے سے لوگوں کو فریب میں پھانسنا نہایت سفیہ پن ہے اسلئے اصل عبارت تقویۃ الایمان کی یہ ہے۔

"یہی اصل دین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے حکم پر چلیئے اور کسی کا حکم اس کے مقابل میں ہرگز نہ مانئے لیکن اکثر لوگ یہ راہ نہیں چلتے بلکہ اپنے پیروں کی رسموں کو اللہ کے حکم سے مقدم سمجھتے ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی کی راہ و رسم کو ماننا اور اسی کے حکم کو اپنی سند سمجھنا یہ بھی انہیں باتوں میں سے ہے کہ خاص اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے ٹھرائی ہیں پھر جو کوئی یہ معاملہ کسی مخلوق سے کرے تو اس پر بھی شرک ثابت ہوتا ہے۔ سو اللہ کے حکم پہنچنے کی راہ بندوں تک رسول ہی کی خبر دینا ہے سو جو کوئی کسی امام کی یا مجتہد کی یا غوث و قطب کی یا مولوی یا مشائخ کی یا باپ دادوں کی یا کسی بادشاہ و وزیر کی یا پادری یا پنڈت کی بات کو اور ان کی راہ و رسم کو رسول کے فرمانے سے مقدم سمجھے اور آیت و حدیث کے مقابل میں پیر و استاد کے قول کی سند پکڑے یا خود پیغمبر ہی کو یوں سمجھے کہ شرع انہیں کا حکم ہے ان کا جو جی چاہتا تھا اپنی طرف سے کہہ دیتے تھے اور وہی بات ان کی اُمت پر لازم ہو جاتی تھی۔ سو ایسی باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے بلکہ اصل حاکم اللہ ہے اور پیغمبر خبر دینے والا ہے"

پس حکم اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل کسی کے رسم و رواج کو مقدم جاننا کیونکہ شرک میں داخل نہ ہوگا جب کہ اُمّت کا اس پر اجماع ہے حسب آیت کریمہ

اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (التوبہ) یعنی "ٹھہرا لیا انہوں نے اپنے پڑھے لکھوں کو اور اپنے درویشوں کو رب سوائے اللہ کے"

حدیث صحیح ترمذی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شرک قرار دیا حالانکہ وہ لوگ اپنے پڑھے لکھوں اور درویشوں کو رب نہیں کہتے تھے۔ بلکہ ان کے حلال و حرام کہنے کو حلال و حرام جانتے تھے" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا سب اللہ تعالیٰ ہی کا فرمانا ہے۔ کیونکہ قرآن پاک کی سورہ والنجم میں ارشاد ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى۔ یعنی "نہیں بولتا ہمارا رسول اپنے چاؤ سے یہ تو حکم ہے جو پہنچتا ہے اس کو"

پھر جس کا اس کے مقابل یہ اعتقاد ہو کر شرع اُنہی کا حکم ہے ان کا جو جی چاہتا تھا اپنی طرف سے کہہ دیتے تھے معاذ اللہ کس قدر حق تعالیٰ اور اس کے رسول پر بہتان ہے اور رسول پر کس درجہ الزام اور تہمت ہے اہل مجتہدین شریعت و طریقت کا فہم و اجتہاد بشرطیکہ صریح کے خلاف نہ ہو۔ بحکم قرآن و حدیث لائق تسلیم ہے خود تقویۃ الایمان میں اکثر جگہ اس کی صراحت موجود ہے۔ چنانچہ صلا تقویۃ الایمان میں فرماتے ہیں۔

"سب سے بہتر راہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کے کلام کو اصل رکھے اور اس کی سند پکڑیئے اور اپنی عقل کو کچھ دخل نہ دیجئے اور جو قصہ بزرگوں کا یا کلام مولویوں کا اس کے موافق ہو سو قبول کیجئے۔ اور جو موافق نہ ہو۔ اس کی سند نہ پکڑیئے اور جو رسم اس کے موافق نہ ہو اس کو چھوڑ دیجئے"

اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ تفسیر فتح العزیز ج ۱ ص ۵۱۵ میں فرماتے ہیں۔

اطاعتِ امام مشروط و مقید است بہاں چیزیکہ معصیت بودن آنہا از شرع معلوم نباشد والا اطاعتِ امام فرض نمی ماند و رجوع باحکام قرآن و اوامر و نواہی پیغمبر باید نمود۔

یعنی "اطاعت امام کی مشروط اور مقید ہے انہیں امور سے کہ گناہ ہونا ان کا شرع سے معلوم نہ ہو ورنہ اطاعت امام کی فرض نہیں رہتی اور رجوع کرنا احکام میں قرآن کی طرف اور امر و نواہی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چاہیئے۔

پس مولوی نعیم الدین کا یہ نتیجہ نکالنا کہ "اسمٰعیل کے نزدیک رسول کی بات بھی ماننے کے قابل نہیں اور علماء و مشائخ و بزرگان دین کسی کو نہ ماننا چاہیئے" کس قدر ظلم ہے۔

علیٰ ہذا مراد استقیم میں اپنے کشود کار یعنی حل مشکلات کے لیے گریہ وزاری عجز و نیاز کے ساتھ حق تعالیٰ کی جناب میں وسیلہ و توسل ڈھونڈنے کے معنی حصول تقرب حق تعالیٰ کا بذریعہ طاعت و اعمال صالحہ

کے ہے تر کرسوائے حق تعالیٰ کے دوسروں سے استمداد اور طلب حاجات۔ پس طالب راہ آخرت کو بزرگانِ طریقت کے سلسلہ سے فیض باطنی کا یعنی اندرون قلب میں اللہ و رسول کی اطاعت کے حصول کا ملکہ ہوا ہے اور اس نے اس احسان میں ان پر بذریعہ دعاء فاتحہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کیا ہے اور تفرع وزاری میں مشغول ہوا ہے یہی حصول فیض اور دعاء تقرب باری تعالیٰ کا وسیلہ ہے۔ جس کو بارگاہ الٰہی میں پیش کر کے طالب حل مشکلات ہوتا ہے۔ سوائے اس کے ہرگز کوئی معنی وسیلہ کے حق تعالیٰ کے سوا کسی کو وکیل وکارساز سمجھ کر بذریعہ ان کی نذرونیاز کے دربار الٰہی میں نہیں ہیں۔ چنانچہ تفسیر جلالین آیۃ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ کی تفسیر میں مرقوم ہے۔ اطلبوا مایقربکم الیہ من طاعتہ اور تفسیر جامع البیان میں مرقوم ہے ای القربۃ لطاعتہ۔ اور تفسیر موضح القرآن میں مولانا شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں "ف" یعنی رسول کی اطاعت میں جو چاہیئے نیکی کرو وہ قبول ہے۔ اور بغیر اس کے اپنی عقل سے کرد قبول نہیں" نیز متعدد احادیث صحیح بخاری وغیرہ کتب صحاح میں فرمایا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ "میرے لیے وسیلہ کی دعا مانگا کرو صحابہؓ نے عرض کیا وسیلہ کیا ہے؟ فرمایا وسیلہ جنت میں ایک درجہ ہے اس کے اوپر اور کوئی درجہ نہیں ہے نہ پہنچے گا اس درجہ میں مگر ایک مرد۔ میں امید کرتا ہوں کہ وہ مرد میں ہی ہونگا" اور خود صراط مستقیم صـ۱۲۶ ذکر نقشبندیہ میں فرماتے ہیں۔

واستمداد بواسطہ دعاء والتجا محض از فضل الٰہی جوید۔ یعنی "مدد بوسیلہ دعاء والتجا محض فضل الٰہی سے چاہیئے"

مگر توسط اور واسطہ کے معنی مؤلف نے وسیلے کے لکھ کر یہ افتراء کیا کہ

"خواجگان چشت کو "صراط مستقیم" میں اپنا وکیل وسفارشی مان کر اسمٰعیل اپنے ہی حکم سے اولیاء کی نذرونیاز کرتا اور ان کو اپنا وکیل سمجھتا جس کو تقویۃ الایمان میں کفر وشرک کہا ہے ابوجہل کے برابر مشرک ٹھہرا"

پھر لفظ وسیلہ کے معنی تقرب باعمال صالحہ کو چھوڑ کر مؤلف نے اپنی جہالت سے اولیاء کو وکیل ماننے ان کی نذرونیاز کرنے کے معنی میں صریح تحریف کر کے بہتان پر کمر باندھی جس طرح پہلے سے خود ان حرکات شنیعہ ومردودہ کے توحید باری تعالیٰ کی ضد میں خوگر ہیں چنانچہ اپنے رسالہ فیضانِ رحمت صـ۱۵ میں ثم رفع رسول اللہ صلعم یدیہ وھو یقول اللّٰھم اجعل صوتك ورحمتك علی آل سعد کا ترجمہ کہلے یا اللہ کے یا رسول اللہ لکھا ہے (یعنی) "بعدہ آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا یا رسول اللہ آل سعد پر

لہ اگرچہ اس کا ثبوت خیر القرون کے عہد سے ثابت نہیں (ع۔ ح)

مغفرت اور رحمت فرما۔ استغفراللہ من ھذہ الالفاظ الشرکیۃ۔ تاکہ جہلاء اپنی ناواقفی کی وجہ سے شرک میں مبتلا ہوں اور اپنے حلوے مانڈے خوب چلیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا شہید مرحوم کو مشرک کہہ کر ان کا کیا بگاڑا۔ بلکہ اپنا بگاڑا۔ واللہ لا یھدی من ھو کاذب کفار۔

نذر ونیاز اور شاہ عبدالعزیزؒ

قول ص۹۴-۹۹ اب مسائل نذر ونیاز وغیرہ کے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی چند عبارتیں نقل کر دی جاتی ہیں تاکہ اسمٰعیل کی فریب کاری خوب واضح ہو جائے شاہ صاحب فتاوی ص۱۲۸ میں فرماتے ہیں۔

حقیقت ایں نذر آں ست کہ اہدائے ثواب	اس عبارت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ نذر کی حقیقت کھانے
وانفاق وبذل مال بروح میت کہ امر یست	اور مال خرچ کرنے کا ثواب میت کی روح کو پہنچانا ہے اور یہ
مسنون داز روئے احادیث صحیحہ ثابت	امر سنت ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت جیسا کہ صحیح بخاری
است مثل ما ورد فی الصحیحین من حال ام سعد	وسلم میں حضرت ام سعد وغیرہ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے
وغیرہ الی قولہ وحکمہ۔ انہ صحیح یجب الوفاء بہ لانہ	الی قولہ اور اس نذر کا حکم یہ ہے کہ یہ نذر صحیح ہے اس کی وفاء
قربۃ معتبرۃ فی الشرع اھ	واجب ہے اس لیے کہ وہ شریعت میں قربت معتبرہ ہے۔"

میاں اسمٰعیل یہ کہہ رہے ہیں کہ کفار کا یہی شرک تھا۔ اور جو کوئی ایسا کرے وہ ابوجہل کے برابر مشرک ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ مسلمان نذر اللہ تعالیٰ کی مانتے ہیں۔ ثواب اس کا کسی بزرگ کو پہنچاتے ہیں۔ ابوداؤد شریف کی حدیث ہے۔ کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک شخص نے مقام بوانہ میں ایک اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی تھی۔ بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کیا وہاں مشرکین کا کوئی بت ہے جس کی پرستش کی جاتی ہو یا کفار کا کہیں میلہ لگتا ہے۔ عرض کیا نہیں فرمایا اپنی نذر پوری کرو۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نذر جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ کسی مکان مخصوص یا خانقاہ یا درگاہ یا کسی آستانہ میں اس کو ادا کرے کیونکہ نہ وہاں بت ہوتا ہے جس کی پوجا کی جاتی ہو نہ کفار کا میلہ۔ اُم سعد کی جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس حدیث کو خود مولوی اسمٰعیل نے صراط مستقیم ص۶۳ میں نقل کیا ہے اور تمام عبادات کے ثواب پہنچنے کو تسلیم کیا ہے مولوی اسمٰعیل صاحب کی اس عبارت نے فاتحہ گیارہویں۔ تیجہ۔ چالیسواں، عرس، نذر نیاز سب کو جائز کر دیا۔ غوث اعظم کی گیارہویں، شیخ عبدالحق کا توشہ، بی بی صاحبہ کی صحنک خواجہ صاحب کی دیگ، شاہ بوعلی قلندر کی سہ منی اماموں کی نیاز کا کھچڑا شربت اسی قسم کی نسبتوں کو مولوی اسمٰعیل نے شرک کہا ہے۔ شرک کا حکم دینا بھی غلط، خلاف شرع اور مسلمانوں کو بے توجہ مشرک بنانا ہے۔ ہر مسلمان کا مقصود یہ

ہوتا ہے۔ کہ یہ ایصال ثواب ان بزرگوں کے لیے ہے اور اسی مناسبت سے وہ نسبت کر دیتے ہیں ایسی نسبت خود قرآن کریم میں موجود ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صدقات فقراء و مساکین وغیرہ کے لیے ہیں۔ حج کی نسبت بیت یعنی خانہ کعبہ کی طرف کی گئی ہے۔ نماز جمعہ۔ نماز عیدین۔ نماز جنازہ۔ نماز خوف، نماز ظہر نماز عصر، نماز مغرب، نماز عشاء، نماز فجر وغیرہ میں روزے رمضان کے، زکوٰۃ سونے کی۔ زکوٰۃ چاندی کی۔ زکوٰۃ مال کی، زکوٰۃ گایوں کی، زکوٰۃ بکریوں کی۔ ان تمام عبادتوں کی نسبتیں بھی غیر اللہ کی طرف ہیں تو کیا یہ سب شرک ہیں۔ الحمد للہ کہ اب خوب واضح ہو گیا کہ مسلمان جو نذریں نیازیں کر کے بزرگوں کے لیے ایصال ثواب کرتے ہیں وہ بے شبہ جائز درست اور احادیث و آیات سے اس کا جواز ثابت اس کو شرک بنانے والا گمراہ۔"

اقول۔ بیشک اس فتویٰ شاہ صاحب میں جس نذر اللہ میں ایصال ثواب مقصود ہوتا ہے یا جو نذر محض لوجہ اللہ تعالیٰ ایصال ثواب کے لیے ہو جس طرح ام سعدؓ کو ایصال ثواب کیلئے کنواں کھدوا دینا حدیث شریف میں آیا ہے یا صراط مستقیم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اپنے بھائی کی طرف سے غلام آزاد کرنا طریقہ سنت سے ثابت ہے اور خود مولوی نعیم الدین نے مانا ہے کہ مسلمان نذر اللہ تعالیٰ کی مانتے ہیں تو ثواب اس کا کسی بزرگ کو پہنچاتے ہیں پس اس میں کسی کو کیا کلام ہو سکتا ہے۔ مگر بات تو یہ ہے کہ اس کو حیلہ بنا کر غیر اللہ کے تقرب کے لیے نذر و نیاز میں جاہلوں کو فریب دے کر مبتلا کیا جاتا ہے۔ چنانچہ خود جناب شاہ صاحبؒ نے اسی فتویٰ صفحہ ۱۲۱ میں طریقہ ایصال ثواب بنا کر اس کے اول اور آخر میں مؤلف کا حیلہ اور کید کھول دیا ہے چنانچہ فتویٰ کے شروع الفاظ یہ ہیں۔

استعانت بارواح دریں امت بافراط بوقوع آمدہ آنچہ جہال و عوام آنہا میکنند والتماس او در ہر عمل متنقل دانستہ اند بلاشبہ شرک جلی است۔	یعنی" استعانت ارواح سے اس امت میں بہت وقوع میں آئی ہے اور عوام جاہل استعانت اس طور پر کرتے ہیں کہ ارواح کو ہر عمل میں مستقل جانتے ہیں اور یہ بلاشبہ شرک جلی کھلا ہوا ہے"

اور شاہ صاحب اسی فتویٰ کے لفظ قرینہ معتبرہ نقل کردہ مولوی نعیم الدین کے ہمراہ فرماتے ہیں۔

آرے اگر آں ولی را حلال مشکلات بالاستقلال یا بتشفیع غالب اعتقاد میکنند ایں عقیدہ او منجر بشرک و فساد میگردد۔	یعنی "البتہ اگر اس ولی کو حل کرنیوالا مشکلات بالاستقلال یا بتشفیع غالب اعتقاد کریں یعنی مثلاً یہ کہ (معاذ اللہ) ضرور اللہ تعالیٰ مجبور ہو کر حاجت روائی فرمائیگا تو یہ عقیدہ باعث شرک و فساد کا ہو جاتا ہے"

اور شاہ صاحب صفحہ ۵۵ میں فرماتے ہیں۔

وبتحقیق مبتلا شدہ اند مردمان باین نذر ممنوع اھ — یعنی "یقیناً مبتلا ہوئے ہیں آدمی اس نذر ممنوع میں"

علاوہ ازیں حبیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی کو نذر اللہ پوری کرنے کے لیے بھی کسی ایسے مقام پر کہ وہاں کوئی وثن یعنی تھان وغیرہ کسی کی قبر یا کفر کا میلہ ہوا اجازت نہیں فرمائی (سنن ابی داؤد) تو پھر مولوی نعیم الدین کا کہنا کہ "یہ بھی جائز ہے کہ کسی خانقاہ یادگار یا کسی آستانہ میں اس کو ادا کرے کیونکہ نہ وہاں کوئی بت ہوتا ہے نہ کفار کا میلہ" کیسا فاسد و باطل قیاس ہے۔ ناظرین! یہ چالاکی قابل غور ہے کہ ترجمہ وثن کا بت کیا تاکہ جاہلوں کو معلوم ہو کہ محض "صورت وار بت" سے جس کو عربی میں صنم کہتے ہیں منع فرمایا گیا ہے۔ حالانکہ وثن ہر عام اس چیز کو کہتے ہیں جو سوائے حق تعالیٰ کے پوجی جاوے خواہ قبر ہو یا تعزیہ جھنڈی ہو یا طاق یا تی ہو یا درخت وغیرہم چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث صحیح ترمذی میں ارشاد فرمایا۔

تلحق قبائل من امتی بالمشرکین و حتّٰی تعبد قبائل من امتی الاوثان — یعنی "مل جاویں گی کتنی قومیں میری امت میں سے مشرکین میں اور یہاں تک کہ پوجنے لگیں گی کتنی قومیں میری امت کی تھانوں کو"

اور مؤطاء امام مالک میں صحیح روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یعنی "یا اللہ مت کر دینا میری قبر کو بت کہ پوجی جاوے" پس کیا خانقاہ، درگاہ، آستانہ جس کو جاہل لوگ پوجتے ہوں حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بت نہ ہوں گے؟ بیشک ہوں گے چنانچہ مشاہدہ ہے اس لیے اس کو درگاہ اور آستانہ کہتے ہیں کہ مرادات کے لیے آستانہ بوسی کا مقام ہے۔ معاذ اللہ پس ساری تعلی و فریب کاری مولوی نعیم الدین کی خاک میں مل گئی۔

علیٰ ہذا حدیث ام سعدؓ صراط مستقیم میں محض ایصال ثواب کا ذکر ہے۔ خود مولوی نعیم الدین نے یہ لفظ لکھے ہیں کہ اس حدیث کو صراط مستقیم صفحہ ۲۳ میں نقل کیا ہے اور تمام عبادات کے ثواب پہنچنے کو تسلیم کیا ہے۔ پھر یہ بیہودہ الزام کہ اس عبارت نے فاتحہ گیارہویں، تیجہ، نذر و نیاز وغیرہ سب جائز کر دیا۔ بینا۔ یا الٰہ لایزال اس کذب و بہتان کا کیا ٹھکانا ہے جس کا حرف اور شمہ بھی صحیح نہیں نہ صراط مستقیم کی اس عبارت میں اس کا وجود بلکہ برخلاف اس کے صراط مستقیم صفحہ ۶۴، ۶۵ میں صراحتہً مرقوم ہے۔

پس صحنک و توشہا کہ ساختہ و پرداختہ پیشینیان است۔ وحقیقت آنست کہ کسانیکہ در نذر و نیاز ارتکاب معاصی و کفر میکنند ایشاں را ایصالِ ثواب — یعنی "صحنک اور توشہ وغیرہ پچھلے لوگوں کے ساختہ پرداختہ ہیں" اور حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ نذر و نیاز میں گناہوں اور کفر کا ارتکاب کرتے ہیں ان کو ثواب پہنچانا

منظور نیست بلکہ شرک میکنند۔

منظور نہیں ہے بلکہ شرک کرتے ہیں"

یہی بات تقویۃ الایمان میں ہے اور یہی شاہ عبدالعزیز صاحب کے فتوی سے اوپر صفحہ میں منقول ہوچکا ہے کہ یہ نذر لغیر اللہ داخل شرک ہے نیز فتاوی عزیزی ج ا صـ ۹۲ میں ہے۔

خوردن آں قریب بحرام است بشرطیکہ نیت نذر غیر اللہ باشد مانند گلگلہائے شیخ سدو وسرمنی لوعلی قلندر وغیرہ۔

یعنی" بشرطیکہ نیت نذر غیر اللہ کی ہو۔ جس طرح کہ گلگلے شیخ سدو کے اور سرمنی بوعلی قلندر وغیرہ کی" اس کا کھانا حرام ہے"

پس ناظرین اہل انصاف پر مؤلف اطیب البیان کی صریح خیانتیں ظاہر ہوکر اکابر ائمہ دین پر مشرک وگمراہ کرنے کے الزام کے بجائے خود ان کا اس فتوی کا استحقاق ثابت ہوگیا۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

علی ہذا جو نسبتیں مثل صدقات فقراء مساکین کے لیے، حج خانہ کعبہ، اوقات نماز، اقسام زکوۃ، روزہ رمضان وغیرہم قرآن وحدیث میں وارد ہیں، ان کا قیاس نذر و نیاز غیر اللہ پر کرنا قیاس مع الفارق اور نصوص کے مقابل مردود کام ہے کیونکہ صدقات کا فقراء کو دینا، خانہ کعبہ کا حج کرنا، نمازوں کو وقتوں میں پڑھنا۔ زکوۃ سونے میں اتنی، چاندی میں اس قدر، گائے بکری میں اس مقدار پر۔ رمضان المبارک میں روزہ یہ سب قرآن وحدیث سے معہ تعین اوقات ومقدار کے ثابت ہیں اور خالص حق تعالیٰ کی طاعات وعبادات ہیں۔ ایصال ثواب کے لیے جس کی طرف سے کیا جاوے اس کی نیت کا اظہار شرعاً درست ہے مگر نذر و نیاز اولیاء جو غیر اللہ کی طرف نسبت کی جاوے گی۔ حق تعالیٰ کا حق دوسروں کی طرف نسبت کرنے سے ضرور شرک لازم ہوگا۔ چنانچہ جناب شاہ عبدالعزیز صاحبؒ تفسیر فتح العزیز ج صـ ۵۲۶ میں بسلسلہ نسبت اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ فرماتے ہیں۔

اختصاص ایں خانہ بجناب الٰہی باآں است کہ بحکم او تعالیٰ برائے عبادت او وتقاضائے شوق طلب او بنا کردہ شدہ است وہیچ گونہ از علاقہ بمخلوق ندارد۔ دوم آنکہ مکان را بوجہے از وجوہ علاقہ باہیچ مخلوق بنا شد والا در وقت توجہ بآن مکان شائبہ شرک لازم خواہد آمد وتوحید صرف در آن عبادت نخواہد ماند لہذا از قبلہ گرفتن قبور انبیاء وستارہ وآتش وآب ودرخت منع شدید آمدہ ایضاً صـ ۶۱۲ پس کسے بتا نرا قبلہ خود ساختہ وکسی ستارہ

یعنی" اختصاص اس خانہ کعبہ کی نسبت بجناب الٰہی اس سبب سے ہے کہ بحکم حق تعالیٰ اس کی عبادت اور تقاضائے شوق کی طلب کے لیے بنایا گیا ہے۔ اور کسی طرح کا کوئی علاقہ کسی مخلوق کے ساتھ نہیں رکھا گیا ہے۔ دوم یہ کہ اس مکان کو کسی وجہ سے کوئی علاقہ کسی مخلوق کے ساتھ نہ ہو ورنہ اس مکان میں کسی کی طرف متوجہ ہونے کے وقت شائبہ شرک کا لازم آوے گا۔ اور توحید خالص اس کی عبادت میں نہ رہے گی اسی واسطے قبلہ پکڑنے قبور انبیاء اور ستارہ اور آگ اور پانی اور درخت سے شدید ممانعت وارد ہے۔"

وآب را و کسے عنصر آتش را و کسے دریائے گنگ را و کسی درخت تلسی و پیپل را و کسے کوہ شوالک را و کسے قبور اولیاء را و کسے تھانہائے شہیدان وجنیان را پس واجب آنست کہ ازیں خیال بگذرید کاری کہ مقصود بالذات است از دست ندہید انتہٰی۔

"پس کوئی بتوں کو قبلہ اپنا بنا رہا ہے اور کوئی ستاروں اور آفتاب کو اور کوئی آگ کے عنصر کو اور کوئی دریائے گنگا کو اور کوئی درخت تلسی اور پیپل کو اور کوئی پہاڑوں کو اور کوئی اولیاء کی قبروں کو اور کوئی شہیدوں کے تھانوں کو اور جنوں کو پس واجب یہ ہے کہ ان خیالات کو چھوڑ دے اور جو کام کہ مقصود بالذات ہے اس کو ہاتھ سے نہ چھوڑے"

پس جس طرح خانہ کعبہ کی نسبت حق تعالیٰ کی توحید کے لیے ہے اسی طرح جملہ عبادات صوم وصلوٰۃ کے اوقات کی نسبت حق تعالیٰ کے حکم سے اس کی رضامندی کے لیے ہے اور اس کے مقابل قبور انبیاء و اولیاء شہیدوں، تھانوں، طاقوں، تعزیوں کے ساتھ عبادت کے لوازمات مانند نذر و نیاز شرک و کفر میں داخل کئے گئے۔ اگر مولوی نعیم الدین کے نزدیک نذر و نیاز اولیاء کی نسبتوں کا اد خانقا ہوں، درگا ہوں، آستانوں میں نذر و نیاز کے پورا کرنے کا جواز احکام الٰہیہ کی نسبتوں کی مانند ہے تو فقہائے عظام اور علمائے کرام کا نذر و نیاز اولیاء کو اور ان کی قبروں پر لے جانے کو (جس کو خود مولوی نعیم الدین نے ص۸۹ پر بتایا ہے کہ اسی کو چڑھاوا کہتے ہیں) شرک اور باطل قرار دینا باطل ہو جاوے گا۔ اور احکام شرع اور خصوصاً فقہائے حنفیہ کے ارشادات سے دست بردار ہو کر پورا پورا ملحد ہونا پڑے گا۔ اور خود مولوی نعیم الدین کے اعلیٰ حضرت بریلوی صاحب کے محترم والد مدار صاحب کے مرغے کو ایمان جاتے رہنے کا باعث قرار دے چکے ہیں ان کو بھی ایمان سے خارج کر کے گمراہ کہنا پڑے گا چنانچہ اوپر صہ میں مذکور ہو چکا ہے۔ اب مثل آفتاب کے روشن ہو گیا۔ کہ جو مسلمان محض اللہ کے لیے نذر و نیاز کر کے اس کا ثواب کسی کو پہنچا دیں تو بلاشبہ درست ہے اور جو جاہل یا جاہلوں کو گمراہ کرتے والا نذر و نیاز اولیاء مثل گیارہویں توشہ سرمتی مدار صاحب کے مرغے بکرے، سید احمد کبیر کی گائے کو جائز بتا کر قبروں پر بتوقع نفع وضرر کے لے جانے والا جس طرح مشاہدہ عوام الناس جہلاء کے عمل سے ثابت ہے کہ گیارہویں وغیرہ کو اسی نظر سے تبرک جان کر کرتے ہیں بیشک مردود گمراہ اور گمراہ کنندہ ہے۔

استمداد غیر اللہ اور شاہ عبدالعزیز رح

فتاویٰ ص۱۰۰ تا ۱۰۶ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا ایک فتویٰ۔

جواب اول آنکہ مدد خواستن چیز دیگر است و پرستش چیز دیگر است عوام مسلمین برخلاف حکم شرع از اہل قبور مدد میخواہند و پرستش نمی کنند و بت پرستان مدد ہم میخواہند و پرستش ہم میکنند پرستش آنست کہ سجدہ کند یا طواف

نماید یا نام او در الطریق تقرب ورد سازد یا ذبح جانور بنام او کند یا خود را بندۂ فلانے بگوید وہر کہ از مسلمانان جاہل با اہلِ قبور ایں چیز ہا بعمل آرد فی الفور کافرے گردد و از مسلمانی می بر آید دوم آنکہ مدد خواستن در طورے باشد مدد خواستن مخلوقے از مخلوقے مثل آنکہ از امیر و بادشاہ نوکر و گدا در مہمات خود مددے جوید و عوام الناس از اولیاء میخواہند کہ از جنابِ الٰہی فلاں مطلب ما را درخواست نمائید ایں نوع مدد خواستن در شرع از زندہ و مردہ جائز است و دوم آنکہ باستقلال چیزیکہ خصوصیت بجنابِ الٰہی دارد مثل دادن فرزند یا بارش باراں یا دفع امراض یا طول عمر و مانند ایں چیز ہاسے آنکہ دعا و سوال از جناب الٰہی در نیت منظور باشد از مخلوقے درخواست نماید ایں نوع حرام مطلق بلکہ کفر است و اگر از مسلمانان کسے از اولیائے مذہب خود خواہ زندہ باشند یا مردہ ایں نوع مدد خواہد از دائرہ مسلمانان خارج میشود بخلاف بت پرستان کہ ہمیں نوع مدد را از معبودانِ باطل خود میخواہند و آنرا جائز می شمارند و آنچہ بت پرست گفت کہ من ہم از بتانِ خود شفاعت میخواہم چنانچہ شما ہم از پیغمبران و اولیاء شفاعت میخواہید پس دریں کلام ہم دغل و تلبیس است زیرا کہ بت پرستان ہرگز شفاعت نمی خواہند بلکہ معنی شفاعت را نمی دانند و نہ در دل خود تصور می کنند معنی شفاعت سفارش است و سفارش آنست کہ کسے مطلب کسے را از غیر خود بعرض و معروض ادا سازد سوم آنکہ استمداد از اہلِ قبور بطریق دعا است کہ از جناب الٰہی عرض کردہ مطلب ما بر آرند در پرستش ایں چیز ہا بنا بر اعتقاد استقلال قدرت است کہ کفر محض است

(اس کے بعد اس عبارت کا اپنے مفید مطلب ترجمہ کیا ہے) اب بحمد اللہ تعالیٰ مولوی اسمٰعیل کے قول کا بطلان بخوبی واضح ہوگیا اور ثابت ہوگیا کہ نذروں، نیازوں، منتوں کا ثواب بزرگان دین کو پہنچانا اور انہیں بارگاہ حق میں اپنا شفیع جاننا بالکل حق اور موافق شرع ہے مولوی اسمٰعیل کا اس کو شرک بتانا باطل اور گمراہی ہے۔"

اقول اس فتوٰی ج ۱ صـ۳۴ شاہ صاحب نے بھی نہایت واضح طور پر عوام مسلمین کے مدد چاہنے والے کو مخالفِ شرع بتا کر قبروں پر پرستش سجدہ طواف بزرگوں کے ناموں کو تقربًا ورد کرنے ان کے نام پر جانور ذبح کرنے ان کے ناموں کے ساتھ بندہ فلاں نام جیسے امام بخش پیر بخش وغیرہم نام رکھنے سے فورًا کافر ہو جانا (اور مسلمانی سے خارج ہو جانا) فرمایا ہے جس کا ترجمہ مؤلف نے چالاکی سے چھوڑ دیا۔ آپ کی ایک اور چالاکی و تحریفِ معنوی قابلِ غور ہے کہ فتوٰی شاہ صاحب میں لفظ بندہ فلاں کہنے کا ترجمہ پجاری کہنے کا کیا تا کہ جاہل لوگ جانیں کہ پجاری تو مندروں کے ہوتے ہیں اس کو مسلمانوں سے کیا تعلق۔ حالانکہ بندہ فلاں کے معنی فلانے کا بندہ نام رکھنا ہے چنانچہ جناب شاہ صاحب تفسیر فتح العزیز ج ا صـ۱۵۹

میں بتصریح فرماتے ہیں۔

درنام نہادن خود را بندہ فلاں و عبد فلاں	یعنی اپنے نام رکھنے میں بندہ فلاں اور عبد فلاں (جس طرح
می گویند و این شرک در تسمیہ است ۔	عبد النبی عبد المصطفےٰ وغیرہ) کہتے ہیں اور یہ نام رکھنے میں شرک ہے۔

اور فتاویٰ مذکورہ میں صرف شفاعت کے معنی بتلائے گئے ہیں کہ شفاعت کسے کہتے ہیں ۔ اور شفاعت حق تعالیٰ کی اجازت سے قیامت میں گنہگار موحدین کی ہوتی ثابت ہے سوائے اس کے ہرگز نہیں جس طرح اس کی تفصیل خود کلام شاہ صاحب سے مولوی نعیم الدین کے صـ۴۲ـ۰۰ کے جواب میں گزر چکی۔ لیکن یہی مقصود تقویۃ الایمان میں مولانا شہید مرحوم نے بوضاحت تمام فرمایا ہے۔ کہ یہ امور باعث کفر و شرک ہیں۔ اس پر بھی مؤلف کا فریب دہی سے یہ لکھنا کہ مولوی اسمٰعیل کے قول کا بطلان بخوبی واضح ہوگیا۔ فی الواقع الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کی مثال ہے یہ نہایت درجہ عنادی کا کام ہے۔ کیونکہ نذر اللہ اور لوجہ اللہ کا ثواب پہنچایا جاتا ہے۔ نہ کہ نذر اولیاء غیر اللہ کا کہ یہ شرک اور نامقبول و مردود ہے۔ اور ثواب پہنچانا اللہ کی عبادت کا یہ درست ہے مگر ثواب پہنچانے کے لیے کوئی نذر اولیاء نہیں مانتا۔ اور جو نذر اولیاء مانتا ہے اس کو ثواب پہنچانا منظور نہیں ہوتا۔ چنانچہ خود جناب شاہ صاحب تفسیر فتح العزیز ج ا صـ۲۷ میں فرماتے ہیں۔

اعمال نیک ایشاں مثل خیرات و صدقات	یعنی ان کے نیک اعمال مثل خیرات اور صدقات اور
وعباد تہا ئیکہ برائے الٰہ می کردند بسبب کفر	جو عبادتیں کہ حق تعالیٰ کے لیے کرتے تھے بوجہ کفر کرنے کے
نامقبول و حبط گشت و اعمال بد ایشاں مثل	سب نامقبول اور اکارت ہوجاویں گے اعمال بدان کے
عبادات بتہایان و نذور و قرابین کہ بنام آنہا	مثل عبادتیں سوائے اللہ اور نذریں قربانیاں جو ان
میدادند موجب شدتِ غیرتِ الٰہی و شدت	کے نام پر دیتے تھے موجب شدتِ غیرتِ الٰہی اور شدت
عتاب او تعالیٰ گردید ۔	عتابِ حق تعالیٰ کا ہوگا "

علیٰ ہذا بحث استمداد یعنی حق تعالیٰ سے بذریعہ کسی کے دعا کرنے کی تفصیل بار ہا اوپر گزر چکی ہے ۔ اس نذر و نیاز اولیاء کے شرک ہونے سے اس کو کوئی تعلق نہیں ہے ۔ کیونکہ تقویۃ الایمان میں امورِ شرکیہ کی تفصیلات کا بیان کرنا مقصود ہے۔ چنانچہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب فتاویٰ عزیزی جلد ۲ صـ۱۰۳ میں فرماتے ہیں ۔

و قسمے آنست کہ توجہ مقصود برایشاں باشد	یعنی ایک قسم یہ ہے کہ توجہ مقصود کی ان پر ہو
چناں پندارد کہ ایشاں در دادن مطلب	اس طرح جانتے کہ بزرگان کو مراد دلوانے میں یا
یا دادن آن مستقل اند در مرتبہ از قرب	خود دینے میں مستقل اختیار ہے کیونکہ حق تعالیٰ کے

حق دارند کہ تدبیرِ الٰہی را تابع مرضی خود توانند ساخت وہمیں قسم است کہ عوام بآن استمداد می طلبند و این قسم شرک محض است مشرکانِ زمان جاہلیت زیادہ بریں در حق اصنام خود اعتقاد داشتند فقط

قرب کا ایسا مرتبہ رکھتے ہیں کہ تدبیر الٰہی کو اپنی مرضی کے تابع کر سکتے ہیں اور یہی وہ قسم ہے جو عوام اس طرح استمداد بزرگوں سے کرتے ہیں اور یہ قسم شرک خالص ہے مشرکان زمان جاہلیت اس سے زیادہ اپنے بتوں کے حق میں اعتقاد (نہ) رکھتے تھے فقط"

پس اس فتوٰی میں شاہ صاحب نے مؤلف کی ترکی تمام کر کے گور پرستوں کے ساختہ پرداختہ کو کالعدم کر دیا۔ اسی لیے تو خود مؤلف نے حاشیہ ص۱۰۳ میں اس کو رد کر دیا کہ سجدہ اور طواف وغیرہ مطلقاً پرستش نہیں ہے۔ عجیب الوہوس نے اگر اپنے لیے مضر جانا تھا تو نقل ہی کیوں کیا تھا۔ سچ ہے جب گیدڑ کی موت آتی ہے تو شہر کی طرف رُخ کرتا ہے۔ کیونکہ شاہ صاحب نے اس فتوٰی میں امورِ پرستش جاہل مسلمانوں کا قبروں پر سجدہ طواف بزرگوں کے نام کا ورد جانور ذبح کرنے بندہ فلاں نام رکھنے سے فوراً کافر اور مسلمانی سے خارج ہو جانا ارشاد فرمایا۔ جن سب کو مؤلف ص۶۰-۶۷ میں جائز بتا کر ان کے کفر و شرک ہونے کو باطل گمراہی ٹھہرا چکے ہیں۔ حالانکہ خود شاہ صاحب تفسیر فتح العزیز ج ۱ ص۲۱۲ میں حقیقت سجدہ کو واضح فرماتے ہیں۔

اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ یعنی سجدہ کنید بسوی آدمؑ باین طریق کہ اورا قبلہ سجود خود گردانید ایضاً ص۲۱۴ غرض از سجود حضرت آدمؑ قبلہ ساختن ایشاں باشد "حقیقت سجدہ پیشانی را بر زمین رسانیدن است و این معنی در شرع برائے غیر اِلٰہ جائز نیست" ایضاً ص۲۱۵ ایں نوع تعظیم مشعر بغایت تذلّل است و غایت تذلّل بر کسے سزاوار است کہ غایت عظمت باشد و غایت عظمت آں است کہ ذاتی باشد و عظمتِ ذاتی خاص بحضرتِ حق است در ہیچ مخلوقے یافتہ نمیشودؔ ایضاً ص۲۱۶ و از یں جا معلوم شد کہ سجدہ لغیر اللہ را علامتِ کفر ساختہ اند"

یعنی (فرمانا اللہ تعالیٰ کا) "سجدہ کرو آدم کی طرف اس طریق سے کہ آدم کو سجدہ کے لیے قبلہ بناؤ" "اور غرض حضرت آدم کو قبلہ بنانا تھا، کیونکہ حقیقت میں پیشانی زمین پر رکھنے کا نام سجدہ ہے اور شریعت میں سوائے اللہ کے کسی کے لیے جائز نہیں۔ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ اس قسم کی تعظیم نہایت تذلل کے اوپر دلالت کرتی ہے اور نہایت تذلل کے لیے زیبا ہے جو نہایت بڑائی اور عظمت والا ہو اور نہایت عظمت و بڑائی ذاتی ہوتی ہے اور عظمت ذاتی خاص اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے جو کسی مخلوق میں نہیں پائی جاتی ہے" "اور یہاں سے معلوم ہوا کہ سجدہ لغیر اللہ کو علامت شرک اور نشان کفر کا ٹھہرایا گیا ہے"

اسی بنا پر رد المحتار مصری جلد ۵ صفحہ ۲۶۸ میں رجو خود مؤلف کی مسلمہ ہے مرقوم ہے۔

وفی الظهيرية يكفر بالسجدة مطلقاً	یعنی "فتاویٰ ظہیریہ میں ہے کہ وہ تکفیر کیا جائے گا۔ سجدہ کرنے کے ساتھ مطلقاً"

فتویٰ شاہ عبدالعزیز دربارہ عدم جواز استمداد از اولیائے زندہ و مردہ

رسالہ فتویٰ منقول میں عوام الناس کا اولیاء سے دعا کرانا الخ۔ سوال کی تشریح خود شاہ صاحبؒ آئندہ اسی فتاویٰ کے صفحہ ۹۴ ج ا میں فرماتے ہیں

بعد موت شان استمداد باین طور کہ یا فلاں از حق تبارک وتعالے حاجت مرا بخواہ و شفیع من شود دعائے من بخواہ درست است یا نہ۔ جواب: استمداد از اموات خواہ نزدیک قبور یا شد یا غائبانہ بے شبہ بدعت است در زمان صحابہ وتابعین نبود"	یعنی بعد وفات اولیاء وشہداء وصلحاء کے اس طور سے استمداد کرنا یا فلاں حق تبارک وتعالیٰ سے میری حاجت روائی کیلئے عرض کریں اور میرے شفیع ہوویں اور میرے لیے دعا کریں درست ہے یا نہیں؟ الجواب: "استمداد اموات سے خواہ قبر کے پاس کی جائے یا غائبانہ بلاشبہ بدعت ہے زمانہ صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم میں یہ امر نہ تھا"

ایضاً فتاویٰ عزیزیہ ج ۲ صفحہ ۱۰۶ میں ہے۔

واما استمداد باہل قبور منکر شدند آنرا بسیارے از فقہاء میگویند کہ نیست زیارت مگر برائے رسانیدن نفع باموات بدعاء واستغفار و وقائل گشتہ اند بآن بعضے از ایشاں۔	لیکن استمداد اہل قبور سے اکثر فقہاء نے انکار کیا ہے کہتے ہیں کہ نہیں ہوتی زیارت قبروں کی مگر واسطے نفع پہنچانے اموات کو دعا اور استغفار کرنے سے گویا۔ بعضے فقہاء اس امر کے قائل بھی ہیں"

پس جبکہ استمداد بمعنی دعا کرانا اموات سے بجناب الٰہی ثابت نہیں زمانہ صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم سے۔ اسی سے بے شبہ بدعت فرمایا اور بکثرت فقہاء کا اس کے جواز سے انکار فرمانا ثابت ہوا۔ تو کسی بعض کے قائل جواز کا کب اعتبار ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس کی تفصیل بکمال بسط خود جناب شاہ صاحبؒ اپنے مستقل رسالہ دربحث منع استمداد وتوسل میں بدلائل نقلیہ وعقلیہ معہ جوابات مجوزین کے قلیہ غیر مطبوعہ محررہ ۲۱ جمادی الاول ۱۲۳۹ھ جو چار ماہ قبل از وفات خود ارقام فرمایا ہے جس کی نقل کہنہ کرم خوردہ کتب خانہ مولانا سید حسن شاہ صاحب محدث مرحوم ریاست رام پور میں محفوظ ہے۔ حسب ذیل ہے۔

الحمد للہ الظاہر العزیز العلام والصلوٰۃ والصلوٰۃ علی محمد عبدہ ورسولہ خیر الانام وآلہ وصحبہ واولیاء امتہ ذوی الاحترام والسلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، الی یوم القیام اما بعد معلوم باد کہ استمداد واستدعاء

از اشخاص و ارواح غائبہ از نظرِ حسی باین معنی کہ مدد کید و دعا نمائید بلا شبہ و بلا خلاف بدعت است ہیچ کس از علماء و اولیاء متقدمین و متاخرین ایں نوع احداث را سنت نہ گفتہ ست بلکہ بسیار مشائخ ازیں بدعت منع فرمودہ اند و ناجائز داشتہ و چونکہ ملا کثر حکم الکل فرمودہ اند مردود شدن ایں بدعتِ سیئہ بودن آن گویا باجماعِ اُمت ثابت گشت و اختیار نہی اکثر مشائخ از استمداد باہلِ قبور درمیان علماء مشہور است، چنانچہ شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ[1] در ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح درباب زیادۃ القبور آوردہ اند و اما استمداد باہلِ قبور در غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا غیر انبیاء علیہم السلام منکر شدہ اند آنرا بسیارے از فقہاء و میگویند نیست زیارت مگر برائے دعاء و برائے موتیٰ و استغفار برائے ایشاں درسانیدن نفع و بایشاں بدیشاں بدعاء و استغفار انتہٰی کلامہ و در فتاویٰ عالم گیری کہ از کتبِ معتبرہ است و در عہد عالم گیر بادشاہ بحکم آں تالیف یافتہ و بسیار علماء کبار آنرا جمع کردہ اند نیز میفرمایند و یکرہ عند القبر مالم یعہد من السنۃ والمعہود من السنۃ لیس الا زیارتہ والدعاء عندہ قائما کذا فی البحر الرائق انتہی کلامہ پس ازیں معنی دریافت شد کہ تا عہد عالمگیر بادشاہ انار اللہ برہانہ ہم بدعت استدعاء و استمداد درمیان علماء زمانہ بلکہ ادنٰی ازاں مکروہ بودہ است و مذہب شاں دریں باب اختیار قول حضرت امام اعظم رحمہ اللہ بودہ کہ قرارتِ قرآن نزد قبور مکروہ فرمودہ پس چونکہ منکر و مکروہ بودن ایں بدعت و ادنے ازیں بقول اکثر علماء ثابت ماندہ و در عہد عالمگیر بادشاہ غازی باجماع علماء وقت مکروہ بودن زوائد بر زیارت معہودہ مسنونہ آنحضرت و خلفاء ردی صلی اللہ علیہ وسلم مقرر گردیدہ و معہذا بحکم حدیث کل بدعۃ ضلالۃ ایں بدعت ہم ضلالت است لی آنکہ حدیث صحیح صریح الدلالۃ معمول بہ در قرن صحابہ و قرن تابعین و قرن تبع تابعین درباب اباحت استدعاء و استمداد از ارواح اہل قبور وارد نیا شد چگونہ بدعت مذکورہ از ضلالت خارج شود و بدعت جائزہ و مباحہ گردد و بی آنکہ منفعت دینی مثل نفع کتاب اعرابِ قرآن و مثل آن در استمداد و استدعاء از اہلِ قبور واضح نشود چگونہ بدعت حسنہ شود و موجب مزید قبولیت دعا گردد پس ہرگاہ کہ در استمداد استدعاء برخلاف منفعت دردیں حضرت تجاوز از حدِ شریعت بالفعل موجود است و مضرت در شرک برائ عوام است کہ اصلاحِ ایشاں از مہماتِ دین است بالقوہ مشہود استدعاء مذکور و استمداد معلوم بلا شبہ بدعت سیئہ شد و جائز نہ شد برائے علماء آنکہ فتویٰ برا باحت استدعاء گویند و برائے شرک و بدعت عوام الناس راہے بکشایند کہ جواب دہی از طرف خودہا اصالۃً

---

[1] اشعۃ اللمعات ص ۱۶۲ ح ا مطبع نول کشور (۱۹۰۰ء) (ع، ح)

وازطرف عوام وکالۃً بروزِ حشر ذمہ ایشان نبود؟ ؎

بہ نیم بیضہ کہ سلطان ستم روا دارد
زنند لشکریانش ہزار مرغ بسیخ

مخفی نماند کہ استدعاء واستمداد بالدعاء یا تزئینِ قبور و ترفیع آنہا سرِ دست پیر پرستی و گور پرستی نمی شود، اما در وسیلہ بودن آن در تحصیلِ پیر پرستی شبہتے نیست پس چیزیکہ وسیلہ اشراک بود وادنیٰ بدعاتِ خفیفہ راکہ ازان چیز سبک تر دفتنہ بودند اصحاب پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم رد کردہ باشند چگونہ بدعتِ حسنہ یا بدعتِ مباحہ باشد وچرا حرام نشود وفاعل آن مبتدع نگردد واگر بحسن تامل نظر نمایند آیت کریمہ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ درباب استدعاء مذکور موجب مزید خوف شود زیراکہ ہیچ گاہ جمع مومنین ازمیانِ خلفاء راشدین وامثالِ شان کہ صحابہ کبار بودند استدعاء بمعنی مسطور در مدینہ منورہ بر قبر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از آنحضرت کہ بخصوص حیات خود در آنجا موجود اند نکردہ اند چہ جائیکہ از دیگر اہلِ قبور استدعاء کردہ باشند از ینجا است کہ از تابعین صالحین وتبع تابعین کہ پیشوایان امت اند ایں بدعت دیدہ وشنیدہ نشد بلکہ کمترین را ازیں قدر رد کردہ ماندہ اند چنانچہ بروایت ثقاتِ[1] محدثین در کتب معتبرہ مسطور است ودر السنۃ علاء باللہ مذکور کہ ان علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم رای رجلا یجیئ الی فرجۃ کانت عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیدخل فیہا فیدعو فیہا فنہاہ فقال الا احدثکم حدیثا سمعتہ من ابی عن جدی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تتخذوا قبری عیدا ولا بیوتکم قبورا فان تسلیمکم یبلغنی اینما کنتم پس اگر اہلِ اباحتِ استدعاء دریں حدیث تامل نمایند بیقین کہ دعاء حاجت خود بجناب حق تعالیٰ ہم عند القبر اگرچہ قبر پیغمبر باشد جائز نیست ومنہی عنہ ہست چہ جائیکہ نزد قبور دیگراں بہ نیت استدعاء از ایشاں یا دعائے بجنابِ الٰہی بوہم مزید قبول در آنجا رفتہ آید۔ پس اگر ہر چہار امامان مذاہب اربعہ حقہ برخلاف نہی آنجناب استدعاء یا دعاء خدا را عند القبر جائز می گفتند ومقلدا امام زین العابدین قول ایشاں را تصدیق نمی کردد بر آن قول عمل نمی نمود نزد اہلِ حق معاتب نمی گشت وہر گاہ کہ یک امام ہم از ائمہ اربعہ وامامانِ حدیث رحمۃ اللہ علیہم فتوی بدیں استدعاء ودعاء نگفتہ است واباحت آں ثابت نکردہ بچہ طور دریں چاہ ضلالت افتیم الخ

یعنی" اما بعد معلوم ہو کہ استمداد اور استدعاء بزرگوں سے اور ارواح غائبہ سے جو نظر میں نہیں آتیں۔

---

[1] حوالہ کے لیے مجالس الابرار ملاحظہ ہو ۔۔۔ نیز البلاغ المبین شاہ ولی اللہ صـ۱۵ طبع المکتبۃ السلفیہ لاہور (ع۔ ح)

اس طور پر کہ مدد کرو اور دعا کرو ہمارے لیے بلاشبہ اور بلا اختلاف بدعت ہے کسی نے علما اور اولیاء متقدمین اور متاخرین سے اس صورتِ نو ایجاد کو سنت نہیں کہا۔ بلکہ بکثرت مشائخ اس بدعت سے منع فرماتے ہیں اور ناجائز رکھتے ہیں اور چونکہ اکثر کا حکم کرنا مانند کل کے ہے مردود ہونا اس بدعت کا اور سیئہ بدعت ہونا اس کا گویا اجماعِ اُمت ثابت ہو گیا۔ اور ثبوت ممانعت کا استمداد اہل قبور سے اکثر مشائخ کے درمیان علماء کے مشہور ہے چنانچہ شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح درباب زیارۃ القبور میں لائے ہیں "لیکن استمداد اہل قبور سے سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یا سوائے انبیا علیہم السلام کے منکر ہوئے ہیں اس کے کثرت سے فقہاء اور کہتے ہیں نہیں کی جاتی زیارت مگر واسطے دعا کے میت کے لیے اور ان کے لیے استغفار اور پہنچانے نفع دعاء اور استغفار کے" اور فتاویٰ عالمگیری از کہ منجملہ کتب معتبرہ کے ہے اور عہد عالمگیر بادشاہ میں ان کے حکم سے اس کی تالیف ہوئی ہے اور بہت سے بڑے بڑے علماء نے اس کو جمع کیا ہے (میں فرماتے ہیں" اور مکروہ ہے قبر کے پاس ہر وہ امور جو ثابت نہیں ہیں سنت سے مگر صرف زیارت کرنا قبروں کی اور دعا کرنا اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے قبر کے پاس کھڑے ہو کر اسی طرح بحر الرائق میں ہے۔ پس اس کلام سے معلوم ہوا کہ عہد عالمگیر بادشاہ انار اللہ برھانہ تک بھی بدعت ہونا استدعاء و استمداد کا درمیان علماء زمانہ کے تھا بلکہ ادنیٰ اس کا مکروہ ہونا ہے۔ اور مذہب ان کا اس بات میں اختیار کرنا قول حضرت امام اعظم کا تھا کہ قرأت قرآن نزدیک قبروں کے مکروہ ہے پس چونکہ منکر اور مکروہ ہونا اس بدعت کا اور ادنیٰ اس سے بقول اکثر علماء کے ثابت ہوا۔ اور عہد عالمگیر بادشاہ غازی میں بالاجماع علماء وقت کے ہونا زائد امور کا سوائے زیارت کے جو طریقِ مسنونہ آنحضرت اور آپ کے خلفاء صلی اللہ علیہ وسلم سے مقرر ہوا ہے و معہذا الحکم حدیث کل بدعۃ ضلالۃ" یعنی ہر وہ چیز جو دین میں نو ایجاد ہو گمراہی ہے یہ بدعت بھی گمراہی ہے سوائے اس کے کوئی حدیث صحیح صرح الدلالۃ معمول بہ زمانہ صحابہ اور زمانہ تابعین اور زمانہ تبع تابعین میں درباب مباح ہونے استدعاء و استمداد ارواح اہل قبور سے وارد نہیں ہوئی ہے۔ کیونکہ بدعت مذکورہ گمراہی سے خارج ہو گئی، اور بدعت جائزہ اور مباحہ ہو گئی۔ اور جس طرح منفعت اپنی مثلاً قرآن کے اعراب لکھے جانے میں پائی گئی ہے اس طرح کی منفعت جب تک استمداد و استدعاء اہل قبور میں واضح نہ ہو اس وقت تک اس کو بدعتِ حسنہ کیسے کہا جا سکتا ہے۔ اور کیسے سبب زیادہ ہوتے قبولیت دعاء کا ہو گا۔ بلکہ استمداد اور استدعاء میں بجائے منفعت کے دین میں نقصان اور حدِ شریعت سے تجاوز کرنا بالفعل موجود ہے اور مغرت پیچ شرک کے عوام کے حق میں ہے کہ اصلاح ان کی مہمات دین سے ہے۔ جیسا کہ مشاہدہ ہے استدعاء مذکور و استمداد معلوم بلاشبہ بدعت گمراہی ہوئی اور علماء کے لیے جائز نہ ہو گا کہ فتویٰ مباح

ہوتے طلب دعا کا دلویں اور واسطے شرک و بدعت کے عوام الناس کے لیے راستہ کھولیں۔ اس لیے کہ جواب وہی اپنی طرف سے اصالۃً اور عوام کی طرف سے وکالۃً بروز حشر ان کے ذمہ ہو گی ۔

ع نصف انڈے کے لیے اگر سلطان ظلم روا رکھے۔ تو اس کے لشکری ہزار مرغ کے کباب بنا دیں۔ پوشیدہ نہ رہے کہ استدعا و استمداد دعا کے ساتھ بازیب و زینت اور بلند عمارات قبروں پر براہ راست پیر پرستی اور گور پرستی نہیں ہوتی ہے ۔ لیکن وسیلہ ہونا ان کا تحصیل پیر پرستی میں کوئی شبہ نہیں ہے پس جو چیز وسیلہ شرک کا ہووے اور جبکہ ادنیٰ ادنیٰ بدعات تحفیہ کو کہ ان چیزوں سے زیادہ ہلکی فتنہ میں ہوں اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم رد فرماتے تھے۔ کیونکہ بدعت حسنہ اور بدعت مباحہ ہوگی۔ اور کس لیے حرام نہ ہوگی۔ اور فاعل ان کا مبتدع نہ ہوگا۔ اگر اچھی طرح تامل و غور کریں آیت کریمہ ویتبع غیر سبیل المؤمنین الآیۃ میں درباب استدعاء مذکور کے زیادہ موجب خوف کا ہووے کیونکہ کبھی جمیع مومنین خلفاء راشدین سے اور مانند ان کے بڑے بڑے صحابہ سے استدعا مذکورہ مدینہ منورہ میں قبر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آنحضرت سے کہ خصوصی اپنی حیات کے ساتھ اس جگہ موجود ہیں استدعا مذکور نہ کرتے تھے چہ جائیکہ دوسرے اہل قبور سے استدعا کرتے ہوں۔ اسی سے ثابت ہے کہ تابعین صالحین اور تبع تابعین کہ وہ بھی پیشوایان اُمت ہیں۔ یہ بدعت انہوں نے دیکھی نہ سنی تھی۔ بلکہ اس سے کمتر درجہ کی بدعات کو رد کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ بروایت ثقات محدثین کتب معتبرہ میں مسطور ہے اور علماء باللہ کی زبانوں پر مذکور کہ حضرت علی رضی بن حسین رضی بن علی رضی ابن ابی طالب نے دیکھا ایک آدمی کو کہ وہ آتا ہے ایک شگاف کی طرف جو تھا قریب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پس اس کے اندر جا کر دعا کرتا ہے تو منع فرمایا آپ نے اس کو اور فرمایا کیا میں تجھے وہ حدیث نہ سناؤں جو سنی ہے میں نے اپنے والد حضرت حسین رضی سے انہوں نے اپنے والد ماجد میرے دادا علی رضی بن ابی طالب سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے نہ ٹھیراؤ میری قبر کو عید اور ٹھیراؤ اپنے گھروں کو قبریں کیونکہ درود و سلام تمہارا مجھے پہنچایا جاتا ہے۔ جہاں تم ہوگے وہاں سے پس اگر مباح جاننے والے استدعاء کے اس حدیث میں صدق دل سے تامل کریں تو دعا و حاجت اپنی بجناب حق تعالیٰ قبر کے قریب اگرچہ قبر پیغمبر کی ہووے جائز نہیں ہے ۔ اور ممنوع ہے چہ جائیکہ نزدیک دوسری قبروں کے بہ نیت استدعاء ان سے یا دعا بجناب الٰہی میں بوجہ وہم زیادہ قبولیت اس جگہ کے کی جاتی ہیں۔ پس اگر چاروں اماماں مذاہب اربعہ حقہ برخلاف ممانعت آنجناب کے استدعاء یا دعاء اللہ سے قبر کے پاس جائز کہیں اور مقلد جناب زین العابدین کے ان کے قول کی تصدیق نہ کرے اور اس قول پر عمل نہ کرے اہل حق کے نزدیک قابل عتاب نہ ہوگا۔ اور جس وقت کہ ایک امام نے بھی ائمہ اربعہ میں سے اور اماماں حدیث رحمۃ اللہ علیہم نے فتویٰ اس استدعاء

اور دعاء کے لیے تو دیا ہے اور مباح ہونا اس کا ثابت نہ کیا ہے کس طرح اس چاہ ضلالت گمراہی میں ہم پڑیں گے
پس الحمد للہ کہ مؤلف کی چالاکیوں کا انکشاف ہو کر ثابت ہو گیا کہ اولیاء کی نذر و منت ماننا جو شرک ہے اس کے لیے ثواب پہنچانے کو حیلہ بنانا محض باطل اور جاہلوں کو گمراہ کر کے خود ضال و مضل بننا ہے، اسی طرح استعانت و دعاء کرانا اہل قبور سے ہے کہ اس میں بھی گور پرستی کی علت واضح ہو گئی۔

شرک کن باتوں سے متحقق ہو جاتا ہے؟

قولہ صـــ ۱۰۶-۱۰۹ مولوی اسمٰعیل صاحب شرک کے معنی لکھتے ہیں۔ شرک کے معنی یہ ہیں کہ جو چیزیں اللہ نے اپنے واسطے خاص کی ہیں اور اپنے بندوں کے ذمہ نشان بندگی ٹھہرائے ہیں وہ چیزیں اور کسی کے واسطے کرنی جیسے سجدہ کرنا اور اس کے نام کا جانور کرنا اور اس کی منت ماننی اور مشکل کے وقت پکارنا اور ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا اور تصرف کی قدرت ثابت کرنا ان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے۔ (تقویۃ الایمان صـ۸)

حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملائکہ کا سجدہ جو قرآن پاک میں مذکور ہے اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے ان کے بھائیوں کے سجدہ کا قرآن پاک میں ذکر ہے۔ مولوی اسمٰعیل کے نزدیک مطلقاً سجدہ شرک ہے ان کے طور پر تمام ملائکہ مشرک برادران یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام مشرک اور خالق عالم نے ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا معاذ اللہ اس نے بھی شرک کا حکم دیا موحد ہے تو اسمٰعیل کے نزدیک شیطان ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شیطانی توحید سے پناہ میں رکھے۔ اب اسمٰعیل اور اسمٰعیلیوں سے دریافت کیجئے۔ کہ وہ کونسی دلیل ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ سجدہ تعظیمی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص کیا ہے اور اپنے بندوں کے حق میں نشان بندگی ٹھہرانا۔ اور جب کوئی دلیل نہیں تو شرک کس طرح ہوا محض تمہارے کہہ دینے سے کوئی چیز شرک نہیں ہو سکتی۔ بلکہ بے دلیل تمہاری بات کا ماننا تقویۃ الایمان کے حکم سے خود شرک ہے۔

مولوی اسمٰعیل نے شرک کی دوسری مثال یہ لکھی اور اس کے نام کا جانور کرنا اس پر بھی دلیل قائم کرنا تھی کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص کیا اپنے بندوں پر نشان بندگی ٹھہرایا مگر کوئی دلیل نہیں ہے محض اپنی رائے اور اپنا حکم۔ اور مسئلہ بعونہ تعالیٰ ہم اپنی اسی کتاب کے صـ ۶۶، ۶۷ میں بیان کر آئے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ غیر کے نام کا جانور کرنے سے اگر یہ مراد ہے کہ بجائے تکبیر کے وقت ذبح غیر اللہ کا نام لیا جائے تو بے شک یہ ممنوع و حرام ہے مگر کوئی مسلمان ایسا نہیں کرتا یہ مسلمانوں پر افترا ہے اور اگر یہ مراد ہے جانور کو وقت ذبح کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کرنا اور یہ کہہ دینا کہ یہ گائے زید کی ہے۔ یا عقیقہ کی ہے یا فلانے کی دعوت کی ہے۔ یہ سب شرک ہے تو حکم غلط اور باطل خلاف شرع اور گائے یا جانور جائز حلال طیب۔ اور اسی طرح مولوی اسمٰعیل کے نزدیک تمام دنیا مشرک ہی مشرک ہو گئی" اھ ملخصاً بلفظہ

اقول۔ اولاً وجہ اختصاص عبادات کا حق تعالیٰ کے لیے اور دوسروں کے لیے ان کا شرک ہونا بدیہی امر ہے جس میں کسی اہل اسلام کو جائے مقال نہیں ہو سکتی پس بے شک جو چیزیں حق تعالیٰ نے اپنے لیے تقرب اور عبادات کی خاص فرمائی ہیں ان کا کسی دوسرے کے لیے کرنا کفر و شرک ہے۔ جس طرح خصوصاً سجدہ اور ذبح وغیرہ امور باری تعالیٰ کی ذات پاک کے لیے محقق ہیں۔ مگر مولوی نعیم الدین توحید باری تعالیٰ کی ضد اور بت پرستوں گور پرستوں کی حمایت میں لوازم عبودیت حق تعالیٰ کے لیے خاص نہیں مانتے کیونکہ جو ان کو قبروں کے چڑھاوے ذبیحہ حلوان گھر بیٹھے چلے آتے ہیں۔ اگر ان کو شرک کہہ دیں تو حرام کے تر لقموں کا مزہ پھر کہاں نصیب ہو گا۔ حالانکہ سارا قرآن خصوصیت عبادت باری تعالیٰ اور ردِ شرک سے لبریز ہے چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی سورہ نساء میں۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا۔ — یعنی "عبادت کرو اللہ کی اور نہ شریک ٹھہراؤ اس کا کسی کو"

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے پارہ اول سورہ بقر میں

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ (الی) فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا۔ — یعنی "اے لوگو عبادت کرو اپنے رب پیدا کرنے والے کی پس مت ٹھہراؤ اللہ کے لیے شریک"

تفسیر مظہری مصنفہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ میں مرقوم ہے۔

قال ابن عباس رضی اللہ عنہما ما ورد فی القرآن من العبادۃ فمعناہ التوحید ای امثالا نعبد وتھوکعبادۃ اللہ او ضد ادا واللہ بری من المثل والضد والجملۃ متعلق باعبدوا۔ — یعنی "فرمایا ابن عباسؓ نے قرآن میں عبادت کے متعلق جو وارد ہوا ہے تو معنی اس کے توحید کے ہیں جس طرح عبادت کرتے ہیں وہ لوگ مانند اللہ کی عبادت کے مقابل میں اللہ کے اور اللہ بری ہے مثل اور ضد سے اور یہ جملہ متعلق "اعبدوا" کے ہے"

پھر دیکھئے فقہ اکبر میں امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔

انہ لا شریک لہ باسمائہ وصفاتہ الذاتیۃ والفعلیۃ اما الذاتیۃ فالحیوۃ والقدرۃ والعلم والکلام والسمع والبصر والارادۃ واما الفعلیۃ فالتخلیق والترزیق والانشاء الا — یعنی "حق تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے اس کے ناموں اور صفات ذاتیہ اور فعلیہ میں لیکن صفت ذاتی پس حیات لایزال اور ہر چیز پر قدرت اور ہر چیز کا جاننا اور کلام کرنا اور ہر چیز کا سننا اور ہر چیز کا دیکھنا اور ارادہ کرنا اور لیکن صفات فعلیہ پس پیدا کرنا مخلوق

فالتخلیق والترزیق والانشاء والابداع والصنع وغیر ذلک من صفات الفعل۔ کا اور روزی دینا اور پیدا کرنا اور ایجاد کرنا اور از سر نو پیدا کرنا وغیرہ"

اور کبیری شرح منیتہ المصلی صفحہ ۲۵۶ میں مرقوم ہے (مسلمہ مؤلف دارالکلمۃ العلیا صفحہ ۱۱۳)

من اسماء اللہ تعالیٰ وصفاتہ التی لایشارک فیھا کالرحمٰن والخالق والرازق وعالم الغیب والشھادۃ وعالم الخفیات والقادر علی کل شئی والرحیم الخ۔ "اللہ تعالیٰ کے ناموں اور صفتوں میں کسی کو شرکت نہیں ہے جیسے رحمٰن اور خالق اور رازق اور عالم الغیب ہر کھلی چھپی چیزوں کا جاننے والا اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا اور اپنے بندوں پر رحم فرمانے والا"

اور مولانا شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ (جن کو مولوی نعیم الدین مستند جانتے ہیں) مدارج النبوت جلد اصفحہ ۴۸ میں فرماتے ہیں۔

وتوحید ورغبت ومناجات وتذلل واستعانت واستغاثہ وایں معانی ہمہ خاصہ عبادت و زبدہ آنست۔ یعنی "توحید اور رغبت ومناجات اور عاجزی اور ذلت کا اظہار اور مدد اور التجا کا چاہنا یہ تمام امور خاصہ عبادت اور اس کا اصل الاصول ہیں"

اور مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی تفسیر الفوز الکبیر صفحہ ۱۷ میں فرماتے ہیں۔

شرک آنست کہ غیر اللہ را صفات مختصہ اللہ اثبات نماید مثل تصرف درعالم (وغیرہم) و بملاحظہ ایں امور سجدہ بسوئے ایشاں و ذبح برائے ایشاں (وغیرہم) تجویز نمودند۔ یعنی "شرک یہ ہے کہ غیر اللہ کے لیے صفات مخصوصہ اللہ تعالیٰ کی اثبات کریں مثلاً عالم میں تصرف وغیرہم اور بوجہ اس کے ان کے لیے سجدہ اور ذبح تجویز کریں"

اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تفسیر فتح العزیز ج اصفحہ ۲۹ میں فرماتے ہیں۔

ووجہ اختصاص عبادت باں ذات پاک آنست کہ حقیقت عبادت نہایت تذلل است برائے نہایت تعظیم غیر خود۔ وآں ذات نیست مگر ذات او تعالیٰ ایضاً صفحہ ۴۸ عبادت یعنی غایت تذلل برائے غایت تعظیم مطلقاً مخصوص دریں ملت بحضرت حق است۔ یعنی "وجہ خاص ہونے عبادت کی حق تعالیٰ کی ذات پاک کے لیے یہ ہے کہ حقیقت عبادت کی نہایت ذلیل ہونا ہے واسطے نہایت تعظیم غیر کے اور وہ ذات نہیں ہے مگر محض ذات اللہ کی۔ عبادت یعنی غایت اظہار ذلت کا واسطے نہایت تعظیم کے مطلقاً مخصوص اس ملت میں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے"

غیر اللہ کے لیے سجدہ پس اس تمام وضاحت کے بعد خصوصاً سجدہ اور ذبح وغیرہم کا حق تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ مخصوص ہونا جو بندہ کے ذمہ اوصاف بندگی ٹھہرائے گئے ہیں اس کے متعلق صرف چند آیات قرآن پاک کی قطعیۃ الدلالہ ملاحظہ ہوں حق تعالیٰ سورہ حٰم سجدہ میں ارشاد فرماتے ہیں

لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ — یعنی "نہ سجدہ کرو سورج اور نہ چاند کو اور سجدہ کرو اللہ کو جس نے ان کو بنایا۔ اگر تم اسی کو پوجتے ہو۔"

اور سورہ حج میں فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِیْرٌ حَقَّ عَلَیْهِ الْعَذَابُ — یعنی "تو نے نہ دیکھا کہ اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو کوئی آسمان اور زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت آدمی اور بہت ہیں کہ ٹھہر چکا ان پر عذاب"

اور سورہ رعد میں فرمایا:

وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ — یعنی "اللہ کو سجدہ کرتا ہے۔ جو کوئی آسمان و زمین میں ہے"

اور سورہ نحل میں فرمایا:

وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ — یعنی "اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے۔ جو کوئی آسمان و زمین میں ہے"

علیٰ ہذا بکثرت احادیث صحیحہ اس باب میں وارد ہیں مگر صرف مولوی نعیم الدین کی نقل کردہ حدیث بحوالہ تفسیر کبیر ج ا ص۲۲۷ ہی پر بس ہے جس کے الفاظ مع انہیں کے ترجمہ کے حسب ذیل ہیں۔

وعن صهیب ان معاذا لما قدم من الیمن سجد للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا معاذ ما هذا قال ان الیهود تسجد لعظمائها وعلمائها ورأیت النصاریٰ تسجد لقسیسها وبطارقتها قلت ما هذا قالوا تحیة الانبیاء فقال علیه الصلوٰة والسلام — "صہیب سے مروی ہے کہ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یمن سے آئے انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا حضور نے فرمایا اے معاذ یہ کیا! عرض کیا کہ یہود اپنے عالموں اور بزرگوں کو سجدہ کرتے ہیں اور میں نے دیکھا ہے کہ نصاریٰ اپنے عالموں اور بزرگوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ میں نے کہا یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ انبیاء علیہم السلام کی تحیت ہے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ انہوں

کذبوا علیٰ انبیأ ئھم۔ | نے اپنے انبیاء پر جھوٹ بولا"

یعنی سجدہ انبیاء علیہم السلام کی تحیت معہودہ مستمرہ نہیں ہے یہود و نصاریٰ جھوٹے ہیں۔ پس اس حدیث سے بداہتہً ثابت ہوا کہ سجدہ کو تحیت انبیاء علیہم السلام کہنا نصاریٰ کا کذب و بہتان تھا۔ پھر مولوی نعیم الدین کا ترجمہ کے ساتھ یہ شاخ لا یعنی لگانا کہ تحیت معہودہ مستمرہ نہیں ہے۔ محض غلط ہے۔ کیونکہ مطلقاً تحیت کی نسبت نصاریٰ کا جھوٹا ہونا حدیث مرفوع میں مصرح ہے جس کے مقابلہ میں ہرگز کسی کا قول مقدم و مساوی نہیں ہو سکتا۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی "البلاغ المبین ص۵ میں فرماتے ہیں۔

ونیز از عادات یہود و نصاریٰ نوشتہ کہ سجدہ هم برائے بزرگان خود میکردند پس حق تعالےٰ افعال ایشان را باشرک نامید۔ | "یہود و نصاریٰ کی عادات میں لکھا ہے کہ سجدہ بھی اپنے بزرگوں کے لیے کرتے ہیں پس حق تعالیٰ نے ان کے افعال کو شرک کے ساتھ موسوم فرمایا"

نیز شاہ صاحب موصوف حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ مصر ص۴۸ میں فرماتے ہیں۔

انهو کانوا یسجدون للاصنام والنجوم فجاء النھی عن السجود لغیر اللہ۔ | یعنی "کفار بتوں اور ستاروں کو سجدہ کرتے تھے تو حق تعالےٰ نے ان کو مطلق سجدہ لغیر اللہ سے منع فرمایا"

اور مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی "تحفہ اثنا عشریہ ص۳۴۴ میں فرماتے ہیں۔

در ایام عاشورہ را قبور ائمہ را تصویر کنند و بسوئے آنہا سجدہ کنند و روبروئی آنہا دست بستہ مانند موافق عمل نصاریٰ است کہ در کلیسا صورت حضرت عیسٰی و حضرت مریم علیہما زندو تعظیم میناینید و سجدہ میکنند۔ | یعنی "عاشورہ کے دنوں میں اماموں کی قبروں کی تصویریں بنانا اور ان کی طرف سجدہ کرنا اور ان کے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا موافق عمل نصاریٰ کے ہے، کہ گرجا میں حضرت عیسٰی اور حضرت مریم علیہما السلام کی صورت بناتے اور تعظیم اور سجدہ کرتے ہیں"

اسی لیے شاہ صاحب موصوف نے تفسیر فتح العزیز ص۶۱۶ میں سجدہ لغیر اللہ کو علامت کفر میں سے فرمایا ہے چنانچہ قریب ہی بتفصیل تمام گزر چکا ہے۔ نیز شاہ صاحب ص۴۲۸ میں فرماتے ہیں۔

تعظیمے کہ شایان حضرت رب العزت است مثل عموم علم و قدرت و غیب دانی و مشکل کشائی یا ذبح لغیر اللہ یا سجدہ لغیر اللہ وغیر ذلک واقع شود بلا شبہ آں تجر کفر است و صاحب آں مرتد میشود۔ | یعنی "ایسی تعظیم کہ لائق شان حضرت رب العزت کے لیے ہے مثلاً ثابت کرنا عموم علم اور قدرت کا اور غیب دانی اور مشکل کشائی یا ذبح لغیر اللہ یا سجدہ لغیر اللہ وغیرہ امور بجا لائے جاویں بلا شبہ وہ کفر ہے اور صاحب اس کا مرتد ہو جاتا ہے۔

اور کبیری شرح منیۃ المصلی ص۲۶۲ میں مرقوم ہے۔

لوسجد لغیر اللہ یکفر بخلاف القیام یعنی "اگر غیر اللہ کو سجدہ کرے تو کافر ہو جاویگا بخلاف قیام کے"

پھر رد المختار شرح در مختار میں فتاویٰ ظہریہ سے مطلقاً سجدہ لغیر اللہ کا کفر ہونا قریب ہی مرقوم ہو چکا ہے۔ اور مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ مدارج النبوۃ ج ۱ ص۳۲۸ میں فرماتے ہیں۔

آنچہ شارع آن را از امارت کفر ساختہ مثل زنا وسجدۂ صنم اگر امارت بودن بدلیل قطعی از شارع ثابت شدہ ازتکاب آن بے یقین وجود پذیرفت باید کہ کافر باشد از جہۃ حکم شرع بداں ودر کلام بعضے مصنفین واقع شدہ است کہ کافر است بحکم ظاہر و بعضے آنرا کافرِ شرعی گویند و بعضے کافر حکمی خوانند واین سخن محصلے ندارد زیراکہ چو شارع حکم بکفر او کرد ایمانِ او معتبر نبود کافر باشد حقیقتہً اھ

یعنی "جن باتوں کو شارع نے علامت کفر میں شمار فرمایا ہے مثلاً زنا اور بت کو سجدہ اگر علامت ہونا دلیل قطعی شارع سے ثابت ہوا ہے تو اس کا مرتکب کافر ہوگا بحکم شرع کے اور بعضوں نے کہا کافر ہے بحکم ظاہر کے اور بعضے اس کو کافر شرعی کہتے ہیں اور بعضے کافر حکمی اور اس بات سے کچھ حاصل نہیں ہے کیونکہ جب شارع نے اس کے کفر کا حکم دیا ایمان اس کا معتبر نہ ہوگا۔ اور حقیقتہً کافر ہوگا"

اور خود مولوی نعیم الدین نے اپنے رسالہ فیضانِ رحمت ص۹۵ میں بھی یہی لکھا ہے کہ

اگر کسی فعل کو کوئی مسلمان کرے اور وہ فعل شارع نے کفار کے ساتھ مختص اور اس کو کفر اور شرک کی علامت قرار دیا ہو جیسے زنار یعنی جنیو پہننا اور بت کو سجدہ کرنا تو مسلمان بالاختیار ایسے فعل کرنے سے اسلام سے خارج ہوتا ہے۔ اگرچہ احکام شرع مانے اور ان پر عمل بھی کرے چنانچہ شرح عقائدِ نسفی میں موجود ہے خوب ؏

مدعی لاکھ پہ ہے بھاری گواہی تیری

پس باوجود نصوصِ صریحہ قطعیہ سے سجدہ لغیر اللہ کے مطلقاً کفر و شرک ثابت ہونے کے مولوی صاحب نے خود اپنے قول کے مخالف بحمایت کفر و شرک گور پرستوں، تعزیہ پرستوں کے محض لالچ دنیا سے توحید حق تعالیٰ کو چھوڑ کر دینِ جدید نکالا اور تنکہ کا سہارا پکڑا کہ سجدہ آدم اور یوسف علیہما السلام کے لیے قرآن پاک میں ذکر ہے معاذ اللہ جس کی توجیہہ تفسیر فتح العزیز سے قریب ہی مرقوم ہو چکی اور خود مولوی نعیم الدین نے ص۱۳۲ کے حاشیہ میں تفسیر فتح العزیز سے سنداً نقل کیا کہ وہ تکریم و تحیۃ کے طور پر مانند سلام اور جھکنے کے تھا۔ پس حقیقتہً سجدہ شرعی نہ ہوا بحکم حق تعالیٰ اسی کی ذات پاک کے لیے ہوا۔ اور جبکہ خود مؤلف دروغ گورا حافظہ نباشد سجدہ لغیر اللہ کو علامت کفر و شرک قرار دے کر مسلمان کو باوجود احکام شرع ماننے اور اس پر عمل کرنے کے بھی بوجہ سجدہ لغیر اللہ کے اسلام سے خارج کر چکے

تو اب اس داخل خارج سے کفر تو ان پر لوٹ پھرا یا نہیں۔ اور قرآن واحادیث اور ائمہ دین جنہوں نے سجدہ لغیر اللہ کو کفر وشرک بتایا ان کی تکذیب کرنے والا مؤمن ہو کر ذرّیت کفار میں داخل ہوا یا نہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ پھر مولوی نعیم الدین کا یہ کہنا کہ وہ کونسی دلیل ہے۔ جس سے یہ معلوم ہو کر سجدہ تعظیمی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے حق میں نشان بندگی ٹھہرایا۔ بس اس بے علمی اور جہل وعناد سے آفتاب پر خاک ڈالنا ہے۔ نعیم اور نعیمیوں کو چشم بینا ہو تو دیکھیں حق تعالیٰ قرآن پاک سورہ فتح میں اپنے ساجدین صالحین بندوں کے اوصاف میں فرماتے ہیں۔

سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ — یعنی "ان کے چہروں پر نشان ہے سجدہ کی علامت سے"

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم — چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

جناب قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمن کے کمالات کی نسبت مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی حیات الموات ص۹۵ میں ناقل ہیں۔ کہ جناب مرزا صاحب ان کے پیر و مرشد و ممدوح عظیم شاہ ولی اللہ صاحب نے مکتوب ۵، میں انہیں فضیلت و ولایت مآب مروج شریعت و منور طریقت و نور مجسم و عزیز ترین موجودات و مصدر انوار فیوض و برکات لکھا اور منقول ہے کہ شاہ عبد العزیز صاحب انہیں بیہقی وقت کہتے ہیں، تفسیر مظہری ج اص۴۱ میں فرماتے ہیں۔

اسجدوا لآدم۔ والسجود فی الاصل التذلل وفی الشرع وضع الجبھۃ علی الارض علی قصد العبادۃ والمامور بہ اما المعنی الشرعی فالسجود لہ یکون بالحقیقۃ ھو اللہ تعالیٰ وجعل آدم قبلۃ۔	یعنی "اور سجدہ اصل میں اظہار ذلت کو کہتے ہیں اور شرع میں پیشانی زمین پر رکھنے کو بغرض عبادت حکم برداری کے ہیے۔ لیکن شرعی معنی سجدہ کے حقیقت میں آدم کو قبلہ قرار دے کر اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں"

نیز تفسیر مظہری میں ہے۔

قال البغوی ولم یکن فیہ وضع الوجہ علی الارض انما کان انحناء فلما جاء الاسلام ابطل ذلک بالسلام۔	یعنی "فرمایا امام محی السنۃ بغوی نے اور نہیں تھا اس میں پیشانی کا رکھنا زمین پر سوائے اس کے کہ جھکنا تھا۔ پس جب اسلام آیا باطل کر دیا گیا یہ جھکنا بدلے سلام کے"

اور تفسیر جلالین میں ہے۔

تحیۃ بالانحناء۔ — یعنی "سلام بطور جھکنے کے ہے"

اسی طرح دیگر تفاسیر میں مرقوم ہے۔ چنانچہ تفسیر روح البیان میں مرقوم ہے ۔

اسجدوا لآدم ای خروا له والسجود فی الاصل	یعنی "سجدہ اصل میں تذلل بمعنی جھکنا اور شرع میں
تذلل وفی الشرع وضع الجبهة علی قصد	پیشانی زمین پر رکھنا بغرض عبادت حکم کئے گئے
العبادة والمامور به اما المعنی الشرعی	کے ہے سجدہ آدم میں حقیقۃً اللہ کے لیے آدم کو
فالمسجود له فی الحقیقة هو الله تعالیٰ	قبلہ قرار دے کر تھا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم
وجعل آدم قبلة لسجودهم ثم نسخ	کے ارشاد کے بموجب منسوخ کر دیا گیا۔ جب
بقوله علیه السلام لسلمان حین اراد	سلمانؓ نے آپ کو سجدہ کرنے کا ارادہ کیا تو فرمایا ۔
ان یسجد له لا ینبغی للمخلوق	مخلوق کو لائق نہیں ہے۔ کہ سوائے اللہ تعالیٰ
ان یسجد لاحد الا الله تعالیٰ فمن	کے کسی کو سجدہ کرے۔ بس آدم کے سجدہ میں اللہ
سجد له فقد سجد لله کما قال تعالیٰ	ہی کو سجدہ تھا۔ جس طرح حق تعالیٰ نے نبی صلی اللہ
فی حق حبیبه علیه السلام اِنَّ الَّذِیْنَ	علیہ وسلم کے حق میں فرمایا۔ جو لوگ تم سے بیعت
یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللہَ اھ	کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں"۔

اور مزید تفصیل مولانا شاہ عبدالعزیز محدث صاحب کے تحفہ اثنا عشریہ ص۲۴۰ میں مرقوم ہے (جس کو مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی حیات الموات ص۹۵ میں مستند جانتے ہیں)

ہفتم تجویز سجود برائے سلاطین ظلمہ کہ آخون	یعنی "تجویز سجدہ کی سلاطین ظالموں کے لیے
باقر مجلسی و دیگر علمائے ایشاں نمودہ اند	کہ آخون باقر مجلسی وغیرہ علماء ان کے کرتے ہیں
صریح مخالف قواعد کلیات شریعت است	صریح مخالف قواعد و کلیات شریعت کے ہے ۔
قولہ تعالیٰ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ	فرمایا اللہ تعالیٰ نے سجدہ نہ کرو سورج کو نہ چاند
وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ	کو اور سجدہ کرو اللہ کو جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔
اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ وقولہ تعالیٰ اَلَّا یَسْجُدُوْا لِلّٰهِ	اگر تم اس کو پوجتے ہو۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے
الَّذِیْ یُخْرِجُ الْخَبْءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	کس لیے سجدہ نہیں کرتے ہیں اللہ کو جو ظاہر کرنے
وَیَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ	والا ہے مخفیات آسمان اور زمین کی اور
. . . . . . و دیگر آیات	جانتا ہے جو کچھ پوشیدہ کرتے ہیں اور ظاہر کرتے
بسیار دلالت بر انحصار سجدہ میکنند در	ہیں اور دیگر کثرت آیات دلالت انحصار سجدہ

۱؎ سورہ حم سجدہ ۲؎ سورہ نمل

حق خالق توانا کہ دانائے پنہا و آشکارا
است خصوصاً در شریعت مصطفوی
و تمسک بسجدہ ملائکہ برائے آدمؑ دریں
مقام نہایت بیجاست کہ احکام آدمی را
بر احکام ملائکہ قیاس نتواں کرد ہمچنیں
تمسک بسجود اخوۂ یوسف برائے یوسف
علیہ السلام کہ اول سجود مصطلح نبود دوم
تمسک بشرائع من قبلنا وقتے درست
می شود کہ در شریعت ما نسخ نیامدہ باشد
و ایں حکم بلا شبہ در شریعت ما منسوخ
است والا احق دادے بایں تعظیم
حضرت امیرؓ و سبطین و دیگر ائمہ
میشدند اھ

کے اور کرتی ہیں حق تعالیٰ جاننے والے کے حق میں جو
جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر کا ہے خصوصاً شریعت
مصطفوی میں اور دلیل پکڑنا سجدۂ ملائکہ سے آدم کے
لیے اس مقام میں نہایت بے جا ہے۔ کہ احکام آدمی کو
احکام ملائکہ پر قیاس ہرگز نہ کریں اور ایسے ہی دلیل
پکڑنا سجدہ برادران یوسف سے یوسف علیہ السلام
کے لیے کہ اول تو سجدے اصطلاحی نہ تھے دوم دلیل
پکڑنا پہلی شریعتوں سے اس وقت درست ہوتا
ہے۔ کہ ہماری شریعت میں اس کا منسوخ ہونا نہ
آیا ہو اور یہ حکم بلاشبہ ہماری شریعت میں
منسوخ ہے ورنہ احق اور اولیٰ اس تعظیم سجدہ
کے لیے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت
امیر رضی اللہ عنہ اور دونوں نواسےؓ اور دیگر ائمہ
ہوتے"

٭ ٭ ٭ ٭

علاوہ ازیں خود مولوی نعیم الدین کے اعلیٰ حضرت بریلوی مولوی احمد رضا خاں صاحب الزبدۃ الزکیتہ (حسنی پریس محلہ سوداگران بریلی) میں مولوی صاحب کی ساری تعلّی خاک میں ملاتے ہیں چنانچہ صفحہ ۵۸ میں ہے:

"بیشک سجدہ افعالِ عبادت سے ہے سجدۂ عبادت و سجدہ تحیّت میں سوائے نیت کوئی فرق نہیں سجدہ تو سجدہ زمین بوسی کی نسبت در مختار[1] سے گزرا کہ یشبہ عبادۃ الوثن — بت پرستی کے مشابہ ہے" ایضاً منہ "ابن جریر و ابن المنذر و ابوالشیخ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج سے تفسیر قولہ تعالیٰ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا میں راوی۔ یعنی ہمیں حدیث پہنچی کہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے ماں باپ بھائیوں کا سجدہ سر سے اشارہ کرنا تھا۔ جیسے اہل عجم کے یہاں ان کی تحیّت تھی جس طرح اب بھی کچھ لوگ کرتے ہیں۔ کہ سلام میں سر جھکاتے ہیں۔ امام بغوی نے معالم التنزیل اور امام خازن نے لباب میں اسی کو اختیار فرمایا سجدۂ ملائکہ میں فرماتے ہیں یعنی وہ زمین پر منہ

[1] در مختار ص ۶۹۹ (بندہ محمد عزیز عفی عنہ)

رکھنا نہ تھا۔ صرف جھکنا تھا۔ جب اسلام آیا اسے بھی سلام مقرر کر کے باطل فرما دیا۔ سجدۂ یوسف میں فرماتے ہیں۔ یعنی سجدہ سے زمین پر پیشانی رکھنا مراد نہیں وہ صرف جھکنا اور تواضع کرنا تھا۔ دونوں امام جلیل جلال الدین نے تفسیر جلالین لال محلی میں اسی پر اقتصار فرمایا۔ توان چاروں اکابر کے نزدیک راجح یہی قول دوم ہے کہ محض جھکنا تھا نہ سجدۂ معروف گروہ" ایضاً صلے
"وجہ دوم اگر یہ سجدہ مشہورہ تھا تو ائمہ کو اس میں اختلاف ہے کہ سجدہ آدم و یوسف گویا سجدۂ اللہ عزوجل کو اور آدم و یوسف قبلہ۔ ابن عساکر ابوابراہیم مزنی سے راوی یعنی ان سے سجدۂ ملائکہ کے بارہ میں استفسار ہوا فرمایا اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام کو کعبہ کی طرح کر دیا تھا معالم و خازن وغیرہما میں ہے یعنی بعض نے کہا معنیٔ آیت یہ ہیں کہ آدم کی طرف سجدہ کرو تو آدم قبلہ تھے اور سجدہ اللہ تعالیٰ کو جیسے کعبہ نماز کا قبلہ ہے اور نماز اللہ کے لیے۔ نیز سورہ یوسف میں ہے یعنی ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے معنی یہ ہیں کہ اللہ کے لیے یوسف کے سامنے سجدہ میں گرے۔ اور اول زیادہ صحیح ہے۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں اس قول دوم کی تحسین کی۔ اور ظاہر ہے کہ اس تقدیر پر محل نزاع سے خارج ہے نزاع اس میں ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ تعظیمی کیا جاوے" ایضاً صہ۹ "ہم ثابت کر چکے کہ اس سجدہ کا جواز نص کا حکم نہیں ہوگا۔ تو قیاس سے ہوا اور قیاس مجتہدین پر ختم ہو گیا" ایضاً صہ۸ "مخلوق میں نہایت عظمت انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے لیے ہے۔ آدم و یوسف علیہما الصلاۃ والسلام دونوں نبی تھے تو غیر انبیاء مشائخ و مزارات کو ان پر قیاس کر کے ان کے لیے سجدۂ تعظیمی بتانا ظلم شدید ہے۔ اور انبیاء کا حق تلف کرنا"۔ "یہ سب اسے شریعت سابقہ مان کر ہے ہم بیان کر چکے کہ سرے سے سب کا ثبوت نہیں اب نہ حکم ثابت نہ نسخ کی حاجت"

پس الحمد للہ کہ مؤلف اطیب البیان کا مغالطہ صاف ہو گیا۔ اور سجدہ کا غایت درجہ کی تعظیم ہونا۔ جو نہایت درجہ ذلیل ہونے کے لیے ہوتا ہے غایت درجہ کی تعظیم اسی ذاتِ پاک حق تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے ایسی تعظیم اور ایسی ذلت کا اظہار ہرگز کسی اور کے لیے ہو نہیں سکتا اسی ذات وحدہ لاشریک نے اپنے بندوں کے حق میں نشانِ بندگی سجدہ کے ٹھہرائے ہیں۔ اب اگر کوئی نادان ہنید۔ عقل کا دشمن کسی اور کے لیے سجدہ بجا لاوے۔ اسی کو شرک کہتے ہیں۔

غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ وغیرہ کے مسائل

علیٰ ہذا ذبح جانور بھی محض اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے لیے خاص ہے اسی کے تقرب اسی کی نیت

اسی کے نام پر ذبح ہو سکتا ہے۔ اگر کسی اور کا تقرب کسی اور کی نیت و شہرت کسی اور کے نام پر بجائے اللہ تعالیٰ کے ذبح کیا جاوے گا۔ تو بلاشبہ شرک ہوگا۔ کیونکہ جانور منجملہ شعائر اللہ کے ہے۔ جو بندہ کے ذمہ نشان اور علامت بندگی ٹھہرا دیا گیا ہے۔ خواہ وہ جانور نذر اللہ اور قربانی کا ہو یا عقیقہ کا خواہ اپنے کھانے اور ضیافت وغیرہ کے لیے ہو کہ یہ سب انواع تقربًا الی اللہ ہی میں داخل ہیں کسی جانور کی جان بتعبیر تقرب الی اللہ کے ہرگز شرعًا وعقلًا ذبح نہیں کی جانی چاہیئے برخلاف اس کے کسی کی نیاز و منت کے تقرب پر جانور ذبح کیا جانا شرک محض ہے۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ اس کی مفصل و مدلل تحقیق اگرچہ گزشتہ اوراق میں ہم کر چکے ہیں۔ تاہم مزید توضیح اس کی بھی بیان کر دی جاتی ہے۔ حق تعالیٰ قرآن پاک سورۂ حج میں فرماتے ہیں۔

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ (۲۲-۲۸) وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ (۲۲-۲۹) وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ (۲۲-۳۴) وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّن شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا (۲۲-۳۶)

"اور پڑھیں اللہ کا نام کئی دن جو معلوم ہیں ذبح پر چوپایوں مویشی کے جو اس نے دیئے ہیں ان کو" اور پوری کریں اپنی منتیں" "اور ہر امت کے لیے ہم نے ٹھہرا دی ہے قربانی کہ یاد کریں اللہ کا نام چوپایوں کے ذبح پر جو ان کو دیئے"" اور کعبہ کے چڑھانے کے اونٹ ٹھہرائے ہیں ہم نے تمہارے لیے نشانی اللہ کے نام کی تمہارا اس میں بھلا ہے سو پڑھو ان پر نام اللہ کا"

مولانا شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی مولانا شہید مرحوم صاحب تقویۃ الایمان کے چچا میاں اور استاد شفیق جن کو مولوی نعیم الدین اپنے رسالہ فیضان رحمت میں فہرست اساد میں مستند جانتے ہیں۔ آپ فوائد تفسیر موضح القرآن میں فرماتے ہیں۔

"اصل منت اللہ کی ہے اور کسی کی نہیں" ف "یعنی مویشی ذبح کرتے اور نیاز اللہ کی ہر دین میں عبادت رکھا ہے سوا اور کی نیاز ذبح کرنا اس کی عبادت ہو گئی تو شرک ہوا"

علیٰ ہذا شاہ عبدالقادر صاحب موصوف اپنی تفسیر موضح القرآن سورہ مائدہ آیت وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ کے فائدہ میں فرماتے ہیں" ف اس سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح ہوا یا غیر اللہ کی تعظیم پر سب مرادہے" اسی طرح دیگر تفاسیر میں مرقوم ہے۔ چنانچہ تفسیر رحمانی مصری سورہ انعام صـ۲۳ میں مرقوم ہے۔

قوله اهل اى صوت فيه باسم لغير الله به اى بسبب ذبحه

یعنی "آواز بلند کرنا غیر اللہ کے نام پر بسبب ذبح کرنے کے اس کے لیے اور ایسی صورت میں ذبح کرنے

له فانه دان قرن اسم الله لا یؤ ثر معه فی التطهیر۔

والے کا وقت ذبح کے اللہ کا نام لینا کچھ اثر نہ کرے گا اس کے پاک ہونے کے لیے"

اور تفسیر روح البیان سورہ بقرہ میں مرقوم ہے۔

واصل الاهلال رفع الصوت، قال العلماء لو ذبح مسلم ذبیحته و قصد بها التقرب الی غیر الله صار مرتدا و ذبیحته میتة۔

یعنی اصل لفظ اہلال آواز بلند کرنے کے لیے ہے کہا علماء نے اگر مسلمان ذبح کرے ذبیحہ کو اور قصد اس کا ذبیحہ سے تقرب بغیر اللہ کا ہو تو ہو جاوے گا۔ مرتد اسلام سے خارج اور ذبیحہ بھی مردار حرام ہو جاوے گا۔

اور یہی تفسیر کبیر میں مرقوم ہے قال العلماء، لو ان مسلماً ذبح ذبیحته وقصد بذبحها التقرب الی غیر الله صار مرتدا و ذبیحته میتة اور تفسیر جامع البیان سورہ مائدہ ص۴۵ میں مرقوم ہے۔

نحرم الله اکل هذا اللحم و ان ذکر علیها اسم الله لما فیه من الشرك۔

یعنی "حرام فرمایا اللہ تعالیٰ نے کھانا اس گوشت کا اور اگرچہ اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا۔ کیونکہ اس میں شرک ہے"

اور پوری تفصیل اس کی مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ تفسیر فتح العزیز ج ا ص۱۹۱ میں فرماتے ہیں۔

کنہ ایں مسئلہ آنست کہ جان را برائے غیر جان آفرین نیاز کردن درست نیست، زیراکہ جان جانور مملوک آدمی نیست "تا او را بکسے تواند بخشید" وچوں جان جانور اصلاً قابل انتفاع آدمی نیست در زندگی پس از مردگی نیز قابل انتفاع او نباشد آرے اضحیہ از طرف مردہ کردن در حدیث صحیح آمدہ است لیکن معنیش ہمیں است کہ دادن جان برائے خدا ثوابے کہ دارد آں مردہ بخشیدہ شود نہ آنکہ ذبح برائے مردہ کردہ آید و بعضے جہال مسلمین دریں مقام کج فہمی می کنند ومی گویند کہ گوشت را پختہ بنام مردہا دادن بلاشبہ جائز است وما نیز از ذبح کردن جانور بنام آں مردہ ہمیں قدر قصد مینمایم برائے تفہیم ایشاں

یعنی "حقیقت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ جان واسطے غیر جان پیدا کرنے والوں کے نام کی نیاز کرنا درست نہیں ہے" "جانور کی جان آدمی کی مملوک نہیں ہے تا کہ دوسرے کو بخش دے" "چونکہ جان جانور کی اصلاً قابل انتفاع آدمی کے لیے زندگی میں نہیں ہے تو بعد مرنے کے بھی قابل انتفاع کے اس کے لیے نہ ہوگی' البتہ قربانی مردہ کی طرف سے حدیث صحیح میں آئی ہے۔ مگر اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ جانور کی جان کے لیے دیں تاکہ ثواب اس کا مردہ کو پہنچایا جائے نہ کہ مردہ کے لیے ذبح کیا جائے بعضے جاہل مسلمان اس مقام میں کج فہمی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گوشت کو پکا کر مردوں کے نام دینا بلاشبہ جائز ہے اور ہم جانور کے

یک نکتہ کافی است کہ باایشاں باید گفت کہ ہرگاہ شما ذبح کردن جانور بنام غیر اللہ نذر می کنید اگر عوض آں جانور گوشت بہماں مقدار خریدہ وپختہ بفقراء بخورانید در ذہن شما آں نذر ادا می شود یا نہ۔ اگر میشود ظاہر است میگوئید کہ مقصود شما از ذبح غیر از گوشت خورانیدن برائے ثواب آں مردہ نبود والا تقرب بذبح نذر ادا کردہ اید و شرک صریح لازم می آید و در لفظ ایں آیت کہ چہار جا از قرآن مجید وارد شدہ تامل باید کرد کہ ما اھل بہ لغیر اللہ۔ فرمودہ اند نہ ما ذبح باسم غیر اللہ پس ذبح کردن بنام اللہ ہمراہ شہرت دادن و آواز بر آوردن باآنکہ فلانے گاؤ، فلانے، و بز فلانے میکنند ہیچ فائدہ نمی کند و گوشت آن جانور حلال نمے گردد و اُہِلّ را بر ذبح حمل کردن خلاف لغت و عرف است ہرگز اہلال در لغت عرب و عرف آن دیار و آن وقت بمعنی ذبح نیامدہ در ہیچ شعر و ہیچ عبارت بلکہ اہلال در لغت عرب بمعنی بلند کردن آواز و شہرت دادن است۔ ایضاً در تفسیر نیشاپوری میگوید اجمع العلماء لوان مسلماً ذبح ذبیحتہ و قصد بذبحھا التقرب الی غیر اللہ صار مرتداً و ذبیحتہ مرتد انتھی و کافران در جاہلیت در وقت بر آمدن از خانہ و در راہ بنام بتان آواز می کردند و چوں بمکہ معظمہ میرسیدند طواف خانہ کعبہ می

ذبح کرتے ہیں مردے کی جانب سے اسی قدر ارادہ کرتے ہیں۔ جاہلوں کے سمجھانے کے لیے ایک نکتہ کافی ہے کہ ان سے کہنا چاہیئے کہ تم جو جانور کا ذبح کرنا بنام غیر اللہ نذر کرتے ہو اگر عوض اس جانور کے گوشت اسی قدر خرید کے اور پکا کے فقراء کو کھلا دو تو تمہارے ذہن میں نذر ادا ہوگی یا نہیں، اگر ادا ہو جاتی ہے تو تم سمجھے ہو کہ تمہارا مقصود ذبح کرنے سے فقیروں کو مردے کی طرف سے ثواب کے لیے کھلانا تھا ورنہ ذبح کرنے سے تقرب اس کا کیا گیا جس سے صریح شرک لازم آیا اور اس آیت کے لفظ میں کہ چار جگہ قرآن مجید میں وارد ہوا ہے تامل کرنا چاہیئے کہ ما اہل بہ لغیر اللہ فرمایا ہے نہ ما ذبح باسم غیر اللہ پس بنام خدا ذبح کرنا ہمراہ شریعت اور آواز دینے کے کہ فلانی گائے فلانے کیلئے اور بکری فلانے کے لیے کرتے ہیں کچھ فائدہ نہیں دیتا اور گوشت اس جانور کا حلال نہیں ہوتا اور اُہِلّ کو ذبح پر حمل کرنا خلافِ لغت اور عرف کے ہے ہرگز اہلال لغت عرب اور عرف اس اس ملک میں کسی شعر اور عبارت میں بمعنی ذبح کے نہیں آیا ہے۔ بلکہ اہلال لغت عرب میں بمعنی آواز اور شہرت دینے کے ہے تفسیر نیشاپوری میں کہا ہے کہ تمام علماء نے اجماع کیا ہے۔ کہ اگر کوئی مسلمان کسی جانور کو ذبح کرے اور ارادہ ذبح سے تقرب الی غیر اللہ رکھے تو وہ مرتد ہوگیا۔ اور اس کا ذبیحہ بھی مرتد کا ہوگیا۔ انتہی اور کافر جاہلیت میں گھر سے نکلتے ہوئے راہ میں بتوں کا نام لے کر آواز کرتے تھے اور جب مکہ معظمہ میں پہنچتے خانہ کعبہ کا طواف کرتے بہ طواف

نمودند ایں طواف ایشاں بخانہ اللہ ہرگز از ایشاں مقبول نہ بود ولہذا حکم شد کہ فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھٰذا پس دریں جا نیز چوں آواز برآوردند و شہرت دارند کہ ایں جانور از فلانے است بنام او دست وبرائے او می کنیم و در وقت ذبح کنانید نداصلاً موجب ترتب حلیت نگشت اھ

ان کا ہرگز قبول نہیں ہوتا تھا اسی واسطے حکم ہوا کہ بعد اس سال کے مسجد حرام کے نزدیک نہ آویں۔ پس اس جگہ جو آواز بلند کی اور شہرت دی کہ یہ جانور فلانے کا ہے اور اس کے نام کا ہے اور اسی کے لیے ہم کرتے ہیں اور وقت ذبح کے نام اللہ تعالےٰ کا لیا ہرگز وہ حلال نہیں ہوتا ۔

اسی طرح در مختار ص۶۸۳ اور فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص۱۱ حنفی مذہب کی مستند کتابوں سے بھی اوپر گزر چکا ہے (جن کو مولوی نعیم الدین نے اپنے رسالہ فیضانِ رحمت اور اپنی اسی کتاب میں معتبر تسلیم کیا ہے) کہ ذبح کرنا جانور کا امیر رئیس وغیرہ بزرگوں کے آنے کے استقبال پر یا کسی کی ضیافت کی تعظیم کے لیے حرام ہے کیونکہ وہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے کے حکم میں داخل ہے اگرچہ اس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا جاوے" ناظرین اس کی تفصیل وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ پس اگر وقتِ ذبح محض تکبیر اور اللہ تعالیٰ کا نام لینا ہی حلال ہونے کے لیے کافی ہوتا اور بزرگوں کی تعظیم کے لیے نسبت کرنے سے (جس طرح مولوی نعیم الدین نے بلا دلیل محض اپنے خیال سے تقویۃ الایمان کی ضد میں بحمایت گور پرستوں پیر پرستوں کے اس کے شرک ہونے کو غلط اور باطل خلافِ شرع قرار دے کر ایسے جانور کو جائز حلال طیب کہہ کے لوگوں کو شرک اور حرام میں مبتلا کرنے کی کوشش کی ہے) اگر جائز حلال طیب ہوتا۔ تو در مختار اور فتاویٰ عالمگیری جیسی مستند کتب مسلمہ مذہب میں کیوں حرام اور نذر لغیر اللہ میں داخل کیا جاتا۔ پھر مولوی نعیم الدین کا اپنے قیاسِ فاسد کیا بلکہ باطل سے ذبح لغیر اللہ کے جواز پر وقت ذبح کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کرنا کہ یہ گائے زید کی ہے یا عقیقہ کی ہے یا فلانے کی دعوت کی ہے۔ معاذ اللہ کس درجہ ناواقفی ہے حالانکہ عقیقہ خود تقرب الی اللہ دم شکریہ جناب باری تعالیٰ میں کیا جاتا ہے۔ جس کی دعا میں پڑھا جاتا ہے۔

اللّٰھم تقبلھا منی وفداءً لابنی من النار ۔ "یا اللہ قبول فرما مجھ سے اور اس کو میرے بیٹے کے لیے آگ دوزخ سے فدیہ بنا دے"

چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب رح تفسیر فتح العزیز ج ا ص۶۲ میں فرماتے ہیں:

در شرع چند چیز را برائے ادائے شکر چند یعنی "شرع شریف میں چند چیزیں ادائے شکر چند

نعمت مقرر فرمودہ اند شکر تولد ولد عقیقہ است وشکر ادائے حج قربانی عیدالاضحیٰ است۔

نعمتوں کے لیے مقرر فرمائیں ہیں فرزند کے تولد کا شکریہ عقیقہ ہے۔ اور ادائے حج کا شکریہ قربانی عیدالاضحیٰ ہے۔

دیکھئے اس قیاس فاسد مولوی نعیم الدین کو ائمہ فقہاء نے باطل فرما کر حل کر دیا چنانچہ در مختار ص۲۸۳ میں اہل لغیر اللہ سے پیوستہ مرقوم ہے۔

ولو ذبح للضیف لا یحرم لانہ سنۃ خلیل واکرام الضیف اکرام للہ تعالیٰ والفارق انہ ان قدمہا لیاکل منہا کان الذبح للہ والمنفعۃ للضیف او للولیمۃ او للربح وان لم یقدمہا لیاکل منہا بل یدفعہا لغیرہ کان لتعظیم غیر اللہ تعالیٰ فتحرم اھ

یعنی "اگر ذبح کیا مہمان کے لیے تو حرام نہ ہوگا کیونکہ وہ سنت خلیل علیہ السلام اور عزت مہمان اللہ تعالیٰ کی عزت کے لیے ہے۔ اور فرق دونوں میں یہ ہے کہ اگر پیش کیا کھانے کے لیے اس کو تو ہوگا وہ ذبح اللہ کے لیے اور فائدہ کھانے کا مہمان کے لیے یا ولیمہ یا نفع تجارت کے لیے اور اگر نہیں پیش کیا کھانے کے لیے اس کو بلکہ اس کو غیر کی تعظیم کے لیے کیا تو حرام ہوگا واسطے تعظیم غیر اللہ تعالیٰ کے سبب سے"

اسی لیے فرمایا حق تعالیٰ نے قرآن پاک سورہ ذاریات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کے متعلق

فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ۝

یعنی "پھر دوڑا اپنے گھر کو تو لایا ایک بچھڑا گھی میں تلا ہوا پھر ان کے پاس رکھا کہا کیا تم کھاتے نہیں"

اور صحیح بخاری پارہ ۲۵ ص۵۹ میں روایت ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان یومن باللہ والیوم الاٰخر فلیکرم ضیفہ ۝

یعنی "تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان لایا ہے پس وہ عزت واکرام کرے مہمان کا"

پس یہ نسبت شرعی جواز ذبح اللہ تعالیٰ کے لیے ہے نہ کسی دوسرے کے تقرب کے لیے جس طرح نذر و نیاز منت غیر اللہ قبور اولیاء وغیرہم کے لیے اپنے نفع و ضرر کی توقع پر جاہل مانتے اور جانور چڑھاتے ہیں کہ یہ حرام اور شرک میں داخل ہے۔ اسلام نے ایسی غیر اللہ کی نسبتوں کو قطع فرما دیا حتٰی کہ طلوع و غروب کے وقت سجدہ کرنے سے اور قبر کی طرف نماز پڑھنے سے منع فرمایا زمانہ جاہلیت کے نشانات و ذبائح جن اور قبور وغیرہم پر ذبح کرنا ممنوع قرار دیا گیا۔ چنانچہ ابو داؤد جلد ۲ ص۳۵ وغیرہم احادیث صحاح میں روایت ہے۔

لا فرع ولا عتیرۃ ولا عقر۔ یعنی" نہ فرع ہے نہ عتیرہ نہ عقر"

جب اول بچہ جانور کا جو پیدا ہوتا اس کو بتوں کی طرف سے ذبح کرتے اس کو "فرع" کہتے رجب کے اول دن جو بتوں کی طرف سے ذبح کرتے اس کو "عتیرہ" اور "رجبیہ" کہتے۔ ابتداء اسلام میں بھی مسلمان اللہ کے لیے یہی کرتے جس کی ممانعت فرمائی گئی۔ چنانچہ فتاویٰ ابراہیم شاہی فقہ حنفیہ میں مرقوم ہے۔

لا یجوز ذبح البقر والغنم عند القبور لقوله علیہ السلام لا عقر فی الاسلام ای عند القبور ھٰکذا فی سنن ابی داؤد وکذا لا یجوز الذبح عند البناء الجدید وعند شراء الدار کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن ذبائح الجن بناء علیٰ انھم یکرمون مخافۃ انھم لو لم یذبحوا یؤذیھم الجن فابطل النبی علیہ السلام ونھی عنہ اھ

یعنی" جائز نہیں ہے ذبح کرنا گائے اور بکری کا قبر کے پاس حسب فرمانے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ نہیں ہے اسلام میں عقر یعنی قبر کے نزدیک ذبح کرنا جس طرح سنن ابو داؤد میں ہے۔ اور اسی طرح نہیں جائز ہے جدید مکان کے بننے پر اور مکان کے خرید لے پر کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے ذبائح جن سے کہ یہ لوگ تعظیم کرتے ہیں اس خوف سے کہ اگر ہم ذبح نہ کریں گے تو جن ایذا پہنچا دیں گے۔ پس باطل فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اور ممانعت فرمادی"

اسی طرح دیگر کتبِ فقہ میں وارد ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات جلد ثالث ص۴۱ میں فرماتے ہیں۔

وحیوانات را نذر مشائخ میکنند و بر سر قبرہا ئے ایشاں رفتہ آں حیوانات را ذبح مینمایند در روایات فقہ این عمل را داخل شرک ساختہ ودریں باب مبالغہ نمودہ ایں ذبح را از جنسِ ذبائح جن انگاشتہ کہ ممنوع شرع ست وداخلِ دائرۂ شرک اھ

یعنی" حیوانات کو نذر مشائخ کی کرتے ہیں اور قبروں پیران کی جاکر ان حیوانات کو ذبح کرتے ہیں روایات فقہ نے اس عمل کو شرک میں داخل کیا ہے اور اس باب میں مبالغہ کرکے اس ذبح کو جنس ذبائح جن سے جانا ہے کہ ممنوع شرع اور داخل دائرہ شرک ہے"

ناظرین اہلِ انصاف اصحاب فہم نے تقویۃ الایمان کی تائید اور صداقت میں آیات کلام ربانی، اور فوائد شاہ عبدالقادر صاحب اور دیگر تفاسیر معتبرہ رحمانی۔ روح البیان، جامع البیان۔ تفسیر کبیر۔ الفوز الکبیر، نیشا پوری مظہری بخصوصاً فتح العزیز کا دل نشین واضح بیان۔ اور صحاح احادیث و فقہ اکبر۔ مدارج النبوۃ حجۃ اللہ البالغہ وغیرہم۔ در مختار۔ کبیری۔ فتاویٰ عالمگیری۔ فتاویٰ ابراہیم شاہی۔ مکتوبات امام ربانی سے سجدہ و ذبح جانور

وغیرہم عبادات کا محض حق تعالیٰ کے لیے خاص ہونا اور لغیر اللہ کے لیے حرام و مردار اور شرک وکفر اور اس کے کرنے والے کے مرتد خارج از اسلام ہونے میں ملاحظہ فرمالیں جو یہ سب کتب شرعیہ مسلمہ مؤلفہ ہیں کیا اب تقویۃ الایمان کی ضد میں ان کے نزدیک غلط اور باطل ٹھہریں گی؟ کیا گور پرستوں کی حمایت میں عار کو نار پر معاذ اللہ مقدم ٹھہرایا جائے گا؟

قولہ صلا-۱۱۵ اس کی منت ماننی یہ مولوی اسمٰعیل صاحب نے شرک کی تیسری مثال لکھی ہے اس سے اگر یہ مراد ہو کہ نذر سے غیر اللہ کی طرف تقرب ہو۔ تو ایسا دنیا میں کوئی مسلمان نہیں سمجھتا بلکہ کسی مومن کے دل میں اس کا خطرہ بھی نہیں ہوتا یہ مسلمانوں پر افترا ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ شئے منذور کا ثواب کسی بزرگ کی روح کو پہنچانا شرک ہے تو غلط بتا دُ اس کو کب اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کیا۔ اور کہاں نشان بندگی ٹھہرایا بمشکل کے وقت پکارنا تقویۃ الایمان میں شرک کی چوتھی مثال یہ لکھی ہے ہم مسئلہ کو بوضاحت تمام اپنی اسی کتاب کے صلا ۲۷-۵۷ تک لکھ آئے ہیں وہاں ملاحظہ کیجئے۔ مگر مشکل کے وقت پکارنے کو شرک بتانے سے سخت مشکل پیش آئے گی کسی نے پکڑ کر پیٹنا شروع کیا آپ پولیس کو یا اور کسی اپنے رفیق و معاون کو پکارا۔ تو شرک ہو جائے چپ چاپ پٹتے رہتے۔ کیسے جاہلانہ خیال ہیں، رات دن اپنے حاجات وضروریات کے لیے آدمی اپنے متعلقین و خدام کو پکارتا ہے تو اسمٰعیلی دین میں ساری دنیا ہی مشرک ہوئی۔ ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا۔ اور قدرت تصرف ثابت کرنی مولوی اسمٰعیل صاحب نے شرک کی پانچویں اور چھٹی مثالیں یہ دی ہیں۔ نہ اس پر قرآن و حدیث سے کوئی دلیل ہے نہ خود ان کی اپنی بیان کی ہوئی تعریف شرک اس پر صادق آتی ہے کیونکہ کسی نبی و ولی یا فرشتہ کو کوئی مسلمان ہر جگہ ناظر و متصرف بالذات نہیں جانتا۔ لیکن مولوی اسمٰعیل صاحب باوجود اس کے بھی مسلمانوں کو مشرک ٹھہرا رہے ہیں۔ بلکہ صاف تصریح کرتے ہیں۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ تقویۃ الایمان صلا اس عبارت میں علم و قدرت عطائی کے اثبات کو بے دریغ شرک بتایا ہے۔ تو ان کے نزدیک غیر کی تعلیم سے عالم ہونا اور غیر کے قدرت دینے سے متصرف ہونا ایسی چیزیں ہیں جو اللہ نے اپنے لیے خاص کی ہیں۔ معاذ اللہ ان کا مفروض اللہ علم ذاتی نہیں رکھتا۔ ان بے دینوں کی سڑی ہوئی توحید یہ لوگ اللہ کے بھی قائل نہیں۔ تف اس بے دینی پر۔ حکومت و سلطنت کے تصرفات ماننا ہے کفار و فساق کے تصرفات کا قائل ہے شیطان تک کے تصرفات کا معتقد ہے قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں بے شمار مخلوق کے تصرفات کا بیان ہے شریعت طاہرہ نے جزاء کا مدار ہی تصرف پر رکھا ہے اب رہی یہ بات کہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا یہ شرع میں کسی کے لیے ثابت ہے یا نہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ

ارشاد فرماتا ہے وکذالک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین (الانعام) ایسے ہی دکھائے ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تمام آسمانوں اور زمینوں کے ملک تاکہ وہ عین الیقین والوں میں سے ہو جائیں۔ تمام آسمانوں اور زمینوں کے ملک۔ اُن کے روبرو حاضر ہیں اور وہ ہر جگہ کا معائنہ فرما رہے ہیں اسی کو تقویۃ الایمان والے نے شرک بتایا تھا۔ حدیث فعلمت ما فی السموات والارض کی شرح میں حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات صـ۲۶۲ میں فرماتے ہیں "پس دانستم ہرچہ در آسمانہا و ہرچہ در زمین بود عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی وکلی وا حاطۂ آن۔ یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہو گیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے اس سے یہ مراد ہے کہ تمام جزوی وکلی علوم حضور کو حاصل ہو گئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب کا احاطہ فرما لیا" اب پوچھو اسمٰعیل سے سارا جہان محبوب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر ہے ذرہ ذرہ علم مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہے۔ تقویۃ الایمانی شرک کا منہ کالا ہو۔ اسی اشعۃ اللمعات صـ۳۱۴ میں خطاب السلام علیک ایہا النبی کہہ کر سلام عرض کرنا اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمد یہ موجودات کے ذرہ ذرہ اور ممکنات کے ہر ہر فرد میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ اب ایک عبارت زمانہ موجودہ کے وہابیہ کی مایہ ناز کتاب المہند کی بھی پیش کر دی جائے تاکہ دیوبندی صاحبوں کو معلوم ہو جائے کہ تقویۃ الایمان کے حکم سے وہ کیسے پکے مشرک ہیں شیخ احمد مالکی۔ اپنی تقریظ میں صـ۶۲ میں فرماتے ہیں۔ پس کبھی خواص میں سے کسی بزرگ کے لیے کسی خاص وقت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پُر فتوح کے تشریف لاتے میں تو کچھ استبعاد نہیں کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے اور اتنی بات کا عقیدہ رکھنے والا بر سر غلطی بھی نہ سمجھا جائے گا۔ کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں باذن اللہ تعالیٰ کون (جہان) میں جو چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں۔ اب دیوبندی بتائیں کہ وہ تقویۃ الایمان کو مان کر اپنا مشرک ہونا قبول کریں گے یا تقویۃ الایمان کو باطل وضلالت بتائیں گے اھ ملخصاً بلفظہ

غیر اللہ کی نذر

اقول تیسری مثال میں مراد نذر اولیاء سے تقرب غیر اللہ ہونا مثل آفتاب کے روشن ہے کیونکہ تقویۃ الایمان میں خالص توحید باری تعالیٰ اور انواع شرک کا بیان ہے۔ اگر مؤلف کے زعم باطل میں بحمایت طمع گور پرستان دنیا میں کوئی مسلمان ایسا نہیں سمجھتا اور کسی کے دل میں اس کا خطرہ بھی نہیں ہوتا اور یہ مسلمانوں پر افترا ہوتا۔ تو ہرگز اکابر ائمہ دین اور فقہاء متقین اور اولیاء کاملین اور علماء راسخین رحمہم اللہ اجمعین اس نذر کو جاہل مسلمانوں کی طرف کفر و شرک کی نسبت نہ کرتے چنانچہ مؤلف کی مستند کتاب در مختار صـ۵۳ میں مرقوم ہے۔

واعلموا ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام مالم یقصد واصرفھا للفقراء الانام وقد ابتلی الناس بذلک ولا سیما فی ھذہ الاعصار وقد بسطہ العلامۃ قاسم فی شرح الدرر البحار ولذا قال الامام محمد لوکان العوام عبیدی لاعتقتھم واسقطت ولائی وذلک لانھم لایھتدون فالکل بھم یتغیرون۔

یعنی "جان رو وہ نذر جو اموات کے لیے اکثر عوام لوگ کرتے ہیں درہم اور روشنی اور تیل وغیرہ اولیاء کرام کے مزار پران کے تقرب کے لیے لے جاتے ہیں پس بالاجماع باطل اور حرام ہے۔ جبتک اس کے صرف کا اللہ کے لیے فقیروں کو دینے کا ارادہ نہ کرے اور تحقیق مبتلا ہوگئے ہیں لوگ اس نذر ممنوع میں ہمارے زمانہ میں اور تحقیق مفصل بیان کیا ہے اس نذر عوام کو علامہ قاسم نے شرح درر البحار میں اور اسی وجہ سے فرمایا امام محمد نے کہ اگر عوام میرے غلام ہوتے تو میں ان کو آزاد کر دیتا تاکہ مال غلاموں کا بعد مرنے غلاموں کے مجھ کو از روئے ولی کے نہ پہنچتا۔

علامہ شامی رد المحتار مصری ج ۲ ص ۱۳۹ اور مجتبائی دہلی ج ۲ ص ۱۳۴ میں جو مستند مولوی نعیم الدین ہیں فرماتے ہیں۔

لوجوہ منھا انہ نذر المخلوق والنذر للمخلوق لایجوز لانہ عبادۃ والعبادۃ لاتکون لمخلوق ومنھا ان المنذور لہ میت والمیت لایملک ومنھا انہ ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ تعالی واعتقادہ ذلک کفر ولا یخفی علی ذوی الافھام ان مراد الامام محمد بھذا الکلام انما ھو ذم العوام۔

یعنی "اس نذر کا باطل ہونا ان وجوہ سے ہے کہ یہ نذر مخلوق کی ہے اور نذر مخلوق کے لیے جائز نہیں کیونکہ یہ عبادت ہے اور عبادت مخلوق کے لیے نہیں ہوتی اور جس کے لیے یہ نذر کی گئی ہے وہ میت ہے اور میت کسی چیز کی مالک نہیں ہے اور نذر کرنے والے کا گمان ہے کہ میت کو سوائے اللہ کے کاموں میں تصرف کا اختیار ہے اور یہ اعتقاد اس کا کفر ہے اور اہل فہم پر یہ امر مخفی نہیں ہے کہ مراد اس قول امام محمد سے یہ ہے کہ وہ عوام کی مذمت کرتے ہیں۔

پس اسی نذر کو تقویۃ الایمان میں اللہ تعالی کے لیے خاص کیا ہے اور نشان بندگی ٹھیرایا گیا ہے جس طرح تمام ائمہ دین نے بھی اس کو کفر و شرک بتایا ہے باقی ایصال ثواب لوجہ اللہ تعالی کو اس نذر بغیر اللہ سے کچھ واسطہ نہیں ہے چنانچہ ان سب امور کی تفصیل اسی کتاب میں دندان شکن بجواب مؤلف گزر چکی۔

مشکل کے وقت غیر اللہ کو پکارنا

علی ہٰذا تقویۃ الایمان کی چوتھی مثال مشکل کے وقت حاضر و ناظر جان

کر پکارنے کے شرک ہونے کے مسئلہ کو ہم بوضاحت تمام مدلل قرآن و حدیث اور فقہ اپنی اسی کتاب میں لکھ چکے ہیں جس سے مؤلف بفضلہ تعالیٰ مسکت ہو کر صمٌّ بکمٌ کا مصداق ہو جائیں گے۔ پس ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ ناظرین اہلِ انصاف ملاحظہ فرمالیں۔ مگر اس مقام پر مولوی صاحب جامہ سے باہر ہوئے نہیں سماتے ہر مشکل کے وقت پیروں ولیوں کو غائبانہ حاضر و ناظر متصرف جان کر پکارنے کو پولیس رفقاء خدام وغیرہم نظامِ عالم دنیا کی مانند ٹھہرا کر شرک کا جواز نکالتے ہیں جس بے عقلی پر مشرکین صنم پرست بھی ہنستے ہیں کہ دعویٰ مسلمانی اور وثن پرستی اگر غائبانہ پولیس و رفقاء اور خادم وغیرہم کو بھی حاضر و ناظر جان کر پکارا جاوے گا تو کیا شرک نہ ہوگا۔ بیشک ہوگا۔ کہ صفتِ خاصہ باری تعالیٰ دوسروں میں ثابت کی گئی۔ معاذ اللہ مؤلفہ کے کیسے عجیب خیالات ہیں نسب پر ہجنیں دیگرے نیست کا دعویٰ۔

غیب دانی اور حاضر ناظر وغیرہ کی بحث

علیٰ ہذا تقویۃ الایمان کی پانچویں چھٹی مثالیں ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھ کر پیروں ولیوں وغیرہم کے عموم علم و قدرت تصرف ثابت کرنے کا شرک ہونا مؤلف کے صـ۹۲ تا ۹۷ کے بجواب تصرف بغیر اللہ بقرآن و حدیث اور ائمہ فقہاء و مسلمہ علماء سے ہوچکا ہے۔ جبکہ خود مولوی نعیم الدین کسی کو حاضر و ناظر و متصرف بالذات نہیں کہتے تو بعد گزرنے اس عالم نظام دنیا کے کون سی دلیل علم و قدرت عطائی کے رکھتے ہیں اگر رکھتے ہوں تو اپنے صدق کو نصوصِ قرآن و حدیث قطعی الدلالت قطعی الثبوت سے پیش کریں کیونکہ عقائد میں یہی معتبر ہوتا ہے نہ قصص اور حکایات محتملات اگر نہیں ثابت کرسکتے اور ہرگز نہیں ثابت کرسکتے کیونکہ حق تعالیٰ ہی کے لیے تمام کائناتِ عالم کا علم قدرت و تصرف حاضر و ناظر ہونا مختص ہے تو حیف ان بدمذہبوں کی گندی مسلمانی پر جو شرکیات کو بحیلہ علم و تصرف عطائی کے آڑ بنا کر خلق اللہ کو گمراہ کرنے اور گمراہ ہوتے ہیں تف اس بدمذہبی پر جو حکومت سلطنت وغیرہم کے تصرفاتِ عالم نظام دنیا پر کہ شریعت مطہرہ نے جزا و سزا کا مدار ہی حق تعالیٰ کے قدرت عطا فرمانے پر بندوں سے رکھا ہے اس پر قیاس باطل کرکے پیروں ولیوں کے تصرفات کو بلا دلیل محض جانتے ہیں اور دلیل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ملکوت السمٰوات والارض کا عالم دنیا میں معائنہ کرانے کو ٹھہرایا جا کر کہا جاتا ہے کہ تمام آسمانوں اور زمینوں کے ملک ان کے روبرو حاضر ہیں اور ہر جگہ کا معائنہ فرما رہے ہیں۔ معاذ اللہ محض فریب اور تحریف کلام ربانی ہے۔ کیونکہ معائنہ کرا دینے سے علمِ تفصیلی و دوامی تمام عالم کا ہمیشہ کے لیے لازم نہیں ہے چنانچہ خود مولوی نعیم الدین نے الکلمۃ العلیا صـ۱ میں شاہ عبدالحق صاحب سے نقل کرکے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے "تمام آسمانوں اور زمینوں کا ملک عظیم دکھایا تاکہ وہ وجود ذات و صفات و توحید کے ساتھ یقین کرنے والوں میں سے ہوں۔ اور خلیل کو

وجوبِ ذاتی اور وحدتِ حق کا ملکوت آسمان وزمین دیکھنے کے بعد حاصل ہُوا" پس جس غرض سے دکھایا گیا وہ غرض اسی آیت کے ملحق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ آزر کو شرک سے باز رکھ کر توحید کی طرف بلانے کے لیے مفصل مرقوم ہے اسی لیے دلائل ربوبیت ملکوت السموٰات والارض دیکھ کر ان کو معرفتِ حقائق و توحید حاصل ہوئی تب بت پرستی سے ان کو بدلائل عقلیہ الزام دے کر ان سے مناظرہ کیا چنانچہ سیاق وسباق آیت سے صراحتہً یہ امر واضح ہے اور اسی کی تشریح جملہ مفسرین نے فرمائی ہے۔ چنانچہ سورہ مریم میں ارشاد ہے۔

يٰٓاَبَتِ اِنِّىْ قَدْ جَآءَنِىْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِىْٓ۔	یعنی "اے باپ میرے مجھ کو آئی خبر ایک چیز کی جو تجھ کو نہیں آئی سو میری راہ چل"

اگر مولوی نعیم الدین کے زعم باطل پر وہ ہر جگہ معائنہ فرما رہے ہیں۔ تو یہ ایک چیز کی خبر آنے کے کیا معنی۔ پھر جب آپ کے روبرو سب کچھ حاضر ہے اور جانتے تھے کہ میرا باپ ایمان نہ لاوے گا تو اس کے لیے مغفرت مانگنے کے کیا معنی چنانچہ اسی آیت کے قریب ارشاد ہے۔

سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّىْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِىْ حَفِيًّا الآیۃ۔	یعنی "میں مغفرت طلب کروں گا تیرے لیے اپنے رب سے بیشک وہ مجھ پر مہربان ہے"

اور سورہ شعراء میں فرمایا۔

وَاغْفِرْ لِاَبِىْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّاۗلِّيْنَ الآیۃ۔	یعنی اور مغفرت فرمادے میرے باپ کی وہ تھا گمراہوں میں"

اور سورہ توبہ میں ارشاد ہوا۔

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ۔	یعنی "اور بخشش مانگنا ابراہیم کا باپ کے لیے سو نہ تھا مگر وعدہ کے سبب کہ وعدہ کر چکا تھا اس سے پھر جب اس پر کھلا کہ وہ دشمن ہے اللہ کا اس سے بیزار ہوا ابراہیم بڑا نرم دل تھا تحمل والا"

فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۱۹ صفحہ ۲۸۵ میں مرقوم ہے۔

ان اهل التفسير اختلفوا فى وقته قيل كان ذلك فى الحيٰوة الدنيا لما	یعنی "اہل تفسیر نے اختلاف کیا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے استغفار کے بارہ میں کہا گیا تھا

مات اذر مشرکا عن ابن عباس واسنادہ صحیح۔ وفی روایۃ فلما مات لم یستغفر لہ۔ قال استغفر لہ ما کان حیا فلما مات امسک وقیل ان تبرءہ منہ یوم القیامۃ۔

استغفار کرنا حیات دنیا میں جب آزر شرک کی حالت میں مر چکے۔ حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت باسناد صحیح ثابت ہے۔ اور ایک روایت میں کہ جب وہ مر گئے۔ تو استغفار نہیں کیا۔ کہا استغفار تھا ان کے لیے زندگی میں جب وہ مر گئے تو آپ خاموش ہو گئے۔ اور کہا بیزار ہوں گے آپ ان سے قیامت کے دن"

٭

اور سورہ ہود (اور ایسے ہی ذاریات) میں ارشاد فرمایا۔

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِىْ قَوْمِ لُوْطٍ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ۔

یعنی "اور تحقیق آ چکے ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس خوش خبری لے کر بولے سلام، وہ بولا سلام ہے پھر دیر نہ کی کہ لے آیا ایک بچھڑا تلا ہوا پھر جب دیکھا ان کے ہاتھ نہیں آتے کھانے پر اوپری سمجھا اور دل میں ان سے ڈرا بولے مت ڈر ہم بھیجے آئے ہیں طرف قوم لوط کے اور اس کی بیوی کھڑی تھی تب وہ ہنس پڑی ہم نے خوشخبری دی اس کو اسحاق کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی بولی اے خرابی کیا میں جنوں گی! اور میں بوڑھیا ہوں اور یہ خاوند میرا ہے بوڑھا یہ تو ایک عجیب چیز ہے وہ بولے کیا تعجب کرتی ہے اللہ کے حکم سے اللہ کی مہر ہے اور برکتیں تم پر اے گھر والو وہی تعریف کیا گیا بڑا سلوک والا ہے پھر جب گیا ابراہیم سے ڈر اور آئی اس کو خوشخبری جھگڑنے لگا ہم سے قوم لوط کے حق میں البتہ ابراہیم تحمل والا نرم دل ہے رجوع رہنے والا اے ابراہیم چھوڑ یہ خیال وہ تو آ چکا حکم تیرے رب کا اور ان پر آتا ہے عذاب جو پھیرا نہیں جاتا۔"

علیٰ ہذا حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو معائنہ کراتے ہے بعد آپ کی زندگی کے سیکڑوں واقعات عدم علم اشیاءِ عالم کے ہیں چنانچہ تفسیر فتح العزیز ص۵۰۵ میں مرقوم ہے۔

اول کسے کہ موئے وسفید شد حضرت ابراہیم است چوں سفیدی خود دیدند عرض کردند بار الہٰ ایں چیست حکم شد کہ وقار است"

یعنی" وہ شخص جس کے بال سفید ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جس وقت اپنے بالوں میں سفیدی دیکھی عرض کیا بار الہٰ یہ کیا ہے حکم ہوا کہ وقار ہے۔"

ایضاً ص۵۰۶ میں مرقوم ہے۔

وبیہقی در شعب الایمان روایت کردہ است وچوں حضرت ابراہیم میخواستند کہ طعام چاشت بخورند از چہار طرف وطن خود تا مسافت یک یک کروہ تلاش مہمان میفرمودند وتا وقتیکہ مہمان نمیرسید طعام چاشت نمی خوردند زیراکہ وقتِ چاشت وقتِ آمدن مہمان نیست"

یعنی" اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کھانا تناول فرمانا چاہتے. چاروں طرف اپنے وطن سے ایک ایک کوس تک مہمان کی تلاش فرماتے جب تک مہمان نہ آتا ناشتہ کا کھانا نہیں کھاتے کیونکہ وقت چاشت کے مہمان کے آنے کا وقت نہیں ہے۔"

ایضاً ص۵۰۹ میں مرقوم ہے۔

در مصنف ابن ابی شیبہ بطریق صحیح مروی است کہ سالے از سالہا در بلادِ حضرت ابراہیمؑ قحط روداد حضرت ابراہیمؑ برائے طلب غلہ بشہرے دیگر رفتند وہر چند تلاش کردند نیافتند بازنا گشتند الخ

یعنی" ایک سال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وطن میں غلہ کی قحط سالی ہوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام غلہ کے لیے دوسرے شہر میں تشریف لے گئے ہر چند تلاش کیا نہ ملا مایوس ہو کر واپس تشریف لائے"

علیٰ ہذا حضرت سارہ کی نسبت بادشاہ ظالم کا واقعہ اور اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خائف ہونا پھر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پیدائش پر حضرت سارہ کا رشک کرنا اور کہہ دینا کہ ہاجرہ اور بیٹے کو میرے گھر سے لے جاؤ ہر چند کہ سمجھاتے پر بھی منظور نہ کیا بالآخر حق تعالیٰ کی جانب سے وحی آنا کہ سارہ کے کہنے پر عمل کرو آپ منزل در منزل سفر طے فرما کے خانہ کعبہ پہنچے وہاں دونوں کو چھوڑ کر چلے آئے عرصہ دراز کے بعد جو آپ باجازت حضرت سارہ خانہ کعبہ پہنچے دریافت فرماتے پر مکان ملا۔ تو حضرت ہاجرہ وفات پا چکیں تھیں۔ وغیرہ ذٰلک کذا فی فتح العزیز۔

جن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عدم علم اشیاءِ عالم سے أظہر من الشّمس ہے پھر وہ کون سی الیسی

دلیل ہے جس سے آپ حاضر وناظر اور تمام کارخانہ عالم کو معائنہ فرماتے تھے یا فرما رہے ہیں۔

علیٰ ہذا حدیث فعلمت ما فی السموٰات والارض۔ کا صرف اتنا فقرہ مختصر نقل کر کے مؤلف نے عام لوگوں کو فریب میں مبتلا کیا۔ جس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ واقعہ خواب کا ہے۔ جس کے الفاظ مشکوٰۃ شریف جلد ا صفحہ ۶۹ میں یہ ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	کہ "فرمایا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے میں نے اپنے رب عزوجل
رأیت ربی فی احسن صورۃ قال	کو اچھی صورت میں دیکھا اور فرمایا رب نے کہ ملائکہ کس
فلم یختصم الملأ الاعلیٰ قلت انت	بات میں جھگڑا کرتے ہیں میں نے عرض کیا کہ تو ہی خوب
اعلم قال فوضع کفہ بین کتفی	جانتا ہے فرمایا سرور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پھر
فوجدت بردھا بین ثدی	میرے رب عزوجل نے اپنی رحمت[1] کا ہاتھ میرے دونوں
فعلمت ما فی السمٰوات	شانوں کے درمیان رکھا میں نے اس کے وصول فیض
الارض۔	کی سردی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی پس
(رواہ الدارمی مرسلا)	جان لیا میں نے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔

اس پوری حدیث کو مولوی نعیم الدین نے الکلمۃ العلیا صفحہ ۲۷ میں نقل کر کے اس کا ترجمہ مندرجہ بالا خود کیا ہے اور یہاں بھی مولوی نعیم الدین خواب کا ذکر نہیں کرتے تاکہ فریب کی قلعی نہ کھل جائے۔ حالانکہ مظاہر الحق شرح مشکوٰۃ جس کو مولوی نعیم الدین نے مستند جان کر اپنی کتابوں میں اس کے حوالے نقل کئے ہیں اس حدیث کے ترجمہ کے الفاظ ج ا صفحہ ۳۹۹ میں یہ ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا میں نے پروردگار اپنے کو الخ

چنانچہ اس حدیث کے دوسرے طرق سے اس روایت کی کامل توضیح ہوتی ہے۔ مشکوٰۃ شریف کے صفحہ ۷۲ پر مرقوم ہے۔

انی قمت من اللیل فتوضأت	یعنی "فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں اٹھا
وصلیت ما قدر لی فنعست	رات کو پس وضو کیا میں نے اور نماز پڑھی میں نے جو کچھ
فی صلاتی حتی استثقلت فاذا انا	مقدر تھی واسطے میرے پس اونگھا میں اپنی نماز میں یہاں
بربی تبارک وتعالیٰ فی احسن صورۃ	تک کہ نیند غالب ہوئی پس ناگہاں دیکھا میں نے پروردگار
فقال یا محمد قلت لبیک رب قال	اپنے تبارک و تعالیٰ کو اچھی صورت میں۔ پس کہا اے محمد میں نے
فیم یختصم الملأ الاعلیٰ قلت	کہا حاضر ہوں اے رب فرمایا کس چیز میں گفتگو کرتے ہیں

[1] صحیح ترجمہ "اپنا ہاتھ" ہے (ع۔ ح)

لا ادری قالھا ثلاثا قال فرأیته
وضع کفه بین کتفی حتی وجدت
بردانا مله بین ثدی فتجلی لی
کل شیٔ وعرفت فقال یا محمد قلت
لبیك رب قال فیم یختصم
الملأ الاعلیٰ قلت فی الکفارات
قال قال وما هن قلت مشی
الاقدام الی الجماعات والجلوس
فی المساجد بعد الصلوات و
اسباغ الوضوء حین الکریهات
قال ثم فیم قلت فی الدرجات
قال وما هن قلت اطعام الطعام
ولین الکلام والصلوٰة والناس نیام۔

فرشتے مقربین۔ میں نے کہا میں نہیں جانتا فرمایا اللہ تعالیٰ نے
یہ کلمہ تین بار کہا پس دیکھا میں نے اس کو کہ رکھا ہاتھ اپنا
درمیان مونڈھوں میرے کے یہاں تک کہ پائی میں نے
سردی انگلیوں کی درمیان چھاتی اپنی کے پس ظاہر
ہوئی میرے لیے ہر چیز اور پہچان لیا میں نے سب کو
پس فرمایا یا محمد میں نے کہا حاضر ہوں میں اے رب!
فرمایا کس چیز میں جھگڑتے ہیں فرشتے مقربین میں نے کہا
کفارات میں فرمایا کیا ہیں وہ میں نے کہا چلنا قدموں کے
ساتھ جماعت کے لیے اور بیٹھنا مسجدوں میں نمازوں
کے بعد اور پورا کرنا وضو کا وقت کراہت کے فرمایا پھر کس
چیز میں گفتگو کرتے ہیں میں نے کہا درجات میں فرمایا کیا ہیں
وہ میں نے کہا کھلانا کھانے کا اور نرمی کرنی بات میں اور نماز
پڑھنی رات میں ایسی حالت میں کہ لوگ سوتے ہوں"

اس حدیث کو بھی مؤلف نے الکلمۃ العلیا ص۱۱ میں اپنی جہالت کی سے واقعہ خواب چھوڑ کر نقل کیا ہے حالانکہ عالم دنیا میں ان آنکھوں سے بیداری میں حق تعالیٰ کو کوئی دیکھ نہیں سکتا۔ چنانچہ مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ تکمیل الایمان ص۵ میں فرماتے ہیں۔

در جواز رویت وے سبحانہ تعالیٰ در دنیا بہ بصر
در بیداری دو قول است و استاد ابوالقاسم
قشیری صاحب رسالہ فرمودہ است کہ قول صحیح
عدم جواز است ایں سخن در جواز امکان اوست و
لیکن علم وقوع وتحقیق آن مر غیر آنحضرت را در
شب معراج متفق علیہ است اھ

یعنی "جواز رویت حق تعالیٰ دنیا میں آنکھوں سے بیداری
میں دو قول ہیں اور استاد ابوالقاسم رحمہ اللہ نے فرمایا
ہے کہ قول صحیح اس میں عدم جواز ہے۔ یہ بات جوازِ
امکان میں ہے لیکن علمِ وقوع اور اس کی تحقیق سوائے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شبِ معراج میں متفق
علیہ ہے"

علیٰ ہذا فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۲۰ ص۳۴۷ میں مرقوم ہے۔

واما فی الدنیا فقال مالك انما
لم یر سبحانه فی الدنیا لانه باق

یعنی "لیکن دنیا میں پس فرمایا امام مالکؒ نے نہیں
دیکھ سکتا حق تعالیٰ کو دنیا میں کیونکہ وہ ذات باقی

والباقی لا یری بالفانی فان جازت الرؤیۃ فی الدنیا عقلاً فـقـد امتنعت سمعاً۔	ہے اور باقی نہیں دکھائی دے سکتا فانی کو پس اگر جائز ہو دیکھنا دنیا میں عقلاً تو ممنوع ہے دیکھنا شرعاً"

پس ناظرین کرام نے مؤلف کی سخن سازی، ملاحظہ فرمائی کہ وہ قرآن وحدیث کے الٹ پلٹ کرنے میں کس قدر ہوشیار ہیں۔

پھر یہ کہنا مؤلف کا کہ سارا جہان محبوب رب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نظر ہے ذرہ ذرہ آپ کے علم میں حاضر ہے۔ پھر اس پر لمعات کی عبارت فریب دہی سے پیش کرنا جس کی حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے فرشتوں کے جھگڑنے کا واقعہ آپ پر منکشف فرمایا وہ کل امور جن میں فرشتے گفتگو کرتے تھے منکشف ہوگئے۔ نہ کہ سارا جہان پیش نظر ہونا اور ذرہ ذرہ کا علم تفصیلی دوامی ہمیشہ کے لیے لازم ہونا بلکہ اس وقت جو کچھ آسمان وزمین میں تھا اجمالاً دیکھا چنانچہ شیخ رح کی عبارت میں لفظ تو دو اس پر دلالت کرتا ہے۔ کہ اسی وقت کا واقعہ ہے اور خود مؤلف نے الکلمۃ العلیا صـ۹ میں اسی حدیث فعلمت کی شرح مرقاۃ سے نقل کر کے یہ ترجمہ کیا۔ یعنی" جو کچھ کہ اللہ سبحانہ نے تعلیم فرمایا ان چیزوں میں سے جو آسمان وزمین میں ملائکہ اور اشجار وغیرہما میں سے" پس یہ آسمان وزمین میں سے بعض اور جزوی چیزیں ہوئیں نہ کہ ذرہ ذرہ کا علم دوامی۔ پھر شیخ عبدالحق رح مدارج النبوۃ ج ۱ صـ۱۴۲ میں تصریحات فرماتے ہیں۔

بروئے علوم واسرار ما کان وما یکون بضرورت حاصل شود و اعلم بر تبوت او بے شوب وشکوک وظنون قولہ تعالیٰ وعلمک مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا	یعنی" نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علوم واسرار جو کچھ تھے اور جو کچھ ہوں گے بضرورت حاصل ہوئے اور ان کو علم ان کی نبوت کا بلا ریب وشک دیا گیا حسب ارشاد الٰہی اور علم دیا تمہیں جو تم نہ جانتے تھے اور ہے فضل اللہ کا تم پر بڑا"

اور نیز مدارج النبوۃ ج ۱ صـ۹ میں مرقوم ہے۔

حدیثے واقعہ شدہ است کہ یکباری ناقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گم شد بعضے منافقان گفتند کہ محمد خبر از آسمان میدہد و درنمی یابد کہ ناقہ او کجاست چوں ایں سخن منافقان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسید گفت من نمیدانم و درد	یعنی" حدیث میں واقع ہوا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہوگئی بعضے منافقوں نے کہا کہ محمد خبر آسمان کی دیتے ہیں اور یہ نہیں معلوم کہ اونٹنی ان کی کہاں ہے یہ بات منافقوں کی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو فرمایا میں نہیں

نمیدانم مگر آنچہ بداناند و در یا تا ندمرا پروردگار من
ومتصل ہمیں گفت کہ تحقیق راہ نمود مرا پروردگار
وتعالی برآں ناقہ کہ وے در موضع است چنین
وچنین بند شدہ است مہار وی در درختے پس
رفتند تا آنکہ خبر دادہ بود پس آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نمی یا بد مگر آنچہ دریا تا ندوے را
پروردگار تبارک وتعالیٰ۔

جانتا ہوں اور نہ مجھے معلوم ہے۔ مگر جو کچھ بتادے اور
معلوم کرادے مجھ کو پروردگار میرا اور اسی کے قریب فرمایا
کہ تحقیق بتادیا مجھ کو پروردگار تعالیٰ نے اس اونٹنی کو کہ وہ
فلاں جگہ ہے اس اس طرح سے بندھی ہوئی ہے اس کی
مہار ایک درخت میں پس اسی مقام پر گئے جس طرح خبر
دی گئی تھی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں معلوم کرسکتے
مگر جو کچھ معلوم کرادے ان کو پروردگار تبارک وتعالیٰ"

اس روایت گمشدہ اونٹنی کو فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۳۰ صا۱۲ میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ایضاً مدارج النبوۃ ج ۲ صا۱ میں مرقوم ہے۔

یک وقت آں بود کہ آنحضرت را صلی اللہ علیہ
وسلم بر عرش اعلائے برائے ارادت آیات کبری
بر ندو یک روز آں نیست کہ از خوف کفار بر طریقہ
حشرات زمین در غار مخلابیند۔ بیت

گہی بر طارم اعلیٰ نشینم
گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

یعنی" ایک وہ وقت تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
عرش اعلیٰ پر واسطے دکھلانے بڑی بڑی نشانیوں کے
لے گئے اور ایک روز یہ ہے کہ کفار کے خوف سے
بطریق حشرات الارض کے غار میں چھپے ہوئے ہیں بیت
کبھی بلند مقام پر بیٹھا ہوتا ہوں میں اور کبھی میں اپنے
پاؤں کی پشت کا حال بھی نہیں دیکھتا ہوں"

ایضاً مدارج النبوت ج ۲ صا۲۴۳ میں مرقوم ہے۔

بعضے ناداں گویند کہ چرا بر آں حضرت کار ایشاں
وکفر ایشاں مکشوف نشد و چرا گذاشتند ایشاں
را در میان مسلماناں و چرا امر کردند ایشاں را
بخروج ایشاں بسوئے اہل ایں سخن
جاہلاں ست چہ کشف شدن احوال بر
آں حضرت واطلاع برانجام کار بوحی واعلام
الٰہی میشد و ایں جا بجہت حکمتے کہ جز
علام الغیوب نداند۔

یعنی بعضے نادان لوگ کہتے ہیں کہ کیونکر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم پر ان لوگوں کا حال اور کفر ظاہر نہ ہوا اور کس
لیے ان کو مسلمانوں کے درمیان میں چھوڑ دیا گیا اور کس
واسطے حکم کیا چلے جانے کا اہل کی طرف یہ بات جاہلوں
کی ہے کیونکہ ظاہر ہونا احوال کا آنحضرت صلعم پر اور
اطلاع ہونا اس کے انجام کار پر حق تعالیٰ کی وحی اور اطلاع
سے ہوتی ہے اور اس جگہ ایسی حکمتیں ہیں کہ سوائے
علام الغیوب کے کوئی نہیں جانتا ہے"

علیٰ ہذا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے سینکڑوں واقعات عدم علم کے ہیں کہ بعد

اطلاع اور وحی کے حسب قدر معلوم کرایا گیا معلوم ہوا چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب قصہ حجۃ الوداع صفحہ ۲۲۶ میں روایت صحیح مسلم مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخر سفر حج میں مکہ مکرمہ پہنچ کر ارشاد فرمایا۔

لو استقبلت من امری ما استدبرت لما سقت الھدی۔ یعنی "اگر پہلے سے اس امر کی خبر ہوتی جو اب بعد میں ہوئی تو میں اپنے ساتھ قربانی نہ لاتا"

اس کی شرح میں مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ اشعۃ اللمعات ج ۲ صفحہ ۳۲۵ میں فرماتے ہیں،

اگر من پیش ازیں می دانستم برآمدن از احرام برشما شاق خواہد آمد من نیز سوق ہدی نمی کردم ومن نمیدانستم کہ حکم الٰہی چنیں خواہد بود۔ یعنی "اگر اس سے پہلے میں جانتا کہ تم پر احرام سے نکلنا دشوار ہوگا، تو میں بھی قربانی ساتھ نہ لاتا اور میں نہیں جانتا تھا۔ کہ حکم الٰہی تعالے شانہ ایسا ہو جاوے گا"

پس اس حدیث اور ارشادِ شیخ نے تمام مدعیان علم غیب پر پانی پھیر کر نسیاً منسیاً کر دیا۔ اور خود شیخ محقق نے خطاب التحیات کا جواب بتفصیل تمام دے دیا ہے۔ جو الطیب البیان صفحہ ۳۰ کے جواب میں نقل ہو چکا ہے۔ علیٰ ہذا کلام شیخ احمد مالکی کا "المھند" میں تو اس میں تو وہ امراً ممکناً۔ امکانی درجہ روح مبارک تشریف لانے کا باذن اللہ تعالیٰ غیر مستبعد ہونا لکھا ہے۔ پس محض امکان سے وقوع لازم نہیں آتا۔ مگر مؤلف کی ذہانت پر آفرین ہے کہ اسی کے ملحق مرقوم ہے کہ:

"مگر نہ بایں معنی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نفع اور نقصان کے مالک ہیں، کیونکہ نفع اور ضرر پہنچانے والا تو بجز اللہ کے کوئی نہیں۔ چنانچہ ارشادِ رب العالمین ہے کہ کہہ دو اے محمد میں مالک نہیں اپنے نفس کے لیے بھی نفع کا اور نہ نقصان کا۔ مگر جو کچھ اللہ چاہے"

پس جب مالکِ نفع و ضرر نہیں تو جو چاہیں تصرف کرنے کے کیا معنی اور اس میں علماء دیوبند پر کیا الزام!

انبیاء وشہداء کی برزخی زندگی

اور مراد حیاتِ قبر سے حیات برزخی ہے نہ مماثل حیات دنیوی اگرچہ انبیاء علیہم السلام کی حیات شہداء سے بھی اعلیٰ و ارفع ہے۔ چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۱۳ صفحہ ۲۵۸ میں مرقوم ہے۔

ولاشک ان الانبیاء ارفع رتبۃ من الشھداء۔ یعنی "اس میں شک نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کا مرتبہ شہداء سے بلند درجہ میں ہے"

نیز پارہ ۱۳ صفحہ ۲۷۹ میں روایت ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ یعنی روایت ہے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ

رفعہ ما من احد یسلم علی الارد اللہ علی روحی حتی ارد السلام و رواتہ ثقات ۔ | علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی مجھ پر سلام بھیجے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں"

ہکذا فی تصحیح المسائل ص۱۳۶ للشیخ بدایونی مسلمہ مولوی نعیم الدین۔ ایضاً پارہ ۱۶ ص۳ میں مرقوم ہے۔

فہی حیاۃ اخرویۃ لا تشبہ الحیوۃ الدنیا۔ | یعنی "یہ حیات اخرویہ ہے نہیں ہے مشابہ حیات دنیا کے"

اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ مدارج النبوۃ ج ا ص۱۵۹ میں فرماتے ہیں۔

ولازم نمی آید از بودن آن حقیقت حیات کہ باشند بر صفتی کہ در دنیا بودہ و نہ در احتیاج بطعام وشراب وغیر ذلک از صفات اجسام چنانکہ مشاہدہ میکنیم در دنیا بلکہ آنہا را در برزخے احکام دیگر باشد واحتیاج بطعام وشراب وامثال آن امرے عادی است وحال در آنجا بخلاف عادت باشد" | یعنی "یہ لازم نہیں کہ (حیات النبی ہونا) حقیقت دنیا کی طرح مانند احتیاج کھانے پینے وغیرہ صفات اجسام کے ہو جس طرح دنیا میں مشاہدہ کرتے ہیں۔ بلکہ برزخی طور پر ہوتی ہے۔ اور احتیاج کھانے پینے وغیرہ کی امر عادی ہے اور حال برزخ کا خلاف عادت کے ہوتا ہے"

پس اس سے نہ کسی قول تقویۃ الایمان کا بطلان ہوتا ہے نہ علماء دیوبند کا معاذ اللہ مشرک ہونا کیونکہ محض امکان سے کس طرح ثابت ہوگا۔ کہ فلاں کے لیے اذن حق تعالیٰ ہوا یا نہیں بلا ثبوت قطعی تحقق کرکے اس کے وقوع کا عقیدہ کرنا یا حاضر ناظر جاننا متصرف فی الامور سمجھ کر ان سے نفع وضرر کی توقع رکھنا بیشک شرک ہوگا۔ اگرچہ باذن اللہ تعالیٰ ہونے کا مدعی ہونا وتفنیکہ اذن تصرف وقدرت ثابت نہ کیا جاوے گا شرک سے بری نہ ہوگا۔ مزید بحث علم غیب وتصرفات مفصل اطیب البیان کے ص۱۷۷-۱۸۰ کے جواب میں ان شاء اللہ العزیز آوے گی۔

الزام گستاخی، اور اس کی حقیقت

قولہ ص۱۱۶-۱۱۷ اس کے بعد مولوی مذکور نے انبیاء و اولیاء علیہم السلام کی شان عالی میں یہ گستاخانہ کلمہ لکھا ہے اور اس بات میں اولیاء و انبیاء میں اور جن و شیطان میں اور بھوت و پری میں کچھ فرق نہیں تقویۃ الایمان ص۸۔ تو اس بے ادبی سے دل لرزتے ہیں۔ مگر وہابیہ ایسی بے ادبیوں اور گستاخیوں سے عادی ہو گئے ہیں اگر ان کی نسبت کہہ دیا جائے کہ مولوی اسمٰعیل اور شیطان و بھوت میں اس بات میں کچھ فرق

نہیں تو آپے سے باہر ہو جائیں لیکن انبیاء و اولیاء علیہم السلام کی شان میں کچھ پرواہ نہیں یہ کیا دین ہے۔ وہابیہ تو حضرات انبیاء و اولیاء علیہم السلام کے فضائل و کمالات کا انکار کریں اور مسلمانوں کو حضرات انبیاء و اولیاء علیہم الصّلاۃ والسّلام کی تعظیم و توقیر کی بنا پر مشرک بتائیں اور اس مقصد کے لیے قرآن و حدیث اور ان کے معانی میں تحریف و تبدیل کریں اور اللہ تبارک و تعالیٰ جو سب کا خالق و رازق مالک و مولیٰ ہے وہ جب مسیح پرست نصاریٰ کا رد فرمائے۔ تو وہ مالک الملک ان کفّار کے رد میں بھی کہیں کوئی ایسا کلمہ نہ فرمائے جو ذرا بھی شانِ انبیاء علیہم السلام کے لیے ہلکا ہو۔ اسی نے تو انہیں عزت دی۔ جس سے یہ دین چلتے ہیں۔ اسمٰعیل کا کیا منہ ہے کہ اس طرح بے ادبانہ زبان کھولتا ہے۔ اور ان کے قلوب کیسے سیاہ ہو گئے۔ جو یہ باتیں دیکھ کر اس کی حمایت کے لیے جاتے ہیں الخ ملخصاً بلفظہ

اقول مولوی نعیم الدین کا سرقہ اور ہذیانات قابلِ ملاحظہ ہے۔ تقویۃ الایمان کی اس عبارت کے ملحق یہ عبارت ہے یعنی جس سے کوئی یہ معاملہ کرے گا وہ مشرک ہو جاوے گا۔ خواہ انبیاء و اولیاء سے خواہ پیروں و شہیدوں سے خواہ بھوت و پری سے چنانچہ اللہ صاحب نے جیسا بت پوجنے والوں پر غصہ کیا ہے ویسا ہی یہود و نصاریٰ پر حالانکہ وہ اولیاء و انبیاء سے معاملہ کرتے تھے۔ اور تقویۃ الایمان ص۹ میں فرمایا اور کسی انبیاء اور اولیاء کی پیر و شہید کی بھوت و پری کی یہ شان نہیں جو کوئی کسی اور کو ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مرادیں مانگے اور اس توقع پر نذر و نیاز کرے اور اس کی منتیں مانے اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے تو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔

پس مؤلف کو بوجہ اہل اللہ سے عناد کے اتنی تمیز نہیں کہ افعالِ شرکیہ ہونے میں خواہ سونے و جواہر کو پوجے خواہ پتھر اور گوبر کو کچھ فرق نہیں سب شرک ہونے میں برابر ہیں۔ سونے جواہر کی عزت اور پتھر گوبر کی ذلت سے اس میں کیا تعلق سونا جواہر اپنی جگہ پتھر گوبر اپنی جگہ۔ لیکن توحید جناب باری تعالیٰ اجل شانہٗ کے مقابلہ میں کسے باشد لاشئے محض ہے۔ چنانچہ تقویۃ الایمان کے اس بیان کی تائید میں نصر بجا مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ تفسیر فتح العزیز ج ا ص۲۶۹ میں فرماتے ہیں۔

وہر چہ غیر او ست محض نمود بی بود است	یعنی جو کچھ سوائے اس کے ہے محض نمود بے بود ہے اور یہ معنی کسر شان سرکش جن کے لیے مانند تیر
واین معنی در کسر شان مردہ الجن مانند تیر بجگر می نشیند۔ ایضاً ص۲۶۹ جنیان و شیاطین کہ	جگر میں لگتا ہے۔" جنات اور شیاطین دیو پری سے
عبارت از دیو و پری اند۔ ایضاً ص۲۶۱	عبارت ہیں" بہت سی نعمتیں ایسی ہیں کہ ان میں غنی

نعمتہائی عامہ اندکہ غنی وفقیر ووضیع وشریف وصحیح ومریض وعالم وجاہل ومومن وکافر وصالح وفاسق دراں یکساں وبرابر اند۔	اور فقیر وشریف اور تندرست ومریض اور عالم وجاہل اور مومن وکافر اور صالح وفاسق یکساں اور برابر ہیں"
ایضاً ص۲۷ "قدرت وقوت محض برائے اللہ است در جمیع امور ہیچ چیز از مال وفرزند ودیار ودوست وبادشاہ وامیر وپیغمبر وپیر وفرشتہ وپری بدون حکم او مددنمی تواند کرد اھ	"قدرت وقوت محض اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تمام امور میں کوئی چیز مال واولاد ودیار ودوست اور بادشاہ وامیر اور پیغمبر علیہ السلام اور پیر وفرشتہ اور پری بدون حکم اس کے مدد نہیں کرسکتے"

اور ملا علی قاری مکی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القدر فرماتے ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان قلوب بنی آدم کلھا بین اصبعین من اصابع الرحمٰن کقلب واحد یصرفہ کیف یشاء رواہ مسلم قولہ کلھا یشمل الانبیاء والاولیاء والفجرۃ والکفرۃ من الاشقیاء	یعنی "فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق دل بنی آدم سب کے درمیان دو انگلیوں کے رحمٰن کی انگلیوں میں سے ہیں، ایک دل کی طرح پھیرتا ہے اس کو جس طرح چاہتا ہے۔ شامل ہے یہ انبیاء اور اولیاء اور فاجروں اور کافروں تمام اشقیا کو"

اور شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص۱۴۲ میں فرماتے ہیں"

ہمہ بندگان در عبودیت برابر باشند اھ	یعنی "تمام بندگان عبودیت میں برابر ہوتے ہیں"

اور خود مولوی نعیم الدین کی مستند اعلیٰ تصحیح المسائل بدایونی ص۱۵۳ میں لکھا ہے۔

افعال عباد ہمہ مخلوق رحمٰن اند ودریں حکم احیاء واموات آدم وملک وغیرہم ہمہ یکساں اھ	یعنی "بندوں کے تمام افعال اللہ رحمٰن تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں اور اس حکم میں زندہ ومردہ آدم وملک وغیرہم سب یکساں ہیں"

٭ ٭ ٭

اور مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی حیات الموات ص۸ میں لکھتے ہیں۔

"ایک نکتہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو بات شرک ہے اس کے حکم میں احیاء واموات وانس وجن وملک وغیرہم تمام مخلوق الٰہی یکساں ہیں، کہ غیر اللہ کوئی ہو اللہ کا شریک نہیں ہوسکتا"

اسی طرح امام ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۱۸ ص۱۵۹ میں فرماتے ہیں۔

الطاغوت جنس من کان یعبد من دون اللہ سواء کان صنماً او شیطاناً جنیاً او	یعنی "طاغوت ہر وہ چیز ہے جو پوجی جاوے سوا اللہ تعالیٰ کے بت ہو یا شیطان جنات میں سے

ادمیاء۔ یا آدمیوں میں سے"

اور حضرت شیخ الاولیاء شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ مکتوبات صدوچہل وسویم ص ۲۷۸ میں فرماتے ہیں
لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ۔

اینجا اولیاء انبیاء وخاص وعوام ہم برابرند الدنیا دار محنۃ ودار بلاء۔ بیان این مقام سنت" یعنی" اس آیت میں اولیاء اور انبیاء اور خواص وعوام سب برابر ہیں۔ دنیا محنتوں کا گھر اور بلائیوں کا گھر ہونا بیان اس مقام کا ہے"

اور حضرت سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی رح کے ملفوظات الفتح الربانی مجلس ۱۲ ص ۸۲ صفات اولیاء میں مرقوم ہے۔

یاکلون من بقول الصحاری ویشربون من غدا النھار یصیرون کالوحوش۔ یعنی جنگلوں کی گھاس پات کھاتے ہیں اور نالاؤں کے پانی پیتے ہیں۔ اور جنگلی جانوروں کے مثل بن جاتے ہیں"۔

اور خود مولوی نعیم الدین نے اپنی الکلمۃ العلیا ص ۶۷ میں مثنوی مولانا روم سے ایمان کی حقیقت میں نقل کیا ہے۔

ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من
ہست پیدا ہم چو بت پیش شمن

یعنی" آٹھوں جنتیں ساتوں دوزخیں میرے سامنے بت کی مانند ہیں"

اور ص ۶۸ میں حضرت پیران پیر رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔

نظرت الی بلاد اللہ جمعا کخردلۃ علی حکم اتصال۔ یعنی" میری نظر میں تمام اللہ کے شہر رائی کے دانے کی مانند معلوم ہوتے ہیں"

اور ص ۱۲۶ و ۱۲۳ میں خود یہ لکھا" حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ کے علم کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں۔ اور حقیقت میں تمام مخلوقات کا علم خالق جل شانہ کے علم کے سامنے مثل لاشئے کے ہے"

ناظرین اہل انصاف پر مؤلف کی جہالت اور اہل اللہ کی عداوت کس طرح آشکارا ہوئی اگر بقول ان کے یہی" گستاخی" انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے فضائل وکمالات کا انکار ہے تو یہ تمام اکابر علماء دین اور اولیاء کاملین مسلمہ ومستندہ مولوی نعیم الدین زیادہ گستاخ اور زیادہ منکر فضائل و کمالات ٹھہریں گے معاذ اللہ منہ یہی اعتراض لایعنی کسی مبتدع نے سید عبداللہ بغدادی کی خدمت میں اشتعال دلانے اور برہم کرنے کے لیے پیش کیا تھا۔ جس طرح مولوی نعیم الدین نے کیا۔ جس کا جواب

خود مولانا شہید مرحوم نے عربی میں ان کے پاس بھیجا جس کا ترجمہ بعینہٖ ہدیہ ناظرین ہے" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
سب تعریف اس ذات کے لیے ہے جو یکتا ہے ہمیشگی میں پس ہر شے سوا اس کے حادث اور فانی
ہے اس کا کوئی شریک نہیں پیدا کرنے اور تدبیر میں اور نہیں اختیار کسی کو اس کے ملک میں چھلکے اور
تل بھر کا یہاں تک کہ اجازت بغیر انبیاء کسی کی شفاعت نہ کر سکیں گے اور نہیں نجات مل سکتی کسی کو بے
اس کے لطف اور احسان کے اور درود بھیجتے ہیں ہم اوپر افضل الخلائق شفیع الامم پر اگر وہ نہ ہوتے
تو نہ ہوتی دنیا انہوں نے ہم کو توحید اور اسلام کی دلیلیں بتائیں اور شرک و بت پرستی کی اندھیریوں
سے نکالا اور ان کے تمام آل و اصحاب اور دین کے مددگاروں اور محبّوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔
امابعد اب ہم تحیّہ اور سلام کے ساتھ اس شخص کو مخصوص کرتے ہیں۔ جو اسلام کے درجوں میں
ترقی کر گئے ہیں۔ جو حضرت محبوب جیلانی کے خلاصہ خاندان ہیں علامہ ربانی سید عبداللہ لبغدادی
مخفی نہ رہے کہ میں نے جب ہندوستان کے عام مسلمانوں کی یہ حالت دیکھی کہ اپنے جہل کے سبب
شرک و بدعت میں محو ہو گئے ہیں اور واہی تباہی شبہوں کو حجت بنائے بیٹھے ہیں اور قبروں اور اہل
قبروں کی پوجا کرتے اور ان سے چھوٹی بڑی حاجتیں مانگنے لگے ہیں تو ردِ شرک میں ایک رسالہ لکھا۔
اس میں قرآن مجید کی چھبیس آیتیں بطور دلیل پیش کیں۔ اور لوگوں کے فائدہ حاصل کرنے اور ان کی
بری حجتوں اور بدنما دلیلوں کے چہرے سے پردہ اٹھانے کے لیے اس کا اُردو میں ترجمہ کیا۔ الحمدللہ کہ
ہزارہا مرد و عورت راہِ راست پر آگئے۔ اور بعض سرکش جاہلوں کے سوا کسی کو تردّد باقی نہیں رہا۔ مجھے
خبر ملی ہے کہ جب میرا رسالہ آپ کے سامنے پڑھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ بالکل حق ہے۔ لیکن
برابر کرنا بتوں اور آدمیوں اور انبیاؤں کا پیدائش اور اختیار نہ ہونے میں اگرچہ حق ہے۔ عقیدہ
میں داخل ہے۔ مگر یہ ایک طرح کی بے ادبی ہے اس کے لیے کوئی دلیل اور سند چاہیے۔ کیونکہ
بت ناپاک ہیں پھر سید الطاہرین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا تذکرہ کیوں ہو۔ میں توفیقِ الٰہی
سے اس کا جواب دیتا ہوں میرے رسالہ میں یہ عبارت ان عام لوگوں کے سوال کی تردید میں واقع ہوئی
جو یہ کہتے ہیں کہ صرف بتوں سے مدد مانگنی ان کی پوجا اور انہیں سجدہ کرنا ممنوع ہے' انبیاء و اولیاء کے
ساتھ یہ فعل کیا جاوے تو ناجائز نہیں معلوم ہوتا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ فی الحقیقت مدد اسی سے مانگنی چاہیے
جس کو دنیا کے تمام کاموں کا اختیار حاصل ہے۔ اور قرآن مجید کی ظاہر آیتوں سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ
کے سوا اور کسی کو کسی چیز کا اختیار نہیں۔ پس اس خاص امر یعنی استحقاق سجدہ اور مینہ برسانے اور اولاد
دینے میں انبیاء و اولیاء کو بتوں اور دیگر لوگوں پر ترجیح نہیں ہو سکتی۔ مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک انبیاء

کا قرب ان کے کمالات اور ایسی فضیلتیں ہیں کہ اس رتبے کو ان کے سوا اور کوئی نہیں پہنچ سکتا پس یہ مسلّم ہے۔ اور یہ دوسری بات ہے جس کو ربوبیت اور الوہیت میں کچھ دخل نہیں انتہیٰ اور آپ کی حالت پر تعجب آتا ہے کہ اس امر کے حق اور داخلِ عقیدہ ہونے کا اقرار کر چکے ہیں اور پھر اسے بے ادبی بتاتے ہیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ جب یہ دلائل سے ثابت اور عقیدہ میں داخل ہے تو اس سے بے ادبی کیونکر خیال میں آ سکتی ہے پس تو آپ کا کلام اجتماعِ ضدین کی طرف اشارہ کر رہا ہے اور اس بات کی دلیل مانگی جاتی ہے جو خود دلیل سے ثابت ہے۔ یہ امر قرآن مجید سے مجملاً ثابت ہے میں نے اجمال کی تفصیل کر دی تو کیا گناہ کیا، یا یں ہمہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا اے نبی ان سے کہہ دے کہ میں بھی تم جیسا ایک آدمی ہوں مجھ پر اس بات کی وحی آتی ہے، کہ تمہارا معبود اللہ یکتا ہے اور یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ متکلم کا خطاب مشرکین کی طرف ہے۔ پس تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بشریت میں ان مشرکوں کے برابر کیوں کر دیا۔ جن کی نجاست قرآن مجید سے ثابت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ مشرک ناپاک ہیں، اس لیے مسجد حرام کے پاس نہ پھٹکیں اور بت چونکہ پتھر اور جمادات ہیں اس لیے ان میں نجاست نہیں پائی جاتی ورنہ کل پتھروں کا نجس ہونا لازم آئے گا۔ بلکہ بتوں میں ان مشرکوں کے فعل سے نجاست آ گئی ہے جنہوں نے ان کو گھڑا اور معبود بنا لیا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مشرک بتوں سے زیادہ ناپاک ہیں ذرا سوچیے اور سمجھیے اگر یہ کہا جائے کہ یہ بات تو بیشک ٹھیک ہے لیکن اس کا ذکر کرنا ہی کیا ضرور تھا۔ تو میں اس کے جواب میں عرض کرتا ہوں۔ کہ اس کے ذکر کرنے سے عوام کا شبہ رفع کر دینا مقصود ہے۔ جن کا یہ گمان ہے کہ انبیاء و اولیاء سارے جہاں میں تصرف کرتے ہیں جو چاہتے ہیں کر ڈالتے ہیں، اسے یاد رکھنا چاہیے مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک پنجابی آپ کے دل میں کچھ وسوسہ ڈالتا ہے پس اے شیخ آپ اس کے حال سے واقف نہیں، وہ تو ایک بے عقل مخبوط الحواس غبی اور جاہل آدمی ہے اور اپنے آپ کو بڑا فاضل جانتا ہے۔ حالانکہ اسے داہنے بائیں کی تمیز نہیں، وہ فی الواقع دجال کا نائب ہے کیونکہ کبھی کہتا ہے کہ میں محبوب سبحانی کا بندہ ہوں اور کبھی کہتا ہے کہ عبد القادر جیلانیؒ روزی دینے والے ہیں۔ ایسے کلمات کفر سے کہ جن کو علماء سے قطع نظر جہلاء بھی گوارا نہیں کر سکتے، اللہ کی پناہ آپ سے توقع ہے کہ میرے بارہ میں اس کے کلام کی تصدیق نہ کریں گے کیونکہ وہ شخص سامری صفت ہے اللہ اس کو سیدھی راہ دکھائے اور ہمیں تمہیں اپنے مضبوط دین پر ثابت رکھے اور اللہ تعالیٰ ہمارے سردار مخدوم شفیع محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو منتخب ہیں اور ان کی اولاد پر جو آفتاب

ہدایت ہیں اور ان کے اصحاب پر جو اندھیری رات کے چاند ہیں اپنی رحمت نازل فرمائے فقط۔ یہ خط سنہ بارہ سو چالیس میں اس وقت تمام ہوا جبکہ میں کانپور میں تھا اور سید بغدادی کے نام بھیجا گیا تھا۔ جبکہ جاہلوں نے ان کے دل میں وسوسہ ڈال دیا اسے پڑھ لینے کے بعد وہ عذر کرتے ہوئے میرے پاس آئے اور یہ کہا کہ تم نے اپنی کتاب میں جو کچھ لکھا ہے۔ بالکل ٹھیک ہے اور میں نے جو کچھ آپ کی نسبت کہا وہ محض اس وجہ سے تھا کہ میں آپ کا کلام سمجھ نہ سکا کیونکہ آپ کا رسالہ اردو زبان میں تھا اور میں عرب کا رہنے والا ہوں اردو بالکل نہیں سمجھتا اس پنجابی نے آپ پر بہتان کیا اور مجھے غلط ترجمہ کر کے سنایا آپ مجھ سے خفا نہ ہوں۔ تمت"

پھر جب کہ مخلوق ہونے اور محتاج رزق ہونے میں سب بندے۔ انبیاء، اولیاء، غنی، فقیر، تندرست، مریض، عالم، جاہل، مومن، کافر، صالح اور فاسق یکساں اور برابر ہیں کہ سب کا خالق ورازق مالک و مولیٰ وہی ہے۔ چنانچہ جب مسیح پرست نصاریٰ کا حق تعالیٰ نے رد فرمایا تو ساتھ ہی ساتھ مسیح علیہ السلام کی عبدیت ولوازم وحوائج عبدیت کھانے پینے اور ہلاک کر دینے کا اظہار فرمایا۔ تاکہ نصاریٰ کا زعم باطل ابن اللہ اور الوہیت کی نفی ہو کر عبدیت کا محتاج ہونا واضح ہو جاوے۔ اور یہ کچھ مسیح علیہ السلام کی عزت و شان میں جو حق تعالیٰ نے ان کو برگزیدہ فرمایا ہے نقصان کا باعث نہیں ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے سورہ مائدہ میں دو مقام پر فرمایا۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (رکوع ۳)

یعنی "بیشک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا۔ تو کہہ پھر کسی کا چلتا ہے اللہ سے زور اگر وہ چاہے کہ کھپا دے مسیح مریم کے بیٹے کو اور اس کی ماں کو اور جتنے لوگ ہیں زمین میں سارے"

وَمَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ انْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انْظُرْ أَنَّى يُؤْفَكُونَ (رکوع ۱۰)

"اور کچھ نہیں مسیح مریم کا بیٹا مگر رسول ہے گزر چکے اس سے پہلے بہت رسول۔ اور اس کی ماں صدیقہ ہے دونوں کھاتے تھے کھانا دیکھ ہم کیسے بتاتے ہیں۔ ان کو نشانیاں۔ پھر دیکھ کہاں الٹے جاتے ہیں"

تفسیر موضح القرآن میں شاہ عبدالقادر صاحبؒ فرماتے ہیں" ف اللہ صاحب کسی جگہ نبیوں کے حق میں ایسی بات فرماتے ہیں تاکہ ان کی امت ان کو بندگی کی حد سے زیادہ نہ ٹھہرا دیں"۔" یعنی اس سے

زیادہ کیا نشانی کہ جو شخص کھانا کھاوے اسے سب حاجت بشری لگے اللہ کی ذات پاک اس لائق کب ہے"
اگر مسیح علیہ السلام بقول نصاریٰ الٰہ ہوتے تو قدرت رکھتے اور ضعیف و حوائج بشری کھانے پینے پیشاب
پاخانہ میں مانند حیوانات کے نہ ہوتے۔ اور جو اس طرح ہو وہ کیونکر اللہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ امام جلال الدین
سیوطیؒ تفسیر جلالین میں فرماتے ہیں ولو کان المسیح الٰھا لقدر علیہ کغیرھما من الحیوانات
ومن کان کذالک لایکون الٰھا لترکیبہ وضعفہ وما ینشاء منہ من البول والغائط اور یہی دیگر تفاسیر
بیضاوی وغیرہا میں مرقوم ہے۔ یعنی وہ امام جلال الدین سیوطی ہیں جن کو مولوی نعیم الدین نے اپنے
رسالہ فرائد النور صہ۳۷ اور الکلمۃ العلیا صہ۸۳ میں نہایت مستند جان کر لکھا ہے کہ

علامہ حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ جو اپنے زمانہ کے مجدد ہیں جیسا کہ علامہ علی قاری رحمہ اللہ
الباری مرقات شرح مشکوٰۃ ج ا صہ۲۴۷ میں فرماتے ہیں یعنی ہمارے شیخ المشائخ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ وہ
ہیں جنہوں نے علم تفسیر کو در منثور میں زندہ کیا اور جمیع احادیث متفرقہ کو اپنی مشہور جامع میں جمع فرمایا کوئی
فن نہیں چھوڑا جس میں کوئی متن یا شرح نہ لکھی ہو۔ وہ اپنے زمانہ کے مجدد ہونے کے مستحق ہیں۔ جیسا کہ
انہوں نے دعویٰ کیا ہے اور وہ اپنے دعوے میں مقبول و مشکور ہیں" ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

اسی دفع توہم جہلاء کے لیے امام طحاوی شارح در مختار نذر غیر اللہ کے باب میں فرماتے ہیں"

اعلموان بیان احکام الشریعۃ مما	یعنی جاننا چاہیئے کہ احکام شریعت کا بیان کرنا علماء
یجب علی العلماء ولیس فی ذلک	پر واجب ہے اور اس میں ولی کی تنقیص نہیں ہے۔
تنقیص الولی کما یظنہ بعض من	جس طرح انجان لوگ گمان کرتے ہیں۔ بلکہ ولی
لاخلاق لہ بل ھٰذا مما یرضی	اسی امر سے راضی ہیں اگر ان کی حیات میں ان سے
بہ الولی لوکان حیا وسئل عنہ	اس امر کا سوال ہوتا تو حق کے ساتھ جواب
ذلک اجاب بالحق واغضبہ نسبۃ	دیتے۔ اور اپنی طرف تاثیر کی نسبت کرنے سے
التاثیر لہ وتامل قولہ فی حق السید	ناراض ہوتے اور تامل کر حق تعالیٰ کے فرماتے میں
عیسٰی علیہ السلام ان ھوا لاعبد	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یعنی وہ کیا ہے
انعمنا علیہ۔ (سورہ زخرف)	ایک بندہ ہے ہم نے اس پر انعام کیا ہے"

علیٰ ہذا مولوی نعیم الدین کے مسلّمہ مستند مولوی محمد حسین صاحب تمنا مراد آبادی مرحوم اپنے رسالہ
اثبات النقل بالعقل صہ۲ میں لکھتے ہیں۔

کرے یا غائب کا جبھی شرک ہو بلکہ اگر کوئی شخص کسی کے لیے ایک ذرّہ کا بھی علم ثابت کرے تو بھی مشرک
پھر خواہ ذرّہ سامنے ہی رکھا ہوا ہو۔ الحمدللہ دنیا میں کوئی مسلمان کسی مخلوق کے لیے ایک ذرّہ کا بھی
علم ذاتی نہیں مانتا۔ لیکن مولوی اسمٰعیل صاحب حکم شرک کو علم ذاتی کے اعتقاد تک محدود نہیں رکھتے
بلکہ علم عطائی کے اعتقاد پر بھی شرک کا حکم دیتے ہیں۔ اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا تو ان کے نزدیک
ضرور اللہ کا علم بھی عطائی اور غیر سے حاصل کیا ہوا ہوگا۔ اور یہ بے شبہ کفر ہے۔ دوسرا حصہ اشراک
فی التصرّف کے نام سے موسوم کیا ہے اس کے متعلق لکھتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ عالم میں
ارادہ سے تصرّف کرنا اور اپنا حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے مارنا اور جلانا روزی کی کشائش
اور تنگی کرنی اور تندرست اور بیمار کرنا۔ فتح و شکست دینی اقبال و ادبار دینا مرادیں پوری کرنی
حاجتیں برلانی بلائیں ٹالنی مشکل میں دستگیری کرنی برے وقت میں پہنچنا۔ یہ سب اللہ ہی کی شان
ہے اور کسی انبیاء و اولیاء کی پیر و شہید کی بھوت و پری کی یہ شان نہیں جو کوئی کسی کو ایسا تصرّف
ثابت کرے اور اس سے مرادیں مانگے اور اس توقع پر نذر و نیاز کرے۔ اور اس کی منّتیں مانے
اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے اور اس کو اشراک فی التصرّف کہتے
ہیں یعنی اللہ کا سا تصرّف ثابت کرنا محض شرک ہے پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت
ان کو خود بخود ہے۔ خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے۔ ہر طرح شرک ثابت
ہوتا ہے۔ (تقویۃ الایمان ص۱۰-۱۱)

نذر و نیاز کا مسئلہ تو ہم بیان کر چکے صاحب تقویۃ الایمان نیاز و نذر کا ایسا دشمن ہے کہ
بے موقع اس کا ذکر لے آتا ہے مسئلہ صرف اتنا تھا کہ غیر اللہ کے لیے تصرّف ثابت کرنا کیسا ہے
ایک تصرّف بالذات اور بالاستقلال وہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے ایک ذرّہ کو بے اس
کے حکم کے کوئی جنبش نہیں دے سکتا۔ لہٰذا غیر اللہ کو متصرّف بالذات سمجھنا یقیناً شرک ہے۔
دوسری قسم تصرّف بعطائے الٰہی ہے۔ اس قسم کا تصرف خود ہمیں حاصل ہے رات دن ہم دنیا
میں تصرف کرتے رہتے ہیں۔ کسی کو تکلیف دیتے ہیں کسی کو آرام پہنچاتے ہیں۔ کسی کو مارتے ہیں
کسی کو باندھتے ہیں۔ کسی پر سواری کرتے ہیں۔ کسی کو شکار کرتے ہیں۔ کسی کو کھا جاتے ہیں۔ یہ تمام تصرّفات
ہی تو ہیں۔ تو تمام عالم ہی اسمٰعیل کے نزدیک مشرک ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی قدرت سے
متصرّف سمجھے۔ جب بھی وہابیہ کے نزدیک مشرک۔ وہابی کو کوئی مار دے۔ تو وہ یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ
مجھے فلانے نے مارا۔ مگر وہابی ان میں سے کسی بات کو شرک نہیں کہتے۔ رات دن اپنی تعلیان

کیا کرتے ہیں۔ کہ ہم نے یہ کیا اور وہ کیا۔ اور نہیں سمجھتے کہ تقویۃ الایمان کے حکم سے مشرک ہو گئے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ تقویۃ الایمان والے کا روئے سخن ہماری طرف نہیں ہے' وہ بدنصیب انبیاء و اولیاء محبوبان اللہ کا دشمن ہے ان کے تصرف کا انکار کرتا ہے۔ مگر اس بدباطن کے انکار سے کیا ہو سکتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب حکیم قرآن عظیم میں اپنے محبوبوں کے تصرفات کا بکثرت ذکر فرمایا ہے اھ ملخصاً بلفظہ

اقول۔ بیشک سارے علوم و قدرت اور تصرفات حق تعالیٰ جل شانہ کے ذاتی اور ازلی ہیں کوئی ذرہ اس کے علم و قدرت اور تصرف سے باہر نہیں۔ چنانچہ یہ امر تقویۃ الایمان سے مدلل بقرآن و حدیث واضح ہے۔ تاہم بلحاظ اس مقام کے ناظرین کے سامنے چند آیات کلام ربانی پیش کی جاتی ہیں۔ سورہ انعام میں حق تعالیٰ نے فرمایا:

وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِيْنٍ۔

یعنی "اور وہ جانتا ہے جو جنگل اور دریا میں ہے اور نہیں جھڑتا کوئی پتہ مگر اس کو وہ جانتا ہے۔ اور نہ کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہ ہرا اور نہ سوکھا جو نہیں کھلی کتاب میں"

اور سورہ اعراف میں فرمایا:

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ۔

یعنی "اور جن کو تم پکارتے ہو اس کے سوائے نہیں کر سکتے تمہاری مدد اور نہ اپنی جان بچا سکیں"

اور سورہ نحل میں فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ اللهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَّمَا يَشْعُرُوْنَ أَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ۔

یعنی "اور جن کو پکارتے ہیں اللہ کے سوا کچھ پیدا نہیں کرتے اور آپ پیدا ہوتے ہیں مرے ہیں جن میں جی نہیں اور خبر نہیں رکھتے کب اٹھائے جاویں گے"

اور سورہ کہف میں فرمایا:

أَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا أَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْ أَوْلِيَاءَ إِنَّا أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِيْنَ نُزُلًا۔

یعنی "اب کیا سمجھے ہیں منکر کہ ٹھہرا دیں میرے بندوں کو میرے سوائے حمایتی ہم نے رکھا ہے دوزخ منکروں کی مہمانی"

اور سورہ فرقان میں فرمایا۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ۔

یعنی" اور لوگوں نے پکڑے ہیں اس سے ورے کتنے حاکم جو نہیں پیدا کرتے کوئی چیز اور خود پیدا شدہ ہیں اور نہیں مالک اپنے نفسوں کے نقصان اور نفع کے اور نہیں مالک مرنے کے اور نہ جینے کے اور نہ جی اُٹھنے کے"

اور سورہ نمل میں فرمایا:

وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۔

یعنی" اور ان کو خبر نہیں کب اُٹھائے جائیں گے"

اور سورہ فاطر میں فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۔

یعنی" اور جن کو تم پکارتے ہو اس کے سوائے مالک نہیں ایک چھلکے کے اگر تم ان کو پکارو سنیں نہیں تمہاری پکار اور اگر سنیں پہنچیں نہیں تمہارے کام پر اور قیامت کے دن منکر ہوں گے۔ تمہارے شریک ٹھہرانے سے"

نیز سورہ فاطر میں فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ ۔

یعنی" تحقیق اللہ تھام رہا ہے آسمانوں کو اور زمین کو کہ ٹل نہ جاویں اور اگر ٹل جاویں تو کوئی نہ تھام سکے ان کو اس کے سوائے"

اور سورہ احقاف میں فرمایا۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۔

یعنی" اور اس سے زیادہ گمراہ کون جو پکارے اللہ کے سوائے ایسے کو کہ نہ پہنچے اس کی پکار کو دن قیامت تک اور ان کو خبر نہیں ان کے پکارنے کی اور جب لوگ جمع ہوں گے وہ ہوں گے ان کے دشمن اور ہوں گے ان کے پوجنے سے منکر"

علاوہ بریں سینکڑوں آیات قرآن پاک کی اس مضمون میں صراحۃً وارد ہیں بغرض طوالت اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اخبار الاخیار ص ۲۳۳ میں فرماتے ہیں۔

مثلاً عدد ریگ بیابان وقطرات باران الصلاء — یعنی" مثلاً تعداد بیابان کے ذروں کی اور قطرات بارش
معلوم البشر نیست چہ ہیچ فرد از افراد بشری مطلع — کی بشر کے علم سے باہر ہیں کیونکہ کوئی فرد افراد بشر کا
بر آں نیست و نہ مجموع افراد بشری نیز۔ — یا مجموعہ بشر کا ان پر مطلع نہیں ہے"

ناظرین پر ان آیات بینات سے روشن ہو گیا کہ بعد گزرنے اس نظام عالم دنیا کے انبیاء اولیاء کوئی کسی کی مدد مراد حاجت بر آری مشکل کشائی فریادرسی ہرگز نہیں کر سکتے کیونکہ ان امور کے لیے حاضر و ناظر ہونا قدرت و تصرف کا اختیار حاصل ہونا لازم ہے اور یہ بجز حق تعالیٰ مالک الملک شہنشاہ عالم جل شانہ کے ہرگز کسی کی شان ہو نہیں سکتی اگر مولوی نعیم الدین کے نزدیک تصرف بعطائے الٰہی جس طرح خود کہتے ہیں کہ اس قسم کا تصرف تو ہمیں حاصل ہے کسی کو مارتے ہیں کسی کو تکلیف پہنچاتے ہیں وغیرہ یعنی جو احکام دنیا حق تعالیٰ کے اوامر و نواہی حرفت وصنعت وغیرہم کے علوم وقدرت تصرف بندوں کو عطا فرمائے گئے ہیں حتیٰ کہ شہد کی مکھی کو بھی حق تعالیٰ نے الہام فرمایا چنانچہ سورہ نحل میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ثُمَّ کُلِیْ مِنْ کُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُکِیْ سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلًا یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ۔

یعنی اور حکم بھیجا تیرے رب نے شہد کی مکھی کو کہ بنا لے پہاڑوں میں گھر اور درختوں میں اور جہاں چھتریاں ڈالتے ہیں پھر کھا ہر طرح کے میووں سے پھر چل راہوں میں اپنے رب کی صاف پڑی میں نکلتی ہے ان کے پیٹ میں سے پینے کی چیز جس کے کئی رنگ ہیں اس میں آزار چنگے ہوتے ہیں لوگوں کے اس میں تپہ ہے ان لوگوں کو جو دھیان کرتے ہیں"

چہ جائیکہ انسان اشرف المخلوقات خصوصاً حضرات انبیاء علیہم السّلام کے لیے علوم معارف عطا ہونے کو قیاس کر کے انبیاء و اولیاء و شہداء وغیرہم کو بعد گزرنے اس عالم اسباب کے حاضر و ناظر جان کر قدرت و تصرف کا عقیدہ رکھا ہے جو محض باطل ہے۔ کیونکہ یہ عقائد اور ایمان و کفر کا معاملہ ہے اس میں نص قطعی الثبوت قطعی الدلالت لازم ہے حتیٰ کہ حنفیہ کے نزدیک خبر احاد بھی معتبر نہیں چہ جائیکہ محض جھگڑ بازی کہ اس قسم کا تصور ہمیں حاصل ہے۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی فتاویٰ رضویہ ج ۱ صفحہ ۶ میں لکھتے ہیں۔

حدیث الاحاد لا یفید الاعتماد فی باب الاعتقاد۔

پس مسئلہ زیر بحث تو یہ ہے ۔ کہ مولوی نعیم الدین صرف ایک ہی آیت قرآن پاک کی بعد گزرنے انبیاء و اولیاء کے اس عالم سے صراحۃً حاضر و ناظر قدرت و تصرّف ہونے پر پیش کریں ورنہ حسب آیۃ کریمہ سورہ احقاف کے تو حضرات انبیاء علیہم السلام قیامت میں مدد پکارنے والوں مردودوں بدبختوں کے دشمن ہوں گے ۔

باقی نذر و نیاز غیر اللہ کا شرک ہونا مفصل واضح ہو چکا ہے جس کو مولوی نعیم الدین نے بحیلہ ایصال ثواب بتا کر عوام کو گمراہ کیا ہے نعوذ باللہ منہا ۔ دیکھو مولوی نعیم الدین کے صفحہ ۸۸، ۸۹ کا جواب

قولہ ۔ صفحہ ۲۹، ۳۰ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی جو اسمٰعیل کے دادا پیر ہیں ۔ آیہ کریمہ انی جاعل فی الارض خلیفۃ کی تفسیر میں فرماتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں جو میری خلافت کرے اور زمین کی چیزوں میں تصرّف کرے اور بغیر اس کے منصوّر نہیں کہ ان اسباب میں جو آسمان کے ساتھ مربوط ہیں تصرّف کرے اس لیے اگرچہ وہ خلیفہ زمین کے عناصر سے پیدا ہو اور محلِ کون و فساد میں سکونت کرے لیکن اس میں آسمانی روح پھونکوں گا ۔ جس کے سبب سے وہ ساکنان آسمان اور موکلانِ کواکب پر بھی حکمرانی کرے اور انہیں اپنے کام میں مصروف کرے ۔ انتہیٰ تفسیر عزیزی صفحہ ۱۹۷ ۔ شاہ صاحبؒ نے اس تفسیر میں خلیفہ کے لیے اشیائے زمین و آسمان میں تصرّف اور ساکنان افلاک اور کواکب کے موکلوں پر حکمرانی ثابت کی تقویۃ الایمان والے سے پوچھو یہ دادا پیر کا کتنا بڑا ڈبل شرک ہے اور ابھی کیا ہے ۔ دل جگر پھونک دینے والے جملے تو یہ ہیں جو شاہ صاحب فرماتے ہیں ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خلیفہ کو ایسی قدرت دی ۔ جو اس کی اپنی قدرت کا نمونہ ہے ، بایں معنی کہ جیسے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ حقائق متاصلہ کے وجود کا سبب ہے ایسی ہی اس خلیفہ کی قدرت جمع و تفریق تحلیل و ترکیب اور حکایات و تصویر میں بے شمار مصنوعات کا سبب ہے ۔ شاہ صاحب اس کے بعد فرماتے ہیں ۔ پس تمام صفات اور ان کے آثار میں اللہ تعالیٰ کی صفات علیا کا نمونہ ہو گیا ۔ اور خلافت کے معنی ثابت ہو گئے ۔ تفسیر عزیزی صفحہ ۱۹۸ پھر فرماتے ہیں اور اس علم شریف سے آسمانوں کے ملک میں تصرّف کرنا شروع ہو گیا ۔ شاہ صاحب دوسری جگہ فرماتے ہیں حقیقت خلافت عالم کے کل منافع کے استیفا اور ان میں تصرف کرنا ہے جیسا کہ تفسیر میں مذکور ہوا ۔ اور عالم کے منافع کل کے کل فرشتوں کے ہاتھ میں ہیں ۔ تفسیر عزیزی صفحہ ۲۰۲ پر اسی تفسیر میں فرماتے ہیں پیر میں بشریت کے احکام دیکھ کر اس سے نہ بھاگے اور بے اعتقاد نہ ہو ۔ بلکہ اس کے ہاتھ کو اللہ کا ہاتھ جانے اور طریقت کا دستگیر سمجھے ۔ تفسیر عزیزی صفحہ ۵۶۸ لیکن تقویۃ الایمان کے حکم سے یہ بہت وزنی شرک ہے اب

وہابی صاحبان فرمائیں کہ تقویۃ الایمان کو مان کر شاہ صاحب کو مشرک کہیں گے۔ یا اسمٰعیل مصنف تقویۃ الایمان کو بے دین سمجھیں گے۔ فیصلہ کریں۔ شاہ ولی اللہ صاحب کے قصیدہ الطیب النغم کے اشعار اسی کتاب کے صفحہ ۵۶ میں نقل ہو چکے ہیں۔ شاہ صاحب موصوف نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو واہب دافع البلاء دافع مصیبت شفیع حاجت روا کہا ہے آپ سے مدد مانگی ہے سے عطاؤں کی کنجیاں آپ کے ہاتھ میں بتائی ہیں تصرف کا ایسا زبردست اعتقاد رکھ کر شاہ صاحب مشرک ہوئے۔ یا تقویۃ الایمان والا گمراہ ہے وہابی فیصلہ کریں۔

اقول۔ مولوی نعیم الدین کی کمال درجہ بے عقلی اور سفاہت ہے کہ جن امور میں حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نظام عالم اسباب کا علم وقدرت وتصرف عطا فرما کر مکلف بنایا ہے جس طرح علم خلافت آدم علیہ السلام علم آدم الاسماء کلہا۔ فرما کر۔ پس اس پر قیاس باطل کر کے عالم برزخ میں قدرت وتصرف کا شرکیہ عقیدہ رکھ کر انبیاء واولیاء سے طالب حاجات وحل مشکلات مراد کرے عام لوگوں کو دادا پیر دتا یا یا بحث خلافت حضرت آدم علیہ السلام ہی کے ضمن میں تفسیر فتح العزیز ج ۱ صفحہ ۲۰۳ میں فرماتے ہیں۔

تعلیم اسماء حضرت آدم را بدو وجہ بود قدر ضروری را ازاں کہ تخاطب وافادہ واستفادہ بر آں موقوف بود اھ	یعنی تعلیم اسماء حضرت آدم علیہ السلام کے لیے دو وجہ سے تھی قدر ضروری ان میں سے کہ جس کے سبب خطاب کیا جاوے اور افادہ واستفادہ اسی پر موقوف ہو۔

اور صفحہ ۲۰۸ میں فرماتے ہیں۔

وقدرتے کہ بر افعال شاقہ (ملائکہ) دارند عشر عشیر آں نصیب آدم وآدمیان نشدہ در رفع حجب ومعائنہ تجلیات الٰہی وسماع خطاب او تعالیٰ بلا واسطہ وقرب ومنزلتے کہ عند اللہ الیتاں را حاصل است بالبداہتہ آدمیاں را میسر نیست۔	یعنی "جو قدرت کہ بڑے بڑے سخت کاموں میں (ملائکہ) رکھتے ہیں آدم اور آدمیوں کے لیے عشر عشیر بھی اس کا نصیب نہیں ہے اور رفع حجابوں کا اور مشاہدہ تجلیاتِ الٰہی کا اور سننا خطاب حق تعالیٰ کا بلا واسطے اور قرب ومرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جس قدر ان کو حاصل ہے آدمیوں کو میسر نہیں ہے"

اور صفحہ ۲۱۵ میں فرماتے ہیں۔

ای آدم ہر چند ما ترا برائے خلافت زمین وعمارت آں پیدا کردہ ام لیکن ترا	یعنی "اے آدم ہر چند کہ ہم نے تجھ کو واسطے خلافت زمین اور اس کی عمارت کے لیے پیدا کیا لیکن تجھ

وضع خلافت وطریق عمارت آں معلوم نمی توانند شد مگر وقتیکہ کہ چندے در بہشت سکونت نمائی" | کو وضع خلافت اور طریق اس کی تعمیر کا معلوم نہیں ہو سکتا۔ مگر جب کہ کتنی مدت بہشت میں رہے"

اور صفحہ ۲۳ میں فرماتے ہیں۔

والہذا ہول روز قیامت کفار و فاسق و مومنین بلکہ انبیاء و مرسلین را نیز عام خواہد بود | یعنی "اسی لیے ہول روز قیامت کا کافروں اور فاسقوں اور مسلمانوں کو بلکہ انبیاء و مرسلین کو بھی عام ہوگا"

اسی طرح دیگر بکثرت واقعات ہیں بوجہ عدم علم درخت گیہوں سے اجتناب نہ فرمانا۔ اور حق تعالیٰ کا فرمانا کہ اے آدم میری عبادت کے لیے خانہ کعبہ بنا تو عرض کیا یا الٰہ اس گھر کو کہاں بناؤں تو فرمایا اس مقام پر جہاں تیرے بدن کی خاک خمیر کی تھی۔ عرض کیا مجھے نشان اس مقام کا بتانا چاہیئے۔ جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ آدم کو نشان بتاؤ اور فرشتوں کو حکم ہوا کہ زمین کی تہہ سے بنیاد خانہ کعبہ بھر لاویں وغیرہ کذا فی تفسیر فتح العزیز۔ پس کس قدر شیطان لعین نے مولوی نعیم الدین کی عقل مار دی ہے کہ حق و باطل میں اور توحید و شرک میں تمیز جاتی رہی۔

علیٰ ہٰذا کسی موحد متبع سنت صالح کے ہاتھ پر بیعت ہونا جو حقیقۃً اللہ کے ہاتھ پر عہد کرنا ہے بحکم قرآن پاک سورہ فتح کے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا۔ | یعنی "جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سوائے اس کے نہیں کہ وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے اللہ کا ہاتھ ہے ان کے ہاتھ کے اوپر پھر جو کوئی توڑے قول توڑتا ہے اپنے برے کو اور جو کوئی پورا کرتا ہے جس پر اقرار کیا اللہ سے وہ دے گا اس کو اجر بڑا"

اور سورہ انفال میں فرمایا۔

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ۔ | یعنی "پس تم نے ان کو نہیں مارا لیکن اللہ نے مارا اور تو نے نہیں پھینکی مٹھی خاک کی جس وقت پھینکی تھی لیکن اللہ نے پھینکی"۔

برخلاف اس کے متبعین قبر پرستوں کی بیعت حرام موجب ضلالت و گمراہی ہے۔ علیٰ ہذا حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے اشعار کا جواب مولوی نعیم الدین کے ص۶۵ کے جواب میں مفصل گزر چکا کہ صلاۃ و سلام اور اظہار کمالات و احسانات جود و سخا و شافع محشر ہونے پر مشتمل ہیں؛ نہ طلب مرادات شرکیہ پر معاذ اللہ جس کا شرک ہونا بحوالہ آپ کی حجۃ اللہ البالغہ معہ تصدیق مولوی نعیم الدین کے استاد مولوی محمد گل خاں صاحب سے مرقوم ہوا۔ نیز شاہ صاحب موصوف البلاغ المبین ص۸ میں فرماتے ہیں۔

در عہدِ خلافت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ امساکِ باران شدہ بود خلیفہ با جم غفیر برائے استسقاء در مدینہ منورہ رفت و بعباس رضی اللہ عنہ کہ عم آن سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بود توسل نمود و گفت اللّٰهم إنا كنا نتوسّل بنبيك وفی اللّٰ‍ـه نتوسل بعم نبيك یعنی ای بارخدایا بودیم کہ میکردیم توسل بہ پیغامبر تو و الحال توسل مینمائیم بعم پیغامبر تو از ینجا ثابت شد کہ توسل بگذشتگان و غائبان جائز نداشتہ اند و گر نہ عباس رضی اللہ عنہ از سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر نبود چرا نگفت کہ توسل میکردیم بہ پیغمبر تو و الحال توسل میکنند بروح پیغمبر تو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یعنی "بوجہ نہ ہونے بارش کے امیر المومنین خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ جماعت کثیر کے ہمراہ طلب باران کے لیے نکلے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ چچا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے طلب باران کی حق تعالیٰ کے حضور میں درخواست کی کہ یا اللہ ہم بوسیلہ تیرے نبی کے درخواست کرتے تھے اور اب بوسیلہ چچا تیرے پیغمبر کے درخواست کرتے ہیں۔ اس مقام پر ثابت ہوا کہ توسل گزرے ہوؤں اور غائبوں سے جائز نہ رکھتے تھے۔ وگرنہ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر نہ تھے۔ اس لیے نہ کہا کہ ہم توسل کرتے تھے تیرے پیغمبر کے ذریعے سے اور اب توسل ہم کرتے ہیں تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح کے ذریعہ سے"

اور ص۲۴ میں فرماتے ہیں:

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ زیادہ از دو سال خلیفہ آنحضرت بود و انواع مشکلات ہمدرین اثنا در پیش آمد و ہیچ کس از راویان اخبار صحیحہ نیاوردہ است کہ ابوبکر در فلاں مہم

یعنی "ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دو سال سے زیادہ خلیفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رہے اور طرح طرح کی مشکلات اس اثنا میں پیش آئیں اور کسی راویان اخبار صحیحہ سے منقول نہیں ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فلاں مہم میں استغاثہ

استغاثہ و استعانت بقبر شریف آنسرور کردہ بود نعوذ باللہ من ذٰلک کہ ابوبکر صدیق ایں چنیں بدعت شرکیہ بقصد در آمدہ باشد۔

اور استعانت فریاد رسی مشکل کشائی قبر شریف سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہو پناہ اللہ تعالیٰ کی اس امر سے کہ ابوبکر صدیقؓ سے اس قسم کی بدعت شرکیہ کا صادر ہونا واقع ہوا ہو"

اور صفحہ ۴۳ میں علامات شرکیہ مسلمین میں فرماتے ہیں۔

اعتقاد وسعت علم شیخ و اطلاع بر اسرار مخلوقین آنست کہ بیشتر اوقات از دور و نزدیک در حاجات خود با ندا استغاثہ میکنند و بعضے وظائف بطریق اذکار مشتمل بر ندائے اسمائے بزرگان در صبح و شام التزام کردہ اند۔

یعنی "منجملہ اعتقاد وسعت علم شیخ اور اطلاع ہونے پوشیدہ باتوں پر مخلوقات میں سے یہ ہے کہ اکثر اوقات دور و نزدیک سے اپنی حاجتوں میں ندائیں فریاد کرتے ہیں اور بعضے وظیفوں میں بطریق اذکار جو ندا پر مشتمل ہوتے ہیں۔ بزرگوں کے نام صبح اور شام التزام کر کے ورد کرتے ہیں"

اور صفحہ ۴۴ میں فرماتے ہیں۔

پیر پرستان در مقابلہ آیات الٰہی و احادیث نبوی و اقوال اولیاء امت مرحومہ تاویلات عقلی می نمایند۔

یعنی "پیر پرست لوگ بمقابلہ آیات الٰہی اور احادیث نبوی و اقوال اولیاء امت مرحومہ کے تاویلات عقلی کرتے ہیں"

اب عموماً جملہ مبتدعین گور پرست حضرات انبیاء اور اولیاء کو حاضر و ناظر جان کر ندا کرنے والے فریاد رسی چاہتے والے، متصرف فی الامور سمجھنے والے اور خصوصاً سرغنہ مولوی نعیم الدین سب جمع ہو کر بتائیں کہ حسب کلام شاہ عبدالعزیز صاحب و شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے بتائید تقویۃ الایمان شرک میں مبتلا ہوئے یا نہیں

بریلویت اور شیعہ

قولہ ص ۱۳۱، ۱۳۲ ہم نے اسی کتاب کے صفحہ ۶۲، ۶۳ میں قرآن پاک اور حدیث شریف سے مقربان بارگاہ کے تصرفات کا ذکر کیا ہے، مگر مصنف تقویۃ الایمان کو نہ قرآن کی پرواہ نہ حدیث کا لحاظ مسلمانوں کو مشرک کہنے پر اڑا ہوا ہے اور لطف یہ ہے کہ خود اس نے شرک کی جو تعریف کی ہے یہاں وہ بھی صادق نہیں آتی اور انبیاء و اولیاء و دیگر مقربان بارگاہ حق کی شان میں نہایت بے باکانہ گستاخانہ کلمات لکھتا ہے اور اندھے مقلد معتقد قرآن و حدیث چھوڑ کر اس پر ایمان لے آتے ہیں۔ تصرف کے متعلق تقویۃ الایمان کے صفحہ ۱۰، ۱۱

کی عبارت تو ہم اپنی اس کتاب کے صفحہ ۱۲۰ میں نقل کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ اسی کے متعلق اور چند مقامات کی عبارتیں بھی ملاحظہ فرمایئے۔ ۱ اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصرّف کرنے کی قدرت نہیں دی۔ تقویۃ الایمان ص۸۔ ۲ کوئی فرشتہ اور آدمی غلام سے زیادہ رتبہ نہیں رکھتا اور اس کے قبضہ میں عاجز ہے کچھ قدرت نہیں رکھتا۔ تقویۃ الایمان ص۱۹ ۳ تہ اللہ کے سوا کسی کو حاکم سمجھے کہ کسی چیز میں کچھ تصور کرتا ہے نہ کسی کو اپنا مالک ٹھہرائے کہ اس سے اپنی کوئی مراد مانگے اور اپنی حاجت اس کے پاس لے جائے۔ تقویۃ الایمان ص۲۰ ۴ اس بات کی ان میں کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے ان کو عالم میں تصرّف کرنے کی کچھ قدرت دی ہو۔ تقویۃ الایمان ص۲۸ ۵ ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار تقویۃ الایمان ص۲۹ ۶ جو کوئی کسی مخلوق کا عالم میں تصرّف ثابت کرے اور اپنا وکیل سمجھ کر اس کو ملنے تو اب اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے تقویۃ الایمان ص۳۲ ۷ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ تقویۃ الایمان ص۱۰۱۔ اس قسم کی عبارات سے کتاب بھری پڑی ہے۔ منقولہ عبارت میں گستاخانہ و بے ادبانہ طرزِ گفتگو کے علاوہ ساری مخلوق کے تصرف و اختیار کا انکار کیا ہے وہ بھی اس طرح نہیں کہ کسی کو بالذات تصرّف و اختیار حاصل نہیں بلکہ تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو عالم میں تصرّف کرنے کی قدرت نہیں دی تصرّف بعطائے الٰہی کا انکار ہے اب تمام دنیا کے وہابی جمع ہو کر بتائیں کہ یہ مضمون قرآن یا حدیث میں کہاں ہے۔ کوئی ہمت کرکے ایک آیت یا ایک حدیث تو پیش کرے مگر پیش کہاں سے کرے۔ یہ مضمون آیات و احادیث میں ہے کہاں البتہ صدہا آیتوں اور حدیثوں کے خلاف ہے۔

اقول۔ جس تصرّفِ غیر اللہ یعنی انبیاء کا عالم برزخ میں اہل دنیا کی حاجات و مشکل کشائی مرادیں پوری کرنی۔ مولوی نعیم الدین اہل دنیا کے اختیارات و تصرّفات اور علم و قدرت پر محض قیاسِ باطل سے ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا ساری کتاب میں کہیں ایک جگہ بھی کسی ایک آیت نصِ قرآنی اور نصِ حدیث صحیح قطعی الثبوت سے ثابت نہ کر سکے اور نہ کر سکتے ہیں۔ ع

این خیال است و محال است و جنون

پھر اس پر اتنی تعلّی کہ جامہ سے باہر ہیں کہ ہمچو ما دیگرے نیست۔ صدہا آیتوں اور حدیثوں کا نام لیتے ہیں۔ ناظرین کرام مولوی نعیم الدین کے حوالہ صفحہ ۶۲، ۶۳، اور ۱۲۷ کو بغور ملاحظہ فرما کر پھر اس کے جوابات کو ملاحظہ فرمالیں کہ کس قدر بکثرت نصوصِ آیات و نصوصِ احادیثِ صحیحہ اور اکابر ائمہ دین مسلمہ کے کلام صراحتہً منقول ہو چکے ہیں پس بلا شک و شبہ قطعاً و یقیناً۔ تقویۃ الایمان کے

ساتوں نمبر نقل کردہ مولوی نعیم الدین صحیح اور بالکل صحیح ہیں فماذا بعد الحق إلا الضلال - جس کی تفصیل کماحقہ گزر چکی۔ کہ کوئی فرشتہ اور آدمی اللہ کی غلامی سے زیادہ رتبہ نہیں رکھتا اس کے قبضہ میں عاجز ہے کچھ قدرت نہیں رکھتا۔ کہ کسی کی مرادیں بر لادے۔ ان امور میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں۔ نہ کوئی حاضر و ناظر ہے نہ قدرت و اختیار تامہ رکھتا ہے۔ نہ علم تمام کائنات عالم کا رکھتا ہے۔ جو مشکل کشائی حاجت بر لانے کے لیے لازم ہے۔ چنانچہ اس کی تفصیل بھی بحوالہ مسلمہ اقوال کے صراحتہً مرقوم ہو چکی۔ حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہیؒ مکتوب ۲۳ صفحہ ۲۷۵ میں فرماتے ہیں۔

"اینجا اولیاء و انبیاء و خواص و عوام ہم برابرند" — یعنی "اس جگہ اولیاء اور انبیاء اور خواص و عوام سب برابر ہیں"

تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ پس اس کو گستاخانہ و بے ادبانہ طرز کہنا مؤلف کی محض بے علمی اور جہل و عناد ہے۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ تفسیر فتح العزیز ج ا صفحہ ۲۷ میں فرماتے ہیں۔

"و نیز بداند کہ غیر از ذات حق جل و علا در شدائد دنیا نیز بکار نمی آید زیرا کہ در آں وقت کسے از زندگاں و مردگان بفریاد شما نرسید" — یعنی "یہ بھی جان لو کہ سوائے ذات پاک حق جل علا کے دنیا کی سختیوں میں بھی کوئی کام نہیں آتا ہے۔ اس واسطے کہ اس وقت میں کوئی زندوں اور مردوں سے تمہاری فریاد کو نہ پہنچے گا"

اور صفحہ ۴۰۲ میں فرماتے ہیں۔

"و ظاہر است کہ مکنونات ضمائر و قلوب چیزیست کہ غیر از علام الغیوب بر آں مطلع نمی تواند شد" — یعنی "ظاہر ہے کہ دل کے بھیدوں پر سوائے علام الغیوب کے کوئی مطلع نہیں ہو سکتا ہے"

اسی طرح مختار نہ ہوتے میں خاص ذکر محمد یا علی کا باعث بوجہ غلو کے الوہیت کے حق تعالیٰ جل و علا تک پہنچا دینا جہلاء مبتدعین مثل مولوی نعیم الدین اور فرقہ روافض وغیرہم کا ہوا ہے چنانچہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ تحفۂ اثنا عشریہ میں اس کی تفصیل ارقام فرماتے ہیں۔ منجملہ ان کے چند مقام جن کے نقل کرنے سے چارہ نہیں ہے جو حسب ذیل ہیں ص ۵

فرقہ شیعہ غلاۃ کہ ارشد تلامذۂ و اخص الخواص یاران آں خبیث بودند قائل بالوہیت آنجناب شدند۔ در جناب مرتضویؒ — یعنی "فرقہائے شیعہ کا غلو کرنا کہ بڑے شاگردوں اور اخص الخواص یاران اس خبیث (ابن سبا) میں سے قائل معبود ہونے جناب (علی) کے ہوئے ہیں۔ حالانکہ

آثار منافیۂ الوہیت و مقتضیات بشریت
موجود است۔ ایضاً صـ۱۳ فرقہ اثنینیہ اند
گویند محمد و علی ہر دو آلہ اند ایضاً صـ۱۵
مفوضہ گویند باری تعالیٰ خلقت دنیا را
بہ محمد تفویض نمود۔ ایضاً صـ۱۵۳ فرقہ مفوضہ
از شیعہ قائل اند بشرکت محمد و علی در خلقت
دنیا۔ ایضاً صـ۲۱۴ سند و ہند و ترک و چین
نیز مثل ایران و خراسان یا علی یا علی میگفتند
ایضاً صـ۲۵۳ آنکہ ہر کہ محبت علی در دل وارد
گو یہودی و نصرانی و ہندو باشد داخل
بہشت است۔ ایضاً صـ۲۶۱ آنکہ ائمہ را
علم ما کان و ما یکون حاصل میباشد پس اجل
خود را و کیفیت و وقت موت خود را
بتفصیل میدانند پس پیش از آن وقت
جبرا از جان خود بترسند۔ ایضاً صـ۲۷۳ آنکہ
حاکم روز جزا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
و علی شیر خدا خواہند بود۔ ایضاً صـ۲۷۵ آنکہ
گویند آنچہ از زمین مماس بدن معصوم شود
از کعبہ ہزاران درجہ بہتر ست۔ و این ہفوہ
نیز صریح البطلان است زیرا کہ دریں صورت
لازم می آید کہ کنائس و معابد یہود و نصاریٰ
و دیر رہبان و آتش خانہای مجوس و ہیاکل
اوثان کہ دران گزر معصوم واقع شدہ باشد
علی الخصوص منازل ما بین کوفہ و صفین بہتر
از کعبہ باشند بلکہ خانہائے خلفای عباسیہ

جناب مرتضوی میں علامتیں مخالف آلہہ ہونے اور مقتضیات
بشریت کی موجود ہیں۔ فرقہ اثنینیہ کہتے ہیں محمد اور علی ہر دو
آلہ ہیں"۔ فرقہ مفوضہ کہتے ہیں باری تعالےٰ
نے خلقت دنیا کو محمد کی سپرد کر دیا ہے" فرقہ
مفوضہ شیعوں میں سے قائل ہیں محمد اور علی کی
شرکت کے خلقت دنیا میں۔ سندھ اور ہند اور
ترک اور چین بھی مثل ایران اور خراسان کے
یا علی یا علی کہتے ہیں جو شخص محبت
علی کی اپنے دل میں رکھے اگرچہ یہودی اور نصرانی
اور ہندو ہو وہ بہشت میں داخل ہوگا"۔ کیونکہ
ائمہ کو علم اگلے پچھلے سب کا حاصل ہوتا ہے پس اپنی
موت اور کیفیت اور وقت موت کو بتفصیل
جانتے ہیں۔ پس پہلے اس وقت سے کس لیے اپنی
جان سے ڈرتے تھے" اور یہ بھی کہتے ہیں کہ حاکم
روز جزا کے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور
علی شیر خدا ہوں گے" اور یہ بھی کہتے ہیں
کہ جس قدر زمین بدن معصوم سے مس ہوتی
ہے۔ ہزاروں درجہ وہ حصہ زمین کا کعبہ سے
بہتر ہے۔ اور یہ کہنا بھی ان کا صریح باطل ہے
کیونکہ اس صورت میں لازم آتا ہے۔ کہ یہود
و نصاریٰ کے گرجے اور عبادت خانہ درویشوں
کے مقام اور مجوس کے آتش خانہ اور بتوں کے
مقام جن میں معصوم کا گزر واقع ہوا ہو خاص کر کوفہ
اور صفین کے درمیان کی منزلیں بہتر کعبہ سے ہونگی
بلکہ مکان خلفائے عباسیہ کے جن میں کتنے ہی ائمہ

کہ دران چندے از ائمہ معصومین محبوس
بودند از کعبہ بہزاران درجہ افضل باشد،
وخانہ معاویہ کہ یکبار دران حضرت امام
حسین بتقریب عیادتش تشریف بردہ اند
ومولد یزید ست نیز از کعبہ بہزاران
مرتبہ بہتر باشد (سبحانک ھٰذا بھتان
عظیم ایضاً صـ۳۸۳ واعتقادِ الوہیت
ایشان یا حلولِ روحِ الٰہی در ایشان و
آنہا معصوم دانستن وعلمِ غیب ثابت
کردن وموت آنہارا باختیار آنہا و
حضرت امیر را قسیم النار والجنۃ وحاکم روز
جزا را اقرار دادن وخود را بسبب محبت
حضرت امیر مغفور وناجی گمان کردن ہمہ ماخوذ
از نصاریٰ ہست کہ معبودیت حضرت مسیحؑ
را منکر بودند وایں ہمہ مراتب برائے
ایشان ثابت کردند۔ ایضاً صـ۳۸۴ ونیز از
طرف خود اعیاد بسیار تراشیدہ اند در ایام
عاشورا قبورِ ائمہ را تصویر کنند وبسوئے
آنہا سجدہ کنند و روبروئے آنہا دست بستہ
مانند موافق عملِ نصاریٰ است۔ ایضاً
واما مشابہت بہنود پس در ایام عاشورا و
چیزیکہ ہنود با بتان خود کنند اینہا با صورت
قبور ائمہ نمایند وغسل دہند وسوار کنند و
نوبتہا زنند وطعام را بحضور آں قبور نہند
وادلش را تقسیم نمایند وشادی نکاح و

ومعصومین قید میں رہے ہزاروں درجہ کعبہ سے
افضل ہوئے اور مکان معاویہ رضی اللہ عنہ
کہ ایک بار اس میں حضرت حسین رضی اللہ
تعالیٰ عنہ بتقریب ان کی عیادت کو تشریف لے
گئے تھے اور وہی جگہ پیدا ہونے یزید کی ہے۔
یہ بھی کعبہ سے ہزاروں مرتبہ بہتر ہوگا سبحانک ھٰذا
بھتان عظیم اور اعتقاد ان کے الٰہ ہونے یا حلولِ
الٰہی کا ان کی روح میں ہونا اور ان کو معصوم جاننا
اور علم غیب ثابت کرنا۔ اور ان کی موت کو ان
کے اختیار میں جاننا اور حضرت امیر کو تقسیم دوزخ
اور جنت کا اور حاکم روز جزا کا قرار دینا اور
اپنے آپ کو حضرت امیر کی محبت کے سبب مغفور
اور نجات شدہ گمان کرنا یہ تمام باتیں نصاریٰ سے
اخذ کی ہوئی ہیں کہ جو بندے ہونے حضرت مسیحؑ
کے منکر تھے اور یہ لوگ تمام مراتب ان کے لیے
ثابت کرتے ہیں۔ اور نیز اپنی طرف سے بہت
ساری عیدیں تراشتے ہیں ایام عاشورہ میں قبورِ
ائمہ کی تصویر بناتے ہیں اور ان کو سجدے کرتے ہیں
اور ان کے آگے دست بستہ کھڑا ہونا مانند عمل نصاریٰ
کے ہے۔ اور لیکن مشابہت ہندوؤں سے پس ایام
عاشورہ میں جو امور ہندو اپنے بتوں کے ساتھ
کرتے ہیں یہ لوگ بھی صورتِ قبور ائمہ کے ساتھ
کرتے ہیں اور غسل دیتے ہیں اور سواری نکالتے
ہیں اور نوبت بجاتے ہیں اور کھانا قبروں کے
سامنے رکھتے ہیں اور اول اس کو تقسیم کرتے ہیں اور

حق جمعی ازم تو ہم و صلاحت مانیہ بستردہ [illegible]
نہ گلان جبل تخود مم اینما زوہم جنود [illegible]
ضعیف تر است او [illegible]

اب مولوی نعیم الدین کو تصدیق و تائید تقویۃ الایمان بلکہ صدق مقام مولانا شہید مرحوم سے متعلق استاد وشیخ محقق کے جناب شاہ عبدالعزیز صاحب سے کچھ نہیں چاہیئے۔ ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

مزید برآں خود جناب شاہ صاحب سے مؤلف کا تشابہ بر فضل ہی واضح ہو گیا۔ غرض اگر تمام دنیا کے معتقدین گور پرست شریک کر مرجائیں تو ہرگز ایک آیت نص قرآنی اور صرف ایک صحیح صریح قطعی الثبوت والدلالت انبیاء و اولیاء کے تصرف و قدرت عالم برزخ میں اہل دنیا کے حل مشکلات و حاجات براَنے کی نہیں لا سکتے۔ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ (البقرہ)

مسئلہ تصرف و قدرت میں چند مغالطے اور ان کی حقیقت

قولہ۔ ص ۱۳۲ تا ۱۳۵ چند آیات پیش کی جاتی ہیں۔ پہلی آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باذنِ الٰہی پرند بنانا۔ مادر زاد اندھوں اور برص والوں کو تندرست کرنا مردوں کو زندہ فرمانا مذکور ہے۔ یہ کیسے بڑے اور کتنے عظیم تصرفات ہیں جن کے اسمٰعیل صاحب منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی۔ دوسری آیت اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کو زمین میں تصرف کی قدرت عطا فرمائی اور خلق کو بادشاہ ہوں کو جن سامانوں کی حاجت ہوتی ہے سب مرحمت ہوئے۔

مگر تقویۃ الایمان والا عین ما شا رب دو عالم اور قرآن پاک کی مخالفت پر اڑا ہوا ہے۔

تیسری آیت، حضرت داؤد علیہ السلام کی شان میں ارشاد ہے اور مسخر و مطیع کر دیا ہم نے پہاڑوں کو داؤد کے ساتھ کہ تسبیح کرتے اور پرندوں کو (چوتھی آیت) انہیں حضرت داؤد علیہ السلام کی شان میں فرمایا۔ اور بیشک ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑا فضل عطا کیا کہ حکم فرمایا اے پہاڑو! اس کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرو اور اے پرندو۔ اور ہم نے اس کے لیے لوہا نرم کیا (پانچویں آیت) اور یاد کرو ہمارے بندہ داؤد صاحب قوت کو بیشک وہ رضائے الٰہی کی طرف بڑا رجوع کرنے والا ہے بیشک ہم نے مسخر کیا پہاڑوں کو اس کے ساتھ تسبیح کرتے

شام دیگاہ سب اس کے فرمانبردار ہیں اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کیا اور اس کو حکمت اور قول فیصل عطا فرمایا۔ تقویۃ الایمان والے ان آیات کو آنکھیں کھول کر دیکھیں اور قرآن پاک کی مخالفت سے ڈریں (چھٹی آیت) حضرت سلیمان علیہ السلام کے حق میں ارشاد ہوا۔ اور مسخر کردی ہم نے سلیمان کے لیے تیز ہوا کہ ان کے حکم سے چلتی اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی اور ہم ہر چیز کے عالم ہیں اور ہم نے شیطانوں میں سے ان کو مسخر کیا جو سلیمان کے لیے غوطہ لگاتے اور اس کے سوا اور کام کرتے اور ہم ان کے حافظ تھے۔ (ساتویں آیت) اور ہم نے سلیمان کے لیے ہوا مسخر فرما دی اس کی صبح کی منزل ایک ماہ کی راہ اور شام کی منزل ایک ماہ کی راہ۔ اور بنا یا ہم نے اس کے لیے گداختہ تانبے کا چشمہ اور مسخر کر دیئے جنوں میں سے وہ جو اس کے آگے کام کرتے اس کے رب کے حکم سے اور ان میں سے جو ہمارے حکم یعنی اطاعتِ سلیمان سے عدول کرے ہم بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے وہ جنات اس کے لیے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل اور تصویریں اور بڑے حوضوں کی برابر لگنیں۔ اور لنگر دار دیگیں (آٹھویں آیت) حضرت سلیمان نے عرض کیا یا رب میری مغفرت فرما اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو سزاوار نہ ہو۔ بیشک تو ہی ہے بڑا عطا فرمانے والا۔ تو ہم نے ہوا اس کے بس میں کر دی کہ اس کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں وہ چاہتا اور دیو بس میں کر دیئے ہر معمار اور غوطہ خور اور دوسرے اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے۔ کیا تقویۃ الایمان والے نے یہ آیتیں نہیں دیکھیں یا ان پر ایمان نہیں رکھتا کس طرح کہتا ہے کہ اللہ نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی۔ اس کے قول سے کتنی آیتوں کا انکار لازم آتا ہے (نویں آیت) ان سے فرما دیجئے تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔ وفات دینا تصرف ہے یا نہیں۔ اسی تصرف کا صاحب تقویۃ الایمان منکر ہے (دسویں آیت) پھر ان کی قسم جھڑک کر چلائیں۔ ابر لانا لے جانا تصرف ہے تقویۃ الایمان والا کس کس تصرف کا انکار کرے گا (گیارہویں آیت) قسم ان فرشتوں کی کہ سختی سے جان کھینچیں اور ان کی جو نرمی سے بند کھولیں اور ان کی جو آسانی سے پھیریں پھر آگے بڑھ کر جلد پہنچیں۔ پھر کام کی تدبیریں کریں۔ کہیئے یہ عالم میں تصرف ہوا یا کچھ اور۔ مولوی اشرف علی تھانوی نے ترجمہ یہ لکھا ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں۔ یہ ترجمہ کر کے مولوی اشرف علی بھی تقویۃ الایمان کے حکم سے مشرک ہوئے کہ انہوں نے ملائکہ کو مدبر اور عالم میں متصرف مانا۔ اہلِ اسلام غور فرمائیں کہ صاحب تقویۃ الایمان کا تصرف بعطائے الٰہی کو شرک قرار دینا قرآن پاک کی صریح مخالفت ہے۔ اور اس سے بکثرت آیات اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا انکار لازم آتا ہے اھ ملخصاً۔

اقول ۔ مولوی نعیم الدین کی عقل ضد کے غلبے سے مغلوب ہو رہی ہے کہ حق نہیں سوجھتا ۔ ناظرین اہلِ انصاف غور فرمائیں کہ جو آیات معجزات انبیاء علیہم السلام حیات عالم دنیا میں عطا ہوئے یا جن امور کا علم و تصرف ملائکہ کو نظام عالم کے لیے سپرد ہوا ۔ اس سے زائد ہر ذرہ بھر ان کو اختیار حاصل نہیں اس پر قیاسِ باطل مردود کر کے مولوی نعیم الدین انبیاء و اولیاء کو غائبانہ حاضر و ناظر متصرف و فادر جہان کران سے حلِ مشکلات و مرادات برلانے کی توقع پر ندائیں فریادیں ثابت کرنا چاہتے ہیں اور اگر ان کے پاس کوئی ایک دلیل بھی قرآن و حدیث کی صراحۃً ہوتی تو اس قیاسِ بیہودہ کو کیونکر اختیار کرتے ۔ حالانکہ در بارۂ مسائل عقائد ایمان و شرک جس میں تمام دنیا کے مسلمانان اہلِ علم کے مسلمات سے دلیل قطعی الثبوت قطعی الدلالت لازم ہوتی ہے چنانچہ خود مولوی نعیم الدین کے مسلمہ مقتداء مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی منیر العین فی تقبیل الابہامین حسنی پریس بریلی کے ص۱۳۱ میں لکھتے ہیں ۔

" آحاد اگرچہ کیسے ہی قوتِ سند و نہایت صحت پر ہوں ان کے معاملہ میں کام نہیں دیتیں یہ اصول عقائد اسلامیہ ہیں۔"

علامہ تفتازانی ؒ شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں ۔

خبر الواحد علی تقدیر اشتماله علی جمیع الشرائط المذکورة فی اصول الفقه لایفید الا الظن ولا عبرة بالظن فی باب الاعتقادات ۔

" حدیث آحاد اگرچہ تمام شرائط صحت کی جامع ہو ظن ہی کا فائدہ دیتی ہے اور معاملہ اعتقاد میں ظنیات کا کچھ اعتبار نہیں ۔"

مولانا علی قاری منح الروض الازہر میں فرماتے ہیں ۔

الاحاد لا تفید الاعتماد فی الاعتقاد ۔

" احادیث آحاد در بارۂ اعتقاد نا قابلِ اعتماد ہیں ۔"

مولوی صاحب بریلوی کے والد مولوی محمد نقی علی خان صاحب جواہر البیان فی اسرار الارکان حسینی پریس محلہ سوداگران بریلی کے ص۲۹ میں لکھتے ہیں ۔

" پیغمبر و صدیق اس کی بے نیازی سے خائف و ترساں برقِ غضب اس کی ہزار برس کی طاعت و ریاضت جلا کر خاک بنا تی ہے "

ایضاً ص۳۲،۳۳ میں لکھتے ہیں ۔

" مخلوقات و ممکنات سے کہ خود محتاج اور اپنی حدِ ذات میں ہالک ہیں دست بردار ہو کر

مالکِ کائنات و خالقِ ارض و سمٰوات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو باقی و دائم ہے اور سب اس کے محتاج ہیں" بندہ وہ ہے کہ مراد و مقصود اس ذاتِ مطلق کے سوا دوسری چیز نہ ہو اور اس کی عظمت کے سامنے تمام عالم کو پست سمجھے سب خوبیاں اور کمالات اور تمام عیوب سے پاکی اس کے لیے سمجھے"

ایضاً ص۳۷ میں لکھتے ہیں۔

ایاک نعبد وایاک نستعین ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔ ہنوز یہ کلمہ پورا نہیں نکلتا کہ تازیانہ خوف کا دل پر مارا جاتا ہے۔ مبادا غیب سے ندا ہو اے کاذبِ خوش صبح سے شام تک تیرا دل اغیار کی طرف جھکا رہتا ہے اور ہماری عبادت کا دعویٰ کرتا ہے۔ بندہ وہ ہے کہ سب کو چھوڑ کر ہماری طرف رجوع کرے، کسی سے کام نہ رکھے جو فرمائیں بجا لائے اور جس سے روکیں باز آئے اپنی خواہش کو دخل نہ دے، ہماری تقدیر پر راضی و شاکر رہے، اسی طرح استعانت ہم سے یہ ہے کہ ہر مصیبت میں ہماری طرف رجوع کرے اور جو ملنگے ہم سے مانگے۔"

ایضاً ص۳۹ میں لکھتے ہیں۔

"کارخانہ الٰہی میں کوئی چیز خاک سے زیادہ ذلیل و خوار نہیں رفعت و بلندی کا اقتضا اس میں کہاں مگر مالک اپنی ملک میں مختار ہے جس بندہ، تو اور وندہ بے مقدار کو چاہے تشریفِ کرامت سے مخصوص فرما کر اپنی درگاہ میں بلائے اور بیٹھنے کی اجازت دے"

ایضاً ص۱۴۰ میں لکھتے ہیں۔

"آخر اس دربار کے سوا دو سر اٹھکانا بھی تو نہیں نہ عالم میں کوئی بات سننے والا نہ فریاد کو پہنچنے والا اور سُنے بھی تو کیا حاصل، اپنے درد کی دوا اور محتاجی کا علاج تو یہاں کے سوا کہیں نہیں، ناچار جس بادشاہ کی نافرمانی میں عمر کاٹی آنکھیں بند کئے گردن جھکائے اس کی رحمت و کرم کی امید رکھتے اور غضب و عتاب سے لرزتے کانپتے اسی کی طرف دستِ تمنا بلند کر کے پکارتے ہیں"

ایضاً ص۱۸۷ میں لکھتے ہیں۔

"پس باعتقاد اس کے کہ سوا حق جل وعلاء کے کوئی فادر و مالک عالم معطی و مانع وضار ونافع نہیں اور اگر بفرض محال تمام اولین وآخرین جن وانس ارواح و ملائکہ چھوٹے اور

بڑے تمام عالم ایک ذرہ کو اس کی جگہ سے حرکت دینے پر اکھٹے ہو جائیں اور یک بار
اس پر زور آزمائی کریں اور اسی کیفیت سے لاکھ برس گزر جائیں اور ان کی قوتیں یوماً
فیوماً ترقی پر ہوں۔ یہاں تک کہ ہر ایک ان میں سے ہفت طبق زمین ایک ہاتھ پر
اٹھائے مگر ارادۂ اللہ اس ذرہ کا تحرک نہ چاہے ہرگز ممکن نہیں کر ادنے جنبش دے
سکیں۔ مخلوق کے علم وقدرت وسمع وبصر کو اس کی صفات کاملہ سے کوئی نسبت نہیں۔
اگر سر مو توحید لگا کر دیکھئے تو بالکل سنسان لق ودق بیابان ہو کا عالم یعنی ہو ہے اور
ہو کے سوا سب ہی نہیں ہیں "

پس مقام توحید اور رد شرک کے سلسلہ میں تقویۃ الایمان کی یہ بیّن تائید مولوی نعیم الدین صاحب
کے عاجز ہوتے اور عام لوگوں کو فریب میں لا کر گمراہ کرنے کی تردید کے کافی ہے۔ فما ذا
بعد الحق الا الضلال۔

دربارۂ اشتراک فی التصرف، احادیث کا غلط استعمال

قولہ صـ ۱۳۶-۱۳۸ اب چند احادیث بھی ملاحظہ فرمایئے۔

حدیث ۱: حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمادی
گئیں۔ رواہ البخاری عن عقبہ بن عامر۔ پوچھو تقویۃ الایمان والے سے کچھ ہوئی خبر حضور کس کس
چیز کے مالک ومختار ہیں۔ حدیث ۲: بخاری ومسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت کی حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا۔ اور
رعب سے میری نصرت فرمائی گئی اور میں نے بحالت خواب دیکھا کہ میرے پاس زمین کے
خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔ مشکوٰۃ صـ ۵۱۲ یہ ہے حضور کا
تصرف واختیار اور اس سے ظاہر ہے اسمٰعیل کے اس قول ناپاک کا بطلان کہ جس کا نام محمد یا
علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں اور اسی سے تقویۃ الایمان کے اس قول کا بطلان ثابت ہوا جو اس
نے صفحہ ۲۴ میں لکھا ہے۔ کہ کوئی اس کا خزانچی نہیں۔ نادان خزانچی کیسا خزانے ان کو عطا فرمادیئے
گئے۔ آنکھ ہو تو دیکھ مسلم شریف میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حدیث ۳:
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھے دونوں خزانے سرخ وسفید عطا فرمادیئے گئے۔
مشکوٰۃ صـ ۵۱۲ یہی نہیں کہ صرف دنیا ہی کے خزانوں کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مالک بنایا گیا۔
آخرت کے خزانوں کی کنجیاں بھی حضور کو عطا فرمادی گئیں۔ حدیث ۴: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے فرمایا کرامت اور مفاتیح کنجیاں اس روز میرے دستِ اقدس میں ہوں گی مشکوٰۃ صہ۵۱۴۔ کچھ دیکھا دنیا و آخرت کی کنجیاں حضور کے دستِ مبارک میں ہیں۔ حدیث ۵ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ میں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلا کرتے مشکوٰۃ صہ۵۱۲ یہ ہے تصرف و اختیار یہ ہے حکومت و اقتدار جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو عطا فرمایا جن سے نہ دیکھا جائے وہ اپنی آنکھیں پھوڑیں۔ سروں پر خاک ڈالیں۔ حدیث ۶ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں جنت کے دروازہ پر آکر دروازہ کھلواؤں گا۔ خازن دریافت کرے گا۔ آپ کون ہیں! میں جواب دوں گا محمد وہ عرض کرے گا آپ ہی کے سبب سے مجھے حکم دیا گیا۔ کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے نہ کھولوں۔ مشکوٰۃ صہ۵۱۱۔ حدیث ۷ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں بروز قیامت تمام آدمیوں کا سردار ہوں گا فخراً نہیں کہتا میرے دستِ مبارک میں لواء حمد ہوگا فخراً نہیں کہتا اس دن آدم اور ان کے ماسوا ہر نبی میرے ہی جھنڈے کے نیچے ہوگا مشکوٰۃ صہ۵۱۳

اقول۔ پہلی حدیث صحیح بخاری کی بروایت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ جس کا اول آخر مولوی نعیم الدین نے خیانتہً بطور فریب دہی چھوڑ کر نقل کیا۔ پوری حدیث بغرضِ اظہارِ خیانت ناظرین کی خدمت میں حسبِ ذیل ہے۔

عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ عنہ	"عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ	کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز باہر تشریف
خرج یومًا فصلی علی اھل احد	لائے اور اپنے شہداء احد پر نماز جنازہ پڑھی،
صلوٰتہ علی المیت ثم انصرف	بعد اس کے منبر پر تشریف لائے۔ پس فرمایا
الی المنبر فقال انی فرطکم و انا	میں تمہارا پیش خیمہ ہوں اور میں تمہارا گواہ
شھید علیکم و انی واللہ لانظر	ہوں اور میں واللہ اس وقت اپنے حوض
الی حوضی الاٰن و انی قد اعطیت	کی طرف دیکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے
مفاتیح خزائن الارض و انی واللہ	زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں اور
ما اخاف بعدی ان تشرکوا ولکن	میں واللہ نہیں خوف رکھتا تم پر کہ میرے
اخاف ان تنافسوا فیھا (صحیح بخاری	بعد مشرک ہو جاؤ گے اور لیکن مجھے خوف ہے
پارہ ۱۴ صہ۳۳۹ باب علامات النبوۃ و	تم پر کہ تم رغبت کرو گے۔ یعنی دنیا کی کشادگی
مسلم ج۲ صہ۲۵۰)	میں پڑ جاؤ گے"

چنانچہ اس حدیث کو امام بخاری مختلف ابواب میں پارہ ۵ کتاب الجنائز صـ۲۹۳ اور پارہ ۱۶ صـ۳۶ اور پارہ ۲۶ صـ۹۶ میں روایت فرماتے ہیں۔ اولاً ان احادیث میں شہداءِ احد پر نماز جنازہ غائب پڑھنا ثابت ہے کیونکہ واقعہ احد کے آٹھ سال بعد کا یہ واقعہ ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری پارہ ۱۶ صـ۳۶ میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی قتلی احد بعد ثمانی سنین ۔	یعنی "نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداءِ احد پر بعد آٹھ سال کے"

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں مرقوم ہے۔

ان ذلک کان بعد ثمان سنین و کانت احد فی شوال سنة ثلث و مات صلی اللہ علیہ وسلم فی ربیع الاول سنة احدی عشرة ۔	یعنی "یہ واقعہ تھا بعد آٹھ سال کے اس لیے کہ واقعہ احد شوال ۳ھ میں ہوا۔ اور وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیع الاول ۱۱ھ میں ہوئی۔"

پس اس واقعہ شہداءِ احد پر نماز جنازہ غائب پڑھنے کو مولوی نعیم الدین نے خیانتاً اس وجہ سے چھپایا کہ اس کے مستند اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی الھادی الحاجب صـ۲۳ میں اپنے غیض و غضب سے کہہ چکے ہیں۔

"کہ نمازِ غیب و تکرار نماز جنازہ دونوں ہمارے مذہب میں ناجائز ہیں اور ہر ناجائز گناہ ہے اور ہر گناہ میں کسی کا اتباع نہیں"

پس یہ ہے مولوی نعیم الدین کا اپنے اعلیٰ حضرت بریلوی کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلیٰ جان کر آپ کی حدیث کے ایک جزء اول کا اخفاء کرنا۔ نعت ایسی بدمذہبی اور بے ادبی پر نعوذ باللہ من الرفض الجلی والخفی ۔ کھل گیا تقیہ پر کھل گیا۔ حالانکہ الھادی الحاجب صـ۱۱ ہی میں امام جلال الدین سیوطیؒ کے رسالہ تبییض الصحیفہ سے منقول ہے کہ

"امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے جنازۂ مبارک پر چھ بار نماز ہوئی اور کثرتِ ازدہامِ خلائق سے عصر تک ان کے دفن پر قدرت نہ پائی۔"

اور مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ مدارج النبوت ج ۲ صـ۴۵۲ میں فرماتے ہیں۔

والآن در حرمین شریفین زادہما اللہ تعظیماً و تشریفاً متعارف است چوں خیر میرسد	یعنی "اس وقت حرمین شریفین زادھما اللہ تعظیماً و تشریفاً میں معمول ہے کہ جس وقت

کہ فلاں مردِ صالح در بلدے از بلادِ اسلام
فوت کردہ است شافعیہ نماز بروے می کنند
و بعضے حنفیہ نیز بایشاں شریک میشوند از
قاضی علی بن جار اللہ کہ شیخ حدیث ایں فقیر
بود پرسیدہ شد کہ حنفیہ چوں شریک میشوند
در گزاردن ایں نماز گفت دعائے است
کہ می کنند فلا بأس بہٖ حضرت
غوث الثقلین شیخ عبد القادر جیلانی
رحمۃ اللہ علیہ در فتوح الغیب میفرمایند
کہ ہر روز بطریق ورد نماز جنازہ بر اموات
آں روز بگذارد و ایشاں حنبلی اندو نزد
امام احمد حنبل جائز است ایضاً ص۴۹۱
و نماز گذارد بر شہداءِ احد بعد از ہشت
سال از شہادت ایشاں۔

خبر پہنچتی ہے کہ فلاں مردِ صالح نے کسی شہر میں
وفات پائی ہے۔ شافعیہ اس پر نماز پڑھتے ہیں
اور بعضے حنفیہ بھی ان کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔
علی بن جار اللہ جو اس فقیر کے شیخ الحدیث تھے،
ان سے پوچھا گیا کہ حنفیہ جو اس نماز میں شریک
ہوتے ہیں تو فرمایا کہ دعا ہے جو کرتے ہیں کچھ مضائقہ
اس کا نہیں ہے حضرت شیخ عبد القادر
جیلانیؒ فتوح الغیب میں فرماتے ہیں۔ کہ
ہر روز بطریق ورد کے نماز جنازہ اس روز
کی اموات پر پڑھا کرو۔ اور آپ حنبلی
تھے۔ اور امام احمدؒ کے نزدیک جائز ہے
اور نماز پڑھی گئی شہداءِ احد پر بعد
آٹھ سال کے ان کی شہادت
سے۔"

اور فوائد الفواد ملفوظات شاہ نظام الدین اولیاء دہلویؒ ص۱۴۳ مطبوعہ کشوری میں مرقوم ہے۔

لختے سخن دراں افتاد کہ بعضے بر جنازہ
غائب نماز میگزارند چگونہ باشد خواجہ
ذکراللہ بالخیر فرمودہ کہ روا باشد و محمد
مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم بر نجاشی
ہمیں نماز کردہ است او در غیب
مردہ بود۔

یعنی "گفتگو اس امر میں ہوئی کہ بعضے
نماز جنازہ غائب پڑھتے ہیں۔ یہ کیونکر
ہے آپ نے ارشاد فرمایا روا ہے۔
اور محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم نے
نجاشی کے غائبانہ جنازہ کی نماز
پڑھی تھی۔"

علیٰ ہذا ملا علی قاری مکی حنفیؒ کے جنازہ غائب پر نماز پڑھی گئی چنانچہ طرب الاماثل بتراجم الافاضل ص۲۵۵ میں مرقوم ہے۔

وکانت وفاتہ بمکۃ سنۃ ۱۰۱۴ھ ودفن

یعنی "ہوئی وفات ان کی مکہ میں ۱۰۱۴ھ

بالمعلی ولما بلغ خبرہ علماء	میں اور دفن کئے گئے معلی میں اور جب خبر
صلّوا علیہ بجامع الازہر صلوٰۃ	پہنچی علماء مصر کو تو ان پر جنازہ غائب کی
الغیبۃ فی مجمع یجمع اربعۃ	نماز پڑھی گئی۔ جامع ازہر میں چار ہزار مجمع
الاف الجمعۃ۔	کے ہمراہ جمعہ میں"

اور خود احمد رضا خاں صاحب بریلوی حیات الموات صہ۴۶ میں بلا تردید لکھتے ہیں کہ
"ایک بی بی مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھیں ان کا انتقال ہو گیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی نے خبر نہ دی حضور ان کی قبر پر گذرے دریافت فرمایا یہ قبر کس کی ہے لوگوں نے عرض کیا ام محجن کی، فرمایا وہی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی عرض کی ہاں حضور نے صف باندھ کر نماز جنازہ پڑھائی"

الحمد للہ کہ اس روایت سے علاوہ ثبوت نماز غیب و تکرار جنازہ کے آنحضرتؐ کو غیب کا نہ ہونا بھی پورے طور پر روشن ہو گیا۔ ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری!

اب ناظرین زمین کے خزانوں کی کنجیوں کی حقیقت ملاحظہ فرما دیں۔ جس سے پتہ چلے گا کہ مولوی نعیم الدین کا یہ قول کہ
"حضور دنیا اور آخرت کے خزانوں کے مالک و مختار ہیں"
محض اعتقاد کا فتور اور فہم باطل کا قصور ہے۔ جس طرح مولانا شاہ عبد العزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں اس کی تفصیل فرما چکے۔ جو پہلے درج ہو چکا۔ ہاں تو سنئے شارحین حدیث کے اقوال۔ امام نوویؒ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں۔

وفی ھذا الحدیث معجزات لرسول	"اس حدیث میں کئی معجزہ رسول اللہ صلی اللہ
اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم فان معناہ	علیہ وسلم کے ہیں۔ پس اس میں خبر دی گئی ہے
الاخبار بان امتہ تملک خزائن	کہ آپ کی امت کو یہ خزانے زمین کے ملیں
الارض وقد وقع۔	گے اور یہ واقع ہو چکا"

شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۴ صہ۴۱ میں فرماتے ہیں۔

اشارت ست بمالک شدن امت	"اس میں اشارہ ہے آپ کی امت کے مالک
خزائن ملوک ماضیہ و خبر آنرا ہ الخ	ہو جانے کا اور گزشتہ بادشاہوں کے خزانوں

کے خبر دینے کا۔ پس اس وجہ سے امت کو ڈرایا گیا کہ کہیں دولت دنیا میں مبتلا نہ ہو جاویں"

اور مزید تشریح اس حدیث کی حدیث ۲ نقل کردہ مولوی نعیم الدین کے جس کے آخر الفاظ خلافِ دیانت چھوڑ دیئے گئے واضح ہے۔

قال ابو هريرة وقد ذهب رسول الله صلى الله عليه وسلم وانتم تنتثلونها (صحيح البخاری کتاب الجهاد پاره ۱۲ صـ۱۰)

"فرمایا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو (دنیا سے) تشریف لے گئے اور اب تم ان خزانوں کو نکال رہے ہو"

چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں مرقوم ہے۔

المراد منها ما يفتح لامته من بعده من الفتوح وقيل المعادن۔

"مراد ان خزانوں سے جو اُمت کے لیے بعد آپکے فتوحات واقع ہوئیں اور کانیں نکلیں"

نیز فتح الباری پارہ ۲۹ صـ۶۴۷ میں فرماتے ہیں۔

قال النووی يعنى ما فتح على المسلمين من الدنيا وهو يشمل الغنائم والكنوز۔

"کہا نووی نے جو فتوحات مسلمانوں پر دنیا میں واقع ہوئے وہ شامل ہیں غنیمتوں اور خزانوں کو"

چونکہ اس حدیث میں واقع صادقہ خواب ہے اور ہر خواب کی تعبیر ضروری اس لیے خصوصاً کلام صحابی میں اس کی یہ تعبیر واقع ہوئی۔ چنانچہ شاہ عبدالحق صاحب اشعتہ اللّمعات ج ۴ صـ۴۶۹ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

پس نہادہ شد آن کلید ہا پیش من مراد فتوحات ست کہ کشادِ باری تعالیٰ برامت وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از بلادِ شرق و غرب واستخراج کنوز ودفائن یا مراد کانہائے زمین کہ دروے سیم وزر است اھ

"پس رکھی گئیں وہ کنجیاں آگے میرے مراد فتوحات ہیں کہ باری تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے لیے شرق و غرب کے شہروں کے خزانے اور دفینے یا کانیں جس میں چاندی اور سونا وغیرہ ہیں نکال دیں"

نیز شاہ صاحب موصوف مدارج النّبوت ج ۱ صـ۱۳۹ میں فرماتے ہیں۔

دادہ شدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مفاتیح خزائن وسپردہ شد وے وظاہرش آنست کہ خزائنِ ملوکِ فارس وروم ہمہ بدست صحابہؓ افتاد"

یعنی" دی گئیں اور سپرد کی گئیں خزانوں کی کنجیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ظاہر یہ ہے کہ خزانے ملوک فارس و روم کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھ میں آ گئے"

نیز حدیث بخاری پارہ ۲۸ صفحہ ۵۰۶ و صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۲۴۴ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینما انا نائم اذ اوتیت خزائن الارض فوضع فی یدی سواران من ذھب فکبرا علی فاوحی الی ان انفخھما فنفختھما فذھبا فاولتھما الکذابین الذین انا بینھما صاحب صنعاء و صاحب الیمامۃ اھ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۹۵) باختلاف الالفاظ

"فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں نے خواب میں دیکھا کہ زمین کے خزانے مجھے دیئے گئے اور دو کنگن سونے کے میرے ہاتھوں میں رکھ دیئے گئے وہ مجھے گراں معلوم ہوئے یعنی ان کے ہونے کی وجہ سے مجھے تکلیف ہوئی پھر وحی کی گئی میری طرف کہ میں ان میں پھونک ماروں پس میں نے پھونک ماری۔ میں نے ان کی یہ تعبیر کی کہ یہ دو جھوٹے ہیں جن سے میں اب دوچار ہوں ایک صاحب صنعاء دوسرا صاحب یمامہ"

مراد ان سے اسود عنسی مدعی نبوت جو قتل کیا گیا۔ دوسرا مسیلمہ کذاب مدعی نبوت جو قتل کیا گیا
فتح الباری شرح صحیح بخاری میں مرقوم ہے۔

المراد بخزائن الارض ما فتح علی الامۃ من الغنائم من ذخائر کسریٰ و قیصر وغیرھما و یحتمل معادن الارض التی فیھا الذھب و الفضۃ قال غیرہ بل یحمل علی اعم من ذلک۔

"مراد زمین کے خزانوں سے فتوحات غنیمتیں ذخائر کسریٰ و قیصر روم وغیرہا امت کے لیے حاصل ہوتا ہیں اور زمین کی کانیں جس میں سونا چاندی وغیرہ بلکہ عموماً اس کے علاوہ دیگر امور ہیں"

امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں۔

قال العلماء ھذا محمول علی سلطانھا و ملکھا و فتح بلادھا و اخذ خزائن اموالھا و قد وقع ذلک کلہ وللہ الحمد و ھو من المعجزات۔

"فرمایا علماء نے خزانوں کا ملنا اس پر محمول ہے کہ ان کی سلطنتیں اور ملک اور فتوحات شہروں کے اور خزانے مالوں کے سب بحمد اللہ تعالیٰ حاصل ہو گئے اور یہ منجملہ آپ کے معجزات کے ہے"

اور شیخ محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۳ صفحہ ۶۰۵ میں فرماتے ہیں۔

اشارت کرد بشیوع و بسطت دین و

"اسمیں اشارہ فرمایا دین و ملت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی

ملت کے دورِ عالم ۔ اھ   اشاعت کے پھیل جانے کا تمام عالم میں"

علیٰ ہذا حدیث ۲۳ صحیح مسلم بروایت حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نقل کردہ مولوی نعیم الدین جس کے اول الفاظ ہوشیاری سے چھوڑ دیئے گئے۔ جو انکشافِ واقع کے لیے لازم تھے۔ ناظرین منصفین ملاحظہ فرمائیں۔

عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ زوی لی الارض فرأیت مشارقها ومغاربها وان امتی سیبلغ ملکها ما زوی لی منها و اعطیت الکنزین الاحمر والابیض ۔ (مسلم ج۲ ص۳۹۰)	"روایت ہے ثوبان رضی اللہ عنہ سے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک اللہ تعالیٰ نے سمیٹی میرے لیے زمین (مثل ہتھیلی کے) پس دیکھا میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو اور بیشک میری اُمت قریب ہے کہ پہنچے ملک اور بادشاہی اس کی جس قدر کہ سمیٹی گئی میرے لیے زمین اور دیئے گئے میرے لیے دو خزانے سرخ اور سفید"

امام نووی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

وھذا الحدیث فیہ معجزات ظاھرۃ وقد وقعت کلها بحمد اللہ کما اخبر بہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال العلماء المراد بالکنزین الذھب والفضۃ والمراد کنزی کسریٰ وقیصر ملکی العراق و الشام فیہ اشارۃ الی ان ملک ھذہ	"اس حدیث میں معجزات ظاہرہ ہیں اور تحقیق بحمد اللہ وہ سب واقع ہو چکے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی علماء نے فرمایا مراد دو خزانوں سے سونا اور چاندی ہے جس سے کسریٰ اور قیصر شاہِ عراق اور شام کے خزانے مراد ہیں اس میں اشارہ ہے کہ یہ سب ملک اس امت کا ہوگا۔"

اور مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۴۶۹ میں اس حدیث کا ترجمہ معہ شرح اسی طرح فرماتے ہیں۔

بدرستی اللہ تعالیٰ فراہم آورد و نزد کشید برائے من زمین را پس دیدم من بلاد مشرق و مغرب آنرا و بدرستی اُمت من نزدیک ست کہ برسد ملک وے و بادشاہی وے چیزے را کہ فراہم آوردہ شد کہ درکشیدہ شدہ امت برائے من از زمین یعنی در مشرق

و مغرب بادشاہ شوند و تصرف کنند و دادہ شدہ مراد و گنج سرخ و سفید مراد بہ گنج سرخ و سفید مراد بگنج سرخ خزینہ ہائے اکاسرہ کہ خسروانِ فارس اند کہ غالب بر ایں زر دست و بگنج سفید خزینہائے قیاصرہ کہ بادشاہانِ روم اند و غالب بر ایشان نقرہ است و بعضے گفتہ اند کہ مراد با حمر ملک شام ست از جہت سرخی رنگ ایشان و بابیض ملکِ فارس از جہت سفیدی رنگِ ایشان و معنی اول ظاہر تر ست اھ

اسی طرح حدیث ۲۷ بحوالہ ترمذی منقول مشکوٰۃ صـ۵۱۳ جس کو صاحب مشکوٰۃ نے قال الترمذی ھذا حدیث غریب کہا ہے۔ اگرچہ مولوی نعیم الدین نے اتفاقاً کیا ہے۔ ناہم ترمذی شریف میں لفظ والمفاتیح نہیں ہے معہذا مولانا شیخ دہلوی رح اشعۃ اللمعات ج ۴ صـ۴۶۲ میں اس کے معنی میں لکھتے ہیں۔

بزرگی دادن وکلید ہائے بہشت و ابواب	یعنی بزرگی دینی اور کنجیاں بہشت وابواب
رحمت آں روز بدستِ من ست،	رحمت کی اس روز میرے ہاتھ میں ہوں گی۔

کیونکہ اکرام شفاعت اور لواء الحمد و فتح ابواب جنّت و کوثر جملہ اعزاز سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نوازا جاوے گا۔ اس میں کسی اہل ایمان کو ہرگز جائے مقال نہیں ہو سکتا۔ اور یہی حاصل بقیہ ہر سہ احادیث کا ہے۔ خود جناب مولانا شہید مرحوم تقویۃ الایمان صـ۲۱ میں فرماتے ہیں۔

"یعنی سب انبیاء و اولیاء کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور لوگوں نے انہیں کے بڑے بڑے معجزے دیکھے انہیں سے سب اسرار کی باتیں سیکھیں اور سب بزرگوں کو انہیں کی پیروی سے بزرگی حاصل ہوئی۔"

اور صـ۵۵ میں فرماتے ہیں۔

"اب سنا چاہیئے کہ سردار کے لفظ کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ وہ خود مالک و مختار ہو۔ اور کسی کا محکوم نہ ہو۔ خود آپ جو چاہے سو کرے۔ جیسے ظاہر میں بادشاہ سو یہ بات تو اللہ ہی کے شان ہے ان معنوں کر اس کے سوائے کوئی سردار نہیں اور دوسرے یہ کہ رعیتی ہی ہو مگر اور رعیتوں سے امتیاز رکھتا ہو۔ کہ اصل حاکم کا حکم اول اس پر آئے اور اس کی زبانی اوروں کو پہنچے۔ جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سو ان معنوں کر ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے اور ہر امام اپنے وقت کے لوگوں کا اور ہر مجتہد اپنے تابعوں کا اور ہر بزرگ اپنے مریدوں کا اور ہر عالم اپنے شاگردوں کا۔ کہ یہ بڑے لوگ اول کے حکم پر آپ قائم ہوتے ہیں اور پیچھے

اپنے چھوٹوں کو سکھاتے ہیں۔ سو اس طرح سے ہمارے پیغمبر سارے جہان کے سردار ہیں کہ اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے احکام پر سب سے زیادہ قائم ہیں اور لوگ اللہ کی راہ سیکھنے میں سب ان کے محتاج ہیں ان معنوں میں ان کو سارے جہان کا سردار کہنے میں مضائقہ نہیں بلکہ ضرور یوں ہی جاننا چاہیئے کہ ان پہلے معنوں میں ایک چیونٹی کا بھی سردار ان کو نہ جانیے۔ کیونکہ وہ اپنی طرف سے ایک چیونٹی میں بھی تصرف نہیں کر سکتے "

نیز مولانا شہید مرحوم صاحب تقویۃ الایمان منصب امامت صـ۳ میں فرماتے ہیں۔

پس میگویم کہ مقاماتِ انبیا و کمالات ایشاں	یعنی "پس کہتا ہوں میں کہ مقاماتِ انبیا و کمالات
ہر چند بسیار از بسیار است و خارج از	ان کے ہر چند بسیار از بسیار خارج از حد شمار ہیں،
حدِ شمار کہ در احصاءِ آن از مثل ما مردم	اور ہم جیسے آدمیوں سے کہ احاد امت سے ہیں اس
کہ از آحاد امتیم متعسر ست بل متعذر	کا احاطہ اور احصاء دشوار ہے"

باقی کمالات و محامد انبیاء علیہم السلام خصوصاً جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مولانا شہید مرحوم کے کلام سے آیندہ ان شاء اللہ العزیز ہدیہ ناظرین ہوں گے جس سے ثابت ہوگا۔ کہ یہ حق اعتدال اہل توحید متبع سنت ہی کا خاصہ ہے۔

پس ناظرین پر مسلمات مؤلف الطیب البیان سے عطائے خزائن اور کنجیوں کی حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ ہرگز کوئی عالم میں حق تعالیٰ کے خزانوں کا مالک و مختار اور متصرف نہیں ہوسکتا الا جس قدر جس کو مالک الملک عز شانہ کی طرف سے عطا ہو۔ چنانچہ حق تعالے قرآن پاک سورہ شوریٰ میں فرماتے ہیں۔

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ (شوریٰ)	یعنی "اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں آسمانوں اور زمینوں کی پھیلا دیتا ہے روزی جس کے لیے چاہے اور اندازہ کی روزی دیتا ہے۔ جس کے لیے چاہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے"

اور صحیح بخاری پارہ ۱۲ صـ۴۳۹ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما اُعطیکم ولا امنعکم	یعنی "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ میں تمہیں دیتا ہوں اور نہ میں تم سے روکتا ہوں،

انما انا قاسم اضع حیث امرت۔ | میں تو قاسم ہوں جہاں مجھے حکم ہوتا ہے صرف کر دیتا ہے۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں مرقوم ہے۔

والمعنی لا اتصرف فیکم بعطیۃ ولا منع برائی ای لا اعطی احدا ولا امنع الا بامر اللہ | یعنی "نہ کسی کو عطا کر سکتا ہوں اور نہ کسی کو منع کر سکتا ہوں سوائے حکم اللہ تعالیٰ کے"

اور اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۳۰۳ میں مرقوم ہے۔

عطا نمیکنم من شمارا یعنی از نزد خود۔ من قسمت کنندہ ام می نہم آنچا کہ امر کردہ شدہ ام و میدہم کسے را کہ میدہا ند مراد دادن و مراد دادن مال ست یا تبلیغ وحی وعلم و احکام است یعنی حق سبحانہٗ میدہد کسے را کہ میخواہد از علم و فہم دہندہ اوست سبحانہٗ و قسمت آن بدست من ست اھ | "میں تمہیں نہ دیتا ہوں نہ منع کرتا ہوں تم کو اپنی طرف سے میں تقسیم کرنے والا ہوں جس کے لیے حکم مجھے دے دیا جائے مراد دینے سے مال ہے یا احکام وحی کے پہنچانا ہے۔ یعنی حق سبحانہ تعالیٰ دیتا ہے جس کو چاہے علم وفہم دینے والا وہی حق سبحانہ وتعالیٰ ہے اور تقسیم کرنا اس کا میرے ہاتھ میں ہے"

نیز صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۰۸ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا مالك الا اللہ۔ | یعنی "فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مالک نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے"

اور صحیح بخاری پارہ ۱۲ ص ۱۳۴ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قال قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکر الغلول فعظمہ وعظم امرہ قال لا الفین احدکم یوم القیامۃ علی رقبتہ شاۃ لھا ثغاء علی رقبتہ فرس لہ حمحمۃ یقول یارسول اللہ اغثنی فاقول لا املك لك شیئا قد ابلغتك وعلی رقبتہ | "کہا کھڑے ہوئے ہمارے درمیان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پھر آپ نے مال غنیمت میں خیانت کرنے کا ذکر فرمایا پس بڑا گناہ اور اس کے معاملہ کا بڑا سخت امر بتایا فرمایا میں تم میں سے کسی کو قیامت کے روز اس حالت میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر بکری سوار ہو اور وہ بول رہی ہو۔ اس کی گردن پر گھوڑا سوار ہو ہنہنا رہا ہو وہ کہے یارسول اللہ میری فریاد رسی فرمایئے

بعیر له رغاء یقول یارسول
الله اغثنی فاقول لا املك
لك شيئًا قد ابلغتك
وعلى رقبته صامت فيقول
یا رسول الله اغثنی
فاقول لا املك لك
شيئا قد ابلغتك و
على رقبته رقاع تخفق
فيقول يا رسول الله اغثنی
فاقول لا املك لك شيئا
قد ابلغتك۔

پس میں کہوں کہ تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں
ہوں تحقیق میں پہنچا چکا تجھ کو احکام شریعت کے اور
اس کی گردن پر اونٹ بلبلا رہا ہو وہ کہے یارسول اللہ
میری فریادرسی فرمائیں پس میں کہوں کہ تیرے لیے کسی
چیز کا مالک نہیں ہوں تحقیق میں پہنچا چکا تجھ کو احکام
شریعت کے اور اس کی گردن پر کپڑے وغیرہ ہلتے
ہوئے ہوں وہ کہے یارسول اللہ میری فریادرسی
فرمائیں پس میں کہوں کہ تیرے لیے کسی چیز کا مالک
نہیں ہوں تحقیق میں پہنچا چکا تجھ کو احکام شریعت
کے اور اس کی گردن پر کوئی چیز چڑھا ہوا ہو وہ کہے
یارسول اللہ میری فریادرسی فرمائیں پس میں کہوں
کہ تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں تحقیق میں
پہنچا چکا تجھ کو احکام شریعت کے"

☆

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں مرقوم ہے۔

ای من المغفرة لان الشفاعة
امرها الى الله۔

یعنی "میں تمہاری مغفرت کا مالک نہیں ہوں کیونکہ
شفاعت کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے"

اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۳۸۹ میں فرماتے ہیں۔

پس میگویم من مالک نیستم من مر ترا چیزے
را از خلاص دادن و رفع کردن ایں عذاب
بتحقیق رسانیدم من ترا شریعت را و
ترسانیدم و مبالغہ کردم و تو نکردی۔

"پس میں کہونگا مالک نہیں ہوں میں تیرے لیے کسی چیز
کے خلاصی دلانے کا اور اس عذاب کے رفع کر دینے کا،
بتحقیق پہنچا دیا میں نے تیرے لیے شریعت کو اور خوب تر
ڈرا دیا میں نے اور تو نے نہ مانا یعنی شریعت کے احکام
پر عمل نہ کیا"

اور جناب شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ تحفۂ اثنا عشریہ ص ۱۷۰ میں فرماتے ہیں۔

در تفویض امر دین بہ پیغمبر سخن است "تا
چہ رسد مذہب صحیح آنست کہ امر تشریع

یعنی "سپرد اور حوالے کر دینے پیغمبر کو دین کی باتوں
میں تو کلام ہے پھر کسی دوسرے کی کیا مجال ہے

مفوض بہ پیغمبر نمی باشد زیرا کہ منصب پیغمبری منصب رسالت وایلچی گری ست نہ نیابت خداوند شرکت درکارخانہ خدا آنچہ کہ حق سبحانہ تعالیٰ حلال وحرام فرماید آنرا رسول تبلیغ می کند پس از طرف خود اختیارے ندارد اگر تفویض امر دین بہ پیغمبر مے شد در عتاب چرا میشد۔ حالانکہ در امور واضع بسیار مثل اخذ فدیہ از اساری بدر و تحریم ماریہ قبطیہ واذن دادن منافقین در تخلف از غزوہ تبوک وغیرہ ذالک عتاب شدید واقع شدہ۔

مذہب صحیح اس میں یہ ہے کہ امر تشریعی حوالے پیغمبر کے نہیں ہوتا ہے کیونکہ منصب پیغمبری و منصب رسالت پہنچا دینا ہے نہ نیابت اللہ اور نہ شرکت کارخانہ خدائے میں جو کچھ کہ اللہ تعالیٰ حلال وحرام کا حکم فرماتا ہے اس کو رسول پہنچا دیتا ہے اور پس رسول اپنی طرف سے کچھ اختیار نہیں رکھتا ہے۔ اور اگر حوالے کر دینا امر دین کا پیغمبر کو ہوتا تو ان کو عتاب کیونکر ہوتا۔ حالانکہ ان کو بہت سارے مواقع ہیں مثل اخذ فدیہ اسیران بدر اور تحریم ماریہ قبطیہ اور اجازت دینے منافقین کو تخلف غزوہ تبوک وغیرہ ذلک امور میں عتاب شدید واقع ہوا"

مولوی نعیم الدین کے اعلیٰ حضرت بریلوی کے ملفوظات حصہ سوم یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ ص۹ میں مرقوم ہے۔

"نبی کلام الٰہی کے سمجھنے میں بیان الٰہی کا محتاج ہوتا ہے ثم ان علینا بیانہ"

اب ناظرین کرام نے ملاحظہ فرمایا کہ اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقول مغالطہ آمیز مولوی نعیم الدین کے دنیا اور آخرت کے خزانوں کے مالک و مختار ہوتے تو جس کو چاہتے بلا حکم حق تعالےٰ کے دے دیتے کیونکہ مالک و مختار کسی کے حکم کا محتاج نہیں ہوتا ہے۔ حالانکہ نصوص احادیث صحیحہ اور ارشادات شارحین ائمہ دین سے واضح ہو چکا کہ آپ کسی شئے کے مالک امر الٰہی میں نہیں ہیں اگر مولوی نعیم الدین کو ان احادیث کشف وخواب میں کچھ گنجائش ہوتی تو ضرور شارحین ائمہ کا کلام اپنی تائید میں پیش کرتے یوں ہی کان دبا کر نکل نہ جاتے۔ پس ان نصوص احادیث سے اعراض کرنے والے خود اپنی آنکھیں پھوڑیں اور سر میں خاک ڈال کر اپنے اندھے دل پر پتھر ماریں اور اپنی بدبختیوں بدنصیبوں کو سر پکڑ کر روئیں۔

قولہ ص۱۳۹-۱۴۳ حدیث ۵ جنگ حنین میں جب کافروں نے ہجوم کر کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا آپ نے زمین سے ایک مشت خاک لے کر ان کے مونہوں پر ماری ہر آفریدہ کی دونوں آنکھوں میں مٹی بھر گئی۔ اور وہ پیٹھ دے کر بھاگے۔ رواہ مسلم مشکوٰۃ ص۵۳۴۔ اسی کو تقویۃ الایمان میں شرک بتایا ہے وہابیو! اللہ رسول سے شرم کرو جس کا نام پاک محمد مصطفیٰ ہے صلی اللہ علیہ وسلم

اس کے اختیار کا یہ عالم ہے۔ تھوک دو اس بے حیا کے منہ پر۔ حدیث ۹ حضرت عبداللہ بن عتیک ابو رافع یہودی کو قتل کر کے اس کے کوٹھے سے گر پڑے اور پنڈلی ٹوٹ گئی فرماتے ہیں میں اس کو عمامہ سے باندھ کر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ حضور نے دست مبارک پھیرا تو یہ حال ہوا کہ گویا دکھا بھی نہ تھا۔ رواہ البخاری مشکوٰۃ ص۵۳۱۔ تصرف اس کو کہتے ہیں: تندرست کرنا مراد پوری کرنا۔ حاجت برلانا مشکل میں دستگیری کرنا جس کو تقویۃ الایمان والے نے شرک بتایا تھا۔ حدیث ۱۰ ایک واقعہ حضرت سلمہ بن اکوع کو پیش آیا کہ جنگ خیبر میں ان کی پنڈلی ٹوٹ گئی فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ حضور نے تین مرتبہ دم فرمایا۔ اس وقت تک تو شکایت ہوئی نہیں۔ مشکوٰۃ ص۵۳۳۔ حدیث ۱۱ ترمذی شریف میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں بیمار تھا حضور مجھ پر گزرے شدت مرض میں اس وقت میں یہ دعا کر رہا تھا کہ یارب اگر وقت آگیا ہے تو مجھے موت کے ساتھ اس مرض کی تکلیف سے راحت دے اور اگر ابھی زندگی باقی ہے تو تندرستی کے ساتھ زندگانی میں وسعت عطا فرما اور اگر یہ مرض بلا ہے تو صبر عنایت کر حضور نے فرمایا تم کیا کہہ رہے تھے۔ میں نے وہ کلمے دہرا دیئے۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھوکر ماری فرمایا یارب اس کو عافیت عطا فرما یا فرمایا شفا عطا فرما حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ پھر اس کے بعد اس مرض کی مجھے کبھی شکایت ہی نہیں ہوئی۔ مشکوٰۃ ص۵۶۵۔ وہابی کو ٹیڑھی آنکھ سے شرک ہی نظر آتا ہے۔ یہ حدیثیں انہیں نظر نہ آئیں۔ حدیث ۱۲ بخاری و مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جنگ حدیبیہ میں پانی نہ رہا لشکر پر پیاس کا غلبہ ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک چھاگل میں ڈالا تو انگشت ہائے مبارک کے درمیان چشموں کی طرح پانی جوش مارنے لگا۔ اور وہ کثرت پانی کی ہوئی کہ ہم سب نے پیا اور وضو کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ (نے) فرمایا کہ ہم لاکھ ہوتے تو پانی سب کو کفایت کرتا ، ہم پندرہ سو تھے۔ مشکوٰۃ ص۵۳۲۔ یہ ہے مشکل میں دستگیری اور حاجت برآری۔ یہ معجزات ہیں دلیل نبوت ہیں۔ مگر وہابی احادیث میں یہ سب دیکھ کر تصرف کا منکر ہی رہتا ہے۔ حدیث ۱۳ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ ایک اعرابی حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دیتا ہے۔ اس نے عرض کی اور کون گواہی دیتا ہے۔ حضور نے فرمایا یہ درخت اور اس کو بلایا وہ درخت زمین چیرتا ہوا حاضر ہوا اور سامنے کھڑا ہو گیا۔ حضور نے اس درخت سے تین مرتبہ شہادت دلوائی اس نے تین مرتبہ گواہی دی کہ حضور کا ارشاد بالکل صحیح ہے۔ پھر وہ درخت اپنی جگہ واپس گیا۔ مشکوٰۃ ص۵۴۱ اھ ملخصاً بلفظہ

اقول۔ یہ چند احادیث بھی نقل کردۂ مولوی نعیم الدین معجزات ہیں۔ اسی طرح سینکڑوں سے زائد معجزات کا ظہور و صدور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا ہے۔ اس پر افتراء پردازی سے یہ کہنا کہ اسی کو تقویۃ الایمان میں شرک بنایا ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین المفترین جس کا کہیں تقویۃ الایمان میں نام و نشان تک نہیں ہے۔ پھر اپنی بے لگامی سے یہ کہنا کہ تھوک دو اس بے حیا کے منہ پر۔ جواب جاہلاں باشد خموشی کے علاوہ اس کا جواب یوم الجزاء پر چھوڑا جاتا ہے۔ پس جبکہ امور مندرجہ احادیث معجزات ہیں چنانچہ اچھا ہوا خود جناب مؤلف سے بھی گو اپنی بدحواسی میں ہی ہوا مرحق کا اقرار تو ہو گیا، کہ یہ معجزات ہیں ؎ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

معجزہ رسول کے اختیار میں نہیں ہوتا مگر معجزہ کا اظہار تو رسول کے اختیار میں نہیں ہوتا بلکہ وہ حق تعالیٰ کے اختیار و فعل سے بذریعہ نبی کے ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی جن کو خود مولوی نعیم الدین ص۴۴۲ میں محی السنہ حضرت امام حجۃ الاسلام رضی اللہ عنہ لکھ چکے اور ان کی احیاء العلوم کو مستند جان چکے۔ آپ احیاء العلوم کتاب المحبۃ والشوق میں فرماتے ہیں۔

ولیس ذٰلک باختیار العبد	یعنی نہیں ہے یہ (معجزہ) بندہ کے اختیار میں

اور مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی تکمیل الایمان ص۲۸ میں فرماتے ہیں۔

ومعجزہ فعل الٰہی است نہ فعل رسول زیرا کہ خرق عادت پروردگار تعالیٰ از بندہ ممکن نباشد اھ	یعنی "معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے رسول کا فعل نہیں ہے اس لیے کہ خلاف عادت پروردگار تعالیٰ (یعنی معجزہ) بندہ سے ہو نہیں سکتا"

نیز شاہ صاحب موصوف مدارج النبوۃ جلد ۲ ص۱۱۶ میں فرماتے ہیں۔

معجزہ فعل نبی نیست بلکہ فعل الٰہ است کہ بر دست وے اظہار نمودہ بخلاف افعال دیگر کہ کسب ایں از بندہ است و خلق از خدا و در معجزہ کسب نیز از بندہ نیست پس معنی ایں آیۃ اینست کہ ما رمیت اذ رمیت صورۃ ولٰکن اللہ رمی حقیقۃ۔	"معجزہ فعل نبی کا نہیں ہے بلکہ فضل اللہ کا ہے کہ اس نبی کے) ہاتھ پر اظہار کیا گیا بخلاف دوسرے فعلوں کے کہ کسب ان کا بندہ کی طرف سے ہے، اور پیدا کرنا ان کا اللہ کی طرف سے اور معجزہ میں کسب بھی بندہ کی طرف سے نہیں ہے پس معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ نہیں مارا تو نے جس وقت مارا صورۃ اور لیکن اللہ نے مارا حقیقۃً۔"

اور جناب مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی تفسیر فتح العزیز ج ا صـــ۴۲۹ و صـــ۴۹۳ میں فرماتے ہیں۔

افعالِ خارقہ عادت خواہ شبیہ معجزات پیغمبراں باشند خواہ از جنسِ دیگر ہمہ مقدور قدرتِ الٰہی اند و بارادہ ایجاد او صادر میشوند" و در علامات و معجزاتِ ایں شرط نیست کہ موافق فرمائش منکران بیاید یا بحدِ اضطرار رساند بلکہ ایں معنی در صحت ایمان خلل می کند۔ بتحقیق ما فرستادیم ترا بہ معجزاتِ حقہ و بروجہ صواب و بانچہ مقتضائے حکمت است و آن آن است کہ ترا قدرت جبر کردن ایشاں برایمان ندہیم۔

یعنی "افعال خلافِ عادت خواہ مشابہت کے معجزاتِ پیغمبران کے ہوں خواہ اور جنس سے سب اختیار قدرتِ الٰہی میں ہیں اور اسی کے ارادہ اور ایجاد سے صادر ہوتے ہیں" علامات اور معجزات پیغمبروں میں یہ شرط نہیں ہے۔ کہ موافق فرمائش منکروں کے آوے یا لاچاری کی حد کو پہنچاوے یعنی مجبوری کے سبب قبول کرنا پڑے بلکہ یہ امر صحتِ ایمان میں خلل پیدا کرتا ہے۔ بتحقیق ہم نے بھیجا ہے تجھ کو ساتھ معجزاتِ حقہ کے بروجہ صواب کے اور جو کچھ مقتضا حکمت کا ہے یہ ہے کہ تجھ کو قدرت جبر کرنے کی ان پر ایمان کیلئے ہم نے نہیں دی ہے"

اور خود جناب شاہ صاحب کے خلف الصدق جناب مولانا شہید مرحوم صاحب تقویۃ الایمان منصب امامت صـــ۲۳ میں یہی فرماتے ہیں۔

پس بیانش آنکہ حق جل و علا بقدرتِ کاملہ خود در عالم تکوین تصرفے عجیب و غریب بنا بر تصدیق مقبولے از مقبولان خود می نماید نہ آنکہ قدرت صدور خرق عادت در وایجاد می فرماید و اورا بہ اظہار آن مامور می نماید حاشا و کلا قدرت تصرف در عالم تکوین از خواصِ قدرتِ ربانی ست نہ آثارِ قوتِ انسانی اھ

یعنی "پس بیان اس کا یہ ہے کہ حق جل و علا اپنی قدرتِ کاملہ سے عالم موجودات میں اپنے مقبولین بارگاہ کی تصدیق کے بارہ میں عجیب و غریب تصرف فرماتا ہے نہ یہ کہ خرقِ عادت کے صدور کی قدرت اس میں پیدا فرماتا ہے اور اس کو اس کے اظہار کے لیے نامزد فرماتا ہے حاشا و کلا ہرگز نہیں عالم ایجاد میں تصرف کی قدرت قدرتِ ربانی کا خاصہ ہے قوتِ انسانی کے آثار سے نہیں ہے"

نیز مولانا شہید مرحوم صـــ۶۳ میں فرماتے ہیں۔

سنت اللہ بریں طریق جاری گردید کہ ہرگاہ آفتاب طلوع میکند تمام عالم پر از انوار میشود و صحنِ زمین از غبارِ ظلمت پاک میگردد و ہم

یعنی "عادت اللہ اس طریق پر جاری ہوئی کہ جس وقت آفتاب طلوع کرتا ہے تمام عالم پر انوار ہو جاتا ہے ایسے ہی مقربانِ بارگاہِ ملکی ہیں اور بشر

چنیں از بسکہ اکابر ایشاں ملکی اند و بشر فلکی وجود باوجود ایشاں آفتابے ست کہ بر اوج چرخ ملکوت تابندہ و قمرے ست از جبروت کہ در شب تار ناسوت درخشندہ لابد ہمراہ نزول ایشاں یک نورے از غیب الغیب بروز میفرماید کہ سبب اصلاح عالم و انتظام بنی آدم و باعث تقلب ادوار و تغیر اطوار میگردد پس آنچہ از تغیرات و تقلبات مذکورہ چہ در اقطار عالم و اطوار بنی آدم حادث میگردد ہمہ از قدرت کاملہ ایشاں نیست نہ از نتائج طاقت امکانی نہ ایں کہ حق جل وعلا ایشاں را قدرت آثار تصرف عالم عطا فرمودہ و کاروبار بنی آدم بایشاں تفویض نمودہ پس ایشاں بامر الٰہی قدرت خود صرف می نمایند و ایں تصرفات گوناگون و تغیرات بوقلموں در عالم کون بروئے کار می آرند کہ ایں اعتقاد شرک محض ست و کفر بحت ہر کہ بجناب ایشاں ایں عقیدہ قبیحہ داشتہ باشد بے شک مشرک مردود است و کافر مطرود بالجملہ نزول تقدیر الٰہی بنا بر وجاہت کسے یا دعاء کسے از مقبولین امر دیگر و صدور تصرفات کونی از ہماں مقبول اگرچہ بامر اللہ باشد امرے دیگر کہ اول عین اسلام ست و ثانی محض کفر اھ

وجود باجود ایک آفتاب ہے کہ اوج چرخ ملکوت پر درخشاں ہے اور ایک قمر ہے عالم جبروت کہ شب تار ناسوت میں تاباں ہے لابد ان کے نزول کے ساتھ ایک نور غیب الغیب سے ظہور فرماتا ہے کہ سبب اصلاح عالم و انتظام بنی آدم اور باعث گردش ادوار و تغیر اطوار بن جاتا ہے۔ پس جو کچھ تغیرات اور تقلبات مذکورہ اطراف عالم اور اطوار بنی آدم میں حادث ہوتے ہیں یہ تمام ان کی قدرت کاملہ سے نہیں اور طاقت امکانی کے نتائج سے بھی نہیں اور یہ بات بھی نہیں۔ کہ حق جل وعلا نے ان کو تصرف عالم کے آثار کی قدرت عطا فرما کر بنی آدم کے کاروبار ان کو تفویض کیے کہ یہ امر الٰہی سے ان امور میں خود قدرت کو صرف کرتے ہیں اور یہ تصرفات گوناگون اور تغیرات بوقلموں عالم ظہور میں لاتے ہیں اس لیے کہ یہ اعتقاد شرک محض ہے اور کفر بحت جو کوئی ان کی جناب میں ایسا عقیدہ قبیحہ رکھتا ہو بیشک مشرک مردود ہے اور کافر مترود بالجملہ نزول تقدیر الٰہی کسی مقبول بارگاہ کی وجاہت یا دعا کی بنا پر امر دیگر ہے۔ اور صدور تصرفات کونی اس مقبول سے اگرچہ بامر اللہ ہو امر دیگر کہ پہلا عین اسلام ہے اور دوسرا محض کفر"

اور خود مولوی نعیم الدین کے اعلیٰ حضرت بریلوی سبحان السبوح انوار محمدی لکھنؤ کے ص۳۴ میں لکھتے ہیں۔

"انسان کو فقط کسب پر ایک گونا اختیار ملا ہے اس کے سارے افعال مولیٰ عزوجل ہی کی سچی قدرت

سے واقع ہوتے ہیں۔ آدمی کی کیا طاقت کہ بے اس کے ارادۂ و تکوین کے پلک مار سکے انسان کا صدق کذب کفر ایمان طاعت عصیان جو کچھ ہے سب اسی قدیر مقتدر جل وعلا نے پیدا کیا ہے اور اسی کی عمیم قدرت عظیم ارادہ سے واقع ہوتا ہے وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العالمین تم نہ چاہو گے مگر یہ کہ اللہ چاہے جو پروردگار سارے جہان کا ع

اس کا چاہا ہوا ہمارا نہ ہوا

اور فتاویٰ رضویہ ج ا مطبوعہ اہل سنّت بریلی کے صفحہ ۴۹ میں لکھتے ہیں۔

"مسئلہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ فاعل مختار ہے۔ جو کچھ ہوتا ہے اسی کے ارادہ سے ہوتا ہے اس کے ارادہ کے سوا عالم میں کوئی شئے مؤثر حقیقی نہیں نہ آگ جلاتی ہے نہ پانی بجھاتا ہے۔ بلکہ اسی کے ارادہ سے جلنا بجھنا پیدا ہوتا ہے اس نے اپنی حکمت بالغہ کے مطابق اسباب بنائے ہیں۔ اور فرما دیا ہے کہ وہ بھی اسی کے ارادہ کا ہر وقت محتاج ہے وہ چاہے تو حریر پانی سے جل جائے، آگ سے بجھ جائے آنکھیں سنیں کان دیکھیں وغیرہ ذلک چاہے تو اسباب کو معطل کر دے لاکھ سبب موجود ہوں اور مسبب نہ ہو سکے چاہے تو اسباب کو معزول فرما دے کوئی سبب نہ ہو۔ اور مسبّب موجود ہو جائے۔ اِعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ۔

نیز مولوی صاحب بریلوی احکام شریعت حصہ سوم ابوالعلی پریس آگرہ کے صفحہ ۲۵ میں لکھتے ہیں،

"اللہ اکبر حاکم حقیقی عزوجل جلالہ پاک ہے اس سے کہ کسی سے توسل کرے وہی اکیلا حاکم اکیلا مدبر ہے سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں"

پس مولوی نعیم الدین نے ان اکابر ائمہ اور اپنے اعلیٰ حضرت کے مخالف معجزات کو باختیار و تصرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیسیے بتا کر مرادیں حاجات برلانے مشکل میں دستگیری کرنے کا ثبوت نکالنا چاہا اور اپنی الکلمۃ العلیا ص۱۰ کے الفاظ ذیل میں یہ عقیدہ ظاہر کیا کہ

"افعال خارقہ کی ایک ایسی صفت عطا فرمائی جیسے ہمیں حرکات ارادیہ کی کہ ہم جب چاہیں حرکات کریں ایسے ہی وہ جب چاہیں افعال خارقہ ظاہر فرمائیں"

جو سراسر محض باطل ہے حیرت ہے جو فعل حق تعالیٰ کا بندہ سے ہونا محال ہو اس کو بندہ کا فعل اختیاری بتا کر لوگوں کو گمراہ کرنا ہے مشرکین واہل کتاب کا بھی یہی عقیدہ اپنے بزرگوں اور انبیاء علیہم السلام کے حق میں تھا جس کو مسلمانوں میں پھیلایا جا کر اپنے مسلّم ائمہ و علمائے اکابرین کو منکر حدیث قرار دیا جاتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک

مسئلہ تصرف میں مزید حدیثی مغالطوں کی حقیقت

قولہ - ص ۱۴۳ - ۱۴۸ احدیث ۱۴ امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں کس دلیل سے پہچانوں کہ آپ نبی ہیں فرمایا بایں دلیل کہ میں اس درخت خرما کے اس خوشہ کو بلاتا ہوں وہ میری رسالت کی گواہی دے گا۔ حضور نے اس کو بلایا۔ حضور کی طرف گرا اور رسالت کی گواہی دی۔ پھر حضور نے اس کو واپس ہونے کا حکم دیا۔ وہ اپنی جگہ واپس چلا، واپس گیا یہ دیکھ کر اعرابی اسلام لایا۔ یہ ہیں تصرفات۔ مگر وہابی پر کچھ اثر نہیں وہ احادیث دیکھتا ہے، اور منکر کا منکر رہتا ہے۔ حدیث ۱۵ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں حضور کے ساتھ تھا۔ مکہ مکرمہ میں حضور کسی طرف روانہ ہوئے جو پہاڑ اور جو درخت سامنے آیا اس نے اس طرح سلام عرض کیا۔ السلام علیک یا رسول اللہ رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص ۵۴۰ حدیث ۱۶ سرزمین روم میں حضرت سفینہ لشکر کی راہ بھول گئے۔ جنگل میں لشکر کو تلاش کرتے پھرتے تھے۔ کہ ایک شیر سامنے آگیا تو آپ نے اس سے فرمایا اے شیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں اور اس طرح راہ گم کردہ ہوں یہ سنتے ہی شیر خوشامد کرتا سامنے آیا اور آپ کے پہلو میں آکر کھڑا ہو گیا۔ جب کوئی کھٹکا ہوتا اس طرف متوجہ ہو جاتا پھر آپ کے پہلو میں آجاتا اسی طرح شیر آپ کے ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ لشکر میں پہنچے پھر شیر واپس گیا۔ مشکوٰۃ ص ۵۴۵ تقویۃ الایمان والے دشمن دین نے کیسے کہا کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ حدیث ۱۷ مدینہ طیبہ میں قحط شدید ہوا خلق پریشان ہوئی لوگوں نے حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی آپ نے فرمایا حضور کی قبر مبارک سے منفذ آسمان کی طرف بناؤ کہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے انہوں نے ایسا ہی کیا تو بکثرت بارش ہوئی۔ سبزہ جما اور پیداوار ہوئی کہ اونٹ اس قدر موٹے ہو گئے کہ چربی کی کثرت سے کھالیں پھٹ گئیں اسی وجہ سے اس سال کا نام عام الفتق رکھا گیا۔ حضرت صدیقہ نے یہ نہ فرمایا۔ کہ بندے سے کیا شکایت کرتے ہو بندہ کا کیا اختیار ایسا اعتقاد شرک ہے بلکہ وہابیہ کی ناک کاٹ دی اور قبر مطہر سے حاجت برآری کی تلقین فرمائی اور تقویۃ الایمانی شرک کے پرخچے اڑا دیئے۔ حدیث ۱۸ ترمذی و بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت سے ژولیدہ مو غبار آلودہ پرانے کپڑوں میں گزر کرنے والے ایسے ہیں جن کی طرف التفات بھی نہیں کرتے اور لوگ حقارت سے انہیں خیال میں بھی نہیں لاتے مگر بارگاہِ الٰہی میں ان کا مرتبہ یہ ہے کہ

اگر وہ اللہ کے فضل پر اعتماد کر کے قسم کھائیں کہ اللہ ایسا کرے گا۔ اور ایسا ہو گا تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری فرما کر انہیں صادق کر دیتا ہے انہیں میں سے حضرت براء بن مالک ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مشکوٰۃ ص۵۷۹ تقویۃ الایمان والوں سے کہہ دو اس دربار کے غلاموں کے اس قدر اختیارات ہیں وہ بدنصیب سرکار کے اختیار کا انکار کرتا ہے۔ حدیث ۱۹ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا فرماتے تھے ابدال شام میں رہتے ہیں۔ یہ چالیس مرد ہیں جب ان میں سے کسی کا وصال ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دوسرے کو اس کا بدل اور قائم مقام فرما دیتا ہے ان ابدال کی برکت سے ابر کو سیرابی دی جاتی ہے اور دشمنوں پر غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ اور اہلِ شام سے عذاب دفع کیا جاتا ہے (۱) (مشکوٰۃ ص۵۳۸) اب تقویۃ الایمانی شرک کا مزاج پر چھپے روزی کی کشائش فتح و شکست دینا بلا دفع کرنا سب حدیث شریف میں ابدال کے لیے ثابت فرمایا گیا اب وہابی اپنے عقیدہ سے توبہ کر کے تقویۃ الایمان کو آگ میں پھونکیں گے یا معاذ اللہ قرآن و حدیث پر بھی شرک کا حکم جاری کریں گے۔ شیخ کبیر ابو عبداللہ قرشی فرماتے ہیں جب میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مبارک کے قریب پہنچا تو آپ نے مجھ سے ملاقات فرمائی میں نے عرض کیا اہلِ مصر کے لیے دعا فرمائیں آپ نے دعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے وہ گرانی رفع فرما دی۔ شیخ ابن عربی نے تصریح فرمائی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کی زیارت آپ کی روح و جسد شریف کے ساتھ ناممکن نہیں ہے کیونکہ آپ اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں ان کی روحیں بعد قبض واپس فرما دی گئیں بحوالہ ابن حجر مکیؒ الخ تقویۃ الایمان کے اس افتراء کا بطلان بھی واضح ہو گیا جو اس نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت لکھا ہے یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ تقویۃ الایمان ص۶۹ الحمد للہ کہ مسئلہ تصرف کی کماینبغی تحقیق ہو گئی۔ اور ثابت ہو گیا کہ تقویۃ الایمان کا حکم شرک قرآن پاک و حدیث شریف اور تمام ائمہ کے مخالف اور باطل ہے۔
اھ ملخصاً بلفظہ

اقول ۔ علیٰ ہذا یہ چند احادیث و آثار صحابہ رضی اللہ عنہم بھی منجملہ معجزات و کرامات ہیں جن کے

---

(۱) حافظ سخاویؒ تلمیذ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں لہ طرق عن انس مرفوعا کلہا ضعیفۃ روایت حضرت انسؓ سے بہت متعدد طریقوں سے مروی ہے لیکن وہ سب ضعیف ہیں (المقاصد الحسنۃ) ملا علی قاری حنفی نے موضوعات کبیر میں امام ابن تیمیہ سے ان روایات کا باطل ہونا نقل کیا ہے (ع ۔ ح)

حق ہونے کا عقیدہ اہلِ توحید و متبعین سنّت ہی کا خاصہ ہے کہ معجزات و کرامات حق تعالیٰ کے اختیار و فعل سے بذریعہ انبیاء اور اولیاء بوجہ اخفاقِ حق اور ان کی عزت افزائی کے لیے صادر فرمائے جاتے ہیں ورنہ خود بندہ کا اس میں اختیار و تصرف نہیں ہو سکتا۔ جس طرح اس کی تفصیل گزر چکی۔ پس اس واقعہ قحط باراں میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قبر مبارک کی چھت میں روشندان کھلوا دینا تاکہ بارانِ رحمت کا نزول ہو۔ اور فقہ حنفیہ کی بعض کتابوں میں ایک روایت یہ بھی مذکور ہے کہ قبر کا کھلا رہنا باعث رحمت باری تعالیٰ کا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ جامع الرموز شرح مختصر وقایہ میں منقول ہے۔

وفی المضمرات عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال صفق الریاح و قطر الامطار علی قبر المومن کفارۃ لذنوبہ	”مضمرات میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہواؤں کا چلنا اور بارش کی بوندوں کا مومن کی قبر پر گرنا باعث کفارہ ذنوب ہے“

اور فتاویٰ برہنہ صـ۳۶۱ میں مرقوم ہے۔

فی الحدیث صفق الریاح وقطر الامطار علی قبر المومن کفّارۃ لذنوبہ[2]	یعنی ”حدیث میں وارد ہے کہ ہواؤں کا چلنا اور بارش کی بوندوں کا قبر مومن پر گرنا باعث کفارہ ذنوب ہے“

اسی لیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ارشاد میں یہ کرامت واقع ہوئی چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۴ صـ۵۹۵، صـ۵۹۶ میں فرماتے ہیں۔

پس شکایت کردند بسوئے عائشہ رضی اللہ عنہا تا دعا کند وظہور اثر آں کرامت ست مر عائشہ را و ورد تحقیقت معجزہ است مر آنحضرت را و خود کرامات اولیاء ہمہ معجزات است مر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم۔	”پس شکایت کی لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تاکہ دعا کریں اور ظاہر ہونا اس کے اثر کا حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کرامت ہے جو در حقیقت معجزہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور خود کرامات اولیاء کی تمام پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہی ہیں“

---

[1] لیکن یہ تو روایت ہی روایۃً اور درایۃً سخت کمزور ہے روایۃً اس لیے کہ اس کی سند میں چار راوی مختلف فیہ ہیں۔ محمد بن الفضل یسقید عمرو۔ اور ان پر جرح و نقد۔ جارحین کی جرح مفصل یعنی با دلیل ہونے کی وجہ سے مقدم ہے۔ للذا یہ روایت سخت مخدوش اور ناقابلِ حجت ہے تفصیل کے لیے دیکھئے الرد علی البکری ص ۲۸ و ۱۶۸ و صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیخ دحلان ص ۲۵۱-۲۵۴ طبع مصر۔ محمد عطاء اللہ حنیف

[2] یہ روایت نہ حدیث کی کتاب میں مل سکی نہ اس کا حال معلوم ہو سکا رہا۔ ح)

اور ملا علی قاری مکی رح شرح فقہ اکبر صفحہ ۹۳ میں فرماتے ہیں۔

کان کرامۃ التابع کرامۃ المتبوع "کرامت تابع معجزات نبوت کے ہوگی"

پس مولوی نعیم الدین کا فرمانا یہ کہنا کہ حضرت صدیقہ نے یہ نہ فرمایا کہ بندے سے کیا شکایت کرتے ہو۔ بندہ کا کیا اختیار ایسا اعتقاد شرک ہے۔ بلکہ وہابیہ کی ناک کاٹ دی۔ پس اس فریب کی شاہ عبدالحق نے قلعی کھول دی کہ شکایت دربارہ دعا کراتے حق تعالیٰ سے وہ لوگ آئے تھے نہ کہ خود ان سے مینہ طلب کرنے کو جو شرک محض ہے۔ جس طرح مولوی نعیم الدین نے لکھا کہ قبر مطہر سے حاجت براری کی تلقین فرمائی۔ حالانکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا۔

من اخبرك ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم رأى ربه او کتم شيئا مما امر به او يعلم الخمس التی قال اللہ تعالیٰ ان اللہ عندہ علم الساعة و ینزل الغیث فقد اعظم الفرية رواہ الترمذی۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۔۔)

"جو کوئی یہ کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا یا کسی حکم پروردگار کو چھپایا یا ان پانچ چیزوں کا علم آپ کو تھا جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ بیشک اللہ ہی کے پاس ہے علم قیامت کا اور برساتا مینہ کا اور علم پیٹ کے بچے کا اور نہیں جانتا کوئی کیا کریگا کل کو اور نہیں جانتا کوئی کس زمین میں مرے گا بیشک اللہ بڑا جاننے والا خبردار ہے سو بیشک وہ شخص بڑا جھوٹا بہتان باندھنے والا ہے"

پس اسی جلن میں تو مولوی نعیم الدین نے الکلمۃ العلیا صفحہ ۱۰۳ میں لکھا کہ یہ بات ہرگز قابل قبول نہیں یہ رائے تھی حضرت عائشہ رضی اللہ کی۔

تف اس بدمذہبی پر اس حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے تو مبتدعین گور پرستوں سوائے حق تعالیٰ کے دوسروں کو علم غیب بتانے والوں کے ناک کان دونوں کاٹ دیئے۔ اسی طرح صلحاء امت کی دعائیں اور اعمال صالحہ کی برکات حق تعالیٰ خلق میں ظاہر فرماتا ہے جیساکہ حدیث میں وارد ہے۔

عن مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ قال رأى سعد ان له فضلا علی من دونه فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم هل تنصرون وترزقون الا بضعفائكم رواہ البخاری

"روایت ہے مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ سے کہا خیال کیا سعد نے کہ وہ افضل ہیں دوسروں یعنی غربا فقراء وغیرہم سے جو ان سے کمتر ہیں پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں مدد کیے جاتے تم اور نہیں رزق دیئے جاتے تم مگر اپنے

(مشکوٰۃ صـ۵۸۲ ضعیفوں کی برکت سے"

اور خود مولانا شہید مرحوم صاحب تقویۃ الایمان کی منصب امامت صـ۶۳ میں مرقوم ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الابدال یکونون بالشام وھم اربعون رجلا کلما مات رجل ابدل اللہ مکانہ رجلا یسقی بھم الغیث وینصر بھم علی الاعداء ویصرف عن اھل الشام بھم العذاب۔

"فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابدال ہوں گے ملک شام میں اور وہ چالیس مرد ہیں جب کوئی ان میں انتقال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بدل دیتا ہے اس کی جگہ اور انہیں کی برکت سے مینہ برستا ہے اور دشمنوں پر فتح ہوتی ہے اور شام والوں پر عذاب نہیں آتا ہے

نیز مولانا شہید مرحوم تقویۃ الایمان صـ۲۲ میں فرماتے ہیں۔

"انبیاء و اولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے سو ان میں بڑائی یہی ہوتی ہے کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں سو لوگوں کو سکھلاتے ہیں اور اللہ ان کے بتلانے میں تاثیر دیتا ہے بہت لوگ اس سے سیدھی راہ پر ہو جاتے ہیں"

نیز مولانا شہید مرحوم مکتوب بنام سید عبداللہ بغدادی میں فرماتے ہیں۔

اما قرب الانبیاء عند اللہ تعالیٰ وکمالاتھم وفضائلھم التی لا یصل دون سرادقاتھا غیرھم فسلم وھو امر آخر لا دخل لہ فی الربوبیۃ والالوھیۃ رد شبھۃ العوام حیث یزعمون ان الانبیاء والاولیاء یتصرفون فی العالم یفعلون ما یشاؤن۔ و صلی اللہ علی سیدنا و مطاعنا وشفیعنا محمد ن المصطفیٰ وعلیٰ آلہ شموس الھدیٰ واصحابہ بدور الدجیٰ فقط۔

"لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک انبیاء کا قرب اور ان کے کمالات اور ان کی فضیلتیں کہ اس رتبہ کو ان کے سوا اور کوئی نہیں پہنچ سکتا یہ تمام امور مسلم ہیں اور یہ دوسری بات ہے جس کو ربوبیت اور الوہیت میں کچھ دخل نہیں عوام کا شبہ رد کرنا مقصود ہے جن کا یہ گمان ہے کہ انبیاء اور اولیاء سارے جہان میں تصرف کرتے ہیں جو چاہتے ہیں کر ڈالتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمارے سردار اور ہمارے مخدوم اور ہمارے شفیع محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی اولاد پر جو آفتاب ہدایت ہیں اور آپ کے اصحاب جو اندھیری رات کے چاند ہیں اپنی رحمت نازل فرما دے فقط"

پس بعد توضیح کلام مولانا شہید مرحوم در بارۂ عظمت و اکرام حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ

کے ناظرین اہل انصاف پر واضح ہو گیا کہ مولوی نعیم الدین نے اپنی جہالت وسفاہت سے معجزات وکرامات کو باختیار ونصرف انبیاء ادر اولیاء حاضر وناظر جان کے مرادیں طلب کرنے کا عقیدہ تراش کر مولانا شہید مرحوم کیا بلکہ در پردہ تمام اکابر ائمہ دین کو منکر احادیث دشمن دین بدنصیب قرار دیا جو بدتر از رفض اور محض یہودیت ہے ۔

علیٰ ہذا حکایت شیخ ابوعبداللہ قرشی بروقت زیارت قبر[1] حضرت خلیل علیہ السلام کا ملاقات فرمانا اور حق تعالیٰ سے دعا کرنا اور اس کا اثر ہونا۔ اور شیخ ابن عربی کے قول میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مع الروح والجسد کا ناممکن نہ ہونا۔ کہ ایک وقت میں بہت سے لوگ دیکھیں (منقول ابن حجر مکی) پس یہ اولیاء کرام کا بوجہ تزکیہ نفس وتصفیہ باطن کے[2] بحالت استغراق وکشف بطور خرق عادت کرامات کے مشاہدہ مع الروح ہے نہ مع الجسد حقیقی چنانچہ واقعہ[3] معراج بیت المقدس میں ارواح انبیاء کا جمع ہونا فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۱۵ ص۴۵۳ میں روایت ہے ۔

وفی حدیث ابی ھریرۃ عند البزار والحاکم انہ صلی فی بیت المقدس مع الملٰئکۃ وانہ اتی ھناک بارواح الانبیاء ۔ "حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس میں فرشتوں کے ہمراہ مع ارواح انبیاء کے نماز پڑھی"

اور خود مولوی نعیم الدین کے بڑے دعویٰ کی مستند مسلمہ کتاب انوار ساطعہ جس کی توصیف ہر رسالہ سواد اعظم میں لکھا کرتے ہیں ص۲۰ میں فتاویٰ سراجیہ سے نقل کیا ہے ۔ امامۃ النبی علیہ السلام لیلۃ المعراج لارواح الانبیاء علیھم السلام ۔ ثابت ہوا کہ سب پیغمبران کی روحیں اپنے اپنے مقامات سے سمٹ کر بیت المقدس میں حاضر ہو گئیں۔ اب یہ ارواح انبیاء آسمانوں پر ملیں انتہیٰ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص۶۰ میں فرماتے ہیں ۔

ومراد آنحضرت ازاں کہ فرمود مراد دید نہ آنست "مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے کہ فرمایا

---

[1] حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر ہے کہاں ؟ کہیں نہیں ! جو ہے فرضی ہے (ع ۔ ع)

[2] یہ بھی اگر حسن ظن سے کام لیا جائے ورنہ زیادہ احتمال فرط عقیدت میں قوت خیالی کی کارفرمائی کا ہے بلکہ بسا اوقات شیاطین اور جنوں کی کارستانی ہوتی ہے کہ بزرگوں اور اولیاء کرام کا روپ دھار لیتے ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے الوسیلہ اور الفرقان بین اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان میں دلائل وشواہد سے اس کی وضاحت کی ہے (ع ۔ ح) [3] یہ معجزہ معراج نبوی کا ایک حصہ ہے جو یقینی ہے اور ہر شک واحتمال سے مبرا اور پاک اس پر قیاس کرنے کی کوئی صحیح بنیاد موجود نہیں (ع ۔ ح)

کہ جسم مرادید و بدن مرادید بلکہ مثالی دید۔ و امام حجۃ الاسلام محمد غزالی درکتاب المنقذ من الضلال گفتہ کہ اربابِ قلوب مشاہدہ میکنند در تیقظ ملائکہ را و ارواحِ انبیاء را و مے شنوند از ایشاں اصوات و کلمات"

مجھ کو دیکھا یعنی جس نے خواب میں مجھے دیکھا تو مجھ ہی کو دیکھا یہ نہیں ہے کہ میرے جسم کو دیکھا اور میرے بدن کو دیکھا بلکہ مثالی طور پر دیکھتا ہے اور امام حجۃ الاسلام محمد غزالی نے فرمایا ہے کہ اربابِ قلوب مشاہدہ کرتے ہیں جاگتے میں ملائکہ اور ارواحِ انبیاء کا اور سنتے ہیں ان سے آواز اور کلمات کو"

مگر یہ احوال اولیاء کرام نہ ہر کسی کے حق میں دلیل ہو سکتے ہیں اور نہ یہ حجۃ شرعیہ ہوتے ہیں کہ اس پر مدارِ احکامِ دین کا ہو سکے کہ ارواح کو حاضر و ناظر قدرت و تصرف کا عقیدہ کر کے ان سے مرادات طلب کی جاویں کیونکہ بحکم نصوص آیات و احادیث کے شرک ثابت ہو چکا ہے۔ پس جبکہ معجزاتِ انبیاء علیہم السلام اور کراماتِ اولیاء کرام خود ان کے قبضہ قدرت و تصرف میں نہیں ہیں۔ تو پھر یہ کشف اور مشاہدات کیونکر ان کے قبضہ میں ہو سکتے ہیں۔ مولوی نعیم الدین کا دلائل شرعیہ سے عاجز ہو کر بزرگوں کے مکاشفات و مشاہدات پر تارِ عنکبوت پکڑنے کا وقت آ گیا جو محض باطل ہے۔

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر   گرچہ ماند از نوشتن شیر و شیر

چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رح تفسیر فتح العزیز ج ا صفحہ ۱۵۸ میں فرماتے ہیں۔

فرقہائے بسیار در چیز ہائے دیگر از راہ غفلت برائے او تعالیٰ شریک مقرر کردہ اند چوں نیک تأمل کنند شرکت در آن چیز ہائے منجر باعتقادِ شرکت دریں صفت چہارگانہ میگردد پس در حقیقت اعتقادِ شرک مناقض و منافی اعتقادِ توحید دریں چہار صفت است کہ آنرا عند التفتیش والتحقیق ہر کسے مسلم مے دارد پس مشرکین خود بزبان خود ملزم میشوند و تفصیل انواع شرک کہ در عالم واقع است ایں است" "چہارم پیر پرستان گویند چوں مرد بزرگے کہ بسبب کمالِ ریاضت و مجاہدہ

"بکثرت فرقوں نے اور چیزوں میں از راہِ غفلت اللہ تعالیٰ کے لیے شریک مقرر کئے ہیں، تأمل کرتے سے ان چیزوں میں شرکت سے ان چار صفتوں میں بھی اعتقادِ شرکت کا آجاتا ہے پس درحقیقت اعتقادِ شرک مناقض اور منافی اعتقادِ توحید ان چار صفتوں میں ہے کہ اس کو تفتیش و تحقیق کرنے سے ہر شخص مسلم رکھتا ہے پس مشرکین خود اپنی زبان سے آپ ملزم ہوں گے اور تفصیل انواعِ شرک کی جو عالم میں واقع ہے یہ ہے" "اور چہارم فرقہ پیر پرستوں کا کہتے ہیں کہ جو کوئی بزرگ بسبب کمالِ ریاضت اور مجاہدہ کے مستجاب الدعوات اور مقبول الشفاعت عنداللہ

مستجاب الدعوات ومقبول الشفاعت عند
اللہ شدہ بود ازیں جہاں میگذرد روح اورا
قوتے عظیم ووسعتے بس فخیم ہم میرسد ہر کہ صورت
اورا برزخ سازد یا در مکان نشست وبرخاست
او یا بر گور او سجود وتذلل تام نماید روح او
بسبب وسعت واطلاق براں مطلع شود ودر
دنیا وآخرت درحق او شفاعت نماید۔

ہوا تھا اس جہاں سے گزرتا ہے اس کی روح کو
قوت عظیم اور وسعت نہایت درجہ کی پہنچتی ہے
جو کوئی اس کی صورت کو برزخ کرے یا اس کی
نشست وبرخاست کی جگہ یا اس کی قبر پر سجدہ
وتذلل کرے اس کی روح بسبب وسعت اور
اطلاق کے اس کے اوپر مطلع ہووے اور دنیا اور
آخرت میں اس کے حق میں شفاعت کرے"

اور جناب واصل الی اللہ حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی ؒ منجملہ ارشد خلفاء حضرت مرزا مظہر جان جاناں ؒ جن کو مولوی احمد رضا خاں صاحب ؒ بریلوی حیات الموات میں مستند جانتے ہیں، آپ ارشاد الطالبین ص ۱۷/۲۴ میں فرماتے ہیں۔

اگر فیض بعد موت ہماں قسم باشد
کہ درحیات باشد پس تمام اہل مدینہ از عصر
رسول اللہ تا ایں وقت برابر اصحاب باشند
ونیز ہیچ کس محتاج صحبت اولیاء نباشد
چگونہ فیض مردہ مثل زندہ باشد کہ در مفیض
ومستفیض مناسبت شرط است وآں
بعد وفات مفقود۔ ولہذا بعد وفات رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از قبر شریف فیض نمے
تواند رسید لعدم المناسبۃ الصوریۃ
پس واسطۂ دیگرے باید نائب پیغمبر ووارث
او وقال علیہ السلام العلماء ورثۃ الانبیاء
وعلماء ظاہر وباطن وارثان پیغمبران اند۔

"اگر فیض بعد موت کے اسی قسم کا ہووے
کہ جو حیات میں ہووے پس تمام اہل مدینہ زمانہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت تک
برابر سب صحابی ہوویں گے اور پھر کوئی شخص
محتاج صحبت اولیاء کا نہ ہوگا کیونکر فیض مردہ کا
مثل زندہ کے ہوگا کہ مفیض اور مستفیض میں مناسبت
شرط ہے اور وہ بعد وفات کے مفقود" لہذا بعد
وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر شریف
سے فیض نہیں پہنچتا بوجہ عدم مناسبت صوری کے
پس دوسرا واسطہ نائب پیغمبر اور آپ کے وارثوں
کا چاہیے اور فرمایا نبی علیہ السلام نے علماء ظاہر
اور باطن وارثان پیغمبروں کے ہیں"

پس اگر نبی اور ولی سے بعد انتقال کے دعا وتوسل کی شرعاً اجازت ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے عظیم القدر خلیفہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کا توسل چھوڑ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا توسل جم غفیر حضرات اکابر صحابہ کے روبرو طلب باراں میں حق تعالیٰ سے نہ کرتے جیسا کہ صحیح بخاری اصح الکتب

سے صراحۃً متفق علیہ بقطعی الدّلالۃ گزر چکا ہے جس کے سامنے ہرگز کسی اُمّتی کا قول وفعل قابلِ عمل ولائق قبول نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ ان کو حاضر وناظر متصرف جان کر ندائیں مرادیں طلب کرنا اور حیات دنیا کے تصرفات واختیارات اور معجزہ وکرامات کشف ومشاہدات اولیاء کو اپنے شرکیات کے جائز ہونے کی دلیل قرار دینا کسی متدین اہلِ توحید متبع سنّت کا ہرگز شیوہ نہیں ہو سکتا۔ بجز اس کے کہ محض طالبِ دنیا اس طرح کا دہندہ کرے جس طرح مولوی نعیم الدین نے اتنی سرگرمی سے اس پر جان اڑائی ہے باقی رہا مسئلہ "مرکز مٹی میں ملنے کا" سو مؤلف نے صـ۲۵۱ پر مکرر اس کو لکھا ہے وہیں انشاء اللہ العزیز مفصل جواب دندان شکن دیا جائے گا۔ جو ناظرین اہلِ انصاف کے لیے تسلی بخش ہوگا۔

الحمد للہ علی احسانہ کہ مسئلہ تصرف اختیار وقدرت کی مفصل حقیقت بتصریح آیات واحادیث اور اکابر ائمہ تفاسیر ومحدثین اور فقہا وائمہ صوفیا رحمہم اللہ سے واضح ہو کر تمام اباطیل مولوی نعیم الدین نسیاً منسیا ہو چکے جس سے تقویۃ الایمان کے توحیدی احکام بے غبار منور ودرخشاں ہو گئے والحمد للہ علی ذالک حمدا کثیرا۔

عبادت میں شرک کی بحث

قولہ صـ۱۴۹-۱۵۲ صاحب تقویۃ الایمان نے اپنے شرکیات کا تیسرا حصہ اشراک فی العبادت کے نام سے موسوم کیا ہے اس میں لکھتے ہیں تیسری بات یہ کہ بعضے کام تعظیم کے اللہ نے اپنے لیے خاص کئے ہیں کہ ان کو عبادت کہتے ہیں۔ جیسے سجدہ اور رکوع اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا۔ اور اس نام پر مال خرچ کرنا اور اس کے نام کا روزہ اور اس کے گھر کی طرف دور دور سے قصد کر کے سفر کرنا۔ اور ایسی صورت بنا کر چلنا کہ ہر کوئی جان لیوے کہ یہ لوگ اس گھر کی زیارت کو جاتے ہیں اور راستہ میں اس مالک کا نام پکارنا اور نامعقول باتیں کرنے سے اور شکار سے بچنا اور اسی قید سے جا کر طواف کرنا اور اس گھر کی طرف سجدہ کرنا اور اس کی طرف جانور لے جانے اور وہاں منتیں ماننی اس پر غلاف ڈالنا اور اس کی چوکھٹ کے آگے کھڑے ہو کر دعا مانگنی اور التجا کرنی اور دین ودنیا کی مرادیں مانگنی اور ایک پتھر کو بوسہ دینا اور اس کی دیوار سے اپنا منہ اور چھاتی ملنا اور اس کا غلاف پکڑ کر دعا کرنی اور اس کے گرد روشنی کرنی اور اس کا مجاور بن کر اس کی خدمت میں مشغول رہنا۔ جیسے جھاڑو دینی اور روشنی کرنی اور فرش بچھانا پانی پلانا وضو غسل کا لوگوں کے لیے سامان درست کرنا اور اس کے کنوئیں کو تبرک سمجھ کر پینا۔ بدن پر ڈالنا آپس میں بانٹنا غائبوں کے واسطے لے جانا رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلنا اور اس کے گرد وپیش کے جنگل کا ادب کرنا

یعنی وہاں شکار نہ کرنا درخت نہ کاٹنا گھاس نہ اکھاڑنا مویشی نہ چگانا۔ یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کے لیے اپنے بندوں کو بتائے ہیں پھر کوئی کسی پیر و پیغمبر کو یا بھوت و پری کو یا کسی سچی قبر کو یا جھوٹی قبر کو یا کسی کے تھان کو یا کسی کے چلہ کو یا کسی کے مکان کو کسی کے تبرک یا نشان کو یا تابوت کو سجدہ کرے یا رکوع کرے یا اس کے نام کا روزہ رکھے یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہووے یا جانور چڑھاوے یا ایسے مکانوں میں دُور دُور سے قصد کرکے جاوے یا وہاں روشنی کرے غلاف ڈالے چادر چڑھاوے ان کے نام کی چھڑی کھڑی کرے رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلے ان کی قبر کو بوسہ دیوے مورچھل جھلے اس پر شامیانہ کھڑا کرے چوکھٹ کو بوسہ دیوے ہاتھ باندھ کر التجا کرے مراد مانگے مجاور بن کے بیٹھ رہے وہاں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے اور اسی قسم کی باتیں کرے تو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔ اس کو شرک فی العبادت کہتے ہیں یعنی اللہ کی سی تعظیم کسی کی کرنی پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح کی تعظیم کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے۔ اور اس تعظیم کی برکت سے اللہ مشکلیں کھول دیتا ہے۔ ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے تقویۃ الایمان [ص ۱۲، ۱۱]

اس تمام یا وا کوئی کا خلاصہ صرف اتنا ہے کہ تعظیم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے غیر کی تعظیم شرک۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبولانِ بارگاہ کی تعظیم کا حکم فرمایا ہے۔ اور بکثرت آیات و احادیث اس پر ناطق ہیں۔ عبادات بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ غیر کی عبادت پرستش یقیناً شرک ہے لا تعبدوا الا ایاہ یہی ہر مسلمان کا ایمان ہے۔ مگر صاحب تقویۃ الایمان کا یہ مطلب نہیں اس کی عبارت میں بڑا فریب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے ہجرت کرنا عبادت ہے۔ اگر حصول مال یا تزوج کی نیت سے ہو تو عبادت نہیں۔ مسجد میں اپنے آپ کو روکنا اعتکاف عبادت ہے۔ اگر اپنی کسی غرض دنیوی کے لیے مسجد میں پابندی سے رہا تو عبادت نہ ہوگا۔ مگر شرک بھی لازم نہ آئے گا، نماز کے افعال سجدہ رکوع ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے کا تو صاحب تقویۃ الایمان نے ذکر کیا مگر ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہونا جیسا قومہ میں یا بیٹھنا جیسا بین السجدتین اور تشہد میں یہ بھی افعالِ نماز ہیں۔ جس طرح سجدہ و رکوع و قیام نماز میں فرض ہیں اسی طرح قعدہ آخیرہ فرض ہے یہ افعال عبادۃً غیر اللہ کے لیے کرنا شرک اور اگر جہت عبادت پر نہ ہوں تو لزوم شرک کا حکم باطل ورنہ ہر شخص مشرک ہو جائے۔ اس کی کوئی وجہ نہیں کہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا تو شرک ہو جائے اور ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہونا اور بیٹھنا شرک نہ ہو جیسے وہ عبادت ایسے ہی یہ عبادت۔ حضرت جبریل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے زانوؤں پر ہاتھ رکھ کر بہیئت نماز بیٹھے کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ

شرک ہوا۔ اگر صاحب تقویۃ الایمان مسئلہ صحیح لکھتا کہ یہ افعال بروجہ عبادت شرک ہیں اگر دوسری جہت سے کیے جائیں تو شرک نہیں تو اس کا مدعا حاصل نہ ہوتا مقبولان بارگاہ حق کی تعظیم جس کا وہ دشمن ہے اس کو کس طرح روکتا' وہ جانتا تھا کہ دنیا کے پردہ پر کوئی مسلمان کسی بزرگ کے روبرو بہ قصد عبادت ہاتھ باندھ کر کھڑا نہیں ہوتا پھر بروجہ عبادت کی قید لگاتا تو مسلمانوں کو مشرک کس طرح ٹھہراتا دست بستہ بہ ہیئت نماز کھڑا ہونا صدا میں فاتحہ کے لیے نماز کی طرح بیٹھنا خود صاحب تقویۃ الایمان نے صراط مستقیم میں لکھا ہے جو ہم صدا میں نقل کر چکے ہیں اس سے وہ اپنے اس حکم سے خود مشرک ہو گیا۔ سجدہ وطواف کا حکم صنا، صنا میں اور سجدہ کی قسمیں صنا میں بیان کر آئے ہیں الخ ملخصاً بلفظہ۔

اقول - بیشک جو امور عبادۃً وتعظیماً حق تعالیٰ کے لیے شرعاً کئے جاتے ہیں جس طرح بعض امور کا ذکر تقویۃ الایمان کے انواع شرک میں واقع ہوا مثلاً سجدہ۔ رکوع۔ دست بستہ قیام روزہ طواف خانہ کعبہ، نذرومنت مراد یں وغیرہم۔ جن کا بیان بطور حصر کے نہیں ہے بلکہ ہر وہ شے جو حق تعالیٰ کی عبادت کے مقابلہ میں کسی دوسرے کے لیے عمل میں لائی جاوے گی۔ شرک ہوگی۔ جس طرح قبر پرستوں۔ تعزیہ پرستوں وغیرہم کا نفع وضرر کی توقع پر عمل درآمد ہے اسی لیے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ ۔ یعنی "عبادت نہ کرو اللہ کے سوا کسی کی"

اور سورہ حم سجدہ میں فرمایا۔

لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَھُنَّ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ ۔ یعنی "نہ سجدہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو۔ اور سجدہ کرو اللہ کو جس نے ان کو بنایا اگر تم اسی کو پوجتے ہو"

اور مثلاً سورہ حج میں فرمایا۔

وَلْیُوْفُوْا نُذُوْرَھُمْ وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ ۔ یعنی "اور پوری کریں منتیں اپنی اور طواف کریں اس قدیم گھر کا"

اور حدیث میں وارد ہے۔

الطواف حول البیت مثل الصلوٰۃ یعنی "طواف خانہ کعبہ مثل نماز کے ہے"

اور خود مولوی نعیم الدین کے قلم سے بھی نکل گیا کہ غیر کی عبادت یقیناً شرک ہے۔ مگر دل میں شرک کا چور گھسا ہوا ہے چنانچہ اپنے رسالہ فیضانِ رحمت صدا میں اللّٰھم اجعل صلوٰتك ورحمتك

علی سعد ۔ کا ترجمہ بجائے یا اللہ کے میا رسول اللہ آل سعد پر مغفرت اور رحمت فرما" سیا گیا تاکہ جہلاء شرک میں مبتلا ہوں۔ پس بعض امور عبادت میں معین و مخصوص ہیں تمام بانشان ہیں۔ بعض نیت پر موقوف ہیں چنانچہ کبیری شرح منیۃ المصلی ص۲۶۲ میں مرقوم ہے۔

لو سجد لغیر اللّٰہ یکفر بخلاف القیام۔ — یعنی "اگر غیر اللہ کو سجدہ کرے تو کافر ہو جاوے گا بخلاف قیام کے"

اور رد المختار (فقہ حنفیہ) ج ۵ ص۲۶۹ میں مرقوم ہے۔

وفی الظہیریۃ یکفر بالسجدۃ مطلقا — یعنی ظہیریہ میں ہے کہ تکفیر کیا جاویگا سجدے کے ساتھ مطلقاً"

اور دربار قعدہ اخیرہ نماز کے کبیری شرح منیۃ المصلی ص۲۵۸ میں مرقوم ہے۔ واما القعدۃ فلا نص فیھا اور ص۲۸۷ میں مرقوم ہے وقد تقدم انہ غیر منصوص عنہ یعنی "لیکن قعدہ کے لیے نص یعنی دلیل صریح نہیں ہے" پس قیام بصورت دست بستہ خاص کر عبادت ہے نہ کہ کھڑا ہونا بیٹھنا مطلقاً عبادت اس میں اور اس میں فرق بین ہے مولوی نعیم الدین کا ان میں فرق نہ جاننا فقہ سے بھی ناواقفیت کی کھلی دلیل ہے۔ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر فتح العزیز جلد اص۴۷ میں اس کی پوری تشریح فرماتے ہیں۔

با رواح انبیاء و اولیاء و عباد و رہا بین و احبار و علماء را بے ملاحظہ علاقہ بندگی اللہ و محبوبیت او بالاستقلال در محبت برابر خدا می سازند و نذور و قرابین بنام آنہا می دہند و احکام ایشاں را بے تامل در ماخذ آنہا برابر وحی ناطق مے شمارند بلکہ بعضے از ایشاں با صور و ہیاکل و قبور و معابد و مسکن و مجالس آنہا افعالے کہ در مسجد و کعبہ برائے خدا باید کرد بعمل مے آرند مانند سر بر زمین نہادن و گرد اگرد گشتن و دست بستہ بصورت استقبال قبلہ در نماز ایستادن حالانکہ این محبت ایشاں مقتضائے	"ساتھ ارواح انبیاء و اولیاء و عابدین و زاہدین درویشاں اور علماء کو بلا ملاحظہ علاقہ بندگی اللہ کے اور ان کی محبوبیت کے بالاستقلال اللہ کی محبت کے برابر کرتے ہیں اور نذریں و قربانیاں ان کے نام کی کرتے ہیں اور ان کے احکام کو بے تامل وحی ناطق الٰہی کے برابر شمار کرتے ہیں بلکہ بعض ان میں سے صورتوں اور شکلوں کے ساتھ اور قبروں اور معابد و مساکن کے ساتھ وہ افعال کرتے ہیں جو اللہ کے لیے مسجد اور خانہ کعبہ میں کرنے چاہئیں۔ مثلاً زمین پر سر رکھنا اور گرداگرد پھرنا اور دست بستہ بصورت استقبال قبلہ نماز میں کھڑا ہونا حالانکہ یہ محبت ان کی مقتضائے ایمان

ایمان بخدا و برائے خدا نیست تا نزد خدا مفید افتد و در رضا مندی او بکار آید زیرا کہ ایں محبت از حد محبت مخلوق در گذشتہ است و در ایمان لازم است کہ در محبتِ مخلوق و خالق فرق کردہ شود۔

اور اللہ کے واسطے نہیں ہے۔ کہ وہ اللہ کے نزدیک مفید ہو۔ اور اس کی رضا مندی میں کام آوے۔ اس واسطے کہ یہ محبت حدِ محبّتِ مخلوق سے گزر گئی اور ایمان میں لازم ہے کہ محبتِ مخلوق اور خالق میں فرق کیا جاوے"

اور حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ مکتوب ج ۳ ص۶۵ میں فرماتے ہیں۔

ہر چند در ہیچ عبادت شرکت او تعالیٰ جائز نیست اما تخصیص صوم برائے اہتمام ایں عبادت و تاکید نفی شریک در ان عبادت کردہ است۔

یعنی "ہر چند کہ کسی عبادت میں شرکتِ حق تعالیٰ کے ساتھ جائز نہیں ہے لیکن تخصیص روزہ کے واسطے اہتمام اس عبادت کی غرض سے ہے اور تاکید نفی شریک کی اس عبادت کے لیے کرنا ہے"

پس صاحب تقویۃ الایمان مولانا شہید مرحوم کا کلام صریح آیات و احادیث معہ تائیدات ائمہ علماء کرام کے واضح ہوا کہ بلا ریب جہلا و قبر پرستوں کے اعمال شرک میں داخل ہیں۔ جن کی حمایت بطمع دنیوی مؤلف کو دامن گیر ہے۔ اور بس۔ مزید تشریحات و تحقیقات سجدہ و قیام و دست بستہ و ذبح غیر اللہ وغیرہم گذشتہ صفحات میں مفصل آ چکی ہے ناظرین اہل انصاف ملاحظہ فرمالیں۔

قولہ ص۱۵۳-۱۵۴ صاحب تقویۃ الایمان سجدہ کو مطلقاً شرک کہتا ہے اور ستم اس نے یہ کیا ہے۔ کہ شرک مان کر پچھلی شریعتوں میں اس کے ثبوت کا قائل ہوا۔ گویا اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے شرک کا حکم دیا اور انبیاء نے شرک کیا معاذ اللہ اس کا یہ ملعون کفر تقویۃ الایمان کے ص۴۳ میں ملاحظہ کیجیے۔ جو کوئی یہ بات کہے کہ اگلے دینوں میں کسی کسی مخلوق کو بھی سجدہ کرتے تھے۔ جیسے فرشتوں نے حضرت آدم کو کیا اور حضرت یعقوب نے حضرت یوسف کو ہم بھی اگر کسی بزرگ کو کرلیں تو کچھ مضائقہ نہیں سو یہ بات غلط ہے آدم کے وقت کے لوگ اپنی بہنوں سے نکاح کر لیتے تھے چاہیے لوگ ایسی ایسی حجتیں لانے والے اپنی بہنوں سے نکاح کرلیں۔ طرز گفتگو تو دیکھئے کتنا شریفانہ ہے۔ خیر یہ نزول کی تہذیب ہے میں کہتا ہوں ہماری شریعتوں میں جائز نہ ہونا اور بات ہے۔ یقیناً ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو یہی سمجھ کر سجدہ کیا تھا کہ ہماری اس طرح کی تعظیم سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔ تو اسمٰعیل کے حکم سے بیان کا شرک ہوا۔ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ نے شرک کا حکم کیا۔ لعنت ہے اس عقیدہ ناپاک

پڑیہ ہے اسمٰعیلی شرک کی حقیقت جس کی وہابیہ نے پکار مچا رکھی ہے۔ اسمٰعیل صاحب نے اس سلسلۂ شرکیات میں کسی کے نام پر مال خرچ کرنا اور کسی کے نام کا روزہ رکھنا بھی شمار کیا ہے۔ دنیا میں ایسا تو کوئی مسلمان نہیں جو اتفاق یا رو رسے سے غیر اللہ کی عبادت کا قصد کرتا ہو۔ البتہ اموات کے ایصالِ ثواب کے لیے مال بھی خرچ کرتے ہیں روزہ بھی رکھتے ہیں اور اس میں ان اموات کے نام بھی لیتے ہیں جیسے گیارہویں۔ اور شاہ عبدالحق کا توشہ ان بزرگوں کے نام لینے سے یہ مقصود ہے کہ اس عملِ خیر کا ثواب ان کی ارواح کو پہنچایا جائے، حدیث سے ثابت ہے انہیں اسمٰعیل صاحب کی صراطِ مستقیم کے حوالہ سے صـ۹۷ میں نقل ہو چکیں پھر اسی کو شرک بتانا خود اپنے اوپر شرک کا حکم کرنا ہے۔ اس کے بعد تقویۃ الایمان میں کسی کے گھر کی طرف دور دور سے قصد کرکے سفر کرنا شرک بتایا ہے۔ شرک کے یہ تمام احکام امام الوہابیہ کے طبعزاد ہیں شریعت نے ان میں کسی کو شرک نہ فرمایا۔ اب مرید پیر کے گھر جائے تو مشرک، طالب علم استاد کے مکان پر جائے تو مشرک محدثین نے تو ایک ایک حدیث کے لیے اپنے اساتذہ کے مکانوں کی طرف بڑے بڑے سفر کئے ہیں۔ خود صحابہ نے ایسے سفر فرمائے ہیں۔ اس لیے دین کے شرک سے کوئی نہ بچے گا۔ دنیوی ضرورتوں کے لیے احباب سے ملنے اعزہ و اقارب کی زیارت کرتے شادیوں میں شریک ہونے تعزیت کرنے کے لیے لوگ رات دن دور دور کے سفر کرتے ہیں۔ شریعت نے یہ سب سفر جائز فرمائے مگر تقویۃ الایمان کے حکم سے ساری دنیا مشرک تمام سفر شرک۔ نجدی کا بیٹا تو لندن ہو آیا۔ نصاریٰ کے گھر کے قصد سے اس نے سفر کیا یہ کتنا ڈبل شرک ہوا۔ اھ ملخصاً بلفظہ۔

اقول: سجدہ آدم علیہ السلام کی بحث و تحقیق کما حقہٗ مدلل و مفصل گزر چکی۔ درحقیقت سجدہ آدم کو نہ تھا۔ بلکہ آدم کو قبلہ قرار دے کر حق تعالیٰ کو سجدہ تھا۔ چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تفسیر فتح العزیز صـ۲۱۲ میں فرماتے ہیں۔

یعنی سجدہ کنید بسوئے آدم ؑ بایں طریق	"سجدہ کرو آدم علیہ السلام کی طرف اس طریق سے
کہ او را قبلہ سجود گردانید تا دلیل باشد	کہ ان کو قبلہ سجود گردانو تا دلیل تمہاری اطاعت
بر اطاعت شما احکام مارا۔	پر ہمارے احکام کی ہو وے"

نیز مولوی نعیم الدین کے مستندِ اعلیٰ مولوی صاحب بریلوی کے ملفوظات حصہ چہارم حسنی پریس بریلی ۳۸ھ کے صـ۲۷ میں مرقوم ہے۔

"آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام قبلہ تھے جیسے کعبہ قبلہ ہے اور سجدہ اللہ کو"

اور خود مولوی نعیم الدین نے صـ۱۰۱ میں بحوالہ حدیث معاذ رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ

"یہود و نصاریٰ اپنے عالموں بزرگوں کو جو سجدہ کرتے تھے اور اس کو انبیاء علیہم السلام کی تحیہ جانتے تھے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہوں نے اپنے انبیاء پر جھوٹ بولا"

اور مولوی نعیم الدین نے صـ۱۰۳ کے حاشیہ پر تفسیر فتح العزیز سے سنداً لکھا ہے کہ

"تکریم و تحیتہ کے طور پر مانند سلام اور جھکنے کے تھا"

نیز مولوی نعیم الدین نے اپنے رسالہ فیضانِ رحمت صـ۵۹ میں لکھا کہ

"اگر کسی فعل کو کوئی مسلمان کرے اور وہ فعل شارع نے کفار کے ساتھ مختص اور اس کو کفر اور شرک کی علامت قرار دیا ہو۔ جیسے زنّار یعنی جنیو پہننا اور بُت کو سجدہ کرنا تو مسلمان بالاختیار ایسے فعل کرنے سے اسلام سے خارج ہوتا ہے اگرچہ احکام شرع مانتے اور ان پر عمل بھی کرے چنانچہ شرح عقائد نسفی میں موجود ہے۔"

پس جبکہ خود مولوی نعیم الدین (دروغ گو را حافظہ نباشد) سجدہ لغیر اللہ کو مسلمانوں کے حق میں باوجود احکام شرع ماننے اور اس پر عمل کرنے کے اسلام سے خارج کر چکے تو پھر اب کیا اتنا کافی ہے۔ کیا مولوی صاحب کے نزدیک سجدہ صنم یعنی مورت اور سجدہ وثن یعنی بے مورت قبر وغیرہ میں کوئی فرق ہے۔ جو آدم پر قیاس باطل کرکے قبروں پر سجدہ کا حکم نکالا جاتا ہے۔ جس کی نسبت شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر صـ۲۱۶ میں فرماتے ہیں۔

پس این استدلال صحیح نیست۔ واز ہمیں جا معلوم شد کہ سجود لغیر اللہ را علامتِ کفر ساختہ اند اھ

یعنی "یہ استدلال صحیح نہیں ہے" اور اسی مقام سے معلوم ہوا کہ سجدہ لغیر اللہ کو علامتِ کفر قرار دیا گیا ہے"

اسی وجہ سے مولانا شہید مرحوم نے مولوی نعیم الدین جیسے جحتی لاامتی کے قیاس باطل کہ جیسے فرشتوں نے حضرت آدم کو کیا تو ہم بھی اگر کسی بزرگ کو کرلیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ جواب دیا کہ یہ بات غلط ہے۔ آدم کے وقت کے لوگ اپنی بہنوں سے نکاح کر لیتے تھے۔ ایسی حجتیں لانے والے اپنی بہنوں سے نکاح کر لیں۔ درحقیقت نہایت موزوں الزامی جواب ہے کیا بہنوں کے ساتھ شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نکاح کو حلال جاننا کفر نہ ہوگا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی طرف سجدہ کا حکم خوشنودی باری تعالیٰ تھا اس شریعت میں باعث غضب اور شرک و کفر ہے۔ مولوی نعیم الدین کی طرز گفتگو تو دیکھئے کتنی جاہلانہ ہے کہ ہماری "شریعتوں" میں جائز نہ ہونا اور بات ہے۔ معلوم ہوا مولوی نعیم الدین کی کئی

شریعتیں ہی بھیجی تو گور پرستوں کے لیے نئی شریعت گھڑ کر شریعت طاہرہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ اور آیات و احادیث اور ائمہ کرام کی تکذیب کی جاتی ہے افسوس ہے۔ اس عقیدہ باطلہ پر علی ہذا کسی کے نام پر مال خرچ کرنا روزہ رکھنا۔ جس طرح گیارہویں۔ توشہ۔ نذر و منت، مراد نفع وضرر کی توقع پر جہلاء کرتے ہیں۔ اسی کو صـ۸۹ میں مولوی نعیم الدین چڑھاوا کہتے ہیں جس کو آیات و احادیث اور کلام ائمہ دین۔ فقہاء، محدثین خصوصاً مولوی نعیم الدین کے مسلمہ بریلویان کفر و شرک، واہیات و خرافات جاہلانہ حماقات و بطالات، باعث زوال ایمان بتاتے ہیں۔ دیکھو تفصیل اور برجہان اس کی دی گئی ہے۔ جس کو مغالطہ سے ایصالِ ثواب بتا کر لوگوں کو شرک میں مبتلا کیا جاتا ہے۔

حصولِ فیض کے لیے کسی قبر کے سفر کا مبحث

علیٰ ہذا القرب غیر اللہ کے قصد سے نذر و منت چڑھانے کو یا کسی قبر کی کوئی تقربی خصوصیت سمجھتے ہوئے مشقتیں اٹھا کر اس کی زیارت کے لیے دور و دراز کا سفر کرنا جس طرح بحکم حق تعالے بیت اللہ کا سفر عبادۃً و تقرباً حصولِ برکت کے لیے کیا جاتا ہے تو یقیناً ممنوع اور مظنہ شرک ہے۔ احادیث صحیحہ متعددہ اس باب میں وارد ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری پارہ پانچ صـ۶۲۱ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور پارہ ۷ صـ۲۲۷ اور پارہ ۸ صـ۳۱۱ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

لاتشد الرحال الا الی ثلاثة	یعنی "نہ باندھے جاویں کجاوے اونٹ پر یعنی سفر
مساجد المسجد الحرام و مسجد	کے لیے سوائے تین مساجد کے مسجد خانہ کعبہ اور مسجد نبوی
الرسول و مسجد الاقصیٰ ؛	مدینہ طیبہ اور مسجد اقصیٰ بیت المقدس کے لیے"

اور موطا امام مالک صـ۸۹ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قال لقیت بصرة بن ابی بصرة	"کہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ملاقات کی میں نے بصرہ
الغفاری رضی اللہ عنه فقال	بن ابی بصرہ غفاری رضی اللہ عنہ سے تو کہا انہوں نے
من این اقبلت فقلت من الطور	مجھ سے کہاں سے آئے تم تو کہا میں نے کوہ طور سے تو کہا
فقال لو ادرکتك قبل ان تخرج	انہوں نے اگر ملتا میں تم سے پہلے اس کے کہ تم کوہ طور کو
الیه ماخرجت سمعت	جاؤ تو نہ جاتے تم طرف کوہ طور کے یعنی میں تم کو روک دیتا
رسول اللہ صلی اللہ علیه	کہ تم وہاں جاتے سنا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وسلم يقول لاتعمل المطى الا	سے کہ فرماتے تھے کہ نہ کام میں لائی جاوے سواری یعنی سفر
الى ثلاثة مساجد الى المسجد	نہ کیا جاوے مگر تین مسجدوں کی طرف مسجد کعبہ کی طرف اور
الحرام والى المسجدى هذا والى مسجد	میری مسجد کی طرف اور مسجد شہر ایلیا یا فرمایا بیت المقدس
ايليا او بيت المقدس يشك اه	کی طرف اور دونوں ایک ہی ہیں"

فتح الباری شرح صحیح بخاری مسلمہ مولوی نعیم الدین میں مرقوم ہے ۔

نقال الشيخ ابو محمد الجوينى	"کہا شیخ ابو محمد جوینی نے حرام ہے جانا سوائے ان تین
يحرم شد الرحال الى غيرها عملا	جگہوں کے بوجہ عمل کرنے ظاہر اس حدیث کے اور اشارہ
بظاهر هذا الحديث واشار القاضى	کیا قاضی حسین نے اس کے پسند کرنے کی طرف اور یہی کہا
حسين الى اختياره وبه قال عياض	قاضی عیاض نے اور ایک جماعت نے اور دلالت کرتی
وطائفة ويدل عليه ما رواه اصحاب	ہے اس پر وہ روایت جس کو اصحاب سنن نے ذکر کیا کہ بصرہ
السنن من انكار لبصرة الغفارى	غفاری پر انکار کیا ابو ہریرہؓ کے کوہ طور پر جانے کے
على ابى هريرة خروجه الى الطور	بارے میں اور استدلال کیا اس حدیث سے جو دلالت
واستدل بهذا الحديث فدل على انه يرى	کرتا ہے اس پر کہ انہوں نے شامل کیا حدیث کو اس کے
حمل الحديث على عمومه ووافقه ابو هريرة ۔	عموم پر اور موافقت کی ان کی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے"

اور جناب مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (مستند مولوی احمد رضا خاں بریلوی اور مسلمہ مولوی نعیم الدین) مصفّٰی شرح موطا صہ۹ میں فرماتے ہیں ۔

مترجم گوید تحقیق درینجا آنست کہ در جاہلیت	"مترجم کہتا ہے تحقیق اس مقام میں یہ ہے کہ جاہلیت
سفر میکردند بمواضع متبرکہ بزعم خویش پس	میں لوگ سفر کرتے تھے مقامات متبرکہ کا اپنے گمان
آنحضرت صلعم سد باب تحریف فرمود	پر پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریف کا دروازہ
وسفر برائے مواضع متبرکہ غیر مساجد بقصد	بند فرمایا اور سفر مقامات متبرکہ کا سوائے زمین
خصوصیت تبرک بآن مواضع منع فرمود	مساجد کے بقصد خصوصیت تبرک ان مواقع کے منع
تا امر جاہلیت رواج نگیرد آیا نمی بینی	فرمایا تا امر جاہلیت کا رواج نہ پکڑے کیا تو دیکھتا
کہ بصرہ غفاری نہی را شامل طور داشت	نہیں کہ بصرہ غفاری نے منع کو کوہ طور پر شامل رکھا اور
وابوہریرہ را از طور منع کرد واللہ	ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کوہ طور پر جانے سے منع کیا
اعلم ۔	واللہ اعلم ۔

نیز شاہ صاحب موصوف حجۃ اللہ البالغہ ص ۶۲ ر ص ۱۹۰ میں فرماتے ہیں۔

ومنها الحج لغير الله تعالىٰ وذٰلك ان يقصد مواضع متبركة مختصة بشركائهم يكون الحلول بها تقربا من هؤلاء فنهى الشرع عن ذٰلك وقال النبى صلى الله عليه وسلم لا تشد الرحال الا الى ثلاثة مساجد۔ اقول كان اهل الجاهلية يقصدون مواضع معظمة بزعمهم يزورونها ويتبركون بها وفيه من التحريف والفساد مالا يخفى فسد النبى صلى الله عليه وسلم الفساد لئلا يلتحق غير الشعائر بالشعائر ولئلا يصير ذريعة لعبادة غير الله والحق عندى ان القبر ومحل عبادة ولى من اولياء الله والطور كل ذٰلك سواء فى النهى والله اعلم۔	"انہیں امور شرکیہ میں سے سوائے اللہ تعالیٰ کے دوسروں کے لیے حج کرنا ہے اور یہ قصد کرنا مواضع متبرکہ مخصوصہ کا اپنے شرکا کیلئے ہے اس طرح پر کہ بزرگوں کا تقرب حاصل کرنے میں منہمک ہو جائے پس شریعت نے اس کو منع فرما دیا ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، نہ کجاوے کسے جاویں سفر کے لیے اونٹوں پر سوائے تین مساجد کے۔ میں کہتا ہوں تھے اہل جاہلیت کہ قصد کرتے تھے مقامات بزرگ کا اپنے گمان میں زیارت کرتے تھے ان کی اور برکت ڈھونڈتے تھے ان کے ساتھ اور اس میں تحریف اور فساد ہے کہ پوشیدہ نہیں ہے پس بند فرما دیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فساد کو کہ نہ مل جاوے غیر شعائر ساتھ شعائر کے تاکہ نہ ہو جاوے ذریعہ عبادت غیر اللہ کا اور حق میرے نزدیک یہ ہے کہ قبر اور جگہ عبادت کسی ولی کی اولیاء اللہ سے اور کوہ طور سب برابر ہیں منع ہونے میں"

نیز شاہ صاحب موصوف تفہیمات الٰہیہ ص ۴۵ ج ۲ میں فرماتے ہیں۔

من ذهب الى بلدة اجمير او الى قبر سالار مسعود غازى او ما ضاهاها لاجل حاجة يطلبه فانه اثم اثما اكبر من القتل والزنا ليس مثله الا مثل من كان يعبد المصنوعات او مثل من كان يدعوا اللات والعزى اھ۔	"جو جاوے اجمیر یا سالار مسعود غازی کی قبر کی طرف یا جہاں چاہے اپنی حاجت کے لیے مانگے ان سے تو یہ گناہ ہے کبیرہ گناہ بڑھ کر قتل اور زنا سے نہیں ہے مثل اس کے مگر عبادت کرنا مصنوعات یا اس کے مثل کی جس طرح پکارتے ہیں لات اور عزیٰ بتوں کو"

اور شاہ صاحب موصوف کے خلف الصدق مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ (مستند مولوی نعیم الدین) لتشرح حدیث لاتشد والرحال تعلیق علی البخاری — فرماتے ہیں۔

ویؤید ما روی ابو ھریرۃ عن بصرۃ ابن ابی بصرۃ الغفاری حین رجع عن الطور وتمامہ فی المؤطا وھذا الوجہ قوی من جہۃ مدلول حدیث بصرۃ واللہ اعلم بالصواب (تفہیم المسائل ص۵۳)	"تائید اس کی کرتی ہے وہ روایت کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بصرہ بن ابی بصرہ غفاری رضی اللہ عنہ سے کہا جبکہ واپس ہوئے تھے کوہ طور سے اور تمام واقعہ اس کا موطا میں ہے اور یہی وجہ قوی ہے بسبب مدلول حدیث بصرہ کے واللہ اعلم بالصواب،

علی ہذا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جیسے زاہد عاشق زار صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بحالت قیام در سکونت مقام ربذہ سے زیارت مسجد نبویؐ ہی کے لیے حاضر ہوئے چنانچہ شاہ صاحب کے تحفۂ اثنا عشریہ صـ۳۲ میں مرقوم ہے "بعد چندے برائے زیارت مسجد نبوی وملاقات عثمان رضـ می آید" نیز شاہ عبدالعزیز صاحبؒ تفسیر فتح العزیز ج ا صـ۵۲۸ بہ بیان اضافت مکہ معظمہ بطرف حق تعالیٰ کے فرماتے ہیں۔

واگر کسے از قاصدان معابد کفار تفتیش نماید کہ شما برائے چہ و برائے کہ میروید البتہ واضح خواہد شد کہ ایشاں در رفتن ایں مکانات قصد تقرب بمخلوقے از مخلوقات خواہ روحانیہ باشند خواہ جسمانیہ می نمایند و از توجہ بذات خالق غافل محض اند ایں قسم مکانے کہ محض برائے توجہ الی اللہ مقرر ومعین باشد در اقطار زمین غیر از خانہ کعبہ وصخرہ بیت المقدس یافتہ نمے شود و لہٰذا ہمیں دو مکان را لیاقت قبلہ بودن حاصل شد از ہمیں جا واضح شد سر تاکیدات بلیغہ کہ در حدیث شریف در نہی از زیارت قبور وارتشد رحال بسوئے موضع غیر از مساجد ثلثہ وار اتخاذ قبور	"اگر کوئی شخص کفار سے جو اپنے معابد میں پرستش کرتے ہیں تفتیش کرے کہ تم لوگ کس لیے اور کیونکر ان معابد میں جاتے ہو البتہ واضح ہو جائے گا کہ یہ لوگ ان مکانات کے جاتے ہیں ارادہ تقرب کسی مخلوق کا مخلوقات سے خواہ روحانیہ ہوں خواہ جسمانیہ کرتے ہیں اور توجہ ذات خالق حق تعالیٰ کی طرف سے محض غافل ہیں اس قسم کے مکان کہ محض توجہ الی اللہ کیلئے مقرر اور معین ہوں کہیں زمین میں سوائے خانہ کعبہ اور صخرہ بیت المقدس کے پایا نہیں جاتا ہے ولہٰذا انہیں دونوں مکانوں کو لیاقت قبلہ ہونے کی حاصل ہوئی۔ اس سے واضح ہوا ستر تاکیدات بلیغہ کا کہ حدیث شریف میں ممانعت زیارت قبور سے وارد ہے اور کجاوے باندھنے کی کسی مقام کے لیے سوائے تین مسجدوں کے اور اس بات سے کہ قبور انبیاء کو سجدہ گاہ

انبیاء را مساجد ساز ندوارد شدہ مدعا ہمیں است کہ در عمل اکثر جہال را اعتقادے کہ مشرکین را در بزرگان خود ہم میرسد و توجہ الی اللہ صرف باقی نمی ماند مگر در پردہ حجاب و آں ارواح وایں قدر توجہ در آخرت کہ وقت ظہور صلاح و فساد نفس انسانیہ است بکار نمی آید اھ

بنالیں وارد ہوئی ہے۔ مدعا یہی ہے کہ عمل اکثر جہال کا جس اعتقاد پر کہ مشرکین کو اپنے بزرگوں کی نسبت پہنچا ہے حاصل ہوتا ہے اور محض توجہ الی اللہ باقی نہیں رہتی مگر در پردہ ، در حجاب اللہ ارواح کے اور اس قدر توجہ آخرت میں کہ وقت ظاہر ہونے صلاحیت اور فساد نفس انسانیہ کا ہے کام نہیں آتی"

اور امام ابن القیمؒ جن سے مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے بھی حیات الموات صہ۱۴۳ میں اور مولوی فضل رسول بدایونی نے تصحیح المسائل صہ۱۲۵ و ۱۲۶ میں استناد کیا ہے (خلاصہ اغاثۃ اللہفان مطبوعہ صدیقی بریلوی کے صہ۲۲۲ میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے متعلق فرماتے ہیں۔

کرہ ان یقصد الرجل القبر اذا لم یکن یزیر المسجد ورأی ان ذٰلک من اتخاذہ عیدا۔

مکروہ جانا اس امر کو کہ کوئی شخص قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کرے ایسی صورت میں کہ مسجد کا ارادہ نہ رکھتا ہو اور اس کو بہ تصور فرمایا کہ قبر مبارک کا عید ٹھہرانا ہے۔

÷

حسب حدیث صحیح کے لا تتخذوا قبری عیدا یعنی" فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ٹھہراؤ میری قبر کو عید" یعنی مثل عید میلہ گاہ کے۔ اور فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۲ صہ۲۸۲ میں سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

انہ رأی الناس فی سفر یتبادرون الی مکان فسأل عن ذٰلک فقالوا قد صلی فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال من عرضت لہ الصلاۃ فلیصل والا فلیمض فانما ہلک اہل الکتاب لانہم تتبعوا اٰثار انبیائہم فاتخذوھا کنائس وبیعا۔

یعنی" دیکھا آپ نے لوگوں کو سفر میں کہ جلدی کرتے ہیں ایک مکان کی طرف جاتے ہیں پس دریافت فرمائی اس کی وجہ تو کہا گیا تحقیق نماز پڑھی ہے اس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا آپ نے جس کو نماز کا وقت آ جاوے پس وہ نماز پڑھ لے ورنہ چلا جائے کیونکہ اہل کتاب ان ہی باتوں سے ہلاک ہو گئے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کے آثار کو اختیار کیا پس ٹھہرا لیا ان کو گرجے اور عبادت خانے"

پس ان احادیث اور ارشادات حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم و ائمہ کرام علماء عظام سے مولوی نعیم الدین کا خود طبع زاد مخالف شریعت ہونا اور تقویۃ الایمان کا صدق مطابق احادیث و ائمہ امت سے واضح ہوگیا۔ کیونکہ عبادت اور قرب حق تعالیٰ و برکت حاصل کرنے کے لیے یہی تین مساجد عالم میں مخصوص ہیں۔ جن کے لیے سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کا حکم فرمایا گیا۔ خانہ کعبہ معظمہ میں ایک لاکھ نمازوں کا ثواب اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں ایک ہزار یا پچاس ہزار نمازوں کا ثواب (رواہ ابن ماجہ صنہ مطبوعہ فاروقی دہلی۔ نقلہ فی طراز الحرمہ صنہ) جس میں زیارت مرقد مبارک نبی صلی اللہ علیہ وسلم، قبور حضرات صحابہ وغیرہم کے فضائل و برکات بھی ضمناً تعدد ثقت ہیں۔ اور اتباع احادیث و شریعت اور مساجد اللہ الحرام کا حفظ مراتب الا مرفوق الادب کا مقتضیٰ یہی ہے۔ اور مسجد بیت المقدس پہلے خانہ کعبہ میں پانچ سو نمازوں کا ثواب ہے، علیٰ ہذا۔ دیگر بکثرت فضائل و برکات ہیں۔ جو جملہ متبعین سنت ہی کا حصہ ہیں نہ مبتدعین ضالین کا۔ اب مریدوں اور طالب علموں کا پیر و استاد کے یہاں اور حضرات صحابہ اور محدثین کا احادیث کی تلاش میں بڑے بڑے سفر فرمانا، اسی طرح احباب و اقارب کی ملاقات کو سفر کرنا، تجارت و کاروبار وغیرہم کے لیے جانا، نصوص آیات و احادیث سے صراحتاً ثابت اور تقرب الی اللہ کا باعث ہے۔ چنانچہ قرآن پاک پارہ گیارہ سورہ توبہ میں ارشاد ہے۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ۔

"اور اس طرح نہیں کہ مسلمان سارے کوزح میں نکلیں تو کیوں نہ جاوے ہر فرقہ میں سے ان کا ایک گروہ تاکہ سمجھ پیدا کریں دین میں اور تاکہ خبر پہنچادیں ڈراویں اپنی قوم کو جس وقت واپس آویں ان کی طرف شاید کہ وہ لوگ بچتے رہیں۔"

اور پارہ ۲۲ سورہ فاطر میں ارشاد ہوا۔

وَتَسْتَخْرِجُونَ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۔

"اور نکالتے ہو دریاؤں میں سے گہنا زیور موتی جس کو پہنتے ہو اور تو دیکھے جہازان میں چلتے ہیں پھاڑتے تا تلاش کرو اس کے فضل سے اور شاید تم شکر گزار ہو۔"

اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

یوشک ان یضرب الناس اکباد

"قریب ہے کہ ماریں گے لوگ اونٹوں کے جگر یعنی سفر

الابل یطلبون العلم الحدیث — کریں گے اونٹوں پر اور تیز روی سے چلائیں گے ان کو علم کی طلب میں"
(مصفی شرح مؤطا ص۳)

پس متنازعہ امر کو اس پر قیاس فاسد کرنا محض فریب ہے لوگوں کو گور پرستی میں مبتلا کرنا ہے اور بس۔ اگر ان سفروں کی مانند قبروں کے لیے سفر کرنا باعث اجر و ثواب ہوتا۔ تو کسی حدیث کسی صحابی سے بسند صحیح صریح مولوی نعیم الدین کو ثابت کرنا لازم تھا۔ جو احادیث مرفوعہ صحیحین پر راجح ہوتا اگر ممکن ہوتا تو کر دکھاتے فمن ادعی فعلیہ البیان۔

قولہ ص۱۵۵ مگر مقصود اس بے دین کا اس سفر کو شرک بنانا ہے جو سرمایۂ سعادت و ذخیرۂ برکات ہے یعنی بقصد زیارت مدینہ طیبہ کا سفر۔ چنانچہ لکھتا ہے۔ کسی کی قبر یا چلہ یا کسی کے تھان پر جانا اور دور سے قصد کرنا، اور سفر کے رنج و تکلیف اٹھا کر میلے کچیلے ہو کر وہاں پہنچنا، اور جا کر جانور چڑھاتے اور منتیں پوری کرنی اور کسی قبر یا مکان کا طواف کرنا، اور اس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا۔ وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھاس نہ اکھاڑنا، اور اسی قسم کے کام کرتے، اور ان سے کچھ دین و دنیا کے فائدے کی توقع رکھنی، یہ سب شرک کی باتیں ہیں (تقویۃ الایمان ص۴۵)

اب وہابی یہاں کہیں کا سفر کریں تو شکار کرتے، درخت کاٹتے۔ گھاس اکھاڑتے پھرا کریں ورنہ تقویۃ الایمان کے حکم سے مشرک ہو جائیں گے تقویۃ الایمان ص۱۱ میں نا معقول باتوں سے بچنے کو بھی شرک بنایا ہے۔ تو فرض ہوا کہ وہابی جب سفر کرے تو ضرور نامعقول باتیں کیا کرے ورنہ تقویۃ الایمان کے حکم سے مشرک ہو جائے گا۔ کم بختوں کی عقلوں پر پردے پڑ گئے ہیں جو ایسی بے ہودہ کتاب کو اپنا دین بنائے ہوئے ہیں۔

اقول ناظرین اہل انصاف نے ملاحظہ فرمایا کہ ہرگز عبارت تقویۃ الایمان میں سفر مدینہ طیبہ کے شرک ہونے کا ذکر تک نہیں ہے یہ محض مولوی نعیم الدین کی ناپندی اور فریب کاری ہے۔ بلکہ حولوگ دور دور سے قصد کر کے مثل تعظیم و تکریم خانہ کعبہ کی خصوصیات کے بتقریب عبداللہ کسی کی قبر یا چلہ یا تھان پر جا کر جانور چڑھاتے منتیں پوری کرتے، طواف کرتے، اس کے جنگل کا ادب کر کے شکار نہیں کرتے درخت نہیں کاٹتے ہیں، ان پر شرک عائد ہوتا ہے چنانچہ معراج الدرایہ معتبر کتاب حنفیہ میں مرقوم ہے۔

لو طاف حول مسجد سوی الکعبۃ الشریفۃ یخشی علیہ الکفر اھ۔ — "اگر طواف کرے کسی مسجد کے گرد سوائے کعبہ شریف کے تو اس پر کفر کا ڈر ہے"

پس جبکہ کسی مسجد کے طواف میں خوف کفر ہے نہ کسی دوسری جگہ کے لیے خصوصیات کعبہ معظمہ کونقرباً عمل میں لانا کس درجہ کھلا ہوا شرک وکفر ہوگا۔ مگر یہ سب کچھ مولوی صاحب کی من گھڑت شریعت میں ایمان سمجھا گیا ہے۔ علیٰ ہٰذا نامعقول باتیں تو ہر وقت ہر جگہ کرنا منع ہیں۔ مگر خانہ کعبہ کی حرمت وعظمت کے لیے وہاں بہت زائد بری ہیں۔ کیونکہ وہاں کا اجر وثواب جس طرح زائد ہے گناہ و نامعقول کام بھی زیادہ برے ہیں۔ حق تعالیٰ قرآن پاک سورۃ بقرہ میں فرماتے ہیں۔

فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ۔ (البقرۃ)

"پھر جس نے لازم کرلیا ان میں سے حج کرنا تو بے پردہ ہونا عورت سے جائز نہیں ہے نہ گناہ کرنا۔ نہ جھگڑا کرنا حج میں"

معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ کی عظمت کے لیے بعض حلال امور بھی حرام فرما دیئے گئے چنانچہ فرمایا۔

وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ۔

"اور حجامت نہ کرو سر کی جبتک پہنچ نہ چکے قربانی اپنے ٹھکانے پر"

اب مولوی نعیم الدین کا اپنی بے عقلی سے یہ کہنا کہ "جہاں کہیں کا سفر کریں تو تسکار کرتے درخت گھاس کاٹتے اکھاڑتے پھرا کریں ضرور نامعقول باتیں کیا کرے" محض کلام رب العزۃ تعالیٰ شانہ کی جناب میں مضحکہ پن ہے۔

قولہ۔ صٓ ۱۵۵، ۱۵۶ اب احادیث ملاحظہ کیجئے تو اس بے دینی کا بطلان ظاہر ہوا اور معلوم ہو کر معاند بدبخت زیارت روضۂ طاہرہ سے روکنے کے لیے یہ تمام بکواس کر رہا ہے۔ حدیث ۱ من زار قبری وجبت له شفاعتی حدیث نمبر۲ من زار قبری حلت له شفاعتی حدیث ۳ من جاء نی زائرا لا تعمله حاجة الا زیارتی کان حقا علی ان اکون له شفیعا یوم القیمة حدیث ۴ من حج فزار قبری بعد وفاتی کان کمن زارنی فی حیاتی حدیث ۵ من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی خلاصة الوفاء صـ۴۱ صـ۴۲۔ حدیث ۶ من زار نی متعمدا کان فی جواری یوم القیامة۔ مشکوٰۃ صـ۲۴۱ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ زیارت روضۂ طاہرہ کے لیے قصد کرکے حاضر ہونا اور اس سے دینی نفع کی توقع رکھنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہے اسی کو تقویۃ الایمان میں شرک بتایا ہے۔ معاذ اللہ آستانہ کے سامنے کھڑے ہو کر دعا مانگنے اور التجا کرنے کو بھی شرک کہتا ہے۔ باوجودیکہ یہ آداب زیارت میں سے ہے۔ مفصل بیان صـ۳۵ سے ۴۲ تک گزر چکا ہے۔ اب یہ بھی دیکھئے کہ مدینہ طیبہ کے گرد وپیش کے جنگل کو محترم کس نے فرمایا۔ حرم کس

نے بنایا، وہاں شکار کرنے درخت کاٹنے گھاس اکھاڑنے سے کس نے منع کیا، یہ جاہل بدلگام خاکش بدہن مشرک کس کو کہہ رہا ہے ۔ حدیث ۵ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی احرم بین لابتی المدینۃ یقطع عضاھھا او یقتل صید ھا ۔ مشکوٰۃ ص۲۲۹ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مدینہ طیبہ کے دونوں سنگستانوں کے مابین حرام کرتا ہوں، اس کے خاردار درختوں کا کاٹنا اور اس کے شکار کو مارنا ۔ اسی کو تقویۃ الایمان میں شرک لکھا ہے ۔ بے دینوں سے پوچھو کہ ان کے عقیدۂ فاسدہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بھی شرک ہے ۔ تو پھر توحید کیا وہ شیطان سے سیکھیں گے ۔

اقول ۔ ہرگز ہرگز تقویۃ الایمان میں زیارت مدینۂ طیبہ اور اس کے حرم محترم ہونے کو جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے معاذ اللہ شرک وممنوع نہیں لکھا ۔ اس میں اس کے متعلق ایک حرف تک نہیں ہے ۔ لعنۃ اللہ علی الکاذ بین المفترین یہ محض مؤلف کا اتہام اور بغض وعناد ہے ۔

حقیقت روایات متعلقہ زیارت قبر نبوی ؐ علاوہ ازیں روایات ۱ تا ۲ منقولہ مؤلف بلا سند وصحت کے عند المحدثین قابل حجت نہیں ہو سکتیں ۔ جبکہ ائمۂ محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان پر حکم ضعف اور موضوع ہونے کا دیا ہے ، چنانچہ الفوائد المجموعہ نے الاحادیث الموضوعہ ص۴۲ میں مرقوم ہے ۔

حدیث من زار قبری وجبت لہ شفاعتی ۔ قال فی المقاصد ان ابن خزیمۃ اشار الی تضعیفہ ورواہ البیہقی بلفظ من زارنی فی حیوتی ومنعفہ ورری من زار قبری کنت لہ شفیعا قال النووی انہ موضوع لا اصل لہ قال السیوطی فی الذیل کذا ما روی بلفظ لم یزرنی فقد جفانی فانہ قال الصغانی ایضا وھو موضوع وکذا قال الزرکشی وابن الجوزی ۔

نیز روایت ۳ میں مسلمہ بن سالم الجہنی اور عبد اللہ بن عمر العمری واقع ہیں :

فاما مسلمۃ الجہنی البصری فقال ابو داود السجستانی انہ لیس بثقۃ نص علیہ الحافظ ابن حجر فی اللسان واما عبد اللہ بن العمری فقال الترمذی فی جامعہ انہ لیس بالقوی عند اھل الحدیث وقال احمد کان یزید فی الاسانید ویخالف وکان یحیی بن سعید یضعفہ وقال عبد اللہ بن علی ابن المدینی عن ابیہ ضعیف وقال یعقوب بن شیبۃ فی حدیثہ اضطراب وقال النسائی ضعیف الحدیث کذا فی تہذیب الکمال وغیرہ من کتب اسماء الرجال اھ ۔

اور روایت ۴۲ میں حسن بن الطیب اور حفص بن سلیمان واقع ہیں:-

فاما حسن بن الطیب فقال البرقانی انہ ذاھب الحدیث وقال الدارقطنی لا یساوی شیئاً حدث بما لا یسمع وعن مطین انہ کذاب و اما حفص بن سلیمان فکان واھیاً فی الحدیث وقال عبد اللہ بن احمد عن ابیہ انہ متروک الحدیث وقال ابن معین لیس بثقۃ وقال البخاری ترکوہ وقال ابوخثیمہ متروک لا یحتج بہ وقال ابن خراش کذاب یضع الحدیث کذا فی میزان الاعتدال للامام الذھبی اھ وقال الحافظ ابن حجر العسقلانی اکثر متون ھذہ الاحادیث موضوعۃ۔ کذا فی ھدایۃ السائل الی ادلۃ المسائل ص۲۰۵ مع التفصیل فمن شاء فلیرجع الیہ۔

پھر جبکہ باوجود صحاح خصوصاً صحیح بخاری و صحیح مسلم اور موطا امام مالک کتب احادیث طبقہ اولیٰ کی احادیث صحیح لا تشد الرحال۔ کے جن میں سفر مدینہ طیبہ مسجد نبوی کی زیارت کا فرمان ہے ان کو چھوڑ کر روایات ضعیفہ و موضوعہ جن کو ائمہ محدثین حاملان دین و نقادان فن حدیث نے ضعیف و موضوع قرار دیا ہے۔ استدلال میں لانا محض مؤلف کی سینہ زوری ہے اور اس تحریر کا مصداق ہے جو مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے حیات الموات ص۱۵۳ میں لکھا ہے کہ

"صحاح جلیلہ و مشہورہ بخاری و مسلم کے مقابل ایسی شواذ و غریبہ و تلوادر مجہولہ اجزائے خاملہ ذکر کرتے شرم نہ آئی۔ اور ایک کتاب میں رطب و یابس مقبول و مردود جو ملے محض جمع کر دینا مقصود ہو دوسری جگہ استدلال و تفریع و تحقیق و تنقیح موجود ہو ان میں فرق کی تمیز نہ پائی"

اور ص۲۰۱ میں لکھتے ہیں۔

"صحت و ضعف حدیث میں تحقیقات فن حدیث کی طرف طبی مسئلہ نحو سے نہ لیں گے نہ نحوی طب سے"

نیز احکام شریعت حصہ اول ص۳۴ میں لکھتے ہیں:

"اجل و اعلیٰ حدیث صحیح بخاری شریف ہے۔ بعض جہال بدمست یا نیم ملا شہوت پرست یا جھوٹے صوفی بادبدست کہ احادیث صحاح مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقعے یا متشابہ پیش کرتے ہیں۔ انہیں اتنی عقل نہیں یا قصداً بے عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف۔ متیقن کے آگے محتمل۔ محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے"

مگر جناب مؤلف کو اپنے اعلیٰ حضرت بریلوی کے شرم دلانے پر بھی شرم نہ آئی۔

پس سفر بہ نیتِ مسجدِ نبوی میں عظمتِ مساجد اللہ کا احترام و نشان ہے اور اسی مقام انور پر زیارتِ قبرِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی حسبِ طریقۂ سنت و سلام کا شرف حاصل ہو سکتا ہے

اہلِ حدیث کا امتیازی وصف

یہ تقدم و تاخر مراتب توحید و سنت میں بفرمانِ حق تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ توحید اور اہلِ حدیث و سنت کو ہی امتیاز حاصل ہے نہ مبتدعین گور پرستوں بدنصیب بدبختوں کو چنانچہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوت ج ۱ ص ۳۲۲ میں فرماتے ہیں۔

واصحابِ علم حدیث را نسبتے خاص و آشنائی مخصوص با آنجناب است کہ دیگران را نیست کہ ہمیشہ احوال و صفاتِ شریف ذکر زبان و وردِ جانِ ایشاں است و معرفتِ صفات و شناختِ احوال تعیین و تشخیص مزدات با برکات او را نزد ایشاں حاصل و ہمیشہ تمثال جمال شریف ملحوظ نظر و نصب العین ایشاں باشد و پیوند باطن بصورت خیال وی قوی و متصل شود و چوں نام شریف مذکور گردد لذت آں در دل بیابند و عظمتِ مسمی در دل مشاہدہ کنند و مستحضر یابند و ہمیشہ حاضر دربارگاہ باشند و ایشاں را دریں باب مشارکت و مشابہت است بحضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کہ مطلع اند بر احوال و افعال و اقوال آنحضرت و مخصوص اند بمصاحبت و مجالست و مکالمت شریف غیر آنکہ ایشاں را صحبت معنوی است و از صحبتِ صوری مہجور اند۔ ایضاً

یعنی "اصحابِ علم حدیث کو وہ نسبت خاص اور پہچانِ مخصوص آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاصل ہے کہ دوسروں کو نہیں ہے کہ ہمیشہ احوال و صفاتِ شریف کا ذکر ان کی زبان اور وردِ جان میں ہے اور معرفتِ صفات و شناختِ احوال تعین و تشخیص خاص آپ کی ذاتِ بابرکات کے ساتھ ان کو حاصل ہے اور ہمیشہ تمثل جمال شریف کی ان کے ملحوظ نظر اور نصب العین رہتی ہے اور رشتۂ باطن ان کی صورتِ خیالیہ میں قوی اور متصل ہوتا ہے اور جب آپ کے نام شریف کا ذکر آتا ہے لذت اس کی اپنے دل میں پاتے ہیں اور عظمت اس نام کی دل میں مشاہدہ کرتے اور مستحضر پاتے اور ہمیشہ حاضر بارگاہ میں رہتے ہیں اور ان کو اس باب میں مشارکت اور مشابہت حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ حاصل ہے کہ مطلع ہیں احوال و افعال اور اقوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر اور مخصوص ہیں آپ کی مصاحبت اور آپ کی مجالست اور آپ کے کلام شریف کے ساتھ ہاں ان کو صحبتِ معنوی ہی حاصل ہے اور صحبتِ

ص۱۷۵ و ابدال اہل علم اند و امام احمد گفتہ ابدال اگر اصحاب حدیث نباشند پس چہ کسان باشند اھ

ظاہری سے محروم ہیں۔ اور ابدال اہل علم ہوتے ہیں اور امام احمدؒ نے فرمایا "ابدال" اگر اصحابِ حدیث نہ ہوں گے تو پھر کون ہوں گے"

اور شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ عجالہ نافعہ میں فرماتے ہیں۔

ومزاولت ایں علم (حدیث) شخص را معنی صحابیت می بخشد زیراکہ در حقیقت معنی صحابیت اطلاع بر جزئیات احوال رسول است ومشاہدہ اوضاعِ آنجناب در عبادات وعادات دریں معنی در صورت وبُعد زمان در مدرکہ وخیال شخص بنوعے متمکن ورا سخ میشود کہ حکم مشاہدہ دارد و اشارہ بہمیں معنے کردہ است آنکہ گفتہ۔

اهل الحديث همو اهل النبي وان لم يصحبوا نفسه انفاسه صحبوا۔

"علم حدیث کی مزاولت صحابیت کے معنی بخشتی ہے۔ اس لیے کہ در حقیقت صحابیت کے معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال جزئیات سے اطلاع ہونا اور عبادات وعادات آنجناب کی وضع مشاہدہ کرنا ہے اور یہ بات بعد زمان کی صورت میں انسان کی مدرکہ اور خیال میں ایسی جم جاتی اور راسخ ہو جاتی ہے کہ حکم مشاہدہ کا رکھتی ہے اور اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے جس نے کہا ہے "اہل حدیث ہی اہل نبی ہیں اگرچہ انہیں آپ کی صحبت نہیں آپ کے انفاس وکلام کی صحبت پائے ہوئے ہیں"

زیارتِ قبر نبوی کا طریقہ

برخلاف مبتدعین گور پرستوں کے کہ انہوں نے رحمن کی سرپرستی مترلت فرماتے ہیں) معاذ اللہ آستانہ کے سامنے کھڑے ہو کر دعا مانگنے اور التجا کرنے کو عبادت میں شمار کیا ہے۔ حالانکہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم کا معمول قبر طہ پر سلام کے بعد قبلہ رُو ہو کر ان کے لیے حق تعالیٰ سے دعا مانگنا تھا اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی معمول آپ کی زیارتِ قبر مبارک پر بعد عرض صلوٰۃ وسلام کے قبلہ رُو ہو کر دعا مانگنا حق تعالےٰ ہی سے رہا۔ اور کتبِ فقہ ائمۂ دین سے بھی یہی عمل در آمد مرقوم ہے۔ کسی صحابی سے اس کے خلاف روایت نہیں چنانچہ اُدپر مفصل کتب احادیث وفقہ سے گزر چکا ہے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ مدارج النبوت ج ۲ صـ۵ میں فرماتے ہیں۔

مراد از اتخاذِ قبور مساجد سجدہ کردن بجانب قبوراست وایں بردوطریق متصور است یکی آنکہ سجدہ بر قبور برند و مقصود عبادت

"مراد قبروں کو مساجد ٹھہرا لینے سے قبروں کی طرف سجدہ کرنا ہے اور یہ دو طریق پر ہوتا ہے ایک یہ کہ سجدہ قبروں کو کریں اور مقصود ان کی عبادت

آن دارند چنانکه بت پرستان می پرستند	رکھیں جس طرح بت پرست بتوں کو پوجتے ہیں
دوام آنکہ مقصود و منظور عبادت مولیٰ تعالےٰ	دوسرے یہ کہ مقصود اور منظور عبادت مولیٰ تعالیٰ شانہ
دارند ولیکن اعتقاد کنند کہ توجہ بقبور ایشاں	کی رکھیں لیکن اعتقاد کریں کہ توجہ ان کی قبروں کی
در نماز عبادت حق موجب قرب ورضائے	طرف نماز اور عبادت حق میں موجب قرب اور
وے تعالیٰ است و موقع عظیم است نزد	رضائے حق تعالیٰ کا باعث ہے اور بڑا موقع ہے
حق تعالیٰ از جہت اشتمال وے عبادت و	نزدیک حق تعالیٰ کے شامل کرنے میں۔ان کو عبادت
مبالغہ در تعظیم انبیاء وے وایں ہر دو طریق	میں اور مبالغہ کرنا اس کے انبیاء کی تعظیم میں اور یہ
نامرضی و نامشروع است اول خود شرک	دونوں طریق نامرضی اور نامشروع ہیں، اول تو خود شرک
جلی و کفر صریح است و ثانی نیز حرام و ممنوع از	جلی کھلا ہوا اور کفر صریح ہے اور دوسرا بھی حرام اور
جہت اشتمال بر شرک خفی و بر ہر تقدیر	ممنوع بوجہ شمول شرک خفی کے اور دونوں طور پر
لعن متوجہ است و نماز کردن بجانب قبر	لعنت متوجہ ہے اور نماز پڑھنا نبی یا کسی صالح شخص
نبی یا مرد صالح بقصد تبرک و تعظیم حرام	کی قبر کی طرف بقصد تبرک اور تعظیم کے حرام ہے
است و ہیچ کس را از علماء دران اختلاف	اور کسی شخص کو علماء دین میں سے اس میں اختلاف
نیست۔	نہیں ہے۔"

اور مفصل و مدلل و دندان شکن جواب گذشتہ صفحات میں آچکا ہے۔

حنفیہ مدینہ منورہ کو حرم نہیں مانتے

اس کے بعد مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ مدینہ طیبہ کے گرد و پیش کے جنگل کو محترم کس نے فرمایا۔ یہ جاہل بدلگام خاکش بدہن مشرک کس کو کہہ رہا ہے۔ اسی کو تقویۃ الایمان میں شرک لکھا ہے الخ معاذ اللہ! بس سنو کہ مدینہ طیبہ کے گرد کا حرم ہونا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، احادیث صحیحہ میں وارد ہوا۔ چنانچہ امام نووی شرح صحیح مسلم ج ا صفحہ ۴۴۰ میں فرماتے ہیں۔

وھذہ الاحادیث حجۃ ظاھرۃ للشافعی وما	"یہ احادیث حجۃ ظاہرہ ہیں۔ امام شافعیؒ اور
لک وموافقیھما فی تحریم صید المدینۃ	امام مالکؒ اور ان کے موافقین کی حرام ہونے
وشجرھا واباح ابوحنیفۃ ذلک ۔۔۔۔	میں شکار مدینہ طیبہ اور اس کے درختوں کے اور
صریح فی الدلالۃ لمذھب الجمھور	جائز کہا ہے اس کو امام ابوحنیفہ نے" صریح دلالت
فی تحریم صید المدینۃ وشجرھا	ہے مذہب جمہور ائمہ پر حرام ہونا شکار

وسبق خلاف ابی حنیفة ۔ ایضا ملک۴۲
هذا الحديث صريح فی الدلالة لمذهب
مالک والشافعی واحمد والجماهير فی
تحريم صيد المدينة وشجرها
کما سبق وخالف فيه ابوحنيفة
کما قدمناه عنه فلا يلتفت الی
من خالف هذه الاحاديث
الصحيحة المستفيضة ۔

مدینہ طیبہ اور اس کے درختوں کا اور خلاف کیا امام ابوحنیفہؒ کا اُوپر بیان ہوچکا" "یہ احادیث صریح دلالت کرتی ہیں مذہب امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اور جمہور ائمہ کے لیے حرام ہونے شکار مدینہ طیبہ اور اس کے درختوں کے حرام ہونے پر جس طرح اوپر بیان ہوا اور خلاف کیا ہے اس میں امام ابوحنیفہؒ نے جس طرح مذکور ہوا ان سے پس التفات نہ کیا جاوے گا اس پر جس نے ان احادیث صحیحہ مستفیضہ کے خلاف کہا ہے"

علیٰ ہذا حامئ سنّت وحدیث خود جناب مولانا شہید فی سبیل اللہ صاحب تقویۃ الایمان ایضاح الحق صـ۲۳ میں منجملہ اصول دین بطریق لزوم ومشروع کے فرماتے ہیں ۔

ومواضع مخصوصہ از حرمین برائے دعاء ومساجد ثلثہ برائے سفر بسوی آن بجہت تحصیل منفعت اخرویہ ۔

"اور مقامات مخصوصہ حرمین شریفین مکہ مکرمہ ومدینہ طیبہ کو دعا کے لیے اور تینوں مساجد خانہ کعبہ مسجد نبوی بیت المقدس کا سفر بوجہ حاصل کرنے نفع آخرت کیلئے"

اور صـ۲۵ میں فرماتے ہیں ۔

وزیارت مسجد نبوی ومسجد قبا درباب حج ۔

"اور مسجد نبوی اور مسجد قباء حج کے باب میں ہیں"

نیز مولانا شہید مرحوم صاحب تقویۃ الایمان منصب امامت صـ۱۰۴ میں فرماتے ہیں ۔

درکتب سابقہ الہیہ درنعت سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام نازل شدہ مہاجرہ طیبۃ وملکہ بالشام پس آنچہ انقیاد کامل و اطاعت بالغ بہ نسبت نبی باید کرد ۔

"کتب سابقہ الٰہیہ میں جناب سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت میں نازل ہوا ہے کہ مقام ہجرت ان کا طیبہ ہے اور ملک ان کا شام ہے پس جو کچھ کہ اتباع کامل اور اطاعت بالغ ہے نبی علیہ السلام کی نسبت کرنا چاہیئے"

نیز فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۲۰ صـ۲۳۶ بہ روایت کعب ۔

اور دوسرے باب تقویۃ الایمان فصل اول صـ۲۷ میں حدیث صحیح بخاری نقل فرماتے ہیں۔

ابغض الناس الی اللہ ثلث ملحد فی الحرم۔ "سب سے زیادہ غضب اللہ تعالیٰ کا تمام آدمیوں سے تین پر ہے پہلا جو حرم میں گناہ کرے"

الحق کہ خود مولانا شہید مرحوم نے مثل روشنی ماہتاب کے کس درجہ بوضاحت تمام مدینہ طیبہ کے حرم محترم ہونے کی تشریح فرمادی۔ اور یہی مذہب حسب احادیث صراحتاً محدثین حاملان سنت اور ائمہ ثلثہ رحمہم اللہ کا ہے۔ مگر مذہب امام ابوحنیفہ رح اس کے مخالف ہے چنانچہ دُرِ مختار صـ۱۷۹ میں مرقوم ہے۔

لاحرم للمدینۃ عندنا۔ "مدینہ حرم نہیں ہے ہمارے نزدیک"

اسی طرح دیگر کتب فقہ حنفیہ میں مرقوم ہے۔ مثلاً غایۃ الاوطار ترجمہ دُرِ مختار (جسے مؤلف نے فیضانِ رحمت صـ۱۲۱ میں مستند تسلیم کیا ہے) جلد اول صـ۶۱۹ کو دیکھ لیا جائے۔ پس کس طرح ظلمت کے گہرے خندق میں مؤلف گر پڑے ہیں جن کا بڑے زور و شور سے فیضانِ رحمت صـ۵۳ میں یہ دعویٰ ہے کہ "میں اہل سنت و جماعت مقلد حنفی المذہب ہوں اور مجھ کو سوائے تقلید کے اور چارہ نہیں" اور فرائد النور صـ۲۱۴ میں دوسروں کو بھی فہمائش کی جاتی ہے۔ کہ فقہ حنفی چھوڑنے شرم آنا چاہیئے۔ اپنی فقہ حنفی کی پیروی کیجیئے۔

حیف اس مقلدی پر کہ مولانا شہید مرحوم کو الزام بیہودہ کا اتہام لگانے کے جوش میں یہ ہوش نہ رہا کہ کیا اس سے حضرت امامنا المعظم امام ابوحنیفہ رح پر شرک عاید ہونا لازم نہ آئے گا؟

چون خدا خواہد کہ پردۂ کس دَرَد
میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

حالانکہ حقیقت میں جن مقامات کا حرم محترم ہونا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے جس طرح قبروں، چلوں، تھانوں کے مقامات پرستش کے صحرا و حوالی کو مثل حرم پاک خانہ کعبہ کے کر لینے کو تقویۃ الایمان میں ارشاد فرمایا گیا ہے وہ بیشک داخل شرک ہیں۔ بخلاف مدینہ طیبہ کے کہ حرم محترم ہونا احادیث صحیحہ سے منصوص ہے۔ جس سے مولانا مرحوم کو ہرگز انکار نہیں۔

اکثر حنفیہ کا مذہب ہے کہ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ سے افضل ہے

قولہ صـ۱۵۷۔ پر تو ان بدنصیبوں کو کیا

معلوم ہوگا کہ روضۂ طاہرہ کعبۂ مکرمہ بلکہ عرش معلّٰی سے بھی افضل ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۳ میں فرماتے ہیں۔

ان الکعبۃ افضل من المدینۃ ما عدا الضریح الاقدس وکذا الضریح افضل من المسجد الحرام وقد نقل القاضی عیاض وغیرہ الاجماع علی تفضیلہ حتی علی الکعبۃ وان الخلاف فیما عداہ ونقل عن ابی عقیل الحنبلی ان تلک البقعۃ افضل من العرش وقد وافقہ السادات البکریون

جس روضۂ پاک کا یہ مرتبہ ہے اس کی زیارت کے لیے حاضر ہونا، اس کے سامنے دعا کرنا اور مرادیں مانگنا شرک بنایا جائے اللہ کی پناہ۔

اقول پھر اسی غرض شرکیہ کے لیے تو مؤلف نے روضہ مطہرہ کو کعبۂ مکرمہ معظمہ اور عرش معلّٰی سے افضل بتا کر اس کے سامنے دعا کرنا، مرادیں مانگنا، بتایا اور اس کے خلاف کہنے والوں کو بدنصیب کہا حالانکہ یہ وہ شرک ہے جس کے متعلق جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو ڈرا کر فرمایا۔

اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد اشتد	"اے اللہ نہ بنا دیجیو میری قبر کو بت کہ پوجی
غضب اللہ تعالٰی علی قوم اتخذوا	جائے شدت سے غضب ہوا اللہ تعالٰی کا ان
قبور انبیائھم مساجد۔ رواہ مالک	لوگوں پر جنہوں نے کر لیا اپنے پیغمبروں کی قبروں
فی الموطا ص ۹۳	کو مسجدیں"

اور خود مولوی نعیم الدین نے بھی اپنے رسالہ اسواط العذاب ص ۷۸ میں لکھا۔

"چھٹی حدیث میں اس سے بھی زیادہ صراحت ہے کہ ارشاد فرمایا میری قبر کو بت نہ بنانا کہ پوجی جاوے اللہ کا سخت غضب ہے اس قوم پر جس نے انبیاء کی قبور کو مساجد بنایا۔ اس حدیث نے بتا دیا کہ قبروں کو مسجد بنانے کے یہ معنی ہیں کہ ان کی عبادت کی جائے یا کم از کم انہیں قبلہ بنا کر ان کی طرف نماز پڑھی جائے" "اور اسی وجہ سے حضور نے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی اور اس سے اپنی اُمت کو باز رہنے پر متنبہ فرمایا یہ ہر مسلمان کا ایمان ہے، اور ہر مومن قبر کی عبادت کو شرک جانتا ہے۔ معاذ اللہ کون مومن ہوگا کہ قبر کو معبود بنائے"

حالانکہ برخلاف اس کے یہ امر بدیہی طور پر مثل آفتاب روشن ہے کہ متبدعین قبروں کو سجدے طواف نذر و منت چڑھاتے۔ مرادیں مانگتے ندائیں کرتے ہیں۔ جس طرح خود مولوی نعیم الدین نے بھی قبر کے سامنے تقویۃ الایمان کی ضد میں مرادیں مانگنے کو شرک نہ ٹھہرایا۔ معاذ اللہ منہ۔ رہا یہ کہ قبر انور عرش سے بھی افضل ہے۔ تو ائمہ کرام نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ مکہ مکرمہ افضل ہے

یا مدینہ طیبہ کیونکہ شرعاً حرم تو دونوں ہی ہیں اور افضلیت بھی من وجہہ دونوں میں ہے بلکہ طائف کے جنگل وَرَج کو بھی حدیث میں حرم فرمایا ہے۔ مگر جمہور ائمہ اس جانب ہیں کہ مکہ مکرمہ افضل ہے اور بعض اس طرف ہیں کہ مدینہ طیبہ افضل ہے۔ چنانچہ امام نووی شرح صحیح مسلم ج اصلاہ ۴۴ میں فرماتے ہیں۔ فی مکۃ والمدینۃ ایتھما افضل ومذھب الشافعی وجماھیر العلماء ان مکۃ افضل من المدینۃ وان مسجد مکۃ افضل من مسجد المدینۃ قال اھل مکۃ والکوفۃ والشافعی وابن وھب وابن حبیب المالکیان مکۃ افضل ۔ ۔ ۔ ۔ اور امام حافظ ابن حجر العسقلانی جن کو مولوی نعیم الدین نے الکلمۃ العلیا صلا میں شیخ المشائخ قاضی القضاۃ لکھا ہے۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۵ صـ۶۲۳ میں فرماتے ہیں۔ قولہ الا المسجد الحرام۔ واستدل بھذا الحدیث علی تفضیل مکۃ علی المدینۃ لا ان الامکنۃ تشرف بفضل العبادۃ فیھا علیٰ غیرھا مما تکون العبادۃ مرجوحۃ وھو قول الجمہور اور پارہ ، صـ۲۳۴ ، صـ۲۳۶ میں فرماتے ہیں ان بعض البقاع افضل من بعض ولم یختلف العلماء فی ان للمدینۃ فضلا علی غیرھا وانما اختلفوا فی الافضلیۃ بینھا وبین مکۃ ولکن لا یلزم من حصول الافضلیۃ المفضول فی شیٔ من الاشیاء ثبوت الافضلیۃ علی الاطلاق (الیٰ اخرہ)

نیز رد المختار ج ۲ صـ۴۱۹ میں مرقوم ہے۔ وفی اخر اللباب وشرحہ اجمعوا علی ان افضل البلاد مکۃ والمدینۃ زادھما اللہ تعالیٰ شرفا وتعظیما واختلفوا ایھما افضل نقیل مکۃ وھو مذھب ائمہ الثلاثۃ والمروی عن بعض الصحابۃ وقیل المدینۃ وھو قول بعض المالکیۃ والشافعیۃ وھو مروی عن بعض الصحابۃ اھ اور خاں صاحب بریلوی کے ملفوظات حصہ دوم صـ۵۱ میں مرقوم ہے" غرض حضور مدینہ طیبہ میں ایک نماز پچاس ہزار کا ثواب رکھتی ہے، اور مکہ معظمہ میں ایک لاکھ کا، اس سے مکہ معظمہ کا افضل ہونا سمجھا جاتا ہے۔ ارشاد۔ جمہور حنفیہ کا یہی مسلک ہے اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مدینہ افضل ہے "پس بخلاف جمہور ائمہ کے بعض مالکیہ میں قاضی عیاض رح کے قول کی بنا پر جو ایسی اختلاف افضلیت کی فرع ہے مرقد الاقدس کو بلا خلاف بتانا کیونکر صحیح ہوگا۔ چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۵ صـ۶۲۴ میں مرقوم ہے۔ استثنی عیاض البقعۃ التی دفن فیھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم وحکی الاتفاق علی انھا افضل البقاع وتعقب بان ھذا لا یتعلق بالبحث المذکور لانہ محلہ ما یترتب علیہ الفضل للعابد وسبب تفضیل البقعۃ التی ضمت

اعضاءۃ الشریفۃ انہ روی ان المرء یدفن فی البقعۃ التی اخذ منہا ترابہ عندما یخلق رواہ ابن عبد البر فی اواخر تمہیدہ و من طریق عطاء الخراسانی موقوفاً وعلیٰ ہذا فقد روی بن بکار ان جبرئیل اخذ التراب الذی خلق منہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم من تراب الکعبۃ فعلیٰ ہذا فالبقعۃ التی ضمت اعضائہ من تراب الکعبۃ فیرجع الفضل المذکور الی مکۃ ان صح اور رد المحتار ج ۲ صفحہ ۲۳۰ میں مرقوم ہے وقد صرح التاج الفاکہی بتفضیل الارض علی السمٰوات لحلولہ صلی اللہ علیہ وسلم بہا۔ وقال النووی الجمہور علی تفضیل السماء علی الارض

پس مطابق روایت امام ابن عبد البر اور زبیر بن بکار کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اطہر زمین مکہ مکرمہ سے مخلوق ہوا اور مدفنِ مبارک مدینہ طیبہ میں بہرحال دونوں مقامات متبرک کی افضلیت من وجہ متحقق ہے اور حسب تصریح علامہ شامی کے بقول جمہور ائمہ تفضیل سما علی الارض ثابت ہو کر فضیلتِ عرشِ اعظم بھی واضح ہوگئی۔

مگر حیف ہے مولوی نعیم الدین کی تبرا گوئی پر کہ اس بنا اختلاف بقول بعض کے اپنی مرادیں مانگنے کے نشہ شرکیات میں جمہور اکابر ائمہ کرام رحمہم اللہ جن میں بقول امام نووی اہل کو قرار اور بقول شیخ الطائفہ مولوی صاحب بریلوی جمہور حنفیہ بھی ہیں سب کو بدنصیب قرار دے کر خود اپنی بدنصیبی پر مہر ثبت کرالی۔

قولہ صفحہ ۱۵۷ ردّ المحتار ج ۲ صفحہ ۲۶۴ میں ہے وان یاتی القبر الکریم فیسلم و یدعو ویسأل اللہ الخ خلاصہ یہ ہے کہ رخصت کے وقت حاضر ہو کر سلام عرض کرے اور دعا کرے۔ یہ تو فقہ کی عبارت ہے قرآن کریم میں رب العزت ارشاد فرماتا ہے ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔ تقویۃ الایمان والے کا شرک تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تعلیم فرما دیا وہ آستانہ پاک کے سامنے دعا کرنے کو شرک بتا رہا ہے۔ یہ نہیں ارشاد ہوتا کہ گنہگار مسجد میں جائیں کعبہ شریف میں آئیں اور بقول اسمٰعیل کسی کی چوکھٹ کے آگے دعا نہ مانگیں کہ یہ تقویۃ الایمان میں شرک بتایا ہے۔ بلکہ یہ ارشاد ہے کہ آستانہ رسول پر حاضر ہوں اھ ملخصاً بلفظہ۔

اقول۔ ردّ المحتار کی عبارت میں قبرِ مبارک پر عرض سلام کے بعد دعا و سوال اللہ تعالیٰ سے صراحتاً مرقوم ہے۔ مگر مولوی نعیم الدین نے بلا ترجمہ مجملاً باطل خلاصہ نکالا کہ اور دعا کرے۔ تاکہ اپنی اُوپر کی بات بن جائے کہ "زیارت کے لیے حاضر ہونا اور اس کے سامنے دُعا کرنا اور

مرادیں مانگنا" پس اگر یہ شرکیہ روگ نہ ہوتا تو صاف مطابق اصل کے ترجمہ کیا جاتا کہ دعا و سوال اللہ تعالیٰ سے کرے۔ پس یہ ہے شرکیاتِ نعیمیہ کی دسیسہ کاری علی ہٰذا آیت ولو انھم اذ ظلموا ۔ پارہ ۵ سورہ نساء کا حکم جو بزمانہ حیاتِ کریم نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھا، نہ بعد وفات شریف۔ خود مولوی نعیم الدین کی مسلمہ مستندہ بوارق بدایونی صلا۲۲۶ میں اس کا ترجمہ مرقوم ہے " اور اگران لوگوں نے جس وقت اپنا برا کیا تھا اگر آتے تیرے پاس پھر اللہ سے بخشواتے اور بخشواتا ان کو رسول تو اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان" یعنی اگر وہ اپنے نفاق پر نادم ہو کر رسول کے پاس آتے اور خود بھی اللہ سے اپنی مغفرت چاہتے اور رسول بھی ان کے لیے معافی کی دعا مانگتا تو اللہ ان کی دعا قبول فرما لیتا۔ کیونکہ منافقین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج پہنچایا تھا۔ اس لیے حاضر ہونے کو شرط فرمایا گیا۔ یہی اس آیت کا سیاق و سباق ہے۔ چنانچہ تفسیر مظہری میں مرقوم ہے انھم ای المنافقون۔ اذ ظلموا انفسھم۔ بالنفاق والتحاکم الی الطاغوت۔ جاؤك۔ تائبین بالاخلاص فاستغفروا الله۔ بالتوبة واعتذروا الی رسول الله صلی الله علیه وسلم بالاخلاص۔

پس مولوی نعیم الدین کا یہ کہنا کہ یہ نہیں ارشاد ہوتا کہ گنہگار مسجد میں جائیں۔ کعبہ شریف میں آئیں اور بقول اسمٰعیل کسی کی چوکھٹ کے آگے دعائیں مانگیں۔ بلکہ یہ ارشاد ہے کہ آستانہ رسول پر حاضر ہوں۔ کس قدر ظلم اور بے انصافی ہے۔ کیونکہ مولانا شہید مرحوم کا یہ فرمانا کہ" کسی قبر کی چوکھٹ کو بوسہ دیوے، ہاتھ باندھ کر التجا کرے، مرادیں مانگے۔ تو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے" بلا شبہ حق ہے جس طرح علامہ شامی جو مولوی نعیم الدین کے بڑے مستند ہیں ردالمحتار ج ۲ صلا۱۳۱ ایضاً مصری صلا۱۳۹ میں فرماتے ہیں کہ" جو اکثر عوام مزارات پر جا کر کہتے ہیں یا سیدی فلاں اگر میرا غائب آجاوے یا مریض اچھا ہو جاوے یا میری حاجت پوری ہو جاوے تو تمہارے لیے اتنا سونا اتنی چاندی اتنا کھانا اور چراغ تیل دوں گا تو یہ اعتقاد اس کا کفر ہے" جس کی تفصیل معہ اصل عبارت عربیہ اوپر کہیں گزر چکی ہے۔ مگر مولوی نعیم الدین کی شریعت جدیدۂ لذیذہ میں مسجد و کعبہ معظمہ سے قبر کی چوکھٹ پر مرادیں مانگنا التجائیں کرنا مقدم ہے۔ معاذ اللہ من ھذہ الکفریات۔

قولہ صلا۱۵۸ ردالمحتار جلد اصلا۳۹ میں ہے حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک پر حاضر ہوتا ہوں۔ اور جب کوئی حاجت پیش آتی ہے۔ تو دو رکعتیں پڑھ کر حضرت امام کی قبر کے پاس دعا کرتا ہوں تو مراد جلد حاصل ہو جاتی ہے قال انی لاتبرك بابی حنیفة واجیٔ الی قبرہ فاذا عرضت لی حاجة صلیت

وکتبتین وسالت اللہ تعالیٰ منہ تعبرہ فیقضی سریعاً تقویۃ الایمان کے اسی سلسلہ شرکیات میں زائر کا راہ میں اس بزرگ کے نام کا درد رکھنا بھی لکھا ہے۔ یہ بھی خاص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت پر محمول ہے کہ درود شریف کا ورد آدابِ زیارت میں سے اور موجب سعادت ہے۔ مگر وہابی دین میں یہ شرک لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اھ ملخصاً بلفظہ۔

اقول۔ رد المحتار میں جو قول امام شافعیؒ کا مناقب امام ابو حنیفہؒ میں منقول ہے۔ محض بلا حوالہ[1] سند و صحت ہے جو حجت نہیں ہو سکتا کیونکہ عند القبر نماز پڑھنا خوفِ فتنہ قبر پرستی سے خالی نہیں ہے چنانچہ صحیح بخاری پارہ ۲ صفحہ ۲۶ میں تعلیقاً روایت ہے۔

ورای عمر بن الخطاب انس بن مالک یصلی عند القبر فقال القبر القبر۔	"حضرت عمرؓ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو ایک قبر کے پاس نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا یہ قبر ہے یہ قبر ہے"۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۵ صفحہ ۶۸۸ و صفحہ ۶۹۲ میں مرقوم ہے۔

فیلزم اتخاذ المسجد عند القبر وقد یکون القبر فی جھۃ القبلۃ فتزداد الکراھۃ۔ وقد یقول بالمنع مطلقا من یری سد الذریعۃ وھو ھنا متجہ قوی۔	"پس لازم آوے گا ٹھہرالینا مسجد کا قبر کے پاس اور اگر جہت قبلہ میں ہوگی تو زیادہ کراہت لازم آوے گی اور تحقیق فرمایا گیا ہے مطلقاً منع ہونا بوجہ بند کرنا ذریعہ فساد کے اور اس کی وجہ قوی ہے"۔

اور مجمع البحار صفحہ ۴۳ ج ۲ میں مرقوم ہے۔

فان منھم من قصد لزیارۃ قبور الانبیاء والصلحاء ان یصلی عند قبورھم ویدعوا عندھا ویسألھم الحوائج فھذا لا یجوز عند احد من علماء المسلمین فان	"بعض ایسے ہیں جو اس لیے قصد کرتے ہیں قبور انبیاء اور صلحاء کی زیارت کا کہ ان کی قبروں کے پاس نماز پڑھیں اور قبروں کے پاس دعا اور حاجات کا سوال کریں پس یہ جائز نہیں ہے کسی صاحب علم کے

---

[1] یہ گپ حافظ خطیب کی تاریخ بغداد صفحہ ۱۲۳ ج ۱ سے نقل درنقل چلی آرہی ہے اور اس میں مذکور سند میں ایک راوی مکرم بن احمد ہے جس نے فضائل امام ابو حنیفہ میں ایک کتاب لکھی تھی جس کے متعلق حافظ دار قطنیؒ جیسے محدث کبیر کا فیصلہ ہے موضوع کلہ (تاریخ بغداد صفحہ ۲۰۹ ج ۱) "سب گپیں ہیں" اس کے علاوہ بعض دوسرے راوی بھی اس میں ایسے ہیں جن کا کوئی اتا پتا نہیں اسی لیے تو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس کہانی کو امام شافعی کے ذمہ افتراء قرار دیا اور ثابت کیا ہے کہ درایۃً بھی یہ واقعہ کسی طرح صحیح نہیں مانا جا سکتا دیکھئے اقتضاء الصراط المستقیم ص ۳۴۳-۳۴۴ ج ۲۔

العبادۃ طلب الحوائج والاستعانۃ نزدیک کیونکہ عبادت اور طلب حاجات اور حق اللہ وحدہ الخ۔ مدد مانگنا صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے"

پس یہ کیونکر متیقن ہو سکتا ہے کہ امام شافعی جیسے مقتدا جامع اصول و فروع مسدودہ ذریعہ فساد کو مفتوح فرما دیں۔ پھر اس میں صاف تصریح ہے کہ نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں۔ جس کو مؤلف نے اپنے مدعائے شرکیہ کے حاصل کرنے کے لیے صرف یہ کہا کہ امام کی قبر کے پاس دُعا کرتا ہوں تاکہ قبر پرست باور کریں کہ صاحب قبر سے دُعا مانگتے تھے۔ کیونکہ خود بدولت نے اُوپر دعویٰ کیا ہے کہ زیارتِ قبر کی غرض قبر کے سامنے دُعا کرنا اور مرادیں مانگنا ہے۔ ورنہ لفظ عربی سألتہ کا ترجمہ بھی کرنا تھا کہ اللہ سے سوال کرتا ہوں۔ پس کہاں یہ صریح دھوکہ دہی سے عوام کو گمراہی میں مبتلا کرنا نہیں نعوذ باللہ من سوء الاعتقاد۔ اسی طرح تقویۃ الایمان کے اسی سلسلہ شرکیات میں زائر کا راہ میں اس بزرگ کے نام کا ورد کرنا" جس کو مولوی نعیم الدین نے نقل کیا ہے اگرچہ اس میں اس جگہ نہیں ہے مگر مضمون اصل معنی میں صحیح ہے۔ کیونکہ دوسرے مقام پر اس کے قریب الفاظ مرقوم ہیں۔ چنانچہ تقویۃ الایمان ص۸ میں لکھا ہے۔

"سو جو کوئی کسی کا نام اُٹھتے بیٹھتے لیا کرے اور دور و نزدیک سے پکارا کرے اور بلا کے مقابلہ میں اس کی دہائی دیوے اور دشمن پر اس کا نام لے کر حملہ کرے اور اس کے نام کا ختم پڑھے، اور یوں سمجھے کہ جب میں اس کا نام لیتا ہوں زبان سے یا دل سے۔ تو وہیں اس کو خبر ہو جاتی ہے اور اس سے میری بات کوئی چھپی نہیں رہ سکتی اور جو مجھ پر احوال گزرتے ہیں سب کی ہر وقت اسے خبر ہے اور جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے وہ سب سن لیتا ہے اور جو خیال و وہم میرے دل میں گزرتا ہے وہ سب سے واقف ہے سو ان باتوں سے مشرک ہو جاتا ہے اور اس قسم کی باتیں سب شرک ہیں"

لٰہذا اس میں کیا کلام ہو سکتا ہے جس کی تفصیل تائیدات از کلام ربانی اور احادیثِ رسول یزدانی معہ اقوال ائمہ کرام اور علمائے ذوالاحترام سے واضح ہو چکی۔ بھلا اس میں خاص فداہ امی و ابی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارتِ مرقدِ مبارک پر کیا ہوا حملہ ہے۔ جس کا تقویۃ الایمان میں ہرگز ذکر تک نہیں ہے یہ محض ان مولوی صاحب کا بہتان و عناد ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین المفترین باقی درود شریف پڑھنا خصوصاً مدینہ طیبہ کے سفر میں خیر و برکات اور افضل عبادات ہے کہ حق تعالیٰ کی جناب میں التجا اور دُعا ہے۔ البتہ آپ کو مستقل حاضر و ناظر جان کر سنانے کا عقیدہ شرک ہے۔

چنانچہ امام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۲۶ صفحہ ۵۷ میں فرماتے ہیں۔

المقصود بالصّلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم التقرب الی اللہ تعالیٰ بامتثال امرہ ۱ھ

"مقصود درود شریف پہنچانے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حق تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنا ہے اس کے اطاعتِ حکم کے بنا پر"

اور خود مولانا شہید مرحوم دوسرے باب تقویۃ الایمان کی پانچویں فصل صفحہ ۱۸۱ میں حدیث نقل فرماتے ہیں۔

وصلوا علی فان صلوٰتکم تبلغنی حیث کنتم۔ رواہ النسائی۔

"درود بھیجو مجھ پر اس لیے کہ درود تمہارا پہنچایا جاتا ہے مجھ کو جہاں ہے تم کہیں ہو"

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ البلاغ المبین صفحہ ۴۳ میں دربارۂ افعالِ شرکیہ فرماتے ہیں۔

وبعضی وظائف بطریق اذکار مشتمل بر ندائے بزرگان در صبح وشام التزام کردہ اند ۱ھ

"بعضے وظائف بطور اذکار مشتمل ندائے بزرگان کے نام کے صبح اور شام لازم کرتے ہیں"

اور جناب قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ ارشاد الطالبین صفحہ ۲۱ میں فرماتے ہیں۔

وذکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم بروجہے کہ در شرع وارد نشدہ است چنانچہ کسی طور وظیفہ یا محمد یا محمد یا محمد گفتہ باشد روا نہ باشد ۱ھ

"ذکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طریقہ پر جو شرع میں وارد نہ ہوا ہو۔ جیسے کوئی شخص بطور وظیفہ کے یا محمد یا محمد یا محمد کہتا ہو روانہ ہوگا"

پس افسوس ان مولوی صاحب نے تحریف وبہتانات کا دروازہ کھول کر کس بری طرح عام لوگوں کو گمراہی کی راہ پر ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

خانہ کعبہ سے مختص کام قبروں کے ساتھ کرنے کی بحث

قولہ صفحہ ۱۵۹، ۱۶۰ تقویۃ الایمان میں شرک کی باتوں میں یہ بھی لکھا ہے۔ اس کی دیوار سے اپنا منہ اور چھاتی ملنا اور اس کا غلاف پکڑ کر دعا کرنی تقویۃ الایمان صفحہ ۱۱ اگرچہ دیوار سے منہ اور چھاتی ملنا اور غلاف پکڑنا آدابِ زیارت میں سے نہیں ہے۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ زائر روضہ شریف سے کسی قدر فاصلہ پر رہے۔ کہ اس میں ادب زیادہ ہے۔ غرض کہ دیوار سے چمٹنا، یا پردوں سے لپٹنا، آدابِ زیارت میں نہیں ہے چہ جائیکہ اس کو شرک بتا کر اپنا نامۂ اعمال سیاہ کیا جائے تا بیتا کو یہ نظر نہ آیا۔ کہ اس کا

طبع زاد شرک کہاں تک پہنچے گا۔ دیوار کیا خاص قبر شریف پر رخسار رکھ دینا تو صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ ایسا ہی خلاصۃ الوفاء صلا۶ میں ہے۔ قبور صالحین کو بوسہ دینے کا جواز منقول ہے۔ اگرچہ عوام کی گمراہی کے اندیشہ سے اس میں احتیاط مناسب ہے لیکن جو افعال کہ ثابت ہیں ان کو محض اپنی رائے فاسدہ سے بے دھڑک شرک بتا دینا صحابہ پر الزام شرک لگانا اور کھلی گمراہی ہے اھ ملخصاً بلفظہ۔

اقول۔ ہرگز یہ عبارت تقویۃ الایمان فہرست شرکیات کے ذیل میں نہیں ہے یہ محض ان مولوی صاحب کا بہتان ہے۔ بلکہ یہ خانہ کعبہ کی خصوصیات میں واقع ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

"یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کے لیے اپنے بندوں کو بتائے ہیں"

پس خانہ کعبہ کی دیوار مقام ملتزم سے چھاتی کا ملنا ثابت اور عبادت و برکت کا موجب ہے۔ چنانچہ موطا امام مالکؒ صلا۳۲ میں روایت ہے مالك انه بلغه ان عبد الله بن عباس رض كان يقول ما بين الركن والمقام الملتزم ۔۔ جس کا ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔

عبد اللہ بن عباس مے گفت درمیان رکن اسود و مقام ابراہیم ملتزم است یعنی جائیکہ معانقہ با دیوار کعبہ باید کرد وعليه اهل العلم انه يجتهد فى الدعاء فى المواضع المتبركات ويلتزم بين الركن والباب اھ (مصطفی)

"عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا درمیان حجر اسود اور مقام ابراہیم کے ملتزم ہے یعنی اس مقام میں معانقہ دیوار کعبہ سے کرنا چاہیے۔ اور اسی طریقہ پر اہل علم کا عمل ہے کہ بہت کوشش کرے دعا مانگنے میں مواضع متبرکہ میں اور ملتزم درمیان رکن اور دروازہ کے واقع ہے"

پس جس طرح حصول برکت کے لیے ملتزم میں چمٹ کر دعا کی جاتی ہے، اسی طرح قبور کے ساتھ یہ افعال بجالانے مفضی الی الشرک ہوں گے۔ جیسا کہ خود مولوی نعیم الدین نے بھی ان امور کو آداب زیارت سے باوجود نقل کرنے آثار مردودہ بلا سند کے خود رخسار و بوسہ وغیرہ قبر کو گمراہی کا باعث قرار دیا ہے لہٰذا یہی دلیل اس کے شرک و کفر ہونے کی قبر پرستوں کے حق میں بس ہے ورنہ اگر شرک کہنے سے کھلی گمراہی ہے۔ تو گمراہ بتانے سے بھی کھلی گمراہی واضح ہوگئی۔ کیونکہ گمراہی کا مآل کار شرک تک پہنچتا ہے۔

چنانچہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ البلاغ المبین صلا۴۱ میں فرماتے ہیں۔

ونیز مشابہت بعضے عبادات کہ در خانہ کعبہ

"مشابہت بعضے عبادت میں کہ جو خانہ کعبہ میں اللہ

از برائے خدائے تعالیٰ کردہ میشود نسبت قبور پیران خود باہتمام بجا مے آرند چنانچہ پوشش غلاف. پردہ ہائے رنگا رنگ و استلام و تقبیل و طواف"

اللہ تعالیٰ کے لیے کی جاتی ہیں اپنے پیروں کی قبروں کی نسبت بڑے اہتمام سے بجا لاتے ہیں جیسے غلافِ پردہ ہائے رنگین اور قبروں کا چھونا بوسہ دینا طواف کرنا"

اور کبیری شرح منیۃ المصلی صـ۵۶۲ میں مرقوم ہے۔

وقال شرف الائمۃ وضع الید علی القبر بدعۃ وعن جار اللہ العلامۃ مشائخ مکۃ ینکرون ذٰلک ویقولون انہ عادۃ اھل الکتاب وفی احیاء علوم الدین انہ من عادۃ النصارٰی انتہی ولا شک انہ بدعۃ لا سنۃ فیہ ولا اثر عن صحابی ولا عن امام ممن یعتمد علیہ نیکرہ ولم یعھد الاستلام فی السنۃ الا للحجر الاسود والرکن الیمانی خاصۃ اھ۔

"فرمایا شرف الائمہ نے ہاتھ رکھنا قبر پر بدعت ہے اور مروی ہے مشائخ مکہ مکرمہ سے کہ اس کا انکار فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ عادت اہلِ کتاب کی ہے اور احیاء العلوم میں ہے کہ یہ عادت نصاریٰ کی ہے اور اس میں شک نہیں۔ کہ یہ بدعت ہے اس میں سنت سے کچھ ثابت نہیں اور نہ کسی ایک صحابی کے اثر سے ثابت اور نہ کسی امام معتمد سے ثابت پس یہ مکروہ ہے اور سنت نہیں ہے۔ چھونا سوائے حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کے خاصتہً"

اور خود علامہ سمہودی مدنی رح وفاء الوفاء[1] تاریخ مدینہ طیبہ میں فرماتے ہیں۔

ومنھا اجتناب الانحناء للقبر عند التسلیم قال ابن جماعۃ قال بعض العلماء انہ من البدع ویظن من لا علم لہ انہ من شعائر التعظیم واقبح منہ تقبیل الارض للقبر اذ لم یفعلہ السلف والصالح والخیر کلہ فی اتباعھم ومن خطر بالہ ان تقبیل الارض ابلغ فی البرکۃ

"منجملہ ممنوعات کے قبر کے واسطے سلام کے وقت جھکنا ہے۔ فرمایا ابن جماعہ نے کہ بعض علماء نے اس کو بدعت کہا ہے۔ اور جو شخص بے علم ہے وہ اس کو تعظیم کے طریقوں میں سے خیال کرتا ہے۔ اور اس سے زیادہ برا قبر کے پاس کی زمین کو چومنا ہے۔ کیونکہ اس کو سلفِ صالحین نے نہیں کیا ہے۔ اور تمام بھلائیاں سلفِ صالحین کے اتباع میں ہیں۔ اور جس کے دل میں یہ وسوسہ گزرا کہ زمین کو بوسہ دینا زیادہ

---

[1] ص ۴۰۵ ج ۲ طبع مصر ۱۳۲۶ھ (ع - ح)

فهو من جهالة وغفلة لان البركة
انما هي فيما وافق الشرع واقوال
السلف وعملهم قال وليس
عجبي ممن جهل ذلك
فارتكبه بل عجبي ممن افتى
بتحسينه مع علمه بقبحه و
مخالفته لعمل السلف واستشهد
لذلك بالشعر انتهى قلت وقد شاهدت
بعض جهال القضاة فعل ذلك بحضرة
الملأ وزاد عليه وضع الجبهة كهيئة
الساجد فتبعه العوام ولا حول ولا قوة
الا بالله انتهى - (صواعق ص۱۲۳)

برکت کا سبب ہے تو یہ اس کی جہالت اور غفلت
کی وجہ سے ہے کیونکہ برکت انہیں چیزوں میں ہے
جو شرع اور سلف کے اقوال اور ان کے اعمال
کے مطابق ہوں فرمایا کہ مجھے تعجب اس سے نہیں
ہے جو بوجہ اپنی جہالت کے اس نے کیا۔ بلکہ
تعجب اس سے ہے جو باوجود اس عمل کے قبیح ہونے
اور سلف کی مخالفت کو جاننے کے بعد بھی اس کی تحسین
پر فتویٰ دیتا ہے انتہیٰ۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے بعض جاہل
قاضیوں کو عوام کے سامنے اس فعل کو کرتے
ہوئے دیکھا ہے۔ اور پیشانی رکھنے کو مثل سجدہ
کرنے والے کے اس نے زیادہ کیا۔ پھر دیکھا دیکھی
عوام نے اس کا اتباع کیا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ"

نیز علامہ سید سمہودی مدنی وفاء الوفا (جلد اول ص۳۸۹) میں فرماتے ہیں۔

بنى عمر بن عبد العزيز على ذلك
البيت هذا البناء الظاهر وعمر بن
عبد العزيز سده لان يتخذ الناس
قبلة تخص فيه الصلاة من بين مسجد
رسول الله صلعم وذلك لان رسول
الله صلعم قال قاتل الله اليهود اتخذوا
قبور انبياءهم مساجد وقال اللهم
لا تجعل قبري وثنا يعبد الحديث اهـ
وقال العلامة الزعفراني ووضع
اليد على القبر ومسه وتقبيله من
البدع التي تنكر شرعا وروى عن
انس بن مالك راى رجلا وضع

"حضرت عمر بن عبد العزیز نے آنحضرت ﷺ کی قبر انور
والے کمرے کے اوپر عمارت بنا دی تھی
تاکہ لوگ اس کو قبلہ نہ ٹھہرا لیں اور
مسجد نبوی کو چھوڑ کر اس میں نمازیں مخصوص
نہ کر لیں اور یہ اس لیے کہ آنحضرت ﷺ نے
قبروں کو مسجدیں قرار دینے والوں پر لعنت
فرمائی ہے اور اپنی قبر کے متعلق دعا
بھی کی تھی"

"ہاتھ رکھنا قبر پر اور بوسہ دینا بدعت ہے،
جس پر شرع میں انکار کیا گیا ہے اور انس بن مالک
رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے
ایک شخص کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر ہاتھ

يده على قبر النبى صلى الله عليه وسلم فنهاه	رکھے ہوئے دیکھا تو اس کو منع کیا اور فرمایا کہ ہم
وقال ما كنا نعرف هذا اعلیٰ عهد رسول	اس فعل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
الله صلى الله عليه وسلم وقد انكره	عہدِ مبارک میں جانتے بھی نہ تھے اور تحقیق اس فعل
مالك والشافعي واحمد اشد الانكار	کا امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ
انتهى (صواعق ص۱۲۳)	نے بہت سختی کے ساتھ انکار کیا ہے"

پس الحمد للہ کہ کلامِ اکابر ائمۂ اُمت خصوصاً امام سید سمہودی مستند مولوی نعیم الدین سے حسب تصریح احادیث وائمہ دین نے سخت انکار ثابت ہوا کہ پیشانی رکھنا اور چومنا قبر کو مانند ہیئت سجدہ کے ہے اور بمشابہت خصوصیاتِ خانہ کعبہ بیت اللہ الحرام وحجر اسود کے تقرباً وتعظیماً قبروں پر غلاف پردے ڈالنا بوسہ دینا۔ ہاتھ سے چھونا منجملہ عاداتِ یہود ونصاریٰ کے ہے جن پر قبور انبیاء علیہم السلام کو سجدہ گاہ بنا لینے پر لعنت فرمائی گئی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو ڈرا کر دعا فرمائی کہ یا اللہ میری قبر کو بت نہ بنا دینا کہ پوجی جاوے ورنہ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ تنبیہ کسی غیر مسلم کے لیے تھی؟ نہیں بلکہ مبتدعین، گور پرستوں، مدعیانِ توحید وحب نبویؐ کے لیے یہ تنبیہات ارشاد ہوئیں۔

وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ أَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ أَعْمٰى وَأَضَلُّ سَبِيْلًا۔ (الاسراء ۷۲)	"اور جو اس میں اندھا رہا تو وہ آخرت میں اندھا اور راستہ سے بہکا رہا"

پس یہ سب امور باعثِ گمراہی اور مآلِ شرک کے ہیں کسی اثر صحابی اور معتمد علیہ امام سے ثابت نہیں لہٰذا کما حقہٗ تقویۃ الایمان کی تائید وتصدیق واضح ہوگئی اور مؤلف الطیب کے انکار وبہتانات کی قلعی کھل گئی۔ اور مزید تفصیل اس کی اُوپر گزر چکی۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ (الاسراء)

قولہ ص۱۶۰ اور ۱۶۱ تقویۃ الایمان میں انہیں شرکیات کے سلسلہ میں یہ بھی لکھا ہے۔ اس کے کنویں کے پانی کو تبرک سمجھ کر پینا، بدن پر ڈالنا، اُلیس میں بانٹنا، غائبوں کے واسطے لے جانا۔ (یعنی یہ سب باتیں شرک ہیں) تقویۃ الایمان ص۱۱ ظالم نے کنویں کے پانی کو تبرک سمجھ کر استعمال کرنا کھانے کے لیے شرک بتا دیا۔ جو بات ہے بے دلیل من گھڑت ہے اور چھانٹ چھانٹ کر ان چیزوں کو بتایا ہے۔ جن کا ثبوت شریعت میں موجود ہے اور جن کی تعلیم دی گئی

۱؎ وفاء الوفاء ص۱۴۰۴ ج ۲ (ع ح)

ہے ان کنوؤں کی زیارت کے لیے جانا اوران کے پانی کو تبرک بنانا مستحب ہے جن سے حضور نے پانی پیا طہارت فرمائی۔ مدینہ طیبہ کے خدام اپنے برتن لاتے جن میں پانی ہوتا تو آپ ہر برتن میں اپنا دستِ مبارک ڈال دیتے۔ اب تقویۃ الایمان والا کس کو مشرک کہے گا۔ حضور سید عالم کا جُبّہ جس کو حضور پہنتے تھے۔ اس کو بیماروں کے لیے دھویا کرتے تھے، اس سے مقصد یہ ہوتا تھا کہ اس جُبّہ شریف کے دھوون سے بیماروں کو شفا حاصل ہو۔ تقویۃ الایمان والا تو بزرگوں کے کنوئیں کے پانی کا بطور تبرک استعمال کرنا بھی شرک کہتا تھا، یہاں ملبوس شریف کا غسالہ تبرک ہے بخلاصۃ الوفاء صفحہ ۶۳ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۱۹ و صفحہ ۳۷۴ اھ ملخصاً بلفظہ۔

اقول وباللہ التوفیق یہ محض ان مولوی صاحب کا کذب وافترا، وعناد ہے جس میں ہرگز سچائی کا شمہ تک نہیں۔ کہ تقویۃ الایمان میں اس کے کنوئیں کے پانی کو تبرک جان کر پینا وغیرہ شرک لکھا ہے۔ معاذ اللہ منہ جھوٹے مفتری پر حق تعالیٰ کی ہزاروں بلکہ لاکھوں لعنت جس پر کھلی دلیل یہ ہے کہ خود ہی اس کو بریکٹ میں لکھا (یعنی یہ سب باتیں شرک ہیں) اور نسبت مولانا شہید مرحوم کی طرف کیا گیا اگر یہ فی الواقع تقویۃ الایمان میں ہوتا۔ تو بریکٹ میں لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ محض مغالطہ وفریب دہی عوام کے لیے کیا گیا۔ اس پر مولانا شہید مرحوم کو ظالم بتا کر ان کا کیا بگاڑا، خود اپنا ہی ٹھکانا جہنم میں بنایا۔

اب ناظرین با انصاف چشم حق بین سے ملاحظہ فرماویں کہ تقویۃ الایمان صفحہ ۹ میں تو خصوصیات کعبہ معظمہ کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ بعضے کام تعظیم کے اللہ نے اپنے لیے خاص کئے ہیں کہ ان کو عبادت کہتے ہیں۔ اس کے کنوئیں (زمزم) کے پانی کو تبرک سمجھ کر پینا، بدن پر ڈالنا، آپس میں بانٹنا، غائبوں کے لیے لے جانا وغیرہم۔

چنانچہ احادیث میں زمزم شریف کی خصوصیت کے بہت سے فضائل وارد ہیں۔ صحیح بخاری پارہ ۱۳ صفحہ ۲۴ میں روایت ہے۔

فقال ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم برکۃ (زمزم) بدعوۃ ابراھیم علیہ السلام۔ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آبِ زمزم برکت دعاء ابراہیم علیہ السلام ہے"

فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۶ صفحہ ۲۴۴ میں مرقوم ہے۔

قال ابن بطال وغیرہ اراد البخاری ان الشرب من ماء زمزم من سنن. "فرمایا ابن بطال وغیرہ نے ارادہ کیا امام بخاری نے کہ پینا آبِ زمزم کا منجملہ سنن حج کے ہے۔ اور

الحج وفی المصنف عن طاؤس قال شرب نبیذ السقایۃ من تمام الحج اھ۔

مصنف میں حضرت طاؤس سے روایت ہے فرمایا پینا شربتِ سقایہ زمزم کا منجملہ پورا ہونے حج کے ہے"

نیز فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۶ صفحہ ۱۲۳ میں مرقوم ہے۔ وفی المستدرك من حدیث ابن عباس ماء زمزم لما شرب له رجاله موثوقون اھ۔ اور سنن ابن ماجہ شریف صفحہ ۵۶۶ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ماء زمزم لما شرب له۔

فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی زمزم کا ہر اس کام و مقصد کے لیے ہے جس کے لیے پیا جاوے"

یعنی جس مطلب کے لیے پیا جاوے وہی مدعا حاصل ہو، شفاء کے لیے پیو تو شفاء ہو، پناہ کے لیے پیو تو پناہ ملے، پیاس کے لیے پیو تو پیاس بجھے، بھوک کے لیے پیو تو بھوک رفع ہو۔ حاشیہ ابنِ ماجہ میں امام سراج الدین بلقینی رحمہ اللہ سے منقول ہے "زمزم شریف حوضِ کوثر سے بھی افضل ہے"۔

نیز فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۱۵ صفحہ ۴۵۵ میں مرقوم ہے۔

فغسل قلبی، فی روایۃ مسلم فاستخرج قلبی فغسل بماء زمزم وفیه فضیلة ماء زمزم علی جمیع المیاہ قال ابن ابی جمرۃ وانما لم یغسل بماء الجنة لما اجتمع فی ماء زمزم من کون اصل مائها من الجنة ثم استقر فی الارض فارید بذلك بقاء برکة النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الارض اھ

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شبِ معراج کا واقعہ شقِ صدر میں فرمان (پس غسل دیا گیا میرے قلب کو۔ روایت صحیح مسلم میں ہے پس نکالا گیا میرے قلب کو پھر دھویا گیا آبِ زمزم سے۔ اور اس میں فضیلت ہے آبِ زمزم کی تمام پانیوں پر کہا ابن ابی جمرہ نے اور سوائے اس کے جو نہیں غسل دیا گیا جنت کے پانی سے اس لیے کہ آبِ زمزم کی اصل جنت کے پانی سے ہے پھر ٹھہرایا گیا زمین میں پس ارادہ کیا گیا اس کے ساتھ باقی رہنے برکت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زمین میں"

سنن ترمذی شریف جلد اوّل صفحہ ۱۲۲ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔

انها کانت تحمل من ماء زمزم وتخبران رسول اللہ صلی اللہ

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا زمزم کو عائشین کے لیے مدینہ طیبہ لے جایا کرتیں اور فرماتیں کہ

علیہ وسلم کان یحملہ :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی لے جایا کرتے تھے"

علیٰ ہٰذا احادیث میں وارد ہے کہ تپ جہنم کی بھاپ ہے تم اس کو آب زمزم سے بجھاؤ رواہ احمد وابن ابی شیبۃ وابن حبان فی صحیحہ روئے زمین پر کوئی کنواں زمزم سے بہتر نہیں ہے۔ رواہ الطبرانی وابن حبان بسند حسن عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا "مومن اور منافق میں یہ فرق ہے کہ مومن خوب تن کر کھینچ کر پیتے ہیں جس سے کوکھیں پھر جاتی ہیں اور منافق تن کر نہیں پیتے" حدیث مرفوع ابن عباس رضی اللہ عنہ میں ہے "بہتر پانی روئے زمین پر زمزم کا پانی ہے۔ اس میں طعام طعم وشفاء سقم یعنی کھانے کا کام دیتا ہے، بیماری کو دفع کرتا ہے" رواہ الطبرانی فی الکبیر ورواتہ ثقات وابن حبان فی صحیحہ

ہاں اطباء جو یہ کہتے ہیں کہ کوئی پانی غذا کے قائم مقام نہیں ہو سکتا تو آب زمزم اس سے مستثنیٰ ہے۔ جس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیثیں ہیں "حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جب ابتداء اسلام میں مکہ مکرمہ میں آئے، ان کے پاس کچھ کھانا نہ تھا، ایک مہینہ تک زمزم شریف پیتے رہے، ایسے توانا فربہ ہو گئے کہ پیٹ میں شکنیں پڑ گئیں" رواہ مسلم وغیرہ "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جب زمزم پیتے تو یہ دعا کرتے اے اللہ میں تجھ سے علم نفع دینے والا رزق گنجائش کرنے والا شفاء ہر بیماری سے مانگتا ہوں" (انتھی کذا فی الترغیب والترھیب ص۲۳۸ امام المنذری)

پس یہ مختصراً کعبہ معظمہ کی منجملہ خصوصیات کے فضائل زمزم شریف کے ناظرین کرام نے ملاحظہ فرمائے جس سے تقویۃ الایمان کی تائید اظہر من الشمس واضح ہے۔

تبرکات کی شرعی حیثیت؟

اس کے سوا مدینہ طیبہ کے کنوؤں یا کسی تبرکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا منع ہونا تقویۃ الایمان میں ہرگز نہیں ہے یہ مؤلف کا بہتان ہے۔ معہٰذا جس خصوصیت سے تبرک جان کر زمزم کا استعمال ثابت اور مؤکد ہے، کسی دوسرے کنوئیں اور پانی کا اس کی مثل جاننا بھی ثابت نہیں۔ البتہ انبیاء وصالحین کے تبرکات صحیحہ کو متبرک جان کر اس سے مشرف ہونا مستحب اور باعث اقتضائے محبت ہے۔ جس طرح خود مولوی نعیم الدین نے بھی مستحب ہی لکھا ہے اس میں کیا جائے مقال ہے۔ چنانچہ چند مواقع حسب احادیث صحیحہ ہدیہ ناظرین ہیں۔ صحیح بخاری پارہ اول ص۱۳۰ میں حضرت محمد بن سیرین سے روایت ہے

---

[1] دعویٰ اور دلیل میں کیا تقریب تام بھی ہے؟ (ع-ح)

کہ فرمایا حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ سے (یہ دونوں تابعین ہیں) میرے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
بال مبارک ہیں جو پہنچے ہیں مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے تو فرمایا عبیدہ نے میرے پاس ایک
بال بھی ہو جائے تو دنیا وما فیہا سے زیادہ محبوب ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع
میں اپنے سر مبارک کے بال مبارک تقسیم فرمائے۔ امام احمد کی روایت میں اتنا زائد ہے کہ آپ
نے فرمایا ان کو خوشبو میں رکھو۔ اور اس میں تبرک ہونا بالوں مبارک کا ثابت ہوا۔ (فتح الباری)
ایضاً پارہ اول ص۱۴۷ وپارہ ۲ ص۵۳ میں روایت ہے "کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ
میں پانی منگا کر اس میں دونوں ہاتھ اور منہ مبارک دھویا۔ اور اس میں کلی کی پھر ابو موسیٰ اور بلال
رضی اللہ عنہما سے فرمایا اس میں سے تم دونوں پیو اور اپنے منہ اور سینوں پر چھڑک لو اور خوش
رہو۔ دونوں نے پیالہ لے کر تعمیل کی ام سلمہ رضی اللہ عنہا پردہ کے پیچھے سے بولیں، میرے لیے
بھی چھوڑ دو۔ انہوں نے باقی ام سلمہ کو دے دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے تو صحابہ غسالۂ
وضو کو لے کر اپنے بدن پر پھیر لیتے"۔ نیز پارہ اول ص۱۴۸ میں روایت ہے کہ محمود بن ربیع رضی
اللہ عنہ کے منہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی فرمائی تھی۔ اور صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
غسالۂ وضو لینے پر آپس میں لڑتے تھے۔ اور سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کے سر پر نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے ہاتھ پھیرا اور وہ سات برس کے تھے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غسالہ پانی
پیا۔ ایضاً صحیح بخاری پارہ ۵ ص۱۶۹ اور پارہ ۲۵ ص۵۵۲ میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ "ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چادر حاشیہ دار
بُن کر لائی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میں نے آپ کے لیے بُنی ہے کہ میں آپ
کو پہناؤں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول فرما لیا اور آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی۔
آپ نے اس کا تہ بند بنا لیا۔ پھر ایک شخص نے آپ کو پہنے ہوئے دیکھ کر عرض کیا کہ کیا اچھی
ہے، یہ مجھے دے دیجئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا پس آپ مکان میں تشریف لے
گئے۔ اور چادر اتار کر بھیج دی تو صحابہ نے اس کو ملامت کی کہ تو نے اچھا نہ کیا جب نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چادر کو قبول فرمایا اور آپ ضرورت مند تھے اور تو نے آپ سے
سوال کیا اور تو جانتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی سائل کو رد نہیں فرماتے ہیں تو اس نے جواب
دیا قسم اللہ کی میں نے پہننے کے لیے نہیں سوال کیا۔ بلکہ میں اس میں برکت کی امید رکھتا ہوں
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پہنا ہے اس چادر میں میرا کفن کیا جاوے۔ پس اس کو اسی

چادر میں کفنایا گیا" ایضاً صحیح بخاری پارہ ۲۳ صفحہ ۳۱۷ مع فتح الباری روایت ہے کہ "حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ مبارک تھا جس میں تبرکاً پیا جاتا" اور عاصم الاحوال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں" میں نے دیکھا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ مبارک۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں" میں نے دیکھا اس پیالہ مبارک کو بصرہ میں اور پیا اس سے اور وہ خریدا گیا تھا میراث نصر بن انس رضی اللہ عنہ سے آٹھ ہزار کو۔" نیز صحیح بخاری پارہ ۲۴ صفحہ ۴۷۰ میں روایت ہے کہ "حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیے وضو کا پانی لیے ہوئے تھے اور لوگ لپک لپک کر آپ کے غسالہ وضو کو لے کر منہ پر ملتے تھے۔ اور جسے نہ ملتا وہ دوسرے کے تر ہاتھ سے اپنا ہاتھ تر کر کے منہ پر ملتا" ایضاً پارہ ۲۴ صفحہ ۴۹۸ میں روایت ہے کہ "حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک تھے جب ان کے پاس کوئی بیماری یا کسی حاجت والا آتا تو ان کو پانی میں ہلا کر پانی دے دیتیں" نیز صحیح بخاری پارہ ۲۶ صفحہ ۷۰ میں روایت ہے "کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سو کر اٹھے تو انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے آپ کا پسینہ اور بال مبارک جو گرے ہوتے ایک شیشی میں خوشبو کے ساتھ جمع کر لئے تھے اور قریب وفات کے وصیت فرمائی تھی کہ ان کو میرے کفن میں لگانا۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔" علیٰ ہٰذا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک تھے وفات کے قریب وصیت کی کہ ان کو میری ناک میں رکھ دینا۔ اھ۔ ازالۃ الخفاء مقصد اول فصل پنجم صفحہ ۳۱۷۔

علاوہ بریں ہزاروں واقعات تبرکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے احادیث صحیحہ میں وارد ہیں جن کا شمار دشوار در دشوار ہے جو محب سنت ہی کے لیے باعث محبت ہیں۔ چنانچہ مولانا شہید مرحوم صاحب تقویۃ الایمان منصب امامت صفحہ ۳ میں فرماتے ہیں۔

پس میگویم کہ مقامات انبیا و کمالات ایشاں	و پس میں کہتا ہوں کہ مقامات اور کمالات
ہر چند بسیار از بسیار ست و خارج از حد	انبیاء علیہم السلام ہر چند زیادہ سے زیادہ
شمار کہ در احصاء آں از مثل ما مردم کہ از	اور حد شمار سے باہر ہیں اور ہم جیسے آدمیوں
احاد امتیم متعسر ست بل متعذر۔ محب ایشاں	سے کہ احاد امت سے ہیں ان کا احاطہ
محب حضرت رب الارباب است و مبغض	اور احصار دشوار ہے۔ ان کا محب حق تعالیٰ
ایشاں مبغوض آنجناب محبت ایشاں باعث	کا محبوب ہے اور ان سے بغض رکھنے والا حق تعالیٰ
رفع درجات ست الخ	کا دشمن ہے ان کی محبت باعث ترقی درجات ہے"

پس جبکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ وضوء وکلی مبارک فرمانا اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس ماء مستعمل غسالہ مبارک کو تبرکاً پینا اور جسم پر ملنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا۔ جو مولوی نعیم الدین کے مذہب میں ناپاک نجاست غلیظہ تک ہے۔ چنانچہ کبیری شرح منیۃ المصلی صـ۱۴۸ میں مرقوم ہے اما الماء المستعمل فنجس بنجاسۃ غلیظۃ عند ابی حنیفۃ دیکھو فتاوی رضویہ جلد اول صفحہ ۲۶۴ میں مرقوم ہے۔

"ماء مستعمل طاہر ہے مطہر نہیں اس سے وضوء نہ ہوگا۔ اور پینا مکروہ۔ صحیح یہی ہے کہ اس سے پانی مستعمل ہو جائے گا۔ اور اس سے وضو صحیح نہ ہوگا نہ بہ صرف کراہت ہو"

اگر تبرک کی حد اعتدال سے بڑھ جاوے گا تو البتہ ممنوع اور شرک تک کی بھی نوبت پہنچ جاوے گی چنانچہ امام بیہقیؒ کی شعب الایمان میں عبدالرحمان بن قراد صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم توضأ یوماً فجعل اصحابہ یتمسحون بوضوئہ فقال لھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما یحملکم علی ھذا قالوا حب اللہ ورسولہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ ان یحب اللہ ورسولہ او یحبہ اللہ ورسولہ فلیصدق حدیثہ اذا حدث ولیؤد امانتہ اذا ائتمن ولیحسن جوار من جاورہ۔

(مشکوٰۃ صـ۴۲۴)

"نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز وضوء فرمایا تو صحابہ نے آپ وضوء کے پانی کو اپنے بدن پر ملا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تم اس کو کس لیے کرتے ہو تو عرض کیا گیا، اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے باعث تو فرمایا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم میں سے جس کو خوش آوے کہ دوست رکھے اللہ اور اس کے رسول کو یا دوست رکھے اس کو اللہ اور اس کا رسول پس سچ بولے جس وقت بولے اور چاہیئے کہ امانت کو ادا کرے جو امانت رکھی جاوے اور چاہیئے کہ نیکی کرے اپنے پڑوس سے جو اس کے پڑوس میں ہو"

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد رابع صـ۱۲۸ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

یعنی دعوائے محبت خدا ورسول خدا یا | یعنی دعویٰ محبت اللہ و رسول اللہ کا محض الیسی

امثال ایں امور کہ تمسح بآب وضوست نیست مثلاً چنداں مؤنت نہ دارد و بر نفس شاق نیست ز ثابت نمیگرد و عمدہ دراں امتثال او امر و نواہی ست خصوصاً ایں امور کہ صدقِ حدیث و ادائے امانت و حسنِ جوار است اھ

ہی باتوں پر موقوف نہیں ہے کہ مثلاً پانی وضو کا مل لیا جاوے کہ چنداں نفس پر شاق نہیں ہے بہتر اس کے لیے بجالانا اوامر کا اور بچنا نواہی سے ہے خصوصاً یہ امور کہ سچ بولے حدیث اور امانت ادا کرے اور ہمسایوں سے حسنِ سلوک کرنا ہے"

اور مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ البلاغ المبین ص۱ میں فرماتے ہیں۔

مخفی نماند کہ تعظیم اشیاء منسوبۂ بزرگان دفعتہً موجبِ کفر و اشراک نیست اما رفتہ رفتہ ایں داء عضال از حد خود گذشتہ بیماری نفاق بپیامے آرد ایں نفاق آنست کہ چون علماء باللہ چنیں تعظیم کنندہ گاں را مانع مے آیند التیان حیلہ و اعتذار غلبہ محبت بر نسبت بزرگان دین میکنند و میگویند حرکات ما از یہ سبب غلبہ حال صادر میشود پس گاہی کہ ایں بیماری از حد میگزارد در دام شرکِ جلی گرفتار میشوند اھ نیز مشابہتہ بعضے عبادات کہ در خانہ کعبہ از برائے اللہ تعالیٰ کردہ میشود نسبت بقبورِ پیران خود باہتمام بجا مے آرند چنانچہ اکثر تبرک نمودن غسالہ قبر بجائے آب زمزم۔

یعنی "یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ تعظیم کرنا اشیاء نسبت کردہ بزرگان کا دفعتہً موجب کفر و شرک نہیں ہے لیکن رفتہ رفتہ یہ داءِ عضال اپنی حد سے گزر کر مرض نفاق لے آتا ہے اور سبب اس نفاق کا یہ ہے کہ جو علماءِ ربانیین ایسی تعظیم کرنے والوں کو مانع ہوتے ہیں یہ لوگ حیلہ اور عذر غلبۂ محبت نسبتِ بزرگان دین کے کرتے ہیں اور کہتے ہیں حرکات ہمارے بسبب غلبۂ حال کے صادر ہوتے ہیں پس کبھی یہ بیماری اپنی حد سے گزر جاتی ہے تو شرک جلی میں صاف صاف گرفتار ہو جاتے ہیں" "نیز مشابہت بعضے عبادات میں کہ خانہ کعبہ میں حق تعالیٰ کے لیے کی جاتی ہے نسبت اپنے پیروں کی قبروں کے ساتھ اہتمام سے بجالاتے ہیں جس طرح تبرک جاننا غسالہ قبر کا بجائے آبِ زمزم کے"

علاوہ ازیں خود مولوی نعیم الدین کے اعلیٰ حضرت مولوی صاحب بریلوی السنۃ الانیقہ فی فتاوی افریقہ رضوی بریس بریلی کے ص۴۲ میں لکھتے ہیں۔

"حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہزاروں طرح جس کا انسداد فرما دیا ہے۔ مسیح علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی اُمّت ان کے کمالاتِ عالیہ دیکھ کر حد سے گزری اور ان کو اللہ اور اللہ کا بیٹا کہہ کر کافر ہو گئے۔ ہمارے حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمالاتِ اعلیٰ کے برابر کس کے کمال ہو سکتے ہیں۔ جس کے کمال ہیں سب حضور ہی کے کمال پر تو ذ اسپلال ہیں الیفاً لہٰذا حضور اقدس بالمومنین رؤف رحیم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی رحمت نے اپنی امت کے حفظِ ایمان کے لیے ہر آن ہر ادا سے اپنی عبدیت اور اپنے رب کی الوہیت ظاہر فرمائی۔ کلمہ شہادت میں رسولہٗ سے پہلے عبدہٗ رکھا کہ اس کے بندے ہیں اور اس کے رسول ہیں۔"

الحمد للہ لا شریک لہٗ تقویۃ الایمان کا بیانِ توحید معہ اس کے اجزاء و فروع اور اس کے مقابل شرک الوہیت بمعہ اس کے جزئیات و فروعاتِ رسوم و عاداتِ جاہلیت کے کماحقہ تفصیل کے ساتھ مؤید ہو گیا جس طرح کلام مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی میں حفظ الایمان کے لیے توحید الوہیت کلمہ شہادت میں رسولہٗ سے پہلے عبدہٗ مقدم رکھا گیا۔ باقی انبیاء اور اولیاء کے مراتب و فضائل سے توحید میں کیا بحث اور لگاؤ ہے اس کا باب جدا گانہ اس کے بعد موجود ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

چنانچہ اس بیان کی تائیدات میں تمام اکابر ملت متفق اللسان ہیں۔ مگر برخلاف اس کے معتقدین گور پرستوں کی تائید "جس کا کھائے اسی کا گائے" کے مصداق ہے۔ بلکہ مؤلف الطیب نے تو مخالفتِ توحید میں اللہ تعالیٰ کا کھانا ہی فراموش کر کے احیاءِ رسومات و شرکیات کی دل کھول کر داد دی اور اس میں نہ اس کو آخرت یاد رہی اور نہ یہ کہ تائید شرک کا ٹھکانا جہنم ہے نعوذ باللہ من ذلک۔

عجیب و غریب مغالطے!

قولہ صـ۱۶۲ "اسمٰعیل صاحب نے اس سلسلہ شرکیات میں بعض ایسی چیزوں کو شرک کہا ہے جن کو شرک کہنا مضحکہ خیز ہے مثلاً جھاڑو دینی، روشنی کرنی، فرش بچھانا، پانی پلانا۔ وضو غسل کا لوگوں کے لیے سامان درست کرنا۔ مور چھل جھلنا۔ شامیانہ کھڑا کرنا۔ آداب سے کھڑا ہونا۔ ان میں سے اگر کوئی کام بھی غیر اللہ کے لیے کیا تو تقویۃ الایمان کے صفحہ ۱۱ میں لکھ دیا ہے۔ کہ بعضے کام تعظیم کے اللہ نے اپنے لیے خاص کئے ہیں۔ انہیں کی مثال میں آپ نے جھاڑو وغیرہ کو شمار کر دیا ہے۔ یہ تو اسمٰعیل پرست تلاش کریں کہ کس آیت یا حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جھاڑو دینا۔ روشنی کرنا۔ فرش بچھانا۔ پانی پلانا۔

وضو اور غسل کا سامان درست کرنا۔ مورچھل جھلنا۔ شامیانہ کھڑا کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص کیا ہے اور یہ خاص کام وہابی کہاں ادا کرتے ہیں۔ انہوں نے کس کو اللہ نے فرض کیا ہے۔ جس پر مورچھل جھلنا اور شامیانہ کھڑا کرنا اس کی تعظیم کے لیے خاص ہو۔ وہابیوں کا کیسا عجیب دین ہے (اللہ نہ کرے) ان کی سلطنت ہو تو دنیا کو کوڑے کچرے سے اٹا دیں۔ کیونکہ جھاڑو دینا تو شرک ٹھہرا۔ ہر مکان تاریک اور اندھیرا پٹ رہے۔ اس لیے کہ روشنی کرنا شرک ہے۔ پانی پلانا بھی شرک بتایا ہے۔ یزیدیوں سے بھی بڑھ گئے۔ انہوں نے صرف اہل بیت پر پانی بند کیا تھا۔ مگر پانی پلانے پر پر شرک کا فتویٰ دینے کی انہیں بھی نہیں سوجھی تھی کسی نمازی کے لیے وضو اور غسل کا انتظام کرنا کیوں شرک ہے اسی لیے نہ کہ تعاونوا علی البر والتقوٰی میں داخل ہے' اس سے نماز پر اعانت ہوتی ہے۔ جس کام سے خدا کی عبادت پر اعانت ہو۔ وہابی دین میں وہ بھی شرک لطیفہ شرک کی تعریف میں تقویۃ الایمان صـ میں یہ لکھا ہے کہ وہ چیزیں اللہ نے اپنے بندوں کے ذمہ بندگی ٹھہرائی ہوں تو لازم آیا کہ جھاڑو دینا، روشنی کرنا۔ مورچھل جھلنا۔ شامیانہ کھڑا کرنا نشانِ بندگی ہے۔ اب تو ہر وہابی پر فرض ہے۔ کہ جھاڑو لئے پھرے۔ ورنہ نشانِ بندگی جاتا رہے گا۔ مورچھل ہاتھ میں رکھے کہ وہابی دین میں یہ نشانِ بندگی ہے۔ حیرت ہے ان کوتاہ عقلوں پر جو ایسی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں اور ان مزخرفات کو مانتے ہیں انتہیٰ۔

اقول و باللہ التوفیق ان مولوی صاحب کی مخبوط الحواسی بے عقلی پر حیف ہے۔ جب انسان توحید جناب باری تعالیٰ کو چھوڑ کر شرک جیسی گندگی میں ملوث ہو جاتا ہے۔ تو پھر شیطان اخبث لعین اپنے جیسا بنا کر عقل سے کلیتہً بے بہرہ کر دیتا ہے۔ سیدھی راہ بھی ٹیڑھی نظر آتی ہے۔ قرآن پاک احادیث سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار بھی ظلمت و تاریک دکھائی دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ حق تعالیٰ ارحم الراحمین کی مہر بھی اس سے اُٹھ جاتی ہے اور اس آیت کے مصداق ہو جاتا ہے۔

وَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ مَاذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِهٰذَا مَثَلًا یُضِلُّ بِهٖ کَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ کَثِیْرًا وَمَا یُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ۔ (پ ۱ ع ۳)	"جو منکر ہیں سو کہتے ہیں کیا غرض تھی اللہ کو اس مثال سے گمراہ کرتا ہے اس سے بہتیرے اور راہ پر لاتا ہے اس سے بہتیرے اور گمراہ کرتا ہے صرف انہیں کو جو فاسق ہیں"

ہر چند کہ ان امور کا تفصیلاً جواب اوپر گزر چکا ہے۔ مگر مختصراً یہاں بھی ناظرین اہلِ انصاف

ملاحظہ فرمائیں کہ مولوی صاحب نے تقویۃ الایمان کے مبحثِ توحید و عبادت حق تعالیٰ کو مبحث شرک تقرّبِ لغیر اللہ کے ساتھ خلط کر کے فریب وہی خلق اللہ پر کمر باندھی ہے جو ہرگز اس میں اس طرح نہیں ہے۔ بلکہ تقویۃ الایمان کے اس مقام پر اولاً اقسامِ عبادت اللہ عزوجل علیحدہ اور ثانیاً اقسامِ تقرب لغیر اللہ علیحدہ علیحدہ مذکور ہیں۔ جن کو پہلے کا دوسرے پر اور دوسرے کا پہلے پر مختلط کر کے مولانا شہید پر بہتان باندھا ہے۔ سنیئے منجملہ مبحثِ اول خدماتِ خانہ کعبہ معظمہ۔

"جیسے جھاڑو دینی اور روشنی کرنی، فرش بچھانا، پانی پلانا وضو۔ غسل کا، لوگوں کے لیے سامان درست کرنا۔ یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کے لیے اپنے بندوں کو بتائے ہیں" اور منجملہ مبحث دوم" وہاں روشنی کرے غلاف ڈالے، چادر چڑھا دے۔ ان کے نام کی چھڑی کھڑی کرے رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلے۔ ان کی قبر کو بوسہ دیوے۔ مورچھل جھلے۔ اس پر شامیانہ کھڑا کرے۔ اور ایسی قسم کی باتیں کرے تو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے" (تقویۃ الایمان صفحہ ۱۰۹)

اب کیا بجز مؤلف جیسے دشمن شہید کے کوئی متدین اہلِ توحید متبع سنت کہہ سکتا ہے کہ جھاڑو دینی، روشنی کرنی، فرش بچھانا، پانی پلانا۔ وضو غسل کا سامان درست کرنا، عبادت و موجب ثواب واجر نہیں ہیں۔ مگر برخلاف اس کے گور پرست قبروں پر روشنی غلاف چادر چڑھاتے چھڑی کھڑی کرتے بوقتِ رخصت مانندِ خانہ کعبہ کے الٹے پاؤں چلتے، قبر کو بوسہ دیتے، مورچھل جھلتے۔ شامیانہ وغیرہم لگاتے ہیں۔

پس ناظرین اس فریب وہی کو بطور مقابلہ کر کے حق و باطل میں امتیاز فرمالیں۔ اور پھر کچھ انہیں امور پر منحصر نہیں۔ بلکہ ہر وہ کام جو حق تعالیٰ کے لیے عبادۃً ہوگا۔ وہ غیر اللہ کے حصولِ تقرب عبادات کے لیے شرک ہوگا۔ پھر یہ کیا لازم ہے کہ جو عبادات گور پرست قبروں کے لئے تقرباً کرتے ہوں۔ وہ بعینہٖ حق تعالیٰ کے لیے بھی جائز و ضروری ہوں۔ بلکہ فعل معصیت و مشابہت افعالِ شرک پر بھی حکم کفر و شرک ہوتا ہے چنانچہ جس طرح ایمان کی ستر سے زائد شاخیں چھوٹی بڑی حدیث میں وارد ہیں کہ اعلیٰ ان میں حکم لا الٰہ الا اللہ اور ادنے تکلیف دہ چیز راستہ سے دور کرنا ہے۔ اسی طرح کفر و شرک کے انواع بھی چھوٹے بڑے وارد ہیں جیسے قسم لغیر اللہ کو، تسمیہ لغیر اللہ کو، تشگون بد کو، ریا و وغیرہم کو احادیث میں شرک فرمایا ہے۔ چنانچہ رد المختار فقہ حنفیہ ج ۱ ص ۲۶ بڑی مستند مولوی نعیم الدین میں مرقوم ہے۔

ان الحلف بغیر اسمہ و تعالیٰ۔ "سوائے نام اور صفات حق تعالیٰ عزوجل کے قسم

وصفاته عزوجل مکروه کما صرح به النووی فی شرح صحیح مسلم بل الظاهر من کلام مشائخنا انه کفر

کھانا مکروہ ہے جس طرح امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں تصریح فرمائی ہے بلکہ ظاہر ہمارے مشائخ سے کلام یہ ہے (کہ ایسا کرنا) کفر ہے"

نیز ردالمختار ص ۲۵۴ میں مرقوم ہے۔

اصل عبادة الاصنام اتخاذ قبور الصالحین مساجد۔"

"بتوں کے پوجے جانے کی اصل صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لینا ہے"

اس کے علاوہ مولوی نعیم الدین کے اعلیٰ حضرت راس الطائفہ بریلوی عطایا القدیر فی حکم التصویر حسنی پریس بریلی کے ص ۳ میں لکھتے ہیں۔

"اللہ عزوجل ابلیس کے مکر سے پناہ دے دنیا میں بت پرستی کی ابتدا یوں ہوئی کہ صالحین کی محبت میں ان کی تصویریں بنا کر رکھیں اور اسے لذت عبادت کی تائید سمجھی۔ شدہ شدہ وہی معبود ہو گئیں"

چنانچہ کروہات و منکرات امور پر بھی بمآل کار مفسدہ و مشابہتہ اہل کفر کے حکم کفر و شرک کا شرع میں وارد کیا گیا ہے۔ چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری (مستند مولوی نعیم الدین) پارہ ۱۴ ص ۳۰۵ میں مرقوم ہے۔

والمراد با طلاق الکفران فاعله فعل فعلاً شبیهاً بفعل اهل الکفر وفیه جواز اطلاق الکفر علی المعاصی لقصد الزجر کما قررنا ۔

"مراد اطلاق کرنے کفر سے اس کے فاعل پر وہ فعل ہے جو مشابہتہ رکھتا ہو اہل کفر سے اور اس میں جواز ہے اطلاق کرنے کفر کا گناہ کرنے پر بوجہ زجر و تنبیہ کے جس طرح مقرر ہو چکا ہے"

پھر مولوی نعیم الدین کا مضطربانہ منتقضا د امور الٹ پلٹ ایک ہی صفحہ میں کر کے یہ کہنا کہ کس آیت یا حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جھاڑو دینا، روشنی کرنا، فرش بچھانا، پانی پلانا، وضو اور غسل کا سامان درست کرنا، اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص کیا ہے۔ پھر اس کے برعکس جو پلٹی کھائی تو یہ کہا کہ جھاڑو دینا تو شرک ٹھہرا، روشنی کرنا شرک ہے، پانی پلانا بھی شرک بتایا۔ پھر جو تیسری پلٹی کھائی تو کہا کہ کسی نمازی کے لیے وضو اور غسل کا انتظام کرنا کیوں شرک ہے، اس لیے کہ اس سے نماز پر اعانت ہوتی ہے۔ پھر اس کے برخلاف چوتھے الٹ پھیر میں یہ گپ اڑائی کہ اب تو ہر وہابی پر فرض ہے کہ جھاڑو لیے پھرے ورنہ نشان بندگی جاتا رہے گا مورچھل ہاتھ میں رکھے کہ یہ نشان بندگی ہے۔

پناہ باللہ لایزال حالانکہ تقویۃ الایمان میں یہ متضاد امور ہرگز جمع نہیں ہیں۔ اس میں تو صرف جھاڑو، روشنی، فرش، پانی پلانے، وضو غسل کے سامان کو خانہ کعبۂ معظمہ اور مساجد اللہ کے لیے عبادت میں داخل کئے ہیں، نہ کہ شرک میں۔ کیونکہ جھاڑو دینا خانہ کعبہ و مسجد میں بیشک نشانِ بندگی عبادت اور علامتِ ایمان ہے۔ اور مورچھل قبروں پر تقرباً بجائے جھاڑو مسجد کے بلاشبہ شرک میں داخل ہے۔ گور پرستوں بے دینوں کا یہ عجیب الٹو کھادین ہے۔ چنانچہ بیشتر مساجد جو قبور بزرگان کے قریب ہوتی ہیں ان میں جھاڑو صفائی تو کیا گرد و غبار سے آلودہ ہوتی ہیں بجائے ان کے قبروں پر شامیانہ، مورچھل، اطلس و کمخواب کے پردہ غلاف زرّین کے زرق و برق سامان کے ٹھاٹھ کئے جاتے ہیں۔ بھلا قبر پرست قبروں کو پوجیں۔ ان پر تقرباً غلاف ڈالیں، فرش بچھائیں۔ جھاڑو دیویں۔ قبر کے غسالہ آب کو تبرّک بنا کر پیویں۔ جسم کو ملیں۔ غائبین کے لیے لے جاویں یا کعبہ معظمہ کو جاویں۔ نماز پڑھیں، مسجدوں میں جھاڑو فرش پانی وضو غسل کا سامان مہیّا کریں۔ اصل یہ ہے کہ قبروں پر جھاڑ پھونک۔ روشنی شامیانہ کھڑا کرنا عموماً گور پرستوں کا وطیرہ ہے۔ لیکن موحدین خانہ کعبہ مساجد میں یہ کام عباداتاً و تقرباً الی اللہ کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدّث دہلویؒ تفسیر فتح العزیز پارہ اول صفحہ ۳۷۶ آیت وسعیٰ فی خرابہا کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

وبجہت تعصب یہودیان مسجد بیت المقدس را کہ بلاشبہ بنائے حضرت داؤد حضرت سلیمان بود از آں وقت ہمیشہ عبادت گاہ انبیائے بنی اسرائیل ماندہ و مملو بذکر اللہ بودہ خراب ساختند و نجاسات و خس و خاشاک انباشتند و آنرا کناسہ و مزبلہ گردانیدند و ہرجا توریت یافتند بسوختند و بدل آں مکان متبرک در مکان شرقی آں کہ مولد حضرت عیسیٰ بود عبادت گاہ مقرر کردند و آں مسجد متبرک تا وقت شیوع اسلام خراب ماند آنکہ حضرت امیر المومنین عمر

"نصاریٰ نے" بوجہ تعصب دشمنی یہود کے مسجدِ بیت المقدس کو کہ بلاشبہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السّلام کی بنائی ہوئی تھی اور اس زمانہ سے برابر عبادت گاہ انبیاء بنی اسرائیل کی رہی اور ہمیشہ ذکرِ حق تعالیٰ اس میں ہوتا رہا، خراب کر ڈالا اور نجاستوں اور گرد و غبار سے بھر دیا اور کوڑا کچرا اس میں ڈالا کرتے اور جس جگہ توریت کو پا لیتے جلا دیتے اور بیت المقدس کے بدلے شرق کی طرف مقام مولدِ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو عبادت گاہ مقرر کر لیا اور وہ مسجد متبرک زمانۂ اسلام کے شیوع تک خراب ہی پڑی رہی یہاں تک کہ حضرت امیر المومنین عمر بن الخطابؓ

بن الخطابؓ آن شہر را فتح نمودند و بر
نفسِ نفیس خود و دیگر صحابۂ کرامؓ آن مکان
را از نجاسات پاک کردند بآب شستہ
مطیّب و منظّف گردانیدہ محلِ عبادت
و نماز قرار دادند۔ و اگر مدّعی توحید و
اتباعِ ملت اند پس کار ایشان مخالف
گفتار ایشان شد کہ تعظیم معبود مستلزم
تعظیم عبادت اوست و تعظیم عبادت
او مستلزم تعظیم عبادت گاہ او پس خراب
کردن عبادت گاہ دلیل انکارِ عبادت
است و انکارِ عبادت علامت انکار
معبود و چوں کارِ ایشان مخالف گفتار
ایشان بر آمد داغ نفاق بر ایشان ثابت
گشت و از زمرۂ اہلِ دین بر آمدند ایضاً
صنف۴۸ چوں خراب کنندہ مساجد را ایں
وعید شدید فرمودند بطریق مقابلہ فہمیدہ
شد کہ معمور سازندہ مساجد را در بدل آں حکم
بعدل و ایمان خواہند فرمود چنانچہ
در آیت اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ
بِاللّٰهِ ــ می آید ان شاء اللہ تعالیٰ ولہذا
در حدیث شریف وارد است کہ اذا
رأیتم الرجل یتعاھد المسجد فاشھدوا
لہ بالایمان یعنی چوں ببینید شخصے را کہ خبر
گیری مسجد می کند و بار بار در آن خانہ متبرک
آمد و رفت می نماید پس برائے او گواہی

نے اس شہر کو فتح فرمایا اور خود بنفس نفیس اور دیگر صحابہ
کرامؓ نے اس مسجد کو نجاستوں سے پاک کیا اور پانی
سے دھو کر خوشبوؤں سے معطر کیا اور جگہ عبادت اور
نماز کی قرار دی۔" اگر مدعی توحید اور اتباع ملت
کے ہیں پس ان کا کام مخالف ان کی گفتار
کے ہوا۔ کیونکہ تعظیم معبود کی مستلزم تعظیم اس
کی عبادت گاہ کے ہے۔ پس خراب کرنا عبادت
گاہ کا دلیل انکار اس کی عبادت کا ہے اور
انکار کرنا عبادت کا علامت انکار معبود کا اور
جب فعل ان کا مخالف ان کے قول کے ہوا تو داغ نفاق
کا ان پر ثابت ہو گیا اور زمرۂ اہل دین سے خارج ہوئے"
جب مسجدوں کے خراب کرنے والوں کے حق میں یہ
وعید شدید فرمائی گئی بطریق مقابلے کے سمجھا گیا کہ
آباد کرنے والے مسجدوں کے لیے اس کے بدلے
میں حکم صفت عدل اور ایمان کی ثابت ہوگی
چنانچہ آیت۔ وہی آباد کرے مسجدیں اللہ
کی اور یقین لایا اللہ پر"۔ ان شاء اللہ ذکر
اس کا آوے گا اس لیے حدیث میں وارد ہے۔
یعنی جس وقت تم دیکھو کسی شخص کو کہ خبر گیری
مسجد کی کرتا ہے اور بار بار اس گھر متبرک میں
آمد و رفت رکھتا ہے۔ پس اس کے لیے گواہی ایمان
کی تم دو۔ دوسرے یہ کہ مسجد کو گرد و غبار اور کوڑے
و تھوک وغیرہ مکروہات طبعی اور نجاسات شرعی
سے پاک رکھے اور روشن کرتے عود وغیرہ خوشبو
سے معطر کرے اور فرش لطیف ستھرا بلا تکلف کے

ایمان دہید۔ دوم آنکہ مسجد را از خس و خاشاک
و آب بینی و آب دہن و دیگر مکروہات طبعی و
نجاسات شرعی پاک دارد و با فروختن مجامر دود
خوشبو معطر سازد و فرش لطیف پاک بے تکلف
دراں بگسترانند در حدیث شریف است
کہ خس و خاشاک از مسجد دور کردن و جاروب
کشی نمودن آن متبرک مہر حوراں بہشت
است۔ ایضاً صـ۴۸۲ و ہم چنیں در مہیا داشتن
اسباب طہارت از بنائے غسل خانہ و ترمیم
چاہ مسجد و اجرائے آب ریز و امہیا داشتن
فرش بوریا وغیرہ و روشن کردن چراغ در
آنجا تا آن مدت کہ مردم دراں باشند عبادت
است در حدیث صحیح بروایت حضرت ام المومنین
عائشہ صدیقہ رضہ وارد شدہ کہ امر رسول
اللہ صلعم ببناء المسجد فی الدور وان تطیب
و تنظف . . . یعنی آنحضرتؐ حکم فرمودند
بنا کردن مسجد ہا در محلہا و آں مساجد را پاک
و صاف باید داشت و خوشبو و معطر باید نمود
ایضاً صـ۵۱۹ بہ تفسیر آیت طَهِّرَا بَيْتِيَ
لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ یعنی آنکہ پاک
دارید خانہ مرا از ناپاکی ہا و از انچہ طبع سلیم بدیدن
آں نفرت می کند مثل آب دہن و آب بینی
و خس و خاشاک الخ ایضاً صـ۵۲۷ دوم آنکہ
آں مکان را بوجہے از وجوہ علاقہ با ہیچ مخلوق
نباشد والا در وقت از قبلہ گرفتن قبور انبیاء

اس میں بچھادے کہ حدیث شریف میں آیا
ہے۔ کہ کوڑا گرد و غبار مسجد سے دور کرنا
اور جھاڑو دینا اس مقام متبرک میں بہشت
کی حوریں ان کا مہر ہے"۔" اسی طرح
درست کرنا سامانِ طہارت کا مثل غسل خانہ
اور تعمیر کنوئیں مسجد اور بدر رو پرنالہ کا اور فرش
بوریا وغیرہ کا اور روشن کرنا چراغ کا جبتک
اس میں رہیں عبادت ہے۔ کہ حدیث صحیح
میں بروایت حضرت امّ المومنین عائشہ
صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا سے وارد
ہوا ہے۔ کہ حکم فرمایا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ و آلہ وسلم نے واسطے بنانے
مسجدوں کے محلات میں اور ان کو
پاک و صاف اور خوشبو سے معطر
کرنے میں "۔" آیت۔ ان طہرا بیتی یعنی
پاک رکھو تم میرے گھر کو ناپاکیوں
سے اور اس چیز سے جس کو طبع سلیم
دیکھنے سے نفرت کرتی ہے۔ مثل
آب دہن، آب بینی، تھوک وغیرہ
گرد و غبار سے دوسری وجہ
یہ کہ اس مکانِ متبرک کو کسی وجہ
سے کسی مخلوق کے ساتھ کچھ بھی
علاقہ نہ ہو ورنہ توجہ کے وقت شائبہ
شرک کا لازم آئے گا اور خالص توحید اس عبادت
میں نہ رہے گی اور اسی واسطے قبلہ ٹھہرا لینے قبور انبیاء

وستارہ و آتش و آب و درخت منع شدید آمدہ اھ

اور ستارہ اور آتش اور پانی اور درخت سے سخت ممانعت آئی ہے"

نیز صحیح بخاری پارہ ۲ صفحہ ۲۷۵ میں ہے۔

باب کنس المسجد والتقاط الخرق والقذی والعیدان۔

"اس باب میں مسجد میں جھاڑو دینا وہاں کے چیتھڑے کوڑا اور لکڑیاں تنکے چننے کا بیان ہے"

حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے۔

ان رجلا اسود او امرأۃ سوداء کان یقم المسجد فمات فسأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عنہ فقالوا مات فقال افلا اذنتمونی بہ دلونی علی قبرہ او قال علی قبرھا فاتی قبرہ فصلی علیھا

"ایک کالا مرد یا ایک کالی عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی وہ مرگیا (یا مرگئی) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حال دریافت فرمایا لوگوں نے عرض کیا وہ مرگیا (یا مرگئی) تو آپ نے فرمایا تم نے مجھے خبر نہ کی مجھے اس کی قبر بتا دیں آپ اس کی قبر پر تشریف لائے تو نماز پڑھی اس پر"

اور خود مولوی نعیم الدین کے اعلیٰ حضرت بریلوی حیات الموات مطبوعہ گلزار حسنی۔ بمبئی صفحہ ۴۶ میں روایت کرتے ہیں۔

"ایک بی بی مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھیں ان کا انتقال ہوگیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نے خبر نہ دی حضور ان کی قبر پر گزرے دریافت فرمایا یہ قبر کیسی ہے۔ لوگوں نے عرض کی اُمِّ محجن کی۔ فرمایا وہی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ عرض کی ہاں۔ حضور نے صف باندھ کر نماز جنازہ پڑھائی اس پر۔ ان بی بی کی طرف خطاب کرکے فرمایا تو نے کون سا عمل افضل پایا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وہ سنتی ہے؟ فرمایا تم اس سے زیادہ نہیں سنتے، پھر فرمایا "اس نے جواب دیا" کہ مسجد میں جھاڑو دینی تھی"[1]

قبر پر نماز جنازہ کا ثبوت

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ دوبارہ قبر پر پڑھی اور یہ مولوی نعیم الدین کے مذہب جدید میں ناجائز اور گناہ ہے۔ دیکھو مولوی صاحب بریلوی الہادی الحاجب مطبوعہ اہل سنت وجماعت بریلی صفحہ ۲۳ میں لکھتے ہیں۔

---

[1] اس کی سند؟ (ع۔ ح)

"نمازِ غائب و تکرارِ نمازِ جنازہ دونوں ہمارے مذہب میں ناجائز ہیں اور پڑھنا جائز گناہ ہے اور گناہ میں کسی کا اتباع نہیں"

پس یہ عجیب مولوی نعیم الدین کا دین و مذہب جدید ہے جس سے بغض و عناد حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر وعیاں ہے۔ پھر دیکھئے ابوداؤد ج ۱ ص ۶۷ باب السراج فی المساجد (مسجد میں چراغ جلانے کے بیان میں) حضرت میمونہؓ سے روایت ہے۔

انھا قالت یا رسول اللہ افتنا فی بیت المقدس فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ائتوہ فصلوا وکانت البلاد اذ ذاک حربا فان لم تاتوہ وتصلوا فیہ فابعثوا بزیت یسرج فی قنادیلہ۔ (ابوداؤد)	"کہا انہوں نے یا رسول اللہ آپ ہمیں بیت المقدس کے متعلق کیا فتویٰ دیتے ہیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہاں جاؤ تو نماز پڑھو اور اس زمانہ میں ان شہروں میں لڑائی پھیلی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا اگر وہاں نہ جا سکو اور اس میں نماز نہ پڑھ سکو تو تیل بھیج دو کہ اس کی قندیلوں میں جلایا جائے"

اور سنن ابن ماجہ ص ۱۳۰ میں روایت ہے۔

وعن ابی سعید الخدری قال اول من سرج فی المساجد تمیم الداری۔	"حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ فرمایا سب سے اول جس نے مسجدوں میں چراغ روشن کئے وہ حضرت تمیم داریؓ تھے"

نیز سنن ابن ماجہ ص ۱۱۰ میں واثلہ بن اسقع رضؓ سے روایت ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال واتخذوا علی ابوابها المطاهرة۔	یعنی "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور مسجدوں کے دروازوں پر طہارت کے سامان مہیا کرو"

مگر برخلاف مساجد اللہ و خانہ کعبہ معظمہ کے گور پرست قبروں پر بے سامانِ روشنی فرش و فروش جھاڑ و فانوس مورچھل شامیانہ مہیا کر کے مرتکبِ ممنوعات، رسوماتِ شرکیہ کے ہوتے ہیں، حالانکہ مشکوٰۃ شریف باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ ص ۶۱ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زائرات القبور والمتخذین علیها المساجد	"لعنت فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر جو زیارت کریں قبروں کی

والسرج رواه ابو داؤد والترمذی والنسائی انتهی۔

اور ان لوگوں پر جو ٹھہرائیں قبروں کو مسجدیں اور روشن کریں قبروں پر چراغ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

اور مجالس الابرار مصنفہ ملا احمد رومی حنفیؒ (جس کی تعریف و توصیف مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب فتاویٰ عزیزی جلد دوم میں فرما چکے ہیں) صفحہ ۱۲۵ میں مرقوم ہے۔

وقد آل الامر بهؤلاء الضالين المضلين الى ان شرعوا للقبور حجا ووضعوا له المناسك حتى صنف بعض غلاتهم فى ذلك كتابا وسماه مناسك حج المشاهد تشبيها منه للقبور بالبيت الحرام ولا يخفى ان هذا مفارقة لدين الاسلام ودخول فى دين عباد الاصنام فانظر الى ما بين ما شرعه النبى عليه السلام فى القبور من النهى عما تقدم ذكره وبين ما شرعه هؤلاء وما قصدوه من التباين العظيم ولا ريب ان فى ذلك من الفساد ما يعجز الانسان عن حصره منها تعظيمها الموقع فى الافتتان بها ومنها تفضيلها على المساجد التى هى خير البقاع واحبها الى الله تا انهم اذا قصدوا القبور ليقصدونها مع التعظيم والاحترام والخضوع والخشوع ورقة القلب وغير ذلك مما لا يفعلونه فى المساجد ولا يحصل

"تحقیق اب یہ کیفیت ہو گئی ہے اس طائفہ گمراہ اور گمراہ کرنے والے کی قبروں کا حج کرنا شروع کر دیا ہے اور اس کے آداب و طریقہ مقرر کئے ہیں حتی کہ بعض غلو کرنے والوں نے اس باب میں کتاب تصنیف کر کے اس کا نام مناسک حج المشاہد رکھا ہے اس نے قبور کو بیت الحرام کے مشابہ ٹھہرایا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اعتقاد گویا دین اسلام سے الگ ہو کر بت پرستوں کے دین میں داخل ہونا ہے اب دیکھو کہ درمیان طریقہ نبی علیہ السلام کے درباره قبور جو منع فرمایا ہے جو مذکور ہوا۔ اور درمیان طریقہ اس گروہ کے جو یہ ارادہ کرتے ہیں کس قدر بڑا فرق ہے اور بلاشبہ اس میں اتنے فساد ہیں کہ انسان گنتے گنتے عاجز ہو جاتا ہے ایک یہ کہ قبروں کی اس قدر تعظیم کرنی جس سے لوگ فتنہ میں پڑ جاویں۔ ایک یہ کہ قبروں کو فضیلت مسجدوں پر دینی جو تمام مقاموں سے بہتر اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہیں کیونکہ یہ لوگ جب قبروں پر جاتے ہیں تو نہایت درجہ تعظیم اور حرمت و انکسار اور خوف و نرمی دل کی کرتے ہیں۔ اس قدر کہ مسجدوں میں نہیں کرتے اور نہیں حاصل ہوتا ان کو مساجد میں اس کا نظیر اور نہ مثل اور ایک یہ

لهم فيها نظيرة ولا مثله ومنها
اتخاذ المساجد والسرج عليها ومنها العكوف
عندها وتعليق الستور عليها واتخاذ السدنة
لها حتى ان عبادها يحجون المجاورة
عندها على المجاورة عند المسجد
الحرام ويرون سدانتها افضل من
خدمة المساجد ومنها النذر لها و
لسدنتها ومنها زيارتها لاجلوة عندها
والطواف بها وتقبيلها واستلامها
وتعفير الخدود عليها واخذ ترابها
ودعاء اصحابها والاستغاثة بهم
وسوالهم النصر والرزق والعافية
والولد وقضاء الديون وتفريج الكربات
وغير ذلك من الحاجات التى كان
عباد الاوثان يسئلونها من اوثانهم وليس
شئ منها مشروعا باتفاق ائمة المسلمين
اذ لم يفعل شيئا رسول رب العالمين ولا احد
من الصحابة والتابعين وسائر ائمة الدين۔

کہ قبروں کو مسجد ٹھہراتے ہیں اور روشنی کرتے ہیں اور
ایک یہ کہ قبروں پر چلہ کشی کرتے ہیں اور قبروں پر غلاف
چڑھاتے ہیں اور مجاور بٹھاتے ہیں حتی کہ گور پرست قبروں
کے مجا بکو مسجد الحرام کی مجاورت سے بہتر سمجھتے ہیں۔
وہ جانتے ہیں قبروں پر بیٹھے رہنا مسجدوں کی خدمت
کرنے سے بہتر ہے اور ایک یہ کہ قبروں کی اور مجاوروں
کی منتیں مانتے ہیں اور ایک یہ کہ قبروں پر جانا نماز
کے لیے اور طواف کرنا، اور بوسہ دینا، اور چومنا،
اور قبروں کی مٹی اٹھا کر منہ پر ملنی، اور قبر والوں کو
پکارنا، اور ان سے مدد مانگنی، اور ان سے نصرت
اور روزی اور صحت اور اولاد اور قرضہ کی ادائیگی
کا سوال کرنا، اور مصیبتوں کی کشادگی وغیرہ
حاجتیں طلب کرنی جو بت پرست اپنے بتوں سے
مانگتے تھے اور ان میں سے کوئی بات مشروع کسی
امام اہل اسلام کے نزدیک نہیں ہے کیونکہ ان میں
سے کسی بات کو رسول رب العالمین نے
کچھ نہیں کیا اور نہ کسی صحابہ اور تابعین میں سے
اور نہ کسی امام دین نے"

اور مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صلا البلاغ المبین طبع محمدی لاہور میں مجالس الابرار سے
نقل فرماتے ہیں۔

واز آں جملہ است سجدہ گاہ ساختن قبور
را و چراغاں نمودن بر آنہا و اعتکاف
نزد آنہا و آویختن پردہ ہا و مقرر نمودن
خدمت کہ جاروب کشی و عود سازی
در آنجا نمایند و مردم را برائے گور پرستی

"منجملہ افعال گور پرستوں کے قبروں کو
سجدہ گاہ بنا لینا اور ان پر چراغ روشن کرنا اور
ان کے نزدیک اعتکاف کرنا اور پردے لٹکانا اور خدمت
جھاڑو کشی مقرر کرنا اور خوشبو اگر بتی لوبان سلگانا اور
آدمیوں کو گور پرستی کی دعوت دینا، یہاں تک کہ قبروں

دعوت میکنند تا آنکہ عابدان قبور ترجیح میدہند
مجاورت قبور را بر مجاورت مسجد الحرام ویقین
میکنند کہ خدمت این آستانہا افضل از
خدمت مساجد است مترجم گوید واقعی راست
گفتہ است بچشم خود دیدہ باشد ومقال این
گروہ بگوش خود شنیدہ اھ

کی پوجا کرنے والے ترجیح دیتے ہیں مجاورت قبور کو مجاورت
مسجد الحرام بیت اللہ المعظم پر اور یقین کرتے ہیں کہ
خدمت اس آستانہ قبر کی افضل ہے خدمت کرنے مساجد
سے مترجم کہتا ہے واقعی سچ فرمایا میں نے بچشم خود
دیکھا ہے اور اس گروہ کی ان باتوں کو اپنے کانوں
سے سُنا ہے"

نیز ص۳۰ البلاغ المبین میں فرماتے ہیں۔

بدانکہ بت پرستان خود لباس ابریشمی وکمخواب
می پوشانند پیر پرستان نیز مر گورہا بزرگان
خود را ہم چنین می پوشانند۔

"بت پرست لوگ اپنے بتوں کو لباس ریشمی اور کمخواب
کے پہناتے ہیں اور پیر پرست لوگ بھی خاص اپنے
بزرگوں کی قبروں کو اسی طرح پہناتے ہیں"۔

نیز ص۳۱ میں فرماتے ہیں۔

ونیز عادت بت پرستان ست کہ علمہائے
بنام بتان خود می افرازند پس آنہا بر داشتہ
بکمال آداب بجائے بتان خود ہا می برند پیر
پرستان نیز علمہاء زرنگا رنگ بنام شاہ مدار و
خواجہ معین الدین چشتی و سالار مسعود غازی
و سرور سلطان در روزہائے معینہ استادہ
میکنند باز آنہا را برداشتہ بر قبور مذکورین
میرسانند و این فعل را عبادت دانستہ
حاجت روائی خود ہائے ازیں کار می
جویند اھ

یہ بھی عادت بت پرستوں کی ہے کہ عَلم بتوں کے
نام کے ٹھہراتے ہیں پھر ان کو اٹھا کر بکمال آداب
بتوں کی جگہوں میں لے جاتے ہیں پیر پرست
لوگ بھی رنگا رنگ کے علم نشان جھنڈے چھڑی
شاہ مدار اور خواجہ معین الدین چشتی و سالار مسعود
غازی اور سرور سلطان کے نام پر معین دنوں میں
کھڑے کرتے ہیں پھر ان کو اُٹھا کر قبور مذکورین
پر پہنچاتے ہیں اور اس فعل کو عبادت جان
کر حاجت روائی اپنی ایسے کاموں سے ڈھونڈتے
ہیں"۔

نیز ص۳۲ میں فرماتے ہیں۔

ونیز عادات مشرکان است کہ بنام گذشتگان
آب می نوشانند وآں سبیل را بنام غیر اللہ
مشہور میدارند پیر پرستان نیز آب برائے

یعنی یہ بھی عادت مشرکوں کی ہے کہ گزرے
ہوؤں کے نام کا پانی پلاتے ہیں اور اس کو سبیل
بنام غیر اللہ مشہور کرتے ہیں پیر پرست لوگ بھی

امام حسین می نوشند و آں را نذر امام میگویند"	پانی حضرت حسین کے لیے پیتے ہیں اور اس کو نذر امام کی کہتے ہیں"

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی "تحفہ اثنا عشریہ صـ۳۴۲" میں فرماتے ہیں۔

واما مشابہت بہنود پس در ایام عاشورا چیزے کہ ہنود با بتان خود کنند این ہا با صورت قبور ائمہ نمائند و غسل دہند اھ	"لیکن مشابہت ہنود سے پس ایام عاشورا میں جو چیزیں کہ ہنود اپنے بتوں کے لیے کرتے ہیں یہ لوگ بھی ائمہ پیشوا کی قبروں کے لیے کرتے ہیں اور غسل دیتے ہیں"

اور خود مولوی نعیم الدین نے اپنے رسالہ اسواط العذاب صـ۵ میں لکھا ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور ان پر مسجدیں بنانے اور چراغ رکھنے والوں پر لعنت فرمائی ہے" مگر یہاں مولوی نعیم الدین نے محض تقویۃ الایمان کی ضد اور عناد میں یا اپنے محض جہل سے یہ اعتراض لغو و باطل کیا کہ "کس آیت یا حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جھاڑو دینا، روشنی کرنا، فرش بچھانا، پانی پلانا، وضو اور غسل کا سامان درست کرنا، اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص کیا ہے"۔

جس کا جواب باصواب دندان شکن آیات و احادیث و تفاسیر و شروح احادیث اور کلام اکابر ائمہ دین، فقہا و اہل یقین سے صراحتاً بتائید تقویۃ الایمان بوضاحت تمام ثبوت کو پہنچا۔ اور مزید تفصیل کے ساتھ مولوی نعیم الدین کے صـ۱۵۲ کے جواب میں گزر چکا ہے "کہ وہ شے جو حق تعالیٰ کی عبادت کے مقابلہ میں بہ تقرب غیر اللہ عمل میں لائی جاوے گی شرک ہوگی۔ اسی لیے اسباب و ذرائع عبادت کے بھی عبادت ہی ہوتے ہیں اور معصیت کے معصیت۔ بعض امور عبادت کے لیے معین بعض معین و مخصوص مہتم بالشان بعض نیت پر موقوف" لہٰذا گور پرستوں کے افعال قبروں کے ساتھ کعبہ معظمہ مساجد اللہ کے مانند و مشابہ داخل شرک و ضلال ہیں، والحمد للہ اولاً و آخراً فما ذا بعد الحق الا الضلال۔

مباحث متعلقہ "عادات میں شرک" قولہ ص ۱۶۳ ــــــ ۱۶۵

مولوی اسمٰعیل نے اپنے شرکیات کا چوتھا حصہ اشتراک فی العادات کے نام سے موسوم کیا ہے اس میں اکثر وہی باتیں ذکر کی ہیں۔ جن کا اوپر ذکر کیا گیا۔ بعض باتیں نئی بھی کہی ہیں وہ یہ ہیں۔ حضرت بی بی کی صحنک مرد نہ کھائیں۔ شاہ عبدالحق کا توشہ حقہ والا

نہ کھائے۔ برائی بھلائی کسی کی طرف نسبت کرنا کہ فلاں ان کی پھٹکار میں آکر دیوانہ ہو گیا۔ فلانے کو نوازا فتح و اقبال مل گیا۔ اللہ ورسول چاہے گا تو میں آؤں گا۔ کسی کو مالک الملک شہنشاہ کہنا ان سب باتوں کو شرک بتایا ہے اور لکھا ہے۔ سوان سب باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے۔ (تقویۃ الایمان ص۱۲۱)
اب ان کی حقیقت پر نظر ڈالیئے۔ حضرت بی بی کی صحنک اس کا شرک ہونا صاحب تقویۃ الایمان نے بزعم خود آیت سے ثابت کیا ہے اور آیۃ کریمہ ان یدعون من دونہ الا اناثا۔ لکھ کر کہا ہے یعنی "اللہ کے سوا جو اور لوگوں کو پکارتے ہیں سو اپنے خیال میں عورتوں کا تصور باندھتے ہیں۔ پھر کوئی حضرت بی بی کا نام ٹھہرالیتا ہے، کوئی بی بی آسیا، کوئی بی بی انارلی، کوئی لال پری، کوئی سیاہ پری، کوئی سیتلا، کوئی مسانی کالی کو" (تقویۃ الایمان ص۵۳) اس گستاخی وبے ادبی سے تو ہر مسلمان کا دل کانپ جائے گا کہ حضرت بی بی صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بی بی آسیہ کا ذکر پریوں اور مسانی اور کالی کے ساتھ ملا کر کیا ہے اللہ ہی اس کا بدلہ دے۔ یہ کیسا ستم اور کیسی بے باکی ہے کہ قرآن پاک کے معنی بدل ڈالے۔ یدعون جو عبادت کرنے کے معنی میں ہے اس کا ترجمہ پکارنا کیا اور اناثا جو منات عزیٰ وغیرہ بتوں کے حق میں وارد ہے اس کو اہل بیت رسالت اور پاک بیبیوں پر ڈھالا اور صحنک کو شرک قرار دینے کے شوق میں قرآن پاک پر افتراء کر دیا معنی میں تحریف کر ڈالی۔
تفسیر مدارک مطبوعہ مصر جلد اول ص۲۴۲ یدعون عبادت کرنے کے معنی میں ہے۔ اور اناثا سے لات عزیٰ بت مراد ہیں۔ مولوی اشرف علی تھانوی نے آیت کا ترجمہ لکھا ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر صرف چند زنانی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں (ترجمۃ القرآن محبوب المطابع دہلی ص۱۰۶) یہ ہے اس کے شرک کی حقیقت اور اس طرح اسی بے دین نے قرآن پاک کی آیات لکھ کر عوام کو گمراہ کیا ہے گمراہ سمجھتے ہیں کہ شاید آیت ہی میں یہ مضمون ہو گا۔ معاذ اللہ اہل بیت رسالت سے کیا عداوت ہے کہ ان کے ایصال ثواب کو شرک کہہ دیا۔ صدقہ عبادت ہے۔ اور ہر عبادت کا ایصال ثواب نصوص معتبرہ سے ثابت اور خود اسمٰعیل نے صراط مستقیم میں اس کو تسلیم کیا ہم صفحہ ۹۰ و ۹۱ میں اس کی عبارتیں نقل کر چکے ہیں اب یہ شرک کیسے ہو گیا۔ اگر صدقہ پر غیر اللہ کا نام شرک ہو تو ایسا شرک قرآن و حدیث میں بہت ہو گا۔ انما الصدقات للفقراء والمساکین الایۃ "صدقات فقراء و مساکین کے لیے ہیں" اور صدقہ سے بھی یہاں صدقہ فرض زکوٰۃ مراد ہے حدیث شریف میں ہے کا دصدقہ۔ وہابی دین میں یہ بھی شرک ہوا۔ بی بی صاحبہ کی صحنک صرف عورتوں کو کھلائی جاتی ہے اور شاہ عبدالحق صاحب کا توشہ مقرر بنیئے والوں

کو اس کی یہ وجہ تو ہے نہیں کہ مردوں کے بیے صحنک اور حقہ والوں کے لیے ترشہ کوئی حرام سمجھتا ہو۔ بلکہ ان بزرگوں کو جن سے انس اور مزید ارتباط ہے ان کو دیا جائے۔ یہ حدیث سے ثابت ہے حدیث بخاری و مسلم (مشکوٰۃ شریف صفحو۳۰۵) یعنی بارہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بکری ذبح فرما کر اس کے اعضا جدا جدا کرتے پھر اس کو ان عورتوں کے پاس بھیجتے جو بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دوستدار تھیں۔ صحنک اگر مردوں کو نہیں دی جاتی تو اس کی اصل یہ حدیث ہے۔ اس کو شرک بتایا سخت گمراہی ہے اس حدیث سے چند باتیں ثابت ہوئیں۔ کسی کے ایصالِ ثواب کے لیے جانور ذبح کرنا اس کو بھی اسمٰعیل نے شرک قرار دیا ہے۔ صدقہ کا میت کے احباب اور ایسے لوگوں پر صرف کرنا جن سے ان کو انس ہو۔ اگر وہ موجود نہ ہوں تو ان کے پاس بھیجنا شاہ عبدالحق صاحب علیہ الرحمۃ کو حقہ سے نفرت تھی، اس لیے ان کے ایصالِ ثواب کا توشہ حقہ نہ پینے والوں کو کھلایا جاتا ہے۔ اسی طرح کسی بزرگ کے ایصالِ ثواب کا کھانا اس کے مریدین خدام یا آشنا ئے تلاوت کرنے والوں کو پہنچانا بھی اس حدیث سے ثابت ہوا جس کا تقویۃ الایمان صفحہ ۵۵ بایں الفاظ انکار کیا ہے کوئی کسی کی قبر پر لے جاتا ہے۔ غرض اس شخص کی جو بات ہے۔ قرآن و حدیث کے مخالف ہے اھ ملخصاً بلفظہ

اقول وباللہ التوفیق۔ جناب مؤلف کی مجموعۃ الحواسی قابلِ ملاحظہ ہے۔ اولاً اس جگہ بطور مغالطہ تقویۃ الایمان کا چوتھا حصہ اشراک فی العادت کے نام سے لکھا جاتا ہے۔ جو محض غلط ہے کیونکہ یہ فصل پانچویں اشراک فی العادت کے بیان میں ہے۔ ثانیاً جن امور اور جن الفاظ کا اس کے شروع کی تین سطروں میں ذکر کیا گیا ہے۔ وہ تقویۃ الایمان کے پہلے باب توحید و شرک میں مذکور ہیں یہ محض الٹ پلٹ کر کے عوام میں اپنے جہل کو علمیت جتلاتا ہے۔

البتہ اس فصل پنجم میں قرآن پاک کی آیت سورہ نساء ان یدعون من دونہ الا اناثا۔ یعنی نہیں پکارتے ورے اللہ کے مگر عورتوں کو" ترجمہ اصلی حقیقی پکارنا عورتوں کو جو بمعنی عبادت ہے۔ کیا گیا ہے۔ اس کو معنی بدلنا " قرآن پر افترا و تحریف" اور غلط ترجمہ بتانا" اور اناثا سے صرف لات و عزیٰ تجویز کرنا محض جہل و عناد ہے۔ حالانکہ مولانا شہید مرحوم کے جدِامجد مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تفسیر فتح الرحمٰن ترجمہ فارسی میں یہی ترجمہ فرماتے ہیں۔

نمی خوانند از جز اللہ مگر مادہ — یعنی نہیں پکارتے ہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے مگر عورتوں کو

نیز مولانا شہید مرحوم کے چچا میاں استاد محترم جناب مولانا شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلویؒ

اپنی مشہور تفسیر موضح القرآن قلمی ص۹۵ میں جو تمام ہندوستان میں مقبول ہے اور خود مولوی نعیم الدین اپنے رسالہ فیضانِ رحمت ص۳۸ میں مستند جانتے ہیں یہی ترجمہ فرماتے ہیں کہ "اس کے سوا سے پکارتے ہیں سو عورتوں کو"۔ اور تفسیر مدارک و ترجمہ قرآن مولانا اشرف علی صاحب تھانوی سلمہ اللہ سے مولوی نعیم الدین نے جو بمعنی عبادت نقل کیا ہے۔ یہ تفسیری ترجمہ ہے اور خود اس میں اناثا۔ بمعنی عورات و زنانی چیزوں کی عبادت کرنا مذکور ہے پھر اسی طرح تفسیر جلالین و جامع البیان اور تفسیر مظہری میں بھی مرقوم ہے۔ الا اناثا۔ اصناما مونثة کاللات والعزی ومناة (جلالین ص۶۹) پس اس میں ہرگز نہ کوئی مغائرت ہے نہ کوئی تحریف کیونکہ دعاء' اور پکارنا سب عبادت ہی ہے۔ چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۲۶ ص۱۹ اور پارہ ۳۰ ص۷۷ میں مرقوم ہے۔

وقال الراغب الدعاء والنداء واحد	"فرمایا امام راغب نے دعاء اور نداء کے
الدعاء فی القرآن علی وجوہ منھا	ایک معنی ہیں۔ دعاء قرآن میں منجملہ کئی معنی کے عبادت
العبادة ولا تدع من دون اللہ ما لا	کے معنی میں وارد ہے اور مت پکارو سوائے اللہ
ینفعك ولا یضرك والمراد الدعاء	کے جو نہ نفع پہنچائے تم کو اور نہ نقصان پہنچائے
اما بمعنی النداء واما بمعنی العبادة	اور مراد دعاء سے نداء اور عبادت اور
واما بمعنی الاعتقاد۔ اھ	اعتقاد ہے"

لہٰذا جب کوئی کسی کو نداءِ غائبانہ بتوقع نفع و ضرر حاضر و ناظر جان کر پکارے گا۔ تو یہ یقیناً اس کی عبادت اور اس کا پوجنا ہوگا۔ بکثرت آیاتِ ربانی صراحتاً اس مضمون پر واضح ہیں چند بطور نمونہ بمعہ ترجمہ موضح القرآن حسب ذیل ہیں۔

اَغَیْرَ اللّٰہِ تَدْعُوْنَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (پ انعام)	"کیا اللہ کے سوائے کسی اور کو پکارو گے بتاؤ اگر تم سچے ہو۔"
قُلْ اِنِّیْ نُھِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ (پ انعام۔ پ مومن)	"تو کہہ مجھ کو منع ہوا ہے کہ پوجوں جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوائے"
قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنْفَعُنَا وَلَا یَضُرُّنَا (پ انعام)	"تو کہہ کیا ہم پکاریں اللہ کے سوائے جو نہ بھلا کرے ہمارا نہ بُرا"

- پ مرحوم (ع۔ ح)

اَیْنَمَا کُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ۔ (پ اعراف) — کیا ہوئے جن کو تم پکارتے تھے سوائے اللہ کے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ فَادْعُوْھُمْ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۔ (پ اعراف) — جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوائے بندے ہیں تم ایسے بھلا پکارو ان کو تو چاہیئے کہ قبول کریں تمہارا پکارنا۔ اگر تم سچے ہو۔

وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَکُمْ وَلَآ اَنْفُسَھُمْ یَنْصُرُوْنَ (پ اعراف) — "اور جن کو تم پکارتے ہو اس کے سوائے نہیں کر سکتے تمہاری مدد اور نہ اپنی جان بچا سکیں گے۔"

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنْفَعُکَ وَلَا یَضُرُّکَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّکَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ ۔ پ یونس) — "اور مت پکار اللہ کے سوائے ایسے کو کہ نہ بھلا کرے تیرا نہ برا پھر اگر تو کرے یہ کیا تو تو ہوگا اس وقت سے گنہگاروں میں۔

لَہٗ دَعْوَۃُ الْحَقِّ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ لَھُمْ بِشَیْءٍ اِلَّا کَبَاسِطِ کَفَّیْہِ اِلَی الْمَآءِ لِیَبْلُغَ فَاہُ وَمَا ھُوَ بِبَالِغِہٖ وَمَا دُعَآءُ الْکٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ۔ (پ ۱۳ رعد) — "اسی کا پکارنا سچ ہے اور جن کو پکارتے ہیں اس کے سوائے نہیں پہنچتے ان کے کام پر کچھ مگر جیسے کوئی پھیلا رہا دو ہاتھ طرف پانی کے کہ آ پہنچے اس کے منہ تک اور وہ کبھی نہ پہنچے گا اور جتنی پکار ہے منکروں کی سب گمراہی ہے"

وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ۔ (پ ۱۴ نحل) — "اور جن کو پکارتے ہیں اللہ کے سوائے کچھ پیدا نہیں کرتے اور آپ پیدا ہوئے ہیں مردے ہیں جن میں جی نہیں اور خبر نہیں رکھتے اب اٹھائے جائیں گے۔"

ف شاید یہ ان کو فرمایا جو مرے بزرگوں کو پوجتے ہیں۔

وَاِذَا رَاَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا شُرَکَآءَھُمْ قَالُوْا رَبَّنَا ھٰٓؤُلَآءِ شُرَکَآؤُنَا الَّذِیْنَ کُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِکَ فَاَلْقَوْا اِلَیْھِمُ الْقَوْلَ اِنَّکُمْ لَکٰذِبُوْنَ ۔ (پ ۱۴ نحل) — "اور جب دیکھیں شریک پکڑنے والے اپنے شریکوں کو بولیں اے رب یہ ہمارے شریک ہیں جن کو ہم پکارتے تھے تیرے سوائے تب وہ ان پر ڈالیں بات کہ تم جھوٹے ہو۔"

ف جو لوگ پوجتے ہیں بزرگوں کو کہ وہ بزرگ بے گناہ ہیں ایک شیطان اپنا وہی نام رکھ کر آپ کو

پوجا جاتا ہے اسی لیے ان کو کہیں گے کہ تم جھوٹے ہو۔

وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ۔ (پ مریم)	"اور کنارہ پکڑتا ہوں تم سے اور جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوائے اور میں پکاروں گا اپنے رب کو"
اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ (پ حج)۔	"جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا ہر گز نہ بنا سکیں ایک مکھی اگرچہ سارے جمع ہوں"
وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ۔ (پ فرقان)	یعنی" وہ جو نہیں پکارتے اللہ کے ساتھ اور حاکم کو"
فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ۔ (پ شعراء)	" سو مت پکار اللہ کے ساتھ دوسرا حاکم"
وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ۔ (پ ۲۰ قصص)	"اور کہیں گے پکارو اپنے شریکوں کو پھر پکاریں گے تو وہ جواب نہ دیں گے"۔
وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ۔ (پ ۲۲ فاطر)	"اور جن کو تم پکارتے ہو اس کے سوائے مالک نہیں ایک چھلکے کے اگر تم ان کو پکارو سنیں نہیں تمہاری پکار اور اگر سنیں پہنچیں نہیں تمہارے کام پر اور دن قیامت کے منکر ہوں گے تمہارے شریک ٹھہرانے سے اور کوئی نہ بتاوے گا تجھ کو جیسا بتاوے خبر رکھنے والا"

ناظرین پر مؤلف کی کذب بیانی بہتان بندی نسبت ترجمہ تقویۃ الایمان اظہر من الشمس واضح ہو گئی۔ کہ پکارنا بمعنی عبادت ترجمہ تقویۃ الایمان کا بلا اعتبار صحیح ہے کیونکہ جس طرح سوائے حق تعالیٰ کے سجدہ و طواف وغیرہم کرنا شرک ہے اسی طرح غائبانہ حاضر و ناظر عالم الغیب جان کر بتوقع نفع و ضرر پکارنا بھی شرک ہے جس کی مزید تشریح مدلل مولوی نعیم الدین کے ص ۱۷۔ ص ۶۷ وص ۹۵ و ص ۵۳ کے جواب میں گزر چکی ہے۔ پس اپنے تصور و خیال میں خواہ کوئی کسی پاک بیوی کو پکارے، یا ان کی نذر و منت مانے، خواہ کسی بری بھوت سیتلا مسانی کو پکارے، ان کی نذر و نیاز پوری کرے، یہ سب شیطان مردود ان کے نام سے دھوکہ دے کر کرشمہ دکھلا کر شرک میں مبتلا کرتا ہے۔ پاک بیبیاں اس تلبیس ابلیس لعین سے مبرّا ہیں۔ چنانچہ سورۂ نمل کی آیت پاک سے معلوم ہوا کہ جو لوگ بزرگوں کو پوجتے یعنی ان کو پکارتے ہیں ان کی نذر و منت مانتے ہیں وہ بزرگ تو بے گناہ ہیں۔ محض شیطان

اپنا وہی نام رکھ کر اپنے آپ کو پوجوا تا ہے۔ اسی واسطے حق تعالیٰ نے یہ آیت سورہ نسا منقول تقویۃ الایمان میں صراحتہً ارشاد فرمایا۔

اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ۔ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ۔ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۔ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۡ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ۔

"نہیں پکارتے سوائے اللہ کے مگر عورتوں کو اور نہیں پکارتے ہیں مگر شیطان سرکش کو کہ لعنت کی اس کو اللہ نے اور اس نے کہا کہ بیشک میں الگ نکال لوں گا تیرے بندوں میں سے ایک حصّہ اور بے شک بے راہ کروں گا ان کو اور خیالات میں ڈالوں گا ان کو سو کاٹیں گے جانوروں کے کان اور بے شک سکھاؤں گا میں ان کو سو بدل ڈالیں گے صورت بنائی ہوئی اللہ کی۔ اور جس نے ٹھہرایا شیطان کو حمایتی اللہ کو چھوڑ کر سو بے شک صریح ٹوٹے میں پڑا جو وعدہ دیتا ہے ان کو شیطان سو محض دغا ہے ان لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور نہ پاویں گے۔ اس سے چھٹکارا۔"

پس اس صریح ارشادِ حق تعالیٰ کی تحریف کر کے مؤلف کا جہلا کو فریب میں ڈال کر امور مندرجہ تقویۃ الایمان بی بی کی صحنک توشہ وغیرہ بزرگوں کے نام کی چوٹی، بدھی، بیڑی فقیر بنانا، ذبح جانور، پھر ان کا کسی کی قبر پر لے جانا، جملہ امور شرکیات کو بحیلۂ ایصالِ ثواب و صدقہ بتایا جانا اور یہ کہنا کہ یہ گستاخی و بے ادبی ہے پاک بی بیوں کا ذکر پریوں مسانی وغیرہ کے ساتھ ملا کر کیا ہے۔ اہلِ بیت سے کیا عداوت ہے کہ ان کے ایصالِ ثواب کو شرک کہہ دیا" الخ۔ تحریر محض باطل و تسویلِ شیطان لعین ہے کیونکہ جس کے ساتھ شرک کیا جاویگا۔ خواہ پاک بیبیاں ہوں یا پریاں سب کو ائمہ کرام وعلمائے عظام ساتھ ہی ذکر کر کے داخلِ شرک فرما چکے ہیں۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی" مکتوبات جلد ثالث مطبوعہ نولکشور ص ۶۸ میں فرماتے ہیں۔

وازیں عالمست صیام نساء کہ بہ نیت پیراں و بیبیاں نگاہ دارند و اکثر نامہائے ایشاں را از نزد خود تراشیدہ روزہ ہائے خود را بنام آنہا نیّت کنند و در وقت افطار ہر روزہ از برائے ہر روزہ طعام خاص بوضع مخصوص

"اسی طرح حال عورتوں کے روزہ رکھنے کا ہے کہ بہ نیت پیروں اور بیبیوں کے رکھتی ہیں اور اکثر ان کے نام اپنی طرف سے گھڑتی ہیں، اور اپنے روزوں کو ان کے نام سے نسبت کرتی ہیں، اور افطار کے وقت ہر روزہ کے لیے خاص کھانا، اور خاص وضع متعین کرتی ہیں،

تعین مینمایند وتعین ایام نیز از برائے
صیام میکنند ومطالب ومقاصد خود را
باین روزہا مربوط میسازند وبتوسل این
روزہا از آنہا حوائج خود میخواہند وروائے
حاجات خود را از آنہا میدانند این شرک
در عبادت ست وبتوسل عبادت غیر
حاجات خود را ازاں غیر خواستن ست
شناعت این فعل را نیک باید دریافت
وحیلہ است انچہ بعضے از زناں در وقت
اظہار شناعت این فعل گویند کہ ما این روزہا
را برائے خدا نگاہ میداریم وثواب آنرا
بر پیران می بخشیم اگر درین امر صادق مے
باشند تعین ایام از برائے صیام چہ در کار
ست وتخصیص طعام وتعین اوضاع شنیعہ
مختلف در افطار از برائے چیست۔ این
خود عین ضلالت وتسویل شیطان لعین ست
واللہ سبحانہ العاصم اھ ملخصاً

اور دنوں کا تعین بھی ہر روزہ کے لیے کرتی ہیں
اور اپنے مطالب ومقاصد کو ان روزوں سے
متعلق کرتی ہیں' اور ان روزوں کے وسیلہ سے
اپنی حاجت ان سے چاہتی ہیں، اور اپنی حاجت
روائی ان سے جانتی ہیں' یہ عبادت میں شرک
ہے' اور بوسیلہ عبادت غیر کے اپنی حاجت
کو ان غیر سے چاہتا ہے' برائی اس فعل کی خوب
طرح سے جانتا ہے' اور حیلہ کرتا ہے جو کچھ کہ
بعض عورتیں اس فعل کی برائی ظاہر ہوتے پر
کہتی ہیں کہ ہم ان روزوں کو اللہ کے لیے
رکھتی ہیں۔ اور ثواب ان کا پیروں کو ہم بخش
دیتے ہیں۔ اگر اس امر میں سچی ہوتیں تو تعین
زمانہ اور دنوں کا روزوں کے واسطے کیا درکار ہے
اور تخصیص کھانے اور تعین طریقہ شنیعہ مختلفہ
روزوں کے افطار کے لیے کس واسطے ہے
یہ خود عین گمراہی اور تسویل شیطان لعین
ہے۔ واللہ سبحانہ العاصم۔

اور مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ تفسیر فتح العزیز جلد ا صـ ۶۱۲ میں فرماتے ہیں۔

کسے بتان را قبلہ خود ساختہ وکسے ستارہ آفتاب
را وکسے بتان را قبلہ خود ساختہ وکسے دریائے
گنگ را وکسے درخت تلسی وپیپل را وکسے کوہ
شوالک را وکسے قبور اولیاء را وکسے تھانہائے
شہیدان وجنیان را اھ

"کسی نے بتوں کو اپنا قبلہ ٹھہرا لیا ہے اور کسی نے ستارہ اور
آفتاب کو، اور کسی نے عنصر آتش کو، اور کسی نے دریائے
گنگا کو اور کسی نے درخت تلسی اور پیپل کو اور کسی نے
پہاڑ کو اور کسی نے اولیا کی قبروں کو اور کسی نے شہیدوں
اور جنات کے تھانوں طاقوں کو"

ایضاً صـ ۶۷۴ میں فرماتے ہیں۔

قدرت وقوت محض برائے خداست در

"قدرت اور قوت محض اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تمام امور

www.KitaboSunnat.com

جمیع امور ہیچ چیز از مال و فرزند و یار و دوست و بادشاہ و امیر و پیغمبر و پیر و فرشتہ و پری بدون حکم او مدد نمی تواند کرد اھ

میں کوئی چیز مال اور فرزند اور یار اور دوست اور بادشاہ اور امیر اور پیغمبر علیہ السلام اور پیر اور فرشتہ اور پری بدون اس کے حکم اس کی مدد نہیں کر سکتے"

ایضاً جلد دوم صفحہ ۱۲۸ میں فرماتے ہیں۔

وارواح شیاطینیہ خبیثہ بجائے آنہا ایستادہ بانجو دمائل ساختہ می فریفتند تا آنکہ نام نام اولیاء بود و حقیقت حقیقت شیطان

ارواح شیاطین خبیثہ بجائے ان کے ان کے سامنے ہو کر اپنی طرف مائل کر کے اپنا فریفتہ کر لیتے ہیں یہاں تک کہ نام تو اولیا کا ہوتا ہے اور حقیقت میں وہ سب شیطانی روحیں ہوتی ہیں"

* * *

ایضاً صفحہ ۱۴۸ میں فرماتے ہیں۔

چنانچہ بعضے جہلاء اسلام شبیہ حضرت امیر المومنین را بصورت شیر میکنند۔

"چنانچہ بعض جاہل اسلام کے مدعی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تصویر کو شیر کی صورت پر بناتے ہیں"

ایضاً صفحہ ۱۶۳ میں فرماتے ہیں۔

بلکہ جہال مسلمین نیز در ہمیں ورطہ گرفتار اند بعضے را از اشخاص ان عالم پیران مے نامند و استعانت و استعلام مغیبات از آنہا می کنند و برخی را پریاں و پارہ را پیر و علی ہذا القیاس۔

"بلکہ جاہل مسلمان بھی اسی بلا میں گرفتار ہیں اس عالم کے بعض شخصوں کا پیر نام رکھا ہے اور غیب کی باتیں ان سے دریافت کرتے ہیں ان سے مدد لیتے ہیں اور بعضوں کا نام پریاں رکھا اور بعضوں کو پیر ٹھرایا اور اسی پر دوسروں کو قیاس کر لینا چاہیئے"

ایضاً صفحہ ۱۷۱ میں فرماتے ہیں۔

و خود را بحیلہا و مکرہا در زمرۂ ارواح طیبہ بزرگان معدود می سازند و نام بزرگان برائے خود مے گیرند تا مردم زود گرویدہ شوند و انکار نکنند و رفتہ رفتہ خباثت و بد طینتی خود ظاہر مے نمایند و شرک صریح مے کنانند و ایں مرض صعب جمیع طوائف بنی آدم را لاحق است حتیٰ کہ

"اور شیاطین جنات) اپنے آپ کو حیلہ مکر و فریب زمرۂ ارواح طیبہ بزرگوں میں ظاہر کرتے ہیں اور نام ان بزرگوں کا اپنا نام رکھتے ہیں تاکہ آدمی وہ نام سن کے جلد گرویدہ اور فریفتہ ہو جاویں۔ اور کسی طرح سے انکار نہ کریں اور رفتہ رفتہ خباثت اور بد طینتی اپنی ظاہر کرتے ہیں اور شرک صریح کرانے لگتے ہیں اور اس مرض مہلک نے جمیع بنی آدم

لہ یعنی تفسیر پ ۲۹ (ع، ح)

دریں است نیز شیوع تمام پیدا کردہ
وکثیر الرواج گشتہ والعیاذ باللہ من ذٰلک اھ
ایضاً صفحہ ۱۰۵ میں فرماتے ہیں ۔

وحی گویند کہ خود را بہ بھوانی داس وشیوداس
وگر بخش واندر بخش نامیدہ باشند
سوای ما دیگراں التجا نبرند بلکہ پیروی رسولان
خاوند خود کہ بدون وساطت ما شما پیغامی
از آن طرف برسانند نیز نکنند والا ما از وکالت
شما دست بردار خواہیم شد و حاجات شما نا روا
خواہد ماند وجماعۃ دیگر کہ سخت طماع اندر در
آوردن ہر مطلب ورسانیدن ہر خبر رشوتی از ہر
جنس بز و گوسفند و خروس و ماکیان وجامہ و نقد و
پکوان وگل وتنبول ونغمہ ورقص ومدح خوانی
خود وغیر ذٰلک شرطی کنانند و اگر آدمیان ادائے
آن شرط قصور سے کنند بسبب قوت وہم وخیال
خود کہ در کمال تاثیر دارند بہ آدمیان ضررے
بدنی یا مالی مے رسانند ومعہذا امر غوبات
یک کس از اینہا با مرغوبات دیگر مطابق نمی
افتد و فرمایش یکے موافق فرمایش دیگرے
نمی آید و حاجات ومطالب نیز باخود قسمت
کردہ گرفتہ اند برائے دفع مرض چیچک یکے
خود را منصوب ساختہ و اصلاح مزاج را از
فساد وخون یکے متکفل میشود و آوردن اخبار را
نیز تقسیم کردہ اند بلکہ طوائف واقالیم وبلدان را
نیز بخش بخش کردہ اند اھ

کو گھیر لیا ہے۔ یہاں تک کہ اس امت میں بھی
اس کا رواج تمام ہو گیا ہے"

"یوں کہتے ہیں کہ اپنا نام بھوانی داس وشیوداس
وگر بخش واندر بخش رکھو اور سوائے ہمارے
دوسروں سے التجا نہ کیا کرو بلکہ پیروی اللہ کے رسول
کی جو بدون ہمارے واسطے کے تم کو پہنچاتے ہیں اس کو
نہ مانو ورنہ ہم تمہاری وکالت سے دست بردار ہو
جائیں گے اور حاجات تمہاری پوری نہ ہو سکیں گی اور
بعضے ان میں بہت ہی طماع لالچی ہیں، ہر مطلب اور
ہر خبر کے پہنچانے میں رشوت ہر جنس کی جس طرح بھیڑ بکری
مرغ مرغی کپڑا نقد پکوان پھول پان ناچ گانا اپنی تعریف
اور سوائے اس کے بہت چیزیں ہیں جو شرط کر لیتے
ہیں اور اگر آدمی اس شرط کے پوری کرنے میں کچھ
قصور کرتے ہیں بسبب قوت وہم وخیال اپنی کے
جو تاثیر میں بہت زور پر ہوتی ہیں۔ ان آدمیوں کو
نقصان جانی ومالی پہنچاتے ہیں، اسی لیے ہر ایک کے
مرغوبات دوسرے سے علیحدہ ہوتے ہیں اور ایک کی
فرمائش دوسرے کی فرمائش کے موافق نہیں ہوتی اور
حاجات ومطالب بھی ہر ایک نے آپس میں تقسیم کر
کے اختیار کر لئے ہیں چیچک کے دفع کے لیے
ایک کو مقرر کر دیا ہے۔ اور فساد وخون کی اصلاح
کے لیے ایک دوسرا مقرر ہوا ہے۔ اور خبریں پہنچانے
کے لیے بھی ہر ایک اقلیم اور شہر بستیوں کو آپس میں تقسیم
کر کے ہر ایک وہاں کے لیے حاکم بن بیٹھا ہے"

ایضاً صفحہ ۱۷۶ میں فرماتے ہیں۔

پس اہل ہر مذہب در خواب و بیداری بر آدمیان اخبارِ موافق مذہب خود القامی نمایند و آدمیان می دانند کہ تصدیقِ این مذہب از عالم غیب شد و زیادہ تر گمراہ میشوند و علیٰ ہٰذا القیاس جنیان ہر مذہب در حاجات و مہمات و دفع بلیات امداد و اعانتِ اہل مذہب خود می کنند تا اہل آن مذہب از آدمیان بدانند کہ این مذہب نیز در عالم غیب واقعی دارد کہ حاجاتِ ما روا می کنند و بلیات ما را دفع می نمایند اھ

"پس ہر مذہب والے جن اپنے مذہب والے آدمیوں کو موافق اپنے مذہب کے خواب و بیداری میں خبریں پہنچاتے ہیں۔ اور آدمی یہ جانتے ہیں کہ غیب سے تصدیق اس مذہب کی ہوئی، اس لیے اور زیادہ گمراہ ہوتے ہیں، اسی طور سے ہر مذہب کے جنات حاجات و مہمات و دفعِ بلّیات میں امداد و اعانت اپنے اہلِ مذہب کی کرتے ہیں تا کہ اس مذہب کے آدمی جان لیں کہ یہ مذہب بھی عالمِ غیب میں واقعیت رکھتا ہے کہ ہماری مشکل کشائی اور دفعِ بلّیات کرتا ہے۔"

ایضاً صفحہ ۱۹ میں فرماتے ہیں۔

دوم منافقان جن کہ خود را در زمرہ اہل اسلام داخل کردہ حیل و تلبیس شروع کردند و خود را نزد آدمیان بنام یکے از بزرگانِ پاک مسمّی کردہ پیران می گویانند مثل شیخ سدو و زین خان و سرور د بالی دمیاں وغیرہ در پردہ ادعائے ولایت و غیب دانی و مشکل کشای دعویٰ الوہیت و خدائی میکنند و از لوازمِ شرک و بت پرستی چیزی را فرو نمی گذارند کہ از معتقدانِ خود نمی خواہند سوم فرقہ فاسقان جن کہ مانند قطاع الطریق آدمیان را انواع اذیّت میرسانند و از ایشان نذور و ہدایا و شیرینی و آب و شراب و امثال ذٰلک برائی خود می گیرند اھ

"دوسرا فرقہ منافق جنّوں کا جو ظاہر میں اپنے آپ کو ایمان داروں میں داخل کرتے ہیں اور پوشیدہ مکر و فریب شروع کرتے ہیں اور اپنے آپ کو کسی بزرگ کے نام سے مشہور کر کے آدمیوں میں پیر کہلوانے لگتے ہیں، مثل شیخ سدو اور زین خان و سرور اور بالی میاں وغیرہ در پردہ دعوئے ولایت اور غیب دانی و مشکل کشائی الوہیت اور خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں بعد لوازمِ شرک اور بت پرستی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے جو اپنے معتقدوں سے نہ کروالیں۔ تیسرا فرقہ فاسق جنّوں کا مانند ڈکیت آدمیوں کو طرح طرح کی ایذا و تکالیف پہنچاتے ہیں اور ان سے نذریں اور ہدیہ اور مٹھائی اور پانی اور شربت وغیرہ چیزیں اپنے لیے لیتے ہیں۔

ایضاً صفحہ ۱۹۵ میں خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا گیا۔

كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا۔ (پ ۲۹ جن)
یعنی قریب است کہ آدمیان و جلیان برآں
بندہ ہجوم آوردہ مانند تمدہ تو بر تو شوند یکی
ازاں بندہ طلب فرزند می کند و دیگری طلب
روزی و دیگری طلب خدمات دنیا و دیگری
کشف کون وعلیٰ ہذا القیاس بسبب ایں
ہجوم آوردن ہمہ اوقات او را منغص و
مشوش میکنند و ہم خود در ورطہ شرک و کفر
گرفتار میشوند و می فہمند کہ چوں نور الٰہی بخانہ
دروں ایں بندہ بسبب کمال ذکر و عبادت
نزول فرمود گویا ایں بندہ شریک کارخانہ
خدائی شد و او را وجاہتی و قدرتی نزد حق تعالیٰ
پیدا شد کہ ہر چہ ایں بگوید حق تعالیٰ بعمل
آرد چنانچہ در دنیا مہمان را خاطر داری میزبان
ہمیں مرتبہ می باشد و لہٰذا اہل دنیا تجسس
مے باشند کہ بادشاہ امیر و حاکم و فوجدار
در خانہ ہر کہ مے آیند از وی حل مشکلات
و حاجات روائی مے جویند و ہمیں خیال
فاسد کہ در حق بندگان خدا با خدا ہم
میرسانند در ورطہ پیر پرستی و گور
پرستی می افتند و دریں حادثہ جنیان
و آدمیان ہر دو شریک اند و ترا
منصب رسالت تلقین است اگر
ازیں امر در حق خود خوف کنی پس باید

"قریب ہے کہ آدمی اور جن اس بندہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم پر ہجوم کرکے نمدے کی طرح تہ بر تہ
جم جاویں کوئی اس بندہ سے لڑکا مانگتا ہے
کوئی روزی مانگتا ہے اور کوئی دوسری دنیا کی طلب
مانگتا ہے اور کوئی کشف کرنی طلب کرتا ہے۔
وعلیٰ ہذا القیاس۔ بسبب اس ہجوم کے تمام اوقات
میں اس بندہ کے خلل ڈال لیتے اور اس کی خاطر پریشان
کرتے ہیں۔ اور آپ خود بھی شرک وکفر میں گرفتار
ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ نور الٰہی سے اس بندہ
کے اندرون قلب میں بسبب کمال ذکر و عبادت
کے نزول فرمایا ہے۔ گویا یہ بندہ شریک کارخانہ
الٰہ تعالیٰ کا ہو گیا اور اس بندہ کی وجاہت و قدرت
و منزلت درگاہ حق تعالیٰ میں پیدا ہے کہ جو یہ
کہے حق تعالیٰ عمل میں لاوے جس طرح دنیا میں مہمان
داری میزبان کی اسی مرتبہ کی ہوتی ہے اسی سے
اہل دنیا تلاش میں رہتے ہیں کہ بادشاہ امیر و حاکم
و فوجدار جس کے گھر میں آتے ہیں اس سے حل مشکلات
اور حاجات روائی چاہتے ہیں اور یہی خیال فاسد
حق میں بندگان اللہ کے حق تعالیٰ کی جناب میں
کرکے پیر پرستی اور گور پرستی میں مبتلا ہو جاتے
ہیں، اور اسی امر میں جنات اور آدمی دونوں شریک
ہیں اور تم کو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم منصب رسالت
تلقین ہے اگر اس امر کا اپنے حق میں خوف کرتے ہو
پس ان دونوں فرقوں کو صاف صاف جتا دو۔ یعنی

ہر دو فرقہ وا نشگاف قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي
یعنی بگو سوائے ایں نیست کہ من
مے خوانم پروردگار خود را تا ظلمت کدہ
دل مرا بنورِ تجلّی خود مشرق سازد۔ وَلَا
أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا یعنی و ہرگز شریک نمیکنم
با او ہیچکس را و چون من با او ہیچکس را شریک
نکردم و بخواندن پروردگار خود مشغول شدم
پس از دیگراں کے روا خواہم داشت کہ
مرا بخوانند یا مرا با د شریک مقرر کنند و
و اگر ایں ہر دو فرقہ از تو توقع نفعے یا ضرر
داشتہ ترا بخوانند و شریک مقرر کنند پس
صاف قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا
رَشَدًا۔ یعنی بگو بتحقیق من ہرگز مالک نیستم
برائی شما ضرر سے و نہ تدبیر مطلب اس را چنانچہ
بیش از من وکلا و سفرائے جنیاں و ارواحِ
ضالہ بنی آدم اہلِ دنیا را بطمع منفعتی و خوف
مضرتہا دی می فریفتند و خود را نزد آنہا
مالکِ نفع و ضرر نمود میکردند کہ حالا ایں دفتر
گاؤ خورد و اگر از حادثہ و مصیبتی بتو پناہ آرند
و بخواہند کہ از غضبِ خدا در دامن تو پناہ
گیرند بوست برکندہ قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي
مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ یعنی بگو بتحقیق من خود دریں
حالت ام کہ ہرگز پناہ نمی توانند داد مرا از
غضب خدا ہیچ کس وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ
مُلْتَحَدًا یعنی ہرگز نخواہم یافت در وجدان

کہدو کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں تو پکارتا ہوں
اپنے پروردگار کو تاکہ مجھ کو دل کی تاریکیوں سے
اپنے نورِ تجلّی سے مشرّف فرمادے یعنی اور ہرگز
شریک نہیں کرتا میں اس کے ساتھ کسی کو اور جو میں نے
اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا اور اپنے پروردگار
کے پکار میں مشغول ہوا تو دوسروں سے کس طرح میں
روا رکھوں گا کہ مجھ کو پکاریں یا مجھ کر اس کے ساتھ
شریک مقرر کریں۔ اور یہ دونوں فرقہ تجھ کو شریک
ٹھہرا کے کچھ اپنے نفع و نقصان کی تجھ سے امید رکھ کر
تجھے پکاریں تو صاف کہدو اور تحقیق میں ہرگز مالک
نہیں ہوں تمہارے نقصان کا، اور نہ مطلب اسی
کی تدبیر کا جس طرح وکیل اور سفیر جنات اور گمراہ
لوگوں کی روحیں اہلِ دنیا کو نفع کے لالچ اور نقصان
کے خوف سے اپنا گرویدہ کرتے تھے اور اپنے آپ
کو ان لوگوں کے نزدیک مالکِ نفع اور ضرر ظاہر
کرتے تھے۔ کہ اب یہ دفتر گاؤ خوردہ ہوا۔ اور
اگر کسی حادثہ اور کسی مصیبت سے تیری
طرف پناہ لاویں اور چاہیں کہ اللہ تعالےٰ
کے غضب سے تیرے دامن میں پناہ پکڑیں
تو بے لاگ کھلی بات کہدو "اور تحقیق میں خود
ہی اس حال میں ہوں کہ ہرگز پناہ نہ دے
سکے گا۔ مجھ کو کوئی شخص" اللہ تعالیٰ کے غضب
سے یعنی" اور ہرگز نہ پاؤں گا میں اپنے لیے
کسی وقت اللہ تعالیٰ کے سوائے کوئی جگہ
رجوع لانے اور مائل ہو جانے کی"

خود در ہیچ وقت سوائے خدا ہیچ جائی رجوع و میلان نا بسوئے آں رجوع والتجا کنیم اھ	"تاکہ اس کی طرف رجوع اور التجا کروں میں"۔

ایضاً صے۱۹۷ میں فرماتے ہیں۔

ہزاران پیرو پری را کارساز خود ساختہ بودند اھ	"ہزاروں پیر اور پریوں کو اپنا کارساز ٹھہرا رکھا تھا"

اسی لیے جناب شاہ صاحبؒ دربارۂ فرق نذر غیر اللہ اور ایصالِ ثواب کے صراحۃً فتاوٰے عزیزی ج ۱ صے۹۷ میں فرماتے ہیں۔

سوال! اگر کسے جانور را منّت بکسے سازد آن جانور حرام گردد یا نہ؟ و طعام منت بزرگان و طعا میکہ برائے اولیائے مردگان پختہ میفر بستند خوردن آن جائز است یا نہ؟ جواب! جانور دریں صورت حرام میشود و دیگر اشیائے بیجان کہ بطور منّت باشد خوردن آن قریب بحرام است بشرطیکہ نیت نذر غیر اللہ باشد مانند گلگلہا شیخ سدو وسہ منی بوعلی قلندر و نان حلوائی مردگان بطور خیرات برسا نیدن ثواب بایشاں میکنند و آن را مانند دیگر طعام تبرک نمیدانند اگر محتاجان را دہند و احسان برایشان ننہند و درمیان برادری آنرا بطور بھاجی نجرہ تقسیم نکنند امید ثواب دارد فقط و طعام فرستادن بخانہ اہل میت تا سہ روز مباح است اھ	"اگر کوئی شخص کوئی جانور کسی کی منّت مانے تو وہ جانور حرام ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اور بزرگوں کی منّت کا کھانا اور جو کھانا اولیائے متوفّی کی نیّت سے پکا کر بھیجتے ہیں وہ کھانا جائز ہے یا نہیں؟ جواب! جانور اس صورت میں حرام ہو جاتا ہے اور دوسری بے جان چیزیں جو بطور منّت کے ہوں وہ بھی کھانا قریب حرام کے ہیں بشرطیکہ نذر غیر اللہ کی نیت ہو جیسے کہ گلگلے شیخ سدو کے اور سہ منی بوعلی قلندر وغیرہ کی اور نان حلوا بطور خیرات کے مردوں کی طرف سے ثواب رسانی کو پکاتے ہیں اور دوسرے کھانوں کی مانند اس کو تبرک نہیں جانتے اگر محتاجوں کو دے کر ان پر احسان نہ رکھیں اور برادری میں بطور بھاجی نجرہ کے تقسیم نہ کریں۔ تو اس میں امیدِ ثواب ہے اور اہلِ میت کو تین روز تک کھانا مباح ہے اھ

علٰی ہذا مولوی نعیم الدین صاحب کے اعلیٰ حضرت بریلوی مولوی احمد رضا خاں صاحب کے والد مولوی محمد نقی علی خاں صاحب سرور القلوب مطبوعہ نولکشور ۱۲۸۹ھ صے۱۱۶ میں فرماتے ہیں۔

"لاکھ علماء قرآن وحدیث سے سمجھا دیں کہ اللہ ورسول کا حکم کسی کی خوشی کے لیے ٹالنا نہ چاہیئے مگر جب گھری بی بی نے شیخ سدو کا بکرا یا مدار صاحب کا مرغا مان لیا تو میاں کو کرنا ضرور ہے ایمان رہے یا نہ رہے"

اور خود مولوی احمد رضا خاں صاحب بھی احکام شریعت حصہ اول الرالعلی پریس آگرہ کے ص۱۴۱ میں لکھتے ہیں۔

"مسئلہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں درخت پر شہید مرد ہیں اور فلانے طاق میں شہید مرد رہتے ہیں اور اس درخت اور اس طاق کے پاس جاکر ہر جمعرات کو فاتحہ شیرینی اور چاول وغیرہ پر دلاتے ہیں، ہار ٹکاتے ہیں، لوبان سلگاتے ہیں، مرادیں مانگتے ہیں، اور ایسا دستور شہر میں بہت جگہ واقع ہے کیا شہید مردان درختوں اور طاقوں میں رہتے ہیں اور یہ اشخاص حق پر ہیں یا باطل پر۔ جواب عام فہم مع دستخط کے تحریر فرمایئے۔ بینوا بالکتاب توجروا بالثواب **الجواب**

یہ سب واہیات وخرافات اور جاہلانہ حماقات وبطالات ہیں ان کا ازالہ لازم ماانزل اللہ بھا من سلطان ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمدن المصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

نیز مولوی صاحب بریلوی کے ملفوظات حصہ سویم حسنی پریس بریلی ۳۸ھ ص۴۶ میں مرقوم ہے۔

"عرض، امام ضامن کا جو پیسہ باندھا جاتا ہے اس کی کوئی اصل ہے" ارشاد "کچھ نہیں فقط"

پس کلام حضرت مجدد صاحب سے (رجوع ص۲۹۱ پر گزر چکی ہے) ثابت ہوا کہ جاہل مسلمان عورتوں کا بیبیوں اور پیروں کے نام کا روزہ رکھنا، اس کے ذریعہ سے طلب حاجات کرنا اور اس میں ثواب پہنچانے کا حیلہ لوجہ تعین وتحقیقات عین گمراہی ہے۔ نیز اس عبارت میں مجدد صاحب رح ایسی سب عادتوں کو داخل فرماتے ہیں۔ اسی طرح جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کے ارشاد سے واضح ہوا کہ شیاطین خبیثہ، پریاں وغیرہ اولیاء و پیروں کے نام سے بحیلہ مکروفریب اپنے آپ کو زمرۂ ارواح طیبہ بزرگان میں ظاہر کرکے بھیڑ، بکری، مرغ، کپڑا، نقد، پکوان پھول، پان وغیرہ بنام پیروں اور شیخ سدو وزین خاں وغیرہم کی نذر و نیاز منت مراد میں مبتلا کرکے شرک صریح کراتے ہیں۔ نیز گلگلے و بکرا شیخ سدو کا اور سہمنی بو علی قلندر وغیرہ مانند گیارھویں اور توشۂ شاہ عبدالقادر اور توشہ، کونڈا، صحنک، کھچڑا، گائے سید احمد کبیر، مرغی

ِ مالیدہ شاہ مدار، پیسہ امام ضامن حاضری حضرت عباس، دلیہ حضرت خضر وغیرہم اولیاء کبار ر
ٰ نذر مانتے ہیں۔ نہ کہ ایصالِ ثواب کیونکہ جہلاء اس نذر و منت غیر اللہ کو توقع نفع وضرر متبرک
بان کر کرتے ہیں اور ایصالِ ثواب لوجہ اللہ کے کھانے کو متبرک نہیں جانتے۔ علاوہ اس میں غور
رنے کی یہ بھی بات ہے کہ دریائے گنگا و درخت تلسی وپیپل وغیرہم کو قبور اولیاء اور شہیدوں کے
لاقوں کے ساتھ ملا کر ذکر کیا گیا اور اسی طرح مال و فرزند، یار دوست، بادشاہ و امیر، پری کے
ساتھ پیغمبر و پیر اور فرشتہ کو ذکر کیا گیا اور شیخ سدو جن کے ساتھ بو علی قلندر وغیرہم اولیاء
کا ذکر کیا گیا۔ نیز مولوی صاحب بریلوی مقتدار مولوی نعیم الدین کے کلام میں شیخ سدو کا بکرا، مدار
صاحب ولی اللہ کا مرغا ایک ہی ساتھ ذکر کیا اور شہیدوں کے طاق پر جمعرات کو فاتحہ شیرینی وغیرہا،
ریان، ہار لٹکانا، مرادیں مانگنا، سب واہیات و خرافات، جاہلانہ حماقات و بطالات، قابل
الرد نابود بتانے تسے کسی میں کوئی گستاخی اور بے ادبی نہ ہوئی۔ اگر مولوی نعیم الدین کا دیدۂ حق
بن ہوتا تو حق تعالیٰ کی توحید کے مقابل ان شرکیات سے دل کانپ جاتا۔ اور بحیلہ ایصالِ ثواب لوگوں
فریب دے کر شرک و ضلالت میں مبتلا نہ کیا جاتا۔

کیونکہ صراطِ مستقیم میں جس طرح بلا پابندی رسوم مروجہ بدعات تعین یوم و تاریخ اور جنسِ طعام
ے بطریق سنت ایصالِ ثواب کو بہتر اور افضل فرمایا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی صـ۶۵
ں یہ بھی فرمایا گیا کہ

"حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ نذر و نیاز میں نافرمانیوں اور کفر کا ارتکاب کرتے ہیں ان کو ثواب
پہنچانا منظور نہیں ہے۔ بلکہ وہ تو شرک کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ کام بزرگوں کے بیسم
کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے معنی ان کے دین میں ہرگز نہیں ہوتے ہیں اور اس کی دلیل
یہ ہے کہ جو لوگ توشوں اور نیازوں میں کثیر روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ اگر ان سے دریافت
کیا جائے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے لیے بھی کبھی کوئی چیز دی ہے تو کہیں گے نہیں۔ غرض کہ
بعض تو اللہ تعالیٰ اور بزرگوں کو تقرب اور رضا جوئی کے مرتبہ میں مساوی رکھتے ہیں پس
اس وقت میں حق اور ثواب کے طالب اور اللہ و رسول کی مرضیات کے متبع کے لیے
یہی چارہ ہے کہ جس شخص کی روح کو ثواب پہنچانا منظور ہو، بلا قید وضع اور جنسِ طعام اور
کھلانے والوں کے جو چیز کہ اس وقت کے فقیروں اور محتاجوں کے حق میں زیادہ مفید اور بہتر ہو۔
خالص نیت کے ساتھ خرچ کرے اور دعا بھی کرے تو بہتر ہے اور ساری قیدوں اور رسموں

کو یک لخت دور کر دے" اھ

پس یہ مضمون صراطِ مستقیم کا مولوی نعیم الدین کے صنـ ۹ کے جواب میں مفصل معہ اصل عبارت کے گزر چکا ہے۔ تعت اس فریب کاری بد دیانتی پر جو تقویۃ الایمان میں ایصالِ ثواب کو شرک بتانے کا بہتان وافتراد کیا گیا۔ حالانکہ ہرگز ایک حرف بھی اس میں کوئی نہیں دکھلایا جا سکتا۔ تقویۃ الایمان فصل پنجم میں اس مقام کے متعلق جو مرقوم ہے وہ یہ ہے کہ "یہ تعین کرنا کہ فلانے کی نیاز گائے ہی ہوتی ہے اور فلانے کی بکری اور فلانے کی مرغی یہ سب رسمیں بیزقوتی کی ہیں اور خلاف اللہ کے حکم کے" اور کہا اللہ صاحب نے یعنی سورہ نحل میں کہ نہ کہو جھوٹی باتیں کہ بیان کرتی ہیں تمہاری زبانیں کہ یہ کیا چاہیئے اور یہ نہ کیا چاہیے کہ باندھتے ہو اللہ پر جھوٹ بیشک جو لوگ باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ وہ مراد نہیں پاتے ف یعنی اپنی طرف سے جھوٹ مت ٹھہراؤ کہ فلانا کام کیجئے اور فلانا کام نہ کیجئے کہ کسی کام کو روا یا نہ روا کر دینا اللہ ہی کی شان ہے سو اس میں اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے اور یہ خیال باندھا کہ فلانے کام کو یوں کیجئے تو مرادیں ملتی ہیں اور نہیں تو کچھ خلل ہو جاتا ہے، سو یہ خیال غلط ہے کیونکہ اللہ پر جھوٹ باندھنے سے کبھی مراد نہیں ملتی۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ محرم کے مہینے میں پان نہ کھانا چاہیے، لال کپڑا نہ پہنئے، حضرت بی بی کی صحنک مرد نہ کھادیں، اور جب ان کی نیاز کیجئے تو اس میں بالضرور فلانی فلانی ترکاریاں ہوں اور مسّی اور مہندی ہو اور اس کو لونڈی نہ کھاوے اور جس عورت نے دوسرا خاوند کیا ہے۔ وہ بھی نہ کھاوے اور جو نیچ قوم ہو یا بدکار وہ بھی نہ کھاوے اور شاہ عبدالحق کا توشہ حلوا ہی ہوتا ہے اور ان کو احتیاط سے بنائیے اور حقہ پینے والے کو نہ دیجئے اور شاہ مدار کی نیاز مالیدہ ہی چڑھتا ہے اور بوعلی قلندر کی سہ منی اور اصحاب کہف کی گوشت روٹی اور بیاہ میں فلانی فلانی رسمیں ضرور ہیں اور موت میں فلانی فلانی اور موت کے بعد نہ آپ شادی کیجئے، نہ شادی میں بیٹھئے، نہ اچار ڈالئے، اور فلانے لوگ نیلا کپڑا نہ پہنیں، اور فلانے لال سوسی نہ پہنیں، سو سب جھوٹے ہیں اور شرک میں گرفتار اور اللہ کی حکومت کی شان میں اپنا دخل کرتے ہیں کہ ایک شرعِ جدید قائم کرتے ہیں"

اس پر مولوی نعیم الدین کی بحمایت جہلاء یہ حیلہ سازی کہ" اس کی یہ وجہ تو ہے نہیں کہ مردوں کے لیے تو صحنک اور حقہ والوں کے لیے توشہ کوئی حرام سمجھتا ہو" محض فریب دہی ہے جبکہ ہر بزرگ کی نیاز کے لیے اقسام اقسام طعام جنس اور کھانے والوں کی تخصیص قرار دینا پھر

ان میں نفع وضرر کی توقع پر اپنی منت ومرادات متعلق کرنا، جس طرح خصوصاً اکثر جاہل عورتوں کا عمل درآمد مشاہدہ ہے کہ جس کا بچہ زندہ رہے تو سات سال تک کھچڑا پکانے کی منت پوری ہو گی۔ چنانچہ حضرت مجدد صاحب کے ارشاد میں بیبیوں پیروں کے نام کا روزہ اور اس میں تخصیصات اور جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کے کلام میں سرمنی بوعلی قلندر وغیرہ نذر غیر اللہ میں داخل ہے جو اس کو متبرک سمجھا جاتا ہے اور ایصالِ ثواب کے کھانے کو جو لوجہ اللہ ہے متبرک نہیں جانتے۔

اور مولوی صاحب بریلوی جو مولوی نعیم الدین کے مخصوص اعلیٰ حضرت ہیں۔ شیخ سدو کے بکرے مدار صاحب کے مرغے سے ایمان جاتا رہنا اور شہیدوں کے طاقوں پر فاتحہ شیرینی وغیرہ مرادیں مانگنا، سب واہیات وخرافات، جاہلانہ حماقات وبطالات بتاتے ہیں۔ پس اگر صحنک وتوشہ وغیرہ ایصالِ ثواب لوجہ اللہ ہوتا تو ہرگز یہ لوازمات وتخصیصات نہ ہوتے اس پر طرہ یہ کہ قیاس فاسد وباطل مع الفارق کر کے صحنک کے لیے عورتوں کی تخصیص اور صدقہ وایصالِ ثواب کے لیے بحوالہ مشکوٰۃ حدیث بخاری ومسلم پیش کی جاتی ہے جو محض بہتان بندی ہے اگر بزعم خود ایسا ہوتا تو مولوی صاحب بریلوی جن کو حیات الموات ص۱۹۶ میں "سیف اللہ المسلول مولانا المحقق معین الحق" (بدایونی) کا خطاب دیتے ہیں اور مولوی نعیم الدین اپنے رسالہ فوائد النور ص۲ میں "حضرت مولانا شاہ قدس سرہ" کا لقب دیتے ہیں۔ وہ اپنے بوارق ص۱۲ میں یہ نہ لکھتے کہ "ترکیب توشہ کی اصل لم معلوم نہیں ہے۔ اور امور تشریعیہ سے نہیں ہے" پس جس کا حال اور وجہ تسمیہ بھی معلوم نہیں اور امور تشریعیہ میں سے بھی نہیں ہے" چہ جائیکہ اس کو ثابت بالحدیث بتایا جاوے حالانکہ امام محی السنہ بغوی تفسیر معالم التنزیل ص۲۲۷ میں تحت آیت وَقَالُوا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ کے فرماتے ہیں یعنون الرجال دون النساء یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام میں اور کہتے ہیں یہ مواشی اور کھیتی اچھوتی یعنی منع ہے کہ نہ کھاوے اس کو مگر وہی کہ چاہیں ہم اس کو اپنے گمان سے۔ یعنی منع کرتے ہیں۔ عورتوں کے سوائے مردوں کو۔

حالانکہ حضرت بی بی خدیجہؓ جن کی فضیلت وبزرگی احادیث میں بہت کچھ وارد ہے حق تعالیٰ کا ان پر سلام آنا۔ جنت میں ان کے لیے ایک موتی کا محل تیار ہونا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر ان کی خوبیوں کو یاد فرماتے رہنا۔ چنانچہ ان کی بہن ہالہؓ بنت خویلد بھی بعد ان کے انتقال کے نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ طیبہ حاضر ہوتیں تو آپؐ ان کی خاطر و مدارات اکرام محبت کے ساتھ فرماتے۔ اسی لیے جب بکری ذبح فرماتے یا کوئی دیگر شئے ہوتی تو اس میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے قرابت مند دوستداران مرد و عورت میں بطور صلہ رحمی ہدیتہً عطا فرماتے۔ نہ صدقہ کا اس میں ذکر ہے، نہ ایصالِ ثواب کا پتہ، نہ صحنک مروجہ کی وجہ تسمیہ سے اس کو کوئی نسبت "صحیح بخاری پارہ ۱۵ صفحہ ۴۱۹ میں حدیث مذکور کے متصل حدیث متصل میں ہدیہ کی صراحت مذکور ہے۔

فیھدی فی خلائلھا منھا ما یسعھن۔ — "نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے ہدیہ بھیجتے خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو جو ان کے لیے کافی ہو جاتا۔"

نیز پارہ ۲۴ صفحہ ۵۳۹ کی حدیث میں وارد ہے۔

ثم یھدی فی خلتھا منھا — "پھر ہدیہ بھیجتے نبی صلعم اس میں سے ان کی سہیلیوں کو۔"

اسی طرح صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۲۸۴ میں مذکور ہے۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں مرقوم ہے فرمایا امام خطابی نے

الخلة مصدر یستوی فیہ المذکر والمؤنث والواحد والجماعة ر للبخاری فی الادب المفرد من حدیث انس کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتی بالشئ یقول اذھبوا بہ الی فلانة فانھا کانت صدیقة لخدیجة۔ — "خلة مصدر ہے اس میں مذکر و مونث یعنی مرد و عورت اور واحد و جماعت سب برابر شامل ہیں اور امام بخاری کی الادب المفرد میں حضرت انسؓ کی حدیث میں ہے جب کوئی شئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتی تو فرماتے لے جاؤ اس کو فلانی کے پاس کیونکہ وہ خدیجہؓ کی سہیلی ہے۔"

نیز ترمذی جلد ثانی صفحہ ۲۲۵ میں روایت ہے۔

فیتتبع صدائق خدیجة فیھدیھا لھن۔ — "پس تلاش فرماتے خدیجہؓ کی سہیلیوں کو ہدیہ عطا فرماتے ان کو۔"

پس صحنک اور توشہ مروجہ کے شوق میں مولوی نعیم الدین کو اتنی بھی تمیز نہیں کہ صدقہ کا کیا حکم ہے اور ہدیہ کا کیا؟ یا عناد سے دانستہ چشم پوشی کی جاتی ہے کیونکہ فتح الباری پارہ ۱۵ صفحہ ۴۲ میں مرقوم ہے کہ خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی جمع ہو جاتی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قصے تک اور وہ اقرب ہیں عورتوں میں سے آپؐ کے نسب میں۔ اور اکمال فی اسماء الرجال صاحب مشکوٰۃ میں مرقوم ہے کہ خدیجہ بنت خویلد ابن اسد قرشیہ ہیں۔ علیٰ ہذا جبکہ

شاہ عبدالحق صاحب کو بقول من گھڑت مولوی نعیم الدین کے حقہ سے نفرت تھی کہ ان کا توشہ حقہ نوش کو نہ کھلایا جاوے۔ مگر مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کو حقہ سے نفرت کجا بلکہ ان کو بہت لذت آتی ہے، اسی لیے ان کو بھی توشہ کھانے والوں کے دسترخوان سے خصوصاً خارج کر دیا گیا۔ اسی طرح قبر پر نذر و نیاز دیے جانے کو جو تقویۃ الایمان میں شرک ہونا مرقوم ہے۔ مولوی نعیم الدین کا بحیلہ فریب سازی جہلاء کی حمایت سے ایصالِ ثواب بتانا جس کو بالفاظ دیگر ص۸۹ میں لکھا جاتا ہے کہ اسی کو چڑھاوا کہتے ہیں۔ جس کو معاذ اللہ بمصداق اول من قاس ابلیس کے قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ مگر دیکھئے تقویۃ الایمان فصل پنجم ص۴۴ کی اصل عبارت یہ ہے۔

"پھر جب وہ (مالک الملک) اولاد بخشتا ہے تو اوروں کو ماننے لگتے ہیں، ان کی نذر و نیازیں کرتے ہیں، کوئی کسی کی قبر پر لے جاتا ہے، کوئی کسی کے تھان پر، کوئی کسی کی چوٹی رکھتا ہے کوئی کسی کی بدہی پہناتا ہے، کوئی کسی کی بیڑی ڈالتا ہے، کوئی کسی کا فقیر بنتا ہے" الخ

اور یہی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح مولانا شہید مرحوم کے جدامجد البلاغ المبین ص۳۰ میں فرماتے ہیں۔

نیز غلو بت پرستان ست کہ در اوقاتِ حاجات نذر و نیاز برائے بتان و خادمان بتخانہ برخود لازم میگردانند پیر پرستان ہم در مراداتِ خویش نسبت بگورستان بزرگان و مجاوران آنجا ہمچنیں بعمل مے آرند و گلہا و شیرینی و نقد و جنس و نذر و در آنجا میدہند۔ ایضاً ص۳۴ و نیز عادات مشرکان است کہ بنام گزشتگانِ آب میتوشانند و آں سبیل را بنامِ غیر اللہ مشہور میدارند پیر پرستان نیز آب برائے امام حسین می نوشند و آں را نذرِ امام میگویند و ایں نمی فہمند کہ نذر بجز ذات

"یہ بھی بت پرستوں کا غلو ہے۔ کہ اپنی حاجتوں میں بتوں اور خادمانِ بت خانہ کی نذر و نیاز اپنے ذمہ لازم جانتے ہیں۔ پیر پرست بھی اپنی مرادوں میں قبرستان کے بزرگوں اور مجاوروں کے ساتھ یہی معاملہ کرتے ہیں اور پھول و شیرینی نقد و جنس بطریق نذر و نیاز کے اس جگہ دیتے ہیں۔ اور یہ بھی عادت مشرکوں کی ہے کہ گزرے ہوؤں کے نام پر پانی پلاتے ہیں اور سبیل غیر اللہ کے نام پر مشہور کرتے ہیں۔ پیر پرست بھی پانی امام حسین رض کے لیے پیتے ہیں اور اس کو نذرِ امام کہتے ہیں۔ اور یہ نہیں سمجھتے کہ نذر سوائے ذات حق تعالےٰ

اوتعالیٰ کردن حرام ست   کے کرنا حرام ہے ؟

پس حیف ہے مؤلف کی بددیانتی اور بے تمیزی پر کہ مولانا شہید مرحوم پر تقویۃ الایمان میں ایصالِ ثواب کو شرک کہنے کا مزعوم بہتان لگا کر اہلِ بیتِ رسالت سے عداوت کا موجب بتایا گیا۔ معاذ اللہ منہ۔ حالانکہ تقویۃ الایمان میں جس نذر و نیاز غیر اللہ کو شرک لکھا گیا ہے تمام اکابر ائمہ فقہاء کرام وعلمائے عظام اسے شرک وکفر فرماتے ہیں۔ نہ ایصالِ ثواب نذر و نیاز الی اللہ تعالیٰ کو۔ اگر مولوی نعیم الدین کی یہی بیباکی ہے تو خود اپنے اکابر مسلمہ پر اس سے بدرجہا زائد کفر و شرک گمراہی گستاخی بے ادبی عائد ہوتی ہے۔

قولہ ص ۱۶۶-۱۶۷ اسی سلسلہ شرکیات میں صاحبِ تقویۃ الایمان نے یہ بھی لکھا ہے۔

کہ برائی بھلائی جو دنیا میں پیش آتی ہے اس کو ان کی طرف نسبت کرے کہ فلانا ان کی پھٹکار میں آکر دیوانہ ہوگیا۔

اس کو شرک کہنا انتہا درجہ کی جہالت وگمراہی ہے۔ قرآن پاک میں صدہا آیتیں ہیں۔ نوح علیہ السلام کی قوم نے جب رسولوں کو جھٹلایا ہم نے ان کو غرق کر دیا۔ دیکھیے پھٹکار۔ کتبِ حدیث میں ایسے بہت سے واقعات ہیں۔ خود صاحبِ تقویۃ الایمان بھی گستاخیوں کی پھٹکار میں مبتلا ہوا۔ اب تو اس کو یقین ہوگیا ہوگا۔ کہ پھٹکار کا انکار بھی پھٹکار ہے۔ ظالمو! کہاں تک آیات و احادیث کا انکار کروگے۔ اسی طرح بزرگوں کے نوازنے سے فتح واقبال ملنا بکثرت نصوص سے ثابت ہے۔ ابدال کی حدیث اُوپر گزر چکی ہے۔ ابدال کی بدولت مینہ برسایا جاتا ہے۔ انہیں کی برکت سے دشمنوں پر فتح دی جاتی ہے۔ اس کو بے دریغ شرک قرار دینا کیسی بے ایمانی ہے"

اقول۔ یہ عبارت تقویۃ الایمان میں بھی پہلے باب توحید و شرک ص۱۱ میں گزر چکی جس کا ذکر اس فصل پنجم میں لانا مؤلف کا بددیانتی سے مغالطہ میں ڈالنا مقصود ہے۔ ورنہ اصل عبارت ماقبل سے یہ ہے۔

رر پھر جو کوئی کسی انبیاء و اولیاء کی اماموں اور شہیدوں کی بھوت و پری کی اس قسم کی تعظیم کرے جیسے اڑے کام پر ان کی نذر مانے مشکل کے وقت ان کو پکارے بسم اللہ کی جگہ ان کا نام لیوے جب اولاد ہو ان کی نذر و نیاز کرے اپنی اولاد کا نام عبد النبی امام بخش پیر بخش رکھے کھیت و باغ میں ان کا حصہ لگا دے جو کھیتی باڑی میں سے آوے پہلے ان کی نیاز کردے جب اپنے کام میں لاوے اور دھن اور ریوڑ میں سے ان کے نام کے جانور ٹھہرا دے اور پھر ان جانوروں

کا ادب کرے، پانی دانہ بیرسے نہ ہانکے لکڑی پتھر سے نہ مارے الخ اور برائی اور بھلائی جو دنیا میں پیش آتی ہے اس کو ان کی طرف نسبت کرے، کہ فلانا ان کی پھٹکار میں آکر دیوانہ ہوگیا ہے اور فلانے کو انھوں نے راندا تو محتاج ہوگیا اور فلانے کو نوازدیا تو اس کو فتح و اقبال مل گیا اور قحط فلانے ستارے کے سبب سے پڑا۔ فلانا کام جو فلانے دن شروع کیا تھا۔ یا فلانی ساعت میں سو پورا نہ ہوا۔"

پس ان جملہ امور کو سوائے ذاتِ حق تعالیٰ کے دوسروں کی طرف نسبت کرنا ان کی نذر و منت ماننا ان کو پکارنا۔ ان کے نام کا بجائے اللہ تعالیٰ کے نام کے وظیفہ کرنا۔ عبد فلاں نام رکھنا برائی بھلائی سے نوازا راندہ جانا، ستاروں کے سبب سے قحط و مینہ کا برسنا سمجھنا، اچھی بری ساعت کا ماننا، خواہ پیغمبروں سے جانتے اولیاء یا بھوت پری وغیرہم سے، بیشک یہ شرک ہے، کسی ادنےٰ مومن کو بھی اس میں جائے مقال نہیں ہوسکتی۔

چنانچہ فصل پنجم تقویۃ الایمان کی نصوصِ آیات اور احادیث سے صراحۃً واضح ہے فرمایا حق تعالیٰ نے سورہ اعراف میں۔

فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰهُمَا فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ (سورہ اعراف)	"پھر جب اس نے دیا ان کو اچھا نیک بچہ ٹھہرانے لگے اس کے شریک اسی چیز میں کہ اس نے دیا ان کو سو بہت دور ہے اللہ ان کے شریک بنانے سے"

اور فرمایا سورہ انعام میں۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ۔	"وہ لوگ ٹھہراتے ہیں اللہ کا اس چیز میں سے کہ اس نے پیدا کیا ہے، کھیتی اور مواشی سے ایک حصہ سو کہتے ہیں اپنے خیال میں کہ یہ اللہ کا ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا سو جو ٹھہرایا ان شریکوں کا وہ نہ مل جاوے اللہ کی طرف اور جو ٹھہرایا اللہ کا وہ مل جاوے اور شریکوں کی طرف بہت برا حکم کرتے ہیں"

اور صحیح بخاری و صحیح مسلم میں روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فاما من قال مطرنا بفضل الله ورحمته فذلك مومن بی وکافر بالکواکب و اما من قال مطرنا بنوء کذا فذلك کافر بی ومومن بالکواکب۔

"فرمایا تمہارے رب نے" سو جس نے کہا کہ ہم کو مینہ ملا اللہ کے فضل سے اور اس کی رحمت سے سو وہ مجھ پر یقین لایا اور ستاروں کا منکر ہوا اور جس نے کہا کہ ہم کو مینہ ملا فلانے نچھتر سے سو وہ میرا منکر ہوا اور ستاروں پر یقین لایا۔"

اور ابوداؤد میں روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

الطیرۃ شرك الطیرۃ شرك الطیرۃ شرك۔

"شگون لینا شرک ہے شگون لینا شرک ہے، شگون لینا شرک ہے۔"

نیز ابوداؤد اور نسائی میں روایت ہے۔

انه لما وفد الی رسول الله صلی الله علیه وسلم مع قومه سمعهم یکنونه بابی الحکم فدعاه رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال ان الله هو الحکم والیه الحکم فلم تکنی ابا الحکم۔

"شریح بن ہانی کا باپ" جب آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی قوم کے ساتھ تو آپ نے سنا ان لوگوں کو کہ کہتے ہیں اس کو ابوالحکم یعنی اصل قضیہ چکا دینے والا پھر فرمایا اس کو آپ نے کہ بیشک اللہ ہی ہے اصل قضیہ چکا دینے والا اور اسی کا حکم پھر تجھ کو کیوں کہتے ہیں ابوالحکم۔"

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مرحوم البلاغ المبین ص۴۳ میں دربارہ افعال شرکیہ فرماتے ہیں۔

وبعضے وظائف بطریق اذکار مشتمل بر ندائے بزرگان در صبح وشام التزام کردہ اند اھ

"بعضے وظائف بطور اذکار مشتمل ندائے بزرگان در صبح وشام لازم کرتے ہیں۔"

اور جناب قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی مستند مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی ارشاد الطالبین ص۲۱ میں فرماتے ہیں۔

وذکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم بروجہی کہ در شرع وارد نہ شدہ است چنانچہ کسی بطور وظیفہ یا محمد یا محمد یا محمد گفتہ باشد روا نباشد اھ

"ذکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی اس طریقہ پر جو شرع میں وارد نہ ہوا ہے جیسے کوئی شخص بطور وظیفہ کے یا محمد یا محمد یا محمد کہتا ہو روا نہ ہوگا۔"

اسی طرح مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر فتح العزیز ص۴۴۵ میں فرماتے ہیں۔

پس مرد با ایمان را کہ معتقد تاثیر واحد است از ہیچ چیز غیر از خدا نباید ترسید کہ سر کلاہ عالم اسباب و مسببات بدست اوست بلکہ در حقیقت ورلئے تاثیر او تاثیر نیست افعال او تعالیٰ است گر درپے یک دیگر شدہ میروند ارباب وہم وخیال مے پندارند کہ فلاں موجب فلاں فعل شد اھ

"پس مرد مومن کو کہ ذات وحدہ لاشریک کو مؤثر حقیقی سمجھتا ہے کسی چیز سے سوائے اللہ کے ڈرنا نہ چاہیئے کہ کل اختیار عالم اسباب اور مسببات کا اسی کے ہاتھ میں ہے۔ بلکہ حقیقت میں سوائے تاثیر اس کی کے کوئی تاثیر نہیں جتنے کام اور فعل جہاں میں ہوتے ہیں سب اسی کے ہیں وہم وخیال والے جانتے ہیں کہ فلاں نے فلاں کام کیا"

ایضاً صفحہ ۱۵۸ میں فرماتے ہیں۔

ازاں جملہ کسانیکہ در ذکر دیگراں را با خدا ہمسر مے کنند و نام دیگراں را مانند نام خدا بطریق تقرب ذکر مے نمایند۔ ازاں جملہ اند کسانیکہ در ذبح و نذر و قربانی ہا با خدا دیگراں را ہمسر مے کنند، وازاں جملہ اند کسانیکہ در نام تہادن خود را بندہ فلاں وعبد فلاں مے گویند و ایں شرک در تسمیہ است۔ وازاں جملہ اند کسانیکہ در وقع بلاہا دیگراں را مے خوانند اھ

"بعض ان میں سے وہ لوگ ہیں کہ ذکر کرنے میں دوسروں کو اللہ کے ساتھ برابر کرتے ہیں اور نام دوسروں کا مانند نام اللہ کے براہ تقرب ذکر کرتے ہیں۔ اور بعضے وہ لوگ ہیں کہ ذبح و نذر اور قربانیوں میں اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں اور بعض وہ آدمی ہیں کہ نام رکھنے میں بندہ فلاں اور عبد فلاں کہتے ہیں اور یہ شرک ناموں میں ہے اور بعض لوگ ہیں کہ دفع بلاؤں کے لیے دوسروں کو پکارتے ہیں"

نیز حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری مستند مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی ملفوظ حصہ دوم صفحہ ۴۵ کے مکتوبات پنجاہ و ششم مطبوعہ اسلامی لاہور ۱۳۱۹ھ صفحہ ۴۴۲ میں فرماتے ہیں۔

انبیاء و اولیاء و سلاطین و امراء و ملوک چندیں چیز خواہند کہ شود و نشود و چندیں چیز خواہند کہ نشود و شود پس بہ آنچہ حکم کردہ است رضا باید داد و ہم تسلیم باید شد و بندگی پیش باید

"انبیاء اور اولیاء، سلاطین و امراء اور ملوک کتنی ہی چیزیں چاہتے ہیں کہ ہوویں اور نہیں ہوتی ہیں اور کتنی ہی چیزیں چاہتے ہیں کہ نہ ہوویں اور ہوتی ہیں جس کسی چیز کے لیے حکم کیا گیا ہے رضامند رہنا چاہیئے اور تسلیم کرنا چاہیئے اور

گرفت چنانکہ بندہ را از مرگ چارہ نیست از بندگی نیز چارہ نیست شود آنچہ خواست اوست جل جلالہ اھ

بندگی کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے جس طرح بندہ کو مرنے سے چارہ نہیں ہے، بندگی سے بھی چارہ نہیں ہے ہو وے وہی جو وہ چاہے جل جلالہ"

علی ہذا الملفوظات الفتح الربانی امام ربانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رح ص۱۲۶ مجلس ۱۸ میں مرقوم ہے۔

یا موحدین یا مشرکین لیس بید احد من الخلق شئی الکل عجزۃ الملوک والممالیک والسلاطین والاغنیاء والفقراء کلھم اسراء قدرۃ اللہ عزوجل قلوبھم بیدہٖ یقلبھا کیف یشاء۔

"اے موحدو اور اے مشرکو! مخلوق میں سے کسی کے ہاتھ میں بھی کچھ نہیں ہے سب عاجز ہیں کیا بادشاہ اور کیا غلام کیا سلاطین اور کیا اغنیاء اور کیا فقراء سب تقدیر الٰہی کے قیدی ہیں سب کے قلوب اسی کے ہاتھ میں ہیں کہ ان کو جس طرح چاہتا ہے الٹتا پلٹتا ہے"

اور مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی رح اشعۃ اللمعات شرح فارسی مشکوٰۃ ج ۳ ص۳۸۹ میں فرماتے ہیں۔

پس میگویم من مالک نیستم من ترا چیزے را از خلاص دادن و رفع کردن ایں عذاب بتحقیق رسانیدم من ترا شریعت را و ترسانیدم و مبالغہ کردم و تو نہ کردی اھ

"پس میں کہوں گا (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے) مالک نہیں ہوں میں تیرے لیے کسی چیز کے خلاصی دلانے کا اور اس عذاب کے رفع کر دینے کا تحقیق پہنچا دیا میں نے تیرے لیے شریعت کو اور خوب ترڈرا دیا میں نے اور تو نے نہ مانا یعنی شریعت کے احکام پر عمل نہ کیا"

❊ ❊ ❊

اور یہی مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے والد مولوی محمد نقی علی خاں صاحب جوہر البیان حسنی پریس بریلی کے ص۸۵ میں لکھتے ہیں۔

"زکوٰۃ نہ دینے والے کیلئے حدیث میں وارد ہوا جب عذاب میں گرفتار ہوگا۔ اور اس کی نگاہ غمخوار بیکساں صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر جا پڑے گی بے اختیار ہو کر چلائے گا یا رسول اللہ یا رسول اللہ حضور فرمائیں گے میں نے تو تجھے اللہ کا حکم پہنچا دیا تھا اے غافل پھر کہا ہے پر بھولا بیٹھا۔

کیا یہ عذاب تیرے نزدیک سہل ہیں" ایضاً صفحہ ۱۳۱ میں لکھتے ہیں" آخر اس دربار کے سوا دوسرا ٹھکانا بھی تو نہیں، نہ عالم میں کوئی بات سننے والا نہ فریاد کو پہنچنے والا اور ستے بھی تو کیا حاصل اپنے دردوں" اور محتاجی کا علاج تو یہاں کے سوا کہیں نہیں ناچار جس بادشاہ کی نافرمانی میں عمر کاٹی آنکھیں بند کئے گردن جھکائے اس کی رحمت وکرم کا امیدرکھتے اور غضب وعتاب سے لرزتے کانپتے اسی کی طرف دست تمنا بلند کرکے پکارتے ہیں" ایضاً صفحہ ۱۳۱ میں لکھتے ہیں" جو دعائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ان پر انحصار کر حضور نے کوئی حاجت نیک دوسرے کے مانگنے کو نہیں چھوڑی" ایضاً صفحہ ۵۱ میں لکھتے ہیں" پس باعتقاد اس کے کہ سوا حق جل وعلا کے کوئی فاعل مطلق ومالک عالم معطی ومانع وضار ونافع نہیں اور اگر بفرض محال تمام اولین وآخرین جن وانس ارواح وملائکہ چھوٹے وبڑے تمام عالم ایک ذرہ کو اس کی جگہ سے حرکت دینے پر اکٹھے ہوجائیں اور یکبار اس پر زور آزمائی کریں اور اسی کیفیت سے لاکھ برس گزر جائیں اوران کی قوتیں یوماً فیوماً ترقی پر ہوں یہاں تک کہ ہر ایک ان میں سے ہفت طبق زمین ایک ہاتھ پر اٹھائے مگر ارادۂ الٰہیہ اس ذرہ کا تحرک نہ چاہے ہرگز ہرگز ممکن نہیں کہ ادنے جنبش دے سکیں"

اور خود مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی سبحان السبوح صفحہ ۳۳ میں لکھتے ہیں۔

"انسان کو فقط کسب پرایک گونہ اختیار ملا ہے اس کے سارے افعال مولیٰ عزوجل ہی کی پیدا کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں آدمی کی کیا طاقت کہ بے اس کے ارادۂ تکوین کے پلک مار سکے۔ انسان کا صدق کذب، کفر ایمان، طاقت عصیان جو کچھ ہے سب اسی قدیر مقتدر جل وعلا نے پیدا کیا ہے اور اسی کی عمیم قدرت عظیم ارادہ سے واقع ہوتا ہے۔ وَمَا تَشَاءُونَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ تم نہ چاہو گے مگر یہ کہ اللہ چاہے جو پروردگار سارے جہان کا ع اس کا چاہا ہوا ہمارا نہ ہوا"

اور فتاویٰ رضویہ ج ا صفحہ ۹ میں لکھتے ہیں۔

"ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ فاعل مختار ہے جو کچھ ہوتا ہے اسی کے ارادہ سے ہوتا ہے۔ اس کے ارادہ کے سوا عالم میں کوئی شے مؤثر حقیقی نہیں، نہ آگ جلاتی ہے نہ پانی بجھاتا ہے۔ بلکہ اسی کے ارادہ سے جلنا بجھنا پیدا ہوتا ہے اس نے اپنی حکمت بالغہ کے مطابق اسباب بنائے ہیں اور فرمایا کہ وہ بھی اسی کے ارادہ کا ہر وقت محتاج ہے وہ چاہے تو جیز پانی سے جل جائے اور آگ سے بجھ جائے آنکھیں سنیں اور کان دیکھیں، وغیرہ ذالک چاہے تو اسباب معطل کردے لاکھ سبب موجود ہوں مسبّب نہ ہو سکے، چاہے تو اسباب کو معزول فرمادے۔ کوئی سبب نہ ہو اور مسبب موجود ہو جائے اعلموا ان اللہ علی کل شیٔ قدیر"

نیز مولوی صاحب بریلوی احکامِ شریعت حصّہ سوم صہ۲۵ میں لکھتے ہیں ۔

"اللہ اکبر حاکمِ حقیقی عزوجل پاک ہے اس سے کہ کسی سے توسّل کرے وہی اکیلا حاکم اکیلا خالق اکیلا مدبر ہے ۔ سب اس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں"

پس ناظرین کرام پر مولوی نعیم الدین کا تحریفِ آیات اور احادیثِ غیر اللہ کی طرف نسبت کرانے برائی سے پھٹکار کا اور بھلائی سے نوازنے فتح و اقبال کا یہ حقیقت ہوتا خود صراحتاً نصوص آیات و احادیث و کلامِ ائمہ دین اور خود اپنے اکابر بریلویاں سے بخوبی واضح ہوگیا کہ سب کچھ باختیار و تصرف حق تعالیٰ جل شانہٗ، مالکِ ملک ہی کے جاہتے پر ہے کسی دوسرے کا ہرگز ذرہ بھر اختیار ممکن نہیں جس طرح خود مولوی نعیم الدین کے قلم سے بھی از راہِ غفلت امرِ حق نکل گیا کہ رسولوں کے جھٹلانے سے ہم نے (یعنی اللہ نے) ان کو غرق کر دیا ۔ ابدال کی برکت سے مینہ برسایا جاتا، دشمنوں پر فتح دی جاتی ہے بیشک انبیاء اور اولیاء صالحین کے جھٹلانے سے حق تعالیٰ کے غضب و قہر کی پھٹکار اور بیشتر ان کی قبولیت دعا جناب باری تعالیٰ میں اور ان کے مراتب و اعمالِ صالحہ کی برکات سے مینہ برسایا جانا دشمنوں پر فتح و نصرت عطا فرمانا، دشمنانِ توحید اوثان پرستوں کو غرق کر دینا بجائے خود صحیح اور عین حق اقتضائے ایمان ہے چنانچہ خود مولانا شہید مرحوم صاحب تقویۃ الایمان منصبِ امامت صہ۹۳ میں فرماتے ہیں ۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم	"فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابدال ہوں گے
الابدال یکونون بالشام وھم اربعون	ملک شام میں اور وہ چالیس مرد ہیں سب
رجلاً کلما مات رجل ابدل اللہ	کوئی ان میں انتقال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بدل
مکانہ رجلا یسقی بھم الغیث و	دیتا ہے اس کی جگہ اور انہیں کی برکت سے
ینصر بھم علی الاعداء ویصرف	مینہ برستا ہے اور دشمنوں پر فتح ہوتی ہے
من اھل الشام بھم العذاب ۔	اور شام والوں پر عذاب نہیں آتا ہے"

نیز تقویۃ الایمان صہ۲۲ میں مرقوم ہے ۔

"انبیاء و اولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے، سو ان میں بڑائی یہی ہوتی ہے کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور بُرے بھلے کاموں سے واقف ہیں، سو لوگوں کو سکھلاتے ہیں اور اللہ ان کے بتانے میں تاثیر دیتا ہے بہت لوگ اس سے سیدھی راہ پر ہو جاتے ہیں"

نیز مولانا شہید مرحوم بر رفعِ شبہاتِ جہلاء مشرکین مثل فرقہ نعیمیہ بنام سید عبد اللہ بغدادی اپنے مکتوب میں فرماتے ہیں ۔

اما قرب الانبیاء عند اللہ تعالٰی وکمالاتھم وفضائلھم التی لا یصل دون سرادقاتھا غیرھم نمسلم وھو امر اخر لادخل لہ فی الربوبیۃ والالوھیۃ ورد شبھۃ العوام یزعمون ان الانبیاء والاولیاء یتصرفون فی العالم یفعلون مایشاؤن" وصلی اللہ علی سیدنا ومطاعنا وشفیعنا محمد ن المصطفٰی وعلی الہ شموس الھدٰی واصحابہ بدر الدجٰی فقط"	"لیکن اللہ تعالٰی کے نزدیک انبیاء کا قرب اور ان کے کمالات اور ان کی فضیلتیں کہ اس مرتبہ کو ان کے سوا اور کوئی نہیں پہنچ سکتا، یہ تمام امور مسلّم ہیں اور یہ دوسری بات ہے جس کو ربوبیت اور حکمرانی میں کچھ دخل نہیں" "عوام کا شبہ رد کرنا مقصود ہے جن کا یہ گمان ہے کہ انبیاء اور اولیاء سارے جہان میں تصرف کرتے ہیں جو چاہتے ہیں کر ڈالتے ہیں" "اور اللہ تعالٰی ہمارے سردار اور ہمارے مخدوم اور ہمارے شفیع محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی اولاد پر جو آفتاب ہدایات ہیں اور آپ کے اصحاب پر جو اندھیری رات کے چاند ہیں اپنی رحمت نازل فرمائے فقط"

پس بعد توضیح ہر دو کلام مولانا شہید مرحوم عظمتِ توحید حق تعالٰی و اکرام حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ کے معلوم ہو گیا کہ مولوی نعیم الدین صاحب نے اپنی ضد سے مولانا شہید مرحوم کو نہیں۔ بلکہ درپردہ تمام اکابر خصوصاً اپنے اعلٰی حضرت بریلوی کو جاہل و گمراہ بے ایمان قرار دے دیا ہے۔ نعوذ باللہ من ھذہ الھفوات۔

قولہ ص ۱۶۸-۱۷۰ صاحب تقویۃ الایمان نے اپنے شرکیات کے چوتھے حصہ میں تیسری بات یہ لکھی ہے۔ یا یوں کہیں کہ اللہ و رسول چاہے گا تو میں آؤں گا یا پیر چاہے گا تو یہ بات ہو جائے گی۔

تقویۃ الایمان ص ۱۴۲ ۔ اسی مضمون کو پھر دوبارہ لکھا۔ ترجمہ مشکوٰۃ کے باب الاسامی میں لکھا ہے۔

اخرج فی شرح السنۃ عن حذیفۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لاتقولوا ماشاء اللہ وشاء محمد وقولوا ماشاء اللہ	ترجمہ	"کہ شرح السنۃ میں ذکر کیا کہ نقل کیا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہ پیغمبر نے فرمایا کہ یوں نہ بولا کرو جو چاہے اللہ اور محمد اور بولا کرو جو چاہے اللہ فقط"

ف: یعنی جو اللہ کی شان ہے اور اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں، سو اس میں اللہ کے ساتھ مخلوق کو نہ ملاوے خواہ کتنا ہی بڑا اور کیسا ہی مقرب ہو مثلاً یوں نہ بولے کہ اللہ و رسول چاہے گا تو فلانا کام ہو جائے گا۔

کہ سارا کاروبار جہاں کا اللہ ہی کے چاہے سے ہوتا ہے، رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (تقویۃ الایمان صفحہ ۶۵-۶۶) اوّل تو یہ بتاؤ کہ اس کو شرکیات میں کس دلیل سے داخل کیا۔

دوم حدیث منقطع ہے خود مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۰۸ میں یہ لفظ موجود وفی روایۃ منقطعا۔ یہ کیسا مغالطہ اور خیانت ہے کہ حدیث منقطع لکھی جاتی ہے اور اشارہ تک بھی نہیں کیا جاتا کہ یہ منقطع ہے۔ سوم یہ چوری و بددیانتی کہ وہ غیر منقطع روایت ترک کی جاتی ہے۔ جس کے ضمن میں یہ منقطع روایت درج تھی۔ منقطع کو لینا اور غیر منقطع کو چھوڑنا کتنی بڑی فریب دہی ہے۔ پنجم فائدہ میں مطلقاً یہ حکم دینا کہ اللہ کے ساتھ کسی مخلوق کو نہ ملاوے۔ حدیث کی صریح مخالفت ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ حضرت حذیفہ ؓ سے مروی ہے کہ "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ کہو جو چاہا اللہ نے اور چاہا فلاں نے لیکن یہ کہو جو چاہا اللہ نے پھر چاہا فلاں نے" (مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۸) یہاں تو سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ ادب تعلیم فرما رہے ہیں۔ کہ ماشاء اللہ وشاء فلان واؤ جمع کے ساتھ نہ کہو بلکہ ثم فلاں کہو تا کہ معلوم ہو کہ مشیتِ الٰہی مقدم ہے اور مشیتِ عبد تابع یہی مجمع البحار میں فرمایا۔ لیکن صاحب تقویۃ الایمان نے مطلقاً ملانے کو شرکیات میں شمار کیا، اور حدیث شریف کا اصلاً لحاظ نہ کیا بلکہ اسی تغلیط و فریب دہی کے لیے غیر منقطع حدیث کو دیدہ و دانستہ چھوڑ گیا۔ ششم صاحب تقویت کا یہ قول کہ اللہ کے ساتھ کسی مخلوق کو نہ ملائے۔ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ اوّل یہ کہ اس کی شان وصف خاص میں کسی طرح کسی مخلوق کو نہ ملائے۔ اور یہاں صاحب تقویت نے یہی معنی مراد لیے ہیں کیونکہ اس نے لکھا ہے کہ جو اللہ کی شان ہے اور اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں، سو اس میں اللہ کے سوا کسی مخلوق کو نہ ملائے۔ جیسے معطی بالذّات ہونا اللہ تعالیٰ کی شان ہے کسی مخلوق کو اس میں دخل نہیں۔ تو صاحب تقویت کے نزدیک معطی بالذّات ہونے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو نہ ملائے اور بغیر ملائے تنہا غیر کو معطی بالذّات کہے تو میاں اسمٰعیل اس کو منع نہیں کرتے، یہ شرک انہیں گوارا ہے۔ ہر زید و عمر کو خالق بالذّات، مالک بالذّات، عالم بالذّات، قادر بالذّات، سمیع بالذّات، بصیر بالذّات، وغیرہ سب کچھ کہو مگر اللہ کے ساتھ ملا کر نہیں تو میاں اسمٰعیل اس پر ناراض نہیں۔ بلکہ حدیث مذکورہ بالا پر نظر کرکے وہابیہ کے طور پر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حرف واؤ کے ساتھ عطف نہ کرے اور ثم کے ساتھ ملائے تب بھی حرج نہیں، یہ ہے وہابیہ کا ایمان۔ ظالم کو اتنی سمجھ نہ آئی کہ حضرت باری جل اسمہ کی صفتِ خاص کا اطلاق غیر پر کسی حال میں درست نہیں، نہ ملا کر نہ تنہا، نہ واؤ کے ساتھ عطف کرکے نہ ثم کے ساتھ، نہ بلا عطف۔ اور جو وصفِ خاص نہیں ہے جیسے کہ مشیّت تابعہ لمشیتہ اللہ اس کا اثبات کسی طرح

کو شرک نہیں ہو سکتا۔ اب اگر صاحبِ تقویت حدیثِ مذکورہ میں مشیّت سے مشیّتِ ذاتیہ مراد لے۔ جیسا کہ اس کے کلام سے ظاہر ہے۔ تو اس کے قول سے لازم آئے گا کہ تم کہہ کر غیر کے لیے مشیّتِ ذاتیہ کا اثبات جائز ہو کیونکہ حدیث شریف میں ہے۔ ولکن قولوا ما شاء اللہ ثم شاء فلان لیکن حدیث کے یہ معنی بتانا۔ اور اس مضمون کا معتقد ہونا خالص بے دینی اور شرک ہے۔

اب ثابت ہوا کہ حدیث میں مشیّت سے مشیّتِ ذاتیہ مراد ہو ہی نہیں سکتی تو دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ بندہ کی مشیّت ذاتیہ نہیں ہے۔ تاہم کمالِ ادب یہ ہے کہ مشیّتِ الہیہ کے ساتھ اس کا ذکر واؤ عطف کے ساتھ نہ کیا جائے بلکہ ثم کے ساتھ کیا جائے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ واؤ کے ساتھ عطف کر کے ذکر کرنا شرک ہو صاحبِ تقویت کا اس کو شرکیات میں داخل کرنا نہایت جہل و نادانی اور فریب دہی ہے بلکہ اس نے تو مطلق ملانے کو شرکیات میں شمار کیا ثم کے ساتھ حدیث شریف میں جو اجازت ہے اس کو ظاہر تک نہ کیا۔ یہ فریب مسلمانوں پر کیسے چل سکتا ہے۔ اھ ملخصاً بلفظہٖ"

اقول: وباللہ التوفیق تقویۃ الایمان فصل پنجم صہ ۵۲ حدیث مشکوٰۃ منقولہ شرح السنہ کے ترجمہ میں بجائے اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تحریفاً یہ نقل کیا کہ رسولؐ نے فرمایا۔ پھر مولوی نعیم الدین کا اپنے جہل و تعصب اور عناد سے اولاً یہ اعتراض کہ اس کو شرکیات میں کس دلیل سے داخل کیا۔ لیکن

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

حالانکہ خود الفاظِ حدیث بآوازِ دہل منہ سے بول رہے ہیں کہ

قولوا ما شاء اللہ وحدہ "یوں کہو جو چاہے اللہ اکیلا"

فقط یعنی اکیلا بلا مشیّتِ غیرے چنانچہ صحیح بخاری پارہ ۲۷ صہ ۲۵۰ میں ہے۔

باب لا یقول ما شاء اللہ وشئت "یہ نہ کہے جو چاہا اللہ نے اور آپ نے"

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ علیٰ ہٰذا دیگر کتبِ حدیث سنن ابو داؤد ج ۲ صہ ۳۲۴ اور نسائی ج ۲ صہ ۹ اور ابن ماجہ صہ ۱۵۴ وغیرہ میں بروایت حضرت ابن عباسؓ اور حضرت حذیفہؓ وغیرہ جو فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۲۷ صہ ۲۵۰ میں مرقوم ہے۔

اخرج النسائی فی کتاب الایمان	"عبداللہ بن یسار کہتے ہیں ایک یہودی
والنذور وصححہ من طریق	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔
عبداللہ بن یسار عن امرأۃ من	اور کہا تم لوگ شرک کرتے ہو کہتے ہو جو چاہا اللہ
جھینۃ ان یھودیا اتی النبی صلی	نے اور تم نے اور کہتے ہو کعبہ کی قسم تب یہ حکم فرمایا۔

الله عليه وسلم فقال انكم تشركون تقولون ماشاء الله وشئت وتقولون والكعبة فامرهم النبي صلى الله عليه وسلم اذا ارادوا ان يحلفوا ان يقولوا ورب الكعبة وان يقولوا ما شاء الله ثم شئت واخرج النسائي وابن ماجة ايضا واحمد من رواية يزيد بن الاصم عن ابن عباس رفعه اذا حلف احدكم فلا يقل ما شاء الله وشئت وفي اول حديث النسائي قصة وهي عند احمد ولفظه ان رجلا قال للنبي صلى الله عليه وسلم ماشاء الله وشئت فقال له اجعلتني لله عدلا بل شاء الله وحده واخرج احمد والنسائي وابن ماجة ايضا عن حذيفة ان رجلا من المسلمين راى رجلا من اهل الكتاب في المنام فقال نعم القوم انتم لولا انكم تشركون تقولون ماشاء الله وشاء محمد فذكر ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم فقال قولوا ما شاء الله ثم شاء محمد قوله ماشاء الله وشئت تشريك في مشية الله تعالى قوله ماشاء الله ثم شئت جائز مستدلا بقوله انا بالله ثم بك وقد جاء هذا المعنى من

لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت ارادہ کرو تم قسم کھانے کا تو کہو قسم رب کعبہ کی اور یہ کہ کہو تم جو چاہا اللہ نے پھر تم نے۔ اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں کوئی قسم کھاوے تو نہ کہے جو چاہا اللہ نے اور تم نے لیکن کہے جو چاہے اللہ پھر تم۔ دوسری روایت میں ہے ایک آدمی نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو چاہا اللہ نے اور آپ نے پس فرمایا اس سے آپ نے کیا ٹھہرالیا تو نے مجھے اور اللہ کو برابر نہیں بلکہ جو چاہے اللہ اکیلا۔ اور حذیفہؓ سے روایت ہے ایک مسلمان نے خواب میں دیکھا ایک آدمی کو اہل کتاب میں سے تو کہا اس نے اچھی قوم ہو تم اگر تم شرک نہ کرتے۔ کہتے ہو تم جو چاہا اللہ نے اور چاہا محمد نے" پس ذکر کیا گیا اس کا آنحضرتؐ سے تو فرمایا کہو جو چاہا اللہ نے پھر چاہا محمد نے" "قولہ جو چاہا اللہ نے اور تم نے اس میں شریک ٹھہرانا ہے اللہ تعالیٰ کی مشیت میں" "قولہ جو چاہا اللہ نے پھر تم نے جائز ہے بوجہ استدلال بقولہ انا باللہ ثم بک اور تحقیق آیا ہے اس معنی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے جائز رکھا داخل کرنا ثم کا کیونکہ مشیت اللہ کی پہلے ہے مشیت خلق سے"

النبي صلعم انما جاز بدخول ثم كان مشيئة الله سابقة على مشيئة خلقه ؟

نیز ملا علی قاری رح مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۴ صنا٦ میں فرماتے ہیں۔

لو قالوا ماشاء اللہ وشاء محمد لکان شرکا جلیا۔

"اگر کہیں جو چاہے مرا اور چاہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، تو ہو گا کھلا ہوا شرک"

اسی طرح مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر فتح العزیز ج ا صفحہ ۱۵۹ میں ارقام فرماتے ہیں۔

از ان جملہ اند کسانیکہ نام دیگر را با نام خدا در مقام عموم علم وقدرت برابر مے سازند چنانچہ نسائی و ابن ماجہ از ابن عباس روایت کردہ اند روزے شخصے آنحضرت را گفت کہ ما شاء اللہ وشئت یعنی ہرچہ خدا خواست وشما خواہید خواہد شد آنحضرت فرمودند جعلتنی للہ ندا بل شاء اللہ وحدہ وامام احمد وابوداؤد ونسائی وابن ماجہ از حذیفہ بن الیمان روایت کردہ اند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ اند لا تقولوا ماشاء اللہ وشاء فلان قولوا ماشاء اللہ ثم شاء فلان انتھی۔

"منجملہ ان لوگوں کے (جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں) وہ لوگ ہیں کہ دوسروں کے نام کو اللہ کے نام کے ساتھ مقام عموم علم اور قدرت کے برابر کرتے ہیں چنانچہ نسائی اور ابن ماجہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ" ایک روز ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یعنی جو چیز کہ اللہ نے چاہی ہو جاوے گی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھہرا لیا تو نے مجھ کو اللہ کا شریک بلکہ اکیلے اللہ کے چاہنے سے ہوتا ہے۔ اور امام احمد اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے حذیفہ بن یمانؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے" یعنی نہ کہو تم جو چاہا اللہ نے اور چاہا فلاں نے کہو تم جو چاہا اللہ نے پھر چاہا فلاں نے" انتہی"

اور خود مولوی صاحب نے بقول انے درو غ گو را حافظہ نباشد اپنے رسالہ فیضان رحمت صفحہ ۱۶ وصفحہ ۱۷ میں لکھا ہے۔" حدیث میں وارد ہے کہ رسول اکرم نے صحابہ کرام کو استعمال واؤ سے ایسے موقع میں منع فرمایا ہے کہ اس میں استعمال واؤ موہم شرک اور جواز امر نا جائز تھا۔ چنانچہ بروایت احمد وابوداؤد ونسائی حذیفہ سے مروی ہے کہ سرور اکرم نے فرمایا کہ یہ مت کہو کہ جو اللہ نے چاہا اور فلاں نے وہ ہوگا اور مرقات شرح مشکوٰۃ میں اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس میں اللہ پاک کے ساتھ مشیت میں بندہ کو برابر کرنا ہے اس لیے کہ واؤ جمع اور اشتراک کے لیے ہے"

"جہاں چند امور کا جمع کرنا نا جائز ہو ان کو آپس میں واؤ کے ساتھ عطف کرنا زبان عربی میں ممنوع ہے۔ چنانچہ سرور کائنات نے فرمایا نہ کہو ماشاء اللہ ثم شاء فلان ۔۔۔ لیکن کہو

ماشاء اللہ ثم شاء فلان اور ایسی ہی فارسی زبان میں اگر کوئی کہے ہرچہ خدا خواست و فلاں خواہد خواست خواہد شد۔ ممنوع ہے۔" پس ناظرین پر مؤلف کی جہالت احادیث وکلام اکابر ائمہ علماء کرام خصوصاً خود اپنے قول سے شرک ہونا بتائید تقویۃ الایمان بخوبی آشکارا ہوگیا۔

ثانیاً و ثالثاً و خامساً یہ کہنا کہ "حدیث منقطع ہے۔ منقطع کو لینا اور غیر منقطع کو چھوڑنا قریب دہی ہے۔ فائدہ میں مطلقاً یہ حکم دینا کہ اللہ کے ساتھ کسی مخلوق کو نہ ملادے۔ حدیث کی صریح مخالفت ہے"۔ یہ محض "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" کی مثال ہے۔ مولوی صاحب کی اس درجہ ناواقفی ہے کہ اتنی تحریر بھی نہیں کہ ان کے مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی اپنے رسالہ منیر العین فی تقبیل الابہامین حسنی پریس بریلی کے صہ۱۵ میں لکھتے ہیں۔" سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں، ہمارے ائمہ کرام اور جمہور علماء کے نزدیک تو انقطاع سے صحت وحجیت ہی میں کچھ خلل نہیں آتا۔ امام محقق کمال الدین محمد بن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں۔ ضعف بالانقطاع وھو عندنا کالارسال بعد عدالۃ الرواۃ ثقتھم الا ثقہ امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں۔ لایضر ذلک فان المنقطع کالمرسل فی قبولہ من الثقات مولانا علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں۔ قال ابوداؤد ھذا مرسل ای نوع مرسل وھو المنقطع لکن المرسل حجۃ عندنا وعند الجمھور۔"

پس جبکہ یہ خود مولوی نعیم الدین کا اپنا مذہب ہے تو پھر دوسرے پر اعتراض چہ معنی دارد۔ چہ جائیکہ دیگر احادیث حضرت حذیفہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی سند منقطع بروایت حذیفہ کے ہم معنی والفاظ وارد ہیں۔ جو گزر چکیں اور خود حدیث منقطع غیر منقطع کے ضمن میں داخل ہو خود مولوی نعیم الدین کے بھی یہ امر مسلّمہ ہے۔

صاحب تقویۃ الایمان مولانا شہید مرحوم نے تو باب شرک میں اسی لیے اس کو اختیار فرمایا کہ اس میں واؤ عطف کے ساتھ شرک ہونے کی تصریح ہے اور غیر منقطع میں لفظ ثُمَّ سے اجازت ہے اور واؤ عطف کے ساتھ کہ اس کے ممنوع و شرک ہونے کی اس میں بھی تصریح ہے پس اس میں نہ خیانت، نہ چوری، نہ بد دیانتی، نہ حدیث کی ذرہ بھر مخالفت۔ بلکہ باہم ہر دو احادیث میں موافقت در موافقت ہے۔ مولوی نعیم الدین کو اپنے نشہ جواز شرکیات میں جواز اور شرک میں بھی تمیز نہ رہی چنانچہ مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رح مستند مولوی نعیم الدین کی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۴ صہ۵۲ سے اس کید وفریب نعیمیہ کی حقیقت کھل جاتی ہے"۔

قال لاتقولوا الخ گفت آنحضرت کہ "فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ کہو

نگوئید ما شاء اللہ وشاء فلان
آنچہ خدا خواہد و خواہد فلان زیرا کہ این
مساوی وقرین ساختن ست ماسوائے
حق را باوے در ارادت ومشیت ولکن
قولوا ما شاء اللہ ثم شاء فلان
یعنی اگر بخواہید بناچار گوئید و بدیگرے
جز بر حق تعالیٰ نسبت مشیت کنید این
چنین بگوئید آنچہ خواہد خدا بعد از وی خواہد
فلان تا تاخر وتبعیت مشیت غیر از
مشیت وے تعالیٰ مفہوم گردد رواہ
احمد وابوداؤد وفی روایۃ منقطعًا قال گفت
آنحضرت لا تقولوا ما شاء اللہ وشاء محمد
بگوئید آنچہ خواہد خدا و خواہد محمدؐ وقولوا ما
شاء اللہ وحدہ وبگوئید آنچہ خواہد حق
سبحانہ تنہا بے شرکت دیگرے ودر اینجا
غایۃ بندگی وتواضع وتوحید است؛
زیرا کہ آنحضرتؐ در غیر خود اسناد مشیت
اگرچہ بطریق تاخر وتبعیت باشد تجویز
کرد اما در حق خود بآن نیز راضی نہ شد
بلکہ امر کرد باسناد مشیت پروردگار
تعالیٰ تنہا بے توہم شرکت رواہ فی
شرح السنۃ انتہیٰ۔

جو چاہے اللہ اور چاہے فلاں کیونکہ اس میں
برابری چاہتا ہے ماسوائے حق تعالیٰ کے اللہ کے
ساتھ ارادہ اور مشیت میں اور لیکن کہو جو چاہا اللہ
نے پھر چاہا فلاں نے یعنی اگر ناچار ہے کہوے اور
کسی کو سوائے حق تعالیٰ کے نسبت مشیت کی کرے تو
اس طرح کہے جو چاہے اللہ تعالیٰ بعد اس کے چاہے
فلاں تاکہ مؤخر اور تابع ہونا مشیت غیر کا حق تعالیٰ
کی مشیت سے سمجھا جاوے۔ روایت کیا اس کو
امام احمد اور ابوداؤد نے۔ اور روایت منقطع
میں فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کہو جو کچھ
چاہے اللہ اور چاہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور
کہو جو کچھ چاہے حق سبحانہ تعالیٰ تنہا بے شرکت
کسی دوسرے کے اور اس مقام پر غایۃ درجہ
بندگی اور تواضع اور حق توحید ہے۔ کیونکہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے اپنے
دوسرے کے لیے اسناد مشیت کو اگرچہ
بطریق مؤخر و تابع ہونے کے ہو تجویز
فرمایا ہے لیکن خود اپنے حق میں اس کے لیے
بھی رضامند نہ ہوئے بلکہ امر فرمایا اسناد
مشیت کے لیے پروردگار تعالیٰ شانہ کے ساتھ
تنہا بے وہم شرکت کے روایت کیا اس کو
شرح السنۃ میں"

حضرت شیخ کے کلام سے واضح ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے کے لیے اسناد مشیت
کو گو بطریق تاخر کے تبعاً حق تعالیٰ کی مشیت کے ساتھ اگرچہ جائز فرمایا مگر خاص اپنے حق میں اس
کے لیے بھی راضی نہ ہوئے بوجہ مظنۂ شرک اور خالص حق توحید حق تعالیٰ کے۔ پس یہی وجہ مقدم

ہونے بیان حق توحید تقویۃ الایمان ہے۔

علاوہ ازیں تقویۃ الایمان کا پورا فائدہ جس کو مولوی نعیم الدین نے خیانت مجرمانہ سے چھوڑ کر لوگوں کو فریب دیا ہے۔ حسب ذیل ہے ناظرین کرام مولوی نعیم الدین کی نقل کردہ سے آخر تک ملا کر پڑھیں "یا کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلانے کے دل میں کیا ہے یا فلانے کی شادی کب ہوگی۔ یا فلانے درخت میں کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں، تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ و رسول ہی جانتے کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر؟ اور اس بات کا کچھ مضائقہ نہیں کہ کچھ دین کی بات میں کہے کہ اللہ و رسول ہی جانے یا فلاتی بات میں اللہ و رسول کا یوں حکم ہے کیونکہ دین کی سب باتیں اللہ نے اپنے رسول کو بتا دی ہیں اور سب بندوں کو اپنے رسول کی فرمانبرداری کا حکم کر دیا"

پس اس پورے فائدہ میں صورت شرک اور شکل جواز ہر دو امر کی تصریح خود تقویۃ الایمان میں موجود ہے۔ سادہ لوح مولوی صاحب کا اپنے خبث باطنی سے بقیاس باطل مولانا شہید مرحوم کے کلام سے کہ "جو اللہ کی شان ہے اور اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں سو اس میں اللہ کے ساتھ مخلوق کو نہ ملا دے الخ" یہ نتیجہ نکال کے مولانا شہید مرحوم پر الزام و اتہام قائم کرنا کہ معطی بالذات ہوتے میں اللہ تعالٰی کے ساتھ کسی کو نہ ملا دے اور بغیر ملائے تنہا غیر کو معطی بالذات کہے تو شرک نہیں معاذ اللہ ان صاحب عقل کے دشمن سے کوئی پوچھے کہ حضرت مولانا شہید مرحوم کے کس لفظ کا یہ مفہوم مخالف نکلتا ہے؟ یہ تو محض بادیوں کی بڑ ہے۔ جبکہ شہید مرحوم ایسے قول و فعل کو شرک فرماتے ہیں۔ جس میں حق تعالٰی کی شان کے ساتھ کسی دوسرے کو ملایا جائے۔ جس طرح شیخ الاسلام حافظ الحدیث امام ابن حجر عسقلانی و مولانا شاہ عبدالحق و ملا علی قاری مکی اور مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہم اللہ اور خود مولوی نعیم الدین نے بھی فیضان رحمت میں اللہ کے ساتھ ملانے کو شرک قرار دیا ہے تو بھلا پھر جس میں اللہ تعالٰی کا بھی ذکر نہ ہو اور غیر اللہ کو تنہا محض معطی بالذات، خالق بالذات، مالک بالذات، عالم بالذات، قادر بالذات وغیرہ قرار دیا جائے۔ بجز کسی کور باطن کے کوئی ادنیٰ عاقل اہل ایمان توحید والا بھی نہیں کہہ سکتا۔ یہ بہتان عظیم تو علمائے کرام مذکور الصدر پر بھی بجائے مولانا شہید مرحوم کے عائد کیا گیا اور خود بھی اپنے ہی پیر میں کلہاڑی مار کر خندق میں اپنے آپ کو جا گرایا۔ بقحوائے۔ ؎

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

حالانکہ صفاتِ مذکورہ حق تعالیٰ کے ذاتی ہیں چنانچہ فقہ اکبر میں امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں۔

اما الذاتیۃ فالحیٰوۃ والقدرۃ والعلم والکلام والسمع والبصر والارادۃ	"صفتِ ذاتی پس حیات اور قدرت اور علم اور کلام اور سننا اور دیکھنا اور ارادہ ہیں"

اور شرح فقہ اکبر ملا علی قاریؒ صـ۲۲ میں مرقوم ہے۔

والارادۃ ای من الصفات الذاتیۃ وھی کالمشیئۃ وھذا لاینافی ان یکون للعبد مشیئۃ لقولہ تعالیٰ اعملوا ما شئتم	"اور ارادہ صفاتِ ذاتیہ میں سے ہے جس طرح مشیئۃ۔ اور یہ منافی نہیں ہے بندہ کی مشیئۃ کے حق تعالیٰ کے فرمانے سے عمل کرو جس طرح تم چاہو"

اور فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۳۰ صـ۲۰۷ میں مرقوم ہے۔

کالحیٰوۃ والقدرۃ والعلم والارادۃ والسمع والبصر والکلام من صفات ذاتہ۔	"جس طرح حیات اور قدرت اور علم اور ارادہ اور سننا اور دیکھنا اور کلام سب صفاتِ ذاتِ باری تعالیٰ میں سے ہیں"

اور صـ۲۵۵ میں مرقوم ہے۔

وقال ابن بطال غرض البخاری اثبات المشیئۃ والارادۃ وھما بمعنی واحد وارادتہ صفۃ من صفات ذاتہ قولہ وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ وغیرھا من الایات تثبت بھذہ الایۃ ان کسب العباد انما ھو بمشیئۃ اللہ وارادتہ اھ ملخصًا۔	"اور کہا ابن بطال نے غرض امام بخاریؒ کی ثابت کرنا مشیئت اور ارادہ کا ہے اور وہ دونوں ایک ہی معنی میں ہیں اور ارادہ اللہ تعالیٰ کا منجملہ صفاتِ ذاتیہ میں سے ہے"۔ فرمانا حق تعالیٰ کا اور تم جب ہی چاہو گے جب چاہے گا اللہ۔ وغیرہ آیات میں پس ان آیات سے ثابت ہوا کہ کسب و فعل بندوں کا سوائے اس کے نہیں کہ مشیئت و ارادہ اللہ تعالیٰ کا ہے"

اور مولوی نعیم الدین کے بڑے معتمد مولوی صاحب سبحان السبوح صـ۳۳ میں لکھتے ہیں۔

"انسان کو فقط کسب پر ایک گونہ اختیار ملا ہے' اس کے سارے افعال مولیٰ عزوجل ہی کی بچی قدرت سے واقع ہوتے ہیں' آدمی کی کیا طاقت کہ بے اس کے ارادۂ تکوین کے پلک مار سکے' انسان کا صدق' کذب' کفر' ایمان' طاعت' عصیان جو کچھ ہے سب اسی قدیر مقتدر جل و علا نے پیدا کیا ہے اور اسی کی عمیم قدرت عظیم ارادہ سے واقع ہوتا ہے۔ وما تشاؤن

الا ان یشاء اللہ رب العالمین - تم نہ چاہو گے مگر یہ کہ اللہ چاہے جو پروردگار سارے جہان کا ہے" یعنی ع - اس کا چاہا ہوا ہمارا نہ ہوا۔

پس اس قول مولوی صاحب سے کہ" یہ لازم نہیں آتا کہ واؤ کے ساتھ عطف کر کے ذکر کرنا شرک ہو الخ اگر لازم نہیں آتا تو اپنے رسالہ فیضانِ رحمت ہی میں کیوں شرک ہونا لازم بتایا تھا، اب تقویۃ الایمان کی ضد و عناد میں کیوں انکار کیا جاتا ہے۔

قولہ ص۱۷ یہ نہ دیکھیں گے کہ قرآن پاک میں جا بجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر، ذکر الٰہی کے ساتھ ملایا گیا ہے اور واؤ عطف کے ساتھ ملایا گیا۔ آیت

وَمَا نَقَمُوا اِلَّا اَنْ اَغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ - "اور انہیں کیا برا لگا یہی۔ نہ کہ اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا"

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ اِنَّا اِلَى اللّٰهِ رَاغِبُوْنَ ۝ اور کیا اچھا ہوتا۔ اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ و رسول نے ان کو دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول ہم اللہ کی طرف رغبت والے ہیں۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ ۝ یعنی اے مسلمانو تمہارا مددگار نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے۔ جو نماز قائم رکھتے اور زکوٰۃ دیتے اور رکوع کرنے والے ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلاۃ والسلام کا ذکر اپنے ذکر کے ساتھ ملایا ہے اور واؤ عطف کے ساتھ وہ بھی غنی کرنے، فضل فرمانے، عطا کرنے، مدد فرمانے میں تقویۃ الایمان والے کے نزدیک یہ سب باتیں شرک ہیں۔ اور قرآن میں موجود ہیں۔ تف اس بے دینی پر۔

اقول۔ مولوی نعیم الدین کو توحید حق تعالیٰ کی ضد اور حمایتِ شرکیات میں اپنی گندہ ذہنی سے ایسی مدہوشی طاری ہے کہ اپنا قول فیضانِ رحمت بھی تقویۃ الایمان کی عداوت میں فراموش کر دیا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو استعمالِ واؤ سے ایسے موقع میں منع فرمایا ہے کہ اس میں استعمالِ واؤ موہمِ شرک اور جوازِ امر ناجائز تھا۔ کہ اس میں اللہ پاک کے ساتھ مشیت میں بندہ کو برابر کرتا ہے۔ جہاں چند امور کا جمع کرنا ناجائز ہو۔ ان کو آپس میں واؤ کے ساتھ عطف کرنا زبان عربی میں

ممنوع ہے۔ الخ ملخصاً۔ پس نہ ہر مقام میں جمع کرنا واؤ کا عطف کے ساتھ ممنوع و شرک ہے چنانچہ یہ امر خود تقویۃ الایمان میں حدیث شرح السنۃ کے فائدہ سے ناظرین پر واضح ہو چکا۔ یہ محض اپنی شقاوتِ قلبی سے آیاتِ قرآن پاک بے محل شرک کے جائز کرنے کے لیے بغرض فریب دہی پیش کی جاتی ہیں جس فریبانہ نقاب کا انکشاف امام حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی رحمہ کے اوصاف میں خود مولوی نعیم الدین نے اپنے کلمۃ العلیا ص۱۱۱ میں لکھا ہے "شیخ المشائخ، قاضی القضاۃ، اوحد الحفاظ۔ الرواۃ شہاب الدین ابوالفضل ابن حجر عسقلانی"۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۲۷ صفحہ ۲۵ میں واضح طور پر ارقام فرماتے ہیں۔

وما نقموا الا ان اغناهم الله ورسوله	"آیت وَمَا نَقَمُوْا الاية میں جو خبر دی گئی ہے
من فضله - فانما اخبر الله تعالى	اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کہ غنی کر دیا اللہ نے ان کو
انه اغناهم وان رسوله اغناهم	اور غنی کر دیا ان کو رسول نے اور ہے وہ اللہ کی
وهو من الله حقيقة لانه الذى	طرف سے حقیقتاً کیونکہ وہ قادر ہے غنی کر دینے
قدر ذلك ومن الرسول حقيقة	پر اور رسول کی طرف سے باعتبار صادر ہونے فعل
باعتبار تعاطى الفعل وكذا الانعام	کے حقیقتہً ہے اور اسی طرح انعام فرمانا اللہ تعالیٰ
انعم الله على زيد بالاسلام	کا حضرت زید پر اسلام لاتے ہیں اور انعام کرنا
وانعم عليه النبى صلى الله عليه	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کو آزاد کر
وسلم بالعتق وهذا بخلاف المشاركة	دیتے ہیں اور یہ بخلاف شرکتِ مشیت کے ہے۔
فى المشيئة فانها منصرفة لله تعالى	پس اس کا پھیرا جانا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے
فى الحقيقة واذا نسبت لغيره	حقیقت میں اور جس وقت نسبت کیا جاتا ہے
فبطريق المجاز	غیر کی طرف پس بطریق مجاز کے ہوتا ہے"

نیز تفسیر جلالین ص۱۲۵ آیت اول کی تفسیر میں مرقوم ہے بالغنا ثم بعد شدة حاجتهم اور آیت دوم کی تفسیر ص۱۲۳ میں ہے۔ من الغنا ثم ونحوها اور تفسیر جامع البیان ص۱۳۱ میں ہے اعطاهم الله ورسوله من الغنيمة والصدقة وفعل الرسول بامر الله تعالى "تقسیم کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غنیمتوں وغیرہ کو بعد ان کی سخت حاجتوں کے عطا فرمایا ان کو اللہ تعالیٰ اور رسول نے غنیمت اور صدقہ میں سے اور فعل رسول کا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے"۔ پس معلوم ہوا کہ مراد غنی کر دینے سے نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیمِ غنیمت اور صدقات وغیرہ ہیں نہ کہ شرکتِ مشیتِ باری تعالیٰ میں جس کا شرک اور

ممنوع ہونا احادیث و کلام ائمہ کرام سے واضح ہو چکا۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی ملفوظ حصہ سوم لیرنا ئیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ کے ص۹ میں لکھتے ہیں" تبی کلام الہٰی کے سمجھنے میں بیان الٰہی کا محتاج ہوتا ہے۔ ثم ان علینا بیانہ نیز ص۵۶" حدیث میں ارشاد ہوا کوئی شخص بغیر اللہ کی رحمت کے اپنے اعمال سے جنت میں نہیں جا سکتا صحابہ نے عرض ولا انت یا رسول اللہ آپ بھی نہیں یا رسول اللہ۔ ارشاد فرمایا ولا انا الا ان یتغمد نی اللہ برحمتہ اور میں بھی جب تک کہ میرا رب رحمت نہ فرمائے" گناہ نہ سہی استحقاق کس بات کا ہے دنیا ہی کا قاعدہ دیکھئے اگر اجیر ہے مزدوری کرے گا اجرت پائے گا۔ اور اگر عبد ہے مملوک ہے کتنی ہی خدمت کرے کچھ نہ پائے گا۔ ہم سب تو اسی کی مخلوق و مملوک ہیں۔ اس کی رحمت ہی رحمت ہے آپ ہی بندوں کو توفیق دے، آپ ہی ان کو اسباب دے، آپ ہی آسان فرمایا اور فرماتا ہے بدلہ ہے ان کے نیک عملوں کا نعم العبد کیا اچھا بندہ ہے، ایوب علیہ الصلاۃ والسلام کتنے عرصہ تک بلا میں مبتلا رہے اور صبر بھی کیسا جمیل فرمایا جب اس سے نجات ملی عرض کیا الٰہی میں نے کیسا صبر کیا۔ ارشاد ہوا اور توفیق کس گھر سے لایا۔ ایوب علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے سر مبارک پر خاک اڑائی عرض کیا بیشک اگر توفیق نہ عطا فرماتا تو میں صبر کہاں سے کرتا"۔ ایضاً ملفوظ حصہ چہارم حسنی پریس بریلی ۳۸ھ ص۳۲ میں لکھتے ہیں" فرمایا گیا تمہارا دین یہ ہے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ عبدہ پہلے ہے رسولہ بعد کو کہ عبد کے درجے سے نہ بڑھا دینا"

پس مولوی نعیم الدین کی جعل سازی بہ نسبت آیاتِ ربانی آشکارا ہو کر ساری لن ترانیوں پر پانی پھر گیا۔ تف اس بدمذہبی پر!

بعض مغالطے اور ان کے جواب

قولہ ص۱۶۲ دو ایک حدیثیں بھی پیش کی جاتی ہیں تاکہ معلوم ہو کر تقویۃ الایمان والے نے قرآن و حدیث دونوں کا خلاف کیا اور اس چیز کو شرک بنایا جس سے قرآن و حدیث مملو ہیں۔ حدیث ۱ بخاری شریف ج ۱ ص۱۹۸ میں مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یعنی ابن جمیل کو یہی ناگوار ہوا کہ وہ فقیر تھا اللہ و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو غنی کر دیا۔ اس میں غنی کرنے کا بیان ہے اور خود حضور نے اللہ کے ساتھ اپنے آپ کو ملایا اور واؤ ہی کے ساتھ عطف فرمایا۔ پوچھو اسمٰعیلیوں سے اس کو بھی شرک کہو گے۔

حدیث ۲ ترمذی و ابن ماجہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی اللہ و رسولہ مولی

من لا مولیٰ لہ اللہ و رسول اس کے حافظ و نگہبان ہیں۔ جس کا کوئی نگہبان نہ ہو۔ یہ آیات و احادیث اور صدہا نصوص تقویۃ الایمان کے بطلان پر قاہر دلیلیں ہیں۔ ظالم نے جو کچھ کہا قرآن و حدیث کے خلاف ہی کہا۔ اسی عبارت کے آخر میں لکھا ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا تقویۃ الایمان صہ ۲۶ اس نابینا کو وہ آیات و احادیث دکھاؤ جو ہم نے پیش کیں۔ اس جاہل نے کبھی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات بھی نہیں سنے۔ اتنا ہر جاہل جانتا ہے کہ چاند حضور کے اشارہ سے شق ہوا۔ سورج حکم سے غروب کے بعد پھر پلٹ آیا۔ درخت اپنی جگہ سے چل کر فرمانبردارانہ خدمت کے لیے حاضر ہوئے یہ سب کچھ باذن اللہ تعالیٰ حضور کے چاہنے سے ہو رہا ہے یا کسی اور کے۔ یا دشمن دین تمام معجزات کا منکر ہے۔ حدیث لو شئت لسارت معی جبال الذھب ہم نقل کر چکے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعنایت الٰہی رسول کے چاہنے سے کیا کچھ ہوتا ہے۔ یہ کلمہ کیسا مکروہ اور خلاف ادب ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ ایسا کلمہ کسی نیاز مند کے منہ سے کسی مخدوم کی شان میں نہیں نکلتا۔ مگر اسمٰعیل دہلوی کی زبان سے ایسے کلمے خاص حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نکلتے ہیں۔

اقول ۔ مولوی نعیم الدین نے اپنی ابلہ فریبی سے حدیث اول صحیح بخاری پیش کی جس میں وہی واقعہ پہلی آیت قرآن پاک وما نقموا المنقولہ مولوی نعیم الدین مذکور ہے جس کی تفصیل صاحب فتح الباری سے واضح ہو چکی۔ چنانچہ بشرح اس حدیث کے فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۶ صہ ۳۳ میں مرقوم ہے۔

فاغنا ہ اللہ ورسولہ۔ انما ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفسہ لانہ کان سببا لدخولہ فی الاسلام فاصبح غنیا بعد فقرہ بما افاء اللہ علی رسولہ واباح لامتہ من الغنائم۔ اھ	"فرمانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پھر غنی کر دیا اس کو اللہ اور اسی کے رسول نے سوائے اس کے نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا اپنے نفس کا کیونکہ تھا سبب اس کے داخل ہونے کا اسلام میں تو ہو گیا غنی بعد فقیری کے بوجہ اس کے غنیمت دی اللہ نے اپنے رسول کو اور مباح کیا امت کے لیے غنیمتوں کو"

اسی طرح دوسری حدیث ترمذی شریف جلد ۲ صہ ۲۴۳ اہل ایمان کے لیے اللہ اور رسول ہی دوست و رفیق ہو سکتے ہیں یعنی اللہ و رسول ہی کی محبت اور فرمانبرداری حقیقت میں کام آ سکتی ہے۔ پس اس میں کوئی لفظ

وجہ محبت کی سوائے قریب دہی کے مولوی نعیم الدین کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اللہ و رسول کو واؤ عطف کے ساتھ ملانے کا جواز مواقع ثابتہ میں ہے جہاں ممنوع و شرک نہ ہو اور جہاں ممنوع و شرک ہو جس طرح حسب احادیثِ مذکورہ مشیت حق تعالیٰ میں۔ خود مولوی نعیم الدین نے فیضانِ رحمت میں ممنوع و شرک برابر کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرار دیا ہے۔ اور یہی مضمون تقویۃ الایمان کے فائدہ کا صراحتہً ہے مگر یہاں بحمایتِ شرک تقویۃ الایمان کی ضد میں ظالم عنید بد نیت افعالِ شرکیہ کو بطورِ تلبیس جواز سے بدلتا ہے۔ اور معجزہ شق القمر وغیرہ درختوں کا حاضر ہونا، جو بطور خرقِ عادت انبیاء علیہم السّلام سے صادر ہوتے ہیں ان کو مشیتِ رسول میں داخل مانا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ افعال باختیار حق تعالیٰ ہیں۔ کسی نبی کا اس کے اظہار میں ذرہ بھر اختیار نہیں، خود مولوی نعیم الدین نے اپنی بے خیالی سے کلمہ حق۔ باذن اللہ و بعنایتِ الٰہی کی قید لگائی ہے! ع لو اپنے ہی جال میں صیاد آگیا۔

پھر منکرِ معجزات بتانا چہ معنی دارد۔ معجزات کا باذن اللہ تعالیٰ و باختیار حق تعالیٰ ہونا سب کے نزدیک مسلّم ہے۔ چنانچہ حضرت امام حجۃ الاسلام محمد غزالیؒ جن کی نسبت خود مولوی نعیم الدین نے ص۳۳۲ میں محی السنہ حضرت امام حجۃ الاسلامؒ، لکھا ہے۔ اور ان کی احیاء العلوم کو مستند جانتا ہے۔ آپ احیاء العلوم کتاب المحبۃ والشوق میں فرماتے ہیں۔

ولیس ذٰلک باختیار العبد۔ ”نہیں ہے یہ (معجزہ) بندے کے اختیار میں“

اور مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ تکمیل الایمان ص۲۸ میں فرماتے ہیں۔

و معجزہ فعل الٰہی است نہ فعلِ رسول زیرا کہ خرقِ عادتِ پروردگار تعالیٰ از بندہ ممکن نباشد۔

”معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ رسول کا فعل نہیں ہے۔ اس لیے کہ خلافِ عادتِ پروردگار تعالیٰ (یعنی معجزہ) بندہ سے ہو نہیں سکتا“

نیز شاہ صاحب موصوف مدارج النبوۃ ج ۲ ص۱۱۶ میں فرماتے ہیں۔

معجزہ فعل نبی نیست بلکہ فعلِ خدا است کہ بر دست وے اظہار نمودہ بخلاف افعال دیگر و کسب ایں از بندہ است و خلق از خدا و در معجزہ کسب نیز از بندہ نیست پس معنی ایں آیت انیست کہ و ما رمیت اذ رمیت صورۃ و لکن

”معجزہ فعل نبی کا نہیں ہے بلکہ فعل اللہ کا ہے کہ (نبی کے) ہاتھ پر اظہار کیا گیا۔ بخلاف دوسرے فعلوں کہ کسب ان کا بندہ کی طرف سے ہے اور پیدا کرنا ان کا اللہ کی طرف سے اور معجزہ میں کسب بھی بندہ کی طرف سے نہیں ہے۔ پس معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ نہیں مارا تو نے جس وقت مارا صورۃً

اللہ رمیٰ حقیقۃً۔ — اور لیکن اللہ نے مارا حقیقۃً"

اور مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ تفسیر فتح العزیز ج ا صفحہ ۲۲۹ و صفحہ ۲۹۳ میں فرماتے ہیں ۔

"افعالِ خارقِ عادت خواہ شبیہ بمعجزاتِ پیغمبران باشند خواہ از جنس دیگر ہمہ مقدور قدرتِ الٰہی اند و بارادہ ایجاد و صادر میشوند" "در علامات و معجزات پیغمبران ایں شرط نیست کہ موافق فرمائش منکراں بیاید یا بحد اضطرار رساند بلکہ ایں معنی در صحت ایمان خلل می کند تحقیق ما فرستادیم ترا بہ معجزاتِ حقہ و بروجہ صواب و بآنچہ مقتضائے حکمت است و آں آن است کہ ترا قدرت جبر کردن ایشاں برایمان ندہیم اھ"

"افعال خلافِ عادات خواہ مشابہ معجزات پیغمبروں کے ہوں خواہ اور جنس سے سب اختیار قدرتِ الٰہی میں ہیں اور اسی کے ارادہ اور ایجاد سے صادر ہوتے ہیں" "علامات اور معجزات پیغمبروں میں یہ شرط نہیں ہے کہ موافق فرمائش منکروں کے آوے یا لاچاری کی حد کو پہنچا وے یعنی مجبوری کے سبب قبول کرنا پڑے بلکہ یہ امر صحت ایمان میں خلل پیدا کرتا ہے۔ تحقیق ہم نے بھیجا ہے تجھ کو ساتھ معجزاتِ حقہ کے بروجہ صواب کے اور وجہ کچھ مقتضائے حکمت کا ہے یہ ہے کہ تجھ کو قدرت جبر کرنے کی ان پر ایمان کے لیے ہم نے نہیں دی ہے"

بلکہ خود جناب مولانا شہید مرحوم تقویۃ الایمان صفحہ ۲۱ میں فرماتے ہیں ۔

"سب انبیاء و اولیاء کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور لوگوں نے انہیں کے بڑے بڑے معجزے دیکھے، انہیں سے سب اسرار کی باتیں سیکھیں، اور سب بزرگوں کو انہیں کی پیروی سے بزرگی حاصل ہوئی۔"

نیز تقویۃ الایمان صفحہ ۵۸ میں فرماتے ہیں ۔

"سننا چاہیئے کہ سردار کے لفظ کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ وہ خود مالک مختار ہو اور کسی کا محکوم نہ ہو خود آپ جو چاہے سو کرے جیسے ظاہر میں بادشاہ سو یہ بات اللہ ہی کی شان ہے ان معنوں کی اس کے سوائے کوئی سردار نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ رعیتی ہی ہو مگر اور رعیتوں سے امتیاز رکھتا ہو کہ اصل حاکم کا حکم اول اس پر آئے اور اس کی زبان اوروں کو پہنچے جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سو ان معنوں میں ہر رسول اپنی اُمت کا سردار ہے اور ہر امام اپنے وقت کے لوگوں کا اور ہر مجتہد اپنے تابعوں کا اور ہر بزرگ اپنے مریدوں اور ہر عالم اپنے شاگردوں کا کہ یہ بڑے لوگ ان کے حکم پر آپ قائم ہوتے ہیں اور پیچھے اپنے

چھوٹوں کو سکھاتے ہیں، اسی طرح سے ہمارے رسولؐ سارے جہان کے سردار ہیں کہ اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے احکام پر سب سے زیادہ قائم ہیں اور لوگ اللہ کی راہ سیکھنے میں ان کے محتاج ہیں۔ ان معنوں میں ان کو سارے جہان کا سردار کہنا کچھ مضائقہ نہیں۔ بلکہ ضرور یوں ہی جاننا چاہیئے اور ان پہلے معنوں سے ایک چیونٹی کا بھی سردار ان کو نہ جانیئے۔ کیونکہ وہ اپنی طرف سے ایک چیونٹی میں بھی تصرف نہیں کر سکتے"۔

پس ناظرین پر کلام ائمہ کرام سے معجزات کی حقیقت اور تقویۃ الایمان میں خصوصاً مولانا شہید مرحوم کی روشن بیانی سے معجزات کا ثبوت اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی تعریف اور مرتبہ آفتاب کی مانند واضح ہو کر مولوی نعیم الدین کی ساری ملمع سازی فریب کاری کھل گئی مزید برآں مولوی صاحب کے اعلیٰ حضرت بریلوی کے والد مولوی محمد نقی علی خاں صاحب جواہر البیان حسنی پریس بریلی کے صـ۴۲ میں لکھتے ہیں۔

"پیغمبرؐ و صدیقؓ اس کی بے نیازی سے خائف و ترساں برق غضب اس کی ہزار برس کی طاعت و ریاضت جلا کر خاک بناتی ہے"۔

نیز ہدایۃ البریۃ حسنی پریس بریلی کے صـ۴۲ میں لکھتے ہیں "تمام انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین اس کے خوف سے بید کی طرح کانپتے ہیں"۔ اور خود مولوی نعیم الدین نے اپنی الکلمۃ العلیاء صـ۳۳ میں لکھا ہے۔

"حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ کے علم کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں۔ ذرہ کو آفتاب سے اور قطرہ کو سمندر سے جو نسبت ہے وہ بھی یہاں متصور نہیں کہاں خالق۔ کہاں مخلوق۔ مماثلت و مساوات کا تو ذکر ہی کیا، علم الٰہی کے حضور تمام مخلوق کے علوم اقل قلیل ہیں۔ کوئی ہستی نہیں رکھتے"۔

اہل انصاف نے ملاحظہ فرما لیا۔ کہ "نیاز مندوں" کے ہی منہ سے خصوصاً مخدوم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شان میں ایسے کلمے نکلتے ہیں۔ فما هو جوابكم فهو جوابنا۔

قولہ صـ۴۷ اور اپنے پیروں اور دوسرے لوگوں کے لیے یہ سب باتیں ثابت کرنا ہے جن کا ثابت کرنا حضور کے لیے شرک بتاتا ہے ملاحظہ کیجئے صراط مستقیم صـ۴۲

وبسبب ہمیں اجتبا و اصطفاء رضائے حق و رضائے ایشاں مندرج شدہ و اتباع حق و اتباع ایشاں منحصر گردیدہ و سخط حق با سخط ایشاں تلازمے و تلاصقے پیدا کردہ اھ

یہاں صدیقوں کے لیے اجتباء و اصطفاء ثابت کیا اور ان کی رضا کو خدا کی رضا ان کے

اتباع کو خدا کا اتباع اور ان کی ناراضی کو خدا کی ناراضی قرار دیا۔

اقول ۔ مولوی صاحب کی کس درجہ بے عقلی اور جہالت ہے۔ جب بھیڑیا کی موت آتی ہے تو شہر میں گھستا ہے۔ کچھ چارہ کار نہ ہوا تو حضرت صدیقین پر حملہ کر کے مولانا شہید مرحوم پر صراط مستقیم کے متعلق محض اتہام سے اپنا رفض ظاہر کیا۔ چنانچہ صراط مستقیم میں مراتب و کمالات صدیقیت کے ضمن میں جو مضمون آیات کلام ربانی۔ اس عبارت منقولہ کے صدر سے ملحق ہے حسب ذیل ہے۔

اَللّٰهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ وَاِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ۔

"اللہ تعالیٰ چھانٹ لیتا ہے فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والا اور آدمیوں میں سے۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے پسند کیا آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کو اور آل عمران کو سارے جہان سے اور ہر ایک کو ہم نے جہان والوں پر فضیلت دی ہے اور ان کے باپ دادوں اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں کو اور پسند کیا ان کو اور سیدھے راستہ پر چلایا ان کو اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب ہاتھوں اور آنکھوں والوں کو ہم نے ان کو چنے ہوئے آخرت کی یاد سے امتیاز دیا ہے۔ اور بیشک وہ ہمارے یہاں پسندیدہ نیک لوگوں میں سے ہیں"۔

بیان ہمیں معاملہ است و بسبب ہمیں اجتبا و اصطفا الخ

جس سے واضح ہوا کہ حق تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کو مع ان کی ذریات و اخوان و آباء و اجداد کے پسند فرمایا۔ اور بعد انبیاء کے تمام امت میں مرتبہ و تفضیلت صدیقین کو حاصل ہوا۔ چنانچہ مولانا شہید مرحوم کے جد امجد حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ حجۃ اللہ البالغہ عربی صـ۲۸۳ مع مترجم صـ۴۴۴ میں فرماتے ہیں۔

"از انجملہ صدیقیت و محدثیت ہے اور ان کی حقیقت یہ ہے کہ امت میں سے ایک شخص

ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنی فطرتِ ذاتی کے اعتبار سے انبیاء کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے جیسے کہ شاگرد فطین کو شیخ محقق کے ساتھ نسبت ہوتی ہے پھر اگر اس شخص کو فوائے عقلیہ کے اعتبار سے تشبیہ ہو تو وہ صدیق یا محدث ہے اور اگر اس کو مشابہت قوائے عملیہ کے اعتبار سے ہے تو وہ شہید اور حواری ہے اور صدیق اور محدث میں یہ فرق ہے کہ صدیق کا نفس نبی کے نفس سے قریب تر الاخذ ہوتا ہے۔ جیسے گندھک کو آگ کے ساتھ نسبتِ قریبہ ہے پھر جب وہ شخص آپ سے کوئی خبر سنتا ہے تو اس کے نفس میں اس کی بے انتہا وقعت ہوتی ہے اور اس کو دلی شہادت سے قبول کر لیتا ہے۔ یہاں تک کہ گویا اس کا علم اس کے نفس میں بغیر تقلید کے حاصل ہوا ہے" اھ ملخصاً

پس مولوی نعیم الدین کی یہ بے تکی ہے کہ اپنے پیروں اور دوسرے لوگوں کے لیے یہ سب باتیں ثابت کرتا ہے جن کا ثابت کرنا حضور کے لیے شرک بتاتا ہے۔ نعوذ باللہ من ھذہ الھفوات حضرت! ہر نکتہ مکانے دارد۔ مقامِ توحید باری تعالیٰ عزّ اسمہٗ کی صفاتِ خاصہ میں خواہ کوئی کسی اعلیٰ کو یا ادنیٰ کو شریک ٹھہرا دے۔ سب شرک ہوگا۔ یہی عین مقصد تقویۃ الایمان ہے۔ اور مقامِ فضیلتِ مخلوقات میں علیٰ حسب مراتب امر جدا ہے۔ چنانچہ مولانا شہید مرحوم کی تقویۃ الایمان اور دیگر تصنیفات اوصاف و کمالاتِ فضائل و محامد حضرات انبیاء کرام خصوصاً جناب نبی کریم فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ و آلہٖ واصحابہ وسلم۔ سے پر تر ہیں۔ خود صراطِ مستقیم کے خطبہ ص۳ میں مولانا شہید مرحوم عرض کرتے ہیں۔

"درود نا محدود بر علم عرصۂ وجود صاحب مقام محمود مطلع جریدۂ اصفیاء مقطع قصیدۂ انبیاء رونق افزائے چمن اصطفاء گلِ سر سبد گلشن اجتباء مضمون کتاب ایجاد و تکوین مقصود خطاب ارشاد و تلقین طغرائے فرامین تکلیف و تشریع۔ خط کش دوادین تدلیس و تلمیع اعنی احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہٖ و اصحابہ اجمعین۔ وعلیٰ وراثہم و نوابہ الی یوم الدین وعلینا معہم و فیہم برحمتک یا ارحم الراحمین"

نیز منصب امامت ص۳۳ میں مولانا شہید مرحوم فرماتے ہیں۔

پس میگوئیم کہ مقاماتِ انبیاء و کمالاتِ ایشاں ہر چند بسیار از بسیار ست و خارج از حد شمار کہ احصار آن از مثل	"میں کہتا ہوں کہ مقاماتِ انبیاء علیہم السلام وکمالات ان کے ہر چند بسیار از بسیار خارج از حد شمار ہیں۔ اور ہم جیسے آدمیوں سے

ما مردم کہ از احاد امتیم متعسر ست بل	کہ احاد اُمت سے ہیں اس کا احاطہ اور
متعذر۔	احصار دشوار ہے"

نیز مولانا شہید مرحوم خطبہ ایضاح الحق صلے میں فرماتے ہیں والصّلوٰۃ والسّلام علی اکرم الخلق محمدہ البشیر النذیر الذی بعثہ اللہ الی الناس کافۃ وسماء بالسراج المنیر وعلی آلہ واصحابہ الذین فازوا بنصرۃ الدین وکبت المشرکین بلسان المناظرۃ وسجت السّد میر اھ۔

پس مولوی صاحب کی دیدہ دلیری مثل آفتاب آشکارا ہوئی مولانا شہید رح کی تصریحات سامنے رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　　چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

قولہ صـ۱۲۳ اور صـ۶۶ میں حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کی نسبت لکھا۔

قطبیت وغوثیت وابدالیت وغیرہا	"قطبیت غوثیت ابدالیت وغیرہا تمام
ہمہ از عہد کرامت مہد حضرت مرتضیٰ	مناصب حضرت علی مرتضیٰ رض کے زمانہ مبارک سے دنیا
تا انقراض دنیا ہمہ بواسطۂ ایشاں ست	کے اختتام تک سب انہیں کے وسیلہ و واسطہ
و دور سلطنت سلاطین وامارت امرار	سے ہیں اور سلاطین کی سلطنت اور امیروں
ایشاں را دخلے ست کہ بر سیاحین	کی امیری میں انہیں ایسا دخل ہے جو سیاحین
عالم ملکوت مخفی نیست۔	عالم ملکوت پر ظاہر ہے"

یہاں تو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا یہ اختیار مانا کہ قطب غوث ابدال بنانا سب ان کے ہاتھ میں ہے، بادشاہوں کو بادشاہت اور امیروں کو امیری ان کے فیض و کرم سے ملتی ہے تقویۃ الایمان میں کونسی شرارت کی رگ اچھلی کہ حضور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ لکھ ملا کہ رسول کے چاہے سے کچھ نہیں ہوتا۔ تقویت الایمان کے حکم سے صراط مستقیم کی یہ عبارت شرک اور اسمٰعیل اپنے حکم سے آپ مشرک۔ تقویت الایمان میں حضرت علی مرتضیٰ کی نسبت یہ بھی لکھا ہے کہ جن کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ اس تناقض کو دیکھیے تقویت میں تو کسی چیز کا مختار نہیں اور صراط مستقیم میں سلطنتیں دنیا اور قطبیت وغیرہ کے مناصب عطا کرنا سب حضرت مرتضیٰ کے ہاتھ میں بتانا۔

اقول۔ مولوی نعیم الدین کی اولاً یہ جہالت یا بددیانتی ہے کہ صراط مستقیم کا باب دوم

ص۴۹ سے شروع ہوتا ہے جس میں یہ عبارت ص۴۶ پر واقع ہے یہ باب ہرگز مولانا شہید مرحوم کا نہیں ہے۔ بلکہ مولانا عبدالحی مرحوم کا ہے ظالم بددیانت نے کسی کی عبارت کسی کے ذمہ لگا دی جس سے ساری فریب کاری نسیاً منسیا ہوکر تتہ خاک مذلت ہوگئی۔ معاذ اللہ منہ ثانیاً اپنی بددیانتی سے اول آخر عبارت کا چھوڑ کر جاہلوں کو فریب میں مبتلا کیا۔ حالانکہ تفضیلات مرتضوی میں پوری عبارت من اولہٖ وآخرہٖ مع نقل کردہ مولوی نعیم الدین یہ ہے۔

وحضرت مرتضیٰ را یکنوع تفضیل برحضرت شیخین ہم ثابت است وآں تفضیل بجہت کثرت اتباع ایشاں ووساطت مقامات ولایت بلی سائر خدمات است مثل قطبیت وغوثیت وابدالیت وغیرہا ہمہ از عہد کرامت مہد حضرت مرتضیٰ تا انقراض دنیا ہمہ بواسطہ ایشاں ست ودر سلطنت سلاطین وامارت امراء ایشاں را دخلے ست کہ بر سیاحین عالم ملکوت مخفی نیست۔ وایں عطیۃ الٰہیہ بمقابلہ آنست کہ گاہے انتظام خلافت ومملکت وسلطنت درآل اطہار ایشاں صورت نہ بستہ باوجودیکہ بعضے کبرائے ایشاں اعلی اللہ درجاتہم فی العلیین مساعی وافرہ دریں کار مبذول فرمودند ودرنجہائے فراوان در تحصیل ایں کار برخود تحمل نمودند واکثر سلاسل اہل ولایت ہم منتسب بجناب مرتضیٰ است پس روز نشخیز بسبب کثرت اتباع کہ اکثرے درآنہا صاحب شانہائے بلند ومراتب ارجمند خواہند بود موکب مرتضوی باں ابہت وجلال نمودہ خواہد شد کہ تماشائیان آں مقام ونظارگیان آں مجمع بے نظیر را موجب تعجب بسیار خواہد گشت وظہور ہمیں مقام بربعضے منصوفان وتعالے مقام شیخین رضی اللہ عنہما باعث آں گردیدہ کہ در تفضیل جناب شیخین رضی اللہ عنہما تردد بہم رسانیدہ از عقیدہ راسخہ اہل سنت متزلزل شدہ اند واگرنہ فی الحقیقت شانیکہ جناب شیخین رضی اللہ عنہما را بسبب انتظام خلافت بلکہ قطع نظر ازاں ثابت است باایں ابہت وجلال نسبت انفضلیت ومساوات ندارد بلکہ شان آں ہر دو برگزیدہ جمیع اتباع انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات قطع نظر از خلافت بسبب شرح صدر ووسعت حوصلہ وتلقی اعتدال درہرباب از اخلاق وتدبیر منزلی ومدنی وسیاست ملک وملت کہ آنرا برتشبیر بالا نبیاء تعبیر تواں کرد الخ۔

پس اس جملہ عبارت صراط مستقیم میں مولوی نعیم الدین کی یہ فریب کاری وجعل سازی کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کا یہ اختیار مانا کہ قطب غوث ابدال بنانا سلطنتیں دنیا ان کے ہاتھ میں ہے۔

معاذاللہ منہ۔

اس بہتان بندی اور ظلم کا کچھ ٹھکانا ہے جس کا شمّہ تک بھی اس میں ذکر نہیں۔ بلکہ اکثر سلاسل ولایت آپ کے واسطہ سے منسوب ہونے کی اس میں تصریح و تشریح ہے نہ کہ ان کا اختیار آپ کے ہاتھ میں کہ یہ حق تعالیٰ ہی کی شان ہے۔ اسی طرح امورِ سلطنت و امارت میں دخل کے معنی۔ اسی طرح ہے جو حدیث میں آپ کی شان میں دا قضا ھُمُ علی الحدیث وارد ہے۔ مگر بحکمتِ حق تعالیٰ آپ کی آلِ اطہار میں خلافت و سلطنت کا جو ظہور نہ ہوا۔ اس کے مقابلہ میں بعطیہ آپ کو تمام کمالاتِ ظاہر و باطن کے منصب و فضیلت کے تاج سے سرفراز فرمانے کی تصریح اس میں موجود ہے۔ کہ بڑے بڑے اہلِ کمالِ ولایت و خلفاء و شاہانِ عادل آپ کے لشکر میں محشور ہوں گے۔ یہ مخلوقات میں فضائل و مراتب کے عطیے ہیں اور تقویۃ الایمان میں اظہارِ الوہیت و قدرتِ حق تعالیٰ اور ذلّتِ عبدیّت کا بیان ہے۔ لہٰذا تقویۃ الایمان میں یہ وہی خالص توحیدِ ایمانی و صالحیت کی مبارک رگ ہے۔ جس کو خود مولوی نعیم الدین نے بھی فیضانِ رحمت میں مشیّتِ باری تعالیٰ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مساوات مان کر داخلِ شرک کہا ہے۔ اور یہاں اس توحیدِ مشیّت سے منحرف ہو کر تقویۃ الایمان کی ضد میں شرک کو جائز کہا ہے جس سے بقول خود مولوی نعیم الدین کو قطع نظر تناقض کے شرک میں گرفتار ہونا پڑا۔ اور جس طرح تقویۃ الایمان میں درباب توحید حق تعالیٰ کے محمد و علیؓ کا مختار نہ ہونا مذکور ہے۔ جس کی تائیدات مولوی نعیم الدین کے جواب میں مفصل دندانِ شکن بحوالہ شاہ عبدالعزیز صاحب رح تحفہ اثنا عشریہ سے گزر چکی ہے۔ اسی طرح تقویۃ الایمان خصوصًا باب دوم الفصل الرابع فی ذکر الصحابۃ و اہل البیت رضی اللہ عنہم میں فضائل و ممادحات و کمالاتِ انبیاء اور اولیاء آل و اصحاب مذکور ہیں۔ ہر نکتہ مکانے وارد۔

وما علینا الا البلاغ۔

قولہ صـ۱۷۳ صراطِ مستقیم کے صـ۱۱۳ میں لکھا۔

ارباب ایں مناصب رفیعہ ماذون مطلق در تصرف عالمِ مثال و شہادت می باشند ایں کبار اولی الایدی والابصار را می رسد کہ تمامی کائنات را بسوئے خود نسبت نمایند مثلاً ایشاں را میرسد کہ بگویند	"اس رفیع منصب کے لوگ عالمِ مثال و عالمِ شہادت میں تصرف کرنے کا اختیار کامل رکھتے ہیں۔ ماذونِ مطلق ہیں ان بڑے قدرت و علم والوں کو حق ہے کہ تمام کائنات کو اپنی طرف نسبت کریں اور کہہ دیں کہ عرش سے فرش تک ہمارا

کہ از عرش تا فرش سلطنت ما ست۔   سلطنت ہے ؟

یہ وہی اسمٰعیل ہے جو تقویۃ الایمان میں حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہتا ہے کہ وہ کسی چیز کا مختار نہیں اور ان کے چاہے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اور ان کی نسبت ایسی عقیدت رکھنا داخل شرک قرار دیتا ہے۔ یہاں صراط مستقیم میں اولیاء کے لیے تصرف تام و اختیار کامل مان کر اور یہ کہہ کر بقول خود مشرک ہو گیا۔ کہ ان کا حق ہے کہ وہ تمام عالم کو اپنی سلطنت بتائیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عناد و بدنصیب کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی ذات پاک سے ہے۔ قائلہ اللہ اھ

اقول۔ اولاً یہ عبارت ص۱۱۲ باب دوم مؤلفہ مولانا عبدالحی مرحوم کی ہے تو کہ مولانا شہید مرحوم کی ظالم، عنید، بدنصیب، خائن، مفتری، کذاب نے مولانا شہید مرحوم کی طرف بہتان لگا کر اور مشرک قرار دے کر خسر الدنیا والاٰخرۃ کا اپنے آپ کو مورد بنایا یا۔ ثانیاً اصل مضمون ان کا اکابر اولیاء عارفان حق کی شان میں ہے۔ جو اپنے احوال سے توحید حق تعالیٰ شانہ میں فانی ہو چکے ہیں۔ چنانچہ اس مضمون کو اوپر سے ملا کر ان کے احوال میں ملاحظہ فرمایئے۔ جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

"قطع تعلق ما سوائے اللہ سے کر دیتے ہیں اور ان تمام کو اپنے منعم حقیقی و مولائے حقیقی کا سمجھتے ہیں۔ مثلاً اپنے ہاتھ کو ہاتھ نہیں جانتے اور اپنے سر کو اپنا سر نہیں خیال کرتے اور تمامی حشمت و شوکت اور مال و منال اور تمام اسباب دنیا کو حضرت حق جل شانہ کا سمجھ کر ہرگز کسی قسم کا بھروسا ان پر نہیں کرتے اور ان کے صرف کرنے میں مرضیات حق سبحانہ کے مطابق کسی قسم کا دریغ و قصور نہیں کرتے اور یہ وسوسہ کہ زندگانی اور معاش کس طرح سے گزرے گی۔ ہرگز خیال میں نہیں گزرتا وغیرہم اھ ملخصاً (جس طرح حدیث میں وارد ہے کہ حق تعالیٰ ایسے بندوں کے حق میں فرماتا ہے کہ میں ان کی آنکھ کان زبان وغیرہم ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتے سنتے پکڑتے چلتے ہیں) القصہ جب یہ معنی یعنی امور دنیا و عقبیٰ سے تبری بے تعلقی اس کے دل کے اندر جاگزین ہو جاتی ہے اور اس کی طبیعت کی تہ میں مستحکم ہو کر بیٹھ جاتی ہے اور مقام فنا کا پورا پورا ارادہ حاصل ہو جاتا ہے تو عنایت غیبی اس کو برگزیدہ کر کے بمنزلہ چیلہ خاص کے جس طرح بادشاہان ذی الاقتدار اپنے بعض مطیعین کو تمام رعایت سے ممتاز کر کے چیلہ خاص کے خطاب سے اسے ملقب فرماتے ہیں پس جس طرح چیلہ خاص کو اجازت مطلق تصرف کرنے متاع اسباب خانہ داری وغیرہ اپنے مولیٰ کی ہوتی ہے۔

اور اس کی تمام سلطنت کو اپنی طرف نسبت کرتا ہے مثلاً چیلہ خاص بادشاہ ہندوستان کو پہنچتا ہے کہ کہہ دے کہ سلطنت ہماری شہر کابل سے لے کر سمندر کے کنارہ تک ہے اسی طرح اصحاب ان مراتبِ عالیہ اور مناصب رفیعہ با جازتِ مطلق تصرف کرنے عالم مثال اور شہادت کے ہوتے ہیں اور ان بڑے بڑے اولی الایدی والابصار کو پہنچتا ہے کہ تمام کلیات کو اپنی طرف نسبت کریں مثلاً ان کو پہنچتا ہے کہ کہہ دیں کہ عرش سے فرش تک سلطنت ہماری ہے و معنی اس کلام کے یہ ہیں کہ عرش سے فرش تک سلطنت ہمارے مولیٰ کی ہے اور ہماری سب چیزوں کی طرف نسبت متساوی ہے، کسی چیز کو ہمارے ساتھ خصوصیت نہیں ہے کہ وہ چیز ہماری طرف منسوب ہو اور اس کے سوائے چیزیں ہماری طرف منسوب نہ ہوں واللہ اعلم بالصواب انتہیٰ۔

پس ناظرین کرام جملہ عبارت کی کاٹ چھانٹ خط کشیدہ میں مولوی نعیم الدین کی بددیانتی اور فریب کاری کو ملاحظہ فرمائیں۔ کہ اصل عبارت میں بھی بجائے لفظ کلیات کے کائنات بنا یا گیا۔ پھر ترجمہ میں یہ تحریف کہ "تصرف کرنے کا اختیار کامل رکھتے ہیں"۔ جو اس میں اس طرح ہرگز نہیں ہے، اصل میں لفظ ماذونِ مطلق ہے۔ جو بلا ترجمہ چھوڑ دیا گیا، تاکہ عوام میں فریب پوشیدہ رہے۔ کیونکہ اس کے معنی اجازتِ مطلق کے ہیں۔ مالک الملک جل شانہٗ ہی کو اختیار کامل حاصل ہے۔ نہ کہ کسی دوسرے کو وہ اپنی اجازت و حکم سے جس کو جس قدر چاہے عطا فرما دے وماتشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العالمین فی الواقع مولوی نعیم الدین کے زعم باطل میں اولیاءِ گذشتگان کے متصرف اور ان کے اختیار کامل ہونے کا عقیدہ ہے جو ہرگز اس عبارت سے نہیں ثابت ہو سکتا۔

بلکہ اہل اللہ عارفانِ حق کو عالم مثال و شہادت میں علیٰ حسب حالات و مراتبِ کشف و سیر کی اجازتِ مطلق عطا فرمائی جاتی ہے۔ معہذا اس میں وہ بلا اجازت ذرہ بھر تصرف کی قدرت و اختیار نہیں رکھتے اور یہ سب امور ظنیات ہیں نہ کہ قطعیات و اعتقادات۔ پھر اس کے اوّل و آخر عبارت کو چھوڑ دیا گیا جس سے یہ پتہ چلتا کہ تمام عالم کو اپنی سلطنت بنانے کے کیا معنی ہیں۔ کیونکہ یہ رموزِ تصوف ہیں۔ چنانچہ تصنیف را مصنف نیکو میداند مقولہ مشہور کے مطابق اس میں خود تصریح ہے کہ معنی اس کلام کے یہ ہیں الخ تفصیل اس بیان کی خود صراطِ مستقیم میں مرقوم ہے۔ پس تقویت الایمان میں مشیتِ حق تعالیٰ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرکتِ مشیت کو جس طرح حسبِ احادیث و اقوالِ ائمۂ علمائے کرام شرک فرمایا گیا ہے۔

اسی طرح مولوی نعیم الدین نے فیضانِ رحمت میں اللہ کے ساتھ رسول کی مساوات ماننے کو

شرک قرار دیا ہے۔ یہاں اس کے انکار سے بقولِ خود اپنے مشرک ہونا لازم آیا۔ بدبخت یہ نہیں دیکھتا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی سبحٰن السبوح صــ۴۳ میں لکھتے ہیں" انسان کو فقط کسب پر ایک گونہ اختیار ملا ہے، اس کے سارے افعال مولیٰ عزّوجل ہی کی سچی قدرت سے واقع ہوتے ہیں آدمی کی کیا طاقت کہ بے اس کے ارادہ و تکوین کے پلک مار سکے"

نیز مولوی صاحب بریلوی ملفوظات حصہ چہارم حسنی پریس بریلی کے صــ۱۱ میں لکھتے ہیں۔

"قلبِ مبارک (نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی عظمت کو کوئی نسبت ہی نہیں ہو سکتی عظمتِ ربّ العزۃ جلّ جلالہٗ سے کہ غیر متناہی وہ متناہی اور متناہی کو غیر متناہی سے نسبت محال"

اور مولوی صاحب بریلوی کے والد مولوی محمد نقی علی خاں صاحب جواہر البیان صــ۲۷ میں لکھتے ہیں۔

"اس دربار میں مقرب فرشتے اور اولوالعزم پیغمبر نہایت فروتنی اور عاجزی سے سر جھکاتے اور اولیاء و اصفیاء کس ادب و تعظیم سے بندگی بجا لاتے ہیں"

اور خود مولوی نعیم الدین نے اپنی الکلمۃ العلیا صــ۳ میں لکھا ہے۔

"حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں، ذرہ کو آفتاب سے اور قطرہ کو سمندر سے جو نسبت ہے وہ بھی یہاں متصور نہیں۔ کہاں خالق اور کہاں مخلوق مماثلت و مساوات کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ علمِ الٰہی کے حضور تمام مخلوق کے علوم اقل قلیل ہیں کوئی ہستی نہیں رکھتے"

پس اس سے واضح ہوتا ہے کہ مولوی نعیم الدین کے اعلیٰ حضرت بریلوی کو نیز بقول خود شانِ اقدس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے از حد عداوت و دشمنی ہو گی معاذ اللہ من غضبہ تعالیٰ وعقابہ۔

قولہٗ، صــ۱۷۴ اسی صراطِ مستقیم کے صــ۳۶ میں لکھا۔ اکابر ایں طریق در زمرۂ ملائکہ مدبرات الامر کہ در تدبیر امور از جانب ملاء اعلیٰ ملہم شدہ در اجرائے آں میکوشند معدود و اند۔ یہاں محدثین و شہداء کو مدبرات الامر میں داخل کیا اور عالم میں متصرف مان لیا۔ غرض تقویۃ الایمان کا بطلان جیسا کہ نصوص صریحہ سے ظاہر ہے خود مصنف کے کلام سے بھی واضح ہوا۔

اقول۔ اولاً صراطِ مستقیم صــ۳۶ میں عبارت بالجملہ ائمہ ایں طریق و اکابر ایں فریق در زمرہ الخ ہے۔ نہ کہ جس طرح مؤلف خائن نے نقل کیا۔ ثانیاً پھر اس میں کون سا لفظ متصرف مان لینے کا ہے۔ وہاں تو ان اکابر اہلِ توحید کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں جو توحیدِ خالص اور

اتباعِ سنّت میں راسخ القدم عارفِ کامل خلق اللہ کے امام و ہادی، اہلِ خدمات اقطاب و اوتاد وغیرہ سے موسوم ہیں۔ نہ وہ اکابر اولیاءِ عظام جو اس دارِ فانی سے گزر گئے۔ مولوی نعیم الدین کی فریب کاری پر تعجب ہے کہ اس کے بعد کی عبارت جو اس سے ملحق ہے چھوڑ دی جو یہ ہے پس احوال ایں کرام بر احوال ملائکہ عظام قیاس باید کرد اھ یعنی "جس طرح ملائکہ تدبیر امور پر مامور ہیں، اسی طرح یہ اکابر بھی ہدایتِ خلق اللہ پر مامور ہیں ان میں بڑی فضیلت اور مرتبہ والے محدّث اور شہداء ہیں۔ محدّث صاحبِ الہامِ ربانی کو کہتے ہیں جن کی فطرتِ ذاتی انبیاء علیہم السلام کے مشابہ تحلی الیقین سے ہوتی ہے۔ اور شہداء کی پاک طینۃ قوائے عملیہ کے ساتھ ابتداء ہی سے ہوتی ہے پس ایسے نفوسِ طیبّہ حق تعالیٰ کی جانب سے مثل ان ملائکہ عظام کے جو تدبیر امورِ عظام پر ملاءِ اعلیٰ سے ملہم و مامور ہیں گنتی کے چند ہوتے ہیں اور ان امور کے اجرا میں ساعی رہتے ہیں اھ ملخصاً صراطِ مستقیم ص ۲۶

یعنی توحیدِ خالص اور اتباعِ سنّت اور قلع و قمعِ رسوماتِ شرک و بدعت گور پرستی وغیرہم میں خلق اللہ کی تربیت کے لیے کوشاں و مصروف رہتے ہیں اور تا قیامِ ساعت رہیں گے۔ اُن کے ساتھ حق تعالیٰ کی حمایت و نصرت شاملِ حال ہمیشہ رہے گی۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال طائفۃ من امتی منصورین لا یضرھم من خذلھم حتی تقوم الساعۃ قال ابن المدینی ھم اصحاب الحدیث رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح۔ (مشکوٰۃ ص ۵۸۳)	"فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ رہے گا۔ ایک گروہ میری اُمت سے مدد کیا گیا نہ ضرر کرے گا ان کو جو ان کی مدد کرنا چھوڑ دے۔ یہانتک کہ قائم ہوگی قیامت۔ فرمایا امام ابن المدینی رحمہ اللہ نے وہ گروہ اہلِ حدیث ہے۔ روایت کیا اس حدیث کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔"

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ مدارج النبوّت ج ا ص ۱۷۵ میں فرماتے ہیں۔

وابدال اہل علم اند و امام احمد گفتہ ابدال اگر اصحاب حدیث نباشند پس چہ کسان باشند۔	"ابدال اہلِ علم ہوتے ہیں اور امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا ابدال اگر اصحابِ حدیث (یعنی اہلِ حدیث) نہ ہوں گے۔ تو پھر کون لوگ ہوں گے"

اسی طرح علمائے کرام نے اپنی اپنی تالیفاتِ نفیسہ حجۃ اللہ البالغہ وغیرہ میں اس کی تفصیل فرمائی ہے یہ مرتبہ اعزازِ نیابتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز گور پرستوں پیر پرستوں مبتدعین کو جو غیراللہ کو متصرف فی الامور جانیں۔ نصیب نہیں ہو سکتا۔ مولوی صاحب بریلوی کے والد مولوی محمد نقی علی خاں صاحب سرور القلوب فی ذکر المحبوب مطبوعہ نولکشور ص ۲۱۸ میں لکھتے ہیں:

"فرمایا میری اُمّت کا ایک گروہ اللہ کے حکم پر ہمیشہ قائم رہے گا۔ انہیں نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ جو ان کو چھوڑے گا۔ اور ان کا خلاف کرے گا۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم آئے گا۔ اور وہ اسی حال پر قائم ہوں گے"

مولوی صاحب بریلوی احکامِ شریعت حصّہ سوم ابوالعلیٰ پریس آگرہ کے ص ۲۵ میں لکھتے ہیں۔ "وہی اکیلا حاکم اکیلا خالق اکیلا مدبر ہے۔ سب اس کے محتاج ہیں۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اس نے عالمِ اسباب میں ملائکہ کو تدابیرِ امور پر مقرر فرمایا ہے۔ قال تعالیٰ والمدبرات امرا۔

الغرض تقویۃ الایمان کے مقصدِ توحید کے ہر جزئی کی تائید جس طرح کلامِ ربانی واحادیث رسولِ صمدانی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صراحۃً واضح ہے اسی طرح تقویۃ الایمان مع دیگر کتبِ مصنفہ مولانا شہید مرحوم صراطِ مستقیم، منصبِ امامت، مثنوی سلکِ نور وغیرہم سے فضائل ومحامد اور اوصاف وکمالاتِ مراتب حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاءِ عظام رحمہم اللہ بشرح وبسط حسبِ نصوصِ صریحہ ظاہر ہیں۔ فمن شاء فلیطالعھا۔

حاصل یہ کہ مولوی صاحب نے اپنی بے سمجھی سے عبارت "صراطِ مستقیم" میں حضرات اکابر ائمہ گزشتگان کے تصرّف کا اتہام مولانا شہید مرحوم پر لگایا ہے۔!

کسی شخص کو شہنشاہ کہنے کی ممانعت

قولہ ص ۱۷۴ و ۱۷۵ شہنشاہ۔ تقویۃ الایمان ص ۱۱ میں کسی مخلوق کو شہنشاہ (کہنا) بھی شرک بتایا ہے۔ اور ص ۶۵ میں اس کی تفصیل اس طرح کی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لفظ اللہ ہی کی شان کے لائق اور اس میں پایا جاتا ہے۔ اور کسی کو نہ کہے۔ جیسے "بادشاہوں کا بادشاہ مالک سارے جہان کا"۔ تقویۃ الایمان کا یہ مضمون اس کی نقل کی ہوئی حدیث میں نہیں ہے۔ حدیث شریف کی طرف اس کی نسبت کر دینا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا ہے۔ حدیث میں نہ شہنشاہ کہنے کو شرک فرمایا، نہ مالک کہنے کو۔ یہ سب من گھڑت ہے، حدیث شریف

میں صرف اس قدر ہے کہ حضور نے سنا کہ ایک شخص کو لوگ ابوالحکم کہہ کر پکارتے ہیں تو حضور نے غایت ادب کی تعلیم فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ حکم اللہ ہے تو ابوالحکم کنیت کیوں رکھتے ہو ان اللہ ھو الحکم فلم تکنوا بابی الحکم اس میں تو ابوالحکم نام رکھنے کو بھی شرک نہیں فرمایا۔ نہ کسی کو حکم کہنے کی ممانعت فرمائی۔ بلکہ خود قرآن عظیم میں فرمایا۔ فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔ دیکھئے تقویۃ الایمان والے کو قرآن پاک کی کیسی مخالفت ہے قرآن تو فرماتا ہے کہ وہ حضور کو حکم نہ مانیں اور حضور کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں تو ایمان دار نہیں۔ اور تقویۃ الایمان والا کہتا ہے کہ حکم ماننا شرک۔ اس بدنصیب کو ہر جگہ قرآن و حدیث میں شرک ہی نظر آیا۔ اور اس بدبخت نے خدا و رسول کے ارشادات کو شرک ٹھہرایا۔ طرفہ یہ کہ قرآن پاک نے حکم کا اطلاق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی خاص نہیں فرمایا بلکہ اوروں پر بھی جائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا ۔۔۔۔ اسمٰعیلیوں سے پوچھو اب غیر اللہ پر حکم کے اطلاق کو شرک بتا کر کس کو مشرک کہو گے قرآن کو یا اللہ کو یا اپنے اس بیدین پیشوا کو جس نے یہاں تو کسی کو شہنشاہ اور مالک سارے جہان کا کہنا شرک بنایا اور صراط مستقیم ص۶۶ میں لکھا۔

در سلطنت سلاطین و امارت امرا ایشاں را دخلے ست۔

جب امیروں کی امیری اور بادشاہوں کی بادشاہت حضرت مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی بدولت ہے تو شہنشاہ ہوئے اور شہنشاہی کیا چیز ہے۔ یہاں حضرت علی مرتضیٰ کو شاہنشاہ مان کر خود اپنے قول سے مشرک ہوا۔ صراط مستقیم ص۱۱۲ میں لکھا۔

ایشاں را مے رسد کہ بگویند کہ از عرش تا فرش سلطنت ما ست۔

اس میں شاہنشاہ اور مالک سارے جہان کا یہ دونوں باتیں آ گئیں کیونکہ جب عرش سے فرش تک ان کی سلطنت ہوئی تو سارے جہان کے مالک بھی ہوئے اور روئے زمین پر جتنے بادشاہ ہیں۔ ان سب کے بادشاہ بھی۔ تقویۃ الایمان والے نے خود اپنے اوپر شرک کا فتویٰ دے دیا۔

اقول۔ وباللہ التوفیق۔ مولوی نعیم الدین کی فریب کاری اور حیلہ سازی خباثت باطنی اور گندہ ذہنی نسبت مولانا شہید مرحوم کے ناظرین بہت کچھ دیکھ چکے ہے

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد   میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

اسی وجہ سے تو تقویۃ الایمان صاا کی عبارت نقل بھی نہ کی جس سے ساری افترا پردازیوں کی حقیقت واضح ہو جاتی۔ پس اس مقام کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

"یعنی اللہ کے نام کو ایسی تعظیم سے لینا کہ جس میں اس کی مالکیت نکلے اور اپنی بندگی جیسے یوں کہنا ہمارا رب ہمارا مالک ہمارا خالق الخ برخلاف اس کے پھر جو کوئی کسی کے نئیں بولتے ہیں یا معبود و داتا بے پرواہ خداوند خدایگان مالک الملک شہنشاہ یوں الخ سو ان سب باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے الخ اور دوسرے مقام تقویۃ الایمان صـ۵۲ پر حدیث ابو الحکم کا پورا فائدہ جس کو مولوی نعیم الدین نے اپنی بددیانتی سے خیانۃً چھوڑ دیا وہ یہ ہے" ف یعنی یہ بات کہ ہر فیصلہ چکا دے اور ہر جھگڑا مٹا دے یہ اللہ ہی کی شان ہے کہ آخرت میں ظہور کرے گی۔ کہ پہلے پچھلے دین و دنیا کے جھگڑے سب صاف ہو جائیں گے اس بات کی مخلوق کو طاقت نہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لفظ اللہ ہی کی شان کے لائق ہے اور اس میں وہ پایا جاتا ہے۔ اور کسی کو نہ کہئے جیسے بادشاہوں کا بادشاہ، مالک سارے جہان کا، اللہ تعالیٰ جو چاہے سو کر ڈالے، معبود بڑا داتا، بے پرواہ، وعلی ہذا القیاس" انتہی۔ پس اس حدیث کے فائدہ سے ناظرین پر واضح ہوا کہ بادشاہوں کا بادشاہ مالک سارے جہان کا سوائے حق تعالیٰ کے کسی کے لیے کہنے کو منع فرمایا ہے مولوی نعیم الدین کی یہ بدلگامی ہے کہ تقویۃ الایمان والا کہتا ہے کہ حکم ماننا شرک ہے۔ فلعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

اب اہل انصاف قدرے تفصیل بتائید تقویۃ الایمان ملاحظہ فرما دیں تاکہ تصدیق کلام مولانا شہید مرحوم اور تکذیب بہتانات مولوی نعیم الدین مانند آفتاب و ماہتاب کے روشن ہو جاوے صحیح بخاری پارہ ۲۵ صـ۹۱۶ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اخنی الاسماء یوم القیامۃ عند اللہ رجل تسمی ملک الاملاک قال سفیان یقول غیرہ تفسیرہ شاہان شاہ ؎	"بدترین ناموں کا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ آدمی ہے کہ نام رکھا جاوے شہنشاہ۔ بادشاہوں کا بادشاہ"

اور صحیح مسلم ج ۲ صـ۲۰۸ میں بسند مذکور روایت ہے۔

اغیظ رجل علی اللہ یوم القیمۃ و اخبثہ واغیظ علیہ رجل کان یسمی ملک الاملاک لا ملک الا	"سب سے زیادہ غصہ والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن اور سب سے زیادہ خبیث غصہ والا وہ آدمی ہے کہ نام رکھا جائے شہنشاہ

الا اللہ ؛	بادشاہوں کا بادشاہ نہیں ہے بادشاہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی"

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں مرقوم ہے۔

ویلتحق بہ ما فی معناہ مثل خالق	اسی طرح جو اس کے ہم معنی الفاظ ہوں
الخلق واحکم الحاکمین وسلطان	مثل پیدا کرنے والا خلق کا اور حاکموں کا حاکم
السلاطین وامیر الامراء۔ وایضًا	اور بادشاہ بادشاہوں کا اور امیر امیروں کا
قال وفی الحدیث مشروعیۃ الادب	کہا اور اس حدیث میں مشروع ہونا ادب
فی کل شئی لان الزجر عن ملک الاملاک	کا ہر شئے میں ہے کیونکہ زجر اور وعید اس
والوعید علیہ یقتضی المنع منہ مطلقا	کے اوپر مطلقاً منع ہونے کا مقتضی ہے"

اور مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد رابع صـ۴۹ میں فرماتے ہیں:

یعنی خوار ترو زشت تریں نامہا رجل	"سب سے زیادہ خوار وزبون وہ نام رکھنا
یسمی مردے ست کہ نام کردہ میشود یعنی	آدمی کا ہے کہ نام رکھا جاوے اپنا بادشاہوں
نام کردہ خود را ملک الاملاک بادشاہ	کا بادشاہ اور فارسی میں شہنشاہ۔ کیونکہ
بادشاہاں و بفارسی شاہنشاہ۔ زیرا کہ	کوئی بادشاہ حقیقی ہے سوائے اللہ تعالیٰ
لاملک الا اللہ نیست بادشاہ بحقیقت	کے چہ جائے کہ بادشاہ بادشاہوں کا
مگر خدا عز اسمہ چہ جائے بادشاہ بادشاہاں	کہ اصلاً وہم شراکت کا بھی اس راہ میں
کہ اصلاً تو ہم شرکت دراں راہ ندارد۔	نہیں رکھتا ہے"

اور اسی کا حاصل مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ملاعلی قاریؒ ج ۴ صـ۶۰ میں ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

(لاملک) ای لاسلطان (الا اللہ) فمن سمی ھذا الاسم نازع اللہ بردائہ وکبریائہ وقد قال تعالیٰ فی الحدیث القدسی الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری فمن نازعنی فیھما قصمتہ ولما استنکف ان یکون عبد اللہ جعل لہ الخزی علیٰ روس الا شھاد

حتیٰ کہ حدیث صحیح مسلم میں فرمایا گیا۔

ولا یقل العبد ربی۔	نہ کہے غلام اپنے آقا کو اپنا رب"

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رح اشعۃ اللمعات ج ۴ صـ۴۶ میں فرماتے ہیں۔

ونگوید مملوک مالک خود را ربی زیرا کہ اگرچہ رب بمعنی مربی و تربیت کنندہ است ولیکن ربوبیت علی الاطلاق خاص حضرت پروردگار تعالیٰ ست پس اطلاق آں بر آدمی موہم اشتراک ست۔

"نہ کہے مملوک اپنے مالک کو میرا رب کیونکہ اگرچہ یعنی مربی و تربیت کرنے والے کے ہے مگر مگر ربوبیت علی الاطلاق صفتِ خاص حضرت پروردگار تعالیٰ کی ہے پس اطلاق اس لفظ کا آدمی پر موہم شرکت ہے۔"

اور مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ حجۃ اللہ البالغہ مصری جزء اول ص۶۳ میں فرماتے ہیں!

ان یعتقد التوحید والتعظیم علی وجههما ولکن ترك الامتثال لما امر به فی حکمة البر والاثم۔

"اور انواع کفر کی ادنیٰ حالت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی توحید و تعظیم کا اس کے مطابق اعتقاد تو ہو مگر تعمیل احکام نہ کرتا ہو۔ جو بموجب حکمت اچھے برے کام قرار دیئے گئے ہیں۔"

ایضاً جزء ثانی ص۶۳ میں فرماتے ہیں۔

ومنها ان یکون سبب حدوثه نسیان جلال الله و الغفلة عما عند الله کقوله للملك ملك الملوك۔

"منجملہ اس کے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جلال و عظمت سے غافل ہونا اللہ کے نزدیک اس کا سبب ہوا ہو۔ جیسے کسی بادشاہ کو شہنشاہ کہنا۔"

علیٰ ہٰذا حدیث ابوالحکم کی شرح میں مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد رابع ص۴۸ میں فرماتے ہیں۔

ان الله هو الحکم خدا است حکم نہ غیر او والیه الحکم بسوئے او راجع و منتہیٰ ست حکم نہ بسوئے غیر او دو فلم تکنی ابا الحکم پس چرا کنیت کردہ میشوی تو بابی الحکم و چرا راضی میشی تو باں زیرا کہ حکم حاکمے را گویند کہ چوں حکم کند رد کردہ نشود حکم او و ایں صفت خاصہ جناب عزت او ست و لائق نیست بغیر وے تعالیٰ کذا قال الطیبی۔

"اللہ تعالیٰ ہی ہے حکم نہ اس کے سوا کوئی غیر اور اسی کی طرف راجع اور منتہیٰ ہے حکم نہ سوائے اس کے غیر کی طرف پس کس واسطے کنیت کی جاتی ہے تیرے ساتھ ابوالحکم کی اور کیوں تو راضی ہے اس کنیت سے کیونکہ حکم اس حاکم کو کہتے ہیں کہ جو حکم کرے تو رد نہ کیا جائے اس کا حکم اور یہ صفت خاصہ جناب باری تعالیٰ شانہ کیلئے ہے درلائق نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کیلئے اسی طرح فرمایا امام طیبیؒ نے"

اور اسی طرح مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ملا علی قاریؒ مصری ج ۴ ص ۱۰۲ میں مرقوم ہے۔

(ابی الحکم) ان ھذا الوصف مختص بہ لا یتجاوز الی غیرہ (والیہ الحکم) ای منہ یبدأ الحکم والیہ ینتھی الحکم لہ الحکم والیہ ترجعون۔ لا راد لحکمہ ولا یخلو حکمہ عن حکمۃ وفی اطلاق ابی الحکم علی غیرہ یوھم الاشتراک فی وصفہ علی الجملۃ ؂

نیز اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد رابع ص ۵۸ میں مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ تحت حدیث تغییر الاسماء میں فرماتے ہیں۔

وتغییر داد نام حکم را کہ دال ست بر حکومت وحکم نیست مگر اللہ تعالیٰ را۔ "اور بدل دیا نام حکم کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دلالت کرتا ہے اوپر حکومت کے اور حکم کسی کا نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے"

اور مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ تفسیر فتح العزیز جلد اول ص ۱۲۰ میں فرماتے ہیں۔

بجا آوردن حکم کسے است کہ او شایان حکم رانی است ولیاقتِ حکم رانی در غیر او تعالیٰ نیا یید۔ "بجا لانا حکم اسی کا ہے کہ وہ لائق حکم چلانے کے ہے اور لیاقت حکم رانی کی سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی غیر میں نہیں ہوتی"

پس احادیث اور اکابر ائمہ علماء کے کلام سے جن کو خود مولوی نعیم الدین نے مستند جانا ہے اظہر من الشمس ہو گیا کہ سوائے حق تعالیٰ کے کسی کو شہنشاہ اور مالک جہان کہنا اور ابوالحکم نام رکھنا ممنوع و موہم شرک و باعث غضب حق تعالیٰ کا ہے۔ کیونکہ یہ صفت خاصہ جناب باری تعالیٰ عز اسمہٗ ہے۔ پھر احادیث اور کلام شارحین سے اتنی جہالت کہ مرغی کی ایک ہی ٹانگ ہانکے جانا کر" نہ شہنشاہ کہنے کو شرک فرمایا۔ نہ ابوالحکم نام رکھنے کو شرک فرمایا نہ ممانعت فرمائی" معاذ اللہ آفتاب پر خاک اڑانے سے کم نہیں کیونکہ خود آسمان کی طرف تھوکا اپنے ہی اوپر میں آتا ہے خود مولوی نعیم الدین نے لکھا "حضور نے غایت ادب کی تعلیم فرمائی کہ حکم اللہ ہے تم ابوالحکم کنیت کیوں رکھتے ہو" تو جب حکم دراصل اللہ ہی ہے تو پھر ابوالحکم یعنی حکم کا باپ بھی کہلانے کا مستحق کون ہو سکتا ہے۔ یہ تو ممانعت میں بھی اشد و ابلغ باعث شرک ہوا۔ اور اگر برخلاف اس کے بقول خود کسی کا نام ابوالحکم رکھنے کے جواز کا صراحۃً آیت سے استدلال صحیح و جزو ایمان ہے تو اس کے ترک میں پھر غایت ادب کی تعلیم کے کیا معنی؟ لہٰذا بلحاظ ان اللہ ھو الحکم کے حکم نام بدل دینا بحکم حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم واضح ہو چکا"

ہاں آیت قرآن پاک میں نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمت کے لیے حکم تجویز فرمانا مطلقاً خود حق تعالیٰ ہی کا حکم ناطق ہونا جزوِ ایمان ہے نہ کہ کسی دوسرے کو اپنا نام ہی حکم مقرر کر لینا۔ چنانچہ یہ امر خود تقویۃ الایمان کے باب دوم صفحہ ۶۸ میں مفصل مرقوم ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ	فرمایا اللہ صاحب نے یعنی سورہ نساء میں کہ
حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ	سو قسم ہے تیرے رب کی ان کا ایمان نہ ہوگا
ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا	جب تک تجھی کو منصف نہ جانیں جو جھگڑا اٹھے
قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔	آپس میں پھر تیرا پاویں اپنے جی میں خفگی یعنی
(سورۃ النساء)	فیصلہ سے اور قبول رکھیں مان کر“

ف ”یعنی جب کسی عبادت یا دنیا کے معاملے یا رسم اور عادت کی بابت لوگوں کے آپس میں جھگڑا اُٹھے ایک کہتا ہو یوں کیا چاہیئے دوسرا کہتا ہو یوں نہیں یوں کیا چاہیئے ایک دعویٰ کرے میرا ہے دوسرا کہے میرا ہے کوئی کہے یہ کام یا رسم یا عادت بد ہے، کوئی کہے نیک ہے، تو ایسے وقت میں چاہیئے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منصف بدین اور حاکم ٹھہرادیں پھر جو حکم حضرت فرمادیں یا حضرت کی حدیث سے ثابت ہو اس حکم کو خواہ اپنی مرضی کے موافق ہو خواہ خلاف جان و دل سے خوش ہو کر قبول کریں اور مان لیں تب مسلمانی کا دعویٰ سچا معلوم ہو۔ اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منصف اور حاکم نہ بدلے یا حضرت کے حکم سے دل ناخوش ہوا اور حکم کو نہ مانے اور چون وچرا کرے وہ ہرگز مسلمان نہیں۔ بلکہ کافر و منافق ہے ظاہر میں آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں کہتا ہے۔ پھر حضرت کے فیصلہ سے اور حکم سے راضی نہیں ہوتا۔ اور دل میں خفگی اور تنگی لاتا ہے۔“

پس للہ را انصاف کہ مولوی نعیم الدین کا اپنے گھر میں میاں مٹھو بن کے جاہلوں میں مولوی کہلا کر یہ کہنا کہ تقویۃ الایمان والے کو قرآن پاک کی کیسی مخالفت ہے۔ کہتا ہے کہ حکم ماننا شرک الخ یہ محض ہفوات بے سروپا ہے جو ہرگز ایک حرف بھی تقویۃ الایمان میں نہیں ہو سکتا ہے۔ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ الْمُفْتَرِيْنَ۔ علیٰ ہٰذا دوسری آیت سورۂ نساء میں درباره نزاع زوجین میں بطرفین حکم تجویز فرمانا بحکم حق تعالیٰ کا مشروط و عدم مخالفت امر و نہی حق تعالیٰ کے حسب آیت قرآن پاک (سورۂ نساء)

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ ”پھر اگر جھگڑ و کسی چیز میں تو اس کو رجوع کرو

وَالرَّسُوْلِ۔ "اللہ اور رسول کی طرف"

اور حسب حدیث شریف :۔

لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق "کسی مخلوق کی فرمانبرداری نہیں ہے حق تعالیٰ کی معصیت میں"

جس کا بیان واضح اس آیت کے بعد آیت سورہ نساء ہی میں واقع ہے ۔

وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ۔ "اور جس وقت حکم کرو یعنی فیصلہ کرنے لگو لوگوں میں تو فیصلہ کرو انصاف سے"۔

پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی معاملہ میں بطور حکم فیصلہ صادر فرمانا حق تعالیٰ ہی کا حکم اور فیصلہ ناطق قطعی ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کے لیے یہ منصب حاصل نہیں ہے اور نہ ہی شہنشاہ اور احکم الحاکمین اور ابوالحکم جیسے نام رکھنا جس کو مولوی نعیم الدین نے اپنی من گھڑت شریعت میں حق تعالیٰ کی مخالفت سے جائز بنایا۔ اور صراط مستقیم پر یہ افتراء پردازی کہ حضرت علی مرتضیٰ رض کو شہنشاہ اور سارے جہان کا مالک مانا الخ

لعنۃ اللہ علی الکاذبین جس کا مفصل جواب دندان شکن گزر چکا۔ وما علینا الا البلاغ

مبحث علم غیب

قولہ ص۱۷۶ انبیاء و مرسلین صلوٰۃ اللہ علیہم وسلامہ کے کمالات کا انکار کرنا اور ان کو شرک بتانا اس گروہ ناحق پژوہ کا مدعائے دلی اور مقصد قلبی ہے جو کمال نظر آیا اس کا بے دینوں نے انکار کیا کمالات میں علم اعلیٰ درجہ کا کمال ہے جو حق تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو علیٰ وجہ الکمال عطا فرمایا۔ ارشاد ہوا۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا۔ "اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے رب نے آپ کو تعلیم فرمایا جو کچھ آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے"

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ "اور اللہ جل شانہ یوں نہیں کہ تم کو غیب پر مطلع کرے لیکن اللہ جل شانہ چھانٹ لیتا ہے رسولوں میں

مَنْ یَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِیْمٌ۔	سے جس کو چاہے۔ بس اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر ایمان پر رہو تم اور پرہیزگاری پر تو تم کو بڑا ثواب ہے"
وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ۔	"ہم نے آپ پر اے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک نازل فرمایا ہر شئے بیان واضح"
الرَّحْمٰنُ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ ۔	"مطلب یہ کہ حضرت رحمٰن نے قرآن کی تعلیم فرمائی انسان یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا
(سورۃ الرحمٰن)	ان کو بیان ما کان وما یکون تعلیم فرمایا"

تفسیر معالم التنزیل میں ہے خلق الانسان یعنی محمدا صلی اللہ علیہ وسلم علمہ البیان ۔ یعنی بیان مَا کَانَ وَمَا یَکُوْن ان آیات کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع اشیاء تمام کائنات کا علم عطا فرمایا۔ غیب پر مطلع کیا مَا کَانَ وَمَا یَکُوْن کی تعلیم فرمائی۔

اقولُ بتوفیق اللہ العزیز۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

عقیدہ علم غیب کا یہ مسئلہ کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع اشیاء تمام کائنات کے علم غیب پر مطلع کیا جس کی مزید تشریح مولوی نعیم الدین نے گذشتہ صـ۱۱۳ میں یہ کی ہے۔ "ذرہ ذرہ علم مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہے"۔ اور الکلمۃ العلیا صـ۳ صـ۴ وصـ۱۵ وصـ۲۵ و صـ۴۶ وغیرہم میں یہ کی ہے کہ" حضور سب کے عالم ہیں، ذرہ ذرہ حضور پر ظاہر وروشن ہے۔ حتیٰ کہ بدء الخلق یعنی ابتدائے آفرینش یعنی مخلوق کے پیدا کرنے کے وقت سے لے کر جنت اور دوزخ میں داخل ہونے کے وقت کا تمام احوال اور امت کا سب خیر و شر تعلیم فرمایا۔ بجزئی جانتے اور بالتفصیل پہچانتے ہیں"

اس سے بھی زائد وضاحت مولوی نعیم الدین کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی انباء المصطفےٰ صـ۲ میں کرتے ہیں" روز اول سے آخر تک کا سب مَا کَانَ وَمَا یَکُوْن انہیں بتایا۔ اشیائے مذکورہ سے کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا۔ علم عظیم حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ان سب کو محیط ہوا۔ نہ صرف اجمالاً بلکہ ہر صغیر و کبیر ہر

رطب ویا بس جو بتا گرتا ہے۔ زمین کی اندھیریوں میں جو دانہ کہیں پڑا ہے سب کو جدا جدا تفصیلاً جان لیا" اور بہار شریعت حصہ اول ص۱ میں لکھا ہے "زمین و آسمان کا ہر ذرہ سرنبی کے پیش نظر ہے" حتیٰ کہ مولوی نعیم الدین کے بقول (الکلمۃ العلیا ص۱) "جملہ فضلاء" مولوی سلامت اللہ صاحب رامپوری اعلام الاذکیا ص۱۹ میں لکھتے ہیں "ہمارے سرور کے کہ وہ علم حاوی اور محیط جملہ ماکان وما یکون کو ہے، نہ صرف موجودات یا بعض کا" "ہمارے سرور کائنات کا علم بطریق اطلاق وعموم اور احاطہ وشمول" ایضاً ص۱۶ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علام الغیوب اور احاطہ علمی جملہ ماکان وما یکون کے واسطے کافی"

پس اُن صفات مذکورۂ حق تعالیٰ کو جو قرآن پاک میں مفصل مرقوم ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت کرنے کے لیے بزعم خود مولوی نعیم الدین کی کل پونجی صرف یہ چار آیتیں پیش کردہ ہیں آیت اولیٰ پ۵ نساء۔ آیت ثانیہ پ۴ آل عمران۔ آیت ثالثہ پ۱۴ نحل۔ آیت رابعہ پ۲۷ الرحمٰن۔ جس سے بحیلہ عطائی وتعلیمی علم غیب کی آڑ بنا کر حضرات انبیاء علیہم السلام کو مثل افعال یہود ونصاریٰ غائبانہ حاضر وناظر جان کر ان سے ندائیں حاجات مرادات مشکل کشائی طلب کرنے کے اعتقاد سے خلق اللہ کو شرک میں مبتلا کر کے کھانے کمانے کا ڈھنگ نکالا گیا۔ حالانکہ یہ محض باطل ہے۔ ہرگز ان آیات قرآن پاک میں اس عقیدہ باطلہ کا شمہ بھی ممکن نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ صفت علم غیب منجملہ صفات خاصہ جناب باری تعالیٰ عزاسمہ ہے۔ کسی دوسرے میں ایک ذرہ بھی اگرچہ بطور عطیہ ہی جان کر اس کو غیب دان وعالم الغیب کہے داخل شرک ہے۔ چنانچہ خود مولوی نعیم الدین کے مقتداء مسلم بدایونی بوارق ص۱ میں لکھتے ہیں۔

شرعاً معتبر در توحید وشرک ہماں صفت الوہیت است وبس کہ آں صفت در غیر ذات واحد حق بہیچے یافتہ نمی شود نہ بالذات ونہ بعطائے او تعالیٰ شانہ نہ کامل ونہ ناقص وہمیں سبب شرک اخبث الخبائث گردیدہ کہ مستلزم تعمیم صفت خاص است۔	"شرعاً معتبر توحید اور شرک میں وہی صفت الوہیت یعنی صرف حق تعالیٰ کا معبود ماننا ہے کہ وہ صفت غیر ذات واحد حق تعالیٰ میں کسی طور پر نہیں پائی جاسکتی ہے نہ بالذات نہ حق تعالیٰ کے عطا فرمانے سے نہ کامل ور نہ ناقص اور اسی سبب سے شرک اخبث الخبائث ہوا ہے کہ اس سے عام ہونا صفت خاص (باری تعالیٰ) کا لازم آتا ہے"

ایضاً ص۱۰۲ میں لکھتے ہیں۔

پس ہر کہ غیب خاصۂ خدا را برائے مخلوقے ثابت کند ایں اعتقاد باطل و مخالف شرع است۔	"پس جو شخص کہ غیب خاصہ اللہ کو مخلوق کے لیے ثابت کرے یہ اعتقاد باطل و مخالف شرع کے ہے۔"

اب جو شخص بھی کسے باشد صفتِ علم غیب کو لوازم الوہیت باری تعالیٰ عزاسمہ سے خارج کرے یا جمیع اشیاء ذرہ ذرہ عالم پر حق تعالیٰ کے سوا کسی کا علم محیط جانے اس کا باعث شرک ہونا خود مولوی نعیم الدین کے مقتدا سے بھی ثابت ہوا۔ اسی طرح مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رح تفسیر فتح العزیز ج ا صـ۵۲ میں منجملہ عقائدِ باطلہ کے فرماتے ہیں۔

وانبیاء و مرسلین را لوازم الوہیت از علم غیب و شنیدن فریاد ہر کس در ہر جا و قدرت بر جمیع مقدورات ثابت کند۔	"انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کے لیے لوازم الوہیت جیسے کہ علم غیب اور سننا، فریاد ہر شخص کی ہر جگہ سے اور قدرت جمیع مقدورات پر ثابت کرے"

پس یہ مقولہ کہ "جمیع اشیاء کے ذرہ ذرہ کا علم آپ کو عطا ہوا" بالکل غلط و بہتان عظیم ہے۔ چنانچہ خود مولوی نعیم الدین نے ان آیاتِ مذکورہ میں علم محدود امورِ شرعیہ و معارفِ ربانیہ کے معنی الکلمۃ العلیا صـ۲۱ میں تسلیم کئے ہیں بحوالہ تفسیر بیضاوی وغیرہ من خفیات الامور او من امور الدین والشرائع اور صـ۴۸ میں لکھا کہ آیۂ شریفہ وعلمك مالم تكن تعلم سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام احکامِ شرعیہ کی تعلیم ہوئی" سلمنا علیٰ ہذا دیگر تفاسیر میں یہی معنی مرقوم ہیں۔ چنانچہ تفسیر مظہری پارہ ۵ نساء صـ۲۰۰ میں مرقوم ہے۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ قال قتادة علمہ اللہ بیان الدنیا والآخرۃ من حلالہ وحرامہ۔ اور تفسیر جامع البیان صـ۱۶۹ میں ہے بیانا بلیغا یحتاجون الیہ من امور الدین نیز اس کے ہم معنی الفاظ قرآن پاک میں بکثرت وارد ہیں۔ چنانچہ پ۹ اعراف میں فرمایا وتفصیلاً لِكُلِّ شَيْءٍ تفسیر جلالین صـ۱۰۸ میں مرقوم ہے یحتاج الیہ فی الدین اور تفسیر جامع البیان صـ۱۱۱ میں ہے۔ ھو الیہ محتاجون فی امر دینھم۔ امر و نہی حلال و حرام اور پارہ ۱۴ نحل میں فرمایا:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ۔	"اور نازل کیا ہم نے تیری طرف ذکر یعنی قرآن تا کہ بیان کر دے لوگوں کو جو نازل ہوا ان کی طرف"

اور پارہ ۶ سورہ مائدہ میں فرمایا۔

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ	"اے رسول پہنچا جو تیری طرف نازل ہوا تیرے

مِن رَّبِّكَ وَاِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۔	رب کی طرف سے اور اگر یہ نہ کیا تو تونے کچھ نہ پہنچایا اس کا پیغام"

اور پارہ ۲۵ سورہ شوریٰ میں فرمایا ۔

مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِن جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ ۔	"تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب اور نہ ایمان پر ہم نے رکھی ہے روشنی اس سے راہ دیتے ہیں"

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوت ج ۱ ص۲۲ میں فرماتے ہیں ۔

وا فاضہ کردہ است بروئے علوم و اسرار ما کان وما یکون بضرورت حاصل شود واد را علم بہ نبوت او بے شوب وشکوک وظنون قولہ تعالیٰ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۔	"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم اسرار گذشتہ و آئندہ کے بضرورت حاصل ہوئے اور آپ کو علم آپ کی نبوت کا بے ریب شکوک کے ظن کے حسب فرمان حق تعالیٰ کے وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ یعنی اور علم دیا تجھ کو جو تو نہ جانتا تھا"

اسی طرح مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحفہ اثنا عشریہ ص۲۶۲ میں فرماتے ہیں ۔

در احکام شرعیہ بدون ورود وحی ایشاں را علم حاصل نمے شود و در ہمیں علم وارد است قولہ تعالیٰ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۔	احکام شرعیہ میں بدون وارد ہونے وحی کے ان کو (یعنی انبیاء علیہم السلام کو) علم حاصل نہیں ہوتا اور اسی علم کے بارہ میں وارد ہوا ہے حق تعالیٰ کا فرمان کہ اور علم دیا تجھ کو جو تو نہ جانتا تھا"

پس اگر مولوی نعیم الدین کے زعم باطل کے مطابق یہی علم احکام قرآن پاک جمیع اشیاء ذرہ ذرہ کے ثبوت کے لیے عام ہوتا تو یہی الفاظ عام مسلمانوں کے حق میں بھی وارد ہیں چنانچہ پ بقرہ میں فرمایا ۔

وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ	"اور تم کو سکھاتا ہے (ہمارا رسول) جو تم نہ جانتے تھے"

اور پ سورہ انعام میں فرمایا یہود کے حق میں ۔

وَعُلِّمْتُم مَّا لَمْ تَعْلَمُوا اَنتُمْ وَلَا اٰبَاؤُكُمْ ۔	"اور تم سکھائے گئے جو تم نہ جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادے"

اور پارہ ۳۰ سورہ علق میں فرمایا ۔

عَلَّمَ الْاِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۔	"سکھایا آدمی کو جو نہ جانتا تھا"

لہٰذا یہ سب لوگ بھی مولوی نعیم الدین کے خیال کے مطابق بحکم عموم جمیع اشیاء و ذرات عالم کے عالم الغیب ہوئے۔ حالانکہ ہرگز ایسا ممکن نہیں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم و احکام دینی معارف ربانی جو آپ کو معلوم نہ تھے وہ علوم آپ کو سکھائے اور عطا فرمائے گئے اسی طرح دوسرے لوگ بھی جو علوم قرآن و حدیث سے ناآشنا تھے وہ بذریعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سکھلائے گئے اس سے علم غیب کا کیا تعلق کیونکہ صفت علم غیب جس کی خود مولوی نعیم الدین نے آئندہ صـ۱۸۳ میں نیز الکلمۃ العلیا صـ۳۳ و صـ۳۵ و صـ۳۶ و صـ۸۹ میں یہ تعریف اور معنی لکھے ہیں کہ "اب غیب کے معنی سنیئے تفسیر بیضاوی میں ہے یعنی غیب اس پوشیدہ چیز کا نام ہے جس کو حس ادراک نہیں کرتی اور بداہتہ عقل پا نہیں سکتی" شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

ومراد آنست کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل ہیچ کس ایں ہا را ندا نہ آنہا از امور غیب اند کہ جز خدائے کسے آنرا نداند مگر آنکہ وے تعالیٰ از نزد خود کسے را بوحی والہام بدانا ندد	"اور مراد یہ ہے کہ بے تعلیم الٰہی کے بحساب عقل کوئی شخص ان کو نہ جانے وہ امور غیب ہیں کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی ان کو نہیں جانتا ہے لیکن حق تعالیٰ خود اپنی طرف سے کسی کو بذریعہ وحی والہام کے بتلاتا ہے۔"

اسی طرح مولوی نعیم الدین کے مقتدا یہاں کہتے ہیں مثلاً مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی انباء المصطفےٰ صـ۱۲ میں لکھتے ہیں "نفی علم غیب کے یہ معنی ہیں کہ غیب اپنی ذات سے بے کسی کے بتائے جاننا" اور مولوی سلامت اللہ صاحب رامپوری کی اعلام الاذکیا و صـ۳۰ میں لکھا ہے "غیب اس کو کہتے ہیں جو حواس ظاہرہ و باطنہ سے خارج ہو"

پس علم غیب کے یہ معنی ہوئے کہ اپنی ذات سے بے بتائے کسی کے خود جاننا ہو تو ایسا علم سوائے ذات پاک حق تعالیٰ واحد مالک الملک علام الغیوب کے کسی کو نہیں ہو سکتا جس کسی کو جو کچھ معلوم ہوگا اطلاع سے ہوگا۔ اگر امور اطلاعیہ پر عالم الغیب کہا مانا جاوے گا تو ہر ایک شخص عالم الغیب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہر کسی کو کسی شئے کا علم کسی ذریعہ و واسطہ سے حاصل ہوتا ہے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ علام الغیوب نے اطلاع فرمائی اور آپ نے دوسروں کو سلسلہ بسلسلہ حسب ارشاد حدیث۔

بلغوا عنی ولو آیۃ۔	"پہنچا دو میری طرف سے اگرچہ ایک ہی آیت ہو"

بموجب فرمان ربانی بلغ ما انزل الیک من ربک۔ لہٰذا اس عقیدۂ باطلہ پر جس طرح آپ عالم الغیب ہوئے تمام لوگ بھی معاذ اللہ عالم الغیب ہوں گے۔ پس خود مولوی نعیم الدین کی اس

تعریف و معنی علم غیب سے صراحۃً معلوم ہوا کہ علوم عطیہ بذریعہ کسی اطلاع وحی و الہام حواسِ ظاہرہ و باطنہ کے جس کسی کو حق تعالیٰ کی طرف سے معلوم کرائے گئے اس کو غیب دان، عالم الغیب ہرگز نہیں کہہ سکتے۔ اسی لیے فتاویٰ بزازیہ فقہ حنفیہ مستند مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی میں مرقوم ہے۔

واما علم الله تعالیٰ لخیار عبادہ بالوحی او الالہام لم یبق بعد الاعلام غیباً۔	"جو علم اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو بذریعہ وحی یا الہام کے عطا فرماتا ہے بعد اطلاع کے اس پر غیب کا اطلاق نہیں رکھتا"

اور کبیری شرح منیۃ المصلی (مستند مولوی نعیم الدین الکلمۃ العلیا ص۱۱۴) کے ص۲۵۶ میں مرقوم ہے:

من اسماء الله تعالیٰ وصفاته التی لا یشارك فیها کالرحمٰن والخالق والرازق وعالم الغیب والشهادة وعالم الحقیات وقادر علی کل شئ والرحیم لعبادہ۔	"اللہ تعالیٰ کے ان ناموں اور صفتوں میں جن میں کسی کی شرکت نہیں ہے۔ جیسے رحمٰن اور خالق اور رزاق اور عالم الغیب ہر کھلی چھپی چیزوں کا جاننے والا اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا اور اپنے بندوں پر رحم فرمانے والا"

تو با وصف صفاتِ مذکورۂ حق تعالیٰ کے حضرات انبیاء علیہم السلام کو خصوصاً جناب سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو بدرجہا کثیر علوم و معارف، سب سے اعلیٰ وارفع بطریق وحی تمامی قرآنِ ناطق و غیر ناطق کے بذریعہ معجزات و احکام وغیرہم حق تعالیٰ کی طرف سے عنایت فرمائے گئے، اس عطا سے وہ عالم الغیب حسب تصریح مذکورہ بالا نہیں ہو سکتے اگر اطلاع امورِ غیبیہ کی وجہ سے اطلاع کرنا علم غیب کا عقیدہ درست ہوتا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی علم غیب کی قرآن و حدیث میں صراحۃً وارد نہ ہوتی۔

حالانکہ مخصوص ہونا علم غیب کا حق تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ سینکڑوں آیاتِ قرآن پاک اور احادیثِ صحیحہ سے صراحۃً بقطعیۃ الدلالۃ وارد ہے منجملہ ان کے چند آیات مطابق ترجمہ مقبول الانام موضح القرآن شاہ عبد القادر صاحب محدث دہلویؒ کے جو مستند مولوی نعیم الدین کا بھی ہے حسبِ ذیل ہیں۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے پارۂ اول سورۂ بقرہ میں:-

إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ۔ "مجھ کو معلوم ہیں پردے آسمان و زمین کے"

اور فرمایا پارہ، سورہ مائدہ میں

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ۔

"جس دن اللہ جمع کرے گا رسولوں کو پھر کہے گا، تم کو کیا جواب دیا بولیں گے ہم کو خبر نہیں تو ہی ہے چھپی بات جانتا"

اور فرمایا پارہ، سورہ انعام میں

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ۔

"تو کہہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں کہتا تم سے کہ میرے پاس ہیں خزانے اللہ کے نہ میں جانوں غیب کی بات۔"

٭

ایضاً پارہ، سورہ انعام میں فرمایا:۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔

"اسی کے پاس کنجیاں ہیں غیب کی، ان کو کوئی نہیں جانتا اس کے سوا، اور وہ جانتا ہے جو جنگل اور دریا میں ہے، اور نہیں جھڑتا کوئی پتہ جو وہ نہیں جانتا، اور نہ کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہ ہرا اور سوکھا جو نہیں کتاب کھلی کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں۔"

٭

اور فرمایا پارہ ۹ سورہ اعراف میں

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا

"اور تجھ سے پوچھتے ہیں قیامت کس وقت ہے اس کا ٹھہراؤ تو کہہ اس کی خبر تو ہے میرے رب ہی کے پاس وہی کھول دکھائے گا اس کو اپنے وقت پر بھاری بات ہے آسمان و زمین میں تم پر آوے گی تو بے خبر آوے گی تجھ سے پوچھنے لگتے ہیں گویا کہ تو اس کا متلاشی ہے تو کہہ اس کی خبر ہے خاص اللہ کے پاس تو کہہ میں مالک نہیں اپنی جان کے بھلے کا نہ برے کا مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں جانا کرتا غیب کی بات تو بہت خوبیاں لیتا اور مجھ کو برائی کبھی نہ پہنچتی میں تو بس ڈرانے والا

إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ۔ خوشی سنانے والا مانتے لوگوں کو۔"

اور فرمایا پارہ ۱۰ سورۂ توبہ میں
وَأَنَّ اللهَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ "اور یہ کہ اللہ جانتے والا ہے ہر چھپے کا۔"

اور فرمایا پارہ ۱۱ سورۂ توبہ میں۔
عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ۔ "جانتے والا چھپے اور کھلے کا۔"

ایضاً فرمایا پارہ ۱۱ سورۂ یونس میں
فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ۔ "سو تو کہہ کہ چھپی بات اللہ ہی جانے"

اور فرمایا پارہ ۱۲ سورۂ ہود میں
وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ۔ "اور میں نہیں کہتا تم کو میرے پاس ہیں خزانے اللہ کے اور نہ میں خبر رکھوں غیب کی۔"

ایضاً فرمایا پارہ ۱۲ سورۂ ہود میں۔
وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ "اور اللہ کے پاس ہے چھپی بات آسمانوں اور زمین کی"

اور فرمایا پارہ ۱۳ سورۂ یوسف میں
وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حَافِظِينَ "(بقول یوسف علیہ السلام) اور ہم غیب کی خبر کے حافظ نہ تھے"

اور فرمایا پارہ ۱۳ سورۂ رعد میں۔
عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ۔ "جاننے والا چھپے اور کھلے کا سب سے بڑا۔"

اور فرمایا پارہ ۱۴ سورۂ نحل میں۔
وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ "اور اللہ کے پاس ہیں بھید آسمان اور زمین کے۔"

اور فرمایا پارہ ۱۵ سورۂ کہف میں
قُلِ اللهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا لَهُ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ "تو کہہ اللہ خوب جانتا ہے جتنی مدت وہ رہے اسی کے پاس ہیں چھپے بھید آسمانوں و زمین کے۔"

اور فرمایا پارہ ۱۸ سورۂ مومنون میں
عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ۔ "جاننے والا چھپے اور کھلے کا وہ بہت اوپر ہے اس سے جو یہ شریک بناتے ہیں۔"

اور فرمایا پارہ ۲۰ سورۂ نمل میں۔

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ۔

"تو کہہ خبر نہیں رکھتا جو کوئی ہے آسمان اور زمین میں چھپی چیز کی مگر اللہ۔ اور ان کو خبر نہیں کب جلائے جاویں گے"

اور فرمایا پارہ ۲۱ سورۂ لقمان میں

يٰبُنَيَّ اِنَّهَا اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۞

"مقولہ لقمان اے بیٹے اگر کوئی چیز ہو رسے برابر رائی کے دانہ کے پھر رہی ہو کسی پتھر میں یا آسمانوں میں یا زمین میں لا حاضر کرے اللہ بیشک اللہ چھپی جانتا ہے خبردار"

ایضاً پارہ ۲۱ سورۂ لقمان میں فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ۔

"اللہ جو ہے اسی کے پاس ہے قیامت کی خبر اور اُتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو ہے ماں کے پیٹ میں اور کوئی جی نہیں جانتا کیا کرے گا کل اور کوئی جی نہیں جانتا کس زمین میں مرے گا تحقیق اللہ ہی سب چیز جانتا ہے خبردار"

اور فرمایا پارہ ۲۲ سورۂ احزاب میں

يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا۔

"لوگ پوچھتے ہیں تجھ سے قیامت کو تو کہہ اس کی خبر ہے اللہ ہی پاس اور تو کیا جانے شاید وہ پاس ہی ہو"

اور فرمایا پارہ ۲۲ سورۂ سبا میں

يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ عٰلِمِ الْغَيْبِ

"جانتا ہے جو بیٹھتا ہے زمین میں اور جو نکلتا ہے اس سے اور جو اترتا ہے آسمان سے اور جو چڑھتا ہے اس میں اور وہی ہے رحم والا بخشتا۔ اور کہنے لگے منکر نہ آوے گی ہم پر وہ گھڑی تو کہہ کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی البتہ آوے گی تم پر اس چھپے جاننے والے کی غائب

لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔

نہیں ہو سکتا اس سے کچھ ذرہ بھر آسمانوں میں نہ زمین میں اور کوئی چیز نہیں اس سے چھوٹی نہ اس سے بڑی جو نہیں ہے کھلی کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں"۔

ایضاً فرمایا پارہ ۲۲ سورۂ سبا میں

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ۔

"پھر جب تقدیر کے ہم مٹی اس پر (یعنی سلیمان علیہ السلام پر) موت نہ جتایا ان کو اس کا مرنا مگر کیڑے نے گھن کے کھاتا رہا اس کا عصا پھر جب وہ گر پڑا معلوم کیا جنوں نے کہ اگر خبر رکھتے ہوتے غیب کی نہ رہتے ذلت کی تکلیف میں"۔

ایضاً فرمایا پارہ ۲۲ سورۂ سبا میں۔

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ۔

"تو کہہ میرا رب پھینکتا جاتا ہے سچا دین وہ جاننے والا چھپی چیزیں"۔

ایضاً فرمایا پارہ ۲۲ سورۂ فاطر میں۔

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ

"اللہ بھید جاننے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اس کو خوب معلوم ہے جو بات ہے دلوں میں"

اور فرمایا پارہ ۲۳ سورۂ یٰس میں

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ۔

"ہم نے نہیں سکھایا اس کو (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو) شعر کہنا۔ اور یہ اس کے لائق نہیں"

اور فرمایا پارہ ۲۴ سورہ زمر میں

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ۔

"تو کہہ اے اللہ پیدا کرنے والے آسمان اور زمین کے جاننے والے چھپے اور کھلے کے"

ایضاً فرمایا پارہ ۲۴ سورہ زمر میں

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

"اسی کے پاس ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی"۔

اور فرمایا پارہ ۲۴ سورۂ مومن میں:۔

يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ۔ — "وہ جانتا ہے چوری کی نگاہ اور جو چھپا ہے سینوں میں"۔

اور فرمایا پارہ ۲۵ سورۃ حٰم سجدہ میں

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ۔ — "اس کی طرف حوالہ ہے خبر قیامت کی اور کوئی میوے نہیں جو نکلتے ہیں اپنے غلاف سے اور گابھ (یعنی حمل) نہیں رہتا کسی مادہ کو اور نہ وہ جنے جس کی اس کو خبر نہیں"۔

اور فرمایا پارہ ۲۵ سورہ شوریٰ میں

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ — "اسی کے پاس ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی پھیلا دیتا ہے روزی جس کو چاہے اور ماپ دیتا ہے وہ چیز کی خبر رکھتا ہے"۔

ایضاً پارہ ۲۵ سورۂ شوریٰ میں فرمایا۔

وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ۔ — "اور تجھ کو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا خبر ہے شاید وہ گھڑی پاس ہو"۔

اور فرمایا پارہ ۲۵ سورۂ زخرف میں۔

وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ — "اور اسی کے پاس ہے خبر قیامت کی اور اسی تک پھر جاؤ گے"۔

اور فرمایا پارہ ۲۶ سورۂ احقاف میں

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ۔ — "تو کہہ میں کچھ نیا رسول نہیں آیا اور مجھ کو معلوم نہیں کیا ہونا ہے مجھ سے اور تم سے"

ایضاً پارہ ۲۶ سورۂ احقاف میں

قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ۔ — "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی طلبِ قیامت پر کہا یہ خبر تو اللہ ہی کو ہے"۔

اور فرمایا پارہ ۲۶ سورۂ حجرات میں

اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَ — "اللہ جانتا ہے چھپے بھید آسمانوں کے اور

الْاَرْضِ۔ زمین کے"

اور فرمایا پارہ ۲۸ سورۂ حشر میں

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۔ "وہ اللہ ہے جس کے سوائے بندگی نہیں کسی کی، جانتا ہے چھپا اور کھلا وہ ہے بڑا مہربان رحم والا"

پس ان آیات[1] مذکورہ منصوصہ تابنیہ قطعیۃ الدلالت قرآن پاک سے بصراحت تمام کس درجہ تاکید شدید سے مثل آفتاب کے روشن و آشکارا ہوا کہ علم غیب کلیۃً و جزئیۃً بجمیع افراد جناب باری تعالیٰ اجل شانہٗ کی ذات پاک علام الغیوب کے ساتھ مخصوص ہے کسی کو ذرہ بھر شرکت اسمی بھی نہیں ہو سکتی کجا خالق کجا مخلوق۔ اس میں نہ کسی تاویل کی نہ کسی مفسر کی توضیح و تشریح کی گنجائش ہے۔ چنانچہ خود مولوی نعیم الدین کے مقتدا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی انباء المصطفیٰ صـ۳ میں لکھتے ہیں۔

"اور لفظ کل تو ایسا ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا اور عام افادۂ استغراق میں قطعی ہے اور نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گے بے دلیل شرعی تخصیص و تاویل کی اجازت نہیں، ورنہ شریعت سے امان اٹھ جائے نہ حدیث احاد اگرچہ کیسے ہی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہو عموم قرآن کی تخصیص کر سکے بلکہ اس کے حضور مضمحل ہو جائے گی۔ بلکہ تخصیص متراخی نسخ ہے اور اخبار کا نسخ ناممکن اور تخصیص عقلی عام کو قطعیت سے نازل نہیں کرتی نہ اس کے اعتماد پر کسی ظنی سے تخصیص ہو سکے"۔

واقعہ یہ ہے کہ علم غیب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کسی دلیل قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ سے حسب اصول مسلمہ عقائد ثابت نہیں ہے کیونکہ اثبات عقائد دلیل قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ ہی پر موقوف ہے۔ پس جو قاعدۂ اصولیہ اپنے مدعائے باطل کے لیے جاہلوں کو فریب میں پھانسنے کا تھا۔ خود اس میں آپ ہی پھنس گئے۔ بفحوائے چاہ کندن را چاہ درپیش۔ اسی لیے تو خود ہی مولوی صاحب نے اس عقیدۂ باطلہ کی کمزوری اور بے بنیادی محسوس کر کے اپنی الکلمۃ العلیا صـ۲۶ میں کہہ دیا۔

"اس کو یعنی تعلیم الٰہی کو علم غیب نہیں کہتے یہ ایک لفظی نزاع ہے علم غیب نہیں کہتے تو اور کچھ نام رکھ لو"۔

نیز الکلمۃ العلیا حاشیہ صـ۱۱۸ میں یہ لکھ دیا۔

کہ "یہ مقام عقائد ہے یا مبحث فضائل۔ جو وہ دلیل قطعی پر موقوف کرتے ہیں"۔

---

[1] یہ ۲۰ آیات ہیں (ع-ح)

واہ! اگر پھر دعوئ علم غیب کی کچھ حقیقت ہی نہ رہی تار عنکبوت سے ہی کہیں زیادہ بودا اوہن البیوت بقول خود ہو گیا۔ یعنی وہی بات کہ۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا ۔۔۔ جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

بسلسلہ مسئلہ علم غیب مغالطوں کا ازالہ

مولوی نعیم الدین صاحب نے آیاتِ صریحہ قرآن پاک دربارہ نفی علم غیب سوائے حق تعالیٰ کے مقابلہ میں اپنے دعوائے اثباتِ جمیع اشیاء و تمام ذراتِ عالم کے علم غیب سے عاجز ہو کر الکلمۃ العلیا صفحہ ۶۹ میں بذیل آیت دوم نقل کردہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ یہ لکھا ہے کہ ایامِ نزولِ وحی میں وقتاً فوقتاً بعض بعض مغیبات پر مطلع فرمایا جاتا تھا اور جب تمام کلام اللہ نازل ہو چکا تو تمام اشیاء پر اطلاع ہو گئی چنانچہ تبیاناً لکل شئ تمام کلام اللہ کی صفت ہے نہ بعض کی پس بے شبہ ایامِ نزولِ قرآن شریف میں بعض بعض مغیبات کا جتنا کلام اللہ اترا تھا علم ہوتا تھا اس سے یہ لازم نہیں کہ تمام کلام اللہ کے نزول کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع اشیاء کا علم نہ ہوا" جواب۔ یہ ہے کہ جب بقول مولوی نعیم الدین کے تمام زمانے ۲۳ سالہ ایام نزولِ وحی سارے قرآن پاک میں جمیع اشیاءِ عالم کے ہر ہر ذرات پر تا دخولِ جنت و نار تفصیلاً مطلع نہ فرمایا گیا۔ تو پھر کلام مردود سقیم کہ بعد تمام نزولِ قرآن کے جملہ اشیاء کے ذرّہ ذرّہ علوم پر اطلاع ہو گئی؟ چہ معنی دارد؟ بلکہ با قرار خود مولوی نعیم الدین کے صراحتہً کوئی ثبوت بھی سارے غیبی علوم کے عطا کئے جانے کا قرآن پاک سے تو ہرگز نہیں ہوا۔ لہٰذا مولوی صاحب کے سب دعاوی هَبَاءً مَّنْثُوْرًا ہو گئے کیونکہ سب سے آخری آیت پ۶ سورہ مائدہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ اور اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ۔ جو حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ میں نازل ہوئیں جس کے تقریباً تین ماہ بعد ربیع الاول سنہ ۱۱ھ میں رسول کریم ﷺ نے وفات شریف پائی چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر فتح العزیز ج ا صفحہ ۲۱۸ میں فرماتے ہیں:۔

آیت سورہ مائدہ کہ روزِ عرفہ حجۃ الوداع نازل گشتہ دلالت برآں می کند کہ ہماں روز اتمامِ نعمت شد و ہو قولہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و اتمام نعمت در مقدمہ	"آیت سورۂ مائدہ یوم حجۃ الوداع میں نازل ہوئی دلالت اس امر پر کرتی ہے کہ اسی روز نعمت ربانی تمام ہوئی حسب فرمان اللہ کہ یعنی آج کے دن کامل کر دیا تمہارے لیے دین تمہارا اور پوری کر دی تمہارے اوپر اپنی نعمت اور تمام

بجمیع ارکان دین در آن روز سے قرآن گفت ،	کرنا نعمت کا دربارہ جمیع ارکان کے اس روز میں کہنا چاہیئے ۔

پس یہ تکمیل دینِ شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نعمتوں کا پورا ہونا تمام ارکان دین و احکام شریعت کا پورا ہونا تھا۔ پھر اگر اس عرصہ تین ماہ میں کوئی وحی خفی سوائے قرآن پاک کے جس کا ثبوت احادیثِ صحیحہ سے صراحۃً ہوتا کہ تمام غیوب جملہ کائنات عالم کے سب ذرات پر آپ کا علم ازازل تا ابد دخولِ جنت و دوزخ تک محیط ہے تو پیش کر کے بحوالہ تاریخ اپنی صداقت پہنچانا لازم تھا۔ حالانکہ ہرگز ہرگز مولوی نعیم الدین کا تو کیا بساط ہے۔ ان کے چھوٹے بڑے سب کے سب جمع ہو جائیں۔ تو بھی نہیں ثابت کر سکتے۔ ایں خیالست و محالست و جنون۔ درحقیقت صرف عوام جہلاء کو دھوکہ دے کر فریب میں مبتلا کرتا ہے ۔ للہٰذا بغرضِ مزید اطمینان اتمام مالحجۃ ناظرین کی خدمت میں بعد تمام ہوتے نزول قرآن کے تین ماہ میں جو امور بذریعہ وحی و بارشادِ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دربارہ نفی علم غیب سوائے حق تعالیٰ کے تا وقتِ وفات شریف صادر ہوئے ہیں منجملہ ان کے حسبِ ذیل ہیں جس سے مولوی نعیم الدین کی فریب کاری و جعل سازی پورے طور پر واضح ہوتی ہے ۔

عن جابر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول قبل ان یموت بشھر تسألونی عن الساعۃ وانما علمھا عند اللہ الحدیث۔	"روایت ہے حضرت جابرؓ سے کہا سنا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے قبل وفات ایک مہینہ پہلے تم لوگ مجھ سے قیامت کو دریافت کرتے ہو حالانکہ اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔
(رواہ مسلم ۔ مشکوٰۃ ص ۴۸۰)	روایت کیا اس حدیث کو امام مسلم نے "۔

اس حدیث سے صراحتاً معلوم ہوا کہ وفات شریف سے ایک ماہ قبل بھی علم قیامت حق تعالیٰ ہی کے لیے مخصوص فرمایا۔ چہ جائیکہ تین ماہ جس طرح مولوی نعیم الدین کی کذب بیانی افتراپردازی سے ادعائے باطل ہے ۔ اسی طرح مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ نے اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۲۵۳ میں اس کی تصریح فرمائی ہے ۔ ایسے ہی فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ اول ص ۱۲ میں تحت حدیث مشہور جبرئیل علیہ السلام فی خمس لا یعلمھن الا اللہ الحدیث منقول ہے ۔

رواہ ابن مندۃ فی کتاب الایمان باسنادہ الذی علی شرط مسلم	"روایت کیا ابن مندہ نے کتاب الایمان میں ساتھ اس اسناد کے جو شرط مسلم پر ہے بطریق

من طریق سلیمان التیمی فی حدیث	سلیمان تیمی حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں جس
عمر اولہ ان رجلا فی آخر عمر	کے اول یہ ہے کہ ایک آدمی یعنی جبرئیل علیہ السلام
النبی صلی اللہ علیہ وسلم جاء	آخر عمر شریف نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے
الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پھر ذکر
فذکر الحدیث بطولہ ۔	کیا پوری حدیث کو۔"

یعنی پانچ چیزیں جن کو کوئی بھی نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ اس حدیث میں کسی کو قیامت کے علم نہ ہونے کا واقعہ بھی آخر عمر شریف میں صراحتاً ثابت ہوا۔ نیز شاہ عبدالحق محدث دہلوی رح مدارج النبوۃ ج اول ص۲۸۳ میں نقل فرماتے ہیں :۔

اسود عنسی کہ در یمن دعویٰ نبوت کرد کشت	"اسود عنسی نے یمن میں جو دعویٰ نبوت کا کیا تھا اس
اورا فیروز دیلمی پیش از وفات آنحضرت	کو فیروز دیلمی نے قبل وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ
و وحی آمد بوے صلی اللہ علیہ وسلم بقتل	وسلم کے قتل کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کے
وے در مرض موت قبل موت پس خبر داد	قتل کی وحی آئی مرض وفات میں قبل وفات کے پس
بقتل وے و فرمود قتلہ العبد الصالح فیروز	خبر دی آپ نے اس کے قتل کی اور فرمایا قتل کیا اس کو
الدیلمی و فرمود فاز فیروز ۔	بندہ نیک فیروز دیلمی نے اور فرمایا مراد کو پہنچا فیروز۔"

ایضاً ج ۲ مدارج النبوۃ ص۴۸۷ میں اتنی اور تفصیل مرقوم ہے :۔

عمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خبر بحضرت	"عاملان صحابہ ابو موسیٰ اشعری و معاذ بن جبل رضی اللہ
فرستادند و بعد از وفات آنحضرت این	عنہما نے جو یمن میں متعین تھے آنحضرت صلی اللہ
خبر بمدینہ رسید فاما پیش از وفات	علیہ وسلم کو خبر پہنچائی اور بعد وفات آنحضرت صلی اللہ
بیک شبانہ روز حضرت را کیفیت واقعہ	علیہ وسلم کے یہ خبر مدینہ طیبہ میں پہنچی لیکن پہلے وفات
بوحی معلوم شدہ بود فرمودہ کہ امشب	سے ایک رات دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
عنسی کشتہ شد مردے مبارک از	کو کیفیت واقعہ وحی سے معلوم ہو گیا تھا فرمایا کہ آج کی
اہل بیت مبارک اورا بقتل آورد	رات عنسی قتل ہوا ایک مرد مبارک نے اہل بیت
کہ نام او فیروز است و فرمود	مبارک سے اس کو قتل کر ڈالا کہ نام اس کا فیروز ہے
فاز فیروز	اور فرمایا بامراد ہوا فیروز۔"

تعدادِ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم | یہ بھی واضح ہو کر تعدادِ وحی بزمانہ رسالت

علیہ الصلاۃ والسلام کس قدر تھی۔ مدارج النبوۃ ج ۲ صفحہ ۴۶ میں مواہب لدنیہ سے منقول ہے۔

وبعضے از علماء گفتہ اند کہ فرود آمد جبرئیل علیہ السلام بر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیست وچہار ہزار بار۔

"بعض علماء فرماتے ہیں کہ آنا جبرئیل علیہ السلام کا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چوبیس ہزار مرتبہ تھا۔"

اور صحیح بخاری پارہ ۱۷ صفحہ ۶۲۴ میں روایت ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا امین من فی السماء تاتینی خبر السماء صباحا ومساءً۔

"فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور میں آسمان والوں کا امین ہوں میرے پاس خبر آسمان کی صبح اور شام آتی ہے"

نیز صحیح بخاری پارہ ۱۷ صفحہ ۶۹۶ میں روایت ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لجبریل ما یمنعک ان تزورنا اکثر مما تزورنا فنزلت وما نتنزل الا بامر ربک الآیۃ۔

"فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے کس چیز نے منع کیا تمہیں جتنی بار تم آئے ہو اس سے زیادہ آنے کو تو جبرئیل علیہ السلام آیت سورہ مریم کے کر اترے یعنی اور نہیں اترتے ہم مگر حکم سے آپ کے رب کے"

پس ان روایات سے مانند آفتاب کے روشن کر دیا کہ بعد انقطاع نزول قرآن پاک کے تین ماہ بعد یوم وفات تک نفی علم غیب قیامت سے جو ابتداء عالم آخرت ہے دخول جنت تک جو اس کے بعد ہے کالعدم کر دیا۔ یعنی جبکہ مولوی نعیم الدین کے دعاوی فاسدہ باطلہ میں تمام عالم کے ذرہ ذرہ بڑتا دخول جنت ونار کے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم محیط ہے۔ تو پھر مرض وفات تک نزول وحی کی برابر صبح وشام ہر امر کے لیے جدا جدا ہوتے کے کیا معنے ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری پارہ ۳۰ صفحہ ۱۰۱۳ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے:

ولا یعلم متی تقوم الساعۃ الا اللہ۔

"اور نہیں جانتا کوئی سوائے اللہ تعالیٰ کے کہ قیامت کب ہوگی"

صاحب فتح الباری جو مولوی نعیم الدین کے مستند ہیں۔ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

اشارۃ الی علوم الآخرۃ فان

"اس میں اشارہ ہے علوم آخرت کی طرف

یوم القیامة اولھا واذا انتفی علم الاقرب	کیونکہ امور آخرت میں سب سے اوّل قیامت
انتفی علم مابعدہ فجمعت الآیة	ہوگی اور جب علم اقرب کی نفی ہوگئی تو امورِ
انواع الغیوب وازالت جمیع الدعاوی	آخرت جو بعد کو ہوں گے ان کی بدرجۂ اولیٰ
الفاسدة۔	نفی ہوگئی۔

پس یہ آیت (سورہ لقمان) غیب کی سب قسموں کو جامع ہے اور اس سے دفع ہو گئے سب کے دعاوی فاسدہ"

ایسے ہی قیامت میں علومِ غیب کا سوائے حق تعالیٰ کے اوروں سے مخفی رہنا صراحتاً ثابت ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری پارہ ۲۷ صفحہ ۱۷، صفحہ ۲۱۵ میں حضرت ابن عباسؓ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت میں مجھ پر وارد ہوں گے کئی فرشتے جن کو میں پہچانوں گا۔ اور وہ مجھے پہچانیں گے۔ پھر میرے اور ان کے درمیان میں پردہ ہو جاوے گا۔

فاقول یارب اصحابی فیقول انك	"تو میں کہوں گا اے رب یہ میرے اُمتی ہیں
لاتدری ما احدثوا بعدك فاقول	اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تجھے نہیں معلوم کہ
سحقا سحقا لمن غیر بعدی۔	تیرے بعد انہوں نے کیا کیا نئی باتیں نکالی تھیں۔
	تو میں کہوں گا" دوری ہو دوری ہو اس کو جس نے
(الحدیث)	متغیر کر دیا میرے بعد دین کو"

ایضاً صحیح بخاری پارہ ۲۷ صفحہ ۱۹۶ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

فیاتونی فاستاذن علی ربی	"پس میری اُمت کے لوگ میرے پاس آویں گے
فاذا رایته وقعت ساجدا	تو میں اپنے رب سے اجازت لوں گا پس
فیدعنی ما شاء الله ثم	جب اپنے رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر پڑوں گا
یقال لی ارفع راسك سل	جب تک اللہ چاہے گا مجھے پڑا رہنے دے گا پھر
تعط وقل یسمع واشفع	مجھ سے کہا جائے گا اپنا سر اٹھا تو جو سوال کرو گے عطا
تشفع فارفع راسی فاحمد	کیا جائے گا اور جو کہو گے سنا جائے گا، اور جو شفاعت
ربی بتحمید یعلمنی۔	کرو گے قبول ہوگی۔ تو میں سر اٹھا کر اپنے رب کی ایسی مدح
(الحدیث)	کروں گا۔ جو اسی وقت مجھے تعلیم کی جائے گی"

اس حدیث کی شرح میں صاحب فتح الباری فرماتے ہیں۔

و فی روایۃ فیلھمنی محامد لا اقدر علیھا الآن۔	"ایک روایت میں ہے پس الہام کی جائیں گی مجھے ایسی تعریفیں جن پر اس وقت میں بیان سے قاصر ہوں"

ایضاً صحیح بخاری پارہ ۳۰ صفحہ ۱۱۰۹ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے۔

ویلھمنی محامد احمدہ بھا لا تحضرنی الآن۔	"الہام کی جاوے گی مجھ پر ایسی تعریف جو اب حاضر نہیں ہے"

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی (مستند مولوی نعیم الدین) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۴ صفحہ ۳۸۴، صفحہ ۳۸۵ و صفحہ ۳۸۵ و صفحہ ۳۸۶ میں فرماتے ہیں:

کرمے آموزد پروردگار تعالیٰ مرا ہمدرآں وقت حاضر نے شود مرا آن محامد دریں وقت، کہ نہ کشادہ و الہام نکردہ برہیچ یکے پیش از من بلکہ بر من نیز پیش از وقت"	"سکھاوے گا مجھے پروردگار میرا اسی وقت۔ کہ حاضر نہیں ہے مجھے وہ تعریف و محامد اس وقت میں۔ کہ نہ کھولی جاوے گی، نہ الہام کی جاوے گی کسی ایک پر بھی مجھ سے پہلے ایسی محامد بلکہ میرے اُوپر بھی اُس وقت سے پہلے"

اسی طرح مدارج النبوۃ ج ۱ صفحہ ۳۱۷ میں مرقوم ہے:

علیٰ ہذا بہت وقائع ہیں جن سے مولوی نعیم الدین کی کذب بیانی، افتراء پردازی واضح ہے۔

چنانچہ مولانا شاہ عبدالحق متمحہ عطائے علومِ اشیائے عالم کے مدارج النبوۃ ج ۱ صفحہ ۱۶۵ میں فرماتے ہیں:

از بعضے صلحا از اہلِ فضل شنیدہ شدہ است کہ بعضے از عرفا رسالۂ نوشتہ و اثبات کردہ کہ آنحضرت را تمام علوم الٰہی معلوم ساختند بود و تردد ایں سخن بظاہر مخالف بسیارے از ادلہ ست تا آنکہ آن چہ قصد کردہ باشد واللہ اعلم۔

پس مولوی نعیم الدین کے تمام قیاسیات باطلہ کی حقیقت راہبیہ بمقابلہ نصوصِ آیات و احادیث اور خود اپنے مستندہ اقوال ائمہ کرام و علمائے عظام سے کا حقہٗ آشکارا ہو چکی۔ جس سے تمام علوم غیب کے دعاوی کا کلیۃً خاتمہ ہو گیا۔ اب کشائی کی ذرہ بھر گنجائش باقی نہ رہی۔ آئندہ جو کچھ ہوگا۔ وہ مولوی نعیم الدین کا اپنی نادانی، فریب کاری اور منہ زوری سے منہ چڑانا ہے۔ جس کی حقیقت بھی

انشاء اللہ العزیز عن قریب کما حقہٗ واضح ہوئی جاتی ہے۔ دیکھو مکرر اپنے مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا بیخ کن قاعدہ اصولیہ عمومی انبار ص۳ المصطفیٰ جو قریب ہی گزر چکا ہے۔ دیکھو صفحہ ۳۶۲)

اس حدیث کی تشریح کہ آنحضرت صلعم نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا

قول ص۱۶۱ ص۱۶۸

اب دو ایک حدیثیں بھی ملاحظہ کر لیجیے۔ حدیث ۱ . عن ثوبان۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ نے سمیٹی میرے لیے زمین یعنی اس کو سمیٹ کر مثل ہتھیلی کے کر دکھایا پس دیکھا میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو یعنی تمام زمین دیکھی مشکوٰۃ شریف ص۵۱۲ مظاہر حق ص۵۰۳) حدیث ۲ عبدالرحمٰن بن عائش۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے ربّ عزّوجل کو بہترین صورت میں دیکھا فرمایا ربّ تبارک وتعالیٰ نے ملائکہ کس بات میں جھگڑتے ہیں۔ میں نے عرض کیا تو ہی خوب جانتا ہے۔ فرمایا حضور نے، پھر میرے ربّ عزّوجل نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا، میں نے اس کے وصول فیض کی سردی اپنے دونوں پستانوں کے درمیان پائی پس جان لیا میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ مشکوٰۃ ص۶۹) علامہ ابن حجر محدث نے فرمایا کہ مَا فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں بلکہ ان سے اُوپر کی تمام کائنات کا بھی علم مراد ہے۔ جیسا کہ واقعہ معراج سے مستفاد ہے اور ارض بمعنی جنس ہے یعنی وہ تمام چیزیں جو ساتوں زمینوں بلکہ جو ان سے بھی نیچی ہیں معلوم ہوگئیں الخ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ا ص۴۶۳۔ اشعۃ اللمعات ص۲۶۲ میں اس حدیث کی شرح میں فرمایا۔ عبارت ست از حصول تمامہ علوم جزوی وکلی واحاطہ آں۔ حدیث ۳ حضرت معاذ بن جبل رضؓ سے یہ الفاظ مروی ہیں یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا پس ظاہر ہوئی مجھ کو ہر چیز اور میں نے سب کو پہچان لیا۔ مشکوٰۃ ص۷۲) حضرت شیخ اشعۃ اللمعات ص۲۶۹ میں فرماتے ہیں پس ظاہر شد و روشن شد مرا ہر چیز از علوم وشناختم ہمہ را۔ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو آسمان وزمین عرش وفرش تمام کائنات وجمیع اشیاء کے جزوی وکلی علوم مرحمت فرمائے حضورؐ پر غیبوں کے دروازے کھول دیئے تو حضورؐ کے لیے غیبی علوم ایسے ہی اختیاری ہوگئے جیسے ہمارے لیے محسوسات کہ جب ہم آنکھ کھولیں دیکھ لیں بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ محسوسات کا کشف تب ہوتا ہے جبکہ آلاتِ حواس سے کام لیا جائے یہاں اس کی بھی احتیاج نہیں۔ زرقانی میں امام محمدؒ غزالی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے

ثالثھا ان لہ صفۃ بھا یبصر الملائکۃ ویشاھدھم کما ان للبصیر صفۃ بھا یفارق الاعمی رابعھا ان لہ صفۃ بھا یدرک ما سیکون فی الغیب . . .

یہ تمام علوم عطائی ہیں۔ ذاتی علم کسی مخلوق کو ایک ذرہ کا بھی نہیں، علمِ ذاتی حضرت حق تعالےٰ کے ساتھ خاص ہے جن آیات یا احادیث میں علم کی نفی وارد ہے۔ وہاں علم ذاتی مراد ہے بحمداللہ تعالیٰ مسئلہ کامل طور پر واضح ہوگیا۔ اور مخالفین کے شکوک سب قطع ہوگئے۔ اھ ملخصاً بلفظہ

اقول وباللہ التوفیق۔ ناظرینِ کرام مؤلف کی فریب کاری، حیل سازی اور دھوکہ بازی ان احادیث کی نسبت ملاحظہ فرمائیں۔ اولاً حدیث ۱۰ جس کے پورے مضمون متعلقہ کو معہ ترجمہ مظاہرِ حق بوجہ فریب دہی عوام الناس کے چھوڑ دیا تاکہ حقیقت واقعیہ ظاہر نہ ہوجاوے حالانکہ اس سے ملحق مضمون متعلقہ یہ ہے:

"اور بیشک میری اُمت قریب ہے کہ پہنچے اس کی بادشاہی اس مسافت کو کہ اکٹھی کی گئی میرے لیے زمین سے یعنی مشرق اور مغرب میں بادشاہ ہوویں اور تصرف کریں اور دیئے گئے میرے لیے دو خزانہ سرخ اور سفید ف م از مولانا عبدالحق محدث دہلویؒ اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۴۶۹ یعنے سونے اور چاندی کے یعنی ایک کسریٰ کا خزانہ جو بادشاہ ہے فارس کا کہ وہاں سونا بہت ہے اور ایک قیصر کا خزانہ کہ جو بادشاہ ہے روم کا کہ وہاں چاندی بہت ہے۔ (مظاہر حق ج ۴ ص ۵۰۳)۔

ثانیاً اس حدیث کے ملحق مشکوٰۃ میں حدیث متفق علیہ (صحیح بخاری پارہ ۲۸ ص ۱۰۵۶ وصحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۴) بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ منقول ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

"فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں کہ میں سوتا تھا دیکھا میں نے کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں میرے سامنے رکھ دی گئیں۔	وبینا انا نائم اتیتنی اتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی۔

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۴۶۹ میں فرماتے ہیں:

"مراد فتوحات ہے کہ باری تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لیے مشرق ومغرب کے شہروں کے خزانے نکالے۔ یا مراد کانیں زمین کی ہیں کہ اس میں چاندی	مراد فتوحات ست کہ کشاد باری تعالیٰ برامت وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از بلاد مشرق ومغرب واستخراج کنوز ودفائن یا مراد کانہائے زمین کہ دروے سیم وزر

سست۔	اور سونا ہے''

اسی طرح شاہ صاحب موصوف مدارج النبوۃ ج ۱ صہ ۲۸۳ میں فرماتے ہیں:

ابو ہریرہ روایت میکند کہ فرمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در اثنائے آنکہ بودم من در خواب ناگاہ دادہ شد مرا خزائنہا زمین کنایہ است از خزائن کسریٰ و قیصر وغیرہا کہ فتح کردہ شد بر امت وے	''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اثنا میں کہ میں سوتا تھا ناگہاں دیئے گئے مجھ کو خزانے زمین کے کنایہ ہے خزانے کسریٰ بادشاہ فارس اور قیصر بادشاہ روم وغیرہ کے کہ فتح کئے گئے آپ کی امت کے لیے''

اسی طرح فتح الباری شرح صحیح بخاری اور نووی شرح صحیح مسلم میں مرقوم ہے۔ پس یہ ہے ظاہراً مولوی نعیم الدین کی چوری اور سینہ زوری۔

اسی طرح حدیث ۲۱ میں بھی واقعۂ خواب ہی ہے جس کو مولوی نعیم الدین نے اخفا کیا تاکہ جعل سازی کا پردہ فاش نہ ہو جائے۔ حالانکہ مظاہر حق شرح مشکوٰۃ جس کا خود مولوی نعیم الدین نے حوالہ دیا ہے اس حدیث کے ترجمہ کے الفاظ ج ۱ صہ ۲۹۹ میں یہ ہیں کہ '' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا میں نے پروردگار اپنے کو الخ'' پھر بحوالہ ابن حجر مکیؒ مرقات سے جو عبارت نقل کی اس میں مولوی صاحب نے اپنی بد دیانتی سے اول کی عبارت مرقاۃ کو چھوڑ دیا جس کا الکلمۃ العلیا صہ ۹ میں خود یہ ترجمہ کیا کہ '' اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اس فیض کے حاصل ہونے کے سبب سے میں نے وہ سب کچھ جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے یعنی جو کچھ کہ اللہ سبحانہ نے تعلیم فرمایا ان چیزوں میں سے جو آسمان و زمین میں ہیں ملائکہ اور اشجار وغیرہما میں سے'' پس یہ آسمان و زمین میں سے بعض اور جزئی چیزیں جن میں ملائکہ گفتگو کرتے تھے یا ان میں سے وہ کل امور ضروریہ منکشف فرمائے گئے نہ کہ تمام عالم کے ذرہ ذرہ کا علم تفصیلی دوامی ہمیشہ کے لیے لازم و مستحضر رہنا! ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

نیز اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کی بھی ادھوری عبارت بغرض دھوکہ دہی پیش کی ہے حالانکہ شروع عبارت یہ ہے:

پس دانستم ہر چہ در آسمان ہا وہر چہ در زمین بود۔	''پس جانا میں نے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں تھا''

چنانچہ خود مولوی نعیم الدین نے الکلمۃ العلیا صـ۱ حاشیہ سطر پانچ میں اس مقام کے لفظ "بود" کا ترجمہ "تھا" کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس وقت جو کچھ تھا۔ بلحاظ واقعہ کے دیکھا نہ کہ ذراتِ عالم پتہ پتہ قطرہ قطرہ کے انقلابات جو ہر آن اور آئندہ بدلتے اور واقع ہوتے رہتے ہیں۔ علیٰ ہٰذا حدیث ۳ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ میں بھی وہی واقعہ خواب ہے۔ جو حدیث ۲ میں گزرا، اس کو بھی مولوی نعیم الدین نے چھپا کر مختصر الفاظ اوّل آخر چھوڑ کر عوام کو فریب میں مبتلا کیا۔ لہٰذا بغرض تشفی خاطر ناظرینِ اہلِ انصاف کے پوری حدیث من اولہٖ الیٰ آخرہٖ نقل کی جاتی ہے جس سے پوری پوری تشریح ہو جائے گی اور ادعائے باطل مولوی صاحب کا پول کھل جائے گا۔ ساتھ ہی دیگر مفید احکامِ نبوت جن کے سیکھنے سکھانے کا اُمت کو امر سکھایا گیا ہے حاصل ہوں گے۔

مشکوٰۃ شریف صـ۷۱ میں ہے۔

عن معاذ بن جبل قال احتبس عنا
رسول الله صلى الله عليه وسلم
ذات غداة عن صلوٰة الصبح
حتى كدنا نترائ عين الشمس
فخرج سريعاً فثوب بالصلوٰة
فصلى رسول الله صلى الله عليه
وسلم وتجوز فى صلاته فلما
سلم دعا بصوته فقال لنا على
مصافكم كما انتم ثم انفتل الينا ثم
قال اما انى ساحدثكم ما حبسنى
عنكم الغداة انى قمت من الليل
فتوضأت وصليت ما قدر لى
فنعست فى صلوتى حتى استثقلت
فاذا انا بربى تبارك وتعالى فى احسن
صورة فقال يا محمد قلت لبيك

"روایت ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
سے کہا دیر کی ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک روز صبح کی نماز سے یعنی وقت عادت سے
نہ آئے یہاں تک کہ نزدیک تھے ہم کہ دیکھیں قرصِ
آفتاب کو پس نکلے جلدی پس تکبیر کہی گئی ساتھ
نماز کے پس نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے اور تخفیف کی نماز اپنی میں پس جب سلام پھیرا
پکارا ساتھ آواز اپنی کے پس فرمایا واسطے ہمارے
کہ بیٹھے رہو اُوپر صفوں اپنی کے جیسے کہ ہو تم بیٹھے
پھر مڑے طرف ہماری پھر فرمایا آگاہ ہو تحقیق میں
خبر دوں گا تم کو اس چیز سے کہ روکا مجھ کو تم سے آج
کی صبح وہ یہ ہے کہ تحقیق اٹھا رات کو یعنی تہجد کے لیے
پس وضو کیا میں نے اور نماز پڑھی میں نے جو کچھ مقدر
تھی واسطے میرے پس اونگھا میں بیچ نماز اپنی کے
یہاں تک کہ بھاری ہوا میں یعنی نیند غالب ہوئی پس ناگہاں

رب قال فيم يختصم الملأ
الاعلى قلت لا ادرى قالها
ثلاثا قال فرايته وضع كفه
بين كتفي حتّى وجدت
برد انامله بين ثدى فتجلى
لى كل شئ و عرفت
فقال يا محمد قلت لبيك
رب قال فيم يختصم الملأ
الاعلى قلت فى الكفارات
قال وما هن قلت مشى
الاقدام الى الجماعات والجلوس
فى المساجد بعد الصلوٰة و
اسباغ الوضوء حين الكريهات
قال ثم فيم قلت فى الدرجات
قال وما هن قلت اطعام الطعام
ولين الكلام والصلوٰة بالليل
والناس نيام قال سل
قال قلت اللّٰهم انى
اسئلك فعل الخيرات
و ترك المنكرات وحب
المساكين و ان تغفر
لى و ترحمنى واذا اردت
فتنة فى قوم فتوفنى
غير مفتون واسئلك
حبك وحب من يحبك

دیکھا میں نے پروردگار اپنے بابرکت اور بلند قدر
کو بیچ اچھی صورت کے یعنی اچھی صفت کے پس کہا
اے محمد کہا میں نے حاضر ہوں اے رب میرے فرمایا
پروردگار نے بیچ کس چیز کے گفتگو کرتے ہیں فرشتے مقربین
کہا میں نے نہیں جانتا میں، فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہ کلمہ تین
بار یعنی تین بار یہی بات پوچھی اور میں نے یہی جواب دیا
ہر بار کہا حضرت نے پس دیکھا میں نے اللہ کو رکھا ہاتھ
اپنے درمیان مونڈھوں میرے کے یہاں تک کہ پائی میں
نے سردی انگلیوں اللہ تعالیٰ کی درمیان چھاتی اپنی کے
پس ظاہر ہوئی واسطے میرے ہر چیز اور پہچان لیا میں
نے سب کو پس فرمایا محمد کہا میں نے حاضر ہوں میں
اے رب میرے فرمایا کس چیز میں جھگڑتے ہیں فرشتے
مقربین کہا، میں نے کفارات میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے
کیا ہیں وہ کہا میں نے چلنا ساتھ قدموں کے طرف جماعتوں
کے اور بیٹھنا مسجدوں میں پیچھے نمازوں کے اور پورا کرنا
وضو کا وقت کراہت کے یعنی جب ناخوش لگے طبیعت
کو استعمال پانی کا مثل سردی و بیماری کے فرمایا پھر
کس چیز میں گفتگو کرتے ہیں کہا میں نے بیچ درجوں کے
فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور کیا ہیں وہ، کہا حضرت نے
کہا میں نے کھلانا کھانے کا اور نرمی کرنی بات میں
اور نماز پڑھنی رات میں اس حالت میں کہ لوگ سوتے
ہوں، کہا اللہ تعالیٰ نے دعا کر اپنے لیے جو چاہے۔
کہا حضرت نے دعا کی میں نے یہ یا الٰہی تحقیق میں سوال
کرتا ہوں تجھ سے کرنے نیکیوں کا اور چھوڑنے برائیوں
کا اور دوستی مسکینوں کی اور یہ کہ بخشے واسطے میرے

وحب عمل یقربنی الی حبك فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھا حق فادرسوھا ثم تعلموھا رواہ احمد و الترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح وسألت محمد بن اسمٰعیل عن ھذا الحدیث فقال ھذا حدیث صحیح۔	اور رحم کرے مجھ پر اور جس وقت ارادہ کرے تو فتنہ کا ایک قوم میں پس مار مجھ کو غیر فتنہ میں اور مانگتا ہوں میں تجھ سے محبت تیری یعنی تجھے دوست رکھوں یا تو مجھے دوست رکھے اور مانگتا ہوں محبت اس شخص کی کہ محبت رکھے تجھ سے یعنی اسے دوست رکھوں یا وہ تجھے دوست رکھے اور مانگتا ہوں محبت اس عمل کی کہ نزدیک کرے مجھ کو طرف محبت تیری کے پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق یہ خواب حق ہے پس یاد رکھو اس کو پھر سکھلاؤ اس کو لوگوں کو (مظاہر حق شرح مشکوٰۃ جلد اول ص۴۱۱)

پس حدیث ۲، ۳ میں ایک ہی واقعہ خواب کی تفصیل ہے جو انبیاء علیہم السلام کے حق میں خواب بھی وحی ہوتی ہے " چنانچہ مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۶۰۹ میں اس امر کی تصریح کرتے ہیں۔ نیز مدارج النبوۃ ج ا ص ۲۷۶ میں فرماتے ہیں :

ورؤیائے انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم وحی است بخلاف غیر ایشاں	"انبیاء علیہم السلام کی خواب وحی ہے بخلاف دوسرے لوگوں کے"

حتیٰ کہ تعبیر خواب بھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہ بھی وحی ہوتی ہے۔ مدارج النبوۃ ج ا ص ۲۸۶ میں مرقوم ہے :

بلکہ ہمہ بوحی و الہام اند۔	"بلکہ (تعبیر خواب) سب بوحی والہام سے ہیں"

پس اگر ایسے مشاہدات خصوصاً خواب میں ہر امر اور ذرہ ذرہ کے حصول علم ہمیشہ کے لیے کافی ہو جایا کرتے تو ہر جزئی امر میں جدید وحی کی ضرورت نہ رہتی۔ یہ تو خواب ہائے انبیاء علیہم السلام ہیں۔ دوسروں کو بھی خواب میں عجائبات عالم کی سیر کرائی جاتی ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہمیشہ کے لیے وہ امور تمام مستحضر ہی رہیں۔ پھر اس خواب کے آخری حصہ احکام میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جناب تعالیٰ عزوجل کے حضور میں چند امور کا سوال و دعا کرنا عدم علم جمیع امور پر دلیل واضح ہے اگر ذرہ ذرہ تمام اشیاء عالم پر آپ کا علم محیط ہو چکا تھا۔ تو فوری اس طلب و دعا کی خواہش چہ معنی دارد؟ یہ حدیث تو جناب مؤلف کی جہالت و حماقت پر دلیل بین ہے۔

چنانچہ واقعہ شبِ معراج اس امر پر شاہد عادل ہے کہ بیت المقدس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لے جانا، وہاں جماعت انبیاء علیہم السلام کو دیکھنا، ان سے ملاقات کرنا امامت نماز کرانا وغیرہ امور مشاہدہ میں آچکے تھے مگر پھر بھی اس کی صبح ہی کو جب قریش کفارِ مکہ نے واقعات نشانات مفصل بیت المقدس پر سوالات کئے تو آپ ان کے جوابات میں متفکر وغمگین ہوئے۔ چنانچہ مشکوٰۃ ص ۵۲۹ میں یہ حدیث صحیح مسلم سے منقول ہے۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد
رأیتنی فی الحجر وقریش تسألنی
عن مسرای فسألتنی عن اشیاء
من بیت المقدس لم اثبتہا
فکربت کربا ما کربت
مثلہ فرفعہ اللہ لی انظر
الیہ ما یسألونی عن شئی
الا انبئتہم الحدیث۔

"روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے البتہ تحقیق دیکھا میں نے حطیم کعبہ میں قریش نے مجھ سے سوال کیا میرے جانے کا پس سوال کیا مجھ سے اشیاء بیت المقدس کا کہ نہیں تھا اس وقت مجھے استحضار ان کا، پس متفکر ہوا میں ایسا فکرمند کہ اس کے مثل غمگین تر ہوا تھا پس اٹھا دیا اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس کو دیکھتا تھا میں اس کی طرف جو کچھ کہ وہ سوال کرتے تھے کسی شئی کا مجھ سے میں خبر دیتا تھا ان کو"

نیز مشکوٰۃ میں بحوالہ صحیح بخاری پارہ ۱۵ ص ۴۵۲، پارہ ۱۹ ص ۲۳۳ اور صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۶ ہے۔

عن جابر انہ سمع رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یقول لما کذبنی قریش
قمت فی الحجر فجلی
اللہ لی بیت المقدس
فطفقت اخبرہم عن
آیاتہ وانا انظر
الیہ۔ (الحدیث)

"جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے جس وقت جھٹلایا مجھے قریش نے کھڑا تھا میں حطیم کعبہ میں پس ظاہر کیا اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے لیے یعنی حجاب درمیان سے اٹھا دیا پس شروع کیا میں نے کہ خبر دیتا قریش کو بیت المقدس کی نشانیوں سے اور میں دیکھتا تھا اس کی طرف"

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رح اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۵۴۲ میں فرماتے ہیں۔

پس روشن گردانید و نمود خدائے تعالیٰ	"پس روشن کر دیا اور دکھا دیا اللہ تعالیٰ
مرا بیت المقدس را و دور کرد پردہ را	نے مجھے بیت المقدس کو، اور دور کر دیا پردہ
میان من و وے چنانکہ دیدم آن را	کو میرے اور بیت المقدس کے درمیان سے
بی شبہ"	اس طرح سے کر دیکھا میں نے اس کو بے شبہ۔"

جس سے بدا ہتۂ روشن ہے کہ باوجود مطلع ہوتے کے بھی ہر وقت مستحضر رہنا ہر شے کا تفصیلاً طاقتِ بشری سے باہر ہے۔ مگر مولوی نعیم الدین بایں ہمہ تصریحاتِ نصوص احادیثِ صحیحہ کے بھی لا نسلم کٹ حجتی کر کے اپنے انکار سے مرغی کی ایک ہی ٹانگ الکلمۃ العلیا صہ۱۲۲ میں ہانکے جاتے ہیں۔ کہ

"حضور کو بیت المقدس کے متعلق ان باتوں کا علم تھا جو کفار نے دریافت کی تھیں۔"

پناہ ربّ لا یزال! پس مولوی نعیم الدین کا اولاً خلافِ دیانت خواب کر مخفی کر کے ایک ٹکڑا حدیث شریف کا نقل کرنا بغرض اپنے احیاءِ شرک یا اثباتِ علم غیب لغیر اللہ کے محض باطل ہے۔ چنانچہ خود مولوی نعیم الدین بفحوائے "دروغ گو را حافظہ نہ باشد" اپنے رسالہ فوائد النور صہ۲۲ میں اس طریقہ نامرضیہ کو معیوب لکھا ہے۔ کہ

"مسلما تو بلّٰہ انصاف ایسی مزبح عبارت چھوڑ کر ایک ٹکڑا مفید مطلب خیال کر کے لکھ دینا کونسی دیانت ہے۔"

پھر ثانیاً اس خلافِ دیانت پر بقول شخصے چوری اور سینہ زوری۔ اس حدیثِ منقولہ مولوی نعیم الدین صہ۳۰ میں دوسری فریب دہی اشعۃ اللمعات صہ۲۶۹ کے ترجمہ میں ملاحظہ ہو:

"پس ظاہر شد و روشن شد مرا ہر چیز از علوم و شناختم ہمہ را"

کہ جس کا ترجمہ خود غرضی سے چھوڑ کر دیا گیا۔ اگر یہ ترجمہ فارسی حضرت شیخ موصوف مولوی نعیم الدین کے زعم باطل میں بے غبار صحیح اور مفید ہوتا تو بے علموں کو ترجمہ کر کے ضرور آگاہ کیا جاتا حالانکہ خود اس میں تصریح ہے:

"پس ظاہر ہوئی اور روشن ہوئی میرے لیے ہر چیز علوم میں سے اور پہچانا میں نے تمام کو"

یعنی علوم میں سے بعض وہ اشیاء جو ظاہر ہوئیں وہ سب پہچان لیں، نہ کہ تمامی کائنات ذراتِ عالم ازل سے ابد تک تا دخول جنت و دوزخ کے جزوی و کلی علوم جو زعم باطل مولوی نعیم الدین کا ہے۔ علیٰ ہٰذا ملا علی قاری کی مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۱ صہ۴۷۵ مصری اسی حدیث صہ۳۱ معاذین

جبل رضی اللہ عنہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

ای مما اذن اللہ فی ظھورہ لی من العوالم العلویۃ والسفلیۃ مطلقا اومما یختصو بہ الملأ الاعلی خصوصا۔	"بعض ان اشیاء میں سے جن کا حکم حق تعالیٰ نے میرے لیے دیا، عوالم علویہ وسفلیہ سے مطلقاً یا ان میں سے جس میں ملائکہ گفتگو کرتے تھے خصوصاً"

نیز مرقات ہی میں بشرح اسی حدیث کے فرماتے ہیں:

لا یلزم منہ دوام المکاشفۃ۔	"لازم نہیں آتا اس حدیث سے ہمیشہ کھلا رہنا اشیاء کا"

پس اگر مولوی نعیم الدین کو ہر سہ احادیث خواب میں کچھ بھی گنجائش ہوتی تو شارحین ائمہ کا کلام اپنی تائید میں ضرور پیش کرتے، یوں ہی کان دبا کر نہ نکل جاتے!

علاوہ بریں جبکہ مولوی نعیم الدین نے الکلمۃ العلیا صد ۶۹ میں اثبات علم غیب سے عاجز ہو کر نفی علم غیب سوائے باری تعالیٰ کے مقابلہ میں یہ حیلہ بہانہ کر دیا کہ ایام نزول وحی میں وقتاً فوقتاً بعض بعض مغیبات پر مطلع فرمایا جاتا تھا اور تمام کلام اللہ نازل ہو چکا تو تمام اشیاء پر اطلاع ہو گئی۔ چنانچہ بحث آیات میں بتفصیل تمام گزر چکا۔ پس باقرار خود اتنا تو قطعی مسلم ہو چکا کہ تمامی ایام نزول قرآن پاک میں تا آخری آیات اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ الآیۃ جو حجۃ الوداع میں نازل ہوئی۔ بعض بعض امور پر حسب ضرورت احکام شرعیہ سے مطلع فرمایا جاتا۔ اَمَّا دَمَّا تَمَامِیں سے تفصیلاً تمام اشیاء عالم کے ذرات پرتا دخول جنت و دوزخ مطلع فرمائے جانے کے تو تمام دعاوی باطل ہو گئے۔ جس کی تفصیل بذیل آیات کلام ربانی واضح ہو چکی کہ بعد نزول تمامی قرآن پاک کے بھی کوئی دلیل قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ صراحۃً اپنے دعوئ باطلہ میں مولوی نعیم الدین پیش نہ کر سکے۔

تو پھر یہ حدیث ۳ واقعہ خواب بروایت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جو فرمودہ قبل انصرام نزول قرآن پاک ہے، دعوی مولوی نعیم الدین میں کس طرح حجت ہو سکتی ہے کیونکہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ منجملہ عمال صحابہ کے قاضی و معلم یمن کے بنا کر قبل حجۃ الوداع بھیجے جا چکے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف تک یمن ہی میں رہے چنانچہ صحیح بخاری کے پارہ ۱۷ صد ۶ کے باب سے

باب بعث ابی موسی و معاذ بن جبل الی الیمن قبل حجۃ الوداع۔ "بھیجنا ابوموسیٰ اشعریؓ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف قبل حجۃ الوداع کے۔"

سے واضح ہے۔ حتیٰ کہ خبر واقعہ قتل اسود عنسی کا ذب مدعی نبوت کی عمّال صحابہ نے یمن سے مدینہ طیبہ بھیجی جو بعد وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ خبر پہنچی مگر قبل از وفات ایک رات دن کے بذریعہ وحی آپ کو اطلاع دی جا چکی تھی تو آپ نے فرمایا آج کی رات عنسی قتل ہوا۔ چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۱۷ ص۲۲ میں مرقوم ہے۔ وارسلوا الخبر الی المدینۃ فوافی بذالک عند وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوالاسود عن عروۃ اصیب الاسود قبل وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیوم ولیلۃ فاتاہ الوحی فاخبر بہ اصحابہ ثم جاء الخبر الی ابی بکر رضی اللہ عنہ وقیل وصل الخبر بذالک صبیحۃ دفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص۲۰۸ میں مرقوم ہے۔

کہ در آخر عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعویٰ نبوت کرد و فیروز دیلمی در مرض وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم او را کشت پس آنحضرت در مدینہ از ان حال خبر داد و فرمود فاز فیروز

مزید تفصیل مدارج النبوت ج ۱ ص۲۸۳ سے و ج ۲ ص۴۸۷ سے تذییل آیات قرآنیہ قریب ہی گزر چکی ہے۔

پس اس واقعہ سے دو امر ثابت ہوئے اولاً حضرت معاذ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا یمن سے خبر پہنچانا اگر وہ حسب حدیث ۲۶ بروایت اپنی کے جانتے تھے کہ تمام اشیاء عالم کے ذرہ ذرہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قطعی علم عطا فرما دیا گیا ہے تو پھر خبر بھیجنے کے کیا معنی؟ ثانیاً قبل ایک شبانہ روز وفات شریف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی محض ایک امر جزئی میں وحی کا نازل ہونا اس پر بیّن دلیل ہے کہ بعد نزول تمامی قرآن پاک کے تمام کلیات و جزئیات اشیاء و ذرات عالم از ازل تا ابد دخول جنت و نار پر مطلع کئے جانے کا دعویٰ محض عاجزانہ فریبانہ ڈھکوسلا اور باطل ہے جس پر کوئی دلیل قطعی تو کیا ظنی بھی عقلاً و نقلاً قائم نہیں ہو سکتی۔ پھر اس سے زیادہ سخت گمراہی۔ مولوی نعیم الدین کا یہ کہنا کہ حضور کے لیے غیبی علوم ایسے ہی اختیاری ہو گئے۔ جیسے ہمارے لیے محسوسات کہ جب ہم آنکھ کھولیں دیکھ لیں۔ اور اس کو بحوالہ زرقانی امام غزالی کی طرف نسبت کرنا قطعاً محض باطل بلا دلیل بالکل فریب دہی ہے۔ سلف سے آج تک کوئی بھی اس کا قائل نہ گزرا۔

معجزے انبیاءؑ کے اختیار میں نہیں ہوتے

بلکہ یہ امر جمیع اُمّت کا متفق علیہ ہے کہ خارقِ عادات یعنی معجزات، افعالِ حق تعالیٰ ہوتے ہیں نہ کہ باختیارِ رسول۔ حق تعالیٰ جب چاہتا ہے اپنے نبی کے ہاتھ پر غیب سے امور خلافِ عادت ظاہر فرما دیتا ہے۔ چنانچہ جو عبارت زرقانی مولوی نعیم الدین نے ادھوری نقل کی ہے فریب کاری پر مبنی ہے۔ اس عبارت کے ملحق خود بدولت نے الکلمۃ العلیا صـ۱۱۶ میں نقل کیا ہے ثانیھا ان له فی نفسه صفۃ بھا تتم الافعال الخارقۃ للعادۃ الخ پس یہاں بوجہ دھوکہ دہی خارقۃ للعادت کو اڑا کر غیبی علوم کو اختیاری مثل محسوسات کے مانا۔ حالانکہ عبارت زرقانی کا حاصل یہ ہے کہ منجملہ اوصافِ نبوت کے ہے جو حق تعالیٰ نے بطور خارقِ عادات یعنی معجزات عطا فرمائے ہیں۔ انہیں کے سبب سے نبی اور غیر نبی میں فرق اور امتیاز ہے جس طرح حرکاتِ ارادیہ میں بینا اور نابینا یعنی اندھے اور دیکھتے کا فرق ہے کہ سوائے نبی کے کسی میں یہ اوصاف نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ خود امام محمد غزالیؒ احیاء العلوم کتاب المحبۃ والشوق میں فرماتے ہیں:

ولیس ذٰلک باختیار العبد ۔	نہیں ہے یہ بندہ کے اختیار میں"

اور مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ تکمیل الایمان صـ۲۸ میں فرماتے ہیں:

ومعجزہ فعلِ الٰہی است نہ فعلِ رسول زیرا کہ	"معجزہ فعلِ الٰہی ہے نہ فعلِ رسول کیونکہ خلافِ
خرقِ عادت پروردگار تعالیٰ از بندہ	عادت پروردگار تعالیٰ بندہ سے ممکن نہیں
ممکن نباشد۔	ہوتا ہے"

نیز شاہ صاحب موصوف مدارج النبوۃ ج ۲ صـ۱۱۶ میں فرماتے ہیں:

معجزہ فعلِ نبی نیست بلکہ فضلِ الٰہی ست	"معجزہ فعل نبی کا نہیں ہے۔ بلکہ فضل اللہ کا ہے
کہ بر دستِ وے اظہار نمودہ بخلاف	کہ نبی کے ہاتھ پر اظہار کیا گیا بخلاف دوسرے
افعال دیگر کہ کسبِ ایں از بندہ است	فعلوں کے کہ کسب ان کا بندہ کی طرف سے ہے اور
وخلق از خدا و در معجزہ کسب نیز از بندہ	پیدا کرنا ان کا اللہ کی طرف سے اور معجزہ میں کسب بھی
نیست پس معنی ایں آیت ایں ست	بندہ کی طرف سے نہیں ہے پس معنی اس آیت کے یہ ہیں
کہ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ صورۃ	کہ نہیں مارا تو نے جس وقت مارا صورۃً اور لیکن اللہ
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى حقیقۃ ۔	نے مارا حقیقۃً"

اور مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ تفسیر فتح العزیز ج ا ص۲۹ و ص۹۳ میں فرماتے ہیں :

افعال خارقہ عادت خواہ شبیہ بمعجزات
پیغمبران باشند خواہ از جنس دیگر ہمہ مقدور در
قدرت الٰہی اندو بارادۂ ایجاد او صادر
میشوند در علامات و معجزات پیغمبران
ایں شرط نیست کہ موافق فرمائش منکراں
بیابد یا بحد اضطرار رساند بلکہ ایں معنی
در صحت ایمان خلل می کند ۔ بتحقیق ما
فرستادیم ترا بمعجزات حقہ و بروجہ
صواب و آنچہ مقتضائے حکمت است
و آن آن است کہ ترا قدرت جبر
کردن ایشاں برایمان ندہم ۔

" افعال خلافِ عادت خواہ مشابہ معجزاتِ پیغمبروں
کے ہوں خواہ اور جنس سے سب اختیارِ قدرتِ الٰہی میں
ہیں اور اسی کے ارادہ اور ایجاد سے صادر ہوتے ہیں "
" علامات اور معجزات پیغمبروں میں یہ شرط نہیں
ہے کہ موافق فرمائش منکروں کے آوے یا لاچاری
کی حد کو پہنچا وے یعنی مجبوری کے سبب قبول کرنا پڑے
بلکہ یہ امر صحتِ ایمان میں خلل پیدا کرتا ہے " تحقیق
ہم نے بھیجا ہے تجھ کو ساتھ معجزاتِ حقہ کے بروجہ
صواب کے اور جو کچھ مقتضائے حکمت کا ہے یہ
ہے کہ تجھ کو قدرت جبر کرنے کی ان پر ایمان کے لیے
ہم نے نہیں دی ہے "

پس مولوی نعیم الدین کی فریب کاری خود اپنے ہی مسلمہ اکابر امام محمدؒ غزالی و شاہ عبدالحق و شاہ عبدالعزیز رحمہم اللہ سے کما حقہٗ واضح ہو گئی۔ پھر یہ کہنا کہ یہ تمام علوم (جن کی تفصیل کلام مولوی نعیم الدین میں گزر چکی) عطائی ہیں الخ۔ ہرگز درست نہیں کیونکہ یہ صفت علمِ غیب جناب باری تعالیٰ شانہٗ کی ذات کے ساتھ مختص ہے۔ جو کسی میں سوائے حق تعالیٰ کے ایک ذرہ بھی اگرچہ بعلم عطائی جانے غلط ہو گا۔ چہ جائیکہ تمام۔ خود مولوی نعیم الدین نے لاچار ہو کر الکلمۃ العلیا ص۶۹ میں اس امر کا اقرار کیا ہے کہ " ایام نزولِ وحی میں وقتاً فوقتاً بعض بعض مغیبات پر مطلع فرمایا جاتا تھا اور جب تمام کلام اللہ نازل ہو چکا تو تمام اشیاء پر اطلاع ہو گئی " اگر فی الواقعہ ایسا ہوتا تو بعد تمامی نزولِ قرآن پاک کے کوئی نزول وحی احادیثِ صحیحہ میں صراحۃً قطعی الدلالۃ یقینی الثبوت وارد ہوتی تو مولوی نعیم الدین اپنے دعویٰ میں اس کو ضرور پیش کرکے سچے بنتے حالانکہ وہ نہ کر سکے۔ اور کہاں سے ایسی کوئی نص لا سکتے۔ بالآخر خود الکلمۃ العلیا حاشیہ ص۱۱۸ میں اثباتِ علمِ غیب سوائے باری تعالیٰ کے دعویٰ کو اعتقادیات سے خارج کر دیا تاکہ نصِ قطعی پیش کرنے سے جان بچے۔ محض قصص و حکایات گور پرستی کی تصنیفات پر دارومدار دکھا گیا۔ اب اس مقام پر صرف دو تائیدی شہادتیں مسلمہ مولوی نعیم الدین ہدیہ ناظرین ہیں۔

اولاً حضرت شیخ الشیوخ بڑے پیر صاحب سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی رح الفتح الربانی اپنے ملفوظات مطبع بلالی ساڈھورہ ص۲۰۵ مجلس ۲۹ میں فرماتے ہیں:

هذا شئ ما تعلمه انت ولا غيرك — "یہ ایک چیز ہے جس کو نہ تو جانتا ہے نہ کوئی
هو من جملة الغيوب۔ — دوسرا وہ منجملہ علم غیب کے ہے"

جس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ نیز حضرت شیخ موصوف رح مرأۃ الحقیقت مطبوعہ مصر ص۱۸ میں فرماتے ہیں:

قوله من يعتقد ان النبي صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب فهو كافر لان علم الغيب صفة من صفات الله اهـ۔ — "اگر جو اعتقاد رکھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں غیب کو تو وہ کافر ہے کیونکہ علم غیب صفت منجملہ صفات اللہ تعالیٰ کے ہے جس کا علم صرف اللہ کو ہے۔

اور ثانیاً مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے والد مولوی محمد نقی علی خاں صاحب احسن الوعاء الآداب الدعاء مطبع اہل سنت و جماعت بریلی ص۷۸ میں لکھتے ہیں:

"کسی نے حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا آپ نے حضرت یوسف کی بوئے پیراہن مصر سے سونگھی اور کنعان کے کنوئیں میں ان کی خبر نہ لی فرمایا ہمارا حال یکساں نہیں رہتا ؎

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم
گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

للہ الحمد الملک العلام علام الغیوب۔ ناظرین کرام نے آیات و احادیث، کلامِ حق جل مجدہٗ اور فرمانِ رسول برحق سید الثقلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں مولوی نعیم الدین کے بے سروپا دعویٰ کی حقیقت بخوبی دیکھ لی۔ المختصر اولاً خود ہی معنی غیب کے الکلمۃ العلیا ص۲۳ میں یہ بتائے کہ "علم غیب وہ ہے جو بے تعلیم الٰہی کے کوئی شخص نہ جانے" تو ایسا علم سوائے ذاتِ پاک حق تعالیٰ کے کسی کو نہیں ہو سکتا۔ ثانیاً خود الکلمۃ العلیا ص۲۶ میں تعلیمی علم پر غیب کا اطلاق نہ کیا جانا تسلیم کر لیا۔ ثالثاً خود ہی الکلمۃ العلیا ص۶۹ میں تمام زمانۂ ایامِ نزولِ وحیِ قرآن میں وقتاً فوقتاً بعض بعض مغیبات پر مطلع فرمائے جانے اور بعد تمام کلام اللہ نازل ہو چکنے کے تمام اشیاء پر اطلاع ہو جانے کے دعویٰ کے ساتھ کوئی ایک دلیل بھی پیش نہ کر سکا۔ بالآخر خود الکلمۃ العلیا حاشیہ ص۱۱۸ میں علمِ غیب سوائے حق تعالیٰ کو مقامِ عقائد سے خارج کر کے دلیلِ قطعی پر موقوف نہ رکھتا (ملخصاً)۔

جس سے تمام دعووں کی نرکی تمام کر کے بیے دست و پارہ گئے۔ لہٰذا بتائید مسلّم مولوی نعیم الدین سے ثابت ہوا کہ علمِ غیب من جملہ صفاتِ حق تعالیٰ کے ہے مخلوقات میں افضل ترین انبیاء علیہم السلام ہیں۔ پھر جبکہ خصوصاً جناب سیّد المرسلین خاتم النبیین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کا اعتقاد رکھنے والا کافر ہوا تو پھر عموماً کسی نبی کے لیے یہ اعتقاد کس طرح کفر نہ ہوگا۔"

علمِ غیب کے خاصہ الٰہی ہونے کے دلائل قرآن مجید سے اور ان پر بحث

قولہ ص ۱۶۹ تقویۃ الایمان

دالا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمالات دیکھ نہیں سکتا۔ حضور کے فضائل جلیلہ تو اس کے لیے موت ہیں وہ علم جیسے جلیل کمال کا کس طرح انکار نہ کرتا۔ انکار کرنے کے لیے اپنی کتاب میں ایک خاص فصل بنائی ہے۔ اس فصل میں حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے غیبی علوم کا اثبات شرک قرار دیا اور نہایت گستاخانہ کلمات لکھ کر اپنی سیاہ دلی کا اظہار کیا۔ آیات و احادیث پیش کر کے حسب عادت ان کے غلط معنی بتائے آیت علا

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ "اسی کے پاس کنجیاں غیب کی ہیں نہیں جانتا ان کو مگر وہی"

تقویت الایمان ص ۲۲۔ اس آیت میں علم سے اگر ذاتی مراد ہو تو وہابی کو کیا مفید۔ فانی بیشک اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اس سے محبوبانِ حق کے علم عطائی کی نفی کب ہوتی ہے اور اگر عطائی مراد ہو تو صحتِ استثناء کی کوئی صورت نہیں بجز اس کے کہ علم الٰہی کو بھی معاذ اللہ عطائی کہا جائے۔ صاحبِ تقویت اس گمراہی میں گرفتار ہے اور آیت میں علم عطائی ہی مراد لیتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کسی ولی و نبی کو، جن و فرشتہ کو، پیر و شہید کو، امام و امام زادے کو، بھوت و پری کو، اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی کہ جب وہ چاہیں غیب کی بات معلوم کر لیں۔ تقویت ص ۲۳ جب لا یعلمہا کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے طاقت نہیں بخشی، اس لیے کوئی بعلم عطائی نہیں جانتا تو لازم آیا کہ الّا ہُو کے معنی یہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ معاذ اللہ بعلمِ عطائی جانتا ہے۔ جاہل نے علم الٰہی کو عطائی قرار دے لیا کس درجہ گمراہی ہے اھ ملخصاً بلفظہ۔

اقول و استعین باللہ العزیز۔ مولوی صاحب نے اپنی خبثِ باطنی سے مولانا شہید مرحوم کو فضائلِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار کا نشانہ بنا کر آیاتِ قرآنِ ربانی کی تردید

پر آمادہ ہو کے اپنے مشرکانہ عقائد سے ٹھکانہ جہنم میں بنایا۔

تصریحاتِ مولانا شہیدؒ دربارۂ فضائل و محامدِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

ناظرین کرام اعلیٰ

مولانا شہید مرحوم کی تقویۃ الایمان کے چند حوالہ بطور نمونہ تبرکی صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد و فضائل ی سن کر ایمان کو تازگی بخشیں۔ تقویۃ الایمان صـ۲ میں مرقوم ہے۔

"الٰہی ہزار ہزار شکر تیری ذاتِ پاک کو کہ ہم کو تو نے ہزاروں نعمتیں دیں اور اپنا سچا دین بتایا اور سیدھی راہ چلایا اور اصل توحید سکھائی اور اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں بنایا اور ان کی راہ سیکھنے کا شوق دیا اور ان کے نائبوں کی کہ جو ان کی راہ بتاتے ہیں اور ان کے طریقہ پر چلاتے ہیں، ان کی محبت دی۔ سو اے پروردگار ہمارے تو اپنے حبیب پر، اور ان کے آل و اصحاب پر، اور اس کے سب نائبوں پر ہزار ہزار درود اور سلام بھیج۔ آمین یا رب العالمین" "سب سے بہتر راہ یہ ہے کہ اللہ اور رسول کے کلام کو اصل رکھیئے اور اس کی سند پکڑیئے اور اپنی عقل کو دخل نہ دیجئے" ایضاً صـ۱۳ "یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے کہ اس نے ایسا رسول بھیجا کہ اس نے بے خبروں کو خبردار کیا اور ناپاکوں کو پاک، اور جاہلوں کو عالم اور احمقوں کو عقلمند، اور راہ بھٹکتے ہوؤں کو سیدھی راہ پر چلایا" ایضاً صـ۵ "پیغمبروں کی تو بڑی شان ہے، ان کے خبر دینے سے کیونکر نہ یقین آوے" ایضاً صـ۱۲ "سب انبیاء و اولیاء کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور لوگوں نے انہیں کے بڑے بڑے معجزے دیکھے ان ہی سے سب اسرار کی باتیں سیکھیں اور سب بزرگوں کو ان ہی کی پیروی سے بزرگی حاصل ہوئی" ایضاً صـ۲۲ انبیاء اور اولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے، سو ان میں بڑائی یہی ہوتی ہے کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں سو لوگوں کو سکھلاتے ہیں اور اللہ ان کے بتانے میں تاثیر دیتا ہے بہت لوگ اس سے سیدھی راہ پر ہو جاتے ہیں" ایضاً صـ۲۷ "اللہ کے حکم پہنچنے کی راہ بندوں تک رسول ہی کو خبر دیتا ہے" ایضاً صـ۵۸ "ہمارے پیغمبر سارے جہان کے سردار ہیں کہ اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ سب سے بڑا ہے۔ اور اللہ کے احکام پر سب سے زیادہ قائم ہیں اور لوگ اللہ کی راہ سیکھنے میں ان کے محتاج ہیں" ایضاً صـ۶۰ "رسول اللہ اپنی اُمّت

کے بڑے مربی شفیق تھے اور ان پر بہت مہربان اور رات دن ان کو اپنی اُمّت کے دین ہی درست کرنے کی فکر تھی" سوائے اللہ مالک ہمارے اپنے ایسے پیغمبر رحیم و کریم پر ہزاروں درود و سلام بھیج اور انہوں نے جیسا ہم سے جاہلوں کو دین سکھاتے ہیں حد سے زیادہ کوشش کی سو تو بھی اس کوشش کی قدر دانی کر کہ ہم تو ایک عاجز بندے ہیں محض بےمقدور آمین یارب العالمین"

علیٰ ہٰذا مولانا شہید مرحوم نے دربارہ شبہات ڈال دیتے متندعین گور پرستوں کے تقویۃ الایمان پر جو مکتوب بنام سید عبداللہ بغدادی تحریر فرمایا ہے جس میں سے محامد نبوی علیہ الصلاۃ والسلام کے الفاظ معہ ترجمہ حسب ذیل ہیں۔

ونصلی علی افضل البرایا شفیع	"ہم اوپر افضل الخلائق شفیع امام کے درود
الامم الذی لولاہ ما اخرجت	بھیجتے ہیں کہ اگر وہ نہ ہوتے تو دنیا ہی نہ ہوتی۔
الدنیا من العدم والذی علمنا	انہوں نے ہمیں توحید و سلام کی دلیلیں بتائیں اور
براھین التوحید والاسلام و	شرک و بت پرستی کی اندھیریوں سے نکالا اور
اخرجنا من ظلمات الاشراك	ان کے تمام آل و اصحاب اور دین کے مددگاروں
وعبادۃ الاصنام وعلی اله و	اور محبوں پر رحمت بھیجتے ہیں" "لیکن انبیاء کا قرب
اصحابه وعلی ناصرہ ومحبه	اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور ان کے کمالات اور ایسی
اما قرب الانبیاء عند الله	فضیلتیں کہ اس مرتبہ کو ان کے سوا اور کوئی نہیں
تعالی وکمالاتھم التی لایصل	پہنچ سکتا ہے ان سب کو ہم تسلیم کرتے ہیں"۔
دون سرادقاتھا غیرھم فنسلم	"اور اللہ تعالیٰ ہمارے سردار مخدوم شفیع محمد
وصلی الله تعالی علی سیدنا	مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی اولاد
ومطاعنا وشفیعنا محمد ن	پر جو آفتاب ہدایت ہیں اور ان کے اصحاب
المصطفیٰ وعلی اله شموس الھدیٰ	پر جو اندھیری رات کے چاند ہیں۔ رحمت نازل
واصحابه بدرالدجیٰ فقط۔	فرما دے فقط"۔

پس یہ چند کلمات طیبات محامد و فضائل نبوی علیہ الصلاۃ والسلام جو محض تقویۃ الایمان ہی میں سے باعث سرمۂ توحید بعین الیقین اہل توحید ہو کر مؤلف کی کذب بیانی، بہتان بندی شقاوت قلبی، واضح ہو گئی۔ اگر اسی کا نام انکار فضائل کمالات و گستاخانہ کلمات خصوصاً

علم جیسے عظیم الشان جلیل القدر کا ہے تو اولاً خود مولوی صاحب کی الکلمۃ العلیا کا نمونہ ملاحظہ ہو صؔ ۳۔

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ کے علم کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں۔ ذرہ کو آفتاب سے اور قطرہ کو سمندر سے جو نسبت ہے وہ بھی یہاں متصور نہیں کہاں خالق اور کہاں مخلوق۔"

اور مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے ملفوظات حصہ چہارم حسنی پریس بریلی صؔ ۹۴ میں ہے:

"اور قلب مبارک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو کوئی نسبت ہی نہیں ہو سکتی عظمت رب العزۃ جل جلالہٗ سے یہ غیر متناہی وہ متناہی اور غیر متناہی کو غیر متناہی سے نسبت محال" پس فما ھو جوابکم فھو الجواب من مولانا الشھید المرحوم۔

ترجمہ و تفسیر آیت "وعندہٗ مفاتح الغیب" الآیۃ | ثانیاً آیت وعندہ مفاتح الغیب الآیۃ کا یہ ترجمہ

تقویۃ الایمان تمام ترجموں کے مطابق بلا شک صحیح ہے۔ دیکھو موضح القرآن مولانا شاہ عبدالقادر صاحب فتح الرحمٰن مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ اور خود مولوی نعیم الدین نے بھی الکلمۃ العلیا صؔ ۶۵ میں یہی ترجمہ لکھا:

"ویعنی اللہ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں نہیں جانتا ہے کوئی اس کو مگر وہی"

پس محض فریب کاری سے تقویۃ الایمان کی مخالفت میں عام لوگوں کو دھوکہ میں مبتلا کر کے بسبب ندا غیر اللہ کے غائبین کو حاضر و ناظر، عالم الغیب، مشکل کشا بتا کر شرک میں گرفتار کیا جاتا ہے۔ معاذ اللہ منہ کیونکہ یہی اصل مقصد سوائے حق تعالیٰ کے دوسروں کو عالم الغیب بنانے کا ہے کہ بلا اس کے سب کارخانہ شرکیات نعیمیہ کا درہم برہم ہوا جاتا ہے۔ حالانکہ علم غیب منجملہ صفات خاصہ الربیت حق تعالیٰ کے ہے جس پر کوئی دوسرا ہرگز اختیار نہیں پا سکتا نہ یہ صفت کسی کو عطا ہو سکے جس طرح مولوی نعیم الدین کا خبط ہے کہ

"حضور کے لیے غیبی علوم ایسے ہی اختیاری ہو گئے جیسے ہمارے لیے محسوسات کہ ہم جب آنکھ کھولیں دیکھ لیں"

اسی لیے نص قطعی الدلالۃ قرآن پاک کے مقابلہ میں مولوی نعیم الدین کی یہ بیہودہ گوئی مفہوم مخالف کہ "اگر عطائی مراد ہو تو صحت استثناء سے علم الٰہی کو بھی عطائی کہا جائے" اور "آیت میں علم عطائی ہی مراد لینا ہے الخ" محض باطل اتہام مولانا شہید مرحوم پر ہے

جو ہرگز تقویۃ الایمان میں نہیں ہے اور نہ لازم آتا ہے۔ کیونکہ استشناء میں ہر کی ضمیر مطلقاً نفی علم غیب میں حق تعالیٰ ہی کی طرف راجع ہے۔ ذاتی وعطائی کا اس میں کوئی فرق نہیں۔ چنانچہ خود مولانا شہید مرحوم نے جب اس کی صاف تصریح فرما دی کہ

"اللہ صاحب نے یہ طاقت کسی کو نہیں بخشی کہ جب وہ چاہیں غیب کی بات معلوم کر لیں بلکہ اللہ صاحب اپنے ارادہ سے کبھی کسی کو جتنی بات چاہتا ہے خبر دیتا ہے سو یہ اپنے ارادہ کے موافق نہ ان کی خواہش پر"

یعنی آلۂ غیب کسی کو عطا نہیں فرمایا گیا کہ جب وہ چاہے اپنے اختیار سے علم غیب معلوم کر لے چنانچہ آیت مفاتح الغیب کی بہترین تفسیر صحیح بخاری پارہ ۱۹ تفسیر سورہ رعد میں مرفوعاً مروی ہے۔

عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مفاتیح الغیب خمس لا یعلمها الا اللہ لا یعلم ما فی غد الا اللہ لا یعلم ما تغیض الارحام الا اللہ ولا یعلم متی یاتی المطر احد الا اللہ ولا تدری نفس بای ارض تموت ولا یعلم متی تقوم الساعۃ الا اللہ۔

"حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنجیاں غیب کی پانچ ہیں نہیں جانتا ان کو کوئی سوا اللہ کے نہیں جانتا کوئی کیا ہوگا کل کو سوائے اللہ کے، اور نہیں جانتا کوئی کیا ہے رحم مادر میں سوائے اللہ کے، اور نہیں جانتا کوئی کب مینہ برسے گا سوائے اللہ کے، اور نہیں جانتا کوئی نفس کس زمین میں مرے گا، اور نہیں جانتا کوئی کب قائم ہوگی قیامت سوائے اللہ کے"

حدیث مذکورہ مفاتیح الغیب خمس الحدیث صرف صحیح بخاری ہی میں متعدد صحابہ حضرت ابوہریرہ ابن عمر وغیرہ رضی اللہ عنہم سے باسناد مختلف مروی ہے۔ چنانچہ پارہ اول صـ ۲۵ و پارہ ۴ صـ ۵۵ اور پارہ ۱۸ صـ ۱۷۸ و پارہ ۱۹ صـ ۲۹۵ اور پارہ ۳۰ صـ ۱۳۷ [1] وغیرہم میں یہ روایت مرقوم ہے امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ الباری جن کو مولوی نعیم الدین نے الکلمۃ العلیا صـ ۱۱۱ میں شیخ المشائخ قاضی القضاۃ اوحد الحفاظ والرواۃ لکھا ہے۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۴ صـ ۵۷ میں فرماتے ہیں۔

---

[1] یہ صفحات نسخہ مطبوعہ مع فتح الباری انصاری دہلی کے ہیں (ع - ح)

وفیہ رد علی من زعم ان للنزول المطر وقتا معینا لا یختلف عنہ ۔

"اس حدیث میں رد ہے اس کا جو گمان کرتا ہے کہ مینہ برسنے کا وقت معین ہے اس کے خلاف نہیں ہوتا"

ایضاً پارہ ۳۰ صـــ۱۳ میں مرقوم ہے ۔

لان امور الغیب لا یحصیھا الا عالمھا وان اقرب الاشیاء الی الاطلاع علی ما غاب الابواب والمفاتیح ایسر الاشیاء لفتح الباب فاذا کان ایسر الاشیاء لا یعرف موضعھا فما فوقھا احری ان لا یعرف ۔

"اس لیے کہ امور غیب کو بجز ان کے جاننے والے کے کوئی نہیں جانتا اور اطلاع کے لیے سب سے زیادہ قریب وہ چیز ہے جو دروازوں میں پوشیدہ ہے اور کنجیاں دروازوں کے کھلنے کے لیے سب چیزوں سے زیادہ آسان ہیں، پس جبکہ سب سے زیادہ آسان چیز کا مقام بھی کسی کو معلوم نہیں تو جو اس کے بعد کی چیز ہے وہ زیادہ اس کی مستحق ہے کہ اس کو کوئی بھی نہ جانتے"۔

نیز صحیح بخاری پارہ ۲۰ صـــ۳۴۸ اور پارہ ۳۰ صـــ۱۳ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا سے باسنادِ مختلفہ روایت ہے ۔

قالت ومن حدثک انہ یعلم ما فی غد فقد کذب ثم قرأت وما تدری نفس ماذا تکسب غدا ومن حدثک انہ یعلم الغیب فقد کذب وھو یقول لا یعلم الغیب الا اللہ۔

"فرمایا اور جس نے تجھ سے بیان کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کل ہونے والی بات کو جانتے ہیں، تو تحقیق اس نے جھوٹ بولا پھر پڑھی آیت یعنی کوئی نفس نہیں جانتا کہ کل کو کیا کرے گا" اور جس نے تجھ سے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے غیب کو پس تحقیق جھوٹ کہا اس نے کیونکہ اللہ تعالے فرماتا ہے کوئی نہیں جانتا غیب کو سوائے اللہ تعالیٰ کے"۔

اور ترمذی ج ۲ کتاب التفسیر صـــ۱۴۹ میں ان الفاظ سے روایت ہے ۔

ومن زعم انہ یعلم ما فی غد فقد اعظم الفریۃ علی

"جس نے گمان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کل ہونے والی بات کو تو تحقیق اس نے بڑا

اللہ د اللہ یقول (پا ۲۰-۲۰ سورہ نمل) لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ۔	بھاری بہتان باندھا اللہ تعالیٰ پر اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کوئی نہیں جانتا آسمان وزمین میں غیب کو سوائے اللہ کے"۔

بحمد اللہ تعالیٰ آیت وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ ۔۔ کی تشریح اور پوری تفسیر احادیث صحیحہ سے بفرمان جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صراحۃً واضح ہو گئی کہ علم غیب جناب باری تعالیٰ جل شانہٗ ہی کی ذات پاک کے لیے مخصوص ہے کسی دوسرے پر علم غیب کا اطلاق ہرگز نہیں ہو سکتا۔ پس عطیہ علم غیب کا حیلہ بزعم خود بنانے والا بارشاد حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قطعاً کذاب ومفتری اور جھوٹا ہے۔ کیونکہ کفار بھی اپنے معبودانِ باطل کے ساتھ جو شرک فی الالوہیت کرتے یعنی ان میں قدرت وتصرف غیب ذاتی جان کر ان کے لیے عبادت طلب حاجات، نذر ونیاز وغیرہ بجالاتے۔ تو باوجود ان افعال کے وہ ان اوصاف کو ان کا ذاتی وصف نہ جانتے تھے۔ بلکہ عطیہ جناب باری تعالیٰ ہی جانتے تھے، جس طرح مولوی نعیم الدین کا بھی یہی دعویٰ ہے۔ چنانچہ اپنی اس کتاب ہفوات بیہودہ کے صلا میں لکھا کہ

"کسی نبی وولی یا فرشتہ کو کوئی مسلمان ہرجا حاضر وناظر اور متصرف بالذات نہیں جانتا"

اور نیز مولوی نعیم الدین کے معتمد اعلیٰ شیخ بدایونی بوارق ص۳۵ وص۳۶ میں اس امر کو تسلیم کر کے تفسیر الفوز الکبیر وحجۃ اللہ البالغہ سے منجملہ انواع شرک کے نقل کرتے ہیں:

ہمچنیں ملک علی الاطلاق بعضے بندگان خود را خلعت الوہیت دادہ است در رضا وسخط ایشاں در سائر بندگان اثرے کند پس واجب میدانستند تقرب باآن بندگان خاص تا شائستگی قبول ملک مطلق حاصل شود وشفاعت برائے ایشاں در مجاری امور درجہ پذیرائی یا بد بملاحظہ ایں امور سجدہ بسوئے ایشاں وذبح برائے ایشاں وحلف بنام ایشاں واستعانت در امور ضرور یہ بقدر کن فیکون ایشاں	"مشرکین کے گمان میں (اسی طرح سے بادشاہ علی الاطلاق حق تعالیٰ جل مجدہٗ اپنے بعض بندگان کو خلعت الوہیت دیتا ہے اور رضامندی اور ناراضی ان کی تمام بندگان میں اثر کرتی ہے پس واجب جانتے ہیں تقرب ان بندگان خاص کا تاکہ قابلیت قبول بادشاہ مطلق کی حاصل ہو اور شفاعت ان کی ان کے لیے درجۂ قبولیت میں پہنچے اور ان امور کے سبب ان کے لیے سجدہ اور ذبح اور ان کے نام کی قسم اور استعانت ضروری امور میں ساتھ قدرت کن فیکون کے ان کے لیے تجویز

تجویز سے نمود ندا الخ وتقربوا الیہ کرتے تھے۔ اور تقرب ان کی طرف کرتے تو ان کو
فاعطاھم اللہ الالوھیۃ۔ اللہ تعالیٰ الوہیت عطا فرماتا"

پس اسی طرح مولوی نعیم الدین صاحب کے عقیدۂ خبیثہ کے اسی کتاب سے چند حوالے نمونۃً ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔

"ص۵۵ مسلمانوں پر شرک کا حکم لگانے میں ذرا بھی پس وپیش نہیں کرتے۔ وہ اس پر بھی شرک کا بے دریغ حکم دیتے ہیں کہ جو یہ کہتا ہے کہ ان بزرگوں کو اللہ کا بندہ اور اسی کی مخلوق جانتا ہوں اور یہ قدرت تصرف اسی نے ان کو بخشی ہے۔ اس کی مرضی سے عالم میں تصرف کرتے ہیں" "جو مسلمان یہ کہہ رہا ہے کہ ہم انبیاء اور اولیاء کو بیبرول شہیدوں کو اللہ کے برابر نہیں سمجھتے بلکہ اس کا بندہ اور اسی کی مخلوق جانتے ہیں وہ کیسے مشرک ہوگیا" ایضاً ص۶۹ "مسلمان کا یہ اعتقاد کہ انبیاء، اولیاء، شہداء کو قدرت تصرف اللہ تعالیٰ نے بخشی ہے، اس کی مرضی سے عالم میں تصرف کرتے ہیں، بالکل حق ہے"۔ "مسلمان کا یہ اعتقاد کہ اہل اللہ کو پکارنا عین اللہ ہی کو پکارنا ہے اور ان سے مدد مانگنی عین اسی سے مدد مانگنی ہے بالکل صحیح اور شرح اسلام کے مطابق ہے" ایضاً ص۷۲ علیٰ ہذا کہ مسلمانوں کا یہ اعتقاد کہ انبیاء و اولیاء اللہ کے پیارے ہیں جو جا ہیں سو کریں" ایضاً ص۸۹ اولیاء کے آستانوں کے خدام کو نذریں دینا" "اسی کو چڑھاوا کہتے ہیں" ایضاً ص۱۲۸ "بدنصیب انبیاء و اولیاء محبوبان الٰہ کا دشمن ہے ان کے تصرف کا انکار کرتا ہے" ایضاً ص۱۶۶ "اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع اشیاء و تمام کائنات کا علم عطا فرمایا غیب پر مطلع کیا ماکان وما یکون کی تعلیم فرمائی" ایضاً ص۱۶۸ "حضور کے لیے غیبی علوم ایسے ہی اختیاری ہوگئے جیسے ہمارے لیے محسوسات"

الغرض حسب عقیدۂ مذکورہ باطلہ مولوی نعیم الدین کے متبعین گور پرستوں کے لیے جن کے حق میں احادیث صحیحہ میں لعنت وارد ہے۔ منجملہ لوازمات الوہیت باری تعالیٰ عز شانہٗ کے جس کے سارے علوم وقدرت تصرفات ذاتی ازلی ہیں۔ چونکہ استعانت وندا، نذر ونیاز، طلب حاجات، مشکل کشائی، قدرت وتصرف تمام امور عالم کے لیے سارے عالم کے ذرات پر پورا پورا، تمام وکمال احاطہ ہونا لازم ولابدی ہے۔ اسی لیے بتاویل شیطانی نصوص قطعیہ قرآن وحدیث کی تحریف وتبدیل کر کے حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو اوصاف مذکورہ کا مستحق جان کر ان کو عالم الغیب

بحیلہ علم عطائی اختیاری کے فریب دے کر بتایا گیا۔ ورنہ پھر کوئی دعویٰ بلا اس حیلہ و مکر کے ہرگز مسموع نہ ہوتا!

پس مولوی نعیم الدین کے یہ جملہ ہفوات بمقابلہ صفات خاصۃ الوہیت حق تعالیٰ کے صفت مفاتیح علم غیب کسی میں عطا ہو نہیں سکتی۔ نہ اس میں کسی کی تاویل بمقابلہ آیت نص قطعی اور تفسیر فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقبول ہو سکتی ہے کیونکہ یہ امر مسلّمہ تمام اہلِ علم ہے۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطیؒ اتقان فی علوم القرآن مطبوعہ ناصری لاہور ص۳۶۸ میں فرماتے ہیں:

وقال الامام الشافعی جمیع ما حکم بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فھو مما فھمہ من القران۔

"فرمایا امام شافعیؒ نے جو کچھ بھی حکم فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پس وہ آپ کا فرمانا فہم و مضمون قرآن پاک ہے"

علیٰ ہٰذا خود مولوی نعیم الدین کے مسلّمہ مقتدا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے ملفوظات حصہ سوم حسنی پریس بریلی ۳۸ھ ص۴۶ میں لکھا ہے۔

"غرض بہت مقامات پر ائمہ تفسیر کا قول نہیں مانا جاتا ہے۔ مثلاً قاضی بیضاوی نے یا اور ائمہ مثلاً خازن وغیرہ نے تبیانا لکل شئی کو مخصص بتایا ہے۔ ارشاد قاضی بیضاوی یا خازن وغیرہ ائمہ تفسیر نہیں کسی فن کا امام ہونا اور بات ہے اور اس فن میں کتاب لکھ دینا اور بات ائمہ تفسیر صحابہ ہیں اور تابعین عظام تابعین میں بھی عظام کی تخصیص ہے۔"

نیز ملفوظات حصہ چہارم حسنی پریس بریلی ۳۸ھ ص۴۰ میں لکھا ہے۔

"نصوص قرآنیہ کی عظمت نہیں جتنے گمراہ ہوئے سب اسی دروازہ سے کہ انہوں نے نصوص میں تاویلیں کرنا شروع کیں"

علیٰ ہٰذا تفسیر احمدی ملا جیون مطبوعہ کریمی بمبئی ص۶۰۷ میں مرقوم ہے۔

ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیۃ (لقمان) ان ھذہ الخمسۃ فی خزانۃ غیب اللہ لا یطلع علیہ احد من البشر والملک والجن فلا یعلم احد وقت قیام القیامۃ

"تحقیق اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے علم قیامت کا یہ پانچ چیزیں اللہ تعالیٰ کے خزانہ غیب میں ہیں۔ نہیں مطلع ہے کوئی بھی اس پر بشر اور فرشتہ اور جن میں سے پس نہیں جانتا کوئی بھی وقت قائم ہونے قیامت کا اور اسی طرح نہیں جانتا کوئی بھی کب

وكذا لا يعلم احد متى ينزل
الغيث وكذا لا يعلم احد اى
حال ما فى البطن ذكر او انثى
تام او ناقص وكذا لا تدرى
نفس ماذا تفعل غدا من خير
او شر او ربما كانت عازمة
على خير و فعلت شرا و عازمة
على شر و فعلت خيرا وكذا
لا تدرى نفس انه اين تموت
اذ ربما اقامت بارض وضربت
اوتادها وقالت لا ابرحها
فيرمى به مرامى القدر حتى
تموت فى مكان لم يخطر ببالها
(ايضا) لما نزل قوله تعالى وعنده
مفاتح الغيب لا يعلمها الا هو سئل
رسول الله صلى الله عليه وسلم
عن مفاتح الغيب خمس لا
يعلمهن الا الله ثم تلا هذه الاية
ايضا فمن ادعى علم هذه الخمسة
فقد كذب وعن ابن عباس من
ادعى علم هذه الخمسة فقد كذب
ايضا وروى ان منصورا رأى فى منامه
صورة ملك وسأله مدة عمره فاشار
باصابعه الخمس فعبرها بعضهم بخمس
سنين او بخمسة اشهر او بخمسة

برسے گا مینہ، اور اسی طرح نہیں جانتا کوئی بھی کیا
حال ہے پیٹ کا لڑکا ہے یا لڑکی پورا ہے یا ناقص ہے
اور اسی طرح نہیں جانتا کوئی نفس کیا کرے گا کل کو خیر
یا شر، اور کبھی کرتا ہے ارادہ خیر کا اور کرتا ہے شر
اور ارادہ کرتا ہے شر کا اور کرتا ہے خیر، اور اسی طرح
نہیں جانتا کوئی نفس کہ وہ کہاں مرے گا اس لیے کہ
اکثر کسی جگہ میں قیام کرتا ہے اور گاڑ دیتا ہے میخیں یعنی
استحکام قیام کے لیے اور کہتا ہے کہ میں ہمیشہ یہیں رہونگا
پھر اس کو تقدیر کی گردش وہاں سے نکال پھینکتی ہے
یہاں تک کہ وہ ایسی جگہ پر مرتا ہے جو اس کے وہم و
گمان میں بھی کبھی نہ گزری ہو، فرمانا اللہ تعالیٰ کا اور
اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی کوئی نہیں جانتا ان
کو سوائے اللہ تعالیٰ کے سوال کیا گیا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے غیب کی کنجیوں کا تو فرمایا۔ کنجیاں غیب
کی پانچ ہیں نہیں جانتا ان کو سوائے اللہ تعالیٰ کے
کوئی پھر پڑھی آپ نے یہ آیت۔ پس جس نے دعویٰ کیا
ان پانچ چیزوں کے جاننے کا پس تحقیق جھوٹا ہے وہ اور
روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جس نے دعویٰ کیا
ان پانچ چیزوں کے جاننے کا تو تحقیق جھوٹ کہا اس
نے۔ اور روایت ہے کہ خواب میں دیکھا منصور نے
ملک الموت کو اور دریافت کیا ان سے اپنی عمر کی مدت
کو تو اشارہ کیا پانچ انگلیوں سے پس تعبیر دی اس
کی بعضوں نے پانچ سال کی یا پانچ مہینہ کی یا
پانچ دن کی اور جب سوال کیا گیا اس کا امام
ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے فرمایا اس میں

ولما سئل عنه ابوحنیفۃ قال انہ اشارۃ الی انہ خمس لا یعلمہ الا اللہ ۔	اشارہ ہے اس امر کا کہ ان پانچ چیزوں کو کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے ۔"

اور فرمایا مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے جن کو مولوی نعیم الدین نے مستند مانا ہے ۔ مدارج النبوت ج ۱ صـ۱۳۹ میں :

مفاتیح غیب در دست علم الٰہی و تمیداند آنرا مگر وے ۔	"کنجیاں غیب کی بدست علم الٰہی ہیں اور نہیں جانتا ان کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی بھی"

اور مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ تفسیر فتح العزیز ج ۲ صـ۱۰۲ میں فرماتے ہیں :

چوں ہیچ کس را معلوم نیست کہ از ابتدائے خلقت عالم چہ قدر گزشت و چہ قدر ما نا علم قیامت حاصل نے تواند گشت ۔	چونکہ کسی شخص کو معلوم نہیں ہے کہ ابتدائے خلقت عالم سے کس قدر گزر چکی اور کس قدر باقی ہے علم قیامت حاصل نہیں ہوسکتا "

علیٰ ہٰذا شاہ صاحب موصوف تحفہ اثنا عشریہ صـ۳۰۷ میں فرماتے ہیں :

وعلم غیب خاصہ خدا است پیغمبران ہم نظر بحال ظاہر آرا یان باطن خراب نفاق پیشہ فریفتہ شوند تا و تنبیکہ وحی الٰہی و وقائع الٰہی کشف حال شان نکند اہ	"علم غیب خاصہ اللہ تعالیٰ ہے پیغمبران (علیہم السلام) بھی بوجہ ظاہری خوبی کے باطن خراب نفاق پیشہ لوگوں کی طرف مائل ہوجاتے ہیں جبتک کہ وحی اور وقائع الٰہی ان کا کشف حال نہ کرے "

پس آیت مفاتح الغیب اور اس کی تفسیر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مفاتیح الغیب خمس حسب قرآن وحدیث قطعی الدلالۃ اور ائمہ کرام محدثین ومفسرین خصوصاً مجتہد اعظم امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ سے بخوبی واضح ہوا کہ کلیۃً ہرگز کسی کو علم غیب خاص کر مفاتیح خمس عطا نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ صفت مخصوص بذات باری تعالیٰ عز شانہ ہے ۔ مولوی نعیم الدین کا تاویلات رکیکہ، فاسدہ باطلہ سے بحیلہ عطائی کسی دوسرے پر اطلاق عالم الغیب کا کرکے تمام نصوص قطعیہ قرآن کے مقابلہ میں جن کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے بحواس الکلمۃ العلیا صـ۱۰۹ میں کہ نا کہ یہ" کہتے والا کہ حضرت کو تعلیم الٰہی بھی امور خمسہ کا علم نہ تھا یا کسی مخلوقات میں سے ان امور خمسہ کا علم نہیں دیا جاتا جاہل مخبوط الحواس اور دین سے بے بہرہ اور بدنصیب ہے" معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اور اس دعویٰ

کے دوسرے الفاظ بے سروپا عاجز ہونے سے بھی بذر الکلمۃ العلیا ص۶۹ میں یہ لکھے گئے کہ :
"ایام نزول وقتاً فوقتاً بعض بعض مغیبات پر مطلع فرمایا جاتا تھا اور جب تمام کلام اللہ نازل ہو چکا تو تمام اشیاء پر اطلاع ہو گئی"
معاذ اللہ! تو وجہ کیا ؟ جب کہ کسی آیت قرآنی سے یہ دعویٰ مردودہ ہرگز ثابت ہو نہ سکا کسی حدیث صحیح صریح سے بھی بعد ختم نزول قرآن پاک کے تین ماہ کے اندر کسی تاریخ سے ثابت نہ کر سکے پس ایں چہ دعویٰ است جس پر محض کجبلہ سازی بے نعلی و حوشن کہ پناہ بربت لا یزال۔
اس پے لگامی پر خود مولوی نعیم الدین کے مقتدا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی تمہید ایمان مطبوعہ اہل سنت بریلی ص۳۷ میں لکھتے ہیں۔ "صریح بات میں تاویل نہیں سنی جاتی ورنہ کوئی بات بھی کفر نہ رہے ۔ عمر کہے میں رسول ہوں اس میں یہ تاویل گڑھ لی جائے کہ لغوی معنی مراد ہیں یعنی اللہ ہی نے اس کی روح بدن میں بھیجی ۔ ایسی تاویلیں زنہار مسموع نہیں ۔ شفا شریف میں ہے ادعاؤہ التاویل فی لفظ صراح لا یقبل صریح لفظ میں تاویل کا دعویٰ نہیں سنا جاتا ۔ شرح شفائے قاری میں ہے ھو مردود عند قواعد الشریعۃ ۔ ایسا دعویٰ شریعت میں مردود ہے ۔ نسیم الریاض میں ہے لا یلتفت بمثلہ ویعد ھذیانا ایسی تاویل کی طرف التفات نہ ہوگا اور وہ ہذیان سمجھی جائے گی ۔ فتاویٰ خلاصہ و فصول عمادیہ و جامع الفصولین و فتاویٰ ہندیہ وغیرہ میں ہے :

واللفظ للعمادی قال انا رسول اللہ	"اگر کوئی شخص اپنے آپ کو اللہ کا رسول یا
او قال بالفارسیۃ من پیغمبر ام	پیغمبر کہے اور معنے یہ لے کر میں پیغام لے
یرید بہ من پیغام می برم یکفر۔	جاتا ہوں ۔ قاصد ہوں تو وہ کافر ہو جائے گا یہ
	تاویل نہ سنی جائے گی فاحفظ"

پس مولوی نعیم الدین کی بیہوشی کے گندہ عقیدہ پر حسب فتویٰ اپنے مقتدائے بریلوی کے سوائے حق تعالیٰ کے دوسروں کو عالم الغیب بمعنے عطیہ جاننے سے کیا کفر عائد نہ ہوگا ؟ جب کہ تاویل کے ساتھ رسول کہنے سے کفر لازم آیا تو منجملہ صفات حق تعالیٰ مالک الملک علام الغیوب کے دوسروں پر اطلاق عالم الغیب کا بتاویل عطیہ پر کیونکر اس سے زائد کفر لازم نہ ہوگا ؟ جس قدر امور غیب ہیں وہ سب انہیں پانچ میں داخل ہیں، کوئی ان سے خارج نہیں کیونکہ بلا کنجیوں کے کوئی شئے مقفل نہیں کھلتی اور یہ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ و اختیار میں ہے ۔ بلاشبہ حق تعالیٰ نے یہ

طاقت کسی کو نہیں بخشی کہ جب وہ چاہے غیب کی بات معلوم کرلے۔ اسی لیے نصِ قرآن پاک میں لا یعلمہا الا ھو ـــ فرمایا گیا کہ "نہیں جانتا اس کو کوئی سوائے اللہ تعالیٰ کے" اسی کی تصریح تقویۃ الایمان میں فرمائی کہ:

"سو یقین یوں رکھا چاہیئے کہ غیب کے خزانہ کی کنجی اللہ ہی کے پاس ہے اس نے کسی کے ہاتھ نہیں دی اور کوئی اس کا خزانچی نہیں مگر اپنے ہی ہاتھ سے قفل کھول کر اس میں سے جتنا جس کو چاہے بخش دے اس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ سکتا۔"

پس اس بدیہی بات میں جو صاف اور سچی ہے سوائے مولوی نعیم الدین کی بدبختی کے کوئی اہل ایمان انصاف والا انکار نہیں کر سکتا۔

"صراطِ مستقیم" کی ایک عبارت سے مغالطہ کی حقیقت!

قولہٗ ص۱۸ علاوہ بریں "دروغ گو را حافظہ

نباشد" یہاں تو یہ کہا کہ اللہ صاحب نے کسی کو یہ طاقت نہیں بخشی اور خود صراطِ مستقیم ص۱۲۸ میں لکھا ہے " برائے کشفِ ارواح و ملائکہ و سیر امکنۂ زمین و آسمان و جنت و نار و اطلاع برلوحِ محفوظ شغل دورہ کنند" تقویۃ الایمانی دین میں جب ولی و نبی تک کو اللہ نے غیب کی بات معلوم کرنے کی طاقت نہیں بخشی تو دورہ کا شغل کرنے والے اسمٰعیل کے چیلوں کو ملائکہ و ارواح کے کشف اور زمین و آسمان جنت و دوزخ کی سیر اور لوحِ محفوظ پر مطلع ہو کر عالمِ غیب بن جانے کی طاقت کس نے بخشی۔ اسمٰعیل نے یا اس کے پیر نے جو کام اس کے اعتقاد میں اللہ سے بھی نہ ہوا وہ بزعم خود اس نے کر دیا اور جو بات نبی ولی کو دربارِ الٰہی سے میسر نہ آئی وہ اسمٰعیل نے اپنے چیلوں کو بخش دی۔ لعنت اس بے دینی پر پھر بے دینی کہ نبی و ولی کے چاہنے سے تو غیب کی بات معلوم نہ ہو اور اسمٰعیلی چیلے چاہیں تو معلوم کر لیں چنانچہ صراطِ مستقیم ص۱۲۸ میں لکھا۔ با ستعانت ہماں شغل بہر مقامیکہ از زمین و آسمان و بہشت و دوزخ خواہد متوجہ شدہ سیر آں مقام نماید و احوالِ آں جا دریافت کند۔ بے دین نے اپنے چیلوں کو انبیاء و اولیاء سے بڑھا دیا اور اللہ کے برابر کر دیا۔

اقول: واستعین باللہ الوھاب اس طریقہ کشفِ ارواح وغیرہ صراطِ مستقیم ص۱۲۸ کو مولانا شہید مرحوم کی طرف نسبت کرنا اور ان کا تعلّم قرمودہ بتانا محض مولوی نعیم الدین کی نادانی اور جہل ہے۔ جاہل کو اتنی تمیز نہیں کہ باوجود حوالہ صراطِ مستقیم دینے کے اپنے اندھے پن سے کس

طرح کذب وبہتان بندی پر کمر باندھی ہے۔ استغفر اللہ مگر حسب حدیث صحیح بخاری۔

اذا لم تستحی فاصنع ما شئت۔ "جس وقت تجھے حیاء و شرم نہ رہے تو جو چاہے کرتا پھر"

واضح ہو کہ اول سے صلا۴ کے نصف تک معہ مقدمہ پہلا باب اور صہ۱۵۵ سے تا آخر صہ۱۶۸ تک چوتھا باب معہ خاتمہ مولانا شہید مرحوم کا تالیف فرمودہ ہے۔ اور صہ۱۴۹ کے نصف سے صہ۱۵۴ تک باب دوم و باب سوم مولانا عبدالحی مرحوم داماد و تلمیذ رشید مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا تالیف فرمودہ ہے۔ چنانچہ اس کی مفصل تصریح خود مولانا شہید مرحوم نے صہ۱ میں فرمادی ہے۔ پس ناظرین انصاف فرمالیں کہ صہ۱۲۸ باب سوم مؤلفہ مولانا عبدالحی مرحوم ہے نہ کہ مولانا شہید مرحوم کا۔ پس مولوی نعیم الدین کی اس خیانت مجرمانہ و بددیانتی بددینی پر ہزار آفرین ہے۔

پھر درصورت تسلیم یہ طریقہ کشف رواح منجملہ مراقبات اکابر صوفیہ، قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ کے معمولات میں سے ہے نہ کہ صاحب صراط مستقیم کا خود ساختہ۔ جس کے ذریعہ سے سالک راہ طریقت کا توجہ الی اللہ میں مستغرق ہوجانا ہے جس کے ثمرات سے بطور الہام یا خواب کے متجاب اللہ حسب استعداد انکشاف حالات ہوجاوے جس طرح طریقہ استخارہ میں حق تعالیٰ سے طلب مشورہ[ل] کی استدعا ہوتی ہے۔ اسی طرح انکشاف و حاجات کے لیے اکابر صوفیہ صاف باطن جن کے قلوب انوار تجلیات توحید سے لبریز ہوتے ہیں یا سنعات اسماء حسنیٰ الٰہیہ بطور ملکہ راسخہ مطابق خاصیت و اثر اسم کے ان پر انکشاف حالات ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی عروج کا نام الصَّلٰوۃ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ رکھا گیا ہے اور محض فضل اللہ تعالیٰ پر موقوف ہے نہ کسی کا اختیاری و گھمنڈ اور دعوی پر۔

چنانچہ اس کی تفصیل اور طریقہ صراط مستقیم باب سوم فصل اول صہ۱۴۲ میں مرقوم ہے جس کا حوالہ خود اسی مقام صہ۱۲۸ میں مذکور ہے جس کو مولوی نعیم الدین نے خیانت و بددیانتی سے نصف سطر چھوڑ کر ایک سلسلہ کی عبارت صہ۱۲۸ کو تفریق کرکے دو جگہ نقل کیا ہے۔ حالانکہ وہ کل ایک ہی مضمون مسلسل ہے چنانچہ عبارت اول کے آخری جملہ "شغل دورہ کند" کے ساتھ

[ل] استخارہ کا معنی طلب خیر ہے طلب مشورہ نہیں اور استخارہ شرعیہ کی حقیقت اللہ تعالیٰ پر اعتماد کامل اور ذات حق پر بندہ کا زور کی طرف سب امور کی تفویض ہے استشارہ و استخبار نہیں۔ اس غرض کے لیے سب استخارے غیر مسنون ہیں جیسا کہ آئندہ ص ۲۱۷-۲۲۲ پر اس کی قدرے تحقیق آ بھی رہی ہے۔ (ح-ح)

یہ الفاظ ہیں" وطریقش در فصلِ اول مفصلاً مذکور شدہ" اس کے ساتھ ملحق الفاظ یہ ہیں" پس باستعانت ہمان شغل الخ" پھر لفظ پس بھی اڑا دیا جس سے پتہ چلتا کہ اس کا اُوپر سے ربط ہے۔ پس یہ مولوی نعیم الدین کی بددیانتیوں بے احتیاطیوں کا ادنیٰ نمونہ ہے اس لیے کہ پورے مضمون متعلقہ سے جعل سازی نہ چل سکتی تھی۔ بلکہ فصلِ اول کی طرف رجوع کرنے سے ناظر پر فریب کھل جانا۔

پس بغرض انکشافِ حقیقت اجمالاً طُرُقِ صوفیہ کا نقل کرنا ضروری ہوا جو خالی از نفع نہیں ہے ازصہ ۱۱۶ لغایت صہ ۱۲۸ (مراقبہ قادریہ)

یعنی" مراقبہ اوّل وحدانیت کا ہے۔ اور اسی مراقبہ سے معنے اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ کے (یعنی تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں) بخوبی متحقق ہوتے ہیں۔ اور اس مراقبہ کے ثمرات سے حق تعالیٰ کی توحید کا انکشاف ہے۔ بعد اس مراقبہ کے شغل دورہ کرے اور اس شغل کے ارکان چار اسم ہیں" اسماءِ حسنیٰ سے یعنی سمیع و بصیر و قدیر و علیم منجملہ اس کے آثار کے ذاکر کی روح کی نورانیت ہے اور ملاقات ارواحِ انبیاء اور اولیاء اور ملائکہ کے ساتھ کرنا اور سیر جنت اور نار اور آسمانی مقامات مثل سدرۃ المنتہیٰ اور بیت المعمور وغیرہ اور لوح محفوظ اور وہاں کے وقائع کا کشف ہونا" "ہرچند روح بشری قابل عروج عالم قدس اور سماوات کے نہیں ہے۔ لیکن ذکرِ الٰہی کا بدرقہ ہو گیا ہے" "اور اس حالت میں آسمانوں کے مکانات پر اطلاع اور زمین کے بعض مقامات کی سیر جو اس کی جگہ سے دور و دراز فاصلہ پر ہوتے ہیں بطور کشف حاصل ہوتی ہے" "اور اسی حالت میں توقف نہ کرے کہ راہ راست منزلِ مقصود نہیں ہے ہرچند کہ راہ ہے لیکن راہ راست سے بہت دُور ہے اور سیر و سلوک کی دشواری اور طول مسافت ہونے کا باعث ہے"" بسا اوقات انسان انہیں حجب میں اٹک جاتا ہے۔ اور راہ وصول اصل مقصود ہاتھ نہیں آتی" "کبھی بعض طالبین اس کو مقصود اصل سمجھتے ہیں اور اسی جگہ ٹھہر جاتے ہیں" اھ ملخصاً تا صہ ۱۲۲

فصل دوم اشغالِ چشتیہ۔ صہ ۱۲۵

"برائے انکشافِ حالات آسمان و ملاقاتِ ارواح و ملائکہ و سیر جنت و نار و اطلاع حقائق اس مقام کی اور دریافت اس کے مکانوں کی اور انکشاف کسی امر کا لوح محفوظ سے ذکر یا حی یا قیوم ہے۔ کشفِ قبور کے لیے ذکر سبوح قدوس رب الملئکۃ

والدوح مقرر ہے" "اس کشف کو ناواقفان قربِ الٰہی کا موجب جانتے ہیں اور فی الحقیقت یہ دوری کا سبب ہے" اھ ملخصاً

فصل سوم اشغالِ نقشبندیہ۔ ص۱۲۶

"وعاء و التجاء کے ذریعہ سے محض فضلِ الٰہی سے مدد چاہیئے" "لطائفِ ششگانہ میں ہر ایک کے لیے جداگانہ ایک نور ہے کہ کتب و رسائل ان بزرگوں میں مفصل مرقوم ہے" ایضاً ص۲۲۸

"پس لابد سالک پر توحیدِ صفاتی منکشف ہو جاوے گی یا حجبِ نورانیت واضح ہو جاوے گی"۔

"واسطے کشفِ ارواح و ملائکہ اور ان کے مقامات اور سیر زمین و آسمان اور جنت و نار اور اطلاع لوحِ محفوظ کے لیے دورہ کا شغل کرے اور اس کا طریقہ فصل اوّل میں مفصل مذکور ہوا ہے پس با ستعانت اسی شغل کے جس مقام کی زمین و آسمان و بہشت و دوزخ کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے سیر اس مقام کی کرے اور احوال اس جگہ کا دریافت کرے" "پس جس شغل کی اشغالِ طریقہ میں مہارت رکھتا ہو مشغول ہو اور تمام اس شغل میں التجا بجنابِ حق تعالٰی کشفِ مطلوب کے لیے اس طرح کرتا رہے کہ اس کی پوری ہمت اسی واقعہ کے لیے متوجہ ہو جائے۔ اُمیدِ واثق بجنابِ حضرتِ حق سے یہ ہے کہ انکشاف اس واقعہ کا بطریقِ نزولِ الہام یا بطریقِ ظہورِ تہ دل سے وہ متحقق ہو جاویگا" انتہی ملخصاً

پس یہ ہر مراقبات و اذکار و اشغال حق تعالٰی کے حضور کے میں ہیں جن کی قبولیت کا خلعت مستجاب اللہ منکشف ہو کر عطا ہوتا ہے جو نہایت ادنیٰ ثمرۂ ریاضت و مجاہدات کا ہے نہ باعث کمالِ عبدیت کا حتیٰ کہ جوگیوں کو بھی انکشاف ہو جاتا ہے۔ اور علوم و معارف حقائق حضرات انبیاء علیہم السلام جو نہایت اعلیٰ و ارفع بے حد و حساب ہیں، جن کا شمار طاقتِ بشری سے خارج ہے قطعاً و یقیناً مقبول عنداللہ تعالیٰ ہیں، جن کا مقابلتہً ذرہ بھی کسی میں ممکن نہیں مگر نہ ان کو علمِ غیب کہا جا سکتا ہے نہ ان کو ذرہ بھر اس میں اختیار حاصل ہے۔ بلکہ یہ تمام باختیارِ حق تعالیٰ علّام الغیوب ہیں، کسی کو ان کے اختیار کی طاقت ہرگز نہیں بخشی گئی۔ مولوی نعیم الدین کا کمال درجہ خبط باعثِ خبثِ باطنی و شقاوتِ قلبی کا ہے جو ان امور کو بندوں کا اختیاری بتا کر تمام اکابر مجتہدینِ طریقت اہل اللہ کو موردِ الزام بنایا اور مولانا شہید مرحوم پر کذب و بہتان اور لعنت و شرک کا پہاڑ ڈالا جو خود ہی اپنے اوپر لوٹ پڑا۔

تقویۃ الایمان کی ایک عبارت سے مغالطہ کا جواب

قولہ ص۱۸۰ و ۱۸۱ تقویۃ الایمان ص۲۳ میں لکھا ہے۔ ظاہر

کی چیزوں کو دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے، جب چاہیں کریں جب چاہیں نہ کریں سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کر لیجئے، یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔ کیا خوب شان ہے کہ جب چاہے غیب کی بات دریافت کرے، اس کا اختیار رکھتا ہے۔ مگر بالفعل کچھ نہیں جانتا محض کورا نادان ہے۔ یہ ہے وہابیہ کا اللہ اور اس کے علم کی اتنی حقیقت ہے۔ یہ بات تو اسمٰعیل نے صراطِ مستقیم میں اپنے چیلوں کے لیے بھی ثابت کی تو اسمٰعیل اپنے قول سے مشرک ہوا کیونکہ اس نے اشتراک فی العلم کے معنی تقویۃ الایمان صـ۱۰ میں یہ لکھے ہیں اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا لہٰذا اپنے چیلوں کے لیے اللہ کا سا علم ثابت کر کے اپنے قول سے مشرک ہوا۔ کسی صفت کا اختیاری ہونا مستلزم حدوث ہے تو علم الٰہی کو اختیاری کہنا کفر ہوا۔ عالمگیری ج ۲ صـ۲۶۲ میں ہے۔ لو قال علم خدائے قدیم نیست یکفر اور جب اللہ تعالیٰ کے علم کی نسبت یہ اعتقاد ہے تو انبیاء و اولیاء کے علم کا انکار الیسوں سے کیا جائے تعجب یہ تو صاحبِ تقویت کی بے دینی کے نمونے تھے اھ ملخصاً بلفظہ

اقول واستعین باللہ العلیم! ہرگز اس عبارت تقویۃ الایمان سے نہ یہ ثابت ہوتا ہے اور نہ لازم آتا ہے کہ بالفعل اللہ تعالیٰ کچھ نہیں جانتا۔ محض کورا نادان ہے۔ معاذ اللہ منہ کوئی نادان مسلمان بھی ان کلماتِ خبیثہ کو سننا گوارہ نہیں کر سکتا۔ مولوی نعیم الدین نے اپنی گندی زبان سے بجابت نشرکیات نکال کر مولانا شہید مرحوم پر یہ محض بہتان لگایا۔ حالانکہ یہ مسئلہ عقیدہ کا بدیہی ہے کہ منجملہ صفات حق تعالیٰ کے صفتِ علم ذاتی قدیم ازلی ہے نہ کہ حادث نو پیدا۔ چنانچہ مطلب دتوضیح اس عبارت کی خود سیاق و سباقِ الفاظ تقویۃ الایمان سے واضح ہے کہ:

> "جیسے جس کے ہاتھ کنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے، جب چاہے تو کھولے جب چاہے نہ کھولے! اسی طرح ظاہر کی چیزوں کو دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے جب چاہیں کریں جب چاہیں نہ کریں، سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے، یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے (کسی کو) اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی کہ جب وہ چاہے غیب کی بات معلوم کر لیں بلکہ اللہ صاحب اپنے ارادہ سے کبھی کسی کو جتنی بات چاہتا ہے خبر دیتا ہے سو یہ اپنے ارادہ کے موافق نہ ان کی خواہش پر"۔

یعنی غائب کا دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں نہیں، نہ لوگوں کو حق تعالیٰ نے یہ طاقت بخشی کہ جب چاہیں غیب کی بات معلوم کر لیں یہ شان اللہ تعالیٰ ہی کی ہے جتنی کسی کو چاہتا ہے

خبر دیتا ہے۔

پس جبکہ مصنف تقویۃ الایمان مولانا شہید مرحوم کے کلام سے حسب مقولہ مسلّمہ تصنیف را مصنف نیکو کند بیان خود صراحۃً ثابت ہوگیا کہ غیب کا دریافت کرنا کسی کے اختیار میں نہیں بلکہ اللہ جب چاہتا ہے خبر دیتا ہے۔ یہ دریافت نہ ہونا لوگوں کے حق میں ہے اور جب چاہتا خبر دیتا حق تعالیٰ کے لیے۔ اور اگر مولوی نعیم الدین کا یہی عنا د و شقاوت قلبی ہے تو "چاہ کندن راچاہ درپیش" خود اپنے ہی ہاتھ سے تازیانۂ غضب متجانب اللہ الواحد القہار والجبار اپنے ہی مُنہ پر مانند تسودّ الوجوہ کے مارا جاتا ہے کہ اسی صـ۱۸۱ کے حاشیہ پر خود ہی لکھا۔

یعنی "آیت وعندہ مفاتیح الغیب ۔ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں یعنی وہ چیز جو اس غیب تک پہنچتی اور اس کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہو"

تو کیا معاذ اللہ حق تعالیٰ غیب تک پہنچا نہیں اور اس کو غیب حاصل نہیں جو وہ کنجیوں کے ذریعہ سے غیب تک پہنچے اور غیب کو حاصل کرے ۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

پھر باوجود اس کے اگر مولوی نعیم الدین کی ایسی ہی کور باطنی اور قیاس باطل شیطانی ہے تو بکثرت آیات قرآن پاک سے یہ مضمون ثابت ہے جن کو عدم علم حق تعالیٰ کا مورد الزام بنا کر جہنم میں اپنا ٹھکانا بنایا جاوے گا۔ چنانچہ بمعہ ترجمہ موضح القرآن مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ جو مولوی نعیم الدین کے نزدیک مستند ہے۔ حسب ذیل ہیں ۔ پارہ ۲ سورہ بقرہ میں فرمایا ۔

اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ۔	"مگر اسی واسطے کہ معلوم کریں کون تابع رہے گا رسول کا اور کون پھر جاوے گا اُلٹے پاؤں"

ایضاً پ۴ سورہ آل عمران

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۔ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ۔ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۔	"اور اس واسطے کہ معلوم کرے اللہ جن کو ایمان ہے"۔ "اور ابھی معلوم نہیں کیے اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں اور نہ معلوم کیے ثابت رہنے والے" "اور اس واسطے کہ معلوم کرے ایمان والوں کو" "اور تاکہ معلوم کرے ان کو جو منافق ہوئے"

ایضاً پ سورہ مائدہ۔

لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ۔ "تاکہ معلوم کرے اللہ کون اس سے ڈرتا ہے بے دیکھے"

ایضاً پارہ ۱۱ سورہ توبہ

وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ "اور ابھی دیکھے گا اللہ تمہارے کام"

ایضاً پارہ ۱۵ سورہ کہف۔

ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا "پھر ہم نے ان کو اٹھایا کہ معلوم کریں دو فرقوں میں کس نے یاد رکھی ہے جتنی مدت وہ رہے"

ایضاً پارہ ۱۷ سورہ حج۔

وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ۔ "اس واسطے کہ معلوم کریں جن کو سمجھ ملی ہے کہ بہ تحقیق ہے تیرے رب کی طرف سے"

ایضاً پارہ ۲۰ سورہ عنکبوت۔

فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ۔ "سو البتہ معلوم کرے گا اللہ ان کو جو لوگ سچے ہیں اور البتہ معلوم کرے گا جھوٹے" اور البتہ معلوم کرے گا اللہ ان کو جو لوگ یقین لائے ہیں اور البتہ معلوم کرے گا جو لوگ دغا باز ہیں"

ایضاً پ ۲۲ سورہ سبا۔

اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ۔ "مگر اس واسطے تاکہ معلوم کریں ہم کون یقین لاتا ہے آخرت پر"

ایضاً پارہ ۲۶ سورہ محمد

حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ۔ "تاکہ معلوم کریں جو تم میں لڑائی کرنے والے ہیں اور ٹھہرنے والے اور تحقیق کریں تمہاری خبریں"

ایضاً پارہ ۲۷ سورہ حدید

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ۔ "اور تا معلوم کرے اللہ کون مدد کرتا ہے اس کی اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے"

ایضاً پارہ ۲۹ سورہ جن۔

لِيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ۔ "تاکہ جانے کہ انہوں نے پہنچائے پیغام اپنے رب کے۔"

صحیح بخاری پارہ ۱۹ ص۲۹۳ تفسیر آیت سورہ عنکبوت میں مرقوم ہے:

(فلیعلمن اللہ) علم اللہ ذلک انما ھی بمنزلۃ فلیمیز اللہ کقولہ لیمیز اللہ الخبیث۔ "پس البتہ معلوم کرے گا اللہ معلوم کرنا اللہ کا اس کو بمنزلہ تمیز کرانے اللہ کے ہے جس طرح فرمایا کہ تمیز کرا دے اللہ خبیث کو پاک سے"

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں مرقوم ہے:

وقال ابو عبیدۃ فی قولہ تعالیٰ فلیعلمن اللہ الذین اٰمنوا ای فلیمیزن اللہ قد علم ذلک من قبل۔ "کہا ابو عبیدہ نے اللہ کے فرمانے میں پس معلوم کرے گا اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے یعنی تمیز کرا دے گا۔ اللہ کیونکہ البتہ اللہ جانتا ہے اس کو پہلے سے۔"

اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بڑے پیر صاحب کی غنیۃ الطالبین ص۱۶۹ میں مرقوم ہے۔

اطلع اللہ علی اھل بدر۔ (الحدیث) "فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلع ہوا اللہ تعالیٰ اوپر اہل بدر کے۔"

علیٰ ہٰذا تفسیر جلالین پ سورہ بقرہ ص۱۷ میں مرقوم ہے الالنعلم۔علم ظہور۔ اور تفسیر جامع البیان ص۱۷ میں ہے:

علماً حالیاً یتعلق بہ الجزاء۔ "مگر اس بیے کہ معلوم کریں مراد ظاہر کرنا علم کا ہے ایسا علم موجودہ جس کا تعلق جزا سے ہو۔"

اور تفسیر مظہری ص۱۱۱ میں مرقوم ہے:

ان المراد بالعلم التمیز۔ "مراد علم سے تمیز کرانا ہے۔"

اور ملا علی قاریؒ شرح فقہ اکبر ص۱۸ میں فرماتے ہیں: والعلم ای من صفات الذاتیۃ و ھی صفۃ ازلیۃ تنکشف المعلومات عند تعلقھا بھا اور مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ تفسیر فتح العزیز ج ۱ ص۵۹۸ میں فرماتے ہیں:

مراد از علم دریں جا تمیز است در خارج و تمیز فرع وجود است "مراد علم سے اس مقام میں تمیز کرنا ہے خارج میں اور تمیز فرع وجود کی ہے"

نیز تفسیر فتح العزیز پارہ ۲۹ سورہ جن صـ۲۰۱ میں فرماتے ہیں :

لیعلم تا آنکہ علم حالی پروردگار من کہ	یہاں تک کہ علم حالی میرے پروردگار کا اشیائے
باشیائے واقعہ حین وقوعہا متعلق میگردد	واقعہ میں جس وقت اس کے وقوع سے متعلق
تعلق پزیرد	ہووے تعلق پذیر ہوتا ہے "۔

پس علم بمعنی تمیز ظہور اس کے تعلق وقوع کے ساتھ واقع ہونے کی تصریح کلام ائمہ کرام علمائے عظام میں ثابت ہوئی جس طرح خود مولوی نعیم الدین نے بھی اس کو با وجود عناد تقویۃ الایمان کے تسلیم کرکے اپنی الکلمۃ العلیا صـ۳۴ میں یہ لکھا۔ کہ "اس آیت میں الا لنعلم کے لفظ سے صاف شبہ پیدا ہوتا ہے مگر یہ وہی شیطانی شبہ ہے کیا قابل التفات ہوا یسے ایسے قرائن عدم علم کے ہرگز نہیں ہوتے۔ اللہ جل شانہ علیم وخبیر ہے، اب علم حاصل نہیں کیا ہے"۔

بیشک آمنا وصدقنا۔ لیکن جب آیت میں صاف شیطانی شبہ خود پیدا کرکے اس کو رفع کر دیا۔ مگر مفاتیح الغیب میں خود اپنا ہی ساختہ مطلب بیان کرنے میں اگر توجیہ کرلینا مقتضائے ایمان ہوگا۔ تو پھر تقویۃ الایمان کی صریح عبارت میں جبکہ غیب کا دریافت کرنا (معنی) خبر دینا صاف موجود ہے تو پھر کیا جائے تامل اور مقال چون وچرا ہو سکتا ہے۔ بلکہ بدرجۂ اولی اس کے قبول وتصدیق سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا سوائے اس کے کہ مولوی نعیم الدین کی کور باطنی اور خباثت طینی کے سبب عالمگیری کا فتویٰ تکفیر خود اپنے ہی اوپر بقول خود ٹوٹ پڑا ہے

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد   میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

قولہ صـ۱۸۱-۱۸۲ اب پھر آیت کریمہ (مفاتیح الغیب) کی طرف رجوع کیجئے اس میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کے یہ معنی ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کو غیب کا علم عطا نہیں فرماتا۔ صاحب تقویۃ الایمان کا آیت کے معنی میں یہ کہنا کہ اللہ صاحب نے کسی کو یہ طاقت نہیں بخشی قرآن کریم پر افترا ہے۔ اس آیت کو ادنے علم والا بھی انبیاء واولیاء کے علم عطائی کے انکار کی سند نہیں بنا سکتا بلکہ اس آیت سے تو محبوبان حق کے لیے غیب کے علم کا اثبات ہوتا ہے۔ مفردات راغب میں ہے وقولہ عندہ مفاتح الغیب یعنی ما یتوصل بہ الی غیبہ المذکور فی قولہ فلا یظہر علی غیبہ احد الا من ارتضی من رسول۔ صاحب تقویۃ الایمان کو بھی اس کا اقرار کرنا پڑا۔ چنانچہ تقویت صـ۲۴

میں لکھا ہے۔ کہ غیب کے خزانہ کی کنجی اللہ ہی کے پاس ہے۔ اس نے کسی کے ہاتھ نہیں دی اور کوئی اس کا خزانچی نہیں مگر اپنے ہی ہاتھ سے قفل کھول کر اس میں سے جتنا جس کو چاہے بخش دے اس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ سکتا۔

جب یہ بات ہے تو وہابی کیوں منہ بگاڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو جمیع اشیاء کے علم عطا فرما دیئے، ان کے لیے غیب کے دروازے کھول دیئے، تو کون اس کا ہاتھ پکڑ سکتا ہے۔ اب بخوبی ثابت ہو گیا کہ انبیاء کے لیے غیب کا علم عطا کیا جاتا یا قرار دینا تقویت اس آیت سے ثابت ہے۔ پھر اس کو علم انبیاء کے انکار کی سند بنانا دیدہ دانستہ قرآن پاک کی مخالفت ہے۔ تقویت ص۲۴ میں ہے منافقوں نے حضرت عائشہؓ پر تہمت کی اور حضرت کو اس سے بڑا رنج ہوا۔ اور کئی دن تک بہت تحقیق کیا۔ پھر کچھ حقیقت نہ معلوم ہوئی اور بہت فکر و غم میں رہے پھر جب اللہ صاحب کا ارادہ ہوا۔ تو بتا دیا کہ منافق جھوٹے ہیں اور عائشہ پاک۔

ایک بات تو یہ ہے کہ جب یہ غیب تھا اور اللہ تعالیٰ نے بتا دیا۔ تو معلوم ہوا کہ غیب کا علم عطا کیا جاتا ہے اس کو شرک قرار دینا غلط اور بے ایمانی ہے اور تقویۃ الایمان ص۱ کا یہ قول باطل ہے کہ پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے یہاں علم عطائی کو بھی شرک کہہ دیا اور علم عطائی کو شرک کہنے کے معنی یہ ہیں کہ گمراہ کے نزدیک علم الٰہی بھی عطائی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ تہمت والے واقعہ میں تقویت والے کا یہ کہنا کہ پھر بھی کچھ حقیقت نہ معلوم ہوئی بالکل جھوٹ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء ہے کہ کون سی حدیث میں ہے کہ حضورؐ کو حقیقت نہ معلوم ہوئی۔ تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۳۵ میں ہے۔ کان هذا القول معلوم الفساد قبل نزول الوحی حضور صلعم کو نزول وحی سے قبل معلوم تھا کہ منافقین کا قول فاسد و باطل ہے۔ بخاری شریف ج ا صفحہ ۳۹۴ میں حضور صلعم کا یہ ارشاد ہے۔ واللہ ماعلمت علی اھلی الا خیرًا۔ اللہ کی قسم مجھے اپنے اہل پر نیکی کا یقین ہے۔ بے دین کو حضورؐ کی قسم کا بھی اعتبار نہ ہوا۔ ان کا ذہب پران کے دین کا مدار ہے۔" اقول: جبکہ آیت مفاتیح الغیب کی پوری تشریح معہ تفسیر نبویؐ اور صحابہؓ کرام و کلام ائمہ محدثین مفسرینؒ خصوصًا امام ابوحنیفہؒ سے بذیل مفاتیح الغیب خمس کے واضح ہو چکی جس سے مولوی نعیم الدین کے تمام دعاوی باطلہ مثل تار عنکبوت

پاش پاش ہو گئے۔ مگر پھر "کھسیانی بلی کھمبا نوچے" بار بار اسی کو لٹایا جاتا ہے۔ کہ نہیں اب سے کھو نہ جانوں محض بے حیائی ہے۔ پھر یہ بیہودہ کلامی کہ اس میں کوئی لفظ ایسا نہیں کہ غیب کا علم عطا نہیں فرمایا۔ بیشک حق تعالیٰ نے اپنی اس صفتِ خاص مفاتیح علم غیب کی کسی کو طاقت نہیں بخشی کہ جو چاہے اپنے اختیار سے اس کو جان لے اور عالم بھر کی حاجات و مرادات اپنے علم غیب و قدرت اور تصرف سے پوری کر دے کیونکہ علم غیب منجملہ صفاتِ خاصہ الوہیت جناب باری تعالیٰ شانہ کے ہے رخاصۃ الشئ ما یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ مسلم امر ہے چنانچہ امام نوویؒ شرح صحیح مسلم ج ا صلا[1] میں فرماتے ہیں:

دعلم الغیب مالم یطلع غیرہ علیہ۔ "علم غیب وہ ہے کہ اطلاع نہ پاسکے غیر اس کا اس کے اوپر"

علیٰ ہذا تو مولوی نعیم الدین کا بھی یہی مسلمہ ہے جو اُوپر گزر چکا کہ علم غیب کے یہ معنی ہیں کہ غیب اپنی ذات سے بے کسی کے بتلائے جاننا۔ تو جو بتانے سے جانے گا اس پر علم غیب کے جاننے کا اطلاق ہرگز نہ ہوگا۔ یہی بات مفرداتِ راغب کے ترجمہ میں ہے جو خود مولوی نعیم الدین نے حاشیہ پر یہ کہا ہے یعنی آیۃ عندہ مفاتیح الغیب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں یعنی وہ چیز جو اس غیب تک پہنچیے اور اس کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہو۔ یہی الکلمۃ العلیا ص۹۵ میں آیتِ موصوفہ کا ترجمہ ہے یعنی "اللہ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں نہیں جانتا کوئی اس کو مگر وہی" جس سے روشن ہے کہ سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ صاحب تقویۃ الایمان مولانا شہید مرحوم نے بھی اسی کی تصریح فرمائی کہ غیب کے خزانہ کی کنجی اللہ ہی کے پاس ہے۔ اس نے کسی کے ہاتھ نہیں دی، اور کوئی اس کا خزانچی نہیں مگر اپنے ہی ہاتھ سے قفل کھول کر اس میں سے جتنا جس کو چاہے بخش دے اس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ سکتا۔

اب اگر مولوی نعیم الدین کے زعمِ باطل میں مفاتیح الغیب خمس کا جس کی تفصیل گزر چکی ہے کسی کو علم عطا فرمایا گیا ہو تو کسی آیتِ قرآن پاک یا احادیثِ متواترہ صحیحہ متفق علیہ قطعی الدلالۃ سے جو درباب ثبوتِ عقائد میں معتبر ہو۔ حسب شرائط مسلمہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی انباء المصطفےٰ ص۳ جو بذیل آیات نقل ہو چکی ہے۔ پیش کرنا لازم تھا مگر مولوی نعیم الدین کی کیا بساط ہے۔ کیونکہ وہ اپنے دعویٔ باطل میں لاچار ہو کر آیات پیش کرنے سے تو دست بردار ہو چکا ہے چنانچہ الکلمۃ العلیا ص۶۹ میں لکھا ہے کہ:

[1] دیکھو ص ۳۵۵ (ج، ح)

"ایامِ نزولِ وحی میں وقتاً فوقتاً بعض بعض مغیبات پر مطلع فرمایا جاتا تھا۔ اور جب تمام کلام اللہ نازل ہو چکا تو تمام اشیاء پر اطلاع ہو گئی"

مزید تشریح صنہ۹ میں ہے کہ

"حضور اور حضور کے خدام ان پانچوں کے عالم ہیں خلاصہ یہ کہ سرور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس عالم سے تشریف لے جاتے کے قبل ان پانچوں چیزوں کا علم عطا ہو گیا تھا" "آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کا علم دے کر اس عالم سے اٹھایا"

پس قرآنِ پاک سے ثابت کرنا تو مولوی نعیم الدین کے نزدیک ان کے بیے موت سے زیادہ تلخ ہو گیا۔ اب احادیث ہی سے حسب شرائط مذکورہ بعد ختم نزولِ قرآن قبل وفاتِ شریف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین ماہ کے اندر بقید تاریخ یعنی نوذی الحجہ یوم عرفات ختم نزولِ قرآنِ پاک سے لغایۃ ۱۲ بارہ ربیع الاول یوم وفات تک مفاتیح الغیب خمس میں سے صرف علم قیامت کی تاریخ و سنہ اپنے سب شرکاء چھوٹے، بڑوں، منطقیوں، قبر پرستوں، مجاوروں تمام کو جمع کر کے ثابت کر دیں! مگر ہرگز نہیں کر سکتے۔ وَادْعُوْا شُرَكَاءَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ دعویٰ کرنا تو گور پرستوں میں آسان ہے مگر یہ لوہے کے چنے چبانے کے مترادف ہے۔

واقعہ افک کی تفصیل اور مسئلہ علم غیب

علی ہذا واقعۂ افک منافقین کا تہمت و بہتان حضرت عصمت مآب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لگانا جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجودیکہ منافقین کی کذب بیانیوں بہتان بندیوں کو پہلے ہی سے جانتے تھے خصوصاً بمقابلہ حضرت صدیقہ کی عصمت کو جانتے ہوئے بہت صدمہ و ملال خاطر پہنچا اور ایک ماہ تک اس اہم واقعہ کے متعلق نزول وحی نہ ہونے سے بھی آپ بہت غمگین ہوئے اور اضطراب میں رہے۔ بعد تحقیقات تمام حضرت صدیقہ رض کے بیانِ حلفی و شہادات مالا کلام حضرت اسامہ بن زید و حضرت زینب اور حضرت بریرہ خادمہ حضرت صدیقہ وغیرہم رضی اللہ عنہم کے آپ کو براءت حضرت صدیقہ کی پاک دامنی پر بقرائن علم ظنی قبل از نزولِ وحی قطعی کے ہو گیا تھا۔ مگر درصورت علم قطعی نہ ہونے کے انتظارِ وحی ضرور تھا۔

جس پر مؤلف نے چونکہ طول کلامی کی ہے اس لیے ناظرین پر اسی حدیث، روایت

صحیح بخاری کی پوری کیفیت جس کو مولوی نعیم الدین نے اختصار کیا ہے بغرض انکشاف فریب دہی کے واضح ہونا لازم ہے۔ کیونکہ اسلام اور خادمانِ اسلام کی صداقت و راست بازی پر ہر واقعہ میں مخالف سے مخالف کا سر تسلیم بھی خم ہے۔ چہ جائیکہ اہلِ اسلام کے لیے۔

صحیح بخاری پارہ ۱۶ صفحہ میں طویل روایت ہے۔ جس کا حاصل ترجمہ یہ ہے۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کا ارادہ فرمایا کرتے تھے۔ اپنی بیویوں کے درمیان میں قرعہ ڈالتے جس کا نام نکل آتا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہمراہ لے جاتے، پس ایک غزوہ میں قرعہ ڈالا تو میرا نام نکلا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نکلی۔ جب آپ غزوہ سے فارغ ہوئے اور واپسی ہوئی۔ جب مدینہ طیبہ قریب ہوا تو آپ نے رات کو چلنے کا حکم فرمایا۔ جس وقت روانگی کی خبر ہوئی میں قضائے حاجت کے لیے گئی اور لشکر سے دور نکل گئی بعد فراغت کے اپنی سواری کے پاس آئی اور میں نے سینہ پر ہاتھ پہنچایا تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا" میں تلاش کرنے لگی اس میں مجھے دیر لگی جو لوگ مجھے سوار کرتے تھے۔ یہ خیال کر کے کہ میں سوار ہوں اونٹ پر ہودج کو رکھ دیا۔ اس وقت کی عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں۔ ان کے جسم پر گوشت کم ہوتا۔ کیونکہ کھانا بہت کم کھاتی تھیں۔ اس وقت میں کم سن تھی۔ وہ سب سوار ہو گئے۔ میں نے ہار لشکر کی روانگی کے بعد پایا۔ میں مقامِ لشکر پر آئی تو کوئی نہ تھا۔ میں اس خیال سے بیٹھ گئی کہ مجھے ڈھونڈنے ضرور آویں گے۔ جب میرا گم ہونا معلوم ہوگا مجھے نیند آ گئی۔ صفوان بن معطل سلمی لشکر کے پیچھے رہتا تھا۔ گری پڑی شئے اٹھانے کو۔ وہ صبح کو میرے قریب پہنچا۔ اور دیکھتے ہی مجھے پہچان لیا۔ کیونکہ اس نے پردہ کے حکم سے پہلے مجھے دیکھا تھا۔ اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا میں یہ سن کر بیدار ہو گئی۔ اور اپنی چادر سے میں نے منہ چھپا لیا۔ واللہ ہم نے کوئی بات نہیں کی۔ صفوان نے اُتر کر اپنی سواری کو بٹھا کر ہاتھ پاؤں باندھ دیئے۔ میں اُٹھ کر سوار ہو گئی۔ صفوان اُونٹ کو کھینچتا ہوا چلا اور ہم شدتِ گرمی میں دوپہر کو لشکر میں پہنچے۔ سب لوگ ٹھہرے ہوئے تھے۔ پھر ہم مدینہ طیبہ میں آئے تو جو شخص بڑا مرتکب اس بہتان کا تھا وہ عبداللہ بن ابی تھا۔ میں ایک مہینہ تک بیمار رہی لوگ تہمت والوں کے قول میں غور و فکر کرتے اور مجھے یہ بات شبہ میں ڈالتی کہ میں اپنی بیماری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ مہربانی نہ دیکھتی جو میں اپنی اور بیماری میں دیکھتی تھی، آپ تشریف لا کر صرف یہ فرماتے۔ یہ کیسی ہے پھر چلے جاتے۔ مجھے

اس سے سک ہوتا۔ میری بیماری بڑھتی گئی میں نے آپؐ سے اپنے ماں باپ کے ہاں جانے کی اجازت لی تاکہ میں وہاں اچھی طرح یہ خبر معلوم کروں۔ آپؐ نے مجھے اجازت دی۔ میں نے وہاں جاکر دریافت کیا کہ میرے معاملہ میں لوگ کیا کہتے ہیں۔ والدہ نے فرمایا اے بیٹی گھبرا نہیں۔ ایسی عورتیں بہت کم ہیں جو خوبصورت ہوں اور محبت کرنے والے خاوند کے پاس ہوں اور اس کی سوکنیں اس پر تہمت نہ لگادیں۔ میں نے کہا سبحان اللہ! لوگ اس طرح کہتے ہیں؟ اس رات میں صبح تک روتی رہی۔ نہ میں سوئی نہ میرا آنسو تھما۔ روتے روتے صبح ہوگئی۔ جب وحی آنے میں تاخیر ہوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ بن ابی طالب اور اسامہ بن زیدؓ کو بلایا اور اس امر میں دونوں سے مشورہ لیا۔ اسامہ نے کہا یا رسول اللہ وہ آپؐ کی بیوی ہے۔ اسے اپنے پاس رکھیئے ہم بجز بھلائی کے کچھ نہیں جانتے۔ مگر علیؓ نے کہا یا رسول اللہ آپؐ پر اللہ نے دشواری نہیں فرمائی۔ عورتیں اس کے علاوہ بہت ہیں۔ آپؐ خادمہ سے دریافت فرمادیں۔ وہ سچ بتادے گی تو بلایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو تو فرمایا اے بریرہ کیا دیکھی ہے تو نے کوئی ایسی بات جس نے تجھے شک میں ڈالا ہو۔ بریرہ نے آپؐ سے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے کوئی بات ہرگز کبھی ایسی نہیں دیکھی جو عائشہ کو تہمت لگا سکوں، البتہ وہ کم سن لڑکی ہیں۔ غافل ہوکر سو رہتی ہیں۔ پلی ہوئی بکری آکر خمیر کے آٹے کو کھالیتی ہے۔ پس کھڑے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی روز منبر پر اور عبداللہ بن ابی کے متعلق فرمایا اے جماعت مسلمانوں کی مجھے کون مدد دے گا اس پر جس سے میرے اہل میں مجھے ایذا پہنچی ہے۔

واللہ ما علمت علی اھلی	"واللہ میں نہیں جانتا اپنی بیوی پر سوائے بھلائی
الاخیرا وقد ذکروا رجلا ما	کے کچھ اور لوگوں نے ایسے مرد (صفوان) کا نام لیا ہے
علمت الاخیرا وما یدخل علی	جو میں اس کے حق میں سوائے بھلائی کے کچھ نہیں جانتا اور
اھلی الا معی۔	نہیں داخل ہوتا تھا میرے مکان میں سوائے میری موجودگی کے"

سعد بن معاذ کھڑے ہوگئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں مدد کروں گا میں اس کی گردن ماروں گا۔ یا جو حکم فرمادیں گے ہم تعمیل کریں گے۔ اور میں وہ رات ایک دن روتی رہی۔ نہ میں سوئی۔ نہ میرا آنسو تھمتا تھا۔ اور میں سمجھتی تھی۔ کہ یہ رونا میرے جگر کو پھاڑ دے گا۔ میری والدہ میرے پاس تھیں اور میں رو رہی تھی کہ مجھ سے ایک انصاری عورت نے آنے کی اجازت چاہی۔ میں نے

اجازت دی وہ آکر بیٹھی اور میرے ساتھ رونے لگی۔ ہم اسی حال میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور سلام کرکے بیٹھ گئے۔ اس سے قبل آپؐ میرے پاس نہیں بیٹھتے تھے۔ جب سے اس بات کا چرچا ہوا تھا۔ آپؐ ایک ماہ تک انتظار میں رہے میرے بارہ میں آپؐ کے پاس کوئی وحی نہیں آئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھتے وقت کلمہ شہادت پڑھا پھر بعد حمدِ الٰہی کے فرمایا اے عائشہ مجھے تیری طرف سے اس اس طرح کی خبریں پہنچی ہیں، پس اگر تو بری ہے تو عنقریب اللہ تیرا بری ہونا بیان فرمادے گا۔ اور اگر تجھ سے گناہ ہوا ہے تو اللہ سے استغفار اور اللہ سے توبہ کر، کیونکہ بندہ جب اقرار کرکے پھر اللہ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ پس جب آپؐ فرماچکے تو میرے آنسو بالکل خشک ہوگئے۔ یہاں تک کہ ایک قطرہ آنسوؤں کا نہ معلوم ہوتا تھا۔ تو کہا میں نے اپنے والد سے تم میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو آپؐ نے فرمایا ہے جواب دو تو کہا میرے والد نے واللہ میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دوں۔ پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا تم جواب دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو کہا والدہ نے واللہ میں نہیں جانتی کیا جواب دوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، پس میں نے کہا باوجودیکہ میں نوعمر لڑکی تھی اور قرآن زیادہ نہ پڑھی ہوئی تھی۔ واللہ میں جانتی ہوں کہ آپؐ نے یہ بات سنی ہے یہاں تک کہ آپؐ کے دل میں جم گئی ہے اور آپؐ نے سچ جان لیا ہے پس اگر میں آپؐ سے کہوں کہ میں بری ہوں تو آپ تصدیق نہ فرمائیں گے اور اگر میں اقرار کرلوں آپؐ سے اس کا اور اللہ جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو اس کی تصدیق فرمالیں گے پس واللہ میں نہیں پاتی اپنی اور آپؐ کی مثال مگر یوسف علیہ السلام کے باپ کی جبکہ انھوں نے کہا۔

فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ۔ "میرا صبر کرنا ہی اچھا ہے اور اللہ ہی سے مدد مانگی جاتی ہے جو تم کہتے ہو"

پھر میں منہ پھیر کر کروٹ سے اپنے بستر پر لیٹ رہی۔ اور اللہ جانتا ہے کہ میں بری تھی اور اللہ مجھے بری فرمائے گا میری براءت کے سبب سے اور واللہ میرا گمان یہ نہ تھا کہ اللہ نازل فرمائے گا میری شان میں ایسی وحی جو تلاوت کی جاوے گی میری شان میں، میرا نفس احقر تھا اس سے کہ کلام فرمائے گا اللہ میری بابت اور میں امید رکھتی تھی کہ دیکھیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سوتے میں خواب جس سے اللہ مجھے بری فرمادے گا پس واللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ اٹھنے پائے
اپنی جگہ سے اور نہ کوئی اور نکلنے پایا اپنے گھر والوں میں سے یہاں تک کہ اللہ نے نازل فرمائی۔
آپ پر وحی۔ پس جو شدت کہ نزول وحی کے وقت ہوا کرتی تھی وہ ہوئی حتیٰ کہ اس کے بوجھ سے
پسینہ آپ کے اوپر سے موتیوں کی طرح ٹپک رہا تھا۔ حالانکہ وہ دن سردی کا تھا۔ پھر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ حالت رفع ہوئی تو آپ ہنستے بشاش اٹھے۔ پس سب سے پہلے کلام جو فرمایا
آپ نے یہ تھا اے عائشہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تجھے بری فرمادیا۔ پس مجھے میری والدہ نے کہا تو آپ
کے لیے کھڑی ہو جا تو میں نے کہا واللہ نہ کھڑی ہوں گی میں آپ کے لیے۔ پس میں تو نہ تعریف کروں گی
مگر اللہ کی اور نازل فرمائیں اللہ تعالیٰ نے میری برأت میں دس آیتیں اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْکِ الآیات

اھ ملخصاً پ۱۸ سورہ نور۔

چنانچہ امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ جن کی توصیف و مدح مولوی نعیم الدین نے الکلمۃ العلیاء ص۱۱
میں بغرض فریب دہی ناواقفوں کے یوں کی "شیخ المشائخ قاضی القضاۃ، اوحد الحفاظ والرواۃ شہاب
الدین ابو الفضل ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ" جو واقع میں ہاتھی کے دانت تماشی دکھانے کے اور
کھانے کے اور ہوتے ہیں ورنہ سچی تعریف اگر ہوتی تو ان کے سچے کلام وفرمان سے جو حدیث
ارشاد جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے منزلہ سونے پر سہاگہ ہے، اس سے
اعراض کیونکر ہوتا۔ یہی نہیں بلکہ در پردہ مولانا شہید مرحوم پر ڈھال کر عدم علم یقینی کی وجہ سے بے ایمان
گمراہ، بے دین قول باطل قرار دے کر اپنے دل کے پھپولے پھوڑے کیونکہ آپ فتح الباری شرح صحیح
بخاری پارہ ۱۹ کتاب التفسیر واقعہ افک ص۲۷۸ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان	"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں حکم فرماتے تھے۔
لا یحکم لنفسہ الا بعد نزول الوحی	اپنے نفس کے لیے مگر بعد نزول وحی کے کیونکہ آپ
لانہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یجزم	صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں یقین فرمایا اس قصہ میں
فی القصۃ بشئ قبل نزول الوحی۔	کسی چیز کا قبل نازل ہونے وحی کے"

علیٰ ہٰذا خود مولوی نعیم الدین کے استاد مولوی محمد گل خاں و مولوی فضل محمد صاحبان جن کو اپنے رسالہ
فیضانِ رحمت ص۱ میں

"جناب فیض مآب استادی قامع بدعت محی سنت حضرت مخدومی عین العلماء راس الفضلاء"
کا خطاب دیا گیا ہے۔ اسی واقعہ خاص میں مع متنا ہیر فضلاء اہل علم کا اصل فتویٰ مہری ہمارے پاس موجود ہے

جو خود مولوی نعیم الدین کے فرستادہ لوگ دیکھ چکے ہیں اور جس کی نقل فتاویٰ رشیدیہ جلد اول صـ۸۳ میں مطبوع ہو چکی ہے حسبِ ذیل ہے :

"حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ملال خاطر ہونا بوجہ اتہام منافقین کے اور جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمانا کہ مجھ پر اللہ جل شانہ کا احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری بریت اور عصمت نازل فرمائی اور بعد اس کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منافقین متہمین کو سزا کا فرمانا چنانچہ ماہر علم حدیث پر روشن و ہویدا ہے یہ دلیل بیّن ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبل نزولِ وحی کے علم نہ تھا پس قول زید کا صحیح نہیں ہے قول عمرو کا درست ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

الجواب صحیح محمد ابو الفضل عفا عنہ (محمد ابو الفضل ۱۳۱۱ھ) راما م مسجد چوکی حسن خاں مراد آباد)

مدرس مدرسہ امدادیہ مراد آباد (بینظیر ۱۳۰۰ھ شگفتہ محمد گل)

پس مولوی نعیم الدین استادوں کے نا خلف کی تمام کذب بیانی مثل آفتاب روشن کے واضح ہو کر ساری فریب کاریاں خاک میں مل گئیں۔

اب ناظرین کرام مولوی صاحب کی دیگر گستاخیوں، بے تمیزیوں، بدبختیوں کو با وجود اپنے مسلمات صحیح بخاری و فتح الباری اور اپنے استادوں کے مقابلہ میں ملاحظہ فرما کر حق و باطل کا انصاف فرمالیں کہ ایسا شخص خود کس حد تک مجرم قابل تعزیر شرعی اور جاہل عنید ہے۔

چنانچہ مولوی نعیم الدین نے الکلمۃ العلیا صـ۱۰۱، ۱۰۲ میں لکھا کہ

"مخالف عنید یا بدبخت بلید نہیں مانتے گا جب تک وہ الزام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی نہ لگا دے ایک عدم علم کا۔ ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بدگمانی کی جو شرعاً نا جائز ہے۔ اس قصہ افک سے عدم علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر استدلال کرنا سخت بے حیائی ہے اور حضرت کو قبل از نزولِ وحی علم تھا کہ صدیقہ پاک ہیں۔ اگر کوئی انکار کرے اور کہے کہ نہیں حضرت کو علم نہ تھا۔ تو اس منکر، متعصب کا دنیا میں تو کیا علاج مگر میدان حشر میں ان شاء اللہ اس بیباک کو ضرور اپنی اس بے باکی کی سزا ملے گی"

پھر مزید برآں عبارت تفسیر کبیر کو بھی بغرض فریب دہی مجمل و مبہم نقل کیا تاکہ جاہلوں کو ظاہر نہ ہو۔ حالانکہ خود ہی الکلمۃ العلیا صـ۱۰۱ میں مع ترجمہ اسی عبارت تفسیر کو نقل کیا ہے۔

فمجموع ہٰذہ القرائن کان ذٰلک القول معلوم الفساد قبل نزول الوحی۔

"پس بنا بر اں جمیع قرائن کے یہ قول بدتر از بول جس سے مخالفوں نے مدد چاہی ہے نزولِ وحی سے قبل معلوم الفساد تھا"

پس یہ امر بدیہی ہے کہ الفاظ قرائن جس سے علم ظنی ہوتا ہے علم قطعی کے لیے کافی نہیں ہو سکتے کیونکہ منافقین کے تمام حالات نفاق سے اس واقعہ کا بھی قرینہ تھا کہ وہ اپنے اس قول تہمت میں بھی جھوٹے ہیں جس کا علم قطعی نزول وحی سے ہوا حسب ارشاد خداوندی

وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ۔ "اور بعضے مدینہ والے اڑ رہے ہیں نفاق پر تو ان کو نہیں جانتا ہم کو معلوم ہیں"

اسی طرح مولوی نعیم الدین بھی آیات و احادیث اور کلام ائمہ دین میں تغیر و تبدل تحریف کاٹ چھانٹ سے لوگوں کو فریب میں مبتلا کر کے نفاق میں گرفتار ہو کے مثل الٹا چور کوتوال کو ڈانٹنے کے مولانا شہید مرحوم صاحب تقویۃ الایمان کو محض ظلم و عناد اپنی بدبختی بدنصیبی سے مورد الزام ناروا کا بناتا ہے۔

آیت ۲ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ الاٰيۃ

قولہ ص۱۸۳ تقویۃ الایمان ص۲۵ میں ہے آیت ۲ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ اس کے تحت میں لکھا غیب کی بات سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ اس آیت میں علم عطائی کی نفی کب ہے یہ کب فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کسی کو غیب تعلیم نہیں فرماتا۔ اور حسب ص۳۳ میں خود لکھ چکا کہ اس میں سے جتنا جس کو چاہے بخش دے اس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ سکتا۔ تو اب اس آیت کو کس لیے پیش کیا اگر اس آیت سے علم عطائی کی نفی مراد لے تو ص۲۳ کی اپنی عبارت خلاف ماننی پڑے گی۔

اقول پورا فائدہ اس آیت کے تحت میں یہ ہے ف "یعنی اللہ صاحب نے پیغمبر صلعم کو فرمایا کہ لوگوں سے یہ کہہ دیں کہ غیب کی بات سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا، نہ فرشتہ، نہ آدمی، نہ جن، نہ کوئی چیز یعنی غیب کی بات کو جان لینا کسی کے اختیار میں نہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اچھے لوگ سب جانتے ہیں کہ ایک دن قیامت آوے گی اور یہ کوئی نہیں جانتا کہ کب آوے گی، سو ہر چیز کا معلوم کر لینا جو ان کے اختیار میں ہوتا تو یہ بھی معلوم کر لیتے۔"

مگر مولوی نعیم الدین نے اپنے وسوسۂ باطل تنبیط اتیہ عقائد شرکیہ کی بنا پر حضرات انبیاء و اولیاء کو عالم الغیب بحیثیہ عطائی اختیاری مان کر ان سے مرادیں ندائیں مانگنے، مشکل کشائی چاہتے کا وطیرہ اختیار کیا ہے۔ جو منجملہ صفات الوہیت کے صفت خاص حق تعالیٰ ہے ہرگز کسی دوسرے میں یہ صفت نہیں آ سکتی۔ چنانچہ اسی غرض باطل کے لیے مولوی نعیم الدین نے ص۱۷۸ میں یہ لکھا ہے۔

"حضور کے لیے غیبی علوم ایسے ہی اختیاری ہو گئے۔ جیسے ہمارے لیے محسوسات کہ جب ہم آنکھ کھولیں دیکھ لیں بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ کیونکہ محسوسات کا کشف جب ہوتا ہے جبکہ آلات

حواس سے کام لیا جائے یہاں اس کی بھی حاجت نہیں"

لیکن اس فرق سے دوسرے کسی پر سوائے حق تعالیٰ کے علم غیب کا اطلاق کرنا اور اس کو کسی کا اختیاری جاننا ہی شرک فی الالوہیت بحکم وَلَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ص قرآن پاک ہے ورنہ حق تعالیٰ اپنے فضل و اختیار سے جس قدر جس کو چاہے علم عطا سے سرفراز فرما دے نہ یہ علم غیب کی صفت ہو سکتی ہے نہ کسی کا اختیاری چنانچہ اس کی تفصیل کما حقہٗ آیات و احادیث اور کلام ائمہ علام سے حسب مسلمات خود مولوی نعیم الدین کے گزر چکی۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

آیت ۳ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ الآیۃ

قولہ ص۱۸۳-۱۸۵ تقویت الایمان ص۲۵ میں ہے آیت ۳ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ الآيۃ ۔ اس آیت میں بھی علم عطائی کی نفی نہیں۔ اور یہ نہیں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان امور پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا۔ کیونکہ یہ معنی آیات مذکورہ صدر کے خلاف ہیں جب وہ یہ فرماتا ہے۔ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ تو کس طرح اس کے معنی علم عطائی کی نفی کے ہو سکتے ہیں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات ص۴۵ میں فرماتے ہیں۔ مراد آنست کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل آنہا را نداند آنہا از امور غیب اندکہ جز خدا کسے آنرا نداند مگر آنکہ وے تعالیٰ از نزد خود کسے را بوحی والہام بداناند۔ آیت کا یہ مطلب ہے کہ ان امور خمسہ کو بے تعلیم الٰہی کوئی نہیں جانتا۔ تفسیر روح البیان جلد ۳ ص۶۷ میں ہے۔ یعنی ایں پنج علم در خزانۂ مشیت حضرت اکبر بدرگاہ ست وکلید اطلاع بدست اجتہاد ہیچ آدمی نداده اند۔ یعنی آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ پانچ علم خزانۂ مشیت الٰہی میں ہیں۔ اور ان کی اطلاع کی کنجی کسی آدمی کے دست اجتہاد میں نہیں دی ہے کہ عقل سے، اٹکل سے، قیاس سے ان کو معلوم کر سکے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو یہ علم دیتا ہی نہیں۔ اسی روح البیان ص۶۹ میں ہے۔ فعلم ان الغیب مختص باللّٰہ تعالیٰ وما روی عن الانبیاء والاولیاء من الاخبار عن الغیوب فباعلام اللّٰہ تعالیٰ اما بطریق الوحی او بطریق الالہام تفسیر احمدی ص۴۹۸ میں ہے۔ ولک ان تقول ان علم ہذہ الخمسۃ وان کان لایملکہ الا اللّٰہ لکن یجوز ان یعلمہا من یشاء من محبیہ و اولیائہ صاحب تقویۃ الایمان کا استدلال باطل ہے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خبر صدہا برس پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام

کی ولادت کی خبر دی یا زکریا اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيٰى حضرت مریم کو حضرت مسیحؑ کی ولادت کی پہلے سے خبر دی یا مریم اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ الخ ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان امور کی اپنے محبوبوں کو خبریں دیں پھر آیت کے یہ معنی لینا کہ ان غیوبِ خمسہ کی اللہ تعالیٰ کسی کو تعلیم بھی نہیں دیتا، بالکل باطل اور خلافِ قرآن ہے۔ اسی آیت کے تحت میں صاحب تقویت الایمان نے کشف و استخارہ پر طنزیں کی ہیں اور جھوٹا بتایا ہے۔ لکھا ہے کوئی کشف کا دعوی رکھتا ہے کوئی استخارہ کے عمل سکھاتا ہے کوئی تقویم اور پترا نکالتا ہے کوئی رمل قرعہ پھینکتا ہے کوئی فالنامہ لیے پھرتا ہے یہ سب جھوٹے ہیں اور دغا باز۔ رمل، پترا، فالنامہ، سب استخارہ اور کشف کے ساتھ ملا دیئے گئے اور ظالم کو شرم نہ آئی استخارہ حدیث میں وارد ہے۔ یہ بدنصیب استخارہ کا عمل سکھانے والے کو جھوٹا اور دغا باز کہتا ہے۔ حدیث کی تو اس کی کیا پرواہ ہوگی۔ مگر اپنے دادا پیر شاہ ولی اللہ صاحب کو کیا کہے گا۔ جنہوں نے قولِ جمیل میں استخارہ تعلیم کیا ہے اور کشف کے عمل تو خود صراطِ مستقیم میں جابجا لکھے ہیں۔ اپنی تقویت الایمانی حکم سے خود جھوٹا دغا باز ثابت ہوا۔ ملخصاً بلفظہ

اقول۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ آیت میں بجائے لفظ غیث کے غیب کا غلط لکھنا اور باوجود تصحیحات غلط نامہ صہ۸۳ کے بھی چھوڑ جانا مولوی نعیم الدین کے جہل و نادانی اور عجز و ناتوانی کی۔ یہ بھی بیّن دلیل ہے۔ اگر دیدۂ حق بین ہوتا تو نصوصِ قرآنِ پاک میں تحریفات و تاویلات باطلہ کرکے توحید و سنت کے عناد میں گرفتار نہ ہونا پڑتا۔ جبکہ علم غیب خصوصاً علم قیامت کی نفی سوائے حق تعالیٰ علام الغیوب کے بکثرت آیات قطعیۃ الدلالۃ قرآن پاک اور بکثرت احادیث صحیحہ صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ ہم سے صراحۃً خاص کر آیت اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ کی تفسیر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث مفاتیح الغیب خمس لا یعلمها الا الله بضمن آیت اول وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمها الا اللہ کے مع حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و ائمہ محدثین اور امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ خود مسلّمہ مولوی نعیم الدین سے بتفصیل تمام گزر چکی۔ مگر پھر بھی اپنی خباثت باطنی اور دریدہ دہنی سے آیت اِنَّ اللّٰهَ عندہ علم الساعۃ بیّن دلیل منقولہ تقویۃ الایمان کو معاذ اللہ باطل قرار دیا جاتا ہے، جو کوئی ادنےٰ مسلمان موحد بھی اس کے سننے کو گوارہ نہیں کر سکتا چہ جائیکہ کوئی اہلِ علم انصاف والا۔ چنانچہ پوری آیت قطعیۃ الدلالۃ سورۃ لقمان کا ترجمہ مع فائدہ تقویۃ الایمان لغرض احقاقِ حق و ابطالِ باطل ناظرین اہلِ انصاف کی خدمت میں حسبِ ذیل ہے۔ جس سے کماحقہٗ مولوی نعیم الدین کی فریب کاری کا انکشاف ہوتا ہے۔

ترجمہ اور کہا اللہ صاحب نے یعنی سورہ لقمان میں کہ بیشک اللہ ہی کے پاس ہے خبر قیامت کی اور وہی اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے اور نہیں جانتا ہے کوئی کہ کیا کرے گا کل۔ اور نہیں جانتا کوئی کہ کس زمین میں مرے گا بیشک اللہ بڑا جاننے والا ہے خبردار ف یعنی غیب کی باتوں کی سب خبریں اللہ ہی کو ہیں اور ان کا جان لینا کسی کے قابو نہیں چنانچہ قیامت کی خبر کہ اس کا آنا بہت مشہور ہے اور نہایت یقینی اس کے بھی آنے کے وقت کی کسی کو خبر نہیں، پھر اور چیزوں کے ہونے کی خبر کا ذکر کیا ذکر ہے۔ جیسے کسی کی فتح کسی کی شکست کسی کا بیمار ہونا کسی کا تندرست ہونا کہ یہ باتیں تو نہ قیامت کے برابر مشہور ہیں، نہ ویسی یقینی اور اسی طرح مینہ برسنے کے وقت کی خبر کسی کو نہیں حالانکہ اس کا موسم بھی بندھا ہوا ہے اور اکثر ان موسموں پر برستا بھی ہے اور سارے نبی دولی اور بادشاہ اور حکیم اس کی خواہش بھی رکھتے ہیں سو اگر اس کے وقت معلوم کرنے کی کچھ راہ ہوتی تو کوئی البتہ پالیتا پھر جو چیزیں کہ نہ ان کا موسم بندھا ہوا ہے نہ سب لوگ مل کر ان کی خواہش رکھتے ہیں۔ جیسے کسی شخص کا مرنا جیتا اولاد ہونا، غنی وفقیر ہونا یا فتح وشکست ہونا سو ایسی چیزوں کی خبر کی راہ کیونکر پاسکیں اور اسی طرح جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے اس کو بھی کوئی نہیں جان سکتا کہ ایک ہے یا دو۔ نر ہے یا مادہ کامل ہے یا ناقص خوبصورت ہے یا بدصورت، حالانکہ حکیم لوگ ان سب چیزوں کے اسباب لکھتے ہیں پھر کسی کا حال بالخصوص نہیں جانتے تو اور چیزیں کہ آدمی میں چھپی ہیں جیسے خیالات اور ارادے اور نیتیں اور ایمان اور نفاق تو وہ کیوں کر جان سکیں اور اسی طرح جب کوئی اپنا حال نہیں جانتا کہ کل کو کیا کرے گا۔ تو اور کسی کا کیونکر جان سکے اور جب اپنے مرنے کی جگہ نہیں جانتا۔ تو اور کسی کے مرنے کی جگہ یا وقت کیونکر جان سکے غرض کہ اللہ کے سوا کوئی کچھ آئندہ کی بات اپنے اختیار سے نہیں جان سکتا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ سب جو غیب دانی کا دعویٰ کرتے ہیں کوئی کشف کا دعویٰ رکھتا ہے کوئی استخارہ کے عمل سکھاتا ہے۔ کوئی تقویم اور جنتر انکالتا ہے، کوئی رمل کا قرعہ پھینکتا ہے، کوئی فالنامہ لیے پھرتا ہے، یہ سب جھوٹے ہیں اور دغاباز۔ ان کے جال میں ہرگز نہ پھنسنا چاہیئے لیکن جو شخص آپ دعویٰ غیب دانی کا نہ رکھتا ہو اور غیب کی بات معلوم کرنے کا اختیار نہ رکھتا ہو۔ بلکہ اتنی ہی بات بیان کرتا ہو کہ کچھ بات کبھی اللہ کی طرف مجھ کو معلوم ہوتی ہے، سو وہ میرے اختیار میں نہیں کہ جو بات میں چاہوں تو معلوم کرلوں یا جب میں چاہوں تو دریافت کرلوں تو یہ بات ہوسکتی ہے شاید وہ سچا ہو یا مکار" ایضاً ص۴۵ تقویۃ الایمان میں مرقوم ہے:"اور شرک سب عیاذلوں کا نور کھو دیتا ہے اور نجومی اور رمال اور جفار دیکھنے والے اور نامہ نکالنے والے اور کشف اور استخارہ کا دعویٰ کرنے

والے اس میں داخل ہیں" انتہی ۔

پس تقویۃ الایمان کے اس سچے بیان صاف واضح مطابق آیت فرقان میں کسی کو شبہ طرالبقان کیا جائے مقال و تردد ہو سکتا ہے اور جو بات کسی نبی یا ولی کو بذریعہ وحی اور الہام حق تعالیٰ کی طرف سے اطلاع دی جاتی ہے جس طرح آیت فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا میں مذکور ہوا وہ تعریف صفت علم غیب سے خارج ہے ۔ جو حق تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے نہ اس پر کسی دوسرے کے لیے علم غیب کا اطلاق ہو سکتا ہے ۔ نہ وہ قابل عطا نہ کسی کے اختیار میں ہے جس طرح تعین علم قیامت کے دن کا چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے خود ہی مولوی نعیم الدین نے علم غیب کے یہ معنی نقل کئے کہ جو بے بتائے جانا جا وہ علم غیب ہے جو سوائے حق تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور جو بتانے معلوم کرانے سے جانا ہو وہ عالم الغیب نہیں ہو سکتا ۔ علیٰ ہٰذا تفسیر روح البیان سے بھی یہی واضح ہوا کہ امور خمسہ کے اطلاع کی کنجی حق تعالیٰ نے کسی کے ہاتھ میں عطا نہیں فرمائی کیونکہ علم غیب خاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے ۔ نیز تفسیر احمدی پر جواز اطلاع علوم خمسہ سے جواز امکانی ہے نہ جواز وقوعی شرعی چنانچہ مولوی نعیم الدین نے الکلمۃ العلیا ص۱۰ میں لکھا کہ علم قیامت کی اطلاع محال نہیں معتقد تفسیر احمدی میں بعد اس کے مذکور ہے جو مولوی نعیم الدین نے اپنی فریب کاری جعل سازی سے چھوڑ دیا ۔ وقید بحاله بعضه ليخرج مثل علم الساعة اور تفصیل اس کی خود تفسیر احمدی ص۲۰ سے اوپر عنقریب ہی گزر چکی کہ امور خمسہ کو کوئی بشر و فرشتہ اور جن نہیں جانتا جو ان کے جاننے کا دعویٰ کرے وہ بموجب فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جھوٹا کذاب و مفتری ہے الخ ۔ پس نصوص قرآن و حدیث کے مقابلہ میں مولوی نعیم الدین کی تاویلات باطلہ مردود ہیں ۔ علیٰ ہٰذا حضرت عیسیٰ و حضرت زکریا یا حضرت مریم علیہم السلام کو بشارت قرآن پاک میں اجمالاً فرمائی گئیں ۔ جس کی تفصیل کب اور کس جگہ اور کس وقت پیدا ہوں گے ۔ بحوالہ علم حق تعالیٰ ہے ۔ خود مولوی نعیم الدین نے الکلمۃ العلیا ص۹۸ میں تعداد حضرات انبیاء کے بارہ میں اقرار کیا ہے کہ آیت میں نفی تفصیل کی ہے اور اجمال ثابت ہے ۔ نیز مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے ملفوظ حصہ اول حسنی پریس بریلی ۳۸ھ ص۶۴ میں ہے" ۔ اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں پختہ قبر بنوا کر تیار کر رکھے تو جائز ہے یا ناجائز ؟" ارشاد ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا ۔ قبر تیار رکھنے کا شرعاً حکم نہیں" اب تو مولوی نعیم الدین نے اپنی سیاہ باطنی ، گندہ ذہنی ، بے شرمی ، بدنصیبی سے اس کو بھی باطل اور خلاف قرآن قرار دے کر اپنا ٹھکانہ جہنم میں بقول خود بنا لیا ۔ اور دنیا ہی میں مہر دابۃ الارض کی مہر بہر رنگ کر شہرت عام ہو چکی ۔ مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رح

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۳۱۱ میں تحت حدیث صحیح بخاری اذا جاء اعرابی فقال متی الساعۃ قال اذا ضیعت الامانۃ فانتظر الساعۃ فرماتے ہیں۔

ناگاہ آمد بادیہ نشینے پس پرسید کے خواہد شد قیامت گفت آنحضرت چوں ضائع و ہلاک کردہ شود امانت منتظر باش قیامت رالعینی تعیین وقتِ وے جز علام الغیوب نداند و ہیچ کس را بداں راہ نداد اند۔	"ناگہاں آیا ایک جنگل کا رہنے والا پس دریافت کیا کب ہوگی قیامت فرمایا آنحضرت صلعم نے جب ضائع اور ہلاک کی جائے امانت، منتظر رہ قیامت کا یعنی تعین اس کے وقت کا سوائے علام الغیوب کے کوئی نہیں جانتا اور کسی شخص کو اس کی راہ نہیں بتائی گئی۔"

ایضاً ص ۲۵۲ میں تحت حدیث صحیح مسلم عن جابر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول قبل ان یموت بشھر تسألونی عن الساعۃ وانما علمھا عند اللہ . . . . فرماتے ہیں۔

گفت جابر شنیدم آنحضرتؐ را کہ مے فرمود پیش از رحلت خود بیک ماہ پرسید مرا از وقت قیام قیامت ونیست علم بر تعیین وقت آن مگر نزد خداوند عزوجل یعنی از وقت وقوع قیامت کبریٰ می پرسید آں خود معلوم من نیست وآنرا جز خدائے تعالیٰ نداند۔	"کہا جابرؓ نے سنا میں نے آنحضرت صلعم سے کہ فرماتے تھے ایک ماہ پہلے اپنی وفات شریف سے مجھ سے دریافت کرتے ہو تم وقت قائم ہونے قیامت کا اور نہیں ہے علم اس کے تعین وقت کا مگر نزدیک اللہ عزوجل کے یعنی وقت واقع ہونے قیامت کبریٰ سے دریافت کرتے ہو وہ خود مجھے معلوم نہیں ہے اور اس کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا"

صحیح بخاری پارہ ۱۳ ص ۲۵۱ میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الناس یصعقون یوم القیامۃ فاکون اول من یفیق فاذا انا بموسی اخذ بقائمۃ من قوائم العرش فلا ادری افاق قبلی ام جوزی بصعقۃ الطور۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ ص ۵۰۷)	"لوگ بے ہوش ہو جاویں گے قیامت کے دن پس سب سے پہلے مجھے بیہوشی سے افاقہ ہوگا تو میں موسیٰ علیہ السلام کو عرش کا پایا پکڑے ہوئے دیکھوں گا پس میں نہیں جانتا کہ ان کو بیہوشی سے افاقہ مجھ سے پہلے ہوا یا انہیں طور کی بیہوشی کا معاوضہ دیا گیا یعنی وہ بے ہوش ہی نہ ہوئے"

ناظرین اہل انصاف پر مولوی نعیم الدین کے دعاوی باطلہ کی فریب کاری نصوص قرآن پاک اور احادیث صریحہ صحیحہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے مقابلہ میں واضح ہوگئی۔ اگر قرآن و حدیث سے علم غیب خصوصاً علم

قیامت کا سوائے حق تعالیٰ علّام الغیوب کے کسی دوسرے کے لیے ذرہ بھر بھی ثابت ہوتا تو ہر گز لاچار ہو کر الکلمۃ العلیا صـ۲۹ و ۹۰ میں یہ جملہ نہ بتایا جاتا کہ "ایامِ وحی میں وقتاً فوقتاً بعض بعض مغیبات پر مطلع فرمایا جاتا تھا اور جب تمام کلام اللہ نازل ہو چکا تو تمام اشیاء پر اطلاع ہو گئی" "خلاصہ یہ کہ سرورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس عالم سے تشریف لے جانے کے قبل ان پانچوں چیزوں کا علم عطا ہو گیا تھا" "آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وقتِ قیامت بتعلیمِ الٰہی معلوم تھا۔"

پس بعد ختمِ نزولِ قرآنِ پاک کے پھر کیا اپنی کسی پوتھی سے ثابت کر کے اپنے گور پرستوں میں مقبول کرایا جاوے گا؟ قرآن سے تو اس بہانہ سے درست برداری ہوئی اور حدیث صحیح مسلم سے ایک ماہ قبل از وفات شریف عدمِ علمِ قیامت صراحتاً ثابت ہو چکا۔ حتیٰ کہ حدیث صحیح بخاری سے قیامت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کیفیت بیہوشی کا صراحتاً عدم علم ثابت ہے۔! اب اس کے بعد پہاڑ سر پر رکھ کر لوہے ہی کے چنے چابنے پڑیں گے۔

بحث استخارہ مسنونہ و بدعیہ

علیٰ ہذا کشف اور استخارہ بطریقِ سُنّت حق تعالیٰ سے طلبِ استعانت و اسنداعلہ ہے۔ جو حدیث میں وارد ہے چنانچہ مشکوٰۃ شریف صـ۱۱۶ میں دُعا اور استخارہ بحدیث صحیح بخاری حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم فرماتے تھے:

اللّٰھم انی استخیرک بعلمک	"یا اللہ تحقیق میں طلب خیر کرتا ہوں تجھ سے
واستقدرک بقدرتک واسئلک	ساتھ استعانت علم تیرے کے اور طلب قدرت کی
من فضلک العظیم فانک تقدر	کرتا ہوں اُوپر پانے خیر کی اور حاصل کرنے بواسطہ
ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت	قدرت تیری کے اور سوال کرتا ہوں تجھ سے فضل تیرے
علام الغیوب۔ اللّٰھم ان کنت	سے کہ بڑا ہے پس تحقیق تو قادر ہے اور میں قادر نہیں،
تعلم ان ھذا الامر خیر لی فی	اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو ہی جاننے والا
دینی ومعاشی وعاقبۃ	غیبوں کا ہے۔ یا اللہ اگر تیرے علم میں ہے کہ یہ کام
امری او قال فی عاجل امری	میرے لیے بہتر ہے میرے دین میں اور میری معاش دنیا
وآجلہ فاقدرہ لی ویسرہ	میں اور میری زندگانی میں یا فرمایا میرے لیے اس جہان
لی ثم بارک لی فیہ وان کنت	میں اور اُس جہان میں پس مہیا کر دے میرے لیے اور
تعلم ان ھذا الامر شر لی فی	آسان فرما دے اس کو میرے لیے پھر برکت فرما دے

دینی و معاشی و عاقبۃ امری و قال فی عاجل امری و اٰجلہ فاصرفہ عنی واصرفنی عنہ و اقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی بہ قال و یسمی حاجتہ۔	اس میں میرے لیے اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لیے برا ہے میرے دین میں اور میری معاش دنیا میں اور میری زندگانی میں یا فرمایا میرے لیے اس جہان میں اور اس جہان میں، پس پھیر دے اس کو مجھ سے اور پھیر دے مجھے اس سے اور مہیا فرما دے میرے لیے بھلائی جہاں ہو پھر راضی کر دے مجھے اس کے ساتھ فرمایا اور نام لیوے اپنی حاجت کا"۔

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۱ صفحہ ۵۹۱ میں درباب استخارہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے فرماتے ہیں:

تردد دے باشد در خیریت آں واگر خیر محض باشد استخارہ درروے باعتبار تعیین وقت خاص یا حالتے مخصوص خواہد شد۔	"استخارہ اس وقت ہوگا جبکہ اس امر کی خیریت میں تردد ہوئے لیکن اگر وہ امر محض خیر ہووے تو اس میں استخارہ باعتبار تعیین وقت خاص کے یا کسی حالت مخصوص کے کیا جاتا ہے"۔

اس سے واضح ہوا کہ تردد کی صورت میں استخارہ ہوتا ہے نہ کہ ارادہ کرنا استخارہ سے کسی امر کے معلوم کرنے کا۔ یہ ہے استخارہ اہل توحید کے لیے جس میں بندہ کی عاجزی طلبِ خیر میں اپنے مولیٰ مالکِ حقیقی، علّامُ الغیوب ہی سے ہے۔ جو محض حق تعالیٰ کے فضل سے ہے نہ کسی کے اختیاری امر سے۔ جو اس کا دعویٰ کیا جاوے۔ جو لوگ اپنے جہل سے بذریعہ عملیاتِ نا مشروعہ اور استخاروں کے برخلاف طرزِ سنّت کرکے حق تعالیٰ کے سوا دوسروں کو عالم الغیب جان کر ان سے استعانت چاہتے ہیں۔ اور ما تند دیگر امورِ رمل، فالنامہ وغیرہ کے ذریعہ سے علم غیب کے مدعی بنتے۔ جاہلوں کو بہکاتے اور گمراہ کرتے پھرتے ہیں، ایسے لوگ شرک اور گمراہی میں مبتلا جھوٹے دغا باز ہیں۔ چنانچہ صاحبِ قاموس جن کو مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی۔ ادلہ متناسبہ صفحہ ۱۳ میں مستند مانتے ہیں۔ اور حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ جن کو مولوی صاحب بریلوی حیات الموات میں ممدوح و مستند لکھتے ہیں، سفر السعادت فارسی صفحہ ۲۷۳ اور معمولات مظہری صفحہ ۹۳ میں فرماتے ہیں:

چوں عادتِ اہلِ جاہلیۃ آں بود کہ چوں قصد سفرے یا کارے کردند استقسام	"اہل جاہلیت کی جو یہ عادت تھی کہ جب ارادہ سفر یا کسی کام کا کرتے تو پاسے ڈالتے اور جانور اڑاتے

مازلام کنند وزجر طیر وعیافت وفال وتطیرو امثال ایں امور کہ شعار اہل شرک وکفر است صاحب شرع صلی اللہ علیہ وسلم تعویض کرد آنرا بتوحید وافتقار در عبودیت وتوکل وسوال ورشد وفلاح از واہب مطلق کہ از مہ جمیع زمام خیرات در دست قدرت اوست۔

اور فال اور شگون لینے اور ان کے مانند امور کہ جو شعار اہل شرک وکفر کے ہیں، صاحب شرع صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بدلا فرمایا ساتھ توحید اور طلب حاجات اور عبادت وتوکل اور سوال ورشد اور فلاح کا حق تعالیٰ مطلق بخشنے والے ہی سے کہ تمام بھلائیاں اسی کے دستِ قدرت میں ہیں"

اور مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ البلاغ المبین ص۴۳ میں فرماتے ہیں:۔

وہم ازیں قبیل استخارہ ہا بنام پیران مقررہ نمودہ اندر احوالِ خیر وشر را در امور دنیا بداں استخارہ ہا از ارواحِ بزرگان می پرسند۔

"اسی قسم (شرکیہ) میں سے بہت سے استخارے پیروں کے نام سے مقرر کر لیے ہیں اور احوال خیر وشر کو دنیوی امور میں بذریعہ ان استخاروں کے بزرگوں کی ارواح سے دریافت کرتے ہیں"

اور مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ تحفہ اثنا عشریہ ص۲۴۵ میں فرماتے ہیں۔

وشگونِ نیک وبد اور استخارہ وفال نزد ایشاں حکم وحی منزل من السماء دارد۔

"شگون نیک وبد اور استخارہ اور فال کا ان رافضیوں کے نزدیک نازل شدہ وحی آسمان کا حکم رکھتا ہے۔

اور مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی تمہید ایمان ص۳۲ میں لکھتے ہیں "جو نجومی ہے، رمال ہے، سامندرک جانتا، ہاتھ دیکھتا ہے، کوے وغیرہ کی آواز، حشرات الارض کے بدن پر گرنے، کسی پرندے یا وحشی چرندے کے داہنے یا بائیں نکل کر جانے، آنکھ یا دیگر اعضاء کے پھڑکنے سے شگون لیتا ہے، یا نسہ پھینکتا ہے، فال دیکھتا ہے، حاضرات سے کسی کو معمول بنا کر اس سے احوال پوچھتا ہے، مسمریزم جانتا ہے۔ جادو کی میز۔ روحوں کی تختی سے حال دریافت کرتا ہے، قیافہ دان ہے، علم زائچہ سے واقف ہے، ان ذرائع سے اسے غیب کا علم قطعی یقینی ملتا ہے یہ سب ہی کفر ہیں یعنی جبکہ ان کی وجہ سے غیب کے علم قطعی یقینی کا ادعا کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کوئی نجومی یا کاہن کے پاس آیا اور اس نے جو کچھ کہا اس کی تصدیق کی تو اس نے کفر کیا اس کا جو کچھ نازل ہوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ (رواہ احمد والحاکم بسند صحیح عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام احمد وابی داؤد نے انہیں سے رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ روایت کی ہے پس تحقیق بری ہے

وہ اس سے جو نازل ہوا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر) نیز مولوی صاحب بریلوی السنتہ الانیقہ فی فتاویٰ افریقہ رضوی پریس بریلی کے صفحہ ۱۶ میں لکھتے ہیں "قرآن عظیم سے فال دیکھنے میں ائمہ مذاہب اربعہ کے چار قول ہیں۔ بعض حنبلیہ مباح کہتے ہیں اور شافعیہ مکروہ تنزیہی اور مالکیہ حرام اور ہمارے علمائے حنفیہ فرماتے ہیں۔ جائز و ممنوع و مکروہ تحریمی ہے۔ قرآن عظیم اس لیے نہ اتارا گیا ہمارا قول قول مالکیہ کے قریب ہے۔ بلکہ عند التحقیق دونوں کا ایک حاصل ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ہے" الخ نیز مولوی صاحب بریلوی کے ملفوظ سوم انڈیا پریس لکھنؤ ص۴۲ میں مرقوم ہے "حدیث میں ارشاد ہوا کوئی شخص بغیر اللہ کی رحمت کے اپنے اعمال سے جنت میں نہیں جا سکتا صحابہؓ نے عرض کیا:

ولا انت یا رسول اللہ قال ولا انا "آپ بھی نہیں یا رسول اللہ" ارشاد فرمایا:

الا ان یتغمدنی برحمتہ۔ "اور میں بھی جب تک کہ میرا رب رحمت نہ فرمائے"۔

گناہ نہ سہی استحقاق کس بات کا ہے، دنیا ہی کا قاعدہ دیکھئے اگر اجیر ہی مزدوری کرے گا اجرت پائیگا اور اگر عبد ہے، مملوک ہے، کتنی ہی خدمت کرے کچھ نہ پائے گا ہم سب تو اسی کی مخلوق و مملوک ہیں، اس کی رحمت ہی رحمت ہے، آپ ہی بندوں کو توفیق دے، آپ ہی ان کو اسباب دے، آپ ہی آسان فرمایا، اور فرماتا ہے بدلہ ہے ان کے نیک عملوں کا نعم العبد کیا اچھا بندہ ہے، ایوب علیہ الصلاۃ والسلام کتنے عرصہ تک بلا میں مبتلا رہے اور صبر بھی کیسا جمیل فرمایا، جب اس سے نجات ملی، عرض کیا الٰہی میں نے کیسا صبر کیا، ارشاد ہوا اور توفیق کس گھر سے لایا، ایوب علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے سر پر خاک اڑائی، عرض کیا بیشک اگر توفیق نہ عطا فرماتا تو میں صبر کہاں سے کرتا"۔

پس ناظرین اہل دیانت کے لیے جس طرح استخارۂ مسنونہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل توحید متبعین سنت کے لیے تعلیم فرمانا ثابت ہوا، جس میں صرف اللہ تعالیٰ ہی سے استعانت والتجا ہے۔ اسی کے لیے تمام غیب ثابت ہیں دگر ہیچ۔ نہ کسی کا اس میں اختیار ہے، نہ دعویٰ نہ استحقاق اسی طرح برخلاف اس کے تمام گور پرستوں، مبتدعین کے عقائد باطلہ دعویٰ استخارہ تراشیدہ علم غیب ندائے غیر اللہ وغیرہ کا کفر و شرک اور اس کے فاعل کا جھوٹا دغاباز ہونا اظہر من الشمس واضح ہو گیا، اور یہی مقصد ہے صاحب تقویۃ الایمان مولانا شہید مرحوم کا مطابق کلام اپنے جد امجد حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وغیرہ علمائے کرام مسلمہ مولوی نعیم الدین کے نہ کہ استخارہ مسنونہ کو معاذ اللہ جھوٹا بتایا جانے کا بہتان۔ حالانکہ خود مولانا شہید مرحوم ایضاح الحق ص۲۵ میں منجملہ امور سنت کے فرماتے ہیں۔

وتقدیم استخارہ وخطبہ بر سائر امور عظام
وامثال آن از امور یکہ برائی توطیۂ امور دیگر
مشروع است

”مقدم کرنا استخارہ اور خطبہ کا تمام بڑے بڑے
کاموں پر اور مانند ان کاموں کے واسطے تمہید
دوسرے کاموں کے شرعاً ثابت ہے“

مگر حیف ہے مولوی نعیم الدین کی فریب کاری، بہتان بندی اور سیاہ باطنی پر کہ مولانا شہید مرحوم امام الموحدین سردار محدثین سرتاج صوفیائے سالکین اہل الیقین پر مخالفتِ حدیثِ استخارہ کا اتہام عظیم باندھا گیا۔ جو سراسر ظلم عظیم ہے، ہر گز کسی موحد، متبع سنت، اہل حدیث خصوصاً حضرت مولانا موصوف شہید مرحوم کی یہ شان نہیں ہو سکتی کہ کسی حدیث صحیح صریح کی مخالفت اس سے سرزد ہو سکے کیونکہ اسی پر بناءِ ایمان ہے۔ چنانچہ مولانا شہید مرحوم شروع تقویۃ الایمان صـ۲ میں فرماتے ہیں“

”سب سے بہتر راہ یہ ہے کہ اللہ و رسول کے کلام کو اصل رکھیے اور اس کی سند پکڑیے اور اپنی عقل کو کچھ دخل نہ دیجئے اور قصہ بزرگوں کا یا کلام مولویوں کا اس کے موافق ہو سو قبول کیجئے اور جو موافق نہ ہو اس کی سند نہ پکڑیئے اور جو رسم اس کے موافق نہ ہو اس کو چھوڑ دیجئے“

نیز مولانا شہید مرحوم ایضاح الحق صـ۱۲۵ میں فرماتے ہیں:

درباب اثبات تعلق رضائے حضرت
حق یا سخط او تعالیٰ بہ نسبت چیزے یا
از کلام الٰہی کتاب منزل مبین باید یا از کلام
معصوم حدیث مسلسل اھ

”درباب ثابت کرتے تعلق رضائے حق تعالیٰ
یا اس کے غضب کے بہ نسبت کسی چیز کے یا کلام اللہ
کتاب نازل شدہ سے ہونا چاہیئے یا کلام معصوم
نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث مسلسل سے“

نیز مولانا شہید مرحوم صراط مستقیم صـ۲۴ میں فرماتے ہیں:

براتباع شریعت وکمال وفور رغبت بر
موافقت سنت وشدت نفرت از ملابست
بدعت وقوت اعتصام بحبل اللہ المتین
یعنی اقتدائے ظاہر وباطن بکتاب
مبین وسنت رسول امین وکمر ہمت را برضا
جوئی حضرت حق چست بستن واعتقاد
وتعظیم شعائر او لاسیما شرع کہ اعظم الشعائر
است درست کردن

”محبت ایمانی کا مقتضا یہ ہے کہ شریعت کے اتباع
اور کمال درجہ رغبت موافقت سنت پر اور سخت
درجہ نفرت بدعت سے اور قوت کے ساتھ مضبوط پکڑنا اللہ
کی رسی کو یعنی اقتدا کرنا ظاہر و باطن سے کتاب اللہ
المبین اور سنت رسول امین صلعم کی اور کمر ہمت کو حضرت
حق تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے چست باندھنا اور اعتقاد
وتعظیم حق تعالیٰ کے شعائر یعنی اس کی طرف منسوب شدہ
چیزوں کی خصوصاً شرع شریف کی کہ اعظم شعائر ہے۔ درست کرنا“

ایضاً صد ۱۳ میں مرقوم ہے:

چونکہ محیا و ممات مرد مسلمان بطرز سنتِ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بودن علامتِ کمال ایمان است۔

"زندگی اور موت مرد مسلمان کی بطرز سنت نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہونا علامت کمال ایمان کی ہے"

نیز مولانا شہید مرحوم منصب امامت صد ۸۳ میں فرماتے ہیں:

واز آنجملہ ثبوت حکم شرعی ست یا مراد یعنی چنانکہ در فعلے از افعال وقولے از اقوال ہزار منافع ومضار مدرک شد و بعد و وجہ حسن وقبح عقلاً در د ثابت شود اما تا وقتیکہ کتاب منزل یا نبی مرسل برلزوم یا منع او دلالت نداشتہ باشد وجوب یا حرمت آن قول و فعل شرعاً ثابت نمی تواں شد۔

"منجملہ ان کے ثبوت حکم شرعی کا اس کے امر سے ہوتا ہے یعنی جس طرح کسی فعل میں افعال سے اور کسی قول میں اقوال سے ہزار منافع اور مضار سمجھے جاویں اور سو وجہ سے حسن و قبح عقلاً اس میں ثابت ہوویں مگر تا وقتیکہ کتاب اللہ منزل یا نص نبی مرسل اس کے لزوم یا منع پر دلالت نہ رکھتا ہووے وجوب یا حرمت اس قول و فعل کا شرعاً ثابت نہیں ہوسکتا۔"

نیز مولانا شہید مرحوم تنویر العینین صد ۲۳ میں فرماتے ہیں:

ان ما ثبت منه صلی اللہ علیه وسلم یلزمنا اتباعه مالم یقم دلیل علی نسخه۔

"جو ثابت ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لازم ہے ہم پر پیروی اس کی جب تک کہ قائم نہ ہو کوئی دلیل اس کے منسوخ ہونے پر۔"

مؤلف اَطْیَبُ الْبَیَان کی متضاد باتوں کے چند نمونے

مگر برخلاف اس کے مبتدعین، گور پرستوں کرایہ شکم پروری، دنیا طلبی کی بدولت شرک و بدعات، بیہودہ رسم ورواج کے سبب توحید و سنت اور قرآن و حدیث سے اعراض و مخالفت اور اہل حق، موحدین متبعین سنت سے ہمیشہ بغض و عناد ہی رہا ہے ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ حق و باطل کا آشکارا تماشا دیکھ کر انصاف و دیانت سے ان میں امتیاز کیجیے۔ بالفعل صرف ایک ہی مسئلہ نمونتہً حسب ذیل ہے۔ مولوی نعیم الدین نے اولاً ۱۳۴۰ھ میں رسالہ "فیضان رحمت" شائع کیا جس کے صد ۹،۸ میں لکھا۔

"قاعدہ اصولیہ یہ ہے کہ رسول اکرم کے جس فعل کی صفت ہم کو معلوم نہ ہو کہ آں حضور کی بہ نسبت واجب یا مستحب یا مباح ہے تو ہم یقین کرتے ہیں کہ ادنیٰ درجہ اس فعل کا اباحت ہے اور پیروی

اس فعل کا اصل ہے اور تمسک وعمل اصل پر واجب ہے یہاں تک کہ دلیلِ خصوصیتہ قائم ہو۔ اس لیے کہ رسولِ اکرم نے فعل حرام اور مکروہ نہیں کیا ہے۔ اس فعل میں نبی مقتدا ہیں اور اُمت ان کی تابعدار یعنی اُمت بھی وہی فعل کرے گی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اھ ملخصاً اور ثانیاً ۱۳۴۵ھ میں رسالہ "فرائد النور" شائع کیا جس کے ص۱۷ ا ر ۱۴ ر ۴۲ میں لکھا کہ

"نبی کریم علیہ افضل الصّلاۃ والتّسلیم کے افعالِ شریفہ کا ادنیٰ مرتبہ اباحت ہے جب تک ادلۂ شرعیہ میں سے کوئی دلیلِ خصوصیت پر قائم نہ ہو حضور اقدس علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے کسی فعل کو حضور اقدس علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی اُمت کے لیے ناجائز قرار دینا بجا نہیں" کیونکہ زید عمرو بکر کا کسی فعل کو آں سرور علیہ الصّلاۃ والسّلام کے ساتھ مختص کہہ دینا دلیلِ خصوصیت نہیں جب تک کہ اس کی تخصیص آں سرور علیہ الصّلاۃ والسّلام کے ساتھ دلائلِ شرعیہ سے نہ ثابت ہو۔ تو جب تک دلیل خصوصیت قائم نہ ہو حضور کے افعالِ شریفہ کے ساتھ تمسک واجب ہوگا۔ کیونکہ حضور کا اتباع لازم ہے ہم تو حضور ہی کو مقتدا جانتے ہیں اور حضور ہی کے افعالِ شریفہ کا اتباع کرتے ہیں۔ حدیث دیکھتے ہوئے زید عمرو بکر کے اقوال تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ یہ کچھ کام نہ آئے گا۔ رسولِ کریم افضل الصّلوٰہ والتّسلیم کا اتباع کیجیے۔ آں سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہونا کافی نہیں اگر اور لوگوں سے ثابت ہوتا تو مان لیتے! شرم اھ

مؤلف اطیب اور مسئلہ رفع یدین

پھر اسی قاعدۂ اصولیہ کے ماتحت خود ہی رسالہ فیضانِ رحمت ص۲۴ میں لکھا۔ ہدایہ والے نے یہ حدیث نقل کی

"نہ اٹھائے جاویں ہاتھ مگر سات جگہ،

تکبیر افتتاح[۱]، قنوت[۲]، عیدین[۳]، بوسہ حجرِ اسود[۴]، صفا ومروہ[۵]، عرفات[۶]، جمرات[۷]۔ اور فتح القدیر میں مسطور ہے کہ محال ہے کہ یہ حدیث صحیح ہو اس لیے کہ رفع یدین حدیثوں میں سوا ان سات جگہ کے متواتر وارد ہے۔"

پس جو دلیل اصل استدلال منقولہ مذہبی صاحب ہدایہ ممانعتِ رفع یدین میں حنفیہ کی جانب سے پیش کی جاتی تھی اس کو مولوی نعیم الدین نے پہلے ہی محال و نامقبول بتا کر احادیثِ رفع یدین کے متواتر ہونے پر سرِ تسلیم خم کر لیا۔ جس کا انکار حسبِ تصریح فقہاء و ائمۂ کرام کفر ہے۔ چنانچہ فقہ اکبر وغیرہ میں مرقوم ہے۔ مگر پھر بدنصیب کا باوجود اقرارِ سنیت رفع یدینِ متواترہ ثابت ہونے کے مکر جانا اور سنت رفع یدین کا مضحکہ توہین کے ساتھ اڑانا۔ بجز عنادِ قلبی احادیث کے اور کیا معنی

رکھتا ہے۔ چنانچہ ۱۳۳۶ھ ایک فتویٰ قلمی اصلی مولوی نعیم الدین کا مع اس کے حواریوں کے دربارۂ انکارِ سنیتِ رفع یدین ہمارے پاس موجود ہے جس سے عنادِ قلبی و نفاق جلی نسبت توہینِ حدیث و سنت صراحتہً واضح ہے۔ اور بصورت رسالہ تنبیہ الانام اس کا رد مطبوع ہو کر ۱۳۳۷ھ میں شائع بھی ہو چکا ہے۔ جس کے مختصر الفاظ حسبِ ذیل ہیں۔

"تقلیدِ ائمہ چھوڑ کر رفع یدین کرنا اشد کبیرہ اور سخت حرام ہے" "رفع یدین منسوخ و ممنوع اور اس کا مجوز تقلیدِ ائمہ سے خارج" "شریر ٹٹوؤں کی طرح پونچھیں ہلانا" "اللہ سبحانہ جزا خیر دے اس پاک دین مسلمان کو جس کے قلب کو غیر مقلدین کا رفع یدین کرنا گوارا نہ ہوا اور اس نے مکھیاں اڑانے سے تشبیہ دی حضور اقدس علیہ الصلاۃ والتسلیمات کو جس چیز سے نفرت تھی اس کے قلب کو بھی اس سے نفرت ہوئی" "جس شخص نے مکھیاں اڑانے سے تشبیہ دی وہ رفع یدین کی سنیت کا قائل کب ہے مکھیاں نہیں اڑاتے تو جھنجھناہٹ کیوں ہے خیر یہ کلمہ آپ کو ناگوار سہی یوں سنئے کہ شریر ٹٹو کی طرح پونچھیں ہلاتے ہیں" "استخفافِ سنت بیشک کفر ہے مگر یہاں سنت ہی کہاں استخفاف کا الزام اس شخص پر جس نے مکھیاں اڑانے سے تشبیہ دی محض باطل ہے۔ تقلیدِ ائمہ سے خارج ہو کر رفع یدین کرنا آمین کہنا سخت قبیح ناجائز ہے۔ کتبہ محمد نعیم الدین"

پس کیا وہ دعویٰ اتباع اور ثبوتِ سنیت رفع یدین کا متواتر ہونا اور رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت کا محال بتایا جانا۔ اور حدیث دیکھتے ہوئے زید عمرو بکر کے اقوال کچھ کام نہ آئے گا اور کیا یہ انکار و توہینِ سنیتِ رفع یدین کا ظلمتِ تقلید کے پردہ میں کرنا۔ یا وہ شورا شوری اور پھر یہ بے نمکینی۔

استغفر اللہ من ھذہ النفاق والحمق۔ حب الدنیا رأس کل خطیئۃ ہمیں اس مقام پر ثبوت و عدم ثبوت سنیتِ رفع یدین سے چنداں بحث نہیں۔ کیونکہ یہ مبحث علم غیب ہے۔ مگر جبکہ مولوی نعیم الدین نے خود ہی رفع یدین کا ثبوت احادیثِ متواترہ سے ہونا پہلے تسلیم کر کے فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو واجب الاتباع بتایا اور آپ کے کسی فعل کی طرف نسبتِ حرام و مکروہ ہوتا تو کیا اُمت کے لیے بھی ناجائز قرار نہیں دیا۔ پھر اس اخیری فتویٰ میں تقلید کی آڑ میں جو جو کچھ عناد و بغض حدیث اور طریقہ سنت سے گور پرستی، دنیا طلبی کی بدولت تھا سب ظاہر ہو گیا۔ اور اپنی کور باطنی اور شقاوتِ قلبی سے یہ نہ جان سکا۔ کہ یہ تقلید کورانہ مثلِ تارِ عنکبوت ہے۔ کوئی مستحکم دیوار نہیں ہے بلکہ نہایت بودا لکڑی کا جال ہے جو پھونک سے نسیًا منسیًا ہو جاتا ہے۔

چنانچہ مولوی نعیم الدین نے فیضانِ رحمت صہ۵۳ اور فرائد النور حاشیہ صہ۱۸ میں جس کتاب ردالمختار کی تعریف وتوصیف یہ کی ہے کہ "شامی جو اہلِ سنّت وجماعت کی بہت معتبر کتاب ہے اور علماء ہندوغیرہ کا اس کی روایتوں پر عمل ہے" "ردالمختار کا نفیس تر حاشیہ فقہ کی کمال معتبر کتاب علامہ ابن عابدین شامی کی مصنفہ ہے ۱۲ منہ"

فتاویٰ شامی کی تصریحات دربارہ توہینِ سُنّت ورد تقلید

لہٰذا اسی کتاب کے چند حوالے انکار و توہینِ سنّت کے کفر ہونے اور ظلمت تقلید کی برائی میں جس کو حدیث سے روکنے کے لیے سدِّ راہ بنایا جاتا ہے بصورت تراجم ہدیہ ناظرین ہیں۔ "ردالمختار ج اول صہ۱۹ میں مرقوم ہے"

"سوا کتاب اللہ اور سنّت کے کسی کا قول واجب الاتباع نہیں" ایضاً صہ۴۶ "چاروں اماموں سے منقول ہے کہ جب صحیح حدیث ہو اور مذہب کے خلاف ہو تو حدیث ہی پر عمل کیا جاوے یہی اس کا مذہب ہوگا۔ حدیث پر عمل کرنے سے حنفیت سے خارج نہ ہوگا۔ کیونکہ صحیح طور پر ثابت ہے کہ چاروں اماموں نے فرمایا حدیث صحیح ملے تو وہی ہمارا مذہب ہے"۔ ایضاً صہ۴۸ "جو بات بلامعارض صحیح حدیث میں وارد ہو پس وہی امام کا مذہب ہے اگرچہ نام لے کر وہ بات امام نے نہ بتائی ہو" ایضاً صہ۳۳، ۴۸ و ۵۱ "اصح یہ ہے کہ لازم جاننا مذہب کسی امام معین کا انسان پر ضروری نہیں ہے" ایضاً صہ۳۱۶ "جو شخص سنّت کو جو دین میں ثابت ومعتبر ہے برحق نہ جانے ہلکا جانے" انکار کرے ثابت ومعتبر نہ جانے تو یہ کفر ہے" ایضاً صہ۳۴ "پس نکال تو اپنے نفس کو ظلمتِ تقلید سے اور آ روشنیوں میں سنّت کی" ایضاً صہ۳۰۳ "من جملہ علاماتِ اہلِ بدعت کے انکار کرنا احادیثِ صحیحہ کا ہے"

فتح المبین اور مسئلہ تقلید

علی ہٰذا فتح المبین جس پر جماہیر علماء حنفیہ خصوصاً مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی تصدیقات درج ہیں جو معتمد و مسلمہ خود مولوی نعیم الدین کے ہیں لہٰذا اس کے بھی چند مواقع حسب ذیل ہیں۔ فتح المبین صہ۱۲ میں مرقوم ہے۔

"کوئی حنفی اس کا قائل نہیں کہ فقہ پر چلنا فرض اور حدیث پر جائز نہیں" ایضاً صہ۳۲ "اگر ہر مسئلہ میں امام صاحب کے قول پر تقلید واجب جانتے تو کوئی مسئلہ امام صاحب کا غیر مفتی بہ نہ ہوتا حالانکہ ایسا نہیں" ایضاً صہ۳۳ "حاصلِ کلام یہ ہے کہ حنفیہ تقلید شخصی کو واجب نہیں

جانتے محققین حنفیہ نے جس مسئلہ میں ان کو خلافِ حدیث معلوم ہوا ترک کر دیا" ایضاً صفحہ ۳۱
"جو مسائل صریح قرآن اور حدیث سے ماخوذ ہوتے ہیں ان میں تقلید محض بے اصل اور لغو ہے"
ایضاً صفحہ ۳۵ حاصل کلام یہ ہے کہ جو شخص واقفِ سنت ہو اس کو حنفی یا شافعی بننا ضروری
نہیں" ایضاً صفحہ ۳۲۳ "جن مسائل میں صریح حدیث موجود ہو ان میں احتیاط اور عدم احتیاط سے کیا علاقہ"
اور خود مولوی نعیم الدین نے بمصداق دروغ گورا حافظہ نباشد۔ الکلمۃ العلیا میں لکھا ہے۔
"غیر مجتہد یعنی مقلد صریح آیتوں اور حدیثوں سے استدلال کر سکتا ہے اور کہیں اس کی ممانعت نہیں"
ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری۔
پس ان چند حوالہ جات مسلمات خود مولوی نعیم الدین سے تقلید نا سدید خصوصاً تقلید شخصی کا
بے اصل ہونا قرآن و حدیث کی صراحت کے ہوتے ہوئے اہل انصاف پر بخوبی روشن ہو گیا۔ باقی
بحث تقلید کی تفصیل تمام شروع کتاب مولوی نعیم الدین کے صفحہ ۶ کے جواب میں معہ اصل عبارات
رد المختار فتاویٰ رضویہ ج اول مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی وغیرہ سے گزر چکی
من شاء فلیطالعہ۔

پھر کس طرح کوئی اہل ایمان قرآن و حدیث کی تصریح ہوتے ہوئے پابند کسی کی تقلید کا ہو
سکتا ہے بجز اس کے کہ الفاظ توہین نسبت سنت خصوصاً سنت متواترہ کے ساتھ نکالنے والا کافر و
مرتد ہے ایمان ہو یہ کسی ایمان والے کا کام نہیں ہو سکتا۔ عمل بالحدیث خصوصاً سنیت رفع یدین
میں علماء امت میں کس کس کو خارج از تقلید اور گمراہ مرتکب کبیرہ اور حرام کی بنا پر بدنصیب
خود کس شمار میں ہوگا۔

تواترِ احادیثِ رفع الیدین

حالانکہ علامہ محدث مجدالدین صاحب قاموس رح جن کو مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی امام مستند مان چکے ہیں۔ دیباچہ

رفع یدین سفر السعادت صفحہ ۱۵ میں فرماتے ہیں:

وازکثرۃ رواۃ ایں معنی متواتر ماندہ ست	کثرت راویوں کے سبب یہ بات تواتر کو پہنچی ہے چار سو
چہار صد خبر واثر دریں باب صحیح شدہ	خبر واثر اس باب میں صحت کو پہنچے اور عشرہ مبشرہ نے
وعشرہ مبشرہ روایت کردہ لا یزال بریں	اور دس صحابہ جن کو بشارت جنت کی دی گئی روایت کیا ہے
کیفیت بود تا ازیں جہاں رحلت کردہ	ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے رہے حتیٰ
وغیر ایں چیزے ثابت نشدہ	کہ اس جہاں سے رحلت فرمائی اور اس کے سوا کچھ ثابت نہیں ہوا

علی ہٰذا صاحب سفر السعادت موصوف کے تلمیذ رشید امام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ مستند مولوی نعیم الدین فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ اول ص۲۰۱ میں منجملہ شمار احادیث متواترہ کے فرماتے ہیں۔ ورفع الیدین والشفاعۃ والحوض ورؤیۃ اللّٰہ فی الاخرۃ والائمۃ من قریش وغیر ذلک واللّٰہ المستعان

نیز فتح الباری پارہ ۳ ص۱۳۳ میں ارقام فرماتے ہیں یعنی کہا ربیع نے کہا میں نے امام شافعیؒ سے رفع یدین کے کیا معنی ہیں کہا اللہ کی تعظیم اور اتباع سنت اس کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی، اور نقل کیا ابن عبدالبر نے کہا کر روایت ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا رفع یدین نماز کی زینت میں سے ہے۔ روایت ہے امام مالک سے کہ ابن عمر جب کسی کو رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع یدین کرتے نہ دیکھتے تو اس کو کنکریوں سے مارتے۔ امام بخاری نے جزء رفع یدین میں حسن اور حمید بن ہلال سے نقل کیا کہ صحابہ رفع یدین کیا کرتے تھے۔ کہا بخاری نے اور نہیں استثناء کیا حسن نے کسی ایک کو بھی۔ اور کہا محمد بن نصر مروزی نے متفق ہو گئے تمام شہروں کے علماء رفع یدین کی مشروعیت پر سوائے اہل کوفہ کے۔ اور نقل کیا بخاری نے حدیث ابن عمر کے بعد اپنے شیخ علی بن مدینی سے کہا حق ہے مسلمانوں پر کہ رفع یدین کریں رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت بسبب حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کے۔ اور تحقیق کہا بخاری نے جزء رفع یدین میں جس نے گمان کیا کہ رفع یدین بدعت ہے پس تحقیق طعن کیا صحابہ پر کیونکہ نہیں ثابت کسی ایک سے بھی ان میں سے ترک کرنا رفع یدین کا کہا اور نہیں ہیں سندیں اصح رفعیدین کی سندوں سے انتہٰی واللہ اعلم۔ اور بخاری نے سترہ صحابہ سے روایت رفعیدین کی ہے اور حاکم و ابوالقاسم بن مندہ نے عشرہ مبشرہ سے اور ہمارے شیخ ابوالفضل حافظ کے تلاش کرتے، پر پچاس صحابہ کا روایت کرنا ملا۔ انتہٰی ما فی فتح الباری شرح صحیح البخاری۔

علی ہٰذا فرمایا امام بخاریؒ نے جزء رفع یدین میں "منکر سنیت رفع یدین کا بدعتی دشمن المحدیث ہے۔ طعن کرنے والا سلف پر اور جوان کے بعد ہیں اور حجاز اور مکہ اور مدینہ والوں پر اور بہت اہل عراق، اہل شام، اہل یمن اور علماء اہل خراسان پر ان میں سے ابن مبارک پر حتٰی کہ ہمارے شیخ علی بن موسٰی اور ابو احمد اور کعب بن سعید اور حسن بن جعفر اور محمد بن سلام اور علی بن حسن اور عبداللہ بن عثمان اور یحیٰی بن یحیٰی وصدقہ اور اسحاق اور تمام اصحاب ابن مبارک پر اور ثوری اور وکیع پر"

اسی لیے فتاویٰ عالمگیری جلد دوم ص۹۲ میں مرقوم ہے:

اولم یرض بسنۃ من سنن المرسلین فقد کفر۔ "یا جو راضی نہ ہوا کسی سنت سے رسولوں کی سنتوں میں سے پس تحقیق اس نے کفر کیا"

علی ہذا ملا علی قاری حنفیؒ شرح فقہ اکبر ص۲۰۲ میں فرماتے ہیں :

وفی الخلاصۃ من رد حدیثا قال بعض مشائخنا یکفر وقال المتأخرون ان کان متواترا کفر اقول ھذا ھو الصحیح الا اذا کان رد حدیث الاحاد من الاخبار علی وجہ الاستخفاف والاستحقار والانکار۔	"خلاصہ میں ہے جس نے رد کیا حدیث کو کہا ہمارے بعض مشائخ نے اس نے کفر کیا اور کہا متاخرین نے اگر حدیث متواتر ہو تو کفر ہے اور یہی صحیح ہے مگر جس وقت کہ رد کرے حدیث خبر واحد کو بوجہ استخفاف اور حقارت وانکار کے تو مطلقاً کفر ہوگا"

پس مولوی نعیم الدین کا احادیث رفع یدین کو متواتر مان کر اور استخفاف سنت کو بیشک کفر کہہ کر بھی الفاظ خبیثہ مردودہ نکالتے اور انکار کر جاتے اشد کبیرہ سخت حرام کہتے ٹٹوؤں کی طرح پرچھیں ہلانے سے تشبیہ دینے باعث نفرت ناگوار بتانے پر۔ اگر آسمان سے آگ اور پتھر برسیں تو کم ہیں۔ عتاب یوم القیامت اس سے کہیں زائد سخت اور ذلت کی مار ہے۔ بیشک یہ کسی ایمان والے کا کام نہیں کا فرومردود ہی کا شیوہ ہو سکتا ہے۔ ہرگز کسی امام مجتہد اہل سنت نے اس قسم کے بیہودہ ناپاک الفاظ رفعیدین کے بارہ میں استعمال نہیں فرمائے، پس حدیث وسنت کی توہین کر کے مولانا شہید مرحوم کو جھوٹا، دغا باز بتانے والے کا خود اپنا ہی جھوٹا دغا باز فریب کار ومکار ہونا کما حقہ واضح طور پر ثابت ہو گیا۔

آیت وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ الآیۃ کی بحث

قولہ ص۱۸۶ و ۱۸۷ تقویۃ الایمان ص۲۰ میں ہے آیت

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗٓ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَھُمْ عَنْ دُعَآئِھِمْ غٰفِلُوْنَ۔	اور کون زیادہ گمراہ ہوگا اس شخص سے کہ پکارتا ہے سوائے اللہ کے ان لوگوں کو کہ نہ قبول کریں گے اس کی بات قیامت کے دن تک اور وہ اس کے پکارنے کے غافل ہیں"

آیت لکھنا اور اس کے معنی بگاڑنا قرآنی آیتیں پیش کر کے مغالطہ دینا کتنا بڑا جرم ہے اور کیسی سیاہ دلی ہے اس آیت کو نفی علم غیب کی دلیل بنا کر پیش کیا ہے مگر آیت میں کوئی بھی اس کا ذکر نہیں انبیاء و اولیاء کے علم عطائی کی نفی پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ آیت میں موجود نہیں اور حیا دار نے اس مدعا کے لیے بے دریغ آیت لکھ ڈالی کیسی جرأت ہے۔ ایک تحریف تو یہ کہ یدعون اور دعا دونوں لفظوں کا ترجمہ پکارنا کیا ہے باوجودیکہ آیت میں یہ لفظ دونوں جگہ عبادت کے معنی میں ہے دوسری تحریف یہ ہے کہ من لا یستجیب سے معاذ اللہ اہل اسلام اور بزرگان دین مراد لئے " چنانچہ لکھا ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ جو

بعضے لوگ اگلے بزرگوں کو دور دور سے پکارتے ہیں۔ تقویت الایمان ص۲۱ با وجودیکہ آیت میں بُت مراد ہیں یہ دونوں باتیں تفاسیر میں صاف موجود ہیں۔ تفسیر جلالین ص۴۱۴ میں ہے۔ استفہام بمعنی نفی کے ہے یعنی اس سے بڑھ کر گمراہ کوئی نہیں جو اللہ کے سوا ایسوں کی عبادت کرے جو قیامت تک اس کی نہ سنیں اور وہ بت ہیں جو اپنے پرستاروں کے کسی سوال کا جواب نہیں دیں گے اور وہ ان کی عبادت سے غافل و بے خبر ہیں کیونکہ وہ بے عقل پتھر ہیں۔ بے دین نے قرآن پاک کا غلط ترجمہ کرکے خلق کو گمراہ کرنا چاہا اللہ تعالیٰ پر افتراء کیا جو حکم بتوں پر تھا وہ بزرگوں کی طرف نسبت کیا یہ ظلم ڈھائے، ایسی مکاریوں سے وہابی دین کی بنا ڈالی، تفسیروں کو چھوڑا۔ اس سے لازم آتا ہے کہ تمام مخلوق آدمی، جن فرشتے سب کے سب بہرے اور قوت شنوائی سے محروم ہوں، کتنا ہی چیخو پکارو، انہیں خبر نہ ہو۔ مگر یہ بات واقع کے خلاف اور غلط ہے۔ کیا ہے دنیا میں کوئی وہابی جو اس معنی کو صحیح ثابت کرسکے۔ چندہ کے لیے امیروں کے دروازوں پر پکارتے پھرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ تقویۃ الایمان کے کلام سے غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے۔ اس کا مقصد خاص محبوبان بارگاہ مقربان درگاہ کی تنقیص ہے۔ اولیاء و انبیاء کی دشمنی میں بے دین نے آیت کے معنی میں تحریف کی۔ کیونکہ بزرگ ایسے کون سے ہیں۔ جو قیامت تک نہیں سن سکتے، زندہ بزرگ بھی سنتے ہیں اور جو اہل دنیا کی چشم ظاہری سے پردہ کر چکے، ان کا سننا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ اسمٰعیلیوں سے، پوچھو کہ تمہارے امام نا فرجام کو بتوں کی اتنی محبت کیوں ہے کہ قرآن پاک میں جہاں ان پر کوئی حکم آیا اور اس نے بتوں کو بچایا، بزرگوں پر لگایا، یہ ہے وہابیوں کی توحید اھ ملخصاً۔

اقول۔ و استعین باللہ العلیم القدیر مولوی نعیم الدین کا شرکیات کے نشہ میں غایت درجہ جہل و عناد ہے کیونکہ بیشک آیت کا ترجمہ و معنی یہی ہیں کہ پکارتے والوں کی پکار کو جن کو وہ غائبانہ حاضر و ناظر جان کر پکارتے ہیں، وہ محض غافل و بے خبر ہیں۔ ہر جگہ سے فریاد کو سننے والا حاضر و ناظر سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں ہوسکتا۔ یہ نفی علم غیب سوائے حق تعالیٰ کے لیے بڑی قوی دلیل قرآن پاک کی ہے۔ پھر یَدْعُوْنَ کا یہ ترجمہ پکارنا بمعنی عبادت تراجم مستندہ مسلمہ فتح الرحمٰن و تفسیر فتح العزیز اور تفسیر موضح القرآن وغیرہ میں مرقوم ہیں۔ جو مولوی نعیم الدین کے بھی خود مسلمات سے ہیں۔ چنانچہ موضح القرآن میں ہے " اور اس سے زیادہ گمراہ کون جو پکارے اللہ کے سوائے ایسے کو کہ نہ پہنچے اس کی پکار کو دن قیامت تک اور ان کو خبر نہیں ان کے پکارنے کی اور جب لوگ جمع ہوں گے وہ ہوں گے ان کے دشمن اور ہوں گے،

ان کے پوجنے سے منکر" انتہیٰ نیز موضح القرآن میں ہے۔

وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ۔ "اور خبر نہیں رکھتے کب اُٹھائے جاویں گے"

ف" شاہ صاحب نے بیان کو فرمایا جو مرے بزرگوں کو پوجتے ہیں۔ جو لوگ پوجتے ہیں بزرگوں کو کہ وہ بزرگ بے گناہ ہیں ایک شیطان اپنا وہی نام رکھ کر آپ کو پوجوا تا ہے اس لیے ان کو کہیں گے کہ تم جھوٹے ہو" پس پکارنا بمعنی پوجنے عبادت کرنے میں واضح ہے۔ صحیح بخاری پارہ ۳۰ ص۸۵ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قال رجل یا رسول اللہ ای الذنب اکبر عند اللہ قال ان تدعوا للہ ندا وھو خلقک الخ فانزل اللہ تصدیقھا والذین لا یدعون مع اللہ الٰھا آخر الحدیث ۔	"عرض کیا ایک آدمی نے یا رسول اللہ کونسا گناہ سب سے بڑا ہے اللہ کے نزدیک فرمایا یہ کہ پکارے اللہ کے ساتھ شریک حالانکہ اسی نے تجھے پیدا کیا ہے الخ پس نازل ہوئی اس کی تصدیق میں یہ آیت اور جو لوگ کہ نہیں پکارتے اللہ کے سوا اور معبود کو"

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ مستند مولوی نعیم الدین کے اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج اول ص۶۹ میں ترجمہ اس کا کرتے ہیں:

وآن کسانیکہ نمے خوانند با خدائے تعالیٰ خدائے دیگر را"	"اور وہ لوگ جو نہیں پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے اِلٰہ کو"

صاحب مظاہر حق اور صاحب مرقاۃ کو مولوی نعیم الدین مستند جان کر ان سے حوالے بغرض فریب دہی عوام النّاس کے لاتے ہیں۔ مظاہر حق جلد اوّل ص۵۸ میں مرقوم ہے۔

"ف ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ان تدعو للہ ندا کی شرح میں لکھا کہ اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک کرے یا پکارنے میں یعنی جیسے یا اللہ کہہ کر پکارتے ہیں اسی طرح اور کو بھی کہے مثلاً یا فلانے ہماری یہ حاجت بر لا"

اور بعض مفسرین کا جو یدعون کی تفسیر بمعنی عبادت کرتا ہے وہ حسب مورد آیت تبوں کے ہے ورنہ لفظ عام جامع محکم اپنے عموم کے تبوں پر کچھ منحصر نہیں ہر وہ چیز جس کو سوائے حق تعالیٰ کے پوجا جاوے یا اس کو متصرف فی الامور جان کر خصوصاً غائبانہ نداو فریاد کی جاوے بحکم شرک اس کی عبادت کرتا ہے چنانچہ امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ جن کو مولوی نعیم الدین نے فرائد النور

صہ۵۲ اور الکلمۃ العلیا صـ۱۱۱ میں شیخ الاسلام قاضی القضاۃ۔ شیخ المشائخ اوحد الحفاظ والرواۃ مانا ہے۔ آپ فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۲۶ صـ۱۹ میں فرماتے ہیں:

وقال الراغب الدعاء والنداء ۔	"فرمایا امام راغب نے دعا اور ندا کے معنی واحد ہیں
واحد الدعاء فی القرآن علی	دُعا قرآن میں منجملہ کئی معنی کے عبادت کے معنی میں
وجوہ منہا العبادۃ ولا تدع	وارد ہے اور مت پکار نہ عبادت کر سوائے
من دون اللہ مالا ینفعک ولا	اللہ کے جو نہ نفع پہنچائے تم کو اور نہ نقصان
یضرک ۔	پہنچائے"

اور پارہ ۳۰ صـ۲۹۹ میں فرماتے ہیں:

والمراد الدعاء اما بمعنی النداء و	"مراد دعاء سے ندا اور عبادت اور
اما بمعنی العبادۃ واما بمعنی الاعتقاد ۔	اعتقاد ہے"

پس مثلِ آفتاب روشن ہوا کہ عبادت یعنی پوجنا بمعنی ندا اور دعا جملہ ارکان عبادت اور اس کے اجزاء ہیں ندا کو بھی عبادت کہتے ہیں اور دعا کو بھی عبادت کہتے ہیں۔ جب کسی کو کوئی ندا غائبانہ بتوقع نفع وضرر حاضر وناظر سمجھ کر کرے گا۔ تو وہ بھی پوجنا ہی ہوگا۔ مولوی نعیم الدین اپنی شیخی وتعلّی میں جامے سے باہر نکلے پڑتے ہیں، گویا بڑا کمال کیا کہ چندہ کے لیے امیروں کے دروازوں پر پکارتے پھرتے سے غائبانہ بزرگوں سے فریادیں مانگنے کو اپنے اثباتِ شرکیات کے لیے قیاس فاسد یا ملا ابلیس لعین کیا گیا استغفر اللہ۔ جس پر مشرکین صنم پرست بھی قہقہہ لگا دیں، کیا اگر کوئی غائبانہ دور دراز سے چندہ وغیرہ کے لیے کسی کو حاضر وناظر جان کر پکارے گا تو شرک نہ ہوگا۔ چہ جائیکہ گزرے ہوئے بزرگوں کو پکارے۔ کیونکہ یہ صفت خاصہ جناب حق تعالیٰ شانہ علّام الغیوب دوسروں میں ثابت کی گئی۔ معاذ اللہ متنازعہ اور اگر اس پر کوئی دلیل نصوصِ قرآن وحدیث صحیح قطعی الدلالۃ رکھتے ہوتے تو پیش کرنا لازم تھا۔ کیونکہ عقائد میں اسی پر اعتماد ہوتا ہے نہ کہ قصص وحکایات، عقلیات ومحتملات ونیا سات پر جو گور پرستوں کا شیوہ ہے۔ حالانکہ فریاد رسی کی بے خبری بے اختیاری بے قدرتی میں سب مخلوقات آدمی جن فرشتے وغیرہ ہم محض لاچار ہیں۔ چنانچہ فقہ کی رد المختار جو مولوی نعیم الدین کی نہایت مستند مسلمہ کتاب ہے صـ۲۵۴ میں مرقوم ہے:

اصل عبادۃ الاصنام اتخاذ قبور	"بتوں کی عبادت کی اصل صالحین کی قبروں کو
الصالحین مساجد ۔	سجدہ گاہ بنا لینا ہے"

اسی وجہ سے جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کی جناب میں دُعا کی ۔

اللّٰھم لا تجعل قبری وثنا یعبد کما "یا اللہ نہ بنا دینا میری قبر کو بت کہ پوجی جاوے"

(رواہ مالک فی الموطا ج صئلا)

پھر رد المحتار ج ۲ ص۱۱۳ میں مرقوم ہے ،

قولہ اعلموا ان النذر الذی وقع للاموات من اکثر العوام وما یوخذ من الدراھم وشمع الزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربًا الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام کان یقول یا سیدی فلان ان رد غائبی اوعوفی مریضی او قضیت حاجتی فلک من الذھب والفضۃ او من طعام او شمع او الزیت کذا باطل لوجوہ منھا انہ نذر المخلوق ونذر المخلوق لا یجوز لانہ عبادۃ والعبادۃ لا تکون لمخلوق ومنھا ان المنذور لہ میت والمیت لا یملک ومنھا انہ ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ تعالیٰ واعتقادہ ذٰلک کفر اھ ۔

"جان تو وہ نذر جو اموات کے لیے عوام لوگ کرتے ہیں۔ درہم اور روشنی اور تیل اور مانند اس کے اولیاء کرام کے مزارات پر ان کے تقرب کے لیے لے جاتے ہیں۔ پس وہ بالاجماع باطل وحرام ہے ۔ کہتے ہیں وہ لے سید میرے فلاں اگر میرا غائب شدہ آجاوے یا مریض اچھا ہو جاوے یا میری حاجت پوری ہو جائے تو تمہارے لیے اتنا سونا اور اتنی چاندی اور اتنا کھانا اور چراغ اور اتنا تیل میرے ذمہ ہے۔ اسی طرح بکرا وغیرہ میں ہے۔ پس یہ کئی وجہ سے باطل ہے کیونکہ یہ نذر مخلوق کے لیے ہے اور نذر مخلوق کے لیے جائز نہیں۔ دوم یہ عبادت ہے اور عبادت مخلوق کے لیے نہیں ہوتی سوم جس کے لیے نذر کی گئی ہے وہ میت ہے اور میت کسی چیز کی مالک نہیں۔ اور نذر کرنے والے کا گمان ہے کہ میت کو سوائے اللہ کے کاموں میں تصرف اور اختیار حاصل ہے اور یہ اعتقاد اس کا کفر ہے"

اور مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ تفسیر فتح العزیز ج ۱ ص۱۵۸ میں منجملہ اعتقادات مشرکین پانچ قسم کے فرماتے ہیں :

چہارم پیر پرستاں گویند چوں مرد بزرگے کہ بسبب کمالِ ریاضت ومجاہدہ مستجاب الدعوات ومقبول الشفاعۃ عنداللہ شدہ بود از یں جہاں

"چوتھا فرقہ پیروں کے پوجنے والے کہتے ہیں جو کوئی مرد بزرگ کہ بسبب کمال ریاضت مجاہدہ کے مستجاب الدعوات اور مقبول الشفاعۃ عنداللہ ہو گیا تھا اس

میگذرد روح او را قوتے عظیم و وسعتے بس	عالم سے گزر جاتا ہے اس کی روح کو ایسی قوت عظیم اور
فخیم بہم میرسد ہر کہ صورت او را برزخ سازد	نہایت درجہ وسعت حاصل ہو جاتی ہے جو کوئی اس کی
یاد رمکان نشست و برخاست او یا بر	صورت کا برزخ کرے یا اس کے مکان نشست و برخاست
گور او سجود و تذلیل تام نماید روح او بسبب	یا قبر پر سجدے و تذلل تمام کرے تو اس کی روح بسبب
وسعت و اخلاق برآں مطلع شود و در دنیا	وسعت و اطلاق کے اس پر مطلع ہو جاتی ہے اور دنیا و
و آخرت درحق او شفاعت نماید	آخرت میں اس کے حق میں شفاعت کرتی ہے"

اور مولوی نعیم الدین کے معتمد و مسلم الکلمۃ العلیا صدا مولوی سلامت اللہ صاحب رام پوری اپنے فتویٰ مطبوعہ فیض عام رام پور کے صفحہ ۱۲ میں لکھتے ہیں:

"بعضے رسوم تعزیہ داری کی موجب شرک و کفر ہیں جیسے سجدہ کرنا اور اس کو حاجت روا سمجھنا مثلاً اس تقدیر پر ایسا تعزیہ دار مشرک اور کافر ہوگا نہ اس کا ذبیحہ درست نہ نماز اس کے پیچھے اصلاً جائز"

علیٰ ہذا مولوی نعیم الدین کے رائس الطائفہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی عطایا القدیر فی حکم التصویر حسنی پریس بریلی کے صفحہ ۳ میں لکھتے ہیں:

"اللہ عزوجل ابلیس کے مکر سے پناہ دے دنیا میں بت پرستی کی ابتدا یوں ہوئی کہ صالحین کی محبت میں ان کی تصویریں بنا کر رکھیں اور اس سے لذت عبادت کی تائید سمجھی بشدہ شدہ وہی معبود ہو گئیں صحیح بخاری الجزء العشرون معہ فتح الباری انصاری دہلی صفحہ ۲۷۴ و صحیح مسلم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آیت کریمہ[1] وَقَالُوا لَاتَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَاسُوَاعًا وَّلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا۔ کی تفسیر میں ہے:

قال کانوا اسماء رجال صالحین من	"عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت
قوم نوح فلما ھلکوا اوحی الشیطان	ہے کہ فرمایا جو بت عبادت کے قوم نوح میں تھے بعد
الی قومھم ان انصبوا الی مجالسھم	میں عربوں نے ان کی عبادت کی۔ وہ قوم کلب قبیلہ
التی کانوا یجلسون انصابا وسموھا	دومۃ الجندل کا بت تھا اور سواع قوم ہذیل کا اور
باسمائھم ففعلوا فلم تعبد حتی	یغوث قوم مراد کا پھر بنی غطیف کا ہو گیا سبا کے پاس
اذا ھلک اولئک ونسخ العلم	اور یعوق ہمدان کا اور نسر حمیر کا اور یہ نام قوم نوح
عبدت - - - - - عبد	کے صالحین لوگوں کے تھے جب وہ مر گئے تو شیطان نے

[1] الفاظ آیت مطابق اصل کتاب ہیں ورنہ فی الواقع اس طرح ہیں۔ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا (مولف)

بن حمید اپنی تفسیر میں ابو جعفر ابن المهلب سے
راوی ہے۔ قال کان ود رجلا مسلما
وکان محببا فی قومه فلما مات
عکفوا حول قبره فی ارض
بابل وجزعوا علیه فلما رای
ابلیس جزعهم علیه تشبه فی
صورة انسان ثم قال اری
جزعکم علی هذا فهل لکم
ان اصور لکم مثله فیکون فی
نادیکم فتذکرونه به قالوا
نعم فصور لهم مثله ووضعوه
فی نادیهم وجعلوا یذکرونه
فلما رای ما بهم من ذکره قال
هل لکم ان اجعل لکم فی منزل کل
رجل منکم تمثالا فیکون فی
بیته فتذکرونه قالوا نعم
فصور لکل بیته تمثالا مثله
فاقبلوا فجعلوا یذکرونه به قال
وادرك ابناؤهم فجعلوا یرون
ما یصنعون به وتناسلوا ودرس
امر ذکرهم ایاه حتی اتخذوه
الٰها یعبدونه من دون الله قال
وکان اول ما عبد غیر الله فی
الارض ود الصنم الذی سموه بود

ان کی قوموں کے دل میں یہ بات ڈالی کہ جن مکانوں میں
یہ لوگ بیٹھا کرتے تھے، وہاں ایک ایک بُت ان کے
نام کا بنا کر رکھ دو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا مگر جیتے تک یہ
لوگ زندہ رہے ان بتوں کی عبادت کسی نے نہ کی۔
جب یہ لوگ مر گئے اور علم جاتا رہا تو ان کے بعد والے
لوگوں نے عبادت کی اور ابو جعفر بن مہلب سے روایت
ہے کہ ود مسلمان محبوبِ قوم تھا۔ جب وہ مر گیا تو زمین
بابل میں اس کی قبر کے گرداگرد لشکریوں نے اس پر آہ و
بکا شروع کی تو شیطان نے جب یہ دیکھا تو انسانی
صورت میں ان کے پاس آیا اور کہا میں تمہیں جزع
فزع کرتے اس قبر پر دیکھتا ہوں۔ کیا تم پسند کرتے ہو
کہ صاحبِ قبر کی شکل تمہارے لیے بنا دوں تاکہ تم پکارا
کرو اور یاد کیا کرو اس کو دیکھ کر بولے ہاں پس اس
کی شکل بنا کر رکھ دی تاکہ وہ لوگ اس کو یاد کیا کریں۔
پھر جب شیطان نے دیکھا کہ وہ لوگ اس کی یاد
میں مشغول ہو گئے تو ان سے کہا کیا تم پسند کرتے ہو۔
کہ تمہارے ہر ایک گھر میں اس کی شکل بنا دوں کہ
تم اپنے گھروں میں اس کی یاد کرتے رہو۔ بولے ہاں پھر
ہر گھر میں شکل بنا دی تو وہ لوگ اپنے گھروں میں
اس کی یاد میں مشغول رہتے رہے۔ کہا اور پایا ان کی اولاد
نے اپنے بڑوں کو اسی طریقہ پر وہ ان کی باتوں کو پڑھنے
پڑھاتے رہے یہاں تک کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے ان
کی عبادت کرنے لگے کہا اور اول جس کی عبادت
سوائے اللہ کے زمین میں کی گئی وہ تھا جس کا نام ود تھا
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے

نیز صحیحین بخاری (الجزء الخامس ص۲۱۲ والجزء

الخامس عشر باب هجرة حبشہ ص۲۴۷ والجزء الثانی ص۳۶ وسلم میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے۔ لما اشتکی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکر بعض نسائہ کنیسۃ یقال لھا ماریۃ کانت ام سلمۃ وام حبیبۃ رضی اللہ عنھما اتتا ارض حبشۃ وذکرتا من حسنھا وتصاویر فیھا فرفع صلی اللہ علیہ وسلم راسہ فقال اولئک اذا مات فیھم الرجل الصالح بنوا علی قبرہ مسجدا ثم صوروا فیہ بتلک الصور اولئک شرار الخلق اللہ۔ مرقات شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ صوروا فیہ بتلک الصور ای صور الصلحاء تذکرا بھم و ترغیبا فی العبادۃ لاجلھم ثم جاء من بعدھم فزین لھم الشیطان اعمالھم سلفھم یعبدون ھذہ الصور فوقعوا فی عبادۃ الاصنام انتھی۔

کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپ کی بعض ازواج نے ایک گرجا کا ذکر کیا جس کو ماریہ کہتے تھے اور ام سلمہ و ام حبیبہ رضی اللہ عنہما جو حبشہ گئی تھیں تو انہوں نے اس کی خوبصورتی اور جو اس میں تصویریں تھیں ان کا تذکرہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اٹھا کر فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جب ان میں کوئی مرد صالح مر جاتا تھا تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے۔ پھر اس میں یہ صورتیں بناتے تھے اور یہ لوگ اللہ کی خلقت میں بدترین ہیں" اس میں تصویریں تھیں صالحین کی۔ یاد دہانی کرتے تھے ان تصویروں کے ساتھ رغبت کرتے تھے۔ ان کی وجہ سے عبادت میں پھر آئے بعد کے لوگ تو شیطان نے ان کے عملوں کو مزین کر کے دکھلایا اور ان سے کہا تمہارے پہلے لوگ تو ان تصویروں کی عبادت کرتے تھے پس وہ عبادت کرنے لگے بتوں کی"

(ترجمہ عبارات منقولہ مولوی صاحب بریلوی از مؤلف)

نیز مولوی صاحب بریلوی خالص الاعتقاد حسنی پریس بریلی کے ص۵ میں لکھتے ہیں:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

"بیشک کافر ہیں وہ جو مسیح ابن مریم کو اللہ کہتے ہیں تم فرما دو کہ کس کو اللہ پر کچھ اختیار ہے۔ اگر وہ مسیح ابن مریم اور ان کی ماں اور تمام اہل زمین کو فنا کر دینا چاہیے۔

معلوم ہوا کہ جب مسیح پرست نصاریٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو إلٰہ جانا تو اللہ پاک نے ان کے بے اختیار و عاجز ہونے کا نصاریٰ پر رد فرمایا اور ساتھ ہی ان کو اور ان کی والدہ حضرت مریم طاہرہؓ

کو ہلاک فرما دینے کا اظہار فرمایا تاکہ باطل عقائد ابن اللہ کہنے کی نفی ہو کر ان کی عبدیت کا محتاج ہونا واضح ہو جائے اور یہ کچھ مسیح علیہ السلام کی تنقیص اور شان عزت کے منافی نہیں ہے۔ اگر حضرت مسیح علیہ السلام بقول نصاریٰ الٰہ ہوتے تو قدرت و اختیار رکھتے اور ضعف و حوائج بشری کھانے پینے بول و براز میں مانند دوسری مخلوقات کے نہ ہوتے۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطیؒ تفسیر جلالین ص۹۷ ۶پ سورہ مائدہ میں فرماتے ہیں۔ ولو کان المسیح الھا لقدر علیہ کغیرھما من الحیوانات ومن کان کذلک لا یکون الھا لترکیبہ وضعفہ وما ینشا منہ من البول والغائط۔ اور یہی دیگر تفاسیر بیضاوی وغیرہ میں مرقوم ہے۔

یہ وہ امام جلال الدین سیوطی ہیں جن کو مولوی نعیم الدین نے اپنے رسالہ فرائد النور ص۳۷ اور الکلمۃ العلیا ص۵۳ میں مستند جان کر لکھا۔ علامہ حافظ جلال الدین سیوطیؒ جو اپنے زمانہ کے مجدد ہیں جیسا کہ علامہ علی قاریؒ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص۲۴۷ میں فرماتے ہیں یعنی ہمارے شیخ المشائخ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ وہ ہیں جنہوں نے علم تفسیر کو در منثور میں زندہ کیا اور جمیع احادیث متفرقہ کو اپنی مشہور جامع میں جمع فرمایا۔ کوئی فن نہیں چھوڑا جس میں کوئی متن یا شرح نہ لکھی ہو۔ وہ اپنے زمانہ کے مجدد ہونے کے مستحق ہیں جیسا کہ انہوں نے دعویٰ کیا ہے اور وہ اپنے دعویٰ میں مقبول و مشکور ہیں۔ اسی طرح امام طحاوی شارح درِّ مختار فقہ حنفیہ در بارہ نذر غیر اللہ فرماتے ہیں:

اعلموان بیان احکام الشریعۃ	"جان تو کہ احکام شریعت کا بیان کرنا مقصود ہے
مما یجب علی العلماء ولیس فی	جو علماء پر واجب ہے اور اس میں ولی کی تنقیص
ذٰلک تنقیص الولی کما یظنہ بعض	نہیں ہے جس طرح انجان لوگ گمان کرتے ہیں بلکہ
من لا خلاق لہ بل ھذا مما یرضی	ولی اس امر سے راضی ہیں اگر ان کی حیات میں ان
بہ الولی لو کان حیًّا وسئل عنہ	سے اس امر کا سوال ہوتا تو حق کے ساتھ جواب
ذٰلک اجاب بالحق واغضبہ	دیتا اور تاثیر کی نسبت کرنے سے ناراض ہوتے
نسبۃ التاثیر وتامل قولہ فی	اور تامل کر حق تعالیٰ کے فرمانے میں (سورہ زخرف میں)
حق السید عیسیٰ علیہ السلام ان	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یعنی وہ کیا ہے
ھو الا عبد انعمنا علیہ اھ۔	ایک بندہ ہی ہے ہم نے اس پر انعام کیا ہے"

پس غائبانہ انبیاء و اولیاء بزرگوں کو پکارنا، فریادیں کرنا، جبکہ وہ ہرگز نہ اختیار رکھتے ہیں نہ سنتے ہیں مشکل کشائیوں فریاد رسیوں سے محض غافل ہیں۔ کیونکہ یہ شان مالک الملک قادر قیوم علام الغیوب حق تعالیٰ شانہ کی ہے نہ کسی دوسرے کی یہی مقصد مولانا شہید مرحوم اور سب اہل توحید کا خاص مسلمانوں سے

رسوماتِ شرک کا دفع کرنا ہے کہ وہ حسبِ افعال کفار و مشرکین بجائے توسل کے اپنے اسلاف بزرگوں کے ساتھ غائبانہ ندائیں فریادیں کر کے شرک میں مبتلا ہوتے ہیں اسی کو عین بزرگوں محبوبان بارگاہ رب العزۃ کی دوستی اور خیر خواہی کا موجب جانتے ہیں۔ حالانکہ ان کے ساتھ افعالِ شرکیہ کا ارتکاب کر کے ان کی تنقیص شان اور ان سے دشمنی ہے۔ جس طرح مولوی نعیم الدین کے گندہ خیالاتِ شرکیہ نے مولویت کے جامۂ جہل میں مسلمانوں کو افعالِ شیطان لعین کے فریب میں مبتلا کیا ہے ؎

اے بسا ابلیس کہ آدم روئے ہست

مسئلہ سماعِ موتیٰ، فقہِ حنفی اور خان صاحب بریلوی

حضرات انبیاء علیہم السلام پر درود شریف پہنچایا جاتا ہے فرشتے اس کے لیے مامور ہیں اور بزرگوں و عوام مومنین کی قبور پر سلام پہنچایا جاتا اور ان کی روح کو متوجہ کیا جانا من جانب اللہ جواب سلام کے لیے احادیث صریحہ سے ثابت ہے۔ حتیٰ کہ کفار مقتولین بدر پر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے لیے عذاب کا وعدہ سنانا اور فرمانا کہ یہ سنتے ہیں مگر جواب نہیں دے سکتے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں وارد ہے۔ اگرچہ مذہب حنفیہ میں بعموم آیات انك لا تسمع الموتیٰ وغیرہا کے اہل قبور نہیں سنتے اور ان پر سلام کے متعلق تاویلات کرتے ہیں کہ مقصود سنانا نہیں چنانچہ مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مدارج النبوۃ ج ۲ صفحہ ۴۴۱ میں بکمال بسط اس کو نقل کر کے رد فرما دیا ہے:

> و شیخ ابن الہمام در شرح ہدایہ گفتہ کہ اکثر مشائخ حنفیہ برآنند کہ میت نمی شنودا لخ پوشیدہ نماند کہ حمل بریں مجرد احتمال و تاویل است حمل نمیتوان کرد بریں تا تمام شود دلیل بر استحالت سماع و پروردگار عزوجل قادر است براں۔ و بالجملہ اخبار و آثار در سماعِ موتیٰ و علم و شعور بسیار است و دلیل قاطع بر خلاف آں بہ ثبوت نہ پیوستہ و کلام دریں مقام در شرح مشکوٰۃ مستوفی ذکر کردہ شدہ است واللہ اعلم (ملخصاً)

اور مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی حیات الموات صفحہ ۱۵۱ میں لکھتے ہیں:

> ”ائمہ اہل سنت رضی اللہ عنہم کا اجماعی عقیدہ کہ مردہ سنتے ہیں قطعاً حق ہے اور کیوں نہ حق ہو کہ وہ اہلسنت ہیں حق انہیں میں منحصر ہے۔ مشائخ و شراح اہلسنت دفلاح رحمہم اللہ تعالیٰ کا بیان کہ مردہ نہیں سنتے بیشک صحیح ہے اور کیوں نہ صحیح ہو کہ وہ اہل فقاہت ہیں۔ ان کا فضل و کمال ظاہر و باہر ہے۔ دونوں کلام صراحۃً صحیح ہیں الخ ملخصاً“

پس اپنے اپنے مورد و مقام پر دونوں کلام صحیح ہیں۔ کوئی تعارض و اختلاف نہیں، سننا صرف

سلام کے بیے نہ سننا یہ اختیار ہوتے امداد پہنچاتے ہیں چنانچہ خود مولوی صاحب بریلوی حیات الموات صفحہ ۱۵۸ میں بحوالہ فتح القدیر لکھتے ہیں"

یکرہ النوم عند القبر وقضاء الحاجة	"مکروہ ہے سونا قبر کے پاس اور قضا حاجت کرنا بالاولیٰ
بل اولی وکل ما لم یعهد من السنة	مکروہ ہے اور ہر وہ چیز مکروہ ہے جو ثابت نہ ہو سنت
والمعهود منها لیس الا زیارتها	سے اور ثابت نہیں مگر زیارت کرنا اور دعا کرنا قبر کے
والدعاء عندها قائما کما کان	پاس کھڑے ہو کر اس کے لیے جس طرح عادت تھی رسول
یفعل رسول الله صلی الله علیه	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بقیع میں جاتے وقت
وسلم فی الخروج الی البقیع ویقول	اور کہتے سلام ہو تم پر اے محلہ قوم مومنین کے
السلام علیکم دار قوم مومنین	اور ہم ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں سوال
وانا ان شاء الله بکم لاحقون اسال	کرتے ہیں اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے
الله لی ولکم العافیة۔	لیے عافیت کا"

نیز حیات الموات صفحہ ۱۷۰ میں لکھتے ہیں "حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مجھ پر درود بہت بھیجو کہ اللہ تعالیٰ نے میرے مزار پر ایک فرشتہ معین فرمایا ہے جب کوئی امتی میرا مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ وہ مجھ سے عرض کرتا ہے یا رسول اللہ فلاں بن فلاں نے ابھی ابھی حضور پر درود بھیجی ہے" دوسری حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر درود زیادہ بھیجو کہ وہ دن حضور ملائک کا ہے۔ رحمت کے فرشتے اس دن حاضر ہوتے ہیں اور جو مجھ پر درود بھیجتا ہے جب تک بھیجتا رہے اس کی درود مجھ پر پیش کی جاتی ہے انتہیٰ پر ظاہر کر پیش ہونے کے معنی نہ تھے مگر اطلاع دی جاتی ہے"

پس مولوی صاحب بریلوی کے مسلمات سے مثل آفتاب واضح ہو گیا کہ سوائے درود و سلام کے قبر کے پاس بھی کوئی امر ثابت نہیں اور صلوٰۃ وسلام بھی آپ کو علیہ الصلاۃ والسلام قریب و بعد سے پہنچایا ہی جاتا ہے اور اطلاع دی جاتی ہے نہ کہ غائبانہ نداؤں سے اپنی مرادات میں متفرق جان کر پکارتے سے خود سن لینے کا عقیدہ کرنا جس طرح مولوی نعیم الدین کا بوجہ اپنے خبث باطنی شرکیات کے محض تقویۃ الایمان کی ضد و عناد میں اپنے مستمر اکابر پر بھی تنقیص انبیاء و اولیاء محبوبان حق کا الزام عائد ہو کر دشمن دین کہنا لازم آیا۔

گور پرستان نعیمیہ اپنے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر غور و فکر کریں کہ بتوں اور بت پرستوں کی ریس کرکے اہل توحید محبوبان حق کے دامن تقدس کو نجاست شرکیہ سے ملوث کرنا انبیاء و اولیاء کی محبت

وعزت افزائی کا باعث ہے یا ان کے ساتھ عداوت و دشمنی ہے۔ حالانکہ حضرت خواجہ نقش بند پیشوا و اولیائے بزرگان کی زبانِ مبارک فیض ترجمان پر اکثر یہ بیت جاری رہتے۔

توتا کے گورِ مردان را پرستی ۔ بگرد کار مردان گرد و رستی

تا کی بزیارت مقابر ۔ عمرے گزرا تی ای فسردہ

یک گریہ زندہ پیش عارف ۔ بہتر ز ہزار شیر مردہ

اور مزید بحث اس کی مولوی نعیم الدین کے صفحہ ۴۹-۶۲ کے جواب میں گزر چکی ہے۔ دیکھیے صفحہ ۸۰-۸۱

آیت وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ الآية

قولہ، صفحہ ۱۸۸ تقویت الایمان صفحہ ۲۰ میں ہے۔ آیت ۵۔

قُلْ لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ۔

نہیں اختیار رکھتا میں اپنی جان کے کچھ نفع و نقصان کا مگر جو کچھ چاہے اللہ اور جو جانتا میں غیب تو بیشک بہت سی لے لیتا میں بھلائی اور نہ چھوتی مجھ کو کچھ برائی۔

اس کے بعد صفحہ ۲۸ میں لکھا کہ مجھ کو نہ کچھ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی، پھر لکھا غرض کچھ قدرت اور غیب دانی مجھ میں نہیں۔ آیت میں اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہ کا استثناء تھا فائدہ میں اس کو بھی اڑا دیا اور لفظ کچھ بڑھا کر تصریح کر دی۔ کہ حضور کو غیب کی ایک بات کا بھی علم نہیں حضور کے علم عظیم کا تو اس طرح انکار اور اپنے چیلوں کے لیے لوحِ محفوظ تک کے علوم کی راہ نکال دی۔ جیسا کہ صراطِ مستقیم میں گزر چکا۔ گنگوہی جی نے شیطان تک کے لیے غیبی علوم تسلیم کرلیے اور اشرف علی نے حفظ الایمان میں حیوانات وبہائم کے لیے بھی غیبی علوم ثابت مان لیئے اس پر تو ان کا ایمان ہے۔ یہ کچھ شرک نہیں اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بتعلیم الٰہی کسی غیب کے علم کا اثبات کیا اور شرک ہوا۔ تف ہزار تف اس بے دینی پر علاوہ بریں اس آیت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم عطائی کی نفی کے لیے سند بنانا بھی باطل کیونکہ اس میں نفی ہے تو علم ذاتی کی نہ کہ عطائی کی علامہ شیخ سلیمان جمل فتوحات الٰہیہ حاشیہ جلالین جلد ۲ صفحہ ۲۵۸ میں فرماتے ہیں فان قلت قد اخبر صلی اللہ علیہ وسلم عن المغیبات وقد جاءت فی الصحیح بذلک وھو من اعظم معجزاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فکیف الجمع بینہ وبین قولہ ولوکنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر قلت یحتمل ان یکون قالہ علی سبیل التواضع والادب والمعنی لا اعلم الغیب الا ان یطلعنی اللہ علیہ ویقدرہ لی ویحتمل ان یکون قال ذلک قبل ان یطلعہ اللہ علی علم الغیب خلاصہ اس کا یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بکثرت مغیبات کی خبریں

دیں اور احادیثِ صحیحہ اس بات میں وارد ہوئیں اور غیب کا علم حضور کے اعظم معجزات سے ہے تو آیت
وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ الآیۃ ۔ کے کیا معنی ہیں فرماتے ہیں اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ذات جامع کمالات سے علم کی نفی تواضعاً فرمائی اور معنی آیت کے یہ ہیں۔
میں غیب نہیں جانتا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے مطلع فرمانے اور مقدر کرنے سے دوسرا جواب یہ ہے کہ کچھ بعید نہیں
کہ علم غیب عطا ہونے سے قبل آپ نے ولو کنت اعلم الغیب الآیۃ فرمایا ہو اور علم اس کے بعد
عطا ہوا غرض کہ اس آیت شریفہ سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم عطائی کی نفی پر
استدلال کسی طرح درست نہیں۔

اقول ۔ رب اشرح لی صدری ویسر لی امری ۔ یہ آیت قرآن پاک نویں پارہ
سورہ اعراف کی اصرح الآیات نفی علم غیب کلیۃً وجزئیۃً خصوصاً جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
ذاتِ مبارک سے خود حق تعالیٰ نے فرمائی حالانکہ جملہ مخلوقات میں آپ کی ذات وصفات کے
اکمل وافضل ہر حیثیت ہر کمالِ بشری خاص کر وسعتِ علمی میں ذرہ برابر بھی کسی مومن کو شک نہیں ہو
سکتا۔ پھر جب کہ آپ کی نسبت اللہ عزوجل کا یہ قطعی فیصلہ ہے تو کسی دوسرے کی تو کیا طاقت
ہے کہ اس کے لیے دعویٰ علمِ غیب کا کیا جائے اور اپنی اغراضِ باطلہ شرکیہ کے لیے اس کا علم عالم کے
ہر ذرہ ذرہ پتہ پتہ قطرہ قطرہ پر ازل سے ابد تک حاوی سمجھا جاوے حاضر و ناظر جان کر اس سے ندائیں
مرادیں گھر بیٹھے طلب کی جاویں معاذ اللہ منہ ۔ دیکھو شروعِ بحث علمِ غیب میں یہ دعویٰ باطلہ
خود مولوی نعیم الدین کا۔ بس یہ سڑ بھنگ ایمان جس کو عالم میں سوائے ذاتِ پاک واحد قہار، مالک
الملک عز شانہٗ، علام الغیوب کے اور کسی کے لیے کوئی تسلیم نہ کرے گا۔ پھر یہ حیل سازی فریب کاری
کہ تقویۃ الایمان کے فائدہ میں سے دو دو فقرے دو جگہ سے ادھورے بغرض فریب دہی نقل کئے اور یہ بھی دھوکہ
دیا کہ الا ما شاء اللہ کا استثناء فائدہ میں اڑا دیا۔ حالانکہ فائدہ میں سے جس طرح مضمون آیت کو سمویا گیا ہے۔
اس سے تمام حسن و قبح واضح ہوتا ہے۔ فائدہ یہ ہے ۔ ف یعنی سب انبیاء و اولیاء کے سردار رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اور لوگوں نے انہیں کے بڑے بڑے معجزے دیکھے، انہیں سے سب اسرار کی باتیں
سیکھیں، اور سب بزرگوں کو انہیں کی پیروی سے بزرگی حاصل ہوئی، تو اسی لیے انہیں کو اللہ صاحب نے
فرمایا کہ اپنا حال لوگوں کے آگے صاف صاف بیان کر دیں تاکہ سب لوگوں کو حال معلوم ہو جاوے سو انہیں
نے بیان کر دیا کہ مجھ کو نہ کچھ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے
بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کا تو کیا کر سکوں؟ اور غیب دانی اگر میرے قابو میں ہوتی تو پہلے ہر

کام کا انجام معلوم کر لیتا۔ اور اگر بھلا معلوم ہوتا تو اس میں ہاتھ ڈالتا اور اگر برا معلوم ہوتا تو کاہے کو اس میں قدم رکھتا غرض کچھ قدرت اور غیب دانی مجھ میں نہیں اور کچھ کا دعویٰ نہیں رکھتا"

جبکہ ترجمہ میں إلا ما شاء اللہ کا استثناء متعلق نفع و نقصان کے پہلے ہی صرف ذات حق تعالیٰ کے لیے کیا گیا۔ ذکر متعلق علم غیب کے جو بعد میں ہے جس سے کلیتہً نفی علمِ غیب دوسرے کے لیے بلا استثناء صراحۃً ثابت ہوگئی کیونکہ بلا واسطہ بے بتائے جاننے کا نام علمِ غیب ہے اور جو بتایا جائے اس پر اطلاق غیب جاننے کا نہیں ہو سکتا جس طرح پہلے بلا مزخود مسلمات مولوی نعیم الدین سے واضح ہو چکا کہ ایسا جاننا غیب کا صفتِ خاصہ ذات باری تعالیٰ کی ہے کسی دوسرے پر اس کا اطلاق کرنا شرک و کفر ہے چنانچہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی تمہید ایمان مطبوعہ اہلسنت بریلی کے ص۴۲ میں لکھتے ہیں: "بے اللہ کے بتائے کسی کے ذرہ بھر کا علم ماننا ضرور کفر ہے"۔ اور ص۸۸ میں لکھتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔ اگر میں غیب جانتا تو بہت سی بھلائی جمع کر لیتا کہ ان آیات میں بغیر اللہ کے بتائے غیب جاننے کی نفی ہے۔ رہا اللہ کے بتانے سے حضور کا غیب کو جاننا تو یہ تواتر یقینی ہے" نیز مولوی صاحب بریلوی کے ملفوظ حصہ سوم انڈیا پریس لکھنؤ کے ص۵ میں ہے" جو شخص ذرہ برابر غیر اللہ کے لیے علم بلا واسطہ مانے کافر ہے" اور خالص الاعتقاد سنی پریس بریلی کے ص۴۳ میں لکھتے ہیں" اور عطائے الٰہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع"

بزرگانِ دیوبند کے متعلق مغالطے کا ازالہ اور مسئلہ حاضر و ناظر

پس اسی کو مولانا شہید مرحوم تقویۃ الایمان کے اسی آیت کے فائدہ میں فرما چکے کہ انہیں سے (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے) سب اسرار کی باتیں سیکھیں الخ جیسا کہ صراطِ مستقیم سے اس کی تفصیل گزر چکی کہ یہ سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور توسط سے بزرگوں کے مکاشفات ہیں اور ہرگز مولانا گنگوہیؒ نے شیطان یا کسی کے لیے غیبی علم نہیں تسلیم کئے یہ محض ان پر فریب کاری سے بہتان بندی ہے۔ بلکہ یہ خود ہی مولوی نعیم الدین نے اپنے رسالہ السواد الاعظم ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ میں جس کتاب کی یہ توصیف کی ہے کہ "انوار ساطعہ" یہ وہ کتاب ہے جس نے وہابیوں کی محنتوں کو خاک میں ملا دیا۔ علمِ غیب وغیرہ کے مسائل بھی خوب بیان کئے ہیں"۔ چنانچہ اسی انوار ساطعہ کو اپنے مطبع نعیمی مراد آباد میں چھاپا اسی کے ص۹ میں یہ لکھا ہے کہ:-

"تفسیر معالم التنزیل اور رسالہ برزخ جلال الدین سیوطی اور شرح مواہب علامہ زرقانی میں ہے کہ ملک الموت قابض ہے جمیع ارواح جن وانس وبہائم اور جمیع مخلوقات کا اور اللہ تعالیٰ نے کرۂ

ہے دنیا کو اس کے آگے مثل چھوٹے خوان کے ۔ اور ایک روایت میں آیا ہے مثل طشت کے
نیقبض من ھھنا و ھھنا ۔ یعنی ادھر سے لیتا ہے جان کو ادھر سے ۔ اب خیال کرو
ایک آن میں مشرق سے مغرب تک کس قدر چیونٹی مچھر کیڑے مکوڑے اور چرند پرند اور آدمی
مرتے ہیں ہر جگہ ملک الموت موجود ہو جاتا ہے الخ معلوم ہوا کہ ملک الموت علیہ السلام تو ایک
فرشتہ مقرب ہے ۔ دیکھو شیطان ہر جگہ موجود ہے الخ پس اسی طرح سمجھو کہ جیسے سورج سب
جگہ یعنی اقالیم سبع میں موجود ہو کر وہ چوتھے آسمان پر ہے روح نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو ساتویں
آسمان پر علیین میں موجود ہے اگر وہاں سے آپ کی نظر مبارک کل زمین کے چند مواقع
و مقامات پر پڑ جاوے اور ترشح انوار فیضان احمدی سے کل مجالس مطہرہ کو ہر طرف سے
مثل شعاع شمس محیط ہو جاوے کیا محال اور کیا بعید ہے ۔"

ایضاً صـ ۱۸۱ میں مرقوم ہے ۔

"اور تماشا یہ کہ اصحاب محفل میلاد تو زمین کے تمام جگہ پاک و ناپاک مجالس مذہبی وغیر مذہبی
میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعویٰ کرتے ملک الملک اور ابلیس کا
حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک ناپاک کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے ۔"

ایضاً صـ ۱۹۴ میں مرقوم ہے ۔

"ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تو اس قدر ہم ثابت کرتے ہیں جس قدر
شرع میں ثابت ہے نصوص اوپر گزر چکے دیکھو اور حرکت روحی بھی اسی قدر ثابت کرتے
ہیں جو نصوص سے ثابت ہے ۔"

ایضاً صـ ۲۱۸ میں مرقوم ہے :

"اور یہ بھی کہ کوئی ایسا نہیں جو عرش سے لے کر تا تحت الثریٰ ہر مکان ہر زمان ہر آن میں
اللہ تعالیٰ کی طرح حاضر و ناظر ہو ۔"

ایضاً صـ ۲۲۰ میں مرقوم ہے ۔

"اور یہ بھی ہے کہ امت کے اعمال آپ پر پیش کیے جاتے ہیں ۔ اور درود امت کا بھی آپ
کو نام بنام پہنچتا ہے ۔"

ایضاً صـ ۲۲۳ میں مرقوم ہے ۔

"اسی طرح اب تک رسم جاری ہے کہ ہم خطوط میں مکتوب الیہ کو الفاظ خطاب لکھ دیتے ہیں کہ فلاں

چیز بھیج دو اور تاکید جانو فقط اسی اعتماد پر کر حبیب قاصد یہ خط ان کو دے گا تو ہمارا خطاب حاضر لکھنا صحیح ہو جاوے گا جیب قاصدوں کی چھٹی رسانی کے اعتماد پر یہ خطاب حالتِ غیبوبت میں جائز ہوا الخ

پس ناظرینِ کرام نے ملاحظہ فرمایا کہ انوارِ ساطعہ کی ان عباراتِ مسلّمات مولوی نعیم الدین سے خود ثابت ہوا کہ "شیطان ہر جگہ موجود ہے۔ اور روح نبی صلی اللہ علیہ وسلم علیّین میں اگر چند مواقع زمین پر آپ کی نظر پڑ جاوے کیا بعید ہے۔ زمین کی تمام جگہ کا دعویٰ نہیں کرتے۔ ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات میں پایا جاتا ہے۔ عرش سے تحت الثریٰ تک ہر مکان ہر زمان ہر آن میں اللہ تعالیٰ کی طرح کوئی حاضر و ناظر نہیں۔"

پس مولوی نعیم الدین کے تمام دعاوے باطلہ کہ جمیع اشیاء تمام کائنات ذرّہ ذرّہ ازل سے ابد تک جنت و دوزخ میں داخل ہونے تک تمام احوالِ اُمّت تمام خیر و شر بخوبی جانتے بالتفصیل پہچانتے ہیں۔ حضور پر ظاہر و روشن ہیں (ملخصاً دیکھو گزشتہ صفحات) اپنی مسلّمہ انوارِ ساطعہ سے سب گاؤ خورد ہو کر نسیاً منسیاً ہو گئے لیس پر یہ تعلی اور شیخی ہے۔ معاذ اللہ منہ۔ معہذا انوارِ ساطعہ کے انہیں قیاساتِ واقعہ ملک الملک اور شیطان وغیرہ کے جواب میں مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی مہاجر مدنیؒ ارشد تلامیذ مولانا گنگوہیؒ کے براہینِ قاطعہ صہ ۴۹ میں فرماتے ہیں۔

ناظرین بغور سنیں :-

"تمام اُمّت کا یہ اعتقاد ہے کہ جناب فخرِ عالم علیہ السلام کو اور سب مخلوقات کو جس قدر علم حق تعالیٰ نے عنایت کر دیا اور بتلا دیا اس سے ایک ذرّہ بھی زیادہ کا علم ثابت کرنا شرک ہے، سب کتبِ شرعیہ سے یہی مستفاد ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو . . . . . الخ اور مسئلہ مشہور۔ بحر الرائق اور عالمگیریہ و درِ مختار وغیرہ میں ہے کہ اگر کوئی نکاح کرے بشہادت حق تعالیٰ اور فخرِ عالم علیہم السلام کے کافر ہو جاتا ہے۔ بسبب اعتقاد علمِ غیب کے فخرِ عالم کی نسبت"

ایضاً صہ ۵۰۔۵۱ میں مرقوم ہے۔

"عقیدہ اہلِ سنّت کا یہ ہے کہ کوئی صفات حق تعالیٰ کی بندہ میں نہیں ہوتی اور جو کچھ اپنی صفات کا ظل کسی کو عطا فرماتے ہیں اس سے زیادہ ہرگز کسی میں ہونا ممکن نہیں، سمع و بصر و علم و تصرف حق تعالیٰ کا حقیقی ہے اور مخلوق کا مجازی لیس کمثلہ شئ الایۃ پھر جس کو جس قدر کوئی علم و قدرت وغیرہ عطا فرما دیا ہے اس سے زیادہ ہرگز ذرہ بھر بھی نہیں بڑھ سکتا شیطان

کو جس قدر وسعت دی اور ملک الموت کو اور آفتاب اور ماہتاب کو جس وضع پر بنایا ہے اس سے زیادہ کی ان کو کچھ قدرت نہیں اور زیادہ کوئی ان سے کام نہیں نکلتا اور نیز اس کثرت وقلت پر فضل کی کمی وزیادتی موقوف ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے بہت اعلیٰ اور افضل ہیں مع ہٰذا علم مکاشفہ ان کا حضرت خضر سے بہت کم تھا اور پھر جس قدر حضرت خضر کو ملا اس سے زیادہ پردہ قادر نہ تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو باوجود افضلیت کے نہ ملا تو وہ حضرت خضر مفضول کے برابر بھی اس علم مکاشفہ کو پیدا نہ کر سکے، پس آفتاب وماہتاب کو جو اس ہیئت وسعت نور پر بنایا اور ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت علم دی اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ سے ہوا۔ اب اس پر کسی افضل کو قیاس کر کے اس میں بھی مثل یا زائد اس مفضول سے ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں۔"

الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کیا جاتا ہے۔

پس انوار ساطعہ مسلمہ مولوی نعیم الدین اور براہین قاطعہ کی عبارات میں بنظر انصاف بجز قیاس انوار ساطعہ کے کہ علم شیطان وغیرہ سے علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ نود کمتر ثابت کیا گیا۔ جس کے نقصانات کی تصحیح وتوضیح براہین قاطعہ میں کی گئی۔ جس سے مولانا گنگوہی رحمہ اللہ پر مولوی نعیم الدین کا کذب وافتراء واضح ہو گیا بقولہ "میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا"

علیٰ ہٰذا مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے ہرگز حیوانات وبہائم کے لیے نہ غیبی علوم ثابت کئے نہ کسی دوسری مخلوقات کے لیے یہ مولانا پر کذب وافتراء ہے۔ دراصل سائل زید کے سوال پر جو ہم مشرب مولوی نعیم الدین ہے مولانا کے جواب میں بر بطور تفریع سوال بقول زید پر واقع ہے۔ ذکر مولانا کے عقیدہ ومسلک پر۔ چنانچہ حفظ الایمان میں فرماتے ہیں "مطلق غیب سے مراد اطلاقات شرعیہ میں وہی غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور اس کے ادراک کے لیے کوئی واسطہ اور سبیل نہ ہو اسی بناء پر لایعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ۔ اور ولو کنت اعلم الغیب۔ وغیرہ فرمایا گیا ہے اور جو علم بواسطہ ہو اس پر غیب کا اطلاق محتاج قرینہ ہے تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ممنوع وناجائز ہوگا۔

قرآن مجید میں لفظ راعنا کی ممانعت اور حدیث مسلم میں عبدی و امتی و ربی کہنے سے نہی اسی وجہ سے وارد ہے اس لیے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہوگا۔
اور ایسی تاویل سے ان الفاظ کا اطلاق جائز ہو تو خالق اور رازق وغیرہما کا بتاویل اسناد الی السبب کے بھی اطلاق کرنا جائز ہوگا۔ کیونکہ آپ ایجاد اور بقائے عالم کے سبب ہیں بلکہ اللہ بمعنی مالک اور معبود بمعنی مطاع کہنا بھی درست ہوگا۔ اور جس طرح آپ پر عالم الغیب کا اطلاق اس تاویل خاص سے جائز ہوگا۔ اسی طرح دوسری تاویل سے اس صفت کی نفی حق جل وعلا شانہ سے بھی جائز ہوگی یعنی علم غیب بالمعنی الثانی لو اسطاللہ تعالیٰ کے لیے ثابت نہیں۔ پس اگر اپنے ذہن میں معنی ثانی کو حاضر کر کے کوئی شخص یوں کہتا پھرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور حق تعالیٰ شانہٗ عالم الغیب نہیں۔ نعوذ باللہ منہ تو کیا اس کلام کو منہ سے نکالنے کی کوئی عاقل متدین اجازت دینا گوارا کر سکتا ہے۔ اس بنا پر تو بانوا فقیروں کی تمام تر بیہودہ صدائیں بھی خلافِ شرع نہ ہوں گی تو تشریع کیا ہوا بچوں کا کھیل ہوا کہ جب چاہا بنا لیا جب چاہا مٹا دیا۔ پھر یہ کہ آپؐ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا۔ اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے۔ جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے پھر اگر زید اس کا التزام کرے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا۔ تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالاتِ نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالاتِ نبوت سے کب ہو سکتا ہے اور اگر التزام کیا جاوے تو نبی غیر نبی میں وجہِ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔ (البتہ) نبوت کے لیے جو علوم لازمی و ضروری ہیں وہ آپؐ کو بتمامہا حاصل ہو گئے تھے۔"

چنانچہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی بھی الصمصام علیٰ مشکک فی آیۃ علوم الارحام حسنی پریس بریلی ص۱۲ میں لکھتے ہیں۔

"اس قسم کے کروڑوں علم (عطیہ) عام انسان بلکہ تمام حیوانات کو روزانہ ملتے رہتے ہیں اور قرآنِ عظیم خود غیر اللہ کے لیے انہیں ثابت فرماتا ہے۔"

---

[۱] اس پر کوئی صحیح دلیل موجود نہیں (ع-ح)

پس علم غیب کیا ہوا باؤلوں کی بڑھ ہوگئی چاہے جس کی نسبت بے تمیزی سے نکال بیٹھے۔ لہٰذا علم غیب کا اطلاق نہ کسی نبی پر نہ کسی ولی پر نہ فرشتہ نہ جن پر نہ کسی حیوانِ ناطق نہ غیر ناطق پر ہو سکے، یہ صفت علم غیب خاص حق تعالیٰ واحد علام الغیوب ہی کے لیے ہے، سوائے باری تعالیٰ عز شانہٗ کے کسی پر اس کا اطلاق کرنا کسی طرح درست نہیں ہے۔ موہم شرک ہے اگرچہ بتاویل ہی ہو۔ پھر جمل حاشیہ جلالین کی عبارت کو بلا ترجمہ مولوی نعیم الدین نے عوام کو فریب میں مبتلا کرکے خوب خلاصہ نکالا حالانکہ اس میں بقول شخصے بظاہر آیت اور احادیث میں تعارض پیدا ہونے پر احتمالات تواضع اور قبل اطلاع نفی علم غیب کی صورت میں تطبیق دی ہے تاہم خود صاحب تفسیر جلالین نے یہ احتمالات نہیں نکالے صرف یہی کہا۔ ولو کنت اعلم الغیب الخ ما غاب جلالین ص۱۴۳ اور تفسیر جامع البیان ص۲۰۶ میں الا ما شاء الله ای لکن ما شاء یصل فنقطع۔ مگر دراصل آیات و احادیث میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ آیات نصوص قطعیہ ہیں اور احادیث دربارۂ اخبار عن المغیبات با علام حق تعالیٰ ہیں۔ جو تعریف علم غیب سے خارج ہے۔ پس نفی علم غیب کا اطلاق یعنی حقیقی بلا تعلیم پر از روئے آیات و احادیث صحیحہ کے متیقن ہے اور بتعلیم الٰہی آیات و احادیث میں بطریق معجزات و وحی اور غیر وحی میں بطور الہام کشف و کرامات کے ثابت ہے جو خود صاحب جمل نے تسلیم کیا اور مولوی نعیم الدین نے برقرار رکھا۔ کیونکہ خبر دینے اور اظہار معجزات پر علم غیب کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اور بہر دو طریق معجزات و کرامات اختیار عبد سے باہر ہیں فلا فرق بینہما۔

پس آیت مبارکہ اپنے معنی میں نفی علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بحکم حق تعالیٰ نص قطعی الدلالۃ ہے۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے ارشاد سے نفی علم غیب اپنے نفس مبارک کے لیے فرماتے تو بھی احتمال تواضع عند المخلوقات نصوص قطعیہ کے مقابل میں نہ ہوتا چہ جائیکہ بفرمان حق تعالیٰ پر تواضع چہ معنی دارد۔ حیف در حیف مولوی نعیم الدین پر کہ آیت نص قاطع کو جو دعاوی باطلہ حیلہ عطائے علم غیب کے لیے بیخ کن ہے احتمالات پیدا کرکے محتمل بنایا جاتا ہے۔

دلائل احادیث شریفہ اور ان پر بحث

قولہ ص۱۸۹-۱۹۰ یہ پانچ آیتیں لکھنے کے بعد صاحب تقویۃ الایمان نے تین حدیثیں لکھی ہیں حدیث اول

اذ قالت احدھن وفینا نبی یعلم ما فی غد فقال دعی ھذا وقولی بالذی کنت

تقولین شروع کیا کچھ لڑکیوں ہماری نے کہ دف بجانے لگیں اور مذکور کرنے لگیں ان لوگوں کا کہ مارے گئے تھے ہمارے بدر میں، سو ایک کہنے لگی کہ ہم میں ایک نبی ایسا ہے کہ جانتا ہے کل کی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بات چھوڑ دے اور وہی کہہ جو کہتی تھی۔ تقویۃ الایمان صفہ ۳۲۔ اسی صفہ میں یہ بھی لکھا ہے۔ رسول اللہ کی تعریف میں یہ بات نہ کہے کہ ان کو اللہ نے ایسا مرتبہ دیا ہے۔ کہ آئندہ کی باتیں جانتے ہیں۔ تقویۃ الایمان کی اس عبارت سے چند باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ وہابیہ کے نزدیک شادی میں عورتوں کا گانا جائز ہے کیونکہ جب ان کا گانا نقل کر کے اس پر کچھ کلام نہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ اس کو تسلیم ہے اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ نا بالغ بچیاں تھیں کیونکہ حضور کا وفینا نبی کہنے سے منع فرمانا اس کی دلیل ہے کہ وہ اس عمر کی تھیں کہ نہی شارع کی ان کی طرف درست ہو ورنہ اسمٰعیل صاحب کا مطلب فوت ہوتا ہے (۲) مردوں کے ذکر اور مرثیہ کا جواز نکلا۔ (۳) یہ ثابت ہوا کہ کل کی بات کے معنی آئندہ کی خبریں ہیں (۴) یہ کہنا کہ کل کی بات جانتے ہیں۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ ان کو اللہ نے ایسا مرتبہ دیا ہے یعنی یہ عبارت عطائی کا اثبات کرتی ہے۔ اب رہا اس حدیث کو پیش کرنا تو اس سے مخالف کا مدعا کسی طرح حاصل نہیں، حضور نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ بات غلط ہے، مجھے آئندہ کی کوئی خبر نہ دی گئی، نہ یہ فرمایا کہ ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے، توبہ کرو از سر نو اسلام لاؤ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مضمون تو غلط نہ تھا۔ لیکن وہ محل اس کے ذکر کا نہ تھا چنانچہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اس کی ایک یہ وجہ بھی ذکر کی ہے یعنی یا ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر دف بجانے کرنا یا مقتولین کے مرثیہ کے درمیان آپ کو پسند نہ آیا اور یہ آپ کے علوِ منصب کے لحاظ سے بھی مناسب نہ تھا اور یہ مضمون تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے شانِ اقدس میں عرض کیا ہے فرماتے ہیں:

نبی یری مالا یری الناس حولہ — ویتلو کتاب اللہ فی کل مشھد

فان قال فی یوم مقالۃ غائب — فتصدیقھا فی ضحوۃ الیوم او غد

اس پر حضور کا انکار نہ فرمانا دلیل ہے اس کی کہ مضمون صحیح ہے۔ اور آئندہ کے واقعات تو بے شمار ہیں جن کی حضور نے خبریں دی ہیں تمام کتبِ حدیث اس سے مالا مال ہیں:

اقول لا یعلم ما فی غد الا اللہ ... مولوی نعیم الدین تجھی لا امتی نے پانچ آیات قرآن پاک کو جو قطعی نفی علم غیب میں سوائے حق تعالیٰ کے منصوص تھیں تاویلاتِ فاسدہ باطلہ سے رد کر کے اپنی عاقبت تباہ کی جس کا مکمل مسکت جواب گزر چکا۔ اب حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ

وسلم جو صحیح بخاری و دیگر صحاح سنن ابوداؤد، جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ وغیرہم میں وارد ہے اس کو اپنے غبار کفر و نفاق سے ماند کرنا چاہا، چنانچہ تقویۃ الایمان میں اس حدیث کا جو ماخذ مذکور ہے اس کو بھی ظاہر نہ کیا تاکہ لوگوں کو پتہ نہ چلے کہ اس حدیث کی کیا سند ہے، کس کتاب میں ہے، کیا واقعہ ہے، یوں ہی بے سند بات ہے۔ لہٰذا اولاً پوری حدیث مع سند منقول تقویۃ الایمان ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔

اخرج البخاری عن الربیع بنت معوذ بن عفراء قالت جاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فدخل حین بنی علی فجلس علی فراشی کمجلسک منی فجعلت جویریات لنا یضربن بالدف ویندبن من قتل من ابائی یوم بدر اذ قالت احداھن وفینا نبی یعلم ما فی غد فقال دعی ھذہ وقولی بالذی کنت تقولین مشکوٰۃ ص ۲۷۱ باب اعلان النکاح ـــــ

میں لکھا ہے کہ بخاری نے ذکر کیا کہ ربیع نے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے پھر گھر میں داخل ہوئے جب شادی ہوئی تھی میری، پھر بیٹھے میرے پاس مسند پر جیسا تو بیٹھا ہے میرے پاس سو وہیں شروع کیا کچھ چھوکریوں ہماری نے کہ دف بجانے لگیں اور مذکور کرنے لگیں ان لوگوں کا کہ مارے گئے تھے ہمارے بدر میں، سو ایک کہنے لگی کہ ہم میں ایک ایسا نبی ہے کہ جانتا ہے کل کی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بات چھوڑ دے۔ اور وہی کہہ جو کہتی تھی۔ ف یعنی ربیع ایک بی بی تھیں انصار میں سے ان کی شادی میں رسول اللہ تشریف لائے اور ان کے پاس آبیٹھے۔ سو ان لوگوں کی کئی چھوکریاں کچھ گانے لگیں کہ اس میں رسول اللہ کی تعریف میں یہ بات کہی کہ ان کو اللہ نے ایسا مرتبہ دیا ہے کہ آئندہ باتیں جانتے ہیں سو اس کو رسول اللہ نے منع کیا اور فرمایا کہ یہ بات مت کہو اور جو کچھ پہلے گاتی تھیں وہی گائے جاؤ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی انبیاء و اولیاء یا امام یا شہیدوں کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں۔ بلکہ حضرت پیغمبر کی جناب میں بھی یہ عقیدہ نہ رکھے اور نہ ان کی تعریف میں ایسی بات کہے اور یہ جو شاعر لوگ رسول اللہ کی تعریف میں یا اور انبیاء و اولیاء یا بزرگوں کی یا پیروں کی یا استادوں کی تعریفوں میں بیان کرتے ہیں اور حد سے گزر جاتے ہیں اور اللہ کے سے اوصاف ان کی تعریفوں میں بیان کرتے ہیں اور پھر یوں کہتے ہیں کہ شعر میں مبالغہ ہوتا ہے یہ سب غلط ہے کہ رسول اللہ نے اس قسم کا شعر اپنی تعریف کا انصار کی چھوکریوں کو گانے بھی نہ دیا، چہ جائیکہ عاقل مرد اس کو کہے یا سن کر پسند کرلے انتہیٰ

اس بیان نصِ قرآنی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا۔

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ " اور مت کہو کسی چیز کے لیے کہ میں کروں گا اس کو کل مگر اس کے ساتھ یہ کہ چاہے اللہ تعالیٰ "

نیز یہ حدیث سنن ابوداؤد ج ۲ ص۳۱۸ میں اور سنن ترمذی ص۱۲۷ میں مذکور ہے۔ اور سنن ابن ماجہ باب النکاح ص۱۳۸ میں یہ الفاظ روایت ہیں:-

تقولان وفینا نبی یعلم ما فی غد فقال اما ھذا فلا تقولوہ لا یعلم ما فی غد الا اللہ اھ " کہتی تھیں وہ اور ہم میں ایسے ایک نبی ہیں کہ جانتے ہیں کل ہونے والی بات کو تو فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لیکن یہ پس نہ کہو اس کو نہیں جانتا کوئی کل ہونے والی بات کو سوائے اللہ تعالیٰ کے "

پھر اس صریح حدیث صحیح پر جرح لایعنی واہی تباہی کر کے مولوی نعیم الدین نے اپنے جہل و عناد اور تعصب کا حدیث کے ساتھ پورا پورا ثبوت دیا کہ اس سے گانا جائز معلوم ہوا گانا نقل کر کے اس پر کچھ کلام نہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ تسلیم ہے۔ حالانکہ لڑکیوں کے گانے کی اجازت تو خود حدیث میں وارد ہے نہ کسی کی عبارت میں جو حدیث کا نام لینا بھی گوارا نہ ہوا معاذ اللہ پھر اس پر کلام کرنا شانِ مومن متبع حدیث و سنت کی ہرگز نہیں ہو سکتی۔ سوائے اس کے کہ یہ مبغض رسول مبتدع عنید کا کام ہے۔

چنانچہ مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص۲۰۱ میں اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

واین حدیث دلالت دارد بر آنکہ ضرب دف و انشاد و اشعار جائز ست و ظاہر آنست کہ بغنا بود و در امثال این مقام مباح ست و آنحضرت آن زنان را ازان منع نکرد بلکہ فرمود بگو ہمانرا کہ میگفتی فتدبر

نیز اشعۃ اللمعات میں جویریات کا ترجمہ دختر کان یعنی چھوٹی لڑکیوں کا کیا گیا ہے۔ اور حاشیہ ابن ماجہ میں بشرح لفظ جاریتان مرقاۃ سے مرقوم ہے:

والجاریۃ من النسآء مالم یبلغ الحلم (مرقاۃ)[1] " اور وہ بچیاں عورتوں میں سے وہ جو حد بلوغ کو نہ پہنچیں ہوں "

علی ہٰذا کلمہ ممنوع وفینا نبی الخ سے جو موہم شرک تھا جس سے روکنا عموماً مکلف و غیر مکلف کے لیے لازم تھا، اس سے اس لیے منع فرمایا گیا کہ اگر وہ کہنے والی بچیاں تھیں تو سننے والے تو مکلف یا شرع تھے،

---

[1] ترجمہ ص ۴۵۲ میں آ رہا ہے (ع ۔ ح)

یہی عین مطلب ومدعائے توحید ومنع از شرک مولانا شہید مرحوم کا تھا۔ پھر گذشتگان مقتولین شہداء بدر کے اوصاف وشجاعت وغیرہم کا بطور مرثیہ حد جواز بھی حدیث ہی سے ثابت ہوا جن میں رُبیّع بنت معوذ انصاریہ رضی اللہ عنہا کے باپ جو ابوجہل لعین کے قتل کرنے والے تھے اور ان کے چچا اور عوف وعبدالرحمٰن بن عوف وغیرہ رضی اللہ عنہم بھی انہیں میں سے تھے۔

پھر کیونکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دف کے ساتھ ان کا ذکر مرثیہ نا پسند ہوتا اور خود مولوی نعیم الدین نے "دروغ گورا حافظہ نباشد" رسالہ السواد الاعظم ماہ رمضان ۵۰ھ صہ ۹ پر حدیث رُبیّع بنت معوذ بحوالہ تقویۃ الایمان صرف الفاظ "مارے گئے تھے ہمارے بدر میں" لیتعرض جواز مرثیہ محرم میں نقل کئے ہیں۔ اور مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی رسالہ تعزیہ داری حسنی پریس بریلی میں لکھتے ہیں:

"اور عوارض نتیجہ سے نفس شئے مباح یا حسن قبیح نہیں ہو جاتی بلکہ وہ اپنی حد ذات میں اپنے حکم اصلی پر رہتی ہے اور یہی عوارض قبیحہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ روایات صحیحہ معتبرہ سے ان کے فضائل ومقامات ومدارج بیان کئے جائیں اور ماتم وتجدید غم وغیرہ امور مخالفہ شرع سے یکسر پاک ہوں نفسہٖ حسن ومحمود ہے خواہ اس میں نثر پڑھیں یا نظم اگرچہ وہ نظم بوجہ ایک مسدس ہونے کے جس میں ذکر حضرت سید الشہداء ہے عرف حال میں بنام مرثیہ موسوم ہو کر اب یہ وہ مرثیہ نہیں جس کی نسبت ہے۔ نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المراثی واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم"

نیز مولوی صاحب بریلوی احکام شریعت حصہ اول صہ ۳۵ میں مشائخ چشتیہ سے گانے کے متعلق لکھتے ہیں" وہ صرف قوال کی آواز ہے ان اشعار کے ساتھ جو کمال صفت الٰہی سے خبر دیتے ہیں چندی چیزمی باید تا سماع مباح شود"

پھر لڑکیوں کے کلام سے علم عطائی پائے جانے سے بھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع ہی فرمایا۔ یہ بہت بڑی بین دلیل ہے کہ علم عطائی پر بھی اطلاق علم غیب اور علم ما فی غد ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ علم غیب صفت خاصہ الوہیت جناب باری تعالیٰ شانہ ہے۔ جو کسی دوسرے پر اس کا اطلاق کرنا گو عطیہ ہی جان کر کرے مرتکب کفر وشرک ہے جب ہی تو حدیث ابن ماجہ میں فرمایا۔

لا یعلم ما فی غد الا اللہ۔ (کوئی نہیں جانتا کل ہونے والی بات کو سوائے اللہ تعالیٰ کے"

مولوی نعیم الدین کی عقل پر پردہ پڑا ہے۔ جو توحید و شرک میں فرق نہیں سوجھتا۔ پھر بر بکرا اس منکرانہ نشان حدیث میں کہ "حضور نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ بات غلط ہے مجھے آیندہ کی کوئی خبر نہ دی گئی" محض جاہلانہ عنادِ حدیث سے ہے۔ ورنہ حدیث میں خود صاف صریح ممانعت کی نصریح ہے اور اس کی دلیل میں آپ کا علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ فرمانا کہ

لایعلم ما فی غدٍ الا اللہ۔	"کوئی نہیں جانتا کل ہونے والی بات کو سوائے اللہ تعالیٰ کے"

اور اگر آپ جانتے ہوتے تو اس صفتِ علمِ غیب لایعلم ما فی غد الا اللہ کو حق تعالےٰ کے ساتھ خاص نہ فرماتے جس کا دوسرے پر اطلاق کرنا کذب و ممنوع موہم شرک ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری پارہ ۲۰ صفحہ ۷۴۸ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا:

ومن حدثك انه يعلم ما في غد فقد كذب ثم قرأت وما تدري نفس ماذا تكسب غداً۔	"اور جو تجھ سے بیان کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کل ہونے والی بات کو پس تحقیق اس نے جھوٹ بولا پھر پڑھی آیت اور نہیں جانتا کوئی نفس کیا کرے گا کل کو"

پھر مولوی نعیم الدین کی حد درجہ بددیانتی یہ کہ صاحبِ مرقاۃ سے اس حدیث کی شرح خود الکلمۃ العلیا صفحہ ۹۳ میں تو یہ نقل کی وانما منع القائلۃ بقولھا وفینا نبی الخ لکراھۃ نسبۃ علم الغیب الیہ لانہ لا یعلم الغیب الا اللہ وانما یعلم الرسول من الغیب ما اعلمہ اور خود ہی ترجمہ کیا کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لڑکیوں کو اس واسطے منع کر دیا کہ انہوں نے غیب کی نسبت "مطلقاً" آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کر دی تھی۔ درآنحالیکہ آنحضر علیہ الصلاۃ والسلام تعلیمِ الٰہی جانتے ہیں" علاوہ بریں اولاً اس میں مطلقاً کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ ظاہر ہے کہ ایجادِ بندہ گندہ ہے۔ پھر لانہ لا یعلم الغیب الا اللہ — کا ترجمہ "اس لیے کہ نہیں جانتا غیب کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی"، جو اصل بمقصد نسبت کرنے علم غیب کے منع کا باعث ہے۔ مولوی نعیم الدین نے اپنے ادعائے باطل کے لیے مفر جان کر فریب کاری سے اڑا دیا۔ بلکہ یہاں اس پوری عبارت مرقاۃ کو جو حسبِ مضمون حدیث لایعلم ما فی غد الا اللہ — کے مطابق ہے۔ بالکل چھوڑ کر محض توجیہ دف وغنا غریبہ باردہ کی نقل پر اکتفا کیا جو بددیانتی ہی نہیں بلکہ فریب دہی حیل سازی ہے جو ہرگز نصریح حدیث کے

مقابلہ میں قابلِ تسلیم نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص۱۰۱ میں مرقوم ہے:

وگفتہ اند کہ منع آنحضرت ایں قول بجہت آنست کہ وروے اسنادِ علمِ غیب ست بآنحضرت پس آنحضرت را نا خوش آمد و بعضے گویند کہ بجہت آنست کہ ذکر شریف وے دراثنائے لہو مناسب نباشد و ایں حدیث دلالت دارد برآنکہ ضربِ دف وانشا دو انشادِ اشعار جائز ست وظاہر آنست کہ تغنا بود و در امثال ایں مقام مباح ست و آنحضرت آں زنان را ازاں منع نکرد بلکہ فرمود بگو ہمانرا کہ میگفتی فتدبر اھ

"کہتے ہیں کہ منع فرمانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس قول سے اس وجہ سے ہے کہ اس میں نسبت کرنا علم غیب کا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پس آنحضرت کو ناپسند ہوا اور بعضے کہتے ہیں منع فرمانا اس وجہ سے ہے کہ آپ کا ذکر شریف اثنائے لہو میں مناسب نہ ہوا اور یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس امر پر کہ دف کے ساتھ انشا دو انشادِ اشعار جائز ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ گانے کے ساتھ تھا جو ایسے مقاموں میں مباح ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لڑکیوں کو اس سے منع نہ کیا بلکہ فرمایا اسی کو کہے جا، جو کہتی تھیں"۔ فتدبر

اس عبارت کے آخر لفظ "فتدبر" میں شیخ کا اشارہ ہے کہ دوسرا قول از روئے دلالتِ حدیث جوازِ دف وغنا مباح کے برخلاف ہے مگر اسی قول کو مولوی نعیم الدین نے مدلول حدیث کے خلاف اختیار کیا۔ علیٰ ہٰذا امام ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۱۶ ص۱۹ میں فرماتے ہیں:۔

وفیہ جواز سماع الضرب بالدف صبیحۃ العرس وکراھۃ نسبۃ علم الغیب لاحد من المخلوقین اھ۔

"اس حدیث میں گانے کا دف کے ساتھ جائز ہونا شبِ عروسی کی صبح کو اور مکروہ ہونا نسبتِ علمِ غیب کا کسی بھی مخلوق کی طرف ثابت ہوا"

اور پارہ ۲۱ ص۸۵ فتح الباری میں فرماتے ہیں:

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم دعی ھذہ ای اترکی مایتعلق بمدحی الذی فیہ الاطراء المنہی عنہ زاد فی روایۃ حماد بن سلمۃ لا یعلم ما فی غد

"چھوڑ دے اس کو جس کا تعلق میری تعریف سے ہے کہ اس میں تعریف باطل ہے جو ممنوع ہے ایک روایت میں حماد بن سلمہ سے اس قدر زائد ہے کہ نہیں جانتا کوئی کل ہونے والی بات کو سوائے

الا الله فاشار الی علة المنع وقوله
وقولی بالذی کنت تقولین) فیه اشارة
الی جواز سماع المدح والمرثیة مما
لیس فیه مبالغة تفضی الی الغلو
واخرج الطبرانی فی الاوسط
باسناد حسن من حدیث عائشة
ان النبی صلی الله علیه وسلم
مر بنساء من الانصار فی عرس
لهن وهن یغنین ؎
واهدی لها اکبشا تحنحح فی المربد
وزوجك فی البادی وتعلم ما فی
غد وانما انکر علیها ما ذکر
من الاطراء حیث اطلق علم
الغیب له وهو صفة تختص
بالله تعالی کما قال تعالی قل
لا یعلم من فی السموات والارض
الغیب الا الله وقوله لنبیه
قل لا املك لنفسی نفعا ولا
ضرا الا ما شاء الله ولو
کنت اعلم الغیب لاستکثرت
من الخیر اھ

اللہ تعالیٰ کے پس اس میں اشارہ ہے منع ہونے
کی وجہ کا" "اس حدیث میں اشارہ ہے گانے کے
جائز ہونے کا" جس میں ایسی تعریف اور مرثیہ ہو جس میں
مبالغہ نہ ہو جو جیسے جاتا ہو غلو زیادتی کی طرف اور
روایت کیا طبرانی نے اوسط میں باسناد حسن حدیث
عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
گزرے انصاری عورتوں پر شادی کی تقریب میں اور
وہ گا رہی تھیں: ہدیہ دیا اسے ایک مینڈھا جو
بول رہا تھا اپنی جگہ میں: اور تیرا خاوند جنگل میں ہے
اور آپ جانتے ہیں کل ہونے والی بات کو، تو فرمایا آپ
نے نہیں جانتا کوئی کل ہونے والی بات کو سوائے
اللہ تعالیٰ کے۔ اور انکار کیا اس پر جو ذکر کیا گیا باطل
تعریف کا جس وقت کہ اطلاق کیا علم غیب کا آپ کے
لیے اور یہ وہ صفت خاص اللہ تعالیٰ کی جس طرح
فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہہ دو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نہیں جانتا جو کوئی ہے آسمانوں اور زمین میں غیب
کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور فرمایا آپ نے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کو کہہ دو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں
مالک اپنی جان کے نفع اور نقصان کا مگر جو چاہے
اللہ اور اگر میں جانتا غیب کی بات کو تو بہت
خوبیاں جمع کر لیتا"

نیز فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۱۳ صفحہ ۲۸ میں لفظ اطراء کے معنی میں فرماتے ہیں:
والاطراء المدح بالباطل۔ "اطراء تعریف باطل کو کہتے ہیں"
اور مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی الامن والعلا بدفع البلا مطبوعہ بریلی ۱۳۱۱ھ کے صفحہ ۲۰۳
میں اسی حدیث صحیح بخاری کے تحت میں لکھتے ہیں:

"علم غیب بالذات اللہ عزّوجل کے لیے خاص ہے کفار اپنے معبودانِ باطل وغیرہ کے لیے مانتے تھے۔ لہٰذا مخلوق کو عالم الغیب کہنا مکروہ ہے"

حالانکہ کفار و مشرکین سوائے حق تعالیٰ کے اپنے معبودانِ باطل کو متصرّف بالذّات عالم الغیب نہیں مانتے تھے۔ بلکہ بالعطا ہی ان کو محض سفارشی کہتے تھے۔ چنانچہ

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (پ ۲۳ سورہ زمر) "ہم ان کو پوجتے ہیں اس واسطے کہ ہم کو پہنچا دیں اللہ کی طرف قرب کے درجہ میں"

قرآن پاک میں نص ہے۔ اسی طرح علم غیب بھی منجملہ صفاتِ الوہیت کے ہے۔ جس پران کو مشرک قرار دیا گیا اور نفی علم غیب قرآن حدیث میں وارد ہوئی۔ پس یہ محض حیلۂ باطلہ دروغ بے فروغ وسوسہ شیطانیہ ہے۔ علیٰ ہٰذا مدعیانِ اسلام میں سے علم غیب بالذّات کسی نے نہیں جانا۔ بلکہ عطائی ہونا ہی مانتے ہیں۔ چنانچہ خود مولوی نعیم الدین نے بھی اثباتِ علم غیب کراسی حدیث میں تسلیم کیا ہے۔ جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اطلاق علم غیب کو چھوکریوں سے سننا بھی روانہ فرمایا۔ اور ممانعت فرمادی۔ پھر کسی گور پرست کو کیونکر کہنا جائز ہو سکتا ہے۔ اگر فی الواقع علم غیب کی نسبتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے باعثِ حسن اعتقاد و مدح ہوتی تو لفظ مکروہ کا استعمال خصوصاً مولوی صاحب بریلوی کیونکر گوارا کرتے لفظ مکروہ ہی نے تمام ساختہ پرداختہ معتقدین ضالین گور پرستوں پر یک قلم پانی پھیر دیا۔ علیٰ ہٰذا خود مولوی نعیم الدین کے مدرسہ کفر گڑھ کے معتمد مدرس مولوی محمد اجمل سنبھلی ردِ سیف یمانی درجوف لکھنوی ۱۳۵۲ھ مطبوعہ اہل سنّت برقی پریس مرادآباد کے صا۹۱ میں لکھتے ہیں۔

"اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس کثرت سے علوم غیبی ثابت ہیں جن کی نسبت اکابر علمائے معتمدین فرماتے ہیں کہ حضور پر غیوب کے دروازے کھول دیئے گئے۔ لیکن پھر بھی لفظ عالم الغیب کے اطلاق میں احتیاط کی جاتی ہے۔ ہمارا یہی مسلک ہے"

پس ایں خانہ بے بنیاد و تباہ شد

رہے حضرت حسان رضؓ کے شعر تو ان میں کوئی لفظ ممنوع الشرع نہیں ہے جس سے مولوی نعیم الدین کی فریب کاریوں عقائد شرکیہ میں کچھ بھی گنجائش مل سکے۔ کیونکہ اس کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو دیکھتے ہیں لوگ اپنے گرد کو بھی نہیں دیکھتے۔ اللہ کی کتاب ہر واقعہ پر پڑھتے ہیں آپ کسی بات پوشیدہ کا اظہار اگر دن میں فرمادیں تو اس کی تصدیق آج ہی مکمل ہوجاتی ہے۔

بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر انوار و تجلیات علوم و فیضان کی بارش کا نزول و ظہور برابر مسلسل ہوتا رہتا تھا۔ ملائکہ حاضر ہوتے رہتے تھے، آپؐ کو حجابات وحی الٰہی سے تعلیم و القاء ہوتی لوگ اس سے غافل رہتے جب آپؐ فرماتے تو اس کا ظہور ہوتا۔ چنانچہ حدیث صحیح بخاری پارہ ۱۷، ص ۶۲۴ و صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۴۱ میں وارد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

الا تامنونی وانا امین من فی	"کیا تم لوگ مجھے امانت دار نہیں سمجھتے اور میں
السماء یاتینی خبر السماء صباحا	امین ہوں آسمان والوں کا آتی ہے میرے پاس
ومساءً ۔	خبر آسمان کی صبح اور شام"

نیز صحیح بخاری پارہ ۴ ص ۱۴۲ میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال اشرف النبی صلی اللہ علیہ	"کہا حضرت اسامہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
وسلم علی اطم من الاطام فقال	ٹیلوں میں سے کسی ٹیلہ پر چڑھے تو فرمایا کیا تم دیکھ
ھل ترون ما اری انی اری الفتن	رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں۔ میں دیکھ رہا ہوں
یقع خلال بیوتکم مواقع القطر	فتنوں کو تمہارے گھروں میں مینہ کی مانند برس
۔	رہے ہیں"

نیز صحیح بخاری پارہ ۱۵ ص ۵۹۴ میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں جب تشریف لائے تو عبداللہ بن سلام رضؓ نے حاضر ہو کر تین سوال ایسے آپؐ سے کئے، جن کو نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ ان کے متعلق آپؐ نے فرمایا:

اخبرنی بہ جبرئیل انفا	"مجھے ابھی جبرئیلؑ نے ان باتوں کی خبر دی"

پہلا سوال یہ کہ علامت قیامت کیا ہوگی۔ دوسرا یہ کہ سب سے پہلے غذا اہل جنت کی کیا ہوگی تیسرا یہ کہ بچہ کبھی کبھی اپنے باپ اور ماں کے مشابہ کیوں ہوتا ہے۔ فرمایا آپؐ نے اول علامت قیامت کی اک آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب تک لے جاوے گی۔ اور اول کھانا جو اہل جنت کھاویں گے مچھلی کی کلیجی کا ٹکڑا ہوگا۔ اور بچہ جب مرد کا نطفہ عورت کے نطفہ پر غالب ہو تو باپ کے مشابہ ہوا اور جو عورت کا نطفہ مرد کے نطفہ پر غالب ہو تو ماں کے مشابہ ہو" پس عبداللہ بن سلام رضؓ مشرف باسلام ہوگئے۔ فتح الباری پارہ ۱۳ ص ۲۲۸ میں روایت ہے۔

اخرج الحاکم من حدیث ابی ھریرۃ	"حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم	کیا کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میں نہیں جانتا ذوالقرنین

لا ادری ذوالقرنین نبی ام لا۔ نبی تھے یا نہیں"

نیز صحیح بخاری پارہ ۱۲ ص ۱۵۹ میں روایت ہے کہ جب قبیلہ ہوازن کے لوگ اسلام لا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے قیدی اور مال کی واپسی کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا، مجھے وہ بات پسند ہے جو سچی ہے یا قیدی لے لو یا مال۔ وہ لوگ قیدیوں کی واپسی پر راضی ہو گئے۔ تو آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ یہ تمہارے بھائی توبہ کر کے آئے ہیں۔ میں بہتر سمجھتا ہوں کہ ان کے قیدی واپس کر دوں۔ آپ کے فرمانے کو سب نے قبول کیا تو آپ نے ان لوگوں سے فرمایا:

انا لا ندری من اذن منکم فی ذلك	"ہم نہیں جانتے کہ اس امر میں کس نے تم میں سے
ممن لم یاذن فارجعوا حتی یرفع	اجازت دی اور کس نے نہیں دی۔ پس تم لوٹ جاؤ حتیٰ کہ
الینا عرفاؤکم امرکم فرجع الناس	تمہارے سردار ہم سے تمہاری بات کہیں، تو وہ لوگ چلے
فکلمهم عرفاؤهم ثم رجعوا الی	گئے پس اپنے سرداروں سے بات کر کے واپس آئے
رسول الله صلی الله علیه وسلم فاخبروه	پس خبر دی آپ کو کہ انہوں نے رضا مندی سے
انهم قد طیبوا واذنوا۔	اجازت دی ہے"

یہ واقعہ غزوۂ حنین بعد فتح مکہ کے ۸ھ میں ہوا۔ نیز صحیح بخاری پارہ ۱۹ ص ۲۹۶ و صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۹ میں روایت ہے کہ "فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے صالحین بندوں کے لیے ایسی چیزیں رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنیں نہ کسی بشر کے قلب میں ان کا خطرہ گزرا۔" فتح الباری شرح صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے"

ولا یعلمه ملك مقرب ولا نبی مرسل	"نہیں جانتا اس کو فرشتہ مقرب اور نہ
اخرجه ابن ابی حاتم۔	نبی مرسل"

اور صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۱۱ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قال استاذنت علی النبی صلی الله	"میں نے اجازت چاہی دروازہ پر نبی صلی اللہ
علیه وسلم فقال من هذا فقلت	علیہ وسلم کی ملاقات کے لیے تو فرمایا کون ہے
انا فقال النبی صلی الله علیه وسلم	تو میں نے کہا میں پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!
انا انا۔	میں تو میں بھی ہوں"

اگر آپ کو علم غیب ہوتا تو یہ کیوں فرماتے کہ کون ہے۔ اور فتح الباری پارہ ۳۰ ص ۴۱۲ میں اور مواہب لدنیہ اور مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۹ میں روایت ہے:

ان ناقۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ضلت فقال زید بن اللصیت (زن ن) عظیم یزعم محمداً انہ نبی ویخبرکم من خبر السماء وھو لا یدری این ناقتہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان رجلا یقول کذا وکذا وانی واللہ لا اعلم الا ما علمنی اللہ وقد دلنی اللہ علیھا وھی فی شعب کذا قد حبستھا شجرۃ فذھبوا فجاؤہ بھا فاعلم النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ لا یعلم من الغیب الا ما علمہ اللہ ۔

"اونٹنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گم ہو گئی تو کہا زید بن لصیت نے گمان کرتے ہیں محمد کہ وہ نبی ہیں اور تمہیں خبر دیتے ہیں آسمان کی اور وہ نہیں جانتے کہ اونٹنی کہاں ہے تو فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگ کہتے ہیں اس طرح اور میں قسم اللہ کی نہیں جانتا مگر جو مجھے اطلاع فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اور البتہ مجھے معلوم کرایا اللہ نے اس کے حال سے کہ وہ فلاں جگہ ہے روک لیا اس کو درخت نے یعنی مہار درخت سے اٹک گئی ہے پس گئے وہاں تو لے آئے اس کو پس جانا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے غیب میں سے کچھ مگر جس قدر بتاتا ہے ان کو اللہ تعالیٰ"

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۶ میں فرماتے ہیں:

وہرچہ بر زبان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بعضے از زبان وے ظاہر شدہ است بوحی یا الہام و در حدیث آمدہ است واللہ انی لا اعلم الا ما علمنی ربی ۔

"جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر اور بعضے آپ کے زبانوں سے ظاہر ہوا ہے وحی یا الہام سے ہوا ہے اور حدیث میں آیا ہے قسم اللہ کی میں نہیں جانتا مگر جتنا مجھے علم دیا میرے رب نے"

اسی طرح صاحب مواہب لدنیہ اور علامہ زرقانی شرح مواہب ج ۴ ص ۱۱ اور ج ۷ ص ۲۸۸ میں فرماتے ہیں: (واللہ انی لا اعلم الا ما علمنی ربی) فاخبارہ بامر السماء انما ھو بتعلیم اللہ والنبی لا یعلم کل غیب قال ذلک رد الزعم المنافق انہ لو کان نبیاً لعلم مکان ناقتہ (وقد دلنی اللہ علیھا وھی موضع کذا وکذا) لشعب عینہ لھم واشارۃ لھم الیہ (حبستھا) منعتھا (شجرۃ بخطامھا) بزنۃ کتاب وفی روایۃ بزمامھا (فذھبوا فوجدوھا کما اخبر صلی اللہ علیہ وسلم فوضح انہ لا یعلم ما وراء جدارہ ولا غیرہ الا ما علمہ ربہ تبارک وتعالیٰ فان ثبت الحدیث فلا اشکال اور مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ تفسیر فتح العزیز ج ۱ ص ۲۲۲ میں فرماتے ہیں:

---

[1] ترجمہ اوپر گزر چکا ہے۔

ابوالشیخ از عکرمہ بن خالد روایت کردہ کہ شخصے از آنحضرت پرسید کہ از مخلوقات خدا کدام یک نزد خدا عزیز تر است، فرمودند کہ من نمیدانم، چوں حضرت جبرئیل آمدند از ایشاں پرسیدند ایشاں گفتند کہ من ہم نمیدانم باز عروج کردند چوں فرود آمدند گفتند کہ عزیز ترین مخلوقات نزد خدا چہار فرشتہ اند جبرائیل و میکائیل و اسرافیل و ملک الموت ع	"ابوالشیخ نے عکرمہ بن خالد سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مخلوقاتِ اللہ تعالیٰ میں سے کون نزدیک اللہ کے عزیز زیادہ ہے۔ فرمایا میں نہیں جانتا پھر جبرائیل علیہ السلام آئے ان سے دریافت کیا انہوں نے فرمایا کہ میں بھی نہیں جانتا پھر جبرئیل گئے پھر جب آئے۔ فرمایا کہ عزیز ترین مخلوقات میں سے نزدیک اللہ تعالیٰ کے چہار فرشتہ ہیں۔ جبرائیل و میکائیل و اسرافیل و ملک الموت علیہم السلام۔

علیٰ ہذا مولوی نعیم الدین کے بڑے معتمد اعلیٰ حضرت بریلوی تجلی الیقین مطبوعہ نادری پریس کے صہ ۱۹ میں لکھتے ہیں" وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ ۔ بیشک آخرۃ تیرے لیے دُنیا سے بہتر ہے وہاں جو نعمتیں تجھے ملیں گی، نہ آنکھوں نے دیکھیں، نہ کانوں نے سنی نہ کسی بشر یا ملک کے حصہ میں آئیں" ایضاً صہ ۲۱ " پھر آخرت میں جو تمہیں ملنا ہے ان کا حال تو اللہ ہی جانتے " ایضاً " کفار نے حضور کو شاعری کا عیب لگایا حق جل وعلا نے فرمایا:۔

ما علمہ الشعر وما ینبغی لہ ۔ "نہ ہم نے انہیں شعر سکھایا اور نہ ان کے لائق تھا"

ایضاً (واقعہ معراج بیت المقدس) یعنی "جبرئیل نے عرض کی حضور نے جانا یہ کس کس نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی فرمایا نہیں۔ عرض کیا ہر نبی جسے اللہ نے بھیجا حضور کے پیچھے نماز میں تھا" رواہ ابن ابی حاتم (وذکرہٗ فی فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۱۵ صہ ۴۵۶) ایضاً "حضور نے پوچھا جبرئیل یہ کون ہیں۔ عرض کی یہ حضور کے باپ ابراہیمؑ اور یہ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ ہیں" نیز مولوی صاحب بریلوی حیات الموات مطبوعہ گلزار حسینی بمبئی کے صہ ۴۶ میں لکھتے ہیں:۔

"ایک بی بی مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھیں ان کا انتقال ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نے خبر نہ دی حضور ان کی قبر پر گزرے۔ دریافت فرمایا یہ قبر کیسی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا ام محجن کی۔ فرمایا وہی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی، عرض کی ہاں حضور نے صف باندھ کر نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر ان بی بی کی طرف خطاب کر کے فرمایا تو نے کون سا عمل افضل پایا۔ صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا وہ سنتی ہے فرمایا کچھ تم اس سے زیادہ نہیں سنتے پھر فرمایا اس نے جواب دیا کہ مسجد میں جھاڑو دینی"

اس لیے تو مولوی نعیم الدین کے مستند مسلمہ بدایونی تصحیح المسائل ص۱۵۲ میں تصریح کرتے ہیں۔

سماع موتی ندائے احیاء را باسماع خدا — "مردوں کا سننا زندوں کی نداء کو اللہ کے
دربرزخ چگونہ در علم غیب داخل — سنانے سے عالم برزخ میں کیونکر علم غیب
باشد۔ — میں داخل ہوگا"

یعنی حق تعالیٰ کے سنانے اطلاع فرما دینے سے اس پر غیب کے جاننے کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ اور خود مولوی نعیم الدین نے فیضانِ رحمت ص۸ میں لکھا "ابو داؤد میں قیس بن سعد سے وارد ہے کہ رسولِ اکرمؐ ہمارے گھر پر ملاقات کے لیے تشریف لائے اور باہر ٹھہر کر تین دفعہ سلام فرمایا اور سعد نے ان کے سلام کا ایسا جواب دیا کہ رسولِ اکرمؐ نے نہیں سنا۔ پس رسولِ اکرمؐ نے واپس رجوع فرمایا اور سعد نے ان کے پیچھے نکل کر یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میں آپؐ کا سلام سنتا تھا لیکن آہستہ جواب دیتا تھا اس آرزو کے لیے کہ آپؐ زیادہ سلام ہم پر فرمادیں پھر رسولِ اکرمؐ نے سعد کے ساتھ واپس رجوع فرمایا الخ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص۳۵۱)

علیٰ ہذا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام زمانۂ حیات کے حالات سے جس کا اجمالاً ثبوت بطور اختصار مثل آفتاب کے روشن ہوا کہ ہر امر میں دریافت فرمایا کرتے تھے لوگوں کے نام دریافت فرماتے، حالات معلوم فرماتے، گھر میں کھانے کو دریافت فرماتے، درصورت معلوم نہ ہونے کے فرماتے میں نہیں جانتا ہوں، ہر واقعہ میں منتظر وحی الٰہی تعالیٰ شانہٗ علام الغیوب کے رہتے ہر امر میں بذریعہ وحی اطلاع دی جاتی۔ ورنہ درصورت علم غیب ہونے کے ہر امر ہر حادثہ میں دریافت کرنے معلوم فرمانے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ تو قرآن وحدیث کی صریح مخالفت ہے جس طرح مولوی نعیم الدین کا زعم باطل بجملہ علم عطیہ ہے کہ ذرہ ذرہ آپؐ کے علم میں حاضر ہے۔ حضور سب کے عالم ہیں۔ بدء الخلق مخلوقات کے پیدا کرنے کے وقت سے جنت و دوزخ میں داخل ہونے تک کے تمام احوال بخوبی جانتے بالتفصیل پہچانتے ہیں۔ یہ اقوال بے سروپا مولوی نعیم الدین کے شروع بحث علم غیب میں گزر چکے ہیں۔

پس صفتِ غیب ہرگز کسی کو عطا نہیں ہو سکتی۔ البتہ اطلاع علیٰ امور الغیب حسب ضرورت ہوتی ہے اس میں کسی کو کلام نہیں، تمام احکام قرآن وحدیث اسی پر منحصر ہیں۔ علمِ غیب کے مفہوم میں استمرار اور عدم تغیر داخل ہے اور یہ علم دوسروں کو سوائے حق تعالیٰ کے ذاتی کیا عطائی بھی نہیں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ صفت منجملہ الوہیت حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اس کو

مخلوق میں منتقل کرنا عطائی کا فرق نکالنا شرک کے ساتھ نصوصِ قرآن و حدیث سے مقابلہ کرنا ہے۔ چنانچہ مولوی نعیم الدین کی مسلمہ لوارق بدایونی صتا میں ہے:

شرعاً معتبر در توحید و شرک ہماں صفتِ الوہیت است و بس کہ آں صفت در غیر ذاتِ واحد حق ثبوت یافتہ نمی شود، نہ بالذات و نہ بعطائے او تعالیٰ نہ کامل و نہ ناقص، و ہمیں بسبب شرک اخبث الخبائث گردیدہ کہ مستلزم تعمیم صفتِ خاص است۔	"شرعاً معتبر توحید اور شرک میں وہی صفتِ الوہیت ہے۔ و بس کہ وہ صفت غیر ذات واحد حق تعالیٰ میں کسی طور پر نہیں پائی جا سکتی ہے نہ بالذات نہ حق تعالیٰ کے عطا فرمانے سے نہ کامل اور نہ ناقص اور اسی سبب سے شرک اخبث الخبائث ہوا ہے کہ اس سے عام ہونا صفتِ خاص (باری تعالیٰ) کا لازم آتا ہے"

اور خود مولوی نعیم الدین نے رسالہ فیضانِ رحمت صتا۲۱۶ میں جس طرح ما شاء اللہ و شاء فلان کو موہم شرک قرار دیا ہے کہ اس میں رب پاک کے ساتھ مشیت میں بندہ کو برابر کرنا ہے اور کوئی فرق ذاتی و عطائی کا نہیں کیا۔ اس طرح علم غیب میں فرق ذاتی و عطائی کا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ عالم الغیب بمعنی علم عطائی مخلوقات کو اگر جانا جاوے گا تو اسی طرح ما شاء اللہ و شاء و فلاں کو جانا لازم آوے گا۔ تو پھر اس حیلہ سے یوں کہنا پھرے اللہ عالم الغیب و رسولہ عالم الغیب جس طرح مولوی نعیم الدین کا زعم باطل ہے پھر وہ منع و موہم شرک اور یہ درست و ایمان "بالغیب"!

پس جس طرح ما شاء اللہ و شاء فلان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اجعلتنی للہ ندا الحدیث۔ "کیا ٹھہرا لیا تو نے مجھے اللہ کا شریک"

اسی طرح حدیث ربیع بن تبیع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا یَعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ اِلَّا اللّٰہ۔ "نہیں جانتا کوئی کیا ہوگا کل کو سوائے اللہ تعالیٰ کے"

الغرض صفاتِ مختصہ حق تعالیٰ کی کسی مخلوق میں خواہ بالذات یا بالعطا ہرگز نہیں آ سکتی۔ الحمد للہ والمنۃ کہ تائید تقویۃ الایمان احادیث جاریتین سے حسب تشریحات اکابرِ اور مسلمات مولوی نعیم الدین کے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ذاتِ مبارک کے لیے علم غیب کی نسبت کی ممانعت لا یعلم ما فی غد الا اللہ ۔۔۔ فرما کے کر دینا صراحۃً واضح ہو گیا اور خصوصاً گور پرستوں مبتدعین کے مایۂ ناز مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے اس طرح کی نسبت کرنے کو مخلوق کی طرف مکروہ قرار

دے کر سارے ادعاؤں کو نذرِ خاک کر دیا وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۔

قولہ، صنہ ۱۹۱ حدیث ۲،

من اخبرک ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الخمس التی قال اللہ تعالٰی ان اللہ عندہ علم الساعۃ فقد اعظم الفریۃ۔

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا جو کوئی خبر دے تجھ کو کہ حضرت پیغمبر ان کی جانتے تھے وہ پانچ باتیں کہ اللہ نے مذکور کی ہیں سو بیشک بڑا طوفان باندھا۔

ف یعنی وہ پانچ باتیں کہ سورۂ لقمان کے آخر میں مذکور ہیں اور ان کی تفسیر اس فصل کے اول میں گزر گئی کہ جتنی غیب کی باتیں ہیں سو انہیں پانچ میں داخل ہیں۔ سو جو کوئی یہ بات کہے کہ رسول اللہ وہ پانچوں باتیں جانتے تھے۔ یعنی سب غیب کی باتیں جانتے تھے۔ سو وہ بڑا جھوٹا ہے۔ تقویتہ الایمان صنہ ۳۱ یہ مضمون آیت سورۂ لقمان میں تھا اس کا شافی جواب اُوپر ذکر ہو چکا۔ اعادہ کی حاجت نہیں، بات صرف اتنی ہے کہ علمِ ذاتی کی نفی ہے۔ اس لیے حضرت صدیقہ نے فرمایا کہ جو شخص ان پانچ چیزوں کے علم کا انکار کرے جس کی آیت میں نفی کی گئی ہے۔ وہ بڑا جھوٹا ہے یہ بالکل حق ہے۔ پانچ چیزوں کے علمِ ذاتی کی نفی فرمائی گئی۔ رہا علمِ عطائی نہ آیت میں اس کی نفی ہے نہ حضرت صدیقہ نے اس کا انکار فرمایا، اس مسئلہ پر ہم اپنی کتاب الکلمۃ العلیا میں بہت زبردست دلائل قائم کر چکے ہیں جس کے جواب سے تمام مخالفین عاجز رہے ہے۔ یہاں ایک بات قابلِ لحاظ ہے کہ صاحبِ تقویتہ الایمان نے غیب کو صرف ان پانچ چیزوں میں منحصر کر دیا اس کے سوا کوئی چیز اس کے نزدیک غیب نہیں، نہ ذات و صفاتِ الٰہی، نہ جنت و دوزخ، نہ عالمِ ارواح و ملائکہ و جنات، نہ لوحِ محفوظ نہ دلوں کے وساوس و خطرات، نہ دور و دراز مقامات کے حالات، نہ گزرے ہوئے واقعات، ان میں سے اس کے نزدیک کوئی بھی غیب نہیں کیونکہ ان پانچ چیزوں میں داخل نہیں لہٰذا ہر چیز کی خبر ہر وقت برابر رکھنی دور ہو یا نزدیک چھپی ہو یا کھلی اندھیرے میں ہو یا اجالے میں آسمانوں میں ہو یا زمینوں میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر یا سمندر کی تہ میں جس کو اس نے تقویتہ الایمان کے صنہ ۱ میں شرک بتایا ہے صنہ ۳۱ کی اس تصریح نے غیب سے خارج کر دیا اسی طرح صنہ ۲۹ میں دل کے حال کا جاننا غائب کے احوال سے باخبر ہونا جو اس نے شرک بتایا ہے۔ وہ غیب نہ رہا تو اب شرک ہونے کی کیا وجہ ہے۔ اسمٰعیل پرست اس عقیدہ کو حل کریں اور بتائیں کہ اسمٰعیل نے حضرت صدیقہ کے اثر کا ذکر کیوں کیا۔ جب وہ ان امورِ خمسہ میں نہیں غیب نہیں تو پھر اعتراض ہی کیا۔

اقول و من اللہ القوی العزیز الاستعانۃ ۔ یہ حدیث شریف بھی صحیح بخاری کی ہے۔

جو مشکوٰۃ باب رویۃ اللہ عزوجل میں ہے۔ جس کی سند نام کتاب پتہ کو چھپایا گیا تاکہ لوگوں کے دلوں میں اس کی اہمیت وقعت نہ ہے۔ چنانچہ یہ کہنا کہ یہ مضمون خود آیت میں تھا اس کا جواب ہو چکا، اس سے مترشح ہوتا ہے کہ پھر حدیث نقل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ معاذ اللہ۔ حالانکہ حدیث شریف سے بے پرواہ ہونا ایمان والے کی شان نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی اپنے رسالہ جزاء اللہ عدوہ حسنی پریس بریلی کے ص۵۳ میں بھی لکھتے ہیں "قرآن و حدیث دونوں ایمان مومن ہیں احادیث کا بار بار بہ تکرار اظہار دلوں میں ایمان کی جڑ جمائے گا" اسی اصول کے موافق تقویۃ الایمان میں قرآن و احادیث ہی کے احکام مذکور ہیں۔ پھر فائدہ تقویۃ الایمان کے آخر الفاظ قریباً چھوڑ دیئے جو یہ ہیں" بلکہ غیب کی بات اللہ کے سوائے کوئی جانتا ہی نہیں"

مولوی نعیم الدین کا علوم خمسہ کو بحیلہ علم عطائی سوائے حق تعالیٰ کے دوسروں کے لیے بتانا محض دعویٰ بلا دلیل ہے جس کا تفصیلی جواب مدلل ببراہین بینہ آیت مفاتح الغیب اور احادیث صحیحہ صریحہ مفاتیح الغیب خمس میں معہ تشریحات فتح الباری شرح صحیح بخاری تفسیر احمدی۔ مدارج النبوۃ وغیرہ گزر چکا ہے اور ناظرین نے ملاحظہ فرما کر حق و باطل کا امتیاز کر لیا ہے۔ پھر یہ فضول کلامی کہ علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے۔ محض باطل ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت مسروقؒ سے دربارہ مدعیانِ اسلام جو بطور مدح باطل کے آپ کے لیے علیہ الصلاۃ والسلام عطائی علم غیب کہتے تھے یا کہتے ہیں۔ کاذب و مفتری فرمایا ہے۔ اگر کوئی مسلمان ایسا نہ تھا اور نہ ہے جو بعلم ذاتی جاننے کا معتقد ہو جس طرح خود بھی مولوی نعیم الدین نے صراحۃً اپنے ص۱۲۶ میں اس کا اقرار کیا ہے کہ دنیا میں کوئی مسلمان کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی نہیں مانتا۔ جب ذاتی کوئی نہیں مانتا تو پھر عطائی ہی ماننا متعین ہوا تو جس علم عطائی کا ثبوت قرآن و احادیث صحیحہ صریحہ سے نہ ہو کیونکہ اسی پر انحصار حجت ہے نہ کہ قصص و حکایات اور خوابات پر تو پھر وہ جھوٹا بہتان باندھنے والا مفتری کذاب یقیناً ہوا جس کے لیے ارشاد حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا صادر ہوا ہے۔ پھر یہ تعلی کہ ہم اپنی الکلمۃ العلیا میں زبردست دلائل قائم کر چکے ہیں جس کے جواب سے تمام مخالفین عاجز رہے ہے۔ بناء برتِ لایزال چھوٹا منہ بڑی بات اس میں سوائے قصص و حکایات اور ردِ نصوص قرآن و احادیث صحیحہ اور تاویلاتِ فاسدہ باطلہ کے اور کچھ نہیں چنانچہ اس کے مفصل دندان شکن جوابات دعوۃ الاسلام اور احسان الاسلام عرصہ ہوا کہ طبع ہو کر شائع ہو چکے۔ ابھی اونٹ پہاڑ کے نیچے سے نہیں نکلا۔ تب ہی یہ لن ترانی ہے۔ ایسے

اپنے زبردست دلائل دیکھ لیجئے الکلمۃ العلیا ص۶۹ میں لکھا ہے کہ "ایام نزول وحی میں وقتاً فوقتاً بعض بعض مغیبات پر مطلع فرمایا جاتا تھا۔ اور جب تمام کلام اللہ نازل ہو چکا تو تمام اشیاء پر اطلاع ہو گئی" نیز ص۹۰ میں لکھا کہ "حضور اور حضور کے خدام ان پانچوں کے عالم ہیں خلاصہ یہ کہ سرور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس عالم سے تشریف لے جانے کے قبل ان پانچوں چیزوں کا علم عطا ہو گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وقتِ قیامت بتعلیم الٰہی معلوم تھا۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کا علم دے کر اس عالم سے اٹھایا" نیز ص۱۰۹ میں لکھا کہ "یہ کہنے والا کہ حضرت کو بتعلیم الٰہی بھی امورِ خمسہ کا علم نہ تھا یا کسی کو مخلوقات میں سے ان امورِ خمسہ کا علم نہیں دیا جاتا۔ جاہل اور مخبوط الحواس اور دین سے بے بہرہ اور بدنصیب ہے۔"

پس یہ تو محض دعویٰ بے بنیاد و بے فروغ تھا جس کی دلیل سے عاجز ہو کر تمامی قرآن پاک کے ثبوت سے دست بردار ہو چکے کیونکہ قرآن سے اپنے دعویٰ باطلہ کو مدلل کرنا مرنے سے زیادہ کڑوا تھا۔ اب رہیں احادیث بعد ختم نزول قرآن پاک کے قبل وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین ماہ کے عرصہ میں صرف پانچوں چیزوں میں سے علم قیامت ہی کا تعیین تاریخ و سنہ۔ سب چھوٹے بڑے شرکا کو جمع کر کے ثابت کر دیں مگر کلمۃ العلیا اور موجودہ اپنی کتاب میں تو ثابت نہ کر سکے اور ہرگز نہ کر سکیں گے۔ اگر کوئی دلیل ہوتی تو قرآن و حدیثِ صحیحہ سے ہی کیوں منہ پھیر کر تاویلات فاسدہ باطلہ قصص و حکایات، خوابات، اقوال الرجال کے پیچھے پڑتے ضرور الکلمۃ العلیا اور اسی اپنی کتاب میں اس کے پیش کرنے سے دریغ نہ کرتے۔ بلکہ الکلمۃ العلیا ص۱۰۶ میں جو تاریخ الخلفاء سے ادھورا نقل کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا بنت خارجہ کے پیٹ میں لڑکی ہے الخ ملخصاً۔ اس کے فریب کو ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ اس کے ساتھ یہ عبارت بھی منقول ہے قد القی۔ (یعنی مجھے اس کا القا ہوا ہے)۔ القا بامعنی خواب یا الہام وفراست ہے جس سے علمِ قطعی نہیں ہوتا۔ بلکہ ظنی ہوتا ہے۔ کبھی واقعہ کے مطابق صحیح کبھی غلط ہو جاتا ہے۔ جو تعریف علمِ غیب سے خارج ہے، پس ناظرین اس کو بغور ملاحظہ فرما دیں کہ لفظ قد القی کا ترجمہ چھوڑ دیا تاکہ فریب کاری نہ کھل جاوے۔ حالانکہ اس عبارت کے قریب ہی آپؓ کا یہ ارشاد بھی ہے لوگو! یعنی اپنے بعد تم پر عمر بن خطاب کو خلیفہ تجویز کیا ہے، اگر وہ عدل کریں گے تو میرے گمان اور رائے کے موافق ہے ورنہ ہر شخص اپنے کئے کا جواب دہ ہوگا۔ میں نے تو تمہارے لیے بھلائی کا ارادہ کیا ہے۔ میں عالم الغیب نہیں ہوں" علاوہ ازیں مصباح الہدایت ترجمہ عوارف ص۱۶۱ میں مرقوم ہے۔

دہیچکس را جز عالم الغیب بر آں اطلاع نیست   ”کسی شخص کو سوائے حق تعالیٰ عالم الغیب کے علم غیب کی اطلاع نہیں ہے“

کیا مولوی صاحب کو اپنے رسالہ فرائد النور ص ۴۲ کا یہ لکھنا بعینا تقویۃ الایمان یاد نہ رہا کہ ”حدیث دیکھتے ہوئے زید و عمر کے اقوال تلاش کرتے پھرتے ہیں“ رسول کریم افضل الصلاۃ والتسلیم کا اتباع کیجئے“ آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہونا کافی نہیں۔ اگر اوروں سے ثابت ہوتا۔ تو مان لیتے۔ نثرم اھ ملخصاً“ پس کجا یہ دعوئے اتباع با دلیل۔ اور کجا علوم خمسہ کا بجبد عطائی سوائے حق تعالیٰ علام الغیوب کے دوسروں کے لیے بتانے کا محض بے دلیل دعویٰ۔ رہی یہ بات کہ مولانا شہید نے غیب کو صرف ان پانچوں چیزوں میں منحصر کر دیا الخ تو بلاشبہ تمام غیوب انہیں پانچوں میں داخل ہیں، کوئی ان سے باہر نہیں کیوں کہ یہ پانچ مفاتح الغیب ذراسی مختصر کنجی کے تحت میں تمام خزانے ہر قسم و ہر جنس انواع انواع کی مختلف اشیاء بند ہوتی ہیں۔ اور یہ کنجی صرف حق تعالیٰ مالک الملک علام الغیوب ہی کے ہاتھ میں ہے، کسی کو اس میں ہرگز ذرہ برابر دخل و اختیار نہیں ہے۔ چنانچہ اہل انصاف کے لیے اس کی تفصیل خود تقویۃ الایمان سے واضح ہے۔ جس کا مولانا شہید علیہ الرحمۃ نے حوالہ بھی دے دیا ہے۔ مولوی نعیم الدین بوجہ عناد و بغض جس کو گول کر گئے ہیں لیکن گزشتہ صفحات میں قریب ہی یعنی آیت [1] ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیۃ پر بحث کے ضمن میں ہم تقویۃ الایمان کی وہ پوری عبارت ذکر کر چکے ہیں۔ ناظرین ورق الٹ کر اس کو ملاحظہ فرمائیں اور اندازہ لگائیں کہ مولانا علیہ الرحمۃ کے عالمانہ کلام میں گفتگو کی کوئی گنجائش باقی بھی رہ گئی ہے حقیقت یہ ہے کہ وہ بحث صاحب ایمان اور موحد کے لیے موجب تقویۃ الایمان والایقان ہے۔ رہا مولانا مرحوم و مغفور پر تناقض کا الزام تو اس کی حقیقت محولہ عبارت کے دیکھنے سے واضح ہو سکتی ہے جس کو مولوی نعیم الدین نے ازراہ خود غرضی نقل نہیں کیا یہ بہرحال تقویۃ الایمان ص ۸ میں ہے“

”اب یہ بات تحقیق کی چاہیئے کہ اللہ صاحب نے کون سی چیزیں اپنے واسطے خاص کر رکھی ہیں۔ کہ اس میں کسی کو شریک نہ کیا چاہیئے، سو وہ باتیں بہت ساری ہیں مگر کئی باتوں کا ذکر دینا اور ان کو قرآن و حدیث سے ثابت کر دینا ضرور ہے تا اور باقی باتیں ان سے لوگ سمجھ لیں سو اول بات یہ ہے کہ ہر جگہ حاضر و ناظر رہنا اور ہر چیز کی خبر ہر وقت برابر رکھنی دور ہو یا نزدیک پوچھپی ہو یا کھلی اندھیرے میں ہو یا اجالے میں آسمانوں میں ہو یا زمینوں میں پہاڑوں کی چوٹی پر ہو یا سمندر کی تہ میں یہ اللہ ہی کی شان ہے اور کسی کی یہ شان نہیں سو جو کوئی کسی کا نام اٹھتے بیٹھتے لیا کرے۔ اور دور و نزدیک سے پکارا کرے، اور بلا کے مقابلہ میں اس کی دوہائی دیوے اور دشمن پر اس کا نام لے کر حملہ کرے، اور اس کے نام کا ختم پڑھے، یا شغل کرے، یا اس کی صورت کا خیال باندھے۔

---

[1] دیکھئے ص ۴۱۴ (ع ۔ ح)

اپنے زبردست دلائل دیکھ لیجئے۔ الکلمۃ العلیا صـ۶۹ میں لکھا ہے کہ " ایام نزول وحی میں وقتاً فوقتاً بعض بعض مغیبات پر مطلع فرمایا جاتا تھا۔ اور جب تمام کلام اللہ نازل ہو چکا تو تمام اشیاء پر اطلاع ہو گئی " نیز صـ۹۱ میں لکھا کہ " حضورا ور حضور کے خدام ان پانچوں کے عالم میں خلاصہ یہ کہ سرور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس عالم سے تشریف لے جانے کے قبل ان پانچوں چیزوں کا علم عطا ہو گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وقت قیامت بتعلیم الٰہی معلوم تھا۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کا علم دے کر اس عالم سے اٹھایا " نیز صـ۱۰۹ میں لکھا کہ " یہ کہنے والا کہ حضرت کو بتعلیم الٰہی بھی امور خمسہ کا علم نہ تھا یا کسی کو مخلوقات میں سے ان امور خمسہ کا علم نہیں دیا جاتا۔ جاہل اور مخبوط الحواس اور دین سے بے بہرہ اور بدنصیب ہے "۔

پس یہ تو محض دعویٰ بے بنیاد و بے فروغ تھا جس کی دلیل سے عاجز ہو کر تمامی قرآن پاک کے ثبوت سے دست بردار ہو چکے کیونکہ قرآن سے اپنے دعویٰ باطلہ کو مدلل کرنا مرنے سے زیادہ کڑوا تھا۔ اب رہیں احادیث بعد ختم نزول قرآن پاک کے قبل وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین ماہ کے عرصہ میں صرف پانچوں چیزوں میں سے علم قیامت ہی کا تعیین تاریخ و سنہ۔ سب چھوٹے بڑے شر کا ذکر جمع کر کے ثابت کر دیں مگر کلمۃ العلیا اور موجودہ اپنی کتاب میں تو ثابت نہ کر سکے اور ہرگز نہ کر سکیں گے۔ اگر کوئی دلیل ہوتی تو قرآن و حدیث صحیحہ سے ہی کیوں منہ پھیر کر تاویلات فاسدہ یا طلہ قصص و حکایات، خوابات، اقوال الرجال کے پیچھے پڑتے ضرور الکلمۃ العلیا اور اسی اپنی کتاب میں اس کے پیش کرنے سے دریغ نہ کرتے۔ بلکہ الکلمۃ العلیا صـ۱۰۶ میں جو تاریخ الخلفاء سے ادھورا نقل کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا بنت خارجہ کے پیٹ میں لڑکی ہے الخ ملخصاً۔ اس کے فریب کو ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ اس کے ساتھ یہ عبارت بھی منقول ہے قد القی۔ (یعنی مجھے اس کا القا ہوا ہے)۔ القا بمعنی خواب یا الہام و فراست ہے جس سے علم قطعی نہیں ہوتا۔ بلکہ ظنی ہوتا ہے۔ کبھی واقعہ کے مطابق صحیح کبھی غلط ہو جاتا ہے۔ جو تعریف علم غیب سے خارج ہے۔ پس ناظرین اس کو بغور ملاحظہ فرماویں کہ لفظ قد القی کا ترجمہ چھوڑ دیا تاکہ فریب کاری نہ کھل جاوے۔ حالانکہ اس عبارت کے قریب ہی آپ کا یہ ارشاد بھی ہے لوگو! یعنی اپنے بعد تم پر عمر بن خطاب کو خلیفہ تجویز کیا ہے، اگر وہ عدل کریں گے تو میرے گمان اور رائے کے موافق ہے ورنہ ہر شخص اپنے کئے کا جواب دہ ہوگا۔ میں نے تو تمہارے لیے بھلائی کا ارادہ کیا ہے۔ میں عالم الغیب نہیں ہوں " علاوہ ازیں مصباح الہدایۃ ترجمہ عوارف صـ۱۶ میں مرقوم ہے۔

وہیچکس راجز عالم الغیب بر آں اطلاع نیست "کوئی شخص کو سوائے حق تعالیٰ عالم الغیب کے علم غیب کی اطلاع نہیں"
کیا مولوی صاحب کو اپنے رسالہ فرائد النور ص۴۲ کا یہ لکھنا بلفظہ و تقویۃ الایمان یاد نہ رہا کہ "حدیث دیکھتے ہوئے زید و عمر کے اقوال تلاش کرتے پھرتے ہیں" رسول کریم افضل الصلوۃ والتسلیم کا اتباع کیجئے "آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہونا کافی نہیں۔ اگر اوروں سے ثابت ہوتا تو مان لیتے۔ شرم اھ ملخصاً" پس کجا یہ دعوائے اتباع بادلیل۔ اور کجا علوم خمسہ کا بحیلہ عطائی سوائے حق تعالیٰ علام الغیوب کے دوسروں کے لیے بتانے کا محض بے دلیل دعویٰ۔ رہی یہ بات کہ مولانا شہید نے غیب کو صرف ان پانچوں چیزوں میں منحصر کر دیا الخ تو بلاشبہ تمام غیوب انہیں پانچوں میں داخل ہیں، کوئی ان سے باہر نہیں کیوں کہ یہ پانچ مفاتح الغیب ذرا سی مختصر کنجی کے تحت میں تمام خزانے ہر قسم و ہر جنس انواع انواع کی مختلف اشیاء بند ہوتی ہیں۔ اور یہ کنجی صرف حق تعالیٰ مالک الملک علام الغیوب ہی کے ہاتھ میں ہے، کسی کو اس میں ہرگز ذرہ برابر دخل و اختیار نہیں ہے۔ چنانچہ اہل انصاف کے لیے اس کی تفصیل خود تقویۃ الایمان سے واضح ہے۔ جس کا مولانا شہید علیہ الرحمۃ نے حوالہ بھی دے دیا ہے۔ مولوی نعیم الدین بوجہ عناد و بغض جس کو گول کر گئے ہیں لیکن گزشتہ صفحات میں قریب ہی یعنی آیت کریمہ ان اللہ عندہ علم الساعۃ الایۃ پر بحث کے ضمن میں ہم تقویۃ الایمان کی وہ پوری عبارت ذکر کر چکے ہیں۔ ناظرین ورق الٹ کر اس کو ملاحظہ فرمائیں اور اندازہ لگائیں کہ مولانا علیہ الرحمۃ کے عالمانہ کلام میں گفتگو کی کوئی گنجائش باقی بھی رہ گئی ہے حقیقت یہ ہے کہ وہ بحث صاحب ایمان اور موحد کے لیے موجب تقویۃ الایمان والایقان ہے۔ رہا مولانا مرحوم و مغفور پر تناقض کا الزام تو اس کی حقیقت محولہ عبارت کے دیکھنے سے واضح ہو سکتی ہے جس کو مولوی نعیم الدین نے ازراہِ خود غرضی نقل نہیں کیا یہ بہرحال تقویۃ الایمان ص۳۰ میں ہے"

"اب یہ بات تحقیق کی چاہیئے کہ اللہ صاحب نے کون سی چیزیں اپنے واسطے خاص کر رکھی ہیں۔ کہ اس میں کسی کو شریک نہ کیا چاہیئے، سو وہ باتیں بہت ساری ہیں مگر کئی باتوں کا ذکر دینا اور ان کو قرآن و حدیث سے ثابت کر دینا ضرور ہے تا اور باقی باتیں ان سے لوگ سمجھ لیں سو اول بات یہ ہے کہ ہر جگہ حاضر و ناظر رہنا اور ہر چیز کی خبر ہر وقت برابر رکھنی دور ہو یا نزدیک پوچھی ہو یا کھلی اندھیرے میں ہو یا اجالے میں آسمانوں میں ہو یا زمینوں میں پہاڑوں کی چوٹی پر ہو یا سمندر کی تہ میں یہ اللہ ہی کی شان ہے اور کسی کی یہ شان نہیں سو جو کوئی کسی کا نام اٹھتے بیٹھتے لیا کرے۔ اور دور و نزدیک سے پکارا کرے، اور بلا کے مقابلہ میں اس کی دہائی دیوے اور دشمن پر اس کا نام لے کر حملہ کرے، اور اس کے نام کا ختم پڑھے، یا شغل کرے، یا اس کی صورت کا خیال باندھے۔

---

[1] دیکھئے ص ۴۹۳ (ع۔ح)

اور یوں سمجھے کہ جب میں اس کا نام لیتا ہوں زبان سے یا دل سے یا اس کی صورت کا یا اس کی قبر کا خیال باندھتا ہوں تو وہیں اس کو خبر ہو جاتی ہے اور اس سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی اور جو مجھ پر احوال گزرتے ہیں۔ جیسے بیماری و تندرستی و کشائش و تنگی و مرنا و جینا و غم و خوشی سب کی ہر وقت اسے خبر ہے اور جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے وہ سب سن لیتا ہے اور جو خیال و وہم میرے دل میں گزرتا ہے وہ سب سے واقف ہے سوان باتوں سے شرک ہو جاتا ہے۔ اور اس قسم کی باتیں سب شرک ہیں۔"

تقویۃ الایمان کے زیر بحث مضمون کی تائید فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۳۰ ص ۲۱۳ میں جو مولوی نعیم الدین کی بھی مستند ہے اسی حدیث کی شرح میں بھی مرقوم ہے۔

والحکمۃ فی جعلھا خمساً الاشارۃ الی	"حکمت ان پانچ چیزوں کے ہونے میں اشارہ
حصر العوالم فیھا ففی قولہ ما تغیض	ہے تمام جہانوں کے انحصار کا پس قول ما تغیض
الارحام اشارۃ الی ما یزید فی	الارحام میں تو اس میں اشارہ ہے زیادہ ہونے جان
النفس وینقص وخص الرحم بالذکر	کے اور کم ہونے کا اور خاص ذکر رحم مادر کا اس لیے کر
لکون الاکثر یعرفونھا بالعادۃ ومع	کہ اکثر جانتے ہیں اس کو عادتاً اور باوجود اس کے
ذلک فنفی ان یعرف احد حقیقتھا	پس نفی کر دی حقیقت جاننے کی پس اس کے ماسوا
فغیرھا بطریق الاولی وفی قولہ	کو بطریق اولیٰ نہ جانے گا۔ اور بیچ قول کہ نہیں
ولا یعلم متی یاتی المطر اشارۃ	جانتا کوئی کب مینہ برسے گا اس کا اشارہ ہے امور
الی امور العالم العلوی وخص المطر	عالم علوی کی طرف اور خاص ذکر کرنا مینہ کا اس سبب
مع ان لہ اسباباً قد تدل بجری العادۃ	کہ اس کے اسباب ہیں جو دلالت کرتے ہیں اجرائے
علی وقوعہ لکنہ من غیر تحقیق وفی	عادت سے اس کے واقع ہونے پر لیکن بلا تحقیق کے"
قولہ ولا تدری نفس بای ارض	اور بیچ قول کہ نہیں جانتا کوئی نفس کس زمین میں مریگا
تموت اشارۃ الی امور العالم السفلی	اس میں اشارہ ہے امور عالم سفلی کی طرف باوجودیکہ
مع ان عادۃ اکثر الناس ان یموت	اکثر لوگوں کی عادت یہ ہے کہ وہ مرتے ہیں اپنے
ببلدہ ولکن لیس ذلک حقیقۃ	گھر ہی میں اور لیکن نہیں ہے یہ بھی حقیقۃً بلکہ اگر
بل لو مات فی بلدہ لا یعلم فی ای	اپنے ہی شہر میں مرے تو نہیں جانتا کس قطعہ زمین میں
بقعۃ یدفن منھا ولو کان ھناک	دفن کیا جاوے گا اور اگرچہ ہوتا ہے اس جگہ قبرستان اس

مقبرة لاسلافه بل تبراعد له ورفی قوله ولا یعلمو ما فی غد الا الله اشارة الی انواع الزمان وما فیها من الحوادث وعبر بلفظ غد لتکون حقیقة اقرب الازمنة و اذا کان مع قربه لا یعلم حقیقة ما یقع فیه مع امکان الامارة و العلامة فما بعد عنه اولی وفی قوله ولا یعلم متی تقوم الساعة الا الله اشارة الی علوم الآخرة فان یوم القیامة اولها واذا نفی علم الاقرب انتفی ما بعده فجمعت الآیة انواع الغیوب وازالت جمیع الدعاوی الفاسدة اھ۔	کی قوم کا بلکہ وہ قبر بھی جس کو اس نے اپنے لیے تیار کیا ہو اور یہ قول کہ "اور نہیں جانتا کوئی کہ کیا کرے گا کل اس میں اشارہ ہے انواع و اقسام زمانوں کی طرف اور جو اس میں حوادثات ہیں اور تعبیر کی ہے لفظ کل سے تاکہ ثابت ہو جاوے واقع ہونا اس کا قریب زمانے کے اور جبکہ باوجود ہونے نشانات و علامات کے نہیں جانتا اس کی حقیقت کو پس جو بعید ہے اس سے بالاولیٰ نہ جانے گا۔ اور یہ قول کہ نہیں جانتا کوئی کب قائم ہو گی قیامت سوائے اللہ تعالیٰ کے اس میں اشارہ ہے علوم آخرت کی طرف کیونکہ قیامت کا دن پہلے ہو گا۔ اور جب نفی علم اقرب کی ہو گی اس کے بعد کی نفی بالاولیٰ ہو گی پس جمع ہو گئی آیت تمام انواع و اقسام غیوب کو اور زائل و نابود ہو گئے سب دعاوی فاسدہ"

علیٰ ہذا مشہور حدیث جبرائیل علیہ السلام جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کا سوال کیا گیا تھا صحیح بخاری پارہ اول صـ۲۳ و صحیح مسلم ج اول صـ۲۷ کی مشکوٰۃ صـ۱۱ میں منقول ہے۔

قال فاخبرنی عن الساعة قال ما المسئول عنها باعلم من السائل۔	یعنی کہا جبرئیل علیہ السلام نے پس خبر دو مجھے قیامت کی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں جس سے سوال کیا جاتا ہے قیامت کا زیادہ علم رکھنے والا سوال کرنے والے سے"

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رح اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد اول صـ۴۱ میں فرماتے ہیں:

یعنی من و تو ہر دو برابریم در ناد انستن آن، بلکہ ہر سائل و مسئول ہمیں حال دارد کہ آنرا جز خداوند تعالیٰ کسے نداند و حق تعالیٰ ہیچکس را از ملائکہ و رسل بر آن	"میں اور تو دونوں برابر ہیں قیامت کے نہ جاننے میں بلکہ ہر سوال کرنے والا اور جس سے سوال کیا جائے یہی حال رکھتا ہے کہ اس کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ہے اور حق تعالیٰ نے کسی شخص کو فرشتوں میں سے

ملا عبدالرحمٰن دمشقی رسالہ ناسخ و منسوخ میں لکھتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ ما ادری ما یفعل بی ولا بکم الآیۃ نسخ بقولہ تعالیٰ انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک غضب تو یہ ہے کہ اس بیباک گستاخ نے حضرات انبیاء و اولیاء کی شان میں وہ گستاخی کی جس سے ایمان کا تمام نظام ہی درہم برہم ہو جائے جب انبیاء کو بھی اپنے خاتمہ اور اپنی عاقبت کا حال معلوم نہ ہوا۔ اور معاذاللہ تم معاذاللہ وہ بھی تردد میں ہوں تو پھر کوئی ان کے دین کو کس امید پر قبول کرے گا۔ بڑا وہ فسادی جملہ ہے جو دنیا کو اسلام سے مانع ہو اور برگشتہ کرے کوئی سخت سے سخت معاند کافر مشرک بھی اس سے زیادہ کیا بدگوئی اور عداوت کرے گا یہ وہی جملہ اس بے دین نے کہا جو عرب کے مشرکین کہہ چکے تھے۔ تفسیر خازن جلد ۴ صـ ۱۳۶ میں ہے یعنی اس آیت کے نزول پر مشرک خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ لات و عزّیٰ کی قسم اللہ کے نزدیک ہمارا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حال ہے اور انہیں ہم پر کوئی مزیت و فضیلت حاصل نہیں اگر انہوں نے دین اپنے دل سے نہ گھڑا ہوتا تو ضرور ان کا بھیجنے والا انہیں خبردار کرتا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا۔ جو ان مشرکوں نے زہر اگلا تھا وہی صاحب تقویۃ الایمان نے پیا تقلید تو کرتا ہے مشرکین کی، دین اختیار کرتا ہے ان کا اور بنتا ہے موحّد۔ جو آیتیں ان مشرکین کا رد کرتی ہیں وہی اس بے دین کو سناؤ۔ آیت اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں فتح مبین اور آخرت میں غفران کا مژدہ دیا اور بتا دیا کہ ان کے ساتھ ان کا رب کیا کرے گا۔ دوسری آیت وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۔ ۔ ۔ اندھوں سے کہو آنکھوں کا علاج کرو قرآن پاک بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا کرے گا۔ اتنا دے گا کہ انہیں راضی کر دے گا حضور فرماتے ہیں اذا لا ارضی وواحد من امتی فی النار[1] تفسیر کبیر جلد ۸ صـ ۵۶۷۔ جبتک میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہے گا میں راضی نہ ہوں گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور اپنا حال بھی جانتے ہیں اور اپنی امت کا بھی حضور کا تو مرتبہ بڑا ہے قرآن پاک پر ہر ایمان لانے والا جانتا ہے کہ حضور کے لیے یہ درجات عالیہ ہیں عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا اس بے دین کو یہ آیات نظر نہ آئیں مشرکین کے اس ناپاک قول کو لے اڑا جو انہوں نے لوگوں کو اسلام سے روکنے اور منحرف کرنے کے لیے گھڑا تھا مشرکین کی قے (کو) حیف کرکے چاٹ لیا (حیثی اور صریح قرآن کی مخالفت اس بے دین نے اختیار کی مگر یہ سب

---

[1] حدیث کی کسی مستند کتاب کا حوالہ؟ (ع، ح)

عداوتِ انبیاء و اولیاء مقبولانِ بارگاہ و محبوبانِ درگاہِ حضرت حق تعالیٰ کے ساتھ ہی ہے۔

اقول و اللہ عزیزٌ ذوانتقام۔ یہ حدیث بھی صحیح بخاری کی ہے۔ جو مشکوٰۃ صفحہ ۴۵۶ میں مختصراً منقول ہے جس کو مولوی نعیم الدین نے اپنے خبط و عناد سے شروع سے ترجمہ حدیث کرا ور خصوصاً تقویۃ الایمان کے پورے فائدہ کو بھی قریباً نقل کرنے سے چھوڑ دیا جو حسب ذیل ہے:

"مشکوٰۃ کے باب البکاء والخوف میں لکھا ہے کہ بخاری نے ذکر کیا کہ نقل کیا ام العلاء نے کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ قسم ہے اللہ کی کہ نہیں جانتا ہیں۔ حالانکہ میں رسول اللہ کا ہوں کہ کیا معاملہ ہوگا۔ مجھ سے اور کیا تم سے ف یعنی جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا اور اگر کچھ بات اللہ نے کسی اپنے مقبول بندے کو وحی سے یا الہام سے بتائی کہ فلاں کام کا انجام بخیر ہے یا بُرا سو وہ بات مجمل ہے اور اس سے زیادہ معلوم کر لینا اور اس کی تفصیل دریافت کرنی ان کے اختیار سے باہر ہے"۔

اب پوری حدیث جو صحیح بخاری پارہ ۵ صفحہ ۶۴۶ میں مرقوم ہے ناظرین ملاحظہ فرمائیں:

حدثنا یحیی بن بکیر قال حدثنا	"ام علاء رضی اللہ عنہا جو انصاری بیویوں میں
اللیث عن عقیل عن ابن شہاب	سے ہے لکھتی ہیں کہ میں نے بیعت کی نبی صلی اللہ علیہ
قال اخبرنی خارجۃ بن زید بن	وآلہ وسلم سے، بیان کرتی ہیں کہ مہاجرین کی تقسیم کے لیے
ثابت ان ام العلاء امرأۃ من الانصار	انصار میں قرعہ ڈالا گیا تو میرے حصہ میں عثمان بن
بایعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم	مظعون رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں ہم نے اپنے
اخبرتہ انہ اقتسم المہاجرون	گھروں میں اُتارا پھر وہ ایسے مرض درد کی تکلیف
قرعۃ فطار لنا عثمان بن مظعون	میں مبتلا ہوئے کہ اس میں وفات پائی پس جب
فانزلناہ فی ابیاتنا فوجع وجعہ	وفات ہو گئی اور غسل و کفن ان کے کپڑوں میں
الذی توفی فیہ فلما توفی وغسل	دیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف
وکفن فی اثوابہ دخل رسول اللہ	لائے پس میں نے کہا اللہ کی رحمت ہو تم پر
صلی اللہ علیہ وسلم فقلت رحمۃ	اے ابو سائب میری گواہی ہے تم پر تحقیق
اللہ علیک ابا السائب فشہادتی	اللہ نے اکرام کیا تم پر پس فرمایا
علیک لقد اکرمک اللہ فقال النبی	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور تو کیا جانے کہ اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم وما یدریک	نے اکرام کیا اس پر تو کہا میں نے میرے باپ آپ
ان اللہ اکرمہ فقلت بابی انت	پر قربان ہوں یارسول اللہ تو پھر کس پر اللہ اکرام
یارسول اللہ فمن یکرم اللہ	فرمائے گا۔ تو فرمایا آپ نے بے شک آگیا اس کو
فقال اما ھو فقد جاءہ	اللہ کی طرف سے یقین یعنی موت آگئی اور قسم اللہ
الیقین واللہ انی لارجوا	کی میں امید رکھتا ہوں اس کے لیے خیر کی اور قسم
لہ الخیر واللہ ما ادری	اللہ کی میں نہیں جانتا اور میں اللہ کا رسول ہوں۔
وانا رسول اللہ ما یفعل بی	کیا معاملہ کیا جاوے گا میرے ساتھ کہا میں نے
قالت فواللہ لا ازکی احدًا	پس قسم اللہ کی میں کسی کی پاکی بعد اس کے کبھی
بعدہ ابدًا	بیان نہ کروں گی۔"

نیز پارہ ۱۵ صفحہ ۴۹۶ میں اس حدیث کے ساتھ اتنے کلمات اور روایت ہیں:

قالت فاحزننی ذلک فنمت	"کہا ام علا رتے مجھے اس سے بہت صدمہ ہوا
ناریت لعثمان بن مظعون عینا	پھر میں سوگئی تو دیکھا میں نے عثمان بن مظعون کے
تجری فجئت رسول اللہ صلی	لیے ایک نہر جاری ہے پس گئی میں رسول اللہ
اللہ علیہ وسلم فاخبرتہ فقال	صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پس خبر دی
ذلک عملہ اھ	آپ کو اس کی تو فرمایا آپ نے یہ اس کا
	عمل ہے۔"

تنبیہ | چونکہ مولوی نعیم الدین نے آئندہ صفحہ ۲۵۲-۲۵۴ میں بھی روایت ما یفعل بی پر یہی اعتراضات داہیہ کئے ہیں جس کا مفصل جواب ان شاء اللہ العزیز وہاں ہوگا۔ مگر طرق روایات کو یہاں بھی جمع کیا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ روایت پارہ ۵ صفحہ ۴۹۶ میں بجائے اس لفظ ما یفعل بی کے لفظ بہٖ واقع ہے مگر حضرت لیث بن سعد تابعی رح کی روایت میں محفوظ یہی لفظ ہیں۔ چنانچہ فتح الباری پارہ ۵ صفحہ ۶۲۶ میں اسی روایت کے تحت میں مرقوم ہے وفی روایۃ الکشمیھنی بہ وھو غلط منہ فان المحفوظ فی روایۃ اللیث ھذا ولذلک عقبہ المصنف بروایۃ نافع بن یزید عن عقیل التی لفظھا ما یفعل بہ وعلق منھا ھذا القدر فقط نیز اسی کے قریب فتح الباری میں اسی کی تائید میں روایت ہے:

وروینا ھا فی مسند عبد بن حمید	روایت کیا ہم نے مسند عبد بن حمید میں کہا خبر دی

قال اخبرنا عبدالرزاق ولفظہ واللہ	ہمیں عبدالرزاق نے اور لفظ اس کے یہ ہیں پس قسم
ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل	اللہ کی میں نہیں جانتا اور میں اللہ کا رسول ہوں کیا
بی ولا بکم وانما قال رسول اللہ صلی	معاملہ ہوگا مجھ سے اور کیا تم سے اور یہ فرمانا رسول اللہ
اللہ علیہ وسلم ذلک موافقۃ لقولہ	صلی اللہ علیہ وسلم کا موافق فرمانے اللہ تعالیٰ کے ہے
تعالیٰ فی سورۃ الاحقاف قل ماکنت	سورہ احقاف میں کہہ دو میں کچھ نیا رسول نہیں آیا
بدعا من الرسل وما ادری ما یفعل	اور میں نہیں جانتا کیا معاملہ کیا جاوے گا مجھ سے
بی ولا بکم وکان ذلک قبل نزول	اور کیا معاملہ کیا جاوے گا تم سے اور تھا یہ قبل نازل
قولہ تعالیٰ لیغفر لک اللہ ما تقدم	ہونے قول اللہ تعالیٰ کے ہم نے فتح دی تجھے فتح ظاہر
من ذنبک وما تاخر لان الاحقاف	تاکہ معاف کرے اللہ تم سے جو پہلے ہوئے گناہ اور
مکیۃ وسورۃ الفتح مدنیۃ بلا	جو پیچھے۔ کیونکہ احقاف مکیہ ہے اور سورہ فتح
خلاف فیھما وثبت ان النبی	مدینہ بلا خلاف دونوں کے اور بیشک ثابت ہے
صلی اللہ علیہ وسلم قال انا اول	کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اوّل
من یدخل الجنۃ وغیر ذلک من الاخبار	ہوں گا ان میں جو داخل ہوں گے جنت
الصریحۃ فی معناہ فیحتمل ان یحمل	میں وغیرہ اجازتِ صریحہ کے جو اس
الاثبات فی ذلک علی العلم المجمل	معنی میں ہیں پس محتمل ہے کہ حمل کیا جاوے
والنفی علی الاحاطۃ من حیث	ثابت ہونے کو علم اجمالی پر اور نفی کو
التفصیل۔ اھ۔	اوپر احاطہ تفصیلی کے۔"

علیٰ ہٰذا یہی روایت دوسری سند سے صحیح بخاری پارہ ۲۸ صفحہ ۹۱ میں مرقوم ہے۔ واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما ذا یفعل بی الخ . . . اور صفحہ ۵۰۱ میں بسندِ دیگر صحیح بخاری میں مرقوم ہے۔ واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم الخ اور اسی روایت کو مشکوٰۃ میں نقل فرمایا گیا۔ واللہ لا ادری واللہ لا ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم الخ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۰) چنانچہ مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۴ صفحہ ۲۵۵ میں اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

ظاہر ایں حدیث آنست کہ عاقبت مبہم	"ظاہر اس حدیث سے یہ ہے کہ انجام مبہم ہے
ست و ہیچ کس نمیداند کہ آخر چہ خواہد شد	اور کوئی شخص نہیں جانتا ہے کہ آخر کیا ہوگا اور کیا
و چہ کار خواہد کرد ایں درباب انبیاء و رسل	کام کرے گا اور یہ دوبارہ انبیاء اور رسولوں خصوصاً

خصوصاً درحق سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم منفی ست بدلائل قطعیہ کہ دلالت دارند برجزم ویقین بحسن عاقبت ایشاں یا مراد عدم دریافت احوال عاقبتست چہ در دُنیا وچہ در آخرت بتفصیل چہ علم باحوال غیب بتفصیل جز پروردگار تعالیٰ را نیا شد اگرچہ مجملاً معلوم است کہ عاقبت انبیاءُ علیہم السلام بخیریت است"

سیّد المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم کے حق میں نفی کیا گیا ہے بدلائل قطعیہ کے کہ دلالت رکھتی ہیں اوپر جزم اور یقین ان کے حسن عاقبت پر۔ یا مراد عدم دریافت احوال عاقبت کا ہے۔ کیا دُنیا اور کیا دین میں بتفصیل کیونکہ علم احوال غیب کا بتفصیل سوائے پروردگار تعالیٰ شانہ کے کسی کو نہیں ہوتا ہے۔ اگرچہ مجملاً معلوم ہے کہ عاقبت انبیاء علیہم السلام بخیر ہے۔"

ایسے ہی تفسیر جلالین صفحہ ۴۲۵ میں ہے:

وما ادری ما یفعل بی ولا بکم فی الدنیا اخرج من بلدی ام اقتل کما فعل بالانبیاء قبلی او ترمون بالحجارۃ ام یخسف بکم کالمکذبین قبلکم۔

نہیں جانتا میں کیا ہوگا مجھ سے اور کیا تم سے یعنی دنیا میں نکالا جاؤں گا اپنے شہر سے یا قتل کیا جاؤں گا جس طرح پہلے انبیاؤں کے ساتھ کیا گیا یا پتھر مارے جاویں یا دھنسایا جاوے تم کو جس طرح مکذبین تم سے پہلے دھنسائے گئے!

اور تفسیر جامع البیان میں ہے۔

لا ادری الی ما یصیر امری وامرکم فی الدنیا وعن بعضھم معناہ لا ادری حالی وحالکم فی الاٰخرۃ ثم نزل بعدہ لیغفرلک اللّٰہ ما تقدم الاٰیۃ قال بعضھم معناہ لا ادری بما اؤمر وبما انھی بعد ذالک او لا ادری حالی وحالکم فی الدارین علی تفصیل اذ لا ادعی علم الغیب۔

"نہیں جانتا میں کس طرف پھیری جاوے میری بات اور تمہاری بات دُنیا میں اور بعضوں کے نزدیک معنی یہ ہیں نہیں جانتا میں اپنا حال اور تمہارا حال آخرت میں پھر نازل ہوا اس کے بعد لیغفر اللّٰہ ما تقدم۔ اور کہا بعضوں نے اس کے یہ معنی ہیں کہ نہیں جانتا میں کیا امر کیا جاوے گا اور کس چیز سے منع کیا جاوے گا بعد اس کے یا نہیں جانتا میں اپنا حال اور تمہارا حال دونوں عالم میں تفصیلاً اس سبب سے نہیں دعویٰ کرتا علم غیب کا"

چنانچہ خود مولوی نعیم الدین نے بھی لا اَدْرِی کے ان معنوں کو الکلمۃ العلیا صفحہ ۱۲۴ میں تسلیم کیا ہے۔ اور خود الکلمۃ العلیاء صفحہ ۳۵ میں بداہت عقل سے معلوم نہ ہونے کے معنیٰ علم غیب کے تسلیم کئے ہیں۔

پس جو عقل با بتلانے سے معلوم ہوا اس پر علم غیب کے جاننے کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ نیز کلمۃ العلیاء صہ۴۵ میں تلویح سے نقل کیا علی ادراك جزئیات الاحکام واطلاق العلم علیہا شائع ذائع فی العرف نیز الکلمۃ العلیا رصہ۹۸ میں نقل کیا کہ "آیت میں نفی تفصیل کی ہے اور اجمال ثابت ہے اپنی فراست اور دانائی سے نہیں جانتے" ایضاً الکلمۃ العلیا صہ۹۱ میں آیت لا تدری کے معنی کیے گئے ہیں کہ آپ کو معلوم نہیں" ان تصریحات کی روسے رد المحتار سے معنی درایت کی حقیقت ا پیتے ہی اقوال سے مثل تار عنکبوت واضح ہوگئی۔ نیز دونوں آیتوں کے ناسخ و منسوخ ہونے کا دعویٰ بھی بوجہ تطبیق کے مثل باد درہوا ہو گیا۔ پھر ناسخ و منسوخ احکام میں ہوتا ہے نہ کہ اخبار میں چنانچہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی انبا ء المصطفےٰ صہ۳ میں لکھتے ہیں "اور اخبار کا نسخ ناممکن ہے"۔

پس ان دلائل بینات باہرہ سے جو ثابت ہوا یہی بعینہٖ حضرت مولانا شہید مرحوم نے تقویۃ الایمان میں فرمایا۔ کہ اگر کچھ بات اللہ نے کسی اپنے مقبول بندے کو وحی سے یا الہام سے بتائی کہ فلانے کام کا انجام بخیر ہے یا برا، سو وہ بات مجمل ہے اور اس سے زیادہ معلوم کرلینا اور اس کی تفصیل دریافت کرنی ان کے اختیار سے باہر ہے۔ انتہیٰ جس کو مولوی نعیم الدین نے اپنی فریب کاری جعل سازی عناد توحید و سنت سے چھپالیا۔ مگر کھل گیا پھر مکر و فریب کھل گیا!

اب جو کچھ مولوی نعیم الدین نے اپنی بے باکیوں بدکلامیوں سے مشرکین عرب کے اقوال نقل کر کے مولانا شہید مرحوم پر بذریعن الزام قائم کیے ہیں۔ وہ سب حضرات ائمہ محدثین و مفسرین پر جنہوں نے نفی تفصیلی و اثبات اجمالی کے معنی بتائید مولانا شہید مرحوم کے فرمائے ہیں عائد ہو کر خود مولوی نعیم الدین پر بدکلامیوں کے باعث الٹے لوٹ پڑے۔ کیونکہ مشرکین عرب بوجہ عناد و شان نبوت کے کلیتہً نفی حسن عاقبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتے تھے جس طرح مولوی نعیم الدین بھی اس امر میں عکس النقیضیہ کلیتہً اثبات میں کچھ ان سے کم نہیں کیونکہ مخالفت توحید جناب باری تعالیٰ عزاسمہ، میں دعویٰ الوہیت علم غیب کا کلیتہً ہر ذرات عالم پر انبیاء و اولیاء کے بنے کر کے اپنے آپ کو انہیں میں شمار کر لیا مسلمانو! للہ انصاف! تقلیداً مشرکین کی تفے جستی اور عداوت مقبولان بارگاہ کس کے حصہ میں آئی ہے۔ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر فتح العزیز جلد آخر صہ۲۲ میں فرماتے ہیں:

لست علیہم بمصیطر نیستی تو بر ایشاں	"نہیں ہے تو اوپر ان کے تا نیق ادر دار وغہ کہ ہرگز
تا نیق و دار وغہ کہ ہرگز ایشاں را از جادۂ	ان کو ہدایت حق سے بے راہ نہ ہونے دے اوران کے
حق بے راہ شدن مذہبی و در دلہائے ایشاں	دلوں کو زبردستی حق بات کا عادی کرے آسے کہو نہ یہ

بجبر کردہ سخن حق را نشانی دیراکہ ایں کار مقلب القلوب و مالک دلہا است نہ مقدور بشر نیست

کام مقلب القلوب دلوں کے مالک کا کام ہے۔ کسی بشر کا مقدور نہیں ہے۔"

ایضاً ص۳۴۲ میں فرماتے ہیں۔

وَمَا اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۔ وچہ میدانی تو کہ چیست بزرگی شب قدر یعنی ہر چند عارف وسیع المعرفت جلیل المرتبت باشد اما حقیقت آں تجلی الٰہی را کہ عالم گوناگوں ہمراہ دارد و تاثیرات رنگا رنگ مختلف بحسب استعدادات قوابل ظاہر مے کند کما ینبغی نمی تواند دانست زیراکہ شرط ایں دانستن احاطہ است بر جمیع آں عوالم را و ایں معنی تفصیلاً از مقدور بشر خارج است اھ

"تو کیا جانے کہ کیا ہے بزرگی شب قدر کی یعنی ہر چند عارف وسیع المعرفت جلیل المراتب ہو لیکن حقیقت اس تجلی الٰہی کی کہ عالم گوناگوں رکھتا ہے۔ اور تاثیرات مختلف رنگا رنگ حسب استعدادات لوگوں کی قابلیت کے ظاہر کرتا ہے جس طرح چاہیئے نہیں جان سکتا ہے کیوں کہ اس کے جاننے میں احاطہ شرط ہے جمیع عالموں اور جمیع اُن استعدادوں میں اور یہ معنی تفصیلاً مقدور بشر سے خارج ہے"

ایضاً ص۳۸۵ میں فرماتے ہیں:۔

وَمَا اَدْرٰكَ مَا الْقَارِعَةُ وچہ میدانی تو کہ چیست حقیقت آں حادثہ کوبندہ و چوں دانستن ہر چیز بدانستن اسباب او است و اسباب قیام قیامت کہ عمدہ آنہا تجلی قہر الٰہی است بر تمام عالم کما ینبغی معلوم ہیچ بشر نیست اھ

"کیا جانے تو کہ کیا ہے حقیقت اس حادثے کوٹنے کی اور جو جاننا ہر چیز کا اس کے اسباب سے ہوتا ہے اور اسباب قیام قیامت میں سب سے زیادہ بڑھا ہوا تجلی قہر الٰہی کی ہے تمام عالم پر جیسا چاہیے معلوم کسی بشر کو نہیں ہے"

ایضاً ص۳۶۰ میں فرماتے ہیں:

وَمَا اَدْرٰكَ مَا هِيَهْ ۔ وچہ میدانے تو کہ چیست آں ہاویہ یعنی عذابے کہ دراں طبقہ است، ہیچ معلوم بشر نمے تواند شد"

"اور کیا جانے تو کہ کیا ہے وہ ہاویہ یعنی وہ عذاب کہ اس طبقہ میں ہے کچھ بھی معلوم کسی بشر کو نہیں ہو سکتا ہے"

ایضاً ص۳۶۸ میں فرماتے ہیں:

وَمَا اَدْرٰكَ مَا الْحُطَمَةُ ۔ یعنی وچہ

"اور کیا جانے تو با وصف اس امر کے کہ

میدانے تر با وصف آنکہ در علم بمنتہا رسیدہ کہ چیست آں شکستہ یعنی آں آتش بالا تر از شناخت عقلاً و حکماً است زیرا کہ حرارت نزد ایشاں از سہ قسم بیرون نیست یا عنصری است مثل گرمی آتش یا کوکبی است مثل گرمی آفتاب یا مزاجی است مثل گرمی تپ و گرمی حرکت واین آتش بطفیل اسباب نیست تا در قیاس کسی در آید۔	علم میں غایت درجہ پہنچا ہوا ہے کہ کیا ہے وہ توڑ دینے والی یعنی وہ آگ بالاتر ہے پہچاننے سے عقلاً اور حکماً کیونکہ حرارت حکما کے نزدیک تین قسم سے باہر نہیں ہے یا عنصری ہے مثل آگ کی گرمی کے یا کوکبی ہے مثل آفتاب کی گرمی کے یا مزاجی ہے مثل تپ اور حرکت کی گرمی کے اور یہ آگ بطفیل کسی اسباب کے ذریعہ سے نہیں ہے تا کہ کسی کے قیاس میں آسکے۔

پس ناظرین پر کس درجہ روشن بیانی سے واضح ہوا کہ امور آخرت کی حقیقت با وجود اجمالی حالات معلوم کرانے کے اس کی کنہ کا ادراک عطا نہیں فرمایا گیا کیونکہ یہ طاقتِ بشری سے خارج ہے۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے والد مولوی محمد نقی علی خاں صاحب جواہر البیان حسنی پریس بریلی کے صنکہ میں لکھتے ہیں" پیغمبر و صدیق اس کی بے نیازی سے خائف و ترساں برق غضب اس کی ہزار برس کی طاقت و ریاضت جلا کر خاک بناتی ہے" اور خود مولوی احمد رضا خاں صاحب کے ملفوظ حصہ سوم انڈیا پریس لکھنو صت ۲ میں مرقوم ہے:

"حدیث میں ارشاد ہوا کوئی شخص بغیر اللہ کی رحمت کے اپنے اعمال سے جنت میں نہیں جا سکتا صحابہ نے عرض کی ولا انت یا رسول اللہ۔ آپ بھی یا رسول اللہ ارشاد فرمایا۔ انا الا ان یتغمد فی رحمۃ اور میں بھی نہیں جب تک کہ میرا رب رحمت نہ فرمائے گناہ نہ سہی استحقاق کس بات کا"

پس جب پیغمبر و صدیق حق تعالیٰ کی بے نیازی و غضب سے خائف و ترساں ہیں با وجود بے گناہ ہونے کے بھی استحقاقِ جنت نہیں رکھتے۔ تو بزعم خود مولوی نعیم الدین کے یہ سب سے بڑا مدگری کا فسادی جملہ مشرکین کے لیے خوش کن ہوا۔ مولوی نعیم الدین کہاں تک توحید کی ضد و حمایتِ شرکیات میں اپنے برادرانِ مذہبی مشرکین کے لیے ہتھیلی لگا دیں گے۔

علیٰ ہذا آیت وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى کے متعلق بھی خود ہی مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی تجلی الیقین مطبوعہ قادری پریس کے صلا میں لکھتے ہیں۔

"بیشک آخرت تیرے لیے دنیا سے بہتر ہے وہاں جو نعمتیں تجھے ملیں گی نہ آنکھوں نے دیکھیں نہ کانوں نے سنیں نہ کسی بشر یا ملک کے خطرہ میں آئیں" ایضاً صلا ۲ "پھر آخرت میں جو تمہیں ملنا ہے ان کا حال تو اللہ ہی جانتے"

اس میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حسن عاقبت و مراتبِ عالیہ کا اثبات و تیقن ہونے کے باوجود اس کی تفصیل وحقیقت کی نفی کرنا اس کے علم وکیفیت کا بحوالہ حق تعالیٰ ہونا مانند آفتاب کے واضح ہو گیا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام حسبِ وعدہ رضائے حق تعالیٰ کے ہر امتی مسلمان موحد کی جو شرک سے بچا ہوا ہوگا۔ بلیشک شفاعت کریں گے اور شفاعت مقبول و منظور ہوگی۔ مگر جو شرکیات میں مبتلا ہوا گرچہ دعویٰ مسلمانی کا رکھتا ہو جس طرح گور پرست خصوصاً گور پرست گر مولوی نعیم الدین جیسے جو علم غیب کے دعویٰ سے ندا غیر اللہ کرکے بذریعہ نذر و نیاز اپنی حاجات و مرادات طلب کرتے ہیں اور دوسروں کو اپنی شکم پروری کے لیے شرکیات میں مبتلا کرتے ہیں ہر گز ان کی شفاعت نہ ہوگی کیونکہ نبیط دل کے اندھوں کو ظاہری آنکھ کے علاج سے کیا فائدہ جب تک خالص توحید و سنت پر مخلصانہ عمل نہ ہو ظاہری کلمہ نفع نہ دے گا چنانچہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی الکوکبۃ الشہابیہ مطبع کلیمی مجھوا بازار اسٹریٹ کلکتہ صلا میں لکھتے ہیں :

"اگر عادت کے طور پر کلمہ پڑھا تو نفع نہ دے گا جب تک اپنی اس کفری بات سے توبہ نہ کرے"

پھر مولوی نعیم الدین کا اپنی جہالت وسفاہت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمامی امور دنیا و آخرت کے ذرہ ذرہ معلوم ہونے کے دعویٰ میں آیت مبارکہ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً بلا ترجمہ کے پیش کرنا کمال درجہ فریب کاری و دلیلِ عجز ہے۔ کیونکہ آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ

"شاید کھڑا کرے تجھ کو تیرا رب تعریف کے مقام میں"

اس میں بھی مقامِ محمود کو مع اس کی کیفیت وحقیقت کے حق تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنے علم و مشیت ہی میں رکھا ہے چنانچہ شروع بحث علم غیب کے جواب احادیثِ اجازتِ شفاعت میں صحیح بخاری سے مفصل گزر چکا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فیدعنی ماشاء اللہ فاحمد ربی	"جب تک چاہے گا اللہ مجھے پڑا رہنے دے گا
بتحمید یعلمنی فیلھمنی محامد	(سجدہ میں) پس میں اپنے رب کی ایسی مدح کروں گا جو
لا اقدر علیھا الان ویلھمنی محامد	اسی وقت مجھے تعلیم کی جائے گی پس الہام کی جائیں گی۔
احمدہ بھا لا تحضرنی	مجھے ایسی تعریفیں جن پر اس وقت میں بیان سے قاصر
الان۔ اھ	ہوں اور الہام کی جاویں گی مجھے ایسی تعریفیں جو
	اب حاضر نہیں۔

علیٰ ہٰذا حدیث صحیح مسلم جو مشکوٰۃ صلا ۶۴ میں مرقوم ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ثم سلوا اللہ لی الوسیلۃ فانھا	(بعد جواب دینے اذان کے) پھر میرے لیے وسیلہ کی

منزلة فی الجنة لا ینبغی الا لعبد من عباد اللہ وارجوان اکون انا ھو فمن سأل لی الوسیلة حلت لہ شفاعتی اھ۔

اللہ سے دعا مانگو کیونکہ وہ ایک درجہ ہے جنت میں نہیں لائق ہے (یعنی نہیں پہنچے گا اس میں) مگر ایک بندہ اللہ کے بندوں میں سے اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ وہ میں ہوں گا پس جس نے مانگا میرے سبب وسیلہ حلال ہوئی اس کے لیے شفاعت میری"

پس حسب آیات قرآن پاک اور احادیث صحیحہ کے صراحتاً واضح ہو گیا کہ امور آخرت میں باوجود علم قطعی یقینی در بارہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً جناب خاتم المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور جن حضرات صحابہ و اہل سنت رضی اللہ عنہم کے لیے بشارات جنت وارد ہیں بحسب وعدہ حق تعالیٰ کے مغفور و حسن عاقبت درجات عالیہ بغادرجنت میں فائز المرام ہیں لیکن تفصیلی حالات ذرہ ذرہ واقعات کا علم بجز حق تعالیٰ علام الغیوب کے کسی کو علم قطعی نہیں ہے جس طرح زعم باطل شرکیہ مولوی نعیم الدین کا ہے کہ یہی عین عداوت محبوبان بارگاہ سے پردہ نفاق و شقاق میں ہے نہ کہ ہرگز محبت۔ کیونکہ خود مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی بھی السنیۃ الانیقہ فی فتاوی افریقہ رضوی پریس بریلی صفحہ ۴۲ میں لکھتے ہیں:

"بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم مدارِ ایمان ہے جو ان کی تعظیم نہ کرے کافر ہے۔ بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت عین ایمان ہے جسے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام جہان سے زیادہ پیارے نہ ہوں مسلمان نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ان کی تصدیق میں ہے معاذ اللہ تکذیب سے بڑھ کر اور کیا توہین ہوگی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اتباع حق میں ہے معاذ اللہ ان پر افترا کرنا کہ یا دشمنی ہے"۔

نیز مشکوٰۃ صفحہ ۴۵ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب ضرورت پیشاب سے فارغ ہوتے تو تیمم فرما لیتے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ پانی تو آپ سے قریب ہے تو آپ نے فرمایا۔

مایدریني لعلي لا ابلغه۔ "میں کیا جانوں شاید میں وہاں تک نہ پہنچ سکوں"

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی "اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۳۱ میں اس حدیث کی شرح فرماتے ہیں۔

چہ دریا بانم یعنی چہ دانم شاید کہ نرسم من آب را یعنی عمر وفا نہ کند و فرصت نیابم کہ وضو کنم بارے بالفعل یکنوع طہارتے نمود

"کس چیز نے معلوم کرایا مجھے یعنی کیا جانوں میں شاید کہ نہ پہنچوں میں پانی کی جگہ تک یعنی عمر وفا نہ کرے اور فرصت نہ پاؤں میں کہ وضو کروں میں بالفعل ایک طرح

حاصل کردہ باشم عادت شریف چناں بودے کہ بعد از نقض وضو زود تیمم کردے پیش از آنکہ وضو سازد و از برائے عبادت بہ تحصیل نوعے از طہارت اھ

کی طہارت اپنے لیے کر لیتا ہوں آپ کی عادت شریف اسی طرح تھی کہ وضو جاتے رہتے سے جلدی سے تیمم فرما لیتے پہلے اس سے کہ وضو فرماویں یہ جلدی ایک نوع طہارت حاصل ہونے کی وجہ سے فرماتے تھے۔"

ہمارے ماں باپ جان ومال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں۔ کہاں ہیں متبعین سنت اور محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دم بھرنے والے اسوۂ حسنہ کر بیان کرنے والے اپنی موت کو ہر دم پیش نظر رکھ کے طہارت سے رہنے والے۔ ایسے ہی صحیح بخاری پارہ ۲۸ صـــ۱۰۶۴ میں حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا بشر وانکم تختصمون ولعل بعضکم ان یکون الحن بحجتہ من بعض فاقضی لہ علی نحو ما اسمع فمن قضیت لہ من اخیہ شیئا فلا یاخذ فانما اقطع لہ قطعۃ من النار۔

"فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے اس کے نہیں کہ میں بشر ہوں اور تم اپنے جھگڑے میرے پاس لاتے ہو اور شاید تم میں کا خوش بیان لسان ہو دلیل میں بعض پر پس میں اس کے موافق جو سنوں اسی پر فیصلہ کر دوں پس جس کے لیے اس کے بھائی کی چیز میں سے میں دلا دوں تو وہ اس چیز کو نہ لے کیونکہ میں نے اس کو آگ کا ٹکڑا دیا ہے"

اس حدیث کی شرح میں امام حجۃ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں مولوی صاحب بریلوی تجلی الیقین صــ۸ میں "امام الحفاظ۔" اور صــ۱۲ میں جبل الحفظ اور صــ۲۳ میں امام علامۃ سید الحفاظ شیخ الاسلام اور صــ۲۴ میں۔ امام خاتم الحفاظ اور حیات الموات صــ۲۰۷ میں امام خاتم الحفاظ حافظ الشان اور صــ۵۲ میں امام علامہ سید الحفاظ ابو الفضل لکھتے ہیں۔ اور خود مولوی نعیم الدین نے الکلمۃ العلیا صــ۱۱ میں شیخ المشائخ قاضی القضاۃ اوحد الحفاظ والرواۃ۔ اور اپنے رسالہ فرائد النور صــ۵۲ میں شیخ الاسلام قاضی القضاۃ حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد لکھا ہے۔ پس آپ (فتح الباری صـــ۱۰۶۴ پارہ ۲۸ میں فرماتے ہیں قولہ انما انا بشر ای کواحد من البشر فی عدم علم الغیب ـــ یعنی "علم غیب نہ جاننے میں بھی اور بشروں کے مانند ہوں" ایضاً فتح الباری پارہ ۲۹ صــ۲۰۹ میں بھی بشرح حدیث مذکور فرماتے ہیں:۔

قولہ انا بشر اتی بہ ردًا علی من

"آپ نے اپنی نسبت بشر اس لیے فرمایا کہ رد ہو

زعم ان من کان رسولاً فانه یعلم کل غیب حتی لا یخفی علیه المظلوم اھ۔

جاوے ان پر جو گمان کرتے ہیں اس بات کا کہ جو رسول ہوتا ہے وہ ہر غیب کی چیز کو جانتا ہے یہاں تک کہ کوئی مظلوم ان پر پوشیدہ نہیں رہتا۔"

اہلِ انصاف ملاحظہ فرمائیں کہ مولوی نعیم الدین نے کس درجہ ہٹ دھرمی و زبان درازی پر اپنے دعاویٔ باطلہ میں کمر باندھی ہے کہ الکلمۃ العلیا ص ۱۳۲ میں اسی حدیث صحیح بخاری کے متعلق لکھا کہ

"اس میں ایک حرف بھی ایسا نہیں کہ حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم جمیع اشیاء کے انکار میں ذرا بھی مدد دے۔"

معاذ اللہ منہ جس سے پورے طور پر واضح ہے کہ آیات و احادیث ارشادات ائمہ سلف محدثین و مفسرین مجتہدین و مشائخ پر محض منافقانہ ایمان لانا اور تعریف و توصیف کرنا فریبانہ ہے ورنہ ایسی تصریحات کے بعد پھر کیا آنا کانی! نیز دیکھو صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۴ میں روایت ہے کہ :۔

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے مدینہ طیبہ میں اور وہ لوگ قلم لگاتے تھے کھجوروں کے درختوں میں تو آپ نے فرمایا کیا کرتے ہو تم تو انہوں نے کہا ہم اپنے معمول سے ایسا ہی کرتے ہیں فرمایا آپ نے اگر تم شاید ایسا نہ کرو تو بہتر ہو پس لوگوں نے قلم لگانا چھوڑ دیا پھر نقصان ہوا اس میں پھر ذکر کیا گیا اس کا آپ کی خدمت میں پس فرمایا آپ نے سوائے اس کے نہیں کہ میں بشر ہوں جس وقت حکم کروں میں تم کو کسی شئے کا دین کے کاموں میں تو اس کو اختیار کرو اور جب حکم کروں میں کسی شئے کا اپنی رائے سے پس سوائے اس کے نہیں کہ میں بشر ہوں" (مشکوٰۃ ص ۲۷)

اس حدیث کی دوسری سند میں ہے :۔

قال انتم اعلم بامور دنیاکم (صحیح مسلم ص ۲۶۴)

"فرمایا آپ نے تم زیادہ جانتے ہو اپنے دنیا کے کاموں کو"

لانا شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج اول ص ۱۲۰ میں فرماتے ہیں :

حاصل آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باجتہاد خود ازاں منع کردہ بود بے آنکہ وحی کردہ شود بسوئے وے دریں باب چیزے و در حدیث دلالت ست بر آنکہ آنحضرت را صلی اللہ علیہ وسلم التفاتے نبود بامثال این

"حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے اس کو منع فرما دیا ہے بلا اس کے کہ آپ کی طرف اس امر میں کسی چیز کی اطلاع بذریعہ وحی کی جاوے اور اس حدیث میں دلالت ہے اس بات کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

امور دنیا وبہ و متعلق نبود غرض وے بدان از جہت عدم تعلق سعادت دنیا وآخرت بداں واہتمام نبود مگر بہ بیان امور متعلق بدین وانیست معنی آنچہ در بعض روایات ہمدرین قضیہ آمدہ کہ فرمود شما دانا تر اید بکار ہائے دنیائے خود یعنی مرا کارے والتفاتے بداں نیست اہ ملخصاً

وسلم کو دنیا کے ان امور کی طرف کوئی التفات نہ تھا۔ اور آپ کی اس سے کوئی متعلق نہ تھی اور نہ اس کا کوئی اہتمام تھا مگر متعلق امور دین کے بیان کا اور یہی ہیں معنی جو بعض روایات میں اسی قصے کے متعلق آیا ہے کہ فرمایا تم زیادہ جانتے ہو اپنے دنیا کے کاموں کو۔

پس اگر ذرہ ذرہ عالم کی ہر شئے کا آپ کا جاننا ضروری ہوتا تو آپ اپنے ارشاد اجتہادی سے رجوع نہ فرماتے۔ مگر مولوی نعیم الدین کی عقل پر اپنی سیاہ دلی کا بوجہ عناد حدیث کے ایسا پردہ پڑ گیا ہے کہ صریح الفاظ حدیث سے مضطرباً نہ انکار کر دیا جاتا ہے چنانچہ الکلمۃ العلیا صفحہ ۹۴ میں لکھا "کسی حدیث میں نہیں" پھر دروغ گو را حافظہ نباشد خود صفحہ ۸۵ میں نقل کیا انتم اعلم با مر دینا کم اور صفحہ ۹۶ میں یہ لکھ کر "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر زمین و آسمان میں کچھ ذرہ بھر پوشیدہ نہیں اگرچہ بشریت کے اعتبار سے یہ فرما دیں کہ دنیا کا کام خوب جانتے ہو" پھر یہ لکھا۔ کوئی پوچھے کہ کتاب کے عموم کی تخصیص خبر واحد سے ہو سکتی ہے۔"
معاذ اللہ اتنی عبارت میں انکار بھی اور پھر ادھورے اقرار پر بحیلہ خبر واحد وہی دھنا سری کہ ذرہ بھر بھی پوشیدہ نہیں۔ لیکن

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

حالانکہ مولوی نعیم الدین کے مقتدا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی ملفوظات حصہ سوم حسنی پریس بریلی کے (۱۳۳۸ھ) صفحہ ۴۶ میں لکھتے ہیں "عرض" حضور یہ امام مجاہد کا قوم ہے اور وہ بھی خبر آحاد "ارشاد" تو اس سے آپ کا مطلب یہ ہے کہ ان کا قول نہ مانا جائے قرآن عظیم ایک حرف نہیں چل سکتا تا وقتیکہ احادیث اور ائمہ کے اقوال کو نہ مانا جائے۔

مسئلہ علم غیب میں ملا علی قاریؒ کی پسند کردہ تقریر

ملا علی قاری مکی حنفی کی توصیف میں مولوی نعیم الدین نے فرائد النور صفحہ ۲۲ میں "علامہ فاضل فہامہ کامل علی بن سلطان محمد القاری" لکھا ہے۔ مگر اپنی اس کتاب کے صفحہ ۶۳ و صفحہ ۱۹۷ میں محض لفظ علامہ ہی پر اکتفا کیا ہے۔ کیونکہ اپنی حیلہ فریب کاریوں کی دال گل نہ سکے گی، اس لیے کہ آپ محققین حنفیہ میں سے ہیں موضوعات کبیر صفحہ ۱۱۹، ۱۲۰ میں مولوی نعیم الدین جیسوں کی تمام بدنا لیوں کا طشت از بام کر کے قلع قمع فرماتے ہیں ناظرین بغور ملاحظہ فرمائیں۔

قال[1] وقد جاهر بالكذب بعض من
يدعی فی زماننا العلم و هو
متشبع بما لم يعط ان رسول
صلی الله علیه وسلم کان يعلم
متی تقوم الساعة قيل له فقد
قال فی حديث جبرئيل ما المسئول
عنها باعلم من السائل فحرفه عن
موضعه وقال معناه انا وانت
نعلمها وهذا من اعظم الجهل و
اقبح التحريف والنبی اعلم
بالله من ان يقول لمن كان يظنه
اعرابيا انا وانت نعلم الساعة
الا ان يقول هذا الجاهل انه كان
يعرف انه جبريل و رسول
الله صلی الله علیه وسلم هو
الصادق فی قوله والذی نفسی
بيده ما جاءنی فی صورة الا
عرفته غير هذه الصورة و فی
اللفظ الآخر ما شبه علی غير
هذه المرة وفی اللفظ الآخر ردوا
علی الاعرابی فذهبوا فالتمسوا فلم
يجدوا شيئا وانما علم النبی صلی
الله علیه وسلم انه جبريل بعد
مدة كما قال عمر فلبثت مليا
فقال النبی علیه الصلوة والسلام

"کہا بعض مدعیان علم نے جو درحقیقت علم سے کوسوں
دور ہیں وہ اپنے جھوٹ کا اعلان کرتے ہوئے کہتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ قیامت کب ہوگی
جب ان کے سامنے جبرئیل علیہ السلام کے سوال کی حدیث پیش کی جاتی
ہے کہ قیامت کب ہوگی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں
فرمایا کہ جس سے دریافت کیا جاتا ہے وہ دریافت کرنے
والے سے اس کا علم زیادہ نہیں رکھتا تو یہ مدعیان علم
اس حدیث کو اس کے محل سے ہٹا دیتے ہیں اور اس کی
تحریف میں عجیب وغریب معنی بیان کرنے لگتے ہیں کہتے
ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ میں بھی جانتا ہوں اور تو بھی جانتا
اور یہ بڑی جہالت اور قبیح تر تحریف ہے بھلا وہ شخص جو نبی
صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کر رہا ہے اور آپ اسے یہ جانتے
ہیں کہ یہ ایک اعرابی ہے اس سے کس طرح فرما دیں گے
کہ میں قیامت کو جانتا ہوں اور تو بھی جانتا ہے کہ وہ کب
آنے والی ہے الا یہ کہ یہ مدعی علم جو درحقیقت اجہل الناس ہے
یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سائل کو پہچانتے تھے
کہ جبرئیل ہی ہیں تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ یہ دوسرا
جھوٹ ہے کہ آپ اس وقت جانتے تھے کہ یہ جبرئیل ہیں۔
کیونکہ پھر آپ کے اس فرمانے کا کیا مطلب ہوگا کہ اس
ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ کسی صورت میں
جب کبھی بھی میرے پاس جبرائیل آئے میں نے انہیں پہچان لیا
بجز اس مرتبہ کی اس صورت کے اور دوسری حدیث میں ہے
کہ کسی وقت میں جبرئیل کسی صورت میں مجھ پر مخفی نہیں رہے
ہاں آج اعرابی کی صورت میں اس وقت میں انہیں نہیں
پہچان سکا، اور دوسری حدیث میں ہے کہ جب حضرت جبرائیل ع

[1] ای الحافظ ابن القیم رح فی رسالۃ المنار ص ۴۳ طبع القاہرہ (ع ، ح)

یا عمر اتدری من السائل والمحرن یقول علم وقت السؤال انہ جبریل ولم یخبر الصحابۃ بذلک الابعد مدۃ ثم نقول فی الحدیث ما المسئول عنہا باعلم من السائل یعم کل سائل ومسئول فکل سائل ومسئول عن الساعۃ ھذا شانہما ولکن ھؤلاء الغلاۃ عندھم ان علم رسول اللہ منطبق علی علم اللہ سواء بسواء فکل ما یعلمہ اللہ یعلمہ رسولہ واللہ تعالیٰ یقول و ممن حولکم من الاعراب منافقون ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم وھذا فی براۃ وھی من اواخر ما نزل من القرآن ھذا والمنافقون جیرانہ فی المدینۃ انتھی ومن اعتقد تسویۃ علم اللہ ورسولہ یکفر اجماعا کما لا یخفی قال[1] ومن ھذا حدیث عقد عائشۃ رضی اللہ عنہا لما ارسل فی طلبہ فاثاروا الجمل فوجدوہ ٭ ومما یؤید ما تقدم ویبطل قول القائل حدیث عائشۃ رض فقد ذکر المعاد بن کثیر وھو من

بصورت اعرابی سوال وجواب کے بعد چلے گئے تو آپ نے فرمایا اس اعرابی کو میرے پاس لوٹا لاؤ، جب لوگ گئے ہر چند سوال کیا کہیں نہ پایا اس سے بھی زیادہ وضاحت ان حدیثوں سے ہوتی ہے جن میں تصریح ہے کہ ایک مدت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم ہوا کہ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے جس طرح ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک مدت گزرنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تمہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ سائل کون تھا؟ پس حدیث میں تو اس قدر وضاحت سے ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت سوال سائل کو نہیں پہچانا تھا پھر ایک اور طرح سے بھی اس دعویٰ علمیت کی تکذیب ہوتی ہے کہ حدیث میں جو الفاظ ہیں وہ عام ہیں یعنی الفاظ یہ ہیں کہ دریافت کیا گیا دریافت کرنے والے سے زیادہ نہیں ہے پس اگر اس کے معنے ہر سائل و مسئول دونوں کا وقت قیامت سے باخبر ہونا ہے تو چاہیئے کہ ہر ایک سائل اور ہر ایک سوال کیا گیا تعین وقت قیامت کا پورا عالم ہوا در یہ بالبداہت باطل ہے ہمیں سخت رونج ہے کہ یہ غلو کرنے والے لوگ اتنے بڑھ گئے ہیں کہ ان کے نزدیک علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علم اللہ تعالےٰ دونوں برابر ہیں۔ ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں بھی ہے خیال تو کرو کہ یہ کس قدر برا کلمہ ہے سنو قرآن پاک میں ہے تمہارے آس پاس میں عرابی منافق ہیں اور خود مدینہ والوں میں بھی اہل نفاق ہیں جو برابر نفاق پر اڑے ہوئے ہیں اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم انہیں نہیں جانتے پس اللہ تعالیٰ تو فرما دے کہ تم نہیں جانتے اور یہ کہتے چلے جاویں کہ نبی صلی اللہ

[1] ای ابن القیم (رح، ح)

اکابر المحدثین قال البخاری
حدثنا عبد اللہ بن یوسف اخبرنا
مالک عن عبد الرحمن بن القاسم
عن ابیہ عن عائشۃ رضی اللہ
عنہا قالت خرجنا مع رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض
اسفارہ حتی اذا کنا بالبیداء
او بذات الجیش انقطع عقد لی
فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم علی التماسہ واقام
الناس معہ ولیسوا علی ماء
ولیس معھم ماء فاتی الناس
الی ابی بکرؓ فقالوا الا تری ما
صنعت عائشۃ اقامت برسول
اللہ وبالناس ولیسوا علی ماء ولیس
معھم ماء فجاء ابوبکر ورسول
اللہ واضع راسہ علی فخذی
قد نام فقال حبست رسول اللہ
والناس ولیسوا علی ماء ولیس
معھم ماء قالت فعاتبنی ابوبکرؓ
وقال ما شاء اللہ ان یقول
وجعل یطعن بیدہ فی خاصرتی
ولا یمنعنی من التحرک الا مکان
رسول اللہ علی فخذی فقام علیہ
السلام حین اصبح علی غیر ماء

علیہ وسلم جانتے ہیں سورۂ برأت کی آیت قرآن کریم میں
سب سے آخری سورت باعتبار نزول کے ہے اور خود مدینہ
میں وہ لوگ موجود تھے آپ کے پاس رہتے تھے اور آپ ان سے
بے علم ہیں تو جو شخص اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے علم کو یکساں جاننے کا عقیدہ رکھے وہ باجماع امت
بالکل کافر ہے جس طرح کہ یہ امر مخفی نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کے غیب دان نہ ہونے کی ایک دلیل حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث بھی ہے جسے حافظ عماد الدین ابن کثیر
رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے اور وہ اکابر محدثین میں
سے ہیں کہ صحیح بخاری میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی
ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں
تھے جب مقام بیداء و ذات الجیش میں پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ
گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تلاش کے لیے ٹھہر گئے اور
سارا قافلہ بھی رک گیا، پانی نہ وہاں تھا نہ ہمارے ساتھ تھا
اس وجہ سے لوگ میرے والد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
کے پاس آنے لگے اور کہنے لگے دیکھئے تو آپ کی صاحبزادی
صاحبہ رضی اللہ عنہا نے کیا کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور
لوگوں کو ٹھہرا لیا نہ یہاں پانی ہے نہ ہمارے پاس پانی ہے
اس پر والد صاحب میرے پاس آئے اور مجھے ڈانٹنے ڈپٹنے
لگے یہاں تک کہ میری کوکھ میں انگلیاں ماریں چونکہ میرے
گھٹنے پر نبی علیہ السلام سر رکھ کر آرام فرما رہے تھے اس لیے
میں حرکت بھی نہیں کر سکتی تھی مجھے کہنے لگے کہ تو نے نبی اور
صحابہؓ کو روک لیا اور سب تکلیف میں ہیں نہ یہاں پانی
ہے نہ لشکر میں بہت کچھ سخت و سست مجھے کہا۔ اب
صبح کی نماز کا وقت آ گیا اور پانی بالکل نہ تھا، اور

فانزل الله آیة التیمم فقال
اسعد بن الحضیر ما هی
باول برکتکم یا آل ابی بکر
قالت فبعثنا البعیر الذی کنت
علیه فوجدنا العقد تحته
قال ومن هذا ای ومن هذا
القبیل حدیث تلقیح التمر
وقال ما اری لو ترکتموه لا
یضره شیٔ فترکوه فجاء شیصًا
فقال انتم اعلم بدنیاکم
رواه مسلم عن عائشة وقد
قال تعالی قل لَّآ اَقُوْلُ لَکُمْ
عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللهِ وَلَآ اَعْلَمُ
الْغَیْبَ - وَقَالَ وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ
الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ
ولما جری لام المومنین
عائشة ما جری ورماها
اهل الافک لم یکن یعلم
حقیقة الامر حتی جاء الوحی
من الله تعالی ببرأتها وعند
ھٰؤلاء الغلاة انه علیه الصلوٰة
والسلام کان یعلم الحال علی
حقیقة بلا ریبة استشار
الناس فی فراقها ودعا
ریحانة نسألها وھو یعلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے اس پر اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت
نازل فرمائی تو حضرت اسعد بن حضیر رضی اللہ عنہ کی زبان سے
بے ساختہ نکل گیا کہ اے آلِ ابوبکر تمہاری یہ پہلی ہی برکت
نہیں فرماتی ہیں اب ہم نے اپنا اونٹ کھڑا کیا تو اس کے نیچے
سے ہار نکل آیا (ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم نہ تھا،
ورنہ تمام رات بے پانی کے تکلیف میں اس بیابان میں نہ
گزارتے، اسی وقت اونٹ کو کھڑا کر کے اس کے نیچے سے ہار
نکال لیتے) اسی طرح ایک اور حدیث میں حضرت عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہا سے صحیح مسلم میں مروی ہے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا میری رائے میں اگر تم لوگ کھجوروں کے
درختوں میں پیوند نہ لگاؤ تو کوئی نقصان نہ ہوگا۔ چنانچہ
لوگ اس سے باز رہے تو اس سال کھجوریں بہت کم آئیں
تو آپ نے فرمایا کہ دنیا کی اپنی باتوں کو تم زیادہ جانتے ہو (یہ
حدیث بھی دلیل ہے کہ آپ کو غیب کا علم نہ تھا ورنہ پہلے
ہی سے جان لیتے کہ پیوند نہ لگانے سے کھجوروں کی پیداوار
کم ہوگی) اور تحقیق فرمایا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کہہ دو
تم اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں کہتا تم سے کہ میرے
پاس ہیں خزانے اللہ کے، نہ میں غیب کی بات کو جانتا
ہوں، اور فرمایا اگر میں غیب جانتا تو بہت خوبیاں جمع کر
لیتا اور مجھ کو تکلیف کبھی نہ پہنچتی۔ علاوہ ازیں حضرت
عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقوں کا تہمت لگانا
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب تک وحی نہ آئی حقیقت
حال کا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت کا معلوم
نہ ہونا۔ یہ صاف طور پر دلیل ہے کہ آپ عیب دان نہ تھے
پھر بھی ان غالی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت

لے یعنی ابن القیم (رع رح)

الحال وقال لها ان كنت الممت بذنب فاستغفري الله وهو يعلم علما يقينا انها لو تلم بذنب ولا ريب ان الحامل لهؤلاء على هذا الغلو اعتقادهم انه يكفر عنهم سيئاتهم و يدخلهم الجنة وكلما غلوا كانوا اقرب اليه واخص به فهم اعصى الناس لامره واشدهم مخالفة لسنته وهؤلاء فيهم شبه ظاهر من النصارى الذين غلوا في المسيح اعظم الغلو وخالفوا شرعه و دينه اعظم المخالفة و المقصود ان هؤلاء يصدقون بالاحاديث المكذوبة الصريحة ويحرفون الاحاديث الصحيحة والله ولى دينه فيقيم من يقوم له بحق النصيحة اھ

اس کے خلاف عقیدہ رکھنا بالکل خلاف شرع ہے اگر آپ کو علیہ الصلوٰۃ والسلام واقعہ کا تحقیقی علم ہوتا تو کیا وجہ تھی کہ آپ لوگوں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علیحدہ کرنے کا مشورہ لیتے رہے اور بلا کر ان سے واقعہ کی تحقیق فرماتے۔ خود صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمانا کہ اگر فی الواقعہ تیرا دامن داغدار ہے۔ تو تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کر جبکہ آپ کو علم غیب کی رو سے یہ یقینی علم تھا کہ اُمّ المؤمنین اس ناپاکی کے قریب بھی نہیں تو پھر تو یہ سب باتیں کیوں کیں افسوس یہ حد سے بڑھ جانے والے تو ایسی ہی باتوں کو جہنم سے بچنے کا اور جنت میں جانے کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں یہ جس قدر اس غلو میں بڑھتے ہیں سمجھتے ہیں کہ ہم جنت سے اتنے ہی قریب اور جہنم سے اتنے ہی دور ہو گئے۔ در اصل یہ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نافرمان ہیں اور سب سے زیادہ آپؐ کی حدیثوں کے مخالف ہیں بلکہ اصل تو یہ ہے کہ جس طرح نصرانیوں نے حضرت عیسیٰؑ کے حق میں بڑا غلو کیا ہے اور شریعت عیسوی اور دین مسیحی کی مخالفت کی ہے اسی طرح یہ لوگ ہیں کہ جن کا مقصود صریح موضوع اور گھڑی ہوئی روایتوں کی تصدیق کرنا ہے اور احادیث صحیحہ کی تحریف اور تکذیب کرنا یہ بھی عیسائیوں کی طرح دین محمدی کو الٹ پلٹ کر ڈالنا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے اس دین کا خود محافظ اور والی ہے پس ہر زمانہ میں وہ ایسے لوگوں کو کھڑا کر دیتا ہے جو سچی خیر خواہی سے اللہ تعالیٰ کے اصلی دین کی نگہبانی کرتے رہتے ہیں انتہیٰ

الحمد للہ کہ ملا علی قاری رحؒ نے جو خصوصاً اکابر حنفیہ میں سے ہیں حافظ ابن القیم رحؒ کی عبارت نقل کر کے

مع اس پر اپنی تعلیقات کے جو تائید تقویۃ الایمان متبدعین مدعیان علم غیب کی کمر بن توڑ دیں۔ تمام تر دعاوی باطلہ علم غیب کو خاک کر دیا کوئی حیلہ و تاویل فاسدہ باطلہ کی گنجائش نہ چھوڑی نصوص قرآن و احادیث صحیحہ کی تکذیب میں نصاریٰ فرقہ ضالہ جیسا غلو کرنے والوں کو دین محمدی کو الٹ پلٹ کر دینے والے قرار دے کر ہر زمانہ میں مولانا محمد اسمٰعیل شہید مرحوم جیسے توحید و سنت کے علم بردار، قرآن و حدیث کی نگہبانی اور سچی خدمت پر قائم رہنے والے متبدعین کا سر کچلنے والے اہل ایمان کو بشارت عظیمہ کی خوشخبری کا مژدہ سنا یا یہی شان عالم ربانی حقانی کی ہوتی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

مسئلہ علم غیب میں فقہائے حنفیہ کی تصریحات اور فتاویٰ

علیٰ ہٰذا ملا علی قاری موصوف القدر شرح فقہ اکبر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ص ۱۸۳ میں فرماتے ہیں:۔

ثم اعلم ان الانبیاء لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما علمهم اللہ تعالیٰ احیاناً و ذکر الحنفیۃ تصریحاً بالتکفیر باعتقاد ان النبی یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالیٰ قل لا یعلم من فی السمٰوات و الارض الغیب الا اللہ کذا فی المسائرۃ۔	"پھر جان تو کہ انبیاء علیہم السلام نہیں جانتے تھے غیب کی کسی چیز کو مگر جتنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جب کبھی بتایا۔ اور حنفیہ نے تصریح کی ہے کافر ہو جانے کی اس اعتقاد سے کہ نبی علیہ السلام جانتے تھے غیب واسطے مخالفت ہونے حق تعالیٰ کے فرمانے سے کہ تم کہہ دو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتا کوئی آسمانوں اور زمینوں میں غیب کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اسی طرح سائرہ میں ہے۔"

اور اسی طرح مذہب حنفیہ کے معتبر فتاویٰ قاضی خان جلد رابع باب ما یکون کفرا من المسلم وما لا یکون ص ۴۲۸ میں معہ دلیل کے مرقوم ہے۔

رجل تزوج امراۃ بغیر شهود فقال الرجل و المراۃ خدائے او پیغامبر را گواہ کردیم قالوا یکون کفراً لانہ اعتقد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب وھو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الاحیاء	"اس باب میں جن باتوں سے مسلمان کافر ہو جاتا ہے اور جن سے نہیں ہوتا ان کا ذکر ہے (یعنی) مرد نے نکاح کیا عورت سے بغیر گواہوں کے پس کہا مرد اور عورت نے اللہ کو اور پیغمبر کو گواہ کرتے ہیں ہم فرماتے ہیں۔ ہو جاوے گا کفر کیونکہ اس نے اعتقاد کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں غیب حالانکہ آپ نہیں جانتے تھے غیب جب آپ زندہ تھے

فكيف بعد الموت انتهى وفى هذه الصفحة ايضا امرأة قالت لزوجها آتو سرّ خدائے دانی فقال نعم قال الشيخ الامام ابوبكر محمد بن الفضل يكفر الرجل لان السر والغيب واحد ومن ادعى علم الغيب كان كافرا

پس کس طرح بعد مرنے کے جان لیویں گے، ایسے اگر عورت نے کہا اپنے خاوند سے تو اللہ کے بھید کو جانتا ہے تو اس نے کہا ہاں۔ فرمایا امام شیخ ابوبکر محمد بن فضل نے کفر کیا مرد نے کیونکہ بھید اور غیب ایک ہی ہے اور جس نے کیا دعویٰ علم غیب کا ہو گیا کافر۔

علیٰ ہذا فتاویٰ عالمگیری جلد اول صـ۹۷ـ میں مرقوم ہے:۔

ومن تزوج امرأة بشهادة الله ورسوله لايجوز النكاح كذا فى التجنيس۔

"جس نے نکاح کیا عورت سے اللہ اور اس کے رسول کی شہادت پر نکاح نہ ہو گا۔"

اسی طرح بحر الرائق وغیرہ اکثر کتب فقہ حنفیہ معتبرہ میں مرقوم ہے۔ چنانچہ "مالا بدمنہ" از جناب قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ میں مرقوم ہے:۔

اگر کسے بدون شہود نکاح کرد و گفت کہ خدا ورسول را گواہ کردم، یا فرشتہ را گواہ کردم، کافر شود۔

"اگر کوئی بغیر گواہوں کے نکاح کرے اور کہے کہ اللہ اور رسول کو گواہ کیا میں نے یا فرشتہ کو گواہ کیا میں نے کافر ہو جاوے گا۔"

نیز قاضی صاحب موصوفؒ ارشاد الطالبین صـ۱۹ـ میں فرماتے ہیں:۔

علم غیب مر اولیا را گفتن کفر است لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ یعنی بگو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نمیگویم کہ من علم غیب دارم قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ یعنی انبیاء و ملائکہ احاطہ نمیکنند چیزے را از علم خدا مگر آنچہ خواہد و آنہا را بداں علم دہد و دیگر آیات شاہد ایں مدعا ست مسئلہ اگر کسی گوید کہ خدا و رسول بریں عمل گواہ اند کافر شود۔

"علم غیب اولیاء کے لیے کہنا کفر ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم کہہ دو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ نہیں کہتا ہوں میں تم سے کہ میرے پاس ہیں خزانے اللہ کی رحمت کے جس کو میں چاہوں دے دوں اور نہیں کہتا ہوں میں کہ میں علم غیب رکھتا ہوں فرمایا اللہ تعالیٰ نے انبیاء و ملائکہ کسی چیز کا احاطہ اللہ کے علم سے نہیں کر سکتے ہیں مگر جتنا چاہے اس میں سے ان کو علم دے دے اور اس مدعا پر دوسری آیات شاہد ہیں اگر کوئی کہہ دے کہ اللہ اور رسول اس عمل میں گواہ ہیں کافر ہو جاوے گا۔"

علیٰ ہذا حضرت قاضی صاحب موصوفؒ تفسیر مظہری صـ۳۷ـ میں فرماتے ہیں:

ما كان النبى صلى الله عليه وسلم

"نہیں تھے نبی علیہ السلام عالم جمیع لغات

عالماً بجمیع اللغات کے۔"

واضح ہو کہ قاضی صاحب وہ مقدس بزرگ ہیں جن کی مدح میں مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی حیات الموات ص۹۸ میں لکھتے ہیں:

"قاضی ثناء اللہ پانی پتی کہ جناب مرزا صاحب ان کے پیرو مرشد و ممدوح عظیم شاہ ولی اللہ صاحب نے مکتوب ۵، میں انہیں فضیلت و ولایت مآب مروج شریعت و منور طریقت و نور مجسم و عزیز ترین موجودات و مصدر انوار فیوض و برکات لکھا اور منقول کہ شاہ عبدالعزیز صاحب انہیں بیہقی وقت کہتے۔"

علیٰ ہذا مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار ص۱۳۸ میں فرماتے ہیں کہ مخدوم جلال الدین جہانیان جہاں گشت کی خدمت میں سید علی ہمدانی آئے اطلاع ہوئی کہ ہمدانی حاضر ہیں۔ فرمایا:

ہمدان غیر علام الغیوب کسے نیست "سب کا جاننے والا سوائے علام الغیوب کے کوئی نہیں ہے"

اور مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی ممدوح مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی مجموعہ تصوف ص۲۴ میں فرماتے ہیں:

"علم غیب اللہ تعالیٰ کو ہے، اور کسی کو نہیں۔"

پس فقہاء اور اکابر علماء کرام کا مدعی علم غیب پر کفر کا فتویٰ کیا بالذات کے لیے مخصوص ہے؟ اور کیا کوئی مدعی اسلام اہل قبلہ بالذات کا سوائے حق تعالیٰ کے کسی کے لیے قائل تھا جو یہ فتویٰ تکفیر فقہاء کا صادر ہوا؟ لامحالہ قائل بالعطا ہی تھا جس پر فتویٰ کا صدور ہوا۔ اور کیا کفار نے علم غیب بالذات کا کسی کے لیے کبھی دعویٰ کیا تھا۔ جو اس کی نفی قرآن پاک میں وارد ہوئی اور ان کو کافر و مشرک فرمایا گیا۔!

علیٰ ہذا مولوی نعیم الدین نے انوار ساطعہ کو جو اپنے رسالہ سواد اعظم میں بڑی مستند قابل مدح و توصیف عجیب اور اس کے مؤلف کو رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے۔ جس کی عبارات خصوصاً تردید علم غیب میں گزر چکی ہیں، اس کے ص۲۷۱ میں جس کو خود مطبع نعیمی میں چھاپ کر شائع کیا ہے اس میں جن علماء کی توصیفیں مرقوم ہیں۔ ان میں ایک صاحب کے حق میں یہ توصیفی الفاظ لکھے گئے ہیں:

البحر القمقام والحبر الهمام تاج المحدثين سراج المتفقهين الاديب المصقع المتكلم النبيه العارف المحدث المفتى الفقيه جامع الشريعة والطريقة مجمع البحرين مولانا محمد ارشاد حسين (رامپوری) صانه الله عن كل شين۔

یہی مولوی ارشاد حسین صاحب انتصار الحق ص۳۲۲، ص۳۲۷ میں رعید اللہ بن آمین جہنی صحابی رضی اللہ عنہ

جن کی وفات علی الاختلاف ۵۴ھ لغایت ۸۰ھ میں ہے اور آپ کا کوفے میں نہ آنا صراحۃً ثابت ہے اور ولادت امام ابوحنیفہ صاحب رحمہ اللہ ۸۰ھ میں ہے پس اس پر یہ مقولہ کہ امام صاحب کے زمانہ میں تھے اور امام صاحب ان کی ملاقات سے مشرف ہوئے یا نہیں۔ اس کی پوری تحقیق تو معیار الحق اور انتصار الحق سے واضح ہے اس کے متعلق (مسئلہ حقیقت علم غیب کو لکھتے ہیں)۔ بمقولہ صاحب معیار الحق کہ سوا عبداللہ جہنی کے اور کوئی عبداللہ کوفے نہیں گئے۔

"یہ دعویٰ ہے بلا دلیل اس لیے کہ جس کو تفصیل احوال اور تقلیبات بانجول عبداللہ بن انیس کی معلوم ہوگی وہ یہ حکم کرسکتا ہے اور ایسا علم تفصیل سوا علام الغیوب کے اور کو نہیں"۔ اور اس لیے کہ حیب تتبع کرکے یہ امر معلوم کیا۔ تو حکم اوپر غیب کے کب ہے اھ ملخصاً بلفظ

پس اس سے دو امر واضح ہوئے۔ اولاً علم کسی شئے کا تفصیلی علم سوائے حق تعالیٰ علام الغیوب کے کسی کو نہیں ہوسکتا۔ ثانیاً علم سببی برہانی یہ تتبع حاصل کردہ عطا شدہ پر علم غیب کا اطلاق نہیں کیا جاتا ہے۔

نیز مولوی ارشاد حسین صاحب موصوف اپنے فتاویٰ ارشادیہ جلد اول ص۴۳ تا ص۴۶ میں فرماتے ہیں:

"حضور ارواح مقدسہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام ہنگام قیام محفل مولد مذکور در ہر قیام و محفل قیام علی السبیل الالتزام خیالے است باطل عقیدہ ایست بلا مستند و دلیل" حاضر و ناظر اور ہر جگہ ہر وقت سننے والا جان کر کسی کو سوا اللہ تعالیٰ کے پکارنا جائز نہیں" مگر برخلاف اس کے مولوی نعیم الدین کے قریبانہ کلام میں نصوص و تصریحات قرآن و حدیث کو رد کرکے تمام اشیاء عالم ازل سے ابد تک قیامت جنت و دوزخ کے داخل ہونے کے تمام ذرات پر علم تفصیلی مخلوقات میں انبیاء و اولیاء کے لیے بتایا جاتا اور اس کو علم غیب کہا جاتا ہے حالانکہ یہ باتیں ہرگز سوائے حق تعالیٰ کے کسی میں نہیں ہوسکتیں۔ علیٰ ہذا انوار ساطعہ میں جن اکابر علماء بزرگان صلحاء کی توصیف و مدح کی گئی ہے مثلاً ص۳۹ میں ہے:

"عمدۃ الفقہاء والمحدثین جناب مولانا شیخ محمد صاحب تھانوی" ایضاً ص۱۱۸ میں ہے "مولانا احمد علی محدث سہارن پوری مرحوم" ایضاً ص۱۴۳ میں ہے "مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے شاگرد جانشین اور خاص نواسہ مشہور آفاق جناب مولانا محمد اسحاق صاحب مرحوم" ایضاً ص۲۲۱ میں ہے "حضرت مولانا محمد اسحاق دہلوی قدس اللہ اسرارہم" ایضاً ص۱۴۲ میں ہے" استاذنا و مولینا و مولی العالمین مفتی محمد صدر الدین خاں صاحب صدر العالمین والفضلاء" اور جناب مولانا شاہ عبدالغنی صاحب دہلوی زبدہ منورعان روزگار و عمدہ محدثین کبار" ایضاً ص۲۵۳ میں ہے "جناب مولانا عبدالحی لکھنوی المغفور"

سوائے ان کے بہت اکابر علماء ہیں جو تائید جملہ عقائد تقویۃ الایمان اور توصیف صاحب تقویۃ الایمان مولانا شہید مرحوم کے خصوصاً تمام اشیاء علوم غیب کی نفی ماسوائے حق تعالیٰ کے انبیاء و اولیاء سے کرتے ہیں ان کے رسائل و فتاویٰ مشہور و معروف ہیں۔ چنانچہ بالفعل نمونۃً صرف فتویٰ مفتی محمد صدر الدین خاں صاحب مرحوم صدر الصدور دہلوی جو شاگرد مولانا شاہ عبدالعزیز اور استاذ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہم اللہ کے ہیں ناظرین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ جو فضائل القیام والشہور مؤلفہ مولانا محمد رمضان بوڑلیوی مرحوم ص۸ میں مرقوم ہے۔

"زید کہتا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت احوال گذشتہ و آئندہ اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے معلوم ہوئے بطور کشف اور خواب اور وحی اور الہام کے اور بعضے وقت میں احوال اس چیز کا زمین و آسمان میں ہے معلوم ہوا اور اب بھی سلام اور درود امت کی طرف سے دُور دُور سے فرشتے حضرت کی خدمت میں لے جاتے ہیں لیکن علم محیط کل شئی کا حضرت کو حاصل نہیں ہے بلکہ علم جس چیز کا جس وقت کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا بخشا۔ اور ایک شخص مثلاً عمرو کہتا ہے کہ علم دائمی کل شئی کا حضرت کو حاصل ہے اللہ کا بخشا ہوا۔ آیا ان دونوں قولوں میں کس کا قول حق اور صحیح ہے اور کس کا قول باطل اور کفر ہے"

"جواب صحیح علم اللہ تعالیٰ کا ابدی و ازلی اور محیط کل شئی کا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز پر قادر ہے اور اس طرح علم اور قدرت خاصہ حق تعالیٰ کا ہے کسی دوسرے کو اس میں شریک کرنا خواہ نبی ہو خواہ ولی ہو اور اس بات پر اعتقاد رکھنا شرک ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور عبادت میں اور کو شریک کرنا ہاں بعض وقائع گزشتہ اور حوادثات آئندہ کا احوال اس کے بندگان خاص الخاص کو اللہ کے بتلانے سے حاصل ہوتا ہے سو اس طرح کا علم حضرت ذات مقدسہ میں سب سے کامل تر ہے نہ یہ کہ مانند علم اللہ تعالیٰ کے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ۔ پس جو زید کہتا ہے حق ہے اور عمرو جو کہتا ہے باطل ہے حررہ المسکین محمد صدر الدین"

اور بعضے شخص کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر عمر میں کل علم غیب عنایت فرمائے ہیں۔ سو یہ بات محض غلط ہے حدیث شریف سے ثابت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اپنی امت کو تین نشانیوں سے پہچانیں گے ایک تو نورانیت اعضائے وضو کی دوسرے داہنے ہاتھ میں ہونا نامہ اعمال کا اور تیسرے آگے دوڑتا اولاد کا اور قیامت کے دن بعضے شخصوں کو حضرت پہچانیں گے اور فرشتے ان کو دور کریں گے۔ حضرت فرماویں گے یہ لوگ میرے ہیں فرشتے کہیں گے آپ نہیں جانتے ہو کہ انہوں نے کیا کیا بدعتیں نکالی

ہیں۔ چنانچہ پھر حضرت بھی ان سے بیزار ہوں گے مفصل یہ مضمون دریافت کرنا چاہیئے مشکوٰۃ شریف سے بیچ کتاب الطہارت اور باب الحوض والشفاعۃ کے غرض حدیثوں سے اچھی طرح ثابت ہے کہ جناب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک بھی علم محیط کل شئی کا حاصل نہیں اور ایسا علم خاصہ جناب باری تعالےٰ کا ہے وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔

الجواب صحیح	یہ مسئلہ صحیح ہے	الجواب حق	دریں مسئلہ شک نیست	٭	من کتب حق	٭
عبدہٗ محمد قطب الدین	محمد کریم اللہ	محمد نذیر حسین	خواجہ ضیاء الدین احمد	محمد عبد الکریم	محمد عبد الحق	فقیر محمد رمضان
	۱۲۷۱	۱۲۷۰	۱۲۷۵	۱۲۷۱	۱۲۸۲	۱۲۸۳
دہلوی	ساکن دہلی	ساکن دہلی	سکنہ دہلی	سندھ کے رہنے والے	لاہور کے رہنے والے	بوڑیوی

ناظرین نے فتویٰ مذکورہ کو ملاحظہ فرما لیا کہ جس کتاب اور جن اکابر علماء کی توصیف و مدح کران کے محدث و فقیہہ "مولی العالمین" "مفتی صدر العلماء والفضلاء" "زبدۂ منور عان" مرحوم و مغفور" رحمہ اللہ علیہ" قدس اللہ اسرارہم" ہوتے کو مولوی نعیم الدین کا تسلیم کر کے پھر اپنی پیدا آبیوں سے ان کے فتویٰ نفی علم علم غیب سوائے حق تعالیٰ کو جو سراسر تنبائید تقویۃ الایمان ہے باعث گمراہی، بے دینی، فریب کاری، گستاخی، بے ایمانی اور کفر قرار دینا بقول خود کس قدر بے انتہا گمراہی ہو گی جس رکابی میں کھائے اسی میں چھید کرنے کی مثال صادق آتی ہے۔ ان بزرگوں کے علاوہ مولوی محمد حسین صاحب مرحوم تمنا مراد آبادی مرید شاہ عبد الغنی صاحب مجددی مہاجر مدنیؒ جو مسلمہ مولوی نعیم الدین ہیں اپنے رسالہ توحید الرحمٰن صفحہ ۱۲ و ۱۹ و ۲۰ و ۲۱ پر لکھتے ہیں "سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو علم غیب نہیں" افسوس ہے کہ بعضے بندے اللہ تعالیٰ کو قریب چھوڑ کر دُور دُور کے مُردوں سے مرادیں مانگتے ہیں، اور اس نے فرمایا ہے کہ اللہ غنی ہے اور سب بندے فقیر ہیں، تو فقیر کو لازم ہے کہ غنی سے مانگے نہ کہ فقیر سے" "کسی بندے کا فیض و تصرف ایک ذرہ بھر بھی نہیں" "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو احمد مختار کہتے ہیں تو جاہل لوگ یہ جانتے ہیں کہ آنحضرتؐ اللہ تعالیٰ کے کارخانہ کے مختار ہیں۔ جہاں میں جو چاہتے ہیں سو کرتے ہیں۔ یہ عقیدہ کفر ہے" پس مقتدین کا یہ عقیدہ باطلہ علم غیب صرف اسی بنا پر ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے مخلوقات کو قدرت و تصرف عالم میں جان کر ان سے مرادیں مشکل کشائی چاہیں۔ پھر اس شرک و کفر کے منع کرنے والوں کو ان کا فر موجب لعنت قرار دیا جاتا ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔

صراطِ مستقیم کی ایک عبارت کا جواب

قولہ صفحہ ۱۹۴، ۱۹۵ "اپنے پیر کیلیے یہ اعتقاد نہیں کہ اس کو اپنے خاتمہ اور آخرت کا حال معلوم نہ تھا بلکہ وہاں تو یہ عقیدہ

ہے کہ پیرنے سارے مریدوں کی مغفرت کا اللہ سے وعدہ لے لیا تھا جب مرید کرنا شروع کیا اب وہ مرید کیسے ہی ہوں کتنی ہی شیطنت کریں، بخشے مزور جائیں گے، دیکھو صراط مستقیم ص۱۷۵ (ترجمہ مولوی نعیم الدین) ایک روز حضرت حق جل و علا نے ان کا داہنا ہاتھ اپنے دستِ قدرت میں لے کر امورِ قدسیہ میں سے جو چیز انتہا درجہ کی رفیع و بدیع تھی حضور کے رُو برو پیش کرکے فرمایا کہ تجھ کو میں نے ایسا دیا اور اور چیزیں بھی دوں گا یہاں تک کہ ایک شخص نے آں حضرت کی جناب میں بیعت کی درخواست کی حضرت اس زمانہ میں بالعموم بیعت نہیں لیتے تھے، اس بنا پر اس شخص کے التماس کو قبول نہ فرمایا اس شخص نے زیادہ سے زیادہ عاجزی کی تو آنحضرت نے اس شخص سے فرمایا کہ دو روز توقف کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد جو مناسب وقت ہوگا عمل میں لایا جائے گا پھر وہ حضرت استفسار داستیذان کے لیے بارگاہِ الٰہی میں متوجہ ہوئے اور عرض کیا کہ تیرے بندوں میں سے ایک بندہ مجھ سے بیعت کرنے کی استدعا کرتا ہے اور تو نے میرا ہاتھ پکڑا ہے اور اس جہان میں جو کوئی کسی کا ہاتھ پکڑتا ہے ہمیشہ دستگیری کا پاس کرتا ہے تیرے اوصاف کو مخلوقات کے اخلاق سے کچھ نسبت نہیں پس اس معاملہ میں کیا منظور ہے، اس طرف سے حکم ہوا کہ جو کوئی تیرے ہاتھ پر بیعت کرے گا گو لاکھوں ہوں میں ہر ایک کو کفایت کروں گا"

اہلِ انصاف غور کریں کہ پیر کے بیٹے تو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اس کے تمام مرید مغفور ہیں اور پیر کو معلوم ہے کہ اس کے تمام مریدوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ آخرت میں رحمت و کرم کا سلوک فرمائے گا مگر انبیاء کو معلوم نہیں کہ خاص ان کے ساتھ کیا کیا جائے گا معاذ اللہ۔ لعنت ہے اس عقیدہ پر پیر کی نسبت کونسی وحی آئی تھی کس آیت یا حدیث سے معلوم ہوا تھا کہ اس کو مریدوں کا حال معلوم ہے۔ وہاں تو بے سند سب کچھ تسلیم اور انبیاء علیہم السلام کے انکارِ علم میں آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ سب سے آنکھیں بند۔ حد سے تجاوز اس قدر کہ پیر جی کے لیے معراج کا بھی قائل ہوگیا، لفظ معراج تو نہ کہا مگر معراج سے بھی بڑھا دیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معراج جو قرآن پاک و احادیث صحیحہ مشہورہ سے ثابت اس میں تو لیے دین طرح طرح کے حیلے بہانے نکالیں مگر پیر جی کی معراج کے اس قدر قائل کہ گویا اس کا معاذ اللہ ربّ تعالیٰ سے یارانہ ہی ہے۔ ہاتھ میں ہاتھ ملا کر باتیں ہو رہی ہیں اور ہاتھ بھی ملایا تو انگریزوں یا غیر مقلدوں کی طرح ایک ہاتھ اللہ سے بھی ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ اور بوسہ بھی نہ لیا۔ کیا اللہ کے ہاتھ کا چومنا بھی شرک تھا۔ پھر یہ تمام کہانی خواب نہیں بتاتا، خیال نہیں کہتا، دیکھی اس کی گمراہی۔ اب صراطِ مستقیم کی اس عبارت کا حکم تقویۃ الایمان میں تلاش کیجیئے تاکہ معلوم ہو کہ اسمٰعیل اپنے پیر سید احمد کے حق میں یہ اعتقاد رکھ کے کس درجہ پر پہنچا ملاحظہ ہو تقویۃ الایمان ص۱۳۲ اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ کے وقت کے کافر بھی اس بات کے قائل تھے کہ کوئی اللہ کے برابر نہیں اور اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا مگر اپنے بتوں کو اس کی جناب میں اپنا وکیل سمجھ کر مانتے تھے اسی سے کافر ہوگئے۔"

اب آپ دیکھئے حکم صاف معلوم ہوگیا۔ کہ اسمٰعیل جو اپنے پیر کو اللہ کی جناب میں وکیل سمجھ کر مانتا ہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ اس نے اپنے تمام مریدوں کو پہلے ہی بخشوا لیا تو وہ تقویۃ الایمان کے اس حکم سے باقرار خود کافر ہوا۔ صاحب تقویۃ الایمان کی پیر پرستی کا حکم تقویۃ الایمان سے تو معلوم ہوا اب ایک عبارت شرح فقہ اکبر ص ۱۴۹ کی بھی ملاحظہ کر لیجئے۔

"یعنی کواشی نے سورہ والنجم کی تفسیر میں کہا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کے لیے آنکھ سے اللہ کے دیدار کا اعتقاد رکھنے والا نا مسلم ہے اور اردبیلی نے اپنی کتاب انوار میں کہا کہ جس نے کہا میں اللہ کو دنیا میں عیاں دیکھتا ہوں یا وہ مجھ سے بالمشافہ کلام کرتا ہے۔ وہ شخص کافر ہوگیا۔ اب بتائیں وہابی کہ پیر کی نسبت رؤیت و کلام کا اعتقاد کر کے سمٰعیل کیا ہوا۔ اس کا حکم کیا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی تو شفاعت کا بھی انکار اور پیر جی کا حضرت حق تعالیٰ سے یارانہ بتادیا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ"

اقول ۔ وباللہ التوفیق۔ الالعنۃ اللہ علی الظالمین الکاذبین المفترین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مولوی نعیم الدین کی جہالت و حماقت نے تو جاہلوں کو بھی مات کر دیا۔ بہتان بندی، افتراء پردازی میں تو خاص ملکہ ہے۔ احادیث صحیحہ کی مخالفت میں اولیاء اللہ کے ساتھ عداوت و دشمنی پر کمر باندھ کر من عادیٰ لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب الحدیث کا بھی اپنے آپ کو مورد بنا یا جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا باوجودیکہ دلائل قطعیہ یقینیہ سے مغفور ہونا ثابت ہے مگر پھر بھی ذرہ ذرہ اشیاء دنیا و آخرت کی تفصیلی حالات و واقعات کی حقیقت سوائے حق تعالیٰ مالک الملک علام الغیوب کے ہرگز کوئی نہیں جان سکتا۔ جس طرح مفصل گزر چکا ہے تو پھر کسی پیر ولی کی کیا طاقت ہے جو معلوم کر سکے ولی کو جس قدر معلوم کرایا جاتا ہے بطور کشف و الہام ہوتا ہے جو خود ظنی ہے نہ کہ قطعی۔ پھر یہ بکواس بیہودہ کرنا کہ کتنی ہی شیطنت کریں بخشے ضرور جائیں گے معاذاللہ صراط مستقیم میں ہرگز نہیں ہے یہ محض کینہ و عناد کا بخار ہے حالانکہ ایمان والوں سے بخشش کا وعدہ قرآن و احادیث میں قطعی وارد ہے مگر جب وہ دائرہ ایمان و عمل توحید و سنت میں ثابت و قائم رہ کر شیطنت، شرک و بدعت، پیر پرستی، قبر پرستی، علم غیب سوائے حق تعالیٰ کے دوسروں سے برطرف رہیں گے ورنہ نہیں۔ اور یہ اللہ ہی جانتا ہے مولوی نعیم الدین کے عقیدۂ باطلہ میں گور پرستی جس کے سبب علم غیب مخلوقات کو بتانا غائبانہ ان سے حاجات طلب کرنا۔ غرض کتنی ہی شیطنت کے جال میں پھنسیں، سب ان کے ایمان تار عنکبوت میں داخل ہیں جو اصل منشا شیطان لعین ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت سید احمد صاحبؒ مجدد و مجاہد غازی و شہید جو صاحب حالات رفیعہ توحید و سنت میں راسخ۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ شاہ صاحب موصوف نے اپنے تمام خاندان مولانا شاہ عبدالقادر، مولانا محمد اسحاق، مولانا عبدالحی، مولانا محمد اسمٰعیل شہید رحمہم اللہ وغیرہم

کو جناب سید احمد صاحب کے سلسلہ بیعت میں داخل کرایا۔ آپ خالص توحید و سنت پر بیعت لیتے تھے۔ ہندوستان و عرب کے لکھوکھا لوگ آپ کی بیعت میں داخل ہوئے۔ اسی باعث سے مبتدعین گور پرستوں خصوصاً مولوی نعیم الدین کو بغض و عناد اور حسد ہے۔

پس مولانا شہید مرحوم پر یہ بہتان کہ پیر کے لیے تو آخرت میں مریدوں کا مغفور ہونا معلوم مگر انبیاء کو معلوم نہیں۔ محض کذب و افترا ہے۔ چنانچہ خود مولانا شہید مرحوم صراطِ مستقیم میں ص۲۲ میں فرماتے ہیں:

طریقِ حصولِ علم قطعی بکمال صاحبِ کمال کہ منحصر در اخبارِ مخبرِ صادق است۔ ایضاً ص۳۴ اکثر صلحاء آنرا قبل از وقوع در منام یا در معاملہ می بینند ایضاً ص۴۴ و ایں مقام بالذات مقام انبیائی اولوالعزم است و بعضے از کبار بہ تبعیت آن اُوْلُوا الْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَارِ ۔ ظِلّے ایں مقام و پرتوے ازیں افتخار بہرہ ور مے شوند ایضاً ص۴۵ و ایں مقام بالذات مقام حضرت خاتم النبوۃ و فاتح الولایۃ است علیہ الصلوٰۃ والسلام بہ تبعیت ایشاں نمونہ ازیں مقام بہ بعضے کرام از اتباع او مے بخشند۔ ازیں کہ ایں مقامات ثلثہ بالذات مسلّم انبیاء است و غیر ایشاں را بجز ظلّے ازیں کمالات و نمونہ ازیں مقامات رسائی نہ۔ ایضاً ص۴۶۔ سالکان راہِ ولایت ہرگز بہ مقامات راہِ نبوت فائز نشوند ایضاً در صفاتِ مرشد باب چہارم ص۵۸ پس لابد کہ اتباعِ قرآن را اصل خواہد دانست و اتباعِ آن عزیز را فرع آن و بر ظاہر است کہ چوں فرع و اصل باہم متعارض مے شوند فرع از درجہ اعتبار ساقط میگردد۔

”طریقہ حاصل ہونے علم قطعی کا ساتھ کمالِ صاحبِ کمال کے کہ منحصر اخبارِ مخبرِ صادق میں ہے“۔ ”اکثر صلحا اس کو قبل از وقوع خواب یا معاملہ میں دیکھ لیتے ہیں“ ”اور یہ مقام بالذات انبیاء و اولوالعزم کا ہے اور بعضے اولیاءِ کرام میں سے ان کے اتباع میں بطور ظلی اس مقام سے اور پرتوے اس افتخار سے بہرہ ور ہوتے ہیں“ ”اور یہ مقام بالذات حضرت خاتم النبوت اور فاتح الولایت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے اور ان کے اتباع میں ان بزرگانِ اکرام کو نمونہ اس مقام کا ان کی پیروی کی وجہ سے بخش دیا جاتا ہے“ ”یہ مقاماتِ ثلثہ بالذات انبیاء علیہم السلام کے لیے مسلّم ہیں اور دوسرے بزرگوں کو بجز ظلی طور کے ان کمالات اور نمونہ کے ان مقامات میں سے نہیں پہنچتا ہے“ ”سالکان راہ ولایت ہرگز مقاماتِ راہِ نبوت پر فائز نہیں ہوتے“ ”پس لابد اور ضروری ہے کہ اتباعِ قرآن کو اصل چاہیے جاننا اور اتباع اس عزیز کو اس کی فرع اور یہ امر صاف ظاہر ہے کہ جس وقت فرع اور اصل باہم متعارض و مخالف ہوں فرع درجہ اعتبار سے ساقط ہو جاتا ہے“:

پس ان عبارات صراط مستقیم سے مقامات و کمالات راہِ نبوت کے علوم و عرفان کا مقدم و برتر اور اعلیٰ و اشرف ہونا اور مقامات راہ ولایت کا ان کے اتباع میں بطور ظلی و نمونہ کے ہونا پورے طور پر واضح ہو گیا کہ در صورت خلاف ہونے کسی قول و فعل بزرگان کے قرآن و حدیث کے اتباع کو اصل اصول جان کران کے اتباع کو ترک کر دیے کیونکہ قرآن حدیث قطعی و یقینی ہیں اور اقوال و افعال بزرگان اور مراقبات و مکاشفات سب ظنی و احتمالی۔ بہ جس طرح کہ مولوی نعیم الدین نے تہمت مولانا شہید مرحوم پر لگائی۔ کیونکہ جو عبارت صراط مستقیم ص۱۰۵ کی بطور فریب دہی نقل کی گئی ہے وہ واقعات مجملہ عالم رؤیا یعنی جوابات کے بیچے جز ہیں، اس کے ملحق دوسرے جزء مراقبات الہام و کشف کے ہیں۔ مگر مولوی نعیم الدین نے حیا و مقتضائے ایمان سے اس کو بالائے طاق رکھ کر اپنی مکاری سے اختفا کیا۔ حالانکہ مولانا شہید مرحوم فرماتے ہیں کہ

"منجملہ کمالات طریق نبوت و مقامات طریق ولایت میں سب سے اول جو جلوہ گر ہوئے یہ ہیں۔ کہ حضرت سید احمد صاحب نے جناب رسالت مآب صلوات اللہ و سلامہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور آنجناب نے تین چھوہارے اپنے دستِ مبارک سے ان کو کھلائے اس طرح پر کہ ایک ایک چھوہارہ اپنے دستِ مبارک سے پکڑ کر ان کے مونہہ میں رکھتے تھے، بعد اس کے بیدار ہوئے اور اثر اس خواب کا ظاہر و باہر اپنے نفس میں پاتے تھے اور اسی واقعہ کی بدولت ابتداءِ سلوک طریق نبوت حاصل ہو گیا بعد اس کے ایک روز جناب ولایت مآب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ و جناب سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خواب میں دیکھا پس جناب علی مرتضیٰ نے حضرت سید احمد صاحب کو اپنے دستِ مبارک سے غسل دیا اور ان کے بدن کو خوب دھویا اور ملا مثل دھونے اور ملنے ماں باپ کے اپنے بچے کو اور جناب حضرت فاطمۃ الزہرا نے لباس نہایت فاخرہ اپنے ہاتھ مبارک سے ان کو پہنایا پس بسبب انہیں واقعہ کے کمالات طریق نبوت نہایت جلوہ گر ہو گئے اور اجتبائے ازلی کہ ازل الآزال میں پوشیدہ تھے منصہ ظہور پر پہنچے اور عنایت رحمانی اور تربیت یزدانی بلا واسطہ کسی کے متکفل ان کے حال کی ہوئی اور معاملات متواترہ اور بکثرت وقائع پے در پے وقوع میں آئے۔ یہانتک کہ ایک روز حضرت حق جل و علا نے سیدھا ہاتھ ان کا اپنے دستِ قدرت سے پکڑا الخ الفقہ مثل ان وقائع اور مانند ان معاملات کے سینکڑوں پیش آئے یہانتک کہ کمالات طریق نبوت نہایت بلند مرتبہ کو پہنچے اور الہام و کشف علوم و حکمت کے ساتھ انجام پائے۔ یہ ہے طریق استفادہ کمالات راہ نبوت انتہٰی"

۱؎ خاتمہ باب چہارم ص ۱۶۴ طبع مجتبائی ۱۳۲۲ھ (ع۔ح)

ناظرین نے ملاحظہ فرمالیا کہ مولوی نعیم الدین نے نقل کردہ عبارت کا شروع جملہ لفظ یہاں تک کو چھوڑ دیا۔ جو انہیں خوابات، الہامات، مراقبات، مکاشفات استغراق کا ملحقہ تتمہ ہے۔ اور لفظ ایک روز سے مستقل علیحدہ عبارت دکھا کر خواب سے انکار کرتا ہے تاکہ بالمشافہ کلام سے تکفیر اہل اللہ قائم کرے۔ پھر اس پر لعنت بھیجتا ہے۔ جو خود اسی کے گلے کے طوق کا ہار بنے۔ پھر کہتا ہے کہ پیرجی کے بیے معراج کا بھی قائل کس قدر ظلم و بہتان ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین عبارت صراط مستقیم میں کونسا لفظ معراج کا ہے۔ جس کو مولوی نعیم الدین نے بتایا دروغ برروئے تو کے تو یہی معنی ہیں کہ خود ہی کہا لفظ معراج تو نہ کہا مگر معراج سے بھی بڑھا دیا۔"

حالانکہ الصلوٰۃ معراج المومنین بھی کہا گیا ہے یہ اس کا بھی منکر ہوا۔ چنانچہ حضرت سید احمد صاحب قدس سرہٗ کے انہیں الہامات و مکاشفات و واقعات و خوابات پر آپ کے زمانہ ہی میں معتقدین اہل عناد اعتراضات کرچکے ہیں۔ جن کے متعلق منشی نعیم الدین خان صاحب مرحوم لکھنوی نے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ سے استفسار کیا تھا جس کا سیرت احمدیہ صفحہ ۱۳۲ میں جواب مرقوم ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ منشی صاحب عالی مراتب زبدۂ اہل اخلاص خلاصہ ارباب اختصاص اسعدہ اللہ تعالیٰ و انزل علیہ برکاتہ فی الدنیا والاخرۃ از فقیر عبدالعزیز بعد از سلام مسنون بادعائے خیر مقرون بر ضمیر صفا پذیر واضح لائح باد کہ رقیمہ بہجت ضمیمۂ ایشاں مع خط میر سید احمد صاحب نفع اللہ بہ المسلمین بملاحظہ درآمد و سوال نیز مفصل دریافت شد صاحب من ہمیں قسم قصہ در وقت حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ پیش یاران ایشاں آمدہ بود کہ علوّ مراتب خود بر ایشاں مکشوف مے شد و وعدہ ہائے دور و دراز از غیب بر ایشاں در رو مے نمود مردم ہمیں استفسار نمودند سید الطائفہ فرمودند کہ تلک خیالات تربی بہا اطفال الطریقۃ۔ یعنی ایں خیالات بی اصل نیست یعنی از جانب خدا برائے تربیت طفلان طریقت کہ تابع شخصے مے شوند آنہا را دعوت بسوئے خدا مے کنند اتفاق شود، مانند آنکہ طفلے را کہ در مکتب می برند استاد او یا مادر و پدر او را مواعید عمدہ مے دہند کہ برائے تو خلعتے ساختہ ایم و شیرنی آمادہ کردہ ایم و فلاں نعمت بتو خواہیم داد و از تو بسیار خوش و خورسند ہستیم، و لوح سیمیں در کنار تو خواہیم نہاد و علیٰ ہٰذا القیاس از کبراء و اولیاء سابقین مثل غوث اعظم قدس سرہ و دیگر بزرگان وعدہ ہائے مغفرت و رحمت تابعان و مریدان و بطفیل ایشاں نظر رحمت بر سائر خلائق منقول شدہ و آں ہمہ وعدہ ہائے صادق برآمدہ و در حدیث مشہور وارد شدہ در حق چہل ابدالان کہ دریں امت ہیچ زمانہ از آں خالی نمے باشد کہ بھم یمطرون اھل الارض و بھم ینصرون و بھم یرزقون یعنی مردم زمین را بطفیل ایشاں باران مے بارد و نصرت و رزق حاصل مے شود۔

پس چہ تعجب است کہ میر سید احمد را بعضے ازیں مراتب واصل شدہ باشد و بانقائے معاصران ایشان را اثرے ازاں رسیدہ باشد غرضیکہ انکار ایں معنی خوب نیست بلکہ انتظار باید کشید کہ حق تعالیٰ آثار ایں مواعید را بر منصۂ ظہور جلوہ گر سازد پس ایں ہمہ صادق اند زیادہ بجز ترقیات دارین چہ نویسد فقط" (خلاصہ) آپ کا خط درباره میر سید احمد صاحب ملاحظہ میں آیا سوال بھی مفصل معلوم ہوا جواب یہی قصہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رح کے وقت میں ان کے دوستوں سے وجود میں آیا تھا کہ جب استفسار سید الطائفہ سے کیا گیا تو فرمایا کہ یہ خیالات بے اصل نہیں ہیں حق تعالیٰ کی جانب سے تربیت طفلاں طریقت کے لیے جو تابع کسی بزرگ کے ہوتے ہیں ان کو حق تعالیٰ کی طرف ملایا کرتے ہیں مانند بچوں کے جو مکتب میں جاتے ہیں استاد یا ماں باپ ان کو اچھے اچھے وعدے دیتے ہیں کہ تمہارے لیے ہم نے خلعت تیار کیا ہے اور شیرینی دینے کے لیے آمادہ کرتے ہیں اور فلاں چیز تمہیں دیں گے اور تم سے بہت خوش ہوں گے چاندی کی تختی تمہیں دیں گے علیٰ ہٰذا القیاس حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی اور دیگر بزرگان سے بکثرت وعدہ مغفرت اور رحمت کے تابعین مریدوں کو ان کے طفیل سے بنظر رحمت کرنے تمام خلقت پر منقول ہوئے ہیں اور وہ وعدے سچے ہوئے چنانچہ حدیث مشہورہ میں وارد ہوا ہے کہ اس اُمت میں کوئی زمانہ چالیس ابدالوں سے خالی نہیں رہا اہل زمین پر مینہ کا برسنا، نصرت ورزق سب ان کی برکت سے حاصل ہوتا ہے پس کیا تعجب کرنے کی بات ہے کہ میر سید احمد کو بعض ان مراتب میں سے حاصل ہوا ہو اور ان کے زمانہ کے لوگوں کو اس کا اثر پہنچا ہو غرض کہ اس کا انکار کرنا اچھا نہیں ہے بلکہ انتظار کرنا چاہیئے کہ حق تعالیٰ ان وعدوں کے آثار ظاہر ظہور جلوہ گر فرما دے پس یہ تمام صادق ہیں فقط"

الحمد للہ کہ اس دورۂ اخیرہ میں حضرت مجدد سید احمد صاحب رح کی تیرہویں صدی کی تجدید سے حق تعالیٰ نے عالم پر وہ جلوہ افروزی فرمائی جس کا کوئی اہلِ انصاف متدین انکار نہیں کر سکتا۔ جس قدر موحد خالص توحید کے ماننے والے بلا آمیزش رسومات و شرکیات اور بدعات کے خالص قرآن و سنتِ صحیحہ صریحہ پر عمل کرنے والے ہیں حضرت سید احمد صاحب ہی کے متوسلین میں سے ہیں یا آپ سے حسنِ اعتقاد ضرور رکھتے ہیں۔ اور جو لوگ گور پرستی رسوماتِ شرکیہ و بدعیہ میں مبتلا ہیں وہی آپ سے بغض و عداوت رکھتے ہیں۔ یہ ایک ایسا امتیازی اعزاز ہے جو کسی پر پوشیدہ نہیں قرآن و احادیث انبیاء و اولیاء بزرگوں کے ظاہری ماننے والے تو سب مختلط ہیں مگر توحید سنت شرک و بدعت میں فرق بیّن کرنے والے اسی گروہ مقدسہ میں منحصر ہیں ہر چند کہ حضرت مجدد الف ثانی رح کا وجود رسومات شرکیہ و بدعیہ کے قلع قمع کے لیے غنیمت کبریٰ و نعمت عظمیٰ تھا۔ مگر اکثر لوگ آپ سے حسن عقیدت

رکھتے ہوئے بھی گور پرستی و بدعات میں گرفتار ہیں۔ برخلاف اس کے کہ حضرت سید احمد صاحب مجدد کی تجدید کے ماننے والے ہندوستان و دیگر ممالک میں لاکھوں سے متجاوز ہر زمانہ میں تمام موحد خالص متبع سنت ہوتے ہیں وذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ یہ حق تعالیٰ کی خلق پر اس دور آخر میں بڑی اتمام حجت ہے۔ وللہ الحجۃ البالغۃ۔

ایک ہاتھ سے مصافحہ کے دلائل تصریحات فقہ حنفی کی رو سے

مزید برآں مولوی نعیم الدین کا بر مضحکہ اڑانا کہ "گویا اللہ سے یارانہ ہی ہے۔ ہاتھ میں ہاتھ ملا کر باتیں ہو رہی ہیں اور ہاتھ بھی ملایا تو انگریزوں یا غیر مقلدوں کی طرح ایک ہاتھ اللہ سے بھی ایک ہاتھ سے مصافحہ اور بوسہ بھی نہ لیا کیا اللہ کا ہاتھ چومنا بھی شرک تھا۔ معاذ اللہ یہ طریقہ سنت کے ساتھ گستاخانہ معاندانہ ٹھٹھا ہے، جو کوئی اہل مذہب مہذب پسند نہیں کر سکتا۔ یہ ہیں اطوار بیہودہ مولوی نعیم الدین کے جو ناظرین اہل انصاف ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ حالانکہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے رسالہ مصافحہ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی ص۶ میں مرقوم ہے۔

> حدیث ۱: حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے طبرانی نے معجم اوسط اور بیہقی نے شعب الایمان میں بسند صالح روایت کیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "جب مسلمان سے مسلمان مل کر سلام کرتا و اخذ بیدہ فصافحہ اور ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرتا ہے۔ ان کے گناہ جھڑ پڑتے ہیں جیسے پیڑوں کے پتے"۔ حدیث ۲: سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ معجم کبیر طبرانی میں بسند حسن مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "مسلمان جب اپنے بھائی سے مل کر فاخذ بیدہ اس کا ہاتھ پکڑتا ہے ان کے گناہ مٹ جاتے ہیں"۔ حدیث ۳: انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ امام احمد نے ایسی سند سے جس کے سب رجال سوا میمون بن موسیٰ مری بصری صدوق مدلس کے ثقات عدول ہیں اور نیز ابو یعلیٰ و بزار نے روایت کی "جب دو مسلمان ملاقات کے وقت فاخذ احدھما بید صاحبہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑیں، اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ ان کی دعا قبول فرمائے اور ان کے ہاتھ جدا نہ ہونے پائیں کہ ان کے گناہ بخش دے"۔ حدیث ۴: براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہ احمد نے مسند اور ضیا نے مختارہ میں بسند صحیح روایت کی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "جو دو مسلمان آپس میں مل کر فاخذ احدھما بید صاحبہ وتصافحا ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑیں اور مصافحہ کریں اور

دونوں حمدِ الٰہی بجا لائیں بے گناہ ہو کر جدا ہوں"۔ حدیث ۵ براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیہقی نے بطریق یزید بن براء تخریج کی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا" جو مسلمان مسلمان سے مل کر مرحبا کہے دیا خذ بیدہ ٧ اور ہاتھ ملائے ان کے گناہ برگِ درخت کی طرح جھڑ جائیں"۔

علیٰ ہٰذا اس بارے میں اور بھی متعدد احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم وارد ہیں جن سے صراحتہً مصافحہ کا ایک ہاتھ سے ہونا ثابت ہے۔ جناب حضرت مقبول ربانی شاہ عبدالقادر جیلانیؒ غنیۃ الطالبین ص۲۲ میں فرماتے ہیں:۔

فیما یستحب فعلہ بیمینہ المصافحۃ۔	"منجملہ ان امور کے جن کا داہنے ہاتھ سے کرنا مستحب ہے مصافحہ کرنا ہے"۔

علامہ مجدالدین محدث فیروزآبادیؒ استاد امام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ قاموس (مشہور لغت عربی) جلد اول ص۱۴۵ میں فرماتے ہیں:۔

والمصافحۃ الاخذ بالید	"مصافحہ پکڑنا ہاتھ سے ہے"

علیٰ ہٰذا دیگر لغات المصباح المنیر۔ مجمع البحار۔ جوہری۔ صراح۔ منتہی الادب۔ تاج العروس وغیرہ میں بھی یہی ہے۔ علیٰ ہٰذا امام حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانیؒ فتح الباری پارہ ۲۵ ص۶۲۵ میں فرماتے ہیں:۔

والمراد بہا الافضاء بصفحۃ الید الی صفحۃ الید۔	"مراد مصافحہ سے ملانا ہتھیلی ہاتھ کی دوسرے کی ہتھیلی ہاتھ سے ہے"۔

علیٰ ہٰذا امام علامہ محدث محمد بن عبدالباقی الزرقانیؒ شرح مواہب لدنیہ ج ۳ ص۱۶۵ میں فرماتے ہیں:

(المصافحۃ) اسم فاعل من المصافحۃ الاخذ بالید قال النووی ھی عند التلاقی سنۃ مجمع علیہا ویستحب معہا البشاشۃ بالوجہ والدعاء بالمغفرۃ۔	"مصافحہ ہاتھ پکڑنے کا نام ہے کہا نوویؒ نے یہ ملاقات کے وقت سنت مجمع علیہا ہے اور مستحب ہے اس کے ساتھ خندہ پیشانی اور دعاء مانگنا مغفرت کی"

اور مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ رسالہ النوادر (قلمیہ) میں فرماتے ہیں:

فی صفۃ المصافحۃ انہ یلصق باطن الکف بباطن الکف ویقبض الابہام بیع	"صفت مصافحہ کی یہ ہے کہ ملا دے ہتھیلی ہاتھ کی ہتھیلی ہاتھ سے اور قبض کرے انگوں

الخمسۃ علی الابہام انتھی　　انگلیوں کو ابہام یعنی انگوٹھا پر"

نیز جناب شاہ صاحب قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین مجتبائی دہلی ص۱۵۸ میں ارقام فرماتے ہیں:

اول کسیکہ خدا تعالیٰ با او مصافحہ و معانقہ کند	"اول جس شخص سے حق تعالیٰ مصافحہ و معانقہ فرمائے گا
فاروق خواہد بود از حدیث ابی بن کعب	وہ عمر فاروق ہونگے۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	کہ فرمایا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے
اول من یصافحہ الحق عمر و اول من	اول جس سے حق تعالیٰ مصافحہ فرمائے گا اور اول
یسلم علیہ و اول من یاخذ بیدہ فیدخل	جس سے سلام علیک فرمائے گا اور اول جس کا ہاتھ
الجنۃ اخرجہ ابن ماجہ وعن طریق آخر منہ قال	پکڑ کر جنت میں داخل فرمائے گا وہ عمر رضی اللہ عنہ
سمعت النبی صلعم یقول اول من یعانقہ	ہوں گے۔ نیز اول جس سے معانقہ فرمائے گا حق تعالیٰ
الحق یوم القیامۃ عمر و اول من یصافحہ	قیامت کے دن اور مصافحہ فرمائے گا اور ہاتھ
الحق یوم القیامۃ عمر و اول من یاخذ بیدہ	پکڑ کر جنت میں لے جاوے گا وہ عمر بن خطاب

فینطلق بہ الی الجنۃ عمر بن الخطاب اخرجہ الحاکم　　رضی اللہ عنہ ہوں گے"

امام محدث قسطلانی شرح صحیح بخاری جلد نہم میں فرماتے ہیں:-

المصافحۃ وھی الافضاء بصفحۃ الیدالی صفحۃ الید۔　　"مصافحہ اور وہ ہے ملانا ہتھیلی ہاتھ کا ہتھیلی ہاتھ سے"

اسی طرح ملا علی قاری محقق حنفی مکی "مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ نیز فقہ حنفیہ مستند نعیمیہ ردالمختار شرح درمختار ج ۵ مجتبائی ص۳۴۲ میں مرقوم ہے:-

(مصافحۃ) الصاق صفحۃ الکف بالکف	"مصافحہ ملانا ہتھیلی کا ہتھیلی کے ساتھ اور مقابل
واقبال الوجہ بالوجہ فاخذ الاصابع	ہونا منہ کا منہ کے ساتھ ہے پس پکڑنا انگلیوں
لیس بمصافحۃ خلافا للروافض۔	کا مصافحہ نہیں ہے بخلاف روافض کے"

علی ہذا طحطاوی شرح درمختار ج ۴ میں ہے:-

وھی الصاق صفحۃ الکف بالکف واقبال الوجہ فاخذ الاصابع لیس بسنۃ خلاف للروافض

اسی طرح جامع الرموز فقہ حنفیہ میں ہے:-

وھی الصاق صفحۃ الکف بالکف واقبال الوجہ بالوجہ۔

علیٰ ہٰذا چلپی حاشیہ شرح وقایہ صـ۳۹۸ میں مرقوم ہے:

قوله (والمصافحة) وهي الاخذ باليد انتهى۔

نیز درر فرائد ترجمہ و شرح جمع الفوائد (مترجم مولوی عاشق الٰہی صاحب) میرٹھی مطبوعہ برقی پریس دہلی صـ۹ میں مرقوم ہے:

والمصافحة والمصافحة مفاعلة من الصاق صفح الكف بالكف واقبال الوجه بالوجه كذا في النهاية وربما يروى في القاموس والمصافحة الاخذ باليد انتهى۔

پس مصافحہ ایک ہی ہاتھ سے از روئے احادیث ولغت محدثین خصوصاً فقہاء حنفیہ سے ثابت ہوا۔ برخلاف اس سے مولوی نعیم الدین نے ایک ہاتھ سے سنّتِ مصافحہ کی توہین کرکے خود اپنے اوپر کفر عائد کرنا لازم کرلیا۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری جلد ثانی صـ۹۲ میں مرقوم ہے:

ومن لم يرض بسنة من سنن المرسلين فقد كفر۔	"جو راضی نہ ہو رسولوں کی کسی سنّت سے پس بیشک اس نے کفر کیا"۔

چہ جائیکہ توہین کرنا مضحکہ اڑانا جو ایک دن برا نتیجہ دکھا دے گا۔

یہی حال بد مال ہے اس کا جو اپنی آتش حسد و عناد میں امام الموحدین مولانا الشہید المرحوم المظلوم پر پیر کو اللہ کی جناب میں وکیل ماننے کی تہمت سے بسبب اس لعین بے محل عبارت شرح فقہ اکبر کی اہل اللہ کو کافر بنانے کے لیے واقعہ خواب کو چھپا کر فریبانہ پیش کرے۔

بترس آہ مظلومان کہ ہنگام دعا کردن! اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

حالانکہ شرح فقہ اکبر صـ۹۵ میں ملا علی قاری عبارت صراطِ مستقیم کے مطابق یہ فرماتے ہیں:

رُوِيَ عن ابي يزيد انه قال رأيت ربي في المنام فقلت كيف الطريق اليك فقال اترك نفسك وتعال وقيل رأى احمد بن حنبل ربه في المنام فقال يا احمد كل الناس يطلبون مني الا ابا يزيد فانه يطلبني۔	"روایت ہے ابی یزید سے کہ فرمایا انہوں نے میں نے خواب میں اپنے رب کو دیکھا تو عرض کیا میں نے کون سا طریقہ ہے تیری طرف کا تو فرمایا چھوڑ دے اپنے نفس کو اور آ میری طرف اور فرماتے ہیں دیکھا احمد بن حنبلؒ نے اپنے رب کو خواب میں تو فرمایا یا احمد تمام لوگ مجھ سے اپنے مدعا طلب کرتے ہیں مگر ابو یزید کہ وہ مجھ کو طلب کرتا ہے"۔

اور صفحہ ۱۵۰ میں مرقوم ہے:

فقد نقل ان الامام ابا حنیفۃ قال رایت رب العزۃ فی المنام تسعاً و تسعین مرۃ ثم رآہ مرۃ اخری تمام المائۃ وقصتہا طویلۃ لا یسعہا ھٰذا المقام ونقل عن الامام احمد انہ قال رایت رب العزۃ فی المنام فقلت یا رب بم یتقرب المتقربون الیک قال بکلامی یا احمد قلت یا رب بفہم او بغیر فہم قال بفہم او بغیر فہم وقد ورد انہ قال رایت ربی فی المنام وروی عن کثیر من السلف فی ھٰذا المقام وھو نوع مشاھدۃ یکون بالقلب للکرام فلا وجہ للمنع عن ھٰذا المرام مع انہ لیس باختیار احد من الانام۔

"پس تحقیق منقول ہے امام ابوحنیفہؒ سے فرمایا دیکھا میں نے رب العزت کو خواب میں ننیانوے دفعہ پھر دیکھا ایک دفعہ جو سو پورے ہوئے اور قصہ اس کا طویل ہے اس مقام میں اس کے بیان کی گنجائش نہیں اور منقول ہے امام احمدؒ سے کہ آپ نے فرمایا دیکھا میں نے رب العزت کو خواب میں پس عرض کیا میں نے اے رب کس چیز سے تیری طرف تقرب حاصل کریں تقرب حاصل کرنے والے فرمایا میرے کلام کے ساتھ یا احمد میں نے عرض کیا یارب سمجھ کر پڑھنے سے یا بے سمجھے تلاوت سے؟ فرمایا سمجھے ہوئے یا بغیر سمجھے ہوئے اور تحقیق وارد ہوا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا دیکھا میں نے اپنے رب کو خواب میں، اور تحقیق روایت کیا گیا ہے بکثرت سلف صالحین سے اس مقام میں اور وہ ایک طرح کا مشاہدہ ہوتا ہے بزرگوں کے قلب کے ساتھ تو کوئی وجہ منع ہونے کی نہیں ہے معہٰذا وہ کسی کی اختیاری بات نہیں ہے۔"

اب مولوی نعیم الدین اپنی بدنصیبی کو رو کر بتائے کہ مولانا شہید مرحوم پر جو کچھ عائد کیا خود اپنے اُوپر لوٹ پڑا یا نہیں!

الحمد للہ کہ بحث نفی علم غیب سوائے حق تعالیٰ کے نصوصِ قطعیہ قرآن پاک اور احادیث صحیح صریحہ وکلام ائمہ محدثین، مفسرین، مجتہدین اور حضرات صوفیہ کاملین مسلّمہ مولوی نعیم الدین سے بتائید تقویۃ الایمان مفصل تمام وکمال مسکت و دندان شکن گزر چکی جس سے جملہ دعاوی باطلہ شرکیہ و تاویلات فاسدہ مولوی نعیم الدین کا لعدم نہ خاک ہو گئے۔ فللّٰہ الحمد

اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز ناظرین کرام مسئلۂ شفاعت میں مولوی نعیم الدین کی حیل سازیاں

اور بہتان طرازیاں ملاحظہ کرکے انصاف فرمادیں ۔

شفاعت کا بیان اور اس کی حقیقت

قولہ صفحہ ۱۹۶ و ۱۹۷ صاحبانِ حق کی شفاعت حق ہے اس پر اجماع ہے اور بکثرت آیاتِ قرآن اس کی شاہد ہیں، احادیث اسباب میں درجہ شہرت بلکہ تواترِ معنوی تک پہنچی ہیں، کتبِ دینیہ اس سے مالا مال ہیں۔ فقہِ اکبر میں حضرت امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ یعنی انبیاء علیہم السلام اور بالخصوص ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت مسلمان گنہگاروں اور مستحقِ عذاب کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے حق ہے اور اس کے بعد شرح فقہِ اکبر وغیرہ سے تائیدات منقول ہیں ۔

اقولُ وباللّٰہ نستعین شفاعت بے شک موحدین گنہگار مسلمانوں کے لیے جو شرکیات سے بچتے ہیں اور قبروں اور تعزیوں پر سجدہ نہیں کرتے ان سے مرادات طلب نہیں کرتے، ان کے لیے نذر و منت مانتے ان کو دور و دراز سے حاضر و ناظر جان کر ندائیں فریادیں نہیں کرتے علمِ غیب سوائے حق تعالیٰ علام الغیوب کے کسی مخلوق میں ثابت نہیں کرتے حسبِ اجازت و مشیّتِ حق تعالیٰ کے۔ بلا کلام سب کے نزدیک ثابت اور حق ہے اور جو شرکیہ عقیدہ رکھتا ہو۔ ہرگز ایسے کی شفاعت نہ ہوگی۔ یہ امر تمام قرآن و احادیث سے بلا خلاف ثابت و مسلّم ہے۔ فرمایا حق تعالیٰ نے قرآن پاک کے پارہ ۵ سورہ نساء میں

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ	تحقیق اللہ نہیں بخشتا ہے اس کو جو شرک کرے اللہ کے ساتھ اور بخشتا ہے اس کے سوا گناہوں کو جس کو چاہے ہے"

٭

اور فرمایا پارہ ۳ سورہ بقر میں :-

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۔	"کون ایسا ہے کہ سفارش کرے اس کے پاس مگر اس کے اذن سے"۔

جس کو خود مولوی نعیم الدین نے صفحہ ۲۰۱ میں پیش کیا ہے اور خود ہی صفحہ ۲۱۹ میں حدیث ترمذی پیش کی ہے :-

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتانی ات من عند ربی نخیرنی بین ان یدخل نصف امتی الجنۃ و	"آنحضرت نے فرمایا میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا پس مجھے اختیار دیا اس میں کہ میری نصف اُمت جنت میں داخل ہو اور

بين الشفاعة فاخترت الشفاعة وهى لمن مات لا يشرك بالله شيئا ۔ | اس میں کریں ان کی شفاعت کروں پس میں نے شفاعت کو اختیار فرمایا اور وہ شفاعت ہر اس شخص کے لیے ہے جو اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو۔

اور دربارہ اذن شفاعت بھی خود مولوی نعیم الدین نے ص۱۱۶ وغیرہ صفحات میں احادیث اذن پیش کی ہیں کہ جب لوگ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر استدعائے شفاعت کریں گے ۔ حضورؐ فرماتے ہیں ۔

فانطلق فاستاذن على ربى ۔ "میں اجازت لینے اپنے رب کے حضور جاؤں گا"

الحمد للہ کہ مسئلہ شفاعت کی حقیقت تو مجملاً اسی قدر تھی جو واضح ہو چکی اب آئندہ مولوی نعیم الدین کے بہتانات کی تفصیلات ضروریات سے ہے ۔

قولہ ص۱۹۵—۲۰۰ تقویت الایمان والے نے انکار شفاعت میں بڑا ہی غضب ڈھایا آیتوں اور حدیثوں کے معانی میں تحریفیں کیں کفار اور بتوں کے حق میں جو آیات نازل ہیں ۔ ان کو مقربان بارگاہ حق پر چسپاں کیا ۔ قرآن و حدیث پر افترا اٹھائے مسئلہ شفاعت کے متعلق تقویۃ الایمان کے اقوال کے خلاصے ۔ ص۱ انبیاء و اولیاء کے پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا ص۲ اوروں کو ماننا محض خبط ہے ۔ ص۳ کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی ص۴ کوئی کسی کی حمایت نہیں کر سکتا ص۵ اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا بھی کفار کا شرک تھا ص۶ یہ معاملہ کرنے والا اللہ کا بندہ و مخلوق سمجھے جب بھی ابو جہل کے برابر مشرک ص۹ کوئی کسی کا وکیل و حمایتی نہیں ص۳۲ کافر بھی اپنے بتوں کو اس کی جناب میں اپنا وکیل سمجھ کر مانتے تھے اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے گو اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلہ کی طاقت اس کو نہ ثابت کرے ص۳۳ تم مجھ پر ایمان لائے اور میری امت میں داخل ہوئے اس پر مغرور ہو کر حد سے نہ بڑھنا کہ ہمارا پایا بڑا مضبوط ہے اور ہمارا وکیل زبردست ہے اور ہمارا شفیع بڑا محبوب سو جو ہم چاہیں کریں وہ ہم کو اللہ کے عذاب سے بچا لے گا ۔ کیونکہ یہ بات محض غلط ہے کیونکہ میں آپ ہی ڈرتا ہوں اور اللہ سے ورے اپنا کوئی بچاؤ نہیں جانتا سو دوسرے کو کیا بچا سکوں (شفاعت کی تین قسمیں) یا تو وہ خود مالک ہو یا مالک کا ساجھی ہو یا مالک پر اس کا دباؤ جیسے بڑے بڑے امیروں کا بادشاہ دب کر مان لیتا ہے (دوسری قسم) یا اس طرح کہ مالک سے سفارش کرے اور وہ اس کی سفارش خواہ مخواہ قبول کرے بھر دل سے خوش ہو یا ناخوش جیسے بادشاہ ہزادی بیگمات کہ بادشاہ ان کی محبت سے ان

کی سفارش رد نہیں کر سکتا (پہلی قسم کا نام شفاعتِ وجاہت اور دوسری قسم کا شفاعتِ محبت رکھا اور اس کا حکم بر بتایا) سو اس قسم کی سفارش اللہ کی جناب میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی اور جو کوئی کسی نبی و ولی کو یا امام اور شہید کو یا کسی فرشتے کو یا پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے سو وہ اصلی مشرک ہے اور بڑا جاہل۔ صہ ۳۴۔ ۳۵۔ تیسری صورت یہ ہے کہ چور پر چوری ثابت ہوگئی مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کو اس نے کچھ اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا مگر نفس کی شامت سے قصور ہوگیا۔ سو اس پر شرمندہ ہے۔ اور رات دن ڈرتا ہے اور بادشاہ کے آئین کو سر آنکھوں پر رکھ کر اپنے آپ کو تقصیر وار سمجھتا ہے۔ اور لائق سزا کے جانتا ہے۔ اور بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر و وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈھتا اور اس کے مقابلہ میں کسی کی حمایت نہیں جتاتا۔ اور رات دن اسی کا منہ دیکھ رہا ہے کہ دیکھئے میرے حق میں کیا حکم فرمائے سو اس کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا ہے مگر آئینِ بادشاہت کا خیال کر کے بے سبب درگزر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں اس آئین کی قدر گھٹ نہ جائے، سو کوئی امیر و وزیر اس کی مرضی پا کر اس تقصیر وار کی سفارش کرتا ہے۔ اور بادشاہ اس امیر کی عزت بڑھانے کو ظاہر میں اس کی سفارش کا نام کر کے اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے۔ سو اس امیر نے اس چور کی سفارش اس لیے نہیں کی کہ اس کا قرابتی ہے یا آشنا یا اس کی حمایت اس نے اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ چوروں کا تھانگی مگر جو چوروں کا حمایتی بن کر اس کی سفارش کرتا ہے تو آپ بھی چور ہو جاتا ہے اس کو شفاعت بالاذن کہتے ہیں۔ صفحہ ۳۶، ۳۷ و صہ ۳۵ وہاں کسی کی وکالت کی حاجت نہیں صہ ۴۲ اے فاطمہ بچا تو اپنی جان کو آگ سے مانگ لے مجھ سے جتنا چاہیے میرا مال نہ کام آؤں گا میں تیرے اللہ کے ہاں کچھ۔ صہ ۴۲ اللہ کے ہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا۔ صہ ۴۲ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقط قرابت کسی بزرگ کی اللہ کے ہاں کام نہیں آتی مسئلہ شفاعت میں تقویت الایمان کے عقائد و اقوال یہی ہیں۔ ان میں سے اکثر کا رد بشرح و تفصیل مذکور ہو چکا۔ اس کے علاوہ ان تمام طوفان کا ایک ہی جواب کافی ہے یہ تمام جملے اپنے ہی اوپر ہیں اور کفر و شرک کے تمام احکام کا اتم مصداق خود ان کی اپنی ذات ہے کہ وہ صراطِ مستقیم میں اپنے پیر کی نسبت اللہ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال تمام

مریدوں کی مغفرت کا وعدہ وعہد لینے کا اعلان کر چکے ہیں"۔

اقول و باللہ نستعین ناظرین کرام مولوی نعیم الدین کی بہتان بندی کو بغور وانصاف ملاحظہ فرمائیں۔ جبکہ یہ امر مسلمات سے ثابت ہوگیا کہ شفاعت اہل توحید گنہگار کی جبکہ کسی قسم کے شرک میں مبتلا نہ ہو باذن اللہ تعالیٰ بیشک ہوگی۔ تو پھر جو لوگ باوجود اقرار توحید کے قسم قسم کے شرکیات میں گرفتار ہیں قبروں تعزیوں کو سجدے، نذرومنت ان کو حاضر و ناظر جان کر غائبانہ ندائیں فریادیں مرادیں طلب کرتے ہیں اور اسی لیے ان کے حق میں علم غیب کے دعویٰ کرتے ہیں اور پھر شفاعت پر مغرور ہیں تو کس قاعدۂ شرعی قرآن و حدیث سے ان کی شفاعت ہو سکتی ہے، اگر اس پر کوئی دلیل ہوتی تو خود مولوی نعیم الدین کو سب سے پہلے پیش کرنا تھی جبکہ خود تسلیم کر لیا کہ شرک کرنے والے امتی کی شفاعت نہ ہوگی تو فیصلہ شد۔ یہی مولانا شہید مرحوم نے صراحتاً فرمایا ہے اسی تقویۃ الایمان کی آیتوں اور حدیثوں کے معانی کی تصدیق اور تحریفوں کی بہتان بندی کی تکذیب اور بتوں کے حق میں منحصر ہونے کی فریب کاری کے حیلہ بہانہ، جعل سازی کی قلعی کھل کر پردہ وغشاوہ پاش پاش ہوگیا۔ وللہ الحمد

اور جو مولوی نعیم الدین نے عنادو بغض میں تقویۃ الایمان کے ایک ہی صفحہ کی مسلسل عبارت کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے خیانت و بددیانتی سے ظاہر کئے اور گنائے ہیں جن کے تفصیلی جوابات تو اپنے اپنے محل میں گزر چکے۔ مگر مختصراً ناظرین کے سامنے ان عبارات کو خود تقویۃ الایمان سے پھر واضح کیا جانا ضروری ہے۔

دیکھئے صفحہ ۵ کی عبارت (زفائدہ آیت سورۂ یونس) "اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام آسمان و زمین میں کوئی کسی کا ایسا سفارشی نہیں کہ اس کو ماننے اور اس کو پکارنے سے کچھ فائدہ یا نقصان پہنچے، بلکہ انبیاء و اولیاء کی سفارش جو ہے سو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے ان کے پکارنے یا نہ پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کا سفارشی بھی سمجھ کر پوجے وہ بھی مشرک ہو جاتا ہے"۔ اور دیکھئے صفحہ ۸ کی عبارت (سورہ مومنون)

قُلْ فَاَنّٰی تُسْحَرُوْنَ۔ "کہہ پھر کہاں سے خبطی ہو جاتے ہو"

پھر اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔ ف اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی اور کوئی کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ کے وقت میں کافر بھی اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے بلکہ اسی کا مخلوق اور

اسی کا بندہ سمجھتے تھے اور ان کو اس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے۔ مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننی اور نذر و نیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر و شرک تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے" پس یہ پانچوں عبارتیں خط کشیدہ صفحہ ۸ کی ایک سلسلہ کی ہیں جن کو بالفاظ ردوبدل مولوی نعیم الدین نے نقل کیا ہے جو محض تحریف ہے۔ پھر دیکھئے ص۹ کی عبارت:-

اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ۔ (سورہ مریم)

"سوئی نے والے ہیں رحمان کے سامنے بندے ہو کر" اور ہر کوئی ان میں سے آنے والا ہے اس کے سامنے قیامت کے دن اکیلا اکیلا"

ف یعنی کوئی فرشتہ اور آدمی غلامی سے زیادہ رتبہ نہیں رکھتا، اور اس کے قبضہ میں عاجز ہے کچھ قدرت نہیں رکھتا اور وہ ایک ایک میں آپ ہی تصرف کرتا ہے کسی کو کسی کے قابو میں نہیں دیتا۔ اور ہر کوئی معاملے میں اس کے رُوبرو اکیلا حاضر ہونے والا ہے کوئی کسی کا وکیل و حمایتی نہیں ہے۔

پھر دیکھئے صفحہ ۳۲ کی عبارت

"اس آیت (سورہ مومنون) سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کا فر بھی اس بات کے قائل تھے کہ کوئی اللہ کے برابر نہیں اور اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا مگر اپنے بتوں کو اس کی جناب میں اپنا وکیل سمجھ کر مانتے تھے اسی سے کافر ہو گئے۔ سو اب بھی جو کوئی کسی مخلوق کا عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل سمجھ کر اس کو مانے سو اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے" اور اس کے مقابلہ کی طاقت اس کو نہ ثابت کرے"

اس میں بھی الفاظ کا ردوبدل کیا گیا ہے۔ پھر صفحہ ۳۳ کی عبارت

ف" یعنی اللہ صاحب نے اپنے پیغمبر کو حکم کیا کہ لوگوں کو سنا دیویں کہ میں تمہارے نفع و نقصان کا کچھ مالک نہیں اور تم جو مجھ پر ایمان لائے اور میری امت میں داخل ہوئے سو اس پر مغرور ہو کر حد سے مت بڑھنا کہ ہمارا پایہ بڑا مضبوط ہے اور ہمارا وکیل زبردست ہے اور ہمارا شفیع بڑا محبوب ہم جو چاہیں سو کریں وہ ہم کو اللہ کے عذاب سے بچا لے گا۔ کیونکہ یہ بات محض غلط ہے اس واسطے کہ میں آپ ہی کو ڈرتا ہوں اور اللہ سے ورے اپنا کوئی کہیں بچاؤ نہیں جانتا سو دوسرے کو کیا بچا سکوں، اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ جو

عوام الناس اپنے پیروں شہیدوں کی حمایت پر بھروسہ کر کے اللہ کو بھول جاتے ہیں اور اس کے احکام کی تعظیم نہیں کرتے محض گمراہ ہیں کہ سب پیروں کے پیر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات دن اللہ سے ڈرتے تھے اس کی رحمت کے سوائے کسی طرح اپنا بچاؤ نہیں سمجھتے تھے۔ پھر اور کسی کا تو کیا ذکر ہے "۔

ب شفاعت کی تین قسموں کو جو بطور مثال و تشبیہ بادشاہِ دنیا سے واضح کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:۔

"ترجمہ اور کہا اللہ صاحب نے یعنی سورہ سبا میں کہ کہہ بھلا پکارو تو ان لوگوں کو کہ خیال کرتے ہو دوسرے اللہ کے سو وہ نہیں اختیار رکھتے ایک ذرہ بھر آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہیں ان کا دونوں میں کچھ ساجھا اور نہیں اللہ کا ان میں سے کوئی بازو اور نہیں کام آتی سفارش اس کے روبرو مگر جس کو پروانگی دے مگر یہاں تک کہ جب گھبراہٹ دور ہوتی ہے ان کے دلوں سے تو کہتے ہیں کیا فرمایا تمہارے رب نے، کہتے ہیں کہ حق اور وہی ہے بلند بڑا ف یعنی جو کوئی کسی سے مراد مانگتا ہے اور مشکل کے وقت پکارتا ہے اور وہ اس کی حاجت روا کر دیتا ہے۔ سو یہ بات اسی طرح ہوتی ہے (پہلی قسم) کہ یا تو خود مالک ہو یا مالک کا ساجھی یا مالک پر اس کا دباؤ ہو، جیسے بڑے بڑے امیروں کا کہنا بادشاہ دب کر مان لیتا ہے کیونکہ وہ اس کے بازو ہیں اور اس کی سلطنت کے رکن ان کے ناخوش ہونے سے سلطنت بگڑتی ہے۔ (دوسری قسم) یا اس طرح کہ مالک سے سفارش کرے اور وہ اس کی سفارش خواہ مخواہ قبول کرے پھر دل سے خوش ہو یا ناخوش، جیسے بادشاہ زادی یا بیگمات کہ بادشاہ ان کی محبت سے ان کی سفارش رد نہیں کر سکتا سو چار و ناچار ان کی سفارش قبول کر لیتا ہے سو جن کو اللہ کے سوا یہ لوگ پکارتے اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں سو نہ تو وہ مالک ہیں آسمانوں اور زمینوں میں ایک ذرہ بھر چیز کے اور نہ کچھ ان کا ساجھا ہے اور نہ اللہ کی سلطنت کے رکن ہیں اور نہ اس کے بازو کہ ان سے دب کر ان کی بات مان لے اور نہ بغیر پروا ان کی سفارش کر سکتے ہیں کہ خواہ مخواہ اس سے دلوا دیں بلکہ اس کے دربار میں ان کا تو یہ حال ہے کہ جب وہ کچھ حکم فرماتا ہے وہ سب رعب میں آ کر بے حواس ہو جاتے ہیں اور ادب اور دہشت کے مارے دوسری بار اس کی تحقیق اس سے نہیں کر سکتے بلکہ ایک دوسرے سے پوچھتا ہے اور جب اس بات کی آپس میں تحقیق کر لیتے ہیں سوائے آمنا و صدقنا کے کچھ

کہہ نہیں سکتے (یعنی فرشتے) پھر بات اٹلنے کا تو کیا ذکر اور کسی کی وکالت اور حمایت کرنے کی کیا طاقت اس جگہ ایک بات بڑے کام کی ہے اس کو کان رکھ کر سن لینا چاہیے کہ اکثر لوگ انبیاء و اولیاء کی شفاعت پر بہت بھول رہے ہیں اور اس کے معنی غلط سمجھ کر اللہ کو بھول گئے ہیں، سو شفاعت کی حقیقت سمجھ لینا چاہیئے سو سنا چاہیئے کہ شفاعت کہتے ہیں سفارش کو اور دنیا میں سفارش کئی طرح کی ہوتی ہے جیسے ظاہر کے بادشاہ کے ہاں کسی شخص کی چوری ثابت ہو جاوے اور کوئی امیر وزیر اس کو اپنی سفارش سے بچا لیوے تو ایک تو یہ صورت ہے کہ بادشاہ کا جی تو اس چور کے پکڑنے ہی کو چاہتا ہے اور اس کے آئین کے موافق اس کو سزا پہنچتی ہے مگر اس امیر سے دب کر اس کی سفارش مان لیتا ہے اور اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے۔ کیونکہ وہ امیر اس سلطنت کا بڑا رکن ہے اور اس کی بادشاہت کو بڑی رونق دے رہا ہے، سو بادشاہ یہ سمجھ رہا ہے کہ ایک جگہ اپنے غصے کو تھام لینا اور ایک چور سے درگزر کر جانا بہتر ہے اس سے کہ اتنے بڑے امیر کو ناخوش کروں۔ تا کہ بڑے بڑے کام خراب ہو جاویں اور سلطنت کی رونق گھٹ جائے اس کو شفاعتِ وجاہت کہتے ہیں یعنی اس امیر کی وجاہت کے سبب سے اس کی سفارش قبول کی سو اس قسم کی سفارش اللہ کی جناب میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی اور جو کوئی کسی نبی اور ولی کو یا امام اور شہید کو یا کسی فرشتہ کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے ۔ سو وہ اصلی مشرک ہے اور بڑا جاہل کہ اس نے اللہ کے معنی کچھ بھی نہیں سمجھے اور اس مالک الملک کی قدر کچھ بھی نہ پہچانی ۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی بادشاہ زادوں میں سے یا بیگماتوں میں سے یا کوئی بادشاہ کا معشوق اس چور کا سفارشی ہو کر کھڑا ہو جاوے اور چوری کی سزا نہ دینے دے اور بادشاہ اس کی محبت سے لاچار ہو کر اس چور کی تقصیر معاف کر دے تو اس کو شفاعتِ محبت کہتے ہیں یعنی بادشاہ نے محبت کے سبب سے سفارش قبول کر لی اور یہ بات سمجھی کہ ایک بار غصہ پی جانا اور ایک چور کو معاف کر دینا بہتر ہے اس رنج سے کہ جو اس محبوب کے روٹھ جانے سے مجھ کو ہو گا ۔ اس قسم کی شفاعت بھی اس دربار میں کسی طرح ممکن نہیں اور جو کوئی کسی کو اس جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ بھی ویسا ہی مشرک ہے اور جاہل جیسا کہ مذکور اول ہو چکا وہ مالک الملک اپنے بندوں کو بہتیرا ہی نوازے اور کسی کو حبیب کا اور کسی کو خلیل کا اور کسی کو کلیم کا اور کسی کو روح اللہ کا خطاب بخشے اور کسی کو رسول کریم اور مکین اور روح القدس اور روح الامین فرما دے مگر پھر مالک مالک ہے اور غلام غلام کوئی بندگی کے رتبہ سے قدم باہر نہیں رکھ سکتا اور غلامی کی حد سے زیادہ نہیں بڑھ سکتا جیسا اس کی رحمت سے ہر دم خوشی سے جھکتا ہے ویسا ہی اس کی ہیبت سے رات دن زہرہ

پڑتا ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ چور پر تو چوری ثابت ہو گئی مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کو اس نے کچھ اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا مگر نفس کی شامت سے قصور ہو گیا، سو اس پر شرمندہ ہے اور رات دن ڈرتا ہے اور بادشاہ کے آئین کو سر و آنکھوں پر رکھ کر اپنے تئیں تقصیر وار سمجھتا ہے اور لائق سزا کے جانتا ہے اور بادشاہ سے بھاگ کر کسی وزیر و امیر کی پناہ نہیں ڈھونڈھتا اور اس کے مقابلہ میں کسی کی حمایت نہیں جتاتا اور رات دن اسی کا منہ دیکھ رہا ہے کہ دیکھیے میرے حق میں کیا حکم فرما دے سو اس کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا ہے مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کے بے سبب درگذر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں اس آئین کی قدر گھٹ نہ جاوے سو کوئی امیر و وزیر اس کی مرضی پا کر اس تقصیر وار کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ اس امیر کی عزت بڑھانے کو ظاہر میں اس کی سفارش کا نام کر کے اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے سو اس امیر نے اس چور کی سفارش اس لیے نہیں کی کہ اس کا قرابتی ہے یا آشنا یا اس کی حمایت اس نے اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ چوروں کا تھانگی جو چور کا حمایتی بن کر اس کی سفارش کرتا ہے تو آپ بھی چور ہو جاتا ہے اس کو شفاعت بالاذن کہتے ہیں یعنی یہ سفارش خود مالک کی پروانگی سے ہوئی ہے۔ سو اللہ کی جناب میں ایسی قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی و ولی کی شفاعت کا قرآن و حدیث میں مذکور ہے سو اس کے معنی یہی ہیں، سو ہر بندے کو چاہیے کہ ہر دم اللہ ہی کو پکارا رہے اور اسی سے ڈرتا رہے اور اسی کی التجا کرتا رہے اور اسی کے رو برو اپنے گناہوں کا قائل رہے اور اسی کو اپنا مالک بھی سمجھے اور حمایتی بھی اور جہاں تک خیال دوڑا دے اللہ کے سوائے کہیں اپنا بچاؤ نہ جانے اور کسی کی حمایت پر بھروسا نہ کرے، کیونکہ وہ خود غفور رحیم ہے۔ سب مشکلیں اپنے ہی فضل سے کھول دے گا اور سب گناہ اپنی ہی رحمت سے بخش دے گا۔ اور جس کو چاہے گا اپنے حکم سے اس کا شفیع بنا دے گا، غرض کہ جیسے اپنی ہر حاجت اسی کو سونپا چاہیے اسی طرح یہ حاجت بھی اسی کے اختیار پر چھوڑ دیجیے جس کو وہ چاہے ہمارا شفیع کر دے نہ یہ کہ کسی کی حمایت پر بھروسا کیجیے اور اس کو اپنی حمایت کے واسطے پکار دیجیے اور اس کو اپنا حمایتی سمجھ کر اصل مالک کو بھول جائیے اور اس کے احکام کو یعنی شرع کو بے قدر کر دیجیے اور اسی اپنے حمایتی ٹھہرا دیے ہوئے کی راہ و رسم کو مقدم سمجھیے کہ یہ بڑی قباحت کی بات ہے اور سارے نبی اور ولی اس سے بیزار ہیں وہ ہرگز ایسے لوگوں کے شفیع نہیں بنتے۔ بلکہ غصہ ہو جاتے ہیں اور الٹے اس کے دشمن ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کی بزرگی تو یہی تھی کہ اللہ کی خاطر کو سب چور و بیٹی مرید شاگرد نوکر غلام یار آشنا

کی خاطر سے مقدم رکھتے تھے اور جب یہ لوگ اللہ کے خلافِ مرضی ہوتے تھے تو وہ بھی ان کے دشمن ہو جاتے تھے۔ تو پھر یہ پکارنے والے لوگ ایسے کیا ہیں کہ وہ بڑے بڑے لوگ ان کے حامی بن کر اس کی خلافِ مرضی ان کی طرف سے اُس کے حضور میں جھگڑنے بیٹھیں گے بلکہ بات تو یوں ہے کہ الحب للہ والبغض للہ ۔ ان کی شان ہے جس کے حق میں اللہ کی مرضی یوں ٹھہری کہ اس کو دوزخ ہی میں پہنچیے تو وہ اور دو چار دھکے دینے کو تیار ہیں"

الحمد للہ کہ شفاعت کی صورتیں بطور تمثیل و تشبیہ بادشاہِ دُنیا سے بکمال تفصیل و بسط عام فہم واضح ہوئیں جس میں بشرطِ انصاف کسی کو سوائے بد باطن کے کلام نہیں ہو سکتا۔ اور خصوصاً شفاعت بالاذن کے معنی اور حقیقت بحوالہ قرآن و حدیث تقویۃ الایمان سے صراحتاً ثابت ہوئی۔ جس کو مولوی نعیم الدین نے فریبانہ اخفا کر کے مولانا شہید مرحوم پر انکار کا اتہام لگا یا۔ علیٰ ہٰذا صـ۲۲ کی عبارت محض ترجمہ حدیث شریف حسب ارشاد قرآن پاک کے صحیح بخاری و صحیح مسلم سے مشکوٰۃ صـ۴۶ میں منقول ہے:

لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ الآية ۔ "جب اتری یہ آیت کہ ڈرا دے تو اپنی برادری کو جو ناتا رکھتے ہیں تجھ سے"

تو منجملہ اوروں کے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

یا فاطمۃ انقذی نفسک من النار سلینی ماشئت من مالی لا اغنی من اللہ شیئاً۔ "اور اے فاطمہ بچا تو اپنی جان کو آگ سے مانگ لے مجھ سے جتنا چاہے میرا مال نہ کام آؤں گا میں تیرے اللہ کے ہاں کچھ"

ف یعنی اور جو لوگ کسی بزرگ کے قرابتی ہوتے ہیں ان کو اس کی حمایت پر بھروسا ہوتا ہے اور اس پر مغرور ہو کر اللہ کا خوف کم رکھتے ہیں، سو اسی لیے اللہ صاحب نے اپنے پیغمبر کو فرمایا کہ اپنے قرابتیوں کو ڈرا دیوے سو انہوں نے سب کو اپنی بیٹی تک کو کھول کر سنا دیا کہ قرابت کا حق ادا کرنا اسی چیز میں ہو سکتا ہے کہ اپنے اختیار میں ہو سو یہ میرا مال موجود ہے اس میں مجھ کو کچھ بخل نہیں اور اللہ کے ہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا سو وہاں کا معاملہ ہر کوئی اپنا اپنا درست کرے اور دوزخ سے بچنے کی ہر کوئی تدبیر کرے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقط قرابت کسی بزرگ کی اللہ کے ہاں کچھ کام نہیں آتی جب تک کچھ معاملہ اللہ ہی سے صاف نہ کرے تو کچھ

کام نہیں نکلتا۔"

یہ بحکم حق تعالیٰ خصوصاً اہلِ قرابت کو ڈرانا خوف دلانا تھا کہ میاں دایسے خوف ہر جا میں نیز یہ تلقین کہ اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ نہ کسی دوسرے پر اگرچہ نسبی بزرگی اور اعمالِ صالحہ ہی رکھتا ہو تا وقتیکہ اس کی رحمت دستگیری نہ فرما دے کہیں ٹھکانا نہیں ہے۔ ورنہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بموجب حدیث صحیح بخاری وصحیح مسلم کے سردار اہلِ جنت کی عورتوں کی ہیں۔ چنانچہ خود مولانا شہید مرحوم نے باب ثانی تقویۃ الایمان ص۱۵۹ میں اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

پس مولوی نعیم الدین کی بددیانتیوں فریب کاریوں کی انتہا نہیں رہی کہ قرآن وحدیث کا اتفاق کرکے بوجہ عناد وبغض کے مولانا شہید مرحوم پر صراطِ مستقیم کے خوابات والہامات سے مقابلہ کیا حالانکہ تو دنصوصِ قطعیہ کا انکار کیا جاتا ہے اور الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے مولانا شہید مرحوم کو موردِ کفر و شرک کا بنایا جاتا ہے۔

دیکھیے شفاعت کے بارے میں تقویۃ الایمان کی مختصر مگر مکمل تائیدات آیت قرآن پاک سورہ سبا منقولہ تقویۃ الایمان کی تفسیر کے متعلق فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۲۰ ص۱۵۹ میں مرقوم ہے:

فاعلم الله ان الذين يشفعون عنده	"اللہ تعالیٰ نے معلوم کرا دیا کہ جتنے لوگ فرشتوں
من الملائكة والانبياء انما	اور انبیاء میں شفاعت کریں گے جناب باری میں
يشفعون فيمن يشفعون فيه	وہ جن کی بھی شفاعت کریں گے اس وقت کریں گے
بعد اذنه لهم فى ذٰلك قوله	جب کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کی اجازت ہو جاوے گی۔
فى قلوبهم الملائكة وان فاعل	قلوبہم کی ضمیر کا مرجع ملائکہ یعنی فرشتے ہیں اور و لا
الشفاعة فى قوله ولا تنفع الشفاعة	تنفع الشفاعۃ میں شفاعت کے فاعل بھی فرشتے
هم الملائكة بدليل قوله بعد	ہیں بدلیل اس کے کہ فرشتوں کے اوصاف کے بعد فرمایا
وصف الملائكة ولا يشفعون	ہے کہ وہ اسی کی شفاعت کرتے ہیں جس کے لیے رضائے
الالمن ارتضى وهم من خشيته	حق تعالیٰ ہو اور وہ تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے کپکپا رہے
مشفقون بخلاف قول من زعم	ہیں بخلاف اس کے قول کے جو گمان کرتا ہے کہ ضمیر
ان الضمير للكفار المذكورين۔	کفار مذکورین کے لیے ہے۔"

اور مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رح اشعۃ اللمعات ج ۴ ص۳۸۸ حدیثِ شفاعت میں

فرماتے ہیں :

اکنوں امت او با ید بود و عقد ایمان را بوے درست کرد و متشکلے کہ ہست اینست دیگر ہیچ نیست۔

مراب امتی آپ کا ہونا چاہیئے اور ایمان کی مضبوطی کو آپکے ساتھ وابستہ کرے اور مشکل جو ہے یہی ہے دوسری کچھ نہیں ہے"۔

نیز مدارج النبوۃ ج ۱ صلہ ۸۲ میں صاحب مواہب لدنیہ سے منقول ہے ۔

اما آنچہ افترا میکنند جہال کہ آنحضرت م ہرگز راضی نشود کہ در آید ہیچ یکے از اُمت وے آتش را از فریب دادن شیطان است، ایشاں را و لعب کردن وے بایشاں زیرا کہ وے صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ راضی ست، بہرچہ راضی ہست خدائی عزوجل و وے سبحانہ میدارد عاصیاں را در آتش و رسولِ خدا اعرف است، بحدادِ بحق وے میراست از آنکہ گوید بخدا من راضی نیستم کہ کسے را از اُمت من در آتش در آری یا میگذاری دراں بلکہ پروردگار تعالیٰ اذن میکند او را بشفاعت پس شفاعت میکند مرکسی را کہ میخواہد داذن میکند و راضی میشود و شفاعت جز آن کسے را کہ اذن دہد و راضی گردد انتہیٰ کلامہ۔ فائدہ و معلوم است کہ شفاعت بے اذن حق تعالیٰ وے رضائے و راضی با شد و لیکن وے تعالیٰ اذن میکند و رضا میدہد بشفاعت بمقتضائے وعدہ کہ کردہ

"جو کچھ کہ جاہل افترا کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز راضی نہ ہوئے کہ کوئی ایک امتی بھی آپ کا دوزخ میں جاوے یہ شیطان کا فریب دینا اور لعب کرنا ان کے ساتھ ہے کیونکہ آنحضرت صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ راضی ہیں جس میں راضی ہے رب عزوجل کہ وہ سبحانہ وتعالیٰ داخل کرے گنہگاروں کو دوزخ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ واقف ہیں حق تعالیٰ اور اس کے حق سے آپ کی ذات مبرا ہے اس سے کہ کہیں رب تعالےٰ سے میں راضی نہیں ہوں کہ کسی کو میری اُمت میں سے دوزخ میں داخل کرے یا اس میں رہنے دے بلکہ پروردگار تعالیٰ اذن فرماوے گا آپ کو شفاعت کا پس آپ شفاعت کریں گے ہر اس شخص کی کہ جس کے لیے چاہے گا اور اذن فرماوے گا اور راضی ہوگا اور شفاعت کریں گے سوائے اس شخص کے کہ اذن دیوے گا اور راضی ہوگا (فائدہ) اور یہ امر معلوم ظاہر ہے کہ شفاعت بے اذن وبے رضائے حق تعالےٰ کے نہیں ہوگی مگر حق تعالیٰ اذن فرمائے گا اور راضی ہوگا شفاعت کے لیے بمقتضائے وعدہ کے کہ فرمایا ہے

است بارضائے وے ۔

آپ کی رضا مندی کے لیے "

نیز اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۴ ص ۴۱۰ میں مرقوم ہے:

چوں عائشہ از آنحضرت پرسید آیا یاد مے
آرید شما اہل وعیال خود را روز قیامت
آں حضرت فرمود اما دریں سہ موطن خود
ہیچ کس ہیچ کس را یاد نتواند آورد وہم
کس بخود در ماندہ باشند می گویند کہ
ایں جواب آنحضرت مر عائشہ را بہ جہت
آں بود کہ وے حرم پاک وے بود
ہمچنیں فرمود تا تکیہ واعتماد بر شفاعت
نکنند واز عمل وجد واجتہاد باز نمانند
چنانکہ با اہل بیت وقرابت خود مے
فرمود کہ من مالک نیستم شمارا چیزے
را کار کنید وتکیہ برمن مکنید۔

"عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کیا آپ کو اپنے اہل و عیال قیامت کے دن یاد آویں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن تین جگہ خود کوئی شخص کسی کو یاد نہ کر سکے گا۔ (اعمال نامے جس وقت دیئے جاویں گے، میزان میں جس وقت عمل تولے جاویں گے، پلصراط پر جس وقت گزریں گے) اور تمام لوگ اپنے حال میں مبتلا ہوں گے کہتے ہیں کہ یہ جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص کر عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بوجہ اس کے تھا کہ وہ حرم پاک آپ کی تھیں اسی لیے فرمایا تاکہ بھروسہ اور اعتماد شفاعت پر نہ کریں اور عمل میں کوشش اور سعی کرنے سے باز نہ رہیں جس طرح کہ اپنے اہل بیت اور قرابت داروں کو فرمایا کہ میں مالک نہیں ہوں تمہارے لیے کسی شئے کا اپنا کام کرو اور بھروسہ میرے اوپر مت کرو"

اور مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی "الفوز الکبیر" میں منجملہ عقائد اُن مشرکین کے جو بندگان خاص فرشتوں وغیرہم کو مرتبہ الوہیت تک پہنچا کر ان کے لیے عبادت اور ان سے شفاعت چاہتے ہیں فرماتے ہیں:

وہی گفتند کہ شفاعت بندگان خود قبول
میکنند اگرچہ رضا مندی نباشد
چنانکہ بادشاہاں بہ نسبت امرائے کبار
گاہی چنیں میکنند اھ

"کہتے ہیں کہ شفاعت اپنے بندوں کی قبول کرتا ہے اگرچہ رضا مندی نہ ہووے جس طرح بادشاہاں بہ نسبت بڑے بڑے امراء کے لیے کبھی ایسا حکم کرتے ہیں"

نیز شاہ صاحب موصوف حسن العقیدہ ص ۱۳ میں فرماتے ہیں:

والشفاعۃ حق لمن اذن لہ الرحمٰن
وشفاعۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم لاھل الکبائر من امتہ

"شفاعت حق ہے جس کے لیے رحمٰن اذن فرمائے گا اور شفاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے اہل کبائر کے لیے حق ہے اور وہ شفاعت

حق وہو مشفع وحیث وقع نفی الشفاعۃ	قبول ہوگی اور جو نفی شفاعت کی واقع ہے تو مراد
فالمراد منہا الشفاعۃ التی بغیر اذن	اس سے وہ شفاعت ہے جو بغیر اذن اور بلا رضامندی
اللہ تعالیٰ ورضائہ ۔	اللہ تعالیٰ کے ہوگی

علیٰ ہٰذا مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ تفسیر فتح العزیز ج ۱ ص ۲۶۷ میں فرماتے ہیں :

شفاعت بے حکم الٰہی دراں روز مقبول	شفاعت بے حکم الٰہی کے اس روز مقبول نہ ہوگی
نخواہد شد بدلیل آنکہ در آیات بسیار نفی	بدلیل اس کے کہ بکثرت آیات میں نفی شفاعت کو مقید
شفاعت را مقید باین قید فرمودہ اند مانند	اس قید کے ساتھ فرماتے ہیں، مانند ان آیات کے کہ
یومئذ لاتنفع الشفاعۃ الا لمن	اس دن کام نہ آوے گی سفارش مگر جس کو حکم دیا
اذن لہ الرحمٰن ورضی لہ قولا۔ ومن	رحمٰن نے اور پسند کی اس کی بات (سورہ طٰہٰ) کون
ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ ما	ایسا ہے کہ سفارش کرے اس کے پاس مگر اس کے
للظالمین من حمیم ولاشفیع یطاع ۔ ولاتنفع	اذن سے (سورہ بقرہ) کوئی نہیں ظالموں کا دوست
الشفاعۃ عندہ الا لمن اذن لہ واحادیث	اور نہ سفارشی جس کی بات مانی جاوے (سورہ مومن)
متواترہ بیان کردند کہ غیر از کافر در حق ہمہ اہل	اور کام نہیں آتی سفارش اس کے پاس مگر اس کو جس کے
معاصی حکم بشفاعت خواہد شد پس	واسطے حکم کر دیا (سورہ سبا) اور احادیث متواترہ بیان کرتی
معلوم شد کہ محروم مطلق از شفاعت	ہیں کہ سوائے کافر کے تمام اہل معاصی کے حق میں حکم شفاعت
کافر است ولیس ومناسب مقام ہم	کا ہوگا پس معلوم ہوا کہ محروم مطلق شفاعت سے کافر ہے اللہ
نفی ہمیں شفاعت است، زیراکہ این	پس اور مناسب مقام کے بھی نفی اسی شفاعت کی ہے کیونکہ
کلام برائے رد خیال فاسد اہل کتاب	یہ کلام واسطے رد کرنے خیال فاسد اہل کتاب و ان کے
ونیز ہم مشربان ایشاں است، از اولاد	ہم مشربوں کے لیے ہے اولاد انبیاء و اولیاء اور بزرگان
انبیاء و اولیاء و متوسلان بزرگان دین	دین کے متوسلوں سے کہ اپنے آپ کو توسل بزرگان کے مواخذہ
کہ خود را بتوسل بزرگان مامون از مواخذہ	اور باز پرس سے بے خوف جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ باوجود
وباز پرس می دانند ومی فہمند کہ باوجود	کفر اور دوسرے گناہوں کے ہمارے کے ہمارے بزرگ ہم کو آخرت
کفر وقبائح دیگر بزرگان ما مارا از عذاب	کے عذاب سے رہائی کرادیں گے در طریق رد کرنے اس خیال کا
اخروی خلاص خواہند ساخت وطریق	یہ ہے کہ وہ شفاعت کہ تم جس کی توقع پر گھمنڈ کرتے ہو
رد این خیال آنست کہ شفاعتے کہ شما	اس روز واقع نہ ہوگی کیونکہ شفاعت ہر شفیع

بتوقع آن عزّه می شوید دراں روز واقع نخواہد شد زیرا کہ شفاعت ہر شفیع در آن روز موقوف حکم الٰہی خواہد بود چوں شفاعت موقوف بر حکم الٰہی شد جائے اعتماد نماند چہ توسّل باں شفیع در حصولِ آں کفایت نخواہد کرد بلکہ حکم الٰہی درکار است و آں درخطر است شود. یا نشود شما بمحض توسّل لکاملے نازش مکنید کہ ایں توسّل سبب مستقل نیست (الیضاً صفحہ ۵) سود مند شدن شفاعت بر دو چیز موقوف است اوّل آنکہ شفاعت بذاتِ خویش نافع بود نہ مضر دوم آنکہ آں شفاعت پیش کسے کہ شفاعت می برند مقبول ہم میشود چہ ظاہر است کہ اگر شفاعت بذاتِ خویش نافع بود مثل دادن مال یا خلاص کردن از قید و آں کس آن شفاعت را قبول نکند ہیچ فائدہ دراں شفاعت نہ باشد و لغوِ محض گردد و ہمچنیں اگر شفاعت مقبول افتد امّا بذات خود مضر باشد مثل شفاعت دزد پیش حاکم تا او را البتا نرساند آں شفاعت نیز بے نفع محض است پس جائے نفی قبول فرمودند و جائے نفع را سلب کردند تا بیان انتفاع بر دو جہت انتفاع باشد تحقیقش

کہ اس روز موقوف حکمِ الٰہی کے ساتھ ہوگی، جو شفاعت حکمِ الٰہی پر موقوف ہوئی اعتماد کے قابل نہ رہی۔ کیونکہ توسّل اس شفیع کا اس کے حاصل ہونے کے لیے کفایت نہ کرے گا۔ بلکہ حکمِ الٰہی درکار ہے اور وہ خطرہ میں ہے ہووے یا نہ ہووے تم محض کسی کامل کے توسّل پر نازمت کرو کہ یہ توسّل سبب مستقل نہیں ہے"۔ نفع دینا شفاعت کا دو چیز پر موقوف ہے۔ اوّل یہ کہ شفاعت بذاتِ خود نافع ہو نہ کہ مضر دوسرے یہ کہ وہ شفاعت جیسے کسی کے سامنے لے جاویں مقبول بھی ہووے کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر شفاعت بذاتِ خود نافع ہو مثل دینے مال یا خلاص کرنے قید سے اور وہ اس شفاعت کو قبول نہ کرے کوئی فائدہ اس شفاعت سے نہ ہوگا اور محض لغو ہوگی۔ اور اسی طرح اگر شفاعت مقبول ہو گئی۔ لیکن بذاتِ خود مضر مثل شفاعت چور کی حاکم کے سامنے "تاکہ اس کو سزا نہ دیوے وہ شفاعت بھی بلا نفع محض ہے پس ایک جگہ نفی قبول کی فرماویں اور دوسری جگہ نفع کو سلب کریں تاکہ دونوں صورتوں کے نفع کی نفی ہو جاوے اور تحقیق اس کی یہ ہے کہ انبیاء اور صلحاء کی

آں است کہ انبیاء و صلحاء را در آن روز شفاعتے خواہد بود۔ ہرچند شفاعتے انبیاء و اسلاف شما در حق تابعان و منسوبان خود مقبول است اما با وجود کفر شمارا نافع نخواہد شد کہ از تبعیت ونسب بایشاں خارج آید۔	اس روز شفاعت ہوگی۔ ہرچند شفاعتِ انبیاء اور تمہارے اسلاف کی اپنے تابعین اور منسوبین کے حق میں مقبول ہے۔ لیکن باوجود تمہارے کفر کے نافع نہ ہوگی کہ ان کی تابعداری اور نسبت سے خارج ہوئے۔"

تفسیر فتح العزیز ج ۳ پارہ ۳۰ صفحہ ۱۰۹ میں مرقوم ہے۔

ہرکرا اُوتعالیٰ بہ جمیع وجوہ پسندید نجات یافت، وہرکرا بجمیع وجوہ ناپسند فرمودہ ہلاکتِ ابدی نصیب او شد وہرکرا از بعضے وجوہ پسند فرمود واز بعضے دیگر ناپسند شفیعان راکہ پیغمبران واولیاء و علماء وحفاظ وشہداء وفرشتگان خواہند بود حکم خواہد شد کہ شفاعتِ فلاں بکنید تا شمارا عزت وجاہ حاصل شود و ایں قسم شفاعت کہ موقوف برحکم حاکم باشد محل اعتماد وجائے دخل وتصرف نیست، واز ہمیں تقریر معلوم شد کہ دریں آیہ چنانچہ معتزلہ می فہمند نفی شفاعت این جا مذکور نیست، بلکہ شفاعت رابرحکم حاکم علی الاطلاق موقوف داشتن است وہمیں است مذہب اہلِ سنت وجماعت اھ	"جس کسی کو حق تعالیٰ تمام وجوہ سے پسند فرمالے نجات پائے اور جس کسی کو تمام وجوہ سے ناپسند فرمائے اس کو ہمیشہ کے لیے ہلاکت نصیب ہوئے، اور جس کسی کو بعضے وجوہ سے پسند فرمائے اور بعضے دوسرے وجوہ سے ناپسند شفیعوں کو کہ پیغمبران اور اولیاء اور علماء اور حفاظ اور شہداء اور فرشتگان ہوں گے حکم ہوگا کہ شفاعت فلاں کی کریں تاکہ تم کو عزت وجاہ حاصل ہووے، اور اس قسم کی شفاعت کہ موقوف اُوپر حکم حاکم کے ہووے باعثِ اعتماد اور مقام دخل اور تصرف کا نہیں ہے اسی تقریر سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں جس طرح معتزلہ سمجھتے ہیں نفی شفاعت کی یہاں میں مذکور نہیں ہے بلکہ شفاعت کو اوپر حکم حاکم علی الاطلاق کے موقوف رکھنا ہے اور یہی ہے مذہب اہلِ سنت وجماعت کا"

الحمد للہ کہ اکابر علمائے کرام مسلمہ مولوی نعیم الدین سے بھی حقیقت شفاعت کی وضاحت ہوگئی یعنی اہلِ توحید گنہگاران جو شرکیات وکفریات سے پاک ومبرّا ہیں۔ ان کے

لیے باذن اللہ تعالیٰ شفاعت ہوگی اور جو باوجود اُمتی بننے کے گرفتار ان کفر و شرک ہیں اور پھر شفاعت پر مغرور تو وہ محروم الشفاعت ہوں گے۔ معہ تمثیل و تشبیہ بادشاہ دنیا و چور کے اور یہی عین مضمون اور مقصد صاحب تقویۃ الایمان مولانا شہید مرحوم کا ہے۔ بلا کم و کاست بمضمون واحد ہرگز فرق و تفاوت نہیں ہے مولوی نعیم الدین کا کسی گور پرست مدعی علم غیب بر ندائے حاضر و ناظر جاننے والے کے لیے شفاعت کی کوئی آیت یا حدیث پیش نہ کر سکنا بدمذہبی کید شیطانی پر کھلی بیّن دلیل ہے۔ جبکہ گروہ مبتدعین کو قیامت میں دیکھ کر بحکم حق تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا:-

سحقاً سحقاً لمن غیر بعدی الحدیث رواہ البخاری — "دوری ہو دوری ہو ان کے لیے جنہوں نے میرے بعد دین کو بدل ڈالا"

جو مبحث علم میں گزر چکی ہے۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے والد مولوی محمد نقی علی خاں صاحب جو اسرار البیان صفحہ ۲ میں لکھتے ہیں:-

"پیغمبر و صدیق اس کی بے نیازی سے خائف و ترساں برق غضب اس کی ہزار برس کی طاعت و ریاضت جلا کر خاک بناتی ہے"

نیز صفحہ ۸۵ میں لکھتے ہیں:-

"زکوٰۃ نہ دینے والے کے لیے حدیث میں وارد ہوا جب عذاب میں گرفتار ہوگا اور اس کی نگاہ غمخوار بیکساں صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر جا پڑے گی بے اختیار ہو کر چلائے گا یا رسول اللہ یا رسول اللہ حضور فرمائیں گے میں نے تجھے اللہ کا حکم پہنچا دیا تھا اے غافل پھر کاہے پر بھولا بیٹھا ہے کیا یہ عذاب تیرے نزدیک سہل ہے"

نیز صفحہ ۱۶۰ میں لکھتے ہیں:-

"انبیاء اپنی اُمتوں کے لیے کھڑے ہوں گے گنہگار نیکوں سے شفاعت طلب کریں گے۔ اس وقت دیکھا چاہیے مجھے اپنے مہربان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمرہ میں اور ان کے نشان والا شان کے نیچے جگہ ملتی ہے اور میری شفاعت حق تعالیٰ سے کرتے ہیں یا نہیں"

ایضاً صفحہ ۱۸۱ میں لکھتے ہیں:

"پس باعتقاد اس کے کہ سوا حق جل و علا کے کوئی فاعل مطلق و مالک عالم معطی و مانع و ضار و نافع نہیں اور اگر بفرض محال تمام اوّلین و آخرین جن و انس ارواح و ملائکہ چھوٹے اور بڑے تمام عالم ایک

ذرہ کو اس کی جگہ سے حرکت دینے پر اکٹھے ہو جائیں اور یک بار اس پر زور آزمائی کریں اور اسی کیفیت سے لاکھ برس گزر جائیں اور ان کی قوتیں یوماً فیوماً ترقی پر ہوں یہاں تک کہ ہر ایک ان میں سے ہفت طبق زمین ایک ہاتھ پر اٹھائے مگر ارادۂ الٰہی اس ذرہ کا تحرک نہ چاہے ہرگز ہرگز ممکن نہیں کہ ادنےٰ جنبش دے سکیں"۔

ایضاً ہدایۃ البریہ حسنی پریس بریلی کے صفحہ ۴ میں لکھتے ہیں :

"تمام انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین اس کے خوف سے بید کی طرح کانپتے ہیں"۔

نیز احسن الوعاء لآداب الدعاء مطبع اہلِ سُنّت وجماعت بریلی ص۸ میں لکھتے ہیں :

"جمیع ماسوا اللہ سے رشتۂ اُمید قطع کرے نفس سے کام نہ خلق سے غرض رکھے تا شاید مقصود جلوہ گر ہو اور گوہرِ مقصد ہاتھ آسکے"۔

اور خود مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے ملفوظات حصہ سوم انڈیا پریس لکھنؤ ص۴۲ میں لکھا ہے۔

"حدیث میں ارشاد ہوا کوئی شخص بغیر اللہ کی رحمت کے اپنے اعمال سے جنت میں نہیں جا سکتا صحابہ نے عرض کی ولا انت یا رسول اللہ "آپ بھی نہیں یا رسول اللہ" ارشاد فرمایا ولا انا الا ان یتغمدنی برحمتہٖ اور میں بھی جب تک کہ میرا رب رحمت نہ فرمائے گناہ نہ سہی استحقاق کس بات کا ہے"

نیز مولوی صاحب بریلوی خالص الاعتقاد حسنی پریس بریلی ص۷ میں لکھتے ہیں :۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا۔

"بیشک کافر ہیں وہ جو مسیح ابن مریم کو اللہ کہتے ہیں تم کہہ دو کہ کس کو اللہ پر کچھ اختیار ہے اگر وہ مسیح بن مریم اور ان کی ماں اور تمام اہلِ زمین کو فنا کر دینا چاہے"

نیز مولوی صاحب بریلوی السنۃ الانیقہ رضوی پریس بریلی ص۴۲ میں لکھتے ہیں :۔

"حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہزاروں طرح جس کا انسداد فرما دیا ہے مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمّت ان کے کمالاتِ عالیہ دیکھ کر حد سے گزری اور ان کو اللہ اور اللہ کا بیٹا کہہ کر کافر ہوئے ہمارے حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمالاتِ اعلےٰ کے برابر کس کے کمال ہو سکتے ہیں جس کے کمال ہیں سب حضور ہی کے کمال کے پرتو ہیں" ایضاً

"لہٰذا حضور اقدس بالمؤمنین رؤف رحیم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی رحمت نے اپنی اُمّت کے حفظِ ایمان کے لیے ہر آن ہر ادا سے اپنی عبدیت اور اپنے رب کی الوہیت ظاہر فرما دی کلمۂ شہادت

میں رسولہٗ سے پہلے عبدہٗ رکھا کہ اس کے بندہ ہیں اور اس کے رسول۔"

نیز مولوی صاحب بریلوی احکامِ شریعت حصّہ دوم الوالعلی پریس آگرہ صنا میں لکھتے ہیں :

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا شبِ معراج عرشِ الٰہی پر مع نعلینِ مبارک تشریف لے جانا صحیح ہے یا نہیں ؟ الجواب یہ محض جھوٹ اور موضوع ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ اللہ کے حضور حاضر ہونا کہنا چاہیئے ؟ ذکر تشریف لے جانا ۱۲ مؤلف"

نیز الزبدۃ الزکیہ حسنی پریس بریلی صـ۸ میں مولوی صاحب بریلوی لکھتے ہیں :۔

"مخلوق میں نہایت عظمت انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے لیے ہے۔"

نیز مولوی صاحب بریلوی کے ملفوظ حصّہ چہارم حسنی پریس بریلی ۳۸ھ صـ۳۷ میں لکھا ہے :۔

"تمہارا دین یہ ہے اشہدان محمدا عبدہٗ ورسولہٗ ۔عبدہ پہلے ہے۔ رسول بعد کو کہ عبد کے درجے سے نہ بڑھا دینا۔"

نیز صفحہ ۴۰ میں لکھا ہے :

"نصوصِ قرآنیہ کی عظمت نہیں۔ جتنے گمراہ ہوئے سب اسی دروازہ سے کہ انہوں نے نصوص میں تاویلیں کرنا شروع کیں۔"

پس ناظرینِ اہلِ انصاف و دیانت تے اقوال مولوی صاحب بریلوی در بارہ عظمتِ توحید جناب باری تعالےٰ عزشانہٗ بمقابلہ مخلوقات کے ملاحظہ فرمائے جو کلام صاحبِ تقویۃ الایمان مولانا شہید مرحوم کے عین مطابق باہم شیر و شکر ہیں۔ پس اگر بزعم باطل مولوی نعیم الدین کے کلام تقویۃ الایمان ہی باعث توہین و تنقیص حضرات انبیاء عظام و اولیاء کرام اور موجبِ کفر ہے، تو اقوالِ بریلویاں بدرجہ اولیٰ موجبِ توہین و تنقیص باعثِ اشد کفر ہیں ورنہ اقوالِ بریلویاں کا ایمان ہوتے ہوئے کلام تقویۃ الایمان تو یقیناً بلاریب عین ایمان ہے۔

فما ھو جوابکم فھو جوابنا ۔

قولہ صـ۲۰۱-۲۰۵ چند آیتیں اور حدیثیں پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ تقویۃ الایمان میں قرآن و حدیث کی مخالفت کی گئی ہے قرآن پاک میں محبوبانِ حق کی شفاعت کا اثبات ہے، اور کفار کو شفاعت سے مایوس کیا گیا ہے ۔ شفاعت مقربین کی ہو سکتی ہے نہ کہ مغضوبین کی۔ یہی آیتیں جو بتوں اور کفار کے حق میں نازل ہوئی ہیں، وہابیہ انہیں سے مسلمانوں کو دھوکا دیتے اور ان آیات کے معانی میں تحریف کرتے ہیں قاتلہم اللہ تعالیٰ، آیات نفی شفاعت

الا باذن اللہ جن کا ذکر گزر چکا ہے مانند سورہ بقر، سورہ مومن، سورہ سبا، وغیرہم۔ پیش کی ہیں (
بتوں کی شفاعت کی نفی اور مقربین ماذونین کا استثناء ہے۔ باوجود اس کے اولیاء وانبیاء
کی شفاعت کا منکر ہو جانا اور یہ کہہ دینا کہ کوئی کسی کا وکیل وسفارشی نہیں، جو انبیاء واولیاء کے
ساتھ یہ اعتقاد رکھے وہ مشرک۔ کیسی بے دینی، فریب دہی اور قرآن پاک کی مخالفت ہے۔
تقویۃ الایمان والے نے قرآن پاک کی آیتیں لکھ لکھ کر قرآن پاک کی مخالفت کی ہے۔ اور
عوام کو مغالطہ دیا ہے۔ تاکہ وہ یہ سمجھ لیں کہ یہ مضمون قرآن پاک ہی کا ہے۔ وہابی اپنا سر
پھوڑیں منہ پر خاک ڈالیں کہ جس حبیب کی شفاعت سے چڑتے ہیں قرآن پاک بکثرت آیات
میں ان کی شفاعت کا اثبات فرماتا ہے۔ اب کہو اے بے دینو! تمہارے یہ قول کہ انبیاء کے
پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ کوئی کسی کی حمایت نہیں کر سکتا۔ میں آپ ہی کو ڈرتا ہوا اللہ سے
ورے اپنا بچاؤ نہیں جانتا، سو دوسرے کو کیا بچا سکوں گا۔ پھر یہ افترا کہ آپ نے حضرت
فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا نہ کام آؤں گا میں تیرے اللہ کے ہاں کچھ۔ اللہ کے ہاں کا
معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے۔ اور ایسے ہی اور بیہودہ اقوال جو تقویۃ الایمان میں
لکھے ہیں کہ جن پر وہابی ایمان رکھتے ہیں قرآن پاک نے سب جہنم رسیدہ کر دیئے۔ انبیاء علیہم
السلام کی عداوت میں قرآن پاک کے خلاف زہر اگل رہا ہے وہابیو اللہ کا خوف کرو۔
قرآن پاک پر ایمان لاؤ، کب تک قرآن وحدیث سے منہ موڑ کر تقویۃ الایمان پر مرتے
رہو گے۔ مسئلہ شفاعت کا خوب واضح ہو گیا۔ اور تقویۃ الایمان کی مکاریوں کا
پردہ چاک چاک ہو گیا۔ اھ

أقول وعلی اللہ توکلت وھو الولی النصیر جو آیتیں دربارۂ شفاعت پیش کی ہیں جس
طرح بحوالہ تفسیر فتح العزیز گزر چکا ہے ان میں نفی واثبات شفاعت دونوں ثابت ہیں
یعنی خواہ بذریعہ بتوں کے شرک وکفر کرکے شفاعت کی توقع رکھیں کیونکہ جن کے نام کے
بت تراشے جاتے تھے وہ بھی صالحین ہی تھے۔ خواہ انبیاء اولیاء وغیرہم ملائکہ کی جناب
میں کفر وشرک کرکے یعنی ان کو حاضر وناظر جان کر غائبانہ ندائیں فرمادیں وغیرہم امور غیب
ان کے لیے مان کر شفاعت کی تمنا پر بھروسہ رکھیں یہ سب بوجہ شرک وکفر کے عنداللہ
محروم الشفاعت ہیں اور ایمان والے موحدین گنہگاروں کی شفاعت باذن اللہ تعالیٰ
واقع ہو گی۔ جس کا خود مولوی نعیم الدین نے اقرار کیا ہے کہ مقربین ماذونین کا استثناء

ہے۔ بیشک مقربین اہلِ توحید کے لیے جو شرک نہ کرتے ہوں۔ شفاعت کریں گے جس کے بے اجازت وقبولیت عطا ہو جاوے اور مغضوبین تو خود درماندہ ہیں وہ کس کی شفاعت کر سکیں گے۔ او کہ خویشتن گم است کرا رہبری کند۔ پس جبکہ آیتوں میں خود نفی واثبات دونوں ہی ثابت ہیں اپنے اپنے مقام ومحل کے لیے جو اس کو تغیر وتبدیل کرے جس طرح مولوی نعیم الدین نے بوجہ حُبِ دنیا عام لوگوں کو مغالطہ میں ڈال کر قبروں پر جھکا کے شرک وکفر کرایا۔ انبیاء اولیاء کو پکارنے کی تلقین کی۔ پھر ان کو شفاعت کا مغرور بنا دیا۔ یہی ہے تحریفِ شریعت ربانی اور کید شیطانی یعنی اس بد نصیب بداطواری پر مبتدعین گور پرست جتنا ماتم کریں سر دھنیں کپڑا ادھیڑیں کم ہے۔ مولوی نعیم الدین کا بغض وعناد بوجہ حمایت گور پرستوں کے ہے کہ مولانا شہید مرحوم کو منکرِ شفاعت، بے دین، قرآن وحدیث کا مخالف، معانی آیات میں تحریف کرنے والا، قریب وہ قائلہ اللہ قرار دیا ہے اور بہتان بندی وتحریف کی نسبت تقویۃ الایمان کی طرف کی ہے۔

ناظرین کرام! تقویۃ الایمان کی مفصل عبارتیں دربارۂ شفاعت اسی وجہ سے نقل ہو چکی ہیں تاکہ مولوی نعیم الدین کی کذب بیانی افترا پردازی مانند آفتاب روشن ہو کر معاند فتنہ پرداز دنیا وآخرت میں روسیاہ ہو۔ حالانکہ تقویۃ الایمان میں اس مقام پر صاف تصریح ہے کہ

"کوئی کسی کا ایسا سفارشی نہیں کہ اس کو پکارے۔ جو کوئی کسی کو سفارشی بھی سمجھ کر پوجے وہ بھی مشرک ہوتا ہے"۔

جس کو مولوی نعیم الدین صاحب نے بوجہ مغالطہ وفریب دہی عوام الناس کے چھپا لیا۔ اور خود ہی دروغ گو را حافظہ نباشد صفحہ ۲۱۹ میں اقرار کیا کہ شرک کرنے والے اُمتی کی شفاعت نہ ہوگی۔ پھر برافتراء بدتر از جہالت وسفاہت کہ ترجمہ آیت سورہ جن کو اخفا کر کے منسوب بطرف تقویۃ الایمان کیا گیا ہے۔

قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰہِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا۔	"یعنی کہہ کہ بیشک مجھ کو ہرگز نہ بچاوے گا اللہ سے کوئی اور ہرگز نہ پاؤں گا درے اس کے کوئی بچاؤ"۔

اور دیکھو الفاظ ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی مُوضح القرآن میں :-

"تو کہہ مجھ کو نہ بچاوے گا اللہ کے ہاتھ سے کوئی اور نہ پاؤں گا اس کے سوا سرک رہنے کو جگہ"

اہلِ انصاف نے دیکھا یہود سے بڑھ کر مولوی نعیم الدین کا قرآن پاک سے بغض انہوں نے تو

مضمون نوریت پر بغرض استخفاف پھبتی سی لگائی تھی اور یہاں کھلے طور مضمون آیت کو نشانہ طعن بنا کر ظاہر میں قول تقویۃ الایمان بنایا جاتا ہے۔ معاذ اللہ۔ پھر بر بہتان منسوب بافتراء تقویۃ الایمان پر کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا نہ کام آؤں گا میں تیرے اللہ کے ہاں کچھ۔ اللہ کے ہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے۔ اور اس کو بیہودہ قول بتا کر جہنم رسید کرنا معاذ اللہ جہنم کے داروغہ بننے کے شوق کو مستلزم ہے۔ حالانکہ یہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حدیث ہے۔ جو مشکوٰۃ میں موجود ہے۔ اگر صاحب تقویۃ الایمان مولانا شہید مرحوم کے ترجمہ سے ہی بغض و عناد ہے تو مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رح کا ترجمہ جن کو تسلیم کرنے کا دعویٰ کیا جاتا ہے اگر خود آنکھیں نہیں ہیں تو کسی سے سنوا لیا ہوتا۔ مگر دل کی بھی آنکھیں نہ ہوں تو پھر کیا علاج۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص۲۷۵ میں فرماتے ہیں:

ای فاطمہ جگر گوشہ محمد بطلب ہر چہ میخواہی از مال من اما عذاب خدا و گرفت وے فائدہ نمیکنم چیزی را۔

"اے فاطمہ جگر گوشہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ لے جو کچھ چاہے تو میرے مال میں سے لیکن عذاب الٰہی اور اس کی پکڑ سے کسی چیز کا نفع نہیں پہنچا سکوں گا"

نیز اشعۃ اللمعات ج ۴ ص۱۴۰ میں اسی کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

چنانکہ با اہل بیت و قرابت خود حق فرمود کہ من مالک نیستم شمارا چیزے را کار کنید و تکیہ بر من مکنید۔

"جس طرح کہ آپ علیہ الصلوٰۃ السلام اپنے اہل بیت اور قرابت داروں کو فرمایا کہ میں مالک نہیں ہوں تمہارے لیے کسی چیز کا اپنا کام کرو اور میرے اوپر بھروسہ مت کرو"

چنانچہ حدیث صحیح بخاری پارہ ۱۲ ص۱۳ جو مشکوٰۃ ص۳۴۹ میں منقول ہے کہ:

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میں تم میں سے کسی کو قیامت کے روز اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر بکری سوار ہو۔ اور وہ بول رہی ہو۔ اور اس کی گردن پر گھوڑا سوار ہو جو ہنہنا رہا ہو وہ کہے یا رسول اللہ میری فریاد رسی فرمایئے پس میں کہوں کہ تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں تحقیق میں پہنچا چکا تجھ کو احکام شریعت اور اس کی گردن پر اونٹ بلبلا رہا ہو وہ کہے یا رسول اللہ میری فریاد رسی فرمایئے پس میں کہوں کہ تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، تحقیق میں پہنچا چکا تجھ کو احکام شریعت اور اس کی گردن پر کپڑے وغیرہ ہلتے ہوئے ہوں۔ وہ کہے یا رسول اللہ میری فریاد رسی فرمایئے پس میں کہوں کہ تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں تحقیق میں پہنچا چکا تجھ کو احکام شریعت۔ اور اس کی گردن پر کوئی چڑھا ہوا ہو وہ کہے یا رسول اللہ میری فریاد رسی فرمایئے پس کہوں کہ تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں

تحقیق میں پہنچا چکا تجھ کو احکام شریعت"۔

مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص۳۸۹ میں فرماتے ہیں:

قولہ یا رسول اللہ اغثنی فریاد رسی مراد خلاص کن ازیں عذاب پس میگویم من مالک نیستم من مرترا چیزے را از خلاص دادن ورفع کردن ایں عذاب بتحقیق رسانیدم من ترا شریعت را و ترسانیدم ومبالغہ کردم وتو نکردی۔

"فریاد رسی کرو میری اور خلاصی کرو اس عذاب سے پس میں کہوں میں مالک نہیں ہوں تیرے لیے کسی چیز سے خلاصی دینے کا اور اس عذاب کے رفع کرنے کا تحقیق پہنچا دیا میں نے تجھے شریعت کو اور مبالغہ کے ساتھ ڈرا دیا میں نے اور تو نے نہ عمل کیا"

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ تحفہ اثنا عشریہ ص۱۳۶ میں فرماتے ہیں:۔

بلکہ اقارب را زیادہ از اجانب تخویف وتہدید باید کرد قولہ تعالیٰ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ۔

"بلکہ رشتہ دار قریبیوں کو زیادہ بہ نسبت اجنبیوں دوسرے لوگوں کے خوف دلانا اور سرزنش کرنی چاہیے حسب فرمانے اللہ تعالیٰ کے اور ڈرا اپنی برادری ناتے والوں قرابت مندوں کو"

اور خود مولوی نعیم الدین کے بڑے مقتدا، مولوی صاحب بریلوی کے والد مولوی محمد نقی علی خان صاحب جواہر البیان حسنی پریس محلہ سوداگراں بریلی کے ص۸۵ میں لکھتے ہیں:

"حدیث میں وارد ہوا جب عذاب میں گرفتار ہوگا۔ اور اس کی نگاہ غم خوار بیکساں صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر جا پڑے گی بے اختیار ہو کر چلائے گا یا رسول اللہ حضور فرمائیں گے میں نے تو تجھے اللہ کا حکم پہنچا دیا تھا اے غافل پھر کاہے پھر بھولا بیٹھا ہے کیا یہ عذاب تیرے نزدیک سہل ہے"

۱؎ پس مولوی نعیم الدین کو حیل سازیوں فریب کاریوں سے عموماً اور مبتدعین گور پرستوں کو خصوصاً حق تعالیٰ واحد قہار کے غضب وعقاب سے خوف کرکے شرک وبدعات سے توبہ کرنا لازم وضروری ہے کیونکہ بغیر خالص توحید وسنت پر قائم رہے شفاعت ناممکن ہے۔ دیکھو مولوی صاحب کی کتاب کا صفحہ ۲۱۹ سطر ۶ حدیث ۴۲ جو آئندہ بذیل احادیث شفاعت مذکور ہے۔

قولہ ص۲۰۶-۲۲۱ اب مسلمانوں کی مزید تازگی ایمان کے لیے چند حدیثیں پیش کی جاتی ہیں بخاری شریف مجتبائی جلد ۲ ص۱۱۱ پارہ ۳۰ (انصاری ص۲۷۰) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں اپنے رب کے حضور

حاضر ہو کر اذن چاہوں گا۔ اور مجھے حضوری کی اجازت ملے گی۔ پھر شفاعت کروں گا۔ اور میرے لیے حد مقرر کی جائے گی۔ پھر میں شفاعت کروں گا۔ اور میرے لیے حد مقرر کی جائے گی۔ پھر میں شفاعت کروں گا۔ پھر میرے لیے حد مقرر فرمائی جائے گی۔ حضور نے فرمایا کہ جس جس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہا ہو اور اس کے دل میں دانہ گندم کی برابر بھلائی ہو۔ پھر وہ بھی جہنم سے نکال لیا جائے گا جس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہا ہو اور اس کے دل میں ذرہ کی برابر بھی بھلائی یعنی ایمان ہو اھ ملخصاً

اقول۔ ان صفحات میں ۳۰ حدیثیں صحاح وغیرہم طویل و تصیر معہ فوائد شروح احادیث وغیرہم درج ہیں جن کا حاصل شفاعت کرنا حضرات انبیاء علیہم السلام خصوصاً جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیقین و شہداء علماء اور عام اہلِ ایمان کا باذن اللہ تعالیٰ موحدین اہلِ کبائر گنہگاران اُمت کے لیے جو شرک و کفر سے پاک و منزہ ہوں گے ثابت و محقق ہے کسی اہلِ ایمان مومن کو اس میں جائے مقال نہیں ہو سکتی۔ سب احادیث یقیناً مسلّم ہیں جن میں شفاعت باذن اللہ تعالیٰ کی قید و شرط ہے، ہر دفعہ میں جس مقدار میں لوگوں کے لیے شفاعت منظور ہوگی۔ وہ دوزخ سے نکالے جاویں گے۔ چنانچہ حد کی مقدار کا مقرر فرمانا اس پر دلیل واضح ہے۔ یہی عقیدہ مولانا شہید مرحوم کا تقویۃ الایمان میں صراحتاً واضح ہے جس کی تفصیل گزر چکی اور ناظرین ملاحظہ فرما چکے۔

قولہ۔ صفحہ ۲۰۹ جستجو کرنے والوں کا ذکر مومنوں کے الفاظ میں فرمایا گیا ہے۔ طلب گارِ شفاعت نہ ہونا کفار کی شان ہے وہابی منکرِ شفاعت بتائیں کہ وہ اپنے آپ کو کس گروہ میں داخل کریں گے۔ تقویت الایمان والے نے شفاعت کا صاف انکار کر دیا ہے اھ ملخصاً

اقول۔ یہ محض بہتان بندی اور بغض و عناد ہے۔ لعنت اللہ علی الکاذ بین المفترین چنانچہ تقویۃ الایمان کی عبارات حقیقتِ شفاعت میں مفصّل منقول ہو چکی ہیں۔ جس سے مولوی نعیم الدین کی افترا پردازی واضح ہو جاتی ہے۔ مثلاً دیکھو تقویۃ الایمان ....

"انبیاء و اولیاء کی سفارش جو ہے سو اللہ کے اختیار میں ہے ان کے پکارنے نہ پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو سفارشی بھی سمجھ کر پوجے وہ بھی مشرک ہوتا ہے"

ایضاً "اس کو شفاعت بالاذن کہتے ہیں یعنی یہ سفارش خود مالک کی پروانگی سے ہوتی ہے سو اللہ کی جناب میں ایسی قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی و ولی کی شفاعت کا قرآن و حدیث میں مذکور ہے سو اس کے معنی یہی ہیں۔ اور جس کو چاہے گا۔ اپنے حکم سے اس کا شفیع بنا دے گا غرض کہ جیسے اپنی ہر حاجت اسی کو سونپا چاہیئے، اسی طرح یہ حاجت بھی اسی کے اختیار

پر چھوڑ دیجیئے جس کو وہ چاہے ہمارا شفیع کر دے نہ یہ کر کسی کی حمایت پر بھروسا کیجیئے اور اس کو اپنی حمایت کے واسطے پکاریے اور اس کو اپنا حمایتی سمجھ کر اصل مالک کو بھول جائیے اھ ملخصاً

نیز مولانا شہید مرحوم متعلق تقویۃ الایمان مکتوب بنام سیّد عبداللہ بغدادی میں فرماتے ہیں :۔

اما اقرب الانبیاء عند اللہ تعالیٰ و
کمالاتہم وفضائلہم التی لا یصل دون
مرادہا احد غیرہم فسلم وھو امر
آخر لا دخل لہ فی الربوبیۃ والالوھیۃ
فلرد شبہۃ العوام حیث یزعمون ان
الانبیاء والاولیاء یتصرفون فی العالم
یفعلون ما یشاؤن وصلی اللہ علی
سیدنا ومطاعنا وشفیعنا محمد ن
المصطفیٰ وعلی آلہٖ شموس
الھدیٰ واصحابہ بدور
الدجیٰ فقط۔

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک انبیاء کا قرب اور ان
کے کمالات اور ان کے فضیلتیں کہ اس مرتبہ کو ان
کے سوا اور کوئی نہیں پہنچ سکتا یہ تمام امور مسلّم
ہیں اور یہ جدا امر ہے جس کو ربوبیت اور
الوہیت میں کچھ دخل نہیں ہے۔ عوام کے شبہ
کا رد کرنا مقصود ہے یہ گمان ہے کہ انبیاء اور
اولیاء سارے عالم میں تصرف کرتے ہیں۔ جو
چاہتے ہیں کر ڈالتے ہیں اور اللہ تعالےٰ
ہمارے سردار اور ہمارے مخدوم اور ہمارے
شفیع محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور
آپؐ کی اولاد پر جو آفتاب ہدایت ہیں اور
آپؐ کے اصحاب پر جو اندھیری رات کے
چاند ہیں اپنی رحمت نازل فرما دے فقط"

نیز مولانا شہید مرحوم اپنی مثنوی سلکِ نور جس میں حقیقۃً تقویۃ الایمان کی روح کو نظم فرمایا ہے میں دربیان نعت سیدالمرسلین فرماتے ہیں :۔

وہ انسان اکمل ہے سنتے ہو کون — ہوئے مفتخر جس سے یہ دونوں کون
نبی الیرا یا رسول کریم — نبوّت کے دریا کا در یتیم
حبیب خدا سیّد المرسلین! — شفیع الورٰی ہادیٔ راہِ دین۔
محمدؐ ہے نام ان کا احمدؐ لقب — بیان ہو سکے منقبت ان کی کب[1]

ایضاً ص۹ دربیانِ توحید وردِّ شرک میں فرماتے ہیں :۔

---

[1] مثنوی سلک نور ملحقہ رسالہ حقیقۃ الصلوٰۃ طبع لاہور ۱۳۴۰ھ ص۸ (ع۔ ع)

جو چاہے کرے حکم بے قیل و قال — کسی کو نہیں بولنے کی مجال
سفارش کی پروا نگی گر نہ دے — تو پھر کون ہے جس کا منہ پھر سکے
کہ عزت کے دربار میں رُو برُو — ذرا جا کے ہووے وہاں ہُو دو بدو[1]

مگر مولوی نعیم الدین کی تو نہ آنکھیں ہیں نہ دل جو حق نظر پڑ سکے اور دل انصاف کر سکے "صُمٌّ بُکْمٌ"

قولہ۔ صلا۲ یہ لوگ شفاعت سے تو محروم ہوں گے اھ ملخصاً

اقول۔ بیشک شفاعت سے وہی محروم ہوں گے جو حق تعالیٰ مالک الملک شہنشاہ عالم عزّ شانہ کی توحید کو چھوڑ کر قبروں پر سر جھکاویں، نذریں منتیں چڑھاویں، عالم الغیب جان کر ندائیں فرمادیں کریں، اور پھر اُمتی لا تخشی ہونے کے مدعی نہیں۔

قولہ صلا۲ شفاعت بالوجاہت حق ہے۔ جس کا تقویت الایمان میں انکار کیا گیا ہے۔

شفاعت بالمحبّۃ اس کا بھی تقویت الایمان میں انکار کیا گیا ہے۔ مگر بخاری شریف اور صحاح کی حدیثیں اس کو ثابت کرتی ہیں اھ ملخصاً

اقول۔ یہ بھی مولوی نعیم الدین کی افترا پردازی و فتنہ انگیزی ہے حالانکہ خود تقویت الایمان میں حقیقت شفاعت اقسام ثلثہ میں مرقوم ہے:

"وہ مالک الملک اپنے بندوں کو بہتیرا ہی نوازے اور کسی کو حبیب کا اور کسی کو خلیل کا اور کسی کو کلیم کا اور کسی کو روح اللہ کا خطاب بخشے اور کسی کو رسول کریم اور مکین اور روح القدس اور روح الامین فرمادے مگر پھر مالک مالک ہے اور غلام غلام۔ کوئی بندگی کے رتبہ سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا اور غلام کی حد سے زیادہ نہیں بڑھ سکتا جیسا اس کی رحمت سے ہر دم خوشی سے پھولتا ہے ویسا ہی اس کی ہیبت سے رات دن زہرہ پھٹتا ہے۔"

ناظرین کرام یہاں مولوی نعیم الدین کے مسلّم حضرات کے اقوال بھی ملاحظہ فرمالیں۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے والد مولوی محمد نقی علی خاں صاحب جواہر البیان صلا۲ میں لکھتے ہیں:۔

"پیغمبر و صدیق اس کی بے نیازی سے خائف و ترساں برق غضب اس کی ہزار برس کی طاعت و ریاضت جلا کر خاک بناتی ہے"

ایضاً صلا۲۷ میں لکھتے ہیں:۔

"اس دربار میں مقرب فرشتے اور اولو العزم پیغمبر نہایت فروتنی اور عاجزی سے سر جھکاتے اور اولیاء

---

[1] ایضاً ص ۲۱ (ع۔ ح)

اصفیاء کس ادب و تعظیم سے بندگی بجا لاتے ہیں۔"

ایضاً ص۸۵ میں لکھتے ہیں۔

"حدیث میں وارد ہوا جب عذاب میں گرفتار ہوگا اور اس کی نگاہ غمخوار بیکساں صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر جا پڑے گی بے اختیار ہو کر چلائے گا۔ یا رسول اللہ یا رسول اللہ حضور فرما ئیں گے میں نے تجھے اللہ کا حکم پہنچا دیا تھا۔ اے غافل پھر کا ہے پر بھولا بیٹھا ہے کیا یہ عذاب تیرے نزدیک سہل ہیں؟"

ایضاً ص۱۴۰ میں لکھتے ہیں:

"اس دربار کے سوا دوسرا ٹھکانا بھی تو نہیں نہ عالم میں کوئی بات سننے والا نہ فریاد کو پہنچنے والا اور سنے بھی تو کیا حاصل اپنے درد کی دوا اور محتاجی کا علاج تو یہاں کے سوا کہیں نہیں ناچار جس بادشاہ کی نافرمانی میں عمر کاٹی آنکھیں بند کئے گردن جھکائے اس کی رحمت و کرم کی امید رکھتے اور غضب و عتاب سے لرزتے کانپتے اسی کی طرف دست تمنا بلند کرکے پکارتے ہیں۔"

ایضاً ص۱۶۰ میں لکھتے ہیں (عرفات میں وقوف)

"عرفات قیامت پر منطبق کرکر اسی طرح تمام عالم ایک میدان میں مجتمع ہوگا۔ اور ہر ایک اپنی اپنی فکر میں ہوگا۔ مختلف زبانیں طرح طرح کی آوازیں، رنگ رنگ صورتیں، پھر ہر فرقہ اپنے امام کے ساتھ ہوگا۔ انبیاء اپنی اپنی امتوں کو لئے کھڑے ہوں گے، گناہ گار نیکوں سے شفاعت طلب کریں گے اس وقت دیکھا چاہیے۔ مجھے اپنے مہربان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمرہ میں اور ان کے نشانِ والا شان کے نیچے جگہ ملتی ہے اور میری شفاعت حق تعالیٰ سے کرتے ہیں یا نہیں۔"

نیز ہدایۃ السیر پر ص۲۷ میں لکھتے ہیں:۔

"تمام انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین اس کے خوف سے بید کی طرح کانپتے ہیں۔"

اور خود مولوی صاحب بریلوی کے ملفوظ حصہ سوم انڈیا پریس لکھنؤ ص۴۷ میں لکھا ہے:۔

"حدیث میں ارشاد ہوا کوئی شخص بغیر اللہ کی رحمت کے اپنے اعمال سے جنت میں نہیں جا سکتا صحابہ نے عرض کی وَلَا اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ آپ بھی نہیں یا رسول اللہ۔ ارشاد فرمایا۔ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰہُ بِرَحْمَتِہٖ۔ "اور میں بھی جب تک کہ میرا رب رحمت نہ فرمائے" یعنی گناہ نہ سہی استحقاق کس بات کا ہے۔"

پس مقام توحید حق تعالیٰ عز شانہٗ میں با وجود وجاہت حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے ان کی عبدیت کی فروتنی اور عاجزی سے اختیاری مالک الملک جل شانہٗ کے غضب و عتاب سے بید کی طرح لرزنا کانپنا وغیرہم الفاظ کلام بریلویہ میں کچھ تقویت الایمان سے کسی طرح کم نہیں بلکہ بدرجہا بڑھے ہوئے ہیں۔ پس مولوی نعیم الدین کے زعم باطل میں منکر شفاعت ٹھیر کر خود ان پر کفر عاید کرتا ہے۔ نعوذ باللہ۔

علاوہ بریں تقویۃ الایمان میں توحید باری تعالیٰ عز اسمہٗ کے ہمراہ انبیاء علیہم السلام کی بزرگی و کمالات عزت وجاہت اور محبت ملاحظہ کیجئے صـ۱۷ میں مولانا شہید مرحوم فرماتے ہیں :-

"جب شرک سے آدمی پورا پاک ہوگا کہ کسی کو اللہ کے سوا مالک نہ سمجھے اور اس کے سوا کہیں بھاگنے کی جگہ نہ جانے اور یہ اس کے دل میں خوب ثابت ہو جاوے کہ اس کے تقصیر دار کو اس سے بھاگ کر کہیں پناہ نہیں اور اس کے مقابل کسی کا زور نہیں چلتا اور اس کے روبرو کسی کی حمایت نہیں چلتی اور کوئی کسی کی سفارش اپنے اختیار سے نہیں کر سکتا"

ایضاً صـ۲۱ میں فرماتے ہیں :-

"سب انبیاء و اولیاء کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے اور لوگوں نے ان کے بڑے بڑے معجزے دیکھے انہیں سے سب اسرار کی باتیں سیکھیں اور سب بزرگوں کو انہیں کی پیروی سے بزرگی حاصل ہوئی"

ایضاً صـ۴۲ میں فرماتے ہیں :-

"انبیاء و اولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے سو ان میں بڑائی یہی ہوتی ہے کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں سو لوگوں کو سکھلاتے ہیں اور ان کے بتانے میں تاثیر دیتا ہے بہت لوگ اس سے سیدھی راہ پر ہو جاتے ہیں"

ایضاً صـ۵۰ میں فرماتے ہیں :-

"کسی کو جو کسی کے پاس اپنا سفارشی ٹھہرائے تو یوں ہوتا ہے کہ اصل کاروبار اس کے اختیار میں ہو اور سفارش کرنے والے کی خاطر سے وہ کر دے"

ایضاً صـ۵۷ میں فرماتے ہیں :-

"جس طرح نصاریٰ کہتے ہیں کہ سارے کاروبار اس جہان کے اور اُس جہان کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے اختیار میں ہیں اور جو کوئی ان کو ماننے اور ان کی انتہا کرے اس کو بندگی کی کوئی حاجت نہیں اور کچھ گناہ اس کو خلل نہیں کرتا اور کچھ حرام و حلال کا اس کے حق میں امتیاز کرنا ضرور نہیں وہ اللہ کا سانڈھ بن جاتا ہے۔ جو چاہے سو کرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخرت میں اس کو شفاعت سے بچا لیں گے سو اسی طرح کا عقیدہ جاہل مسلمانوں کو حضرت پیغمبر کی جناب میں ہے بلکہ ان سے اکثر اماموں کی اور اولیاء کی بلکہ ہر ملا مشائخ کی جناب میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں اللہ ہدایت کرے"۔

ایضاً ص۵۵ میں فرماتے ہیں:

"ہمارے پیغمبر سارے جہان کے سردار ہیں کہ اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے احکام پر سب سے زیادہ قائم ہیں اور لوگ اللہ کی راہ میں سیکھنے میں ان کے محتاج ہیں ان معنوں میں ان کو سارے جہان کا سردار کہنا کچھ مضائقہ نہیں بلکہ ضروریوں ہی جاننا چاہیئے۔ اور ان معنوں سے ایک چیونٹی کا بھی سردار ان کو نہ جانیئے کیونکہ وہ اپنی طرف سے ایک چیونٹی میں بھی تصرف نہیں کر سکتے"۔

ایضاً ص۶۰ میں فرماتے ہیں:

اللہ کے پیغمبر اپنی امت کے بڑے مربی شفیق تھے اور ان پر بہت مہربان اور رات دن ان کو اپنی امت کے دین بھی درست کرنے کا فکر تھا۔ سو جب انہوں نے معلوم کیا کہ میری امت کے لوگ مجھ سے بڑی محبت رکھتے ہیں اور بہت احسان مند اور یہ دستور ہے کہ جب کسی کو کسی کی محبت ہوتی ہے تو اپنے محبوب کے خوش کرنے کو اس کی تعریف میں حد سے زیادہ بڑھ جاتا ہے اور جو کوئی پیغمبروں کی تعریف میں حد سے بڑھے گا۔ تو اللہ ہی کی بے ادبی کرے گا۔ اور اس نے اس کا دین بالکل برباد ہو جائے گا۔ اور پیغمبر کا اصل دشمن بن جاوے گا۔ سو اسی لیے فرمایا کہ مجھ کو مبالغہ خوش نہیں آتا"۔

پس ناظرین اہل انصاف و دیانت پر مولوی نعیم الدین "رئیس المفترین" کی کذابی اظہر من الشمس واضح ہو گئی۔

قولہ ص۲۱۲ "تقویۃ الایمان والا تو یہ افترا کرتا ہے کہ حضور نے فرمایا۔ کہ اللہ کے ہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی شفاعت کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں"۔

اقول۔ مؤلف مکار دغا باز کا یہ محض فریب عام لوگوں کو مغالطہ میں ڈال کر بار بار لوٹتا اور دھوکہ دیتا ہے خود اس ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو صحیح بخاری و صحیح مسلم میں مروی ہے جس کا ترجمہ مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی سے جو مسلمہ مولوی نعیم الدین

کے ہیں اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں مرقوم ہوچکا:۔

"اے فاطمہ جگر گوشۂ محمد کی مانگ لے جو کچھ چاہے تو میرے مال میں سے لیکن عذاب اللہ کے اس کی پکڑ سے کسی چیز کا نفع نہیں پہنچا سکوں گا میں" میں مالک نہیں ہوں تیرے لیے کسی چیز کے خلاصی دینے کا اور اس عذاب کے رفع کرنے کا۔"

پس شفاعت کے لیے آمادہ ہونا خود حسب وعدہ حق تعالیٰ ہے جس کے حق میں اہل ایمان موحد باللہ کی شفاعت کی اجازت ہو کر مقبول و منظور ہوجاوے۔ چنانچہ تفسیر فتح العزیز مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رح سے واضح ہوچکا ہے کہ پیغمبروں اور اولیاء اور علماء اور حفاظ اور شہداء اور فرشتوں کو حکم ہوگا کہ شفاعت فلانے کی کریں تاکہ تم کو عزت و جاہ حاصل ہووے۔

قولہ ص۲۱۳ ساری تقویۃ الایمان پر پانی پھر گیا اندھو دیکھو اللہ کے کرم سے اللہ کے ہاں اللہ کے حبیب کا بڑا اختیار رہے۔

اقول۔ مولوی نعیم الدین کا محض صریح جھوٹ اور بہتان ہے ذرہ بھر بھی دربار مالک الملک عز شانہٗ میں کسی کا اختیار در ور نہیں چل سکتا فرمایا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک پ۱۷ سورہ انبیاء میں

وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ "اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اس کی جس سے وہ راضی ہو اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے ہیں"

پس تمام ترسب تہ خاک ہو کر نسیاً منسیاً ہوگئے۔ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ

قولہ ص۲۱۴ تقویۃ الایمان والے اندھوں کو دکھاؤ کہ بخاری شریف سے بکرم مولیٰ تعالیٰ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی شانِ اختیاری معلوم ہوتی ہے کہ وہ کسی ایمان دار کو جہنم میں نہ چھوڑیں گے۔ جہنم سے نکال لائیں گے۔ تقویۃ الایمان والے نے جو شفاعت بالاذن کے معنی اپنے دل سے گھڑے ہیں۔ اور ان میں شفاعت کے انکار کے لیے یہ قیدیں لگائی ہیں کہ مجرم ہمیشہ کا چور نہ ہو چوری کو اپنا پیشہ نہ ٹھہرایا ہو قصور پر شرمندہ ہو کسی امیر وزیر کی پناہ ڈھونڈھتا ہو۔ یہ تمام قیود اس حدیث نے باطل کر دیئے۔

اقول۔ صحیح بخاری پارہ ۲۷ کی یہ حدیث منقولہ ۱۳؎ جس کے الفاظ مولوی نعیم الدین نے بخیانت صرف یہ نقل کئے ہیں اخرجھم من النار فادخلھم الجنۃ حالانکہ اس کے ساتھ جملہ الفاظ یہ ہیں ثم اشفع فیحدلی حداً ثم اخرجھم من النار فادخلھم الجنۃ۔ (اجازت کے بعد پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کی جاوے گی الخ۔ پس مولوی نعیم الدین

کے مزعومِ اختیاری کو اذن اور قیدِ محدود سے باطل کر دیا۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۲۷ صفحہ ۱۹ میں مروی ہے:۔

عن حماد بن زید ولفظہ ان اللہ یخرج قوما من النار بالشفاعۃ۔

"اللہ تعالیٰ نکالے گا ایک قوم کو دوزخ سے بوجہ شفاعت کے"

علیٰ ہٰذا شفاعت بالاذن میں مراد چوری سے ہر وہ گناہ ہیں جن کو ہمیشہ نہیں بنایا گیا۔ بلکہ اپنے آپ کو قصور مند جان کر شرمندہ ہوتا ہے اور عزتِ قوانینِ شریعت کا لحاظ و پاس کرتا ہے کہ یہ شان اہلِ ایمان موحد کی ہے۔ جس کی شفاعت ہو سکتی ہے۔ برخلاف اس کے جو گناہوں کو دلیری سے بطور پیشہ کے ہمیشہ اصرار و ہٹ کے ساتھ علی الدوام کرتا ہے اور شرمندگی و ندامت کو پاس نہیں آنے دیتا کہ اس میں قوانینِ شریعت غرّا کی توہین اور عملاً حلال جاننا حرام قطعی کا ہے۔ جو موجبِ کفر ہے۔ پھر ایسی صورت میں شفاعت کی امید پر بھروسا کرنا چہ معنی دارد۔ اسی لیے امام ابوحنیفہ رح نے اپنے وصیت نامہ میں فرمایا۔

فعلیکم اصحابی واخوانی ان تکونوا فی ھذہ الخصال حتی تکونوا فی شفاعۃ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اصحابہ وسلم یوم القیامۃ۔

"پس تمہارے اوپر لازم ہے اے دوستو اور بھائیو کہ ان خصائلِ ایمان کو مضبوط پکڑو۔ تاکہ تم شفاعت میں ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہو قیامت کے روز۔"

اور ملا علی قاری رح شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۴۲ میں فرماتے ہیں:

ومنہا ان استحلال المعصیۃ صغیرۃ کانت او کبیرۃ کفر اذا ثبت کونہا معصیۃ بدلالۃ قطعیۃ وایضاً صفحہ ۱۹۱ وفی عمدۃ النسفی واستحلال المعصیۃ کفر۔

"منجملہ امور کفر کے حلال جاننا گناہ ہے صغیرہ ہو یا کبیرہ جب کہ ثابت ہو وہ گناہ دلیل قطعی سے" "اور عمدۃ النسفی میں ہے اور حلال جاننا گناہ کا کفر ہے۔"

اور مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رح تفسیر فتح العزیز جز اول صفحہ ۳۶۸ میں فرماتے ہیں:۔

باید دانست کہ استباحت معصیت کفر است و معنی استباحت آں است کہ در دل خوف عقاب بر آں نماند و قبح آں در اعتقاد زائل شود گویا اند کہ

"جاننا چاہیے کہ مباح جاننا گناہ کا کفر ہے اور معنی مباح جاننے کے یہ ہیں کہ دل میں خوف اس کے عقاب کا نہ رہے۔ اور قباحت اس کی اعتقاد سے زائل ہو جاوے۔ گو

ایں معصیت را در شرع حرام کردہ اند،
وازاں منع شدید نمودہ، وبزبان ہم اقرار
نماید کہ ایں معصیت معصیت است
زیرا کہ معنی استباحت مباح دانستن
است، نہ مباح گفتن وچوں خوفِ عقاب
از معصیت زائل شد آں معصیت
در اعتقاد قبیح نماند مباح گردید ومعاملہ
مباحات باں معصیت بوقوع آمد ظاہر
بیّنان فقہ می فہمند کہ انکار در ورود حرمت
او در شرع نیز لازم استباحت است
وایں معنی نادر الوقوع است از
روئے احادیث وآیات در تحقیق
استباحت ہماں قدر کافی است انکار
ورود حرمت او در شرع بہ دل یا
زبان ضرور نیست۔

جانتے کہ اس گناہ کو شرع میں حرام فرمایا
گیا ہے اور اس سے سخت ممانعت
کی گئی ہے اور زبان سے بھی اقرار کرے کہ یہ
گناہ گناہ ہے کیونکہ معنی مباح کے مباح
جاننا ہے نہ کہ مباح کہنا اور جو خوفِ عذاب
گناہ سے جاتا رہا اور وہ گناہ اعتقاد
میں قبیح نہ رہا مباح ہو گیا اور معاملہ مباحات
کا اس گناہ کے ساتھ وقوع میں آیا۔ ظاہر
بیّنانِ فقہ سمجھتے ہیں کہ انکار وارد ہونے
اس کی حرمت کا شرع میں مباح ہونے کے
لیے لازم ہے مگر یہ معنی نادر الوقوع ہیں
از روئے احادیث وآیات کے سماع ہونے
میں از روئے تحقیق اسی قدر کافی ہے انکار اس
کی حرمت کے وارد ہونے کا دل یا زبان سے
ضروری نہیں ہے"

پس یہ زبان درازی اور تعلّی مولوی نعیم الدین کی از روئے قواعدِ شرح قرآن وحدیث اور کلام اکابرِ ائمہ وعلمائے کرام سے خود باطل ہو کر تائید تقویۃ الایمان واضح ہو گئی۔ فللّٰہ الحمد۔

قولہ ص۲۱۵ تقویۃ الایمان والے کے نزدیک تو نہ ہمیشہ کے چور کی شفاعت ہو سکتی ہے نہ اس کی جس نے چوری کو پیشہ بنا لیا ہو نہ اس کی جس نے توبہ نہ کی ہو۔

اقول۔ اس کا جواب کافی وشافی دندان شکن ابھی گزر چکا مگر توبہ نہ کرنے کا ذکر کینہ کے سینہ سے تراشا گیا ہے جو تقویۃ الایمان میں نہیں ہے۔ جو موحد اہلِ ایمان گنہگار بے توبہ مرگیا اس کی مغفرت اور شفاعت باختیار و باذن اللہ تعالٰی ہے نہ کسی دوسرے کے اختیار میں۔ چنانچہ فرمایا حق تعالٰی نے پ۵ سورہ نساء میں:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ ۔ "تحقیق اللہ نہیں بخشتا ہے شرک کرنے والے کو

يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ اور بخشتا ہے شرک کے سوا جس کو چاہے۔"

پس مولوی صاحب کے عناد بے عقلی اور نابینائی پر تف ہے۔

قولہ صد ۲۱۶ جب لوگ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر استدعائے شفاعت کریں گے۔ حضور فرماتے ہیں میں اجازت لینے اپنے رب کے حضور جاؤں گا۔ اس کے بعد حضور سجدہ کا اذن چاہیں گے۔

اقول۔ اب تو اجازت لینا اور سجدہ کا اذن چاہنا بخوبی واضح ہو کر مولوی نعیم الدین کی تمام لن ترانیوں پر سر سے بھی اونچا پانی پھر گیا۔ ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری!

قولہ صد ۲۱۹ حدیث ۲۳ ترمذی جلد ۲ ص ۶۷ حضور نے فرمایا میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا پس مجھے اختیار دیا اس میں کہ میری نصف امت جنت میں داخل ہو اور اس میں کہ میں ان کی شفاعت کروں پس میں نے شفاعت کو اختیار فرمایا۔ اور وہ شفاعت ہر اس شخص کے لیے ہے جو اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو یعنی تمام ایمان دار لوگوں کے لیے۔ حدیث ۲۴ مشکوٰۃ شریف ص ۴۸۹ حضور فرماتے ہیں "میری شفاعت سے خوب بہرہ اندوز وہ ہے جس نے بخلوص لا الٰہ الا اللہ کہا" فتح الباری پارہ ۲۷ ص ۱۹۱ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "پہلے میں اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا۔ پھر مرتبہ بمرتبہ قریب ترکی، پھر عرب کی پھر عجمیوں کی" یہاں اسمٰعیل اور ان کے چیلوں کو دکھاؤ کہ یہاں شفاعت بعلاقہ قرابت ہو رہی ہے۔ تقویت الایمان کا یہ قول کہ سفارش اس لیے نہیں کہ اس کا قرابتی ہے یا آشنا۔ اس حدیث سے باطل ہوا۔

اقول۔ یہ امر حسب مسلّم خود مولوی نعیم الدین کے بھی ثابت ہو گیا کہ کسی کفر و شرک کرتے والے امتی کی ہرگز شفاعت نہیں ہو سکتی جیسا کہ ان دونوں حدیثوں صد ۲۲، ۲۴ سے بھی یہی ثابت ہوا نیز حدیث صحیح بخاری پارہ ۲۶ ص ۱۰۲ میں روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ان جبرئيل اتانى فقال من مات من امتك لا يشرك بالله شيئا دخل الجنة۔

"جبرئیل آئے تھے میرے پاس تو کہا انہوں نے جو مرا آپ کی امت کا کہ نہ شریک کرتا تھا اللہ کے ساتھ کسی شئی کو داخل ہوا جنت میں۔"

فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۲۶ صفحہ ۱۰۹ میں مرقوم ہے :

قوله ولا يشرك به شيئاً يشتمل مسمى الشرك الجلى والخفى۔	"اس حدیث میں اور نہ شریک کرتا ہو ساتھ اللہ کے کسی چیز کو شامل ہے شرک جلی اور خفی کو یعنی چھوٹے بڑے سب کو"۔

نیز فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۲۶ صفحہ ۱۴۲ میں مرقوم ہے :

ان بعض الكفرة كانوا يدعون انهم يعبدون الله ولكنهم كانوا يعبدون الهتا اخرى۔	"بعض کفر کرنے والے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور حالانکہ وہ عبادت کرتے ہیں دوسرے معبودوں کی"۔

نیز فتح الباری پارہ ۲۷ صفحہ ۱۹۷ میں مرقوم ہے :

وفى رواية ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما عند احمد وابى يعلى فاقول انا لها حتى ياذن الله لمن يشآء ويرضى۔	"ایک روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پس میں عرض کروں گا میں ان کے لیے ہوں یہاں تک کہ اذن فرماوے گا اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے گا اور راضی ہوگا"۔

✲

نیز فتح الباری پارہ ۲۷ صفحہ ۱۹۸ میں مرقوم ہے :

فقد ثبت تخصيص الموحدين بالاخراج۔	"پس تحقیق ثابت ہوئی تخصیص موحدین کی دوزخ سے نکال لینے کی"۔

نیز صحیح بخاری پارہ ۲۷ صفحہ ۲۰۳ میں روایت ہے :-

وتبقى هذه الامة فيها منافقوها۔	"باقی رہ جاوے گی دوزخ میں یہ اُمّت جس میں منافقین ہوں گے"۔

فتح الباری میں مرقوم ہے :

واكثر المنافقين كانوا يعبدون غير الله من الوثن وغيره۔	"اکثر منافقین وثن وغیرہ غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے"۔

"جس طرح حدیث میں وارد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے لیے حق تعالیٰ سے دُعا کی"۔

اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد ۔ "اے اللہ نہ بنا دینا میری قبر کو وثن کہ عبادت کی جاوے۔"

رواہ مالک فی الموطا منہ

نیز فتاویٰ رد المحتار جو خود مولوی نعیم الدین کے نزدیک نہایت قابل تعریف و توصیف ہے صفحہ ۲۵۱ میں مرقوم ہے:

اصل عبادۃ الاصنام اتخذ قبور الصالحین مساجد ۔ "اصل عبادت کرنے بتوں کی صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لینا ہے۔"

پس اگر مولوی نعیم الدین کو بموجب احادیثِ موصوفہ کے بخشش و شفاعت کی اُمید ہو تو ان کے لیے لازم ہے کہ سب سے پہلے وثن پرستی یعنی قبروں تعزیوں وغیرہ کو حاجت روا جان کر ان کی نذر و منت دعویٰ علم غیب ندا غیر اللہ سے باز آویں گور پرستوں کو شرکیات و کفریات سے بچاویں۔ پھر بیشک بفضلہ تعالیٰ پہلے شفاعت اہل بیت نبوت پھر اقرب فالاقرب اہل توحید کی باذن اللہ تعالیٰ ہوگی۔ کیونکہ کوئی شفاعت بلا اذن و بغیر مرضی حق تعالیٰ نہیں ہو سکتی اگرچہ کسی کا کوئی قرابت مند ہی کیوں نہ ہو۔ یہی حاصل تقویۃ الایمان کا ہے حسبِ مثال بادشاہ و مجازی وزیری کے :-

"کوئی امیر و وزیر اس کی مرضی پا کر اس تقصیر وار کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ اس امیر کی عزت بڑھانے کو ظاہر میں اس کی سفارش کا نام کر کے اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے سو اس امیر نے اس چور کی سفارش اس لیے نہیں کی کہ اس کا قرابتی ہے یا آشنا"

یہی بات ہے جس کو مولوی نعیم الدین صاحب نے تقویۃ الایمان پر افترا پردازی بہتان بندی سے اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق کر دیا ہے۔ حالانکہ اہل بیت طاہرہ خصوصاً حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت فاطمۃ الزہرا، حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم حسبِ بشارات رسالت نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جنتی و عالی مراتب ہیں۔ ان کی شفاعت بھی رفیع درجات عاصیوں کے لیے باذن اللہ تعالیٰ متوقع ہے چنانچہ خود مولانا شہید مرحوم نے تذکرے باب تقویۃ الایمان میں مناقب و صفات اہل بیت احادیث سے صراحۃً بیان کئے ہیں جیسے یہ حدیث کہ جبرئیل نے بشارت دی فاطمۃ سیدۃ نساء اہل الجنۃ

والحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنۃ ... خدیجۃ ابنۃ خویلد اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے متعلق خبر دی فرمایا ... زوجتک فی الدنیا والآخرۃ -

مگر بایں ہمہ شرف وعزت وجاہت واکرام کے جس قدر جس کو قرب ربانی زائد ہوتا ہے اسی قدر اس کو خوف وخشیت زائد ہوتا ہے ع نزدیکان را بیش بود حیرانی۔ خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بایں ہمہ کمالات عزت وجاہ کے سبب سے زائد آپ پر خوف وہیبت طاری رہتا ورنہ پھر وانذر عشیرتك الاقربین کا خطاب کیوں ہوتا۔ خود مولوی نعیم الدین کے مقتدائے مسلّم مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے والد مولوی محمد نقی علی خاں صاحب جواہر البیان ص۶۴ میں لکھتے ہیں:

"پیغمبر وصدیق اس کی بے نیازی سے خائف و ترساں برق غضب اس کی ہزار برس کی طاعت و ریاضت جلا کر خاک بناتی ہے۔"

نیز ہدایۃ البریہ ص۴۳ میں لکھتے ہیں:۔

"تمام انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین اس کے خوف سے بید کی طرح کانپتے ہیں۔"

علیٰ ہذا سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

گر بمحشر خطاب قہر کند
انبیاء را چہ جائے معذرتست

پس مولوی نعیم الدین کے تمام مقالات بیہودہ محض اور دعاوی باطل ہیں۔

قولہ ص۲۲۱ ابھی تو بدنصیب کو حضور کے غلاموں کی شان بھی نظر نہ آئی کہ ان پر کیسا کرم الٰہی ہے۔ آقا کی نسبت گستاخ زبان کھول بیٹھا' یہ ہے شفاعت بالوجاہت کہ مومنین اپنے بھائیوں کے حق میں اس اصرار ومبالغہ سے شفاعت کریں گے جیسے صاحب حق اپنا حق لینے کے لیے مبالغہ کرتا ہے۔ یہ ہے وہابیہ کی گمراہی کہ احادیث کی ایسی ظاہر وروشن تصریحات کے باوجود ان کی شفاعت کا انکار ہے۔ تقویۃ الایمان کی اکاذیب باطلہ کا ان سے قلع قمع ہو گیا اھ ملخصاً

اقول۔ جب حق تعالیٰ کی بخشش وکرم جوش میں آوے گی تو در شفاعت باذن اللہ تعالیٰ مومنین اہل توحید کے لیے واسع ہو جاوے گا۔ چنانچہ اسی حدیث میں جس کو مولوی نعیم الدین نے نقل کیا واقع ہے جس کو اپنی بددیانتی سے اخفا کر کے چھوڑ دیا۔

فیقول اللہ تعالیٰ شفعت الملائکۃ	"پس فرماوے گا اللہ تعالیٰ شفاعت کریں
وشفع النبیون وشفع المؤمنون	ملائکہ اور شفاعت کریں انبیاء اور شفاعت کریں
متفق علیہ (مشکوٰۃ ص۴۹۰)	مومنین۔"

حتیٰ کہ دوسری حدیث میں ہے :

ومنهم من يشفع الرجل۔ رواه الترمذی (مشکوٰۃ ص۴۹۴)

"اور ان میں سے وہ ہوگا کہ شفاعت کرے گا ایک آدمی کی۔"

مگر بدبخت نے حق تعالیٰ کی شان گھٹانے کے لیے اللہ تعالیٰ کا فرمان اذنِ شفاعت کا ذکر چھوڑ دیا۔ تاکہ جہلا گور پرست جان لیں کہ لوگ اپنے اختیار سے بلا اذن اللہ تعالیٰ کے رب العزت تعالیٰ شانہٗ کو شفاعت میں مجبور کر کے گور پرستوں کو بخشوا لیں گے۔ ناظرین نے اس بیباکی و فریب کاری کو ملاحظہ فرمایا؟ باقی حضرات انبیاء خصوصاً جناب سید الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، صدیقین، شہداء، صالحین، مومنین رضی اللہ عنہم کی فضیلت و بزرگی عزت و وجاہت خود تقویۃ الایمان سے واضح ہو چکی ہے۔ مزید برآں مولانا شہید مرحوم خطبہ صراطِ مستقیم ص۲ میں فرماتے ہیں۔

"درود نامحدود بر علم عرصہ وجود صاحب مقامِ محمود مطلع جریدۂ اصفیاء مقطع قصیدۂ انبیاء رونق افزائے چمنِ ابداع رنگِ سرسبد گلشنِ اجتبا مضمونِ کتابِ ایجاد و تکوین مقصودِ خطابِ ارشاد و تلقین طغرائے فرمانِ کلیت و تشریع خط کش دواوین تدلیس و تلبیع اعنی احمد مجتبی محمد مصطفیٰ صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین وعلیٰ ورثۃ دوابہ الیٰ یوم الدین وعلینا معهم وفیهم برحمتك یا ارحم الرحمین۔

نیز صراطِ مستقیم ص۱۴ میں فرماتے ہیں :۔

وعنایتے وولایتے مخصوصہ کہ دربارہ انبیاء معروف شدہ وایشان را بسبب ہماں عنایت مخصوصہ امتیازے در امثال خود حاصل گردیدہ کہ ومنهم يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ (الحج) اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (آل عمران) وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ

"عنایت اور ولایتِ مخصوصہ دربارۂ انبیاء علیہم السلام معروف ہوئی ہے اور ان کو اسی عنایتِ مخصوصہ کے باعث اپنے ہم جنس میں امتیاز حاصل ہوا ہے"۔ "بے شک اللہ تعالیٰ چھانٹ لیتا ہے فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے اور آدمیوں میں سے" "بیشک اللہ تعالیٰ نے پسند کیا آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کو اور آلِ عمران کو سارے جہان سے" "اور ہر ایک کو ہم نے جہان والوں پر فضیلت دی ہے اور ان کے باپ دادوں اور ان کی اولاد

إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (الانبیاء) وَاذْكُرْ
إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي
الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ إِنَّا أَخْلَصْنَاهُم
بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ وَ
إِنَّهُمْ عِندَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ
الْأَخْيَارِ - (سورہ ص) بیان
ہمیں معاملہ است وبسبب ہمیں اجتبا و
واصطفاء رضائے حق دررضائے ایشاں
مندرج شدہ واتباع حق دراتباع ایشاں
منحصر گردید وسخط حق باسخط ایشاں
تلازمے وتلاصقے پیدا کردہ نمونہ ازآں
عنایت وولایت و پرتوہ ازآں
عظمت وعزت نصیبۂ ایں حکمائے
ربانیین ووراث انبیاء ومرسلین
ہم میشود کہ آنرا درعرف قوم بوجاہت
تعبیر می نمایند وایں صدیقیت مزوجہ
بذکائے عقل راکہ از لوازم آں حکمت
ووجاہت است جناب سید الحکماء
وسید العلماء اعنی الشیخ ولی اللہ بقرب
الوجود تعبیر می فرمایند

اور ان کے بھائیوں کو اور پسند کیا ان کو اور سیدھے
راستہ پر چلایا ان کو" اور ہمارے بندوں ابراہیم
اور اسحٰق اور یعقوب ہاتھوں اور آنکھوں والوں
کو ہم نے ان کو چن لیا آخرت کی یاد میں امتیاز
دیا ہے۔ اور بیشک وہ ہمارے یہاں پسندیدہ
نیک لوگوں میں سے ہیں" بیان اسی معاملہ
کا ہے اور اسی برگزیدگی کے باعث
حق تعالیٰ کی رضا ان کی رضا میں مندرج
ہوئی اور اتباع حق ان کے اتباع
میں منحصر ہوئی اور حق تعالیٰ کے غصہ کا
ان کے غصہ کے ساتھ تلازم وتلاصق نمونہ
اس عنایت اور ولایت اور پرتوہ اس
عظمت وعزت کا ان حکمائے ربانیین
اور ورثائے انبیاء مرسلین کے لیے بھی
نصیب میں ہوتا ہے کہ اس کو عرف قوم میں
وجاہت سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ صدیقیت
جو ملی ہوئی ہے ذکائے عقل کے ساتھ لوازم
اس حکمت ووجاہت سے ہے جیسے جناب
سید الحکماء وسید العلماء اعنی الشیخ ولی اللہ
قرب الوجود سے تعبیر فرماتے ہیں"

نیز مولانا شہید مرحوم نے کمالات وفضائل اور مراتب وجاہت حضرات انبیاء علیہم السلام
اور اولیاء صدیقین واہل ایمان ویقین کے حق میں مستقل کتاب مسمّٰی بہ منصب امامت بکثرت
آیات واحادیث سے تالیف فرمائی بطور نمونہ جس کے چند اقوال ناظرین اہل بصیرت
کے لیے سرمۂ چشم وباعث جلائے قلب ہیں۔ چنانچہ صـ میں فرماتے ہیں:

باید دانست کہ انبیاء علیہم السلام را در

"معلوم کرنا چاہیے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام

معاملاتِ روحانی و کمالاتِ انسانی بہ
نسبت عموم ناس اعتبار سے ہی یافتہ کہ
از حضرت رب الارباب قابل خطاب اند
وحاملِ کتاب باشاراتِ غیبی ماموراند و بہ
بشارات لاریبی مسرور، پرورش یافتہ
بستان تکریم اند و تربیت یافتہ دبستانِ
تعلیم، سربلندانِ مجالس تعظیم اند و دانشمندانِ
مدارس تفہیم، مخزنِ اسرارِ احکام اند مورد
انوارِ الہام، منور بنورِ بوارقِ ملکوت اند،
ومؤید بظہورِ خوارقِ ناسوت، بنورِ ایقان
وحکمت معمور اند و در بحرِ اجتناب وخشیت
مغمور بکمالِ محبت وموالات موصوف
اند و بادراکِ لذتِ مناجات مشغوف
درمقام حُب فی اللہ راسخ القدم اند و
درمعرکہ بغض فی اللہ صاحبِ علم، و در
ابواب خضوع بغایت ہوشیار اند و در
آدابِ خشوع نہایت تجربہ کار، در شدتِ
خوف درجا بسان سیماب در اضطراب
اند و بقوت محو وفنا مثلِ شبنم در آفتاب،
در تعظیم ربِ کریم بغایت مؤدب اند و
درمعاملہ رضا و تسلیم نہایت مہذب،
در تبتل و تجرید چست و چالاک اند
و در توکل و تفرید مطہر و پاک در قطع
علائق نفسانی بیباک اند و در قلع وساوس
شیطانی سفاک۔ بر طہارت فطرت

کو معاملاتِ روحانی اور کمالاتِ انسانی میں۔
بہ نسبت عوام النّاس اس درجہ کا امتیاز
ہوتا ہے کہ بارگاہ پروردگار سے قابلِ
خطاب ہیں اور حاملِ کتاب، باشاراتِ غیبی
مامور ہیں۔ و بہ بشارات لاریبی مسرور، پرورش
یافتہ چمنستانِ تکریم ہیں اور تربیت یافتہ
دبستانِ تعلیم، سربلندانِ مجالسِ تعظیم ہیں۔
اور دانشمندانِ مدارسِ تفہیم، مخزنِ اسرارِ
احکام ہیں اور موردِ انوارِ الہام، عالمِ ملکوت
کی شعاعوں کے نور سے منور ہیں اور عالمِ ناسوت
کے معجزات کے ظہور سے مؤید و مظفر، یقین و
حکمت کے انوار سے معمور ہیں اور دریائے
پرہیزگاری اور خوف میں سراپا مستغرق
اور معمور، محبت الٰہی اور دوستی کبریا سے
مالا مال ہیں اور بوجہ حصول لذت مناجات عاشق
دیدارِ ذوالجلال ، مقام الحب فی اللہ میں ثابت قدم
ہیں۔ اور معرکہ البغض فی اللہ میں صاحب علم، ابواب
خضوع میں نہایت ہوشیار ہیں۔ اور آدابِ خشوع
میں خاص تجربہ کار، شدت خوف و رجا سے مانند
سیماب بیقرار ہیں اور بکمال شرق مثل شبنم در آفتاب
محو دیدار، تعظیم رب کریم میں بدرجہ غایت مؤدب
ہیں اور معاملہ رضا و تسلیم میں نہایت مہذب تبتل و تجرید میں
چست و چالاک ہیں اور توکل و تفرید میں مطہر و پاک، قطع
تعلقات نفسانی میں بیباک ہیں اور دفع وساوس شیطانی
میں سفاک ستھرائی و پاک دامنی ابتدا سے ان کی جبلت اور ان

مجبول اند و در عبادت رب العزت مشغول، آتش محبت حق در دل افروختہ اند و غیر حق را سر بسر سوختہ، در زہد و قناعت بی بدل اند و در صبر و استقامت ضرب المثل، در حل مشکلات فہم ممتاز اند و در سر انجام مہمات ہمت بلند پرداز مخزن عقل و علم اند معدن عفو و حلم، مجمع خلت و وفا اند منبع عفت و حیا بر کافۂ خلائق رحیم اند و در مراعات علائق کریم، یگانہ ہر بیگانہ اند ہمائے ہر خانہ، در پے ہر گریزندہ دوان اند و در پس ہر گزندہ سرگردان، ابر نیسان سخاوت اند و بہار گلستان سماحت اشیران بیشہ شجاعت اند و دلیران میدان شہامت، راست باز اند سیر چشم و دشمن نواز، در مکارم اخلاق یگانہ آفاق اند و نسبت طالبین حق عاشق و مشتاق اھ ایضاً ص۹ ایشان را با وجود اتصاف بایں کمالات نقصان ذاتی خود دائما ملحوظ خاطر می مانند و ایں کمالات را مثل لباس مستعار می انگارند و مثابہ تقلب لیل و نہار می شمارند۔ دائماً بمحض فضل رب العالمین نظر می دارند و بہر حال شکر او بجا می آرند گاہے خود را از حد بندگی نمی گشتند و ہمیشہ راہ تادب می روند و ادنیٰ مراتب گستاخی و شوخ

کا معمول ہے اور عبادت رب العزت میں مشغول ہیں آتش محبت حق سے دل افروختہ ہیں اور غیر حق ان کے نزدیک سراسر سوختہ از ہد و قناعت میں بے بدل ہیں اور صبر و استقامت میں ضرب المثل ہیں حل مشکلات فہم میں ممتاز ہیں اور سر انجام مہمات میں بلند پروازہ عقل و علیم کے مخزن ہیں اور عفو و حلم کے معدن، مجمع خلت و وفا ہیں اور منبع عفت و حیا، جمیع خاص و عام کے حال پر رحیم ہیں اور تمام تعلقات کی رعایت میں کریم، یگانہ ہر بیگانہ ہیں اور ہمائے ہر خانہ، ہر بھاگنے والے اور نفرت کرنے والے کے پیچھے رواں دواں ہیں اور ہر ایک ستانے والے ایذا دینے والے کے پیچھے سرگرداں ہیں کر راہ پر لائیں اور ان کو ان کی عادات بد سے باز رکھ کر سایۂ عاطفت میں پہنچائیں سخاوت میں ابر نیساں ہیں اور سماحت میں بہار گلستان، شجاعت اور بہادری کے جہاندیدہ مشیر ہیں اور شہامت اور سرداری کے میدان میں دلیر سیر چشمی اور راست بازی ان کا کام ہے۔ دوست پروری اور دشمن نوازی کا سرانجام مکارم اخلاق میں یکتائے زمانہ ہیں اور طالبان حق کے عاشق اور پروانہ" "یہ حضرات بایں ہمہ کمالات اپنے نقصان ذاتی کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھتے ہیں اور ان کمالات کو مثل لباس مستعار جانتے ہیں اور گردش لیل و نہار کے مشابہ شمار کرتے ہیں ہمیشہ محض فضل رب العالمین پر نظر رکھتے ہیں اور ہر حال میں شکر پروردگار بجا لاتے ہیں اور کبھی حد بندگی سے تجاوز نہیں کرتے ہمیشہ راہ ادب میں چلتے ہیں گستاخی اور شوخ چشمی کے ادنیٰ سے مرتبے کے بھی ہرگز روادار

چشمی ہرگز روا نمی دارند و نوعے از ناز
و تبختر بخیال نمی آرند از سکر و شطح بیزار اند
و از شورش و مستی دست بردار ہمیشہ
راہِ بندگی پوئید و زیارت سرافگندگی
می جوئید، علی الدوام تضرعاتِ عبودیت
می دارند، ادعائے تصرفاتِ الوہیت،
یسان خاموش اند نہ مثل آتش در جوش،
در مقام تجرید و تفرید از بندگان الٰہی
متنفر نشوند و حقوقِ ذوی الحقوق تلف
نکنند، و در مقام توکل براہ مستان لا
یعقل نروند و طریقہ تادب را کہ عبادت
از رعایت اسباب است بالکل از
دست ندہند و بنا بر شوقِ لذت مناجات
از کم گشتگانِ بادیہ ضلالت دامن نہ کشند
بلکہ تخلل اوقاتِ مناجات روا دارند و
بہدایتِ ایشاں ہمت بگمارند و در
مقامِ حسن خلق مداہنت در دین متین
و مساہلت در احکام ربُّ العالمین
گوارا نمی کنند و ہرگز بہ ایں راہ ناروا نمی
روند و در سخاوت و سماحت اسراف را
راہ ندہند و در مقامِ شجاعت و شہامت
تابع جوشش و غضب نشوند پس گویا کہ
افعال و اقوال ایشاں از اقتضائے اخلاقِ
کاملہ ایشاں صادر نیست، بلکہ در محض
اطاعتِ رب العالمین ست و بس مثلاً

نہیں ہوتے، کسی قسم کا ناز و تبختر خیال میں نہیں لاتے بسکر
اور بیہودہ باتوں سے بیزار ہیں، اور شورش و مستی سے
دست بردار، ہمیشہ راہ بندگی میں پویاں ہیں اور زیادتی
سرافگندگی کے جویاں، رات دن تضرع و زاری
جناب باری میں مشغول رہتے ہیں، نہ کہ دعوئی تصرفاتِ
الوہیت میں، مانند خاک کے خاموش ہیں نہ کہ مثل
آتش در جوش، مقام تجرید و تفرید میں بندگانِ الٰہی سے
متنفر نہیں ہوتے حقداروں کے حقوق تلف نہیں کرتے،
مقام توکل میں مستان بے عقل کی راہ نہیں چلتے اور طریقہ
ادب کو کہ رعایتِ اسباب ہے بالکل ہاتھ سے نہیں
دیتے اور باوجود شوقِ لذت مناجات کے گم گشتگان
بادیہ گمراہی سے دامن نہیں چھڑاتے بلکہ مناجات کے
اوقات میں خلل گوارا کر کے ان کی ہدایت میں صرف
ہمت فرماتے ہیں، مقام حسن خلق میں مداہنتِ دین متین
اور کم ہمتی و سہل انگاری، احکام رب العالمین میں گوارا
نہیں فرماتے اور ہرگز اس راہ ناروا کی جانب قدم نہیں
اٹھاتے مقام سخاوت اور سماحت میں اسراف کو راہ نہیں
دیتے مقام شجاعت اور سرداری میں تابع جوش و غضب
کے نہیں ہوتے پس گویا کہ افعال اور اقوال ان کے اخلاقِ
کاملہ کے باعث صادر نہیں ہوتے۔ بلکہ محض اطاعتِ
ربّ العالمین کے لیے اور بس مثلاً اگر کسی
کو کوئی چیز عنایت فرماتے ہیں ہرگز بمقتضائے
سخاوت جبلہ کے نہیں دیتے ہیں بلکہ تامل
فرماتے ہیں۔ اور اگر رضائے ربّ العالمین
اس بخشش کے متعلق ہے فی الفور اس

اگر کسے را چیزے می بخشند ہرگز بمقتضائے سخاوتِ جبلیہ خود تمے بخشند بلکہ تأمل میفرمایند کہ اگر رضائے ربّ العالمین بایں بخشش متعلق ست فی الفور آں را بر روئے کار می آرند والا از آں نہایت بیزار اند و اگر در مقامے مقدمہ کارزار و جنگ و پیکار برپا می کنند بنا بر مقتضائے شجاعت خود برپا نمی کنند، بلکہ اگر رضائے مولائے خود دراں می بینند دادِ شجاعت دراں مقام میدہند والاّ پہلو تہی کردہ براہ خود می روند و ہمچنین در سائر امور قیاس باید کرد پس گویا کہ بظاہر کمالاتِ مذکورہ لسان دانہائے تسبیح متعدد و متکثر ست فاما در حقیقت ہماں رشتۂ عبودیت ہمہ را یک سلک گردانیدا ھ ایضاً صلا باید دانست کہ انبیاء علیہم السلام مامور میشوند بہ تبلیغِ احکام بسوئے خواص و عوام و بعثت را یکے صورتِ ظاہرہ است ویکے حقیقتِ باطنہ ظاہرش ہمیں ست کہ از جانبِ حق جل و علا بطریقِ وحی یا الہام امر تبلیغ احکام بہ ایشاں برسد و حقیقتش آنست کہ رحمت فراوان و شفقتِ بے پایان بہ نسبت مبعوث الیہم در قلوب ایشاں القا فرماید مشابہ القائے شدّتِ محبّت و وفورِ شفقت

کر کر گزرتے ہیں۔ ورنہ اس سے نہایت بیزار ہیں۔ اگر کسی مقام میں کارزارِ جنگ و پیکار برپا کرتے ہیں۔ بر بنائے اپنی شجاعت کے برپا نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ رضا اپنے مولا کی اگر اس میں دیکھتے ہیں دادِ شجاعت اس مقام پر دیتے ہیں۔ ورنہ پہلو تہی کر کے اپنی راہ لیتے ہیں اور اسی طرح تمام امور میں قیاس کرنا چاہیے پس گویا کہ بظاہر کمالاتِ مذکورہ تسبیح کے دانوں کی مانند متعدد و متکثر ہیں۔ لیکن حقیقت میں اسی رشتہ عبدیت نے تمام کو ایک راہ پر لگا دیا ہے" واضح ہو کہ انبیاء علیہم السلام خاص و عام کی طرف احکام پہنچانے کے لیے مامور ہوتے ہیں۔ اور بعثت کی ایک صورتِ ظاہرہ ہے اور ایک حقیقتِ باطنہ۔ ظاہر اس کا یہی ہے کہ حق جل و علا کی جانب سے بطریق وحی یا الہام ان کو تبلیغ احکام کا حکم پہنچے اور حقیقت اس کی یہ ہے کہ کمال رحمت اور نہایت شفقت ان کے قلوب میں القا فرمائی جاوے جن لوگوں کی طرف وہ بھیجے گئے ہیں مانند القائے شدتِ محبت اور وفورِ شفقت ماں باپ کے دلوں میں بہ نسبت بیٹوں کے پس جس طرح

در قلوب آباء بہ نسبت ابناء پس چنانکہ
گستاخی ابناء و آوارگی آنہا باعث جد
و پیچ و تاب و قلق و اضطراب در قلوب
آباء میگردد حتی کہ تلفِ جان و مال در پے
تادیب و تعلیم ایشاں بر خود گوارا میسازند
و چہ قدر جدّ و جہد بلیغ بجای آرند و راحتِ
ایشاں را بعینہ راحت خود می انگارند
و رنج ایشاں را بعینہ رنج خود می شمارند
و از تہِ دل خواہاں بہبودِ ایشاں می باشند
و دائما جویائے سود ایشاں میشوند
و چار و ناچار در پئے ایشاں می دوندو
کشاں کشاں در پس ایشاں می روند
خواہ از جانب بادشاہ زمان بایں خدمت
مامور شوند خواہ نشوند، بلکہ اگر مامور ہم
شوند و سعی بلیغ بجا آرند و باز بتقدیرِ الٰہی
اثر تادیب و تعلیم در ایشاں جلوہ گر
نہ گردد ہر آئینہ شکستہ خاطر و مضطرب
القلب مانند اگرچہ از طرف خود امتثال
امر نمودند و حقِ خدمت مفوضہ بوجہ اتم
ادا کردند آئندہ اگر بتقدیرِ الٰہی واقع نشد
بایں سبب خوب دانند کہ ہیچ گونہ
عتاب بادشاہی بحال ما متوجہ نیست،
و ہیچ قصورے بما عاید نہ، بلکہ اگر خود
بادشاہ بصد زبان ہزار تحسین و آفرین
بر حسن خدمت گزاری آنہا فرماید ہر

پر کر گستاخی بیٹوں کی اور ان کی آوارگی
باپوں کے قلوب میں نہایت پیچ و تاب
اور قلق و اضطراب کا باعث ہوتا ہے۔
یہاں تک کہ ان کی تادیب اور تعلیم کے پیچھے جان و
مال کا تلف کرنا اپنی ذات پر گوارا کرتے ہیں، اور
کمال درجہ کی کوشش بجا لاتے ہیں اور ان کی راحت
کو بعینہٖ اپنی راحت جانتے ہیں اور ان کا رنج بعینہٖ
اپنا رنج شمار کرتے ہیں اور تہِ دل سے ان کی بہبودی
کے خواہاں ہوتے ہیں اور ہمیشہ ان کے نفع کے ڈھونڈنے
کی غرض رکھتے ہیں اور چار و ناچار ان کے پیچھے دوڑتے
پھرتے ہیں اور کشاں کشاں ان کے پیچھے پڑتے رہتے
ہیں خواہ بادشاہ وقت کی طرف سے اس خدمت
پر مامور ہوں، خواہ نہ ہوں بلکہ اگر مامور بھی ہو دیں
اور سعیِ بلیغ بجا لاویں اور پھر تبقدیرِ الٰہی اثرِ تادیب
اور تعلیم کا ان میں جلوہ گر نہ ہووے البتہ ضرور
شکستہ خاطر اور پریشان دل رہیں اگرچہ اپنی طرف
سے حکم بجا لا چکے اور حقِ خدمت سپردگی کا پورے
طور پر ادا کر چکے، آئندہ اگر تبقدیرِ الٰہی واقع
نہ ہو اس وجہ سے خوب جانتے ہیں کہ کسی طرح
پر عتابِ بادشاہی ہمارے حال پر متوجہ
نہیں ہے اور کوئی قصور ہماری طرف
عائد نہیں۔ بلکہ اگر خود بادشاہ بصد
زبان ہزار تحسین اور آفرین ان کی
حسنِ خدمت گزاری پر فرما دے
تب بھی پریشانیِ دل اور ملالِ خاطر

آمیختہ پریشانی دل وملالِ خاطر از ایشاں
زائل نگردد وہمچنیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
را بہ نسبت قومِ خود بوجہے شفقتِ کاملہ
می باشد کہ از آوارگی آنہا در ورطۂ ضلالت
وگمراہی نہایت دل تنگ می شوند و
انواع رنج وملال دامن گیرِ حالِ طہارت
اشتمال آنہا میگردد۔ ایضاً ص۱۵ وجودِ
باوجودِ انبیاء علیہم السلام بمثابۂ آفتاب
عالمتاب ست، کہ چوں نورِ او در تمام
عالم منتشر شود لابد ظلمت شبینہ بدررود
وآنچہ در محاذاتِ آفتاب بے حجاب
واقع ست تابشِ او تابناک ست
واز ہمہ مراتبِ ظلمت پاک۔ اھ
ایضاً ص۴۹ ہرچند مراتبِ عالیہ از کمالاتِ
مذکورہ مخصوص ست بذاتِ انبیاء علیہم
السلام اما اصلِ ہر کمال وتخمِ ایں نہال
در دلِ ہر مومن صحیح الاعتقاد ومسلم قوی
الانقیاد یافتہ می شود مثلاً ہر مومن صادق
را یک گونہ وجاہتے بحضورِ حضرت
ربّ العالمین ودر مجامع ملائکہ مقربین
ثابت ست۔ ایضاً ص۷ رزقنا اللہ
وسائر المسلمین حُب اھل البیت
واتباعھم بل حب جمیع ائمۃ
الھدٰی واتباعھم اٰمین۔ یآ
رب العالمین۔

ان سے زائل نہ ہو دے۔ اور اسی طرح
انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنی قوم
کی نسبت اس درجہ شفقتِ کاملہ ہوتی ہے
کہ ان کی آوارگی اور گمراہی سے نہایت
دل تنگ ہوتے ہیں اور قسم قسم کے رنج
وملال دامنگیر ان کے حالِ پاکیزہ پر لاحق
ہوتے ہیں۔" "انبیاء علیہم السلام کے
مبارک وجود کو آفتاب کی طرح سمجھنا
چاہیے کہ جب اس کی عالمگیر روشنی سارے
جہان میں پھیلتی ہے تو رات کی تاریکیاں
دور ہو جاتی ہیں اور سورج کے محاذی
چیزیں جگمگا اُٹھتی ہیں کسی گوشے
میں تاریکی باقی نہیں رہتی"
ہرچند مراتبِ عالیہ کمالاتِ مذکورہ سے انبیاء
علیہم السلام کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں لیکن
ہر کمال کی اصل اور تخم اس کا دل میں ہر مومن صحیح
الاعتقاد اور مسلم قوی الانقیاد کے پایا جاتا ہے
مثلاً ہر مومن صادق کو ایک طرح کی وجاہت بحضور حضرت
رب العالمین اور ملائکہ مقربین کے مجمع میں ثابت ہے اور
نصیب فرما دے ہم کو اللہ تعالےٰ اور تمام
مسلمانوں کو محبتِ اہلِ بیت کی اور
ان کے تابعداروں کی۔ بلکہ محبت
تمام ائمہ مہتدین کی۔ اور ان
کے متبعین کی۔ دُعا قبول فرما
یا رب العالمین

پس مولوی نعیم الدین کا بزعم خویش بدنصیب گستاخ منہ پھٹ گمراہ بنانا مولانا شہید مرحوم کو اپنی فریب کاری، حیل سازی سے خود اپنے ہی اُوپر لوٹ کر تمام اکاذیب باطلہ لعینہ کا بار شادات صادقہ مولانا شہید مرحوم کے تہ تیغ و خاک ہو گیا۔

قولہ ص ۲۲۲-۲۲۵ صاحب تقویۃ الایمان نے شفاعت کی تین قسمیں بنائی ہیں۔ شفاعت بالوجاہت۔ شفاعت بالمحبۃ شفاعت بالاذن یہ بات اس کے دل کی گھڑی ہوئی ہے۔ کہیں منقول نہیں علاوہ بریں ان کے جو معنی اس نے تجویز کئے ہیں ان پر شفاعت صادق ہی نہیں آتی۔ کیونکہ شفاعت کے معنی ہیں کسی شخص کا اپنے بڑے کے حضور میں اپنے چھوٹے کے لیے سفارش کرنا۔ مفردات راغب میں ہے۔ فتح الباری پارہ ۲۷ ص ۱۹۴ میں ہے۔ اگرچہ معتبر کتب میں شفاعت کے یہ معنی لکھے ہیں۔ اور ہر شخص جانتا ہے کہ شفاعت و سفارش اس کا نام ہے کہ کسی صاحب مرتبت علیا کی جناب میں کوئی قرب و اختصاص رکھنے والا بلحاظ اپنی نیازمندی کے اپنے زیردستوں کے حق میں لب کشائی کرے۔

مگر امام الوہابیہ کو اب تک شفاعت کے معنی معلوم نہیں ہیں، وہ اسی جہل مرکب میں گرفتار ہے کہ شفاعت دھمکی اور دباؤ سے کسی بات کے منوانے کو کہتے ہیں اور شارع کی بات کسی خوف و اندیشہ کی وجہ سے مانی جاتی ہے۔ یہ امام الوہابیہ کا فریب اور دھوکا ہے۔ وہ شفاعت کا انکار کرنے کے لیے ایسے معنی گھڑتا ہے۔ وجاہت و محبت دونوں ذریعہ قرب و شفاعت کا ہیں، آیات و احادیث سے شفاعت بالوجاہت بھی ثابت ہوئی اور بالمحبۃ بھی۔ مولوی اشرف علی اپنے ترجمہ قرآن میں اس آیت وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ کے فوائد میں لکھتے ہیں، دُنیا میں ان کی یہ وجاہت تھی کہ وہ پیغمبر ہو کر آئے۔ شریعت لائے۔ بیمار کو اچھا کرتے، مردے کو جلاتے، آخرت میں یہ وجاہت ہوگی، کہ جس کے لیے اذن ہوگا۔ اس کی شفاعت کریں گے۔ وہ قبول ہوگی۔ جس طرح کہ شفاعت اور اولوالعزم پیغمبروں کو بھی جو ان کے بھائی ہیں منظور ٹھہرے گی۔ اب تقویۃ الایمان کے حکم سے مولوی اشرف علی مشرک ہوئے۔ اور جتنے وہابی مولوی اشرف علی کے معتقد ہیں اور اس ترجمہ کو مانتے بھی ہیں وہ بھی سب اصلی مشرک ہوئے۔ اس (تفسیر) میں بھی قبولِ شفاعت کا باعث خوف آئین و اندیشہ قانون ہی بتایا کہ شفاعت صرف اس اندیشہ نے کرائی کہ کہیں لوگوں کے دلوں سے قانون کی قدر نہ گھٹ جائے اس گمراہ کے خیال میں اللہ تعالیٰ کو قانون کی قدر

گھٹنے کا اندیشہ لگا ہوا ہے۔ اور وہ اس سے خائف ہے، معاذ اللہ یہ ہے اس گمراہ فرقہ کا ایمان اور پھر شفاعت مانی تو اس طرح کہ اللہ بخشتا تو خود چاہتا ہے۔ گنہگار کی حالت دیکھ کر اس کے دل میں ترس آ گیا، مگر آئین کے قدر گھٹنے کے اندیشہ سے کھل کر معاف نہیں کر سکتا، ظاہر میں دوسرے کی سفارش کا نام کرکے بخش دیتا ہے۔ یعنی مجبور رہ ہے پالیسی اختیار کرتا ہے۔ وہابیوں کی طرح ان کے اللہ کا بھی ظاہر و باطن یکساں نہیں۔ شافع پر مفت کرم داشتن بے فائدہ احسان رکھتا ہے۔ وہابیہ سے پوچھئے یہ شفاعت ہوئی یا تقیہ اور پالیسی۔ تقویۃ الایمان والے نے شان الٰہی میں ایسی ناقص تشبیہ دی جس سے حضرت قدوس قدیر عزّ اسمہٗ پر عجز و خوف کا دھبّہ لگتا ہے۔ سود اللہ وجوہ الطاعنین اھ ملخصاً

اقول۔ وباللہ القدیر العزیز — شفاعت کی دونوں صورتوں میں تشبیہ و تمثیل باعتبار حالِ بادشاہ مجازی و دنیوی جس کی تفصیل خود تقویت الایمان میں مرقوم اور ناظرین کے ہاتھوں میں ہے۔ اور جس کا عملی مشاہدہ دنیا میں واقع ہے۔ رشوت رسانی، ناحق کی سعی یا سداری، حق تلفی، بے انصافی بذریعہ اہل وجاہت حکام رس لوگوں کے مجبور کرنے سے اکثر حکام مجبور محض ہو جاتے ہیں الّا ماشاء اللہ۔ چنانچہ یہ تمام امور عالم میں جاری و ساری ہیں پس ہرگز اس قسم کی سفارش بحضور مالک حقیقی مختار کل۔ قدیر و عزیز عزّ شانہٗ کے دربار کے شایانِ شان نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ مولانا شہید مرحوم کے جدِ امجد حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تفسیر الفوز الکبیر ص۵ میں منجملہ عقائد شرکیہ فرماتے ہیں :-

وی گفتند کہ شفاعت بندگان خود قبول میکند اگرچہ رضا مندی نباشد چنانکہ بادشاہاں بہ نسبت امرائے کبار گاہی چنیں میکند اھ	"کہتے ہیں کہ شفاعت اپنے بندوں کی قبول کرتا ہے۔ اگرچہ رضامندی نہ ہووے جس طرح بادشاہاں بہ نسبت بڑے بڑے امراء کے کبھی ایسا کرتے ہیں"

علیٰ ہٰذا شاہ صاحب موصوف کے خلف الصدق مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی مولانا شہید مرحوم کے تایا، آبا، استاد و شیخ تفسیر فتح العزیز ج ا ص۲۶۷ میں فرماتے ہیں :

مثل شفاعت وزرو پیش حاکم تا او را لبسزا نرساند آں شفاعت نیز بے نفع محض است اھ	"مثل شفاعت چور کی حاکم کے سامنے تاکہ اس کو سزا نہ دیوے وہ شفاعت بھی بلا نفع محض ہے"

پس بر محض مولوی نعیم الدین کا اپنے جہل و عناد سے مولانا شہید مرحوم پر افترا رہے ہے۔ بلکہ تیسری صورت میں شفاعت حضرات انبیاء و اولیاء کی جو عند اللہ پسندیدہ صاحب وجاہت ہیں باذن اللہ تعالیٰ اہل توحید کے حق میں خود تقویت الایمان سے صراحتاً ثابت ہے۔ ناظرین ملاحظہ فرمالیں اسی طرح کلام مولانا اشرف علی صاحب سلمہ[1] سے بھی جو خود مولوی نعیم الدین نے نقل کیا ثابت ہے۔ اور جس شفاعت کی قرآن و حدیث میں نفی و انکار وارد ہے اس پر بھی لفظ اطلاق کا وارد فرمایا گیا ہے معہٰذا مولوی نعیم الدین نے سو معنی شفاعت کے بنا ئے کہ بلحاظ اپنی نیازمندی کے بڑے کے حضور میں چھوٹے کے لیے سفارش کرنا الخ یہی تقویۃ الایمان کا حاصل ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ "شفاعت کہتے ہیں سفارش کو اور دنیا میں سفارش کئی طرح کی ہوتی ہے الخ نیز تیسری صورت شفاعت بالاذن فرماتے ہیں۔ یعنی یہ سفارش خود مالک کی پروانگی سے ہوتی ہے سو اللہ کی جناب میں ایسی قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی و ولی کی شفاعت کا قرآن و حدیث میں مذکور ہے سو اس کے معنی یہی ہیں الخ ان تینوں اقسام شفاعت کی تفصیل تقویۃ الایمان سے بجواب مولوی نعیم الدین کے اوپر گزر چکی۔ ان میں جو امور بطور مثال و تشبیہ بغرض تفہیم عوام الناس کے بادشاہِ دنیا سے لکھے گئے ہیں، مستلزم ہونا جمیع لوازمات امورِ شفاعت دنیویہ کا حق تعالیٰ کی جناب میں لازم نہیں آتا۔ چنانچہ اس قسم کی تشبیہات و تمثیلات قرآن و حدیث میں بکثرت تمام وارد ہیں، چنانچہ سورہ نور میں ارشاد ہے، مَثَلُ نُورِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (نور) اور حدیث میں ارشاد ہے الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری الحدیث

روا ۱۲ مسلم وانکم سترون ربکم یوم القیمۃ کما ترون القمر لیلۃ البدر (الحدیث)

"پس حق تعالیٰ نے اپنے نور کی مثال و تشبیہ چراغ سے جو طاق میں ہو اندر شیشہ کے اور شیشہ جس طرح تارہ چمکتا ہوا جلتا ہے۔ درخت برکت والے زیتون سے نہ شرق میں ہو نہ غرب میں لگتا ہے کہ سلگ اٹھے اس کا تیل ابھی نہ لگی ہو اس میں آگ نور پر نور اللہ ہدایت کرتا ہے اپنی روشنی کی جس کو چاہے۔ اور بیان کرتا ہے اللہ مثالیں اور ہر شئے جانتا ہے" "فرمایا اللہ تعالیٰ نے تکبر میری چادر ہے اور عظمت و بزرگی میرا تہ بند" "اور تم دیکھو گے اپنے رب کو قیامت

---

[1] اب مرحوم و مغفور (۱۳۶۲ھ۔ ع۔ ح)

میں جس طرح دیکھتے ہو چاند چودھویں رات کا !

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ تفسیر فتح العزیز ج ۱ صـ۳۸۵ میں زیر آیت لَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِيْنَ الآیۃ مساجد اللہ کی تشبیہ دیوانِ عام و دیوانِ خاص شاہی سے جس میں لوگوں کو اسی قسم کا ترس وہراس ہوتا ارشاد فرماتے ہیں :

پس یہ تمام امور مخلوقات وحوادثات ہیں جن کو رب العزت تعالیٰ شانہٗ نے اپنے اوصاف ذاتی کے بیتے تمثیلاً وتشبیہاً ارشاد فرمائے ۔ اگر اس قسم کی تشبیہات بمعنی حقیقی مدلولات ظاہری پر محمول کی جاویں جس طرح زعم باطل اجہث مولوی نعیم الدین کا ہے تو حق تعالیٰ پر الزام حدوث عائد ہوگا دھومنزہ من الحدوث[1] پس واجب الوجود کو بواسطہ تشبیہ بادشاہان مجازی سے جمیع اوصاف بشری میں مساوات ماننا کمال سفاہت ہے ۔ چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ تحفہ اثنا عشریہ صـ۱۳ میں فرماتے ہیں :

از تشبیہ واستعارہ مساوات مشبہ	”تشبیہ اور استعارہ سے مساوات مشبہ کا ساتھ مشبہ بہ
بامشبہ بہ فہمیدن کمالِ سفاہت است در	کے سمجھنا کمال درجہ سفاہت ہے تو فی ہے اشعار
اشعار رائج ومشہور است، کہ خاک	میں رائج اور مشہور ہے کہ خاک صحن بادشاہوں کو
صحن بادشاہان را با مشک وسنگ	مشک کے ساتھ اور اس جگہ کے سنگ ریزوں کو مروارید
ریزہ ہا آنجا را بمروارید ویاقوت تشبیہ	اور یاقوت کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں اور کوئی شخص
میدہند وہیچکس مساوات نمی فہمند اھ	مساوات نہیں سمجھتا ہے“

علیٰ ہٰذا شیخ الاسلام حافظ الحدیث خاتم المحدثین امام ابن حجر عسقلانیؒ فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ اول صـ۲۱ میں فرماتے ہیں لا یلزم فی التشبیہ تساوی المشبہ بالمشبہ بہ فی الصفات کلھا۔

نیز فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۱۷ صـ۱۱۹ میں فرماتے ہیں :

ان التشبیہ لا یستلزم مساواۃ المشبہ	”تشبیہ دینے سے مساوات لازم نہیں آتی مشبہ
بالمشبہ بہ من کل جھۃ ۔	کو ساتھ مشبہ بہ کے کسی جہت سے بھی“

جب کہ مشبہ ومشبہ بہ ہر دو جنس واحد حادث ومخلوقات میں لزوم مساوات کا تحقق ہونا لازم نہیں آتا ۔ تو ذاتِ حق قدیم اور ممکن وحادث میں کس طرح لازم آسکتا ہے ۔ چنانچہ مولوی ارشاد حسین صاحب مرحوم رام پوری (معتمد علیہ مولوی نعیم الدین) انتصار الحق صـ۳۵ میں لکھتے ہیں :

---

[1] یعنی علیٰ قول متکلمی الاشاعرۃ وماتریدیۃ (ع ،م)

"بات علامہ ابن حجر کی ظاہر اور مسلّم ہے کہ تشبیہ و تمثیل میں مساوات سب امور میں لازم نہیں مشبّہ اور مشبّہ بہ میں مساوات من جمیع الوجوہ ضروری نہیں۔"

پس مولوی نعیم الدین کی بیہودہ بکواس ہے جو اپنے سینہ پر خلل و کینہ کے باعث حق تعالےٰ کی شانِ اقدس میں یہ الفاظ کہ اندیشہ سے خالف ہونا مجبوری یا پالیسی ظاہر و باطن یکساں نہ ہونا تقیہ کرنے کا الزام عائد کرتے ہیں۔ جو ہرگز نہ تقویت الایمان میں ہے نہ لازم آتا ہے کیونکہ صراحۃً وہ بادشاہِ دنیا کی نسبت ہے۔ نہ معاذ اللہ حق تعالےٰ کی نسبت۔ خود ان الفاظِ خبیثہ ملعونہ کو اپنے ناپاک دہن سے نکال کر خود ہی کو موردِ عتاب و غضب کا بنایا حتّٰی کہ خود رسائل بریلویہ میں تمام انبیاء مرسلین کو بید کی طرح تشبیہ دی اور تمام اُمّت حضراتِ صحابہ و ائمہ اہلِ ہدیٰ صالحین کو بھیڑ بکریوں کی طرح ٹھہرا کر تشبیہ دی گئی۔ چنانچہ ہدایۃ البریہ حسنی پریس بریلی کے صفحہ ۲۰ میں ہے:

"تمام انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین اس کے خوف سے بید کی طرح کانپتے ہیں۔"

اور جزاء اللہ عدوہ حسنی پریس بریلی کے صفحہ ۶۵ میں ہے:

"اللہ کا محبوب اُمّت کا والی کس پیار کی نظر سے اپنی پالی ہوئی بکریوں کو دیکھتا"

پس اس پر مولوی نعیم الدین نے معاندانہ ترچھا خاردار قلم نہ چلایا۔ کیونکہ یہ اپنے مقتدا کا کلام تھا۔ نعوذ باللہ من وجوہ المضلین۔

قولہ صفحہ ۲۲۶-۲۲۷ تقویۃ الایمان کا یہ قول بھی باطل و خلافِ شرع ہے کہ شفاعت کسی قرابت یا آشنائی کی وجہ سے نہیں ہوتی۔ قرابت تو قرابت وہاں تو ادنےٰ ادنےٰ تعلق بھی ظاہر کئے جائیں گے اور کام آئیں گے۔ ابن ماجہ کی حدیث میں ہے مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۹۴ یعنی دوزخی صف بستہ کھڑے کئے جائیں گے۔ پھر ان پر ایک جنتی گزرے گا۔ اس سے ایک دوزخی کہے گا کیا آپ مجھے نہیں پہچانتے ؟ میں وہ ہوں جس نے آپ کو ایک مرتبہ پانی پلایا تھا۔ اور کوئی دوزخی کہے گا، میں وہ ہوں، جس نے آپ کو وضو کے لیے پانی دیا تھا۔ پس وہ جنتی اس کی شفاعت کرکے اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ تقویۃ الایمان والے نے صریح حدیث کی مخالفت کی یہ تو اس کا شیوہ ہی ہے ایک ستم یہ کیا کہ اس نے شفاعت کرنے والوں کو چور اور چوروں کا تھانیدار کہا۔ اس بے تمیزی کی کچھ انتہا ہے۔ قرابت یا رشتہ داری کی وجہ سے چور کی شفاعت کرنے والے کو چور اور چور کا تھانیدار نہ اللہ نے فرمایا

نہ رسول نے بدنصیب نے مسئلہ دل سے گھڑ دیا۔ یہ ہے بدعت سیئہ اور احداث فی الدین تقویت الایمان پر ایمان رکھنے والے وہابی یاد رکھیں کہ ان کا کوئی رشتہ دار کسی جرم میں ماخوذ ہو تو اس کے مقدمہ کی پیروی اور سفارش نہ کریں، ورنہ خود اسی جرم میں پکڑے جائیں گے۔ چور کی سفارش کی تو چور ہو جائیں گے۔ وہابی کچھ بھی ہو جائیں ہماری بلا سے۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ یہ نابکار کلمہ کہاں تک پہنچتا ہے طبرانی و دارقطنی کی حدیث میں ہے حضور نے فرمایا کہ سب سے پہلے میں اپنی اُمت میں اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا۔ پھر درجہ بدرجہ اقارب کی۔ اندھے وہابیوں کو دکھاؤ کہ حضور لعلاقۂ قرابت شفاعت فرما رہے ہیں۔ اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ ہر گنہگار کی شفاعت فرمائیں گے گستاخی ویلے ادب چور اور چوروں کی تھانگی کس کو کہتا ہے خاک بدہن نا پاکش ایسی گستاخی ویلے باکی تمام انبیاء و مرسلین و جملہ مقربین کی جناب میں کفر نہیں تو کیا ہے۔ وہابیہ کا ایمان ہے۔ خذلھم اللہ تعالیٰ۔ اھ

اقول۔ بیشک تقویۃ الایمان کا یہ قول سراسر حق مطابق شرع شریف اور قرآن و حدیث کے بالکل موافق ہے کہ کوئی شفاعت بلا اذن اللہ تعالیٰ بلا تصدیق توحید نہیں ہو سکتی، خواہ کوئی قرابتی ہو، یا آشنا، یا غیر قرابتی، وغیر آشنا۔ وہاں تو ذاتی تعلق توحید ظاہر کرنے کئے جاویں گے اور کام آویں گے بشرطیکہ جس میں شائبہ بھی آمیزش شرک مثل گور پرستی وغیرہ نہ ہوگا۔ تو شفاعت ان کی بفضلہ تعالیٰ قبول و منظور ہوگی۔ کیونکہ اس کی ذات والا صفات بڑی رحیم و کریم ہے۔ اور اگر اس کے برخلاف معاملہ ہے جس طرح چوری ڈاکے زنی گناہوں کو اپنا پیشہ مقرر کر لینا اور دلیرانہ اپنے کسی بزرگ مقدس پر گھمنڈ بھروسہ کر کے اس کو سفارشی سمجھ کر پوجے اس کی نذر و منت پوری کرے اس کو غائبانہ پکارے۔ ندائیں فریادیں کرے، عالم الغیب جانے تو ہرگز کوئی الیسوں کا سفارشی نہ ہوگا اور نہ الیسوں کے لیے سفارش قبول و منظور ہوگی۔ اور جس گور پرست کا یہ زعم باطل ہو کر ہماری سفارش ہو دے گی تو اس نے خلاف مرضی حق تعالیٰ کے اپنا حمایتی ٹھیرایا حالانکہ خود وہ مقدس بزرگ حق تعالیٰ کی مرضی کا تابع ہے، نہ کہ گور پرستوں گناہ پر ڈھٹائی کرنے والوں کا ساتھی، چنانچہ دنیا ہی میں جو کسی جرم قطعی مثل بغاوت، ڈاکے زنی کے مجرم پر دفعہ جرم قائم ہو کر ماخوذ ہوا ہو تو ہر کوئی اس کی حمایت سے گھبراتا ہے اور جرأت نہیں ہوتی۔ بلکہ خود ارتکاب جرم میں سازش کا اندیشہ رکھتا ہے اسی کو عرف میں مجرموں کا تھانگی کہا جاتا ہے۔ یہ ایک مثال دنیا کی جس کو تقویۃ الایمان میں واضح فرمایا ہے اسی کو قرآن پاک پارہ ۱۷ سورہ انبیاء میں فرمایا ہے۔

وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ -

"اور وہ نہیں شفاعت کرتے مگر اس کی جس کے لیے وہ رضا مند ہوا اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے ہیں"

نیز صحیح بخاری پارہ ۲۷ صـ۴۳۲ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔

ان قریشا اھمتھم المرأۃ المخزومیۃ التی سرقت قالوا من یکلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومن یجترئ علیہ الا اسامۃ بن زید حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اتشفع فی حد من حدود اللہ ثم قام فخطب فقال یا ایھا الناس انما ضل من قبلکم انھم کانوا اذا سرق الشریف ترکوہ واذا سرق الضعیف فیھم اقاموا علیہ الحد وایم اللہ لو ان فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطع محمد یدھا +

"ایک مخزومیہ نے چوری کی تو قریش کو اس امر کا بہت خیال ہوا۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارہ میں کون کلام کرے اور کوئی جرأت اس بات کی نہیں رکھتا بجز اسامہ بن زید کے کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس امر میں بات کی تو آپ نے فرمایا کیا تو شفاعت کرتا ہے اللہ کی حدود میں سے ایک حد میں پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ اور فرمایا اے لوگو تم سے پہلے لوگ اسی بات سے ہلاک ہوئے۔ جب ان میں کوئی شریف چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب ان میں کوئی ضعیف غریب چوری کرتا اس پر حد قائم کرتے اور قسم اللہ کی اگر فاطمہ محمد کی بیٹی بھی چوری کرے۔ تو محمد اس کا ہاتھ کاٹے گا۔

اور مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے تفسیر فتح العزیز ج ۱ صـ۱۵۸ میں بوضاحت تمام انواع شرک میں گزر چکا ہے۔

چہارم پیر پرستان گویند چوں مرد بزرگے کہ بسبب کمال ریاضت ومجاہدہ مستجاب الدعوات ومقبول الشفاعت عنداللہ شدہ بود، ازیں جہاں میگزرد روح اُورا قوتے عظیم ووسعتے بس فخیم بہم میرسد، ہر کہ صورت اورا برزخ سازد

"چوتھا فرقہ پیر پرستوں کا کہتے ہیں کہ جو کوئی بزرگ بسبب کمال ریاضت اور مجاہدہ کے مستجاب الدعوات اور مقبول الشفاعت عنداللہ ہوا تھا، اس جہان سے گزر جاتا ہے اس کی روح کو قوت عظیم اور نہایت درجہ وسعت کو پہنچتی ہے جو کوئی اس کی صورت کا برزخ کرے یا اس کی نشست و برخاست

یا در مکان نشست و برخاستِ اُو یا بر گور او
سجود و تذلل تام نماید روح او بسبب
وسعت و اطلاق بر آن مطلع شود، و در
دنیا و آخرت در حق او شفاعت نماید اھ

کی جگہ یا اس کی قبر پر سجدہ اور تذلل کرے اس کی روح
بسبب وسعت و اطلاق کے اس کے اوپر
مطلع ہووے اور دنیا و آخرت میں اس کے
حق میں شفاعت کرے"۔

نیز تفسیر فتح العزیز ج ۱ ص ۲۶۷ سے گزر چکا ہے۔

از اولاد انبیاء و اولیاء و متوسلان بزرگان
دین کہ خود را بتوسل بزرگان مامون از
مواخذہ و بازپرس می دانند و می فہمند
کہ با وجود کفر و قبائح دیگر بزرگان ما را
از عذاب اخروی خلاص خواہند ساخت
و طریق رد این خیال آنست کہ شفاعت
کہ شما توقع آن غرہ می شوید در آں
روز واقع نخواہد شد بمحض توسل کاملے
نازش مکنید۔

"اولاد انبیاء اور اولیاء اور بزرگان دین کے
متوسلین سے کہ اپنے آپ کو توسل بزرگان کے
مواخذہ اور باز پرس سے بے خوف جانتے ہیں
اور سمجھتے ہیں کہ باوجود کفر اور دوسرے گناہوں کے
ہمارے بزرگ ہم کو عذابِ آخرت سے رہائی کرا دیں
گے اور طریقہ اس خیال کے رد کرنے کا یہ ہے کہ وہ
شفاعت کہ جس کی توقع پر تم گھمنڈ کرتے ہو اس
روز واقع نہ ہو گی، محض کسی کامل کے توسل پر
ناز نہ کرو"۔

اور بھی تفسیر فتح العزیز پارہ ۳۰ ص ۱۰۹ سے گزر چکا ہے:۔

شفیعان را کہ پیغمبران و اولیاء و علماء و
حفاظ و شہداء و فرشتگان خواہند بود
حکم خواہد شد کہ شفاعت فلاں بکنید
تا شما را عزت و جاہ حاصل شود و ایں قسم
شفاعت کہ موقوف بر حکم حاکم باشد
محل اعتماد و جائے دخل و تصرف نیست

"شفیعوں کو کہ پیغمبران اور اولیاء اور علماء اور حفاظ
اور شہداء اور فرشتگان ہوں گے حکم ہو گا کہ فلاں
کی شفاعت کریں تاکہ تم کو عزت و جاہ حاصل
ہووے اور اس قسم کی شفاعت کہ موقوف اوپر
حکم حاکم کے ہووے باعث اعتماد اور مقام
دخل اور تصرف کا نہیں ہے"۔

پس یہی عین مقصد و مدعا صریح عبارت تقویت الایمان کا لفظاً و معناً ہے۔ ناظرین ملاحظ فرمالیں۔

اور خود مولوی صاحب بریلوی کے جواہر البیان سے واضح ہو چکا کہ

"پیغمبر و صدیق اس کی بے نیازی سے خائف و ترساں ہیں"، "پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میری شفاعت حق تعالیٰ سے کرتے ہیں یا نہیں" "حضور فرمائیں گے میں نے تو تجھے اللہ کا حکم پہنچا دیا تھا"، "اے غافل

پھر کاہے پر بھولا بیٹھا ہے"

نیز ان کی ہدایۃ البریہ سے مذکور ہو چکا کہ:

"تمام انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین اس کے خوف سے بید کی طرح کانپتے ہیں"

نیز ان کے ملفوظ حصہ سوم سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں منقول ہو چکا

"کہ گن ہ نہ بھی استحقاق کس بات کا ہے"

نیز ان کے ملفوظ حصہ چہارم سے واضح ہو چکا کہ

"تمہارا دین یہ ہے اشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ عبدہ پہلے ہے رسولہ بعد کو کر عبد کے

درجے سے نہ بڑھا دینا۔ ورنہ کیا جانئے کیا ہوتا ہے"

نیز ان کی السنۃ الانیقہ سے بیان ہو چکا کہ

"حضور اقدس بالمومنین رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت نے اپنی امت کے حفظ ایمان

کے لیے ہر آن ہر اوا سے اپنی عبدیت اور اپنے رب کی الوہیت ظاہر فرما دی کلمہ شہادت میں رسولہ

سے پہلے عبدہ رکھا کر اس کے بندے ہیں اور اس کے رسول"۔

بس مولوی نعیم الدین کا مولانا شہید مرحوم کو مخالف حدیث، بدنصیب، گستاخ، بے ادب خاک

بدہن، ناپاکش، بے باک، اللہ تعالیٰ۔ کتنے اور تحقیر کے کلمات کہنے کی سب تعلی و بیہودہ گوئی باقوال

مسلمہ خود کے خاک میں مل گئی اور اپنے بریلویوں کا ایمان سنبھالنا مشکل پڑ گیا۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد   میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

قولہ صـ ۲۲۸-۲۳۱ اسی سلسلہ میں تقویۃ الایمان والے نے مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث

لکھی کہ حضرت خاتون جنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا اور اس کا یہ ترجمہ لکھا)

یا فاطمۃ انقذی نفسک من النار   "اے فاطمہ بچا تو اپنی جان کو آگ سے مانگ لے

سلینی ماشئت من مالی لا اغنی   مجھ سے جتنا چاہے میرا مال نہ کام آؤں گا میں

عنک من اللہ شیئا   تیرے اللہ کے ہاں کچھ"

تقویۃ الایمان صـ ۴۲۔ اور اس کا یہ نتیجہ نکالا کہ وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور کسی کا وکیل نہیں

بن سکتا۔ اور قرابت کسی بزرگ کی اللہ کے ہاں کام نہیں آتی۔ انکار شفاعت میں اس حدیث کو پیش کرنا

اور یہ نتیجہ نکالنا فریب کاری ہے۔ حدیث میں کوئی لفظ بھی نہیں جس سے شفاعت کی نفی ہوتی ہو۔ بکثرت

آیات اور حدیث سے اندھا بن جانا اور اس حدیث کو پیش کر کے عوام کو مغالطہ دینا یہ دیتی ہے اور

(ا اغنی عنک من اللہ شیئاً کا یہ ترجمہ کہ نہ کام آؤں گا میں تیرے اللہ کے ہاں کچھ۔ بالکل غلط ترجمہ اور احادیث کے خلاف ہے حضور کی طرف اس کو نسبت کر دینا افترا ہے اور بکثرت احادیث صحیحہ کی مخالفت ہے صواعق محرقہ ص۹۳ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بر سر منبر فرمایا ان قوموں کا کیا حال ہے جو کہتے ہیں کہ روز قیامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت ان کی قوم کو نفع نہ دے گی۔ ہاں اللہ کی قسم میری قرابت دنیا و آخرت میں موصولہ ہے۔ اور میں اے لوگو! حوض کوثر پر تمہارا پیش رو ہوں۔ ایک تو وہ لوگ تھے جن کا حضور نے قسم کھا کر رد فرمایا مگر مبت بدتر یہ وہابی ہے۔ جو حضور کی قسم کے بعد بھی پھر وہی بکواس کرتا ہے۔ صواعق محرقہ ص۹۵ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ صاحب عفت ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ذریت تک کو آتش دوزخ پر حرام کر دیا۔ وہابیہ سے پوچھو اب بھی کچھ خبر ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیسے کام آئے۔ صواعق محرقہ ص۹۴ میں لکھتے ہیں آپ کا یہ ارشاد ولا اغنی عنکم اس کے یہ معنی ہیں کہ میں تم کو محض اپنی ذات سے اللہ کے عذاب سے بے نیاز نہیں کر سکتا بغیر اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر اکرام فرمائے اور شفاعت و مغفرت وغیرہ کرامت کرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مخاطبہ ان سے اس لیے فرمایا کہ آپ کو مقام تخویف کی رعایت اور عمل پر ترغیب منظور تھی اور یہ خواہش تھی کہ اہل بیت و اقارب تقویٰ و خشیت الٰہی میں اوروں سے اعلیٰ و اولیٰ ہوں۔ بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ حضور نے پہلے فرمایا تھا اس کے بعد حضور کو اس کا علم دیا گیا کہ آپ کے ساتھ نسبت رکھنا آخرت میں نافع ہوگا۔ اور یہ کہ آپ مقبول الشفاعت ہیں۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف ج ۴ ص۲۹۲ میں فرماتے ہیں۔

"من مالک نیستم مر شمارا از عذاب الٰہی چیزے را یعنی بے اذن او وامر او مرا قدرت تصرف و دخل دراں نباشد۔"

مظاہر حق جلد ۴ ص۳۰۹ میں بھی لکھا ہے۔ اب ثابت ہو گیا کہ حدیث ولا اغنی عنکم کو انکار شفاعت کی دلیل بنانا باطل اور احادیث و شروح احادیث کے خلاف ہے۔

اقول: مولوی نعیم الدین نے اپنے جبلی بینشہ و شیوہ سے جس قدر فریب کاری، افترا و پردازی، بہتان بندی پر یہ تلبیس ابلیس یعنی عوام کو مغالطہ میں ڈالا ہے حسب ذیل ہے۔ اولاً یہ کہ چار جگہ اسی مضمون کو بوجہ مغالطہ دہی عوام الناس کے بار بار الٹ پلٹ کر کے لوٹایا گیا جو محض جہل مرکب ہے جس کے مفصل جوابات اپنے اپنے محل میں گزر چکے۔ ثانیاً یہ کہ مفتری خائن نے خود ص۹۳ سطر پانچ میں

تقویۃ الایمان سے نقل کیا کہ فقط قرابت کسی بزرگ کی اللہ کے ہاں کام نہیں آتی اور یہاں اس مقام پر لفظ فقط کو اڑا دیا جس کے صریح الفاظ تقویۃ الایمان میں یہ ہیں۔ کہ جب تک کچھ معاملہ اللہ ہی سے صاف نہ کرے۔

"فقط قرابت کام نہیں دیتی"۔

ذکر مطلقاً نفع نہ پہنچنا۔ چنانچہ تقویۃ الایمان کا پورا فائدہ اس حدیث کے متعلق ناظرین ملاحظہ فرمالیں:

"ف یعنی اور جو لوگ کسی بزرگ کے قرابتی ہوتے ہیں ان کو اس کی حمایت پر بھروسا ہوتا ہے اور اس پر مغرور ہو کر اللہ کا خوف کم رکھتے ہیں، سو اسی لیے اللہ صاحب نے اپنے پیغمبر کو فرمایا کہ اپنے قرابتیوں کو ڈرا دیوے، سو انہوں نے سب کو اپنی بیٹی تک کھول کر سنا دیا کہ قرابت کا حق ادا کرنا اسی چیز میں ہو سکتا ہے کہ اپنے اختیار میں ہو سو یہ میرا مال موجود ہے اس میں مجھ کو کچھ بخل نہیں اور اللہ کے ہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے۔ وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کر سکتا۔ اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا سو وہاں کا معاملہ ہر کوئی اپنا اپنا درست کرے اور دوزخ سے بچنے کی ہر کوئی تدبیر کرے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقط قرابت کسی بزرگ کی اللہ کے ہاں کچھ کام نہیں آتی جب تک کچھ معاملہ اللہ ہی سے صاف نہ کرے تو کچھ کام نہیں نکلتا"

اسی طرح مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی مولانا شہید مرحوم کے تایا آبا استاد و شیخ شفیق مسلمہ مولوی نعیم الدین سے دربارۂ شفاعت قریب ہی گزر چکا ہے۔ ثالثاً یہ کہنا کہ انکار شفاعت میں اس حدیث کو پیش کرنا فریب کاری ہے۔ حدیث میں کوئی لفظ بھی نہیں جس سے شفاعت کی نفی ہوتی ہے۔

یہ محض تقویۃ الایمان پر بہتان بندی ہے کیونکہ یہ حدیث ردّ شرک فی التصرف کے بیان میں واقع ہے ہرگز اس میں کوئی لفظ اور حرف شفاعت کا مذکور نہیں ہوا۔ بلکہ خود مولوی نعیم الدین نے دروغ گو را حافظہ نباشد، صواعق اور اشعۃ اللمعات سے اس حدیث میں نفی و اثبات شفاعت باذن اللہ دونوں ہی نقل کیے ہیں ع۔ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری۔ (لا اغنی عنک من اللہ شیئا) . . . کا اپنے کمال جہل سے حضرت راسخ فی العلوم مولانا شہید مرحوم کے ترجمہ کو غلط بتایا۔ اور حدیث صواعق کے خلاف حدیث صحیحین بخاری و مسلم کو معاذ اللہ بجواس بتایا۔ حالانکہ دونوں میں کوئی خلاف نہیں ہے۔ دروغ گو را حافظہ نباشد۔ چاہ کندن را چاہ در پیش۔ خود صواعق سے وہی معنی نقل کیے۔ کہ میں تم کو محض اپنی ذات سے اللہ کے عذاب سے بے نیاز نہیں کر سکتا۔ بغیر اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر شفاعت کا اکرام فرمائے یہ مخاطبہ رعایت مقام تحوف فرمایا اھ ملخصاً۔ علیٰ ہٰذا فتح الباری

شرح صحیح بخاری پارہ ۱۹ صفحہ ۲۸۹ میں یہی مرقوم ہے :

او کان المقام مقام التخویف والتحذیر او انہ اراد المبالغۃ فی الحض علی العمل ویکون فی قولہ لا اغنی شیئاً اضمار الا ان اذن اللہ لی بالشفاعۃ۔

اور اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۲۷۵ میں ہے :

"اولاد شریف را ترسانید و فاطمہ زہرا جگر گوشہ و سیدۂ نساءِ عالم ست و آتش دوزخ بروئے حرام شدہ اورا داخل ایں انذار ساخت و فرمود زیرا کہ من مالک نیستم مرشمارا از عذاب حدا چیزے را یعنی بے اذن او وامر او امر اقدرت تصرف و دخل دراں نباشد۔ و ایں غایت تخویف وانذار و مبالغہ درآنست۔ با وجود آں خوف لا ابالی باقی ست۔ بالجملہ مامور شد از جانب پروردگار تعالیٰ بانذار پس امتثال کرد ایں امر را۔ ای فاطمہ جگر گوشۂ محمد بطلب ہر چہ مے خواہی از مال من اما عذاب خدا و گرفت وے فائدہ نمیکنم چیزے را ازو ملخصاً"

چنانچہ مظاہر حق ج ۴ ص ۳۰۹ میں جس کا مولوی نعیم الدین نے حوالہ دیا ہے اس کا ترجمہ مرقوم ہے کہ

"اولاد شریف کو بھی ڈرایا اور فاطمہ زہرا کو جگر گوشہ حضرت کی اور سیدہ نساءِ عالم کی ہیں اور آگ دوزخ کی ان پر حرام ہوئی ان کو بھی داخل اس ڈرانے کے کیا اور میں نہیں مالک ہوں یعنی میں نہیں قادر ہوں اس پر کہ دفع کروں تم سے اللہ کے عذاب میں سے کچھ بھی اگر ارادہ کرے عذاب دنیا تمہارا اور یہ فرمایا آنحضرتؐ نے اللہ تعالیٰ کی اس آیتہ سے

قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا۔

"کہہ پس کون مالک ہے واسطے تمہارے اللہ کے عذاب سے کسی چیز کا اگر ارادہ کرے ساتھ تمہارے ضرر کا یا ارادہ ساتھ تمہارے نفع کا؟

بلکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے :

قُلْ لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ

"کہہ نہیں مالک ہوں میں اپنے جان کے نفع اور نہ ضرر کا مگر جو کچھ چاہے اللہ"

اور اس حدیث میں نہایت ڈرانا اور مبالغہ ہے اس میں اور باوجود اس کے خوف اس کی بے پرواہی کا باقی ہے غرض کہ حکم ہوا حضرتؐ کو ڈرانے کا پس بجا لائے اس کو۔

"اور اے فاطمہ بیٹی محمد کی مانگ مجھ سے جو چاہے میرے مال میں سے تمہیں دور کر سکتا میں تجھ سے اللہ کا عذاب کچھ"

پس ناظرین اہلِ انصاف و دیانت! ان تینوں ترجموں۔ تقویۃ الایمان[1]۔ اور اشعۃ اللمعات[2] مظاہر حق[3] مع معنی صواعق کو ملا کر دیکھیں سوائے فرق الفاظ کے معنی واحد ہیں۔ اور مزید براں الفاظ تقویۃ الایمان سے تیز۔ معہٰذا خود مولانا شہید مرحوم دوسرے باب تقویۃ الایمان صفحہ ۱۶۱ میں بحکم وحی بشارت کی حدیث نقل فرماتے ہیں۔

فاطمۃ سیدۃ نساء اہل الجنۃ — "یعنی فاطمہ رضی اللہ عنہا سردار ہیں اہلِ جنت کی

ان الحسن والحسین سیدا شباب — عورتوں کی اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما سردار ہیں

اہل الجنۃ۔ — اہلِ جنت کے نوجوانوں کے"

مگر باوجود اس شرف و عزت اور جاہ کے اولوالعزم تن بلرزاں رہتے ہیں۔ ع۔ تروبکان را بیش بود حیرانی۔

حضرت سعدیؒ کا ارشاد ہے۔

گر بمحشر خطاب قہر کنند — انبیاء را چہ جائے معذرت است

اب مولوی نعیم الدین ان اکابر علماء کو بھی فریب کار اندھا، بے دین، غلط ترجمہ احادیث کے خلاف افترا، کہو اس باطل کا مورد بنائے تب کہیں مولانا شہید مرحوم پر اپنی خیانت و شیطنت چھپا کر اس کی سیہ کاری کا پردہ خوب واضح ہو کر ورنہ ایں خیالست و محالست و جنوں۔ ع

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد — میلش اندر طعنۂ پاکاں برد!

الحمدللہ کہ بحث شفاعت تمام و کمال، اہلِ حق متبعین توحید و سنت کے حق میں بشارت و فرحت عظیمہ اور مبتدعین گور پرستوں کے لیے باعث صد ہزار حسرت و ندامت و محرومیت ختم ہوئی۔ باقی تفصیل شفاعت مولوی نعیم الدین کے جواب میں اوپر اپنے مقام پر گزر چکی ہے والحمدللہ

الزامات واتہامات کی حقیقت

قول صفحہ ۲۳۲-۲۳۳ تقویۃ الایمان کی بدعقیدگیوں گستاخیوں گمراہیوں کے چند نمونے شانِ الٰہی میں و نبیوں کے ناپاک عقیدہ۔ دوران اتہامات خبیثہ، گندہ دہنیوں کے دنداں شکن جوابات۔ تقویۃ الایمان صفحہ ۴۳

"غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہے جب چاہے کر لیجیے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے"

اس کے صاف یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا علم لازم و ضروری تو ہے نہیں بلکہ ممکن و اختیاری ہے

---

[1] واضح رہے کہ یہاں تک مرحوم اخبار "اہل حدیث" امرتسر میں یہ کتاب طبع ہو چکی ہے از نمبر ۲۴ جلد ۳۰ مورخہ ۱۸ ذوالحجہ سنہ ۱۳۵۱ھ تا نمبر ۱۹ جلد ۳۴ مورخہ ۵ محرم سنہ ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹ مارچ سنہ ۱۹۳۷ء گویا ۸۳ نمبروں میں ، اور اتنی ہی قسطوں میں کہہ لیجیے، اس کے آگے کا حصہ غیر مطبوعہ ہے معلوم ہوتا ہے جیسے جیسے مؤلف مرحوم بھیجتے جاتے ویسے ویسے بعینہٖ کتاب شائع کردی جاتی تھی (محمد عطاء اللہ حنیف رمضان سنہ ۱۳۸۳ھ)

چاہے دریافت کرے چاہے جاہل رہے، یہ عقیدہ کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ کو مکار بتانا معاذ اللہ تقویۃ الایمان صفحہ ۵۲ "سو اللہ کے مکر سے ڈرا چاہیئے" کیا نا پکارتے گستاخی کی ہے۔ جاہل سے جاہل بھی ایسی بے ادبی کی جرأت نہ کرے گا۔ یہ ہے بے دین کا ایمان۔ اور یہ گستاخیاں دیکھتے ہوئے بھی دل کے اندھے اسی کا اتباع کئے جاتے ہیں اور اس کی طرف داری میں اپنا دین برباد کرتے ہیں۔ شانِ الٰہی میں ایسا ناقص کلمہ کو دیکھ کر ان کا دل بیزار نہیں ہوتا۔

اقول اِنَّ اللہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ یہ محض کذب و افترا ہے چنانچہ اس کا مفصل بیان مدلل بقرآن و حدیث و کلام اکابر ائمہ دین و علمائے متقدمین مسکہ مولوی نعیم الدین کے صفحہ ۱۸۰ کے جواب میں گزر چکا ہے۔ یہ محض عوام الناس کو مغالطہ میں مبتلا کر کے بار بار لوٹنا مقصود ہے۔ اور بس جبکہ خود مولوی نعیم الدین نے بفحوائے چاہ کندن را چاہ در پیش صفحہ ۱۸۱ کے حاشیہ پر لکھا یعنی آیۃ عندہٗ مفاتیحُ الغَیبِ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں۔ یعنی وہ ہر چیز جو اس غیب تک پہنچنے اور اس کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہو۔" معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ غیب تک نہیں پہنچا۔ اور اس کو غیب کی اطلاع حاصل نہیں، جو وہ کنجیوں کے ذریعہ سے پہنچ کر غیب کو حاصل کرے فما هو جوابکم فهو جوابنا . . . یہ تازیانہ کفر منجانب اللہ اپنے ہی ہاتھ سے خود اپنے ہی منہ پر مار کے وَ اَمَّا الَّذِیْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ اَکَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ کا خود اپنے آپ کو مورد بنایا۔

علیٰ ہٰذا مولوی نعیم الدین کے بیان مکر کی حقیقت ناظرین غور فرمالیں۔

حق تعالیٰ نے انسان کو اپنی حکمتِ بالغہ سے صاحبِ عقل بنایا کہ عالم کے عجائبات مصنوعات دیکھ کر آنکھیں کھولے اور دل حاضر کر کے پہچانے کہ سب کا بنانے والا ایک ہی اِلٰہ مالک الملک مختار ہے، اسی کی عبادت لائق ہو سکتی ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، اور نہ کسی کی ہرگز عبادت ہو سکتی ہے۔ پھر باوجود اس عطائے نعمت عقل کے انسان اگر اندھا ہو کر بے عقل بن جائے تو وہ اپنی سزائے ابد کو پہنچے۔ پس یہ ایک امتحان منجانبِ اللہ تعالیٰ انسان صاحبِ عقل کے لیے ہے جس کے ہزاروں پہلو انسان کے سامنے رنگ بدل بدل کر آتے ہیں۔ چنانچہ دجال کا بڑا زبردست فتنہ و امتحان مومن و کافر میں فرق ظاہر فرمانے کے لیے اک اعلیٰ نمونہ ہے۔ مومن کے لیے کھلی صنم پرستی یعنی مورتوں صورتوں کو پوجنا شیطان کے مکر کے لیے اتنا سہل نہیں ہے جس قدر وثن پرستی یعنی گور پرستی تعزیہ نشان جھنڈے شہیدوں کے طاق وغیرہم پوجنا سہل ہے۔ اسی لیے ابتدائے بُت پرستی کی گور پرستی ہی سے شروع ہوئی ہے کیونکہ صالحین کی محبت کے

غلو میں ابتداءً شرک مضمر ہوتا ہے۔ جو وہ انتہا میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمّت کو ڈرایا اور دُعا کی۔

اللّٰھم لا تجعل قبری وثنا یعبد۔ الحدیث رواہ مالک فی الموطا۔

"اے میرے اللہ نہ بنا دینا میری قبر کو وثن کہ جس کی عبادت کی جاوے"

اور خود مولوی نعیم الدین کی مسلّمہ معتبر کتاب ردّ المحتار صفحہ ۲۵۴ میں مرقوم ہے۔

اصل عبادۃ الاصنام اتخاذ قبور الصالحین مساجد۔

"اصل عبادت کرنا بتوں کی صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لینا ہے"!

اور مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی عطایا القدیر حسنی پریس بریلی کے صفحہ ۳ میں لکھتے ہیں:

"اللہ عزّ وجل ابلیس کے مکر سے پناہ دے دنیا میں بُت پرستی کی ابتدا یونہی ہوئی کہ صالحین کی محبّت میں ان کی تصویریں بنا کر رکھیں اور ان سے لذّتِ عبادت کی تائید سمجھی۔ شدہ شدہ وہی معبود ہو گئیں"!

چنانچہ منافقینِ اُمّت بوجہ ظاہری اسلام کے مورتوں کو نہیں پوجتے تھے۔ بلکہ کفرِ باطنی کے باعث وثن پرستی کرتے صحیح بخاری پارہ ۲۷ صفحہ ۲۰۳ میں روایت ہے۔

وتبقی ھذہ الامۃ فیھا منافقوھا۔

"باقی رہ جاوے گی دوزخ میں یہ اُمّت جس میں منافقین ہوں گے"!

فتح الباری شرحِ صحیح بخاری میں مرقوم ہے۔

واکثر المنافقین کانوا یعبدون غیر اللہ من الوثن وغیرہ۔

"اکثر منافقین وثن وغیرہ غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے"

آمدم بر سرِ مدعا۔ تقویۃ الایمان میں حدیث صحیح مسلم جو مشکوٰۃ صفحہ ۴۸۱ سے مرقوم ہے:

(یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکلے گا دجّال سو بھیجے گا اللہ عیسیٰ بیٹے مریم کو سو وہ ڈھونڈے گا اس کو پھر تباہ کر دے گا اس کو پھر بھیجے گا اللہ ایک باو ٹھنڈی شام کی طرف سے سو نہ باقی رہے گا زمین پر کوئی کہ اس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہو مگر مار ڈالے گی اس کو"

فیبقی شرار الناس فی خفۃ الطیر واحلام السباع لا یعرفون معروفا ولا ینکرون منکرا فیتمثل لھم

"پھر باقی رہ جاویں گے برے برے لوگ بیوقوفی میں جیسے جانور پرندہ اور پھاڑ کھانے کی فکر میں نہ اچھی سمجھتے ہیں کسی اچھی بات کو نہ بری سمجھتے ہیں کسی بری

الشیطان فیقول الا تستجیبون	بات کرکے بھیس بدل کر آوے گا، ان کے پاس
فیقولون ماذا تامرنا فیامرھم	شیطان سو کہے گا کیا تم کو شرم نہیں آتی سو کہیں گے
بعبادۃ الاوثان وھم فی	تو کیا بتاتا ہے ہم کو سو بتا دے گا ان کو پوجنا تھانوں
ذلک دار رزقھم حسن	کا اور ان کی اس میں چلی آوے گی روزی اچھی طرح
عیشھم۔	گزرے گی زندگی "

ف: یعنی آخر زمانہ میں ایمان دار لوگ مر جاویں گے اور محض بے وقوف لوگ رہ جاویں گے کہ رات دن پرائے مال کھا جانے کی فکر میں ہیں نہ بھلا سمجھیں نہ برا پھر شیطان بتا دے گا کہ محض بے دین ہو جانا بڑے شرم کی بات ہے سو دین کا شوق ہوگا مگر اللہ و رسول کے کلام پر نہ چلیں گے بلکہ اپنی عقل سے دین کی راہیں نکالیں گے، سو شرک میں پڑ جاویں گے اور اس حال میں بھی ان کو روزی کی کشائش اور زندگی کا آرام مل جائے گا۔ وہ اس سبب سے اور زیادہ شرک میں پڑیں گے کہ جوں جوں ہم ان کو مانتے ہیں توں توں مرادیں ملتی ہیں سو اللہ کے مکر سے ڈرا چاہیئے کہ بعضے وقت بندہ شرک میں پڑا ہوتا ہے اور اس کے غیر سے مرادیں مانگتا ہے اور اللہ اس کی بھلائی کو اس کی مرادیں پوری کرتا ہے اور وہ یوں سمجھتا ہے کہ میں سچی راہ پر ہوں۔ سو مراد نہ ملنے کا اعتبار کیجئے اور سچا دین توحید کا اس لیے نہ چھوڑ دیجئے۔

پس شرک کرنے سے اگر عیش و عشرت ہو اور توحید پر قائم رہنے سے تنگ دستی و عسرت ہو تو ایسے عیش پر لات مار کر تنگ دستی کے ساتھ توحید کو مضبوط پکڑے کہ یہ حق تعالیٰ کی طرف سے اہل عقل کے لیے امتحان ہے۔ بغرض امتحان باطل کو مزین کرکے حق کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے کھوٹے کو کھرے کے ساتھ ملا کر پرکھنے کو دیا جاتا ہے تو جس نے حق و باطل میں تمیز نہ کی توحید و شرک کے فرق کو اچھے برے کو نہ پہچانا امتحان میں ناکامیاب رہا اور جس نے سمجھ کر باطل کے ساتھ آسائش لی یہی ٹھیک ہے اس نے شیطان کے مکر پر غرہ کیا، اللہ بھی اس کے خیال کے مطابق اس کو ڈھیل دے کر یک لخت پکڑ لیتا ہے جس کو معنی مکر تعبیر فرمایا گیا۔ چنانچہ یہود دشمنان حق تعالیٰ نے مکر و فریب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے منصوبے لگائے اور مکان کا محاصرہ کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو براستہ روشندان نکال کر آسمان پر اٹھا لیا اور ایک دوسرے کو ان کا ہم شکل کر دیا جب وہ لوگ مکان میں گھسے تو بزعم خود عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی۔ اسی کو فرمایا حق تعالیٰ نے قرآن پاک پارہ ۳ سورہ آل عمران میں۔

ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر	یعنی" اور فریب کیا کافروں نے اور تدبیر کی اللہ نے

الماکرین۔ "اور اللہ بہتر تدبیر کرنے والوں کا ہے"

علیٰ ہٰذا حضرت صالح علیہ السلام کو آپ کی قوم نے نہایت تکالیف پہنچائیں اور ستایا، آپ کی اونٹنی ناقۃ اللہ کی کونچیں کاٹ ڈالیں، اور آپ کے قتل کی فکر و مکر میں لگے رہے۔ حتیٰ کہ اس ارادہ سے قسمیں کھا کر نکلے اس پر اللہ نے ایک عذاب بھیجا اور سارے ہلاک ہو گئے۔ دیکھو قرآن پاک پارہ ۱۹ سورہ نمل حق تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَكَرُوا مَكْرًا وَمَكَرْنَا مَكْرًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ أَنَّا دَمَّرْنَاهُمْ وَقَوْمَهُمْ أَجْمَعِينَ ۔

"اور انہوں نے بنایا ایک فریب اور ہم نے بنایا ایک فریب اور ان کو خبر نہ ہوئی۔ پھر دیکھ کیسا ہوا آخر ان کے فریب کا کہ ہم نے اکھاڑ مارا ان کو اور ان کی سب قوم کو"۔

اسی طرح بکثرت آیاتِ ربانی عز شانہٗ، ہیں۔ تفسیر مظہری صـ۲۸۶ میں مرقوم ہے:

والمكر فى الاصل حيلة يجلب بها غيره الى مضرة فلا يسند الى الله تعالى الاعلى سبيل المقابلة ۔

"مکر اصل میں حیلہ کرنا ہے جس سے غیر کو نقصان و مضرت پہنچائی جاتی ہے پس اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی جاتی مگر مقابلۃً"۔

چنانچہ تقویۃ الایمان میں بھی یہی فرمایا گیا کہ "کہ اللہ کے مکر سے ڈرنا چاہیئے"۔ یعنی یہ خوف و نڈر نہ ہونا چاہیئے کہ مکر شیطان کے باعث ظاہر میں شرک کرنے سے اگر آسائش پہنچے تو اللہ عزوجل کا سخت غضب و عتاب مکر کا بدلہ مکر سے مقابلۃً ہوتا ہے۔ ناظرین نے ملاحظہ فرمایا کہ بدنصیب مولوی نعیم الدین نے اپنی بدلگامی اور جہل سے آیاتِ قرآنی پر کیسا حملہ کیا اور متبعین قرآن و حدیث کو اپنے غیظ و غضب سے گستاخ جاہل بے ادب بے دین بنا کر اتباع کرنے والوں کو اندھا طرف دار بنا کر بیزاری کا شوق دلایا۔ مگر متبعین خالص شیطان لعین کے مکر کا شکار ہو کر اتباعِ قرآن و حدیث سے ہرگز بیزار نہیں ہو سکتے۔ ولو کرہ المجرمون الملعون

قولہ صـ۲۳۴-۲۳۶ اللہ کو قانون کی بے قدری کا خوف معاذ اللہ تقویۃ الایمان صـ۳۷۔ بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا ہے۔ مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کے بے سبب درگزر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں اس آئین کی قدر گھٹ نہ جاوے تو کوئی امیر و وزیر اس کی مرضی پا کر اس تقصیر وار کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ اس امیر کی عزت بڑھانے کو ظاہر میں اس کی سفارش کا نام کر کے اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے۔ سو اللہ کی جناب میں ایسی قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے۔

دیکھئے کیسی کھلی بے ایمانی ہے اللہ تعالیٰ پر ترس آتا قانون کی بے قدری سے ڈرنا ظاہری دکھاوے کے لیے سفارش کا نام کرنا کیسے کیسے عیوب لگائے۔ اللہ کے لیے مورچھل اور شامیانہ کھڑا کرے۔ کیا وہابیہ نے اپنے اللہ کے لیے کوئی قبر تجویز کرلی ہے جس کو بوسہ دینا مورچھل جھلنا شامیانہ کھڑا کرنا اپنے لیے خاص کیا ہے۔ یا وہ اللہ کسی مجسم کو مانتے ہیں۔ اور یہ شانِ بندگی وہابیہ کس تیرتھ میں جا کر ادا کرتے ہیں۔ اللہ کا شریک ٹھہرانے سے صرف چالیس دن کی عبادت کا نقصان تقویۃ الایمان صلہ ۵۹ میں مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث نقل کی من اتی عرافا فسالہ عن شیء لایقبل لہ صلاۃ اربعین یوما ۔ اس سے قطع نظر کہ حدیث کے لفظ بدل ڈالے لم یقبل کا لایقبل کر دیا اربعین لیلۃ کا اربعین یوما بنا دیا چونکہ لیلۃ کا لفظ محتمل تھا کہ مراد نماز تہجد ہو جیسا کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے شرح میں فرمایا۔ اشعۃ اللمعات جلد ۳ صفحہ ۵۴۴۔ اور اس سے بھی قطع نظر کیجئے کہ حدیث وارد ہوئی کاہن اور منجم کے حق میں۔ جو علمِ غیب کا دعویٰ کرتا ہو۔ تقویت الایمان والے نے اصحابِ کشف و استخارہ کو بھی اس میں داخل کر دیا چنانچہ صفحہ ۶ پر لکھا اور کشف و استخارہ کا دعویٰ کرنے والے اس میں داخل ہیں۔ یہ معنوی تحریف ہوئی استخارہ مسنون ہے اور کشف اہل اللہ کے لیے احادیث سے ثابت ہے۔ بدنصیب نے اہل اللہ کو مشرک بنا ڈالا۔ اہل اللہ کو مشرک بنانا تو اس شخص کی عادت ہی ہے۔ شرک قرار دیتے ہوئے اس کی سزا صرف چالیس روز کی عبادت کا نامقبول ہونا وہ بھی اتنا کہ فرض ادا بھی ہو جائے جیسا مجمع البحار میں ہے۔ تو اس شخص کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا صرف یہ مرتبہ ہے کہ اس کے ساتھ شرک کرنے سے فقط چالیس روز کی نماز بے نور ہو جاتی ہیں۔ تقضا تک لازم نہیں آتی یہ ہے وہابیہ کے دلوں میں ربِّ عالم کی عظمت۔

اقول۔ یہ محض تقویۃ الایمان پر بہتان ہے۔ بلکہ اس میں مثال و تشبیہ دنیوی بادشاہ و امیر سے صرف امیر کا بادشاہ کی مرضی پا کر اس تقصیر وار کی سفارش کرنے اور بادشاہ کے معاف کر دینے سے شفاعت باذن اللہ تعالیٰ کے معنی و توضیح سے عوام کی غلطی کا ازالہ کرنا مقصود ہے نہ کہ کل امور مندرجہ تینوں صورتوں سفارش کو بعینہٖ حق تعالیٰ کے لیے معاذ اللہ ثابت کرنا۔ جو افترا محض ہے جس کی مفصل و مدلل تشریح صفحہ ۱۹۸۔ صفحہ ۲۲۵ کے جواب میں گزر چکی پھر بار بار لوٹانا محض بوجہ مغالطہ دہی عوام الناس باعثِ جہل ہے۔ جس کو مولوی نعیم الدین نے اپنے زعم باطل میں ہم جنیس دیگرے نسبت کھلی بے ایمانی قرار دے کر خود اپنے ہی اوپر آسمان کا تھوکا لوٹا لیا ہے۔ علیٰ ہذا ہرگز تقویۃ الایمان میں اللہ کے لیے مورچھل اور شامیانہ کھڑا کرنا نہیں ہے،

بصد ہزار بار لعنۃ اللہ علی الکاذبین المفترین چنانچہ اس کی بھی تفصیل و تشریح صد ۱۶۲ کے جواب میں گزر چکی۔ پھر جو کچھ اس پر لازم اور مرتب کیا وہ بھی سب کچھ خود مولوی نعیم الدین ہی کے گلے کا طوق بنا کر وَلَا یَحِیقُ الْمَکْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَھْلِہٖ۔

اب حدیث مرقومہ مشکوٰۃ منقولہ تقویت الایمان جس میں مولوی نعیم الدین کا اپنی جہالت و حماقت قدیمانہ سے یہ اعتراض کہ لفظ بدل ڈالے لم یقبل لا یقبل کا۔ لیلۃ یوماً بنا دیا۔ اگر یہ اعتراض بجا ہوتا تو قطع نظر کرتے کہ کیا معنی بہ تو بڑا بھاری الزام تھا معلوم ہوا یہ کچھ بھی نہیں محض ہوا بندی اور جہل و عناد ہے کیونکہ اولاً صاحب مشکوٰۃ نے صحیح مسلم ج ۲ صد ۲۳۳ سے نقل کیا اور خود صحیح مسلم میں لم تقبل ہے۔ اور مشکوٰۃ صد ۳۹۳ میں لا یقبل ہے۔ پھر صحیح مسلم میں۔ عن صفیۃ عن بعض ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور مشکوٰۃ میں عن حفصۃ منقول ہے۔ پھر فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ اول صد ۱۱ میں بھی مطابق مشکوٰۃ منقول ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں و اما القبول المنفی فی مثل قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من اتی عرافا لم تقبل لہ صلاۃ فھو الحقیقی۔ پس صاحب مشکوٰۃ کی تبدیل الفاظ پر مولوی نعیم الدین کا بھیگی بلی کی طرح مرعوب ہو کر نطق بند ہو جانا اور مولانا شہید مرحوم پر نیلی پیلی آنکھیں نکال کر گیدڑ بھبکی کھسیانی کھمبا نوچے کمال دلیل عجز ہے پھر ان سب کی مفصل تشریح فتح الباری میں مرقوم ہے جس میں دن کا مراحتاً ثبوت ہے جو مولوی نعیم الدین کی مسلمہ کتاب ہے۔ اگر جہل نہ ہوتا اور فتح الباری کو دیکھا ہوتا تو ہرگز اعتراض نہ ہوتا۔ چنانچہ پارہ ۲۴ صد ۱۴۲ میں فرماتے ہیں۔ و اخرجہ مسلم من حدیث امرأۃ من ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن الرواۃ من سماھا حفصۃ بلفظ من اتی عرافا و اخرجہ ابو یعلی من حدیث ابن مسعود بسند جید لکن لم یصرح برفعہ ومثلہ لا یقال بالرای ولفظہ من اتی عرافا او ساحرا او کاھنا واتفقت الفاظھم علی الوعید بلفظ حدیث ابی ھریرۃ الاحدیث مسلم فقال فیہ لم یقبل لھما صلاۃ اربعین یوماً

لہ میرے سامنے تقویت الایمان کا جو مطبوعہ نسخہ ہے اس میں مشکوٰۃ کے مطابق ہی الفاظ ہیں۔ اور یہ نسخہ متعدد نسخوں سے مقابلہ کے بعد شائع کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں تقویت الایمان کے اصل متن رد الاشراك میں جسے حضرت مولانا نواب سید محمد صدیق حسن خاں علیہ الرحمۃ نے شائع کرایا تھا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ من اتی عرافا فسأله عن شئ لم تقبل له صلاة اربعين ليلة . . . . رد الاشراك مطبوع "مجموعہ قطف الثمر فی عقیدۃ اہل الاثر ص ۳۶) بنا بریں اگر مؤلف اطیب البیان اپنی نقل میں سچے ہیں تو یہ ناقلین و ناشرین کی بے احتیاطی کا نتیجہ ہے مولانا شہید پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں کی جا سکتی واللہ اعلم (ع-ح)

ووقع عند الطبرانی من حدیث انس ومن اتاه غیر مصدق له لم تقبل صلاته اربعین یوماً والوعید جاء تارة بعدم قبول الصلاۃ وتارۃً بالتکفیر فیحمل علی حالین من الآتی اشار الی ذلک القرطبی جس سے واضح ہوا کہ محدثین الفاظ مختلفہ کو باعتبار متعدد طرق کے نقل میں جمع فرما لیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے صحیح مسلم میں اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے باسناد جید ابو یعلیٰ میں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بلفظ لم یقبل لھما صلاۃ اربعین یوما اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے طبرانی میں غیر مصدق له لم تقبل صلاته اربعین یوما اور ان سب میں وعید ہے کسی میں عدم قبول صلوٰۃ اور کسی میں اس کے فاعل پر تکفیر پس مختلف حالتوں پر محمول فرمایا گیا ہے اور یہی شیخ عبد الحق محدث دہلوی رح اشعۃ اللمعات ج ۳ صفحہ ۵۹ میں (جس کو مولوی نعیم الدین نے چھوڑ دیا) فرماتے ہیں:

نماز چہل شب و روز ضائع و نامقبول اللہ۔ و اعمال دیگر بطریق اولیٰ نامقبول تواہد شد۔ اگرچہ تخصیص بشب کرد اما تمام روز شب مراد است و ایں چنیں بسیار افتد کہ شب یا روز را ذکر کنند و دیگر را تابع آں دارندھ	"نماز چالیس رات دن کی ضائع اور نامقبول ہوگی۔ دوسرے اعمال تو بطریق اولیٰ نامقبول ہوجاویں گے۔ اگرچہ رات کی تخصیص کی لیکن تمام دن رات مراد ہے۔ اور اسی طرح اکثر ہوتا ہے کہ رات یا دن کا ذکر کرتے ہیں اور دوسرے کو اس کا تابع رکھتے ہیں"

پھر اس حدیث میں تفریقیہ صرف سوال کا ذکر غیر مصدق طور پر ہے جس کی تشریح مشکوٰۃ فصل ثانی کی پہلی حدیث میں من اتی کاھنا فصدقه بما یقول فقد برئ مما نزل علی محمد وارد ہے۔ چنانچہ اس کو خود مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی بڑے معتمد مولوی نعیم الدین کے بھی اپنی کتاب تمہید ایمان مطبوعہ اہل سنت بریلی کے صفحہ ۲۴ میں نقل کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اتی عرافاً او کاھنا فصدقه بما یقول فقد کفر بما انزل علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم رواہ احمد والحاکم بسند صحیح عن ابی ھریرۃ ولاحمد وابی داؤد عنه فقد بری مما نزل علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔	"جو کوئی نجومی یا کاہن کے پاس آیا اور اس نے جو کچھ کہا اس کی تصدیق کی تو اس نے کفر کیا اس کا جو کچھ نازل ہوا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر۔ دوسری روایت میں ہے پس تحقیق بری ہے وہ اس سے جو نازل ہوا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر"

یہاں یہ بھی دیکھو کہ مشکوٰۃ اور ابو داؤد ج ۲ صـ۱۸۹ میں لفظ انزل مرقوم ہے اور مولوی صاحب بریلوی نے نزل نقل کیا ہے۔ علیٰ ہذا مولوی صاحب بریلوی کے فتاویٰ رضویہ جلد اول صـ۲۴۲ میں آیت سورہ احقاف پارہ ۲۶ میں بجائے اِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ کے وَّاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔ اِنَّنِیْ کو اِنَّنَا بنا کر لکھا ہے۔ اور سب سے زائد شریر غضب مولوی نعیم الدین نے بڑھایا کہ فیضانِ رحمت صـ۱۸ میں الفاظ حدیث "ابو داؤد ج ۲ صـ۳۵ اللّٰھم اجعل صلوٰتك ورحمتك علیٰ آل سعد بن عبادۃ کا ترجمہ یہ کیا "یا رسول اللہ آلِ سعد پر مغفرت اور رحمت فرما۔"

پس کس درجہ روشن بیانی سے مولانا شہید مرحوم کی صداقت و دیانت کی تائیدات احادیث سے واضح ہو کر مولوی نعیم الدین کی جہالت ولن ترانیت مانند آفتاب و ماہتاب کے آشکارا ہو گئی پھر بیشک استخارۂ مسنون اور کشف ثابت ہے مگر اس کا دعویٰ کرنے والا کاذب مدعیٔ علم غیب ہے، جس طرح صـ۱۸۵ کے جواب میں مدلل واضح ہو چکا ہے۔ کسی اہل اللہ نے اس کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور کیونکر اہل اللہ ایسے کر سکتے ہیں کہ وہ باختیار حق تعالیٰ ہے" کہ باختیار عبد۔ بدبخت نا ہنجار اہل اللہ کو مدعیٔ استخارہ وکشف کا بنا کر خود شرک کا ہار اپنے گلے میں ڈال کر مار گزیدہ بنتے ہیں۔

قولہ، صـ۲۳۶-۲۳۷ تقویت الایمان میں قرآن پاک کے کتاب الٰہی ہونے پر بھی حملہ کر دیا انبیاء و اولیاء کی عداوت اس قدر دل میں ہے کہ کتاب اللہ کی عظمت کا بھی لحاظ نہ رہا۔ انبیاء کی شان میں لکھا ہے اس کے دربار میں ان کا تو یہ حال ہے کہ جب وہ کچھ حکم فرماتا ہے وہ سب رعب میں آکر بے حواس ہو جاتے ہیں اور ادب اور دہشت کے مارے دوسری بار اس بات کی تحقیق اس سے نہیں کر سکتے بلکہ ایک دوسرے سے پوچھتا ہے اور جب اس بات کی آپس میں تحقیق کر لیتے ہیں سوائے آمنا صدقنا کے کچھ کہہ نہیں سکتے۔ تقویت الایمان صـ۳۱۔ جب انبیاء کا یہ حال ہے کہ معاذ اللہ وہ رعب سے بے حواس ہو جاتے ہیں کلام سمجھ نہیں سکتے۔ دوبارہ دریافت نہیں کر سکتے آپس میں ایک دوسرے سے پوچھ کر آمنا صدقنا کر لیتے ہیں تو یہ بھی مشورہ ہوا کلامِ الٰہی نہ ہوا کیونکہ کلامِ الٰہی تو بے حواسی میں سمجھا نہیں دوبارہ دریافت نہ کیا۔ یہ ہے بے دینوں کا ایمان اگر آج آریوں یا عیسائیوں کی نظر اس کتاب پر پڑے تو وہ اسلام اور کتابِ الٰہی پر کیسے حملے کریں۔ ستم یہ کہ ظالم نے یہ مضمون ایک آیت کے تحت میں لکھا جس سے لوگ یہ سمجھیں کہ شاید یہ آیت ہی میں آیا ہے۔

اقول۔ اگرچہ دنیا میں ہر قسم کے کذاب و مفتری ایک سے ایک زائد بڑھ کر ہیں مگر جس

العین قصداً عقل رکھتے ہوئے کوئی نہیں کھا سکتا۔ جس طرح مولوی نعیم الدین نے اپنا پیشہ بنا رکھا ہے کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ عقل والا بھی اس کمینہ وطیرہ کو پسند نہیں کر سکتا۔ پھر ایمان کا دعویٰ رکھتے ہوئے ظاہر نصوص قرآن وحدیث سے منکر و منحرف ہو جانے کو ادنیٰ مومن اہل ایمان بھی گوارا نہیں کر سکتا حالانکہ یہ مضمون منقولہ تقویۃ الایمان آیت قرآن پاک سورہ سبا پارہ ۲۲ ۔ حَتّٰۤی اِذَا فُزِّعَ عَنۡ قُلُوۡبِہِمۡ قَالُوۡا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّکُمۡ ؕ قَالُوا الۡحَقَّ ۚ وَ ہُوَ الۡعَلِیُّ الۡکَبِیۡرُ دوبارہ فرشتوں کے وارد ہے۔ جس کی حقیقت واقعیہ کا انکشاف ان شاء اللہ العزیز ابھی ہوا جاتا ہے جس کو مولوی نعیم الدین نے اپنے جہل و عناد سے تقویۃ الایمان پر بہتان بندی افتراء پردازی کرکے قرآن پر حملہ اور انبیاء و اولیاء سے عداوت ہونے کا الزام واتہام لگا کر خود اپنا ایمان تباہ کیا ورنہ تقویۃ الایمان میں اس کے متعلق نہ کسی نبی کا ذکر نہ کسی نبی کو اس میں مخاطب بنایا نہ اس کا کوئی محل و تعلق۔ چنانچہ ناظرین اہل دیانت کے سامنے آیت کا ترجمہ تقویۃ الایمان سے حسب ذیل ہے:

"یعنی یہاں تک کہ جب گھبراہٹ دور ہوتی ہے ان کے دلوں سے تو کہتے ہیں کیا فرمایا تمہارے رب نے کہتے ہیں کہ حق اور وہی ہے سب سے بلند بڑا"

اور فائدہ آیت سے پورے الفاظ تقویۃ الایمان کے نقل کردہ خود مولوی نعیم الدین کے سامنے ہی ہیں بلا کر دیکھیں اگر کسی نبی کو اس کا مخاطب تقویۃ الایمان میں بنایا ہوتا تو بھلا وہ الفاظ اپنے ثبوت دعویٰ میں کس طرح چھوڑ دیئے جاتے۔ سچ ہے آسمان کی طرف تھوکا خود اپنے ہی حلق میں لوٹ کر آتا ہے۔

صحیح بخاری پارہ ۱۹ صفحہ ۳۰۶ قولہ حتی اذا فزع عن قلوبھم۔ الخ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

اذا قضی اللہ الامر فی السماء ضربت الملائکۃ باجنحتھا خضعانا لقولہ کانہ سلسلۃ علی صفوان فاذا فزع عن قلوبھم قالوا ماذا قال ربکم قالوا للذی قال الحق وھو العلی الکبیر فیسمعھا مسترق السمع ومسترق السمع ھکذا بعضہ فوق بعض ووصف سفیان	"جس وقت اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے آسمانوں میں تو بوجہ خوف وخشیت کے فرشتے اپنے بازو مارتے ہیں جس طرح زنجیر پتھر پر مارنے سے آواز پیدا ہوتی ہے پس جس وقت ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے کہتے ہیں کیا فرمایا تمہارے رب نے کہتے ہیں۔ وہ فرمایا حق اور وہی ہے بلند بزرگ پس سنتے ہیں اس کو شیاطین سننے والے اس طرح کہ بعض ان کا اوپر بعض کے ایک کے اوپر ایک لگا تار ہوتا ہے، سفیان نے

نحرفها وبدّد بين اصابعه فيسمع الكلمة فيلقيها الى من تحته ثم يلقيها الأخر الى من تحته حتّٰى يلقيها على لسان الساحر او الكاهن فربما ادرك الشهاب قبل ان يلقيها وربما القها قبل ان يدركه فيكذب معها مائة كذبة فيقال اليس قد قال لنا يوم كذا وكذا كذا وكذا فيصدق بتلك الكلمة التى من السماء اھ

اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو اُوپر نیچے اور ان میں فرق کرکے بتایا، پس وہ سُنتا ہے کلمہ پس وہ پہنچاتا ہے اپنے نیچے والے کو اسی طرح ہر نیچے والا ہر نیچے والے کو آخر تک یہاں تک کہ جادوگروں کاہنوں کی زبان تک پہنچ جاتا ہے پس کبھی کوڑا لگتا ہے اس کو نیچے والے سے کہنے کے پہلے ہی اور کبھی نیچے والے سے کہنے کے بعد پس وہ ایک کلمہ میں سو جھوٹ اس کے ساتھ ملاتا ہے پس کہا جاتا ہے کیا بیشک نہیں کہا گیا ہم سے فلاں فلاں روز پس تصدیق کر لیتے ہیں کلمہ آسمانی کی"

نیز صحیح بخاری پارہ ۳۰ ص۵۹ میں اسی آیت حَتّٰٓى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ کے متعلق روایت ہے۔

عن ابن مسعود رضى الله عنه اذا تكلّم الله بالوحى سمع اهل السمٰوات شيئا فاذا فزع عن قلوبهم وسكن الصوت عرفوا انه الحق ونادوا ماذا قال ربكم قالوا الحق۔

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کلام فرماتا ہے وحی کے ساتھ سنتے ہیں اہلِ آسمان کچھ آواز پس جس وقت گھبراہٹ ان کے دلوں سے دور ہو جاتی ہے اور آواز کو سکون ہو جاتا ہے جان جاتے ہیں کہ وہ حق ہے اور ندا کرتے ہیں کہ کیا کہا تمہارے رب نے وہ کہتے ہیں کہ حق"

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں مرقوم ہے:

ان يزول الفزع عن قلوبهم والمراد بهم الملائكة وهو المطابق للاحاديث الواردة فى ذٰلك فهو المعتمد وهٰكذا احمد عن ابى معاوية ولفظه انّ الله عز وجل اذا تكلم بالوحى سمع اهل السمآء للسمآء صلصلة كجر السلسلة على الصفا فيصعقون فلا

"برزائل ہونا گھبراہٹ کا ان کے دلوں سے مراد اس سے ملائکہ ہیں اور یہی مطابق احادیث واردہ کے معتمد ہے منجملہ ان کے حدیث ابی معاویہ اور نواس بن سمعان میں کہ اللہ عزّوجل کے کلام وحی کو ملائکہ اہلِ آسمان کا سن کر خوف سے دہشت میں آجانا اور آسمان میں مانند آواز زنجیر پتھر پر مارنے کے پیدا ہونا اور آسمان کا اللہ کے خوف سے

يزالون كذلك حتى تا تيهم جبريل فاذا جاءهم جبريل فزع عن قلوبهم قال فيقولون يا جبريل ماذا قال ربكم قال فيقول الحق قال فينادون الحق الحق و وقع فى حديث نواس بن سمعان عند ابى حاتم اذا تكلم الله بالوحى اخذت السموٰت منه رجفة اوقال رعدة شديدة من خوف الله واذا ثبت ذكر الصوت بهذا الاحاديث الصحيحة وجب الايمان به۔

بشدت لرزنا کڑکنا جس سے ملائکہ میں بیہوشی طاری ہوجانا یہاں تک کہ جبریل علیہ السلام کے آنے پروہ بے ہوشی گھبراہٹ ان سے دور ہونا اور ان سے دریافت کرنا کہ کیا فرمایا تمہارے رب نے تو جواب میں فرمانا کہ حق پھر الحق الحق کی آپس میں ندائیں ہوئی جبکہ ان احادیث صحیحہ سے آواز کا مذکور ہونا ثابت ہوگیا ان پر ایمان لانا واجب ہے" (خلاصہ)

پس ناظرین نے ملاحظہ فرما لیا کہ تقویۃ الایمان میں آیت کے ترجمہ اور اس کے فائدہ میں شمہ بھر تخالف نہیں، دونوں باہم شیر وشکر ہیں، پھر ان پر تائیداً احادیث سونے پر سہاگہ ہے۔ پھر جو کچھ مولوی نعیم الدین نے اپنی فریب کاری سے اس پر لازم کیا کہ کلام الٰہی نہ ہوا مشورہ ہوا۔ دوبارہ دریافت نہ کیا۔ یہ سب بیہودہ گوئی اپنی تراشیدہ، اپنی ہی گردن کا طوق بنی۔ کیونکہ ملائکہ بعد افاقہ خصوصاً حضرت جبرئیل علیہ السلام سے تصدیق کرکے الحق الحق پکارنے لگے۔ آریہ اور عیسائی وغیرہم کتب خالص توحید الٰہی جس میں عظمت والوہیت باری تعالیٰ اعزاسمہٗ اور خصوصاً حضرات انبیاء اور اولیاء وملائکہ کی عبدیت باوجود اولوالعزمی وتاباں ہے اسی کو اصل اسلام جانتے ہیں برخلاف اس کے کہ جھوٹے مدعیان توحید واسلام گور پرستوں تعزیہ پرستوں وغیرہم مخلوقات کے لیے علم غیب بتانے والوں کو اسلام سے خارج جانتے ہیں اگر وہ معترض ہوتے ہیں تو انہیں جھوٹے مدعیان پر حملے کرتے ہیں نہ کہ اہل توحید متبعین سنت پر فماذا بعد الحق الا الضلال۔

مسئلہ ایمان کی بحث

قولہ صفحہ ۲۳۰-۲۳۹ (ایمان کے متعلق وہابیہ کے اعتقاد) وہابیہ کے نزدیک ایمان مرکب ہے اس کے دو جزو ہیں۔ توحید اور اتباع سنت یعنی عمل داخل ایمان ہے تقویۃ الایمان صفحہ ۱ ایمان کے دو جز ہیں۔ اللہ کو اللہ جاننا اور رسول کو رسول سمجھنا اور اللہ کو اللہ سمجھنا اس طرح ہوتا ہے کہ اس کا شریک کسی کو نہ سمجھے اور رسول کو رسول سمجھنا اس طرح ہوتا ہے کہ اس کے سوائے کسی کی راہ نہ پکڑے اس پہلی بات کو توحید کہتے ہیں اور اس کے خلاف کو شرک اور دوسری بات کو اتباع سنت اور اس کے خلاف کو بدعت سو ہر کسی کو چاہیے کہ توحید اور اتباع سنت کو خوب پکڑے اور شرک وبدعت سے بہت بچے کہ یہ دو چیزیں اس ایمان میں خلل ڈالتی ہیں۔

اس عبارت میں ایمان کے دو جزو بتائے توحید اور اتباع سُنّت اور دونوں کو ایک درجہ میں رکھا۔ اتباع سُنّت عمل کے قبیل سے ہے، اس کو بھی توحید کی طرح داخلِ ایمان کیا اور شرک و بدعت کو ایک درجہ میں رکھا۔ کہ جس طرح شرک سے اصل ایمان میں خلل آتا ہے اسی طرح بدعت سے بھی ایمان جاتا رہتا ہے۔ یہ اہلِ سنّت کا مذہب نہیں بلکہ خوارج و معتزلہ کا مذہب ہے اور بکثرت آیاتِ قرآنیہ کے خلاف ہے شرحِ عقائد میں ہے۔ الکبیرۃ لا تخرج العبد المؤمن من الایمان الخ شرح فقہ اکبر میں ہے۔ ترك الطاعات بالكلية وارتكاب السيئات باسرها لا يخرج المؤمن عن الايمان الخ

یہ بھی قابلِ لحاظ ہے کہ ایمان کے دو جزو کہیں قرآن و حدیث میں نظر آئے نہیں۔ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے نہیں تو بقول صاحب تقویت الایمان کے بدعت اصل ایمان میں خلل ڈالنے والی ہوئی وہابیہ سنبھالو نرا اپنے پیشوا کا ایمان۔ یہی ان کے نزدیک ایمان کی حقیقت ہے نہ اعتقاد کی ضرورت، نہ اقرار کی حاجت، ایسا ایمان تو یہود و نصاریٰ بھی رکھتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو ایمان قرار نہ دیا۔ یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم اب قرآن شریف، ملائکہ، جنت، نار، حشر، باقی انبیاء و مرسلین کتب سابقہ وغیرہ کسی کو کچھ سمجھے یا نہ سمجھے وہابیہ کے نزدیک مومن ہو چکا ظالم کو آمنتُ باللہ بھی یاد نہ تھی یا اس کو بھی نہ مانتا ہو۔

اقول، ناظرین نے مولوی نعیم الدین کے ایمان کی حقیقت توحید و سُنّت سے نفرت اور شرک و بدعت و گور پرستی سے محبت و الفت دیکھ لی کیا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میں تمام عقائد اسلام اور ارکان احکام داخل نہیں، بلیشک ہیں اگر سب کو مانتا ہو ورنہ پھر صرف کلمہ پڑھ لینا توحید و سنّت پر عمل نہ کرنا، شرک و بدعت و گور پرستی سے نہ بچنا ہیچ ہے۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی فتاویٰ رضویہ جلد اول ص۱۸۰ میں لکھتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ترجمہ میری سنّت سے بے رغبتی کرے وہ مجھ سے نہیں" ایضاً ص۲۱۱ میں لکھتے ہیں" شیاطین الانس کہ کفار و مبتدعین کے داعی و منادی ہیں لعنہم اللہ وخذلہم ابداً ونصرنا علیہم نصراً مؤبداً آمین نیز مولوی صاحب بریلوی انہی الاکید ص۲ میں لکھتے ہیں رد بیہقی کی حدیث میں ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کسی بدعتی کی نماز قبول کرے، نہ روزہ نہ زکوٰۃ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ جہاد، نہ فرض، نہ نفل، بدعتی اسلام سے یوں نکل جاتا ہے جیسے آٹے سے بال" نیز جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم النبوۃ حسنی پریس بریلی کے ص۹۶ میں لکھتے ہیں" قرآن و حدیث دونوں ایمان مومن ہیں۔ احادیث کا بار بار تکرار اظہار دلوں میں ایمان کی جڑ جمائے گا"

معلوم ہوا عدم تکرار احادیث سے ایمان کی جڑ میں نقصان پیدا ہوتا ہے اور اس کی تکرار بار بار سے ایمان کی جڑ جمتی ہے یہی معنی ہیں الایمان یزید و ینقص کے۔ پھر باوجود اس کے اس کو اہل سنت کا مذہب نہ بتانا اور اس کے خلاف کے بکثرت آیات قرآنیہ کے خلاف ہوتے کی ایک آیت بھی بتانے کی توفیق نہ ہو سکی اور ہرگز ان شاء اللہ العزیز قیامت تک ہو سکتی ہے۔ جبکہ تمام قرآن پاک میں نجات حق تعالیٰ اور نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری میں منحصر بنائی گئی ہے۔ اسی کو ایمان اقرار، تصدیق و عمل قرار دیا گیا۔ چنانچہ اس پر قرآن پاک کی صرف دو ہی شہادت بس ہیں۔ پارہ سورہ نساء میں فرمایا:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ۔

"سو قسم ہے تیرے رب کی ان کو ایمان نصیب نہ ہوگا۔ جب تک تجھی کو منصف نہ جانیں جو جھگڑا اٹھے آپس میں"

یہ آیت یہود کے حق میں ہے پھر ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہچاننے نے کچھ نفع نہ دیا۔ دوسری آیت پارہ ۵ سورہ نساء۔

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ ۔

"جس نے حکم مانا رسول کا اس نے حکم مانا اللہ کا"

مگر مقصد مرادی نعیم الدین کا یہ ہے کہ گور پرستی تمام شرکیات و بدعیات داخل عمل ہیں خارج ایمان نہیں اس کے لیے شرح عقائد اور شرح فقہ اکبر کا حوالہ محض کذب و افتراء علی اللہ و علی الرسول ہے۔ گناہ کو گناہ جان کر نفس شیطانی سے مرتکب ہو جانا درجہ گناہ کا ہے۔ جو خارج از ایمان نہیں کرتا ایسا شخص ناقص الایمان ہے اور گناہ کو سہل و ہلکا جان کر ہی اصرار کفر ہے چہ جائیکہ اس کو ایمان و عمل صالح جانا جس طرح گور پرستی و بدعات کو عمل نیک سمجھنا اللہ کفر اور خروج از ایمان ہے۔ چنانچہ شرح عقائد میں مرقوم ہے:

والایمان ھو التصدیق بما جاء بہ من عند اللہ تعالیٰ ۔

"ایمان ہر اس چیز کی تصدیق کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لائے"

اور شرح فقہ اکبر ص۱۰۶ میں مرقوم ہے:

والدین اسم واقع علی الایمان و الاسلام والشرائع کلھا ای الاحکام جمیعھا والمعنی ان الدین اذا طلق فالمراد بہ التصدیق والاقرار وقبول الاحکام للانبیاء ۔

"لفظ شامل ہے ایمان اور اسلام اور تمام احکام پر اور دین کا اطلاق جب کہا جاتا ہے تو مراد اس سے تصدیق اور اقرار و قبول کرنا احکام انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں"

نیز صفحہ ۲۳۶ میں ہے :۔

لان آلة العبادة قلب ولسان و جوارح۔	آلات عبادت کرنے والے قلب اور زبان اور تمام اعضائے جسم ہیں "

مولوی نعیم الدین نے اپنی فریب کاری سے عبارت شرحِ فقہ اکبر جو متعلق اصرار علی الکبیرہ کے کفر میں تھی چھوڑ دی جو یہ ہے۔ فان المعاصی یزید الکفر والافتراك الطاعات الخ اور ترک الطاعات سے نقل کیا گیا۔ اب احادیث میں بھی صرف دو ہی شہادتیں اہلِ ایمان کے لیے کافی ہیں۔ حدیث متفق علیہ صحیحین میں وارد ہے۔

الایمان بضع وسبعون شعبة فافضلها قول لا الٰہ الا اللہ وادناها اماطة الاذیٰ عن الطریق والحیاء شعبة من الایمان۔ (مشکوٰۃ صلا)	" ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخیں ہیں افضل ان میں لا الٰہ الا اللہ کہنا اور ادنیٰ ان میں دور کر دینا ایذا دینے والی چیز کا راستہ سے اور حیا شاخ ہے ایمان کی "

نیز دوسری حدیث میں وارد ہے :۔

لا یؤمن احدکم حتّٰی یکون هواه تبعاً لما جئت به۔ (مشکوٰۃ صنا)	" نہیں ایمان تم میں سے کسی کا جب تک خواہش اس کی تابع نہ ہو جائے اس کے جو میں لایا ہوں یعنی تمام شریعت اسلام کے "

اس کے بعد اہلِ ایمان کے لیے مزید کسی حوالۂ دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی ہزاروں سے زائد دلائل قرآن واحادیث میں وارد ہیں دین اسلام کا اصلِ اصول ہی توحید و سنّت قرآن و حدیث پر ہے۔ ارکانِ اسلام میں خصوصاً نماز کے تارک پر جو منجملہ اعمال کے ہے کفر کا اطلاق فرمایا گیا ہے۔ ائمہ کرام میں بھی صرف دو ہی شاہد پر اکتفار کیا جاتا ہے۔ امام صابونی جن کی وفات ۴۴۹ھ میں ہوئی۔ بڑے بڑے محدثین مثل امام بیہقیؒ کے استاد تھے۔ امام بیہقیؒ نے آپ کو امام المسلمین وشیخ الاسلام کہا ہے شمشیر برہنہ بمقابلہ مبتدعین کے تھے امام الحرمین استاد امام غزالی آپ کی وفات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا :

علیك باعتقاد الصابونی[1]۔	" تیرے اوپر اعتقادِ صابونی کا اتباع لازم ہے "

---

[1] امام ابو عثمان اسماعیل بن عبدالرحمٰن نیشاپوریؒ متوفی ۴۴۹ھ شذرات الذہب ۲۸۲-۲۸۳ ج ۳ و طبقات سبکی ص ۱۱۷ تا ۱۲۹ ج ۳ ع ۳۔

بستان المحدثین مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے بھی الامن والعلاء ص۱۱ میں آپ کو امام شیخ الاسلام لکھا ہے۔ عقائد صابونی مترجم ص۱۱ میں خود اپنی سند سے مرقوم ہے امام یحییٰ بن سلیم نے فرمایا : میں نے دس عالموں سے ایمان کو دریافت کیا سب نے فرمایا ایمان قول ہے اور عمل اور ہشام بن حسان ابن جریج، سفیان ثوری، مثنی بن صباح اور محمد بن مسلم طائفی، فضیل بن عیاض۔ نافع بن عمر جمحیؒ۔ سفیان بن عیینہؒ اور حمیدیؒ نے فرمایا ایمان قول اور عمل ہے۔ حضرت شیخ الشیوخ مولانا شاہ عبدالقادر جیلانیؒ بڑے پیر صاحبؒ غنیۃ الطالبین ص۱۴۶ میں فرماتے ہیں ۔

ونعتقد ان الایمان قول باللسان ”ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ تحقیق ایمان کہنا ہے زبان سے
ومعرفۃ بالجنان وعمل بالارکان اور پہچاننا ہے دل سے اور عمل کرنا ہے ارکان پر، بڑھتا
یزید بالطاعۃ وینقص بالعصیان ۔ ہے عبادت وطاعت سے اور گھٹتا ہے گناہوں سے“

اور مزید تفصیل وبسیط صحیح بخاری و فتح الباری شرح صحیح بخاری سے واضح ہے۔ چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ اول کتاب الایمان ص۲۵ سے مرقوم ہے۔ الایمان قول وفعل ویزید وینقص قول وعمل وھو اللفظ الوارد عن السلف اطلقوا ذٰلک۔ فالسلف قالوا ھو اعتقاد بالقلب و نطق باللسان وعمل بالارکان فذھب السلف الی الایمان یزید وینقص وانکر ذٰلک اکثر المتکلمین وما نقل عن السلف صرح بہ عبدالرزاق فی مصنفہ عن سفیان الثوری ومالک بن انس والاوزاعی وابن جریج ومعمر وغیرھم وھؤلاء فقہاء الامصار فی عصرھم وکذا نقلہ ابوالقاسم اللالکائی فی کتاب السنۃ عن الشافعی واحمد بن حنبل واسحٰق بن راھویہ وابی عبید وغیرھم من الائمۃ وروی بسندہ الصحیح عن البخاری قال لقیت اکثر من الف رجل من العلماء بالامصار فما رایت احدًا منھم یختلف فی ان الایمان قول وعمل ویزید وینقص واطنب ابن ابی حاتم واللالکائی فی نقل ذٰلک بالاسانید عن جمع کثیر من الصحابۃ والتابعین وکل من یدور علیہ الاجماع من الصحابۃ والتابعین وحکاہ فضیل بن عیاض ووکیع من اھل السنۃ والجماعۃ وقال الحاکم فی مناقب الشافعی حدثنا ابوالعباس الاصم انا الربیع قال سمعت الشافعی یقول الایمان قول وعمل ویزید وینقص واخرجہ ابونعیم فی ترجمۃ الشافعی من الحلیۃ من وجہ اٰخر عن الربیع وزاد یزید بالطاعۃ وینقص بالمعصیۃ ثم تلا وَيَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا الاٰیۃ وقد استدل الشافعی و احمد و

لہ طبع محمدی لاہور (ر۔ع۔ح)

وغیرہما علی ان الاعمال تدخل فی الایمان بھذہ الآیۃ وما امروا الا لیعبدوا اللہ (الی قولہ) دین القیمۃ (ایضا ص۳۶)

نیز فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۲۶ ص۱۴۲ میں مرقوم ہے۔ قال ابن حبان عبادۃ اللہ اقرار باللسان وتصدیق بالقلب وعمل بالجوارح۔

علی ہذا صحیح بخاری پارہ اول ص۵ باب الصلوٰۃ من الایمان وقول اللہ تعالیٰ وما کان اللہ لیضیع ایمانکم یعنی صلوٰتکم عند البیت۔ نماز کو جو منجملہ اعمال کے ہے۔ "اصل ایمان قرار دیا گیا" جس کی قدرے تفصیل حسب ذیل ہے۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے والد مولوی محمد نقی علی خاں صاحب جواہر البیان مطبع حسنی پریس بریلی کے ص۱۰۱ میں لکھتے ہیں:۔

"ارشاد ہوتا ہے۔ اِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ اس آیت سے ظاہر کہ بے نماز قیامت آنے کا اعتقاد نہیں رکھتا اور جو اس کا اعتقاد نہیں رکھتا اللہ کی بات جھٹلانے والا ہے اس لیے ارشاد ہوا۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ" اور جب کہا جائے ان سے رکوع کرو نہیں کرتے، خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے دوسری جگہ اس سے زیادہ تصریح ہے۔ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ. نماز قائم رکھو اور مشرکین سے مت ہو جاؤ اور حدیث میں بھی وارد ہے من ترك الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر جس نے نماز قصداً ترک کی پس تحقیق کافر ہوا اسی طرح بہت آیات و احادیث کہ بعض ان سے ہم نے سرور القلوب فی ذکر المحبوب اور اپنی تفسیر میں ذکر کیں بے نمازی کے کفر پر دلالت کرتی ہیں اور امیر المومنین عمر اور سیدنا عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن عباس اور معاذ بن جبل اور جابر بن عبد اللہ اور ابو درداء اور احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ اور عبد اللہ بن مبارک اور ابراہیم نخعی اور حکم بن عیینہ اور ابو ایوب سختیانی اور ابو داؤد طیالسی اور زہیر بن حرب وغیرہم صحابہ تابعین وائمہ دین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اسے کافر کہتے اور امام مالک اور امام شافعی قتل کا حکم دیتے ہیں اکثر مالکیہ وحنبلیہ و شافعیہ گردن مارتے اور بعض شافعیہ و مالکیہ تیز ہتھیار سے بدن میں زخم لگاتے ہیں یہاں تک کہ مر جاوے یا توبہ کرے۔ امام اعظم اور ابو یوسف اور امام مزنی اور حافظ ابو الحسن علی مقدسی اگر توبہ نہ کرے دائم الحبس کرتے ہیں اور بعض شافعیہ و مالکیہ کا فتویٰ یہ ہے کہ بے نماز کو غسل نہ دیا جاوے اور نماز جنازہ اس کی نہ پڑھی جاوے قبر اس کی بلند نہ کریں۔ بلکہ تذلیل کے لیے زمین کے برابر رکھیں کہ اس نے ایسے عمدہ فرض کو ذلیل سمجھا اور حق اس کا ادا نہ کیا۔ بالجملہ جو قدر و منزلت اس عبادت کی ہے کسی عمل کی نہیں۔ اور جس قدر اہتمام شارع کو اس کا منظور ہے دوسری عبادت کا نہیں"

پس الحمدللہ کہ مثل آفتاب روشن و تاباں ہو گیا کہ تمام احکام و عمل قرآن و احادیث کے اجزاء ایمان ہیں جن کی کمی زیادتی طاعت و عصیاں سے حسب اعتقاد و ارشاد حضرت شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کے ایمان میں زیادت و نقصان واقع ہوتا ہے اسی طرح فتح الباری شرح صحیح بخاری مسلمہ مولوی نعیم الدین سے اکابر ائمہ سلف تاج المحدثین فقہاء محققین اہل السنۃ والجماعۃ کا اعتقاد ایمان کے قول و عمل ہونے کا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ الباری پیشوائے محدثین کا ایک ہزار اہل علم ائمہ دین سے ملنا اور ان کا اسی عقیدہ پر پانا جماعت کثیر صحابہ و تابعین کا اسی پر اجماع ہونا ثابت و محقق ہے خصوصاً نماز جیسے عملی رکن شریعت حقہ کا قرآن پاک میں ایمان نام رکھنا۔ مولوی صاحب بریلوی کے کلام میں تارک نماز کو قیامت کا جھٹلانے والا، کفر و شرک کرنے والا قرار دیا گیا۔ بکثرت صحابہ و تابعین ائمہ محدثین فقہاء مجتہدین سے اس کا فرو واجب القتل ہونا بتایا گیا حتیٰ کہ اس کے غسل اور نماز جنازہ سے بھی منع کیا گیا۔ یہ عمل فرض کے تارک کے انجام ہیں۔ مگر مولوی نعیم الدین کے نزدیک ایمان کے دو جزء توحید و سنت یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قرآن و حدیث اللہ و رسول کے فرمان میں ثابت نہیں نہ ان کے نزدیک اہل سنت کا یہ مذہب ہے! بلکہ الٹا اس عقیدۂ صحیحہ قطعیہ کے ماننے والے کو بے ایمان ظالم بتاتے ہیں خذلہ اللہ تعالیٰ ایسے کا کہاں ٹھکانا ہو سکتا ہے! دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ۔

قولہ، صفحہ ۲۴ وہابیہ کے نزدیک دنیا میں کوئی ایمان دار باقی نہ رہا۔ تقویت الایمان صفحہ ۵ حدیث مشکوٰۃ کے ترجمہ میں لکھا۔ پھر بھیجے گا۔ اللہ ایک باؤ اچھی سو جان نکال لے گی جس کے دل میں ہو گا۔ ایک رائی کے دانہ بھر ایمان سو مر جاویں گے، وہی لوگ کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں سو پھر جاویں گے اپنے باپ دادوں کے دین پر۔ پھر اس کے فائدہ میں لکھا۔ پھر اللہ آپ ایسی ایک باؤ بھیجے گا۔ کہ سب اچھے بندے جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہو گا مر جاویں گے۔ اس کے بعد اسی صفحہ میں لکھا سو رسول اللہ کے فرمانے کے موافق ہوا۔ یعنی وہ ہوا چل گئی۔ اور روئے زمین پر کوئی ایمان دار آنا بھی نہ رہا۔ جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو سب بے ایمان ہی رہ گئے اس میں وہ خود بھی داخل ہے اور اس کے تمام ماننے والے بھی سارے وہابی تقویت الایمان کے اس حکم سے کافر بت پرست ہوئے، اس قول پر دو وجہ سے کفر لازم ہے ایک تو اس لیے کہ اپنے کفر کا اقرار کفر ہے۔ فتاویٰ عالمگیری طبع مصر ۱۳۱۰ھ جلد ۲ صفحہ ۱۸۹ میں ہے مسلمان اپنے ملحد ہونے کا اقرار کرے تو کافر ہو جاتا ہے۔ اور اگر کہے کہ میں نہ جانتا تھا کہ یہ اقرار کفر ہے تو یہ عذر نہ سنا جاوے گا۔ دوسری وجہ یہ کہ تمام اُمت

کو کافر بتانا کفر ہے۔ شفا شریف صـ ۳۶۲ میں ہے۔ جو ایسی بات کہے جس سے تمام اُمّت کو گمراہ ٹھہرانے کی راہ نکلی، اس کے کفر میں شبہ نہیں۔ فریب کاری یہ ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہوا تھا کہ ہوا دجّال کے نکلنے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کے بعد آئے گی۔ تقویت الایمان صـ ۵۱ میں بھی حدیث نقل کر کے ان لفظوں میں ترجمہ لکھا تھا۔ نکلے گا دجّال سو بھیجے گا اللہ ایک باؤ ٹھنڈی شام کی طرف سے تو نہ باقی رہے گا کوئی کہ اس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہو مگر کہ مار ڈالے گی مگر باوجود اس کے لکھ دیا۔ مگر رسول اللہ کے فرمانے کے موافق ہوا یعنی ہوا چل گئی نہ دجال نکلا۔ نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوئے اور ظالم نے اس ہوا کے چل جانے کا اپنی ہی طرف سے حکم لگا کر تمام دنیا کو بے دین قرار دے دیا۔

اقول۔ یہ بھی تقویۃ الایمان پر مولوی نعیم الدین مفتری کا بہتان ہے کہ دنیا میں کوئی ایمان دار باقی نہ رہا۔ بلکہ اس میں ترجمہ حدیث صحیح مسلم منقولہ مشکوٰۃ نقل کردہ مولوی نعیم الدین کہ پھر بھیجے گا اللہ الخ جس سے خود بدیہی روشن ہے کہ لفظ پھر کا تعلق اُوپر سے ہے جو خیانۃً بغرضِ فریب دہی چھپایا گیا۔ پھر فائدہ کے ٹکڑے کر کے اصل مطلب کو تحریف کر کے بغت ربود کر دیا گیا۔ پھر الفاظ۔ سو رسول اللہ کے فرمانے کے موافق ہوا" یعنی وہ ہوا چل گئی۔ یہ "یعنی" اپنی طرف سے تراشیدہ اضافہ کر کے سینہ کا کینہ نکالا گیا۔ حالانکہ "ہوا چل گئی" یہ اس میں ہرگز نہیں بلکہ یہ ہے یعنی جیسا مسلمان لوگ اپنے نبی و ولی امام و شہیدوں کے ساتھ معاملہ شرک کا کرتے ہیں اسی طرح قدیم شرک بھی پھیل رہا ہے الخ پھر دجّال کے نکلنے اور عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کا واقعہ دوسری حدیث میں واقع ہے۔ اس میں بھی اوثان پرستی کا ذکر ہے۔ جو چھوڑ دیا گیا۔ اگر دونوں حدیثوں کے الفاظ قدیم شرک؛ اوثان پرستی کو نقل کیا جاتا، تو پھر فریب کاری کا پردہ فاش ہو جاتا۔ جیسا کہ اس حدیث کی تفصیل صـ ۲۳۳ کے جواب میں گزر چکی۔ اب ناظرین پورا ترجمۂ حدیث معہ پورے فائدہ تقویۃ الایمان کے بغور و انصاف دیکھ کر مولوی نعیم الدّین کا سفید جھوٹ افترا پردازی اور مولانا شہید مرحوم کی صدق بیانی مطابق حدیث کے ملاحظہ فرما دیں، جس سے تمام حسن و قبح واضح ہوتا ہے:

"ترجمہ مشکوٰۃ کے باب لا تقوم الساعۃ الا علیٰ شرار الناس میں لکھا ہے کہ مسلم نے ذکر کیا کہ نقل کیا حضرت عائشہؓ نے کہ سنا میں نے رسول اللہؐ سے کہ فرماتے تھے کہ نہیں تمام ہو گی رات اور دن یعنی قیامت نہ آئے گی یہاں تک کہ پوجیں لات و عزیٰ کو سو کہا میں نے یا رسول اللہ بیشک میں جانتی تھی جب اتاری تھی اللہ نے یہ آیت هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی کہ یہ نسک یوں ہی رہے گا آخر تک فرمایا کہ بیشک ہو گا اسی طرح جب تک چاہے گا اللہ پھر بھیجے گا اللہ ایک باؤ اچھی سو جان نکال لے گی، جس کے دل میں ایک رائی کے دانہ بھر ایمان ہو گا سو رہ جاویں گے وہی لوگ کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں سو

پھر جاویں گے، اپنے باپ دادوں کے دین پر ۔ یعنی اللہ صاحب نے فرمایا سورہ براءت میں کہ اللہ نے اپنے رسول کو بھیجا ہے ہدایت اور سچا دین دے کر کہ اس کو غالب کرے سب دینوں پر اگرچہ مشرک لوگ بہتیرا ہی برا مانیں سو حضرت عائشہؓ نے اس آیت سے سمجھا کہ اس سچے دین کا زور قیامت تک رہے گا سو حضرت ؐ نے فرمایا کہ اس کا زور تو مقرر ہو گا جب تک اللہ چاہے گا پھر اللہ آپ ایسی ایک باؤ بھیجے گا کہ سب اچھے بندے کہ جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہو گا مر جاویں گے ۔ اور وہی لوگ رہ جاویں گے کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں یعنی اللہ کی تعظیم نہ رسول کی راہ پر چلنے کا شوق، بلکہ باپ دادوں کی رسموں کی سند پکڑنے لگیں گے ۔ سو اسی طرح سے شرک میں پڑ جاویں گے کیونکہ اکثر پرانے باپ دادے جاہل مشرک گذرے ہیں جو کوئی ان کی راہ و رسم کی سند پکڑے ۔ آپ ہی مشرک ہو جاوے ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر زمانہ میں قدیم شرک بھی رائج ہو گا ۔ سو رسول اللہ کے فرمانے کے موافق ہوا یعنی جیسا مسلمان لوگ اپنے نبی و ولی امام و شہیدوں کے ساتھ معاملہ شرک کا کرتے ہیں اسی طرح قدیم شرک بھی پھیل رہا ہے ۔ اور کافروں کے بتوں کو بھی مانتے ہیں اور ان کی رسموں پر چلتے ہیں، جیسا برہمن سے پوچھنا، شگون لینا، ساعت ماننا، سیتلا مسانی ، پوجنا، ہنومان، لونا چماری، کلوا پیر کی دہائی دینی، ہولی دیوالی کا تہوار کرنا، نوروز و مہرجان کی خوشی کرنی، قمر در عقرب تحت الشعاع کا اعتبار کرنا، کہ یہ سب رسمیں ہنود و مجوس کی ہیں کہ مسلمانوں میں رواج پا گئی ہیں اور اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں شرک کی راہ اسی طرح کھلے گی کہ قرآن و حدیث چھوڑ کر باپ دادوں کی رسموں کے پیچھے پڑیں گے ۔"[1]

پس اس سے یہ نتیجہ اُخبث نکال کر مولانا شہید مرحوم کی طرف نسبت بیہودہ کرتا کہ :

"رسول اللہ کے فرمانے کے موافق رہ ہوا چل گئی۔"

قیاس باطل شیطانِ رجیم ملعون خبیث مردود کا ہے جب کہ خود مصنف صاحبِ تقویۃ الایمان مولانا شہید مرحوم نے صراحتاً فرمایا یعنی

"جیسا مسلمان لوگ اپنے نبی و ولی وغیرہم کے ساتھ معاملہ شرک کرتے ہیں اسی طرح قدیم شرک بھی پھیل رہا ہے الخ"

یعنی آثار و علامات اس ہوا کے ظہور پر ہو رہے ہیں ۔ دنیا سے مسلمان موحد خالص ختم ہوئے پر وہ ہوا بھی چل جاوے گی ۔ چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۲۹ صفحہ ۵۹۳ ج ۶ میں اسی حدیث کے متعلق مرقوم ہے :۔

---

[1] تقویۃ الایمان ص ۶۵ طبع لاہور ۱۹۵۶ء فصل رد شرک فی العبادۃ (ع ۔ ح)

قال البیہقی وغیرہ الاشراط منہا صغار و قد مضی اکثرھا و منہا کبار ستاتی۔

"کہا امام بیہقی وغیرہ محدثین نے قیامت کی چھوٹی چھوٹی شرائط میں سے اکثر گزر چکی ہیں اور ان میں سے بڑی بڑی آنے والی ہیں"

اس پر مولانا شہید مرحوم کو بے ایمان و کافر و بت پرست ظالم قرار دے کر عالمگیری و شفا سے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا پکڑنے کی مثال ہے جو خود بلا ڈوبے اور ہلاک ہوئے ہرگز نہ بچے گا۔

خیانتیں اور ان پر فساد بنا! قولہ ص۲۴۱-۲۴۴ بزرگان دین اولیاء انبیاء ملائکہ اور سید انبیاء کی نسبت وہابیہ کے اعتقاد اور تقویۃ الایمان کی گستاخیاں۔ تقویۃ الایمان ص۸ میں ہے اس بات میں اولیاء و انبیاء میں اور جن و شیطان میں اور بھوت و پری میں کچھ فرق نہیں۔ ص۲۹ ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں۔ عاجز اور بے اختیار۔ ص۳۰ ص۲۹ ان باتوں میں بھی سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے سب یکساں بے خبر ہیں اور نادان ص۲۱ ص۳۳ کسی نبی ولی کو جن و فرشتہ کو پیر و شہید کو امام و امام زادے کو بھوت و پری کو اللہ پاک نے یہ طاقت نہیں بخشی۔ تقویۃ الایمان میں اسی طرح کی بہت عبارات ہیں جن میں مقبولان بارگاہ اور مقربین درگاہ کے ساتھ جن و شیطان بھوت پری کو ملا کر ذکر کیا ہے اور سب کو عجز و بے اختیاری میں برابر اور بے خبری و نادانی میں یکساں بتایا ہے اور فرق کا انکار کیا ہے اول تو سب کو آپس میں برابر کہنا غلط و باطل اور کذب خالص اور مخالف آیات قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا یَسْتَوِیْ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ۔ انبیاء و اولیاء علیہم السلام کی شان میں لکھنا یقیناً گستاخی اور اہانت ہے اور انبیاء کی اہانت کفر ہے۔ تقویۃ الایمان ص۵ ص۳۶ کوئی بندگی کے رتبہ سے قدم باہر نہیں رکھ سکتا اور غلامی کی حد سے زیادہ نہیں بڑھ سکتا۔ سب نیک و بد برابر کر دیئے وجاہت، خلت، محبوبیت، اصطفاء، اجتباء، بلکہ نبوت و رسالت تک تمام فضیلتیں کالعدم قرار دے دیں، کیا یہ ساری تکریمیں برائے گفتن ہیں۔ تقویۃ الایمان ص۲۰ ص۶ یعنی جو خبر بیان اور کمالات اللہ نے مجھ کو بخشے ہیں وہ سب رسول کہہ دیتے ہیں آ جاتے ہیں۔ کیونکہ بشر کے حق میں رسالت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں۔ رسول کہنے میں جو کمالات آ جاتے ہیں۔ وہ یقیناً ہر رسول کے لیے حاصل ہیں تو تمام انبیاء علیہم السلام برابر ہو گئے، ان میں فرق مراتب و درجات نہ رہا یہ تَفْضِیْلُنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ کی کھلی مخالفت ہے تقویۃ الایمان ص۲۷ ص۴۵ انبیاء و اولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے سو ان میں بڑائی یہی ہوتی ہے کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں سو لوگوں کو سکھلاتے

ہیں ۵ ص۵ سب لوگوں سے امتیاز مجھ کو یہی ہے کہ اللہ کے احکام سے میں واقف ہوں۔ رسالت کی ان کے نزدیک اتنی حقیقت ہے کہ رسول بُرے بھلے کاموں سے واقف ہیں۔ اور لوگوں کو سکھاتے ہیں لعنہ اللہ علی الظالمین علم و عصمت وغیرہ رسالت کے کمالات تو اڑا ہی گیا تھا۔ وحی آنا، کتاب اترنا، اور لزومِ طاعت جس کا آیۃ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ میں بیان ہے اس سے آنکھ بند کرلی اور حقیقت میں لزومِ طاعت کا وہ معتقد بھی نہیں حتیٰ کہ کھاتے پیتے پہنتے میں انبیاء کے حکم پر چلنا شرک سمجھتا ہے۔ دیکھو تقویۃ الایمان ۹ ص۱۳ اور کھاتے پیتے پہننے میں اس کے حکم پر چلنا یعنی جس چیز کے برتنے کو اس نے فرمایا برتنا اور جو منع کیا اس سے دور رہنا۔ اس کے ساتھ اور چیزیں ملا کر کہتا ہے ان سب باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے۔ اب بدعت کا کیا ذکر ہے اتباعِ سنت کو ہی شرک کر دیا جس کو ص۵ میں داخل ایمان بتایا تھا۔ تمام دین ہی بے دین تے درہم برہم کر ڈالا، اس پر بھی صبر نہیں۔ رسالت برائے گفتن بھی گوارا نہیں کرتا، انبیاء و محبوبانِ حق کو عوام کی برابر کہتے ڈالتا ہے تقویت الایمان ص۲۳ کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے، نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔ تقویت الایمان ص۴۷ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ تقویت الایمان ص۲۶ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا، تقویت الایمان والاشانِ انبیاء کے گھٹانے کے کس قدر درپے ہے اور کس بدتمیزی اور گستاخی کے ساتھ ان کی جناب میں زبان درازی کرتا ہے۔

اقول: ہر چند کہ ان اقوالِ تقویۃ الایمان کی تائیدات مسلمات مولوی نعیم الدین سے مع تردید گذشتہ صفحات میں مفصل گزر چکی ہے تاہم مختصراً ناظرینِ کرام مولوی نعیم الدین کی کذب بیانی اور افترا پردازی بہ نسبت تقویۃ الایمان بمصداق ہر رنگے کہ مے آید بشناسم ملاحظہ فرما دیں اور مولوی صاحب نے فرائد النور میں جس سفیہانہ حرکت اور خباثت و خیانت کو معیوب لکھا تھا خود ہی ان کو اس کا ہار پہننا نصیب ہوا۔ چنانچہ ص۲۳ میں ہے :۔

"مسلمانو انصاف! ایسی صریح عبارت چھوڑ کر ایک ٹکڑا مفید خیال کر کے لکھ دینا کونسی دیانت ہے"

پس اصلی عبارت "اس بات میں اولیاء اور انبیاء میں الخ یہ بھی تو بتایا ہوتا کس بات میں؟ اس کو کیوں فریب کاری سے چھپایا؟ یعنے وہ چیزیں اور کسی کے واسطے کرتی جیسے سجدہ کرنا، اور اس کے نام کا جانور کرنا، اور اس کی منت ماننی، اور مشکل کے وقت پکارنا، اور ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا، اور قدرتِ تصرف کرنا، سو ان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ اللہ سے چھوٹا ہی سمجھے اور اس کا مخلوق اور اسی کا بندہ اور اس بات میں اولیاء اور انبیاء میں" الخ یہ ہے جعل سازی کی حقیقت۔

(دوسری عبارت) اُن باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں الخ حالانکہ عبارت یہ ہے:
" یا کسی کے دل میں ایمان ڈال دیویں یا کسی کا ایمان چھین لیویں یا کسی بیمار کو تندرست کر دیویں یا کسی سے تندرستی چھین لیویں کہ ان باتوں میں سب بندے چھوٹے اور بڑے برابر ہیں" الخ
(تیسری عبارت) ان باتوں میں بھی سب بندے الخ۔ اوپر سے دیکھیے۔
"جس آیندہ بات کو جب ارادہ کریں تو دریافت کر لیں کہ فلانے کے ہاں اولاد ہوگی یا نہ ہوگی یا اس سوداگری میں اس کو فائدہ ہوگا یا نہ ہوگا۔ یا اس لڑائی میں فتح پاوے گا یا شکست کہ ان باتوں میں بھی سب بندے الخ" مسلمانو! دیکھ لی فریب کاری مولوی نعیم الدین صاحب کی؟
(چوتھی عبارت) کسی نبی و ولی کو جن و فرشتے کو الخ۔ اوپر سے ملایئے۔
"اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو کوئی یہ دعویٰ کرے کہ میرے پاس ایسا کچھ علم ہے کہ جب چاہوں اس سے غیب کی بات دریافت کر لوں اور آیندہ باتوں کا معلوم کر لینا میرے قابو میں ہے سو وہ بڑا جھوٹا ہے کہ دعوے الوہیت کا رکھتا ہے اور جو کوئی کسی نبی و ولی کو یا جن و فرشتے کو" الخ
(پانچویں عبارت) کوئی بندگی کے رتبہ سے قدم باہر نہیں رکھ سکتا الخ۔ دیکھو اس کے ساتھ "وہ مالک الملک اپنے بندوں کو بہتیرا ہی نوازے اور کسی کو حبیب کا اور کسی کو کلیم کا اور کسی کو روح اللہ و وجیہہ کا خطاب بخشے اور کسی کو رسول کریم اور مکین اور روح القدس اور روح الامین فرمادے مگر پھر مالک مالک ہے اور غلام غلام کوئی بندگی کے رتبہ سے قدم باہر نہیں رکھ سکتا" الخ
(چھٹی عبارت) اس حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم کا فائدہ یہ ہے کہ:
رسول اللہ نے فرمایا کہ مجھ کو حد سے مت بڑھاؤ۔ جیسا عیسیٰ ابن مریم کو نصاریٰ نے حد سے بڑھا دیا۔ سو میں تو اس کا بندہ ہی ہوں سو یہی کہو کہ اللہ کا بندہ ہے اور اس کا رسول"۔ ف یعنی جو خوبیاں الخ آخر کے ساتھ ملاؤ" اور سارے مراتب اس کے پیچھے ہیں مگر آدمی رسول ہو کر بھی آدمی ہی رہتا ہے۔ اور بندہ ہی ہونا اس کا فخر ہے کچھ اس میں الوہیت کی شان نہیں آجاتی اور اللہ کی ذات میں نہیں مل جاتا سو یہ بات کسی بندہ کے حق میں نہ کہا چاہیئے کہ نصاریٰ ایسے ہی باتیں حضرت عیسیٰ کے حق میں کہہ کر کافر ہو گئے اور اللہ کی درگاہ سے راندے گئے، سو اسی لیے رسول اللہ نے اپنی اُمت کو فرمایا کہ تم نصاریٰ کی چال نہ چلو اور اپنے پیغمبر کی تعریف میں حد سے نہ بڑھو کہ نصاریٰ کی طرح کہیں مردود نہ ہو جاؤ لیکن افسوس کہ ان کی اُمت کے بے ادب لوگوں نے ان کا حکم نہ مانا اور آخر نصاریٰ کی سی باتیں کہنے لگے"
پس نفس رسالت کے کمالات ہی سارے کمالات سے اعلیٰ و برتر ہیں جیسا کہ جس کی رسالت

اعلیٰ ہوگی۔ کمالاتِ رسالت بھی اعلیٰ ہی ہوں گے۔ چنانچہ خود مولانا شہید مرحوم نے تقویۃ الایمان میں اسی مضمون کے قریب ہی فرمایا ہے:۔

"ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے۔ ہمارے پیغمبرؐ سارے جہان کے سردار ہیں کہ اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے احکام پر سب سے زیادہ قائم ہیں اور لوگ اللہ کی راہ سیکھنے میں ان کے محتاج ہیں، ان معنوں میں ان کو سارے جہان کا سردار کہنا کچھ مضائقہ نہیں بلکہ ضرور یونہی جاننا چاہیئے"

اور ص۲۱ تقویۃ الایمان میں فرمایا "ف یعنی سب انبیاء واولیاء کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور لوگوں نے انہیں کے بڑے بڑے معجزے دیکھے، انہیں سے سب اسرار کی باتیں سیکھیں، اور سب بزرگوں کو انہیں کی پیروی سے بزرگی حاصل ہوئی"

پس کس طرح مولوی نعیم الدین کی فریب کاری بہتان طرازی واضح ہوئی!

(ساتویں عبارت) "انبیاء واولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے" الخ اس کے ساتھ ملا یئے" اور ان کے بتانے میں تاثیر دیتا ہے بہت لوگ اس سے سیدھی راہ پر ہو جاتے ہیں الخ

(آٹھویں عبارت) "سب لوگوں سے امتیاز مجھ کو یہی ہے کہ اللہ کے احکام سے میں واقف ہوں"

یہ ایک حدیث مشکوٰۃ شریف باب المفاخرۃ کے فائدہ کا مختصرًا" ٹکڑا قریبًا نقل کیا جس کا ترجمہ معہ فائدہ اول آخر یہ ہے۔

"فرمایا رسول اللہ نے کہ بیشک میں نہیں چاہتا کہ بڑھا دو تم مجھ کو زیادہ اس مرتبہ سے کہ اللہ نے بخشا ہے۔ مجھ کو سو میں تو وہی محمد ہوں بیٹا عبداللہ کا کہ اللہ کا بندہ ہی ہوں اور اس کا رسول" ف یعنی جیسے اور سردار اپنی تعریف میں مبالغہ کرنے سے خوش ہوتے ہیں سو ہمارے پیغمبرؐ ان سے نہ تھے کیونکہ اور سرداروں کو مبالغہ کرنے والوں کے دین سے کچھ کام نہیں ہوتا خواہ درست رہے خواہ بگڑ جائے اور رسول اللہ اپنی اُمّت کے بڑے مربی شفیق تھے اور ان پر مہربان اور رات دن ان کو اپنی اُمّت کے دین ہی درست کرنے کا فکر تھا سو جب انہوں نے معلوم کیا کہ میری اُمّت کے لوگ مجھ سے بڑی محبت رکھتے ہیں اور بہت احسان مند اور یہ دستور ہے کہ جب کسی کی محبت ہوتی ہے تو اپنے محبوب کے خوش کرنے کو اس کی تعریف میں حد سے زیادہ بڑھ جاتا ہے اور جو کوئی پیغمبروں کی تعریف میں حد سے بڑھے گا۔ تو اللہ ہی کی بے ادبی کرے گا اور اس سے اس کا دین بالکل برباد ہو جاوے گا۔ اور پیغمبر کا اصل دشمن بن جاوے گا۔ سو اسی لیے فرمایا کہ مجھ کو مبالغہ خوش نہیں آتا سو میرا نام محمدؐ ہے نہ اللہ، نہ خالق، نہ رازق، اور سب آدمیوں کی طرح اپنے باپ ہی سے پیدا ہوا ہوں اور بندہ

ہی ہونا میرا فخر ہے۔ مگر اور سب لوگوں سے امتیاز مجھ کو یہی ہے کہ اللہ کے احکام سے میں واقف ہوں اور لوگ غافل سو ان کو اللہ کا دین مجھ سے سیکھنا چاہیئے سوائے مالک ہمارے اپنے ایسے پیغمبر رحیم و کریم پر ہزاروں ہزاروں درود و سلام بھیج، اور انہوں نے جیسا ہم سے جاہلوں کو دین کے سکھاتے میں حد سے زیادہ کوشش کی سو تو ہی اس کوشش کی قدر دانی کر کر ہم تو ایک عاجز بندے ہیں محض بے مقدور سو جیسا تو نے اپنے فضل سے ہم کو شرک و توحید کے معنی خوب سمجھائے اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا مضمون خوب تعلیم کیا اور مشرک لوگوں میں سے نکال کر موحد پاک مسلمان بنایا، اسی طرح اپنے فضل سے بدعت و سنت کے معنی خوب سمجھا، اور محمد رسول اللہ کا مضمون تعلیم کرا ور بدعتی بدمذہبوں میں سے نکال کر سنی پاک متبع سنت کا کر آمین یا ربّ العالمین و آخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین (خاتمہ تقویۃ الایمان صـ۹۲)

اس میں مولوی نعیم الدین کا لعنۃ اللہ علی الظالمین پڑھنا سب اپنے ہی گلے کا طوق بنا۔ چاہ کندن را چاہ درپیش کی مثال صادق ہوتی ہے۔

(نویں عبارت) نقل کرتے میں کس قدر غضب ڈھایا گیا ہے کہ کذب بیانی بہتان بندی کی انتہا نہ رکھی۔ اذا لم تستحی فاصنع ماشئت الحدیث ؎ بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن (جس وقت کچھے حیا و شرم نہ رہی تو جو چاہے کرتا پھرے) چنانچہ مولانا شہید مرحوم پر تہمت لگائی جاتی ہے کہ لزوم طاعت کا وہ معتقد بھی نہیں حتیٰ کہ انبیاء کے حکم پر چلنا شرک سمجھتا ہے۔ معاذ اللہ۔ استغفر اللہ۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین المفترین حالانکہ یہ عبارت امور توحید میں بیان ہوئی ہے۔ تو کر امور شرکیات میں جس کو عناد سے اقسام شرکیات میں لگا دیا گیا۔ ملاحظہ فرمایئے تقویۃ الایمان صـ۱۰ اور کھانے پینے میں اس کے حکم پر چلنا یعنی جس چیز کے برتنے کو اس نے فرمایا اس کو برتنا اور جو منع کیا اس سے دور رہنا اور برائی بھلائی جو دنیا میں پیش آتی ہے جیسے قحط اور ارزانی، صحت و بیماری، فتح و شکست، اقبال و ادبار، غمی و خوشی یہ سب اس کے اختیار میں سمجھنا اور اپنا ارادہ جس کام کا بیان کرنا تو پہلے اس کے ارادہ کا ذکر کر دینا۔ جیسا یوں کہنا کہ اگر اللہ چاہے گا تو ہم فلانا کام کریں گے اور اس کے نام کو ایسی تعظیم سے لینا کہ جس میں اس کی مالکیت نکلے اور اپنی بندگی جیسے یوں کہنا ہمارا رب، ہمارا مالک، ہمارا خالق اور کلام میں جب قسم کھانے کی حاجت ہو تو اسی کے نام کی قسم کھاتی، سو اس قسم کی چیزیں اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے بنائی ہیں، پھر جو کوئی کسی انبیاء و اولیاء کی۔ اماموں اور شہیدوں کی۔ بھوت و پری کی اس قسم کی تعظیم کرے۔ جیسے اڑے کام پر ان کی نذر ماننے

مشکل کے وقت ان کو پکارے۔ بسم اللہ کی جگہ ان کا نام لیوے۔ جب اولاد ہو ان کی نذر و نیاز کرے، اپنی اولاد کا نام، عبدالنبی، امام بخش۔ پیر بخش رکھے۔ کھیت و باغ میں ان کا حصہ لگا دے، جو کھیتی باڑی میں سے آوے پہلے ان کی نیاز کر دے۔ جب اپنے کام میں لاوے اور دہن اور ریوڑ میں سے ان کے نام کے جانور ٹھہرا دے اور پھر ان جانوروں کا ادب کرے۔ پانی دانہ پر سے نہ ہانکے۔ لکڑی پتھر سے نہ مارے اور کھانے پینے پہننے میں رسموں کی سند پکڑے کہ فلانے لوگوں کو چاہیے کہ فلانا کھانا نہ کھاویں فلانا کپڑا نہ پہنیں الی اخرہ ——— تو ان سب باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے۔"

پس یہ ہے اس تہمت کی بے حقیقی کہ "انبیاء کے حکم پر چلنا شرک سمجھتا ہے" پناہ بخدائے لایزال! ناظرین نے دیکھ لی! حالانکہ خود اعتراف کیا ہے کہ تقویۃ الایمان ص۲ میں اتباع سنت کو داخل و جزو ایمان کہا گیا ہے۔ تو پھر اتباع سنت کو شرک کہہ دینے کے کون سے الفاظ و معنی تقویۃ الایمان سے نقل کئے۔ مگر دراصل "دروغ بروئے تو" کے یہی معنی تو ہیں۔

(دسویں عبارت) "کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔"

اس کو شروع فائدہ سے ملا کر پڑھیئے اور مؤلف کی دیانت اور فہم کی داد دیجئے!"

ف یعنی اللہ کی سی تعظیم کرتے ہیں ایسے لوگوں کی ان کا کچھ اختیار نہیں اور ان کی روزی پہنچانے میں کچھ دخل نہیں رکھتے نہ آسمان سے مینہ برساویں نہ زمین سے کچھ اگا دیں اور ان کو کسی نوع کی قدرت نہیں اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ جو بعضے عوام الناس کہتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء امام و شہیدوں کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت تو ہے۔ لیکن اللہ کی تقدیر پر وہ شاکر ہیں، اور اس کے ادب سے دم نہیں مارتے۔ اگر چاہیں تو ایک دم میں الٹ پلٹ کر دیں۔ لیکن شرع کی تعظیم کر کے چپ بیٹھے ہیں سو یہ بات سب غلط ہے بلکہ کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔"

(گیارہویں عبارت) "جس کا نام محمد یا علی ہے۔ وہ کسی چیز کا مختار نہیں" دیکھئے اوپر سے "بلکہ آپ ہی لوگ خیال باندھ لیتے ہیں کہ مینہ برسانا کسی اور کے اختیار میں ہے اور دانہ اگانا کسی اور کے اور اولاد کوئی اور دیتا ہے اور تندرستی کوئی اور پھر آپ ہی ان کے نام ٹھہرا لیتے ہیں فلانے کام کے مختار کا نام یہ اور فلانے کا یہ۔ پھر آپ ہی ان کو مانتے ہیں اور ان کاموں کے وقت پکارتے ہیں پھر اسی طرح ایک مدت میں رسم جاری ہو

جاتی ہے۔ حالانکہ وہ سب محض اپنے غلط خیالات میں ہیں۔ کچھ ان کی حقیقت نہیں وہاں تو اللہ کے سوا کوئی ہے اور نہ کسی کا نام۔ اگر کسی کا نام ہے تو اس کو کسی کاروبار میں کچھ دخل نہیں سو سب خیال ہی خیال ہے اس نام کا کوئی شخص وہاں مالک اور مختار نہیں جو ان کاموں کا مختار ہے اس کا نام اللہ ہے۔ محمد یا علی نہیں اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں"

دبارہویں عبارت) "رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا" اس کا اول آخر ملا کر دیکھئے" ف یعنی جو اللہ کی شان ہے اور اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں۔ سو اس میں اللہ کے ساتھ کسی مخلوق کو نہ ملا دے خواہ کتنا ہی بڑا ہو اور کیسا ہی مقرب مثلاً یوں نہ بولے کہ اللہ و رسول چاہے گا تو فلانا کام ہو جائے گا کہ سارا کاروبار جہان کا اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ یا کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلانے کے دل میں کیا ہے یا فلانے کی شادی کب ہوگی یا فلانے درخت میں کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں نہ کہئے کہ اللہ و رسول ہی جانے کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر اور اس بات کا کچھ مضائقہ نہیں کہ کچھ دین کی بات میں کہے کہ اللہ و رسول ہی جانے یا فلانی بات میں اللہ و رسول کا یوں حکم ہے کیونکہ دین کی سب باتیں اللہ نے اپنے رسول کو بتا دی ہیں اور سب بندوں کو اپنے رسول کی فرمانبرداری کا حکم کر دیا"

اور خود مولوی صاحب نے بھی فیضان رحمت صفحہ ۱۶ میں لکھا ہے "رسول کریم نے صحابہ کرام کو استعمال واؤ سے ایسے موقع میں منع فرمایا ہے کہ اس میں استعمال واؤ موہم شرک اور جداً جداً امر نا جائز تھا چنانچہ بروایت احمد و ابو داؤد و نسائی حذیفہ سے مروی ہے کہ سرورِ اکرم نے فرمایا کہ یہ مت کہو کہ جو اللہ نے چاہا اور فلاں نے چاہا وہ ہوگا۔ اور مرقات شرح مشکوٰۃ میں اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس میں ربِ پاک کے ساتھ مشیئت میں بندہ کو برابر کرنا ہے اس لیے کہ واؤ جمع اور اشتراک کے لیے ہے" ؏

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے پھر با وجود ان توضیحات اور تشریحات کے مولوی نعیم الدین کا یہ کہنا کہ مقبولانِ بارگاہ کے ساتھ جن و شیطان بھوت پری کو ملا کر ذکر کرنا اور سب کو عجز و بے اختیاری میں برابر کہنا غلط و باطل ہے، کسی قدر مغالطہ آمیزی ہے اس لیے کہ صراحۃً ثابت ہو چکا کہ عبادت غیر اللہ کے ساتھ مساوات مراد ہے یعنی اگر کسی ہی نبی و ولی کی جناب میں افعالِ شرکیہ کرکے ان کے دامن تقدس کو ملوث کرے تب بھی ویسا ہی شرک ہے۔ جس طرح جن و پری بھوت وغیرہم کے ساتھ شرک ہے، شرک ہونے میں دونوں

مساوی و برابر ہیں۔ چنانچہ حضرت شیخ اولیائے چشت شیخ عبدالقدوس گنگوہی۔ جن کی وفات ۹۴۴ھ میں ہوئی۔ اپنے مکتوبات صدوچہل و سوم ص۲۷۸ میں فرماتے ہیں۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي كَبَدٍ۔	"آیت کے معنی ہیں کہ ہم نے بنایا آدمی محنت میں"
اینجا اولیاء انبیاء خواص وعوام ہم برابرند الدنیا دار محنة و دار بلاء بیان ایں مقام ست۔	اس مقام پر اولیاء و انبیاء اور خواص وعوام سب برابر ہیں دنیا محنتوں کا گھر اور بلاؤں کا گھر ہونا بیان اس مقام کا ہے"

اور حضرت سیدنا شیخ المشائخ سرور اولیائے ربانی مولانا الشاہ عبدالقادر جیلانی کے ملفوظات الفتح ربانی مترجم مجلس ۱۲ ص۹۲ (صفات اولیاء) میں ہے۔

یا کلون من بقول الصحاری و یشربون من غدر الانہار یصیرون کالوحوش۔	"جنگلوں کی گھاس پات کھاتے ہیں اور نالابوں کے پانی پیتے ہیں اور جنگلی جانوروں کی مثل بن جاتے ہیں"

ایضاً ص۶۲۳ میں فرماتے ہیں:۔

الخلق عند اهل المعرفة كالذباب والذباب و کدود القز۔	"اہل معرفت کے نزدیک ساری مخلوق مکھیوں تتلیوں اور ریشم کے کیڑوں کی مانند ہے"

اور مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر فتح العزیز ج ۱ ص۲۶۷ میں فرماتے ہیں:۔

نعمتہائے عام اند کہ غنی و فقیر و وضیع و شریف و صحیح و مریض و عالم و جاہل و مومن و کافر و صالح و فاسق در آں یکساں و برابرند۔	"بہت ساری نعمتیں ایسی ہیں کہ ان میں غنی اور فقیر و وضیع اور شریف تندرست و مریض اور عالم و جاہل اور مومن و کافر اور صالح و فاسق یکساں اور برابر ہیں"

ایضاً ص۶۷۴ میں فرماتے ہیں:۔

قدرت و قوت محض برائے خدا است در جمیع امور ہیچ چیز از مال و فرزند و یار و دوست و بادشاہ و امیر و پیغمبر و پیر و فرشتہ و پری بدون حکم او مددگی تواند کرد۔	"قدرت و قوت محض اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ تمام امور میں کوئی چیز مال و اولاد اور یار و دوست اور بادشاہ و امیر اور پیغمبر علیہ السلام اور پیرو فرشتہ اور پری بدوں حکم اس کے مدد نہیں کر سکتے"

نیز شاہ صاحب موصوف تحفہ اثنا عشریہ ص۱۳ میں فرماتے ہیں:

فرقۂ اثنینیہ اند گویند محمد و علی ہر دو الٰہ اند
اند ایضاً ص۱۵۳ فرقۂ مفوضہ از شیعہ
قائل اند بشرکتِ محمد و علی در خلقتِ دنیا
ایضاً ص۲۷۳ آنکہ حاکم روزِ جزاء محمد مصطفےٰ
صلی اللہ علیہ وسلم و علی شیرِ خدا خواہند بود

"فرقۂ اثنینیہ کہتے ہیں محمد اور علی ہر دونوں الٰہ معبود ہیں" "فرقۂ مفوضہ شیعہ میں سے قائل ہیں محمد اور علی کی شرکت کے دنیا کی خلقت میں" یہ بھی کہتے ہیں کہ حاکم روزِ جزاء کے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور علی شیرِ خدا ہوں گے۔

اب مولوی نعیم الدین کو بتائید و تصدیق تقویۃ الایمان خود اپنی خبثِ باطنی، کذب بیانی کفر و لعن کی زبان درازی کا اپنے مسلمہ اکابر کے کلام سے کچھ پتہ چلا۔ علیٰ ہذا اپنے مخصوص بریلوی اقوال پر بھی اک نظر ڈالیں۔ بریلویوں کے رأس الطائفہ بدایونی تصحیح المسائل ص۱۵۳ میں لکھتے ہیں:

افعالِ عباد ہمہ مخلوق خدا اند و دریں حکم احیاء و اموات آدم و ملک وغیرہم ہمہ یکساں۔

"بندوں کے افعال تمام پیدا کردہ اللہ کے ہیں اور اس حکم میں زندہ اور مردہ آدم اور فرشتہ وغیرہ تمام یکساں برابر ہیں"

اور مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی حیات الموات ص۱۸ میں لکھتے ہیں:

"ایک نکتہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو بات شرک ہے اس کے حکم میں احیاء و اموات و انس و جن و ملک وغیرہم تمام مخلوقِ الٰہی یکساں ہیں کہ غیر اللہ کوئی ہو اللہ کا شریک نہیں ہو سکتا۔"

اور مولوی صاحب بریلوی کے والد مولوی محمد نقی علی خاں صاحب بریلوی ہدایۃ البریہ ص۳۴ میں لکھتے ہیں:

"تمام انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین اس کے خوف سے بید کی طرح کانپتے ہیں"

نیز جواہر البیان ص۲۲ میں لکھتے ہیں:

"پیغمبر و صدیق اس کی بے نیازی سے خائف و ترساں برقِ غضب اس کی ہزار برس کی طاعت و ریاضت جلا کر خاک بناتی ہے" ایضاً ص۲۳ حضرت رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں افلا اکون عبدا شکورا۔ ایضاً ص۲۷۔ جب بندہ حضرت احدیت جل جلالہ کی عظمت تصور کرتا ہے اور کہتا ہے دربار میں مقرب فرشتے اور اولوالعزم پیغمبر نہایت فروتنی اور عاجزی سے سر جھکاتے اور اولیاء و اصفیاء کس ادب و تعظیم سے بندگی بجالاتے ہیں" ایضاً ص۲۹ "موسیٰ علیہ و علیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام پر وحی ہوئی اے موسیٰ جب تو مجھے یاد کرے اس حال پر یاد کر کہ تو اپنے اعضا توڑتا ہو اور میری یاد کے وقت خاشع و ساکن ہو جا اور جب مجھے یاد کرے اپنی زبان کو دل کے پیچھے کر اور جب میرے روبرو کھڑا ہو بندہ ذلیل کی طرح کھڑا ہو اور خوفناک دل اور راست گو زبان

کے ساتھ مناجات کر" ایضاً ص۳۲ "مخلوقات وممکنات سے کہ خود محتاج اور اپنی حدذات ہالک ہے، دست بردار ہو کر مالک کائنات، وخالق ارض وسموات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو باقی ودوائم ہے اور سب اس کے محتاج ہیں" ایضاً ص۳۱ "بندہ وہ ہے کہ مراد ومقصود اس ذات ومطلق کے سوا دوسری چیز نہ ہو اور اس کی عظمت کے سامنے تمام عالم کو پست سمجھے، سب خوبیاں اور کمالات اور تمام عیوب سے پاکی اس کے لیے سمجھے" ایضاً ص۱۹۸ اور اعتقاد اس کے کہ سوا حق جل وعلا کے کوئی قادر مطلق ومالک عالم ومعطی ومانع وضار ونافع نہیں اور اگر بفرض محال تمام اوّلین وآخرین جن وانس ارواح وملائکہ چھوٹے اور بڑے تمام عالم ایک ذرہ کو اس کی جگہ سے حرکت دینے پر اکٹھے ہو جائیں اور بیک بار اس پر زور آزمائی کریں اور اسی کیفیت سے لاکھ برس گزر جائیں اور ان کی قوتیں یوماً فیوماً ترقی پر ہوں۔ یہاں تک کہ ایک ان میں سے ہفت طبق زمین ایک ہاتھ پر اٹھالے مگر ارادۂ الٰہیہ اس ذرہ کا تحرک نہ چاہے ہرگز ہرگز ممکن نہیں کہ ادنیٰ جنبش دے سکیں۔ مخلوق کے علم وقدرت وسمع وبصر کو اس کے صفات کاملہ سے کوئی نسبت نہیں، یہ حادث وہ قدیم یہ فانی وہ باقی یہ ناقص وہ کامل یہ اس کی عطائیں اس کی مخلوق اس کے قبضۂ اقتدار میں اور وہ پاک موصوف کی پاک صفتیں تمام شوائب نقص وشبیون شین سے منزہ بلکہ ان کے حضور صفات مخلوق کا نام زبان پر لانا۔ وجود وعدم میں نسبت دیناہے اشتراک یہاں محض اسمی اور نہ سب مفاہیم صرف وہمی کمالات وجود پر متفرع ہیں اور وجود اس کی ذات پاک سے خاص باقی جو کچھ ہے اگر اس کے انتساب سے قطع نظر کی جائے محض ہالک ولاشئی ہے آنکھوں پر کچھ پردے پڑے ہیں کہ عالم آباد نظر ہے۔ اگر سر مۂ توحید لگا کر دیکھیے تو بالکل سنسان لق ودق بیابان ہو کا عالم یعنی ہو ہے اور ہو کے سوا سب ہی نہیں ہیں"

اور خود مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی السنۃ الانیقہ ص۴۳ میں لکھتے ہیں:

"اپنی اُمّت کے حفظِ ایمان کے لیے ہر آن ہر ادا سے اپنی عبدیت اور اپنے رب کی الوہیت ظاہر فرمادی کلمۂ شہادت میں رسولہٗ سے پہلے عبدہٗ رکھا کہ اس کے بندہ ہیں اور اس کے رسول"

نیز ملفوظ حصہ چہارم ص۳۷ میں لکھتے ہیں:۔

اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔ عبدہٗ پہلے ہے۔ رسولہٗ بعد کو کہ عبد کے درجہ سے نہ بڑھا دینا۔ ورنہ کیا جانتے کیا ہوتا؟

نیز احکام شریعت حصہ سوم ۳۵ میں لکھتے ہیں:
"سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں۔"
نیز ملفوظ حصہ سوم صہ ۹ میں لکھتے ہیں:
"نبی کلام الٰہی سمجھنے میں بیانِ الٰہی کا محتاج ہوتا ہے۔"
نیز ملفوظ حصہ دوم صہ ۶۴ میں لکھتے ہیں۔
اشهد ان محمد ابسلطانه ورسوله کبھی نہیں سنا محض افترا اور محض بے بنیاد ہے۔"
نیز احکام شریعت صہ ۱۰ میں لکھتے ہیں:
"شبِ معراج عرشِ الٰہی پر معہ نعلین مبارک تشریف لے جانا صحیح ہے یا نہیں۔ الجواب یہ محض جھوٹ اور موضوع ہے۔ اللہ کے حضور حاضر ہونا کہنا چاہیئے نہ کہ تشریف لے جانا۔"
اور خود مولوی نعیم الدین نے بھی دروغ گورا حافظہ نباشد۔ الکلمۃ العلیا صہ ۳ میں لکھا:
"حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ کے علوم کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں ذرہ کو آفتاب سے اور قطرہ کو سمندر سے جو نسبت ہے وہ بھی یہاں متصور نہیں۔"
نیز الکلمۃ العلیا صہ ۶۷ میں مثنوی مولانا روم سے حقیقت ایمان میں نقل کیا ہے

ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من ہست پیدا ہمچو بت پیش شمن

یعنی آٹھوں جنتیں ساتوں دوزخیں میرے سامنے بت کی مانند پیدا ہیں۔
ناظرین اہل دیانت نے ملاحظہ فرما لیا کہ اگر تقویۃ الایمان کے اقوال بقول مردود مولوی نعیم الدین کے باطل گستاخانہ باعثِ اہانت وکفر ہیں تو خود اکابر مسلمہ مولوی صاحب کے یہ اقوال بھی اس سے زیادہ بدرجہا کفر بلکہ اکفر مولوی نعیم الدین کے نزدیک ٹھہریں گے۔ (فما هو جوابكم فهو جوابنا)

حدیث اکرموا اخاکم پر بحث

قولہ صہ ۲۴۵-۲۴۸ اس نے انبیاء کو عوام کے برابر کر ڈالا۔ تقویۃ الایمان صہ ۶۸۔ انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔ یہاں بڑے بزرگ سے انبیاء و اولیاء مراد ہیں چنانچہ اس کے بعد لکھا ہے جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں۔ وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام کمالات بزعم خود مٹا کر برادری جوڑی اور بھائی بندی کارشتہ گھڑا تاکہ عوام کے قلوب سے حضور کی عظمت بالکل ہی نکال دے یہ حضور کی توہین ہے کوئی باپ یا آقا اور بادشاہ کو بڑا بھائی نہیں کہہ سکتا۔

اگر کسے تو گستاخ بے ادب سمجھا جائے مگر یہ بے ادب شانِ رسالت میں بے باکانہ گستاخی کرتا ہے۔ بڑا بھائی کیا چیز ہے، باپ، دادا، استاد، پیر، آقا، بادشاہ، سب اس در کے غلام ہیں، اور غلامی ان کا فخر صحابہ کرام کا ادب تھا، کہ جب حضور کی خدمت میں کچھ عرض کرتے، تو پہلے بابی انت وامی کہتے یعنی میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ بڑا بھائی بتانا نہایت بے ادبی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّہَاتُہُمْ وفی قراءۃ ابن مسعود وھواب لھم۔

بعضے گستاخ کہا کرتے ہیں کہ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ کہ مومن آپس میں بھائی ہیں تو حضور بھی بھائی ہوئے۔ معاذ اللہ اس جاہل سے پوچھو پھر تو باپ کس کو بنائے گا قرآن کریم نے حضورؐ کو باپ، حضورؐ کی ازواج مطہرات کو مومنین کی ماں فرمایا، اس رشتہ سے مومن بھائی ہوئے۔ چنانچہ تفسیر مدارک میں ہے یعنی مجاہد نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اُمّت کے والد ہوتے ہیں اسی سے مومن آپس میں بھائی ہوئے۔ کیونکہ حضور ان کے دینی باپ ہیں۔ تو حضور کو بھائی کہنا کس قدر بے ادبی ہے۔ رہی یہ بات کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تواضعاً اپنے آپ کو بھائی فرمایا۔ تو اس کو دلیل بنانا انتہا درجہ کی جہالت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نے جن اصحاب سے اکرمواخاکھ فرمایا انہوں نے حضور کو بھائی نہ کہا۔ پھر ستم یہ کہ تقویۃ الایمان والے نے حضور کو صرف مومنین ہی کا بھائی نہ کہا بلکہ وہ ظالم یہ کہتا ہے کہ انسان آپس میں سب بھائی ہیں۔ انسان میں تو بھنگی بھی ہیں، چمار بھی، کنجر بھی، کافر بھی، مردود نے سب کا بھائی بنا دیا اور عقل کے اندھے تیرہ درون اس کی طرفداری کئے جاتے ہیں۔ وہابیو کچھ تو شرماؤ۔ اور یہ تو بتاؤ کہ اسمٰعیل نے یہ کہاں سے کہا قرآن و حدیث میں کہاں آیا ہے کہ جو بڑا بزرگ ہو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجیے، یہ ہے دین میں احداث اور بدعت ضلالت جس پر وہابی مرتے ہیں، احادیث سے تو معلوم ہوا۔ کہ حضور کا مرتبہ سارے عالم اور تمام خلق سے اعلیٰ ہے۔ مگر تقویۃ الایمان والے اپنے بڑے بھائیوں کا سا درجہ سمجھتے ہیں۔ اور حضور کی تعظیم محض بڑے بھائی کی برابر رکھتے ہیں۔ یہ گستاخی کرنے پر انہیں تمام دیوبندی بھی کافر کہتے ہیں۔ چنانچہ ان سب کا مصدقہ فتویٰ المہند صـ۱ میں ہے۔ جو اس کا قائل ہو کہ نبی کریم علیہ السلام کو ہم پر بس اتنی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ دائرۂ ایمان سے خارج ہے۔

اقول۔ مولوی نعیم الدین کی حیلہ سازی پر آفرین ہے کہ حدیث کو چھوڑ کر اس کا فائدہ بھی کاٹ چھانٹ کر عوام کو دھوکہ میں ڈالا تاکہ امر حق سے منحرف کر دیا جاوے۔ اور یہی پیشہ ابلیس لعین

ہے ورنہ حدیث نقل کر کے پورا فائدہ ظاہر کیا جاتا جس سے لوگوں کو معلوم ہوتا کہ حدیث کی مطابقت ہے۔ یا مخالفت مگر ایسا کیوں کیا جاتا غرض تو پیروی تلبیسِ ابلیسِ لعین ہے۔ اب ناظرینِ اہلِ انصاف و دیانت پہلے الفاظ حدیث معہ ترجمہ پھر فائدہ ملاحظہ فرمائیں۔ مشکوٰۃ کے بابِ عشرۃ النساء میں لکھا ہے:۔

اخرج احمد عن عائشۃ رضی اللہ عنہا
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کان فی نفر من المہاجرین والانصار
فجاء بعیر فسجد لہ فقال اصحابہ
یا رسول اللہ یسجد لک البہائم والشجر
فنحن احق ان نسجد لک فقال
اعبدوا ربکم واکرموا اخاکم۔

"امام احمد نے ذکر کیا کہ بی بی عائشہ نے نقل کیا
کہ رسول اللہ مہاجرین اور انصار میں بیٹھے تھے کہ آیا
ایک اونٹ پھر اس نے سجدہ کیا رسول اللہ کو سو ان
کے اصحاب کہنے لگے کہ اے رسول اللہ آپ کو سجدہ
کرتے ہیں جانور اور درخت سو ہم کو ضرور چاہیے کہ
آپ کو سجدہ کریں سو فرمایا کہ بندگی کرو اپنے رب
کی اور تعظیم کرو اپنے بھائی کی"

"ف یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے۔ بندگی اسی کی چاہیئے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیا و انبیا و امام و امام زادہ پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ انسان ہی ہیں۔ اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے ہم ان کے چھوٹے ہیں سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہیئے نہ اللہ کی سی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بعضے بزرگوں کو بعضے درخت اور بعضے جانور مانتے ہیں چنانچہ بعضی درگاہوں پر شیر حاضر ہوتے ہیں اور بعضی پر ہاتھی اور بعضی پر بھیڑیئے مگر آدمی کو اس کی کچھ سند نہ پکڑنی چاہیئے بلکہ آدمی ویسی ہی تعظیم کرے کہ اللہ نے بتلائی ہو اور شرع میں جائز ہو مثلاً قبروں پر مجاور بننا شرع میں نہیں بتایا سو ہرگز نہ بنے اور کسی کی قبر پر کوئی شیر رات دن بیٹھا رہتا ہو تو اس کی سند نہ پکڑے کہ آدمی کو جانور کی ریس نہ کرنی چاہیئے۔"

پس ناظرین نے ملاحظہ کیا کہ موافق حدیث شریف فائدہ کا کوئی مقصد بجز اس کے نہیں کہ بنی نوع انسان بھائی ہیں جو بڑا بزرگ وہ بڑا بھائی اس کی تعظیم اسی درجہ بڑے بھائی کی سی جتنا وہ بڑا ہو نہ کہ اللہ تعالیٰ کی سی انبیاء اولیاء وغیرہم صالحین کا انسان اور مقرب بارگاہ ہونا اور ان کی بڑائی بزرگی علیٰ حسب مراتب۔ کہ انبیاء سے خصوصاً جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا کوئی نہیں ہو سکتا۔

کہ تمام عالم کے بڑے ہیں تو تمام کے بڑے بھائی ہونا ان کی فرمانبرداری کا سب پر حکم ہوا کم اعبدوا ربکم واکرموا اخاکم کے یعنی عبادت کرو اپنے رب کی اور تعظیم کرو اپنے بھائی کی۔ یعنی میری خود آپ ہی کے ارشاد سے واضح ہو گیا۔ اور یہی مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رح اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۳۵۴ میں اسی حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں :

وگرامی وعزیز دارید برادر خود را عبارت از ذات شریف خود داشت

"اور تعظیم اور عزت رکھو اپنے بھائی کی اس میں بھائی کو اپنی ذات شریف کے ساتھ رکھا"

اس حدیث، کو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روایت فرمائے رشتہ اخوت قطع کرنے والوں کے تو ناک کان دونوں کاٹ ڈالے بیشک سب انسان نبی نوع آپس میں بھائی ہیں بھائی ہونے سے تو کسی طرح نوع انسان نکل نہیں سکتا اگر بڑا بھائی انبیاء علیہم السلام کو ان کے چھوٹے بھائی امت کے لوگ نہ کہیں تو پھر چھوٹا یا برابر کا معاذ اللہ کیونکر کہہ سکتے ہیں مولوی نعیم الدین کو اگر بڑا بھائی ہونا ناگوار ہے تو پھر چھوٹا یا برابر کا کہیں۔ کیونکہ بڑائی اور چھوٹائی باعتبار مرتبہ بزرگی ہی کے ہوتی ہے۔ کوئی چھوٹے یا برابر کے بھائی کی تعظیم نہیں کرتا ہے اور نسبی و دنیوی اعتبار سے ایک بھائی باپ کا دوسرا بیٹا ہوتا ہے، ان میں جو عمر کا بڑا ہوتا ہے وہ بڑا بھائی کہلاتا ہے۔ چھوٹی عمر والا چھوٹا بھائی۔ دوسرے باعتبار بنی نوع انسانی کے آپس میں بھائی ہوتے ہیں اس اعتبار سے ماں باپ بیٹا بہن آقا غلام خاوند بیوی وغیرہم کا فرو مشرک تک، سب بھائی ہوتے ہیں۔ مرتبہ کا تفاوت جدا امر ہے۔ اسی سے اہل ایمان کے لیے حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حق میں اکرموا اخاکم ارشاد فرمایا۔ کہ آپ کا مرتبہ فضیلت و بزرگی تمام جہان سے برتر و اعلیٰ و اشرف و معظم ہے۔ کہ کوئی بھی اس مرتبہ کو پہنچ نہیں سکتا۔ نہ یہ کہ اپنے باپ کے بیٹے جیسا بھائی معاذ اللہ جو مولوی نعیم الدین معاند کا محض زعم باطل ہے۔ چنانچہ خود تقویۃ الایمان میں اسی حدیث کے بعد چوتھی حدیث مرقوم ہے۔

فقدنا وافضلنا فضلا و اعظمنا طولا فقال قولوا قولکم الخ

"پھر کہا ہم نے (یعنی صحابہ نے) اکہ بڑے ہمارے ہو بزرگی میں اور بڑے سخی ہو سو فرمایا کہ خبر اس طرح کا کلام کہو الخ

اور ف ہمارے رسول سارے جہان کے سردار ہیں کہ اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے احکام پر سب سے زیادہ قائم ہیں اور لوگ اللہ کی راہ سیکھنے میں ان کے محتاج ہیں اھ ملخصاً

جس کی تفصیل گزر چکی۔ حدیث میں وارد ہے کہ حق بڑے بھائی کا چھوٹے بھائی پر جس طرح حق باپ کا بیٹے پر ہے۔

عن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق کبیر الاخوۃ علیٰ صغیرھم حق الوالد علی ولدہٖ۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان (المشکوٰۃ ص۴۲۱)

چنانچہ ان تمام مذکورہ بالا کی تفصیل و توضیح قرآن و احادیث میں بکثرت تمام وارد ہے۔ فرمایا حق تعالےٰ نے پ۴ سورہ آل عمران میں:۔

اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا۔	”جب تھے تم آپس میں دشمن پھر الفت دی تمہارے دلوں میں اب ہوگئے اس کے فضل سے بھائی بھائی۔“

ایضاً فرمایا کفار کے حق میں:۔

كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ	”جو لوگ کافر ہوئے اور کہتے ہیں اپنے بھائیوں سے“
(ایضاً) اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ۔	”جو کہتے ہیں اپنے بھائیوں سے“

اور فرمایا پارہ ۸ سورہ اعراف میں:۔

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا۔	”اور طرف قوم عاد کے بھیجا ان کے بھائی ہود کو“
وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا وَاِلٰى	”اور طرف قوم ثمود کے ان کے بھائی صالح کو“
مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا۔	”اور طرف قوم مدین کے ان کے بھائی شعیب کو علیہم السلام“

اور فرمایا پارہ ۹ سورہ اعراف میں:

وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ۔	”اور جو شیطانوں کے بھائی ہیں وہ ان کو کھینچتے ہیں غلطی میں پھر وہ کمی نہیں کرتے“

اور فرمایا پ۱۰ سورہ توبہ میں:

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ۔	”سو اگر توبہ کریں اور قائم رکھیں نماز اور دیتے رہیں زکوٰۃ تو تمہارے بھائی ہیں دین میں“

اور فرمایا پ۱۲ سورہ ہود میں:

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا۔	”اور طرف قوم عاد کے بھیجا ان کے بھائی ہود کو“
وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا وَاِلٰى	”اور طرف قوم ثمود کے ان کے بھائی صالح کو“
مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا۔	اور طرف قوم مدین کے ان کے بھائی شعیب کو علیہم السلام

اور فرمایا پ۱۵ سورہ بنی اسرائیل میں ؛

كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ۔ "ہیں وہ بھائی شیطانوں کے"

اور فرمایا پارہ ۱۹ سورہ شعراء میں ؛

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ۔ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ - اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ۔

"اور جب کہا ان کو ان کے بھائی نوح نے کیا تم کو ڈر نہیں" "اور جب کہا ان کو ان کے بھائی ہود نے کیا تم کو ڈر نہیں" "اور جب کہا ان کو ان کے بھائی صالح نے کیا تم کو ڈر نہیں اور جب کہا ان کو ان کے بھائی لوط نے کیا تم کو ڈر نہیں" علیہم السلام

اور فرمایا پ۱۹ سورہ نمل میں ؛

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا۔

"اور تحقیق ہم نے بھیجا تھا طرف قوم ثمود کے ان کے بھائی صالح کو" علیہ السلام

اور فرمایا پارہ ۲۰ سورہ عنکبوت میں ؛

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا۔

"اور طرف قوم مدین کے بھیجا ان کے بھائی شعیب کو" علیہ السلام۔

اور فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۱۳ صـ۲۲۶ میں مرقوم ہے :

وسماہ اخاھم لکونہ من قبیلتھم لامن جھۃ اخوۃ الدین۔

"نام ان کے بھائی ہونے کا ان کے قبیلہ ہونے کی وجہ سے رکھا نہ کہ بوجہ بھائی ہونے کے دین میں"

اور فرمایا پارہ ۲۱ سورہ احزاب میں ؛

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ

"اور پکارو لے پالکوں کو ان کے باپ کا کہہ کر یہی پورا انصاف ہے اللہ کے یہاں پھر اگر نہ جانتے ہو ان کے باپوں کو تو تمہارے بھائی ہیں دین میں اور رفیق ہیں"

اور فرمایا پارہ ۲۱ سورہ احزاب میں کفار کے متعلق۔

وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا۔

"اور کہتے ہیں اپنے بھائیوں سے چلے آؤ ہمارے پاس"

اور فرمایا پارہ ۲۶ سورہ حجرات میں :

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ۔ "مسلمان جو ہیں وہ بھائی ہیں سو ملا دو اپنے بھائیوں کو"

اور فرمایا پارہ ۲۶ سورہ حجرات میں :

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ۔ "مقرر بڑا بزرگ اللہ کے یہاں تم میں سے وہ ہے جس کو ڈر بڑا ہے"

اور فرمایا پارہ ۲۸ سورہ حشر میں :

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ۔ "اور واسطے ان کے جو آئے ان کے پیچھے کہتے ہوئے اے رب بخش ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے آگے پہنچے ایمان میں اور نہ رکھ ہمارے دل میں بیر ایمان والوں کا اے رب تو ہی ہے نرمی والا مہربان"

ناظرین کو قرآن پاک کے ارشادات سے باعث نور بصیرت حاصل ہو گیا کہ تمام مسلمان مومن اہل ایمان علی حسب مراتب و درجات چھوٹے بڑے سب رشتۂ اخوت میں منسلک ہیں۔ کافر بھی کافروں کے بھائی ہیں حتیٰ کہ حضرات اولو العزم انبیاء مرسلین علیہم السلام کو کفار نا ہنجار کا بھائی فرمایا گیا چنانچہ صحیح بخاری پارہ ۱۴ صفحہ ۲۴۶ میں روایت ہے کہ کفار مکہ میں سے امیہ بن خلف نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی نسبت اپنی بیوی سے کہا کہ میرے یثربی بھائی نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجھے قتل کریں گے۔ چنانچہ جب وہ جنگ بدر کو جانے لگا تو اس کی بیوی نے کہا کیا یاد نہیں کہ تمہارے یثربی بھائی نے کیا کہا تھا۔ فرجع الی امرأته فقال اما تعلمين ما قال لی اخی اليثربی قلت وما قال قال زعم انه سمع محمدا يزعم انه قاتلی قالت فوالله ما يكذب محمد قال فلما خرجوا الی بدر وجاء الصريخ قالت له امرأته اما ذكرت ما قال لك اخوك اليثربی

مگر جو توبہ کر کے ارکان اسلام پر قائم رہا وہ دینی اسلامی بھائی قرار دیا گیا۔ پھر جو ان میں زیادہ متقی پرہیزگار ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ مقرب و معظم عزت و اکرام والا علیٰ حسب مراتب ہو گا۔ اسی لیے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حق میں اپنی امت کو ارشاد فرمایا :

واكرموا اخاكم۔ "اور بزرگی عزت و تعظیم کرو اپنے بھائی کی" یعنی میری

اس حد تک جو عبادت کے درجے کو الوہیت باری تعالیٰ کے مرتبہ کو (مثلاً آپ کو عالم الغیب غائبانہ حاضر و ناظر جان کر ندائیں فریادیں کرنے کے درجہ کو نہ پہنچے) دیکھو مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے اقوال میں جو قریب ہی گزر چکے کہ اشهد ان محمدا عبده و رسوله "عبد پہلے ہے رسول بعد کو کہ عبد کے درجہ سے نہ بڑھا دینا۔ ورنہ کیا جانئے کیا ہوتا ہو تو رہا ہے کہ عبد کے درجہ و مرتبہ سے نکال کر آپ کی بشریت

واخوتِ منظمیت میں بھی کلام وانکار کیا جارہا ہے، بھراس کو گستاخی بے ادبی بے دینی وغیرہ الفاظ سقیمہ سے یاد کیا جاتا ہے۔ حالانکہ خود مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی الزبدۃ الزکیہ حسنی پریس بریلی کے صد ۱۳ میں اسی حدیث کا ترجمہ باوجود الفاظ اخا کم کا ترجمہ اڑا جانے کے یہ کرتے ہیں "حدیث مسند احمد اعبدوا ربکم واکرموا اخاکم اللہ کی عبادت کرو اور ہماری تعظیم۔ پس بھائی ہونے میں بڑا ہونا بھی باعثِ تعظیم ہے۔

اب کتاب اللہ کے ساتھ مثل سونے پر سہاگہ کے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قرۃ العینین بنا لیجئے۔ صحیح بخاری پارہ ۲۱ صد ۲۶ میں روایت ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب عائشۃ رضی اللہ عنہا الی ابی بکر رضی اللہ عنہ فقال لہ ابو بکر انا اخوک فقال انت اخی فی دین اللہ وکتابہ وھی لی حلال۔

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا پیام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو کہا انھوں نے میں آپ کا بھائی ہوں تو فرمایا آپ نے تم میرے بھائی اللہ کے دین میں اور اس کی کتاب میں ہو اور وہ میرے لیے حلال ہے۔"

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں مرقوم ہے:۔

اشارۃ الی قولہ تعالیٰ: "إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ" ونحو ذلک۔

"اس حدیث میں اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کے فرمانے کی طرف کہ مومنین آپس میں بھائی ہیں اور سوا اس کے اور آیات ہیں۔"

پس مولوی نعیم الدین کا یہ مردود قول کہ اس آیت سے بھائی کہنے والا گستاخ وجاہل بے ادب ہے، خود کلام صاحب فتح الباری اپنی مسلّمہ کتاب سے باطل ہو گیا۔ نیز فتح الباری ج ۵ صد ۳۲ میں روایت ہے:

عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ارسل خولۃ بنت حکیم الی ابی بکر یخطب عائشۃ فقال لھا ابو بکر وھل تصلح لہ انما ھی بنت اخیہ فرجعت وذکرت ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لھا ارجعی فقولی لہ انت اخی فی الاسلام وابنتک

"روایت ہے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا خولہ بنت حکیم کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پیام نکاح عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لیے تو کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے اور کس طرح ہو سکتا ہے یہ وہ تو ان کے بھائی کی بیٹی ہے تو وہ لوٹ گئیں پس ذکر کیا اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تو فرمایا آپ نے ان سے جاؤ پس کہو

تصدح لی فاتت ابا بکر رضی الله عنه فذکرت ذلك له فقال ادعی رسول الله صلی الله علیه وسلم فجاء فانکحه۔

ان سے تم بھائی ہو میرے اسلام میں اور تمہاری بیٹی ہو سکتی ہے میرے لیے پس آئیں وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس تو ذکر کیا اس امر کا ان سے تو کہا بلاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پس آپ تشریف لے آئے پس نکاح ہو گیا"

فرمایا صاحب فتح الباری نے :۔

قوله صلی الله علیه وسلم فی الجواب انت اخی فی دین الله وکتابه اشارة الی قوله "إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ" و نحو ذلك لان الاخوة لمانعة من ذلك اخوة النسب والرضاعة لا اخوة الدین المذکور فی الحدیث الاخوة وهی اخوة الدین۔

"ارشاد فرمانا آپ کا (صلی اللہ علیہ وسلم) جواب میں کہ تم میرے بھائی ہو اللہ کے دین میں اور اس کی کتاب میں اشارہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے فرمانے کا کہ جو مسلمان ہیں سو بھائی ہیں اور مانند اس کے اور آیات ہیں" کیونکہ نکاح سے منع ہوتے کے لیے نسبی اور رضاعی بھائی ہونا ہے نہ کہ دینی بھائی" اور حدیث میں جو ذکر بھائی کا ہے وہ دینی بھائی ہے؟

نیز مشکوٰۃ صفحہ ۴۲ میں بحدیث صحیح مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وددت انا قد رأینا اخواننا قالوا اولسنا اخوانك یا رسول الله قال انتم اصحابی واخواننا الذین لم یاتوا بعد مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رح اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج اول صفحہ ۱۶۲ میں اس حدیث کا ترجمہ بوضاحت تمام فرماتے ہیں :۔

دوست میدارم و آرزو میبرم کہ کاشکی من وکسانیکہ با من اند میدیدیم برادران خود را یعنی آنہا کہ بعد ازیں بیایند گفتند صحابہ کہ با آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بودند آیا برادر میخوانی آنہا را و ما نیستیم برادران تو فرمود شما مصاحبان من و یاران من و رفیق گاہ و خواص درگاہ نیدو اخوتِ اسلام امری عام ست کہ ہماں مسلماں را شامل ست برادران

"دوست رکھتا ہوں میں اور آرزو رکھتا ہوں میں کہ کاش میں اور جو لوگ میرے ساتھ ہیں دیکھتے ہم اپنے بھائیوں کو یعنی ان کو کہ بعد میں آویں گے عرض کیا صحابہ نے جو ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے آیا بھائی فرماتے ہیں آپ ان کو اور ہم نہیں ہیں بھائی آپ کے یا رسول اللہ فرمایا تم میرے مصاحبان اور میرے یار اور رفیق ہر وقت کے اور خواص درگاہ کے ہو اور اخوتِ اسلام ایک امر عام ہے کہ

ما آن کسانے اند کہ در عالم خارج نیامدہ اند ہنوز اھ

"تمام مسلمانوں کو شامل ہے اور بھائی ہمارے وہ لوگ ہیں کہ ابھی عالم وجود میں نہیں آسکے ہیں"

نووی شرح صحیح مسلم ج ا ص ۱۲۷ میں مرقوم ہے:۔

قال العلماء فی ھذا الحدیث جواز التمنی لاسیما فی الخیر ولقاء الفضلاء واھل الصلاح قولہ بل انتم اصحابی لیس نفیا لاخوتھم ولکن ذکر مرتبتھم الزائدۃ بالصحبۃ فھولاء اخوۃ صحابۃ والذین لم یاتوا اخوۃ لیسوا بصحابۃ کما قال اللہ تعالٰی "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ"

"کہا علماء نے اس حدیث میں جواز تمنا ملاقات اہل الفضل و صلاح کا ذکر ہے" آپ کا فرمانا بلکہ تم میرے صحابی ہو اپنے بھائی ہونے کی نفی نہیں ہے ولیکن ان کے صحابی ہونے کی مرتبہ کا زائد ذکر فرمایا ہے پس یہ لوگ صحابہ بھائی ہیں اور وہ لوگ جو ابھی نہیں آئے محض بھائی ہیں صحابہ نہیں ہیں جس طرح فرمایا اللہ تعالٰی نے جو لوگ مومن ہیں سو بھائی ہیں"

نیز مؤطا امام مالک باب الشہداء فی سبیل اللہ[1] میں روایت ہے:۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لشھداء احد ھؤلاء اشھد علیھم فقال ابوبکر الصدیق یا رسول اللہ الستنا باخوانھم اسلمنا کما اسلموا وجاھدنا کما جاھدوا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلی ولکن لا ادری ما تحدثون بعدی قال فبکی ابوبکر ثم بکی قال ائنا لکائنون بعدک۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہداء احد کے حق میں کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ شہادت دیتا ہوں میں ان کے حق میں پس کہا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آیا نہیں ہیں ہم بھی شہداء احد کے بھائی اسلام لائے ہم جس طرح وہ اسلام لائے اور جہاد کیا ہم نے جس طرح انہوں نے جہاد کیا پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البتہ بھائی ہو اور لیکن میں نہیں جانتا کہ کیا کیا نکالو گے بعد میرے پس رونے لگے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بعد ازاں پھر رونے لگے بعدہٗ کہا آیا ہم باقی رہیں گے بعد آپ کے"

سبحان اللہ نبی و صدیق تو اپنے اُمتی بھائیوں سے ملنے اور شہداء کی رفاقت میں ان کے بھائی بننے کی تمنا فرمادیں۔ مگر معاندین دشمنِ توحید و سنت مقلدین گور پرست اسلامی دینی بھائیوں سے مونہہ موڑیں نفرت کریں برادری جوڑتے بھائی بندی کا رشتہ کھڑا کرنے کو باعث توہین جانیں! صحیح بخاری پارہ ۱۲ ص ۲۱۳ میں مرقوم ہے:۔

قیل یارسول اللہ من اکرم الناس

"عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ

---

[1] ص ۴۰ مطبع مجتبائی دہلی یہ روایت مرسل ہے تنویر الحوالک ص ۳۰۶ ج ا (ع ح)

قال انقاهم۔ بزرگ لوگوں میں کون ہے فرمایا جو سب سے زیادہ ان میں متقی ہو۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۱۳ صہ ۲۵۹ میں مرقوم ہے :۔

اکمل النوع الانسانی الانبیاء ثم الاولیاء والصدیقون والشھداء۔ "نوع انسانی میں سب سے زیادہ کمالات میں موصوف انبیاء پھر اولیاء اور صدیقین اور شہداء ہیں"

نیز صحیح بخاری پارہ ۱۳ صہ ۲۳۳ میں روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی حرم محترم حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی نسبت بادشاہِ جابر وظالم کے خوف سے فرما دیا۔

انک اختی۔ "تو میری بہن ہے"

فتح الباری میں مرقوم ہے۔

وانت اختی فی الاسلام۔ "تو میری بہن ہے اسلام میں"

نیز صحیح بخاری پارہ ۱۳ صہ ۲۶۵ میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

فذکرت دعوت اخی سلیمان رب اغفر لی الخ "پس یاد کی میں نے وہ اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی اے رب مغفرت فرما دے میری الخ"

نیز صحیح بخاری پارہ ۱۳ صہ ۲۷۹ میں روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :۔

الانبیاء اخوۃ لعلات امھاتھم شتی ودینھم واحد۔ "انبیاء علیہم السلام سب علاتی بھائی ہیں مائیں ان سب کی جُدا جُدا اور دین ان سب کا ایک"

فتح الباری میں مرقوم ہے :۔

ومعنی الحدیث ان اصل دینھم واحد وھو التوحید وان اختلفت فروع الشرائع۔ "معنی حدیث کے یہ ہیں کہ اصل دین ان سب کا ایک ہے اور وہ توحید حق تعالیٰ کی ہے اور اختلاف فروعی جدا جدا احکام شریعتوں کے باعث ہے"

نیز صحیح بخاری پارہ ۱۴ صہ ۳۵۷ میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا :

لوکنت متخذ خلیلا غیر ربی لا تخذت ابا بکر خلیلا ولکن اخوۃ الاسلام ومودتہ لوکنت متخذا من امتی خلیلا لاتخذت "اگر میں بناتا کسی کو جانی دوست سوائے اپنے رب کے تو بناتا ابوبکر کو دوست جانی ولیکن اسلامی بھائی ہونے کی محبت ہے اگر بناتا میں اپنی اُمت میں کسی کو جانی دوست تو بناتا ابوبکر کو۔ اور لیکن وہ میرے بھائی

ابا بکر ولکن اخی و صاحبی۔ — اور میرے صحابی ہیں"

فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۱۴ صفحہ ۳۵۴، ۳۵۷ میں مرقوم ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے۔

انت اخی وصاحبی فی الغار — "تم میرے بھائی ہو اور صحابی یارِ غار حضرت انس

الحدیث عن انس رفعہ ان اعظم — رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ

الناس علینا منا ابوبکر الحدیث۔ — علیہ وسلم نے سب سے زیادہ بڑے محسن ہم پر ہم سے

واخوة الاسلام ومودتہ متفاوتۃ — ابوبکرؓ ہیں۔ اور اسلامی اخوت اور محبت علی حسب مراتب

بین المسلمین فی نصر الدین واعلاء — ودرجات مسلمانوں میں متفاوت ہوتی ہے باعتبار

کلمۃ الحق وتحصیل کثرة الثواب — نصرتِ دین اور اعلاء کلمۃ الحق وتحصیل کثرتِ ثواب

ولابی بکر من ذلک اعظمہ واکثرہ — کے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ان

واللہ اعلم۔ — سب میں بڑائی اور زیادتی ہے"

نیز صحیح بخاری پارہ ۱۵ صفحہ ۴۴۸ میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

النجاشی مات الیوم رجل صالح فقوموا — "آج نجاشی بادشاہ حبشہ صالح مرد کی وفات ہوگئی

فصلوا علی اخیکم۔ — تم لوگ اٹھو اور نماز پڑھو اپنے بھائی پر"

نیز صحیح بخاری پارہ ۷ صفحہ ۲۲۱ میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے جو آزاد کردہ غلام تھے فرمایا:۔

انت اخونا ومولانا۔ — "تو ہمارا بھائی اور ہمارا گھر والا ہے"۔

فتح الباری میں مرقوم ہے:۔

ای فی الایمان ومولانا ای من جھۃ — "ایمان میں بھائی ہے اور مولانا اس وجہ سے کہ آزاد کر دیا

انہ اعتقہ وتقدم ان مولی القوم — گیا تھا" اور پارہ ۱۴ صفحہ ۳۱ میں گزر چکا کہ غلام قوم کا انہیں

منھم۔ — میں سے ہوتا ہے"

نیز صحیح بخاری پارہ ۱۵ صفحہ ۴۵۶ میں روایت ہے کہ جب شبِ معراج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرئیل علیہ السلام آسمان پر لے کر پہنچے تو اول آسمان پر آدم علیہ السلام تھے جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا یہ آپ کے باپ آدم ہیں پس ان پر سلام کیجئے تو میں نے سلام کیا ان پر پس جواب دیا سلام کا اور کہا مرحبا بالابن الصالح والنبی الصالح دوسرے آسمان پر یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام ملے تو انھوں نے بھی یہی کہا مرحبا بالاخ

الصالح والنبی الصالح تیسرے آسمان پر یوسف علیہ السلام نے بھی یہی کہا۔ مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح چوتھے آسمان پر ادریس علیہ السلام نے بھی یہی کہا مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح پانچویں آسمان پر ہارون علیہ السلام نے یہی کہا مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح چھٹے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام نے بھی اسی طرح کہا مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح۔ ساتویں آسمان پر ابراہیم علیہ السلام نے کہا مرحبا بالابن الصالح والنبی الصالح ملخصاً بالغرض آدم علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام نے تو مرحبا بیٹے صالح اور نبی صالح سے منسوب کیا اور باقی سب نے مرحبا بھائی صالح اور نبی صالح سے موصوف کیا۔ نیز صحیح بخاری پارہ ۱۰ ص ۵۱۸ میں روایت ہے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

ان اخوانکم اخوالکم جعلھم اللہ تحت ایدیکم فمن کان اخوہ تحت یدہ فلیطعمہ مما یا کل ولیلبسہ مما یلبس ولا تکلفوھم ما یغلبھم فان کلفتموھم ما یغلبھم فاعینوھم۔	"غلام تمہارے خدمت کرنے والے تمہارے بھائی ہیں، کر دیا ہے اللہ نے ان کو تمہارے تحت پس جس کا بھائی اس کے تحت میں ہو تو کھلا دے اسے جو خود کھائے اور پہنا دے اسے جو خود پہنے اور نہ تکلیف دو انہیں جو ان سے نہ ہو سکے پس اگر ان کو ایسی تکلیف دو جو ان سے نہ ہو سکے تو ان کی مدد کرو"

فتح الباری میں مرقوم ہے:

وفی تقدیم لفظ اخوانکم علی اخوالکم اشارۃ الی الاھتمام بالاخوۃ واطلاق الاخ علی الرقیق فان ارید القرابۃ فھو علی سبیل المجاز لنسبۃ الکل الی اٰدم والمراد اخوۃ الاسلام ویکون لعبد الکافر بطریق التبع او یختص الحکم بالمؤمن۔	"لفظ بھائی کے مقدم فرمانے کا خدمت کرنے والے پر اشارہ ہے بھائی ہونے کے اہتمام کا اور اطلاق بھائی ہونے کا غلام پر پس بارادہ قرابت بطریق مجاز کے تمام کی نسبت آدم علیہ السلام کی طرف ہوگی۔ یا مراد اسلامی بھائی ہونے کی وجہ سے ہے اور ہوگا کافر غلام بھائی بطریق تبعاً یا خاص ہوگا بھائی ہونے کا حکم مومن کے لیے"

نیز صحیح بخاری پارہ ۱۰ ص ۵۸۹ میں روایت ہے:

قالت الانصار للنبی صلی اللہ علیہ وسلم اقسم بیننا و بین اخواننا النخیل۔	"انصار نے عرض کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہ آپ ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے درمیان باغ تقسیم فرما دیجئے۔

نیز صحیح بخاری پارہ ۱۴ ص ۳۶۸ میں روایت ہے کہ واقعہ بیر اولیس میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر

رضی اللہ عنہ کی نسبت دعا کی

ان یرد اللہ بفلان یربہ اخاہ۔ "اللہ تعالیٰ نے اُسے یہاں فلاں کو ارادہ رکھنے اس سے اپنے بھائی عمر رضی اللہ عنہ کا"

نیز صحیح بخاری پارہ ۱۰ صـ۱۲ میں روایت ہے کہ انصار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔

لاخواننا من المہاجرین مثلہا۔ "ہمارے بھائیوں مہاجرین کے لیے ہماری برابر دیجئے"

فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۱۴ صـ۲۶۵ میں روایت ہے کہ بعد وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو خطبہ پڑھا اس میں مہاجرین کی تعریف کی اور فرمایا۔

وانتم اخواننا فی کتاب اللہ و شرکاؤنا فی دین اللہ۔ "تم ہمارے بھائی ہو اللہ کی کتاب میں اور ہمارے شریک ہو اللہ کے دین میں"

نیز صحیح بخاری پارہ ۱۶ صـ۲۳ میں روایت ہے:

عن عمر لما توفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی بکر انطلق بنا الی اخواننا من الانصار۔ "روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جب وفات پائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا میں نے ابوبکر سے مجھے لے چلیے ہمارے انصاری بھائیوں کے پاس"

نیز صحیح بخاری پارہ ۵ صـ۲۶۸ میں روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آئے اور کہنے لگے۔

وا اخاہ واصاحباہ۔ "اے میرے بھائی اے میرے صاحب"

فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۱۳ صـ۲۵۴ میں روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک صالح بزرگ تھے جب آپ واپس آئے دریافت کیا گیا کہ کون بزرگ تھے فرمایا۔

ذاک اخی الخضر۔ "یہ میرے بھائی خضر تھے"

علیٰ ہذا حضرت ابراہیم التیمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں فنا کعبہ میں مشغول بذکر اللہ تھا تو ایک شخص آئے پس مجھ پر سلام کیا پس میں نے ان سے زیادہ خوبصورت اور پاکیزہ خوشبودار نہیں دیکھا تو میں نے کہا آپ کون ہیں تو فرمایا:

انا اخوک الخضر[1] "میں تمہارا بھائی خضر ہوں"

علاوہ بریں عمومات نصوص احادیث چنانچہ ارشاد فرمایا گیا:

المسلم اخو المسلم من کان فی حاجۃ "مسلمان بھائی مسلمان کا ہے" "جو اپنے بھائی کی ضرورت

---

[1] لیکن اس قسم کے آثار سنداً مخدوش ہیں (ع۔ ح)

اخیہ کان اللہ فی حاجتہ انصر اخاک	پوری کرے اللہ اس کی حاجت برلاتا ہے" "مدد کر
واللہ فی عون العبد ما کان العبد	اپنے بھائی کی" "اللہ مدد فرماتا رہتا ہے اس بندہ کی جو
فی عون اخیہ لا یبیع الرجل علی بیع	بندہ مدد کرتا ہے اپنے بھائی کی" "کوئی اپنے بھائی
اخیہ ولا یخطب علی خطبۃ اخیہ	کے مول تول بیع پر بیع نہ کرے" "نہ کوئی اپنے بھائی کی
ولا یسوم علی سوم اخیہ، وکونوا	منگنی پر منگنی کرے" "نہ کوئی بھائی اپنے بھائی کی قیمت
عباد اللہ اخوانا، ولا یحل لمسلم ان	پر قیمت لگا دے" "ہو جاؤ اللہ کے بندو بھائی بھائی"
یھجر اخاہ فوق ثلث لیال واذا عطس	"حلال نہیں کسی مسلمان کو کہ چھوڑ رکھے اپنے بھائی کو تین
احدکم فلیقل الحمد للہ ولیقل لہ اخوہ	رات سے زیادہ" "جب چھینک آوے تم میں سے
او صاحبہ یرحمک اللہ واکرام الکبیر	کسی کو تو کہے الحمد للہ اور جواب میں کہے اس کا بھائی
ویبدأ الکبیر بالکلام والسؤال رواہ	یا اس کا ساتھی یرحمک اللہ" "بڑے کی تعظیم کرنا
فی صحیح البخاری۔	اور بڑے کو بات کرنے میں ابتدا کرنا"

سفر السعادت صہ ۲۸ میں مسند امام احمدؒ سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے۔

"اللھم ربنا ورب کل شیٔ انا شھید	"اے اللہ رب ہمارے اور رب ہر چیز کے میں شہادت
ان العباد کلھم اخوۃ۔	دیتا ہوں کہ تحقیق تمام بندے بھائی ہیں"

ہر چند کہ اس باب میں احادیث حد شمار سے باہر ہیں جن کے قدر مشترک سے واضح ہوا کہ رشتۂ اخوت اسلامی کا دامن تقدس نہایت وسیع بمنزلہ اصل اصول باعث استحکام دین ہے، ہر طبقہ اپنے ادنے اور اعلےٰ کا بھائی ہے۔ بادشاہ غلام کا غلام بادشاہ کا حاکم محکوم کا محکوم حاکم کا بھائی ہے۔ چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۲ صہ ۱۴۳ و پارہ ۹ صہ ۲۸۱ و پارہ ۱۰ صہ ۵۸۹ میں انہیں احادیث کی شرح میں مرقوم ہے ۔

قال الجمھور لا فرق فی ذلک	"کہا جمہور نے فرق نہیں ہے اس میں یعنی مسلمان اور
بین المسلم والذمی. یطلق بینھما اسم	ذمی کے اطلاق کیا جاتا ہے ان دونوں پر اسم اخوت
الاخوۃ ویشترکہ فی ذلک الحر والعبد	کا اور شریک ہیں اس میں آزاد اور غلام اور بالغ
والبالغ والممیز والمراد اخوۃ الاسلام	اور اہل تمیز اور نابالغ اور مراد اخوت اسلام ہے۔
لانھا الغالب۔	کیونکہ یہی رشتہ غالب ہے"

اور پارہ ۲۵ صہ ۵۹۲ میں مرقوم ہے:

المراد بکبر السن اذا وقع التساوی	"مراد بڑے سے بلحاظ عمر کے ہے جب بزرگی میں

فی الفضل والا فیتقدم الفاضل فی الفقه والعلم اذا عارضه السن۔	برابری ہو ورنہ بزرگی والا مقدم ہوگا بلحاظ سمجھ اور علم کے جب عمر کا مقابلہ ہو"

اور پارہ ۱ صفحہ ۶ میں مرقوم ہے :

ان مودۃ الاسلام اعظم من مودۃ القرابۃ۔	"محبت اسلامی کی بزرگی بڑی ہے محبت قرابت سے"

ناظرین کرام اب مولوی نعیم الدین کے مخصوص ومعتمد رأس الطائفہ بدایونی حن کے دریرینہ درگور کو جامۂ فریب کاری سے مزین کیا گیا ہے۔ نقل کردہ چند احادیث بھی ملاحظہ کرلیں چنانچہ تصحیح المسائل صفحہ ۱۱۵ میں منقول ہے۔

وقد جاء فی الحدیث ان الشھداء لما راؤا ما عند اللہ لھم من النعمۃ والراحۃ قالوا لہ سبحانہ من یخبر اخواننا وفیھا جاء ان الغزاۃ الذین قتلوا اخبروا اخواننا (ایضا صفحہ ۱۱۹) مامن رجل یزور قبر اخیہ، مامن احدیمر بقبر اخیہ المؤمن (ایضا صفحہ ۱۶۳) از اشعۃ اللمعات وحدیث ازابی امامہ رضی اللہ عنہ آمدہ است کہ گفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چوں مرد یکے از برادران شما (ایضا صفحہ ۱۷۶) احد من اخوانکم (ایضا صفحہ ۱۸۵) ورباب التلقین و بالمؤمنین اخوانا (ایضا صفحہ ۱۹۱)	"حدیث میں آیا ہے کہ شہداء جب اللہ تعالیٰ کے پاس دیکھیں گے اپنے لیے نعمتیں اور راحتیں کہیں گے یا اللہ ہمارے بھائیوں کو بھی خبر کردے"۔"نہیں کوئی آدمی کہ زیارت کرے اپنے بھائی مومن کی قبر کی" "فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مرتا ہے کوئی تمہارا بھائی" "جس وقت مرتا ہے تم میں سے کوئی تمہارا بھائی" "ساتھ مسلمانوں کے جو تمہارے بھائی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد دفن کے فرمایا استغفار کرو تم لوگ اپنے بھائی کے لیے" فرمایا جس وقت مرجاوے کوئی تمہارے بھائیوں سے"

(ایضا صفحہ ۱۹۳) ودر حدیث آمدہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد از دفن فرمودے۔ استغفار کنید برادر خود را و فرمودے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفلانیکہ بمیرد یکے از برادران شما ٭

اور مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی مولوی نعیم الدین کے اعلیٰ حضرت نے حیات الموات صفحہ ۱۰۴ میں نقل کیا کہ خود مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دعا چاہی جب وہ مکہ معظمہ جاتے تھے ارشاد فرمایا :

لاتنسنا یا اخی من دعائک۔	"اے بھائی اپنی دعا میں ہمیں نہ بھول جانا"

یہ ابو داؤد میں ہے، اور احمد وابن ماجہ کی روایت میں فرمایا :

اشرکنا یا اخی فی صالح	"بھائی اپنی نیک دعا میں ہمیں بھی شریک کرلینا اور

دعائك ولا تنسنا۔ بھول نہ جانا، فرمایا اے میرے چھوٹے بھائی مجھ کو اپنی دعا میں شریک کرنا اور بھول نہ جانا۔"
(مشکوٰۃ ص ۱۹۵)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی جب دفن میت۔ فارغ ہوتے قبر پر ٹھہر کر صحابہ کرام سے ارشاد فرماتے

استغفروا لاخیکم واسئلوا لہ التثبیت فانہ الآن یسأل۔ "اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے ثابت رہنے کی دعا مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا"

رواہ ابوداؤد ۵۷ والحاکم والبیھقی بسند حسن عن عثمان ایضاً ص ۲۸ ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

مامن میت یوضع علی سریرہ فیخطی بہ ثلث خطأ الا تکلم بکلام یسمعہ ماشاء اللہ الا الثقلین الجن والانس یقول یا اخوتنا ویا حملۃ نعشاہ لاتغرنکم الدنیا کما غرتنی ولاتلعبن کما لعبت بی الخ

"جب مردے کو جنازہ پر رکھ کر تین قدم لے چلتے ہیں تو وہ کلام کرتا ہے جسے سب سنتے ہیں جنہیں اللہ چاہے سوا جن وانس کے کہتا ہے اے بھائیو اے نعش اٹھانے والو! تمہیں دنیا فریب نہ دے جیسا مجھے دیا اور تم سے نہ کھیلے جیسا مجھ سے کھیلی"

ایضاً ص ۳۱ ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں اور امام عبدالحق کتاب العاقبہ میں اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں کہ حضور پر نور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا!

مامن رجل یزور قبر اخیہ ویجلس علیہ الا استأنس ورد علیہ حتی تقوم۔

"جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی زیارت قبر کو جاتا ہے اور وہاں بیٹھتا ہے میت کا دل اس سے بہلتا ہے اور جب تک وہاں سے نہ اٹھے مردہ اس کا جواب دیتا ہے۔"

ایضاً ابن شاہین کتاب ذکر الموت، اور دیگر علماء محدثین نے اپنی تصانیف حدیثیہ میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اذامات احد من اخوانکم۔ "جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی مرے"

نیز مولوی صاحب بریلوی فتاویٰ رضویہ حصہ سوم مطبع حسنی پریس بریلی کے ص ۱۲ میں لکھتے ہیں :

"اگر کوئی چمار مسلمان ہو تو مسلمانوں کے دین میں اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھنا حرام اور سخت حرام ہے" وہ ہمارا دینی بھائی ہو گیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما المؤمنون اخوۃ اور فرماتا ہے فاخوانکم فی الدین (مسلمان جو ہیں سو بھائی ہیں۔ یعنی پس بھائی ہیں تمہارے دین میں)

اور بہار شریعت حصہ اول صـ۱۵۱ میں لکھتے ہیں ۔

اللهم اغفر لاخواننا واخواتنا۔ "اے اللہ ہمارے بھائیوں اور بہنوں کو بخش دے"

پس ان تمام احادیث مذکورہ بالا میں نبی کریم شفیق ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اُمت مرحومہ اور خصوصاً حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو احکام متعلقہ حیات وممات ہیں سب کو بھائی کا خطاب فرمایا۔ پھر کوئی متنفس صغیر وکبیر چھوٹا بڑا اعلیٰ حسب درجات ومراتب دینی بھائی ہونے سے خالی اور بری نہیں ہو سکتا، کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا۔ (مشکوٰۃ صـ۴۲۳) "نہیں ہے ہمارے طریقہ ہمارے گروہ ہماری اُمت میں سے وہ شخص جو رحم نہ کرے ہمارے چھوٹوں پر اور تعظیم وتوقیر نہ کرے ہمارے بڑوں کی"

اور فرمایا امام ابوحنیفہؒ نے اپنے شروع وصیت نامہ صـ۱ میں

اِعْلَمُوْا اصحابی واخوانی "جان لو میرے دوستو اور میرے بھائیو!"

اور فرمایا امام ربانی سیدنا، الشیخ عبدالقادر جیلانی بڑے پیر صاحبؒ نے غنیۃ الطالبین صـ۸۱ میں

وصلوٰۃ علی سیدنا وسندنا محمد خاتم النبیین وعلی ابویہ المکرمین سیدنا آدم والخلیل ابراھیم وعلی جمیع اخوانہ من النبیین الخ "درود ہو ہمارے سردار سیدنا محمد خاتم النبیین اور دونوں باپوں ہمارے سیدنا آدم اور خلیل ابراہیم پر اور اُوپر تمام آپ کے بھائیوں انبیاء علیہم السلام"

نیز مجموعہ درود کبریت احمر صـ۱۳ میں ہے ۔

وصل یارب علی جمیع اخوانہ من الانبیاء والمرسلین والاولیاء والصالحین والشهداء و الصدیقین والملائکۃ المقربین ۔ "اور درود بھیج اے رب میرے اُوپر تمام بھائیوں ان کے پر یعنی سب انبیاء اور رسولوں پر اور اولیاء اور صالحین اور شہداء اور صدیقین اور ملائکہ مقربین پر"

الحمد للہ کہ مولوی نعیم الدین کی ساری کذب بیانی، بہتان بندی، فریب کاری، ان چند نصوص قرآن و احادیث اور کلام ائمہ دین خصوصاً اپنے ہی مسلمات سے پورے طور پر طشت از بام ہو کر مثل آفتاب نیم روز روزہ کے روشن ہوگئی ورنہ جس قدر نصوص سنت واقوال ائمہ سلف اہل سنت ہمارے سامنے ہیں، ان کے پیش کرنے کو ایک دفتر وسیع درکار ہے۔ مگر عاقل منصف کو اک اشارہ بھی بس ہوتا ہے اور مخالف معاند کو ہزار بار کہنا اور دفتر لکھا جانا بھی کافی نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ ابوجہل لعین کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایت نہ ہوئی۔ تاہم عادۃ اللہ عزوجل

اسی پر جاری ہے۔ کہ گفتہ راز سے بسیار است۔ چنانچہ پارہ ۲۷ سورہ ذاریات میں ارشاد باری تعالیٰ عزشانہ ہے:۔
وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ "اور سمجھا تارہ کہ سمجھانا کام آتا ہے ایمان والوں کو"
جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اُمت اکابر واصاغر کو حسب مراتب چھوٹے بڑے افضل و مفضول کو رشتہ بھائی چارہ میں مثل تسبیح کے دانوں کے منسلک فرمایا اور حضرات صحابہ کرام و غیرہم ائمہ مہدیین بھی اسی میں سعی کرتے رہے۔

پس یہ محض کذب و افترا کا کس قدر مضطر بانہ کلام مولوی نعیم الدین کا ہے کہ صحابہ نے آپ کو بھائی نہ کہا۔ آپ کو بھائی کہنا بے ادبی۔ توہین، گستاخی جہالت ہے۔ بلکہ آپ مومنین کے باپ ہیں اور ازواج طاہرات مائیں۔ معاذ اللہ۔ دروغ بروئے تو۔ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے حالانکہ خود مولانا شہید مرحوم نے دوسرے باب تقویۃ الایمان صـ۱۳۸ میں آیت پارہ ۲۱ سورہ احزاب اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ۔ پیش کی ہے۔ اگر اُمت کے آپ باپ ہیں تو بھائی بھی یقیناً ہیں نہ یہ نسبی باپ اور بھائی۔ چنانچہ خود قرآن کریم نے تصریح فرمائی پارہ ۲۲ سورہ احزاب ہی میں۔
مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ ۔ "محمد باپ نہیں تمہارے مردوں میں کسی کے"
اگر بھائی کہنا بے ادبی ہے تو باپ کہنا بدرجہ اولیٰ بے ادبی ہوگی جس طرح خصوصاً حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ایک درجہ میں آپ اگر باپ ہیں تو دوسری صورت میں بزرگ و برتر بھائی بھی ہیں۔ ورنہ پھر ان کی دونوں صاحبزادیاں عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما آپ کے حرم محترم میں کیونکر آسکتیں۔ اگر ازواج مطہرات ایک درجہ میں ان کی بیٹیاں تھیں تو دوسری حیثیت میں وہی دینی مائیں اور بہنیں بھی تھیں۔ پھر اگر آپ باپ ہیں اور بھائی کہنا بے ادبی تو ازواج مطہرات کے اُم المومنین ہونے سے باپ کے مقابلہ میں بحکم حدیث صحیحین ماؤں کا درجہ تین حصہ زائد ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ ہونے سے ازواج مطہرات کا درجہ بڑھ کے کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم فداہ اُمی و اَبی کا مرتبہ گھٹ نہ جاوے گا۔ معاذ اللہ منہ یہ سب مولوی نعیم الدین کے مردودہ خیالات کے کرتوت اور منصوبوں کے نتائج بد ہیں، جس کا باعث محض غیظ و عناد قلبی قرآن و حدیث اور علمائے ربانیین ہے کیونکہ خود ہی کہا کہ آپ دینی باپ ہیں، بھائی کہنا بے ادبی ہے۔ تو جب دینی باپ ہوئے تو دینی بھائی بھی ہوئے۔ اس سے کون سا امر مانع ہے۔ یہ امر خود حدیث سے ثابت ہو چکا اور بڑے بھائی کا حق چھوٹے بھائی پر مثل باپ کے حق کے ہونا بھی ثابت ہو چکا۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق و مراتب فضل و کمالات پر سارے جہان کے باپوں بھائیوں کی بصد ہزار جان و مال عزت و آبرو

قربان و فدا ہیں کیونکہ آپؐ کی بزرگی بڑائی تمام عالم سے اعلیٰ واشرف و برتر ہے نہ آپؐ کے مرتبہ عظمت کو کوئی پہنچا نہ پہنچ سکتا ہے۔ ممکن ہی نہیں۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ اسی لیے آپؐ ہر کمال میں سب کے بڑے اور سب آپؐ سے چھوٹے ہیں۔ علیٰ ہذا جس طرح صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرنے سے پہلے فداک ابی و امی کہتے یعنی "قربان ہوں آپؐ پر یا رسول اللہ ماں باپ ہمارے" تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح فرمایا۔ چنانچہ صحیح بخاری پارہ ۲۵ ص۹۶۰ میں روایت ہے کہ آپؐ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے فرمایا۔

فداك ابی و امی۔ "یعنی قربان ہوں میرے ماں باپ تجھ پر"

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں مرقوم ہے ؛

ومن حديث ابن مسعود ان النبی صلی الله عليه وسلم قال لاصحابه فداکم ابی و امی ومن حديث انس انه صلی الله عليه وسلم قال مثل ذلك للانصار۔	"اور حدیث عبداللہ بن مسعودؓ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے صحابہ سے تمہارے اوپر قربان ہوں میرے ماں باپ" اور حدیث انسؓ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مثل اسی کے انصار سے"

رہا علمائے دیوبند کا فتویٰ تو اس کو فریبانہ طور سے جاہلوں کے سامنے لانا سراسر بطالت پر مبنی ہے کیونکہ اس میں صاف تصریح ہے کہ جو اس کا قائل ہو کہ ہم پر بس اتنی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر تو یہ عقیدہ دائرۂ ایمان سے خارج ہے۔

بیشک یہ صحیح ہے مگر تقویۃ الایمان میں ہرگز کوئی حرف اس قائل کے عقیدہ مردودہ خبیثہ کے موافق نہیں ہے۔ بلکہ حضرات انبیاء کے متعلق مطابق حدیث اس میں یہ ہے "کہ ان کو اللہ نے بڑائی دی۔ وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے ہم ان کے چھوٹے ہیں۔ سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہیئے نہ اللہ کی سی" یعنی ان کو اللہ تعالیٰ نے سارے عالم پر بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم سب عالم کے لوگ ان کے چھوٹے ہیں۔ ہم سب کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے۔ نہ کہ بس مانند اپنے نسبی بڑے بھائی کے برابر معاذ اللہ منہ چنانچہ خود مولوی صاحب بریلوی نے الزبدة الزکیہ ص۳۰ میں بھی لکھا۔

"مخلوق میں نہایت عظمت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے ہے۔"

پھر اسی کے ساتھ مولوی صاحب بریلوی کا یہ مقولہ ان کے رسالہ جزاء اللہ عدوہ کے ص۱۴ کو ملا کر دیکھئے

کہ اُمّت کا داعی کس پیار کی نظر سے اپنی پالی ہوئی بکریوں کو دیکھتا ہے۔"

پس کیا یہ آسمان کا تھوکا اپنے منہ پر گرنے کی مثال نہیں ہے۔ کہ تمام اُمّتِ مرحومہ خصوصاً حضرات صحابہ و ائمہ تابعین اولیائے کاملین مقتدایانِ دین سب کو جانور بکریوں کے مشابہ ٹھہرا دیا گیا اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو چرواہا۔ نعوذ باللہ منہ۔

مسئلہ بشریت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

قولہ: صفحہ ۲۴۸-۲۵۰ تقویت الایمان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھائی کہنے کے ساتھ بندۂ عاجز بھی کہا ہے۔ یہ بھی ترکِ ادب ہے۔ رد المحتار جلد ۵ صفحہ ۴۹۷ میں ہے۔ لا یجوز ان یقال لہ فقیر و غریب مسکین۔ یہاں تک تقویۃ الایمان والے نے حضور کا مرتبہ گھٹاتے گھٹاتے بھائی کے درجہ میں رکھا۔ اب اس سے بھی آگے بڑھتا ہے اور لکھتا ہے۔ جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو سو اس میں بھی اختصار ہی کرو۔ تقویۃ الایمان صفحہ ۱۰۷ اس عناد کو دیکھئے کم کرتے کرتے بشر کی سی تعریف رکھی، وہ بھی گوارا نہیں تو کہتا ہے اس میں بھی اختصار ہی کرو مطلب یہ ہے کہ تعریف بالکل نہ ہو پہلے کفار بھی انبیاء علیہم السلام کو بشر کہتے تھے۔ قرآن پاک نے ان کا مقولہ نقل فرمایا ہے۔

وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ مَا هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۔ "تو اس کی قوم کے جن سرداروں نے کفر کیا بولے یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی"

مولانا روم فرماتے ہیں:

ہمسری با انبیاء برداشتند — اولیاء را ہمچو خود پنداشتند

گفتہ اینک ما بشر ایشاں بشر — ما و ایشاں بستہ خوابیم و خور

انبیاء علیہم السلام ظاہر میں بشر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کمالات عطا فرماتا ہے، ان کمالات کو چھوڑنا اور لفظ بشر سے ان کا ذکر کرنا یقیناً بے ادبی ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس شخص کے دل عظمت نہیں اور انبیاء علیہم السلام کے مراتب و کمالات کا اظہار اس کو گوارا نہیں۔ یہ کبھی نہیں کہتے کہ خبردار ہمیں مولانا نہ کہو مولیٰ تو اللہ تعالیٰ ہے حدیث میں ہے اَللّٰهُ مَوْلَانَا مگر انبیاء علیہم السلام کی تعریف کرو رکتے ہیں۔ آیت وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ آیت لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ الخ وغیرہ سے کہو اللہ تعالیٰ نے حضور کو یہ مرتبہ دیا جو نہ کسی بادشاہ کو میسر نہ کسی امیر کو۔ بے ادبو تم حضور کی شان میں بشر کا لفظ کہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ حضور کے فرمانبردار غلاموں کو بھی اس طرح نہیں پکارتا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا کے ساتھ مخاطب بناتا ہے۔ آدمی کہہ کر يَا أَيُّهَا النَّاسُ کے ساتھ اکثر

اپنے اور حضور کے دشمنوں کو خطاب کرتا ہے۔ آیت لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔
انبیاء کی بشریت ظاہر ہوتی ہے۔ ان کے بواطن وارواح رتبۂ بشر سے اعلیٰ ہوتے ہیں۔ شفائے قاضی عیاض جلد ۲ ص ۹۹ میں ہے:

فظواهرهم واجسامهم و بنيتهم	"انبیاء کے ظواہر و اجسام بشری اوصاف کے ساتھ
متصفة باوصاف البشر طارعليها ما	متصف ہیں اوران پر بشری اغراض و اسقام
يطرأ على البشر من الاعراض والاسقام	بیماری وموت طاری ہوتے ہیں اور انبیاء
والفناء والموت ونعوت الانسانية و	کی ارواح اوران کے بواطن ایسے اوصاف
ارواحهم وبواطنهم متصفة باعلى من	کے ساتھ متصف ہیں جو بشریت سے
اوصاف البشر۔	اعلیٰ ہیں"

حضرت شیخ عبدالحق محدث اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۴ ص ۵۷۰ میں فرماتے ہیں:۔

"انبیاء علیہم السلام جائز ست بر ایشاں طریان عوارض بشری از آفات و تغیرات و آلام و اسقام آنچہ جائز ست بر سائر بشر وگذاشتہ شدہ ست، اجسام و ظواہر ایشاں بر حد بشریت وجبلت اما ارواح و بواطنِ ایشاں معصوم ست ازاں و متعلق بملاء اعلیٰ"

مولوی محمد قاسم نانوتوی قصائد قاسمی ص ۶ میں لکھتے ہیں:

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت   نہ جانا کون ہے کچھ بھی کسی نے جز ستار

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ آیت کریمہ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

یعنی البتہ ہر حالت آخر بہتر باشد تر از حالت اول تا آنکہ بشریت ترا اصلاً وجود نماند و غلبہ انوار حق بر تو علیٰ سبیل الدوام حاصل شود"

مگر تقویت الایمان والے کی سیاہ دلی دیکھئے کہ وہ حضور کی اور تمام انبیاء کی سرداری کی قدر دلوں سے کم کرنے کے لیے کیسی کیسی ناقص تشبیہیں دیتا ہے۔ تقویۃ الایمان ص ۲۷ جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سوان معنوں میں ہر پیغمبر اپنی اُمّت کا سردار ہے۔ وہابیو کبھی تو انصاف کی کہہ دو۔ کیا یہ کلمے شان انبیاء کی تنقیص اوران کے ساتھ تمسخر نہیں ہیں۔ قرآن و حدیث حضور کی عظمت سے بھرے ہوئے ہیں۔ سب کو چھوڑ کر چودھری کہتا ہے، تو ارا کین سلطنت اور وزیر کس کو سمجھتا ہے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ایشاں دراں روز در جناب خداوندی بمنزلہ وزیر از بادشاہ باشند"

اَقُولُ وباللہ التوفیق لادب الخالق وادب ذوی الاحترام من المخلوق حسب مراتبہم

بیشک تقویۃ الایمان میں بادشاہ حق تعالیٰ اور اس کے سچے رسول برحق، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، انسانوں کو انسانوں کا، مومنوں کو مومنوں کا، بھائی اور تمام عالم کے برتر، بزرگ، مقدس، سید الثقلین، خاتم النبیین، سید المرسلین، شفیع المذنبین، الموحدین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو سب کا معظم ومکرم بھائی اور سب کو آپ کا متبع فرمانبردار چھوٹا بھائی کہا ہے یہی نہایت مقتضائے محبت وادب اور اتباع ہے جو اس کو ترک ادب کہے خود بے ادب بدنصیب نامراد ہے جس طرح اس کی تفصیل عنقریب بیا ہی گزر چکی۔ ورنہ مخلوقات بلحاظ عبدیت حق تعالیٰ کے مقابلہ میں محض عاجز ولاچار اور محتاج ہے خواہ کوئی بڑا ہو یا چھوٹا کچھ قدرت کسی کو نہیں وہی ذات پاک قادر ہر شئے پر ہے قُلْ هُوَ الْقَادِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ (الانعام) مگر جس قدر جس کو قدرت وقوت عطا فرمائی۔ برخلاف اس کے مولوی نعیم الدین نے اپنے نشتر شرکیات میں عاجز بندوں کو قادر جان کر ان سے مرادیں حاجتیں طلب کرنے کے عقیدہ سے ان کو عالم الغیب مان کر عوام کو شرک میں مبتلا کر کے پیسہ کمانے کا ڈھنگ نکالا ہے۔ خود مولوی نعیم الدین کے مقتدا مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے احکام شریعت حصہ اوّل ص۵۷ میں لکھا:۔

"اعتقاد کرے کہ بے حکم رب ذرہ نہیں ہل سکتا اور اللہ عزوجل کے دیئے بغیر کوئی حبہ نہیں دے سکتا ایک حرف نہیں سن سکتا پلک نہیں مار سکتا"

نیز ملفوظ حصہ سوم ص۹ میں لکھتے ہیں:۔

"نبی کلام الٰہی کے سمجھنے میں بیان الٰہی کا محتاج ہوتا ہے"

نیز ملفوظ حصہ چہارم ص۳۷ میں لکھتے ہیں:۔

"فرمایا گیا ہمارا دین یہ ہے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ عبد پہلے ہے رسولہ بعد کو کہ عبد کے درجے سے نہ بڑھا دینا۔ ورنہ کیا جانئے کیا ہوتا"

چنانچہ بکثرت نصوص قرآن واحادیث اور اقوال ائمہ علمائے کرام میں وارد ہے۔ فرمایا حق تعالیٰ نے قرآن پاک پ۲۲ سورہ فاطر میں:۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ○ "اے لوگو تم محتاج ہو اللہ کی طرف اور اللہ وہی ہے بے پرواہ سب خوبیوں والا"

تفسیر جلالین میں ہے:

بکل حال "ہر حال میں اللہ کی طرف فقیر ومحتاج ہو"

اور فرمایا پارہ ۲۶ سورہ محمد میں

وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ۔ "اور اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو"

مشکوٰۃ باب الاستسقاء ص۱۳۲ میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں پڑھا اے اللہ تو ہی معبود ہے نہیں تیرے سوا کوئی معبود :

انت الغنی ونحن الفقراء۔ "تو غنی ہے اور ہم فقیر ہیں"

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص۶۵۵ میں اس حدیث کا یہ ترجمہ فرماتے ہیں :۔

توئے بے نیاز وما نیاز مندانیم و محتاجیم "تو ہی بے نیاز اور ہم نیاز مند اور محتاج ہیں"

نیز مشکوٰۃ باب فضل الفقراء ص۴۴۷ میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین فقالت عائشۃ لم قال انھم یدخلون الجنۃ قبل اغنیائھم باربعین خریفا۔ شیخ موصوف اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص۲۱۹ میں اس حدیث کا یہ ترجمہ فرماتے ہیں :۔

خدا وندا زندہ دار مسکین و بمیران مرا مسکین وبرانگیز اور گروہ مسکینان پس پرسید عائشہ برائے چہ طلبی ایں را یا رسول اللہ! و سبب آں چیست، گفت آنحضرتؐ در جواب عائشہ زیراکہ ایشاں یعنی فقراء و مساکین مے درآیند بہشت را پیش از اغنیاء بچہل سال ازیں جا ایں توہم میشود، کہ مگر فقراء پیش از اغنیاء بر بہشت در آیند اگر چہ پیغمبران باشند غالباً مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجرد اظہار فضل و شرف فقراء ست وطلب تقدم خود ست برانبیاء نحوف تاخر وے برتقدیر غنا از انبیاء کہ فقراء اند نہ نحوف تاخر خود از فقراء غیر انبیاء فافہم۔	"یارب زندہ رکھ مجھ کو مسکین اور مجھ کو مار مسکین اور اٹھا مجھ کو مسکینوں کے گروہ میں پس دریافت کیا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کس لیے یہ طلب دعا کرتے ہیں آپ یا رسول اللہ اور سبب اس کا کیا ہے۔ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں عائشہؓ کے کیونکہ فقراء اور مساکین داخل ہوں گے بہشت میں اغنیاء سے چالیس برس پہلے اس جگہ یہ وہم ہوتا ہے کہ فقراء جو پہلے اغنیاء سے جنت میں داخل ہوں گے، اگرچہ پیغمبر ہوں غالباً مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محض اظہار فضل و شرف فقراء کا ہے اور طلب کرنا اپنے تقدم کا ہے انبیاء پر بخوف تاخر اپنے کا بر تقدیر غنا سے کہ فقراء انبیاء ہیں۔ نہ خوف تاخر اپنے کا فقراء غیر انبیاء سے فافہم"

علی ہٰذا حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ المتوفی ۷۸۲ھ جن کی نسبت شیخ عبدالحق محدث

دہلویؒ اخبار الاخیار صلالا میں فرماتے ہیں، کہ آپ ہندوستان کے مشاہیر مشائخ سے ہیں آپ کے مناقب بیان کرنے کی بوجہ شہرت حاجت نہیں، آپ کی تصانیف عالی ہیں، منجملہ ان کے مکتوبات مشہورترین تصانیف ہیں، جن میں آدابِ طریقت واسرارِ حقیقت درج ہیں۔ چند مکتوب تبرک درج کئے گئے ہیں الخ نیز مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے ملفوظ حصہ دوم ص۲۵ میں آپ کو مستند مان کر لکھا ہے حضرت یحیٰی منیری الخ

آپ اپنے مکتوب پنجاہ و ششم ص۲۴۲ میں فرماتے ہیں:

"انبیاء واولیاء وسلاطین وامراء وملوک چندیں چیز خواہند کہ شود ونشود وچندیں چیز خواہند کہ نشود و شود وپس بر آنچہ حکم کردہ است رضا باید داد وہم تسلیم باید شد وبندگی پیش باید گرفت چنانکہ بندہ را از مرگ چارہ نیست، از بندگی نیز چارہ نیست شود آنچہ خواست اوست جل جلالہ۔"

اور حضرت شیخ عبد القدس گنگوہیؒ المتوفی ۹۴۴ھ مکتوب صد و پنجاہ و نہم ص۳۱۱ میں فرماتے ہیں:۔

درمقامِ عبودیت وتحتِ عقل بمقابلہ عالم را ببو بنیہ ہمہ را سرگردانی است چہ انبیاء وچہ اولیاء وایں عالم قضاء وقدر است وعالم مشیت کہ شکن انبیاء واولیاء رست بسا چیز خواہند نشود وہر چند کہ صاحب ولایت وصاحب تصرف اند جز عجز وزاری وابتہال راہ نیست وجز بندگی وسرافگندگی چارہ درگاہ نیست"

اور مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ تفسیر فتح العزیز ج ا ص۱۹ میں فرماتے ہیں:

حضرت حق فرمودہ ای داؤد چوں تو درا از شکر من عاجز دانستی ادائے شکر من کردی	"حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا اے داؤد جب تو نے اپنے آپ کو میرے شکر کرنے سے عاجز جانا میرا ادائے شکر کیا۔"

اور ص۴۰ میں فرمایا:

آنچہ ماسوائے او تعالیٰ است ممکن و فقیر یعنی محتاج بجناب اوست۔	"جو کچھ سوائے حق تعالیٰ کے ہے ممکن و فقیر یعنی محتاج اس کی ذات پاک کی طرف ہے۔"

نیز ص۱۶۲ میں فرماتے ہیں:

یافتن منصب رسالت ونبوت بسبب خلوصِ بندگی وکمالِ عبودیت است وذکر الاصل یغنی عن ذکر الفرع ولنعم ما قیل داغ غلامیت کرد بایزید خسرو بلند میر ولایت شود بندہ کہ سلطان خرید	"پایا منصب رسالت اور نبوت کا خلوص بندگی اور کمالِ عبودیت کے ساتھ ہوتا ہے اور ذکر کرنا اصل کا بے پرواہ کرتا ہے فروع کے ذکر کرنے سے اور کیا خوب کہا گیا" تیری غلامیت کے داغ نے مزہ خسرو کا کردیا بلند میر ولایت ہوا بندہ کہ جس کو سلطان نے خریدا"

پس از جہت اظہار شرف عبودیت لفظ عَبْدِنَا مناسب تر افتاد و چنانچہ در اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتَابَ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ و دیگر آیات مرعی شدہ۔

"پس بوجہ اظہار کرنے شرف عبودیت کے لفظ عبدنا کا زیادہ مناسب ہوا چنانچہ آیت کریمہ میں ہے نازل اپنے بندہ پر کتاب کو" اور "نازل کیا فرقان کو اپنے بندہ پر" اور دیگر آیات میں اس کی رعایت فرمائی گئی ہے"

نیز ص۲۲۳ میں فرماتے ہیں:

وحضرت یعقوبؑ فقیر بے مایہ ماندند۔

"حضرت یعقوب علیہ السلام فقیر و بے مایہ رہ گئے"

اور تفسیر فتح العزیز ج ۲ پارہ ۲۹ ص۱۳۱ میں مرقوم ہے:

"ہیچ مخلوق کو مظہر کامل باشد از درجۂ کمال او ناقص است۔

"کوئی بھی مخلوق کو مظہر کامل ہووے اس کے درجۂ کمال سے ناقص ہے"

اور ج ۲ پارہ ۳۰ ص۲۷۸ میں مرقوم ہے:

در روز قیامت کہ ہمہ اولین و آخرین و انبیاء و مرسلین در حالت تشنگی محتاج آب حوض او شوند۔

"قیامت کے روز کہ تمام اولین و آخرین اور انبیاء و مرسلین علیہم السلام حالت تشنگی میں محتاج آپ کے حوض کے پانی کے ہوں گے"

نیز ص۲۸۹ میں مرقوم ہے:۔

صمد آن است کہ محتاج کس نہ بود و ہمہ محتاج او باشند۔

"صمد وہ ذات پاک ہے کہ کسی کی محتاج نہ ہو اور تمام اسی کے محتاج ہوویں"

چنانچہ حضرت شیخ سعدیؒ بوستاں باب ہفتم در تو بہ ص۳۲۷ میں فرماتے ہیں:

دل اندر صمد باید اے دوست بست   کہ عاجز تر اند از صنم ہر کہ ہست

پس الحمد للہ عظمت توحید ربوبیت و مقام الوہیت حق تعالیٰ عز اسمہ کے مقابلہ میں بتائید تقویۃ الایمان تمام بندگان مخلوقات کا عاجز و محتاج ہونا بخوبی واضح ہوا مولوی نعیم الدین کا اپنی حماقت و جہالت سے بندوں کے حق میں اس کو ترک ادب قرار دے کر عبارت رد المحتار کو کاٹ چھانٹ کے بے محل قرار بنا نقل کرنا مشرکانہ سفاہت ہے۔ بحالانکہ اس میں لفظ فلا یجوز ہے نہ کہ لا یجوز جس کی تفصیل اوپر سے یہ ہے۔

فلا یقال محمد عز وجل وان کان عزیزا جلیلا و یجب ذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم باسماء معظمۃ فلا یجوز ان یقال انہ

"پس نہ کہے محمد کو عز وجل اگرچہ آپ عزیز جلیل ہیں" "واجب ہے ذکر کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کا بزرگی کے ساتھ پس جائز نہیں ہے فقیر غریب

فقیر غریب مسکین طویل۔ مسکین وغیرہ کہنا"

پس اس میں دو مقام ہیں اولاً صفاتِ الوہیت باری تعالیٰ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ شامل نہ کرنا کیوں کہ درجۂ عبودیت سے بڑھا دینا لازم آتا ہے۔ ثانیاً مرتبہ رسالت جو تمام مراتبِ عبدیت میں اشرف و اعلیٰ اور برتر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آپؐ کی بزرگی آپؐ کا اسم مبارک تمام لوگوں کے مقابلہ میں عزت و تکریم کے ساتھ لیا جانا یہی حاصل تقویۃ الایمان کے مراتبِ مقامات توحید اور عبدیت و رسالت کے درجات کا ہے ہرگز اس میں معاذ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہیں ایک حرف مخلوقات کے مقابلہ میں فقیر غریب مسکین کا نہیں لکھا، یہ محض کذب و افترا و عناد و بغض ہے۔ بلکہ خود تقویۃ الایمان میں توحیدِ حق تعالیٰ کے ساتھ ساتھ شرف و کمالاتِ رسالت و عظمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم صراحتاً مرقوم ہیں چنانچہ بہت سے حوالہ اوپر گزر چکے اور آئندہ ان شاء اللہ العزیز نقل ہوں گے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب راچہ گناہ!

ناظرینِ کرام اس مقام پر صرف خاتمہ تقویۃ الایمان کی نقل کردہ حدیث ہی معہ فائدہ ملاحظہ فرمالیں:

واخرج رزین عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لا ارید ان ترفعونی فوق منزلتی التی انزلنیہ اللہ تعالیٰ انا محمد بن عبد اللہ ورسولہ[1] یعنی رزین نے ذکر کیا انسؓ نے نقل کیا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیشک میں نہیں چاہتا کہ بڑھا دو تم مجھ کو زیادہ اس مرتبہ سے کہ اللہ نے بخشا ہے مجھ کو سو میں تو وہی محمد ہوں بیٹا عبد اللہ کا کہ اللہ کا بندہ ہی ہوں اور اس کا رسول ف یعنی جیسے اور سردار اپنی تعریف میں مبالغہ کرنے سے خوش ہوتے ہیں سو پیغمبرؐ ان سے نہ تھے کیونکہ اور سرداروں کو مبالغہ کرنے والوں کے دین سے کچھ کام نہیں ہوتا، خواہ درست رہے خواہ بگڑ جائے اور رسول اللہ اپنی اُمت کے بڑے مربی و شفیق تھے، اور ان پر مہربان اور رات دن ان کو اپنی اُمت کے دین ہی درست کرنے کا فکر تھا سو جب انہوں نے معلوم کیا کہ میری اُمت کے لوگ مجھ سے بڑی محبت رکھتے ہیں۔ اور بہت احسان مند اور یہ دستور ہے کہ جب کسی کو کسی کی محبت ہوتی ہے تو اپنے محبوب کے خوش کرنے کو اس کی تعریف میں حد سے زیادہ بڑھ جاتا ہے اور جو کوئی پیغمبروں کی تعریف میں حد سے بڑھے گا تو اللہ ہی کی بے ادبی کرے گا اور اس سے اس کا دین بالکل برباد ہو جاوے گا۔ اور پیغمبر کا اصل دشمن بن جاوے گا۔ سو اس لیے فرمایا مجھ کو مبالغہ خوش نہیں آتا سو میرا نام محمد ہے، نہ اللہ، نہ خالق، نہ رازق، اور سب آدمیوں کی طرح اپنے باپ ہی سے پیدا ہوا ہوں، اور بندہ ہی ہونا میرا فخر ہے مگر، اور سب لوگوں سے امتیاز مجھ کو یہی ہے کہ اللہ کے احکام سے میں واقف ہوں۔ اور لوگ غافل، سو ان کو اللہ کا دین مجھ سے سیکھنا چاہیے۔ سو اے مالک ہمارے اپنے ایسے پیغمبر رحیم و کریم پر ہزاروں درود و سلام بھیج اور انہوں نے جیسا ہم جاہلوں کو دین کے سکھانے میں حد سے زیادہ

---

[1] اس حدیث کے لیے نیز دیکھئے البدایۃ النہایہ از حافظ ابن کثیرؒ ص ۴۴ ج ۷ و مجمع الزوائد ص ۲۱ ج ۹ (ع۔ ح)

کرشش کی سو تم بھی اس کوشش کی قدر دانی کر کر ہم تو ایک عاجز بندے ہیں محض بے مقدور سو جیسا تونے اپنے فضل سے ہم کو شرک و توحید کے معنی خوب سمجھائے اور لا الٰہ الا اللہ کا مضمون تعلیم کیا، اور مشرک لوگوں میں سے نکال کر موحد پاک مسلمان بنایا، اسی طرح اپنے فضل سے بدعت و سنت کے معنی خوب سمجھا اور محمد رسول اللہ کا مضمون خوب تعلیم کرا اور بدعتی بد مذہبوں میں سے نکال کر سنی پاک متبع سنت کا کر آمین یا رب العالمین ۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔

اب ناظرین تقویۃ الایمان کے ہمراہ چند اقوال بریلویہ بغور انصاف ملاحظہ فرما دیں ۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے والد نے جواہر البیان صلا و ص۳ میں لکھا ہے ۔

"پیغمبر و صدیق اس کی بے نیازی سے خائف و ترساں برق غضب اس کی ہزار برس کی طاعت و ریاضت جلا کر خاک بناتی ہے قطع نظر ان نعمتوں اور عنایتوں کے صرف ربوبیت و الوہیت مقتضی اس کی ہے کہ اس کی بندگی و عبادت کی جائے" قال تعالیٰ و تقدس انا ربکم فاعبدون ٭ دیکھو بتفریع اس مدعا میں صریح ہے حضرت رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں افلا اکون عبدا شکورا "الیضاً صلا" میں لکھتے ہیں جب بندہ نماز میں کہ بادشاہ حقیقی کا دربار ہے عیوب نفس و خبث باطن کو خیال کرتا اور سمجھتا ہے کہ سب بادشاہوں کا بادشاہ جو ظاہر و باطن سے آگاہ ہے میرے عیبوں کو دیکھ رہا ہے ۔ یا حضرت احدیت جل جلالہ کی عظمت تصور کرتا ہے اور کہتا ہے اس دربار میں مقرب فرشتے اور اولوالعزم پیغمبر نہایت فروتنی اور عاجزی سے سر جھکاتے اور اولیاء اصفیاء کس ادب و تعظیم سے بندگی بجالاتے ہیں ایضاً ص۳۲ و ص۳۳ میں لکھتے ہیں، "مخلوق و ممکنات سے کہ خود محتاج اور اپنی حد ذات میں ہالک ہیں دست بردار ہو کر مالک کائنات و خالق ارض و سماوات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو باقی و دائم ہے" اور سب اسی کے محتاج ہیں" "بندہ وہ ہے کہ مراد و مقصود اس ذات مطلق کے سوا دوسری چیز نہ ہو اور اس کی عظمت کے سامنے تمام عالم کو لیست سمجھے سب خوبیاں اور کمالات اور تمام عیوب سے پاکی اسی کے لیے سمجھے" علیٰ ہذا خود مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے ملفوظ حصہ اول ص۶۹ میں لکھا ہے "حضور عز جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہیے بے نفلی محبت وہی ہے کہ شریعت کے دائرہ میں رہے اس میں اپنی اصلاح کی مداخلت نہ کرے" "حضور اقدس اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہزاروں طرح جس کا انسداد فرمایا ہے مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت ان کے کمالات عالیہ دیکھ کر حد سے گزری اور ان کو اللہ اور اللہ کا بیٹا کہہ کر کافر ہوتے" "حضور اقدس بالمومنین رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت نے اپنی امت کے حفظ ایمان کے لیے ہر آن ہر ادا سے اپنی عبدیت اور اپنے رب کی الوہیت ظاہر فرما دی، کلمہ شہادت میں رسولہ سے پہلے عبدہ دکھا کر اس کے بندے ہیں اور اس کے رسول"

پس اگر مولوی نعیم الدین صاحب کے بقول تقویۃ الایمان میں بندۂ عاجز کہنا ترک ادب ہے تو خود اپنے مسلم اکابر

کا خصوصًا بدرجہا زائد بے ادب ہونا لازم آیا اور ساری تعلّی تہ خاک ہوگئی۔ پھر مولوی نعیم الدین نے مرتبہ عبودیت و بشریت کو بے ادبی قرار دیا۔ جو تمام مراتبِ خلق میں خصوصًا حضرات انبیاء علیہم السلام کے لیے اشرف و اعلیٰ ہے۔ عبدیت و بشریت سے بڑھا کر مرتبہ الوہیت ذات پاک حق تعالیٰ میں داخل کرتا کہ وہ ذرہ ذرہ عالم پر عالم الغیب حاضر و ناظر متصرف فی الامور قادر حاجت روا مشکل کشا ہیں کس درجہ معاذاللہ ظلم عظیم ہے، کیونکہ انسان اشرف المخلوقات ہی ہیں تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام اسی شرفِ بشریت و عبودیت سے ممتاز و منتخب فرمائے گئے۔ مگر برخلاف اس کے محض تقویۃ الایمان کی ضد و عناد میں حضرات انبیاء علیہم السلام کا شرفِ بشریت مٹانے کے لیے کفار کا مقولہ قرآن پاک سے ما ھذا الا بشر مثلکم نقل کیا جاتا ہے جو پ۱۸ سورہ مومنون رکوع ۲ میں وارد ہے۔ حالانکہ آیت میں فقال الملا سے نہ کہ وقال العلا معاذاللہ قرآن میں بھی تحریف و اصلاح کی مداخلت جاری ہے، پھر ان جیسے مقولے کفار کے قرآن پاک میں بکثرت وارد ہیں کہ وہ لوگ اپنے زعم باطل میں انکارِ نبوت و رسالت کر کے محض اپنا جیسا بشر کہتے ہیں، کہ فلاں کام کر کے دکھاؤ، تب ایمان لاویں۔ چنانچہ اسی آیت مذکورہ کے چند آیات بعد مذکور ہے (رکوع ۳)

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۝ وَلَىِٕنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۔	اور بولے سردار اس کی قوم کے جو منکر تھے اور جھٹلاتے تھے آخرت کی ملاقات کو اور آرام دیا تھا ہم نے ان کو دنیا کے جینے اور کچھ نہیں وہ مگر ایک آدمی ہے جیسے تم کھاتا ہے جس قسم سے تم کھاتے ہو پیتا ہے جس قسم سے تم پیتے ہو اور کبھی تو تم چلے کہے پر" ایک آدمی کے اپنی برابر کے تو تم بیشک خراب ہوگئے ۔"

اور پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل میں مذکور ہے :-

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۔ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَاۗءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ قَبِيْلًا ۔ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَاۗءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى	"اور بولے ہم نہ مانیں گے تیرا کہا جب تک تو نہ بہا نکالے ہمارے واسطے زمین سے ایک چشمہ، یا ہو جاوے تیرے واسطے ایک باغ کھجور اور انگور کا پھر بہالے تو ان کے بیچ نہریں چلا کر، یا گرا دے آسمان ہم پر جیسا کہا کرتا ہے ٹکڑے ٹکڑے یا لے آ اللہ کو اور فرشتوں کو ضامن یا ہو جاوے تجھ کو ایک گھر سنہرا یا چڑھ جاوے تو آسمان میں اور ہم یقین نہ کریں گے تیرا چڑھنا جب تک نہ اُتار لاوے

تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔

"ہم پر ایک لکھا جو ہم پڑھ لیں۔ تو کہہ سبحان اللہ میں کون ہوں مگر ایک آدمی بھیجا ہوا۔"

اور پارہ ۱۶ سورہ کہف میں مذکور ہے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔

"تو کہہ میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم حکم آتا ہے مجھ کو کہ تمہارا صاحب ایک ہی صاحب ہے"

اور پارہ ۱۷ سورہ انبیاء میں مذکور ہے:۔

وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝

"اور چھپے مصلحت کی بے انصافوں نے یہ شخص کون ہے؟ ایک آدمی ہے تم ہی سا پھر کیوں پڑھتے ہو جادو آنکھوں دیکھتے۔"

اور پارہ ۱۸ سورہ فرقان میں مذکور ہے:

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۙ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا۔

"اور کہتے لگے یہ کیسا رسول ہے کھاتا ہے کھانا اور پھرتا ہے بازاروں میں کیوں نہ اتارا اس کی طرف کوئی فرشتہ کہ رہتا اس کے ساتھ ڈرانے کو یا آپڑتا اس کے پاس خزانہ یا ہو جاتا اس کو ایک باغ کہ کھایا کرتا اس میں سے اور کہنے لگے بے انصاف تم ساتھ پکڑتے ہو ایک مرد جادو مارے کا"

نیز پارہ ۱۸ سورہ فرقان میں مذکور ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۭ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰۗىِٕكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ۭ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا۔

"اور جتنے بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے رسول سب کھاتے تھے کھانا اور پھرتے تھے بازاروں میں اور ہم نے رکھا ہے ایک دوسرے کے جانچنے کو دیکھیں ثابت رہتے ہو اور تیرا رب سب دیکھتا ہے اور بولے جو لوگ امید نہیں رکھتے کہ ہم سے ملیں گے کیوں نہ اترے ہم پر فرشتے یا ہم دیکھتے اپنے رب کو بہت بڑائی رکھتے ہیں اپنے جی میں اور سر چڑھ رہے ہیں بڑی شرارت میں"

اور پارہ ۱۹ سورہ شعراء میں مذکور ہے:۔

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔

بولے تجھ پر تو کسی نے جادو کیا ہے تو بھی ایک آدمی ہے جیسے ہم سو لے آ کچھ نشانی اگر تو سچا ہے۔"

نیز پارہ ۱۹ سورہ شعراء میں مذکور ہے :

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔

بولے تجھ کو تو کسی نے جادو کیا ہوا ہے اور تو بھی ایک آدمی جیسے ہم اور ہمارے خیال میں تو تو جھوٹا ہے، سو دے مار ہم پر کوئی ٹکڑا آسمان کا اگر تو سچا ہے"

اور پ۲۴ سورہ حٰم سجدہ میں مذکور ہے :

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ۔

تو کہہ میں بھی آدمی ہوں جیسے تم حکم آتا ہے مجھ کو کہ تم پر بندگی ایک حاکم کی ہے سو سیدھے رہو اس کی طرف اور اس سے گناہ بخشواؤ اور خرابی ہے شریک ماننے والوں کو"

اور پارہ ۲۸ سورہ تغابن میں مذکور ہے :

ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۚ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ۔

"یہ اس پر کہ لائے تھے پاس ان کے رسول نشانیاں پھر کہنے کیا آدمی ہم کو راہ سمجھا دیں گے پھر منکر ہوئے اور منہ موڑا اور اللہ نے بے پرواہی کی اور بے پرواہی سب تعریفوں والا"

(ترجمہ موضح القرآن مسلمہ مولوی نعیم الدین)

پس ان آیات بینات واضحات میں حق تعالیٰ نے جس طرح کفار منکرین و رسالت کے مقولوں کا رد فرما کے انبیاء علیہم السلام نے شرف بشریت کو شرف رسالت کے ساتھ ثابت فرمایا، اسی طرح مولوی نعیم الدین کے اس مقولہ پر کہ "بھلا پھر تم حضور کی شان میں بشر کا لفظ کتنے ہو" کیسا متمرد نازیبا تر ذلت لگا یا نعوذ باللہ من سوط اللہ الجبار القهار علیٰ ہٰذا جس طرح قرآن پاک سے واضح ہوا اسی طرح مثنوی سے مولوی صاحب نے لفریب کاری وہی مقولہ کفار نقل کیا حالانکہ وہ لوگ محض اپنا جیسا بشر اوصاف و رسالت سے منکر ہو کر کہتے تھے چنانچہ خود مثنوی ہی میں اس جعل سازی مکاری ہی کا صراحتاً پردہ فاش کر دیا گیا دیکھو مثنوی روم دفتر اول ص۱۹ میں مرقوم ہے -

ماہ می گوید با برد خاک وستے   من بشر لودم وے یوحے الے

نیز دفتر دوم ص۱۳۶ :

کافراں دیدند احمد را بشر   چوں ندیدند ازوے انشق القمر

نیز دفتر سوم صا ۲۴۱ :۔

کارازیں ویران شدست اے مرد خام — کہ بشر دیدی تو ابشاں را چو عام

نیز دفتر چہارم صا ۳۶۳ :۔

پس بشر فرمود خود را مثلکم — تا بجنس آیند و کم گردند گم !

اسی طرح شرح عقائد نسفی جو علم عقائد میں مستند درسی کتاب اہل سنت والجماعت اور مدارس مذہب حنفی میں بھی مشہور و معروف ہے مرقوم ہے :۔

و قد ارسل اللہ تعالیٰ رسلا من البشر الی البشر افضل من رسل الملائکۃ و رسل الملئکۃ افضل من عامۃ البشر و عامۃ البشر افضل من عامۃ الملئکۃ۔	"تحقیق اللہ تعالیٰ نے بھیجا رسولوں کو جو بشر تھے بشر کی طرف" رسول بشر افضل ہیں اور رسول ملائکہ سے اور رسول ملائکہ افضل ہیں عوام بشر سے اور عوام بشر افضل ہیں عوام ملائکہ سے"

اور یہی مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے تکمیل الایمان صا ۲۷ میں اور مولانا شاہ عبدالعزیز نے تفسیر فتح العزیز ج ۳ صا ۲۵۰ میں فرماتے ہیں۔ نیز مدارج النبوت ج ا صا ۴۹ میں فرمایا :۔

مخیر گردانید او را پروردگار میان آنکہ نبی ملک باشد یا نبی عبد پس اختیار کرد کہ نبی عبد باشد ایضاً و فرمود من بندہ ام میخورم چنانکہ میخورد بندہ و مے نشینم چنانکہ می نشیند بندہ اور صا ۴۲۳ میں ہے انما انا بشر مثلکم انسی کما تنسون الحدیث۔	"اختیار دیا گیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پروردگار کی جانب سے اس امر میں کہ نبی ملک ہوویں یا نبی عبد ہوویں پس اختیار کیا نبی عبد ہونے کو" فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میں بندہ غلام کھاتا ہوں جس طرح کھاتا ہے غلام اور بیٹھتا ہوں جس طرح بیٹھتا ہے غلام" یعنی سوائے اس کے نہیں کہ میں بشر ہوں تمہاری مانند بھول جاتا ہوں جس طرح تم بھول جاتے ہو"

اور مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تفسیر فتح العزیز ج ا صا ۴۶ میں فرماتے ہیں :۔

فرمود کہ انما انا بشر انسی کما تنسون۔	فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بجز اس کے نہیں کہ میں بشر ہوں بھولتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو"

اور فرمایا پارہ ۳۰ ج ۳ صا ۲۹ میں :۔

باید دانست کہ درمیان محبوبان خدا کہ آنہا را برائے کار ارشاد و ہدایت برگزیدہ اند و	"جاننا چاہیئے کہ درمیان محبوبان رب کہ ان کو ارشاد و ہدایت کے کام کے لیے برگزیدہ فرمایا اور درمیان تمام

درمیان سائر الناس از جنسیت اوصافِ بشریت وصفات فرقے نمے باشد بلکہ فرق ازاں جہت است کہ محبوبان را خود تربیت می فرمانید۔

آدمیوں کے جنس اوصاف بشریت اور صفاتِ نفس میں کوئی فرق نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ فرق اس وجہ سے ہے کہ محبوبان کی خود تربیت فرماتے ہیں۔"

نیز فرمایا جناب شاہ صاحب موصوفؒ نے تحفہ اثنا عشریہ صـ۲۹۴ میں:۔

ونیز جناب پیغمبر ما بارہا میفرمود إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ الحدیث جز ایں نیست کہ من ہم انسانم

"ہمارے جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بارہا فرماتے تھے سوائے اس کے نہیں ہے کہ میں بھی انسان ہوں"

علیٰ ہٰذا مولوی نعیم الدین کے مسلمہ بزرگ معتمد مولوی ارشاد حسین صاحب مرحوم رامپوری جن کی مدح و توصیف مولوی صاحب کے کلام سے اُوپر گزر چکی ہے۔ انتصار الحق میں لکھتے ہیں۔

"مشرکین عرب جو معترض تھے اُوپر رسالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بزعم منافاتِ رسالت اور بشریت کے تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ تم اہلِ کتبِ سالفہ سماویہ اور اخبار دانانِ ماضیہ واقعیہ سے پوچھ لو کہ سب انبیاء سابقین بشر ہی تھے تاکہ اشتباہ ان کا رفع ہو فی الکشاف والبیضاوی اھ

پھر مولوی نعیم الدین کا اپنی لاعلمی سے لفظ مولانا پر معترض ہونا۔ فی الواقع جس سے حق تعالیٰ دین کی سمجھ اور عقل سلب فرما لیتا ہے تو اس کو اسی طرح کے شبہات و اعتراضات واہیہ پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ حالانکہ حدیث میں اگر اللہ مولانا فرمایا ہے تو خود قرآن پاک میں بھی انت مولانا وارد ہے۔ بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے جو آزاد کردہ غلام تھے فرمایا اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا یعنی تو ہمارا بھائی ہے اور رفیق ہے" مگر قیامت کے روز خصوصًا بلا اذن حق تعالیٰ کے کوئی کسی کے کام نہیں آ سکتا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے پ۲۵ سورہ دخان میں:۔

يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۔

"جس دن کام نہ آوے کوئی رفیق کسی رفیق کے کچھ اور نہ ان کو مدد پہنچے"

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ مدارج النبوۃ ج ا صـ۳۵۵ میں فرماتے ہیں:۔

مراد بمولیٰ در قول او من کنت مولاہ فعلی مولاہ ولاء اسلام است نہ ولایت حکم و گفتہ اند کہ مولیٰ در لغت ہیچ جا بمعنی والی نیامدہ است

مراد مولیٰ سے آپ کے فرمانے میں جس کا میں دوست ہوں دوستی اسلامی ہے نہ کہ ولایت حکم کی اور کہتے ہیں کہ مولیٰ لغت میں کسی جگہ بمعنی والی کے نہیں آیا ہے۔

علیٰ ہٰذا جس طرح قرآن و حدیث میں اہلِ ایمان کے لیے خطاب یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وارد ہے یَاۤ اَیُّهَا

النَّاسُ بھی وارد ہے۔ چنانچہ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا فرمایا گیا۔ اس خطاب میں امر فی الفروع ہے اور عند الحنفیہ کافر مخاطب فروع کے ساتھ نہیں ہوتے۔ اور حدیث میں یا ایہا الناس توبوا الی اللہ فانی اتوب الیہ فی الیوم مائۃ مرۃ اور یا ایہا الناس اذکروا اللہ الخ مشکوٰۃ ص ۲۵ میں وارد ہے۔

علیٰ ہذا عبارتِ شفا و اشعۃ اللمعات سے خود مولوی نعیم الدین نے نقل کر کے تسلیم کیا ہے کہ انبیاء اوصافِ بشریہ سے متصف ہوتے ہیں ان پر بیماری، فنا، موت، آفات وآلام جو کچھ تمام بشروں پر گزرتے ہیں ان پر طاری ہوتے ہیں اور ان کی ارواح لواحق اعلیٰ اوصافِ بشر یں سے معصوم ہوتے ہیں۔ بیشک یہ صحیح ہے۔ مگر باوجود یکہ لفظ فنا کا ترجمہ خیانتِ مجرمانہ سے چھوڑ کر من اوصاف البشر کا ترجمہ "بشر سے اعلیٰ ہیں" کیا گیا جو محض غلط و تحریف ہے۔ پھر بھی نہ حضرت قاضی عیاض رحؒ اور نہ شاہ عبدالحق رحؒ بے ادب ٹھہرے۔ اور نہ خود مولوی نعیم الدین سے بے دینی ہوئی! کس قدر ظلم و سفاہت ہے۔ اور یہی حاصل کلام مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا ہے کہ کسی نے محض آپ کو بشر ہی بشر جانا اور کسی نے آپ کے مرتبہ کو بشریت سے نکال کر الوہیت کے درجہ میں پہنچایا اور افراط و تفریط میں پڑ کر گمراہ و تباہ برباد ہو گئے۔ جو مراتب و کمالات اور اطاعت و اتباع تمام مخلوقات کے لیے آپ کا علیہ الصلوٰۃ والسلام تھا وہ نہ جانا نہ اس کی قدر و منزلت اور عظمت کی۔

علیٰ ہذا مولانا شاہ عبدالعزیز رحؒ کا کلام کہ آخرت میں آپ کو جو مراتب و درجات فضل و کمال انوارِ الٰہی عطا ہوں گے جن کے سبب سے وجودِ بشریت کی اصلاً احتیاج نہ رہے گی۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

عطایائے الٰہی چہ مقدار بوے خوار ندداد تاسیر خواہد شد

اور تمام لوگوں کے آپ مقتدار ہوں گے، بمنزلہ وزیر کے بادشاہ کی رعایا ہیں۔ چنانچہ اسی کے ہمراہ فرماتے ہیں۔

کہ کسے را از مخلوقات میسر نشدہ"

پھر مولوی نعیم الدین کا منہ زوری سے یہ کہنا کہ تقویۃ الایمان میں انبیاء کی سرداری کی قدر دلوں سے کم کرنے کے لیے کیسی ناقص تشبیہیں دیتا ہے۔ چودھری کہنا ہے الخ محض کذب و بہتان و افتراء پردازی ہے جو ہرگز اس میں نہیں ہے۔ لہٰذا ناظرین اہلِ انصاف و دیانت پر بعد تمام بینات و براہین قرآن و حدیث اور اقوالِ ائمہ کرام وعلمائے عظام خود مولوی نعیم الدین کے مسلمات سے دعاوی باطلہ انکارِ بشریت در رسالت جو تمام مخلوقات میں اعلیٰ و افضل ہے واضح ہو گئی۔ اسی کی تائید میں جس سے مولوی نعیم الدین نے عناداً اعراض کر کے فریب اور مغالطہ دیا ہے اصل حدیث منقولہ تقویۃ الایمان معہ فائدہ ملاحظہ فرما دیں۔ تاکہ انکشافِ حقیقت و باطل واضح ہو۔

اخرج ابوداؤد عن مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر قال انطلقت فی وفد بنی عامر

الیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقلنا انت سیدنا فقال السید اللّٰہ فقلنا وافضلنا فضلا واعظمنا طولا فقال قولوا قولکم اوبعض قولکم فلا یجترئنکم الشیطٰن ؎

ترجمہ مشکوٰۃ کے باب المفاخرۃ میں لکھاہے کہ ابوداؤد نے (صت۳۰۶ ج ۲ میں) ذکر کیا کہ مُطرِّف نے نقل کیا کہ آیا میں بنی عامر کے ایلچیوں کے ساتھ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے پاس پھر کہا ہم نے کہ تم سردار ہو ہمارے تو فرمایا کہ سردار تو اللّٰہ ہے پھر کہا ہم نے کہ بڑے ہمارے ہو بزرگی میں اور بڑے سخی ہو، سو فرمایا کہ خیر اس طرح کا کلام کہو اس سے بھی تھوڑا کلام کرو اور تم کو کہیں بے ادب نہ کردے شیطان۔ ف یعنی کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو، سو اس میں بھی اختصار ہی کرو اور اس میدان میں منہ زور گھوڑے کی طرح مت دوڑو کہ کہیں اللّٰہ کی جناب میں بے ادبی نہ ہوجاوے۔ اب سُننا چاہیئے کہ سردار کے لفظ کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ وہ خود مالک مختار ہو اور کسی کا محکوم نہ ہو۔ خود آپ جو چاہے سو کرے۔ جیسے ظاہر میں بادشاہ سو یہ بات تو اللّٰہ ہی کی شان ہے ان معنوں میں اس کے سوا کوئی سردار نہیں اور دوسرے یہ کہ رعیتی ہی ہو مگر اور رعیتوں سے امتیاز رکھتا ہو کہ اصل حاکم کا حکم اوّل اس پر آوے اور اس کی زبان اوروں کو پہنچے۔ جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سو ان معنوں میں ہر پیغمبر اپنی اُمّت کا سردار ہے اور ہر امام اپنے وقت کے لوگوں کا اور ہر مجتہد اپنے تابعوں کا اور ہر بزرگ اپنے مریدوں کا اور ہر عالم اپنے شاگردوں کا کہ یہ بڑے لوگ اوّل اللّٰہ کے حکم پر آپ قائم ہوتے ہیں اور پیچھے اپنے چھوٹوں کو سکھاتے ہیں سو اسی طرح ہمارے پیغمبرؐ سارے جہان کے سردار ہیں کہ اللّٰہ کے نزدیک ان کا مرتبہ سب سے بڑا ہے اور اللّٰہ کے احکام پر سب سے زیادہ قائم ہیں اور اللّٰہ کی راہ سیکھنے میں سب ان کے محتاج ہیں، ان معنوں میں ان کو سارے جہان کا سردار کہنا کچھ مضائقہ نہیں، بلکہ ضرور یونہی جاننا چاہیئے اور پہلے معنوں سے ایک چیونٹی کا بھی سردار ان کو نہ جانیئے، کیونکہ وہ اپنی طرف سے ایک چیونٹی میں بھی تصرف نہیں کرسکتے ؎

اب ناظرین کرام مولوی نعیم الدین کے مسلّمہ مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی ؒ کا کلام اس حدیث کے متعلق اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۴ صت۹۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔

قولہ السید ھو اللّٰہ سید یعنی آنکہ مالک تمام امور خلق و ناصیہ ہمہ در دست قدرت اوست خداست بایستے کہ خطاب بہ نبی و رسول میکردند کہ اعلیٰ مراتب بشری است قولہ فقال قولوا قولکم اوبعض قولکم گفت آنحضرت

" سید یعنی وہ کہ مالک تمام امورِ خلق کا اور پیشانی تمام کی اس کے دستِ قدرت میں ہو وہ ربِّ تعالیٰ ہے چاہیئے کہ خطاب ساتھ نبی اور رسول کے کریں کہ اعلیٰ مراتب بشریت کا ہے فرمایا آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلّم نے کہو اس بات کو یا اس سے بھی کمتر

بگو بد این سخن را یا ازیں ہم کمتر و مبالغہ نکنید در مدح من چیزے کہ لائق بخالق تعالیٰ باشد نہ بمخلوق یعنی این مقدار ہا میتوان گفت بلکہ اگر ازیں کمتر گوئید و احتیاط ورزید و براہ مبالغہ و اطرا نروید بہتر ست ۔	اور مبالغہ نہ کرو میری تعریف میں کسی چیز کا کہ لائق خالق تعالیٰ کے ساتھ ہو وے نہ ساتھ مخلوق کے یعنی اس مقدار پر چاہیئے کہنا بلکہ اگر اس سے بھی کم کہو اور احتیاط کرو اور براہِ مبالغہ اور تعریف باطل سے نہ چلو تو بہتر ہے"

نیز مولانا شاہ عبد الحق رح مدارج النبوۃ ج ۱ ص۴۹ میں فرماتے ہیں :۔

وگفت آنحضرت مبالغہ نکنید و از حد در نگذرید در ثنا من چنانکہ کردند نصاریٰ ابنِ مریم را کہ گفتند خدا ست ، یا پسر خدا و من بندۂ خدا ایم پس بگوئید عبد اللہ و رسولہ ،	"فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مبالغہ نہ کرو اور حد سے نہ گزرو میری تعریف میں جس طرح کہ ٹھہرایا انصاری نے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو کہ کہتے تھے کہ اللہ ہے یا ابن اللہ میں عبد اللہ کا ہوں پس کہو بندہ اللہ کا اور اس کا رسول"

اور یہی مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی مقتدا ، مولوی نعیم الدین سے گزر چکا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہزاروں طرح جس کا انسداد فرمایا ہے مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمّت ان کے کمالات عالیہ دیکھ کر حد سے گزری اور ان کو اللہ اور اللہ کا بیٹا کہہ کر کافر ہوئے حضور اقدس بالمومنین رؤف رحیم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی رحمت نے اپنی اُمّت کے حفظِ ایمان کے لیے ہر آن ہر ادا سے اپنی عبدیت اور اپنے رب کی الوہیت ظاہر فرما دی کلمہ شہادت میں رسولہٗ سے پہلے عبدہٗ رکھا کہ اس کے بندے ہیں اور اس کے رسول اھ ملخصاً

پس بموجب اس حدیث منقولہ تقویۃ الایمان کے کلام مولانا شہید اور مولانا شاہ عبد الحق رح میں انصاف سے موازنہ کیجیئے اور دیکھیے نفس الامر میں کوئی تخالف نہیں اور نہ معاذ اللہ کوئی شائبہ سوء ادبی کا ، ہاں تقویۃ الایمان میں حق تعالیٰ کے سوا کسی کو سردار کہنے کی تفصیل ضرور کی گئی ہے لیکن وہ تو وارد کردہ حدیث کے مفہوم کی ہی وضاحت ہے ، نیز حضرت عمر رض سے فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۱۶ ص۶۸ میں منقول ہے السید ھو اللہ لیکن چونکہ بعض احادیث سے اس کی اجازت ثابت بھی ہوتی ہے ۔ چنانچہ صحیح بخاری پارہ ۱۰ ص۵۱۹ میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رض کے متعلق انصار سے فرمایا قوموا الی سیدکم الحدیث اور آقا کی نسبت غلام کو فرمایا ولیقل سیدی ومولای الحدیث فتح الباری میں روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے من سیدکم یا بنی سلمۃ نیز فتح الباری پارہ ۲۵ ص۶۵۵ میں مرقوم ہے ، قال الخطابی فی حدیث الباب جواز اطلاق السید علی الخیر الفاضل ۔

لہٰذا حضرت شیخ دہلوی رح نے تو بنا بر احتیاط حسبِ حدیث کے لفظ سید سے بھی کمتر کو بھی بہتر فرمایا

اور مولانا شہید مرحوم نے بنابر تطبیق دیگر احادیث کے لفظ سید کے دو معنی کی تشریح فرمائی ایک کا بوجہ شان حق تعالیٰ کے کسی دوسرے پر اس کے اطلاق کا ممتنع ہونا اور دوسرے معنی کا درست ہونا چنانچہ مذکور ہو چکا کہ رعیتی ہی ہو مگر اور رعیتوں سے امتیاز رکھتا ہو کہ اصل حاکم کا حکم اول اس پر آئے اور اس کی زبانی اوروں کو پہنچے۔ جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سو ان معنوں میں ہر پیغمبر اپنی اُمت کا سردار ہے، اور ہر امام اپنے وقت کے لوگوں کا اور ہر مجتہد اپنے تابعوں کا اور ہر بزرگ اپنے مریدوں کا اور ہر عالم اپنے شاگردوں کا۔ کہ یہ بڑے لوگ اول اللہ کے حکم پر آپ قائم ہوتے ہیں اور پیچھے اپنے چھوٹوں کو سکھاتے ہیں سو اسی طرح ہمارے پیغمبر سارے جہان کے سردار ہیں کہ اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے احکام پر سب سے زیادہ قائم ہیں اور لوگ اللہ کی راہ سیکھنے میں ان کے محتاج ہیں۔ ان معنوں میں ان کو سارے جہان کا سردار کہنا کچھ مضائقہ نہیں۔ بلکہ ضرور یوں ہی جاننا چاہیے (تقویۃ الایمان ص۵۶)

مگر اس پر مولانا شہید مرحوم ہی مورد الزام قرار دیئے جاویں اور شاہ عبدالحق پر نہ کوئی دھبہ عائد ہو اور نہ بے ادبی قرار پائے تو اس ظلم وستم کا بھی کچھ ٹھکانا ہے۔

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن　　اجابت از درِ حق بہرِ استقبال مے آید

پس مولوی نعیم الدین کی اس مغالطہ دہی کی کہ "تقویۃ الایمان میں انبیاء کی سرداری کی قدر دلوں سے کم کرنے کے لیے ناقص تشبیہیں دیتا ہے، چودھری کہتا ہے" ناظرین نے حقیقت دیکھ لی اکہ اس میں ہرگز کوئی تشبیہ نہیں بلکہ سردار کے اقسام حقیقتہً بحیثیتِ دنیوی اور دینی علیٰ حسب مراتب مذکور ہیں، جن میں سب سے اعلیٰ واشرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سارے جہان کے سردار ہیں، کہ اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ سب سے بڑا ہے۔ مولوی نعیم الدین کو اتنی بھی تمیز نہیں کہ تشبیہ اور مثال کس کو کہتے ہیں۔ دیکھیے مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر فتح العزیز[1] پ ۲۹ ع ۲ میں ملائکہ حاملانِ وحی کی مثال وتشبیہ میں فرماتے ہیں۔

گو حامل فقط رسول شود مثل خوانِ طعامے کہ بادشاہ برائے مقربانِ خود می فرستد، حامل آں یک کس می باشد دیگراں را برانچہ در وے ہست اطلاعے نیست اما مشعلچی ومحافظان بالضرور ہمراہ می باشند ورسانیدن آں خوان ہمہ ایشاں منسوب میگردد اھ

گو حاملِ وحی کا فقط رسول ہوتا ہے مثل خوان کھانے کا کہ بادشاہ اپنے مقربوں کے لیے بھیجتا ہے، حامل اس کا ایک شخص ہوتا ہے اور دوسروں کو جو کچھ اس میں ہے کسی قسم کی اطلاع نہیں ہے لیکن مشعلچی اور محافظان ضرور ہمراہ ہوتے ہیں اور اس خوان کے پہنچاتے ہیں وہ سب منسوب ہوتے ہیں۔

---

[1] یعنی تفسیر پارہ ۲۹ (ع ۲)

نیز صـ۲۵۷ میں ملائکہ موکلان دوزخ کی مثال میں فرماتے ہیں واو بمنزلہ باورچی آن عالم است (یعنی اور وہ بمنزلہ باورچی اس عالم کے ہیں) علیٰ ہذا کسی فرشتہ کو بمنزلہ جاسوس اور کسی کو بمنزلہ جرّاح کے اور کسی کو بمنزلہ پہلوان اور کسی کو میرِ شکار اور کسی کو بمنزلہ طبیب وغیرہم بتایا ہے۔ نیز ج ۳ صـ۲۴۰ میں فرماتے ہیں۔ انبیاء بر اُمت حکم ملوک دارند بر رعایا (یعنی انبیاء علیہم السلام اُمّت پر حکم بادشاہ کا رکھتے ہیں رعایا پر)

پس در اصل مطابق قرآن وحدیث کے انتہائے حدِ بشریت کی تعریف میں درجہ عبودیت ورسالت تمام مراتب پر فوق ہے کہ جس کو سوائے نبیوں رسولوں کے کوئی بشر پہنچ نہیں سکتا اور کوئی لفظ تعریف وتوصیف میں اس کے مساوی ہو نہیں سکتا اسی حدِ شریعت میں رہنے کی تاکید فرمائی گئی ہے یہی مدارِ ایمان وموجب تصدیق وتعظیم ہے، اس کی تکذیب کرنے والا حق تعالیٰ اور اس کے صادق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل توہین کرنے والا ہے۔

لا یمکن الثنا کما کان حقہٗ   بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مسئلہ حیات شہداء وانبیاءؑ اور فتنہ قبر پرستی

قولہ صـ۲۵۱ تقویۃ الایمان والا مسلمانوں کے قلوب سے حضور کی عظمت کم کرنے کے لیے اور زیادہ گستاخی کرتا ہے دیکھئے تقویۃ الایمان صـ۹۶ میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ یہ بے باکانہ گستاخی اور حضور پر افتراء رحا شا وکلا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہرگز یہ نہیں فرمایا۔ یہ حضور پر بہتان ہے۔ حضور فرماتے ہیں جس نے مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔ ابنِ ماجہ نے حضرت ابو دردا رضی سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل الاجساد فنبی اللہ حی یرزق۔ (مشکوٰۃ شریف صـ۱۲۱) بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرمادیا انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھانا تو اللہ کے نبی زندہ ہیں۔ روزی دیئے جاتے ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی نسبت مٹی میں ملنے کا لفظ قطعاً جھوٹ اور افترا ہے مگر ساتھ ہی توہین وتنقیص بھی ہے۔ حضور کا مرتبہ تو بہت بلند وبالا ہے۔ مہذب لوگ اپنے برابر والوں کے لیے بھی کہنا گوارا نہیں کرتے جو خاک میں ملنے ہی والے ہیں، ان کی نسبت بھی کہہ دیجئے تو ناگوار گزرے۔ اگر کوئی کہہ دے کہ مولوی اسمٰعیل، رشید احمد، محمود حسن سب مر کر مٹی میں مل گئے تو ان کے معتقدین کو اس سے رنج ہوگا۔ مگر حبیب اللہ کی شان میں ان کا گرد لکھ گیا تو انہیں کچھ پرواہ نہیں، یہی ایک کلمہ کیا ساری تقویت الایمان ایسی گستاخیوں سے بسر ریز ہے۔

سلہ یعنی تفسیر پارہ ۳۰ (ع۔ ج)

اقول اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ اس اعتراض کو مولوی نعیم الدین نے پہلے بھی ذکر کیا ہے۔ جس کے جواب کا وعدہ بھی وہیں کیا گیا تھا جو بتوفیقہٖ تعالیٰ اب پورا ہوتا ہے۔

اللہ عزّ اسمہٗ کی عظمت کے مقابلہ میں کوئی قابلِ عظمت نہیں، وہی ذات پاک ہمیشہ زندہ دائم و قائم رہنے والی ہے، اس کے سامنے سب فانی و ہالک مٹ جانے والے ہیں۔ پھر مخلوقات میں سب سے زیادہ ذی مرتبہ، عزّت و عظمت حرمت والے حضرات انبیاء علیہم السلام خصوصاً سب میں اشرف و اعلیٰ جناب نبی کریم محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا درجہ ہے لیکن جب حدِّ اعتدال سے لوگ بڑھ کر مرض مہلک شرک میں مبتلا ہونے لگتے ہیں تو ان پر طیّبات ولذائذ بھی بغرض ازالۂ مرض کے طبیب ممنوع قرار دیتا ہے۔ حتّٰی کہ اس کے بدن کو نشتر سے چیر کر یا وہ غلیظ نجاست دور کرتا ہے۔ اسی طرح طبیب روحانی کا علاج ہے، سب سے بڑے طبیبِ روحانی نبی رحیم و شفیق صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی اُمّت کے مریضانِ مہلکان کے حق میں ڈراتے کا ارشاد فرمایا:

اللّٰھم لا تجعل قبری وثنا یعبد	اے اللہ نہ کر دینا میری قبر کو بت کہ پوجی جاوے
اشتد غضب اللّٰہ علی قوم اتخذوا	سخت غضب ہو اللہ کا اس قوم پر کہ جنہوں نے
قبور انبیائھم مساجد۔	اپنے نبیوں کی قبور کو مسجدیں بنا ڈالا"

مولوی نعیم الدین نے اپنی جہالت و حماقت میں گور پرستوں کی خوشامد سے توحیدِ جناب باری تعالےٰ عزّ اسمہٗ کی عظمت گھٹانے کے لیے تقویۃ الایمان کی تردید پر کمر باندھی حالانکہ وہ اسم با مسمّٰی کتاب ہے جس کی صداقت مثلِ آفتاب کے تاباں ہے، جو خاص انواعِ توحید و شرک میں خالق و مخلوق میں الوہیّت و عبدیّت میں محض قرآن و حدیث سے حق و باطل کا فرق کرنے والی ہے، جس کو غالیانِ اُمّت نے برداشت نہیں کیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو غالی اہلِ کتاب کے قدم بقدم جا رہے ہیں جیسا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیشگوئی ہے دیکھو صحیح بخاری پارہ ۱۳ ص ۲۸۳

لتتبعن سنن من قبلکم شبرا بشبر	"تم اختیار کرو گے طریقے پہلے لوگوں کے بالشت بہ بالشت
وذراعا بذراع حتی لو سلکوا حجر	اور ہاتھ بہ ہاتھ حتّٰی کہ اگر وہ راستہ لیں گے گوہ کے سوراخ
ضب لسلکتموہ قلنا الیھود و	میں تو تم بھی وہی راستہ اختیار کرو گے۔ عرض کیا ہم نے
النصاریٰ قال النبی صلی اللہ علیہ	یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کیا وہ لوگ یہود و نصاریٰ
وسلم فمن۔	ہیں فرمایا نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تو اور کون ہیں"

پس جس طرح انھوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبور کو سجدہ گاہ بنا لیا خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے لیے الوہیت کا دعویٰ کیا اسی طرح اس اُمت کے گور پرستوں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں لوازم الوہیت علم غیب وغیرہ کا دعویٰ کر کے غائبانہ حاضر و ناظر جان کر نداء و فریادیں وغیرہ امور شرکیہ کرنے لگے جن کے عتاب و غضب میں حق تعالیٰ نے پ سورہ مائدہ میں فرمایا۔ اس کا ترجمہ بھی مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی ہی سے سن لو! خالص الا ... صک میں کرتے ہیں۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ	بیشک کافر ہیں وہ جو مسیح ابن مریم کو اللہ کہتے ہیں
ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا	تم فرما دو کہ کس کو اللہ پر کچھ اختیار ہے اگر وہ مسیح
إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ	ابن مریم اور ان کی ماں اور تمام اہل زمین کو فنا کر
وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا۔	دینا چاہیے۔

اسی طرح پارہ ۲۹ سورہ جن میں فرمایا وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا قُلْ إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا۔

اس کا ترجمہ مشترح بھی مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی تفسیر فتح العزیز پارہ ۲۹ صـ۱۹۳ سے سن لیں جس کے اصل الفاظ مؤلف کے جواب میں ایک جگہ گزر چکے ہیں" اور یہ کہ مسجدیں بنائی گئی ہیں واسطے عبادت کے پس مت پکارو ان مسجدوں میں ہمراہ اللہ کے کسی کو کیونکہ ہمراہ اللہ کے ان مسجدوں میں دوسرے کو پکارنے سے وہ مسجدیں مشترک درمیان اللہ اور درمیان اس شخص کے ہو جاویں گی حالانکہ مسجدیں اللہ کے واسطے مخصوص کی گئیں ہیں۔ اور یہ کہ جب بھی کھڑا ہوتا ہے اللہ کا بندہ اس وجہ سے کہ بندہ ہے اس کو پکارنا اپنے اللہ کو ضرور ہے۔ تاکہ عرض مطلب اپنا کرے لہٰذا واسطے اس کے کھڑا ہوتا ہے پکارتا ہے اللہ کو اور بسبب اس کے ذکر اور پڑھنے کے حضرت حق اس کے قلب پر تجلّی فرماتا ہے اور بہترین مکافات اس کے بدن میں کہ دل ہے محل نزول نور الٰہی ہوتا ہے اور حق تعالیٰ اس محل میں مہمان ہوتا ہے۔ قریب ہے کہ آدمی اور جن اس بندہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہجوم کر کے نمدے کی طرح تہ بر تہ جم جاویں کوئی اس بندہ سے لڑکا مانگتا ہے اور کوئی روزی مانگتا ہے، اور کوئی دوسری دنیا کی طلب مانگتا ہے، اور کوئی کشف کوئی طلب کرتا ہے، علیٰ ہذا القیاس۔ بسبب اس ہجوم کے تمام اوقات میں اس بندہ کے خلل ڈالتے ہیں اور اس کا دل پریشان کرتے ہیں اور آپ خود بھی کفر و شرک میں گرفتار رہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ نور الٰہی نے اس بندہ کے اندرون قلب میں بسبب کمال ذکر و عبادت کے نزول فرمایا ہے گویا یہ بندہ شریک کارخانہ حق تعالیٰ کا ہو گیا اور اس بندہ کی وجاہت و قدر و منزلت درگاہ حق تعالیٰ میں پیدا ہے کہ جو یہ کہے حق تعالیٰ عمل

میں لاوے جس طرح دنیا میں مہمان کی خاطر داری میزبان کو اسی مرتبہ کی ہوتی ہے، اسی لیے اہلِ دنیا تلاش میں رہتے ہیں کہ بادشاہ امیر و حاکم و فوجدار جس کے گھر میں آتے ہیں، اس سے حل مشکلات اور حاجت روائی چاہتے ہیں۔ اور یہی خیال فاسد حق میں بندگان اللہ کے حق تعالیٰ کی جناب میں کر کے پیر پرستی اور گور پرستی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اس امر میں جنّات اور آدمی دونوں شریک ہیں اور تم کو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم منصبِ رسالت تلقین ہے اگر اس امر کا اپنے حق میں خوف کرتے ہو پس ان دونوں فرقوں کو صاف صاف جتا دو۔ کہہ دو کر سوائے اس کے نہیں کہ میں تو پکارتا ہوں اپنے پروردگار کو تاکہ مجھ کو دل کی تاریکیوں سے اپنے نورِ تجلّی سے مشرف فرما دے اور ہرگز شریک نہیں کرتا میں اس کے ساتھ کسی کو اور جو میں نے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا اور اپنے پروردگار کے پکارنے میں مشغول ہوا میں تو دوسروں سے کس طرح روا رکھوں گا کہ مجھ کو پکاریں یا مجھ کو اس کے ساتھ شریک مقرر کریں اور یہ دونوں فرقے تجھ کو شریک ٹھہرا کے کچھ کچھ اپنے نفع یا نقصان کی تجھ سے امید رکھ کر تجھے پکاریں تو صاف کہہ دو اور تحقیق میں ہرگز مالک نہیں ہوں تمہارے نفع کا اور نہ مطلب رسی کی تدبیر کا جس طرح وکیل اور سفیر جنّات اور گمراہ لوگوں کی روحیں اہلِ دنیا کو نفع کے لالچ اور نقصان کے خوف سے اپنا گرویدہ کرتے تھے اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے نزدیک مالک نفع اور ضرر ظاہر کرتے تھے کہ اب بردفتر گاؤ خورد ہوا۔ اور اگر کسی حادثہ اور کسی مصیبت سے تیری طرف پناہ لاویں۔ اور چاہیں کہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے تیرے دامن میں پناہ پکڑیں تو بے لاگ کھلی بات کہہ دو اور تحقیق میں خود ہی اس حال میں ہوں کہ ہرگز پناہ نہ دے سکے گا۔ مجھ کو کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے غضب سے۔ اور ہرگز نہ پاؤں گا میں اپنے لیے کسی وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی جگہ رجوع لاتے اور مائل ہو جاتے کی تاکہ میں اس کی طرف رجوع اور التجا کروں اھ مختصراً پس اسی وجہ سے تقویۃ الایمان پر مولوی نعیم الدین نے یہ بہتانات و افتراآت لگائے تاکہ توحید مٹ جائے اور گور پرستی پھیل جائے مگر بموجب وعدۂ حق تعالیٰ ۔ یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ ۔ ہمیشہ یہ نورِ توحید چمکتا ہوا غالب ہی رہے گا اور آفتاب کی طرف تھوکتا خود اپنے ہی حلق میں آوے گا ۔

نورِ خدا ہے شرک کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

الحق کہ تقویۃ الایمان کی تائیدات میں جتنے اقوال و حوالے اس کتاب مقالہ ہدایت اکمل البیان میں نقل ہوئے سب مسلّمات کتب مولوی نعیم الدین ہی سے ہوئے ہیں جو تماماً حجت قاطعہ باعث ندامت و توبہ ہیں۔ واللہ الموفق

"مٹی میں ملنے" کی تحقیق

بعون اللہ الملک الحی القیوم۔ "مٹی میں ملنے" کی حقیقت بھی ناظرین ملاحظہ فرماویں۔ تقویۃ الایمان صفحہ ۵۵ میں ہے :-

اخرج ابوداؤد عن قیس بن سعد قال اتیت الحیرۃ فرایتھم یسجدون لمرزبان لھم فقلت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احق ان یسجد لہ فاتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت انی رایت الحیرۃ فرایتھم یسجدون لمرزبان لھم فانت احق ان یسجد لک فقال لی ارأیت لو مررت بقبری اکنت تسجد لہ فقلت لا فقال لا تفعلوا۔

ترجمہ مشکوٰۃ کے باب عشرۃ النساء میں لکھا ہے کہ ابوداؤد نے (صلالہ ج ا باب فی حق الزوج علی المرأۃ میں ذکر کیا کہ قیس بن سعد نے نقل کیا کہ گیا میں ایک شہر میں جس کا نام حیرہ ہے سو دیکھا میں نے وہاں کے لوگوں کو سجدہ کرتے تھے اپنے راجہ کو سو کہا میں نے البتہ رسول اللہ زیادہ لائق ہیں کہ سجدہ کیجئے ان کو پھر آیا میں رسول اللہ کے پاس۔ پھر کہا میں نے کہ گیا تھا میں حیرہ میں سو دیکھا میں نے ان لوگوں کو کہ سجدہ کرتے ہیں اپنے راجہ کو سو آپ بہت لائق ہیں کہ سجدہ کریں ہم آپ کو تو فرمایا مجھ کو بھلا خیال تو کر اگر تو گزرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے۔ تو اس کو کہا میں نے نہیں فرمایا تو مت کرو یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدہ کے لائق ہوں۔ سجدہ تو اس پاک ذات کو ہے کہ نہ مرے کبھی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ نہ کسی زندہ کو کیجئے، نہ کسی مردہ کو نہ کسی قبر کو کیجئے، نہ کسی تھان کو، کیونکہ جو زندہ ہے سو ایک دن مرنے والا ہے اور جو مر گیا سو کبھی زندہ تھا اور بشریت کی قید میں گرفتار، پھر مر کر اللہ نہیں بن گیا ہے۔ بندہ ہی بندہ ہے۔"

اب ناظرین اہل انصاف و دیانت پر واضح ہو کر دیکھا تو یہ ہے کہ اس حدیث کے اس فائدہ میں آیا مولانا شہید مرحوم ہی نے فی الواقع بقول مولوی نعیم الدین کے گستاخی اور توہین و تنقیص کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بول کر بہتان لگایا افترا کیا جو باعث غلط ترجمہ کے ٹھکانے دوزخ کے ٹھیرے یا حسب مسلمات مولوی نعیم الدین کے دیگر اکابر محدثین نے بھی اس حدیث کی کچھ تشریح فرمائی ہے۔ یا یہ تمام ترکھٹولی جو پہاڑوں سے بھی زائد گراں ہے خود مولوی صاحب ہی کے سر پر لادی جاوے گی۔

دیکھو مولانا سید جمال الدین محدث رحمۃ اللہ علیہ جن کو شیخ محدث دہلوی نے خطبہ اشعۃ اللمعات صلا وصلا میں میر جمال الدین محدث فرمودہ کے الفاظ سے یاد کیا ہے) اس حدیث کے حاشیہ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں،

وفیہ ارشاد واشارۃ الی ان الممکن لیس مستحقا للسجود والعبادۃ لتغیرہ و زوالہ بل المستحق للمعبودیۃ والمسجودیۃ ھو اللہ الواحد القدیم الذی لا یحوم حولہ التغیر والفناء والزوال۔

"اس حدیث میں ارشاد اور اشارہ ہے اس امر کا تحقیق ممکن یعنی مخلوق نہیں ہے مستحق سجدہ اور عبادت کے لیے بوجہ متغیر ہونے اور اس کے زوال ہونے کے بلکہ مستحق عبادت اور سجود کے وہی اللہ واحد قدیم ہے جو مبرا و منزہ ہے نقصان و تغیر اور فنا و زوال سے"

مائۃ مسائل ص۶۲، نیز حاشیہ مشکوٰۃ ص۲۸۲ میں مرقوم ہے:۔

ای قال اظہار العظم الربوبیۃ واشعار المذلۃ العبودیۃ۔

فرمایا بطور اظہار ربوبیت حق تعالیٰ کی عظمت کے اور بطور تبلانے عبودیت کی ذلت کے۔

اور مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص۱۲۵ میں اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

پس گفت آنحضرت مکنید سجدہ مرا یعنی مرا کہ سجدہ میکنید الا آن جہت اکرام ما جلال من میکنید و چوں من ازیں عالم بروم و در پردہ شوم سجدہ مکنید پس سجدہ برائے زندہ باید کرد کہ ہرگز نمیرد و ملک او زائل نگردد۔

"پس فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کرو سجدہ مجھ کو یعنی مجھ کو کہ سجدہ کرنا چاہتے ہو اس وقت میں بوجہ میرے اکرام اور بڑائی اور ہیبت و جلال کے کرنا چاہتے ہو اور جو میں اس عالم سے چلا جاؤں گا اور پوشیدہ ہو جاؤں گا سجدہ نہ کیا جاوے پس سجدہ زندہ کے لیے کرنا چاہیے کہ ہرگز نہ مرے اور ملک و اختیارات و تصرفات اس کے زائل نہ ہو جاویں۔"

علیٰ ہذا مولوی نعیم الدین کے بڑے معتمد اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی الزبدۃ الزکیہ ص۱۹ میں یہی حدیث نقل کرتے ہیں قال ارأیت لو مررت بقبری اکنت تسجد لہ قلت لا قال فلا تفعلوا الخ ابوداؤد وطبرانی کبیر میں اور حاکم و بیہقی قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی فرمایا بھلا اگر تم ہمارے مزار کریم پر گزرو تو کیا مزار کو سجدہ کرو گے میں نے عرض کی نہ فرمایا تو نہ کرو۔ ایضاً ص۲۴ شرح مشکوٰۃ شیخ محقق میں ہے "سجدہ برائے زندہ باید کرد کہ ہرگز نمیرد و ملک او زائل نگردد"

پس مولوی نعیم الدین کے مقولہ کے مطابق تو شارحین حدیث کے معنی کی تشریح حیات و ممات میں فرق اور متغیر وفانی وغیرہ کہنے کی بنا پر کس درجہ گستاخ اور معاذ اللہ من کذب علی متعمدا کا مورد ٹھہر گئے! بلکہ خود بھی ص۲۵ میں شفائے قاضی عیاضؒ اور اشعۃ اللمعات شیخؒ سے سنداً نقل کیا کہ انبیاء کے ظواہر و اجسام بشری اوصاف کے ساتھ متصف ہیں۔ ان پر بشری امراض آلام و اسقام آفات بیماری فنا موت اور تغیرات مانند سائر بشر کے طاری ہوتے ہیں۔ رہی بات "مٹی میں ملنے" کی تو یہ بمعنی ملاقی ہے شرعاً لغۃً عرفاً چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے پارہ اول سورہ بقر میں:

الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ ۔ یعنی جن کو خیال ہے کہ ان کو ملنا ہے اپنے رب سے

اور پ۱۶ سورہ کہف میں فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ پھر جس کو امید ہو ملنے کی اپنے رب سے اور احادیث میں وارد ہے الحقنی بالرفیق الاعلیٰ اور وانا ان شاء اللہ بکم للاحقون۔ اشعۃ اللمعات ج ۱ ص۶۳۵ میں لاحقون بمعنی پیوستہ مرقوم ہے اور خود مولوی نعیم الدین نے الکلمۃ العلیا ص۹۵ میں نقل کیا ہے۔ و بسوء اعمالی ملاقیا

(اپنے سو ءِ اعمال سے ملنے والا ہوں) اور بجائے ملنے کے دیگر اقوالِ علمائے کرام میں فنا و تغیر زوال مرقوم ہے جس میں اس معنی کی اس سے زائد وضاحت ہے۔ نہ یہ کہ جسم اطہر مٹی میں ملنے سے مٹی ہو جانا۔ کیونکہ بمقولہ تصنیف را مصنف نیکو کند بیان۔ خود مولانا شہید مرحوم اپنی مثنوی سلکِ نور صفحہ ۹ میں در بیان نعت و فضائل سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام میں لکھتے ہیں:۔

ان آنکھوں سے ہر چند وہ جسم پاک   بظاہر ہوا مختفی زیرِ خاک

وسے نوران کا ہے قائم مقام   کہ ہر پاک دل میں ہے ان کا مقام

پھر کیونکر احتمال مخالفت حدیث اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ الخ کے ہو سکتا ہے۔ دونوں حدیثوں کے معنی اپنے اپنے محل پر صحیح ہیں، وجودِ ہستیٔ باری تعالیٰ اور درجۂ الوہیت کے مقابلہ میں تمام مخلوقات کو فنا و زوال اور انسان کی نیستی لازم عبدیت ہے بعد ازاں مرتبہ رسالت کے اعزاز و اکرام اور عطاء و فضلِ حق تعالیٰ سے بلا شبہ جسم اطہر کا قائم و محفوظ اور مستقر رہنا ثابت۔ پس ایک مقام مرتبہ فضیلت کا ہے اور ایک درجۂ اللہ تعالیٰ کے حضور میں نفائیت کا فلا منافاۃ بینہما فی الواقع جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بسہولت متنبہ فرمانا تھا کہ مقام توحید میں فوت ہو تے والا جسم ترکیب لائق سجدہ کے ہو سکتا ہے۔ جبکہ زندہ بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ شانِ الوہیت حق تعالیٰ واحد کے سوا جس کی شان حی لا یموت ہے کسی کی نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ سجدہ نہ کسی زندہ کے لیے نہ بعد ممات کے، حیات و ممات کے فرق سے تغیر و زوال بداہتہً ظاہر ہو رہا ہے۔ سجدہ کرنا انتہاءِ عبودیت کا نشان ہے۔ خالق کی عظمت کے سامنے مخلوق کی پستی اور بے حقیقتی بے ثباتی ہیچ و بلیت کا اظہار کرنا عین عبادت کا مغز اور اصولِ توحید ہے۔ اسی لیے قبروں کو زمین کے برابر کر دینے کا حکم فرمایا گیا۔ حتیٰ کہ کچی قبر کا بھی اونچا کرنا مکر پختہ بنانے کے ممنوع قرار دیا گیا کہ قبر کی پستی سے صاحبِ قبر کا فنا ہونا تصور میں آئے اور عبرت حاصل کر کے ان کے لیے دعا کرے۔ مگر برخلاف اس کے قبروں کو زینتِ دنیا سے آراستہ کرنا رفیع الشان بلند ہیبت ناک عمارات ان پر بنانا تاکہ لوگ سربسجود ہو کر شرک میں جھک پڑیں۔ یہی بڑا مکر و فریب شیطان لعین کا ہے۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا قول مولوی نعیم الدین کے صفحہ ۱۸۶ کے جواب میں گزر چکا ہے کہ اللہ عزوجل ابلیس کے مکر سے پناہ دے دُنیا میں بت پرستی کی ابتداء صالحین کی قبور کو معبود بنا لینے سے ہوئی۔ قرآن پاک کی بکثرت آیات اور احادیثِ صحیحہ اس باب میں وارد ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے پ ۱۶ سورہ طٰہٰ میں فرمایا:

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا   "اسی زمین سے ہم نے تم کو بنایا اور اسی میں تم کو پھر

نُعِیْدُ کُمْ ۔ | ڈالتے ہیں ۔

اور پ۱۷ سورہ انبیاء میں فرمایا :۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۔

"اور نہیں دیا ہم نے تجھ سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشہ جینا پھر کیا اگر تو مرگیا تو وہ رہ جاویں گے ہر جی کو چکھنی ہے موت"

اور پارہ ۲۰ سورہ قصص میں فرمایا :۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۔

"ہر چیز کو فنا ہے مگر اس کی ذات"

اور فرمایا پارہ ۲۳ سورہ زمر میں :۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۔

"بیشک تو بھی مرتا ہے اور وہ بھی مرتے ہیں"

اور پارہ ۲۷ سورہ رحمٰن میں فرمایا :۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۔ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۔

"جو کوئی ہے زمین پر فنا ہونے والا ہے۔ اور رہے گا منہ تیرے رب کا بزرگی اور تعظیم والا"

اور پ۴ سورہ آل عمران میں فرمایا :۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۔

"ہر جی کو چکھنی ہے موت"

علیٰ ہٰذا صحیح بخاری پارہ ۱۳ صفحہ ۲۸۳ اور صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۱۲۶ میں روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

كانت بنو اسرائيل تسوسهم الانبياء كلما هلك نبي خلفه نبي وانه لا نبي بعدى

"تھے بنی اسرائیل کے انبیاء ان پر حکمرانی کرتے جس وقت کوئی نبی ہلاک ہوتا (یعنی وفات پاتا) تو پیچھے اس کے نبی جانشین ہوتا اور میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا"

امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا :۔

وفى هذا الحديث جواز قول هلك فلان اذا مات وقد كثرت الاحاديث به وجاء فى القرآن العزيز قوله تعالىٰ اذا هلك قلتم لن يبعث الله من بعده رسولا ۔

"اس حدیث میں جواز ہے کہنے کا کہ ہلاک ہوگیا فلاں جس وقت مرجاوے اور کثرت سے احادیث اس امر میں وارد ہیں اور قرآن عزیز میں آیا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمانا جب ہلاک ہوگیا (یعنی یوسف علیہ السلام) کہنے لگے ہرگز نہیں بھیجے گا اللہ بعد اس کے کوئی رسول"

یہ وہ امام نووی ہیں جن کے بارے میں مولوی نعیم الدین نے فوائد النور صفحہ ۲۸ وغیرہ میں لکھا ہے ۔ امام نووی قدس اللہ تعالیٰ روحہ، نیز صحیح بخاری پارہ ۱۴ صفحہ ۳۸۶ میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام

ابوتراب رکھا اور یہ نام آپ کو بہت پسند تھا اھ ملخصاً۔ مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۵۱۰ میں فرماتے ہیں :۔

آنحضرت علیہ السلام در مسجد بر سر وے آمد و دید کہ بر پہلو می خفتہ در دارش از پہلو افتادہ بدن شریفش خاک آلودہ گشتہ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود قم ابا تراب ازاں روز کنیت وے ابوتراب آمد و آنحضرت ایں کنیت راجمع کرد با کنیت اصل وے کہ ابوالحسن بود و ایں کنیت دوست تر و گرامی تر بود نزد علی و مخالفان و معاندان وے را بایں کنیت میخواندند و تنقیص و تحقیر وے قصد میکردند و حال آنکہ در وے کمال تعظیم و تکریم او بود رضی اللہ عنہ۔

"آنحضرت علیہ السلام مسجد میں ان کے سر کی طرف سے آئے اور دیکھا کہ پہلو کے رخ پر سو رہے ہیں اور چادر ان کی پہلو سے گر کے بدن شریف ان کا خاک آلودہ ہو گیا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھڑے ہو ابا تراب اس روز سے کنیت ان کی ابوتراب ہو گئی اور آنحضرت نے اس کنیت نے جمع کر دیا ان کی اصل کے ساتھ کہ ابوالحسن تھی اور یہ کنیت زیادہ دوست اور زیادہ عزیز تھی۔ حضرت علی کو اور مخالفان اور دشمنان ان کے اس کنیت کے ساتھ ان کو بغرض تنقیص و تحقیر کے پکارا کرتے تھے اور حالانکہ اس کنیت میں ان کی کمال تعظیم و تکریم تھی رضی اللہ عنہ"

علیٰ ہٰذا فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۱۳ ص ۲۵۸ و ص ۲۵۹ میں بروایت صحیح مسلم و ابن مردویہ منقول ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :۔

انا اول من تنشق عنہ الارض یوم القیامۃ فانفض التراب عن رأسی۔

"میں اول ان میں سے ہوں گا جن کے لیے زمین شق ہو گی قیامت کے روز پس میں مٹی کو جھاڑوں گا اپنے سر سے"

صحیح بخاری پارہ ۱۵ ص ۴۲۹ میں روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيدٍ اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللهَ بَاطِلٌ شیخ محدث دہلویؒ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۵۵ میں اس کا ترجمہ فرماتے ہیں :۔

راست ترسخنے کہ گفتہ است اور اکسی از جنس شعراء کہ سخنان ناراست در کلام ایشاں بسیار میباشد سخن لبید ست کہ صحابی ست و در جاہلیت و اسلام عزیز و شریف بودہ است و صد و پنجاہ و ہفت سال عمر داشتہ آں کلمہ

"زیادہ سچا کلام کہ کہا ہے اس کو کسی نے شعراء میں سے کہ ان کا کلام ناروا بہت ہوتا ہے لبید کا کلام ہے۔ کہ صحابی ہیں اور جاہلیت اور اسلام میں عزیز و شریف ہوئے ہیں اور ایک سو ستاون سال کی عمر رکھتے تھے وہ کلمہ یہ ہے بجاذ اور آگاہ ہو اے سننے والو

نیست کرداناد آگاہ باش ای سامع تشنو دیدان
کہ ہر چیز ما سوی حق جل و علا باطل و فانی و
ہالک و مضمحل و نیست ست و این سخن موافق
کلام مجید ست کہ کل من علیہا فان کل شئ ھالک
الا وجھہ آخر این سخن در بعضے روایات ترمذی
این ابیات ست و کل نعیم لا محالۃ زائل
و ہر نعمت دنیاوی البتہ زوال پذیر و نیست
شوندہ است۔ سوی جنۃ الفردوس نعیمہا
مگر بہشت برین بدرستی و راستی کہ نعمت بہشت
سیبقی وان الموت لابد نازل باقی و پایندہ
است و بتحقیق مرگ بر آدمی نازل شوندہ آیندہ
است صدق صدق ان الموت لابد
نازل۔

اور جانو کہ ہر چیز جز ما سوائے حق جل و علا کے ہے
باطل اور فانی اور ہالک و مضمحل اور نیست ہے
اور یہ کلام موافق کلام مجید کے ہے۔ کہ ہر چیز
جو زمین پر ہے فانی ہونے والی ہے اور ہر شئے
ہالک ہے مگر اس کی ذات اور آخر اس
کلام کے۔ بعضے روایات ترمذی میں یہ بیت
ہیں اور ہر نعمت دنیوی البتہ زوال پذیر اور
نیست ہونے والی ہے سوائے بہشت
برین کے کہ یہ قائم اور رہنے والی
نعمت بہشت کی ہے۔ باقی اور رہنے
والی ہے۔ اور تحقیق موت آدمی نہاد
پر جلد آنے والی ہے۔ بالکل سچ
ہے کہ موت لا بد آنے والی ہے"

نیز اس حدیث کی شرح میں امام حافظ ابن حجر عسقلانی شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:۔

والمراد فی البیت بالبطلان الفناء
لا الفساد فکل شئ سوی اللہ جائز علیہ
الفناء لذاتہ حتی الجنۃ والنار وانما
یبقیان بابقاء اللہ لہما وخلق الدوام
لاھلہما والحق علی الحقیقۃ من
لا یجوز علیہ الزوال۔

"مراد اس بیت میں باطل ہونے سے فنا ہونا ہے نہ کہ
نقصان ہونا اس میں پس ہر شے جز سوائے اللہ تعالیٰ کے
ہے جائز ہے اس پر فنا ہونا اپنی ذات میں حتیٰ کہ جنت
دوزخ بھی حالانکہ وہ دونوں باقی ہیں اللہ تعالیٰ کے باقی
رکھنے سے اور پیدا کیا ہے ہمیشہ کے لیے اس کے رہنے
والوں کے لیے اور حق اور حقیقت کے یہ ہے
کہ اس کا زوال ہونا جائز نہیں ہے"

نیز مشکوٰۃ ص۴۱۸ میں بروایت ترمذی وابوداؤد منقول ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے الناس کلہم بنو
آدم وآدم من تراب شیخ محدث دہلویؒ اس حدیث کا ترجمہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج۴ ص۹۴
میں فرماتے ہیں:۔

"مردم پسران آدم اند و آدم از خاک ست و خاک خوار و پست ست تعزز و ترفع او را نا سزا نمودہ"

زخاک آفریدت خداوند پاک — پس ای بندہ افتادگی کن چو خاک

یعنی تمام آدمی آدم کے بیٹے ہیں اور آدم خاک سے ہے اور خاک خوار و پست ہے عزت و بلندی اس کو نہیں ہوتی۔

خاک سے بنایا ہے خداوند پاک نے — پس اے بندہ پڑا رہ مانند خاک کے"

سہ دیکھا تو خاک ولی رہی عالی مقام ہے — جوں جوں بلند ہوئے پستی پہ نظر پڑی

پس ذاتِ پاک حق تعالیٰ جل شانہ لایزال کی عظمتِ توحید کے مقابلہ میں بندہ کی پستی سے نیاتی کو جو اس کے ذاتی نقصانات ہیں ان میں اگرچہ اولوالعزم نبی ہی کیوں نہ ہوں ہر لحظہ ملحوظ رکھنا لازم ہے اگر بندہ کی بزرگی و عزت سے تو یہی ہے۔ چنانچہ حضرت فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کیا کہ انہوں نے بحالتِ توحید و عظمت جناب باری تعالیٰ عزاسمہٗ کے آثارِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام درخت بیعت الرضوان وغیرہ کو جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے باندیشۂ شرک نیست و نابود کرا دیا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو قبر کے پاس تک نماز سے روک دیا۔ فتح تستر میں ہرمزان کے بیت المال میں جو تخت پایا گیا جس پر حضرت دانیال علیہ السلام کا جسم اطہر تھا بلا تغییر جن کو وفات پائے ہوئے تین سو برس گزر چکے تھے لوگ قحط سالی میں برکت کے لیے اس کو نکالا کرتے تھے اس واقعہ کی اطلاع خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دی گئی اور بحکم آپ کے دن کو تیرہ قبریں کھود کر شب میں آپ کو دفن کر کے سب قبروں کو زمین کے برابر کر دیا گیا۔ تاکہ لوگوں کو آپ کی قبر کا پتہ نہ چلے اور فتنۂ گور پرستی میں نہ پڑیں۔ دیکھو اغاثہ ص۲۰۳ امام ابن قیمؒ جن کو مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی مستند جان کر حیات الموات ص۱۴۳ میں استناد کرتے ہیں مگر حبیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی کہ آپ کی وفات ہونا اسلام میں زبردست حادثہ ہے اور توحیدِ الٰہی کا بڑا گہرا سبق۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر باوجودیکہ غلبۂ توحید میں آپ کی شان اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ ہے۔ بوجہ اضطرار و بے اختیاری فراق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مدہوشی کا عالم طاری ہو گیا اور کہنے لگے:۔

واللہ ما مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) "قسم ہے اللہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات نہیں پائی"

بعض روایات میں ہے کہ آپ نے تلوار نکال لی اور مسجد مبارک میں جھاگ پھر گئے اور فرمایا و جو ایسا کہے گا اس کا سر جدا کروں گا" ہر چند کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سمجھایا مگر انکار ہی کرتے رہے چونکہ اس واقعہ سے اسلام میں بڑا تزلزل اور رخنہ واقع ہونے کا اندیشہ تھا۔ بالآخر شانِ صدیقیت کی استقامت و متانت اور اولوالعزمی جوش میں آئی اور ان کو چھوڑ کر منبر پر تشریف لائے اور خطبہ فرمایا۔ تو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے پھر آپ کی جانب متوجہ ہوئے پھر اس خطبہ میں کیا بیان تھا۔ دیکھو صحیح بخاری پارہ ۵ ص۱۴ اور

پارہ ۴ ص ۳۶۳ ۱۸ ص ۱۰۰

نحمد الله ابو بکر و اثنی علیه وقال الامن کان یعبد محمداً فان محمداً (صلی الله علیه وسلم) قد مات ومن کان یعبد الله فان الله حی لا یموت وقال (تعالی) اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ وَقَالَ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَ سَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۔

"پس اللہ تعالیٰ کے لیے حمد بیان کی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اور اسی کے لیے تعریف اور کہا آگاہ ہو جاؤ جو تم میں عبادت کرتا ہے محمد کی پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو وفات پا گئے اور جو تم میں عبادت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی تو اللہ تعالیٰ الحی زندہ ہے نہیں مرے گا اور کہا (فرمایا اللہ تعالیٰ نے) بیشک تو بھی مرنے والا ہے اور وہ بھی مرنے والے ہیں) اور کہا (فرمایا اللہ تعالیٰ نے) اور محمد تو ایک رسول ہے ہو چکے پہلے اس کے بہت رسول پھر کیا اگر وہ مر گیا یا مارا گیا تم پھر جاؤ گے الٹے پاؤں اور جو کوئی پھر جاوے گا الٹے پاؤں وہ نہ بگاڑے گا اللہ تعالیٰ کا کچھ اور اللہ ثواب دے گا بھلا ماننے والوں کو۔"

بر ترجمہ موضح القرآن سے منقول ہے جو مولوی نعیم الدین کا مستند ہے ۔

"ف جنگ احد میں بعضے مسلمان کامل بھی بہت ہٹ گئے تھے اس واسطے کہ ایک کافر نے اپنی فوج میں پکار کر کہا میں محمد کو (صلی اللہ علیہ وسلم) مار آیا ہوں اور حضرت کو زخم سے خون بہت گیا تھا ضعف آ کر ایک گڑھے میں گر رہے تھے مسلمانوں نے حضرت کو نہ دیکھا یہ بات یقین ہو گئی جب حضرت ہوشیار ہوئے تو میدان میں جو لوگ حاضر رہے تھے ان کو جمع کر کے پھر لڑائی قائم کی تب کافر پھر کر چلے گئے یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رسول زندہ رہے یا نہ رہے دین اللہ کا ہے اس پر قائم رہو اور اشارہ نکلتا ہے کہ حضرت کی وفات پر بعضے پھر جاویں گے اور جو قائم رہیں گے ان کو بڑا ثواب ہے۔ اسی طرح ہوا بہت لوگ حضرت کے بعد مرتد ہوئے اور حضرت صدیقؓ نے ان کو پھر مسلمان کیا اور بعض کو مارا" (زائد موضح القرآن)

اسی طرح جناب قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ (تلمیذ رشید مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ..... مستند مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی جن کی مدح و توصیف حیات الموات ص۹۵ میں نقل کرتے ہیں۔ کہ میرزا صاحب (مظہر جان جاناں) ان کے پیر و مرشد و ممدوح عظیم شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے انہیں فضیلت وولایت مآب مروج شریعت و منور طریقت و نور مجسم و عزیز ترین موجودات مصدر انوار فیوض و برکات لکھا اور منقول ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب انہیں بیہقی وقت کہتے) آپ اپنی تفسیر مظہری ص۱۵۸ میں فرماتے ہیں۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ الخ (آلِ عمران پارہ ۴)

یعنی لیس ھو ربا یستحیل علیہ الفناء والموت وماھو ید عولنا الیٰ عبادتہ۔

"نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم رب جو محال ہو ان پر فناء اور موت کا ہونا اور نہیں ہیں وہ لوگوں کو بلانے والے اپنی عبادت کی طرف"

علیٰ ہٰذا مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی "تفسیر فتح العزیز ج ۱ ص۶۵۶ میں فرماتے ہیں۔

وبقعۂ ازاں بخانگی خدا منسوب وبقعۂ دیگر مدفن جسدِ بندۂ محبوبِ انوارِ آسمانی درجنبِ ایں بقاعِ نورانی کان لم یکن گشتہ

"منجملہ قطعاتِ زمین کے کوئی تھا نہائے الٰہی مسجدوں کی طرف منسوب اور دیگر قطع مدفن جسدِ اطہر بندہ محبوبِ انوارِ آسمانی کا پہلو میں اس بقاعِ نورانی کے نیست ونابود ہو گیا"

چنانچہ بقعہ طیبّہ مدینہ مطہرہ کے مقامِ مدفنِ جسدِ اطہر زمین میں ملتے کے الفاظ محدّثین وفقہاء کے کلام صراحتًا ثابت ہیں فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۵ ص۶۲۴ میں ہے البقعۃ التی ضمت اعضائہ الشریفۃ اسی طرح امام سیّد سمہودی مدنیؒ کی کتاب وفا الوفا باخبار دار المصطفی ص۲۰ میں مرقوم ہے ان البقعۃ التی ضمت الاعضاء الشریفۃ اور مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ کی مدارج النبوۃ ج ا ص۱۵۹ میں مرقوم ہے این بقعہ کہ ضم اعضای شریف کردہ است اور رد المحتار ج ۲ مصری ص۲ میں یہ الفاظ مرقوم ہیں۔

لحلولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

"وہ قطعہ زمین کا جس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعضائے شریفہ حلول کئے ہوئے یعنی ملے ہوئے ہیں"۔

پس اس خطبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے اوّل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہی نے بیعتِ خلافت صدیقی کے لیے ہاتھ بڑھایا اور آپؓ کی تعریف وتوصیف کی پھر لوگ اس آیت وما محمد الا رسول کو پڑھنے لگے جو جو سنتا وہ پڑھنے لگتا فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واللہ مجھے کچھ خبر نہ تھی مگر صرف یہی کہ میں نے اس آیت کو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سُنا کہ وہ اس کو پڑھتے تھے مجھے تو ایسا پسینہ پیشانی پر آیا کہ زمین پر پاؤں نہ ٹکتے اور گر پڑا جب اس آیت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بیے سُنا" چنانچہ دوسرے روز خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو خطبہ پڑھا وہ صحیح بخاری پارہ ۲۹ ج ۶ مع الفتح ص۶۲۷ میں موجود ہے۔

فتشھد وابوبکر صامت لا یتکلم قال کنت ارجوان یعیش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتّٰی ید برنا یرید بذلک ان یکون اٰخرھم فان یک محمد

(حضرت عمرؓ نے) پس خطبہ پڑھا جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش تھے کلام نہ کرتے (خطبہ میں) فرمایا میں اُمید کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بعد وفات پائیں گے تو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی پس اللہ تعالیٰ نے آپ کے

صلی اللہ علیہ وسلم قد مات فان اللہ قد جعل بین اظھرکم نورا تھتدون بہ ھدی اللہ محمدا صلی اللہ علیہ وسلم وان ابا بکر صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وثانی اثنین وانہ اول المسلمین بامورکم فقوموا فبایعوہ۔

درمیان نور رکھ دیا ہے جس سے تم ہدایت پاتے ہو۔ وہ نور دیا گیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ابوبکر رضی اللہ عنہ صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور رفیقِ غار ہیں اور وہ مسلمانوں تم لوگوں کے کاموں کو انجام دینے کے سب سے زیادہ اولیٰ ہیں۔ پس کھڑے ہو اور ان سے بیعت کرو۔"

غور کرو عظمتِ توحیدِ الوہیت مالک الملک جناب باری عز اسمہٗ کو پہچانو! کہ ادنیٰ شائبہِ انکارِ وفات میں درجۂ عبدیت سے بڑھنے مرتبۂ الوہیت میں پہنچنے کے اندیشہ سے اگرچہ وہ انکارِ جوش و اضطرارِ فراق و جدائی کے باعث تھا، تاہم بمظنّۂ فساد و شرک کے عبادت کنندۂ محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم کا قرار دیا گیا۔ کہ یہ نشان الوہیت حق تعالیٰ حیٌّ لایموت کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ ورنہ جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم میں کون متنفس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معاذ اللہ عبادت کرتا تھا پھر جو گور پرست مدعیانِ توحید و اسلام مرتبۂ نبوت کو درجہ الوہیتِ الٰہیہ میں پہنچا کر انکار بشریت کا کرتے ہیں حاضر و ناظر جان کر عالم الغیب کہتے ہیں۔ اور ندائیں فریادیں کرتے ہیں وہ کیونکر اشد ظالم حسبِ فرمان حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نہ قرار دیئے جاویں گے۔

چنانچہ اس کا نمونہ حدائقِ بخشش حصہ اوّل و حصہ دوم مولوی صاحب بریلوی میں دیکھ لو۔

۵۔ میں مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب — یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

۵ جن جن مرادوں کے لیے احباب نے کہا — پیش خبیر کیا مجھے حاجت خبر کی ہے

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے — اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا — پوچھا تھا جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے

عشاق روضہ سجدہ میں سوئے حرم جھکے — اللہ جانتا ہے کہ نیت کدھر کی ہے

۵ سر سوئے روضہ جھکا پھر تجھ کو کیا — دل تھا ساجد نجدیا پھر تجھ کو کیا

حالانکہ دیکھئے جناب حضرت فاطمہ زہرا رضی لختِ جگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو مخاطب فرمانا بعد فراغت دفن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح بخاری پارہ ۱۸ صـ۱۰۵۰ میں مروی ہے فلما دفن قالت فاطمۃ یا انس طاب انفسکم ان تحثوا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التراب۔ دیکھو اس کا تشریحی ترجمہ شیخ محدث دہلویؒ مدارج النبوۃ ج ۲ صـ۵۲۴ میں ارقام فرماتے ہیں

چوں درآمدند صحابہ بعد از دفن نزد فاطمہ گفت — "آئے صحابہؓ بعد دفن کے حضرت فاطمہؓ کی خدمت میں

چگونہ باور دارد دل شما کہ ریختند خاک بر رسول — فرمایا کیونکر گوارا کیا تمہارے دل نے کہ ڈال آئے خاک رسول اللہ

خدا گفتند ملی یا بنت رسول اللہ یا زہرا ماہم
دریں خیال رفتہ بودیم واندوہناک بودیم
ولیکن چہ توان کرد از حکم شرع چارہ نیست

صلی اللہ علیہ وسلم پر کہا اللہ کے بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یا زہرا ہم بھی اسی خیال میں تھے اور غم زدہ تھے ہم ولیکن کیا کریں حکم شرع سے چارہ نہیں ہے"

نیز مدارج النبوۃ صفحہ ۵۲۵ ج ۲ میں جو شعر کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت قبر انور میں پڑھا تھا مرقوم ہے:۔

فان کنت من عین فی التراب مغیبا
فما کنت عن قلبی الحزین بغائبا ۔

اگرچہ آپ میری نظر سے مٹی میں چھپے ہوئے ہیں لیکن آپ میرے قلب غمگین سے نہیں ہیں غائب"

اسی طرح حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا شعر ہے

حینا یقبلک الترب لهفی لیتنی
غیبت قبلک فی بقیع الغرقد ۔

"جب کہ مٹی نے آپ کو چھپا لیا تو کاش کہ میں پہلے آپ سے قبر بقیع میں غائب ہو جاتا۔"

نیز مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی حیات الموات صفحہ ۲۶ میں لکھتے ہیں:۔

"حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد صحیح مسلم سے ابھی گزرا کہ جب مجھے دفن کر چکو، مجھ پر مٹی تھم تھم کر بہری ڈالنا"

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ اشعۃ اللمعات ج ۱ صفحہ ۷۱۶ میں اسی حدیث کے نیچے لکھتے ہیں:۔

"چوں دفن کنید مرا پس بنرمی وسہولت بیندازید بر من خاک را"

امام ابن امیر الحاج خاتمہ حلیہ شرح منیہ میں دربارۂ فوائد غسل میت فرماتے ہیں:۔

اذا عتنی المولیٰ بتطهیر جسد یلقی
فی التراب تنبه العبد الی تطهیر ما هو
باق وهو النفس فانه لا یفنی
عند اهل السنة والجماعة

"جب بندہ دیکھے گا کہ مولا تبارک وتعالیٰ نے ہم پر اس بدن کی تطہیر فرض کی جو خاک میں ڈال جائے گا تو متنبہ ہوگا کہ اس کی تطہیر اور بھی ضرور ہے جو باقی رہنے والا ہے یعنی روح کہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک فنا نہیں ہوتی"

ایضاً صفحہ ۱۳۲ پھر بھی مجازاً روح مفارق عن البدن پر بھی اس کا اطلاق آتا ہے۔ حدیث میں ہے اللّٰھم رب الارواح الفانیة ایضاً صفحہ ۱۴۳

"بدن و روح دونوں پر میت کا اطلاق ہوتا ہے" ایضاً صفحہ ۱۴۹ "روح موت سے نہ مرتی ہے نہ متغیر ہوتی مگر اس پر بھی لفظ میت کا اطلاق ہوتا ہے" ایضاً صفحہ ۱۵۰ "ارواح مردگان کہ ان پر بھی اطلاق مردہ و میت کیا

جاتا ہے" نیز مولوی صاحب بریلوی سبحان السبوح (حاشیہ) ص۶۲ میں لکھتے ہیں۔ روح انسانی اگرچہ اہلسنت کے نزدیک فنا نہ ہوگی مگر قطعاً ممکن الانعدام اس کے ساتھ اس کی سب صفات معدوم ہو سکتی ہیں"

علیٰ ہذا مولوی نعیم الدین کے بڑے مستند شیخ بدایونی تصحیح المسائل ص۱۶۴ میں لکھتے ہیں :۔

وحدیثے از ابی امامہ رضی اللہ عنہ آمدہ است کہ گفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چوں مرد یکے از برادران شما و دفن کردید او را و ریختند بروے خاک ایضاً ص۱۸۳ و سیوطی در جوامع الجوامع بتعدد طرق آوردہ کہ فرمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دفنیکہ بمیرد یکے از برادران بریزید بروے خاک را۔

"ایک حدیث حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے آئی ہے کہ فرمایا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مر جاوے تمہارے بھائیوں میں سے اور دفن کردو اس کو ڈالو اس پر خاک" اور سیوطی نے جوامع الجوامع میں بطرق متعددہ نقل کیا ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مر جاوے تمہارے بھائیوں میں سے تو ڈالو اس کے اوپر خاک"

علیٰ ہذا مولانا اکرام الدین نبیرہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی سعادت الکونین ص۵ میں تہذیب التہذیب سے منقول ہے :۔

"جس وقت امام رضی اللہ عنہ مدفون ہوئے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے اے لوگو اپنے نبیؐ کے فرزند پر مٹی ڈالو۔ اور اپنے ہاتھوں سے خاک میں سلاؤ"

مگر فی الواقع۔ صاحب قبر پر مٹی ڈالنے سے عین جسم پر بداہتہً مٹی اور خاک ڈالنا نہیں ہوتا ہے۔ تاہم بطور مجاز باعتبار مآل حقیقتِ ذاتیہ کے کلام شارع علیہ السلام میں اس کا استعمال کیا گیا۔ اور جو الفاظ صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام پاک میں استعمال ہوئے وہی آپؐ کی شان میں کلامِ صحابہ و حضرت زہرا رضی اللہ عنہم میں مستعمل ہوئے' بلا تفاوت اسی طرح جبکہ ارواح نہ مرتی ہیں اور نہ متغیر ہوتی ہیں۔ مگر پھر بھی ان پر کسی اعتبار سے اطلاق فنا اور مرنے کا کیا گیا چہ جائیکہ جسم تو وہ اجسام جو تغیر سے بحکم شرع محفوظ ہیں ان پر بھی مثل ارواح کے بالاولیٰ اطلاقِ فنا و تلاقی فی الارض[1] کیا جانا اسی اعتبار سے خصوصاً کلام مولوی صاحب بریلوی مقتداء مولوی نعیم الدین میں بخوبی واضح ہو گیا۔ کیونکہ سوائے جناب باری عزّ اسمہٗ کے تمام مخلوقات فانی اور اس کی عظمت و جمال کے سامنے محض لاشئے ہے۔ چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۲۶ ص۱۳۷ میں مرقوم ہے۔

---

[1] یعنی مٹی سے ملاقی و متصل ہو جانا یعنی مٹی سے مل جانا۔ جسدِ انبیاء علیہم السلام کا خاک نہ ہونے کے مولانا مرحوم بھی قائل ہیں چونکہ مردہ کو چاروں طرف سے مٹی احاطہ کر لیتی ہے اور نیچے مردہ کی مٹی سے جسد مع کفن ملاحق ہوتا ہے یہ مٹی میں ملنا۔ اور مٹی سے ملنا کہلاتا ہے" (فتاویٰ رشیدیہ ص ۸۴ طبع کراچی)۔ ع۔ ح۔

من مقام الفناء والمحو وانه الغاية التي لاشيء وراءها۔

"مقام فناء ومحو کی غایت یہ ہے کہ نہ رہے کوئی شئے حق تعالیٰ کے سوا"

نیز شاہ عبدالحق محدث دہلوی "اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۵۲۹ میں فرماتے ہیں:

"حضرت غوث الثقلینؒ در فتوح الغیب (مقالہ ۵) فرمودہ اند صلاح فنائے عبدست بکلیت از وجود ہستی شود کہ تا شائبہ از ہستی باقی ست فسادست، وچوں تعالیٰ اللہ کامل شد بقا باللہ نیز کامل خواہد بود و اکمل افراد آنحضرت سید السادات وافضل کائنات ست صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ وسائر النبیین وآل سائر الصالحین"

ایضاً ص ۲۱۴ میں فرماتے ہیں:-

وآنحضرتؐ نفس شریف خود را نیز دریں مقام برحد شریعت وضعف عبودیت واشت بر بہت رعایت کمال عزت وعظمت ربوبیت حق جل وعلا۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نفس شریف کو بھی اس مقام میں حد بشریت اور ضعف عبودیت کے ساتھ رکھا بوجہ رعایت کمال عزت وعظمت ربوبیت حق جل وعلا کے"

نیز مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۸۰۰ میں فرماتے ہیں:-

وچوں وے صلی اللہ علیہ وسلم فانی شدہ است در ذات وصفات الٰہی لاجرم باقی باشد بآں ومتصف گردد بداں۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذات وصفات الٰہی کے ساتھ فانی ہوئے ہیں تو ضرور باقی ہوئے اور متصف ہوئے اس کے ساتھ"

نیز شاہ صاحب موصوف اخبار الاخیار ص ۲۵ میں فرماتے ہیں:-

بلکہ آدم وآدمیاں را وعالم وعالمیان را معدوم شمار دو نابود پندارد۔

"وجود حق تعالیٰ کے سامنے آدم اور آدمیوں کو اور عالم اور عالمیوں کو معدوم شمار کرے اور نابود سمجھے"

ایضاً ص ۶۵ میں فرماتے ہیں:-

"تا ہمہ دنیا وبزرگی ہائے آں در نظر او خاک بود واہل آں را در دل وے سنگے نماند۔

"عظمت الٰہی نہیں پیدا ہو سکتی جبتک کہ تمام دنیا اور بزرگی اور بڑائی اس کی نظر میں خاک ہو جائے اور اس کے اہل کو اس کے دل میں پتھر نہ معلوم ہوں"

ایضاً ص ۱۴۴ میں فرماتے ہیں:-

وخود را مردہ انگار د وخلق را سنگ وکلوخ شمار د وحقیقت بداند کہ لا یملکون لانفسہم

"اپنے آپ کو مردہ جانے اور خلق کو پتھر ڈھیلے شمار کرے اور حقیقت جانے کہ نہیں ہیں مالک اپنی جانوں کے

ضرا ولا نفعا ولا یملکون موتا ولا حیوۃ ولا نشورا ۱۰۔ وکسیکہ چنیں بود بدیگرے چہ نفع و مضرت تواند رسانیدہ۔

نقصان اور نہ نفع کے اور نہیں ہیں مالک موت کے اور حیات کے اور نہ حشر کے اور جو شخص ایسا بے اختیار ہو۔ دوسرے کو کیا نفع اور مضرت پہنچا سکے گا۔

اور مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر فتح العزیز ج ۱ صفحہ ۲۶ میں فرماتے ہیں:۔

وموت رجوع بنیہ انسانی بسوئے اصل خود است کہ خاک است

"موت رجوع ہونا اصل انسانی کا اپنی اصل کی طرف ہے کہ خاک ہے"

ایضاً صفحہ ۲۶۸ میں فرماتے ہیں:۔

معبود و رحمٰن و رحیم واحد است و مرجع حوائج و دافع بلایا و حافظ آفات او است و ہر چہ غیر اوست محض نمود بے بود است

"معبود اور رحمٰن اور رحیم ایک ہی ہے اور مرجع حاجتوں اور دافع بلاؤں اور نگہبان آفات کا وہی ہے اور جو کچھ غیر اس کے ہے محض نمود بے بود ہے"

نیز تفسیر فتح العزیز ج ۳ پارہ ۳۰ صفحہ ۶ میں فرماتے ہیں:۔

خلقت آدمی از خاک است و بحکم یرجع الی اصلہ اورا باصل خودش راجع باید ساخت ایضاً صفحہ ۱۲۱ مقربین و سابقین اہل فنا فی اللہ و بقا باللہ اند۔

"خلقت آدمی کی خاک سے ہے اور بحکم ہر شئی کا لوٹنا اصل کی طرف ہوتا ہے اس کو اپنی اصل کی طرف لوٹانا چاہیئے" "مقربین اور سابقین اللہ کے لیے فانی اور اللہ کے ساتھ باقی ہیں"

ایضاً صفحہ ۲۳۶ میں فرماتے ہیں:۔

تقرب در حالت سجدہ آں است کہ آدمی درین حالت متوجہ باصل خود کہ خاک است می گردد و ہر قدر توجہ باصل خود زیادہ باشد قرب الٰہی بیشتر حاصل مے گردد ایضاً صفحہ ۲۹۶ بالجملہ نقصانے کہ آدمی در حالت نطفیت دارد و کمالے کہ بعد از بلوغ و مرتبہ خاتمیت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نصیب او شدہ است ہر دو را قیاس باید کرد و ربوبیت او تعالیٰ را تماشا باید نمود۔

"تقرب حالت سجدہ میں حاصل ہونا وہ ہے کہ آدمی اس حالت میں متوجہ اپنی اصل کی طرف کہ خاک ہے ہو جاوے اور جس قدر توجہ اپنی اصل کی طرف زیادہ ہو گی قرب الٰہی زیادہ حاصل ہو گا" "بالآخر وہ نقصان کہ آدمی حالت نطفہ ہونے میں رکھتا ہے اور وہ کمال کہ بعد پہنچے بلوغت کے اور مرتبہ خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نصیب ہیں اس کے ہوا ہے دونوں کو غور کرنا چاہیئے اور ربوبیت حق تعالیٰ کا تماشا دیکھنا چاہیئے۔"

علیٰ ہٰذا حضرات مشائخ صوفیہ اہلِ عرفانؒ کے کلام میں مراتب فنا عبدیت پر مقاصدِ عالیہ ہیں، بارگاہِ حق تعالیٰ کی تجلی اسی پر موقوف ہے یہی اصلِ توحید لاالٰہ الا اللہ کا مدعا ہے۔ دیگر ہیچ حضرات انبیاء علیہم السلام خصوصاً جناب سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبۂ فنا عبدیت میں سب سے اعلیٰ وارفع ہے چنانچہ اکمل اولیاء مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ جن پر سلسلۂ ولایت ہندوستان کا منتہیٰ ہے آپ کی تالیفات انفاس العارفین۔ انتباہ تفہیمات الٰہیہ وغیرہ میں بشرح وبسط مرقوم ہے۔ چنانچہ انفاس العارفین ص ۱۲۵ میں مرقوم ہے :-

والولایۃ لا یحصل الا بعد الفناء	"ولایت نہیں حاصل ہوتی مگر بعد فنا ہونے کے"
ہیچ کس را تا نہ کردہ او فنا	"کوئی شخص جب تک کہ وہ اپنے آپ کو فنا کردے
نیست رہ در بارگاہِ کبریا	فنا نہیں ملتا راستہ بارگاہ کبریا کا"

نیز انتباہ ص ۵۵ میں مرقوم ہے :-

وھذا مقام الخواص من الانبیاء والمرسلین۔ "یہ مقام خواص انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا ہے"

اور مصباح الہدایت ترجمہ عوارف ص ۱۶۳ میں مرقوم ہے :-

"نہایت اقتضائے محبت آنست کہ محب در محبوب فانی گردد و رسم دوئی برخیزد۔ ایضاً ص ۳۲۹ فناء عبارتست از نہایت سیر الی اللہ۔ چہ سیر الی اللہ وقتے منتہیٰ شود کہ بادیہ وجود را بقدم صدق یکبارگی قطع کندہ۔

نیز فوائد الفواد خواجہ نظام الدین اولیاءؒ مجلس دوم ۲۸ محرم الحرام یکشنبہ ۷۱۴ھ ص ۱۳۹ میں مرقوم ہے "آپ نے اپنی زبانِ مبارک سے ارشاد فرمایا: تا خاک نگردی بتو آتش بد ہند" اور مکتوبات حضرت قطب عالم شیخ عبد القدوسؒ مکتوب صد و ہفتم ص ۲۴۲ میں مرقوم ہے :-

عزیز من انبیاء و اولیاء کہ از جہان رحلت کردہ	"عزیز من انبیاء اور اولیاء کہ جو اس جہان سے رحلت
اند اجسادِ مطہرہ ایشاں زیر زمین در خاک مذلت	فرما چکے ہیں جسم مطہرہ ان کے نیچے زمین کے خاک
خفتہ اند و ارواح مقدس ایشاں رو	ذلت میں سوئے ہوئے ہیں اور ارواح مقدس ان کی
آخرت در علیین اند و ایں مدبر در دنیا بصد	آخرت میں علیین کے اندر ہیں اور یہ مدبر مشغولیت
ہزار معصیت و نا شائستگی آلودہ از ایشاں	دنیا میں صد ہزار گناہوں اور ناشائستگی باتوں میں آلودہ
چہ خبر و کیفیت آخرت نہ آنچناں ست کہ خلق	ہیں ان کو کیا خبر اور حالت آخرت اس طرح نہیں ہے
را گمان ست اہلِ آخرت میدانند کہ از جلال و	جس طرح خلق کا گمان ہے اہل آخرت جانتے ہیں کہ

عظمتِ حق سبحانہ، وتعالیٰ ایشاں راچہ پیش آمدہ است۔ | جلال وعظمت حق سبحانہ وتعالیٰ کی ان کو کیا پیش آئی ہے"

ایضاً مکتوب صدو پنجاہ و نہم ۱۵۹ ص۳۱۲ میں مرقوم ہے۔

وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا۔ | اور نہیں جانتا کوئی نفس کیا کام کرے گا کل کو"

اینجا اولیار انبیار سرگردانند چنانکہ گفت غزل | اس جگہ اولیاء و انبیاء سرگردان ہیں

سبحان خالقے کہ صفاتش ز کبریا | پاک ہے وہ خالق کہ اس کی صفاتِ کبریائی سے

برخاک عجز می فگند عقلِ انبیاء | خاکِ عجز پر پڑی ہے عقل انبیاء کی علیہم السلام"

مصرع عجیبے نیست کہ سرگشتہ بود طالب دوست۔ اور مثنوی مولانا روم دفتر اول ص۹۷ میں مرقوم ہے:۔

کل شیء ما خلا اللہ باطل | ان فضل اللہ غیم ھاطل

ایضاً ص۲۰ میں مرقوم ہے:۔

آں خداوندے کہ از خاکِ ذلیل | آفرید او شہسواران جلیل!

ایضاً دفتر چہارم ص۳۶۸ میں مرقوم ہے:۔

می نماند در جہان یک تار مو | کل شیء ھالک الا وجھہ

ایضاً ص۳۶۹ میں مرقوم ہے:۔

غیر من پشتیت چو سنگ ست و کلوخ | گر صبی و گر جوان و گر شیوخ

ایضاً ص۳۸۹ میں مرقوم ہے:۔

اندرا حمدان حسے کاں غارب ست | خفتہ ایں دم زیر خاکِ یثرب ست

وآں عظیم الخلق او کو صفدر ست | بے تغیر مقعد صدق اندر ست

قابلِ تغیر اوصاف تن ست | روح باقی آفتاب روشن ست

اوست بے تغیر کہ لا شرقیۃ | بے ز تبدیل کہ لا غربیۃ

ایضاً دفتر ششم ص۴۹۷ میں مرقوم ہے:۔

ہیچ کس را تا نگردد او فنا | نیست رہ در بارگاہ کبریا

ہست معراجِ فلک ایں نیستی | عاشقاں را مذہب و دین نیستی

ایضاً ص۵۱۱ میں مرقوم ہے۔

دیدہ کو از آمد آمد پدید | ذات ہستی را ہمہ معدوم دید

ایضاً صت ۵۲۶ میں مرقوم ہے۔

غیر واحد ہر چہ بینے اندریں — بیگمانی جملہ رایت داں یقین

ایضاً صت ۵۶۴ میں مرقوم ہے:۔

زیں سبب فرمود حق صلّوا علیہ — کہ محمد بود محتاج الیہ

اور خود مولوی نعیم الدین نے الکلمۃ العلیا صت ۲۷ مثنوی دفتر اوّل صت ۸۵ سے نقل کیا ہے:۔

ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من — ہست پیدا ہم چو بت پیش شمن!

نیز مولوی نعیم الدین کے اعلیٰ حضرت بریلوی حدائق بخشش حصہ اوّل صت میں لکھتے ہیں:۔

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماویٰ ہے ہمارا — خاکی تو وہ آدم جدِ اعلیٰ ہے ہمارا
اللہ ہمیں خاک کرے اپنی طلب میں — یہ خاک تو سرکار سے تمغا ہے ہمارا
جس خاک پہ رکھتے تھے قدم سیدِ عالم — اس خاک پہ قربان دلِ شیدا ہے ہمارا
خم ہو گئی پشتِ فلک اس طعنِ زمین سے — سن ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا
اس نے لقبِ خاک شہنشاہ سے پایا — جو حیدرِ کرار کہ مولا ہے ہمارا
اے مدعیو! خاک کو تم خاک نہ سمجھے — اس خاک میں مدفون شہِ بطحا ہے ہمارا
ہے خاک سے تعمیر مزارِ شہِ کونین — معمور اسی خاک سے قبلہ ہے ہمارا
ہم خاک اڑائیں گے جو وہ خاک نہ پائی — آباد رضا جس پہ مدینہ ہے ہمارا

پس خصوصاً مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے کلام میں خوب غور کرو اور دیکھو کہ مولوی صاحب بریلوی کے ملفوظ حصہ اوّل صت ۳ میں مرقوم ہے:۔

کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ اور کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ دوام کسی کے بیے نہیں ہمیشہ نہ کوئی رہا ہے نہ رہے گا، ہمیشگی رب عزوجل کو ہے، باقی جو موجود ہے معدوم ہو ایک دن سب کو فنا ہے" نیز ملفوظ حصہ چہارم صت ۱ میں مرقوم ہے" اللہ اکبر یہ موت ایسی چیز ہے کہ سوا ذاتِ باری عزّ جلالہ کے کوئی اس سے نہ بچے گا جب آیت نازل ہوئی کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ. وَیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ جتنے زمین پر ہیں سب فنا ہونے والے ہیں اور باقی رہے گا وجہ کریم رب العزۃ جل جلالہ کا، فرشتے بولے ہم بچے کہ ہم زمین پر نہیں۔ پھر آیت نازل ہوئی کل نفس ذائقۃ

۱؎ و ۲؎ و ۳؎ وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ (الشعراء) - از مصنف

الموت ہر جاندار موت کو چکھنے والا ہے۔ فرشتوں نے کہا اب ہم بھی گئے" نیز السنۃ الانیقہ ص۸۵ میں لکھتے ہیں" اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ زمین ہی سے ہم نے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جاویں گے اور اسی میں سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔ خطیب نے کتاب المتفق میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مامن مولود الا وفی سرتہ من تربتہ التی خلق منها حتّٰی یدفن فیھا وانا وابوبکر وعمر من تربۃ واحد فیھا ندفن ہر بچہ کی ناف میں اس مٹی کا حصہ ہوتا ہے جس سے وہ بنایا گیا یہاں تک کہ اسی میں دفن کیا جائے اور میں اور ابوبکر وعمر ایک مٹی سے بنے اسی میں دفن ہونگے"

اور مولوی صاحب بریلوی کے والد مولوی محمد نقی علی خان صاحب جواہر البیان ص۱۸۷ میں لکھتے ہیں :۔

"مخلوق کے علم وقدرت وسمع وبصر کو اس کی صفات کاملہ سے کوئی نسبت نہیں، یہ حادث وہ قدیم یہ فانی وہ باقی یہ ناقص وہ کامل، یہ اس کی عطائیں اس کی مخلوق اس کے قبضہ اقتدار میں اور وہ پاک موصوف کی پاک صفتیں، تمام شوائب نقص وشیون شین سے منزہ بلکہ ان کے حضور صفات مخلوق کا نام زبان پر لانا وجود وعدم میں نسبت دینا ہے انتہیٰ اک یہاں مجرد اسمی اور تناسب مفاہیم صرف وہمی کمالات وجود پر متفرع ہیں، اور وجود اس کی ذات پاک سے خاص۔ باقی جو کچھ ہے اگر اس کے انتساب سے قطع نظر کی جائے محض ہالک ولاشی ہے" نیز سرور القلوب ص۱۴۸ میں لکھتے ہیں" یوسف وزلیخا وشیریں ولیلیٰ جن کے حسن وجمال کے اکناف عالم میں ایک دھوم ہے اب کہاں ہیں جو تو باقی رہے گا،"

اور خود مولوی نعیم الدین نے الکلمۃ العلیا ص۳ وص۱۲۶ میں لکھا۔

"حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ کے علم کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں، ذرہ کو آفتاب سے اور قطرہ کو سمندر سے جو نسبت ہے وہ بھی یہاں متصور نہیں، کہاں خالق اور کہاں مخلوق مماثلت ومساوات کا تو ذکر ہی کیا علم الٰہی کے حضور تمام مخلوق کے علوم اقل قلیل میں کوئی ہستی نہیں رکھتے مثل لاشئے کے ہے"۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ ۔ کہ مولوی نعیم الدین کی لن ترانیوں کا پردہ فاش ہو کر نصوص قرآن وحدیث اور اقوال ائمہ کرام محدثین ومفسرین مشائخ صوفیہ رحمہم اللہ خصوصاً مولوی صاحب بریلوی سے جو کہ تمام مسلمات مولوی نعیم الدین کے ہیں تائید وحقانیت تقویۃ الایمان کما حقہ، بتمام وکمال واضح وآشکارا ہو گئی کہ سب کی موت باعث فنا تغیر وزوال ہے۔ مختصر یہ کہ خود مولوی نعیم الدین نے بحوالہ شفاء واشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ انبیاء پر موت وفنا تغیر کا طاری ہونا تسلیم کیا۔ قرآن واحادیث میں موت انبیاء پر الفاظ۔ اِنْ اَرَادَ اَنْ یُّهْلِكَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا اور کلما هلك نبی خلفه نبی

وارد ہیں جن کی تشریح امام نوویؒ نے فرمائی۔ اور اشعۃ اللمعات وغیرہ میں بحوالہ فتوح الغیب وغیرہ کلیتہ فنا عبدیت میں سب سے اکمل و خواص انبیاء و مرسلین علیہم السلام کو بتایا۔ تفسیر فتح العزیز میں جسدِ اطہر کو کان لم یکن گشتہ کہا اور فتح الباری اور وفا الوفاء اور مدارج النبوۃ اور ردّ المختار میں اعضاءِ شریفہ کا مٹی میں ملنا فرمایا۔ اور حضرت قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی کا فرمانا کہ انبیاء کے اجسادِ مطہر زمین کے نیچے خاکِ مذلت میں سوئے ہوئے ہیں۔ خصوصًا اقوال بریلویہ میں جسم تو کیا روح پر بھی اطلاق موت و فنا کا کیا گیا اور بحوالہ آیات و احادیث مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ الخ وغیرہ میں ہر موجود کا معدوم و فنا خاک میں مدفون ہونا خاک سے تعبیرِ مزار ہونا خاک سے قبلہ ہونا مٹی میں دفن ہونا صفاتِ مخلوق کا فانی و ناقص ہونا حق تعالیٰ حیٌّ لایموت کے سامنے مخلوق کا نام لینا بھی وجود و عدم میں نسبت دینا بتا کر محض ہالک ولاشئے بتایا گیا۔ اور خود مولوی نعیم الدین نے جنت و نعمہائے جنت کو جو مقام انبیاء و صالحین تجلی بارگاہ عزت ہے بحوالہ مثنوی مانندِ سے قرار دیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو علمِ الٰہی کے حضور بے ہستی ولاشئے بتایا۔

پس ان تمام نصوص و اقوالِ مسلّمہ مولوی نعیم الدین میں خوب غور و فکر کر کے تقویۃ الایمان سے ملاؤ۔ ع

آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ ع عباراتنا شتی وحسنک واحد۔

اگر کہا جاوے کہ یہ سب بیانات اوصافِ حق تعالیٰ قادر و قیوم عالم و خبیر حیٌّ لایموت کی عزت عظمت کے سامنے مقابلتہً ہیں۔ تو پھر ساری تقویۃ الایمان میں بھی بمقابلہ توحید و الوہیت باری تعالیٰ عزّ شانہٗ ہی کے کہا گیا ہے نہ کہ بندوں کے مقابلہ میں کہ یہ کفر محض ہے اور وہ عین ایمان۔ مگر حیف صد حیف۔ کہ مولوی نعیم الدین نے اپنی بدنصیبی سے مولانا شہید مرحوم پر محض عنادانہ الزام دے کر خود اپنی آخرت تباہ و برباد کی کہ ع بے ادب محروم گشت از لطف رب۔

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) حدیث ابن ماجہ[1] ص ۲۸۴ میں ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ

---

[1] واضح رہے کہ اس روایت کا ٹکڑا ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء تین ہی سندوں سے مروی ہے اور وہ تینوں سند کے اعتبار سے مخدوش ہیں پہلی روایت حضرت اوس بن اوسؓ کی ہے (سنن ابی داؤد، ص ۵۰۴ ج ۲ مع العون سنن ابی ماجہ آخر کتاب الجنائز) اس کی سند حضرت امام بخاری (متوفی ۲۵۶ھ) حافظ ابوحاتم متوفی ۲۷۷ھ اور حافظ ابوبکر خطیب متوفی ۴۶۳ھ کے نزدیک معلول و منکر ہے بایں وجہ کہ اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم راوی ضعیف اور منکر الحدیث ہے جس سے حسین بن علی جعفی نے روایت کیا ہے رہی یہ بات کہ ابو داؤد و ابن ماجہ کی سند سے جعفی کا استاد عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر ظاہر ہوتا ہے" ابن تمیم" نہیں امام بخاریؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہی تو اس روایت کی بابیک علت ہے کہ جعفی نے غلطی تسامح سے ابن تمیم" کی بجائے" ابن جابر" کہہ دیا حالانکہ حسین جعفی کوفی ہے اور تاریخ اور استقرار سے پتہ چلتا ہے کہ کوفہ و عراق کے کسی راوی کا ابن جابر سے روایت کرنا ثابت نہیں اہل عراق و کوفہ کی روایتیں عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم سے اصل کردہ ہیں ابن جابر سے نہیں لہٰذا یہ روایت معلول و منکر ہوئی یہی علت دقیقہ ہے جس کی

حی یرزق (عن ابی الدرداء) اولاً الفاظ فنبی اللہ الخ میں احتمال مدرج ہونے کا ہے۔ یعنی یہ کلام غیر نبی

طرف حافظ منذریؒ نے مختصر سنن ابی داؤد اور ترغیب میں اشارہ کیا ہے۔ یہ تو ہے خلاصہ تقریر ان محدثین کا جو اس حدیث کو معلول و منکر کہتے ہیں اب اصل عبارتیں ملاحظہ فرمایئے۔ حافظ منذری کہتے ہیں ولہ علۃ حقیقۃ اشار الیہا البخاری وغیرہ (مختصر سنن ابی داؤد ص ۴ ج ۲ و الترغیب والترہیب ص ۱۲۹ ج ۱) علامہ تقی سبکیؒ نے اس علت کی تفصیل بھی حافظ منذریؒ کے حوالہ سے ذکر کی ہے علتہ ان حسین بن علی الجعفی لم یسمع من عبدالرحمن بن یزید بن جابر وانما سمع من عبدالرحمن بن یزید بن تمیم وھو ضعیف فلما حدث بہا الجعفی غلط فی اسم الجد فقال ابن جابر اھ (شفاء السقام ص۱۴۳) امام بخاریؒ فرماتے ہیں واما اہل الکوفۃ فرووا عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر وھو ابن یزید بن تمیم لیس بابن جابر و ابن تمیم منکر الحدیث (تاریخ الصغیر ص۱۶۹) ونحوہ فی التاریخ الکبیر ص۳۶۵ ج ۲ قسم اول) ونقلا عنہ فی التہذیب ص۲۹۵ ج ۶

امام ابوحاتم فرماتے ہیں عبدالرحمن بن یزید بن جابر لا اعلم احد من اہل العراق یحدث عنہ .... وھو حدیث منکر لا اعلم احدا رواہ غیر الجعفی - (علل ابن ابی حاتم ص ۱۹۰ ج ۱) حافظ ابوبکر خطیب عبدالرحمن بن یزید بن جابر کے ترجمہ میں حافظ ابوحفص عمرو بن علیؒ سے نقل کرتے ہیں روی عنہ اہل الکوفۃ احادیث مناکیر بعدہ فرماتے ہیں قلت روی الکوفیون احادیث عبدالرحمن بن یزید بن تمیم عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر ووھموا فی ذلک فالحمل علیہم فی تلک الاحادیث (تاریخ بغداد ص ۲۱۲ ج ۱۰) علامہ ابن العربی المالکی کا کہنا ہے انہ لم یثبت (القول البدیع ص۱۰۹) یہ بات عرض کر دینی بھی مناسب ہے کہ اس علت کو حافظ دار قطنیؒ اور ان ہی کے اتباع میں صاحب جلاء الافہام اور صاحب الصارم المنکی نے اٹھانے کی کوشش کی ہے اس بنا پر کہ بعض سندوں میں حسین جعفی کی ابن جابر سے تحدیث کی صراحت آگئی ہے لیکن گہرائی میں اتر کر دیکھا جائے تو جارحین کی جرح کو نظر انداز کرنا بڑا مشکل ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن القیم نے اپنے قصیدہ نونیہ (ص ۱۵۴) میں اس روایت کے ضعف کی صراحت کر دی ہے وحدیث ذکر حیاتہم بقبورھم لما یصح وظاھر النکران، فانظر الی الاسناد تعرف حالہ ان کنت ذا علم بھذا الشان۔ دوسری روایت حضرت ابوالدرداءؓ سے مروی ہے (سنن ابن ماجہ) آخر کتاب الجنائز جس کے آخر میں لفظ فنبی اللہ حی یرزق بھی ہے سو اس میں کے آخری ٹکڑے میں احتمال ادراج کے علاوہ جس کو شاہ عبدالحق جیسے بزرگوں نے بھی تسلیم فرمایا ہے اس کی سند میں دو جگہ انقطاع بھی ہے یعنی زید بن ایمن عن عبادۃ بن نسی عن ابی الدرداء میں نہ تو زید کا عبادہ سے سماع ہے نہ عبادہ کا حضرت ابوالدرداء سے وفی الزوائد ھذا الحدیث صحیح الا انہ منقطع فی موضعین لان عبادۃ روایتہ عن ابی الدرداء مرسلۃ زید بن ایمن عن عبادۃ مرسلۃ (سندھی علی ابن ماجہ ص) حافظ سخاویؒ لکھتے ہیں رجالہ ثقات لکنہ منقطع (القول البدیع ص ۱۱۹) اسی طرح نیل الاوطار ص ۲۰۴ ج ۳) میں حافظ عراقیؒ سے منقول ہے نیز حافظ ابن حجرؒ بحوالہ تاریخ کبیر (ص ۳۵۴ ج ۲ قسم اول) تسلیماً نقل کرتے ہیں زید بن ایمن عن عبادۃ مرسل (تہذیب ص ۳۹۸ ج ۳) تیسری روایت ابودرداءؓ سے طبرانی کے حوالہ سے حافظ سخاویؒ نقل کر کے حافظ عراقی سے نقل کرتے ہیں ان اسنادہ لا یصح (القول البدیع ص۱۱۹) اس کی سند صحیح نہیں ہے خلاصہ یہ کہ اس ٹکڑے کی صحت اور اس کا استناد اس قابل نہیں کہ صرف اس پر استدلال کی بنیاد رکھی جا سکے خصوصاً اس لیے کہ اس مسئلہ کو بعض فقہاء (آں غیر محتاط) نے عقیدہ کا بنا لیا ہے اور یہ امر مسلمہ ہے کہ عقائد میں ایسی روایت بار پانے کے قابل نہیں ہو سکتی اللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل (محمد عطاء اللہ حنیف)

صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے چنانچہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۱ صفحہ ۵۰۹ میں شیخ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔
ایں تمہ کلام آنحضرت یا قول ابی درداست بعداز روایت حدیث ۔ اور خود مولوی نعیم الدین کے بڑے حضرت مولوی صاحب بریلوی نے حیات الموات حاشیہ صفحہ ۴۷ اس کو صراحتاً ظاہر کیا ہے" ان هذه القطعة محتملة الادراج جس کو محض تجاہل عارفانہ سے چھپایا گیا ہے ورنہ مشکوٰۃ ہی کے حوالہ پر اکتفا کیا جاتا کیونکہ اسی حدیث کے ساتھ ابن ماجہ میں یہی حدیث بروایت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ مروی ہے اس میں یہ مدرج الفاظ نہیں ہیں، اسی لیے شیخ محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات ا صفحہ ۵۰۰ حدیث فصل ثانی اوس بن اوس میں فرمایا ہے ۔کنایہ ست از حیات ۔ اشارتست بداں ۔

ثانیاً الفاظ مدرجہ محتملہ کی توجیہہ اور تشریح میں دیگر احادیث صریح وارد ہیں کہ ارواح انبیاء علیہم السلام ملاء اعلیٰ کے ساتھ بحیات برزخیہ وابستہ میں جو حیات شہداء سے اعلیٰ وارفع افضلیت رکھتی ہے نہ مماثل حیات دنیا اور اجسام مطہرہ ان کے بلاتغیر محفوظ ہیں چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۱۳ صفحہ ۲۷۹ میں بروایت سنن ابوداؤد مرقوم ہے۔

عن ابی هريرة رفعه ما من احد يسلم علیّ الا رد الله علیّ روحی حتّیٰ ارد عليه السّلام ورواته ثقات ۔	"روایت ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو درود و سلام بھیجے مجھ پر مگر یہ کہ لوٹا دیتا ہے اللہ میری روح کو میرے اوپر یہاں تک کہ جواب سلام کا دیتا ہوں"

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ ج ۲ صفحہ ۵۲۹ میں اور بالخصوص مولوی نعیم الدین کے شیخ بدایونی کی تصحیح المسائل صفحہ ۱۳۶ میں بھی سنداً یہ حدیث مرقوم ہے فتح الباری میں اس حدیث کے ساتھ مرقوم ہے ۔

ان عود الروح الی الجسم تقتضی انفصالها عنه وهو الموت ۔	"جسم کی طرف روح لوٹنا دونوں میں انفصال ہونے کا مقتضی ہے اور اسی کو موت کہتے ہیں"

نیز فتح الباری پارہ ۱۵ صفحہ ۲۵۳ میں روایت مرقوم ہے :۔

و فی حديث ابی هريرة عند البزار و الحاکم انه صلی ببيت المقدس مع الملائكة وانه اتی هناك بارواح الانبياء فاثنوا علی الله ۔اھ	"حدیث ابوہریرہؓ میں بروایت بزار اور حاکم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس میں ملائکہ کے ساتھ نماز پڑھی اور وہاں ارواح انبیاء آئیں پس اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی"

نیز فتح الباری پ ۱۵ صفحہ ۲۵۶ میں اس حدیث کے متعدد طرق مرقوم ہیں :۔

وفی حدیث ابی سعید عند البیہقی وفیہ فدخلت انا وجبریل بیت المقدس فصلی کل واحد منا رکعتین وفی روایۃ ابی عبیدۃ بن عبد اللہ بن مسعود عن ابیہ نحوہ وزاد ثم دخلت المسجد فعرفت النبیین من بین قائم وراکع وساجد ثم اقیمت الصلوٰۃ فاممتھم وفی روایۃ یزید بن ابی مالک عن انس عند ابن ابی حاتم فلم البث الا یسیرا حتی اجتمع ناس کثیر ثم اذن مؤذن فاقیمت الصلوٰۃ فقمنا صفوفا ننتظر من یؤمنا فاخذ بیدی جبریل فقدمنی فصلیت بھم وفی حدیث ابن مسعود عند مسلم وحانت الصلوٰۃ فاممتھم وفی حدیث ابن عباس عند احمد فلما اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم المسجد الاقصی قام یصلی فاذا النبیون اجمعون یصلون معہ وحدیث عمر عند احمد ایضا انہ فادخل بیت المقدس قال اصلی حیث صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتقدم الی القبلۃ فصلی[۱]

ان سب روایات کا حاصل یہ ہے کہ میں اور جبرائیل بیت المقدس میں داخل ہوئے، ہم سب نے دو دو رکعتیں پڑھیں۔ میں نے انبیاء کو قیام اور رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے پہچانا۔ پھر تکبیر ہوئی۔ تو میں امام ہوا۔ جب لوگ بکثرت جمع ہو گئے تو اذان ہوئی پھر تکبیر ہوئی۔ پھر ہم نے صفیں درست کیں، تو انتظار ہوا کون امامت کرائے، تو میرا ہاتھ جبریل نے پکڑ کر آگے بڑھا دیا۔ تو میں نے انہیں نماز پڑھا دی۔ پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ بیت المقدس میں پہنچے، کھڑے ہوئے، نماز پڑھی، پھر انبیاء کے جمع ہونے پر ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ پس پہلی روایت میں صراحتاً ذکر ارواح کا تھا بخلاف دیگر روایت کے اس لیے فتح الباری میں قاضی عیاض سے دونوں احتمال منقول ہیں۔ واما الذین صلوا معہ فی بیت المقدس فیحتمل الارواح خاصۃ ویحتمل الاجساد بارواحھا صاحب فتح الباری فرماتے ہیں:-

ان ارواحھم تشکلت بصور اجسادھم او احضرت اجسادھم لملاقاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم تلک اللیلۃ تشریفا وتکریما۔

"ان کی ارواح نے شکل صورت اجسام اختیار کی یا جسم ہی حاضر کئے گئے اس رات میں ملاقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف و تکریم کے باعث"

نیز فتح الباری پارہ ۱۵ صفحہ ۴۵۹ میں مرقوم ہے:-

(تکملہ) اختلف فی حال الانبیاء عند لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایاھم لیلۃ الاسراء ھل اسری باجسادھم لملاقاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم تلک اللیلۃ

"اختلاف کیا گیا ہے انبیاء علیہم السلام کے حال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے وقت شب اسراء یعنی معراج میں کہ اس رات میں جسموں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی، یا ارواح ان کی مستقر اپنے

اذان ارواحهم مستقرة فی الاماكن التی لقيهم النبی صلی الله عليه وسلم وارواحهم متشكلة بشكل اجسادهم كما جزم به ابو الوفاء ابن عقيل واختار الاول بعض شيوخنا واحتج بما ثبت فی مسلم عن انس ان النبی صلی الله عليه وسلم قال رايت موسیٰ ليلة اسری بی قائما يصلی فی قبره فدل علی انه اسری به لما مربه (قلت) وليس ذٰلك ملازم بل يجوز ان يكون لروحه اتصال بجسده فی الارض فلذٰلك يتمكن من الصلوٰة وروحه مستقرة فی السماء اھ۔

مقامات میں تھیں بوقت ملاقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوران کی ارواح جسموں کی شکل میں تھیں جس طرح ابو الوفاء ابن عقیل نے کہا ہے اور صورت اول کو ہمارے بعض شیوخ نے اختیار کیا ہے اور حجت پیش کی گئی جو حدیث صحیح مسلم (ج ۲ ص۲۶۸) سے بروایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھا میں نے موسیٰ علیہ السلام کو شب اسراء میں کھڑے نماز میں اپنی قبر کے اندر لیس اس میں دلالت ہے کہ آپ ان کے پاس سے گزرے، میں کہتا ہوں لیکن یہ لازم نہیں بلکہ جائز ہے کہ روح کو اتصال جسد سے زمین میں بھی ہو جس کی وجہ سے نماز اطمینان سے زمین پر پڑھ رہے ہوں اور ان کی روح مستقر آسمان میں ہو۔"

نیز فتح الباری پارہ ۷ صفحہ ۲۴۳ میں مرقوم ہے ۔ والانبياء احياء عند ربهم يرزقون فلا مانع ان يحجوا فی هذه الحال اھ اور پارہ ۱۳ صفحہ ۲۵۸ میں مرقوم ہے لان الانبياء احياء عند الله وان كانوا فی صورة الاموات بالنسبة الی اهل الدنيا وقد ثبت ذٰلك للشهداء ولاشك ان الانبياء ارفع رتبة من الشهداء اھ ایضاً صفحہ ۲۷۸ ان الانبياء افضل من الشهداء والشهداء احياء عند ربهم فكذٰلك الانبياء اھ ایضاً صفحہ ۲۷۹ وراء الآخرة لاتدرك فی العقل واحوال البرزخ اشبه باحوال الآخرة اھ نیز پارہ ۱۴ صفحہ ۲۸۳ میں مرقوم ہے ۔ وهذه الحيٰوة ليست دنيوية وانما هی اخروية نیز پارہ ۱۶ صفحہ ۲۶ میں مرقوم ہے ۔ لانه بعد موته وان كان حيا فهی حياة اخروية لاتشبه الحيوة الدنيا والله اعلم اھ نیز پارہ ۳۰ صفحہ ۲۲۴ میں مرقوم ہے ۔ الانبياء والشهداء فانهم احياء عند ربهم اھ نیز صاحب فتح الباری تلخیص الجبیر صفحہ ۱۶۲ میں فرماتے ہیں ۔ وقال (البيهقی) فی دلائل النبوة الانبياء احياء عند ربهم كالشهداء وقال فی كتاب الاعتقاد والانبياء بعد ما قبضوا ردت اليهم ارواحهم فهم احياء عند ربهم كالشهداء

ان سب کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنے رب تعالیٰ شانہٗ کے ہاں زندہ ہیں، وہ رزق عطا فرمائے جاتے ہیں، پس نہیں اس میں کوئی امر مانع کہ حج کریں وہ اس حال میں، اور یہی ثابت ہے شہداء کے لیے اور بیشک انبیاء بلند مرتبہ اور افضل درجہ میں ہیں شہداء سے اور شہداء کے لیے حیات ہے، ان کے رب کے پاس تو اسی طرح انبیاء

کے لیے ہے کیونکہ امورِ آخرت ادراکِ عقل سے باہر ہیں اور احوالِ برزخ مشابہ احوالِ آخرت کے ہیں۔ اور یہ حیات دنیوی نہیں بلکہ اُخروی ہے کیونکہ بعد وفات کے ان کو جو حیات ہے تو یہ حیاتِ اخروی ہے حیات دنیا کے مشابہ نہیں ہے واللہ اعلم۔ امام بیہقیؒ نے دلائل النبوۃ اور کتاب الاعتقاد میں لکھا ہے کہ انبیاء کے لیے حیات ان کے رب کے پاس ہے جس طرح شہداء کے لیے اور انبیاء کے لیے بعد وفات کے ان کی طرف ان کی ارواح لوٹا دی جاتی ہے پس ان کے لیے حیات ان کے رب کے پاس ہے۔ جیسے شہداء کے لیے۔ علیٰ ہٰذا امام نوویؒ شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲۵ میں فرماتے ہیں: و قد ثبت فی حدیث الاسراء ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجتمع بالانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین فی السموات و فی بیت المقدس وصلی بہم قال فلا یبعدون ان اللہ تعالیٰ احیاھم کما جاء فی الشہداء۔

نیز مولوی نعیم کے شیخ بدایونی کی تصحیح المسائل ص ۱۲۱ میں بھی کتاب، الاعتقاد کی عبارت مذکورہ استناداً مرقوم ہے نیز تصحیح المسائل ص ۱۳۰ میں بروایت بزار وطبرانی یہ الفاظ منقول ہیں۔

ارواح الانبیاء فی الرفیق الاعلیٰ فثبت بھذا انہ لامنافاۃ بین کون الروح فی العلیین او الجنۃ او السماء و ان لہا بالبدن اتصالا۔	"ارواح انبیاء علیہم السلام رفیق اعلیٰ میں ہیں۔ پس ثابت ہوا اس سے کہ اس میں کوئی امر منافی نہیں ہے کہ روح علیین یا جنت یا آسمان میں ہو اور اس کو بدن سے اتصال ہو"

اور مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ کی مدارج النبوۃ ج ا ص ۱۵۹ میں مرقوم ہے:۔

ولازم نمی آید از بودن آن حقیقت حیات کہ باشد بر صفتے کہ در دنیا بودہ ورنہ داحتیاج بطعام وشراب وغیر ذلک از صفاتِ اجسام چنانکہ مشاہدہ مے کنیم در دنیا، بلکہ آنہا را در برزخ احکام دیگر با شدو احتیاج بطعام وشراب وامثالِ آن امرِ عادی است و حال در آنجا بخلافِ عادت باشد اھ	"لازم نہیں آتا انبیا کی حقیقی حیات ہونے سے کہ ہووے اوپر اس صفت کے کہ دنیا میں تھے اور نہ احتیاج کھانے پینے وغیرہ صفاتِ اجسام کے جس طرح دنیا میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں بلکہ ان کے لیے برزخ میں احکام دوسرے ہوتے ہیں اور احتیاج کھانے پینے وغیرہ کی امر عادی ہے اور حال اس جگہ کا خلاف عادت کے ہوتا ہے"

اور خود مولوی نعیم الدین کی مستند کتاب انوارِ ساطعہ ص ۳۰ میں فتاویٰ سراجیہ سے نقل کیا امامۃ النبی علیہ السلام لیلۃ المعراج کارواح الانبیاء علیہ السلام۔ "ثابت ہوا کہ سب پیغمبران کی روحیں اپنے اپنے مقام سے سمٹ کر بیت المقدس میں حاضر ہوگئیں تھیں پھر بر ارواحِ انبیا دآسمانوں پر ملیں۔ انتہٰی۔

علیٰ ہٰذا تفسیر مظہری پ۲ سورہ البقرہ میں مرقوم ہے زیرِ تفسیر آیت بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔

فذهب جماعة من العلماء الى ان هٰذه الحيوٰة مختص بالشهداء والحق عندى عدم اختصاصها بهم بل حيوٰة الانبياء اقوىٰ منهم فيه يتنبيه علىٰ ان حيوتهم ليست من جنس ما يحسه كل احد وانما هى امر لا يدرك بالعقل ولا بالحس بالوحى اوالفراسة الصحيحة المقتبسة من الوحى اھ

"نہ کہو ان کو مردے بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔" "ایک جماعت علماء اس طرف گئی ہے کہ یہ حیات شہداء کے ساتھ مخصوص ہے اور حق میرے نزدیک شہداء کے لیے خصوصیت نہ ہونا ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے زیادہ قوی ہے" اس میں تنبیہ ہے اس امر کی کہ ان کی حیات اس قسم کی نہیں ہے جو ہر شخص محسوس کر سکے کیونکہ اس امر کا ادراک عقل اور محسوسات سے نہیں ہو سکتا، بلکہ وحی یا فراستِ صحیحہ یا وحی سے ماخوذ ہوتا ہے"

نیز صاحب تفسیر مظہری جناب قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی "تذکرۃ الموتیٰ والقبور ص۴۳" میں فرماتے ہیں۔

ونسفی در بحر الکلام گفتہ کہ ارواح انبیاء چوں از جسد بیرون میشوند صورت شان از مشک وکافور باشد ودر بہشت باشند بخورند و بنوشند وتنعم فرمایند وشبانگاہ در قنادیل زیر عرش جاگیرند وارواح شہداء ورنگم پرندہ سبز بخورند و بنوشند وتنعم فرمایند وشبانگاہ در قنادیل زیر عرش باشند۔

"ارواح انبیاء علیہم السلام بروقت باہر ہونے جسم کے بصورتِ مشک وکافور کے ہوتی ہیں اور جنت میں کھاتی پیتی عیش وعشرت فرماتی ہیں اور شب کو عرش کے نیچے قنادیل میں آجاتی ہیں اور ارواح شہداء سبز پرندوں کے پوٹوں میں کھاتی پیتی فرماتی ہیں اور شب کو قندیلوں میں نیچے عرش کے رہتی ہیں"

نیز ص۴۵ میں فرماتے ہیں :۔

انبیاء وشہداء را ہر چند ارواح در اعلیٰ علیین باشند لیکن علاقہ شان ببدن زیادہ باشد از انچہ دیگر یرا باشند ولہٰذا آنہارا احیاء میگو ئیند وہم چنیں باشد حال صدیقان وصالحین یعنی اولیاء

انبیاء اور شہداء کی ارواح ہر چند کہ اعلیٰ علیین میں ہوتی ہیں لیکن علاقہ ان کا بدن کے ساتھ زیادہ ہوتا ہے بہ نسبت دوسرے لوگوں کے اور اسی وجہ سے ان کو زندہ کہتے ہیں اور اسی طرح صدیقین اور صالحین اولیاء کا حال ہوتا ہے"

علیٰ ہٰذا تفسیر فتح العزیز ج ا ص۴۳۵ آیت بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ میں مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں :۔

پس حیاتِ شہداء در عالم برزخ حیات جزائی

"پس حیات شہداء کی عالم برزخ میں حیات جزا

است نہ حیاتِ ابتدائی و نہ حیاتِ اعادی ایضاً صـ۲۳۶ حیاتِ شہداء بمعنی تعلق ارواح با بدان است برائے استیفائے لذّتے کہ موقوف بر آلاتِ بدنی است نہ تعلق ارواحِ ابدان سابقہ و نہ بقائے روح با دراک و شعور و ایں حیات حیاتِ جزائی است، کہ ثواب عمل ایشان را با ایشاں باییں صورت دادہ اند۔

کے لیے ہے نہ حیاتِ ابتدائی اور نہ حیاتِ اعادی حیات شہداء بمعنی تعلق ارواح کا بدن کے ساتھ ہے واسطے فائدہ اس لذّت کے کہ جو موقوف اوپر آلاتِ بدنی کے ہے نہ تعلق ارواح کا سابقہ بدنوں کی وجہ سے اور نہ بقائے روح ساتھ ادراک و شعور کے اور یہ حیات حیاتِ جزائی ہے کہ ثواب ان کے عمل کا ان کو اس صورت سے دیا جاتا ہے“

نیز تفسیر فتح العزیز ج ۳ پارہ ۳۰ صـ۱۲۳ میں فرماتے ہیں:

وارواحِ نیکاں بعد از قبض در آنجا مے رسند ومقربان یعنی انبیاء و اولیاء و اولیاء درواں مستقرمی مانند۔

”ارواح نیکوں کی بعد قبض ہونے کے (علّیین) میں پہنچتی ہیں اور مقرّبان یعنی انبیاء اور اولیاء اس میں بطور استقرار کے رہتی ہیں“

علی ہٰذا ارواح مومنین کے لیے بھی جنّت میں سبز پرندوں کی شکل میں رزق عطا فرمایا جاتا ہے۔ چنانچہ مؤطا امام مالک ج ۲ صـ۲۴۴ میں روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے انما نسمۃ المؤمن طیر یعلق فی شجرۃ الجنۃ۔ اور ابن ماجہ صـ۲۴۵ میں روایت ہے:-

ان ارواح المؤمنین فی طیر خضر تعلق بشجر الجنۃ۔

”ارواح مومنین کی سبز پرندوں میں ہوتی ہیں کھاتی ہیں جنّت کے درختوں سے“

یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ صـ۱۴۳ میں منقول ہیں۔ پس صراحتاً ثابت ہو گیا کہ انبیاء علیہم السّلام اور شہداء کی حیات برزخیہ ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان عالم کا نام ہے نہ کہ حیاتِ مماثل دنیا۔ بہر حال اجسام انبیاء اور جن کا حق تعالیٰ چاہے متغیّر نہ ہونا اور محفوظ رہنا ساتھ ہی روحوں کا جسموں سے اتّصال ہونا بلا شک ثابت ہے کیونکہ کوئی دلیل قطعی صحّت و صراحت میں اس امر کی نہیں ہے کہ وہ حیاتِ حقیقی حسّی دنیوی کے ساتھ قبور میں ہی مع الرّوح متمکن و مستقر ہیں اگر کوئی بھی دلیل ایسی پائی جاتی تو کلامِ فریقین ائمہ کرام محدّثین و علمائے عظّام محققین میں احتمالات اور اشکالات دربارہ اجسام و ارواح نہ پیدا ہوتے۔ اتنا ضرور ہے کہ ارواح کے ساتھ عالم برزخ میں قبور سے اتصال ہوتا ہے اور عالمِ برزخ کی کیفیّت سے کوئی باخبر نہیں یہ ایمان بالغیب میں داخل ہے جس قدر قرآن و حدیث میں فرما دیا گیا ہے۔ اس پر ایمان ہے البتہ حیاتِ برزخی میں سب سے اعلیٰ درجہ انبیاء اور شہداء کا ہے شہداء کے متعلق قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرۃ) "بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں خبر نہیں" بلکہ وہ زندہ ہیں

بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ (آل عمران) اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں"

یعنی ان کے فوت ہونے کے بعد ان کی زندگی سے تم لوگ خبر دار نہیں۔ للہٰذا حق تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے قرآن پاک میں انبیاء پر باوجود شہداء سے افضل و برتر ہونے کے مرنے کا اطلاق فرمایا چنانچہ

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (الزمر) "بے شک تو بھی مرنے والا ہے اور وہ بھی مرنے والے ہیں"

تو کیا اس سے انبیاء کا مرتبہ بمقابلہ شہداء کے گھٹ جاوے گا ہرگز نہیں، بلکہ انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخی اور اتصال جسدی نہایت اعلیٰ وارفع اور قوی و افضل ہونا شہداء رضی اللہ عنہم سے بحکم احادیث و اتفاق امت کے ثابت ہے جس کی کیفیت حق تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ کہ نعیم جنت و عذاب دوزخ کا پردہ اٹھا نہیں ہوتا ہے۔ اور قبور اور برزخ کے حالات حشر و نشر اور ایمان و کفر مشاہدہ میں آجاویں تو پھر ایمان بالغیب دور رہے گا جو مدار ایمان ہے اور جزاء اور سزا کا مرتکب ہونا فعل انسانی کے باعث توحید الٰہی اور آخرت پر ایمان و یقین لانے کا امتحان ہے پھر بھی باوجود اقرار جن لوگوں نے انبیاء کے لیے لوازم الوہیت، علم غیب، فریاد رسی مشکل کشائی اور حاضر و ناظر جان کر حیات دنیوی مان کر قبروں پر سجدات کر کے شرک تک نوبت پہنچائی فی الواقع ان پر مقولہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا صادق ہے۔ من کان یعبد محمدا فان محمدا قد مات۔

امام ابن القیم جن سے مولوی نعیم الدین کے مقتدا یان مولوی صاحب بریلوی نے حیات الموات صہ ۱۴۳ میں اور شیخ بدایونی نے تصحیح المسائل صہ ۱۲۱ و صہ ۱۲۶ و صہ ۱۲۹ میں استناد کیا ہے آپ اپنے قصیدہ صہ ۱۳۱ نونیہ میں فرماتے ہیں:

من فوقه اطباق ذاك التراب و اللبنات قد عرضت على الجدار ان لو كان حياً فى الضريح حياته قبل الممات بغير ما فرقان ما كان تحت الارض بل من فوقها والله هذى سنة الرحمٰن۔

"آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بہت مٹی اور اینٹیں پڑی ہیں اور دیواریں بنی ہوئی ہیں۔ اگر قبر شریف میں ویسے ہی زندہ ہوتے جیسے پہلے تھے۔ تو زمین کے نیچے نہ ہوتے بلکہ موافق عادت اللہ زمین کے اوپر ہوتے"

واضح رہے کہ فتح الباری میں بکثرت امام ابن قیم اور آپ کے شیخ امام الموحدین والمحدثین شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی تصانیف کا حسن تذکرہ و استناد مرقوم ہے کیونکہ امام ابن قیم صاحب فتح الباری کے استاذ الاستاذ ذہبی نیز امام ابن کثیر نے فرمایا:

"میں نے اپنے زمانہ میں اہل علم میں سے کسی کو زیادہ عابد ابن قیم سے نہیں پایا، دین میں ان کو درجۂ امامت

۱؎ مسئلہ حیات میں انبیاء کی الوہیت کی صراحت کسی صحیح حدیث میں آئی بھی ہے ؟ (ع۔ ح)

حاصل تھا۔ اور فرمایا امام جلال الدین سیوطیؒ نے کہ ابن قیم نے تصنیف کیا کتابوں کو اور مناظرہ کیا لوگوں سے۔ اور اجتہاد کیا اور ہو گئے ائمہ کبار سے تفسیر و حدیث اور فروع و اصول اور کلام میں"۔

اور فرمایا ملا علی قاری مکیؒ نے جن کو مولوی نعیم الدین نے فرائد النور صفحہ ۲۲ میں علامہ فاضل فہامہ کامل رحمہ اللہ الباری لکھا ہے کہ

"امام ابن قیم اکابر اہل سنت والجماعت میں سے تھے" (شرح شمائل ترمذی)

اور در رد المختار ج اصفحہ ۳۰ میں جو نہایت مقبول و مستند مولوی نعیم الدین ہے مرقوم ہے دفی کتاب الروح للحافظ ابی عبد اللہ الدمشقی الحنبلی الشہیر بابن قیم الجوزیۃ علاوہ ازیں بکثرت مقامات رد المختار میں امام ابن قیم اور آپ کے استاد و رفیق زندان امام ابن تیمیہ رحمہما اللہ کا حسن تذکرہ مذکور ہے چنانچہ جلد اول صفحہ ۳۹ میں مرقوم ہے۔ قال الحافظ ابن تیمیہ ایضاً ج ۳ صفحہ ۲۹ میں مرقوم ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ الحنبلی اور صفحہ ۲۹ میں مرقوم ہے شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن تیمیہ الحنبلی۔

الحاصل صاحب فتح الباری شرح صحیح بخاریؒ اور آپ کے اساتذہ کرام امام ابن قیم اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی جلالت قدر خاص کر فراج محدثین میں بوجہ تنقید و تحقیق حفظ و مراتب احادیث کے بفضلہ تعالےٰ جو رتبہ ان کو حاصل تھا، اہل علم پر مخفی نہیں۔ جن کی توصیف و شان میں مسلّمہ مولوی نعیم الدین کے اقوال مذکور ہوئے۔ اور خود مولوی نعیم الدین نے الکلمۃ العلیا صفحہ ۱۱۱ میں آپ کی نسبت لکھا ہے کہ

"آنکھ والوں سے پوچھیے شیخ المشائخ قاضی القضاۃ امام الحفاظ والرواۃ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح صحیح بخاری" الخ

اور مولوی صاحب بریلوی نے تجلی الیقین صفحہ ۴۲-۶۴ متعدد صفحات پر لکھا:۔

"امام الحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی" "جبل الحفظ امام عسقلانی" "امام علامہ سیدنا الحفاظ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ"، "ام خاتم الحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی"

اسی لیے بطور اتمام حجت فتح الباری کے ارشادات نقل ہوئے۔ اگرچہ مولوی نعیم الدین کی یہ تعریف و توصیف محض منافقانہ ظاہرداری ہے۔ کیونکہ شیوہ مولوی نعیم الدین کا ہے کہ باوجودیکہ ان کے مسلّمہ اکابر امام ابن قیم و ابن تیمیہ رحمہما اللہ کو شیخ الاسلام حافظ الحدیث مجتہد امام دین فرما دیں، لیکن خود ان کے ناخلف مولوی نعیم الدین اپنے رسالہ سواد اعظم صفر ۱۳۴۶ھ ج ۳ صفحہ ۱۲ میں الفاظ شنیعہ ملحد، بے دین، وغیرہ وغیرہ اپنی گستاخانہ بے باکانہ گندی زبان و قلم چلاوے جو پیشہ مبتدعین ضالین کا ہے۔ اگر وہ ان کے بقول ملحد بے دین تھے ان کو شیخ الاسلام امام دین لکھنے والے مولوی نعیم الدین کے نزدیک معاذ اللہ کس جرم

کے مرتکب ٹھہرتے ہیں۔ فی الواقع یہ تمام نتائج بدمآل عنادِ توحید وسنت عداوتِ اہل اللہ نشتۂ شرکیات وبدعات کے باعث ہیں جن کو خصوصاً مولانا شہید مرحوم پر ڈھال کر تمام ائمۂ دین کے ساتھ بغض نکالا جاتا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکان برد!

تنبیہ اس مقام پر خصوصاً اصحاب علمائے دیوبند سے سخت لغزش سرزد ہوئی جس کا ازالہ لازم ہے جنہوں نے المہند ص۲۶ میں لکھا ہے" ہمارے شیخ مولانا شاہ محمد اسحٰق دہلوی ثم المکی" پھر یہ بھی لکھا "ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپؐ کی حیات دنیا کی سی ہے۔ بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو الخ"

لہٰذا خصوصاً بغرض ان کے افادہ وتوجہ کے حضرت سرچشمۂ اساتذۃ المحدثین مولانا المشہور فی الآفاق مولانا شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی ومہاجر بیت اللہ الحرامؒ نواسہ وجانشین سندوقت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کا ارشادِ فیض بنیاد بمنزلہ مہرِ خاتم زیبِ رقم ہے۔ آپ اپنے مشہور فتاویٰ مطبوعہ مسائل اربعین ص۴۴ بجواب مسئلہ ۳۹ میں فرماتے ہیں:۔

وحال آنکہ حیاتِ آنجا مماثل حیاتِ دنیا نیست بلکہ احکام حیاتِ دنیا دیگرست واحکامِ حیات آنجا دیگر بنا برآں ایں استثناء درست نمے آید وحق آنست کہ انکارِ فقہاء عام ست از آنکہ استمداد از قبورِ انبیاء کنند یا از قبورِ غیر ایشاں ہمہ جائز نیست۔

"حالانکہ حیات اس جگہ کی مثل حیاتِ دنیا کے نہیں ہے بلکہ احکامِ حیاتِ دنیا دوسرے ہیں اور احکامِ حیات اس جگہ کے دوسرے اس بنا پر یہ استثناء (جواز استمداد واستعانت کا انبیاء علیہم السلام سے) درست نہیں آتا ہے اور حق وہ ہے کہ انکار فقہاء کا عام ہے۔ خواہ استمداد واستعانت قبورِ انبیاء سے کریں یا قبورِ ان کے غیر سے بالکل جائز نہیں ہے۔"

نیز فتاویٰ رشیدیہ جلد اوّل ص۴۲ میں ہے۔

"بعض کہتے ہیں کہ سنت سے اس طرح دعا کرانا ثابت نہیں ہے لہٰذا بدعت ہے" ایضاً ص۹۲ میں ہے" اس مسئلہ کی پہلی تحریرات ہو چکی ہیں کہ مأتہ مسائل اور اربعین مسائل مولانا محمد اسحٰق مرحوم دہلوی کو دیکھئے" نیز جلد دوم ص۸ میں منجملہ تصدیقات بجواب مسائل اربعین مذکور اصحاب دیوبند کی تصدیقات مرقوم ہیں" الجواب صحیح بندہ محمود عفی عنہ۔ محی الدین عفی عنہ۔ الجواب صحیح محمد صدیق عفی عنہ مدرس اوّل مدرسہ دیوبند مراد آبادی قاضی بھوپال۔ مراد آبادی حکیم صاحب مولانا احمد حسن امروہوی۔

علاوہ ازیں مولانا اشرف علی صاحب تھانوی سلمہ اللہ الولی، حفظ الایمان صفحہ ۶ میں فرماتے ہیں:-
"آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام، نہایت قوی حیات برزخیہ کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں۔ درجات برزخیہ بنسبت حضرات اولیاء کے قوی تر ہے"
پس اصحاب دیوبند سے اُمید کی جاتی ہے کہ اپنے اکابر و اساتذہ کرام کے ارشادات میں غور کر کے دلائل صحیحہ راجحہ سے سامنے اپنے اقوال سے رجوع فرماویں گے۔ وما علینا الا البلاغ۔
مگر مولوی نعیم الدین کو اس خاندانِ عالیہ عزیزیہ سے بوجہ اشاعت توحید و سنت و اماتت رسومات شرک و بدعت کے قلبی بغض و غضب اور عناد ہے چنانچہ فرائد النور صفحہ ۲۱ میں لکھا "مولوی اسحٰق صاحب کیسے ہی بزرگ ہوں جب آپ کا خصم انہیں مانتا ہی نہیں، پھر ان کا یا ان کی کتاب کا حوالہ دینا فضول ہے۔ بیشک اسی لیے اس مقالہ ہدایت میں جملہ حوالے مسلّمہ مستندہ مولوی نعیم الدین نقل ہوئے ہیں۔ ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری ٭ چنانچہ کتاب انوار ساطعہ جس کو اپنے مطبع نعیمی مراد آباد میں نہایت توصیف و مدح کے ساتھ چھاپ کر شائع کیا اور سوادِ اعظم ربیع الثانی سنہ ۴۷ھ میں لکھا کہ "انوار ساطعہ یہ وہ کتاب ہے جس نے وہابیوں کی محنتوں کو خاک میں ملا دیا" "اور وہابیہ کو عاجز کر دیا" الخ اس کے صفحہ ۱۴۳ وغیرہ میں مرقوم ہے "مولانا عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد جانشین اور خاص نواسہ مشہور آفاق جناب مولانا محمد اسحٰق صاحب مرحوم" حضرت مولانا:

آنحضرت کو تفصیلات مستقبلہ کے معلوم نہ ہونے کی بحث

قولہ صفحہ ۲۵۲-۲۵۴ اور عبارت دیکھیے لکھا ہے جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں، نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔ تقویۃ الایمان صفحہ ۲۱ دیکھیے کیسی بے ادبی و گستاخی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کیسا عناد و عداوت ہے۔
قرآن پاک سے تو معلوم ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام کو اپنا حال بھی معلوم تھا وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى امتیوں کا بھی وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى اور کفار نابکار کا بھی اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ عشرہ مبشرہ اور بہت اصحاب و اہلبیت کے جنتی ہونے کی خبر دی۔ انا سید ولد آدم۔ اول من ینشق عنہ القبر و اول شافع و اول مشفع (وغیرھم) بدنصیب بداندیش نے سب کو چھپایا بلکہ جھٹلایا اور لکھ دیا کہ انہیں دنیا قبر آخرت کا حال نہ اپنا معلوم نہ اوروں کا، یعنی اپنے خاتمہ اور نجات کی بھی خبر نہیں۔ معاذ اللہ یہی مشرکین عرب نے بھی کہا تھا۔ اور خوشی منائی تھی۔ خازن جلد ۴ صفحہ ۱۳۶ میں ہے۔ لما نزلت ہذہ الآیۃ فرح المشرکون وقالوا واللات والعزّٰی ما امرنا و امر محمد عند اللہ واحد وما لہ علینا من مزیۃ وفضل ولو لا انہ ابتدع ما یقولہ من ذات نفسہ لاخبرہ الذی بعثہ بما یفعل بہ جب آیت ما کنت بدعا الآیۃ نازل ہوئی تو مشرکین خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایک حال ہے انہیں ہم پر

لے متوفی سنہ ۱۲۶۲ھ (ح)

کچھ فضیلت نہیں اگر قرآن انہوں نے خود نہ بنایا ہوتا قرآن کا بھیجنے والا انہیں خبر دیتا۔ کران کے ساتھ کیا کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ نے آیۃ لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ الایۃ نازل فرما کران کا رد کر دیا۔ صاحب تقویۃ الایمان انہیں مشرکین کا اتباع کر رہا ہے۔ جو حدیث اس نے نقل کی اس میں لفظ مَا یُفْعَلُ بِیْ وہم راوی ہے عمدۃ القاری جلد ۴ صـ۱۸ میں ہے قال الداؤدی ما یفعل بہ وہم والصواب ما یفعل بہ۔ حدیث لکھی اور یہ خبر نہ ہوئی کہ جس لفظ سے استدلال کرتا ہے وہ وہم و غلط ہے۔ چنانچہ امام بخاری نے اس کے بعد نافع بن یزید سے بروایت عقیل ما یفعل بہ نقل کیا۔ فتح الباری جزء خامس صـ۶۴۶ میں ہے فی روایۃ الکشمیہنی بہ وھو غلط فان المحفوظ فی روایۃ اللیث ھٰذا ولذلک عقبہ المصنف بروایۃ نافع بن یزید عن عقیل التی لفظھا ما یفعل بہ۔ یہ تو حدیث دانی کا حال ہے کہ روایت کے جس لفظ سے استدلال ہے، وہ وہم راوی ہے اور آپ کو خبر نہیں۔ اب فہم معنی کا کمال دیکھیے۔ کہ درایت وعلم میں تمیز نہیں، اتنا بھی شعور نہیں کہ درایت کے معنی ہیں: دراك العقل بالقیاس یعنی اندازے اور اٹکل سے جاننا، اسی لیے یہ لفظ شانِ الٰہی میں نہیں بولا جاتا اور علم الٰہی کو درایت نہیں کہا جاتا۔ ام العلاء نے بقسم کہا کہ اے عثمان تمہیں جنت مبارک یقیناً تمہاری عاقبت بخیر ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک غیبی بات پر جزم ویقین کے ساتھ حکم کرنا اور ارشادِ نبی کا منتظر نہ رہنا مقتضائے کمالِ ادب نہ تھا۔ اس لیے حضور نے زجراً ارشاد فرمایا واللہ ما ادری الحدیث مراد یہ ہے کہ یہ امور اندازے اور اٹکل سے جاننے کے نہیں ہیں جب تک اللہ و رسول کی طرف سے خبر نہ دی جائے، خاموش رہنا چاہیئے۔ عینی شرح بخاری جلد ۴ صـ۱۸ میں ہے فان قلت ھٰذا ایضاً یعارض قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث جابر رضی اللہ عنہ ما زالت الملائکۃ تظلہ باجنحۃ حتّٰی رفعتموہ قلت لا تعارض فی ذٰلك لانہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینطق عن الھوی فانکر علیٰ ام العلاء قطعھا علی عثمان اذ لم تعلم ھی امرہ شیئا وفی حدیث جابر ما عملہ بطریق الوحی اذ لا یقطع علیٰ مثل ھٰذا الا بوحی حاصلہ ان ما قالہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبار من لا ینطق عن الھوی وذٰلك کلام ام العلاء ولیسا بالسواء۔ اشعۃ اللمعات جلد ۴ صـ۲۷۵ میں حدیث اُمّ العلاء کی شرح میں فرماتے ہیں۔ "در حقیقت مضمون ایں زجر و منع ست بطریق مبالغہ بر سوء ادب در حضرتِ نبوت و حکم بر غیب و جزم بداں" اسی کتاب میں حدیث کے ترجمہ کے بعد لکھتے ہیں" واین درباب انبیاء و رسل خصوصاً درحقِ سیّد المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم منفی ست بدلائل قطعیہ کہ دلالت او را بر جزم ویقین بحسنِ عاقبتِ ایشاں را معاذ اللہ حضور کو اپنے خاتمہ اور اپنی عاقبت کا حال معلوم نہیں۔ یہ ناپاک مضمون صاحبِ تقویۃ الایمان نے اپنی عناد سے تمام مفسرین و محدثین کے خلاف لکھ کر حضور کی توہین

کی والعیاذ باللہ تعالیٰ اھ ملخصاً بلفظہ

اقول واللہ یعلم و انتم لا تعلمون " مولوی نعیم الدین کا اپنی تریب کاری دھوکہ دہی سے حدیث واللہ ما ادری الخ کے رد میں محض تقویۃ الایمان کے فائدہ کو کاٹ چھانٹ کر لوگوں کو بار بار اشتغال دلانا ہے جو کمال دلیل عجز و سینہ زوری ہے۔ حالانکہ ص۱۹۲ کے جواب میں بتفصیل تمام شافی و کافی مدلل و مسکت دندان شکن مسلمہ طور پر گزر چکا۔ جس سے ساری کذب بیانی اور بہتان بندی تہ خاک ہو گئی۔ کہ باوجود اجمالاً علم قطعی یقینی حسب نصوص قرآن و احادیث بوعدہ حق تعالیٰ کے حضرات انبیاء علیہم السلام خاص کر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام عشرہ مبشرہ وغیرہم رضی اللہ عنہم مغفور ہیں مگر تفصیلی حالات و واقعات کی حقیقت ذرہ ذرہ کا علم بجز حق تعالیٰ کے کسی کو نہیں ہے، چنانچہ جس طرح یہ مضمون تقویۃ الایمان کے پورے فائدہ میں مرقوم ہے اس کو مولوی نعیم الدین اپنی بددیانتی خباثت باطنی سے چھپا کر لا تقربوا الصلوٰۃ پر عمل پیرا ہوا ہے جو یہ ہے۔

"ف یعنی جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو ان کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں، نہ نبی کو نہ ولی کو، نہ اپنا حال نہ دوسرے کا، اور اگر کچھ بات اللہ نے کسی اپنے مقبول بندے کو وحی سے یا الہام سے بتائی کہ فلانے کا انجام بخیر ہے یا برا سو وہ بات مجمل ہے اور اس سے زیادہ معلوم کر لینا اور اس کی تفصیل دریافت کرنی ان کے اختیار سے باہر ہے" تقویۃ الایمان فصل اشراک فی العلم کی آخری حدیث۔

اسی طرح مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی " شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص۲۵۸ سے منقول ہو چکا یعنی ظاہر اس حدیث سے یہ ہے کہ عاقبت انبیاء علیہم السلام کی مبہم ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ آخر کیا ہوگا اور کیا کام کرے گا اور یہ در بارہ انبیاء اور رسولوں خصوصاً سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ و علیہم کے حق میں نفی کیا گیا ہے۔ بدلائل قطعیہ کو دلالت رکھتی ہیں اوپر جزم اور یقین ان کے حسن عاقبت پر یا مراد عدم دریافت احوال عاقبت کا ہے کیا دنیا اور کیا دین میں بتفصیل کیونکہ علم احوال غیب کا بتفصیل سوائے پروردگار تعالیٰ شانہ کے کسی کو نہیں ہوتا ہے اگرچہ مجملاً معلوم ہے کہ عاقبت انبیاء علیہم السلام بخیر ہے۔

دیکھئے پوری عبارت اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ سے علم احوال آخرت کا تفصیلی نہ ہونا اور حسن عاقبت کا اجمالی ہونا ثابت ہوتا ہے جس کو جناب مؤلف نے بددیانتی و خیانت سے کاٹ چھانٹ کر نقل کیا ہے۔ ایسے ہی تفسیر جلالین اور تفسیر جامع البیان اور تفسیر فتح العزیز اور مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی اور فتح الباری شرح صحیح بخاری اور موضوعات کبیر ملا علی قاری وغیرہ کتب فقہ حنفیہ مسلمہ مولوی نعیم الدین سے

اوپر ایک جگہ مفصل گزر چکا ہے۔ ناظرین کرام ان تمام تائیدات مشرح تقویۃ الایمان کو فائدہ تقویۃ الایمان سے ملا دیکھیں گے تو حقیقت حال کھل کر سامنے آجائے گی انشاء اللہ!

اب رہا یہ امر کہ حدیث میں لفظ ما یفعل بی وہم راوی ہے اور صواب ما یفعل بہ ہے جو عمدۃ القاری سے بقول داؤدی نقل کیا۔ محض خلاف دیانت ہے۔ اس لیے خود امام بخاریؒ نے ہر دو لفظ بی اور بہ کی متابعات موصولاً صحیح بخاری ہی میں روایت فرمائیں تو پھر یہ احتمال کیونکر ہو سکتا ہے! بس درست امر یہی ہے کہ ما یفعل بی کے ہمراہ دوسری روایت ما یفعل بہ بطریق دیگر رواۃ بھی اپنے معنی میں صحیح ہیں۔ بہرحال دونوں لفظ نہ جاننے علم قطعی میں نص صریح ہیں جس میں مخالف کو لب کشائی کی گنجائش نہیں ہے، جس طرح ایک ہی حدیث میں دونوں کو جمع فرمایا ما یفعل بی ولا بکم۔

پس مولوی نعیم الدین کی بددیانتی قابل غور ہے کہ فتح الباری جزء خامس ص۲۴۶ سے خود ہی نقل تو کیا لیکن اس کا ترجمہ نہیں کیا فی روایۃ کشمیھنی بہ وھو غلط منہ فان المحفوظ فی روایۃ اللیث ھذا ولذلک عقبہ المصنف بروایۃ نافع بن یزید عن عقیل التی لفظھا ما یفعل بہ۔

حالانکہ اس کا ترجمہ یہ ہے" (قولہ ما یفعل بی) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں کیا معاملہ ہوگا مجھ سے" کشمیہنی کی روایت میں بجائے "بی" کے "بہ" واقع ہوا ہے۔ جس کا ترجمہ ہے نہیں جانتا میں اس (عثمان) کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ لیکن وہ لفظ اس جگہ پر درست نہیں۔ کیونکہ لیث کی روایت میں یہی۔ بی۔ کا لفظ محفوظ ہے اور اسی واسطے مصنف یعنی امام بخاریؒ نے اس کے بعد نافع بن یزید کی اس روایت کو ذکر کیا ہے جو انہوں نے عقیل سے کی ہے۔ اور جس میں ما یفعل بہ کا لفظ ہے۔ (بلا ذکر لیث کے) ایسے ہی امام قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ج ۲ مطبوعہ کشوری کانپور ص۳۰ میں صاحب فتح الباری سے ناقل ہیں

ولابی ذر عن الکشمیھنی ما یفعل بہ ای بعثمان قال فی الفتح وھو غلط منہ فان المحفوظ فی روایۃ اللیث ھذا ولذا عقبہ المصنف بروایۃ نافع بن یزید عن عقیل التی لفظھا ما یفعل بہ انتھی۔

ناظرین نے ملاحظہ فرمایا کہ عبارت فتح الباری سے مولوی نعیم الدین نے بغرض مغالطہ وہی ما یفعل بی کو وہم و غلط بتایا۔ حالانکہ اس میں بروایت لیث ما یفعل بی کو محفوظ اور اس کے مقابلہ میں اس میں لفظ ما یفعل بہ۔ کو غلط یا خلط فرمایا۔ لہٰذا اولاً اصل الفاظ معہ اسناد حدیث صحیح بخاری جزء خامس ص۲۴۶ معہ اس کے تمام طرق و متابعات پر غور فرمادیں حدثنا یحیی بن بکیر قال حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شھاب قال اخبرنی خارجۃ بن زید بن ثابت (الی) واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی۔ "اور قسم اللہ کی میں نہیں جانتا۔ حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ کیا معاملہ کیا جاوے گا میرے ساتھ" حدثنا

سعید بن عفیر قال حدثنا اللیث مثلہ وقال نافع بن یزید عن عقیل ما یفعل بہ وتابعہ شعیب وعمرو بن دینار ومعمر

ایضاً صحیح بخاری پارہ ۱۰ صفحہ ۵۷۶ اور آخر کتاب الشہادات میں روایت ہے۔ حدثنا ابو الیمان نا شعیب عن الزہری حدثنی خارجۃ بن زید الانصاری واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بہ۔

ایضاً صحیح بخاری پارہ ۱۵ صفحہ ۵۸۶ باب ہجرت میں روایت ہے حدثنا موسیٰ بن اسمٰعیل قال حدثنا ابراہیم بن سعد قال اخبرنا ابن شہاب عن خارجۃ بن زید بن ثابت وما ادری واللہ وانا رسول اللہ ما یفعل بہ

ایضاً صحیح بخاری پارہ ۲۸ صفحہ ۴۹۱ باب الرؤیا بالنہار میں روایت ہے حدثنا سعید بن عفیر قال حدثنی اللیث قال حدثنی عقیل عن ابن شہاب قال اخبرنی خارجۃ بن زید بن ثابت وواللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما ذا یفعل بی حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزہری بہذا وقال ما ادری ما یفعل بہ ایضاً صفحہ ۵۰۱ باب العین الجاریۃ فی المنام میں روایت ہے۔ حدثنا عبدان قال اخبرنا عبداللہ (ابن المبارک) قال اخبرنا معمر عن الزہری عن خارجۃ بن زید بن ثابت۔ واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم۔

حدیث مذکور کی تین روایات میں لفظ مایفعل بی واقع ہے اور دو میں مایفعل بہ جن کی تفصیل متابعات فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۵ صفحہ ۱۳۶ میں مرقوم ہے جو یہ ہے۔

ورواية نافع المذكورة وصلها الاسماعيلي واما متابعة شعيب فستاتي في اواخر الشهادات موصولة واما متابعة عمرو بن دينار فوصلها ابن ابي عمر في مسنده عن ابن عيينة عنه واما متابعة معمر فوصلها المصنف في التعبير من طريق ابن المبارك عنه وقد وصلها عبد الرزاق عن معمر ايضاً ورويناها في مسند عبد بن حميد قال اخبرنا عبد الرزاق ولفظه فواللہ ما ادري وانا رسول الله ما يفعل بي ولا بكم وانما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ذلك موافقة لقوله تعالى في سورة الاحقاف قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ وكان ذلك قبل نزول قوله تعالى ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر لان الاحقاف مكية وسورة الفتح مدنية بلا خلاف فيهما وقد ثبت انه صلى الله عليه وسلم قال انا اول من يدخل الجنة وغير ذلك من الاخبار الصريحة في معناه فيحمل ان يحمل الاثبات في ذلك على العلم المجمل والنفي على الاحاطة من حيث التفصيل اھ۔

پس منجملہ متابعات کے روایت عبد الرزاق ہے جو ہمعصر امام بخاری رح ہیں۔ اور امام بخاری رح نے بالواسطہ ان سے روایت کی ہے۔ صاحب فتح الباری فرماتے ہیں۔

"کہ دیکھا ہم نے مسند عبد بن حمید میں کہا خبر دی ہمیں عبد الرزاق نے اور لفظ ان کے یہ ہیں پس قسم اللہ کی میں جانتا اور اللہ کا رسول ہوں کیا معاملہ ہوگا مجھ سے اور کیا تم سے، اور یہ فرمانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موافق فرمانے اللہ تعالیٰ کے ہے سورہ احقاف میں کہ کہہ دو میں کچھ نیا رسول نہیں اور میں نہیں جانتا کیا معاملہ کیا جاوے گا مجھ سے اور کیا معاملہ کیا جاوے گا تم سے اور نہایہ قبل نازل ہونے قول اللہ تعالیٰ کے ہم نے فتح دی تجھے فتح ظاہر تاکہ معاف کرے اللہ تجھ سے جو پہلے ہوئے گناہ۔ اور جو پیچھے۔ کیونکہ احقاف مکیہ ہے اور سورہ فتح مدنیہ بلا اختلاف کے دونوں میں اور بے شک ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اول ہوں گا ان میں جو داخل ہوں گے جنت میں وغیرہ احادیث صریحیہ کے جو اس معنی میں ہیں۔ پس محتمل ہے کہ حمل کیا جاوے ثابت ہونے کو علم اجمالی پر اور نفی کو اوپر احاطہ تفصیلی کے"

اور یہی الفاظ واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم علامہ زرقانی نے شرح مواہب ج ۷ ص۲۲۷ میں فرما گئے ہیں جو مولوی نعیم الدین کے بھی معتمد علیہ ہیں اور اسی روایت ما یفعل بی کو مشکوٰۃ ص۴۵۶ میں نقل فرمایا گیا۔

واللہ لا ادری واللہ لا ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم۔

"قسم ہے اللہ کی نہیں جانتا میں قسم ہے اللہ کی نہیں جانتا میں، اور میں رسول اللہ کا ہوں کیا معاملہ ہوگا مجھ سے اور کیا معاملہ ہوگا تم سے"

نہ کہ لفظ ما یفعل بہ کو کیونکہ نفی علم غیب میں کلیتہً یہی لائق افادہ ہے۔ جو تقویۃ الایمان میں بحوالہ مشکوٰۃ مرقوم ہے، اور اسی کا ترجمہ مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص۲۵۸ میں یہ کیا۔

آنحضرت مکرر فرمود بخدا سوگند در نمی یابم بخدا سوگند در نمی یابم من وحال آنکہ من پیغمبر خدا ایم کہ چہ کردہ میشود بمن۔ ونہ در می یابم کہ چہ کردہ میشود بشما۔

"مکرر فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اللہ کی نہیں جانتا ہوں میں قسم اللہ کی نہیں جانتا ہوں میں اور حالانکہ میں پیغمبر اللہ کا ہوں کہ کیا جاوے گا میرے ساتھ اور نہیں جانتا ہوں میں کہ کیا کیا جاوے گا تمہارے ساتھ"

واضح رہے کہ حدیث زیر بحث میں مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں لفظ واللہ لا ادری مکرر ہے اور بعض میں نہیں۔ چنانچہ ملا علی قاریؒ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۵ ص۱۰۱ میں فرماتے ہیں وفی نسخۃ: واللہ لا ادری مکررًا اور منجملہ وجوہ دلالات کے فرماتے ہیں۔

ثالثها ان یکون نفیا للدرایۃ المفصلۃ دون المجملۃ قلت ھٰذا ھو الصحیح والحاصل انہ یرید نفی علم الغیب عن نفسہ وانہ لیس بمطلع علی المکنون۔

"تیسری یہ کہ اس میں نفی درایت تفصیل کی ہوگی نہ کہ نفی اجمالی کی یعنی تفصیل کے ساتھ نہ جاننا اجمالاً انجام بخیر معلوم ہونا حاصل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نفس ذات مبارک سے نفی علم غیب کی فرمائی کہ پوشیدہ امور پر آپؐ مطلع نہیں ہیں"

اور یہی مولانا شاہ عبد الحق رحمہ سے اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۲۵۸ میں منقول ہوا اور یہی تفسیر بیضاوی ج ۲ ص ۲۹۶ میں مرقوم ہے :-

وما ادری ما یفعل بی ولا بکم فی الدارین علی التفصیل اذلا علم لی بالغیب ۔ — "نہیں جانتا میں کہ مجھ سے کیا معاملہ ہوگا اور تم سے کیا ہوگا۔ دارین میں تفصیل کے ساتھ جس حالت میں کہ مجھے علم غیب نہیں ہے"

اور اسی طرح کمالین حاشیہ جلالین ص ۴۲۵ میں منقول ہے ۔ اولا ادری حالی رحالکم علی التفصیل ای لا ادعی علم الغیب اور تفسیر جامع البیان بر حاشیہ جلالین ص ۴۲۵ میں مرقوم ہے ۔

اولا ادری حالی رحالکم فی الدارین علی التفصیل ۔ — "نہیں جانتا میں حال اپنا اور حال تمہارا دارین میں تفصیل کے ساتھ یعنی نہیں دعویٰ کرتا میں علم غیب کا"

اور یہی حاصل عبارت عمدۃ القاری منقولہ مولوی نعیم الدین کا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے جنازہ پر فرشتوں کے سایہ کر لینے کی بشارت بذریعہ وحی تھی اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے بارہ میں حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا سے فرمانا واللہ ما ادری (قسم اللہ کی میں نہیں جانتا) بوجہ عدم ورود وحی عدم علم کے تھا ۔ فلا منافاۃ علیٰ ہٰذا اور صورت اطلاع نہ فرمائے جانے بذریعہ وحی کے ما ادری کا فرمانا بکثرت قرآن پاک اور احادیث میں صراحۃً عدم علم قطعی الثبوت قطعی الدلالت سے ثابت ہے ۔ چنانچہ پارہ ۲۱ سورہ لقمان میں ہے ۔ وَمَا تَدْرِی نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِی نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اور پارہ ۲۵ سورہ شوریٰ میں ہے وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِیْبٌ ۔ مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ اور پارہ ۳۰ سورہ انفطار میں ہے وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ثُمَّ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ اور سورہ تطفیف میں ہے وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّیْنٌ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّیُّوْنَ اور سورہ طارق میں ہے ۔ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ اور سورہ قدر میں ہے ۔ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۔ اور سورہ قارعہ میں ہے ۔ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۔ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا هِیَهْ اور سورہ ہمزہ میں ہے ۔ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ بہ تراجم شاہ عبد القادر رحمہ اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ مسلمہ مولوی نعیم الدین کے بجواب ص ۱۹۲ میں مرقوم ہو چکے ۔ علیٰ ہٰذا احادیث میں بھی چنانچہ صحیح بخاری پارہ ۵ میں ص ۶۰۰ میں ہے جب قبر میں کافر و منافق سے سوال ہوگا تو کہے گا ۔ لا ادری اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں حق تعالیٰ کی طرف سے سوال کئے گئے تو جواب میں کہا گیا لا ادری قالہا ثلاثا (مشکوٰۃ ص ۶۹) اور صحیح بخاری پارہ ۱۲ ص ۱۵۹ میں روایت ہے کہ قبیلہ ہوازن کے لوگوں سے اثناء گفتگو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

انا لا تدری من اذن منکم فی ذلک ۔ — "میں نہیں جانتا کہ اس امر میں کس نے تم میں سے اجازت دی"

نیز صحیح بخاری پارہ ۱۳ صفحہ ۲۵۱ میں روایت ہے کہ جب قیامت کے روز سب لوگ بے ہوش ہوجاویں گے اور سب سے اول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو افاقہ ہوگا۔ تو آپ موسیٰ علیہ السلام کو عرش کا پایا پکڑے دیکھیں گے تو فرمایا فلا ادری "پس میں نہیں جانتا کہ ان کو افاقہ مجھ سے پہلے ہوا یا انہیں طور کی بیہوشی کا معاوضہ دیا گیا نیز" فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۱۳ صفحہ ۲۲۸ میں روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :۔

لا ادری ذالقرنین کان نبیا اولا — "میں نہیں جانتا ذوالقرنین نبی تھے یا نہیں"

اور صحیح بخاری پارہ ۲۷ صفحہ ۱۰ و صفحہ ۲۱۵ میں روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت میں میرے پاس کتنے ہی لوگ آویں گے جن کو میں پہچانوں گا۔ اور وہ مجھے پہچانیں گے پھر میرے اور ان کے درمیان میں پردہ ہوجاوے گا تو اللہ فرمادے گا۔

انک لاتدری ما احدثوا بعدک ۔ "تجھے نہیں معلوم کہ تیرے بعد انہوں نے کیا کیا نئے کام نکالے تھے"

فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۹ صفحہ ۲۴۶ میں روایت ہے ۔

ان الخضر قال لموسیٰ اتدری مایقول هذا الطائر قال لا — "خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کیا تم جانتے ہو کیا کہتا ہے یہ پرندہ فرمایا نہیں۔"

ایضاً صفحہ ۲۵۲ میں روایت ہے :۔

سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای البقاع احب الی اللہ وایھا ابغض الی اللہ قال ما ادری حتی اسئل فنزل جبرئیل ۔ — "سوال کیا گیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کونسی جگہ پسند ہے اللہ کے نزدیک اور کونسی ناپسند ہے اللہ کے نزدیک۔ فرمایا میں نہیں جانتا یہاں تک کہ دریافت کروں پس نازل ہوئے جبریل علیہ السلام"

نیز فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۳۰ صفحہ ۱۲ میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہوگئی تو دشمنوں نے کہا کہ محمد گمان کرتے ہیں کہ نبی ہیں اور آسمان کی خبر دیتے ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ اونٹنی کہاں ہے تو فرمایا ۔

وانی واللہ لا اعلم الا ما علمنی اللہ تعالیٰ ۔ — "اور میں قسم اللہ کی نہیں جانتا مگر جو مجھے اطلاع فرماتا ہے اللہ تعالیٰ"

مؤطا امام مالک مع شرح مصفّٰی شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ صفحہ ۴۲۳ میں روایت ہے ۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فان احدکم لا یدری ۔

فرمود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس ہر آئینہ کسے از شما نمیداند۔ — "فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پس البتہ کوئی تم میں سے نہیں جانتا۔"

اور مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اخبار الاخیار صفحہ ۸۳ میں فرماتے ہیں :۔

در حدیث آمدہ است سائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن جبریل ما افضل الاوقات فقال لا ادری۔	"حدیث میں آیا ہے سوال کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے کہ افضل اوقات اول شب ہے یا آخر شب، تو فرمایا میں نہیں جانتا"

صحیح بخاری پارہ ۱۰ صفحہ ۵۷۵ میں قول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں روایت ہے۔

واللہ ما ادری ما اقول لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔	"میں نہیں جانتا قسم اللہ کی کیا کہوں گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے"۔

نیز حضرت اُم رومان والدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول میں روایت ہے۔

واللہ ما ادری ما اقول لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔	"قسم اللہ کی میں نہیں جانتی کیا جواب دوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو"

علی ہٰذا حضرت صحابہ و تابعین وغیرہم کے کلام میں بکثرت تمام لا ادری وارد ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر صفحہ ۵ میں نقل فرماتے ہیں:۔

وقد سئل علی رضی عن مسئلۃ فقال لا ادری وھو علی المنبر فقیل لہ کیف تطلع فوق ھذا المقام الا نور وتقول لا ادری فی جواب السوال لا زھر فقال فی صعدت بقدر علمی بالاشیاء و قد وقع لابی یوسف مثل ھذا السؤال۔	"تحقیق سوال کیا گیا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ کا تو فرمایا میں نہیں جانتا اور وہ منبر پر تھے تو عرض کیا گیا آپ کس طرح چڑھتے ہو اس مقام پر اور کہتے ہو میں نہیں جانتا، اس سوال کے جواب میں تو فرمایا میں پہنچا ہوں بقدر اپنے علم کے چیزوں پر اور تحقیق واقع ہوا ابو یوسف سے مثل ایسے ہی سوال کے"۔

نیز مؤطا امام مالک مع شرح مصفیٰ شاہ ولی اللہ صفحہ ۱۳ میں روایت ہے ابو ایوب انصاری سے۔

یقول واللہ ما ادری میگفت قسم بخدا نمی دانم کہ چگونہ کار کنم	"ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے تھے اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ کیا کام کروں گا میں"

ایضاً صفحہ ۱۱۲ عن واسع بن حبان قال قلت لا ادری واللہ گفت واسع گفتم نمیدانم قسم بخدا درکہا واسع بن حبان تابعی نے کہا میں نے نہیں جانتا میں قسم اللہ کی" ایضاً صفحہ ۱۵۱

قال مالک لا ادری گفت مالک نمیدانم	"کہا مالکؒ نے میں نہیں جانتا"
نیز صفحہ ۸ قال مالک لا ادری۔ گفت مالک نمیدانم	"کہا مالک نے میں نہیں جانتا"۔
صفحہ ۱۱ قال بن شہاب لا ادری گفت ابن شہاب نمیدانم	"کہا ابن شہاب زہری تابعیؒ نے میں نہیں جانتا"

نیز صحیح بخاری پارہ ۳ صفحہ ۵۴۸ میں روایت ہے۔

قال شریک فسألت انسا رض قال لا ادری۔ "کہا شریک نے پس سوال کیا میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں نہیں جانتا۔"

پس ان تمام روایات و آثار صحابہ وغیرہ نصوص قطعیہ کی مخالفت میں مولوی نعیم الدین کا خلافِ دیانت عاجز ہو کر معنی "درایت و اٹکل" سے تبدیل کر کے ردالمختار کی آڑ لے کر نیز اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۱۹۲ اور الکلمۃ العلیا صفحہ ۱۳۲ میں کہ آیت اور حدیث دونوں میں ادری ہے جو درایت سے مشتق ہے اور درایت اٹکل اور قیاس سے کسی بات کے جان لینے کو کہتے ہیں، حالانکہ آیت اور احادیث اور کلام حضرات صحابہ رض و تابعین رح وغیرہم میں ما ادری واللہ ما ادری ..... بتاکید واقع ہے۔ یعنی قسم اللہ کی میں نہیں جانتا" جو قطعی نہ جاننے میں نص صریح ہیں۔ چنانچہ خود ردالمختار صفحہ ۹ ہی میں لفظ درایت کے ساتھ مرقوم ہے جو بطور خیانت اخفاء کیا گیا قولہ ومعناہ انہ اشبہ بالنصوص روایۃ والراجح درایۃ فیکون الفتوی علیہ (ردمختار) ای بالذی نص علیہ من جہۃ الروایۃ للادلۃ الواردۃ من السنۃ فالمراد بالروایۃ النصوص من السنۃ نیز ردالمختار صفحہ ۲۲۶ میں مرقوم ہے وقال فی شرح المنیۃ ولا ینبغی ان یعدل عن الدرایۃ ای الدلیل اذا وافقتھا روایۃ علی ماتقدم عن فتاوی قاضیخاں یعنی یہ بات مذکور) از روئے روایت نصوص کے مشابہ اور بطور درایت راجح ہے اس لیے کہ جب روایت نصوص سنت سے موافقت رکھتی ہو تو اس پر فتویٰ ہوگا لہٰذا بمقابلہ روایات نصوص سنت منقولہ تقویۃ الایمان کے جس میں بخلاف عدم علم کی نفی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی، عقلی و قیاسی معنی درایت کی کیا حقیقت باقی رہی۔ اس لیے کہ استنباط و قیاس سے نتائج پیدا کرنے کو درایت و فہم کہتے ہیں، اور روایت کسی واقعہ کو بقول صادق بیان کرنے کو کہتے ہیں، چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۲۹ صفحہ ۲۹۴ میں مرقوم ہے۔ الاستنباط ھو الاستخراج وھو بالقیاس۔ نیز پارہ ۸ صفحہ ۳۷۲ میں مرقوم ہے۔ فالسنۃ اصل والقیاس فرع فکیف یرد الاصل بالفرع بل الحدیث الصحیح اصل بنفسہ نیز پارہ ۲۲ صفحہ ۱۷۵ میں مرقوم ہے۔ ودلالۃ المنطوق مقدمۃ علی دلالۃ المفھوم۔ نیز مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی حیات الموات صفحہ ۲۳ میں لکھتے ہیں "قیاس دلیل شرعی ہے مگر نص کے آگے نامقبول" اور فتاوی رضویہ جلد اول صفحہ ۵۰ و صفحہ ۲۲ میں لکھتے ہیں المفھوم معتبر مالم یصرح بخلافہ۔ بلکہ خود بدولت نے بھی الکلمۃ العلیا صفحہ ۱۱۱ میں قیاسوں کو غلط ہی بتایا ہے تو پھر کس طرح عقلی فہم و قیاس نصوص سنت کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

علیٰ ہذا حضرت حجۃ اللہ مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح و معتمد مولوی نعیم الدین، عقد الجید صفحہ ۵۲ میں قولِ فیصل ارقام فرماتے ہیں:۔

اما العالم الذی یعرف النصوص والاخبار وهو من اهل الدرایة وثبت عنده صحتها من المحدثین او من کتبهم الموثوقة المشهورة المتداولة یجوز له ان یعمل علیها وان کان مخالفاً لمذهبه واهو۔ وذهب الاکثرون الی جوازه الامدی وابن الحاجب وابن الصامر والنووی واتباعهم کابن حجر والرملی وجماعات من الحنبلة والمالکیة ممن یقضی ذکر اسمائهم الی التطویل وهو الذی انعقد علیه الاتفاق من مفتی المذاهب الاربعة من المتاخرین واستخرجوه من کلام او ائلهم ولهم رسائل مستقلة المسئلة۔ ص ۶

"وہ عالم جو نصوص اور روایات سے واقف اور صاحبِ درایت فہم و دانش ہو اور ثابت ہوئی ہو اس کے نزدیک صحت حدیث کی محدثین سے یا ان کی کتب معتمدہ مشہورہ و مروجہ سے تو اس کے لیے جائز ہے کہ اس حدیث پر عمل کرے اگرچہ ان کے مذہب کے مخالف ہو۔ اور اکثر علماء اس طرف گئے ہیں کہ ایسے عالم کو اپنے امام کے مذہب کے خلاف عمل کرنا جائز ہے اور مجوزین میں سے آمدیؒ اور ابن حاجب اور ابن ہمام اور نووی اور ان کے متبع مانند ابن حجر مکی اور رملی کے اور بہت جماعتیں حنبلیوں اور مالکیوں میں سے ہیں جن کے ناموں کو ذکر نا طول پہنچاتا ہے اور اسی جواز پر اتفاق چاروں مذاہب کے مفتیوں کا متاخرین میں سے ہو گیا ہے اور انہوں نے اس جواز کو پہلوں کے کلام سے نکالا ہے چنانچہ انہوں نے اس میں جداگانہ رسالے بھی تالیف کیے ہیں"۔

اسی طرح علامہ ابن عابدین شامی نے رد المحتار ص۸۵ مجتبائی دہلی و ص۵۳ مصری میں لکھا ہے قال فی خزانة الروایات العالم الذی یعد معنی النصوص والاخبار وهو من اهل الدرایة یجوز له ان یعمل علیها وان کان مخالفا المذهبہ۔ یہی وہ رد المحتار جس کی توصیف و مدح میں مولوی نعیم الدین نے فیضان رحمت ص۵۳ اور فرائد النور ص۱۸ میں بغرض فریب دہی مخالفت نصوص سنت بعناد تقویۃ الایمان معنی درایت میں لکھا ہے "شامی جو اہل سنت و جماعت کی بہت معتبر کتاب ہے اور علمائے ہند وغیرہ کا اس روایتوں پر عمل ہے" "رد المحتار درِ مختار کا سب سے نفیس تر حاشیہ فقہ کی کمال معتبر کتاب علامہ ابن عابدین شامی کی مصنفہ ہے"۔

جس سے فریب دہی کا بخوبی پردہ فاش ہو گیا جا۔ الحق وزهق الباطل پھر دروغ گورا حافظہ نباشد جبکہ خود الکلمۃ العلیا ص۴۵ میں ملونہ سے نقل کیا علیٰ ادراک جزئیات الاحکام واطلاق العلم علیها شائع ذائع فی العرف نیز الکلمۃ العلیا ص۱۰۴ میں وماتدری نفس ماذا تکسب غدا وماتدری نفس بای ارض تموت کے معنی لکھے کہ "انہیں حضرت نہیں جانتے" اور ص۱۱۹ میں صراحتہً لکھا انک لا تدری "آپ کو معلوم نہیں ہے"

مدعی لاکھ پر بھاری ہے گواہی تیری۔

نیز اعلام الاذکیا جس کی تائید و توصیف نے خود بدولت نے الکلمۃ العلیا ص۱ میں لکھا :۔

"جناب مولانا مولوی شاہ سلامت اللہ صاحب رامپوری دام فیضہ نے جو اجلہ فضلاء اہل سنت میں سے ہیں، ایک رسالہ مسمّٰی بہ اعلام الاذکیا، تالیف فرمایا جس کی حالت مصنف علام کی جلالت علمی کی شہرت کے باعث محتاج بیان نہیں"۔

رسالہ موصوفہ کے ص۵ میں آیت کریمہ وما ادری ما یفعل بی ولا بکم کے معنی لکھتے ہیں "نہیں جانتا ہوں میں کیا معاملہ واقع ہوگا میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ" "معنی ما ادری ما یفعل بی ولا بکم کے یہ ہیں۔ کہ بغیر اعلام الٰہی کے مجھ کو کچھ معلوم نہیں" پھر مولوی صاحب کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی مزید تائیدی شہادت تجلی الیقین نادری پریس ص۲۱ میں یہ پیش کرتے ہیں" پھر آخرت میں جو تمہیں ملنا ہے ان کا حال تو اللہ ہی جانتے"۔

بیشک آمنا صدقنا اس عبارت سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن عاقبت و مراتب عالیہ جلیلہ قطعیہ ہونے کے باوجود تفصیل و حقیقت ذرہ ذرہ کی نفی اس کے علم و کیفیت کا بحوالہ حق تعالےٰ ہونا آفتاب کے اندر روشن ہے۔ پھر ص۱۹۲ میں یہ دعویٰ کہ یہ مضمون منسوخ ہے۔ بلا دلیل کیونکر مسموع ہو سکتا ہے۔ جبکہ دونوں آیتوں میں جمع و تطبیق کلام ائمہ مفسرین و محدثین سے ثابت ہے، چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری اور مرقات و اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ۔ اور تفسیر بیضاوی۔ اور کمالین حاشیہ جلالین اور تفسیر جامع البیان سے واضح ہو چکا کہ حمل کیا جاوے گا "ثابت ہونے کو علم اجمالی پر اور نفی کو اوپر احاطہ تفصیلی کے"۔ " دارین میں نفی تفصیلی پر" یعنی نہیں جانتا میں حال اپنا اور تمہارا دارین میں تفصیلی کے ساتھ۔ اور خود مولوی نعیم الدین نے الکلمۃ العلیا ص۹۸ میں بھی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ سے نقل کیا کہ آیت میں نفی تفصیل کی ہے اور اجمال ثابت ہے"۔ سچ ہے حق برزبان عدو شود جاری!

پس دعویٰ منسوخ ہونے کا مردود ہے۔ چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۱۰ ص۵۶۹ میں ہے ان النسخ لا یثبت بالاحتمال نیز پارہ ۲۴ ص۵۱۶ میں مرقوم ہے والنسخ لا یثبت بالاحتمال وقد امکن الجمع فلا یلتفت لدعوی النسخ یعنی صرف احتمال سے کسی نص کا منسوخ ہونا ثابت نہیں ہوتا جبکہ جمع ہونا دونوں کا آسانی ممکن ہو" مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر فتح العزیز جلد اول ص۴۶۳ میں فرماتے ہیں۔

دلالت ناسخ دلالت واضحہ می باید "دلالت ناسخ کے لیے دلالت واضحہ صاف کھلی ہوئی ہونی چاہیئے"

نیز تفسیر فتح العزیز پارہ ۳۰ سورہ اعلیٰ ص۱۹۰ میں نقل فرماتے ہیں یعنی حدیث صحیح میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار نماز پڑھنے میں ایک آیت چھوڑ گئے بعد نماز کے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا۔ کہ میں

اس سورت میں ایک آیت چھوڑ گیا۔ عرض کیا ہاں فلاں آیت چھوٹ گئی فرمایا کیوں نہیں یاد دلائی۔ عرض کیا میں نے گمان کیا کہ یہ آیت منسوخ ہوگئی فرمایا کہ نہیں میں بھول گیا تھا اور اگر منسوخ ہو جاتی تو تمہیں اس کی میں خبر دیتا۔ اس حدیث سے صراحتاً معلوم ہوا کہ ناسخ و منسوخ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمانے سے معلوم ہوتا ہے علاوہ ازیں احکام اور اوامر و نواہی میں ناسخ و منسوخ ہوتا ہے نہ کہ اخبار میں جس طرح مولوی نعیم الدین کا زعم فاسد ہے چنانچہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں بھی اعتراض کیا ہے۔ وفیہ ان النسخ علی تقدیر صحۃ تاخیر النسا سخ انما یکون فی الاحکام لا فی الاخبار ۵ ص ۱۵ اور مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی انباء المصطفیٰ ص ۳ میں لکھتے ہیں" اور اخبار کا نسخ ناممکن ہے[1]"

پس اس جہل مرکب میں مؤلف نے مولانا شہید مرحوم کو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ عناد و عداوت کا مورد الزام ٹھہرا کر بدنصیب بد اندیش بنایا۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

حالانکہ خود اپنی شقاوت باطنی سے اگر با وجود آیت اور احادیث میں نفی تفصیل کے لفظ مایفعل بی کا انکار ہے تو لفظ مایفعل بہ کا تو اقرار ہوا۔ گو یہ بھی منافقت کا شعبہ ہے کیونکہ ص ۱۹۳ میں خود لکھا کہ حضور اپنا حال بھی جانتے ہیں اور اپنی اُمت کا بھی تو لفظ بی اور لفظ بہ دونوں کا منکر ہونا ثابت ہوا خسر الدنیا والاخرۃ ذٰلک ھو الخسران المبین حتیٰ کہ اس انکار کے وبال میں اپنی جہالت وبے عملی کا ادنیٰ نمونہ یہ ہے کہ خود الکلمۃ العلیا ص ۱۲۴ میں اسی حدیث مایفعل بی کو بھی نقل کیا کہ "بخاری میں ہے۔ عن خارجۃ بن زید بن ھشام ان ام العلاء الخ واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی قالت فواللہ ما ازکی بعد احدا یا رسول اللہ۔

اولاً اس میں یہ تحریف کی کہ خارجہ بن زید بن ہشام لکھا۔ حالانکہ حدیث میں خارجہ بن زید بن ثابت ہے نہ کہ خارجہ بن زید بن ہشام۔ چنانچہ ناظرین کے پیش نظر صحیح بخاری کی پانچوں حدیثیں بمعہ اسناد درمیان موجود ہیں کسی میں زید بن ہشام راوی نہیں ہے اسی تلاش کے لیے تمام صحیح بخاری و فتح الباری مع مقدمہ فتح الباری وتقریب التہذیب کو بالاستیعاب دیکھا گیا۔ کہیں اس کا وجود نہ پایا گیا۔ اور اسی حدیث پر کیا موقوف ہے

---

[1] واضح رہے کہ زیر بحث آیت کو منسوخ بتانے کی بات محققین نے مدلل طور پر مسترد کردی ہے شیخ عبدالحق دہلوی نے یہ قول ذکر کیا۔ مگر کذا قیل سے اس کی کمزوری بتادی (اشعۃ اللمعات ص ۵۰۶ ج ۴) ملا علی قاری نے بھی اس کو درست نہیں مانا (مرقاۃ ص ۱۰۷ ج ۵) مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی لکھتے ہیں وھذا القول غیر مرضی عندی اذ لا یخلو لفظ تفسیر مظہری ص ۲۹۶ ج ۸) "یہ قول قابل قبول نہیں" چوتھی صدی کے ایک محدث و مفسر علامہ ابو جعفر النحاس متوفی ۳۳۸ھ اس نسخ کو محال قرار دیتے ہیں (کتاب الناسخ والمنسوخ ص ۲۱۱، تفسیر مظہری ص ۳۹۶ ج ۸) میں ہے۔ معنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ لا ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم انہ قد علمنی اللہ علوم الاولین ومع ذٰلک ما ادری ما یفعل بی ولا بکم فی جزا کل عمل مخصوص اھ یعنی ہر ہر مخصوص عمل کی جزا کا مجھے کوئی علم نہیں (ج ۲ ص ۲ ع)

ہرگز کہیں کسی جگہ صحیح بخاری میں زید بن ہشام نہیں ہے۔ ثانیاً اخیر الفاظ حدیث میں یا رسول اللہ بڑھا دیئے گئے جو ہرگز اصل حدیث میں نہیں ہیں۔ من ادعیٰ فعلیہ البیان۔

اس کذب و تحریف کا کیا ٹھکانا ہے پھر اس پر اتنی تعلّی کہ گستاخانہ بے ادبانہ مولانا شہید مرحوم کی نسبت جو پیشوائے محدّثین و محققین ہیں، یہ لکھنا کہ "حدیث لکھی اور یہ خبر نہ ہوئی کہ جس لفظ سے استدلال کرنا ہے وہ وہم و خلط ہے۔ یہ تو حدیث دانی کا حال ہے۔ درایت و علم میں تمیز نہیں۔ اتنا شعور نہیں" معاذ اللہ چھوٹا منہ بڑی بات۔ خود الٹا اپنے ہی منہ پر طمانچہ لگا کہ تمام افترات و بہتانات کے دندان شکن جوابات ملے۔ مولانا شہید مرحوم کا تو بڑے بڑے مخالف مقابلہ نہ کر سکے۔ عاجز ہو کر قدموں پر گر پڑے، مولوی نعیم الدین طفلِ مکتب تو کیا جو خاک نعلین کی برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ جن کی شان میں ان کے "تایا داستاد و شیخ اکمل مولانا شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی" جن کی کفش برادری و سلاسل و اسناد و حدیث میں مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی اور ان کے والد اور شیخ بدایونی کے پیران مارہروی سید آل احمد و سید آل رسول و سید ابو الحسین نوری فخر کرتے تھے۔ اور خود مستند مسلّمہ مولوی نعیم الدین کے اپنے مکتوب میں فرماتے ہیں "حجۃ الاسلام مولوی محمد اسمٰعیل صاحب زادہ اللہ تعالیٰ علماً و فضلاً و کمالاً حصولِ فرحت نمودہ۔ تاج المفسرین و فخر المحدّثین سرآمد علمائے محققین۔ در علم تفسیر و حدیث و فقہ و اصول و منطق وغیرہ از فقیر کمتر نیست۔ شکر این نعمتِ عظمےٰ ادا کردن نمے توانم حق جل و علا زیادہ ترایں بمراتبِ علیا فائز گرداند۔ مخلص من ممدوح را یکے از علمائے ربانی تصور بہ ہر چہ احتیاج آن محال باشد بروئے ایشاں پیش خواہند کرد انشاء اللہ العزیز ہمہ شکوک و خلجان دفع خواہند گردید عنایت فرمائے من اگرچہ چنیں کلمات بظاہر تعریف و توصیف خود تصور توآں کرد لیکن اظہارِ امرِ حق بود اتقان واجب و لازم ست، لہٰذا چشم پوشی در حق مناسب ندانستم اھ ملخصاً مکتوب موصوف بتمام و کمال در بیان مدح و توصیف مولانا شہید مرحوم آخر میں بمعہ اسناد نقل ہوگا۔

پس با ایں فضل و کمال مولانا شہید مرحوم کے مؤلف اطیب البیان۔ آفتابِ انور پر خاک و غبار اڑا کر خود ہی روسیاہ ہوا۔ مولانا شہید مرحوم کا کیا بگڑا بلکہ حقیقت الامر واضح ہو کر تقویۃ الایمان کی صداقت علم الیقین سے عین الیقین تک پہنچ گئی فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

مسئلہ امتناعِ نظیر کا بیان

قولہ ص ۲۵۴-۲۵۸ تقویۃ الایمان ص ۳۵ اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور فرشتہ جبریل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی برابر پیدا کر ڈالے۔ اس کے کچھ بعد لکھا ہے اور جو سب لوگ پہلے اور پچھلے اور آدمی اور جن بھی سب مل کر جبریل اور پیغمبر ہی سے ہو جاویں تو اس مالک الملک

کی سلطنت میں ان کے سبب سے کچھ رونق نہ بڑھ جائے گی اور جو سب شیطان اور دجال ہی سے ہو جاویں تو اس کی رونق گھٹنے کی نہیں۔ یہ کیسی کھلی گستاخی اور ظاہر توہین ہے۔ علاوہ بریں اس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان تمام فضائل کے انکار لازم آتا ہے جن میں دوسرے کی شرکت نا ممکن ہے۔ جیسے اول مخلوقات وخاتم النبیین وسید المرسلین واول شافع واول مشفع کہ حضور میں ان فضائل کرماننا تو ایسا دوسرا پیدا ہونا بھی محال جاننا۔ چہ جائیکہ کروڑوں۔ اور صاحب تقویۃ الایمان کے مذکورہ بالا اقوال بڑے بھائی جیسا نا بڑے بھائی کی سی تعظیم کرنا بشر کی سی بلکہ اس سے بھی کم درجہ کی تعریف سے یہی ظاہر ہے کہ حضور کا مرتبہ بڑے بھائی کا سا ہے۔ نو واقع میں اس کے بڑے جیسے کروڑوں تحت قدرت ہیں۔ اللہ رب العزت جل وعلا تبارک وتعالیٰ کی قدرت وحکمت کے قربان اس کی قدرت کا بیان ہمارا کیا منہ ہے کہ ہم سے پوری طرح ہو سکے، ہماری عبارتیں اس کے بیان مرتبت سے قاصر جبکہ حضور سید انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے فرمایا لا احصی ثناء علیك انت کما اثنیت علی نفسك اب دوسرے کا کیا حوصلہ کہ شان الٰہی کے بیان کا دعویٰ کر سکے شان الٰہی کا بہترین بیان اور اس کی کامل ترین ثنا وہی ہے جو خود اس نے اپنے کلام پاک میں فرمائی۔ تمام قرآن پاک اللہ کی تعریف سے بھرا ہے۔ لیکن یہ کہیں نہیں فرمایا جو تقویۃ الایمان والا کہتا ہے۔ باوجودیکہ قرآن کریم اس وقت نازل ہوا جبکہ کفر و شرک اور مخلوق پرستی سے دنیا تاریک ہو رہی تھی اور لوگ عناصر کو بھی پوجتے تھے اور حضرت مسیح اور عزیر علیہما السلام کی بھی پرستش کرتے تھے اگر شان الٰہی کے بیے انبیاء کی شان کا گھٹانا ضروری ہوتا تو قرآن کریم میں ان کی نسبت ایسے کلمے فرمائے جاتے مگر ایسا نہیں ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مشرکین کے بطلان کا بیان فرمایا اور اپنے محبوبین مقربین کے حق میں عزت وتکریم کے الفاظ بیان فرمائے، اس میں ہدایت ہے کہ بیان توحید وعظمت شان الٰہی میں اس کے محبوبین ومقربین کے مراتب ودرجات کا ادب رکھنا بھی ضروری ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اظہار عظمت وجلالت میں داخل ہے کیونکہ جن کو اس نے عزت دی ہے ان کی جناب میں گستاخی کرنا رب پاک کی جناب میں بے ادبی ہے، ترمذی شریف میں ایک حدیث ہے۔ من اهان سلطان الله فی الارض اهانه الله مشکوٰۃ ص۳۲۲۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حق میں جو کچھ بھی فرماتا اس میں ان کی عزت تھی خواہ وہ کسی مرتبہ کے ہوں دوسرے کی کیا مجال کہ وہ خاصان حق کی جناب میں بے محابا زبان کھول بیٹھے۔ اور یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں ایسا فرمایا ہے۔ لہٰذا ہم بھی کہتے ہیں حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی مرج البحرین ص۱۶ میں فرماتے ہیں اگر انبیاء علیہم السلام کی طرف حق کی جانب سے کوئی عتاب و خطاب ہو یا کلام عزت وکبریائی کے طور پر جاری ہو یا خود وہ حضرات کبریاء کی جناب میں تواضع واظہار بندگی و

مسکینی کے طور پر کچھ عرض کریں تو ہم کو نہ چاہیئے کہ اس میں شرکت ڈھونڈیں اور کوئی بات طریق ادب کے اور ان کی شانِ عالی اور حفظِ مرتبت کے ساتھ کہیں مالک کا حق ہے کہ اپنے بندے کو جو چاہے فرمائے بندہ بھی اس کی درگاہ میں جتنا چاہے عجز و مسکینی کرے۔ دوسرے کی کیا مجال اس سے معلوم ہوا کہ ایسے گستاخانہ کلمات کی تائید میں کوئی ایسی آیت یا حدیث نہیں پیش کی جاسکتی۔ اور تقویت الایمان میں تو اس جگہ شانِ الٰہی کا بیان بھی نہیں ہے۔ بلکہ وہ بدنصیب انبیاء کی عظمت کے در پئے ہو رہا ہے کہ ان کو بارگاہِ الٰہی میں ایسی وجاہت حاصل نہیں جو باعثِ قبولِ شفاعت ہو اس موقعہ پر یہ لفظ لکھ چکا ہے تو کروڑوں نبی و ولی جن فرشتے جبریل و محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر پیدا کر ڈالے صاف مرتبہ انبیاء کے ساتھ عداوت ہے، اس میں ان کی توہین ہے اللہ تبارک و تعالےٰ نے حضور کو وہ کمال عطا فرمائے جن میں دوسرے کی شرکت ممکن ہی نہیں ہے۔ امام علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شرح مواہب جلد ۴ ص۸۱ میں فرماتے ہیں۔ وممیزہ علی غیرہ اصلاً ذاتاً وصفۃ اعلم ان من تمام الایمان بہ صلی اللہ علیہ وسلم الایمان التصدیق بان اللہ تعالیٰ جعل خلق بدنہ الشریف علی وجہ ای حال وھیئۃ لم یظھر قبلہ ولا بعدہ خلق آدمی مثلہ وان ظھر منہ کمالات لا تحصی فھی بالنسبۃ تماخفی لقطۃ من بحر ثمّ ذا صفۃ لم یبلغو حقیقۃ صلی اللہ علیہ وسلم لا دنو لم یحیطوا بھا وہابی بدنصیب تو آپ کو کروڑوں جیسا بتاتا ہے۔ اسی تقویۃ الایمان ص۲۹ میں لکھتا ہے۔ اللہ کے لکھے سے کچھ بڑھ نہیں سکتا۔ تو اب اس سے پوچھو کہ اللہ نے کروڑوں مثل حضرت کے لکھے ہیں یا نہیں۔ اگر کہے کہ لکھے ہیں تو پھر ممکن کیسا صاف کہے کہ ضرور ہوں گے اور اگر کہے کہ نہیں لکھے تو ایک بھی مثل حضور نہیں ہو سکتا ورنہ لازم آئے کہ اللہ کے لکھے سے بڑھ جائے۔ قرآن کریم میں خاتم النبیین فرمایا ہے۔ حدیث میں ارشاد ہوا۔ لانبی بعدی ختم بی النبیون تو جب حضور آخر انبیاء ہوئے۔ تو آپ کا مثل محال ہوا۔ اگر کوئی کہے کہ اللہ چاہے تو مولوی اسمٰعیل کو کتے کی شکل میں اٹھائے اور اس کے متبعین کو چاہے تو سور بنا دے کہ نجاست کھاتے پھریں اور چاہے تو ایک آن میں سارے وہابیوں کو بھنگی کردے۔ اور ان کے بڑے بڑے مولویوں کو چاہے تو کچھیا ڈوم کردے تو ان باتوں میں سے ایک بھی محال نہیں ہے، اب ان سے کہئے بگڑتے کیوں ہو ہم تو شانِ الٰہی کا بیان کر رہے ہیں تو ایک نہ مانیں گے مگر حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسے گستاخانہ کلمے لکھنا شیوہ کر لیا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اھ ملخصاً بلفظہ

اقول اِنَّ اللّٰہَ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ۔ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ وَیَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یُرِیْدُ ۔۔۔

مولوی نعیم الدین کی کمال درجہ نادانی وجہل اور بے علمی ہے کہ ایسے صریح صاف مسئلہ عقیدہ اہلِ سنت پر جو نصوصِ قرآن وحدیث اور تصریحاتِ ائمہ کرام رح مفسرین ومحدثین اور اہلِ معارف صوفیائے عظام رح سے ثابت

ہیں۔ اپنی آفات شرکیات و بدعات اور رسومات سے توحید و سنت کا انکار کر کے اس کو باعثِ گستاخی و توہین کہا جاتا ہے۔ پھر یہ کہنا کہ تقویۃ الایمان میں تو اس جگہ شانِ الٰہی کا بیان بھی نہیں ہے محض بیہودہ بات ہے، اس لیے کہ ساری ہی تقویۃ الایمان میں توحیدِ حق تعالیٰ اور رب العزت کے جلال و عظمت علم و تصرف اور قدرتِ کاملہ کا بیان ہے، خصوصاً اس مقام پر آیت سورہ سبا پ۲۲ بیان کی ہے۔

حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ

"یہاں تک کہ گھبراہٹ دور ہوتی ہے ان کے دلوں سے تو کہتے ہیں کیا فرمایا تمہارے رب نے کہتے ہیں کہ حق اور وہی ہے بلند بڑا۔"

جس کو مولوی نعیم الدین نے اپنے عناد و تعصب سے چھوڑ دیا۔ تاہم واضح ہے کہ اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کر دے۔ یہ شانِ الٰہی نہیں تو کیا شان کسی بندہ کی ہو سکتی ہے۔ بیشک جس طرح اللہ تعالیٰ مخلوقات کی ہر شئے کے نیست و ہست پر قادر ہے وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ عاجز نہیں ہے اسی طرح وہ صادق بھی ہے اپنے وعدہ فرمان کے بموجب باوجود قدرتِ تامہ رکھنے کے حسب نصوص قطعیہ قرآن پاک اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ، وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا، وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا وغیرہم آیات کے خلاف نہ فرمائے گا۔ پس مسئلہ کی حقیقت ایمانی تو اسی قدر سے واضح ہے مزید توضیح ناظرین ملاحظہ فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ نے پ۱۱ سورہ یونس میں فرمایا:

كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (ع ۴)

"اسی طرح ثابت ہوئی بات تیرے رب کی اوپر ان لوگوں کے جو بے حکم ہوئے کہ وہ نہیں ایمان لاویں گے" اور فرمایا

اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَلَوْ جَاۗءَتْھُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ (ع ۱۰)

"تحقیق وہ لوگ جن پر ثابت ہوئی تیرے رب کی بات نہیں ایمان لاویں گے اگرچہ آویں ان کے پاس ساری نشانیاں یہاں تک کہ دیکھیں عذاب دردناک"

ان آیتوں سے ثابت ہوا کہ علم الٰہی میں کچھ لوگوں کا ایمان نہ لانا مقرر ہو چکا ہے۔ نیز اسی سورہ یونس میں ہے:

قُلْ لَّوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۔

"کہہ اگر اللہ چاہتا تو میں نہ پڑھتا یہ تمہارے پاس اور نہ وہ تم کو خبر کرتا اس کی" اور فرمایا: "اور اگر تیرا رب چاہتا البتہ ایمان لاتے جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کے سب"

وَلَوْ شَاۗءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّھُمْ جَمِيْعًا ۔

اور فرمایا پارہ ۱۳ سورہ رعد میں:-

وَلَوْ يَشَاءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا۔ "اور اگر چاہے اللہ راہ پر لاوے سب لوگوں کو"

اور پارہ ۱۳ سورہ ابراہیم میں فرمایا:۔

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ "اگر چاہے تم کو لے جاوے اور لاوے کوئی خلقت نئی"

اور فرمایا پارہ ۱۴ سورہ نحل میں:۔

وَلَوْ شَاءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ "اگر وہ چاہے تو راہ دے تم سب کو" اور فرمایا! اور

وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً۔ اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی فرقہ کرتا"

اور پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا:۔

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا "اور اگر ہم چاہیں لے جاویں جو چیز تجھ کو وحی بھیجی پھر تو نہ پاوے اس کے لا دینے کو ہم پر کوئی ذمہ لینے والا"

اور فرمایا پ ۱۹ سورہ فرقان میں:۔

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا "اور اگر ہم چاہتے البتہ بھیجتے ہر بستی میں ڈرانے والا"

اور پارہ ۲۱ سورہ سجدہ میں فرمایا:۔

وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ "اور اگر ہم چاہتے تو دیتے ہر جی کو سوجھ اس کی راہ کی لیکن حق ہے قول میرا کہ بھرنا ہے مجھے دوزخ جنوں اور آدمیوں سے اکٹھے"

اور پ ۲۳ سورہ یٰسین میں فرمایا:۔

اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ۔ "کیا جس نے بنائے آسمان اور زمین نہیں ہے قدرت رکھنے والا اس پر کہ بنائے ان کی مانند اور کیوں نہیں اور وہ ہے اصل بنانے والا سب جانتا"

پس باوجود حق تعالیٰ کے سچے وعدہ اور قول و فرمان کے حق تعالیٰ کو سب کچھ اختیار قدرت حاصل ہے، جس طرح تقویت الایمان میں اسی کے ساتھ مرقوم ہے جس کو مؤلف نے عناداً چھوڑ دیا کہ:۔

"ایک دم میں سارا عالم عرش سے فرش تک الٹ پلٹ کر ڈالے اور ایک اور ہی عالم اس جگہ قائم کرے کہ اس کے تو محض ارادے ہی سے ہر چیز ہو جاتی ہے کسی کام کے واسطے کچھ اسباب اور سامان جمع کرنے کی کچھ حاجت نہیں"

دیکھو اس عبارت کو ملا کر اول سے آخر تک آئندہ کلام ائمہ دین مسلّم سے بغور مقابلہ کریں۔ چنانچہ آیت[1] سورہ فرقان کی تفسیر

---

[1] یعنی وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا (ع۔ ح)

میں امام فخر الدین رازیؒ تفسیر کبیر جلد سادس صفحہ ۴۹ میں فرماتے ہیں :۔

انہا تدل علی القدرۃ علی ان یبعث فی کل قریۃ نذیرا مثل محمد صلی اللہ علیہ وسلم وانہ لاحاجۃ بالحضرۃ الالٰہیۃ الی محمد البتۃ و قولہ ولو یدل علی انہ سبحانہ لایفعل ذالک فبالنظر الی الاول یحصل التادیب وبالنظر الی الثانی یحصل الاعزاز۔

"یہ آیت دلالت کرتی ہے اوپر قدرت رکھنے کے اس پر کہ بھیجے اللہ تعالیٰ ہر بستی میں ڈرانے والا مثل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اس پر کہ اللہ تعالیٰ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب احتیاج نہیں ہے اور لفظ لو کے فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ ایسا کرے گا نہیں پس بنظر اول تادیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہے اور بنظر ثانی آپ کا اعزاز ظاہر ہے"

اسی طرح امام محمد غزالیؒ المتوفی ۵۰۵ھ جن کو خاں صاحب بریلوی (حیات الموات صفحہ ۵۳) اور جناب مؤلف دونوں نے اکثر مستند مانا ہے۔ جیسا کہ کتاب کے صفحہ ۳۲ میں ہے کیمیائے سعادت صفحہ ۴۴ میں فرماتے ہیں :۔

ہر کہ صفات حق تعالیٰ بشناخت و جلال و بزرگی و توانائی وے باکی او بدانست کہ اگر ہمہ عالم ہلاک کند وجاویدر در دوزخ دارد یک ذرہ از مملکتِ وے کم نشود اھ ایضاً صفحہ ۵۳۶ میں فرماتے ہیں اما صفت تنزہ و پاکی از عیوبِ آدمی را کمال ایں کے تواند بود و اول نقصان وے آنست کہ بندہ است و ہستی او بوے نیست بلکہ آفریدہ است وچہ نقصان بود بیش ازیں و آنگاہ جاہل است بباطن خود تا بچیزے دیگر چہ رسد کہ اگر ایک رگ در دماغ وے اکثر شود دیوانہ شود و نداند کہ سبب آن چیست و باشد کہ روئے درپیش وے بود و نداند و عجز و جہل او چوں حساب برگیری کہ چند است علم و قدرت او دراں مختصر گردد و اگرچہ صدیق است و اگرچہ پیغمبر پس پاک از عیوبِ آنست کہ علم او بے نہایت است و کدورتِ جہل را با آن راہ

"جس نے حق تعالیٰ کی صفات پہچانی اور اس کے جلال و بزرگی اور توانائی و بے باکی کو جانا کہ اگر تمام عالم کو ہلاک کر ڈالے اور ہمیشہ دوزخ میں رکھے تو اس کی مملکت میں ایک ذرہ بھی کمی نہ ہوگی" لیکن پاک ہونے عیبوں سے آدمی کو اس کا کمال کب ہو سکتا ہے اور اول نقصان اس کا یہی ہے کہ بندہ ہے اور ہستی اس کی اس کے اختیار میں نہیں ہے بلکہ پیدا کیا ہوا ہے اور اس سے زیادہ کیا نقصان ہوگا، اور پھر اپنے باطن میں جاہل ہے تو کسی دوسری چیز تک کس طرح پہنچے کہ اگر ایک رگ اس کے دماغ کی ٹیڑھی ہو جاوے دیوانہ ہو جاوے اور نہ جانے کہ سبب اس کا کیا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کی دوا اس کے پاس ہووے اور نہ جانے اور عجز اور جہل اس کا جو حساب کیا جاوے کہ کس قدر ہے، علم اور قدرت اس کی اس میں مختصر معلوم ہووے اور اگرچہ صدیق ہے اور اگرچہ پیغمبر پس پاک عیوب سے وہی ہے۔ کہ علم اس کا بے نہایت ہے اور کدورتِ جہل کو اس کے ساتھ راہ نہیں ہے اور قدرت اس کی کمال درجہ پر

نیست و قدرتِ وے بر کمال است کہ ہفت آسمان و زمین در قبضۂ قدرتِ وے است و اگر ہمہ را ہلاک کند بزرگی و بادشاہی اورا ہیچ نقصان نبود و اگر صد ہزار عالم دیگر دریک لحظہ بیافریند تواند و یک ذرّہ از عظمتِ او زیادہ نشود کہ زیادتی را بآں راہ نیست و وپاک است از عیب کہ نیستی را بذات و صفاتِ اوراہ نیست بلکہ نقصانِ خود در حق او ممکن نیست پس ہر کہ اورا دوست ندارد و دیگرے را دوست دارد از غایتِ جہل اوست۔

ہے کہ ساتوں آسمان اور زمین اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور اگر تمام عالم کو ہلاک کر ڈالے تو اس کی بزرگی اور بادشاہی میں کیا نقصان و کمی ہوگی، اور اگر لاکھ عالم دوسرے ایک لحظہ بھر میں پیدا کرے تو کر سکتا ہے اور اس سے اس کی عظمت ایک ذرہ بھر بھی نہ بڑھے گی، کیونکہ زیادتی و بڑھنے کا اس میں دخل ہی نہیں ہے، اور پاک ہے عیب سے کہ نیستی کو اس کی ذات و صفات میں راہ نہیں ہے، بلکہ خود نقصان اس کے حق میں ممکن نہیں ہے پس جو شخص کہ اس کو دوست نہ رکھے اور دوسرے کو دوست رکھے نہایت درجہ تمام اس کا جہل ہے؟

علیٰ ہٰذا حضرت مقبولِ ربانی سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی المتوفی ۵۶۱ھ اپنے ملفوظات الفتح الربانی مطبوعہ ہلالی ساڈھورہ بنقل مطبوعہ میمنہ مصر مجلس ۶۱ صـ۲۷۲ میں فرماتے ہیں :۔

وان اعطاك هو تفضلا بغير عمل فذاك اليه الطاعة عمل الجنة و العصية عمل النار وبعد ذلك الامر اليه ان شاء اثاب واحدا امنا بغير عمل اوعاقب واحدا امنا بغير عمل فذاك اليه فعال لما يريد لا يسأل عما يفعل وهم يسألون ولوادخل واحدا من الانبياء والصالحين النار كان عادلا وكان ذٰلك الحجة البالغة يجب علينا ان نقول صدق الامير ولا نقول لم وكيف هذا يجوز ان يكون ولو كان كان عدل وحق وهو شئ لا

"اگر حق تعالیٰ تجھ کو عمل کے بغیر محض فضل سے عطا فرماوے تو یہ اس کے اختیار میں ہے جنت کا عمل تو طاعت ہی ہے اور دوزخ کا عمل معصیت اس کے بعد اختیار حق تعالیٰ کو ہے کہ اگر چاہے تو عمل کے بغیر ہی کسی کو ثواب دیدے اور چاہے تو عمل کے بغیر کسی کو عذاب دیدے وہ مالک و مختار ہے وہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے اس کے کئے کی اس سے باز پرس نہیں ہوسکتی، اور دوسروں سے باز پرس ہوگی اگر وہ انبیاء اور صالحین میں سے کسی کو دوزخ میں ڈال دے تب بھی وہ عادل ہی رہے گا، اور یہ حجتِ بالغہ ہوگی ہمارے اوپر واجب ہے کہ یوں کہیں کہ حاکم بہرحال سچا ہے اور ہم چون و چرا نہیں کر سکتے ایسا ہونا امکان اور جواز کے درجہ میں ضرور داخل ہے اور اگر ایسا ہو تو عین انصاف

لا یکون ولا یفعل شیئا من ذلك اسمعوا
منی واعقلوا اما اقول انی غلام من
تقدم اقف بین ایدیھم وانشر
امتعتھم وانادی علیھا ولا اخونھم
فیھا ولا ادعیھا ملکا ابدا بکلامھم
واثنی من عندی والبرکة
من الله عزوجل ببرکات متابعتی
الرسول صلی الله علیہ وسلم۔

اور حق ہو گا البتہ یہ ایسی بات ہے کہ وقوع میں نہ آئے
گی اور وہ ایسی کوئی بات کرے گا نہیں میری سنو اور سمجھو
میں کہہ رہا ہوں اس کو سمجھو کہ میں متقدمین کا غلام ہوں،
ان کے سامنے کھڑا ہوا ہوں، ان کا سامان پھیلاتا اور اس
پر آواز لگاتا ہوں، اس میں نہ میں ان کی خیانت کرتا
ہوں، اور نہ اس کو اپنی ملک بتاتا ہوں میں ابتداء ان
کے کلام سے کرتا ہوں اور دہراتا ہوں اپنی طرف سے،
اور برکت حق تعالیٰ کی طرف سے ہے جناب رسول
اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی متابعت
کی بدولت۔"

اور دیکھو اس کی تفسیر غنیۃ الطالبین میں معہ تفصیل فرقہ ضالہ معتزلہ کے۔ علیٰ ہذا امام نووی المتوفی ۶۷۶ھ جن
کو مولوی نعیم الدین صاحب نے فرائد النور ص۳۱ میں "امام محی الدین نووی رحمہ اللہ تعالیٰ" لکھا ہے۔ آپ
شرح صحیح مسلم ج ۲ ص۳۷۶ میں فرماتے ہیں:۔

ومذھب اھل السنۃ ایضا ان الله تعالیٰ
لا یجب علیہ شئ تعالی الله بل
العالم ملکه والدنیا والاخرۃ فی
سلطانه یفعل فیھما ما یشاء۔ فلو
عذب المطیعین والصالحین اجمعین
وادخلھم النار کان عدلا منه واذا
اکرمھم ونعمھم وادخلھم الجنة
فھو فضل منه ولو نعم الکافرین
وادخلھم الجنة کان له ذلك ولکنه
اخبر وخبرہ صدق انه لا یفعل ھذا
بل یغفر للمؤمنین ویدخلھم الجنة
برحمته ویعذب المنافقین ویخلدھم

"مذہب اہل سنت بھی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی شے
واجب نہیں ہے پاک ہے اللہ تعالیٰ اس سے بلکہ
تمام عالم اس کی ملکیت اور دنیا اور آخرت اس کی
سلطنت میں ہے جس طور سے چاہے اس میں تصرف فرماوے
پس اگر تمام مطیعین و صالحین کو عذاب کرے اور ان کو
دوزخ میں ڈال دے ہو گا اس کی طرف سے عدل اور جب
ان کے ساتھ انعام و اکرام کرے اور ان کو جنت میں داخل
فرماوے تو یہ اس کی طرف سے فضل ہے اور انعام فرماوے کافروں
پر اور داخل کرے ان کو جنت میں ہو ان کے ساتھ فضل
اور لیکن خبر دی اس نے اور خبر اس کی سچی ہے کہ وہ ایسا
نہیں کرے گا بلکہ مومنین کی مغفرت فرماتا ہے اور ان
کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل کرتا ہے اور

فی النار عدلا منه واما المعتزلة	منافقین کو عذاب کرنا اور ان کو دوزخ میں ڈالنا اس کی
فیثبتون الاحکام بالعقل ویوجبون	طرف سے عدل ہے ولیکن معتزلہ لیپ ثابت کرتے ہیں
ثواب الاعمال ویوجبون الاصلح	احکام کو عقل سے اور واجب جانتے ہیں اعمال کے ثواب
ویمنعون خلاف هذا فی خبط طویل	کو اور واجب جانتے ہیں نیکی کے اجر کو اور منع کرتے ہیں
لهم تعالی الله تعالی عن اختراعاتهم	اس کے خلاف کو اس میں وہ ایسی فضول و باطل اور
الباطلة ۔	من گھڑت بحثیں کرتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ بلند ہے"۔

علیٰ ہٰذا حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ المتوفی ۸۵۲ھ جن کی جلالت وشان کا تو مؤلف نے متعدد جگہ اعتراف کیا ہے ۔ (مثلاً الکلمۃ العلیا ص ۱۱ اور رسالہ فرائد النور ص ۵۲ مگر اپنی بے تمیزی سے رسالہ اسواط العذاب ص ۱۳ میں آپ کی فتح الباری جیسی مشہور و معروف کتاب کو علامہ ابنِ حجر مکی رحمہ اللہ کی لکھ دیا) فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۲۶ ص ۱۲۲ میں بشرحِ حدیث ۔

لن ینجی احدا منکم عمله قالوا ولا انت	"تم میں سے کوئی بھی نجات نہ پاوے گا اپنے عمل کے ذریعہ
یا رسول الله قال ولا انا الا ان یتغمدنی	سے عرض کیا گیا اور نہ آپ یا رسول اللہ ﷺ فرمایا اور نہ میں
الله برحمة الحدیث ۔	مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے اوپر اپنی رحمت فرماوے"۔

فرماتے ہیں :۔ وله سبحانه وتعالی ان یعذب الطائع وینعم العاصی ولکنه اخبر انه لا یفعل ذلك وخبره صدق لاخلف فیه وهذا الحدیث یقوی مقالتهم یعنی اهل السنة) ویرد علی المعتزلة حیث اثبتوا بعقولهم اعواض الاعمال ولهم فی ذلك خبط کثیر وتفصیل طویل (ایضا پارہ ۳۷ ص ۱۸۰) واعترض بعض المعتزلة بانه کیف یصح ان یامر بما لا یرید والجواب ان ذلك لیس بممتنع ولا مستحیل وقال المازری مذهب اهل السنة ان الله تعالی اراد ایمان المؤمن وکفر الکافر ولو اراد من الکافر الایمان لآمن یعنی لو قدره علیه لوقع وقال اهل الاعتزال بل اراد من الجمیع الایمان فاجاب المومن وامتنع الکافر فحملوا الغائب علی الشاهد لانهم رأوا ان مرید الشر شر والکفر شر فلا یصح ان یریده الباری واجاب اهل السنة عن ذلك بان الشر شر فی حق المخلوقین واما فی حق الخالق فانه یفعل ما یشاء وانما کانت ارادة الشر شرا لنهی الله عنه والباری سبحانه لیس فوقه احد یامره فلا یصح ان تقاس ارادته علی ارادة المخلوقین وایضا فالمرید یفعل ما اذا لم یحصل ما اراده اذن ذلك بعجزه وضعفه والباری تعالی لا یوصف بالعجز والضعف فلو اراد الایمان من الکافر ولم یؤمن لآذن ذلك بعجز وضعف تعالی الله من ذلك (ایضا پارہ ۳۰ ص ۱۵۵) والخالق لو عذب من یطیعه لم یعد ظالما لان الجمیع ملکه فله الامر کله یفعل ما یشاء ولا یسئل عما یفعل ۔

ماحصل یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کو اختیار ہے اگر چاہے تو مطیع فرمانبردار کو عذاب کرے اور عاصی گنہگار کو بخشدے اور انعام فرمادے ولیکن اس نے خبر دی ہے کہ ایسا نہ کرے گا اور اس کی خبر سچی ہے اس میں خلاف نہیں ہوتا اور یہ حدیث اس باب میں بڑی قوی حجت ہے اور اس میں معتزلہ پر رد ہے جو اپنی عقلوں کے بل بوتے پر ثابت کرتے ہیں اعمال کے بدلوں کے لازم ہونے کو اور ان کو اس امر میں بڑا خبط ہے اور تفصیل طویل ہے" اس امر میں حق تعالیٰ جل شانہ ظلم کرنے والا نہ ٹھہرے گا کیونکہ تمام عالم اسی کی ملک ہے سب پر اسی کی حکمرانی ہے جس طرح چاہے کرے کوئی بھی اس کے کئے کی اس سے بازپرس نہیں کر سکتا" اھ ملخصاً

ایسے ہی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی المتوفی ۶۳۲ھ تلمیذ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی "عوارف" مترجم مصباح الہدایہ محمود بن علی الکاشانی) میں فرماتے ہیں :-

ہر چند وجود فرزندی پدر در قدرت الٰہی ممکنست چنانکہ وجود عیسیٰ علیہ السلام اما در حکمت ممتنع است۔	"ہر چند کہ وجود فرزند بلا باپ کا قدرت الٰہی میں ممکن ہے۔ جس طرح وجود عیسیٰ علیہ السلام کا لیکن ازروئے حکمت کا ممتنع ہے"

نیز حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری المتوفی ۶۳۳ھ اپنے ملفوظات مجموعہ دلیل العارفین جمع فرمودہ خواجہ قطب الدین مطبوعہ مسلم پریس جھجر مترجم مولوی غلام محمد مرحوم جھجری مجلس دوم پنجشنبہ ص۵۳ میں فرماتے ہیں۔

"میں نے حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ کی زبانی سنا ہے کہ قیامت کے روز تمام انبیاء اور اولیاء دیگر مسلمان اگر پرستش نماز میں کامل نکلے تو چھوٹ گئے دوزخ کی آنچ سے بچے اور جو اس میں کامل نہ ہوا دوزخ میں گیا"

ایضاً مجلس چہارم دوشنبہ ص۶۲ حضرت خواجہ بزرگ نے بیان فرمایا کہ اس قدر انبیاؤں اور اولیاؤں نے جو دنیا کو ہیچ جانا اور اس پر لعنت کی اس کا سبب یہ ہے کہ ہیبت گور اور خوف مرگ ان پر طاری تھا" نیز ترجمہ فوائد السالکین ملفوظات خواجہ قطب الدین بختیار کاکی المتوفی ۶۳۳ھ جمع فرمودہ شیخ فرید الدین گنج شکر مجلس اول ص۱۲ میں مرقوم ہے۔

"فرمایا جب وقت نیک پہنچتا ہے عنایت الٰہی شامل حال ہو جاتی ہے ہمراہ لطف چلنے لگتی ہے وہ قادر ہے اگر چاہے ہزاروں گبر اور خرابا تیوں کو ایک لحظہ میں صاحب سجادہ کرے اور بخشدے اور بدبختی شامل حال ہوتی ہے تو نسیم قہاری چلنے لگتی ہے۔ ہزاروں صاحب سجادہ خراب ہو جاتے ہیں پس اے بھائی حق تعالیٰ سے کبھی نڈر نہ ہونا چاہیئے، عاقبت کسی کو معلوم نہیں کیا معلوم کیا ہوگا۔"

اسی طرح حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی المتوفی ۷۲۵ھ کے ملفوظات فوائد الفواد جمع فرمودہ امیر علاء حسن سنجری مترجم مولوی غلام محمد خاں صاحب بریاں قصبہ جھجر ضلع رہتک میں مرقوم ہے :-

"مجلس سیزدہم اول رمضان المبارک جمعہ ۷۱۳ھ ص۱۴۲ گفتگو عدل اور ظلم کے بارہ میں ہو رہی تھی۔ آپ نے

ارشاد فرمایا کہ معاملہ حق خلق کے ساتھ دو قسم پر ہے عدل ہے یا فضل اور معاملہ خلق آپس میں تین طرح پر ہے عدل یا فضل یا ظلم اگر خلق اللہ آپس میں عدل یا فضل کریں اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ معاملہ یا فضل کرے گا اور اگر خلق آپس میں ظلم کرے گی معاملہ حق ان سے ساتھ عدل کا ہوگا اور اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ معاملہ عدل کا کرے گا وہ مستحق عقوبت ہوگا۔ خواہ پیغمبر وقت ہی ہو۔ جب آپ یہ فرما چکے میں نے عرض کیا کہ ایک حدیث شریف میں وارد ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کل بروز قیامت مجھے اور میرے بھائی عیسیٰ علیہ السلام کو دوزخ میں ڈال دے تو بھی عدل ہی ہے آپ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ بیشک عدل ہوگا کہ تمام عالم اللہ تعالیٰ کی ملک ہے اور اپنی ملک میں تصرف کرنا گناہ و ظلم نہیں ہے ظلم غیر کی ملک میں ناجائز تصرف کرنے سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مذہب اشعریہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کر روا ہے کہ مومن کو جاودان دوزخ میں رکھے اور کافر کو بہشت بریں میں رکھے اور دلیل ان کی یہی تصرف در ملک ہے لیکن اپنے مذہب میں معاملہ اس کے برخلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ وَقُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ۔ "نادان اور دانا برابر نہیں ہو سکتے اور نابینا و بینا کیا برابر ہو سکتے ہیں"

اور ایسے ہی کئی مثالیں قرآن شریف میں موجود ہیں' اس کی حکمت اسی امر کی متقضی ہوتی ہے۔ کہ مومن کو ہمیشہ بہشت میں اور کافر کو ہمیشہ دوزخ میں رکھے۔ اور مثال اس کی یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس مال ہو اور وہ اسے خرچ کرے اسے اختیار ہے لیکن اگر وہ اپنے مال کو کوئیں میں ڈال دے تو اس کی دانائی اور حکمت سے بعید ہوگا"

ان تمام ملفوظات کو مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں استناداً تذکرہ فرمایا ہے۔ جو مولوی نعیم الدین کے مسلمات سے ہے۔ علیٰ ہذا حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری المتوفی ۷۸۲ھ جن کو اخبار الاخیار میں مشاہیر مشائخ ہندوستان کہا۔ مناقب بیان کئے اور تصنیفات خصوصاً مکتوبات کو لطیف ترین آداب طریقت اور اسرار حقیقت بتایا ہے۔ آپ اپنے مکتوبات سہ صدی مطبوعہ اسلامی لاہور ۱۳۱۹ھ۔ مکتوب ششم ص۲۰ میں فرماتے ہیں۔

"ابوالحسن خرقانی گفت کہ دل ہمہ صدیقاں را پلہ کردو بہ تیغ قہر وجگر ایشاں را با نتظار قطرۂ آب گردانید و خود را کس نداد موسیٰ را در دل آید کہ ہمیں منم کہ خداوند جل وعلا با من سخن مے گوید ندا آمد کہ عصا برسنگ زن عصا برسنگ زد و صحرا مے دید صد ہزار ہمچو موسے عصا بر دست گرفتہ و کلاہ بر سر نہادہ ارنی گویندے

صد ہزاراں ہمچو موسیٰ ہست در گوشہ — رب ارنی گو شدہ دیدار جویان آمدہ

وایضاً مکتوب بست و ششم ص۴۷ میں فرماتے ہیں) اگر خواہد در لحظہ ہزار ہزار آدم و عالم بیافریند و ہزار ہزار چوں حبیب و خلیل بر گزیند در قدرت عرش رفیع با ذرہ حقیر برابر است والسلام وایضاً مکتوب سی و پنجم ص۹۵ میں فرماتے

ہیں) وچوں در عظمت و عزت او نظر کنی ہمہ موجودات عدم بینی و چوں سلطان عظمت و قدرت او نگری و ہمہ معدومات را موجود یابی اگر خواہد در ہر لحظہ صد ہزار چوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیا بیند و ہر نفسے از انفاس ایشاں مقام قاب قوسین دہد در جلال وے ذرہ زیادت نگردد و اگر خواہد در ہر نفسے صد ہزار چوں فرعون بیا فریند تا دعوی انا ربکم الاعلیٰ کنند در جمال و کمال او ذرہ کم نگردد و اگر خواہد ہر کہ در روئے زمین کافرے و مشرکے است در دریائے رحمت غرق کند از صفت قہر او ذرہ کم نگردد و اگر خواہد ہر کہ در عالم بنی و ولی است، ہمہ را ایک سلسلہ قہر کشدد خالداً و مخلداً در عذاب الیم بدارد و از صفت رحمت وے ذرہ کم نیا یداے برادر آنجا کہ قدرت و عظمت او علم زند مکنونات و مقدورات و مخلوقات را چہ خطر، ایضاً مکتوب پنجاہ و سوم ص۱۵۱ میں فرماتے ہیں، اگر ہشت بہشت را عین دوزخ گرداند و دوزخ را عین بہشت وازمیانہ کعبہ کلیسا برآرد و از بتکدہ کعبہ سازد و ملائکہ ملکوت را لباس ملکی از سر برکشد و شیاطین ملوث را خلعت ملکی پوشاند و تاج قدسی بر سر نہد و محمد را صلی اللہ علیہ وسلم کہ خاتم رسالت بود و عیسیٰؑ را کہ سر جریدہ طہارت بود و یحییٰؑ را کہ ہرگز گناہ نکردہ است و نہ اندیشیدہ در یک سلسلہ بندد خالداً و مخلداً در دوزخ بدارد از کس نہ اندیشد و از کسے باک ندارد و یک ذرہ گرد ظلم بر دامن عدلش ننشیند چگونہ جائے قرار و امنی بود دیگر روئے دعوی وجود بینی بود آں یکے کہ سرمایہ ہفصد ہزار سال تقدیس و تسبیح در دست داشت و معلم ملائکہ و استاد ایشاں بود یکبار بیش نگفت انا و دید انچہ دید یا فت آنچہ یافت روزے جبرئیل علیہ السلام بحضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسیدہ بود پرسید کہ حال در حظیرۂ قدس چگونہ است گفت تا آں یکے را از میان ما بیرون کردند ہیچ فرشتہ در زاویہ خود امین نماندہ است (ایضاً مکتوب پنجاہ و ہفتم ص۱۵۹ میں فرماتے ہیں) وگاہ از زیر دامن شقی نبی بیرون آرد وگاہ از زیر دامن نبی شقی پیدا آرد وگاہ سگے را در صف اولیا نشاند وگاہ ولی را در طویلہ سگاں بندد و لکن چوں قبول خواہد کرد رد نکند و چوں رد خواہد کرد ہیچ چیز قبول نکند (ایضاً مکتوب شست و دوم ص۲۶۲ میں فرماتے ہیں) و از افلاس و بے استعدادی و از ادبار و آلودگی خویش ہزیمت نباشد نظر بر قدرت و فضل او باید داشت اگر خواہد ہزار کلیسا و بتخانہ را کعبہ و بیت المقدس گرداند و ہزار ہزار عاصی و فاسق را حبیب اللہ خلیل اللہ خطاب کند و علتے در میان نبود و اگر خواہد بیک لمحہ ہزار ہزار کافر را مومن گرداند و ہزار ہزار مشرک و بت پرست را موحد گرداند و مہلتے در میان نہ و ہزار ہزار لعنتی را رحمتی و ہزار ہزار خرابا تی را شنا باتی کس راز ہرہ چوں و چرا نہ۔ ایضاً مکتوب ہشتاد و ہشتم ص۲۵۰ میں فرماتے ہیں۔ وگاہ گو نید و دلو تشتاد یعشنا فی کل قریۃ نذیرا اگر خواہم چوں تو در ہر دہے فرستیم گاہ کلیدے ہمہ خزائن بدر حجرۂ ما فرستند وگاہے برائے پیمانہ جو بدر سرائے ابو شحمہ یہودی برند۔

خلاصہ ترجمہ "ابوالحسن خرقانی نے فرمایا، دل تمام صدیقوں کے تیغِ قہر نے پارہ پارہ کر دیئے ان کے جگر کے انتظار نے قطرہ آب کر ڈالا، اور اپنے آپ کو کسی کے ساتھ وابستہ نہ کیا، موسیٰ علیہ السلام کے دل میں آیا مجھ سے حق تعالیٰ کلام فرماتا ہے۔ ندا ہوئی اپنے عصا کو پتھر پر مار، پتھر پر مارا تو دیکھا کہ سو ہزار مانند موسیٰ علیہ السلام کے اپنے اپنے عصا لئے ٹوپی سر پر رکھے ہوئے رب ارنی کہہ رہے ہیں" "اگر حق تعالیٰ چاہے ایک لحظہ میں ہزار ہزار آدم اور عالم پیدا فرما دے اور ہزار ہزار مانند حبیب اور خلیل کے کر دے، اس کی قدرت کے سامنے عرشِ رفیع ذرہ حقیر کے برابر ہے، جو اس کی عظمت و عزت میں نظر کرے تمام موجودات کے عدم پر نظر پڑے اور جو اس کی بادشاہت عظمت و قدرت کا دھیان کرے تمام معدومات کو موجود پا وے، اگر چاہے تو آن میں لاکھ مانند محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا فرما دے۔ اور ان میں سے ہر ایک کو مقام قاب قوسین عطا فرما دے تو اس کے جلال میں ذرہ بھر کمی نہ آوے گی۔ اور اگر چاہے تو اسی طرح لاکھ فرعون جیسے پیدا فرما وے یہاں تک کہ وہ دعویٰ انا ربکم الاعلیٰ کا کریں تو اس کے جلال و کمال میں ذرہ بھر کمی نہ آوے گی اگر چاہے تو جس قدر زمین پر کافر و مشرک ہیں سب کو دریائے رحمت میں غرق کر دے، تو اس کی صفتِ قہر میں ذرہ بھر کمی نہ آوے گی، اگر چاہے تو جتنے عالم بھر میں نبی اور ولی ہیں سب کو ایک سلسلہ قہر میں کھینچے اور ہمیشہ عذاب دردناک میں مبتلا رکھے تو اس کی صفتِ رحمت میں ذرہ بھر کمی نہ آوے گی۔ اے برادر! اس جگہ کہ اس کی قدرت و عظمت کے علم کا ظہور ہو مکنونات و مقدورات اور مخلوقات کا کیا خطرہ" "اگر آٹھوں جنتوں کو عین دوزخ کر دیوے اور دوزخ کو عین بہشت اور درمیان کعبہ کے کلیسا کو لے آوے اور بت کدہ سے کعبہ بنا دے اور ملائکہ ملکوت کا لباس ملکی سر سے اتارے اور شیاطین خبائث کو خلعت ملکی پہنا دے اور تاجِ قدسی سر پر رکھے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم رسالت تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کو سرور طہارت تھے اور یحییٰ علیہ السلام کو کہ ہرگز کوئی گناہ نہ کیا تھا اور نہ کچھ اندیشہ تھا ایک سلسلہ میں باندھے اور ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رکھے کسی سے نہ اندیشہ رکھے اور نہ کسی کی پرواہ اور ایک ذرہ گرد ظلم اس کے دامنِ عدل پر نہ بیٹھے پھر کیونکر جائے قرار اور بے خوفی کا ہو وے اور کس طرح دعویٰ خود بینی کا ہو وے وہ ایک کہ سرمایہ سات سو ہزار سال تقدیس و تسبیح ہاتھ میں رکھتا تھا اور معلم ملائکہ اور ان کا استاد تھا، ایک بار سے زیادہ انا نہ کہا اور جو کچھ انجام ہوا دیکھا اور پایا، ایک روز جبرئیل علیہ السلام خدمت حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچے دریافت فرمایا کہ حال حظیرۃ القدس کا کیونکر ہے کہا جب سے اس ایک کو ہمارے درمیان سے باہر کر دیا گیا کوئی فرشتہ اپنے آپ سے بے خوف نہیں ہے کبھی دامنِ شقی سے نبی کو باہر لاتا ہے اور

کبھی دامن نبی سے شقی پیدا کرتا ہے اور کبھی کتے کو اولیاء کی صفت میں بٹھاتا ہے اور کبھی ولی کو کتوں کے طویلہ میں باندھتا ہے ولیکن جو چاہے قبول کرے تو رد نہ کرے اور جو چاہے رد کرے کسی چیز کو قبول نہ کرے۔ اپنے افلاس اور بے استعدادی سے اور اوبار و آلودگی سے پست ہمت نہ ہووے نظر اس کی قدرت اور فضل پر رکھنا چاہیئے اگر چاہے ہزار ہزار کلیسا اور بت خانہ کو کعبہ اور بیت المقدس بناوے اور ہزار ہزار گنہگار اور فاسق کو حبیب اللہ اور خلیل اللہ کا خطاب عطا فرماوے اور کوئی وجہ درمیان میں حائل نہ ہووے' اور اگر چاہے ایک لمحہ میں ہزار ہزار کافر کو مومن بناوے اور ہزار ہزار مشرک اور بت پرست کو موحد بنادے اور کوئی مہلت درمیان میں نہ ہو اور ہزار ہزار لعنتی کو جنتی اور ہزار ہزار خراباتی کو مناجاتی کسی کو ذرہ پھر چوں و چرا نہ ہو" و کبھی فرماتے ہیں اگر چاہتے ہم مانند تیرے ہر گاؤں میں بھیج دیتے ہم کبھی کنجیاں تمام خزانوں کی ہمارے دروازہ کے حجرہ پر بھیج دیتے ہیں اور کبھی ایک پیمانہ جو کے لیے دروازہ سرائے الوشحہ پر کوشش تمام لے جاتے ہیں"۔

نیز صحائف السلوک رقعاتِ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی المتوفی سنہ ۷۵۲ھ مسلم پریس قصبہ جھجر ص۲۶ میں مرقوم ہے۔

خود را مردہ انگارد و خلق را سنگ و کلوخ شمارد ایضاً ص۱۶ ایں ہے بدانی کہ در عالم ہیچ کس مستحقِ حمد نیست و او بجمیع محامد سزاوار است کہ الف و لام ایں جا برائے استغراق جنس است۔ ایضاً ص۲۷ میں ہے عزیز من کعبہ و عرفات از سنگے و کلوخی پیش نہ پس شرک بود و نہ ایمان۔ عزیز من مکہ و طائف و مصر و بغداد ایشاں را یکساں بود ایضاً" صنا میں ہے در کمالِ معرفت عجز مصطفےٰ ابین کہ لا احصی ثناء علیک

"اپنے آپ کو مردہ جان لے اور خلق کو پتھر اور ڈھیلے شمار کرے" "جان تو کہ عالم میں کوئی شخص مستحقِ حمد نہیں ہے اور وہ ہی تعالیٰ شانہ تمام محامد و تعریف کے لیے سزاوار و لائق ہے کہ الف اور لام اس جگہ استغراق جنس کے لیے ہے" "عزیز من کعبہ اور عرفات ایک پتھر اور ڈھیلے سے زیادہ نہیں ہے (پس حق تعالیٰ مالک الملک کے مقابلہ میں) شرک ہوگا نہ ایمان" عزیز من کہ اور طائف اور مصر اور بغداد (موحد عارف) کے نزدیک یکساں ہووے' کمالِ معرفت میں مصطفےٰ کا عجز دیکھ کہ لا احصی ثناء علیک

نیز حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ المتوفی سنہ ۹۴۴ھ جن کی توصیف و کمالات اخبار الاخیار ص۲۱۲ مؤلفہ مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ میں بہ بسط مرقوم ہیں اور مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ رسالہ فیصلہ توحید وجودی محمود پریس مدرسہ نظامیہ حیدر آباد دکن ص۱۴ میں آپ کی نسبت فرماتے ہیں "حضرت شیخ مشائخنا قطب العالم شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ" نیز مؤلف کی مستند کتاب انوارِ ساطعہ نعیمی پریس مراد آباد ص۶۲ میں لکھا ہے "حضرت قطب العالم شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ" آپ اپنے مکتوباتِ قدوسی مطبوعہ احمدی دہلی کے ابتدا میں تحریر فرماتے ہیں "از فقیرِ حقیر عبد القدوس اسمٰعیل صفی الحنفی الغزنوی چشتی ص۱۱۷ مکتوب ہشتاد و یکم میں مرقوم ہے:-

اُوتعالیٰ قادرست کہ ممتنع بنفسہٖ را در وجود آرد و درمیدانِ امکان سپارد۔ ایضاً مکتوب نود و ششم ط۱۵۱ ومحال کہ بنظرِ خلافِ حکمت حق محالست ممتنع لغیرہ است، چنانچہ دخولِ انبیاء در دوزخ ودخولِ کافران بہشت وہمچنیں خلافِ علم حق، چنانچہ ایمانِ ابوجہل وفرعون کہ امتناعِ وجود بحکم خبر محکم گشتہ، ایضاً مکتوب صدوشانزدہم ط۲۱۹ ایں جاخونِ انبیاء واولیاء آب میشود وخاکِ حسرت وندامت برسرشان می ریزد ایضاً مکتوب صدوہفتاد وہفتم ص۳۴۳ ممکن الوجود ایں نیز برسہ قسم است یکی ممکن لغیرہ وممتنع لذاتہ وآں جملہ محالات است کہ وجود آں بنظرِ حس وعقل ممتنع است واما بنظر قدرتِ حق ممکن است، دوم ممکن لذاتہ وممتنع لغیرہ وآں خلافِ حکمت وحق ست، چنانچہ خلودِ انبیاء در دوزخ وخلودِ کافران در بہشت وآں اگرچہ بنظرِ ذاتِ خود ممکن است، اما بنظر آنکہ خلافِ حکمت حقست ممتنع است چنانچہ ایمان ابوجہل وفرعون کہ امتناع وجود آں بحکمِ خبر محکم است اما بنظر ذات خود ممکن است سیوم لذاتہ ولغیرہ بر غیر شریک باری تعالےٰ درکتبِ اصولِ فقہ صریح واقعہ ست۔

"حق تعالیٰ قادر ہے کہ ممتنع بنفسہٖ کو وجود میں لاوے، اور میدانِ امکان میں رکھے"۔ اور محال بنظر خلافِ حکمتِ حق تعالیٰ کے محال ہے ممتنع لغیرہٖ ہے جس طرح داخل کرنا انبیاء علیہم السلام کا دوزخ میں اور داخل کرنا کافروں کا بہشت میں اور اسی طرح خلافِ علم حق تعالیٰ کے جس طرح ایمان لانا ابوجہل اور فرعون کا کہ امتناع اس کے وجود کا بحکم خبر محکم ہوچکا ہے ایسی مقام پر خون انبیاء اور اولیاء کا پانی ہوجاتا ہے۔ اور خاک حسرت وندامت ان کے سر پر پڑتی ہے" "ممکن الوجود اور یہ بھی تین قسم پر ہے ایک ممکن لغیرہ و ممتنع لذاتہ اور وہ جملہ محالات میں سے ہے کہ وجود ان کا بنظرِ شرعی نحوبل اور عقل کے ممتنع ہے اور لیکن بنظر قدرت حق تعالیٰ کے ممکن ہے۔ دوم ممکن لذاتہ و ممتنع لغیرہ اور وہ خلاف حکمت حق تعالیٰ کے ہے جس طرح داخل کرنا انبیاء کا دوزخ میں اور داخل کرنا کافروں کا بہشت میں اور وہ اگرچہ بنظرِ ذات اپنی کے ممکن ہے لیکن بنظر اس کے کہ خلافِ حکمتِ حق تعالیٰ کے ہے ممتنع ہے جس طرح ایمان لانا ابوجہل اور فرعون کا کہ امتناع اس کے وجود کا بحکم خبرِ محکم ہے لیکن بنظر اپنی ذات کے ممکن ہے سوئم لذاتہ و لغیرہ غیر کا شریک باری تعالیٰ ہونے کے کتبِ اصولِ فقہ میں صریح واقع ہوا ہے"۔

ایسے ہی حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ المتوفی ۱۰۳۴ھ مستند مولوی صاحب بریلوی کے مکتوبات جلد اوّل ص۳۲۲ میں فرماتے ہیں۔

اُوتعالیٰ مالک علی الاطلاق است، وعباد مملوک وبندہ سبحانہٗ پس ہرحکمے وتصرفے کہ درایشاں

"حق تعالیٰ جل شانہٗ، مالک علی الاطلاق ہے اور تمام بندے اس کے مملوک ہیں، پس ہر حکم اور ہر تصرف جو

فرماید عین خیر و صلاح است واز شائبہ ظلم و
فساد منزہ و مبرا است لا یسئل عما یفعل سے
کراز ہرہ آنکہ از بیم او
کشاید زبان جز بہ تسلیم او
واگر ہمہ را بدوزخ فرستند و عذاب ابدی فرماید
جائے اعتراض نیست و در ملک غیر مارا تصرف
بے شائبہ ستم پیدا کند بخلاف املاک ما کہ فی
الحقیقت املاکِ اویند سبحانہ جمیع تصرفات از ما در
آنہا عین ستم است زیرا کہ صاحب شرع بواسطہ
بعض مصالح آں املاک را بما نسبت دادہ است
وفی الحقیقت املاکِ اویند سبحانہ پس تصرف
ما در آنہا ہماں قدر مجوز باشد کہ مالک علی الاطلاق
آں تصرف را تجویز فرمودہ است و مباح ساختہ
ایضاً ص۲۲۴ و خلف در وعید حق جائز دارد۔

ان میں فرماویں عین خیر اور اصلاح ہے اور شائبہ ظلم و فساد سے
اس کی ذات منزہ و مبرا ہے کوئی باز پرس اس سے نہیں کر
سکتا کہ یہ امر کیونکر کیا گیا اس کے خوف سے کس کو مجال
ہے کہ بجز تسلیم کے اس کے روبرو زبان کھول سکے! اور اگر
تمام کو دوزخ میں بھیج دے اور عذاب ابدی میں مبتلا رکھے۔
کوئی جائے اعتراض نہیں ہے اور ملک غیر میں ہمارا تصرف کرنا
بے شائبہ ستم پیدا کرنا ہے بخلاف ہماری املاک کے کہ فی الحقیقت
اسی کی املاک ہیں، جمیع تصرفات ہمارے ان میں عین ستم کرنا ہے
کیونکہ صاحب شرع نے بواسطہ بعض مصالح کے ان املاک کو
ہماری طرف نسبت فرما دیا ہے اور فی الحقیقت املاک حق
سبحانہ تعالیٰ ہی کی ہیں پس تصرف ہمارا ان میں اسی قدر جائز
ہوگا کہ مالک علی الاطلاق نے اس تصرف کو تجویز فرما دیا
ہے اور مباح کر دیا ہے" اور خلاف وعید حق تعالیٰ کو
جائز رکھا گیا ہے"

نیز مولانا شاہ عبدالحق دہلویؒ تکمیل الایمان ص۶ و ص۴۲ میں فرماتے ہیں:۔

ثواب مطیعان بفضل اوست و عقاب عاصیان
بعدلِ او دے تعالیٰ در ہر دو حالت محمود است
ہم در عدل و ہم در فضل و کرم و ہیچ کس را بروے
حقے و استحقاقے نیست إلا آنکہ وے خبر دادہ است
کہ مطیعان را ثواب و ہم عاصیان را عقاب کنم
ایں چنیں خواہد بود کہ وے گفتہ است ولیکن
بروے واجب نیست و اگر فرضاً خلاف آں
کند دیگرے را مجال نے کہ گوید چرا چنیں کردی
پس ظاہر شد کہ حکم ارچناں است کہ در وعدہ خلاف
نہ رود و در وعید تواند کہ خلاف کند ایں محض

"مطیعین کے لیے ثواب اس کے فضل سے ہے اور عاصیوں
کو عقاب اس کے عدل سے اور وہ حق تعالیٰ دونوں حالت
میں محمود ہے، عدل اور قہر میں اور فضل اور کرم میں اور کسی
شخص کو اس کے اوپر کوئی حق اور کوئی استحقاق نہیں ہے
مگر یہ کہ اس نے خبر دی ہے کہ مطیعوں کو ثواب دیتا ہوں
اور عاصیوں کو عقاب کرتا ہوں اسی طرح ہوگا جو اس نے فرما
دیا ہے لیکن اس کے اوپر واجب نہیں ہے اگر فرضاً خلاف
اس کا کرے دوسرے کو مجال نہیں کہ کہے کس واسطے ایسا کیا"
"پس ظاہر ہوا کہ حکم اس کا اسی طرح ہے کہ وعدہ میں خلاف نہ
فرمائیگا اور وعید میں ہو سکتا ہے کہ خلاف کرے یہ محض کرم اس کا

کرم اوست عادت کریمان این است اگر
وعدہ انعام واحسان البتہ کنند وفا کنند کہ الکریم
اذا وعد وفا واگر بہ قہر وعذاب بترسانند
بوجود نیارند وبعضے بریں اند کہ خلاف در وعدہ
وعید اذ قطعاً نرود الا کذب اخبار لازم آید تعالیٰ
عن ذٰلک جوابش آنست کہ بہ قرینہ اقتضائے
کرم در اخبارِ وعید بشرطِ مشیت مقدر بود
اگرچہ تصریح بداں نکردہ باشند وخبر وعد حتماً
مقتضیاً باشد وآیات واحادیث کہ در آنجا تصریح
بمشیت وقوع یافتہ است، نیز قرینہ آں تواند بود
یا خود مراد از اخبارِ وعید استحقاقِ عذاب است،
نہ وقوع بالفعل یا مراد بداں انشائے وعید است
نہ حقیقتِ اخبار پس کذب وتبدیل لازم نیاید
فافہم واللّٰہ الموفق وھو اعلم حے سبحانہ،
تعالیٰ اگر خواہد غیر مطیع را ثواب دہد کہ مطیع راندہد
چنانچہ ما سبق درمیان عقاید معلوم شد اسی طرح
شاہ صاحب موصوف مدارج النبوۃ ج اصلا
میں فرماتے ہیں؛ نعم اختلاف در آنست کہ آیا
جائز ست عقلاً یا نہ معتزلہ برانند کہ جائز
نیست عقلاً زیرا کہ آں موجب تبعید وتنفیر است
ونزد اصحابِ ما کہ گروہ اہلِ سنت وجماعت اند
ایتہم جائز ست کہ حق تعالیٰ یکے را از چاہِ ضلالت
برآوردہ ہدایت رسانیدہ بمرتبہ نبوت رساند
ولیکن نقل ودلیلِ سمعی بر آنست کہ ایں جائز بوقوع
نیامدہ۔ ایضاً ص۲۴ اور محال نیست برخدا ہیچ چیز

ہے عادت کریموں کی یہی ہے اگر وعدۂ انعام واحسان
کسی چیز کا کریں تو وفا فرماویں کہ الکریم اذا وعد
وفا مشہور ہے اور اگر قہر وعذاب کے درجہ کو پہنچ چکے ہیں وجود
میں نہ آوے اور بعضے کہتے ہیں کہ خلافِ وعدہ اور وعید
میں اس کے قطعاً نہ واقع ہوگا اور نہ کذب اس کی خبر میں نہ لازم
آوے گا پاک ہے وہ اس سے جواب ان کا یہ ہے کہ
بقرینہ اقتضائے کرم کے اخبارِ وعید میں شرطِ مشیت
مقدور ہوئے اگرچہ تصریح اس کی نہ فرمائی گئی ہو اور خبر وعدہ
کی طے شدہ ہوئے، آیات واحادیث میں کہ جس مقام پر
تصریح مشیتِ وقوع کے ساتھ پائی جاتی ہے نیز
قرینہ اس کا یہی ہووے گا یا خود مراد اخبارِ وعید سے استحقاق
عذاب کا ہے نہ وقوع بالفعل بنظر اسی انشاء وعید کے ہے
نہ حقیقتِ اخبار پس کذب اور تبدیل لازم نہیں آتا" حق سبحانہ
وتعالیٰ اگر چاہے غیر مطیع کو ثواب دے اور مطیع کو نہ دے جس طرح
پہلے درباره عقائد معلوم ہوا البتہ اختلاف اس میں ہے کہ آیا جائز
ہے عقلاً یا نہیں، معتزلہ کہتے ہیں کہ جائز نہیں ہے عقلاً کیونکہ
تبعید اور تنفیر کا موجب ہے اور ہمارے اصحاب کے نزدیک
کہ گروہ اہلِ سنت وجماعت ہیں یہ بھی جائز ہے کہ
حق تعالیٰ ایک کو چاہِ ضلالت سے نکالے ہدایت
کو پہنچا کر مرتبۂ نبوت تک پہنچا دے اور لیکن نقل
اور دلیلِ سمعی قرآن وحدیث کی اس پر ہیں
کہ یہ جائز وقوع میں نہ آوے گا" محال نہیں ہے
حق تعالیٰ پر کوئی چیز" اور ابوداؤد اور ابنِ ماجہ
روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنی اُمت کے لیے اخیر وقت عمر میں

الیفاً ۲۲ و ابوداؤد و ابن ماجہ روایت کردہ اند کہ آنحضرت دعا کرد مرا اُمت خودرا در عشیہ عرفہ بمغفرت جواب آمد کہ مغفرت کردم مگر ظالم را کہ البتہ او را از جہتِ مظلوم بگیریم پس آنحضرت فرمود پروردگار من تو قادری اگر خواہی مظلوم را بہشت دہی و ظالم را بخشی دراں وقت جواب ایں دعا نیامدہ چوں در مزدلفہ صبح کرد اعادہ کرد ایں دعا را جواب آمد اجابت کردم آنچہ تو خواستے پس بخندید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما گفتند یا رسول اللہ مادر و پدر من تو فدائے تو باد ایں ساعتے بنود کہ تو دراں خندی ہمیشہ خندان دارد ترا اللہ تعالیٰ، فرمود عدو اللہ ابلیس چوں دانست کہ اجابت کرد حق تعالیٰ دعا مرا بخشید امت مرا خاک بر سر ریخت و ہلاکے و ویلا فریاد کرد و دیگر ریخت پس درخندہ آورد مرا آنچہ دیدم از جزع و فزع وے۔

دعا کی جواب آیا کہ مغفرت کی مگر ظالم کی کہ البتہ اس کو بوجہ مظلوم کے پکڑیں گے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا پروردگار میرے تو قادر ہے اگر چاہے مظلوم کو بہشت فرما دے اور ظالم کو بخشدے اس وقت جواب اس دعا کا نہ آیا پھر جو مزدلفہ میں صبح کر اعادہ اس دعا کا کیا، جواب آیا میں نے قبول کیا جو کچھ تو نے درخواست کی پس ہنس دیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ماں باپ ہمارے آپ پر فدا ہوں یہ گھڑی ہنسنے کی نہیں کہ آپ اس مقام میں ہنسے ہمیشہ حق تعالیٰ آپ کو ہنستا رکھے فرمایا دشمن اللہ ابلیس نے جو معلوم کیا کہ حق تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی اور میری اُمت کو بخش دیا، سر پر خاک ڈال کر وائے ویلا اور فریاد کر کے لوٹنے لگا پس مجھے ہنسی آئی جو کچھ میں نے دیکھا اس کی جزع فزع کر" (مشکوٰۃ ۲۲۹)

اس حدیث سے بظاہر ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ اپنے ارادہ وعید کے خلاف ظالم کو محض اپنی قدرت کاملہ کی بنا پر حسب مشیت خود بخش دیتا ہے کیونکہ ارادہ کے بعد تکوین کا درجہ ہوتا ہے اور یہ سب حق تعالیٰ کے علم و قدرت و ارادہ میں ہے کوئی چیز خلق میں اس کے امکان سے خارج اور محال نہیں، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اطلاع فرمائے جانے کے ظالم کے عقاب کے بنظر قدرت و امکان حق تعالیٰ کے دوبارہ سوال کیا تو قبول فرما لیا گیا، اگر محال جانتے تو کیوں سوال کیا جاتا۔ علیٰ ہذا امام محمد بن عبدالباقی زرقانیؒ جن کو مولوی صاحب بریلوی حیات الموات ص۵۵ میں مستند جان کر "علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانیؒ" کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور انوار ساطعہ مستند مولوی نعیم الدین مطبوعہ نعیمی پریس مراد آباد ص۴۰ میں "خاتم المحدثین زرقانیؒ" لکھا ہے۔ اور مولوی نعیم الدین نے بھی اپنی اسی کتاب کے ص۲۵ میں آپ کی نسبت امام علامہ محمد بن عبدالباقی

۱؎ یہ روایت ضعیف ہے تفصیل تنقیح الرواۃ ص ۱۲۰ ج ۲ میں ملاحظہ ہو (ع ح)

زرقانی لکھا ہے۔ آپ اپنی نفیس کتاب شرح مواہب لدنیہ جس کو آپ نے آٹھ جلدوں میں ۱۱۱۷ھ میں تمام فرمایا ہے۔ جلد ثانی ص۶ میں فرماتے ہیں:۔

(یمحوا اللہ مایشاء ویثبت) واستدل بہ الحنفیۃ علی تبدل السعادۃ والشقاوۃ ــــ اور جلد سادس ص۲۸ میں فرماتے ہیں (فیہ دلیل علی ان قدرۃ اللہ تعالی لا یعجزھا ممکن) ای لا یمنعھا من التعلق بہ بل یجوز تعلقھا بسائر الممکنات لا بالمستحیل لانھا تتعلق بھا اصلا ولذا قید بممکن فلا یفھم منہ انھا تعجز عن التعلق بالمستحیل لانھا لا تتعلق بھا اصلا فلا یلتفت الی مثل ھذا الایھام (ایضا ص۲۹۴ ۔ ۔ ۔ میں فرماتے ہیں) الا ان الدلیل السمعی قام علی ان ھذا الجائز لم یقع النبی من الانبیاء اصلا ۔ ۔ (اور جلد ثامن ص۲۱۱ میں فرماتے ہیں) وفی روایۃ عبد اللہ ابن احمد فقال یا رب انک قادر ان تغفر للظالم وتثیب المظلوم خیرا من مظلمتہ (ایضا ص۲۵۵ میں فرماتے) کما فی البخاری ومسلم من حدیث عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لن یدخل احد الجنۃ بعملہ قالوا ولا انت یا رسول اللہ قال ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ

"آیت (یمحو اللہ مایشاء ویثبت) (مٹاتا ہے اللہ جسے چاہے اور قائم کرتا ہے جسے چاہے) اس سے علماء حنفیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ حق تعالیٰ تقدیر کو بدلتا ہے" اس میں اس پر دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو ممکن عاجز نہیں کر سکتا یعنی نہیں روکے گا، اس کو اس کے ساتھ تعلق سے بلکہ تمام ممکنات کے ساتھ قدرت کا تعلق جائز ہے نہ غیر ممکن کے ساتھ اس لیے کہ غیر ممکن کے ساتھ قدرت کا تعلق کبھی نہیں ہوتا اور اسی واسطے تقیید ممکن کے ساتھ کیا گیا پس نہیں سمجھا جاویگا' اس سے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت غیر ممکن کے ساتھ تعلق رکھنے سے عاجز ہے اس لیے کہ قدرت مستحیل کے ساتھ کبھی تعلق رکھتی ہی نہیں (نہ یہ کہ وہ تعلق رکھنے سے عاجز ہے) پس اس وہم کی طرف توجہ نہ کی جاوے گی" "بیشک دلیل سمعی قرآن وحدیث اس امر پر قائم ہے کہ یہ جائز واقع نہیں ہوا کسی نبی سے نبیے انبیاء علیہم السلام میں سے کبھی" ایک روایت جو عبداللہ بن احمد کے طریق سے مروی ہے اس میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے رب بیشک تو اس پر قادر ہے کہ ظالم کی مغفرت فرماوے، اور مظلوم کو اس پر ظلم ایذا سے زیادہ اجر وثواب عطا فرماوے" جیسا کہ صحیح بخاری اور مسلم میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص ہرگز جنت میں اپنے عمل کے سبب سے داخل نہیں ہو سکتا صحابہ نے عرض کیا کہ آپ بھی نہیں داخل ہو سکتے، اپنے عمل کے

برحمته۔ فلذالك لو عذب اهل سمٰوٰاته واهل ارضه لعذبهم وهو غير ظالم ولو رحمهم لكانت رحمته خيرا من اعمالهم كما فى حديث ابى بن كعب عند ابى داؤد ابن ماجه ؛

سب سے یا رسول اللہ فرمایا اور میں بھی نہیں مگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مجھ کو داخل فرماوے اسی واسطے اگر وہ اہل آسمان اور اہل زمین کو عذاب کرے تو وہ ظالم نہیں ہوگا اور اگر ان پر رحم فرماوے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہے جیسا کہ حدیث ابی بن کعب رضی اللہ عنہ میں وارد ہے جس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے"۔

علیٰ ہذا جناب قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ المتوفی ۱۲۲۵ھ تلمیذ رشید مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ و خلیفہ ارشد مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ و مستند مولوی صاحب بریلویؒ تفسیر مظہری صفحہ ۳۵۴ میں فرماتے ہیں :۔

(ان الله لايخلف الميعاد) واما فى الوعيد يجوز عندنا المغفرة وان لم يتب وقالت الوعيدية عن المعتزلة لا يجوز الخلف فى الوعيد ايضاً ۔"

"بیشک اللہ نہیں خلاف کرتا اپنے وعدہ میں، اور لیکن وعید میں خلاف پس ہمارے یہاں جائز ہے مغفرت اگرچہ توبہ نہ کی ہو اور کہا وعیدیہ نے معتزلہ میں سے نہیں جائز ہے خلاف کرنا وعید میں بھی"

اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ المتوفی ۱۲۳۹ھ تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۳ میں فرماتے ہیں :۔

از باری تعالیٰ نزد اہل سنت ظلم ممکن نیست زیرا کہ ہمہ مملوکات خلق وملک اوبند ہر چہ خواہد کند و مع ذٰلک تجویز تعذیب چیزے دیگر است و وقوع آں چیزے دیگر ایضاً صفحہ ۱۲۶ عقیدہ ہفتم آنکہ اللہ تعالیٰ قادر مختار ست ہر چہ میکند بارادہ و اختیار میکند اسماعیلیہ گویند کہ اُو تعالیٰ قادر نیست۔ عقیدہ ہشتم آنکہ حق تعالیٰ برہمہ چیز قادر ست شیخ ابوجعفر طوسی و شریف مرتضےٰ و جمع کثیر از امامیہ دریں عقیدہ خلاف دارند گویند کہ اُو تعالیٰ بر عین مقدور بندہ قادر نیست واللہ علی کل شئ قدیر

"اہل سنت کے نزدیک باری تعالیٰ سے ظلم ممکن نہیں ہے کیونکہ تمام مخلوقات خلق و مملکت اس کی ہیں جو کچھ چاہے کرے و معہذا عذاب تجویز دوسری چیز ہے اور وقوع اس کا دوسری چیز ہے" "عقیدہ ساتواں یہ کہ اللہ تعالیٰ قادر مختار ہے جو کچھ کرتا ہے ارادہ اور اختیار کے ساتھ کرتا ہے اسماعیلیہ (فرقہ روافض) کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ قادر مختار نہیں ہے" "عقیدہ آٹھواں یہ کہ حق تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ شیخ ابوجعفر طوسی و شریف مرتضیٰ اور جماعت کثیر امامیہ اس عقیدہ میں خلاف رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ عین مقدور بندہ پر قادر نہیں ہے' واللہ علی کل شئ قدیر۔ ان کے چھوٹا ہونے کو بس ہے" "علم خالق و مالک سے متصوّر

مکذب ایشاں لبس است۔ ایضاً صفحہ ۲۳ آنکہ ظلم از خالق و مالک متصور نیست چہ ہرچہ خواہد در ملک خود تصرف فرماید۔ و سابق در الہیات از حضرت امیرؓ و حضرت سجادؓ بتواتر منقول شدہ کہ اگر حق تعالیٰ عابدترین بندگانِ خود را العذاب اشد کافرین ابد الدھر معذب کند آہمہ عدل باشد نہ ظلم۔

نہیں ہے کیونکہ جو کچھ چاہے اپنی ملک میں تصرف فرمائے" اور سابقاً بیان الہیات میں حضرت اعلیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت سجاد سے بتواتر منقول ہوا ہے کہ اگر حق تعالیٰ سب سے زیادہ عابد ترین اپنے بندوں کو اشد عذابِ کفار میں ابدالآباد عذاب کرے، یہ تمام عدل ہوگا نہ کہ ظلم"۔

اور مولانا شیخ محمد صاحب تھانوی مرحوم تلمیذ مولانا شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ جن کو خود مولوی نعیم الدین کی بڑی مستند کتاب انوار ساطعہ صفحہ ۳۹ میں "عمدۃ الفقہاء والمحدثین جناب مولانا شیخ محمد صاحب تھانویؒ" الفاظ توصیف و مدحت کے ساتھ یاد کیا گیا ہے۔ آپ اپنی کتاب قسطاس صفحہ ۴۰ و صفحہ ۴۱ قسطاس ہفتادم میں فرماتے ہیں:۔

"امتناعِ نظیر کے مسئلہ کی یہ تحقیق ہے کہ امتناع بالغیر ہے اور بالعرض نہ کہ بالذات کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ممتنع بالذات نہیں تو نظیر بھی ان کی ممتنع بالذات نہ ہو اس واسطے کہ حکم نظیر کسی شئی کا حکم اس کا ہے ورنہ نظیر نظیر ہی نہیں پس ذات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ممکن بالذات ہے اور جو ممکن بالذات ہے تحت قدرت الٰہی جل شانہ ہے اور ممکن بہ نفس تحت قدرت الٰہی جل شانہ بالضرور ہے بنظر نفس امکان کیونکہ دراصل تو ممکن بالذات ہی تھا مگر بوجہ عروض کسی غیر کے براثر پیدا ہوا کہ ممتنع بالغیر ہو گیا الخ اور ہمارے عقیدہ کی تحقیق دوبارہ امتناع بالغیر جو مطابق عقیدہ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہید ہے وہ ایک قسطاسِ مستقل میں موجود ہے فقط"

حتیٰ کہ مولوی نعیم الدین کے خود بڑے حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی سبحان السبوح حاشیہ صفحہ ۶۲ میں لکھتے ہیں "روح السانی اگرچہ اہلِ سنت کے نزدیک فنا نہ ہوگی مگر قطعاً ممکن الانعدام اس کے ساتھ اس کی سب صفات معدوم ہو سکتی ہیں" اور صفحہ ۶۳ میں ہے شرح عقائد میں لکھا:۔

ذھب بعض العلماء الی ان الخلف فی الوعید جائز علی اللہ تعالٰی لا فی الوعد و بھذا وردت السنۃ۔

"بعض علماء اس طرف گئے کہ وعید میں خلف اللہ تعالیٰ پر جائز ہے نہ وعدہ میں اور یہی مضمون حدیث میں آیا ہے"

اور صفحہ ۶۸ میں لکھا۔

صاحب علیہ خود مسلمانوں کے حق میں جوازِ خلف کو ترجیح دیتے ہیں، اسی ردّ المحتار میں ان سے منقول الاشید ترجیح جواز الخلف فی الوعید فی حق المسلمین خاصۃ دون الکفار۔ ۔ اور صفحہ ۷۰ میں

ہے" حاشا جواز صرف بمعنی امکانِ عقلی محل خلاف نہیں، بلکہ قطعاً جواز شرعی و امکان وقوعی میں نزاع ہے" اہلِ سنت بالاجماع اور معتزلہ ایک فرقہ مغفرتِ عاصیان کبائر کردگان دبے توبہ مردگان کے امکانِ عقلی پر متفق ہیں یعنی کچھ عقل محال نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ان سے نہ مواخذہ فرمائے گا۔ مگر امکانِ شرعی میں اختلاف پڑا اہلسنت بالاجماع شرعاً بھی جائز بلکہ واقع اور یہ فرقہ وعید یہ سمعاً ناجائز اور عذاب واجب مانتے ہیں" ایضاً صـ۱۸ میں ہے "تو ثابت ہوا کہ یہ علماء بالیقین خلف وعید کو شرعاً جائز مانتے ہیں" مایبدل القول لدی اور پر ظاہر کہ آیات میں نفی وقوع صرف استحالۂ شرعی پر دلیل ہوگی نہ امتناعِ عقلی پر تو لازم کہ وہ علماء جواز شرعی مانتے ہوں اس سے استحالۂ شرعی ثابت ہوا وہ امکانِ عقلی کے کب خلاف ہے جس کے ہم قائل ہیں" ایضاً صـ۲۰ "شرح مقاصد الطالبین فی علم اصول الدین میں ہے اتفقت الامۃ ان اللہ تعالیٰ لا یعفو عن الکفر قطعاً و ان جاز عقلا ایضاً صـ۲۶ علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نے نسیم الریاض شرح شفا امام قاضی عیاض میں مسئلہ خلف کو اہلسنت کا اتفاق قرار دیا اور اس میں خلاف صرف معتزلہ کی طرف نسبت کیا" نیز مولوی صاحب بریلوی ملفوظ حصہ سوم انڈیا پریس لکھنؤ صـ۲۷ میں لکھتے ہیں "حدیث (صحیح مسلم ج ۲ صـ۳۷۶ و صحیح بخاری پارہ ۲۶ صـ۲۲) میں ارشاد ہوا کوئی شخص بغیر اللہ کی رحمت کے اپنے اعمال سے جنت میں نہیں جا سکتا، صحابہ نے عرض کی ولا انت یا رسول اللہ۔ آپ بھی نہیں یا رسول اللہ ارشاد فرمایا۔ الا ان یتغمدنی برحمتہ اور میں بھی جب تک کہ میرا رب رحمت۔ نہ فرما دے گناہ نہ سہی استحقاق کس بات کا ہے"۔

اور خود مولوی نعیم الدین صاحب نے بھی دروغ گو را حافظہ نباشد۔ اپنے رسالہ فیضانِ رحمت صـ۳۶ میں لکھا ہے:۔

"اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ باوجودیکہ کلیہ ہے اور یہ کلیہ بہ نسبت ان چیزوں کے ہے کہ جن کے ساتھ تعلقِ قدرت شرعاً جائز ہو نہ ممتنعات جیسے شریک باری اور نہ ذاتِ باری تعالیٰ"

پس مولوی نعیم الدین کے اس استشہاد کے سوا مخلوقات کے لیے تمام تر توہمات و اشکالات و تفریعات وارده واہیہ مثل اوہن البیوت کبیت العنکبوت کے نسیاً منسیا ہو کر تہ خاک ہو گئے اور خود اپنے مسلمات سے تقویۃ الایمان کی کما حقہ تائیدات واضح ہو گئیں یعنی حق تعالیٰ کو حسب اپنے فرمان کے ہر چیز پر مخلوقات و ممکنات میں قدرتِ تامہ کاملہ حاصل ہے مگر خلاف فرمودہ اس کا واقع نہ ہو گا یہی ممکن بالذات و محال لغیرہ ہے تا کہ ناممکن و محال بالذات جس طرح مولوی نعیم الدین کا زعم باطل اور فرقہ ضالہ معتزلہ کی تی جیتی میں دعویٰ مردودہ ہے۔ تنبیہ ہمیں اس مقام پر تقویۃ الایمان کے اس مسئلہ کی تائیدات میں (یعنی حق تعالیٰ کے ممکنات پر قادر ہونے اور عاجز نہ ہونے میں) علماء مکہ زادہا اللہ شرفہا و تعظیمہا کے نقل فتویٰ سے بھی چارہ نہیں ہے۔ جن سے خود مولوی صاحب بریلوی مقتدائے مؤلف نے حسام الحرمین میں مستند جان کر فریبانہ کفر کے فتوے حاصل کئے اور وہ خود انہیں کے گلے کا طوق

تھے۔ چنانچہ حسام الحرمین صـ۲۶ میں ان کی یہ توصیف کی :۔

"دریائے ذخار عالم کبیر جلیل القدر علامہ بلند ہمت مرجع مستفیدین سردار کریم برکت صاحب فضل و تقدم منقطع بخدا پرہیزگار پاکیزہ صاحب دردول مکہ معظمہ میں علمائے کرام کے استاد حرم محترم میں شافعیہ کے مفتی سیدنا و مولٰنا محمد سعید بابصیل اللہ ان پر اپنے احسانوں سے نہایت وسیع دامن ڈالے" ایضاً صـ۳۳ حسام الحرمین" پیشوائے علمائے محققین والا ہمت کبرائے مدققین عظیم المعرفہ ماہر سردار بزرگ صاحب نور عظیم ابر بارندہ، ماہ درخشندہ ناصر سنن، فتنہ شکن سابق مفتی حنفیہ کا جن کی طرف اول سے اب تک طالبان فیض دور دور سے جاتے ہیں، صاحب عزت و افضال مولانا علامہ شیخ صالح کمال جلال والا عزت وجمال کے تاج ان کے سر پر رکھتے" ایضاً حسام الحرمین صـ۵۷ "سردار لشکر علمائے مالکیہ مورد انوار عرش و فلک، فاضل صاحب کمالات، حیران کن صاحب خشوع و تواضع و پرہیزگاری و پاکیزگی پیشین مفتی مالکیہ مولٰنا شیخ عابد بن حسین اللہ تعالےٰ انہیں سب سے اعلیٰ درجہ کی زینت سے مزین فرمائے "۔

ناظرین کرام ان ہی علمائے مفتیان حرم محترم کے فتووں کو تقویۃ الایمان کی تائید میں ملاحظہ فرمائیں ۔ اور ان کے ناموں کو ملائیں :۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ نَحْمده
ونصلی علی رسوله الكريم ما قولكم ام
نضلكم فی ان الله تعالٰی هل يتصف
بصفة الكذب ام لا ومن يعتقد انه
يكذب كيف حكمه افتونا ماجورين
(الجواب) ان الله تعالٰی منزه من ان يتصف
بصفة الكذب وليست فی كلامه شائبة
الكذب ابدا كما قال الله تعالٰی وَمَنْ
أَصْدَقُ مِنَ اللهِ قِيلًا
ومن يعتقد ويتفوه بانه
تعالٰی يكذب فهو كافر ملعون قطعاً
ومخالف الكتاب والسنة واجماع الامة

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ذات
باری تعالیٰ عز اسمہ موصوف بصفت کذب ہے،
یا نہیں اور اللہ تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے یا نہیں اور
جو شخص اللہ تعالیٰ کو یہ سمجھے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے
وہ کیسا ہے بیّنوا توجروا الجواب ذات
پاک حق تعالیٰ جل جلالہ کی پاک و منزہ ہے اس سے
کہ متصف بصفت کذب کیا جاوے، معاذ اللہ
تعالیٰ اس کے کلام ہرگز ہرگز شائبہ کذب کا نہیں ہے۔
قال الله تعالٰی ومن اصدق من الله قيلا
شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان
سے کہے کہ وہ کذب بولتا ہے، وہ قطعاً کافر ہے
ملعون ہے، اور مخالف قرآن و حدیث کا اور اجماع امت

تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا
نعم اعتقاد اهل الایمان ان ما قال اللہ
تعالی فی القرآن فی فرعون وھامان۔
وابی لھب انھم جھنمیون فھو حکم قطعی
لایفعل خلافہ ابدا لکنہ تعالی قادر
علی ان یدخل الجنۃ ولیس بعاجز
عن ذلک ولا یفعل ھذا مع اختیارہ کما
قال اللہ تعالی وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ
هُدَاهَا وَلَٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ
مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ فتبین
من ھذہ الآیۃ انہ تعالی لو شاء لجعلھم
کلھم مؤمنین ولکنہ لا یخالف ما قال
وکل ذلک بالاختیار لا بالاضطرار وھو
فاعل مختار فعال لما یرید ھذا عقیدۃ
جمیع علماء الامۃ کما قال البیضاوی
تحت تفسیر قولہ تعالی ان تغفر لھم الخ
وعدم غفران الشرک مقتضی الوعید
فلا امتناع فیہ لذاتہ واللہ اعلم بالصواب
کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوھی عفی عنہ

کا ہے وہ ہرگز مومن نہیں تعالی عما یقول الظلمون
علوا کبیرا البتہ یہ عقیدہ اہل ایمان کا سب کا ہے
اور اللہ تعالی نے مثلاً فرعون وہامان وابولہب کو قرآن میں
جہنمی ہونے کا ارشاد فرمایا ہے وہ حکم قطعی ہے اس کے خلاف
ہرگز ہرگز نہ کرے گا مگر وہ اللہ تعالی قادر ہے اس بات
پر کہ ان کو جنت دیدیوے عاجز نہیں ہو گیا، قادر ہے اگرچہ ایسا
اپنے اختیار سے نہ کرے گا۔ قال اللہ تعالی وَلَوْ
شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلَٰكِنْ حَقَّ
الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ
اس آیت سے واضح ہے کہ اگر اللہ تعالی چاہتا سب کو
مومن کر دیتا مگر جو فرما چکا ہے اس کے خلاف نہ کرے گا،
اور یہ سب اختیار سے ہے اضطرار سے نہیں وہ فاعلِ مختار
فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ ہے یہ عقیدہ تمام علمائے امت کا ہے
چنانچہ بیضاوی تحت تفسیر قولہ تعالی ان تغفر لھم الخ
لکھتا ہے کہ عدم غفران شرک کا مقتضی وعید کا ہے،
ورنہ کوئی امتناع ذاتی نہیں اور یہ ہے عبارت اس کی
واللہ اعلم بالصواب کتبہ الاحقر رشید احمد
عفی عنہ [مہر: رشید احمد ۱۳۰۱] فتاوی رشیدیہ حصہ اول
تمام شد ص۱۱۸ وص۱۱۹

خلاصہ تصحیح علماءِ مکہ مکرمہ زاد اللہ شرفہ:۔ الحمد لمن ھو بہ حقیق ومنہ استمداد العون
والتوفیق ما اجاب بہ العلامۃ رشید احمد المذکور ھو الحق الذی لا محیص عنہ وصلی اللہ علی
خاتم النبیین وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔ امر برقمہ خادم الشریعۃ راجی اللطف الخفی محمد
صالح ابن المرحوم صدیق کمال الحنفی مفتی مکۃ المکرمۃ حالا کان اللہ لھما محمد سعید بن
محمد بابصیل مفتی الشافعیۃ بمکۃ المحمیۃ غفر اللہ لہ ولوالدیہ و [مہر: محمد صالح ابن کمال المرحوم صدیق] مشائخ
جمیع المسلمین الراجی العفو من واھب العطیۃ محمد عابد بن المرحوم الشیخ حسین

مفتی مالکیہ ببلد اللہ المحمیۃ مصلیا مسلما (الشیخ حسین محمد عابد ابن المرحوم) ھذا دما اجاب بہ العلامۃ رشید احمد فیہ الکفایۃ وعلیہ المعمول بل ھو الحق الذی لا محیص عنہ رقمہ الحقیر خلف بن ابراھیم خادم افتاء الحنابلۃ بمکۃ المشرفۃ حالا حامدا مصلیا و مسلما۔ (خلف بن ابراہیم)

اور یہی مولانا شہید مرحوم رسالہ یک روزی میں بتائید تقویۃ الایمان فرماتے ہیں۔ "پس میگویم کہ وجود مثل پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم داخل است، تحتِ قدرتِ الٰہیہ، نہ تحتِ تکوین تا وقوعِ آں لازم آید، تفصیلش آنکہ قدرتِ صفتِ علیحدہ است، وتکوین صفتِ علیحدہ از قدرتِ امکان صدورِ مقدور است از ذاتِ قادر بالنظر الی ذاتہ نہ وقوعِ مقدور بالفعل واثر تکوین وقوع مکون است بالفعل وایں مذہبِ ماتریدیہ است کہ بتغایر صفتین مذکورین قائل اند" "وایں دعویٰ مدلل است بدلیلِ نقلی و برہانِ عقلی اما دلیل نقلی الخ" "پس اگر مقصود معترض اینست کہ وقوعِ مثلِ مذکور بالفعل مستلزم کذب نص است پس آں مسلم است وکسے دعوی وقوعِ مثل مذکور بالفعل نکردہ" "قولہ اللہ تعالیٰ۔ برایجاد یک کس مثل آں رحمۃ للعالمین قادر نیست۔ اقول ایں عجیب کلمہ ایست کہ دریں مقام صادر گردیدہ کہ ہر مومن و ہر مومن و ہر ملحد موحد و مشرک را از شنیدن ایں کلمہ قبیحہ شنیعہ موئے برتن می خیزد" "وتنقیص آنجناب بہ نسبت حضرت حق اصلاً اسادہ ادب با آنجناب و اضلال عوام نیست بلکہ اظہارِ عبودیت آنجناب است کہ از اتم مقاصدِ دین است" (در ماہ ذی حجہ سنہ ۱۲۴۱ھ مقدمہ شد فقط)

بے علمی کی بات

اور ہاں مولوی صاحب کی ایک کارستانی یہ کہ بربنا بغض وعناد کے جو مضمون مسلمہ حدیث شریف کا تقویۃ الایمان میں مرقوم ہے کہ "سب لوگ پہلے اور پچھلے اور آدمی اور جن بھی سب مل کر الخ۔ حدیث سے اعراض کرتے ہوئے اس کو کھلی گستاخی ظاہر توہین بتایا گیا۔ حالانکہ خود یہ مؤلف کی کھلی گستاخی اور صاف طور سے توہینِ حدیث ہے کیونکہ دو حال سے خالی نہیں اگر حدیث کو جانتے ہوئے الزام تراشی کی ہے تو صریح کفر ہے ورنہ ظاہر ہے کہ یہ بے علمی اور جہل ہے۔ ناظرینِ کرام مضمون حدیث کو ملاحظہ کریں۔ صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۳۱۹ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان (حدیث قدسی) عبادی لو ان اولکم

لے تقویۃ الایمان کے زیر بحث مقام پر مولانا فضل حق خیرآبادی مرحوم نے چند علمیت نما اعتراضات کئے تھے حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ کے پاس وہ تحریر پہنچی تو انہوں نے یک ہی نشست میں ان کا جواب لکھ ڈالا جس نے "یکروزی" بعنوان "یک روزی" اس کی تائید میں دوسرے علماء نے بھی مضامین لکھے تھے منجملہ ان کے مفتی صدر الدین صاحب آزاد مرحوم بھی تھے حضرت آزاد کا یہ رسالہ بھی مولانا شہیدؒ کے رسالہ یکروزی کے ساتھ متعدد دفعہ شائع ہو چکا ہے میرے سامنے جو نسخہ ہے وہ ایضاح الحق الصریح مطبوعہ فاروقی دہلی ۱۲۹۷ھ کے ساتھ ملحق مطبوع ہے (ع ۔ ح)

وآخرکم وانسکم وجنکم کانوا علی اتقی قلب رجل واحد منکم ما زاد ذٰلک فی ملکی شیئًا یا عبادی لو ان اولکم وآخرکم وانسکم وجنکم کانوا علیٰ افجر قلب رجل واحد ما نقص ذٰلک من ملکی شیئاً اور ترمذی ج ۲ ص۸۱ اور ابنِ ماجہ ص۳۱۸ میں اتنے الفاظ زائد ہیں وحیکم ومیتکم ورطبکم ویابسکم فی ملکی جناح بعوضۃ کذا فی المشکوٰۃ ۔ ص۲۰۳

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ مؤلف کے مستند اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص۱۸۱ میں اس حدیث کا ترجمہ فرماتے ہیں :۔

اے بندگانِ من اگر باشد ایں کہ اول شما وآخر شما وآدمیان وجنیان شما باشند بر پرہیز گار ترین دل یک مرد از شما یعنی اگر فرض کردہ شود دل یک کسے از شما کہ متقی ترین دلہا باشد وشما ہمہ بریں صفت باشید زیادہ نمیکند آں در ملکِ بادشاہی من چیزے را اے بندگانِ من اگر باشد ایں کہ اول شما وآخر شما وآدمیاں شما وجنیان شما باشند بر بے فرمانی کنندہ وگناہ کنندہ ترین دل یک مرد از شما کم نکند آں از ملک من چیزے را ۔

”اے میرے بندو! اگر ہووے یہ کہ اوّل تمہارے اور آخر تمہارے اور آدمیاں اور جنّات ہو جاویں سب سے زیادہ پرہیز گار دل پر ایک مرد کے تم میں سے یعنی اگر فرض کیا جاوے دل ایک شخص کا تم میں سے کہ سب سے زیادہ متقی ہووے اور تم تمام اس صفت پر ہو جاؤ زیادہ نہ کرے وہ ہونا میرے ملک بادشاہی میں کسی چیز کو اے میرے بندو اگر ہووے یہ کہ اول تمہارے اور آخر تمہارے اور آدمیان تمہارے اور جنّات تمہارے ہو جاویں سب سے زیادہ نافرمانی کرنے والے اور گناہ کرنے والے دل پر ایک مرد کے تم میں سے کم نہ کرے وہ ہونا میرے ملک میں سے کسی چیز کو“

ترمذی اور ابنِ ماجہ کا ترجمہ یعنی تحقیق پہلے تمہارے اور پچھلے تمہارے اور زندہ تمہارے اور مردہ تمہارے اور تر تمہارے اور خشک تمہارے یعنی جوان تمہارے اور بوڑھے تمہارے یا عالم تمہارے یا جاہل تمہارے یا فرمانبردار تمہارے یا نافرمان تمہارے جمع ہوں متقی تر دل پر ایک بندہ کے میرے بندوں میں سے نہ زیادہ کرے یہ جمع ہونا ان کا میرے ملک میں ایک مچھر کے پر کی برابر بھی اور اگر پہلے تمہارے اور پچھلے تمہارے اور زندہ تمہارے اور مردہ تمہارے مردہ تمہارے اور تر تمہارے اور خشک تمہارے جمع ہوں بدبخت تر دل پر ایک بندہ کے میرے بندوں میں سے نہ کم کرے یہ جمع ہونا ان کا میرے ملک میں ایک مچھر کے پَر برابر بھی“

امام جلیل الشان الحافظ ابن کثیر عماد الدین محدث المتوفی ۷۷۴ھ جن کی نسبت امام زرقانیؒ شرح مواہبِ لدنیہ جلد اوّل ص۳۲۵ میں فرماتے ہیں ۔ الحافظ ذوالفضائل اسمٰعیل بن عمر (ابن کثیر)

المحدث البادع المتقن کثیر الاستحضار سارت تصانیفہ فی البلاد فی حیاتہ ـــــ اپنی تفسیر الجزء السابع مصری ص۱۹۵ میں زیر آیت (سورہ یٰسٓ) اَلَیْسَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَھُمْ الخ تائیداً حدیث مذکورہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو بروایت امام احمدؒ نقل فرماتے ہیں۔ علیٰ ہذا مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے بھی تفسیر فتح العزیز ج ۱ ص۱۳۱ میں اسی حدیث قدسی کو نقل فرمایا ہے۔ ملا علی قاری حنفیؒ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح مصری جلد ۱ ص۱۳۲ میں الفاظ حدیث اتقٰی قلب اور اشقٰی قلب کی شرح میں فرماتے ہیں۔

ولھذا فسر بقلب نبینا صلی اللہ علیہ وسلم و قلب الاشقٰی بقلب ابلیس انتھٰی۔	"سب سے زیادہ متقی قلب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور سب سے زیادہ شقی بدبخت بدنصیب قلب شیطان ابلیس لعین کا ہے"

سب سے بہتر اعلیٰ وارفع واذکیٰ قلب مبارک جناب نبی کریم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہو سکتا ہے۔ نہ کسی اور کا اور سب سے زیادہ برا اخبث قلب ابلیس مردود ہی کا ہو سکتا ہے۔

اب دیکھیں جناب مؤلف ملا علی قاری کو جنہیں فرائد النور ص۲۲ میں "علامہ فاضل فہامہ کامل رحمہ اللہ الباری" لکھا ہے نہ معلوم تقویۃ الایمان کی بدولت ان ملا علی قاری صاحب کی نسبت بھی کیا کیا خطاب والقاب ناگفتہ بہ تجویز کریں گے۔! اور ہاں یہ بھی سن لیجئے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے سبحٰن السبوح ص۹۵ میں لکھ دیا ہے کہ الحمدللہ اہل بدعت کے بارہ میں اسی طرح سنت باری تعالیٰ ہے کہ انہیں کے کلام سے انہیں کے کلام پر حجت والزام قائم فرماتا ہے ؎ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری۔

پھر مولوی نعیم الدین کا اپنے خبط میں سرشار ہو کر کہنا کہ حضرت مسیح وعزیر علیہما السلام کی لوگ پرستش کرتے تھے اگر شانِ الٰہی کے اظہار کے لیے انبیاء کی شان کا گھٹانا ضروری ہوتا تو قرآن میں فرمایا جاتا مگر ایسا نہیں ہوا۔ اور اس کے لیے مرج البحرین اور کتاب الشمائل النبویہ شرح مواہب امام زرقانی وغیرہ کی عبارات بے محل دربارۂ فضائل انبیاء علیہم السلام نقل کر کے یہ پیش بندی کرنا کہ کوئی ایسی آیت یا حدیث نہیں پیش کی جا سکتی یہ محض مغالطہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیوں نہیں پیش کی جا سکتیں جب کہ جناب مؤلف خود جانتے ہیں کہ شانِ الٰہی کے مقابلہ میں تمام جہان کا عاجز و ناتوان اور نیست و نابود ہونے کے مضامین سے قرآن و حدیث بسریز ہیں چنانچہ مشرکین، وثن پرستوں، مسیح پرستوں، گور پرستوں کے عقائد باطلہ شرک مانند علم غیب، قدرت و تصرف کے ان کو حاضر و ناظر جان کر مرادیں، التجائیں، منتیں، نذریں، چڑھاوے چڑھانے کی جہاں مذمت ہے اور توحید و عظمت اور جلالِ حق تعالیٰ کا بیان ہے اسی کے ساتھ ساتھ ماسوائے حق کی نفی اور بیکسی لاچاری کا بیان بھی ہے اور یہ کچھ شان و عظمت انبیاء و اولیاء کے جو ان کا بمقابلہ

دیگر مخلوقات کے حاضر ہے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ درجۂ الوہیت حق تعالیٰ کی عظمت اور درجہ فضیلت انبیاء و صلحاء میں تفاوت و فرق بیّن ہے ؎ گر فرق مراتب نکنی زندیقی۔

خود مولوی نعیم الدین نے باوجود اس دعوے کے کہ ذرہ ذرہ تمام اشیاء عالم پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہے بیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنے کے پھر بھی الکلمۃ العلیا ص۲۶،۲۳ میں لکھ دیا کہ

"حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں، ذرہ کو آفتاب سے اور قطرہ کو سمندر سے جو نسبت ہے وہ بھی یہاں متصور نہیں، کہاں خالق اور کہاں مخلوق مماثلت و مساوات کا تو ذکر ہی کیا علم الٰہی کے حضور میں تمام مخلوقات کے علوم اقل قلیل ہیں کوئی ہستی نہیں رکھتے" "حقیقت میں تمام مخلوقات کا علم خالق جل شانہ کے سامنے مثل لاشئے کے ہے" اور اپنی اس کتاب کے ص۲۵ میں شفا سے قاضی عیاض جلد۲ ص۲۹ اور اشعۃ اللمعات جلد۳ ص۵۷۰ سے یہ نقل کیا "کہ انبیاء کے ظواہر و اجسام بشری اوصاف کے ساتھ متصف ہیں اور ان پر بشری اعراض و اسقام بیماری و موت آفات و تغیرات و آلام طاری ہوتے ہیں۔"

چنانچہ جب مسیح پرست نصاریٰ کا حق تعالیٰ نے رد فرمایا تو مسیح علیہ السلام کی عبدیت و حوائج بشریت کھانے پینے اور ہلاک کرنے کا اظہار فرمایا تاکہ نصاریٰ کے باطل زعم ابن اللہ کی نفی ہو کر عبدیت کا محتاج ہونا روشن ہو جائے اس سے کچھ مسیح علیہ السلام کی عظمت و عزت میں جو حق تعالیٰ نے ان کو نوازا ہے باعث توہین نہیں ہے۔ چنانچہ سورہ مائدہ کے دو مقام پر فرمایا گیا۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ع ۳۵ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ كَانَا يَاْكُلَانِ الطَّعَامَ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ

پہلی آیت کا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا کیا ہوا ترجمہ سن لو۔ خالص الاعتقاد حسنی پریس بریلی کے ص۴ میں لکھتے ہیں "بیشک کافر ہیں وہ جو مسیح بن مریم کو اللہ کہتے ہیں تم فرما دو کہ کس کو اللہ پر کچھ اختیار ہے مگر وہ مسیح ابن مریم اور ان کی ماں اور تمام اہل زمین کو فنا کر دینا چاہے" دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے "اور کچھ نہیں مسیح مریم کا بیٹا مگر رسول ہے گزر چکے اس سے پہلے بہت رسول اور اس کی ماں ولی ہے، دونوں کھاتے تھے کھانا دیکھ ہم کیسے بتاتے ہیں ان کو نشانیاں پھر دیکھ کہاں اُلٹے جاتے ہیں" تفسیر موضح القرآن میں مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ جن کو مولوی صاحب بریلوی نے حیات الموات ص۵ میں نامور مولانا شاہ عبدالقادر صاحب لکھا ہے فرماتے ہیں۔

"ف اللہ صاحب کسی جگہ نبیوں کے حق میں ایسی بات فرماتے ہیں تاکہ ان کی اُمت ان کو بندگی کی حد سے زیادہ نہ ٹھہرا دیں" "ف یعنی اس سے زیادہ کیا نشانی کہ جو شخص کھانا کھاوے اسے سب حاجت

بشری لگے اللہ کی ذات پاک اس لائق کب ہے ہر

اگر مسیح علیہ السلام بقول نصاریٰ الٰہ ہوتے تو قدرت اس کے اوپر رکھتے اور ضعف بشری کھانے پینے پیشاب پاخانہ میں، مانند دیگر جاندار حیوانات کے نہ ہوتے اور جو اس طرح کا ہو وہ کیونکر الٰہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطیؒ تفسیر جلالین میں فرماتے ہیں۔ ولو کان المسیح الٰہا لقدر علیہ کغیرھما من الحیوانات ومن کان کذالک لایکون الٰہا التركیب وضعفہ وینشأ منہ من البول والغائط علیٰ ہذا امام ابن حجر عسقلانیؒ فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۲۶ صفحہ ۱۴۱ و ۱۴۶ میں فرماتے ہیں :۔

المراد بالتواضع اظہار التنزل عن المرتبۃ لمن یراد تعظیمہ وقیل ھو تعظیم من فوقہ تفضلا واظہار عظمۃ الربوبیۃ وذل العبودیۃ فکان التقرب بذالک العمل۔

مراد تواضع سے مرتبے کے گھٹانے کا اظہار کرنا ہے جس کے لیے تعظیم و عظمت کا ارادہ کیا جاوے اور کہا گیا کہ وہ بڑا تعظیم کا ہے اپنے سے اوپر کی شخصیت کا" اظہار کرنا عظمت ربوبیت کا اور ذلت عبودیت کا پس ہو گا تقرب حاصل کرنا اس کے ساتھ سب سے بڑا عمل"

واضح ہو کہ مولوی نعیم الدین نے حسب عادت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ کی مرج البحرین سے جو تمام عبارت نقل کی ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مرج البحرین میں دو مقام بتائے گئے ہیں۔ اوّل مقام کمالات ربوبیت والوہیت باری تعالیٰ جس میں کسی مخلوق و ممکن کی شرکت ممکن نہیں ہو سکتی۔ دویم مقام اوصاف و عصمت انبیاء علیہم السلام جس میں کسی دوسرے شخص کی ان اوصاف خاصہ میں مشارکت نہیں ہو سکتی۔ سوائے مرتبہ الوہیت کے جملہ صفات کمالات میں ان کے ساتھ ادب و احترام لازم ہے۔ سیوم اعتقاد دونوں درجات کا علیٰ قدر مراتب بلا تغیر و تبدیل و تفصیل و تاویل کے عقیدہ صدق موجب راستی کا ہے جس کی تفصیل مرج البحرین مترجم صفحات ذیل سے واضح ہے۔

ص۲" محبت دنیا اعتقاد عقل اطاعت نفس موجب کفر و ضلالت کا ہے جب کہ خلاف اپنی رائے کے پاتا ہے تو ناچار تاویل احادیث و آیات میں کرتا ہے یہاں تک کہ قدم اپنا زندقہ و الحاد میں رکھتا ہے" ص۱۳" چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول کرماتے اور جو کچھ کہ انہوں نے فرمایا ہے اس کو رغبت کے ساتھ صحیح جانتے (ص۲۳) ہرگز کوئی ارباب بدعت و ہوا مقام قرب پر نہیں پہنچا ظلمت بدعت عملاً ہو خواہ اعتقاداً جب تک دل ورثہ بدعت سے پاک نہ ہو، اور انبیاء و کتاب و سنت پر حجت و چالاک ہرگز بعید حقیقت اس پر ظاہر نہ ہو گا" (ص۲۵) صوفیوں نے اپنے مریدوں معتقدوں کو اپنی تقلید و اتباع کی وصیت نہیں کی ہے" (ص۲۹) "زلات انبیاء میں دم مارنا نہیں چاہیے ہم اسی قدر جان سکتے ہیں کہ زلات کے معنی لغزش کے ہیں ص۳۱ بحکم تقاضائے بشریت و آمیزش

کثرت واہتمام وانتظام دین وملت بقدر چشم زدن ایک غفلت شہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر طاری ہوئی اس وقت شعلہ نور نانا ذکر وظہور نور وحدت کے آپ منفعل ہو گئے اور واقع ہوئے اس حال کے استغفار حسنات الابرار سیئات المقربین کرنے لگے" (ص۳۰) یہ جو کہا گیا ہے کہ صوفی عامل بالحدیث ہوتے ہیں یہ اس واسطے ہے کہ کوئی امر خلاف احتیاط ورہبر بر عکس شرع وورع کے نہ ہو۔ اعتبار فرع کا اصل وقاعدہ کی بنا پر ہے اور اصل وقاعدہ کتاب وسنت ہے پس جو کلام کسی فقیہ متکلم صوفی کا موافق اصل وقاعدہ کے ہے قبول ہے والا رد ومتروک ہے متبوع حقیقی شارع ہے، باقی سب تابع درحجیت کتاب وسنت ہے" (ص۵۶) "یہ اعتقاد کسی پر کرنا کہ وہ ہر طرح کامل اکمل ہے اس میں کسی قسم کا نقص نہیں یہ اعتقاد کرنا درست نہیں کیونکہ کوئی فرد بشر نقص بشریت سے خالی نہیں، عظمت وعصمت مخصوص انبیاء علیہم السلام کے لیے ہے" (ص۶۸) "کتاب تلبیس ابلیس ابن جوزی کی ہے وہ اکابر علمائے فقہ وحدیث سے گزرے ہیں، حقیقت میں وہ کتاب دور کرنے والی مادۂ بدعت ورجحانات کے لیے بے نظیر ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ دین وشریعت واضح ہے آدمی کو چاہیے کہ اس کے موافق کام کرے۔"

"قسم اول اعتقاد در ربوبیت مجمل اس کا اعتقاد تنزیہ وتشبیہ حق تعالیٰ کی ساتھ ممکنات کے اور اس میں جامع کلام امام مالک کا ہے الاستواء معلوم والکیف غیر معقول والایمان بہ واجب والسؤال عنہ بدعۃ۔

قسم دوم اعتقاد درجات نبوت وتمام اس کا اثبات نبوت واعتقاد وعصمت صلوات اللہ علیہ وسلام ہے"

یہاں سے مولوی نعیم الدین کی نقل کردہ عبارت ملا کر پڑھئے "اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو کوئی خطاب وعتاب آوے اور زیادہ کسی امر پر وجہ عزت وحکمت کے پہنچاوے تو ہم کو نہ چاہیے کہ اس میں مشارکت ڈھونڈھیں اور یا کوئی سخن سوائے ادب وملاحظ علو شان وحفظ مرتبہ ان کے کچھ کہیں مالک کا حق ہے کہ اپنے بندہ کو جو چاہے کرے اور کہے اور وہ بندہ بھی اپنے مرتبہ پر رہے، دوسرے کو کیا طاقت اور مجال ہے کہ دم مارے، مجمل اعتقاد در حق جناب سید کائنات علیہ افضل التحیۃ والصلوات میں یہ ہے کہ جو سوائے مرتبہ الوہیت کے ہے کرامات وکمالات سے اثبات ان کا کرے یعنی وہ چھوڑے جو نصاریٰ نے اپنے نبی کے حق میں دعویٰ کیا ہے اور وہ مدح نبی کی کرے جو کہ لائق اندازہ اور آپ کی عظمت کے ہو اور آپ کو زیبا ہو قسم سوم اعتقاد درجات علیٰ قدر مراتب رکھے، اس لیے کہ تمہیں تمام اخیار انبیاء ورسل صلوات اللہ علیہم اجمعین نے پہنچائے ہیں ان میں ایک عقیدہ صدق وراستی ہے بلا تغیر وتبدیل اور تفصیل وتاویل کے انتہیٰ ملخصاً۔

"اصل رسالہ مرج البحرین ص۳ پر ختم ہے، جس کے ص۲۹ پر مولوی نعیم الدین کی نقل کردہ عبارت کا سیاق وسباق قسم اول۔ قسم دوم۔ قسم سوم ہے جس سے واضح ہوا کہ وہ امور شرع جو مشتبہات ہیں ان میں

تفصیل وتاویل، تغیر وتبدل نہ کرے جو زلات قابلِ توجیہ ہیں، ان میں خلاف ادب ومرتبہ کے دم نہ مارے۔ اجمالاً سب کی تصدیق موجب راستی ہے۔ پس تمام مرج البحرین سے مؤلف کے عقائد باطلہ کی بیخ کنی اور فریب کاری ظاہر ہوگئی۔ علاوہ بریں مرج البحرین کے اسی مقام کی ہمراہ مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رح کی عبارت اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص۱۹۶ کی بھی پڑھ لیجئے:۔

گویم ہر گاہ قلبِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم تمام ترین وکامل ترین وروشن ترین ومعارف ترین دلہا بود وا قتضا اہتمام داشت باوجود آن بتشریع ملت وتاسیس سنت ناچار بود۔

"میں کہتا ہوں کہ ہر چند کہ قلبِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم تمام وکمال انوار ومعارف سے لبریز تھا اور اس جانب کمال توجہ اور اہتمام رکھتے تھے باوجود اس کے بھی تشریع ملت اور تاسیس سنت سے چارہ کار نہ تھا۔"

نیز اشعۃ اللمعات ج ۴ ص۵۲۴ میں فرماتے ہیں:۔

ووصف وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آں ست کہ ہر چہ جز مرتبۂ الوہیت ست از فضل وکمال ہمہ اورا ثابت ست وہیچ کس کامل تر ازوے ومساوی باوے نیست ؎

کسے بحسن وملاحت بیار ما نرسد
ہزار سکہ ببازار کائنات زدند

"وصف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہے کہ جو کچھ سوائے مرتبۂ الوہیت جناب باری تعالیٰ کے ہے تمام فضل وکمال آپ کے لیے ثابت ہے اور کوئی بھی آپ سے زیادہ کامل اور مساوی درجہ کا آپ کے ساتھ نہیں ہے۔"

ترا دریں سخن انکار کار ما نرسد
یکے بخوبی صاحب عیار ما نرسد

بایں ہمہ صاحب مرج البحرین اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص۸۶ میں فرماتے ہیں:۔

وے تعالیٰ مالک الملک ست وہر گاہ در ملک خود تصرف کند ظلم نباشد لیعذب من یشاء ویرحم من یشاء ومنتہائے کلام متکلمین دریں مقام ہمیں ست کہ لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون

حق تعالیٰ مالک الملک ہے اور اپنے ملک میں تصرف کرتا ظلم نہیں ہوتا عذاب کرے جس کو چاہے اور رحم فرماوے جس پر چاہے اور انتہائے کلام ائمہ متکلمین کا اس مقام میں یہی ہے کہ نہیں باز پرس کر سکتا حق تعالیٰ سے کوئی کسی امر کی اور وہ خود باز پرس کیا جاوے گا۔"

اور ص۹۹ میں فرماتے ہیں:۔

آنکہ از اولاد وقرابت من چیزے از محرمات را استحلال نماید عتاب وعقاب وے بیش تر ست کہ باوجود شرف فرزندی وقرابت من

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر میری اولاد اور قرابت اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی شئے کو حلال جانیں تو عتاب وعقاب ان پر زیادہ ہوگا، کہ باوجود شرف فرزندی اور قرابت میری

ارتکاب محرمات کند چنانکہ درباب نساء مطہرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واقع شدہ کہ ہر کہ از شما اے زنان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فاحشہ و بدکاری کند عذاب بروے دو چند گردد۔

کے ارتکاب حرام کا کرے جس طرح کہ درباب ازواج مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوا ہے کہ جو تم میں سے اے بیبیو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فاحشہ اور بدکاری کریں عذاب ان پر دو چند ہوگا۔"

اور ص۱۰۱ میں فرماتے ہیں۔

وے جل وعلا مالک الملک علی الاطلاق است وہمہ مملوک اوبند میکند ہرچہ میخواہد و ہر تصرف کہ مالک در ممالیک خود کند ظلم نباشد گفت لو ان اللہ عزّوجل عذب اہل سمواتہ واہل ارضہ عذبہم وہو غیر ظالم لہم ولو رحمہم کانت رحمتہ خیر الہم من اعمالہم اگر آنست کہ اللہ تعالیٰ عذاب میکرد تمام آسمانیان وزمینیان را عذاب میکرد و میرسد اورا کہ عذاب کند ایشاں را وحال آنکہ وے تعالیٰ غیر ظلم کنندہ است مر ایشاں را واگر رحمت میکرد وے بود رحمت او بہتر و سودمند تر مر ایشاں را ز عملہائے ایشاں۔ا

"وہ حق جل وعلا مالک الملک علی الاطلاق ہے اور تمام اس کے مملوک ہیں، کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہے اور ہر تصرف کہ مالک الملک اپنے مملوکوں میں کرے ظلم نہیں ہوتا، اور فرمایا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اگر تحقیق یہ امر ہووے کہ اللہ تعالےٰ تمام اہل آسمان اور اہل زمین کو عذاب کرے حق پہنچتا ہے اس کو عذاب کرے ان کو اور حالانکہ وہ ظلم کرنے والا نہیں ہے ان کے ساتھ اور اگر رحمت کرے ان پر ہووے رحمت اس کی بہتر اور نفع دینے والی ان کے لیے ان کے عملوں سے زیادہ"

اور ص۱۰۴ میں بشرح حدیث مشکوٰۃ ص۲۴ جو یہ ہے :-

"کہ ابو عبداللہ صحابی رضی اللہ عنہ پر ان کے دوست احباب بغرض عیادت حاضر ہوئے اور وہ رو رہے تھے تو کہا گیا ان سے کس چیز نے رلایا آپ کو کیا نہیں فرمایا تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرو تو بال اپنے لب کے یعنی پست کرو پھر اسی طریقہ پر قائم رہو حتی کہ ملاقات کرے تو مجھ سے یعنی آخرت میں، کہا بیشک آپ نے فرمایا ہے ولیکن سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے تحقیق اللہ عزّوجل نے اپنے داہنے ہاتھ کی مٹھی میں لیا ایک جماعت کو اور بائیں ہاتھ کی مٹھی میں لیا دوسری جماعت کو، اور فرمایا داہنے والوں کو اہل جنت اور بائیں والوں کو اہل دوزخ اور نہیں پرواہ رکھتا میں، کہا ابو عبداللہ نے اور نہیں جانتا میں کس مٹھی میں ہوں گا میں"

فرماتے ہیں یعنی

اگر چہ بشارتے از حضرت نبوت صلی اللہ علیہ
وسلم بسلامت ایمان ودر آمدن بہشت یافتہ
ام اما پروردگار تعالیٰ بے نیاز ست وفا در مطلق
ہر چہ بخواہد بکند وگفتہ کرمے در آرم در بہشت
ہر کرا خواہم ومن افگنم در دوزخ ہر کرا خواہم و باک
ندارم و ہیچ کس را نمیرسد کہ گوید کہ چرا کردی ایں
خوف از دل نمیرود ومو جب گریہ ہمین ست بعض
از عرفا گفتہ اند کہ اگر چہ بمقتضائے صدق وعدہ
وبشارت شارع امنے واطمینانے حاصل میشود
ولیکن خوف لا ابالی ار ساحت سینہ با بیرون
نمی نہد وبریں حال مبتنی است تمنی صحابہ با وجود
بشارت بہ مالیت مکذا در بالیت کذا یکے گفتہ
اے کاش من گوسفندے بودمے تا مرا ذبح
کردندے وبخوردندے وبیرون افگندندے
ودیگرے گفتہ ای کاش من گیا ہے
بودمی وخاک بودمے۔

"اگر چہ خوشخبری حضرت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے سلامتی
ایمان اور بہشت میں جانے کی میں نے پائی ہے لیکن پروردگار
تعالیٰ بے نیاز ہے اور فاعل مطلق جو کچھ چاہے کرے جیسے فرمایا کہ میں
جس کو چاہوں بہشت میں داخل کروں اور جس کو چاہوں
دوزخ میں ڈال دوں، اور میں کوئی پرواہ نہیں رکھتا اور کسی شخص
کو نہیں پہنچتا کہ کہے کہ کس واسطے کیا تو نے یہ خوف دل سے
نہیں جاتا اور سبب رونے کا یہی ہے۔ بعض عارفین
فرماتے ہیں کہ اگر چہ بمقتضائے سچے ہونے وعدہ اور
بشارت شارع کے ایک طرح کا امن اور اطمینان حاصل
ہوتا ہے لیکن خوف حق تعالیٰ کی بے پرواہی کا میدان سینہ
باہر نہیں نکلتا، اور اسی حال پر بنائی گئی ہے تمنا صحابہ رضی
اللہ عنہم کی باوجود بشارت جنت کے لئے افسوس میں
ایسا اور ویسا ہوتا ایک نے کہا ہے اے کاش میں بکری ہوتا
تا کہ لوگ مجھ کو ذبح کرتے اور کھا جاتے اور باہر پھینک
دیتے اور دوسرے نے کہا ہے اے کاش میں گھاس ہوتا
اور خاک میں ہوتا۔"

علیٰ ہذا امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ مکتوب جلد اول ص۱۱۱ میں فرماتے ہیں:۔

پیغمبران علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کہ قریب
یک لکھ وبست وچہار ہزار گذشتہ اند
خلائق را بعبادت خالق ترغیب فرمودہ اند
واز عبادت غیر منع نمودہ وخود را بندہ وعاجز
دانستہ اند واز ہیبت وعظمت او تعالیٰ
ترسان ولرزان بودہ اند۔

"ہمارے پیغمبران علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کہ قریب
ایک لاکھ چوبیس ہزار کے گزرے ہیں خلائق کو خالق کی
عبادت کی طرف ترغیب فرماتے تھے اور عبادت غیر
سے منع کرتے تھے اور اپنے آپ کو بندہ اور عاجز جانتے
تھے اور ہیبت وعظمت حق تعالیٰ جل شانہ سے ترساں
اور لرزاں رہتے تھے۔"

علیٰ ہذا امام زرقانی شرح مواہب ج ۲، ص۳۰ میں فرماتے ہیں:۔

ان عظمتہ تعالیٰ وصفاتہ لا نہایۃ لھا

"بیشک اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی صفات کی

علوم البشر وقدرتهم متناهية فلا يتعلق واحد منهما بما لا يتناهى وانما يتعلق بذلك علمه الذى لا يتناهى وإنّما تحصيم قدرته التى لا تتناهى فهو بعلمه الشامل يعلم صفات جلاله ويقدر بقدرته التامة ان يحصى ثناء عليه انتهى۔

کوئی انتہا نہیں ہے اور بشر کے علوم اور ان کی طاقت محدود ہے پس بشر کا علم اور اس کی قدرت محدود میں سے کوئی بھی اس غیر متناہی کے ساتھ احاطہ کا تعلق نہیں رکھ سکتا، (یعنی بشری علم اور قدرت اس کی صفات کا احاطہ نہیں کر سکتی) اور اس کی صفاتِ غیر متناہی کے ساتھ اسی کا علم غیر متناہی تعلق رکھ سکتا ہے، اور اسی کی قدرت غیر محدود اس کا احاطہ کر سکتی ہے پس وہ حق تعالیٰ اپنے علم کے ساتھ شامل اپنی تمام صفاتِ جلال کو جانتا ہے اور اپنی قدرتِ کاملہ کے ساتھ اس بات پر قادر ہے کہ اپنی تمام تعریفوں کا احاطہ کر سکے!

مولوی نعیم الدین کے اعلیٰ حضرت بریلوی کے ملفوظات حصہ چہارم حسنی پریس بریلی ص۶۴ میں لکھا ہے :۔

"صحیح حدیث میں آیا ہے کہ یہ سب کرسی کے سامنے ایسا ہے کہ ایک لق و دق میدان میں جس کا کنارہ نظر نہیں آتا ایک چھلا پڑا ہو۔ ما فی السموٰت السبع والارضین السبع مع الکرسی الا کحلقة ملقاة فی الارض فلاة۔

اور یہ سب زمین و آسمان کرسی کے آگے ایسے ہیں کہ ایک لق و دق میدان میں ایک چھلا پڑا ہو۔ اور ان سب عرش و کرسی و زمین و آسمان کی وسعت ایسی ہی ہے عظمتِ قلبِ مبارک سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور قلبِ مبارک کی عظمت کو کوئی نسبت ہی نہیں ہو سکتی عظمت رب العزت جل جلالہ سے یہ غیر متناہی وہ متناہی اور متناہی کو غیر متناہی سے نسبت محال"۔

پس ان تمام نصوصِ قرآن پاک اور احادیث نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تصریحاتِ صحابہ رضؓ و اکابر علماءِ اُمّت و اولیاءِ کرام رحؒ مستند مولوی نعیم الدین نے بتائید صریح تقویۃ الایمان کے واضح کر دیا کہ حق تعالیٰ تمام ممکنات خلائق کے مثل کروڑوں لاتعداد پیدا کرنے پر قادر ہے ہرگز ناممکن و محال نہیں جس طرح زعم باطل مولوی نعیم الدین کا ہے۔ اگر یہی گستاخی ہے تو تمام اُمّت کے ائمۂ صالحین معاذ اللہ گستاخ ٹھیریں گے۔ واللہ ذہو باطل فالملزوم مثلہ بنابریں بوجہ گستاخی مولوی نعیم الدین کا دنیا و آخرت میں کہیں ٹھکانا اور عزت و رستگاری کا نہ رہے گا۔ اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید و قدرت اور عظمت و جلال کے روبرو ایک ادنیٰ مثل ذرّہ کے بھی ہستی و حقیقت نہیں رکھتے معہذا مخلوقات میں حق تعالیٰ نے جس کی فضیلت و عزت افزائی فرمائی یہ محض اسی کا اکرام ہے۔ اور یہ عطائے عزت و وجاہت ہرگز کچھ منافی بلحاظ قدرت و عظمت حق تعالیٰ کے نہیں ہے۔ جس طرح علامہ زرقانی سے بھی عظمت و قدرت ممکنات خلق پر حق تعالیٰ کا واضح طور پر بیان ہوا۔ جس کا مولوی نعیم الدین نے تحیات

سے اخفا کیا تھا۔ یہی طرزِ بیان تقویۃ الایمان سے بیّن طور پر واضح ہے کہ یہاں توحیدِ عظمت حق تعالیٰ کے مقابلہ میں ذلت و پستیٔ عبدیت جملہ مخلوقات کا بیان ہے اور ساتھ ہی ساتھ شرف و کمالات اور اتباعِ انبیاء و صالحین کی تائید مرقوم ہے اسی کا نام اقرارِ توحید و رسالت اور اتباع ہے سوائے اس کے شرک و بدعت و ضلالت اور گمراہی ہے۔ ماذا بعد الحق الا الضلال۔

ہر مخلوق بڑا ہو چھوٹا الخ کی تحقیق

قولہ ص۲۵۹-۲۶۲ اس سے اور بڑھ کر گستاخیاں دیکھئے ص۱۶ میں لکھا ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ اب بڑی مخلوق سے کیا مراد ہے یہ کس کی طرف اشارہ ہے کیا وہابی انبیاء علیہم السلام کو بڑا مخلوق نہیں جانتے ہیں کیا اس لفظ سے انبیاء کی توہین نہیں ہوتی ہے پھر چمار سے ذلیل جس مخلوق کو بتایا چمار اس سے ضرور شریف ہوا تو اب چمار بڑی مخلوق میں ہے یا چھوٹی میں یا دونوں میں نہیں یا وہابیہ کے نزدیک مخلوق ہی سے خارج ہے، وہابیہ کی نظر میں عزت ہے تو چمار کی معلوم نہیں اس سے کیا مناسبت ہے کیسی سخت گستاخی ہے، کیسی دل آزار بے ادبی ہے، ظالموں سے پوچھو کہ یہ کہاں سے کہتے ہو کیا اللہ و رسول نے تمہیں بتایا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ تو فرماتا ہے۔ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ یہ بدنصیب مقبولانِ بارگاہ کو چمار سے بھی زیادہ ذلیل کہتے ہیں معاذ اللہ چمار سے زیادہ ذلیل کون ہوا۔ اس کا نام تو لیں۔ افسوس صد افسوس اللہ تبارک و تعالیٰ حضور پر صلوٰۃ و سلام بھیجے اس کے ملائکہ صلوٰۃ والسلام بھیجیں مومنین کو صلوٰۃ و سلام کا حکم دیا جائے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ــــ اپنے بندوں پر اپنی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت فرض کرے اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ــــ اپنی اور اپنے رسول کی نافرمانی کو سببِ دخولِ جہنم قرار دے۔ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا۔ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ کہاں یہ عزتیں اور تکریمیں اور کہاں یہ گستاخانہ بدزبانی

صراطِ مستقیم ص۱۴۲ میں اسمٰعیل نے لکھا نفس کاملہ کہ اشرفِ موجودات و نمونہ حضرت ذات ست وہ تو نفس کامل بڑا مخلوق تو ہوگا تقویۃ الایمان کے حکم سے چمار سے زیادہ ذلیل ہوا لو نمونہ ذاتِ الٰہی کو چمار سے زیادہ ذلیل کہہ رہا ہے اور خداوندِ عالم کی بھی توہین کر رہا ہے کہ معاذ اللہ اس کی ذات کا نمونہ چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے، ایسی گندی اور ذلیل باتوں پر بھی وہابی نفرت نہ کریں اور اس گستاخ کا ساتھ دیئے جائیں تو بجز اس کے کیا کہا جائے کہ ان کے دل حضرات انبیاء کی عداوت سے بھرے ہوئے ہیں۔ اور وہ ایمان کی روشنی سے محروم ہیں، بعضے بے باک ایسے کلمے سنتے اور دیکھنے کے بعد بھی اس کی

طرف داری کرتے ہیں اور کہتے ہیں ٹھیک تو کہا ہے فوائد الفواد میں بھی ہے کہ :۔

کہ ایمان کسے تمام نشود تا ہمہ خلق نزدیک او	”یعنی کسی کا ایمان پورا نہیں ہوتا جب تک اس کو
ہمچنیں نہ نماید کہ پشت شتر۔	ساری دنیا اونٹ کی مینگنی کی طرح نہ معلوم ہو۔“

اول تو فوائد الفواد ملفوظات ہیں اور ملفوظات جن بزرگ کے ہوں، وہ اپنے قلم سے تو لکھتے نہیں، بلکہ ان کے مریدین دوسرے اوقات میں اپنی یاد پر لکھ لیتے ہیں، بعینہٖ اس بزرگ کے الفاظ محفوظ نہیں رہتے، اس لیے بالیقین نہیں کہا جا سکتا کہ کلام اس بزرگ کا ہے لہٰذا ایسے کلام کو پیش کرنے سے فائدہ اور تقویۃ الایمان کے کسی کلام کی تائید میں تو کسی بزرگ کا کلام پیش کرنا کسی طرح درست نہیں ہے۔ کیونکہ تقویۃ الایمان میں جا بجا کہا ہے کہ اللہ کو مان اور اس کے سوا کسی کو نہ مان، اس کی تائید کے لیے اولیاء کے کلام کو پیش کرنے کا کیا کام۔ اسی طرح مولویوں اور درویشوں کے ماننے کو تقویۃ الایمان کے صفحہ ۹ میں اس نے شرک بتایا ہے، تو اب کسی درویش کا کلام پیش کر دینا اور وہ بھی اللہ کے کلام کے مقابل بحکم تقویۃ الایمان شرک ہوا۔ اور ایسے کلام کا پیش کرنے والا اسمٰعیل کے حکم سے مشرک بنا۔ ثانیاً بے ادبی کے الفاظ میں تاویل خود صاحب تقویۃ الایمان کو مقبول نہیں تو اب کسی کا کیا حق ہے کہ اس کے کلام کی تاویل کا قصد بھی کرے۔ تقویۃ الایمان ص ۶۴ میں لکھا ہے کہ یہ بات محض بے جا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولے اور اس سے کچھ اور معنی مراد لے اس سے قطع نظر کرکے فرض کرو کہ فوائد الفواد میں وہ عبارت ہو تو وہاں ہمہ خلق ہے جس سے اجمالاً تمام دنیا مراد ہے اور اس کی طرف سے توجہ ہٹا کر خالق کی طرف متوجہ ہو جانے کی تعلیم ہے، اس میں بھی کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو مقبولین بارگاہ و مقربین درگاہِ حق کی طرف اشارہ کرتا ہو اور تقویۃ الایمان میں ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا کہہ کر خاص اکابر پر حملہ کیا ہے اور اس کا کیا کیجئے گا کہ تمام کتاب میں عظمتِ انبیاء کے درپے ہے کہاں کہاں تاویل و تحریف کی جائے گی۔ تقویۃ الایمان صفحہ ۲۳ میں لکھا ہے۔ سب انبیاء اور اولیاء اس کے نزدیک ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ یہاں خاص انبیاء اور اولیاء کے لفظ کہہ دیے اور انہیں ذرہ ناچیز سے کمتر بتا دیا۔ تقویۃ الایمان صفحہ ۱۲ میں لکھا۔ اور کسی چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر۔ پوچھو وہابیوں سے کہ یہاں چوہڑے چمار سے کون مراد ہے یہی بے ادبی کے الفاظ اس کی زبان پر چڑھے ہوئے ہیں تقویۃ الایمان ص ۳۳ میں عاجز اور ناکارہ کا لفظ لکھا ہے۔ کتاب کی کتاب گستاخیوں و بے ادبی سے بھری ہوئی ہے کہاں تک کوئی طرفداری کر سکے گا ہمیں تو یہ بھی یقین نہیں کہ یہ کلمے جو وہابیہ فوائد الفواد کی طرف نسبت کرتے ہیں اس میں ہوں بھی اور اگر ہوئے بھی تو کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ یقیناً یہ الفاظ حضرت محبوب الٰہی صاحب کے ہیں حضرت کے تو بالیقین نہیں کیونکہ ملفوظات کا دستور ہی یہ ہے کہ ناقل اپنے لفظوں میں

مضمون ادا کرتا ہے۔ مگر وہابی اس کا ثبوت بھی نہیں دے سکتے کہ یہ الفاظ ملفوظات کے جامع کے بھی ہوں، بکثرت کتابوں میں تحریفیں ہیں، روافض نے سنیوں کی کتابوں کو اپنے امکان تک بگاڑنے میں پوری کوششیں کی ہیں، اور وہابیوں کے نزدیک تو غلط حوالے شاید ثواب ہوں ان کے شیخ اعظم مولوی اسحاق صاحب کی مائۃ مسائل تک میں حوالے غلط ہیں اور سیف النقی وغیرہ کتب وہابیہ میں جو اہلِ سنت پر افترا باندھے ہیں، فرضی کتابیں گھڑی ہیں، جعلی مطبع فرض کر لئے، جن کا عالم میں کہیں نام و نشان نہیں، ایسے جھوٹے حوالے دینے والوں اور ایسے طوفان باندھنے والوں کا کیا اعتبار۔ علاوہ بریں ملفوظات متداول کتابیں تو ہیں نہیں جو ان اکابر سے تواتر منقول ہوں، ان میں تحریف و تبدیل کیا بعید ہے۔ ہم تو یہ بھی مان لیتے کہ تقویۃ الایمان میں بھی یہ قول کسی نے بڑھا دیا ہوگا۔ اگر اس میں صرف یہی ایک عبارت ایسی ہوتی اور تمام کتاب بے ادبیوں گستاخیوں سے بھری نہ ہوتی۔ اس کے علاوہ وہابیہ کی پیش کردہ عبارت میں اور بھی بہت گفتگوئیں ہیں جو بنظر اختصار چھوڑی جاتی ہیں۔

اقول ۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ الْمُفْتَرِيْنَ مولوی نعیم الدین کا افترا پردازی دریدہ دہنی خبط الحواسی خبثِ باطنی عنادِ قلبی قابلِ ملاحظہ اہلِ انصاف ہے یہ جو کہا ہے کہ مولانا شہید انبیاء علیہم السلام مقبولانِ بارگاہ کو چمار سے بھی زیادہ ذلیل کہتے ہیں۔ معاذ اللہ جھوٹے مفتری کا منہ کالا۔ ہرگز تقویۃ الایمان میں نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ سلسلہ آیت سورہ لقمان :۔

لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ "مت شریک بنا اللہ کا بیشک شریک بنانا بڑی بے انصافی ہے"

تقویۃ الایمان کے فائدہ میں پورا مضمون ظلم کی تشریح کرتے ہوئے بلحاظ سیاق و سباق یہ ہے۔

"ف یعنی اللہ صاحب نے لقمان کو عقلمندی دی تھی، سو انہوں نے اس سے سمجھا کہ بے انصافی یہی ہے کہ کسی کا حق اور کسی کو پکڑا دینا اور جس نے اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل کو دے دیا۔ جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیجئے، اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی اور یہ یقین جان لینا چاہیئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ جیسے شرع کی راہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے ایسے ہی عقل کی راہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ شرک سب عیبوں سے بڑا عیب ہے، اور یہی حق ہے۔ اس واسطے کہ آدمی میں بڑے سے بڑا عیب یہی ہے کہ اپنے بڑوں کی بے ادبی کرے سو اللہ سے بڑا کوئی نہیں اور شرک اس کی بے ادبی ہے"۔

پس اس میں کوئی لفظ انبیاء و اولیاء و مقبولانِ بارگاہ کے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ بقرینہ سیاق واضح ہے کہ مراد بڑی

مخلوق سے بادشاہ دنیا اور اس کے ابنائے جنس میں ادنے ذلیل چھوٹی مخلوق دنیا سے چمار ہے شرک کو جو حق تعالیٰ نے ظلم عظیم فرمایا اس کی توضیح و مثال میں مولانا شہید مرحوم کا یہ بیان کہ جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیجئے۔ نہایت عمدہ مثال ہے۔ اگر چمار کے سوا اور کوئی لفظ ہوتا تو بے انصافی کی پوری توضیح نہ ہوتی۔ مثلاً بادشاہ کا تاج ایک خدمت گار کے سر پر رکھ دینا اتنا ناگوار نہیں جتنا ایک چمار کے سر پر رکھ دینا ناگوار معلوم ہوگا۔ ورنہ چمار کو بادشاہ کے مقابلہ میں وہ ذلت نہیں جو بندہ کو حق تعالیٰ کے مقابلہ میں حاصل ہے کیونکہ بندہ کے کمالات عطیۂ حق تعالیٰ ہیں، ورنہ بندہ محض لاشئے ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا اس طرح کی ذلت ونیستی چمار کو بادشاہ کے مقابلہ میں نہیں ہوتی۔ کیونکہ چمار کا وجود و جسم، قوت وعقل بادشاہ کی عطا کردہ نہیں ہیں۔ پس بادشاہ اور چمار کی جو مثال اللہ تعالیٰ کی شان وعظمت کے مقابلہ میں بندہ کی ذلت اور ظلم عظیم کے معنی سمجھانے کے لیے بیان ہوئی، اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اللہ کی شان کے سامنے بندہ کی ذلت اس سے بھی زیادہ ہے کیونکہ یہ ذلت ہر بندہ کو بھی فی نفسہٖ حاصل ہے خواہ وہ دنیوی دولت وحکومت رکھتا ہو، ہفت اقلیم کا بادشاہ ہو، خواہ جسمانی قوت کا غلبہ ہو، رستم و اسفندیار ہو، خواہ دینی عزت وقرب حق تعالیٰ کی فضیلت سے موصوف ہو، نبی و ولی مقبولِ الٰہی تعالیٰ شانہٗ ہو مگر حق تعالیٰ کی شان وعظمت وعزت کے مقابلہ میں بندوں کے کمالات عطیہ سب اعتبار سے ساقط ہو جاویں گے، بندہ باوجود فضل وکمال کے حدِ عبودیت سے خارج نہیں ہو سکتا جتنی مخلوق ہے، تمام عبد کے مرتبہ میں ہے، فرمانبردار ہو یا نافرمان، بادشاہ ہو یا چمار، نبی ہو یا ولی۔ اور عبد کو ذلت لازم ہے، انبیاء اولیاء کو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی عبدیت کا وصف حاصل ہوتا ہے اور عبادت کے معنی غایتِ درجہ اظہارِ تذلل کے ہیں، بندہ کو جس قدر اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے، اسی قدر اپنی ذلت زیادہ کھلتی ہے اسی وجہ سے دوسروں کے مقابلہ میں مقربین کو خوف الٰہی بھی زیادہ ہوتا ہے، پس جو سب سے زیادہ عابد ہے وہ سب سے زیادہ معبودِ حقیقی حق تعالیٰ کی شان کے سامنے ذلیل ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ عزت دار بھی ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے بکثرت مقامات پر تمام بندوں کو ذلت یاد دلائی ہے کہ اے بندہ کیا تو منی کے ناچیز قطرہ سے پیدا نہیں ہوا؟ اس میں تمام لوگ شامل ہیں مگر بادشاہ چمار کو ہرگز یہ ذلت یاد نہیں دلا سکتا کیونکہ اس ذلت میں خود بھی شریک ہے پس ہر مخلوق خواہ باعتبارِ دنیوی خواہ باعتبارِ دینی کسی مرتبہ کی ہو فی نفسہٖ بمقابلہ شان وعظمتِ حق تعالیٰ عزّوجلّ کے ذلیل ہی ہے کیونکہ عبودیت کی ذلت سے بڑھ کر اور کیا ذلت ہو سکتی ہے، بندہ کو سوائے دوامِ خدمتِ مولیٰ اور التجا وتضرّع اور اظہارِ افتقار الی اللہ کے کچھ بھی چارہ نہیں ہو سکتا اور چمار کو جو ذلت

عارضی بحیثیتِ دنیوی ہماری نسبت ہے، وہ اس قدر نہیں جو بندہ سے حق تعالیٰ سے نسبت ہے بچمار تو کبھی ہم سے عزت میں زیادہ بھی ہو جاتا ہے۔ بلکہ وزیر بادشاہ ہو سکتا ہے ایماندار اعمال صالحہ سے موصوف ہو کر کامل اکمل بن سکتا ہے۔ مگر بندہ ہمیشہ بندہ ہی رہتا ہے کبھی اس کو ایسی عزت نہیں ہو سکتی کہ اللہ ہو سکے جو بندہ ہے وہ کتنا ہی عزت وجاہ والا ہو مگر حق تعالیٰ کی عزت وعظمت شان کے سامنے اس کی کچھ عزت و شان نہیں ہو سکتی بندہ کے لیے جو مراتب اعزاز یہ عطیہ حق تعالیٰ ہیں وہ سب کے سب بمقابلہ شان دیگر مخلوقات ہی کے ہیں نہ بمقابلہ شان وعظمت حق تعالیٰ کے۔ پس یہ مولوی صاحب کا حد درجہ خبط وعناد اور جہالت ہے کہ یہ سخت گستاخی بے ادبی حضرات انبیاء کی عداوت ہے۔ معاذ اللہ نہ تقویۃ الایمان میں ایک لفظ ہے نہ کوئی چیز برخلاف اس کے خود مولوی نعیم الدین نے الکلمۃ العلیا ص۳، ص۱۵، ص۱۳۶ میں صراحۃً جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت لکھا۔

"کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں ذرہ کو آفتاب سے اور قطرہ کو سمندر سے جو نسبت ہے وہ بھی یہاں متصور نہیں۔ کہاں خالق اور کہاں مخلوق مماثلت ومساوات کا تو ذکر ہی کیا علم الٰہی کے حضور تمام مخلوق کے علوم اقل قلیل ہیں کوئی ہستی نہیں رکھتے" "حضور کے علم کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں" "اور حقیقت میں تمام مخلوقات کا علم خالق جل شانہ کے علم کے سامنے مثل لا شئے کے ہے"

نیز مولوی نعیم الدین نے فیضان رحمت ص۲۱ میں لکھا مقصود دعا سے تفرع سے صرف اظہار عجز وتذلل ہوتا ہے۔ چنانچہ شامی میں مسطور ہے۔ قولہ دعا تضرع ای اظہار الخضوع والذلۃ للہ تعالیٰ من غیر طلب جنۃ ولا خوف من النار نحو الٰہی انا عبدک البائس۔ بلکہ اظہار عجز وذلت کے لیے ہوتی ہے۔ چنانچہ طحطاوی نے خفیہ کے معنی یہ لکھے ہیں ای یجریہ علی قلبہ من الدعاء والخضوع والتذلل القلبی پس اگر مولوی نعیم الدین صاحب کہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کمال کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں۔ ذرہ اور قطرہ کی نسبت بھی متصور نہیں، کوئی ہستی نہیں، سب مثل لاشئے کے ہے۔ دعاء میں حق تعالیٰ کے حضور اظہار عجز وتذلل اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں ذلیل ہونا فقیر ومسکین حقیر ہونا بتایا گیا وغیرہ وغیرہ تو اس میں کوئی گستاخی بے ادبی اور حضرات انبیاء کی عداوت نہ ہوئی۔ بلکہ عین ایمان ہوا، پھر تقویۃ الایمان میں لفظ عام اور ہر مخلوق بڑے اور چھوٹے کا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہونا۔ کیونکر اس میں انبیاء کی توہین وسخت گستاخی بے ادبی لازم ہو گئی؟ جبکہ کسی نبی ولی مقبول بارگاہ کا نام بھی نہیں۔ حالانکہ مولوی نعیم الدین کے نزدیک ذلت چمار جو بنفسہ اشرف المخلوقات ہے اور مخلوقات میں ذرہ اور قطرہ اس سے بھی کہیں زیادہ ذلیل ہے پھر مثال دی کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اشرف ذرہ وقطرہ سے بھی زیادہ کمتر کہ کوئی ہستی نہیں رکھتا لاشئے ہے۔ مگر یہ سب کچھ شان الٰہی کے مقابلہ ہی میں تو ہے رچنانچہ مولوی احمد رضا خان /

صاحب بریلوی مقتدائے مولوی نعیم الدین فتاویٰ رضویہ کتاب النکاح حصہ سوم حسنی پریس بریلی کے صفحہ ۱۱۲ میں لکھتے ہیں۔

"اگر کوئی چمار مسلمان ہو تو مسلمانوں کے دین میں اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھنا حرام اور سخت حرام ہے وہ ہمارا دینی بھائی ہو گیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ۔ اور فرماتا ہے فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ۔

حقیقت یہ ہے کہ مولوی نعیم الدین کا یہ کہنا کہ کیا اللہ اور رسول نے نہیں یہ بتایا ہے بعض مغالطہ ہے۔ چنانچہ اس اجمال کی قدرے تفصیل قرآن وحدیث تفاسیر وشروح احادیث اور کلام ائمہ دین واولیاء کاملین سے ناظرین کے ملاحظہ کے لیے لکھی جاتی ہے۔ حق تعالیٰ نے پارہ ۱۶ سورہ مریم میں فرمایا:۔

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا۔ "کوئی نہیں ہے آسمان اور زمین میں مگر آئے رحمٰن کا بندہ ہو کر"

تفسیر جلالین صفحہ ۱۹۶ میں اس آیت کی تفسیر میں مرقوم ہے:۔

ذليلا خاضعا يوم القيمة منهم عزير وعيسٰى۔ "ذلیل ہوں گے قیامت کے دن عاجزی کرنے والے انہیں میں سے ہوں گے عزیر اور عیسیٰ علیہما السلام"۔

اسی طرح تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر خازن ج ۴ صفحہ ۲۱۲ میں مرقوم ہے:۔

اى اتيه يوم القيامة عبدا ذليلا خاضعا والمعنى ان الخلائق كلهم عبيده۔ "آئے گا قیامت کے دن بندہ ذلیل عاجزی کرتے والا اور معنی یہ کہ تمام مخلوقات اس کے بندے ہیں"۔

اور تفسیر مدارک میں مرقوم ہے:۔

عبدا حال اى خاضعا ذليلا منقادا والمعنى كل من فى السموات والارض من الملائكة والناس الا هو ياتى الله يوم القيمة مقرا له بالعبودية والعبودية والنبوة متنافيان حتى وملك الرب ابنه يعتق عليه ونسبة الجميع اليه نسبة العبد الى المولى فكيف يكون البعض والدا والبعض عبدا۔ "یعنی بندہ پست ہونے والا ذلیل فرمانبردار اور معنی یہ ہے کہ ہر وہ جو آسمان وزمین میں ہے فرشتے اور آدمی میں سے قیامت کے دن اللہ کے پاس آوے گا اقرار کرتا ہوا اس کی عبودیت کا اور عبودیت اور بیٹا ہونا ایک دوسرے کے منافی اور خلاف ہے حتیٰ کہ مالک ہونا کسی کا اپنے بیٹے کا اس کو آزاد کرتا ہے اور نسبت تمام لوگوں کی اللہ کی طرف نسبت بندہ ہونے کی ہے طرف مولیٰ کے پس کیونکر بعض بیٹا ہو سکے گا اور بعض بندہ"

اور جامع البیان ص۲۰۱ میں مرقوم ہے:۔

وکلھم اتیہ یوم القیمۃ فردا۔ منفردا عن الاتباع والانصار کعبد . . . ذلیل ۔	"اور ہر ایک آنے والا ہے قیامت کے دن تنہا یعنی اکیلا بلا اپنے تابعداروں اور مددگاروں کے مثل غلام ذلیل کے"

اور تفسیر رحمانی میں مرقوم ہے:۔

عبدا ای ذلیلا بالنظر الی کمالاتہ وان بلغ بعضھم من الکمالات ما بلغ۔	"بندہ ذلیل ہے اللہ تعالیٰ کے کمالات کے سامنے اگرچہ بعض بندوں میں سے بڑے بڑے کمالات پر پہنچے ہیں"

اور تفسیر خطیب میں مرقوم ہے:۔

عبدا منقادا ذلیلا خاضعا کما یفعل العبید ۔	"بندہ فرمانبردار مطیع، ذلیل گڑگڑانے والا جس طرح غلام ہوتا ہے"

اور تفسیر روح البیان میں مرقوم ہے:۔

وفی العیون یاتی جمیع الخلائق یوم القیمۃ الرحمٰن خاضعا ذلیلا مقرا بالعبودیۃ کالملائکۃ وعیسٰی وعزیر وغیرھم یعنی یلتجئون الی ربوبیتہ منقادین کما یفعل العبید للملوک فلا یلیق بہ اتخاذ الولد منھم ۔	"عیون میں ہے کہ آدیں گے تمام خلائق کے لوگ قیامت کے دن رحمٰن کی طرف زُرتنی کرنے والے ذلیل ہوں گے اقرار کرنے والے ساتھ عبودیت کے مانند فرشتوں اور عیسیٰ اور عزیر علیہم السلام وغیرہم کے یعنی پناہ پکڑیں گے طرف ربوبیت حق تعالیٰ کے ایسی حالت میں کہ فرمانبردار ہوں گے جس طرح کام کرتے ہیں غلام واسطے بادشاہوں کے پس نہیں لائق ہے اللہ تعالیٰ کی شان کے بیٹا بنانا ان میں سے" (صیانۃ الایمان)

نیز اللہ تعالیٰ نے پارہ ۱۶ سورہ طٰہٰ میں فرمایا:۔

وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۔	"اور ذلیل ہوں گے منہ واسطے حق تعالیٰ زندہ قائم رہنے والے کے"

اور تفسیر جلالین ص۲۶۳ میں مرقوم ہے وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ خضعت لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ای اللہ در تفسیر جامع البیان ص۲۰۶ میں مرقوم ہے۔ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ خضعت وذلت الوجوہ وجوہ العالمین للحی الذی لا یموت القیوم الذی ھو قیم کل شئی تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر خازن ج ۴ ص۲۲۲ میں مرقوم ہے۔ وعنت الوجوہ ای ذلت وخضعت

ومنه قیل للاسیر عان وقال طلق بن حبیب ھو السجود علی الجبھة للحی القیوم وعنت الوجوہ یعنی ذلت وخضعت فی ذٰلک الیوم ویصیر الملک والقھر للہ تعالیٰ دون غیرہ وذکر الوجوہ واراد بھا المکلفین کان عنت من صفات الکلفین لا من صفات الوجوہ وانما خص الوجوہ بالذکر کان الخضوع بھا یتبین وفیھا یظھر علیٰ ہذا تفسیر السراج المنیر میں ہے" وعنت الوجوہ ای ذلت وخضعت فی ذٰلک الیوم ویصیر الملک والقھر للہ تعالیٰ دون غیرہ وخص الوجوہ بالذکر مع ان المراد الاشخاص بشرف ولانھا اول ما یظھر فیھا الذل"

اور تفسیر ارشاد اتنقل التسلیم میں ہے" وعنت الوجوہ ای ذلت وخضعت خضوع العناۃ ای الاساری فی ید الملک القھار . . " اور تفسیر مدارک میں ہے" وعنت خضعت وذلت ومنه قیل للاسیر عان الوجوہ ای اصحابھا" اور تفسیر کبیر میں ہے" ومعناہ ان ذٰلک الیوم یعنوا الوجوہ او یذل ویصیر الملک والقھر للہ تعالیٰ دون غیرہ" اور تفسیر نیشاپوری میں ہے" وعنت الوجوہ ای ذات رقاب الممکنات منقاد بن لامرہ کالاساری" اور تفسیر بیضاوی میں ہے" وعنت الوجوہ ذلت وخضعت له خضوع الشاۃ وھو الاساری فی ید ملک القھار" اور تفسیر مظہری میں ہے" وعنت ای ذلت وخضعت خضوع العناۃ وھم الاساری فی ید ملک القھار" اور تفسیر روح البیان میں خاص ذکر انبیاء و مرسلین و اولیاء مقربین کا مرقوم ہے" وفی العرائس افھم یا صاحب العلوانه سبحانه ذکر الوجوہ وفی العرف صاحب الوجه من کان وجیھا من کل ذی وجاھة فالانبیاء والمرسلین والاولیاء والمقربین الحقیقة ھم اصحاب الوجوہ"

"خلاصہ تفاسیر مذکورہ یہ ہے کہ ذلیل ہوں گے لوگ فروتنی کرنے والے دن قیامت کے حق تعالیٰ زندہ قائم رہنے والے کے روبرو اور بادشاہی اور قہر اسی کا ہوگا نہ کسی دوسرے کا"۔ روح البیان میں تصریح ہے کہ "ذکر کیا وجوہ کو اور عرف میں صاحب وجہ وہ ہے جو وجیہ ہو ہر ذی وجاہت سے پس انبیاء اور مرسلین اور اولیاء اور مقربین در حقیقت وہ اصحاب وجوہ ہیں"

اور تفسیر مظہری پارہ ۵ سورہ نساء صفحہ ۵۹۴ میں مرقوم ہے۔ "واعبدوا اللہ فی الصحاح العبودیة اظھار التذلل والعبادۃ ابلغ منھا لانھا غایة التذلل ولا یستحقھا الا من له غایة العظمة ونھایة الافضال ولا تشرکوا به شیئًا منصوب علی المفعولیة والتنوین للتحقیر وفیه توبیخ ای لا تشرکوا به حقیرا مع عدم تناھی کبریائه اذ کل ممکن بالنسبة الی الواجب حقیر جدًا۔

" اور عبادت کرو اللہ کی، صحاح جوہری (جو لغت کی مشہور و معتبر کتاب ہے) میں عبودیت کے یہ معنی لکھے ہیں کہ عبودیت اظہار کرنا ذلت کا ہے اور عبادت اس سے بھی بہت زیادہ ہے (یعنی عبادت الٰہی میں اظہار ذلت زیادہ ہے) کیونکہ وہ انتہائی درجہ کی ذلت ہے اور انتہائی درجہ کی ذلت جس کے لیے ظاہر کی جاوے وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پاک ہے جو انتہائی عظمت اور نہایت درجہ کے بندوں پر احسان کرنے والا ہے۔ اور اس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کرو۔ لفظ شئے منصوب مفعول ہونے

کی بنا پر ہے اور تنوین لفظ شئے کی تحقیر کے لیے اور اس میں زجر اور ڈانٹ ہے، اس طرح پر کہ اس ذات پاک کے ساتھ کسی ادنٰی سے ادنٰی درجہ کی حقیر چیز کو بھی اس کا شریک نہ بناؤ باوجود اس کے کہ وہ انتہائے درجہ کی بڑائی رکھتا ہے اس لیے کہ ہر ممکن بہ نسبت اس ذاتِ پاک واجب الوجود کے نہایت زیادہ حقیر ہے "

نیز صاحب تفسیر مظہری جناب قاضی صاحب پانی پتی تذکرۃ الموتیٰ والقبور ص۲۵ میں فرماتے ہیں :-

عبادت عبارتست از کمال تذلل پیشِ معبود و شک نیست کہ ہرچہ مقصودِ کسے باشد آنکس برائے حصولِ مقصود خود کمالِ تذلل اختیار مے کند، پس ہرچہ مقصودِ اوست معبودِ اوست معنی لا مقصود الا اللہ ولا موجود الا اللہ بیکجا میرسد و چوں مقصود او جز ذات پاک چیزے نماند از ربقہ ماسوی اللہ آزاد شود و از شرکِ خفی پاک گشت و او در حالت حیات انس در غیبت با خدا باشد نہ با ہیچکس پس او را خلوۃ در انجمن بہم رسد یعنی با وجودیکہ در انبوہ باشد باطنش مشغول ست بخدا نہ بکسے دیگر لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ النَّاسُ عِنْدَہٗ کَالْاَبَاعِرِ یعنی ایمان کامل نمیشود تا آنکہ مردم نزد او مثل پشکِ شتر باشد یعنی با ہیچکس سروکار نداشتہ باشد۔

"عبادت کمال درجہ ذلت معبود کے سامنے کرنے سے عبارت ہے اور بلاشبہ جو کچھ مقصود کسی کا ہو وہ شخص اپنے حصولِ مقصود کے لیے کمال درجہ ذلت اختیار کرتا ہے پس جو کچھ مقصود اس کا ہے معبود اس کا ہے معنی لا مقصود الا اللہ ولا معبود الا اللہ ایک ہی جگہ پہنچتے ہیں (یعنی ایک ہی معنی ہیں) اور جو مقصود اس کا سوائے ذات پاک کے کوئی چیز نہ رہے، پھندہ ماسوائے اللہ تعالیٰ سے آزاد ہوا اور شرک خفی سے پاک ہوگیا اور اس کو حالت حیات انس اور غیبت ساتھ اللہ تعالیٰ کے ہوئی نہ کسی اور شخص کے ساتھ پس اس کو تنہائی یکسوئی مجمع میں بھی بہم پہنچی ہے یعنی باوجودیکہ انبوہ اور مجموعوں میں ہو باطن اس کا مشغول ہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہ کسی دوسرے کے ساتھ جیسا کہ کہا گیا ہے ایمان کامل نہیں ہوتا ہے کسی کا جبتک کہ تمام آدمی اس کے نزدیک مثل اونٹ کی مینگنی کے نہ ہو جاویں، یعنی کسی شخص کے ساتھ سروکار نہ رکھتا ہووے "

نیز جناب قاضی صاحبؒ اپنے مکتوبات کلماتِ طیبات ص۱۰۲ میں مثنوی مولانا روم کے ایک شعر کی توجیہ میں فرماتے ہیں ؎

چون بہ بیرنگی رسی کان داشتی ٭ موسیٰ و فرعون دارند آشتی

یعنی چوں صوفی در وقت مراقبہ مستغرق مشاہدہ وجودِ حقیقی مے شود در آں وقت موسیٰ و فرعون ہر دو از نظر او ساقط میشوند و تعدد و تکثر مطرح

"جس وقت صوفی مراقبہ کے وقت مستغرق مشاہدہ وجودِ حقیقی حق تعالیٰ کے ہوتا ہے اس وقت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون ہر دو دونوں نظر سے ساقط ہو جاتے ہیں اور گنتی و کثرت

نظر او نمی باشد از آں وقت تجرمیدہد کہ موسیٰ و فرعون دار نداشتی۔ ایضاً ص۱۰۹ میں فرماتے ہیں وجود ممکن در مقابلہ وجود واجب بمنزلہ لا شئے است ورسول کریم میفرمایدا صدق القول قول اللبید ــہ الا کل شئ ما خلا اللہ باطل ایضاً ص۱۸۵ میں فرماتے ہیں ارباب وحدت وجود معنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لا موجود اِلَّا اللّٰہ ملحوظ میدارند۔ تا وجود ماسوی اللہ کہ در واہمہ مستقر شدہ است از نظر ساقط شود و واحد حقیقی جلوہ گر گردد و ارباب وحدت شہود لا مقصود الا اللہ ملحوظ میدارند تا نفی مقاصد نمایند و غیر از واحد حقیقی قبلہ توجہ و مقصود دیگر در شبہ باقی نماند و میگویند کہ ہر چہ مقصود تست معبود تست چرا کہ عبادت عبارت ست از کمالِ تذلل و ہر کس برائے حصول مقصود در تذلل قاصد نمیشود پس تا کہ نفی مقاصد نکند توحید در عبادت صورت نہ بندد

اس کی نظر میں حاضر نہیں رہتی اس حالت کی مولانا روم خبر دیتے ہیں کہ موسیٰ و فرعون دار نداشتی۔ اس وقت وجود ممکن کا بمقابلہ وجود واجب الوجود حق تعالیٰ کے بمنزلہ لاشئے کے ہوتا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے بہتر قول لبید شاعر کا ہے آگاہ ہو ہر چیز جو سوائے اللہ تعالیٰ کے ہے باطل ہے ارباب وحدت وجود معنی لا الہ الا اللہ لا موجود الا اللہ ملحوظ رکھتے ہیں تاکہ وجود ماسویٰ الا اللہ کا کہ طبیعت واہمہ میں مستقر ہوا ہے نظر سے ساقط ہو جاوے اور وحدت حقیقی حق تعالیٰ کا جلوہ گر ہو جائے اور ارباب وحدت شہود لا اللہ ملحوظ رکھتے ہیں تاکہ نفی مقاصد غیر کی کریں اور سوائے واحد حقیقی کے قبلہ توجہ اور کسی دوسرے مقصود کا شبہ بھی باقی نہ رہے اور کہتے ہیں کہ جو کچھ مقصود تیرا ہے معبود تیرا ہے۔ کیونکہ عبادت عبارت ہے کمال درجہ ذلیل جان لینے سے اور ہر شخص حصولِ مقصود کے لیے ذلیل سمجھنے میں قاصر نہیں رہتا ہے پس جب تک نفی مقاصدِ غیر کی نہ کرے توحید کی عبادت میں کوئی صورت نہیں بنتی ہے۔"

علیٰ ہذا خاتم المحدثین حافظ ابن حجر عسقلانی رح فتح الباری شرح صحیح بخاری پ۲۶ ص۱۴۶ میں فرماتے ہیں :۔

واظهار الربوبية وذل العبودية فكان التقرب بذالك اعظم العمل ۔

"اظہار کرنا عظمتِ ربوبیت اور ذلّتِ عبودیت کا پس ہوگا تقرب حاصل کرنا اس کے ساتھ سب سے بڑا عمل۔"

ایسے ہی امام محمد غزالی رح کیمیائے سعادت ص۵۱ میں فرماتے ہیں :۔

کسے کہ نظر وے از توحید بود ہمہ را در قبضہ قہر ربوبیت مضطر بیند۔

"جس کی نظر توحید پر ہوتی ہے وہ تمام کو قبضہ قہر ربوبیت میں لاچار دیکھتا ہے۔"

ایسے ہی حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رح فرماتے ہیں :۔

بندہ در بدایت طریق تصوف از سر یقین براند کہ موجودِ حقیقی و مؤثرِ مطلق نیست الّا

(ترجمہ عوارف) بندہ شروع طریق تصوف میں دلِ یقین سے جانے کہ وجود حقیقی و مؤثر علی الاطلاق صرف ربّ عالم جل جلالہ

خداوند عالم جل جلالہ وعلا ذات وصفات و افعال
را در ذات وصفات او محو وناچیز داند ہر ذاتی
را فراغ از نورِ ذات مطلق شناسد ہر پرتوی
از نورِ صفت مطلق داند۔

ہے اور توحیدِ علمی میں تمام کی ذات وصفات اور افعال کو اس
کی ذات وصفات کے سامنے محو اور ناچیز جانتے ہر ایک
ذات کو نورِ ذات مطلق سے پہچانتے اور ہر پرتو نور
صفت مطلق سے جانتے "

ایضاً ص۱۵۱ میں فرماتے ہیں :۔

عزت فردانیت وقہرِ وحدانیت او وجود
مجال ندارد و اینست حقِ توحید۔

"اس کی عزتِ فردانیت وقہرِ وحدانیت کے مقابل
وجودِ غیر مجال نہیں رکھتا ہے اور یہی توحید کا حق ہے ۔

ایضاً ص۵۵ میں فرماتے ہیں :۔

الٰہیت را با بشریت ہیچ نسبت نیست و
مکالمہ میان دو کس صورت نہ بندد۔

"الٰہیت باری تعالیٰ کو ساتھ بشریت کے کچھ بھی نسبت
نہیں ہے اور جانبِ کلام دونوں میں صورت نہیں بنتی"

ایضاً ص۱۶ میں فرماتے ہیں :۔

واین صفت از نفس بر نخیزد الا بمعرفت
حقارت مقدارِ خلق چنانکہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ازاں خبر[1] داد کہ لا یکمل ایمان المرء
حتّٰی یکون الناس عندہ کالا باعر۔

"وصفاتِ ذمیمہ نفس زائل نہ ہوگی) مگر ساتھ جان سے حقارت
مقدار خلق کے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس سے خبر فرمائی ہے کہ ایمان کسی شخص کا کامل نہ ہوگا جبتک
کہ تمام لوگ اس کے نزدیک مانند مینگنی اونٹ کے نہ ہوجاویں"

ایضاً ص۶۶ میں فرماتے ہیں :۔

در بعضے دعواتِ ماثورہ از نبی علیہ السلام
رسیدہ است[1] الحمد للہ الذی تواضع کل
شئ لعظمتہ الحمد للہ الذی ذل کل
شئ لعزتہ ۔

"بعض دعاؤں میں نبی علیہ السلام سے ثابت ہوا ہے
تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں کہ ہر شے اس کی
عظمت کے سامنے پست ہے اور ہر شے اس کی
عزت کے سامنے ذلیل ہے "

ایضاً ص۲۳۱ میں فرماتے ہیں۔

باید کہ دلِ او غرقِ تجلی عظمتِ الٰہی بودہ

"چاہیے کہ دل عاملِ کامل کا غرقِ تجلّی عظمتِ الٰہی میں ہو جاوے"

ایضاً ص۲۳۵ میں فرماتے ہیں :۔

درحال تکبیر باید کہ مشاہد کبریاء حق بود علامتش
آنکہ خلق در نظر او حقیر وصغیر نماید والتفات

"بحالت تکبیر نماز کے چاہیے کہ مشاہدہ کبریاء حق تعالیٰ کا ہووے
اور علامت اس کی یہ ہے کہ خلق اس کی نظر میں حقیر اور ادنےٰ

---

[1] دونوں روایتیں قابلِ تخریج وتحقیق ہیں (ع۔ ح)

باطلاع الیشاں برحال خود ندارد تا در زمرۂ صادقان آید۔	چھوٹی ہو جاوے اور التفات ان کے اطلاع کی اپنے حال پر نہ رکھے اس وقت زمرۂ صادقان میں شمار ہوگا۔

ایضاً صفحہ ۲۲۹ میں فرماتے ہیں :-

وجودِ جملہ کائنات علوی وسفلی در نورِ شہود و ذاتِ واحد محو بیند۔	"وجود جملہ کائنات علوی وسفلی کو نور شہود و ذات واحد حق تعالیٰ کے سامنے محو نابود جانتے۔"

نیز امام ربانی حضرت شیخ المشائخ جناب شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کے ملفوظات الفتح الربانی مترجم مطبوعہ ہلالی ساڈھورہ بنقل مطبوعہ مصر میمنیہ مجلس ۲ صفحہ ۱۵ میں مرقوم ہے :-

ذل لله عزوجل	"اللہ تعالیٰ کے لیے ذلت اختیار کر۔"

اور مجلس ۱۲ صفحہ ۹۲ میں در صفات اولیاء مرقوم ہے :-

یاکلون من بقول الصحاری ویشربون غدار انہار یصیرون کالوحوش۔	"جنگلوں کی گھاس پات کھاتے ہیں اور نالاوں کے پانی پیتے ہیں اور جنگلی جانوروں کے مثل بن جاتے ہیں۔"

اور مجلس ۲۷ صفحہ ۱۸۵ میں مرقوم ہے :-

الخلق کلھو عندہ عجزۃ مرضی فقراء	"ساری مخلوق اس کے نزدیک بے کس اور بیمار اور محتاج ہے۔"

اور مجلس ۲۹ صفحہ ۲۱۰ میں مرقوم ہے :-

والخلق عندی کالبق	"ساری مخلوق میرے نزدیک پشہ کے برابر ہے۔"

اور مجلس ۳۶ صفحہ ۲۴۰ میں مرقوم ہے :-

فالخلق والنفس بحران نارات و اودیان مہلکان ۔	"پس مخلوق اور نفس آگ کے دو سمندر و ہلاک کرنے والے دو جنگل ہیں۔"

اور مجلس ۵۲ صفحہ ۳۶۶ میں مرقوم ہے :-

یاغلام لاتنظر الی الخلق بعین البقاء بل تنظرالیھو بعین الفناء لاتنظرالیھو بعین الضر والنفع بل انظر الیھو بعین العجز والذل وحدالحق عزّوجل وتوکل علیہ	"صاحبزادہ! مخلوق کی طرف بقا کی آنکھ سے مت دیکھ بلکہ فنا کی آنکھ سے دیکھ، ان کو نفع نقصان کی آنکھ سے نہ دیکھ بلکہ عجز و ذلت کی نگاہ سے دیکھ حق تعالیٰ کو یگانہ سمجھ اور اس پر بھروسہ رکھ۔"

اور مجلس ۶۰ صفحہ ۴۴۱ میں مرقوم ہے :-

القلب الصحیح ممتلی توحیدا وتوکلا ویقینا و توفیقا وعلما وایمانا وقربا من اللہ عزوجل فریٰ الخلق کلھم بعین العجز والذل والفقر و مع ذلک لایتکبر علی طفل صغیر منھم۔

"تندرست قلب تو توحید و توکل اور یقین و توفیق اور علم و ایمان اور حق تعالیٰ کے قرب سے بریز ہوا کرتا ہے وہ ساری مخلوق کو عجز و ذلت و فقر کی نظر سے دیکھتا ہے اور باوجود اس کے چھوٹے سے بچہ پر بھی تکبیر نہیں کرتا۔"

اور مجلس ۶۲ ص۵۱۰ میں مرقوم ہے:۔

کل ما سوی اللہ عزوجل صنم۔

"اللہ عزوجل کے سوا جو چیز بھی ہے وہ سب بت ہے"

اور ص۵۲۴ میں مرقوم ہے:۔

انی اغار اذا سمعت احدا یقول اللہ وھو یری غیرہ یا ذاکرا اذکر اللہ عز وجل وانت عندہ ولا تذکرہ بلسانک وقلبک عند غیرہ المعادی لی والمحب لی عندی سواء ما بقی علی وجہ الارض لی صدیق ولا عدو فیما یلی صحۃ التوحید ورؤیۃ الخلق بعین العجز واما من یتقی من اللہ عزوجل فھو صدیقی ومن عصاہ فھو عدوی ذلک صدیقی ایمانی وھذا عدوی۔

"مجھے بڑی غیرت آتی ہے جب میں کسی کو سنتا ہوں کہ زبان سے تو اللہ اللہ کرتا ہے اور اس کی نظر جاتی ہے دوسروں پر اے اللہ کا ذکر کرنے والے اللہ کے پاس ہو کر اللہ کا ذکر کیا کر اور اپنی زبان سے اس کا ایسا ذکر مت کیا کر کہ قلب دوسرے کے پاس ہو میرے نزدیک تو میرا دشمن اور دوست دونوں برابر ہیں سطح زمین پر نہ میرا کوئی دوست باقی رہا اور نہ کوئی دشمن یہ مضمون توحید کے درست ہو جانے اور مخلوق کو عاجز دیکھنے کے اعتبار سے ہے ورنہ تو جو کوئی بھی اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے وہ میرا دوست ہے اور جو اس کی نافرمانی کرتا ہے وہ میرا دشمن ہے کہ وہ میرا دینی دوست ہے اور یہ میرا دینی دشمن ہے۔"

اور ص۶۲۲ میں مرقوم ہے:۔

الخلق عند اھل المعرفۃ کالذباب والزنابیر ودکد والقز۔

"اہل معرفت کے نزدیک ساری مخلوق مکھیوں تتلیوں اور ریشم کے کیڑوں کی مانند ہے۔"

علیٰ ہٰذا تحفہ سبحانی ملفوظات حضرت شاہ عبدالقادر جیلانیؒ مترجم مولوی غلام احمد خاں صاحب بریان جھجری مسلم پریس دہلی مجلس ۴۴ ص۱۸۱ میں مرقوم ہے:۔

" مدرسہ میں فرمایا نبوت اکثر جرواہوں کو دی گئی۔ ولایت غلاموں کو اور غریبوں کو جس قدر انسان اس کے

آگے ذلیل ہوتا ہے اسی قدر عزت پاتا ہے جس قدر اس کے آگے تواضع کرتا ہے وہ اسے بلند مرتبہ بنا دیتا ہے۔"

علی ہذا حضرت موصوف اپنی مشہور و نفیس کتاب غنیۃ الطالبین صفحہ ۲۶۶ میں فرماتے ہیں (مقولہ آدم علیہ السلام)

اخرجنا من جوار الحبیب فاحوجنا	ہم نکالے گئے دوست کے پڑوس سے پس ہم محتاج ہوئے
الی التوبۃ والتضرع والافتقار والا	طرف توبہ اور عاجزی اور زاری اور مسکینی و ذلت
استکانۃ والذلۃ من بعد عیش قار۔	کے پیچھے بعد عیش آرام کے۔"

اور صفحہ ۲۷۷ میں فرماتے ہیں :۔

حتّٰی نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم	"یہاں تک کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی
من ولدہ وموسٰی وعیسٰی وداؤد	اولاد میں سے ہیں اور حضرت موسیٰ و عیسیٰ اور حضرت
وسلیمان علیھم السّلام وغیرھم	داؤد سلیمان علیہم السلام وغیرہم بھی نہیں بے پرواہ
لم یستغن عن التوبۃ والاستکانۃ	ہوئے توبہ سے اور عاجزی و محتاج ہونے سے
والافتقار الی اللہ عزوجل۔	اللہ تعالیٰ کی طرف"

اور صفحہ ۳۲۹ میں فرماتے ہیں :۔

قال مالک حدثنی وھب بن کیسان	"امام مالک نے فرمایا کہ روایت کی مجھ سے وہب بن
ان بعض فقھآء اھل المدینۃ کتب	کیسان نے تحقیق بعض فقہاء اہل مدینہ نے لکھا عبداللہ
الی عبداللہ بن الزبیرؓ ان لاھل التقوی	بن زبیرؓ کی طرف کہ تحقیق پرہیزگاروں کی
علامات یعرفون بھا الصّبر عند البلاء	علامتیں ہیں جن سے پہچانے جاتے ہیں، صبر
والرضاء بالقضا والشکر عند النعمآء	کرنا بلا میں، راضی رہنا قضاء پر، شکر کرنا نعمتوں
والتذلل لاحکام القرآن واختیار الذل علی العز۔	پر، اور تذلل اختیار کرنا احکام قرآن پر"

اور صفحہ ۸۰۹ میں فرماتے ہیں :۔

وذل کل شئ لعظمتہ۔	"ذلیل ہے ہر شئے اس کی عظمت کے سامنے"

اور صفحہ ۸۳۱ میں فرماتے ہیں :۔

فاذا وقع بصرہ علی الجلال والعظمۃ	"جب اس کی نظر جلال و عظمت پر پڑتی ہے نیست و
بقی بلا ھو فانیا عن نفسہ وصفاتہ عن	فانی ہو جاتی ہے اپنے نفس اور اپنے صفتوں اور
حولہ وقوتہ وحرکتہ وارادتہ ودنیاہ و (آخرتہ)	حول و قوت اور حرکت و ارادہ اور خواہش دنیا و آخرت سے"

اور صفحہ ۸۳۸ میں فرماتے ہیں :۔

و ینبغی له ان یرضی بالذل الدائم۔

"لائق ہے طالبِ آخرت کے لیے کہ اپنی ذلت کے لیے ہمیشہ راضی رہے۔"

و یکون یستخیر لنفسه الذل۔

"ہو رہے اختیار کرنے والا اپنے لیے ذلت کو"

اور صفحہ ۸۵۹ میں فرماتے ہیں:۔

و ینبغی له ان یؤثر ذله وخموله۔

"لائق ہے کہ پسند کرے اپنے لیے ذلت اور گمنامی کو"

اور صفحہ ۸۸۳ میں فرماتے ہیں:۔

قال ذوالنون المصری ما اعز الله عبدًا بعز هو اعز له من ان یدله علی ذل نفسه وما اذل الله عبدا بذل هو اذل له من ان یحجبه من ذل نفسه۔

"ذوالنون مصری نے کہا نہیں عزت دی اللہ تعالیٰ نے بندہ کو کوئی عزت کہ بڑی ہو اس کے لیے اس سے کہ سجھائے اس کو اس کے نفس کی ذلت اور نہیں ذلت دی اللہ تعالیٰ نے بندہ کو کوئی ذلت کہ زیادہ ذلت ہو اس سے کہ اس کو پردہ رکھے اپنے نفس کی ذلت سے۔"

اور صفحہ ۹۰۲ میں فرماتے ہیں:۔

التوکل هو اکتفاء العبد الذلیل بالرب الجلیل۔

"توکل کفایت کرنا ہے بندہ ذلیل کا ربِ جلیل کے ساتھ (کتاب غنیۃ الطالبین)

اور مثنوی مولانا روم المتوفی ۶۷۲ھ دفتر چہارم صفحہ ۳۶۹ میں مرقوم ہے:۔

گفت موسیٰ را بوحی دل خدا — کائے گزیدہ دوست میدارم ترا

گفت چہ خصلت بود اے ذوالکرم — موجبِ آن تا من آن افزوں کنم

گفت چوں طفلے بہ پیش والدہ — وقتِ قہرش دست ہم بروے زدہ

خود نداند کہ جز او دیار ہست — ہم ازو مخمور و ہم ازو ست مست

مادرش گر سیلے بروئے زند — ہم بما در آید و بروے تند

از کسے یاری نخواہد غیر او — اوست جملہ شر او و خیر او

خاطر تو ہم ز ما در خیر و شر — التفاتش نیست با جائے دگر

غیر من پیشت چوں سنگ ست و کلوخ — گر صبی و گر جوان و گر شیوخ

"اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میری دوستی کا موجب یہی ہے کہ تو حالت

مہر وقہر میں میری ہی طرف رجوع کرے، نہ دوسرے کی طرف مانند بچہ کے اپنی ماں کی طرف اور ہو تیری نظر میں غیر میرا بچہ اور جوان اور بوڑھا مانند سنگ اور کلوخ کے یعنی ڈھیلے پتھر کی مانند" (خلاصہ)

علیٰ ہذا حضرت شیخ سعدیؒ مرید شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ گلستان ص۴۲ میں فرماتے ہیں:۔

درویش وغنی بندہ ایں خاک درندہ   وآناں کہ غنی تراند محتاج تراند

"درویش اور غنی دربار الٰہی کے غلام ہیں" جو غنی زیادہ ہیں محتاج زیادہ ہیں"

اور ص۹ میں فرماتے ہیں:۔

سید عبد القادر گیلانی را دیدند رحمۃ اللہ علیہ در حرم کعبہ روئے بر حصا نہادہ بود ومیگفت؛ اے خداوند بخشاے و اگر مستوجب عقوبتم مرا روز قیامت نابینا برانگیز تا در روئے نیکاں شرم سار نباشم۔

"سید عبد القادر جیلانیؒ کو دیکھا لوگوں نے حرم کعبہ میں سنگریزوں پر مونہہ رکھے ہوئے تھے اور کہتے تھے، اے اللہ مجھے بخش دے اور اگر میں باعث سزا کا ہوں، مجھ کو قیامت کے دن نابینا اٹھا تاکہ نیکیوں کے سامنے میں شرمندہ نہ ہوں"

نیز بوستاں ص۲۰۳ میں فرماتے ہیں:۔

گر از ہستی حق خبر داشتے   ہمہ خلق را نیست پنداشتے

"اگر وجود حق تعالیٰ سے خبر رکھتا ہوتا۔ تمام خلق کو نیست ونابود سمجھتا ہوتا"

نیز باب ہفتم در توبہ ص۳۴۷ میں فرماتے ہیں:۔

دل اندر صمد باید اے دوست بست   کہ عاجز تراند از صنم ہر کہ ہست

"دل اللہ پاک کے ساتھ باندھنا چاہیئے اے دوست، کہ جو کچھ بھی موجود ہے بُت سے زیادہ عاجز ہے"

. اور خود مولوی نعیم الدین نے دروغ گورا حافظہ نباشد، الکلمۃ العلیا ص۶۷ میں مثنوی مولانا روم (دفتر اول ص۸) سے تمام طبقات جنت کو (جو نعمائے الٰہی و تجلی گاہ جناب باری تعالیٰ عز اسمہٗ اور مقام حضرات انبیاء علیہم السلام اور صلحاء اُمت ذوی الاحترام دار آخرت ہے) اور دوزخ کو مانند بت کے ہونا نقل کیا ہے۔

ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من   ہست پیدا ہمچو بُت پیش شمن!!

اور ص۲ میں خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت نقل کیا:۔

خضوعاً لجبروتہ۔   "آپکی عاجزی و پستی اور ذلت حق تعالیٰ کے جبروت کے سامنے ہے"

علیٰ ہذا حضرت شیخ اولیائے ہند شرف الدین یحییٰ منیریؒ (معاصر شیخ نظام الدین اولیائے دہلویؒ جن کے محامد واوصاف کی تفصیل اخبار الاخیار ص۱۱۳ میں بکمال البسط درج ہے) اپنے مکتوب حصہ اول ص۲۱ میں فرماتے ہیں:۔

من کان یرید العزۃ فان العزۃ للہ ـــ
جیسا کہ چہل میں مرید از دنیا درگذرد
بدرجات آخرت ہم قناعت نکند و ہرچہ
درراہ وے پیش آید جز مراد و مقصود ہمہ را زنار
و بت راہ خود شمرد۔

"جو کوئی چاہے عزت تو اللہ کے لیے ہے عزت ساری
جو یہ طالب دنیا سے گزرے درجات آخرت میں بھی
قناعت نہ کرے اور جو کچھ اس کی راہ میں پیش آوے
سوائے مراد اور مقصود کے تمام کو زنار اور بت اپنی
راہ میں شمار کرے۔"

اور مکتوب ہشتم ص۱۲ میں فرماتے ہیں:۔

یکے از ایشاں گفتہ است کہ بت اندر عالم
بسیار است یکے از بتان کرامت ست تا
کافران بر بت تعلق کنند اعدا ر باشند چوں
از بت تبرا کنند اولیا ر گردند بت عارفان
کرامت اگر با کرامت بیارامند محجوب و معزول
گردانند و اگر از کرامت تبرا کنند مقرب و
موصول گردند۔

"منجملہ عارفین کے ایک نے فرمایا ہے کہ بت عالم کے اندر
بہت ہیں منجملہ بتوں کی ایک کرامت ہے جب تک کفار
بتوں کے ساتھ تعلق رکھیں، دشمن رب ہوتے ہیں جب بت
سے بیزاری کریں اولیا ٹھہریں، عارفوں کا بت کرامت
ہے اگر کرامت کے ساتھ مطمئن ہو جاویں محجوب اور معزول
ہو جاویں اور اگر کرامت سے بیزاری ظاہر کریں مقرب
اور واصل الی اللہ ہو جاویں۔"

نیز مکتوب چہل و پنجم کشوری ص۱۶۱ میں فرماتے ہیں:۔

اول معرفت اینست کہ جملہ آفرینش را مقہور
و عاجز و اسیر بیند و نسبت خویش
از ہمہ قطع کند۔

"اول معرفت حق تعالیٰ کی یہ ہے کہ جملہ مخلوقات کو سب سے
زیادہ حقیر عاجز اور قیدی دیکھے اور نسبت اپنی تمام سے
قطع کرے۔"

نیز مکتوب پنجاہ و ششم ص۱۵۵ فرماتے ہیں:۔

اگر دنیا و آخرت ہزار بار پیش او آرند
بگوشہ چشم ننگرد و ہرچہ نام غیرے بردا زند
بت و زنار تصور کند و کارہائے صعب
بروے آسان گردد و دشوار بر طبع آدمی جز
بے تعلقی و بے چیزی و تنہائی نیست، کہ
ایں صفت مردہ است نہ زندہ پس ایں
بکشتن نفس حاصل شود۔

"اگر دنیا اور آخرت ہزار بار عارف کے آگے لائی جاوے
نگاہ بھی ان کی طرف نہ پھیرے، اور جو کچھ غیر کا نام اس کے
سامنے آوے بت اور زنار تصور کرے اور بڑے مشکل
کام اس پر آسان ہو جاویں، اور دشوار آدمی کی طبیعت
پر سوائے بے تعلقی اور بے شئی اور تنہائی کے نہیں ہے،
کہ یہ صفت مردہ ہے نہ زندہ پس یہ نفس کے مارنے
سے حاصل ہوتی ہے۔"

نیز مکتوب نہم جوابی حصہ دوم ص۲۰۶ میں فرماتے ہیں :۔

نقل است کہ چوں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بلال غلام مغیرہ رضی اللہ عنہ بدید ے۔
پیش آمدے وگفتے یا بلالؓ محمد را دعا کن چوں
بلال در دعا شدے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آمین گفتندے[1]
یقین میدان کہ شیران شکاری
دریں راہ خواستند از مور یاری

"نقل ہے کہ جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال غلام مغیرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا سامنے تشریف لائے۔ فرمایا اے بلالؓ محمد کے لیے دعا کر جب بلال دعا میں مشغول پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آمین کہتے تھے۔
"یقین جان کہ شیروں کے شکاری اس راہ میں
چیونٹیوں سے یاری چاہتے ہیں"

نیز ص۳۶۱ میں فرماتے ہیں :۔

اجماع اہلِ طریقت است کہ ہر کہ خود را از فرعون ذرہ بہتر داند او ہنوز در نظر ایں طائفہ متکبر است وخود پرست۔

"اہل طریقت کا اجماع ہے کہ جو اپنے کو فرعون سے ذرہ بہتر جانے وہ ہنوز اس گروہ طریقت کی نظر میں مغرور ہے اور خود پرست"

نیز مکتوب شانزدہم ص۳۰۹ میں فرماتے ہیں :۔

آنکہ تاج لولاک لما خلقت الافلاک[2] بر سر دارد وقبائے قوسین او ادنیٰ در بر فریاد و نالہ او اینست یالیت رب محمد لم یخلق محمداً
اے کاش پروردگار محمد محمد را نیا فریدے

"آپ نے علیہ الصلوٰۃ والسلام تاج لولاک لما خلقت الافلاک سر پر رکھا اور قبائے قاب قوسین او ادنیٰ سے سرفراز ہوئے باوجود اس کے فریاد اور نالہ آپؐ کا یہ ہے اے کاش پروردگار محمد کا محمد کو پیدا نہ کرتا"

نیز مکتوب چہل و پنجم ص۴۲۲ میں فرماتے ہیں :۔

گویند چوں سلطانِ انبیاء و اولیاء صلوٰۃ اللہ علیہ از تبلیغ رسالت فارغ شدے، کمر عصمت باز کردے وکلاہ نبوت از سر نہادے وزبان عجز و بیچارگی برکشادے وگفتے
عظیم ولا یغفر الذنب الا الرب العظیم
اللّٰھم اجعلنی من عتقائك وطلقائك

"کہتے ہیں جب سلطان انبیاء اور اولیاء صلوٰۃ اللہ علیہ تبلیغ رسالت سے فارغ ہوتے، کمر عصمت کھول چکتے اور کلاہ نبوت سر مبارک پر رکھ دیتے اور زبان عجز و بیچارگی کی کھولتے اور کہتے میرے گناہ بڑے ہیں اور نہیں مغفرت کرتا بڑے گناہوں کی مگر پروردگار عظیم اے اللہ کر دے مجھے بری کئے گیوں میں سے اور

---

[1] مجھے یہ روایت کہیں مل نہیں سکی حافظ ابن عساکر نے مناقب حضرت بلال میں بڑی تفصیل کی ہے، تہذیب تاریخ دمشق ص ۳۰۰-۳۰۵ ج ۳ اگر یہ اس میں بھی نہیں (ع - ح) [2] یہ روایت موضوع ہے دیکھو المصنوع ص ۱۲۲ ملا علی قاری حنفیؒ (ع - ح)۔

ومحررديك من النار۔ ۔ ۔ دراں ساعت مقربانِ آسمان وصدیقاں زمین دل از نجات خود برداشتندے۔

چھٹکارہ پانے والوں میں سے اور دوزخ سے آزاد کئے گئے ہوں سے اس گھڑی مقربانِ آسمان اور صدیقانِ زمین کے دل اپنی نجات سے مجبور ہو جاتے ہیں۔"

نیز مکتوب شصتم صفحہ ۴۴ میں فرماتے ہیں:۔

از صدیق اکبر نقل است کہ گفتہ اند کہ امید من بجائے رسیدہ است اگر فردائے قیامت ندا برآید کہ امروز در بہشت نرود مگر یک کس من دانم کہ آن منم وخوف من بجائے رسیدہ است اگر فردائے قیامت ندا برآید کہ امروز در دوزخ نرود مگر یک کس من دانم کہ آں یک کس منم۔

"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نقل ہے فرماتے تھے کہ باری تعالیٰ جل جلالہ کی شان لاابالی بے پرواہی پر نظر رکھتے ہوئے میری امید اس مقام پر پہنچی ہوئی ہے اگر کل قیامت میں ندا آئے کہ آج کے دن بہشت میں نہ جائے گا مگر ایک شخص میں جانوں گا کہ وہ میں ہوں اور خوف میرا یہاں تک ہے اگر کل قیامت میں ندا آئے کہ آج کے دن دوزخ میں نہ جائے گا مگر ایک شخص میں جانوں گا کہ وہ ایک شخص میں ہوں"

ایضاً فرماتے ہیں:۔

اگر ہمہ عالم بصدق صدیق اکبر گردند لا یزید فی ملکہ شئ واگر ہمہ عالم بدعوے انا ربکم الاعلیٰ چوں فرعون گردند لا ینقص من ملکہ شئ۔

"اگر تمام عالم سچائی میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہو جائے نہ زیادہ کر سکے حق تعالیٰ عزوشانہٗ کی ملک میں کوئی چیز بھی اور اگر تمام جہان ساتھ دعوے انا ربکم الاعلیٰ مانند فرعون کے ہو جاوے نہ نقصان پہنچا سکے اس کی ملک میں کچھ بھی"

ایضاً مکتوب سی ویشتم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ صفحہ ۱۳۵ میں فرماتے ہیں:۔

اے برادر عزاو ہمہ عزہا را نعمت ذل کشیدہ است وجلال او ہمہ جلالہا را داغ صغار برنہادہ کمال او ہمہ کمالہا را رقم نقصان زدہ ہستی او ہمہ ہستی ہا را خط نیستی کشیدہ الٰہیت او ہمہ عالم را لباس بندگی وسرافگندگی پوشانیدہ چشم بکشائے وحسرت آدم بین وفریاد نوح شنو وبے کامی خلیل بین وحدیث مصیبت یعقوب شنو چاہ وزندانِ یوسف ما ہرو بین

"اے برادر اس کی عزت نے تمام عزتوں کے وصف کو ذلت میں کھینچ دیا ہے اور اس کے جلال وعظمت نے تمام بزرگیوں پر داغ چھٹائی کا رکھ دیا اس کے کمال نے تمام کمالوں کو نشانہ نقصان کا لگا دیا ہے اس کی ہستی نے تمام ہستیوں پر نیستی کا خط کھینچ دیا، اس کی معبودیت نے تمام جہان کو لباس غلامی اور عاجزی کا پہنا دیا، آنکھ کھول اور حسرت آدم علیہ السلام کی دیکھ اور فریاد نوح علیہ السلام کی سن اور لاچاری بے بسی ابراہیم علیہ السلام کی دیکھ اور بات مصیبت یعقوب۔

وآرہ برفرقِ زکریا نگر، وتیغ برگردن یحییٰ بین و
جگر سوختہ ودل کباب گشتہ محمد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلیہم اجمعین بہ بین،
در نحوان کل شئ ھالک الا وجھہ و
السلام

علیہ السلام کی سن، وہ چاہ قید خانہ یوسف علیہ السلام ماہر دکا دیکھ
اور آرہ مانگ پر زکریا علیہ السلام کے دیکھ اور تلوار گردن پر یحییٰ
علیہ السلام کے دیکھ اور کلیجہ جزا ہوا اور دل بھنا ہوا محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا دیکھ اور پڑھ عالم کی ہر چیز ہلاک ہو
جانیوال ہے مگر حق تعالیٰ مالک الملک عز شانہ کی ذات پاک والسلام"

ایضاً مکتوب چہل و ہفتم ص۱۷۱ میں فرماتے ہیں:۔
چوں خدائے عزوجل بندہ را نیکی خواہد اورا
بعیبہائے نفس خود بینا گرداند۔

"اللہ تعالیٰ عزوجل جو بندہ کے ساتھ نیکی کا ارادہ چاہتا ہے
تو اس کو اس کے نفس کے عیبوں پر بینا کر دیتا ہے"

ایضاً مکتوب چہل و نہم ص۱۸۰ میں فرماتے ہیں:۔
اے برادر خدائے را یوسف و زلیخا بسیار
اند و لیلے و مجنون بے شمار اما مرا و ترا چشم
آن نیست کہ بینیم۔

"اے برادر اللہ تعالیٰ عزوجل کے ہاں یوسف اور زلیخا بہت ہیں،
اور لیلے اور مجنون بیشمار لیکن مجھ کو اور تجھ کو اس کی آنکھ
نہیں ہے کہ ہم ان کو دیکھیں۔

ایضاً مکتوب پنجاہ و یکم ص۱۹۴ میں فرماتے ہیں:۔
ازیں جا بداں کہ ذرات وجود را با برق توحید کیا طاقت
بود چوں آفتاب علم او بتابد ہمہ علمہا جہل شود چوں ارادت
او بتابد ہمہ ارادتہا بے کردہ شود چوں قدرت او بتابد ہمہ
قدرتہا عجز شود و چوں جلالت و عز او آشکارا شود ہمہ
جلالہا و عزہا در خاک مذلت افتد و چوں واحدیت
او پردہ کبریاء از جمال بردارد ہمہ موجودات
در بادیۂ عدم منعدم شود۔

"اس مقام پر جان کہ ذرات وجود کو برق توحید کے سامنے کیا
طاقت ہووے جس وقت آفتاب اس کے علم کا چمکے،
تمام علوم جہل ہوں اور جب ارادہ اس کا ظاہر ہووے
تمام ارادے روک دیئے جائیں اور جس وقت قدرت
اس کی ظاہر ہو تمام قدرتیں عاجز ہو جائیں اور جب
جلالت و عظمت اس کی ظاہر ہو تو تمام بڑائیاں اور
عزتیں خاک ذلت میں پڑ جاویں اور جس وقت واحدانیت
اس کی بڑائی کے پردہ سے جمال دکھلاوے تمام موجودات
عالم عدم کے جنگل میں منعدم ہو جاویں"

ایضاً مکتوب شصت و چہارم ص۲۰۴ میں فرماتے ہیں:۔
اذا اراد اللہ بعبد خیرا البصرہ
بعیوب نفسہ۔ چوں بہ بندہ نیکوئی

"جس وقت اللہ تعالیٰ بندہ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ
کرتا ہے۔ بینا کرتا ہے اس کو اس کے

نحوا بد علیہا او را بدو باز نماید۔

نفس کے عیبوں پر"

ایضاً مکتوب ہشتا دو یکم صـ۳۰۶ میں فرماتے ہیں :۔

من عرف نفسہ فقد عرف ربہ ای
من عرف نفسہ بالفناء فقد عرف
ربہ بالبقاء و بعضے گفتہ اند من
عرف نفسہ بالمعبودیۃ فقد
عرف ربہ بالعبودیۃ ۔

"جس نے پہچانا اپنے نفس کو تو اس نے پہچان لیا اپنے
رب کو یعنی جس نے پہچانا اپنے نفس کے فنا ہونے کو
تو اس نے پہچان لیا اپنے رب کے باقی رہنے کو، اور بعضے
کہتے ہیں جس نے پہچانا اپنے نفس کو عبودیت و بندگی
کی ذلت کے ساتھ پہچان لیا اس نے اپنے رب کو اس
کی ربوبیت کے ساتھ "

علیٰ ہذا حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ جن کو مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے شیخ المشائخ قطب عالم لکھا اور جناب قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ نے رسالہ مسئلہ سماع میں آپ کو حضرت شاہ العالمین قدس اللہ سرہ العزیز لکھا اور مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اخبار الاخیار صـ۲۱۲ میں آپ کے مناقب بکمال بسط معہ توصیف مکتوبات کے ارقام فرمائے اور خود مولوی نعیم الدین کی بڑی مستند کتاب انوارِ ساطعہ جس کو اپنے مطبع نعیمی پریس مرادآباد میں چھاپ کر شائع کیا، اس کے صـ۶۲ میں بھی آپ کو قطب العالم لکھا ہی حضرت گنگوہیؒ اپنے مکتوبات قدوسی مکتوب صد و پنجاہ و نہم صـ۲۱۳ میں فرماتے ہیں :۔

انہ عبد ذلیل والرب رب جلیل
سرگردانی در مقام عبودیت و ذل کو در تقابل
عالم ربوبیت ہمہ راست بر طریق عموم انبیاء
و اولیاء ہمہ حیران و سرگردان اند۔

"بیشک وہ بندہ ذلیل ہے اور رب رب بزرگی والا سرگردانی
مقام عبودیت میں اور ذلیل ہونا وجود کا عالم ربوبیت
کے مقابلہ میں سب پیچ ہے بطریقہ عموم کے انبیاء اور
اولیاء تمام حیران و پریشان ہیں"

ایضاً مکتوب صد و شصت و پنجم صـ۲۲۳ میں فرماتے ہیں :۔

غایت آنکہ بندہ کہ خود را مے یابد ذلیل مے یابد جلیل کہ
جلیل خداست و بندہ ذلیل، ذلیل آں بود کہ
بجمیع وجود و بکلیت خود محتاج جلیل
بود و ہماں جلیل بود و جز اسمی نہ ذلیل بود
سرور ذلیلان در معرفت جلیل سرور انبیاء
است و دریں ذکر و فتے از فکر و مشاہدہ کردم

"انتہاء یہ ہے کہ بندہ جب اپنی حقیقت جانے گا تو اپنے آپ
کو ذلیل پاوے گا اور بزرگ کو بزرگ، اللہ ہی ہے اور بندہ
ذلیل ذلیل اس لیے ہوتا ہے کہ اپنے تمام وجود کے ساتھ محتاج
جلیل کا ہوتا ہے اور وہی جلیل ہوتا ہے اور سوائے شرکت
اسمی وجود کے بندہ کا وجود بجز ذلیل ہونے کے نہیں ہے اور
سردار ذلیلوں کا معرفت رب جلیل میں سردار انبیاء کا ہے اس ذکر میں

ذل حضرت رسالت علیہ السلام بحضرت خدائے تعالیٰ کہ او را ست دانستم کہ امین ست وما ینطق عن الھویٰ ... ہمیں است "

جس وقت میں فکر و مشاہدہ سے متوجہ ہوتا ہوں ذلت حضرت رسالت علیہ السلام کو بمقابلہ حضرت خدائے تعالیٰ کے کہ اس کو سچ جانتا ہوں کہ آپؐ امانت دار ہیں۔ وما ینطق عن الھویٰ کے یہی معنی ہیں "

نیز صوفیہ کے عارف اور شیخ اکبر امام محی ابن عربی المتوفی ۶۳۶ھ جن کو مولوی صاحب بریلوی حیات الموات صـ۴۷ میں امام اور مولوی نعیم الدین نے الکلمۃ العلیا صـ۴۹ میں "حضرت شیخ اکبر قدس سرہ الاطہر" لکھا۔ فتوحات مکیہ صـ۲۶ میں فرماتے ہیں:۔

واصلہ الاحتقار فان کل شئ فی العالم بالنظر الیٰ عظمۃ اللہ حقیر۔

"اصل اس کا احتقار ہے پس ہر چیز عالم کی بنظر عظمت ذوالجلال اللہ تعالیٰ کے سامنے مقابلۃً حقیر و ذلیل ہے"

نیز علامہ شعرانیؒ جن کو مولوی صاحب بریلوی نے حیات الموات صـ۵۵ میں "امام عارف باللہ" لکھا اور خود مولوی نعیم الدین نے الکلمۃ العلیا صـ۶۸ میں امام مستند مانا ہے۔ آپ مختصر فتوحات باب ۳۴ میں نیز جزء اول الیواقیت والجواہر صـ۲۳ میں فرماتے ہیں:۔

لنعتقد انہ صلی اللہ علیہ وسلم فی نفسہ مع ربہ عبد ذلیل خاشع اواہ منیب ھذا ما علیہ اقطاب اھل الورع وھدیت المھتدی صـ۲۵ ومیانۃ الایمان)

"ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فی نفسہ اپنی ذات میں اپنے پروردگار کے ساتھ بندہ ذلیل عاجزی کرنے والے، بہت فریاد کرنے والے رجوع لانے والے ہیں۔ یہ وہ عقیدہ ہے کہ اس پر سب قطب اہل تقویٰ قائم ہیں"

علیٰ ہذا حافظ جلال الدین سیوطیؒ نقایہ میں تصوف کی تعریف میں فرماتے ہیں:۔

حدہ تجرید القلب اللہ تعالیٰ واحتقار ماسواہ۔

"تعریف تصوف کی یہ ہے کہ قلب کو اللہ تعالیٰ کے لیے خاص و مجرد کرے اور اس کے ماسوا کو حقیر جان لے"

علیٰ ہذا امام محمد بن عبدالباقی الزرقانیؒ جن کو مولوی صاحب بریلوی نے حیات الموات صـ۵۵ میں منجملہ عاظم السلف واکارم الخلف نور اللہ تعالیٰ مراقدھم۔ میں شمار کرکے علامہ کے لقب سے ملقب کیا۔ اور انوار ساطعہ مستند مولوی نعیم الدین صـ۴۲ میں خاتم المحدثین لکھا۔ اور خود مولوی نعیم الدین نے اپنی اسی زیر تنقید کتاب کے صـ۲۵ میں امام علامہ لکھا۔ شرح مواہب میں تصوف کی یہ تعریف فرماتے ہیں:۔

ھو تجرید القلب للہ واحتقار ما

"تصوف کے معنی یہ ہیں کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالی کرے

عداه بالنسبة لعظمته والا فاحتقار نبی کفر ۔ (ھدایت ص)

اور جو چیزیں اللہ عزوجل کے سوا ہیں، ان کو بمقابلہ عظمتِ الٰہی کے حقیر سمجھے اور یہ حقیر سمجھنا عظمتِ الٰہی کے مقابلہ میں ہے ورنہ نبی کو حقیر جاننا کفر ہے۔

نیز علامہ موصوف اپنی کتاب شرح مواہب ج ۸ صـ۱۲۱ میں فرماتے ہیں :۔

(اسری بعبدہ) لانہ لیس للمؤمن صفۃ اتم ولا اشرف من العبودیۃ ولذا اطلقہ اللہ تعالیٰ علی نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اشرف المواطن کقولہ اسری بعبدہ الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب۔ تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ۔ فاوحی الی عبدہ ما اوحی۔ قال ابو علی الدقاق قال لموسٰی وسبب ذلک ان الالھیۃ والسیادۃ والربوبیۃ انما ھی فی الحقیقۃ للہ لا لغیرہ والرب فی الحقیقۃ اشرف المراتب ولیس بعدھا الا المجاز۔

"حق تعالیٰ کا فرمان پاک ہے وہ ذات جس نے کہ سیر کرائی اپنے بندہ کو۔ کیونکہ نہیں ہے مومن کے لیے کوئی صفت اس سے زیادہ کامل اور نہ اشرف عبودیت سے اور اسی وجہ سے عبد کا اطلاق فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اشرف مقامات میں جس طرح فرمایا سیر کرائی اپنے بندہ کو۔ سب تعریف واسطے اللہ کے ہے جس نے اتاری اپنے بندہ پر کتاب۔ بڑی برکت والی وہ ذات ہے جس نے نازل کیا فرقان اپنے بندہ پر۔ پس وحی بھیجی اپنے بندہ کی طرف۔ کہا اس کو ابو علی دقاق نے کہا طوسی نے اور سبب اس کا یہ ہے کہ الٰہیت اور سیادت اور ربوبیت سوائے اس کے نہیں کہ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ عزوجل ہی کے لیے ہے نہ کسی غیر کے لیے اور رب حقیقت میں اشرف المراتب عزت والا ہی ہے۔ اور نہیں ہے بعد اس کے کوئی مرتبہ مگر بطور مجاز کے"

ایسے ہی صحائف السلوک در رقعات حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی خلیفہ شاہ نظام الدین اولیاءؒ المتوفی ۷۵۲ھ مسلم پریس قصبہ جھجرا صـ۶ میں فرماتے ہیں :۔

خود را مردہ انگارد و خلق را سنگ وکلوخ شمارد

"اپنے آپ کو مردہ گن لے اور خلق کو پتھر اور ڈھیلے شمار کرے"

نیز صـ۱۶ میں فرماتے ہیں :۔

بدانی کہ در عالم ہیچ کس مستحق حمد نیست واد بجمیع محامد سزاوار است کہ الف ولام

"جان کہ عالم بھر میں کوئی شخص مستحق ولائق حمد و تعریف کے نہیں ہے وہ اللہ عزوجل ہی تمام تعریفوں کے لیے سزاوار

اینجا برائے استغراقِ جنس است ۔

"دلائل ہے کہ الف اور لام اس جگہ استغراقِ جنس کے لیے ہیں"

نیز ص۲۷ میں فرماتے ہیں :۔

عزیزِ من کعبہ و عرفات از سنگے و کلوخے بیش نہ پس شرک بود نہ ایمان۔ عزیزِ من طائف و مصر و بغداد ایشاں را یکساں بود۔

"عزیزِ من کعبہ اور عرفات پتھر اور ڈھیلے سے زائد نہیں پس شرک نہ ہو گا نہ ایمان" "عزیزِ من میرے کہا اور طائف اور مصر اور بغداد اور عارفوں کے نظر میں یکساں ہوویں"

نیز ص۱۰۱ میں فرماتے ہیں :۔

در کمالِ معرفت عجزِ مصطفیٰ ہیں کہ لا احصی ثناء علیک ۔

"کمالِ معرفت میں عجزِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھ کہ لا احصی ثناء علیک (میں تیری تعریف شمار نہیں کر سکتا ہوں)"

ایسے ہی حضرت مجدد الف ثانی رح کے مکتوبات جلد اوّل ص۱۲۵ میں ہے :۔

عالم را با صانعِ خویش ہیچ نسبتے نیست مگر آنکہ مخلوق و ذلیل ست ۔

"عالم کو ساتھ صانع اپنے کے کچھ بھی نسبت نہیں مگر یہ کہ مخلوق اور ذلیل ہے"

نیز ص۱۷۱ میں فرماتے ہیں :۔

پیغمبران را علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کہ قریب یک لکھ و بست و چہار ہزار گذشتہ اند خلائق را بالعبادت خالق ترغیب فرمودہ اند و از عبادت غیر منع نمودہ، و خود را بندہ و عاجز دانستہ اند و از ہیبت و عظمتِ او تعالیٰ ترساں و لرزاں بودہ اند۔

"ہمارے پیغمبران علیہم الصلوٰت والتسلیمات کہ قریب ایک لاکھ چوبیس ہزار کے گزرے ہیں، خلائق کو خالق کی عبادت کی طرف ترغیب فرماتے تھے، اور عبادت غیر سے منع کرتے تھے، اور اپنے آپ کو بندہ اور عاجز جانتے تھے، اور ہیبت و عظمتِ حق تعالیٰ جل شانہ سے ترساں اور لرزاں رہتے تھے"

علیٰ ہذا مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رح اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص۲۶ میں فرماتے ہیں :۔

زیرا کہ در عبودیت غایت تذلل و نہایت خواری ست مستحق نیست آنرا مگر آں کس کہ در غایت عزت و کبریا رست و آں نیست مگر پروردگار ربّ العزّت والکبریاء ۔

"عبودیت میں غایت درجہ ذلت اور نہایت درجہ خواری ہے اور اس کا مستحق نہیں ہو سکتا ہے مگر وہ جو غایت درجہ عزت اور عظمت رکھتا ہے اور وہ نہیں ہے مگر پروردگار ربّ العزّۃ اور عظمت والا"

نیز ص۵۵ میں فرماتے ہیں :۔

الا کل شئی ما خلا اللہ باطل —
آگاہ باش اے سامع بشنو و بدان
کہ ہر چیز ماسوی حق ست جل و علا باطل و
فانی و ہالک و مضمحل و نیست ست۔

"آگاہ ہو اے سننے والے سن اور جان کہ ہر چیز جو ماسوائے حق تعالیٰ جل و علا کے ہے، باطل و فانی اور ہالک و مضمحل اور نیست ہے۔"

نیز ص۹۴ میں فرماتے ہیں :-

کلھم من آدم و آدم من تراب۔
مردم پسران آدم اند و آدم از خاک ست،
و خاک خوار و پست ست تعزز و ترفع او
را سزاوار نبودہ ست

"تمام آدمی آدم کے بیٹے ہیں اور آدم خاک سے، اور خاک خوار و پست ہے، شان اور بلندی اس کے لائق نہیں ہوتی۔

ز خاک آفریدت خداوند پاک —
پس اے بندہ افتادگی کن چو خاک

خاک سے بنایا ہے اللہ پاک نے، بس اے بندہ پستی میں پڑا رہنا اختیار کر مانند خاک کے۔"

نیز ص۲۱۲ میں فرماتے ہیں :-

و آں حضرت نفس شریف خود را نیز دریں
مقام بر حد بشریت و ضعف عبودیت داشت
بجہت رعایت کمال عزت و عظمت ربوبیت
حق جل و علا۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس شریف کو بھی اس مقام میں حد بشریت اور ضعف عبودیت پر رکھتے تھے بوجہ رعایت کمال وجہ عزت اور عظمت ربوبیت حق تعالیٰ جل و علا کے۔"

نیز ص۵۲۹ میں فرماتے ہیں :-

در فتوح الغیب فرمودہ اند صلاح فنائے
عبد ست بکلیت از وجود ہستی خود کہ تا
شائبہ از ہستی باقی ست فساد ست و چوں
فنا فی اللہ کامل شد بقا باللہ نیز کامل خواہد
بود، و اکمل افراد آنحضرت سید السادات
و افضل کائنات ست صلی اللہ علیہ وسلم
و علی آلہ و سائر النبیین و آل کل و
سائر الصالحین۔

"فتوح الغیب میں حضرت شاہ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں بھلائی و درستگی فنا ہو جانا بندہ کا ہے کلیتہً اپنے وجود ہستی سے کہ جب تک شائبہ ہستی کا باقی ہے فساد ہے اور جب فنا فی اللہ میں کامل ہوا بقا باللہ میں کامل ہو گا اور سب سے کامل اس باب میں آنحضرت سید السادات و افضل کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ و علی آلہ و سائر النبیین و آل کل و سائر الصالحین۔"

علیٰ ہذا جناب شاہ صاحب موصوف دہلویؒ اخبار الاخیار ص۴۵ میں ارقام فرماتے ہیں :-

آدم و آدمیان را و عالم و عالمیان را معدوم شمارد و نابود پندارد زیرا کہ ہمہ در عالم امکانند و اسیر حدثانند ۔

"آدمی اور آدمیوں کو اور عالم اور عالم والوں کو معدوم شمار کرے اور نابود سمجھے کیونکہ تمام عالم امکان میں داخل ہیں اور قیدی حدوث کے ہیں"

نیز ص۹۵ میں مرقوم ہے :-

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۔ وعلامت ظہور ایں فضل و رحمت آنست کہ او را العیوب نفس خود بینا کند و پرتوئے از انوار عظمتِ الٰہی کہ ہمہ مکنونات در جنب آں متلاشی است، بر درون او بتابد تا ہمہ دنیا و بزرگی ہائے آں در نظر او خاک بود و اہل آں را در دل وے سنگی نماند۔

"اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر اور اس کی رحمت نہ پاک کرتا تم میں کسی کو کبھی" سلامت ظاہر ہونے اس فضل و رحمت کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اس کو اپنے نفس کے عیوب پر نظر کرنے کے لیے بینا کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے اور پرتو انوار عظمت الٰہی سے کہ تمام پوشیدہ اس ڈھونڈھنے والے کے پہلو میں ہیں ظاہر کر دیتا ہے دوہ خود چمکتے ہیں یہاں تک کہ تمام دنیا اور اس کی ساری خوبیاں اس کی نظر میں خاک ہو جاتی ہیں اور اہل دنیا کی بمقابلہ عظمت الٰہی کے اس کے دل میں ایک پتھر کی برابر بھی وقعت نہیں رہتی"

نیز ص۱۲۲ میں مرقوم ہے :-

دل از خلق برداشتن و بر حق بستن کار اولیاء انبیاء است ۔

"دل خلق سے اٹھا لینا اور حق تعالیٰ کے ساتھ باندھ لینا اولیاء اور انبیاء علیہم السلام کا کام ہے"

نیز ص۱۴۴ میں مرقوم ہے :-

ہر چہ نظر در غیر است شرک است و خود را مردہ انگارد و خلق را سنگ و کلوخ شمارد و حقیقت بداند کہ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ۔ وکسیکہ چنیں بود بدیگرے چہ نفع و مضرت تواند رسانید ۔

"جو کچھ نظر میں سوائے حق تعالیٰ کے غیر کا محل ہے شرک ہے، اور اپنے آپ کو مردہ شمار کرے اور خلق کو پتھر اور ڈھیلے شمار کرے اور حقیقت پہچان کہ نہیں ہیں وہ مالک اپنے نفسوں کے نقصان کے اور نہ نفع کے اور نہیں ہیں مالک موت کے اور نہ زندگی کے اور نہ بعد موت کے پھر زندہ ہو کر اٹھنے کے اور جو شخص اس طرح کا لاچار ہو گا دوسروں کو کیا نفع اور نقصان پہنچا سکے گا"

علیٰ ہذا مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ جن سے مولوی صاحب بریلویؒ نے حیات الموات میں جگہ جگہ استناد کیا ہے ، انفاس العارفین ص۳۱ میں اپنے والد محترم جناب شاہ عبدالرحیم صاحبؒ سے نقل فرماتے ہیں :۔

میفرمودند طریق مکاشفہ رفع حجب است ومبدأ ایں محبت ذاتیہ است کہ کونین را ترک کند بحدیکہ ملوک واغنیاء وہمہ ابناء دنیا بمشابہ کلاب وخنازیر واخوانِ شیاطین بنظرش درآیند آنگاہ خدائے تعالیٰ محبۃ ذاتیہ در دل اندازد۔

"فرماتے تھے طریق مکاشفہ کا رفع حجاب ہے اور ابتداء اس کی محبتِ ذاتی حق تعالیٰ کی حاصل کرنا ہے کہ دونوں جہان کو ترک کرے اس حد تک کہ بادشاہ اور اغنیاء اور تمام دنیا والے مانند کتے اور سوروں اور شیاطین کے بھائی اس کی نظر میں آویں اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی محبت ذاتی دل میں ڈالتا ہے"

نیز ص۱۲۷ بمکتوب حضرت شیخ عبدالاحدؒ سرہندیؒ نقل فرماتے ہیں :۔

نوشتہ بودند ما للتراب ورب الارباب گویم در قصہ معراجیہ مذکور است کہ ایں از راہ تادب بود۔ قال اللہ تعالیٰ یا محمد انک اخترت العبودیۃ تادبا انا اخترتک بجمیع الکرامات الانسیۃ تفضلا پس تادب امرے دیگر است وتفضل امرے دیگر ؎

خاک را چوں کار با پاک اوفتاد
پیش آدم عرش برخاک اوفتاد

"ازراہ ادب کے تھا کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تونے اختیار کیا میرے لیے عبودیت کو ازراہ ادب کے میں نے اختیار کیا تجھے جمیع کرامات انسانیہ کے ساتھ اپنے فضل وکرم سے پس ادب امرے دیگر ہے اور فضیلت امرے دیگر ہے ؎

خاک کو جو کام پاک کے ساتھ پڑا۔ آدم کے روبرو عرش اوپر خاک کے پڑا"

نیز ص۱۳۵ میں نقل فرماتے ہیں :۔

ہیچ کس را تا نکردہ او فنا ر
نیست رہ در بارگاہ کبریا ر

"کوئی شخص تا وقتیکہ اپنے آپ کو فنا کردے نہیں ہے رہیا بی بارگاہ کبریا میں۔

ایضاً جناب شاہ صاحب موصوفؒ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص۵۳ میں طریقہ نقشبندیہ سے نقل فرماتے ہیں :۔

والحاصل ان الغیر یذھب بتمام وجہ فی الخلفاء وفی ھذا المقام متحقق

"حاصل یہ ہے کہ غیر بالکل جاتا رہے ہر وجہ سے خلفاء میں اور اس مقام میں متحقق ہوتی ہے سیر فی اللہ

لہ قابل تخریج وتحقیق ہونے کی وجہ سے ناقابل اعتبار ہے (ع۔ح)

السیر فی اللہ فان العبد بعد الفناء
المطلق الذی هو فناء الذات وانتفاء
الصفات یخلع علیہ الوجود الحقانی
حتّٰی یتشرف بذلك الوجود بالاوصاف
الالهیۃ یتخلق بالاخلاق الربانیۃ
وفی هذا المقام یتحقق مرتبۃ بی
یسمع وبی یبصر وبی یبطش وبی یمشی
وبی یعقل فان الذات والصفات الفانیۃ
فی هذا المقام تتبدل بکسوۃ الوجود الباقی۔

تو تحقیق بندہ کو بعد فنا مطلق کے کہ وہ فنائے ذات و فنائے
صفات ہے خلعت وجود حقانی کا عطا ہوتا ہے۔
یہاں تک کہ شرف ہوتا ہے اس وجود سے اوصاف
الٰہیہ کے ساتھ اور متخلق ہوتا ہے اخلاق ربانیہ کے
ساتھ اور اس مقام میں متحقق ہوتا ہے مرتبہ حسب
فرمان حدیث، مجھ سے ہی سنتا ہے مجھ سے ہی دیکھتا
ہے مجھ سے ہی حملہ کرتا ہے مجھ سے ہی چلتا ہے،
مجھ سے ہی سمجھتا ہے کیونکہ ذات و صفات فانیہ
اس مقام میں بدل جاتی ہے لباس وجود باقی سے"

نیز ص۵۸ میں مرقوم ہے:۔

وادب الباطن هو ان تحفظ قلبك
من خطور الاغیار سواء کان خیرا او
شرا فانهما فی الحجاب سواء۔

"ادب باطن کا یہ ہے کہ اپنے قلب کی حفاظت
کرے کہ اس میں غیر کا خطرہ نہ آنے دے خواہ نیک ہو
یا بد کیونکہ حجاب ہونے میں دونوں برابر ہیں:"

نیز ص۹۲ میں منقول ہے:۔

غیر حق تعالیٰ را از دل کشیدیم و پس پشت
مے اندازیم۔

"ازذاکر نفی اثبات میں ارادہ کرے کہ غیر حق تعالیٰ کو کھینچ
لے دل سے نکال دیا اور پس پشت پھینک دیا۔

نیز ص۱۰۱ میں منقول ہے:۔

واظهار الذلة والافتقار

"دعا کرنے والا اپنی ذلت اور محتاجی کا اظہار کرنے والا ہے"

نیز آپ اپنی رباعیات میں فرماتے ہیں ؎

در مذہب ما شرک جلی ست وصریح
گر سوے دگر خطرہ خاطر باشد (درجات دل ص۲۸۵)

علیٰ ہذا معمولات ملفوظات مظہری (مرزا مظہر جان شہید دہلوی) ص۲۶ و ص۴۶ میں مرقوم ہے:۔

مقصود از خلعت بنی آدم ادائے لوازم بندگی
است واظہار وظائف ذلّ وافتقار و عجز
ونیستی وہستی وعز و کبریائی و استغنا خاصہ
حضرت رب معبود ست بندہ کہ خود را مستغنی

"مقصود پیدائش بنی آدم سے ادائے لوازم بندگی
ہے اور اظہار وظائف ذلت در محتاجی اور عجز
اور نیستی ہے اور ہستی اور عزت و عظمت اور استغناء
خاصہ حضرت رب معبود کا ہے۔ بندہ کہ اپنے آپ

از بندگی وا ماندو یا اثباتِ عزو کبریائی نماید مدعی خداوندی است، بندہ را با بندگی کار است خداوندی کار اوست، ہر چند اظہارِ بندگی ولوازم آں از ذل وعجز از بندہ بیشتر رود عنایات والطافِ خداوندی درحق او زیادہ تر منتہی لان المعرفۃ فی ذات اللّٰہ جھل، عجز عن المعرفۃ

کو مستغنی بندگی سے جانے یا اثباتِ عزت و کبریائی کا اپنے لیے کرے مدعی خداوندی کا ہے۔ بندہ کو بندگی سے کام ہے خداوندی کام حق تعالیٰ کا ہے ہر چند اظہار بندگی اور اس کے لوازمات کا ذلت و عجز بندہ سے جس قدر زیادہ ہوگا عنایات والطاف ربانی اس کے حق میں زیادہ تر بدرجہ انتہا ہوں گے، کیونکہ معرفت اللہ تعالیٰ کی ذات میں جہل اور عجز معرفت سے ہے۔"

علی ہٰذا حضرت خواجہ میر درد محمدی دہلویؒ المتوفی ۱۱۹۵ھ رجوع کا پرا درجا دہلی سے تھے، معاصر وہم جلیس حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ اور مولانا شاہ عبد العزیزؒ تھے۔ شاہ آفاق صاحب رہنے مدت مدیدہ تک جن سے فیوض و برکات محمدیہ حاصل کئے، اپنے رسالہ اسرار الصلوٰۃ ص۱۵ سر چہارم در بیان رکوع ارقام فرماتے ہیں:۔

دریں وقت تعظیم تمام خود را بہ پیشِ عظمت او تعالیٰ پست گردانیدہ عظمت و بزرگی جمیع مخلوقات را کہ بظاہر بزرگ و تعظیم می نمایند از دل خویش دور کردہ۔

"اس وقت میں پوری تمام تر تعظیم کے ساتھ اپنے آپ کو سامنے عظمتِ حق تعالیٰ کے پست کرے، عظمت اور بزرگی جمیع مخلوقات کو کہ بظاہر بزرگ اور بڑے مرتبہ کا ان کو دیکھے اپنے دل سے دور کرے۔"

مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ تفسیر فتح العزیز جلد اول ص۱۹ میں فرماتے ہیں:۔

حضرتِ حق فرمود اے داؤد چوں خود را از شکر من عاجز دانستی ادائے شکر من کردی۔

"حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا اے داؤد جب تو نے اپنے آپ کو میرے شکر سے عاجز جانا تو تو نے ادائے شکر میرا کیا۔"

ایضاً ص۳۹ میں فرماتے ہیں:۔

حقیقتِ عبادت نہایتِ تذلّل است برائے نہایت تعظیم غیر خود۔

"حقیقت عبادت کی نہایت درجہ ذلیل ہونا ہے واسطے نہایت درجہ تعظیم غیر کے یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے۔"

ایضاً ص۴۳ میں فرماتے ہیں:۔

الٰہیت موجبِ عزت، ہیبت، ست وعبودیت مقتضی خضوع، ذلت۔

"الٰہیت موجب عزت اور ہیبت وجلال و عظمت کا ہے اور عبودیت مقتضا عاجزی اور ذلت کا ہے۔"

ایضاً ص۴۵۸ میں ہے:

عبادت یعنی غایتِ تذلل برائے نہایت
تعظیم مطلقاً مخصوص دریں ملت بحضرت
حق است۔

"عبادت یعنی غایت درجہ تذلل واسطے نہایت
درجہ تعظیم کے مطلقاً اس ملت میں مخصوص واسطے
حق تعالیٰ کے ہے۔"

ایضاً ص۴۶۱ میں ہے:۔

ہمہ خلق دراں روز و غایتِ تذلل باشند

"تمام مخلوقات قیامت کے روز غایت درجہ
ذلت کی حالت میں ہوگی۔"

ایضاً ص۴۷۱ میں مرقوم ہے:۔

واز تذلل وآں بعبادت مفہوم گشتہ و از
معرفتِ عزتِ ربوبیت وذلتِ بشریت

"تذلل سے عبادت کے معنی اور معرفت سے عزتِ
ربوبیت اور ذلتِ بشریت سمجھی گئی ہے۔"

ایضاً ص۴۶۴ میں مرقوم ہے:۔

حقیقتِ عبادت تصحیح نسبتِ عبودیت
است، زیرا کہ چوں بندہ خود را ممکن شناخت
رب خود را بوجوب خواہد شناخت،
وچوں خود را مملوک دانست رب خود را
مملوک دانست رب خود را مالک خواہد
دانست، وچوں خود را مقہور دید رب خود
را قاہر خواہد دید وچوں خود را مقدور دید
رب خود را قادر خواہد دید، وچوں خود را
مامور و ذلیل شناخت ربّ خود را آمر
وعزیز خواہد شناخت، وعلیٰ ہٰذا القیاس۔
خود را مانند غلامے ذلیل کہ بحضورِ خاوند
خود بر پا ایستادہ وکمر اطاعت بستہ
ہر امر ونہی او را منتظر بودہ خواہد دانست
دریں جا باید دانست کہ ہر چند حقیقت

"حقیقتِ عبادت کی تصحیح کرنا نسبت عبودیت
کا ہے۔ آپ کو ممکن حادث پہچاننا اپنے رب کو
واجب الوجود ہمیشہ سے ہونا اور ہمیشہ رہنا
پہچانا اور جب اپنے آپ کو مملوک جانا اپنے رب کو
مالک جانے گا اور جب اپنے آپ کو مقہور دیکھا اپنے
رب کو قاہر دیکھے گا، اور جب اپنے آپ
کو تحت قدرت دیکھا اپنے رب کو قادر دیکھے گا۔
اور جب اپنے آپ کو مامور اور ذلیل پہچانا
اپنے رب کو آمر اور عزت والا پہچان لے گا۔
اور علیٰ ہٰذا القیاس اسی طرح اپنے آپ
کو مانند غلام و ذلیل کے روبرو اپنے خاوند
مالک کے کھڑا ہوا اور کمر بستہ ہر امر و
نہی کے لیے اس کا منتظر رہنے والا جانے گا۔
اس مقام پر جاننا چاہیئے کہ ہر گاہ کہ حقیقت

عبادت بجبر و توجہ بحال نفس خود و دیدن داغ عبودیت بر خود ظاہر و ہویدا است۔

عبادت کی بجبر دمتوجہ ہونے اپنے نفس کی طرف اور دیکھنے داغ عبودیت کا اپنے اوپر ظاہر اور روشن ہے"

ایضاً ص۱۶۴ میں مرقوم ہے :۔

منصب رسالت و نبوت بسبب خلوص بندگی و کمال عبودیت است و یا فتن و ذکر الاصل یغنی عن ذکر الفرع ولنعم ما قیل بیت داغ غلامیت کرد پایۂ خسرو بلند میر ولایت شود بندہ کہ سلطان خرید پس از جہت اظہار شرف عبودیت لفظ عبدنا مناسب تر افتادہ چنانچہ در انزل علی عبدہ الکتاب۔ و نزل الفرقان علی عبدہٖ۔ و دیگر آیات مرعی شدہ۔

"منصب رسالت اور نبوت کا بسبب خلوص بندگی اور کمال عبودیت کے ساتھ حاصل ہوتا ہے۔ اور ذکر کرنا اصل کا بے پرواہ کر دیتا ہے ذکر کرنے فرع سے اور کیا اچھا کہا گیا ہے ؎ داغ غلامیت نے کر دیا پایہ خسرو کا بلند۔ میر ولایت ہوا بندہ جس کو سلطان نے خریدا پس اس وجہ سے اظہار شرف عبودیت کا لفظ عبدنا سے زیادہ مناسب ہوا چنانچہ آیت "نازل کی اپنے بندہ پر کتاب اور نازل کیا فرقان کو اپنے بندہ پر وغیرہم آیات میں اس کی رعایت کی گئی ہے"۔

ایضاً ص۱۶۲ و ص۱۶۴ میں مرقوم ہے۔

ذکر اشیائے حقیرہ در مقامے کہ مقتضی ذکر آن اشیاء باشد کمال بلاغت و عین فصاحت است برابر است کہ آں شئی حقیر یعنی پشہ باشد پس بالاتر از اں و بالاتر از پشہ بودن دو احتمال دارد یکی آنکہ بالاتر در جثہ باشد مثل مگس و عنکبوت و مانند آں دوم آنکہ بالاتر در خوردی و حقارت بود مثل پر پشہ، کہ در حدیث شریف دنیا را باد تمثیل فرمودہ اند بالجملہ حق تعالیٰ خالق کبیر و صغیر است و حکمت او در ہر چہ پیدا کردہ است جلوہ گر است پس تمثیل بہر چیز کہ مشتمل بر حکمتے

"ذکر اشیاء حقیرہ کا جس مقام میں کہ مقتضے ان کے ذکر کا ہو کمال بلاغت اور عین فصاحت ہے برابر ہے کہ وہ شئے حقیر مچھر ہو پس بالاتر اس سے در بالاتر مچھر سے ہونا دو احتمال رکھتا ہے ایک یہ کہ بالاتر جثہ میں ہو مثل مکھی اور عنکبوت اور اس کے مانند دوسرے یہ کہ بالاتر چھوٹائی میں اور حقارت میں ہو مثل پر مچھر کے کہ حدیث شریف میں دنیا کو اس کے ساتھ تمثیل فرماتے ہیں۔ حاصل یہ کہ حق تعالیٰ خالق بڑے چھوٹے کا ہے اور حکمت اس کی جو کچھ اس نے پیدا کیا ہے جلوہ گر ہے پس تمثیل ہر چیز کے ساتھ جس میں کوئی حکمت اور کوئی منفعت ہو بہتر

ومنفعتے باشد مستحسن ومحموداست بلکہ
دراشیائے صغیرة الجسم وحقیرة القدر
اگر حکمتے کاملہ ومنفعتے عمدہ ظاہر گردد بسیار
عجیب مینماشد چنانچہ ازغرائب خلقت
پشہ نوشتہ اند کہ باوجود ایں خردی جثہ
آنچہ فیل را دریں کبر جثہ داده اند از اعضا
وجوارح ہمہ باوہم عنایت شده مع شئ
زائد واز عجائب خرطوم آنست کہ باوجود
ایں خردی وکاواکے اگر اورا در پوست
گاومیش یا فیل بخلاند ہمچو فرومیرود کہ
گویا انگشت در حلوا بروند وسرش آں
است کہ درسر خرطوم او سمیتے ودیعت
نہاده اند کہ بسبب آں نفوذ می کند
پس تمثیل باشیائے حقیرہ راحق تعالے
کہ حکیم است ودرآں اشیائے حکمت
ہائے گوناگون ودیعت نہاده است
ہرگز ترک نمی فرماید لیکن سامعانِ کلام
الٰہی دو قسم مے باشند قسمی اہل ایمان اند
کہ قولِ ایشاں معتبراست زیراکہ موافق
عقل جاری میشوند وقسمی دیگر کفار اند کہ قول
ایشاں معتبر نیست زیراکہ ازراه عناد برخلاف
مقتضائے عقل میروند یعنی پس اماکسانیکہ
ایمان آوردہ اند پس میدانند کہ آں تمثیل
حق است، آمده از پروردگار ایشاں زیرا
کہ بیان خست چیزے وحقارت آں بدون

اور اچھی ہے بلکہ چھوٹی اور حقیر چیزوں میں اگر کوئی
حکمت کاملہ اور کوئی منفعت عمدہ ظاہر ہو رہے
نہایت عجیب ہوتی ہے چنانچہ عجائبات مچھر کی
پیدائش میں لکھتے ہیں کہ باوجود اس چھوٹے جسم ہونے
کے جو کچھ کہ ہاتھی کو اس کے بڑے جسم ہونے کے اعضاء
وجوارح ہیں، وہ تمام مچھر کو عنایت ہوئے ہیں اور کچھ
زائد بھی اور مچھر کی سونڈ کے عجائبات میں سے یہ ہے
کہ باوجود چھوٹے ہونے اور نرم ہونے کے اگر گائے
کے چمڑے یا ہاتھی میں چبھو دے تو اس طرح چلی جاتی ہے
جس طرح حلوے میں انگلی چلی جاتی ہے اور بھید اس
میں یہ ہے کہ اس کی سونڈ کے سرے میں سمیت رکھ
دی گئی ہے کہ بسبب اس کے نفوذ کرتا ہے پس ساتھ
تمثیل اشیاء حقیرہ کے کہ حق تعالیٰ الحکیم ہے اور
ان اشیاء میں طرح طرح کی حکمتیں رکھی ہیں ہرگز
ترک نہیں فرماتا لیکن سننے والے کلام الٰہی کے دو
قسم کے ہوتے ہیں ایک قسم اہلِ ایمان ہیں
کہ قول ان کا معتبر ہے کیونکہ موافق عقل کے
چلتے ہیں اور قسم دوسری کفار ہیں کہ قول ان
کا معتبر نہیں ہے کیونکہ ازراہِ عناد برخلاف
مقتضائے عقل کے جاتے ہیں۔ لیکن وہ آدمی کہ
ایمان لائے ہیں۔ پس وہ جانتے ہیں کہ وہ
تمثیل حق ہے ان کے پروردگار کی طرف سے
آئی ہوئی ہے کیونکہ کہ بیانِ خست کسی چیز
کا اور اس کی حقارت کا بدون تمثیل شئے
حقیر اور خسیس کے نہیں ہو سکتا ہے،

تمثیل بشیٔ حقیر و خسیس نمی تواند شد
اگر دراں مقام تمثیل بچیز ہائے بزرگ نماید
بے موقع مے افتد و رب ایشاں کہ مراتب
اشیا را میداند و ہر چیز را در مرتبہ خود می
نہد ہرگز خلاف آں نخواہد فرمود۔ یعنے
واما کسانیکہ کافر شدند پس میگویند با وجود
آنکہ مطابقت مثال را با ممثل بہ میدانند،
ومی نہمند کہ ایں چیز حقیر را غیر از چیز حقیر
مثال نمی تواند شد، یعنی چہ چیز ارادہ کردہ
است با آنکہ عظمت او بی نہایت است،
یعنی بگردانیدن ایں چیز حقیر مثال تا سبب
ہدایت گردد حالانکہ ایں چیز حقیر مناسب
عظمت او نیست و ایں نمے فہمند کہ مثال
را می باید کہ مطابق ممثل بہ باشد در عظمت
وحقارت نہ مطابق ممثل کہ ذکر کنندہ مثال
است، آرے حق تعالیٰ با آوردن ایں چیز
ہائے حقیر در تمثیلات قرآن ارادہ امر عظیمی
فرمودہ است وآں امتیاز است درمیان
مومناں و کافراں زیراکہ۔ یعنی گمراہ می کند
بسبب آں مثال با آنکہ نفس سبب
ہدایت است، یعنی بسیارے را از مردم
کہ از راہ غلط فہمی تمثیل اشیائے حقیرہ را
باشیائے حقیرہ منافی عظمت ذکر کنندہ مثال
میدانند و ہر چند ایں ہا جماعہ کثیر اند اما کثرت
ایشاں ہیچ اعتبار ندارد تا قول ایشاں

اگر اس مقام میں بڑی بڑی چیزوں کے
ساتھ تمثیل دیں بے موقع پڑے گا۔ اور
پروردگار کہ مراتب اشیاء کے جانتا ہے،
اور ہر چیز کو اس کے مرتبہ میں رکھتا ہے ہرگز خلاف
ان میں نہ فرمائے گا۔ لیکن وہ لوگ کہ کافر
ہوئے پس کہتے ہیں باوجود اس امر کے کہ مطابقت
مثال کی ممثل بہ کے ساتھ جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ
اس چیز حقیر کی مثال نہیں ہو سکتی یعنی کس چیز کا
ارادہ کیا ہے اللہ نے باوجودیکہ عظمت اس کی
بے نہایت ہے یعنی ساتھ مقرر کرنے اس چیز
حقیر کی مثال تاکہ سبب ہدایت کا ہووے حالانکہ
یہ چیز حقیر اس کی عظمت کے مناسب نہیں ہے،
اور یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ مثال کے لیے چاہیے کہ
مطابق ممثل بہ کے ہووے عظمت اور حقارت
میں نہ کہ مطابق ممثل کے کہ ذکر کرنے والا مثال
کا ہے البتہ حق تعالیٰ نے ان چیزوں حقیر کے
لانے سے تمثیلاً قرآن میں ارادہ امر عظیم کا فرمایا
ہے۔ اور وہ درمیان مومنوں اور کافروں کے
باعث امتیاز کا ہے۔ کیونکہ گمراہ کرتا ہے۔
بسبب اس مثال کے باوجود اس کے کہ وہ فی نفسہ
سبب ہدایت کا ہے۔ یعنی بہت سارے آدمیوں
کو از راہِ غلط فہمی تمثیل اشیاء حقیرہ کا بنا تھا اشیاء حقیرہ
کے منافی عظمت ذکر کرنے والا مثال کے لیے جانتے
ہیں اور ہر چند ایسے لوگ بہت ہیں لیکن ان لوگوں
کی کثرت کچھ اعتبار نہیں رکھتی تا وقتیکہ قول ان کا

را بر صواب حمل نمودہ آید یا ذم وطعن ایشاں را در شمار آوردہ شود۔ یعنی و ہدایت می کند بسبب آں مثال بسیارے را از مردم زیرا کہ بسبب آں مثالِ حقارت بعضی اشیاء، در ذہنِ ایشاں بکمال وضوح جلوہ گر میشود و ازاں اشیاء اجتناب می کنند چہ جائے آنکہ آں چیز ہا را العبادت کنند اھ۔

صواب پر حمل کیا جائے یا مذمت یا طعن ان کا شمار میں لایا جائے۔ اور ہدایت کرتا ہے بسبب اس مثال کے بہت سارے آدمیوں کو کیوں کہ بسبب اس مثال کے حقارت بعضے چیزوں کی ان کے ذہن میں بکمال جلوہ گر ہوتی ہے۔ اور ان چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ چہ جائیکہ ان چیزوں کی عبادت کریں۔"

ایضاً صـ۲۱۵ میں مرقوم ہے۔

وغایتِ تذلل برائے کسے سزا وار ست کہ در غایتِ عظمت باشد و غایتِ عظمت آں است کہ ذاتی باشد و عظمتِ ذاتی خاص بحضرتِ حق است، در ہیچ مخلوق یافتہ نمیشود۔

"نہایت تذلل اظہار ذلت کا کرنا اسی سامنے لائق ہے کہ نہایت عظمت بڑائی والا ہو، اور نہایت عظمت وہ ہے کہ ذاتی ہو اور عظمتِ ذاتی خاص حضرت حق تعالیٰ جل شانہ ہی کے لیے ہے کسی مخلوق میں پائی نہیں جاتی ہے۔"

ایضاً صـ۴۸۹ میں مرقوم ہے۔

جمیع موجودات مقہور تصرف او نیند از تصرف او بیرون نمیروند۔

"جمیع موجودات عالم مقہور تصرفات حق تعالیٰ کے ہیں اس کے تصرف قبضہ سے باہر نہیں جا سکتی ہیں۔"

ایضاً صـ۶۱۶ میں مرقوم ہے:۔

چوں عظمت وجلال من دلہائے شما پر کند دیگر در دل وچشم شما مخلوقات را قدرے ووقعتے نماند زیرا کہ ملاحظہ مخلوقات وپاس آنہا از تقصیر در تعظیم خالق ناشی میشود چنانچہ حضرت امیر المومنین مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ فرمودہ اند عظم الخالق عندك يصغر المخلوق في عينك۔

"جس وقت عظمت وجلال میرا تمہارے دلوں میں بھر جائے تمہارے دل اور آنکھوں میں کسی مخلوقات کی کچھ قدر اور کوئی وقعت نہ رہے کیونکہ مخلوقات کے ملاحظہ اور ان کے پاس وخیال سے تعظیم خالق تعالیٰ شانہ، میں قصور واقع ہوتا ہے، چنانچہ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رض فرماتے ہیں کہ خالق کی عظمت وبڑائی تیرے نزدیک تمام مخلوقات کو تیری نظر میں چھوٹا حقیر کر دے گی۔"

ایضاً ص۲۶۸ میں مرقوم ہے:۔

وہر چہ غیر اوست محض نمود بے بود است۔

"جو کچھ کہ سوائے حق تعالیٰ کے ہے محض نمود بے بود ہے۔"

علیٰ ہذا تفسیر فتح العزیز جلد سوم پارہ ۳۰ ص۱۳۱ میں حضرت شاہ صاحب موصوف فرماتے ہیں:۔

چون آسمان با بزرگی و بلندی کہ دارد این امر شاق را بحکم پروردگار خود بے توقع ثوابے و بے خوف عقابے بجا آوردہ پس آدمی کہ درنہایت ذلت و پستی واقع است امر سہل خدا را کہ چندان سخت و دشوار نیست با وصف توقع ثواب و خوف عقاب چرا قبول نکند و بجا نیا رد۔"

"جبکہ آسمان اس قدر بڑائی اور بلندی رکھتے ہوئے مشکل امر پروردگار کے حکم سے بے توقع ثواب اور بے خوف عقاب کے بجا لاتا ہے پس آدمی کہ نہایت ذلت اور پستی میں واقع ہے حکموں کو کہ چنداں سخت اور دشوار نہیں ہیں باوصف توقع ثواب اور خوف عقاب کے کس واسطے قبول نہ کرے اور بجا نہ لائے۔"

ایضاً ص۲۹۶ میں فرماتے ہیں:۔

بالجملہ نقصانے کہ آدمی درحالت لطفیت دارد و کمالے کہ بعد از بلوغ و مرتبہ خاتمیت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نصیب او شدہ است ہر دو را قیاس باید کرد در ربوبیت او تعالیٰ را تماشا باید نمود۔

"مختصر یہ کہ وہ نقصان کہ آدمی بیچ حالت نطفیت کے رکھتا ہے اور وہ کمال کہ بعد بلوغ اور مرتبہ خاتمیت کے علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اس کے نصیب میں ہوا ہے ہر دو کو قیاس کرنا چاہیے۔ اور ربوبیت حق تعالیٰ کا تماشا دیکھنا چاہیے۔"

ایضاً ص۲۹۷ میں فرماتے ہیں:۔

داند کہ بادشاہ وامیر در رنگ من عاجز و محتاج اندر۔

"بچہ بلوغت کے بعد جانتا ہے کہ بادشاہ اور امیر بھی میرے رنگ میں عاجز اور محتاج ہیں۔"

اعیانِ حلقۂ بریلی سے تائید تقویۃ الایمان

الغرض اس باب میں تفصیل کلام اکابر علمائے کرام و مشائخ ائمہ عظام کا بے شمار ہے خود مؤلف نے ص۱۲۶ میں لکھا ہے:۔

"وہ غنی بالذات ہے سب اس کے محتاج ہیں۔"

اور مؤلف کے بڑے معتمد بدایونی جن کو اپنے رسالہ فوائد النور ص۲ میں "حضرت مولانا شاہ فضل رسول قدس سرہ" لکھا" وہ بوارق ص۲۲۲ میں استناداً مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے نقل کرتے ہیں:۔

---

[1] یعنے رد اشعۃ اللمعات کتاب الجہاد قصہ شہید ہے بدر (ع-ح)

و اولیا، خدا فانی و ہالک اند در فعلِ الٰہی و قدرت و سطوت و سلے نیست ایشاں را فعل و قدرت و تصرف نہ اکنون کہ در قبور اند و نہ دراں ہنگام کہ زندہ بودند در دنیا۔

"اولیاء خدا فانی اور ہالک ہیں فعل الٰہی اور اس کی قدرت اور سطوت میں نہیں ہے ان کا فعل، اور قدرت اور تصرف نہ اس حالت میں کہ قبور کے اندر ہیں اور نہ اس وقت میں کہ دنیا میں حیات تھے"

نیز مؤلف صاحب کے بڑے اعلیٰ حضرت بریلوی ملفوظ حصہ اول رحمنی، پریس بریلی ۱۳۳۸ھ ص۹ میں لکھتے ہیں "لوگ اللہ کے سوا جن جن کو پوجتے ہیں وہ سب جھوٹے ہیں" نیز ملفوظ حصہ سوم (انڈیا پریس لکھنؤ) ص۹ میں لکھتے ہیں :۔

"نبی کلامِ الٰہی کے سمجھنے میں بیانِ الٰہی کا محتاج ہوتا ہے"

نیز ص۲۴ میں لکھتے ہیں :۔

"حدیث میں ارشاد ہوا کوئی شخص بغیر اللہ کی رحمت کے اپنے اعمال سے جنت میں نہیں جا سکتا۔ صحابہ نے عرض کیا ولا انت یا رسول اللہ آپ بھی نہیں یا رسول اللہ۔ ارشاد فرمایا ولا انا الا ان یتغمدنی رحمۃ اور میں بھی جب تک کہ میرا رب رحمت نہ فرمائے۔ گناہ نہ سہی استحقاق کس بات کا ہے دنیا ہی کا قاعدہ دیکھئے اگر اجیر ہے مزدوری کرے گا اجرت پائے گا اور اگر عبد ہے مملوک ہے کتنی ہی خدمت کرے کچھ نہ پائے گا۔ ہم سب تو اسی کی مخلوق و مملوک ہیں اس کی رحمت ہی رحمت ہے۔ آپ ہی بندوں کو توفیق دے آپ ہی ان کو اسباب دے آپ ہی آسان فرمایا۔ اور فرماتا ہے بدلہ ہے ان کے نیک عملوں کا نعم العبد کیا اچھا بندہ ہے ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کتنے عرصہ تک بلا میں مبتلا رہے اور صبر بھی کیسا جمیل فرمایا۔ جب اس سے نجات ملی عرض کیا الٰہی میں نے کیسا صبر کیا، ارشاد ہوا اور توفیق کس گھر سے لایا، ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے سر پر خاک اڑائی عرض کیا بیشک اگر توفیق نہ عطا فرماتا تو میں صبر کہاں سے کرتا"

نیز حزب اللہ عدوہ حسنی پریس بریلی ص۶۵ میں لکھتے ہیں :۔

"اللہ کا محبوب اُمت کا والی کس پیار کی نظر سے اپنی پالی ہوئی بکریوں کو دیکھتا ہے"

نیز ملفوظات حصہ چہارم حسنی پریس بریلی ص۲۴ میں لکھتے ہیں :۔

"قلب مبارک سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو کوئی نسبت ہو نہیں ہو سکتی، عظمتِ رب العزۃ جل جلالہ سے بے غیر متناہی و متناہی اور متناہی کو غیر متناہی سے نسبت محال"

نیز سبحٰن السبوح ص۱۵ میں لکھتے ہیں :۔

"عبادت و تذلّل و خشوع و خضوع و انکسار و تواضع انسان کے مدائح جلیلہ سے ہیں اور باری جل شانہ پر محال کہ ان کا مدح ہونا فوقت کمالِ حقیقی یعنی معبودیت پر مبنی تھا معبود عز جلالہ کے حق میں عیب و منقصت ہیں بلکہ اس کے لیے مدح تعالیٰ و تکبر ہے جل وعلا سبحانہ و تعالیٰ۔

نیز مولوی صاحب بریلوی کے والد مولوی محمد نقی علی خاں صاحب بریلوی جواہر البیان (مطبع حسنی محلہ سوداگران بریلی) صـ۲ـ میں لکھتے ہیں :۔

"پیغمبر و صدیق اس کی بے نیازی سے خائف و ترساں برق غضب اس کی ہزار برس کی طاعت و ریاضت جلا کر خاک بناتی ہے۔"

نیز صـ۲۷ـ میں لکھتے ہیں :۔

"جب بندہ نماز میں کہ بادشاہ حقیقی کا دربار ہے عیوب نفس و خبث باطن کو خیال کرتا اور سمجھتا ہے کہ سب بادشاہوں کا بادشاہ جو ظاہر و باطن سے آگاہ ہے میرے عیبوں کو دیکھ رہا ہے یا حضرت احدیت جل جلالہ کی عظمت تصور کرتا ہے اور کہتا ہے اس دربار میں مقرب فرشتے اور اولوالعزم پیغمبر نہایت فروتنی اور عاجزی سے سر جھکاتے اور اولیاء و اصفیاء کس ادب و تنظیم سے بندگی بجالاتے ہیں"

نیز صـ۲۸ـ میں لکھتے ہیں :۔

"خشوع و خضوع کہ جو بادشاہ کے حضور میں اس کی عظمت پر نظر کرتا ہے کمال تذلل و فروتنی بجالاتا ہے۔

امام حجۃ الاسلام محمد بن محمد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں موسیٰ علیہ و علی نبینا الصلوٰۃ والسلام پر وحی ہوئی اے موسیٰ جب تو مجھے یاد کرے اس حال پر یاد کر کہ تو اپنے اعضا توڑتا ہوا اور میری یاد کے وقت خاشع و ساکن ہو جا اور جب یاد کرے اپنی زبان کو دل کے پیچھے کر اور جب میرے روبرو کھڑا ہو بندۂ ذلیل کی طرح کھڑا ہو اور خوف ناک دل اور راست گو زبان کے ساتھ مناجات کر"

نیز صـ۳۲ـ میں لکھتے ہیں :۔

مخلوقات و ممکنات سے کہ خود محتاج اور اپنی حد ذات میں ہالک ہیں دست بردار ہو کر مالک کائنات و خلق ارض و سموات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو باقی و دائم ہے اور سب اس کے محتاج ہیں"

نیز صـ۳۳ـ میں لکھتے ہیں :۔

در بندہ وہ ہے کہ مراد و مقصود اس ذات مطلع کے سوا دوسری چیز نہ ہو اور اس کی عظمت کے سامنے تمام عالم کو پست سمجھے سب خوبیاں اور کمالات اور تمام عیوب سے پاکی اس کے لیے سمجھے"

نیز صـ۳۹ـ میں لکھتے ہیں :۔

کارخانہ الٰہی میں کوئی چیز خاک سے زیادہ ذلیل و خوار نہیں رفعت و بلندی کا اقتضا اس میں کہاں مگر مالک اپنے ملک میں مختار ہے جس بندۂ خوار و ذرۂ بے مقدار کو چاہے تشریف کرامت سے مخصوص فرما کر اپنی درگاہ میں بلا دے اور بیٹھنے کی اجازت دے"

نیز ص۱۸۷ میں لکھتے ہیں :
"مخلوق کے علم وقدرت وسمع وبصر کو اس کے صفاتِ کاملہ سے کوئی نسبت نہیں، یہ حادث وہ قدیم یہ فانی وہ باقی، یہ ناقص وہ کامل، یہ اس کی عطائیں اس کی مخلوق اس کے قبضۂ اقتدار میں اور وہ پاک موصوف کی پاک صفتیں تمام شوائب نقص وشینِ شین سے منزہ بلکہ ان کے حضور صفاتِ مخلوق کا نام زبان پر لانا وجود وعدم میں نسبت دینا ہے، اشتراک یہاں مجرد اسمی اور تناسب مفاہیم صرف وہمی کمالات وجود پر متفرع ہیں اور وجود اس کی ذات پاک سے خاص باقی جو کچھ ہے اگر اس کے انتساب سے قطع نظر کی جاوے محض ہالک ولاشئے ہے۔ آنکھوں پر کچھ پردے پڑے ہیں کہ عالم آباد نظر آتا ہے اگر سر مہ توحید لگا کر دیکھئے تو بالکل سن سان لق ودق بیابان ہو کا عالم یعنی گھر ہے ہو کے سوا سب ہی نہیں ہیں۔"
نیز ہدایۃ البریہ حسنی پریس بریلی ص۲۴ میں لکھتے ہیں :۔
"تمام انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین اللہ کے خوف سے بید کی طرح کانپتے ہیں"۔
نیز احسن الوعا لآداب الدعا مطبع اہل سنت وجماعت بریلی ص۸ میں لکھتے ہیں :۔
"جمیع ماسوائے اللہ سے رشتۂ امید قطع کرے، نہ نفس سے کام نہ خلق سے غرض رکھے، تا شاہد مقصود جلوہ گر ہو اور گوہر مقصد ہاتھ آئے۔"
نیز سرور القلوب فی ذکر المحبوب (مطبوعہ نولکشور) ص۵۶ میں لکھتے ہیں :۔
"انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین حق کے خوف سے کانپتے ہیں"
نیز ص۶۹ میں لکھتے ہیں :۔
"محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی عظمت سے زمین وآسمان آراستہ ہوا اور خطبۂ سلطنتِ دارین ان کے نام نامی پر پڑھا گیا اللہ کے عدل سے اس قدر ڈرتے کہ اگر ایک ذرہ ان کے درد وغم کا خلق پر چمکتا کسی کے دل میں خوشی کی بو نہ آتی ہر روز ستر بار یا سو بار کلاہ خواجگی سر سے اتارتے اور بہ ترار عجز ونیاز سے استغفار کرتے ؎

جگر خون می شود زیں یاد مارا ۔ ز استغنائے حق فریاد مارا

اے عزیز تونے سنا پیغمبروں اور صدیقوں کا اللہ کے خوف سے کیا حال تھا"
نیز ص۱۰۵ میں لکھتے ہیں :۔
"باوجود اس قرب ومنزلت اور علوِ مرتبت کے پیغمبروں کے سردار اور معصوموں کے پیشوا اور ازل اور ابد میں مامون العاقبۃ اور مبشر بہ انواع کرامت تھے زمین وآسمان اور آدم وعالم ان کے واسطے پیدا ہوا

اور مرتبہ محبوبیتِ مطلقہ اور شفاعتِ کبریٰ کا انہیں دیا گیا، اللہ کے خوف سے اس قدر کانپتے کہ تمام عالم کا خوف جمع کیا جاوے ان کے خوف سے برابر نہ ہو سکے؟

نیز ص۱۲۵ میں لکھتے ہیں:۔

”اے عزیز! بڑائی اور عظمتِ ذات واجب کے لیے خاص ہے۔ ممکن کے حق میں کوئی کمال بندگی اور نیاز سے بڑھ کر نہیں خاک کی ہزار ظلمت سے مکدر ہے کیا رتبہ رکھتی ہے کہ نور مطلق ہے صفت اپنے لیے ثابت کرے آج ہر شخص غرور پندار میں گرفتار ہے کل سب عزتیں اس کی عظمت و جلال کے سامنے پست اور سب کمال نقصان اور تمام ہستیاں نیست نظر آئیں گی۔ کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَه ۔ ملائکہ مقربین سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا اور انبیاء و مرسلین ما عرفناك حق معرفتك وما عبدناك حق عبادتك کے سوا اس جگہ دم نہیں مار سکتے جس غلام سرکش نے اپنے مولا کا تاج سر پر رکھا اور اس کے تخت پر بیٹھا چاہیے مردود بارگاہ اور مستوجب قہر ہے“ وقال انت العزیز الکریم حدیث قدسی میں آیا ہے کبریائی میری چادر اور عظمت میری ازار ہے جو مجھ سے ان دونوں میں جھگڑے گا دوزخ میں جائے گا اے عزیز کہاں تو کہاں یہ صفت ذرا اپنی حقیقت دیکھ ایک ناپاک پانی سے پیدا ہوا' اس وقت کچھ قدرت نہ رکھتا تھا اور اب بھی ایک مکھی یا پسّو تجھے ایذا دے کر اڑ جائے تو اس سے بدلہ نہیں لے سکتا اور صورت و شکل کا یہ حال ہے اگر دو روز منہ نہ دھوئے اپنی صورت سے آپ کراہت و نفرت آئے ایک خیمہ چمڑے کا سنڈا اس پر تنا ہے' پیٹ میں گوہ اور موت اور ناک میں رینٹھ اور کان میں میل بھرا ہے بلکہ بچشم انصاف دیکھئے تو وہ گوہ موت ایک نفیس چیز تھی کہ تیرے جسم نے اسے خراب کیا ہے۔ باوجود ان خرابیوں کے کس بات پر ناز کرتا ہے یہ حسن و جمالِ ظاہری اور قوت و طاقت نہایت سریع الزوال ہے' عمر دو روزہ تک بھی وفا نہیں کرتا، چار دن میں جوڑ ہڈیوں کے ڈھیلے ہو جائیں گے، اور پیٹھ جھک جائے گی اور بال سپید ہو جائیں گے' اور چہرے پر جھریاں پڑ جائیں گی اور دانت گر جائیں گے' آنکھ میں روشنی نہ رہے گی' اور سب اعضاء بیکار ہو جائیں گے' چمڑا قبر میں گل جائے گا، اور گوشت خاک یا چیونٹیوں کی خوراک ہو جائے گا' یوسف و زلیخا و شیریں و لیلیٰ' جن کے حسن و جمال کے اکنافِ عالم میں ایک دھوم ہے۔ اب کہاں ہیں جو تو باقی رہے گا اور رستم و سہراب و سام و نریمان جن کے زور و قوت کا جہان میں ایک شور ہے' کدھر گئے جو تو نہ جائے گا اس وقت اگر ایک رگ بدن کی بگڑ جائے یا کانٹا پاؤں میں لگ جائے' سب زور و قوت بھول جائے نسب پر کیوں ناز کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اکرمکم عند الله اتقاكم زیادہ بزرگ اللہ کے نزدیک

وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کے عمل اچھے نہ ہوں گے، اسے نسب فائدہ نہ بخشے گا، باپ دادا کا کمال اولاد میں نہیں آتا، قریش اسمٰعیل و ابراہیم کی اولاد میں تھے ہزاروں ان میں مردود کافر ہوئے، بنی اسرائیل پیغمبرزادگی پر ناز کرتے سینکڑوں سُور اور بندر ہو گئے۔ کنعان حضرت نوح پیغمبر کے طریق پر تھا، ہر چند انہوں نے سفارش کی قبول نہ ہوئی، آخر طوفان میں غرق ہو گیا لوح اور لوط پیغمبر کی عورتیں دوزخ میں گئیں اور آسیہ فرعون کی بی بی بہشتی ہوئیں محمد بیٹا کعب بن اشرف کا تابعی ذی وقار اور عمرو بیٹا سعد بن ابی وقاص کا لشکر اشقیاء کا سردار ہے

عبرت دیکھ قدرت ربّ و دود ہے ظلمت سے نور نور سے ظلمت نمود ہے

نیز ص۱۴۲ میں لکھتے ہیں:۔

"خواجہ جنید کہتے ہیں اہلِ توحید تواضع کو بھی تکبر سمجھتے ہیں کیونکہ تواضع فروتنی کردن ہے اور وہ بھی ایک جگہ ہے اپنے لیے جگہ اور مقام ثابت کرنا تکبر میں داخل ہے کسی نے شبلی نے کہا تم کیا چیز ہو کہا وہ چیز ہوں کہ حرف کے نیچے رہے فرمایا اللہ تجھے تیری نظر سے گم کرے ابھی تک اپنے لیے جگہ ثابت کئے جاتا ہے"۔

اب آخر میں مضامینِ عالیہ مذکورہ بالا کو دلائل الخیرات مؤلفہ امام ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن سلیمان الجزولی سید شریف حسنی کی دعا پر ختم کیا جاتا ہے چنانچہ حزب دوم سہ شنبہ ص۵۵ میں مرقوم ہے۔

اللّٰھم انی اعوذ بک من الفقر الا الیک ومن الذل الا لک ۔	"اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے محتاجگی سے مگر تیری طرف اور ذلیل ہونے سے مگر تیرے لیے"۔

نیز حزب ہشتم دو شنبہ ص۱۳۶ میں مرقوم ہے:۔

واسألك باسمك الذی یذل لعظمته العظماء والملوك والسباع والھوام و کل شئ خلقته ۔	"سوال کرتا ہوں میں تجھ سے تیرے اس نام کی برکت کے ساتھ کہ ذلیل ہوتے ہیں اس نام کی عظمت کے لیے بڑے بڑے بزرگ اور بادشاہ اور درندہ اور زہر دار چیزیں اور ہر شئے جس کو تو نے پیدا کیا"۔

الحمد للّٰہ الذی ذل کل شئ لعزته وعظمته

ناظرین کرام نے تقویۃ الایمان کی تائیدی عبارات کمال تفصیل شرح و بسط کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اکابر ائمہ دین مسلّمہ مولوی نعیم الدین سے بطریق عموم و خصوص حق تعالیٰ کی شان عزت و عظمت کے سامنے تمام مخلوقات خاص کر انسان اشرف المخلوقات کی عبدیت کی ذلت بنظر انصاف ملاحظہ فرما کے مولوی نعیم الدین کے تجاہل عارفانہ اور تعصب کو دیکھ لیا کہ تمام اکابر سلف و خلف بقول مولوی صاحب گستاخ و بے ادب ظاہر و منافق بد نصیب وغیرہ الفاظ سفیہہ خبیثہ کے مورد ٹھہرتے ہیں۔

---

[1] یعنی شہرت تاریخی روایتوں کی بنا پر واللہ اعلم (ح۔ع)

نعوذ باللہ من ھذہ الھفوات والخرافات۔

عزت وذلت کا مفہوم

اب یہ کہنا کہ "اللہ اور رسول اور مومنین کے لیے عزت ہے اور حضور پر صلوٰۃ وسلام کا حکم دیا گیا ہے" بندوں پر اطاعتِ رسول فرض ہوئی" درست ہے لیکن بلاشبہ یہ اسی ذلتِ عبدیت کا ثمرہ، عزت افزائی کا تمغہ ہے۔ دراصل عزتِ ذاتی محض اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پارہ پانچ سورہ نساء میں فرمایا۔ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا اور پارہ ۱۱ سورہ یونس میں إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا اور پارہ ۲۲ سورہ فاطر میں فرمایا:۔

فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا "پس واسطے اللہ ہی کے ہے عزت ساری"

تفسیر خازن، ج ۱ ص ۵۰۹ میں مرقوم ہے:۔

یعنی فان القوۃ والقدرۃ والغلبۃ للہ جمیعاً وھو الذی یعز اولیاءہ واھل طاعتہ کما قال اللہ تعالیٰ وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین۔

"پس تحقیق قوت اور قدرت اور غلبہ سب واسطے اللہ کے ہے اور وہ ذات پاک ہے جو عزت دیتا ہے اپنے دوستوں اور اپنے فرمانبرداروں کو جس طرح کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور واسطے اللہ کے ہے عزت اور واسطے رسول اور مومنین کے"

اور جلد ۳ ص ۱۶۲ میں ہے

یعنی ان القھر والغلبۃ والقدرۃ للہ جمیعاً ھو المنفرد بھا دون غیرہ وھو ناصرک علیھم والمنتقم لک منھم وقال سعید بن المسیب ان العزۃ للہ جمیعاً فیعز من یشاء وھذا کما قال سبحانہ وتعالیٰ فی آیۃ اخری وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولا منافاۃ بین الآیتین فان عزۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وعزۃ المومنین عطاء اللہ ایاھم فثبت بذلک ان العزۃ للہ جمیعاً وھو الذی یعز من یشاء ویذل من

"یعنی تحقیق زور اور غلبہ اور قدرت سب اللہ کے لیے ہے وہی اکیلا ہے ساتھ اس کے نہ کوئی دوسرا اور وہی ہے مددگار تیرا اوپر ان کے اور بدلا لینے والا تیرا ان سے" اور کہا سعید بن مسیبؒ نے تحقیق ساری عزت اللہ کے لیے ہے پس عزت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور یہ ایسا ہے جس طرح فرمایا اللہ سبحانہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں "اور عزت واسطے اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لیے ہے" اور نہیں ہے کوئی منافات یعنی خلاف دونوں آیتوں میں کیونکہ عزت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عزت مومنین کی ساتھ عطا فرمانے اللہ کے ہے۔ "اور کہا گیا تحقیق مشرکین اپنی عزت ظاہر کرتے تھے۔

یشآء ویذل من یشآء وقیل ان المشرکین کانوا یتعززون بکثرۃ اموالھم واولادھم وعبیدھم فاخبر اللہ سبحانہ وتعالٰی ان جمیع ذٰلک للہ وفی ملکہ فھو قادر علٰی ان یسلبھم جمیع ذٰلک ویذلھم بعد العز۔	اپنے مالوں کی کثرت اور اولاد اور غلاموں کی کثرت کے ساتھ۔ پس خبر دی اللہ سبحانہ و تعالٰی نے تحقیق یہ سب اللہ کے لیے ہے اور اس کی ملک میں ہے، پس وہ قادر ہے اس امر پر کہ چھین لے ان سے ان تمام چیزوں کو اور ان کو عزت دینے کے بعد ذلیل کر دے۔

اس سے واضح ہوا کہ جو عزت کسی مخلوق کو اللہ تعالٰی نے عطا فرمائی، وہ عزت بمقابلہ عزت اور شان و عظمت حق تعالٰی کے اس لائق نہیں کہ اس کو عزت شمار کیا جائے بلکہ بہ نسبت حق تعالٰی کے وہ ذلت ہی ہے کیونکہ تمام عزتِ ذاتی حق تعالٰی ہی کے لیے ہے نہ کسی دوسرے کے لیے ہے۔ رسول اور مومنین کی عزت حق تعالٰی کا عطیہ، دیگر مخلوقات کے مقابلہ میں ہے نہ کہ حق تعالٰی کی عزت و شان عظمت کے مقابلہ میں۔

پس مولوی نعیم الدین کی خیانت نقلِ آیتِ قرآنِ پاک کلام ربانی میں آشکارا ہو گئی اور تمام لن ترانیاں خاک میں مل گئیں۔

علیٰ ہذا القول "صراطِ مستقیم" نفس کاملہ اشرف موجودات نمونہ حضرتِ ذات، باری تعالٰی جل شانہ کی تجلی معراج کرامت سے سرفراز ہوتا ہے جو اس ذاتی ذلت عبودیت کے ہرگز منافی نہیں ہے۔ چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ تفسیر فتح العزیز پارہ ۳۰ ص ۲۹۵ میں فرماتے ہیں:۔

وجودِ انسانی نمونۂ تمام عالم است، پس گویا مختصریست جامع در حضرتِ الٰہیہ و خلاصہ علم تفصیلش آنکہ وجود و حیات و علم و ارادہ و قدرت و شنوائی و بینائی و گویائی ہمہ پرتوِ صفاتِ حضرتِ الوہیت است۔	"وجودِ انسانی نمونہ تمام عالم کا ہے پس گویا ایک مختصر ہے جامع حضرت الٰہیہ کا اور خلاصہ علم جس کی تفصیل یہ ہے کہ وجود اور حیات اور علم اور ارادہ اور قدرت اور سننا اور دیکھنا اور گویائی تمام پرتو صفاتِ حضرت الوہیت کی ہے"

چنانچہ ذکر کیا گیا ہے:۔

تخلقوا باخلاق اللہ۔	"اللہ تعالٰی کی سی عادات اختیار کرو"

اور قرآن پاک میں ارشاد ہے:

فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ ذٰلِکَ الدِّیْنُ۔	"اختیار کرو اللہ کی فطرت کو جس پر بنایا انسان کو نہ تبدیل کرو اللہ کے بنانے کو یہی ہے دین سیدھا"

الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (پ۲۱ سورہ روم) مضبوط اور لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔"

اور علامت اس کی یہ کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر حسب کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عقائد و عبادات، اخلاق و عادات، چال ڈھال، لباس و طرزِ معاشرت میں چلے اور اس کا صحیح نمونہ ہو۔ پس حسب آیت اور حدیث کے نفس کا ملہ نمونہ حضرت ذات حق سے اللہ کی عادات و اخلاق کا اختیار کرنا خصائل نیک کے ساتھ موصوف ہونا رضائے حق تعالیٰ کا چاہنا افعالِ ذمیمہ منکرہ سے اجتناب کرنا ہے مگر بایں ہمہ وہ ذلتِ ذاتی عبدیت سے خارج نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح سے انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص۵۴ سے قریب ہی مرقوم ہوچکا ہے کہ

"بندہ کو بعد فنا مطلق کے جو فنا ذات و فنا صفات سے ہے خلعت وجود حقانی کا عطا ہوتا ہے یہاں تک کہ مشرف ہوتا ہے اس وجود سے اوصافِ الٰہیہ کے ساتھ اور متحقق ہوتا ہے اخلاق ربانیہ کے ساتھ اور اس مقام میں متحقق ہوتا ہے مرتبہ (حسب فرمان حدیث[۱]) مجھ سے ہی سنتا ہے مجھ سے ہی دیکھتا ہے مجھ سے ہی حملہ کرتا ہے مجھ سے ہی چلتا ہے مجھ سے ہی سمجھتا ہے کیونکہ ذات و صفات فانیہ اس مقام میں بدل جاتی ہے لباس وجود باقی سے۔"

عبارت فوائد الفواد در بحث

پس بندہ کے لیے دوام ذلتِ فنائیت عبدیت بحضور حق تعالیٰ ہونی لازم ہے، معہذا دیگر مخلوقات پر اس کو شرف عزت و بقا سے بعطائے حق تعالیٰ ممتاز و مشرف فرمایا جاتا ہے، یہی نفس کاملہ نمونہ حضرت ذاتِ الٰہی ہوتا ہے، جناب مؤلف کی عقل پر پتھر جو معاذ اللہ ایسی بے دلیل بات کہتا ہے پھر اپنی زبان درازی سے عبارت فوائد الفواد ملفوظات حضرت شاہ نظام الدین اولیاء دہلوی رح (مطبوعہ حسینی دہلی ص۲۷) کہ

ایمان کسے تمام نشود تا ہمہ خلق نزدیک او ہمچنیں نہ نماید کہ پشک شتر۔

"کسی کا ایمان پورا نہیں ہوتا جب تک اس کے نزدیک تمام خلق مانند اونٹ کی مینگنی کے نہ ہوجائے۔"

خود نقل کرکے اپنی بے باک دریدہ دہنی سے محض تقویۃ الایمان کی ضد میں انکار بصورت محفوظ نہ ہونا الفاظ کا لائق یقین نہ ہونا متداول نہ ہونا تحریف و تبدیل ہونا بتایا گیا۔ جواز حد درجہ دلیل عجز بدتر از جہل کے ہے۔ جس پر پرائے شگون کے لیے اپنی ناک کاٹنے کی مثال صادق ہے۔ حالانکہ یہی عبارت و مضمون دیگر کتب مؤلفہ اکابر ائمہ دین میں مرقوم ہے۔ چنانچہ عوارف المعارف حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رح اور مثنوی مولانا روم رح اور تذکرۃ الموتیٰ والقبور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رح وغیرہم سے منقول ہوچکا جس کو

---

[۱] یعنی مشہور حدیث کنت سمعہ الذی یسمع بہ الحدیث۔ متعدد دفعہ گزر چکی۔ (ع۔ ج)

حدیث کی طرف نسبت کیا گیا ہے۔ علیٰ ہذا مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی مشہور تصنیف نفیس کتاب حجۃ اللہ البالغہ باب ۶۹ طبقات الامۃ ۲/ ص ۱۲۱ مطبوعہ صدیقی بریلی میں فرماتے ہیں:۔

والثالث الذین ایقنوا بالمعاد ربما هنالك من اللذة فاستحقروا في جنبها لذة الدنيا وصار الناس عندهم كاباعير الابل -

"ایک درجہ سابقین میں سے زیادہ کا ہے ان کو عالم معاد اور وہاں کے لذائذ کا مل یقین ہوا کرتا ہے ان لذتوں کے مقابلہ میں ان کو دنیوی لذت نہایت حقیر معلوم ہوتی ہے۔ سب لوگ ان کی نظر میں ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے اونٹ کی مینگنیاں"

ناظرین کرام بنظر غور و انصاف فوائد الفواد کی عبارت کو تقویۃ الایمان کی عبارت سے ملا کر موازنہ فرمالیں جو یہ ہے کہ

"یہ یقین جان لینا چاہیئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے"

اُس میں لفظ ہر مخلوق ہے۔ اس میں ہر مخلوق اسی کا ترجمہ ہے۔ اس میں مانند اونٹ کی مینگنی کی مثال ہے۔ اس میں چمار کی مثال ہے۔ اور مینگنی کے مقابلہ میں چمار پھر انسان اشرف المخلوقات ہے ان دونوں عبارتوں میں عمومی مثال اونٹ کی مینگنی۔ اور عمومی مثال چمار میں کون سے الفاظ زیادہ برے قابل رد اور کون سے لائق قبول ہیں یا دونوں ہی باعث توہین و بے ادبی گستاخی ہوں گے۔

واضح ہو کہ فوائد الفواد مشہور و معروف متداول کتاب ہے جس کو بڑے بڑے اکابر علماء و صوفیہ نے اپنے اپنے زمانہ میں مدح و توصیف کے ساتھ قبول و مستند جانا ہے۔ چنانچہ مولانا شاہ عبدالحق دہلویؒ نے اخبار الاخیار ص ۲۷ و ص ۴۸، ص ۴۶، ص ۷۰، ص ۹۱، ص ۹۹، ص ۱۱۲ میں فوائد الفواد سے مقامات نقل فرماتے ہیں اور ص ۴۹ اور ص ۱۰۹ میں مرقوم ہے:۔

میر حسن را کتابیست مسمیٰ بفوائد الفواد در آنجا ملفوظات شیخ را جمع کردہ در غایت متانت الفاظ و لطافت معانی آں کتاب درمیان خلفاء و مریدان شیخ نظام الدین دستور است گویند کہ میر خسرو گفتے کاشکے تمام تصنیفات من بنام حسن بودے وایں کتاب از من بودے وایں سخن ناشی از غایت محبتے است کہ میر خسرو را نسبت

"میر حسن بن علا سنجریؒ کی ایک کتاب ہے بنام فوائد الفواد اس میں ملفوظات شیخ کو نہایت متانت الفاظ اور لطافت معانی کے ساتھ جمع کیا ہے یہ کتاب درمیان خلفاء و مریدان شیخ نظام الدین کے گویا دستور ہے کہتے ہیں کہ میر خسرو کہتے تھے کاشکہ تمام تصنیفات میری بنام حسن سنجری کے ہوتیں اور یہ کتاب میری تصنیف سے ہوتی اور یہ بات غایت درجہ ظاہر کرنے والی اس محبت کی ہے جو میر خسرو کو اپنے

پیر پیر خود بود پیر کی نسبت تھی۔"

حقیقت یہ ہے کہ بزرگوں کی خدمت میں کلام سنتے وقت تحریر میں لاتے اور متدین اصحاب وخلفاء کا بانصبہ وبلفظہ ملفوظات کے ضبط فرماتے کا طریقہ رہتا ہے جو انہیں کا کلام معناً ولفظاً سمجھا جاتا ہے چنانچہ مولوی نعیم الدین کے اعلیٰ حضرت مولوی صاحب بریلوی احکام شریعت حصہ اول ابوالعلائی پریس آگرہ ص۳۵ میں لکھتے ہیں "خود حضور محبوب الٰہی سیدی ومولائی نظام الحق والدین سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم وعنابہم فوائد الفواد شریف میں فرماتے الخ۔ نیز احکام شریعت حصہ دوم ابوالعلائی پریس آگرہ ص۲۴ میں اخبار الاخیار کو مستند مانا ہے۔ اب ہم مولوی نعیم الدین صاحب کے اس جہل وعناد کی گوشمالی میں مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی ہی کا کلام پیش کرتے ہیں۔ جو وہ رسالہ انہار الانوار مطبع اہلسنت وجماعت بریلی ص۹ میں لکھتے ہیں:۔

"بالجملہ ایسے اکابر کی روایت معتمد کو بے وجہ وجیہ رد کرنا یا سخت جہالت ہے یا خبث وضلالت والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالیٰ اور بے دلیل دعویٰ الحاق محض مردود ورنہ تصانیف ائمہ سے ایمان اُٹھ جائے اور نظام شریعت درہم برہم نظر آئے جو سند پیش کیجئے مخالف کہہ دے یہ الحاق ہے چلئے تمسک واستناد کا دروازہ ہی بند ہو گیا۔"

علاوہ ازیں مولوی نعیم الدین کی ہم مشرب کتاب آفتاب انوار صداقت ص۸ میں عبارت مذکورہ مافوائد الفواد کی خود تصدیق کی ہے ع لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا۔ پھر کس قدر فریب کاری ہے کہ کہا تقویۃ الایمان کے کسی کلام کی تائید میں تو کسی بزرگ کا کلام پیش کرنا کسی طرح درست نہیں ہے کیونکہ تقویۃ الایمان میں یہ بجا کہا ہے کہ اللہ کو مان اور اس کے سوا کسی کو نہ مان اسی طرح مولویوں اور درویشوں کے ماننے کو تقویۃ الایمان کے ص۸ میں اس نے شرک بتایا ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین المفترین حالانکہ تقویۃ الایمان ص۲ وص۳ میں مرقوم ہے۔

"سب سے بہتر راہ یہ ہے کہ اللہ اور رسول کے کلام کو اصل رکھیے اور اس کی سند پکڑیے اور اپنی عقل کو کچھ دخل نہ دیجئے اور جو قصہ بزرگوں کا یا کلام مولویوں کا اس کے موافق ہو سو قبول کیجئے اور جو موافق نہ ہو اس کی سند نہ پکڑئے۔"

نیز تقویۃ الایمان ص۸ میں تحت آیت سورۃ براءۃ میں مرقوم ہے:۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ ٹھہرایا انہوں نے مولویوں کو اور درویشوں کو مالک اپنا سوائے اللہ کے سو وہ نرالا ہے ان کے شریک بتانے سے"

ف یعنی اللہ کو تو بڑا مالک سمجھتے ہیں اور اس سے چھوٹے اور مالک ٹھہراتے ہیں مولویوں اور درویشوں کو سو اس بات کا ان کو حکم نہیں ہوا اور اس سے ان پر شرک ثابت ہوتا ہے اور وہ نرالا ہے اس کا شریک کوئی نہیں ہو سکتا، نہ چھوٹا نہ برابر کا بلکہ چھوٹے بڑے سب اس کے بندے عاجز ہیں عجز میں برابر۔"

دیکھئے تقویۃ الایمان کی اس تفصیل سے مولوی نعیم الدین کی کذب بیانی کھلے طور پر آشکارا ہو گئی۔ لہٰذا مولانا شہید مرحوم کو اس بنا پر مشرک قرار دینا خود اپنے ہی گلہ کا طوق قرار دینا ہے۔ کیونکہ خود عبارت فوائد الفواد ہمہ خلق نقل کردہ سے سب کی طرف سے توجہ ہٹا کر خالق کی طرف متوجہ ہو جاتے کی تعلیم کو تسلیم کیا ہے تو مؤلف بمقولہ خود بزرگوں مولویوں درویشوں کا منکر ٹھہرا ع میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔ پس تقویۃ الایمان کی تائید میں بزرگوں کا کلام پیش کرنا بیشک صحیح اور درست ہے۔ بشرطیکہ موافق کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو جس طرح قرآن واحادیث سے مدلل گزر چکا ہے۔ اور خود مولوی نعیم الدین نے بھی تائید تقویۃ الایمان کو فوائد الفواد سے تسلیم کیا اس لیے تو فوائد الفواد میں حیلے بہانے لایعنی پیش کیے۔

مؤلف کا مولانا شہیدؒ پر بہتان اور اس پر مختصر بحث

علیٰ ہٰذا تقویۃ الایمان ص۶۳ کا حوالہ کہ انبیاء اور اولیاء اس کے نزدیک ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ یہ مؤلف کی بد دیانتی اور اہل توحید سے بغض و عناد کا اظہار ہے کہ اس کو انبیاء کے حق میں گستاخی اور بے ادبی قرار دیا۔ حالانکہ یہ شانِ حق تعالیٰ کا بیان حدیث کے تحت میں ہے نہ کہ دیگر مخلوقات کے مقابلہ میں کہ معاذ اللہ کفر ہوگا۔ چنانچہ اس سے پہلے مختصر یہ الفاظ ہیں "اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء الخ۔" یہی مولوی نعیم الدین نے (دروغ گو را حافظہ نباشد) خود الکلمۃ العلیا ص۳۰ وص۱۵ وص۲۶ میں لکھا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ کے علم کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں، ذرہ کو آفتاب سے اور قطرہ کو سمندر سے جو نسبت ہے وہ بھی یہاں متصور نہیں، کہاں خالق اور کہاں مخلوق۔ مماثلت ومساوات کا تو ذکر ہی کیا علم الٰہی کے حضور تمام مخلوق کے علوم اقل قلیل ہیں کوئی ہستی نہیں رکھتے۔ "حضور کے علم کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں" "اور حقیقت میں تمام مخلوقات کا علم خالق جل شانہٗ کے علم کے سامنے مثل لاشئے کے ہے" علیٰ ہٰذا تقویۃ الایمان ص۲۱ کا یہ حوالہ کہ اور کسی چوڑھے چمار کا تو کیا ذکر" اس کے بھی قبل حدیث کے تحت یہ الفاظ ہیں جو انخفا کیے گئے "جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے، دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوڑھے چمار کا تو کیا ذکر" اس عبارت میں خصوصاً کسی کا نام بھی نہیں ہے۔ پھر یہ الفاظ بے ادبی

کے کس کے حق میں قرار دیئے گئے۔ علیٰ ہذا تقویۃ الایمان ص۳۲ کے حوالہ میں عاجز اور ناکارہ کا لفظ ناظرین اہلِ انصاف اس کو بھی اوپر کے ملحقہ مضمون سے ملائیں آیت کے تحت میں مرقوم ہے "یعنی اللہ سے زبردست کے ہوتے ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے محض بے انصافی ہے کہ ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارہ لوگوں کو ثابت کیجیے۔" اس عبارت میں بھی کسی کا نام نہیں ہے۔ پس اس قسم کے جملہ الفاظ عام وخاص حق تعالیٰ کی شانِ جلال وعظمت کے مقابلہ میں ہوتے ہیں جن کو سوائے اللہ تعالےٰ کے لوگ پوجتے دور دراز سے عالم الغیب جان کر پکارتے ندائیں فریادیں کرتے ہیں۔ وہ سب کے سب محض عاجز ہیں، بے شبہ یہ ایمان ہے ایک ذرہ کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔ معہٰذا کسی نبی و ولی بزرگ کو کسی دوسری مخلوق کے مقابلہ میں عاجز ناچیز حقیر جاننا بیشک درست نہیں مگر مولوی نعیم الدین کی محض بے عقلی باعثِ عناد ہے۔

امام غزالی کی شہادت

ہر چند کہ اس کے مفصل جوابات گزر چکے ہیں الّا چند حوالے تائیدی یہاں بھی پیش کیے جاتے ہیں چنانچہ امام غزالی کیمیائے سعادت ص۲۷ میں فرماتے ہیں :۔

اگر در علم وے نگری از وے جاہل ترکیست، کہ اگر یک رگ در دماغ او کثر شود در خطر ہلاک و دیوانگی بود و نداند کہ از چہ خاست وعلاج آں چیست و باشد کہ علاج آں پیش او باشد و مے بیند و نداند و اگر قوت و قدرتِ او نگاہ کنی از وے عاجز ترکیست کہ با مگلے بر نہ آید و اگر پشہ را بر وے مسلط کنند در دستِ او ہلاک شود و اگر زنبورے نیش فراوی کند بے خواب و بے قرار شود۔

"اگر آدمی کے علم کی طرف بغور دیکھے تو اس سے زیادہ جاہل کون ہے کہ اگر ایک رگ اس کے دماغ میں ٹیڑھی ہو جائے تو خطرۂ ہلاکت اور دیوانگی میں پڑ جاوے اور نہ جانے کہ اس کا سبب اور علاج کیا ہے اور ایسا ہوتا ہے کہ علاج اس کا سامنے ہو تاہے اور نہیں جانتا اور اگر اس کی قوت اور قدرت کو دیکھا جائے تو اس سے زیادہ عاجز کون ہے کہ ایک مکھی سے نہیں جیت سکتا اور اگر مچھر کو اس کے اوپر مسلط کر دیں تو اس سے ہلاک ہو جائے اور اگر ایک بھِڑ ڈنگ مارے تو بے خواب اور بے قرار ہو جائے۔

نیز ص۱۸۰ میں فرماتے ہیں :۔

کسے کہ نظرِ وے از توحید بود ہمہ را در قبضہ قہرِ ربوبیت مضطر بیند و بچشمِ رحمت نگرد

"جس شخص کی نظر توحید کے ساتھ لگی ہوتی ہے تمام کو قبضۂ قہر ربوبیت میں مضطر و بے قرار دیکھتا ہے اور رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے۔"

نیز ص۲۶۲ میں فرماتے ہیں :-

و ہر چہ جز وے ست ہمہ در چشم وے حقیر گردد و ایں زہد عارفاں است ۔

"جو کچھ سوائے حق تعالیٰ کے ہے تمام اس کی آنکھ میں حقیر ہو جائے اور یہ زہد عارفوں کا ہے ۔"

نیز ص۵۰۸ میں فرماتے ہیں :-

و ہر چہ ما دانیم حقیر و مختصر است در جنب آنچہ علماء و اولیاء را معلوم بودہ است ، و علم ہمہ علماء و اولیاء مختصر است ، در جنب علم انبیاء بتفصیل آفرینش و علم انبیاء مختصر بود در جنب علم فرشتگان مقرب و علم ایں ہمہ اگر اضافت کنی با علم حق تعالیٰ خود سزاوار نبود کہ آں را علم گوئی سبحان آں خدائے کہ خلق را چندیں علم داد و آنگاہ ہمہ را داغ نادانی بر نہاد و گفت وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۔

"جو کچھ ہم لوگ جانتے ہیں حقیر اور ادنیٰ ہے مقابلہ میں جو کچھ علماء اور اولیاء کو معلوم ہوا ہے اور علم تمام علماء اور اولیاء کا مختصر ہے مقابلہ میں علم انبیاء کے تفصیل خلقت میں اور علم انبیاء مختصر ہے مقابلہ میں علم مقرب فرشتوں کے اور علم ان تمام کا حق تعالیٰ کے مقابلہ میں ایسا ہے کہ اس کو علم کہنا سزاوار نہیں ہے سبحان اللہ اس کی کیا شان ہے ۔ کہ خلق کو کس قدر دیا تاہم تمام کو نادانی کا داغ ان پر لگا دیا چنانچہ فرمایا اور نہیں دیا گیا تمہیں علم میں سے مگر تھوڑا سا ۔"

نیز ص۵۲۵ میں فرماتے ہیں :-

ہیچ سلیم دل نبود کہ ایں مقدار نداند کہ علم اولین و آخرین از فرشتگان و آدمیاں در جنب علم حق تعالیٰ ناچیز است و ہمہ را گفتہ است وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۔ بلکہ اگر ہمہ عالم ہم آیند تا عجائب علم و حکمت او تمامے در آفرینش مورچہ یا پشہ بدانند نتوانند

"کوئی سلیم دل ایسا نہیں جو یہ نہ جانے کہ علم اولین اور آخرین فرشتوں اور آدمیوں کے مقابلہ میں علم حق تعالیٰ کے ناچیز ہے اور تمام کو فرمایا گیا ہے اور نہیں دیا گیا تمہیں علم میں سے مگر تھوڑا ۔ بلکہ اگر تمام عالم جمع ہو کر چاہیں کہ عجائب علم و حکمت حق تعالیٰ کو پورے طور پر پیدائش چیونٹی اور مچھر کی جان لیں تو نہیں جان سکتے ۔"

نیز ص۵۳۶ میں فرماتے ہیں :-

و قدرت ہمہ خلق در جنب قدرت حق تعالیٰ چہ باشد بلکہ ہمہ عاجز اند الا آں قدر کہ او ایشاں را قدرت داد و چوں ہمہ را از آں عاجز کرد کہ اگر مگسے از ایشاں چیزے بربایند باز نتوانند

"قدرت تمام خلق کی بمقابلہ میں قدرت حق تعالیٰ کے کیا چیز ہے بلکہ تمام عاجز ہیں مگر اسی قدر کہ ان کو قدرت دی ہے اور اس نے تمام کو اس سے عاجز کر دیا کہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے جاوے تو اس سے پھر نہیں واپس لا سکتے اور تمام

ستندو ہمہ عاجز آیند پس قدرت او بی نہایت است کہ آسمان وزمین و ہر چیہ درمیان آن ست از جنّ و انس و حیوان و نبات ہمہ اثر قدرت اوست و در امثال ایں الی غیر نہایت قادر است پس چگونہ روا بود کہ بسبب قدرت دیگرے را جزوی دوست دارند۔

عاجز آجائیں پس قدرت اس کی بے نہایت ہے کہ آسمان اور زمین اور جو کچھ درمیان ان دونوں کے ہے جن اور انسان اور حیوان اور نباتات تمام اس کی قدرت کا اثر ہے اور ان کی مانند بے انتہا چیزوں پر قادر ہے پس کیونکر روا ہوگا کہ بسبب قدرت کے دوسرے کو سوائے حق تعالیٰ کے دوست رکھیں۔"

نیز صفحہ ۵۵ میں فرماتے ہیں:۔

و وائے بر آنکہ گوید چرا و چوں و یکے از انبیاء بیست سال بگرسنگی و برہنگی و محنت بسیار مبتلا بود و دعا میکرد و اجابت نمی شد، پس وحی آمد کہ پیش از آنکہ آسمان وزمین بیافریدم نصیبِ تو از قسمت و تقدیر من ایں بود میخواہی کہ آفریدن زمین و آسمان و تدبیر مملکت باز از سرگیرم برائے تو و آنچہ حکم کردہ ام بدل کنم تا آں بود کہ تو خواہی نہ آنکہ من و کار چناں بود کہ تو دوست داری نہ چنانکہ من بعزت، من کہ اگر دیگر ایں در دل تو بجنبید نام تو از دیوان نبوت محو کنم۔

"افسوس ہے اس پر جو چون و چرا کرے اور ایک شخص نبیوں میں سے بیس برس تک بھوک اور برہنگی اور بڑی محنت میں مبتلا رہے اور دعا کرتے اور قبول نہ ہوتی پس وحی آئی کہ آسمان وزمین کی پیدائش سے پہلے تیرے نصیب میں میں نے یہی قسمت و تقدیر کیا تھا تو چاہتا ہے کہ زمین و آسمان اور تدبیر مملکت کو تیرے لیے از سرنو پیدا کروں اور جو کچھ حکم کر چکا ہوں میں اس کو بدل ڈالوں یہانتک کہ وہ ہو جو تو چاہتا ہے وہ نہ ہو جو میں چاہوں اور کام وہ ہو جس کو تو چاہے نہ وہ جس کو میں چاہوں مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے کہ اگر دوسری مرتبہ اس کا تیرے دل میں خطرہ رہے گا نام تیرا دیوان نبوت سے مٹا دوں گا۔"

امام ابوحنیفہؒ اور دوسرے اکابر کے ارشادات

علیٰ ہذا حضرت امام ابوحنیفہؒ اپنے وصیت نامہ میں فرماتے ہیں:۔

نقر بان العبد مع اعماله و اقراره و معرفته مخلوق فلما كان الفاعل مخلوقا فافعاله اولى ان يكون مخلوقا ولم يكن لهو طاقة لانه ضعيفا عاجزون ـ

"ہم اقرار کرتے ہیں کہ بندہ مع اپنے اعمال اور اقرار اور معرفت کے مخلوق ہے پس جبکہ ہوا فاعل مخلوق تو افعال اس کے بطریق اولیٰ مخلوق ہوں گے اور نہیں ہے ان کے لیے طاقت کیونکہ وہ ضعیف عاجز ہیں"

علیٰ ہذا کبیری شرح منیۃ المصلی صفحہ ۳۳۷ میں مرقوم ہے:۔

لان الصلوٰۃ مقام التواضع والتذلل والخضوع۔ اور ص۴۳۱ میں مرقوم ہے، وقد روی ان اللہ تعالیٰ اوحی الی موسیٰ علیہ السلام یا موسیٰ اذا ذکرتنی فاذکرنی وانت تنتقض اعضاؤک وکن عند ذکری خاشعا مطمئنا واذا ذکرتنی فاجعل لسانک من وراء قلبک واذا قمت بین یدی فقم قیام العبد الذلیل وناجنی بقلب وجل ولسان صادق ۔ ۔ ۔ اور ص۴۶۱ میں مرقوم ہے۔ متذللین متواضعین خاشعین للہ۔ خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متبذلا متواضعاً متضرعا۔ الخ

"اس لیے کہ نماز مقام تواضع انکساری اور ذلیل ہونے اور عاجز ہونے کا ہے" روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی موسیٰ علیہ السلام کی طرف کہ اے موسیٰ جس وقت تو میرا ذکر کرے تو ایسا ذکر کر تیرے اعضاء سکڑ جائیں اور کر میرا ذکر بخشوع اطمینان سے اور جس وقت میرا ذکر کرے تو تو تیری زبان تیرے دل کے ہمراہ ہو جائے اور جس وقت کھڑا ہو میرے سامنے پس کھڑا ہو مانند کھڑے ہونے بندہ ذلیل کے اور مناجات کر مجھ سے ساتھ قلب حاضر اور سچی زبان سے ذلیل سمجھنے والے پست کرنے والے، گڑگڑانے والے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے لیے" "نکلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں کہ تھے میلے کچیلے پستی کے ساتھ تفرع گڑگڑاتے ہوئے نماز استسقاء کے لیے"

علیٰ ہذا جناب قاضی ثناء اللہ صاحبؒ پانی پتی تلمیذ رشید مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ و خلیفہ ارشد حضرت جان جاناںؒ اپنی مشہور و مقبول کتاب مالا بدمنہ ص۶ میں فرماتے ہیں:-

وانبیاء و ملائکہ باوجودیکہ اشرف المخلوقات و مقربان درگاہ اند لیکن مثل سائر مخلوقات ہیچ علم و قدرت ندارند مگر آنچہ خدا آنہا را علم دادہ است و قدرت دادہ۔

"انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام باوجودیکہ اشرف المخلوقات اور مقربان درگاہ ہیں لیکن مثل تمام مخلوقات کے کچھ علم اور قدرت نہیں رکھتے ہیں مگر جس قدر اللہ تعالیٰ نے ان کو علم دیا ہے اور قدرت دی ہے"۔

خلاصہ اقوالِ علماء و مشائخ دربارۂ عظمتِ شانِ حق تعالیٰ

الحق کہ بتائید تقویۃ الایمان ذلّتِ عبودیّت عجز و تحقیر سامنے جلال و عظمت عزت ربوبیت والوہیت حق تعالیٰ کے عموم و خصوص مخلوقات کا کما حقہٗ کلامِ ائمہ دین و علمائے مستندینِ مسلّمہ مولوی نعیم الدین سے منقول ہو چکا۔ ناظرین کرام خلاصہ الفاظِ مذکورہ کو بطور فہرست تائید حق کے مکرر ملاحظہ فرمالیں:-

تفاسیر جلالین مدارک وغیرہ میں انبیاء و مرسلین حضرت عیسیٰ وعزیر علیہم السلام اور ملائکہ و اولیاء مقربین کا قیامت میں ذلیل و عاجز ہو کر حاضر ہونا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کے سامنے تمام مخلوقات کو مانند اونٹ کی مینگنیوں کے جان لینا۔ مراقبہ توحید میں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون دونوں کا نظر سے ساقط کر دینا، اظہارِ ربوبیت اور ذلتِ عبودیت کے ساتھ حصولِ تقرب کا اعظم العمل ہونا۔ تمام عالم کو سوائے حق تعالےٰ کے ناچیز جاننا، مشاہدۂ حق میں خلق کا اس کی نظر میں حقیر و صغیر ہونا۔ دعاء ماثورہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر شئے کا اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کے سامنے پست و ذلیل ہونا۔ اولیاء کا جنگلوں کی گھاس نالابوں کے پانی پر مثل جنگلی جانوروں کے اکتفاء کرنا۔ اللہ کے نزدیک تمام خلق کا بے کس و بیمار و محتاج ہونا۔ موحد کے نزدیک تمام مخلوق لپشہ یعنی مچھر کی برابر ہونا ان کو عجز و ذلت کی نظر سے دیکھنا۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے ہر چیز کا مانند بت کے عاجز ہونا۔ تمام مخلوق کا مانند مکھیوں، بھڑوں، کیڑوں کے کے ہونا۔ جس قدر انسان کا اللہ تعالیٰ کے سامنے ذلیل ہونا ہے اسی قدر صاحبِ عزت ہونا مقولہ آدم علیہ السلام ہم نکالے گئے دوست کے پڑوس سے ہم تو رب کی طرف محتاج عاجز ذلیل ہوتے۔ آدم علیہ السلام کی اولاد میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ وعیسیٰ داؤد و سلیمان علیہم السلام وغیرہم کا عاجز و محتاج ہونے سے بے پرواہ نہ ہونا۔ فقہاءِ اہلِ مدینہ کا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو لکھنا کہ اہلِ تقوی کی علامت میں تذلل اختیار کرنا احکامِ قرآنی پر اور ذلت کا عزت پر اختیار کرنا۔ ہر شئے کا ذلیل و فانی اللہ تعالےٰ کی عظمت و شان کے سامنے ہونا۔ طالبِ آخرت کا اپنی ذلت کے لیے ہمیشہ راضی رہنا۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے ذلت اختیار کرنے سے کوئی بڑی عزت نہ ہونا۔ توکل بندہ کا اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے ذلیل ہونا۔ اللہ تعالیٰ کی عزت و عظمت کے سامنے تمام مخلوق کا سنگ و کلوخ کی مانند ہونا۔ اللہ تعالیٰ کا پہچاننا تمام خلق کو نیست نابود سمجھنے سے ہونا۔ اللہ تعالےٰ کی پاکی بڑائی کے سامنے ہر چیز کا بت سے بھی زیادہ عاجز ہونا۔ جنت و دوزخ کا مانند بت کے ہونا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عاجزی پستی ذلت اللہ تعالیٰ کے سامنے ہونا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ سامنے ہے مانند زنار و بت کے ہونا۔ کرامتِ عارفوں کا بت ہونا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا تمام مخلوقات کو سب سے زیادہ حقیر عاجز جاننا۔ انبیاء و صدیقین کا خائف و لرزاں رہنا۔ اللہ تعالیٰ کی عزت کا تمام عزتوں کو ذلت میں کھینچنا داغ جھٹائی کا لانا۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا تمام ہر ہستی کا خط کھینچ دینا۔ تمام کو لباسِ غلامی عاجزی کا پہنا دینا آنکھ کھول کر حسرتِ آدم فریادِ نوح لاچاری بے لبسی ابراہیم مصیبتِ یعقوب۔ قید خانہ یوسف آرہ بر سر زکریا۔ تلوار بر گردن یحییٰ۔ کلیجا جلا ہوا۔ دل بھنا ہوا محمد صلوات اللہ علیہم و علیہم السلام دیکھ۔ اللہ

تعالیٰ کی جلالت وعظمت کے سامنے تمام کا پست ہونا۔ اپنی ذلت کا جاننا، عزتِ ربوبیت کا جاننا۔ عموماً تمام انبیاء اولیاء کا محتاج وذلیل اور خصوصاً محتاجوں کے سردارِ معرفت ربِ جلیل میں سردارِ انبیاء علیہم السلام کا ہونا۔ تمام قطبوں کے عقیدوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے رب العزت کے سامنے بندہ ذلیل ہونا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کو بمقابلہ عظمتِ الٰہی کے حقیر جاننا توحید ہے ورنہ نبی کو کسی دوسرے انسان وغیرہ کے مقابل حقیر جاننے سے کافر ہو جانا۔ عبدیت سے زیادہ کوئی مقام اشرف نہ ہونا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا خلق کو سنگ وکلوخ شمار کرنا۔ کعبہ وعرفات مکہ وطائف مصر وبغداد کا عارف کی نظر میں سب یکساں ہونا۔ عالم کو صانع سے کچھ نسبت نہ ہونا اور مخلوق وذلیل ہونا۔ انبیاء کا اپنے آپ کو بندہ عاجز جاننا، لرزاں وترساں رہنا۔ فنائے عبدیت میں اکمل افراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہونا۔ عبودیت کا غایت ذلت وخواری ہونا۔ ہر چیز کا سوائے اللہ تعالیٰ کے ہالک وباطل فانی ونیست ہونا۔ بندہ کا اللہ کے سامنے پستی میں رہ کر موجبِ عزت ہونا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کمالِ عزت وعظمت ربوبیت کے سامنے اپنے آپ کو ضعفِ بشریت میں رکھنا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا تمام آدم وآدمیانِ عالم عالمان کو معدوم ونابود شمار کرنا۔ تمام دنیا اور اس کی بڑائی اہلِ ایمان کی نظر میں خاک ہونا، پتھر کی مانند وقعت نہ ہونا۔ خلق کو سنگ وکلوخ شمار کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فانی ہو چکنا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا تمام جہان کو ترک کرنا۔ نیک وبد خطرہ قلب میں سوائے اللہ تعالیٰ کے نہ آنے دینا۔ مقصودِ بندگی سے اظہارِ ذلت اور نیستی ہونا۔ بندہ کا زیادہ اظہارِ ذلت کرنا اور موجبِ الطافِ الٰہی کا زیادہ ہونا۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے تمام مخلوقات کی بزرگی وعظمت کو دل سے دور کرنا۔ حقیقت عبادت کی غایت درجہ ذلیل وعاجز اللہ تعالیٰ کے سامنے ہونا۔ منصب رسالت ونبوت کا باعثِ کمالِ عبودیت ہونا، اسی سبب لفظ عبدنا سے خطاب فرمایا جانا۔ ایمان والے کے حق میں اشیائے حقیرہ مچھر کی مثال سے ادنیٰ اور اعلیٰ میں باعثِ کمالِ بلاغت وفصاحت کا ہونا۔ نہایت ذلت نہایت عزت وعظمت والے کے سبب ہونا، نہایت عزت کسی مخلوق میں نہ ہونا۔ جمیع موجودات کا اللہ تعالیٰ کے قبضہ تصرف میں مقہور ہونا۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے کسی مخلوق کی قدر وقعت نہ رہنا۔ خالق کی عظمت کے سامنے تمام مخلوق کو بندہ کی نظر میں حقیر کر دینا۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے سب کچھ نابود ہونا۔ آسمان وزمین کی بڑائی کے سامنے آدمی کا نہایت ذلت وپستی میں ہونا۔ آدمی کے ابتدائے نقصان لطفیت اور کمال مرتبۂ خاتمیت سے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا تماشا دیکھنا۔ بادشاہ امیر سب کا عاجز ومحتاج ہونا۔ اولیاء اللہ کا فعلِ الٰہی میں فانی وہالک ہونا۔ یہی خالص توحید ہے!

مبحث ہٰذا میں خلاصہ اقوالِ حضراتِ بریلویہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو پوجتے ہیں ان سب کا جھوٹا ہونا " نبی کا کلام الٰہی سمجھنے میں محتاج ہونا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سوا نبی کو استحقاقِ جنّت نہ ہونا۔ ایوب علیہ السلام کا اپنے سر پر ندامت سے خاک اوڑانا۔ تمام اُمّت کے صالحین کو قتل بکریوں کے تبانا عظمتِ ربّ العزت کے سامنے قلبِ مبارکِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو کوئی نسبت نہ ہو سکنا۔ عبادت ذلّت خشوع عاجزی خضوع گڑگڑانا انکسار تواضع سب انسان کے مدائح جلیلہ سے ہونا، اللہ تعالیٰ کی بے نیازی سے پیغمبر وصدیق کا خائف ولرزاں رہنا۔ اور ہزار برس کی طاعت کو برقِ غضب سے جلاکر خاک بنا دینے کا ڈر۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے مقرّب فرشتوں اولوالعزم پیغمبروں کا نہایت فروتنی عاجزی سے بزرگی بجالانا۔ اور عظمتِ حق تعالیٰ پر نظر رکھتے ہوئے کمال تذلّل وفروتنی بجالانا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان موسیٰ علیہ السلام کو کہ میرے روبرو بندہ ذلیل کی طرح کھڑا ہو۔ تمام مخلوقات وممکنات کا محتاج اور ہالک ہونا۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے تمام عالم کو پست سمجھنا چاہیئے۔ مالک جل شانہ کا اپنے ملک میں مختار ہونا۔ بندہ خوار ذرہ بے مقدار کو تشریفِ کرامت سے مخصوص فرمانا۔ مخلوق کے علم، قدرت، سمع، بصر کو صفاتِ کاملہ حق تعالیٰ سے کوئی نسبت نہ ہونا۔ اور محض ہالک ولاشئے ہونا۔ تمام انبیاء ومرسلین ملائکہ مقرّبین کا اللہ تعالیٰ کے خوف سے بید کی طرح کانپنا۔ جمیع ماسوائے اللہ تعالیٰ سے رشتہ امید قطع کرنا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم باوجود عصمت ہر روز ستر بار کلاہ خواجگی سر سے اتار عجز ونیاز سے استغفار کرتے اللہ کے خوف سے کانپتے۔ سب عزتیں اس کی عظمت وجلال کے امنے پست کل شئی ھالک الا وجھہ انبیاء ومرسلین وماعبدناک حق عبادتک کے سوا دم نہیں رسکتے۔ ذرا اپنی حقیقت دیکھ، ناپاک پانی سے پیدا ہوا، ایک مکھی لپٹوا ایذا دے کر اڑ جائے، اس ے بدلہ نہیں لے سکتا۔ یوسف وزلیخا شیریں لیلیٰ جن کے حسن وجمال کی عالم میں دھوم ہے۔ اب بان ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے ذلیل ومحتاج ہونے کی دعا کرنا۔ اللہ تعالےٰ کی عظمت کے لیے ڑے بڑے بزرگوں بادشاہوں وغیرہم مخلوقات کا ذلیل ہونا۔ وغیرہ وغیرہ۔

پس ناظرین نے ملاحظہ فرمالیا کہ ذلّتِ مخلوقات وبشریت بمقابلہ عزّت ربوبیّت والوہیّتِ حق تعالیٰ جل شانہ کے حسبِ عموم وخصوص اکثر حضرات انبیاء واولیاء کے بدلالت صریحہ قرآن وحدیث اور کلام ائمہ دین مفسرین ومحدثین فقہاء وصوفیاء کرام مسلمہ مولوی نعیم الدین کے اظہر من الشمس واضح ہوکر مولوی نعیم الدین کی مغالطہ دہی طشت ازبام ہوچکی جس سے بطریق روشن تائید عمومی تقویۃ الایمان کی کہ " یہ یقین جان لینا چاہیئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے" یعنی جس طرح بادشاہ دنیا کے

روبرو چمار ذلیل ہے اس سے زیادہ تمام مخلوق کی ذلت عبدیت سامنے شانِ عزت ذاتی حق تعالیٰ کے ثابت ہے۔ کیونکہ اس سے ملحق بادشاہ دنیا اور چمار کی مثال اس میں صریح موجود ہے کہ" جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیجئے۔ اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی؟" اگر تقویۃ الایمان کی مثال عمومی میں چمار کا ذکر ہے تو دیگر اکابر ائمہ سلف مسلّمہ مولوی نعیم الدین کے کلام میں عموماً و خصوصاً انبیاء و اولیاء فرشتوں مقربین کا ذکر اونٹ کی مینگنیوں، پتھر کے ڈھیلوں، مچھر، مکھیوں، بھڑوں، کیڑوں، کتوں، سوروں، وغیرہم۔ مثال کے ساتھ عاجز و حقیر ناچیز و صغیر مانندیت کے ذلیل و خوار نیست و نابود لاشئے لاچار ہونا، اس سے زائد مختلف الفاظ میں مرقوم ہے۔ عبارا تنا ستنی وحسنك واحد اگر چمار کی مثال عیب کہ وہ انسان اشرف المخلوقات ہے، ہے عموم خلق کے ساتھ حق تعالیٰ کی شان کے سامنے موجب گستاخی و بے ادبی و توہین اور کفر ہے تو بدرجہ اولیٰ اکابر علماء و مشائخ مسلمہ مولوی نعیم الدین کے حق تعالیٰ کی شان و عظمت کے سامنے خاص انبیاء و اولیاء کا ذکر کرکے گستاخ و بے ادب معاذ اللہ باعث کفر کیا۔ بلکہ قطعی الکفر ٹھہراتے ہیں ورنہ ساختہ پرداختہ مولوی نعیم الدین کے ایمانِ کفریہ کا انجام گلے کا ہار ہوگیا وگر بیچ ولا یحیق المکر السئی الا باھلہ۔

مولانا شاہ محمد اسحٰق رحمہ اللہ کے علم و فضل پر مسلّمہ شہادات علماء

پھر عاجز ہوکر بہ افترا پردازی کہ ان کے شیخ اعظم مولوی اسحاق صاحب کی مائۃ مسائل تک میں حوالے غلط ہیں البکن حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی مہاجر مکی کے حوالوں کو غلط کہنا متعبدین گور پرستوں کا قدیمی شیوہ ہے۔ وہ اپنی کذب بیانی کو باور کرانے کے لیے من گھڑت باتیں بناتے آئے ہیں۔ ورنہ بیچارے مولوی نعیم الدین صاحب کا کیا منہ اور حوصلہ ہے جو نرتین میں نہ تیرہ میں کہ اغلاط ثابت کرسکے۔ بات یہ ہے کہ تصنیف و تالیف کی قدر و منزلت مصنف کے کمال علم و عمل، زہد و تقویٰ امانت و دیانت سے واضح ہوتی ہے۔ چنانچہ بڑے بڑے اکابر علماء کو آپ کی کفش برادری کا فخر حاصل تھا۔ آپ کا حلقۂ درس تمام ہندوستان کے لیے مرکز مرجع خلائق تھا۔ جن میں بلند پایہ حضرات مثل شاہ احمد سعید صاحب و شاہ عبدالغنی صاحب مہاجر مجددی دہلوی اور مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی اور مولانا مفتی محمد عنایت احمد صاحب وغیرہ داخل تھے۔ تمام سلاسل اسناد و حدیث خاندان حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ہندوستان میں آپ کی ذات بابرکات سے وابستہ ہیں جو اس سے خارج اور عنادی ہے، وہ علم احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے انوار فیض سے محروم ہے جس طرح مولوی نعیم الدین صاحب بھی

اپنی نا اہلی کے سبب انگلی کاٹ شہیدوں میں داخل اس علمی فیض سے بے نصیب و نامراد رہے۔ مگر مولوی صاحب کی بے باکی معاندانہ متعصبانہ طعن قابل غور ہے کہ وہ انوارِ ساطعہ جس کو خود اپنے مطبع نعیمی مرادآباد میں چھاپا اور اس کی نہایت درجہ تعریف و توصیف اپنے رسالہ سوادِ اعظم ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ میں کی اس میں بکثرت حوالے مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب کی مبارک تصنیف مائۃ مسائل کے استناداً نقل کئے گئے اور آپ کے محامد و اوصاف، میں اس کے صـ۴۲ و ۱۲۹ میں مرقوم ہے۔

"مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ علیہ کے شاگرد جانشین اور خاص نواسہ مشہور آفاق جناب مولانا محمد اسحٰق صاحب مرحوم" "حضرت مولانا محمد اسحٰق دہلوی قدس اللہ اسرارہم" "تقریظ مولانا رحمۃ اللہ مہاجر مکی"

اور اسی پر کیا موقوف ہے متبدعین کے بڑے مایۂ ناز مولوی محمد خلیل الرحمن صاحب شاگرد مولوی احمد حسن صاحب کانپوری مصباح الاسلام صـ۱۱ میں لکھتے ہیں:۔

"مائۃ مسائل میں حضرت امام المتقین مقتدائے محدثین مشہور آفاق مولانا محمد اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلوی نے لکھا ہے"

ایسے ہی معتمد متبدعین مولوی محمد حسن صاحب سنبھلی نے اماطۃ الاذی میں بکثرت حوالے مائۃ مسائل سے استناداً نقل کئے ہیں اور اسی طرح مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے حیات الموات میں علیٰ نِدا مولانا شیخ محمد صاحب تھانوی جن کو انوار ساطعہ صـ۲۹ میں "عمدۃ الفقہاء والمحدثین جناب مولانا شیخ محمد صاحب تھانوی کے خطاب سے یاد کیا گیا ہے۔ قسطاس صـ۲۶۵ میں فرماتے ہیں "فقیر شیخ محمد کاتب الحروف عفی عنہ نقل حکایات اپنے معائنہ کی کرتا ہے کہ ۱۲۴۷ھ ہجری قدسی میں مبتدی (؟) ۹ سیپارہ سنن ابوداؤد میں پیش خدمت حضرت استاذی استاذ الآفاق مولانا الحاج محمد اسحاق محدث قدس سرہٗ شاہجہان آباد میں وقت چار گھڑی روز برآمدہ سبق پڑھتا تھا اور پانچ چار صاحب جو ہمیشہ سامع تھے، وہ بھی موافق معمول حاضر تھے، اثنائے سبق میں علماء مبتدعین کی جانب سے ایک شخص بغرضِ استفسار مسئلہ حاضر ہوا، جواب لے جانے پر وہ لوگ آمادہ بمناظرہ ہوئے، المختصر جس کے جواب میں خود انہیں کے ہم مشرب، مولوی حاجی محمد قاسم صاحب نے یہ فرمایا کہ اے صاحبو اس شخص سے اگرچہ مخالف مسائل چند ہے مت الجھو یہ فرشتہ ہے، السان ہے وہ نا فتنہ زیبا ہے، پس اللہ تعالٰی نے مولانا حضرت حضرت استاذ کی اس میں زیادہ تر رونق و عزت بذریعہ اس حق میں شناسی کے بڑھائی کہ آج تک بلکہ خلعت تک یادگار مقبول رہے گی اور نتیجہ حق شناسی اور حق پرستی آخرت میں تو ایسے ہی لوگوں کے واسطے ہے۔ فقط اللّٰھم ارزقنا اتباع الحق ثم آمین۔

علاوہ ازیں اتحاف النبلاء ص۴۳۲ میں بحوالہ قولِ جلی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا مکاشفہ منقول ہے (۱)

"در قولِ جلی از کلامِ ایشاں (شاہ ولی اللہ) آوردہ کہ فرمودند اگاہی آمد ایں فرزندان کہ لطفِ الٰہی ایشاں را بما عطا کردہ است ہمہ سعدا اند نوعی از ملکیت در ایشاں ظہور خواہد کرد لیکن تدبیرِ غیب تقاضا میکند کہ دو شخص دیگر پیدا شوند کہ در مکہ و مدینہ سالہا احیائے علومِ دین نمایند و ہماجا وطن اختیار کنند از طرف اور نسبِ ایشاں ہما متمکن باشد زیرا کہ آدمی زادہ بوطنِ مادر میلانِ طبعی دارد و انتقال جماعہ کہ وطن والدہ ایشاں متمکن باشد بسرزمینی بالطبع مستحیل ست مگر بقول تعالہ۔ انتہیٰ محرر سطور (مصنف اتحاف حضرت مولانا نواب سید محمد صدیق حسن خاں نور اللہ مرقدہ) گوید مصداق ایں آگاہی بظاہر وجود ہر دو نواسہ شاہ عبدالعزیز دہلوی ست مولوی محمد اسحٰق و محمد یعقوب کہ ہجرت از دہلی کردہ در مکہ اقامت نمودند و سالہا باحیائے روایت حدیث باہل عرب و عجم پرداختند واللہ اعلم۔

علاوہ ازیں امیر الروایات مطبوعہ محبوب المطابع دہلی میں مرقوم ہے (ص۸۵) "شاہ اسحٰق صاحب کے ایک شاگرد اجمیر میں رہا کرتے تھے اور وہاں مواعظ کے ذریعہ سے اشاعتِ دین کرتے تھے انہوں نے حدیث لاتشدوا الرحال کا وعظ کہنا شروع کیا اور لوگوں پر اثر بھی ہوا اتفاق سے شاہ اسحاق کا اس زمانہ میں قصدِ ہجرت ہو گیا جب شاہ صاحب کے قصد کی ان کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے شاہ صاحب کو لکھا کہ جب جناب عازم سفر ہجرت ہوں تو اجمیر نہ تشریف لاویں کیونکہ میں لاتشدوا الرحال کا وعظ کہہ رہا ہوں اور لوگ راہ پر آچلے ہیں آپ کی تشریف آوری سے جو کچھ اثر ہوا ہے اس کے غتر بود ہو جانے کا اندیشہ ہے شاہ صاحب نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ میں اجمیر کے قصد سے نہ آؤں گا چونکہ اجمیر راستہ میں پڑے گا اور خواجہ صاحب ہمارے مشائخ میں ہیں اس لیے مجھ سے نہ ہو سکے گا کہ میں بلا حاضر ہوئے بالا بالا چلا جاؤں، ہاں جب میں آؤں تم وعظ کہنا اور وعظ میں بیان کرنا کہ اسحٰق نے غلطی کی جو وہ اجمیر آیا اس کا فعل حجت نہیں۔ اور میرے سامنے کہنا اور یہ خیال نہ کرنا کہ شاید مجھے ناگوار ہو مجھے ہرگز ناگوار نہ ہوگا۔ اور میں اقرار کر لوں گا۔ کہ واقعی میری غلطی ہے اس سے وہ ضرر دفع ہو جائے گا۔ جس کا تم کو اندیشہ ہے اور شاہ صاحب نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ یہ مجاور اور قبر پرست ہمارے رقیب ہیں اور رقیبوں کے ڈر سے محبوب کو نہیں چھوڑا جا سکتا"۔ نیز (ص۹۱) "خاں صاحب نے فرمایا کہ شاہ اسحاق صاحب کو بہت زور کی بواسیر تھی اور اس کی وجہ سے آپ کو بہت تکلیف تھی، کسی شخص نے بواسیر کا عمل بتلایا کہ صبح کی سنتوں میں الم نشرح اور لایلاف پڑھ لیا کیجئے مگر شاہ صاحب نے اس کو پسند نہ فرمایا اس پر مولوی مظفر حسین صاحب اور نواب قطب الدین

خاں صاحب وغیرہ نے زور دیا کہ آپ یہ عمل ضرور کیجیئے آپ نے فرمایا کہ اول تو ہم نیک عمل ہی نہیں کرتے صرف ٹوٹے پھوٹے فرض اور سنتیں پڑھ لیتے ہیں ان میں بھی ہم خواہشِ نفسانی (اور دنیوی غرض) کو داخل کر دیں اور عبادت کو (دنیوی) عمل بنالیں یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔"

آپ کے چھوٹے بھائی مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو فنِ تعبیر میں کمال تھا۔ ایک بار کسی شخص نے دہلی میں خواب دیکھا کہ فلاں دروازہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ لوگ لیے جاتے ہیں اور اس زمانہ میں مولانا محمد اسحٰق صاحب رحمہ اللہ علیہ ہجرت کرنے والے تھے۔ مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا بھائی صاحب ہجرت کرنے والے ہیں آپ کے ساتھ علم حدیث کا نکلنا جنازہ کا نکلنا ہے۔"

(تذکرۃ الرشید حصہ دوم ص۲۶۷) علیٰ ہذا آثار الصنادید مؤلفہ سر سید احمد خاں صاحب علی گڑھی کے چوتھے باب ص۴۱ میں مرقوم ہے" مخدومی مخدوم الانامی افضل الکرام اشرف العظام ملک سیرت، فرشتہ صورت، جامع رموزِ حقیقت و طریقت، مواظبِ اوامرِ شریعت، فخر علمائے دین، مسند المحدثین، یگانۂ آفاق، مولانا و بالفضل اولانا، مولوی محمد اسحٰق آپ نواسہ ہیں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم قدس سرہٗ کے علم حدیث کا شاہ صاحب مبرور مغفور کی خدمت میں حاصل کیا اور بیس برس کامل تک احادیث اور علم منیف ان کے حضور میں بیٹھ کر طلبہ جدید الفکر کو پڑھایا، اتباعِ سنّت سے کوئی کام آپ سے سرزد نہ ہوتا تھا کہ وہ فعلِ رسولِ مختار نہ ہوتا چونکہ حق جلّ وعلا نے صورت اور سیرت دونوں عطا کی تھیں آپ کی صورت سے آثارِ صحابیت ظاہر ہوتے تھے اور یقین ہوتا تھا کہ حضرت سید الثقلین صلواۃ اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت کا فیض جنہوں نے پایا ہوگا ان کی یہی صورت و سیرت ہوگی۔ ع

ع زہے اُمّتِ خاتم المرسلین۔ بعد وفات شاہ صاحب کے ان کا فرقِ مبارک وستارِ خلافت سے مزیّن ہوا اور تمام معتقدین صافی اعتقاد کی رجوع آپ کی طرف ہوئی۔ ناز اور فخر کرنا چاہیئے۔ ایسے اللہ والے پر کہ سب کچھ چھوڑ کر سفر حجاز اختیار کیا۔"

علیٰ ہذا حاشیہ الحیاۃ بعد المماۃ ص۳۸ میں مرقوم ہے:۔

"آپ کی کنیت، ہے ابو سلیمان آپ کے والد بزرگوار کا نام تھا محمد افضل فاروقی، جو رہنے والے تھے لاہور کے، اور آپ نواسہ تھے جناب مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے، آپ کی ولادت تقریباً ۱۱۹۶ھ میں ہوئی، آپ نے تحصیلِ علم، مولانا شاہ عبدالقادر مولانا شاہ رفیع الدین اور مولانا شاہ عبدالعزیز قدس اللہ سرہم العزیز اپنے نانا سے کی، اور چونکہ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کے کوئی بیٹا نہ تھا، اس لیے آپ ہی بعد ان کے مالک مسندِ خلافت ہوئے فریضۂ حج ادا کرنے کے لیے

آپ ۱۲۴۰ھ میں مکہ معظمہ گئے وہاں ۱۲۴۱ھ میں شیخ عمر بن عبدالکریم مکی المتوفی ۱۲۴۷ھ نے بھی آپ کو روایت حدیث کی اجازت اپنے طریقہ کی دی۔ سولہ برس کے بعد ۱۲۵۸ھ میں آپ نے ہجرت کی اور دہلی سے مکہ میں جا بسے۔ شیخ عمر بن عبدالکریم مکی ممدوح آپ کی شان میں اکثر فرماتے، کہ ان میں حلول کر گئی ہے برکت ان کے نانا شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی کی۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔ قدحلت فیہ برکۃ جدہ الشیخ عبدالعزیز الدہلوی شیخ موصوف علم حدیث اور رجال میں قائل تھے آپ کے کمال کے۔ آپ نے ستر برس کے سن میں وفات پائی، مکہ معظمہ میں ماہ رجب ۱۲۶۲ھ میں اور مدفون ہوئے معلیٰ میں۔ شیخ عبداللہ سراج مکی المتوفی ۱۲۶۴ھ نے آپ کے غسل جنازہ پر فرمایا۔ واللہ انہ لو عاش وقرأت علیہ الحدیث طول عمری ما نلت ما نالہ ـــ (قسم اللہ کی یہ اگر زندہ رہتے اور پڑھتا میں ان پر حدیث اپنی تمام عمر میں نہ پہنچتا میں اس مرتبہ کو جس مرتبہ کو پہنچے ہیں یہ) مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور فرماتے الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسمعیل واسحٰق یعنی سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں جس نے عطا فرمائے مجھے بڑھاپے میں اسمٰعیل اور اسحاق" "جناب شاہ عبدالعزیز صاحب اکثر فرماتے کہ میری تقریر تو لی اسمٰعیل نے اور تقویٰ اسحاق نے"۔

علی ہذا القاسم دیوبند شوال سنہ ۱۳۴۴ھ میں مرقوم ہے:۔

"ان حضرات کے وصال کے بعد حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب و حضرت شاہ محمد اسمٰعیل صاحب شہید کے سر احیائے سنت و اماتت بدعت کا سہرا رہا۔ تعلیم و تربیت خلق اللہ میں جو رنگ تھا اس میں صبغۃ اللّٰہی رنگ آمیزیاں آشکارا تھیں، ان دونوں صاحبوں کے فضل و کمال کا سراغ اس سے مل سکتا ہے، کہ فرط مسرت سے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبان پر قرآن پاک کی یہ آیت جاری ہو جایا کرتی تھی۔ الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسماعیل واسحاق ـ سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے میں اسمٰعیل اور اسحٰق عطا کئے آیت میں لفظ اسمٰعیل کی تقدیم سے واقفان حال پر جو کیفیت طاری ہوتی ہو گی وہ زبان سے کہنے کی بات نہیں ہے"۔

الغرض مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب محدث، جن کا علم و زہد اور تقویٰ زہرت کر اپنے قرن میں موافق و مخالف کے نزدیک ضرب المثل تھا۔ بلکہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے اپنی حیات، ہی میں اپنی جانشینی۔ مسند درس و افتار پر آپ کو مستقر فرمایا جس کے متعلق آپ خود اپنے مجموعہ فتادی میں فرماتے ہیں کہ

مولوی محمد اسحاق صاحب کو بوجہ درس تدریس ایک دم کی فرصت نہیں"

چنانچہ بغرض ملاحظہ ناظرین کرام ایک نقل فتویٰ بجز اصل بقلم خاص مولانا محمد اسحٰق صاحب باذن مولانا شاہ عبدالعزیز بمعہ اصل مہری شاہ صاحب جو بچشم دید کتب خانہ مولانا سید حسن شاہ صاحب مرحوم محدث رام پوری میں محفوظ ہے۔ حسب ذیل ہے۔

چہ فرمایند علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں صورت کہ مثلاً زید بعد فوت شدن زوجہ خود با دختر خواہر زن خود نکاح کرد شرعاً ایں تزویج جائز است یا نہ بتینوا توجروا (جواب) ایں تزویج در شرع جائز است کہ منع از جمع درمیان خالہ و خالہ زادی واقع شدہ وہرگاہ خالہ فوت شد جمع نماند پس بلاشبہ جائز باشد کتبہ محمد اسحٰق باذن حضرت شاہ عبدالعزیز سلمہ اللہ وابقاہ (مہر: عبدالعزیز ... الرحیم ۱۱۸۹)

پس آپ کی سعی اور آپ کی یادگار مقبولہ انام مائۃ مسائل واربعین مسائل سے تاکید اتباع توحید و سنت اور رد شرک و بدعت و رسومات کی کما حقہ جڑ کٹ گئی اسی سبب سے گور پرستوں اور اس کے ریوڑی گھر کھانے والوں کو آپ سے عناد اور غیظ و غضب ہے۔ چنانچہ مائۃ مسائل ص۱۲ واربعین مسائل ص۳۸ و ص۴۰ میں مرقوم ہے۔

پس کسے کہ دعویٰ محبت الٰہی نماید و عمل
او خلاف سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
باشد آں کس مفتری کذاب است ہرگز دعویٰ
او را قبول نباید ساخت" "تا وقتیکہ روایات
صحیحہ مرفوعہ متصل الاسناد و نباشد از درجہ
اعتبار ساقط است اگرچہ بعض آنرا در کتاب
خود نقل کنند" "و مسلمان کامل آنست کہ در
امور دنیا و آخرت سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ
وسلم را پیش نظر دارد، پس اتباع آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرض وواجب است
در ظاہر و باطن و اتباع آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ثمرۂ محبت است" "تا وقتیکہ
محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از محبت

"جو شخص دعویٰ محبت الٰہی کا کرے اور عمل
اس کا خلاف سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے ہو وہ شخص مفتری کذاب ہے ہرگز
دعویٰ اس کا قبول نہ جاننا چاہیے" "جبتک روایات
صحیحہ مرفوعہ متصل الاسناد نہ ہوں۔ اعتبار سے
ساقط ہے اگرچہ بعض ان روایات کو اپنی کتاب
میں نقل کریں" "مسلمان کامل وہی ہے جو کہ جملہ امور
دنیا و آخرت میں سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو
پیش نظر رکھے۔ پس اتباع آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم فرض اور واجب ہے ظاہر اور باطن
میں اور اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثمرۂ محبت
ہے" "تا وقتیکہ محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی دوسروں کی محبت سے مقدم نہ ہو جائے الخ

دیگراں را ہیچ نگر در مذاقِ ایمان نیاید۔ ایمان کا نصیب نہ ہوگا"

بس کہاں ہیں وہ علماء وطلبہ آپ کی سندوں سے اپنے علم کو مزین کرنے والے آپ کے اس ضابطہ سنّت صحیحہ مرفوعہ منفصل الاسناد سے اپنے علم کو جانچنے پرکھنے والے ا غرضیکہ آپ کے فیوض وبرکاتِ علمی وعملی ظاہری و باطنی سے کون شخص ناآشنا ہے۔ کس صاحب دیانت کی گردن پر آپ کے احسانات کا بار نہیں۔ آج مدارس اسلامیہ ہندوستان میں آپ ہی کی اسناد سے سندِ حدیث طلبہ کو ملتی ہے۔ آپ کا نام نامی ہر سند میں تاباں ودرخشاں ہے۔ حضرات اہلِ حدیث آپ کے خوشہ چین ہیں تو فضلاءِ اصحاب دیوبند بھی آپ کی ہی کفش برداری کا فخر رکھتے ہیں۔ کیا کوئی مولانا سید محمد نذیر حسین (میاں صاحب) محدث دہلوی ومولانا مملوک علی صاحب نانوتوی ومولانا شاہ عبدالغنی صاحب مجددی مہاجر مدنی ومولانا سید محمد عالم علی صاحب محدث مرادآبادی علیہم الرحمۃ سے ناواقف ہے؟ یہ سب اسی گھر در کے نونہال ہیں۔ چنانچہ تحفۃ الاخوان ص۱۳۴ و۱۳۵ میں مولانا عبیداللہ صاحب مرحوم نے مولانا مظفر حسین صاحب مرحوم سے نقل فرمایا ہے کہ مولانا محمد اسحاق صاحب محدث دہلویؒ موحدین اہلِ حدیث سے محبت رکھتے تھے۔ میں نے مولانا سے کہا کہ فلاں کہتا ہے ہم اس حدیث کو مقابل میں قول امام کے نہیں مانتے۔ مولانا نے بے تامل فرمایا کہ وہ شخص کافر ہے۔ انتہیٰ۔ آپ کی ذہانت ومتانت مسلمہ تھی۔ آپ بہت مختصر مگر جامع تقریر وتوضیح فرماتے چنانچہ کاتب الحروف بندۂ عزیز عفی عنہ نے مولانا عبدالعلی صاحب مرحوم سابق مدرس شیخ الحدیث مدرسہ شاہی مسجد مرادآباد سے درسِ صحیح بخاری میں حدیث واقعہ افک کے متعلق سنا کر فرماتے تھے۔ حضرت میاں صاحب مولانا محمد اسحٰق اس وقت زرد رنگ کی ہلکی رضائی اوڑھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اس مقام سے ڈولی پالکی اٹھانے کی دلالت واضح ہے"

مگر افسوس کہ اس مقدس خاندان اور ان کے خدام کے عموماً ہمیشہ مبتدعین دشمن خون کے پیاسے رہے ہیں۔ ان پر کفر وارتداد کے فتویٰ لگا کر اپنی آخرت تباہ وبرباد کر رہے ہیں۔ خصوصاً مولوی نعیم الدین اور ان کے مقتداؤں کا یہی شیوہ رہا ہے۔ چنانچہ خود مولوی نعیم الدین نے اپنے رسالہ فرائد النور ص۲۰ و۴۹ میں حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰقؒ کی شان میں اتہامات وکلمات گستاخانہ "بدلیاقت بددیانت عبارتوں میں قطع برید کرنے والے غلط مسئلہ لکھنے والے" "مولوی اسحاق صاحب کیسے ہی بزرگ ہوں انہیں مانتا ہی نہیں۔ پھر ان کا یا ان کی کتاب کا حوالہ دینا ہی فضول ہے (ملخصاً) وغیرہ الفاظ لکھے ہیں اگرچہ ان کے مزعومہ اوہام کا ازالہ کما حقہ،

بجواب بدایونی تفہیم[1] المسائل میں ہو چکا ہے۔

پس لبسا بعید ہے کہ ایسا فاضل محدّث سے ریا خلاف دیانت تحقیق و تنقید منصبِ محدثیت کے غلط حوالے نقل کرے۔ علیٰ ہذا السیف النقی وغیرہم رسائل میں مبتدعین بریلویہ ہی کے کرشمے مذکور ہیں جس طرح ان کی دیگر کتب و رسائل سے واضح ہو چکا۔ چنانچہ خود مولوی نقی علی خاں صاحب والد مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی اپنے رسالہ سرور القلوب صـ۱۳۹، ۲۴۸ میں لکھتے ہیں۔

"دعویٰ محبتِ اللہ و رسول بدون اتباعِ سنّت اور دعویٰ کمالِ ایمان بدوں محبت سراسر لاف وگذاف ہے۔ اسی واسطے ارشاد ہوا کسی کا ایمان حاصل نہیں ہوتا جب تک خواہش اس کی میری شریعت کے تابع نہ ہو جائے۔"

اور فرماتے ہیں۔

"محدثین جب قیامت کے دن آئیں گے ان کے ساتھ دواتیں ہوں گی، اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا تم اہل حدیث ہو مدتہا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر درود لکھتے تھے بہشت کو چلے جاؤ۔"

پس یہ محض مولوی نعیم الدین نے اپنی بلا دوسروں پر ڈال کر اپنے آپ کو ضلالت و خسران میں مبتلا کیا۔

مولانا سید محمد نذیر حسین محدّث دہلویؒ کی سندِ حدیث

واضح رہے کہ علم حدیث کی اشاعت و ترویج، تبلیغ و تدریس بطریقِ محدثین میں شاہ محمد اسحٰقؒ کے صحیح جانشین حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب محدّث دہلویؒ (متوفی ۱۳۲۰ھ) تھے۔ جنہوں نے نہ صرف کہ شاہ صاحب سے پڑھا بلکہ بارہ تیرہ برس مسلسل شاہ اسحاق صاحب سے مشکلات و غوامضِ علوم حدیثیہ حل کئے اور جن کو شاہ صاحب نے خاص سندِ حدیث مرحمت فرمائی چنانچہ سند آپ کی الحیاۃ بعد المماۃ صـ۴۵ پر مرقوم ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد و آلہ وصحبہ اجمعین۔ اما بعد فیقول العبد الضعیف محمد اسحٰق ان السید النجیب المولوی محمد نذیر حسین قد قرأ علی اطرافا من الصحاح الستۃ البخاری ومسلم و ابی داؤد والجامع الترمذی والنسائی و ابن ماجۃ وشیئا من کنز العمال والجامع الصغیر وغیرہا

---

[1] مولوی فضل رسول بدایونی کی کتاب تصحیح المسائل کا علمی اور تحقیقی جواب ہے مصنفہ حضرت مولانا محمد بشیر الدین صاحب قنوجی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۹۶ھ یہ نفیس کتاب مطبع محمدی لاہور ۱۲۹۰ھ میں طبع ہو چکی ہے (ع۔ ح)

وسمع منی الاحادیث الکثیرۃ فعلیہ ان یشتغل بقراءۃ ہذہ الکتب ویتدرس بھا لانہ اھلھا بالشروط المعتبرۃ عند اھل الحدیث وانی حصلت القراءۃ والسماعۃ والاجازۃ لھذہ الکتب من الشیخ الاجل الشیخ عبدالعزیز المحدث الدھلوی وھو حصل القراءۃ و الاجازۃ عن الشیخ ولی اللہ المحدث الدھلوی رحمۃ اللہ علیھما وباقی سندہ مکتوب عندہ حرر فی ثمان شھر شوال ۱۲۵۹ھ ہجریۃ۔ الحمد للہ اولا واخرا۔

محمد ۱۲۵۳
اسحاق

حضرت میاں صاحب دہلویؒ پر اتہام

عجیب حالت ہے کہ اتہام لگانے والوں نے مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدثؒ پر بھی جبکہ آپ حج کے مبارک سفر پر گئے اتہامات وبہتانات لگائے جن کی برأت کے متعلق نقل اصل خط مہری پاشا مکہ بزبان ترکی بنام پاشا مدینہ طیبہ جس کا فوٹو اصل ہمارے پاس محفوظ ہے اور اس کی نقل الحیاۃ بعد المماۃ صفحہ ۹۶ میں بھی مرقوم ہے حسب ذیل ہے۔

مدینہ منورہ محافظین علیہ سنہ سعادتلو
آفندم حضرتلری علمائے ہندیہ دن نذیر حسین
افندی تلامیذندن بر نفر حقندہ کندی
ہمشہری لر طرفندن اسناد اعتزال
اولنغلہ مکہ مکرمہ دہ چیکندی لری بالمؤخذہ
تحقیقات ایجابنی اجرا قلنمش وفقط اسناد
واقع مذکوردن مومی الیہمانن برائتلری
ثابت اولمش اولدیغندن اواچہ
دہ شاید مقلرندہ بولیولدہ بر سوزا
بلدیلر چک اولوراولیسہ برایت
ذمتلری معلوم اولنق اوزرہ بیان
کیفیتہ ابتدار قلنلدی اولبابدہ امرو
ارادہ آفندم حضرتلری نندرتی ۲۶ ذی الحجہ
سنہ ۱۳۰۰ فی ۱۷ تشرین اول سنہ ۹۹ والی
وقومان دار حجاز مکہ مکرمہ

”مدینہ منورہ کے محافظین علیہ کو سعادت مآب
حضرت صاحب من۔ ہند کے علماء سے نذیر حسین
اور ان کے شاگردوں سے ایک شخص کے حق
میں جو ان کے ہم وطنوں کی طرف سے نسبت
اعتزال ہوا تھا سو مکہ مکرمہ میں وہ مؤاخذہ ہوکر
ضروری تحقیقات ان کی کی گئی لیکن چونکہ
نسبت واقع مذکور سے مومی الیہما کی بری
الذمتی ثابت ہوتی ہے، اس لیے اس جگہ بھی
اگر ان کے حق میں اس قسم کی کوئی بات کہی
جائے تو بری الذمتی ان کی معلوم ہونے کے لیے
اس کیفیت کے بیان کو ابتدار کیا گیا۔ اس
بات میں امر والا حضرت صاحب من کا ہے
سید عثمان نوری ۱۲۸۹ گورنر و کمانڈر انچیف
حجاز از مکہ مکرمہ تاریخ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۰۰ھ
تشرین اول سنہ ۹۹ھ“

ومن السید عثمان نوری ۱۲۸۹ انتہٰی (دستخط بصورت طغری)

الحاصل جس طرح مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ کے متعلق افتراؤں کی حقیقت واشگاف ہوگئی۔ ایسے ہی حضرت میاں صاحبؒ پر بہتانوں کی بھی قلعی کھل کر رہی فللّٰہ الحمد

وثن کی تشریح اور مؤلف کی خیانت

قولہ ص ۲۶۲، ۲۶۳ اسی طرح تقویت الایمان ص۴۸ میں بت کی دو قسمیں بتلائی ہیں ایک صنم ایک وثن اور وثن کی نسبت لکھا ہے کہ اس میں داخل ہے قبر اور کسی کا چلّہ اور لحد الخ کتنا ظلم ہے کہ انبیاء واولیاء ومقبولان حق کی قبروں چلوں وغیرہ کو بت بنا دینا اس بے ادبی اور بے لگامی کی کوئی انتہا ہے قبروں اور چلوں کو تو کوئی پرجتا نہیں حضرت عیسٰی وعزیر علیہما السلام کو تو نصاریٰ اور یہود پوجتے اور معبود مانتے ہیں یہ قرآن پاک سے ثابت ہے تو کیا یہ بدنصیب ان پاک جنابوں میں بھی ایسے گستاخانہ کلمات روا رکھیں گے، جو بات ہے بے ادبی وگستاخی کی ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزارِ مبارک کا احترام، زیارت کے آداب، بزرگوں کے آثار کی تعظیم کا بیان ہم اول کتاب میں بہت تفصیل سے لکھ آئے ہیں، مگر وہابی اپنی کتابوں میں مولوی رشید احمد گنگوہی کی قیام گاہ کے فوٹو تک چھاپتے ہیں، دیکھو تذکرۃ الرشید۔ تقویت الایمان کے حکم سے مولوی رشید احمد گنگوہی کی بیٹھک وثن اور تھان ہوئی اور وہابی مشرک۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایسی گستاخیاں، بے باکیاں مقربین بارگاہ کے حق میں کوئی ضعیف الایمان بھی گوارا نہیں کرسکتا اور ایسے گستاخ کی حمایت وطرفداری اور اس کو بے گناہ ثابت کرنے کی کوشش اور اس کے کلام کو حق بتانا ایمان دار کا کام نہیں اور ایسی طرف داری سے کوئی نتیجہ بھی نہیں۔ کیونکہ وہ خود اپنی عیب داری کا مقر ہے چنانچہ تقویت الایمان ص۱۶ میں لکھا ہے۔ آدمی میں بڑے سے بڑا عیب یہی ہے کہ اپنے بڑوں کی بے ادبی کرے۔

اقول الا لعنۃ اللّٰہ علی الظالمین ۔ مؤلف کے اس جہل یا ظلم وستم اور کھلی بددیانتی کو ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ تفصیل مضمون حدیث شریف کو اڑا کر کھوائے الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کا شیوہ اختیار کیا ہے۔ چنانچہ تقویۃ الایمان ص۴۸ کا مضمون معہ حدیث وترجمہ اور اس کے فائدہ کے یہ ہے۔

اخرج الترمذی عن ثوبان قال	در ترجمہ مشکوٰۃ کے کتاب الفتن میں لکھا ہے کہ
قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم	ترمذی نے ذکر کیا ثوبان سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی
لاتقوم الساعۃ حتّٰی تلحق قبائل	اللہ علیہ وسلم نے نہیں آئے گی قیامت یہاں تک

من اُمتی بالمشرکین وحتّٰی تعبد قبائل من اُمتی الاوثان ۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۸)	کہ مل جاویں کتنی قومیں میری اُمّت میں سے مشرکین میں اور یہاں تک کہ پوجنے لگیں کئی قومیں میری اُمّت میں سے تھانوں کو ۔

ف یعنی شرک دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو یہ کہ کسی کے نام کی صورت بنا کر پوجے اس کو عربی زبان میں صنم کہتے ہیں اور دوسرے یہ کہ کسی تھان کو مانتے یعنی کسی مکان کو یا درخت کو یا کسی پتھر کو یا لکڑی کو یا کاغذ کو کسی کے نام کا ٹھہرا کر پوجے اس کو زبان عربی میں وثن کہتے ہیں، اس میں داخل ہے قبر اور کسی کا چلہ اور لحد اور کسی کے نام کی چھڑی اور تعزیہ اور علم اور شدہ اور امام قاسم کی اور پیر دستگیر کی مہندی اور امام کا چبوترہ اور استاد اور پیروں کے بیٹھنے کی جگہ کہ لوگ اس کی تعظیم کرتے ہیں اور وہاں جا کر نذریں چڑھاتے ہیں اور منتیں مانتے ہیں اور اسی طرح بعضے مکان مرضوں کے نام سے مشہور کرتے ہیں۔ جیسے سیتلا کا تھان یا مسانی کا یا بھوانی کا یا کالی کا یا کالکا کا یا براہی کا غرض کہ یہ سب وثن ہیں۔ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ مسلمان جو قیامت کے نزدیک مشرک ہو جائیں گے ان کا شرک اسی قسم کا ہو گا کہ ایسی چیزوں کو مانیں گے" برخلاف اور مشرکوں کے کہ جیسے ہندو یا مشرکین عرب کہ اکثر صنم پرست ہیں یعنی مورتوں کو مانتے ہیں سو دونوں مشرک ہیں اللہ سے پھرے ہوئے ۔ رسول کے دشمن"

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک پارہ ۱۷ سورہ حج میں فرمایا :۔

فاجتنبوا الرجس من الاوثان ۔	"یعنی پس بچتے رہو اوثان (یعنی تھنوں) کی گندگی سے"۔

اسی وجہ سے قبر کے وثن ہونے کی حدیث میں تصریح وارد ہے چنانچہ مؤطا امام مالک طبقہ اولیٰ کی کتاب حدیث جلد اول ص ۶۵ میں مرقوم ہے :۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللّٰھم لا تجعل قبری وثنا یعبد اشتد غضب اللہ علیٰ قوم اتخذوا قبور انبیآئھم مساجد ۔	"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ مت بنا دے تو میری قبر کو بت کہ پوجی جاوے سخت عذاب ہوا اللہ کا ان لوگوں پر جنہوں نے ٹھہرا لیا اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجدیں"۔

عجیب یہ ہے کہ دروغ گو را حافظہ نباشد مولوی نعیم الدین نے ۱۳۴۴ھ میں اپنے رسالہ اسواط العذاب ص ۶ میں اسی حدیث مؤطا کو نقل کیا اور لکھا کہ" اس سے اپنی اُمّت کو باز رہنے پر متنبہ فرمایا۔ یہ ہر مسلمان کا ایمان ہے" اور یہاں مولانا شہید مرحوم کی ضد اور عناد میں قبر کے وثن ٹھہرنے پر گستاخ و بے ادب

ظالم وبدلگام تباکراچی دریدہ دہنی سے حدیث پر حملہ کیا۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۸ صفحہ ۱۷۰ میں درجو مؤلف کے نزدیک بھی معتبر ہے، مرقوم ہے۔

الوثن ما له جثة والصنم ما کان مصورا فبینهما عموم وخصوص وجهی فان کان مصورا فهو وثن وصنم۔	"وثن جثہ دار بت ہے اور صنم مورت دار بت ہے ان دونوں میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے پس اگر مورت والا بت ہو تو وہ اپنے عموم خصوص کے اعتبار سے وثن اور صنم دونوں کہلا دیں گے"۔

نیز فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۲۹ صفحہ ۵۶۳ میں روایت ہے۔

عن ابی هریرة۔ لا تقوم الساعة حتی یرجع ناس من امتی الی الاوثان یعبدونها من دون الله ولابن ماجة من حدیث حذیفة ویبقی طوائف من الناس الشیخ الکبیر والعجوز یقولون ادرکنا آباءنا علی هذه الکلمة لا اله الا الله فنحن نقولها ولمسلم واحمد من حدیث ثوبان رضی الله تعالی عنه ولا تقوم الساعة حتی تلحق قبائل من امتی بالمشرکین وحتی تعبد قبائل من امتی الاوثان۔	"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نہیں قائم ہو گی قیامت، یہاں تک کہ میری اُمت میں سے کتنے لوگ تھانوں کی طرف جھک پڑیں گے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے۔ اور ابن ماجہ کی حدیث میں حضرت حذیفہؓ کی روایت میں ہے کہ اور باقی رہ جائیں گے کچھ لوگ بڑھے مرد اور عورتیں کہیں گے پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو اس کلمہ لا الٰہ الا اللہ پر پس ہم بھی وہی کہتے ہیں جو وہ کہتے تھے اور مسلم اور امام احمد کی حدیث میں حضرت ثوبانؓ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نہیں قائم ہو گی قیامت مگر اس حال میں کہ شامل ہو جائیں گے کتنے قبیلے میری اُمت میں سے مشرکین میں اور یہاں تک کہ کتنے قبائل میری اُمت کے پوجیں گے تھانوں (یعنی قبروں تعزیوں طاقوں وغیرہ) کو"۔

اور در مختار صفحہ ۶۹۹ میں مرقوم ہے۔

وکذا ما یفعلونه من تقبیل الارض بین یدی العلماء والعظماء فحرام الفاعل والراضی	"اسی طرح جو لوگ علماء اور بزرگوں کے سامنے زمین پر بوسہ دیتے ہیں تو یہ حرام ہے اس کا کرنے والا اور اس سے راضی ہونے والا دونوں گنہگار ہیں کیونکہ

لہ اثمان لانہ یشبہ عبادۃ الوثن ۔ | اس میں مشابہت اوثان پرستوں کی ہے :۔

اور رد المحتار شرح در مختار ص۲۵۴ میں مرقوم ہے :۔

اصل عبادۃ الاصنام اتخاذ قبور الصالحین مساجد ۔ | "بتوں کے پوجے جانے کی اصل بنیاد صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لینا ہے"

علیٰ ہٰذا حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص۳۸۹ میں فرماتے ہیں :۔

فلا یبقی احد کان یعبد غیر اللہ من الاصنام والانصاب ۔ اصنام جمع صنم بمعنی بت وانصاب جمع نصب سنگے کہ برپا کردہ شود و عبادت کردہ شود و ذبح کردہ شود نزد آں بقصد تقرب وطاعت ۔ | "نہیں باقی رہے گا کوئی شخص جو نہ عبادت کرے گا غیر اللہ کی اصنام اور انصاب میں سے کسی کی۔ اصنام جمع ہے صنم کی بمعنی بت کے ہے اور انصاب جمع نصب کی وہ پتھر جو رکھا جاوے اور اس کی عبادت کی جاوے اور اس کے نزدیک ذبح کیا جائے بقصد ارادہ تقرب وطاعت"

نیز مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تفسیر فتح العزیز جلد اول ص۱۵۸ کے حوالہ سے ص۲۳ میں گزر چکا ہے کہ بمقولہ پیر پرستوں کے بزرگوں کی صورت کا تصور یا ان کے مکان نشست و برخاست یا قبر پر تذلل کرے تو ان کی روح مطلع ہو اور امداد پہنچا دے" بلکہ مؤلف کے بڑے حضرت بریلوی بھی احکام شریعت حصہ اول البو العلائی پریس آگرہ کے ص۱۴۱ میں لکھتے ہیں ۔

"مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت اس صورت میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں درخت پر شہید مرد ہیں اور فلانے طاق میں شہید مرد رہتے ہیں اور اس درخت پر اور اس طاق کے پاس جا کر ہر جمعرات کو فاتحہ شیرینی اور چاول وغیرہ پر دلاتے ہیں ہار لٹکاتے ہیں لوبان سلگاتے ہیں مرادیں مانگتے ہیں اور الیا دستور اس شہر میں بہت جگہ واقع ہے کیا شہید مردان درختوں اور طاقوں میں رہتے ہیں اور یہ اشخاص حق پر ہیں یا باطل پر جواب عام فہم مع دستخط کے تحریر فرمایئے ۔ الجواب یہ سب واہیات و خرافات اور جاہلانہ حماقات و بطالات ہیں ان کا ازالہ لازم ۔ ما انزل اللہ بھا من سلطان ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا
عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

پیچھے جناب ! اس کا نام ہے جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے یہی شہیدوں کے نام کے درخت اور طاق

جن پر لوگ منتیں مرادیں مانگتے چڑھاتے ہیں جس کی تقویۃ الایمان کے زیر بحث مقام میں وضاحت کی گئی ہے جس کو خیانت سے چھپا لیا گیا۔ پھر مؤلف کی کس درجہ حماقت اور وثن وصنم کے جاننے سے بے علمی ہے کہ قبروں جلّوں کو کوئی پوجتا نہیں۔ حالانکہ وثن وصنم کے معنی کی تشریح اور قبر کے وثن وبت ہونے کی تصریح پر جینے والوں کے حق میں خود حدیث شریف میں وارد ہو چکی، جس کو ظاہر ہے اوبی بدلگامی بدنصیبی گستاخی بتا کر معاذ اللہ کس قدر عناد و بغض بعناد تقویۃ الایمان حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے نکالا گیا ہے۔ درحقیقت مؤلف کا یہ خبث باطنی محض قرآن واحادیث کی مخالفت کے باعث ہے ورنہ قبل ازیں الکلمۃ العلیا ص۱۲۱ میں خود لکھ چکے ہیں۔ "کہ ہر شخص جاہل ہو یا عالم قرآن وحدیث سے جو چیز ثابت ہے اس پر اپنی عقل ناقص سے اعتراض کر کے اس کی مخالفت نہ کرے بلکہ بسر وچشم تسلیم کرے" نیز سینے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر جیلانی فتوح الغیب (۳۶ ویں) مقالہ ص۲۹۶ میں فرماتے ہیں:۔

لیس لنا نبی غیر فنتبعہ ولا کتاب غیر القرآن فنعمل بہ فلا تخرج عنهما فتهلك هواك و الشيطن قال الله ولا تتبع الهوٰی فیضلك عن سبیل الله والسلامۃ مع الکتاب والسنۃ والهلاك مع غیرهما بهما یرتقی العبد الی حالۃ الولایۃ والبدلیۃ والغوثیۃ۔	"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ہمارا کوئی پیغمبر نہیں ہے جس کی ہم پیروی کریں اور قرآن کے سوا ہماری کوئی کتاب نہیں ہے جس پر ہم عمل کریں لہٰذا ان دونوں کی پیروی سے خارج نہ ہو ورنہ پھر تم ہلاک ہو جاؤ گے اور گمراہ کردے گی تجھ کو تیری خواہش اور شیطان۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور خواہش کی پیروی نہ کر پھر تجھے اللہ کے راستہ سے بھلا دے گی" اور سلامتی قرآن وحدیث پر عمل کرنے سے ہے اور ان دونوں پر عمل نہ کرنا ہلاکت ہے اور ان دونوں پر عمل کرنے سے بندہ ولایت وابدالیت اور غوثیت[1] کو پہنچتا ہے"۔

ؔ

نیز غنیۃ الطالبین ص۶۲ میں فرماتے ہیں۔

ولا ینظر الی احوال الصالحین وافعالهم بل الی ما روی عن الرسول صلی الله علیه وسلم فان الاعتماد علیه۔	"نظر نہ کرے بندہ طرف احوالِ صالحین کے اور ان کے افعال کے بلکہ اسی کی طرف جو روایت کی گئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیونکہ اسی پر اعتماد ہے"۔

---

[1] یعنی حسب گمان صوفیہ (ع۔ ح)

پس اسی طریقہ سنّت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک کا احترام، زیارت کے آداب، بزرگوں کے آثار کی تعظیم کا بیان اور طریقۂ شرکیہ کی مذمت مولوی نعیم الدین صاحب کے دندان شکن مسکت جواب میں مدلل ومفصل گزر چکا ہے۔ ناظرین پھر ملاحظہ فرمالیں۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ مگر جو شخص طرزِ سنّت اور طریقۂ شرک میں فرق نہ کرے زندیق وملحد ہے۔ گر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی! مثلاً مکانات مجروشجر اور دیگر اشیاء غیر جاندار کے فوٹو نقشے بغرض معائنہ واطلاع غائبین کے حق میں جس طرح نقشہ بیت المقدس بعد شبِ معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جبریل علیہ السلام نے بحکم حق تعالیٰ پیش کیا یہ حدِ جواز میں داخل ہے اگر ان کی بھی کوئی تعظیم بحدِ عبادت کرنے لگے۔ نذریں، مرادیں، منتیں ماننے، چڑھانے لگے تو اس کے حق میں وثن وبت کی عبادت کا حکم ہوگا جو شرک ہے اور یہی تقویت الایمان صلا میں لکھا ہے جس کو مولوی نعیم الدین نے خلافِ مقصد متکلم مختصر فقرہ عناداً وافتراءً سے نقل کیا جس کی تفصیل اول وآخر سے یہ ہے "اس آیت سے معلوم ہوا کہ آدمی میں بڑے سے بڑا عیب یہی ہے کہ اپنے بڑوں کی بے ادبی کرے سوا اللہ سے بڑا کوئی نہیں شرک اسی کی بے ادبی ہے۔"

پس مولوی نعیم الدین کی افتراء پردازی بہتان بندی اظہر من الشمس ہو کر تقویۃ الایمان کی تائیدات کما حقہٗ قرآن واحادیث اقوالِ ائمہ محدثین وفقہاء سے روشن وہویدا ہوگئی۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

مولانا شہید پر ترغیب گناہ کا الزام اور اس کی تردید

قولہ ص۲۶۳ وہابیہ کو گناہوں کی ترغیب۔ تقویۃ الایمان میں وہابیہ کو گناہوں کی ترغیب دی ہے۔ چنانچہ ص۲۳ میں لکھا ہے جس کی توحید کامل ہوتی ہے اس کا گناہ وہ کام کرتا ہے کہ اوروں کی عبادت نہیں کر سکتی۔ صاحبِ تقویۃ الایمان کے نزدیک توحید تو وہابی ہی کی کامل ہے جو اولیاء وانبیاء علیہم السلام سے دشمنی رکھے اس عداوت کے صلہ میں اس کے لیے تمام حرام حلال کر دیئے اتنا ہی نہیں بلکہ اس کے گناہ دوسروں کی عبادت سے افضل بتا دیئے اب وہابی گناہوں میں کمی کرے تو کیوں گناہ سے اندیشہ ہی کیا رہا اس کے بعد لکھا کہ فاسق موحد ہزار درجہ بہتر ہے متقی مشرک سے۔ یہ عجیب معمّا ہے کہ شرک سے تقویٰ میں خلل نہیں آتا۔ مشرک ہو کر بھی آدمی متقی بنا رہتا ہے۔ مسلمان کے نزدیک تو ادنیٰ درجۂ تقویٰ کا شرک وکفر سے بچنا ہے۔ مگر وہابی کے نزدیک شرک سے ایمان تو کیا تقویٰ بھی نہیں جاتا۔ پھر بھی شرک سے بچے تو اس کو امام الوہابیہ کی طرف سے گناہوں میں ڈوب جانے کی اجازت ہے۔ تقویت الایمان ص۵۲ میں ہے آدمی کتنا ہی گناہوں میں ڈوب جائے اور محض بے حیا ہی بن جائے اور پرا یا مال کھا

جاتے میں کچھ قصور نہ کرے اور کچھ برائی بھلائی کا امتیاز نہ کرے مگر نہ کبھی شرک کرتے سے اور اللہ کے سوائے اور کسی کو مانتے سے بہتر ہے۔ اب بتائیے کہ مشرک تو متقی رہا اور گناہوں میں ڈوبنے محض بے حیا پنے پرایا مال کھاتے میں کمی نہ کرنے والا اس سے بہتر ہوا تو اخیار میں ہوا یا ابرار میں ہوا۔ وہابی اسں کا درجہ بھی تو بیان کردیں۔

اقول الا لعنة الله علی الکاذبین المفترین ۔ اہل انصاف ملاحظہ فرمائیں کہ مؤلف کا یہ ایک اور افترا ہے کہ تقویۃ الایمان میں گناہوں کی ترغیب، اولیاء و انبیاء علیہم السلام سے دشمنی، تمام حرام حلال کر دینے، گناہوں میں ڈوب جانے وغیرہ امور کی اجازت دی گئی ہے۔ اور الفاظ حدیث کو عناد و بغض سے چھپا کر تقویۃ الایمان کے فائدہ کو کاٹ چھانٹ کر بہتان باندھا گیا اب حدیث شریف معہ ترجمہ و فائدہ تقویۃ الایمان کو ناظرین بغور دیکھیں تاکہ حدیث کے مطابق تقویۃ الایمان کے فائدہ کا مصداق واضح ہوجائے مشکوٰۃ کے باب الاستغفار (صـ۲۰۴) میں لکھا ہے کہ ترمذی نے (ج ۲ صـ۲۱۲) میں ذکر کیا کہ :-

اخرج الترمذی عن انس قال قال	ذکر کیا ترمذی نے انس سے کہ کہا پیغمبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اللہ صاحب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	نے فرمایا کہ اے آدم کے بیٹے بیشک تو جو مجھ سے
قال اللہ یا ابن اٰدم انک لو لقیتنی	ملے دنیا بھر گناہ لے کر پھر ملے مجھ سے تو کہ نہ شریک
بقراب الارض خطایا ثم لقیتنی	ٹھہراتا ہو میرا کسی کو تو لے تک لے آؤں میں

لا تشرک بی شیئاً لا تیتک بقرابھا مغفرۃ۔ تیرے پاس بخشش اپنی دنیا بھر"

ف یعنی اس دنیا میں سب گنہگاروں نے گناہ کئے ہیں کہ فرعون بھی اس دنیا میں تھا اور ہامان بھی اس میں بلکہ شیطان بھی اسی میں ہے پھر یوں سمجھئے کہ جتنے گناہ ان سب گنہگاروں سے ہوئے ہیں۔ سو ایک آدمی وہ سب کچھ کرے لیکن شرک سے پاک ہو تو جتنے اس کے گناہ ہیں اللہ صاحب اتنی ہی اس پر بخشش فرمائے گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ توحید کی برکت سے سب گناہ بخشے جاتے ہیں جیسے کہ شرک کی شامت سے سب اچھے کام ناکارے ہوجاتے ہیں۔ اور یہی حق ہے اس لیے کہ جب شرک سے آدمی پورا پاک ہوگا کہ کسی کو اللہ کے سوا مالک نہ سمجھے اور اس کے سوا کہیں بھاگنے کی جگہ نہ جانے۔ یہ اس کے دل میں خوب ثابت ہوجاوے کہ اس کے تقصیروار کو اس سے بھاگ کر کہیں پناہ نہیں اور اس کے مقابل کسی کا زور نہیں چلتا اور اس کے روبرو کسی کی حمایت نہیں چلتی اور کوئی کسی کی سفارش اپنے اختیار سے نہیں کرسکتا، سو جب یہ بات خوب اس کے دل میں ثابت ہوجائے۔ پھر جتنے گناہ

اس سے ہوں گے سو بشریت کی راہ سے ہوں گے یا بھول چوک کر اور ان گناہوں کا ڈر اس کے دل پر گھر رہا ہوگا۔ اور ان سے ایسا بیزار ہوگا اور شرمندہ کر اپنی جان سے بھی تنگ ہوگا۔ اور بیشک ایسے آدمی پر اللہ کی رحمت آتی ہے۔ سو جوں جوں اس سے گناہ ہوں گے اسی کے موافق اس کی یہ حالت بڑھے گی اور جس قدر کہ یہ حالت بڑھے گی۔ اسی قدر اللہ کی رحمت بڑھے گی۔ سو یہ جان لینا چاہیئے کہ جس کی توحید کامل ہے اس کا گناہ وہ کام کرتا ہے کہ اوروں کی عبادت وہ کام نہیں کر سکتی فاسق موحد ہزار درجہ بہتر ہے متقی مشرک سے۔ جیسے رعیتی تقصیر دار درجہ بہتر ہے باغی خوشامدی سے کہ یہ اپنی تقصیر پر شرمندہ ہے اور وہ اپنے فریب پر مغرور"

اسی طرح تقویۃ الایمان ص۱۴ کی عبارت کہ:۔

"اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی کتنا ہی گناہوں میں ڈوب جائے اور محض بے حیا ہی بن جائے اور پرایا مال کھا جانے میں کچھ قصور نہ کرے اور کچھ بھلائی برائی کا امتیاز نہ کرے۔ مگر تو بھی شرک کرنے سے اور اللہ کے سوا اور کسی کو ماننے سے بہتر ہے۔ کیونکہ شیطان وہ باتیں پھیلا کر یہ بات سکھاتا ہے"

ناظرین نے ملاحظہ فرما لیا کہ تقویۃ الایمان میں کیا بقول مولوی نعیم الدین کی کذب بیانی افتراء پردازی کے کسی حرام کو حلال بتایا گیا ہے۔ گناہوں میں ڈوب جانے کی اجازت دی گئی ہے؟ معاذ اللہ یا حسب حدیث قدسی حق تعالیٰ کے ارشاد میں توحید کی برکت سے تمام گناہ بدل کر نیکیاں ہو جاتے اور شرک کی بدولت تمام حسنات وخیرات کا حبط اور باطل و اکارت ہو جانا مذکور ہے؟ جس طرح کہ تقویۃ الایمان کی عبارت میں صاف تصریح ہے کہ

"توحید کے ساتھ پھر جتنے گناہ ہوں گے بشریت یا بھول چوک سے ہوں گے گناہوں کا ڈر دل پر گھر رہا ہوگا، گناہوں سے بیزار و شرمندہ ہو کر اپنی جان سے بھی تنگ ہوگا۔ اور بیشک ایسے آدمی پر اللہ کی رحمت آتی ہے"

نیز مشکوٰۃ کے باب الاستغفار ص۲۰۳ میں صحیح مسلم کی روایت ہے:۔

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم والذی نفسی بیده لو لم تذنبوا لذهب الله بکم ولجاء بقوم یذنبون فیستغفرون فیغفر	"روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں ہے جان میری اگر تم لوگ گناہ نہ کرو تو تمہیں اللہ تعالیٰ لے جائے یعنی مٹا دے اور البتہ پیدا کرے

الھم۔	ایسے لوگ جو گناہ کریں پھر بخشش مانگیں پس وہ بخشش کرے ان کی "۔

نیز ۲۰۶ مشکوٰۃ میں حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے ۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ لیغفر لعبدہ مالم یقع الحجاب قالوا یا رسول اللہ وما الحجاب قال ان تموت النفس وھی مشرکۃ رایضاً من لقی اللہ تعالیٰ لا یعدل بہ شیئاً فی الدنیا ثم کان علیہ مثل جبال ذنوبٌ غفر اللہ لہ ۔	"فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے البتہ اللہ تعالیٰ بخشش فرماتا ہے اپنے بندہ کی جب تک کہ حائل نہ ہوئے پردہ درمیان بندہ اور اللہ کے عرض کیا صحابہ نے یا رسول اللہ اور کیا ہے پردہ؟ فرمایا! ایسی حالت میں مرے کہ وہ شرک کرتا ہوں" "جو ملاقات کرے اللہ تعالیٰ سے اس حال میں کہ نہ برابر کرتا ہو کسی چیز کو اللہ کے ساتھ یعنی شریک نہ ٹھیراتا ہو دنیا میں کسی کو اللہ کے ساتھ پھر ہوویں اس کے اوپر گناہ مانند پہاڑ کے بخش دے گا اللہ تعالیٰ اس کو"

نیز صحیح مسلم جلد اول ص۶۶ میں حضرت ابوذرؓ ہی سے روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

اتانی جبریل علیہ السلام فبشرنی انہ من مات من امتک لا یشرک باللہ شیئاً دخل الجنۃ قلت و ان زنی وان سرق قال وان زنی وان سرق ۔	آئے میرے پاس جبریلؑ اور خوشخبری دی مجھے کہ جو تمہاری امت میں سے مرے گا نہ شریک کرتا ہوگا اللہ کے ساتھ کسی کو بھی داخل ہوگا جنت میں میں نے کہا اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے جواب دیا اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے"۔

نیز صحیح مسلم جلد اول ص۱۰۶ میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:۔

انی لاعلم اخرا اھل الجنۃ دخولا الجنۃ واخر اھل النار خروجا منھا رجل یوتی بہ یوم القیامۃ فیقال اعرضوا علیہ صغار ذنوبہ وارفعوا عنہ کبارھا فتعرض علیہ صغار ذنوبہ فیقال عملت	"میں جانتا ہوں اس آدمی کو جو سب کے بعد دوزخ سے نکل کر سب کے بعد جنت میں جائے گا تو کہا جائے گا پیش کرو اس پر اس کے صغیرہ گناہ اور نہ پیش کرو کبیرہ گناہ پس کہا جائے گا اس سے تو نے فلاں فلاں فلاں روز یہ گناہ کیا تھا فلاں

يوم كذا وكذا وكذا وعملت يوم	فلاں فلاں فلاں روز یہ گناہ کیا تھا تو وہ اقرار کرے گا
كذا وكذا كذا وكذا فيقول نعم لا	انکار نہ کر سکے گا۔ اور وہ گناہ کبیرہ پیش ہونے سے
يستطيع ان ينكر وهو مشفق من	ڈرے گا۔ تو کہا جائے گا اس سے ہم نے تجھے ہر
كبائر ذنوبه ان تعرض عليه فيقال	ایک گناہ کے بدلے ایک ایک نیکی عطا فرمائی۔ وہ
له فان لك مكان كل سيئة حسنة	کہے گا اے رب میرے میں نے اور بھی کچھ گناہ کئے ہیں
فيقول رب قد عملت اشياء لا اراها	جو میں یہاں نہیں پاتا۔ ابوذر کہتے ہیں میں نے رسول
ههنا فلقد رايت رسول الله صلى الله	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ہنسے یہاں تک
عليه وسلم ضحك حتى بدت نواجذه۔	کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں ؟

ان احادیث میں اہل توحید کے لیے بشارت عظمیٰ ہے اگر چہ اعمال ذرہ بھر تر ہوئے ہوں توحید خالص ہے تو سب کچھ ہے۔ ورنہ شرک کے ساتھ تمام نیکیاں برباد۔ !

علیٰ ہذا حضرت عارف ربانی موحد یزدانی مولانا شاہ عبدالقادر جیلانیؒ غنیۃ الطالبین ص۲۲۵ میں فرماتے ہیں:۔

قوله تعالى فاولئك الذين يبدل	فرمانا اللہ تعالیٰ کا (پس وہ لوگ کہ بدل ڈالتا ہے
الله سيئاتهم حسنات وهذا هو في	اللہ ان کی برائیوں کو بھلائیوں سے یہ) اس توبہ
حق التائب الذى ختم الله له بالتوبة	کرنے والے کے حق میں ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آخر
والانابة وقال بعض السلف ان	میں توبہ اور ترک گناہ کی توفیق دی ہے اور کہا
العبد اذا تاب من الذنوب صارت	بعض سلف نے تحقیق بندہ جب توبہ کرتا ہے گناہوں
الذنوب الماضية كلها حسنات	سے تو ہو جاتے ہیں گناہ گزشتہ سب کے سب
ولهذا قال ابن مسعود وليتمنين	نیکیاں، اور اسی لیے فرمایا حضرت ابن مسعودؓ نے
اناس يوم القيامة ان يكثر	البتہ آرزو کریں گے کئی لوگ قیامت کے روز یہ کہ
سيئاتهم وانما قال ذلك لما	زیادہ ہوتیں برائیاں ان کی اور یہ اس لیے ابن مسعودؓ
ذكر الله تعالى من تبديل السيئات	نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ برائیوں کے بدلے نیکیاں دے
بالحسنات لمن يشاء من عباده و	گا جس کے لیے چاہے اپنے بندوں میں سے
روى الحسن عن النبى صلى الله	اور روایت کی حضرت حسن نے نبی صلی اللہ علیہ
عليه وسلم انه قال لو اخطاء	وسلم سے فرمایا کہ تحقیق اگر گناہ کرے کوئی تم میں سے

احدکم حتّٰی یملأ ما بین
السماء والارض ثم تاب تاب
اللہ علیہ۔

یہاں تک کہ بھر دے آسمان اور زمین کے درمیان
کو پھر توبہ کرے تو توبہ قبول فرمائے اللہ
تعالیٰ اس کی۔"

نیز مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۱ میں حدیث منقولہ تقویۃ الایمان کا ترجمہ فرماتے ہیں:۔

اے فرزندِ آدم بدرستیکہ تو اگر پیش
آئی مرا نزدیک بہ پری زمین ازروے
گناہاں بیشتر بیش می آئی مرا در حالیکہ
شریک نگردانی بمن چیزے را و کفر تمے
ورزی بمن ہر آئینہ می آیم من ترا نزدیک
بہ پری زمین ازروے آمرزیدن یعنی
ہر مقدار کہ گناہ کنی تو بیامرزم من بشرط
ایمان بمن وقراب بضم وکسر چیزے
کہ قریب مقدار چیزے باشد پس قراب
ارض قریب پری زمین و در مشارق
گفتہ کہ قراب بکسر ظرفے است مثل
انبان دراز کہ دروے شمشیر بانیام
وکارد و تازیانہ و مانند آں نگاہدارند
و توشہ سوار کہ سبک باشد نیز
بردارند وبضم بمعنی قریب و در حدیث
بضم است وبکسر نیز آمدہ است۔

"اے فرزند آدم تو اگر آوے میرے سامنے
زمین کے برابر گناہ لے کر پھر آوے
اس حال میں کہ شریک نہ ٹھیراتا ہو میرے ساتھ
کسی چیز کو اور کفر نہ کرتا ہو میرے ساتھ
کسی چیز کا البتہ لے آوں گا میں تیرے پاس
زمین کی برابر بخشش یعنی جس قدر مقدار
گناہ تو کرے گا لے آوں گا میں بخشش
بشرط میرے اوپر ایمان لانے کے اسی قدر
مقدار کے اور قراب بضم وکسر قریب مقدار
کسی چیز کے ہوتا ہے پس قراب زمین برابر
زمین کے ہوتا ہے اور مشارق الانوار قاضی
عیاضؒ میں کہا ہے کہ قراب بکسر ایک ظرف ہے
مثل بانس کے خلو لمبے لانبا کہ اس میں تلوار معہ نیام کے
اور چھری اور کوڑا اور اس کے مانند رکھتے ہیں اور
توشہ سوار کہ ہلکا پھلکا ہوتا ہے جس کو اٹھا کر لے
جاتے ہیں اور بضم بمعنی قریب اور حدیث میں بضم وارد
ہے اور بکسر بھی آیا ہے۔"

٭ ٭ ٭

پس حدیث شریف منقولہ تقویۃ الایمان اور دیگر احادیث واقوالِ سلف صالحین ائمہ دینؒ سے بتائید تقویۃ الایمان واضح ہو گیا کہ موحد شخص ببرکت توحید تمام جہان کے ایسے گناہ جن سے ڈرتا ہوا بیزار و شرمندہ دل تنگ ہو گا حق تعالیٰ کے فضل و بخشش کے ساتھ نجات پاوے گا۔ اسی

طرح شرک ہرگز نہ بخشا جائے گا۔ اور شرک و کفر کے ساتھ تمام نیکیاں طاعات و عبادات توکیا دعوے توحید راس الطاعات بھی باطل و برباد ہو جاوے گا۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے قرآن پاک پارہ ۵ سورہ نساء میں فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ	"تحقیق اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا یہ کہ شریک ٹھہرایا جائے اس کے ساتھ"

اور فرمایا پارہ ۶ سورہ مائدہ میں

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ؗ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔	"اور جس نے کفر کیا ساتھ ایمان کے پس تحقیق برباد ہو گئے عمل اس کے اور ہے وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے"

اور پارہ ۲۴ سورہ زمر میں بوجہ کمال اہتمام کے خاص جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرمایا گیا تو پھر کسی اور کی تو کیا ہستی ہے۔

وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ	"اور البتہ وحی کی گئی تیری طرف اے محمدؐ اور طرف ان کی جو تجھ سے قبل تھے اور اگر تو نے شریک مانا برباد ہو جائیں گے تیرے عمل اور تو ہو جائے گا خسارہ پانے والوں میں سے"

اور پارہ ۲۶ سورہ محمد میں فرمایا:۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ — نیز فرمایا	"جن لوگوں نے کفر کیا اور روکا انہوں نے اللہ کے راستہ سے کھو دیئے اس نے ان کے عمل۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل کئے نیک اور ایمان لائے جو کچھ کہ نازل ہوا اوپر محمدؐ کے اور وہی ہے حق ان کے رب کی طرف سے ان سے اتاریں ان کی برائیاں اور اصلاح کی ان کے حال کی۔ اس سبب سے کہ جو لوگ کافر ہوئے انہوں نے اتباع کیا باطل کا اور جو لوگ ایمان لائے انہوں نے اتباع کیا حق کا رب کی طرف سے یوں بتاتا ہے اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے احوال۔ اے ایمان والو حکم پر چلو اللہ کے اور حکم پر چلو رسول کے اور باطل
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ	

وَاَطِيعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوا اَعْمَالَكُمْ۔ مت کرو اپنے اعمال کو"

پس مؤلف کی جعل سازی تقویۃ الایمان کے مضمون کی پوری فریب کاری منہ زوری آشکارا ہو کر سب نہ خاک ہو گئی کہ نصوص قرآنیہ قطعیہ اور احادیث صحیحہ معتبرہ کے عموم کی تصریح میں سوائے شرک تمام جہان کے گناہوں کا انبار شامل و داخل ہے اگر موحد خالص ہے اور گناہ کو گناہ جان کر ڈرتا ہے اس کے دل پر بیزاری اور ندامت و شرمندگی گناہوں کی چھا رہی ہے کہ وہ ببرکت توحید اپنی جان سے بھی عاری ہے۔ جس طرح یہی مضمون تقویۃ الایمان میں ہے۔ تو ایک دن بفضلہ تعالیٰ سب بیڑا پار ہے۔ ورنہ شرک کے ہوتے ہوئے تمام جہان بھر کی سب نیکیاں برباد کیونکہ شرک صریح بغاوت ہے جس کا انجام ہلاکت ابدی ہے خسر الدنیا والاخرۃ ذٰلك هو الخسران المبین ــــ اور گناہ والا تصور مند ملتجی معافی کا ہوتا ہے۔ یہ تو شرک کا مآل و وبال ہے۔ حتیٰ کہ گناہ بھی اگر بدرجہ استحلال و اصرار اور کسب کو پہنچ جائے گا۔ خصوصاً کبیرہ قطعیہ جس طرح مبتدعین گور پرستوں کی بدعات کہ اس کو حلال و طیب جان کر بکمال رغبت بہترین عبادت و طاعت تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ خود مولوی نعیم الدین کے شاہ سلامت اللہ صاحب رام پوری نے ارضح البراہین صلا میں لکھا ہے استحلال معصیت اور استحلال ایسی معصیت کا جو قطعی دلیل سے ثابت ہو کفر ہے شرح عقائد نسفی میں ہے۔ استحلال المعصية صغيرة كانت اوكبيرة كفرا ذا ثبت كونها معصية بدليل قطعی

سب و شتم اور شغل تکفیر!

قولہ صـ ۲۶۴۔ اسمٰعیل صاحب تقویۃ الایمان کا کفر اور تقویۃ الایمان کے کثیر کفریات مذکور ہو چکے حضرات انبیاء اور سید انبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین و تنقیص کے کلمات اور بے ادبیانہ بدگوئیوں اور گستاخیوں سے کتاب بھری ہوئی ہے۔ ایسے کلمات بے شک کفر ہیں شفا شریف جلد ۲ صـ ۲۳۷ میں ہے۔ ان جميع من سب النبي صلى الله عليه وسلم اوعابه اوالحق به نقصا في نفسه اودينه او نسبه اوخصلة من خصاله اوعرض به اوشبه بشئ على طريق السب له اوالازراء عليه اوالتصغير لشانه اويقص منه العيب له فهو ساب له والحكم فيه حكم الساب

لیکن چونکہ اسمٰعیل کی نسبت یہ مشہور تھا کہ اس نے اپنے ان تمام اقوال سے توبہ کر لی تھی اس لیے علماء محتاطین نے اس کو کافر کہنے سے احتیاطاً زبان روکی اور اقوال کو کفر و ضلال بتایا۔ اس کا تو اللہ عالم ہے کہ اس نے واقع میں توبہ کی تھی یا نہیں اگرچہ آج کل کے وہابیہ جو اس کے کفریات کی حمایت و ترویج کرتے ہیں وہ توبہ کے منکر ہیں۔ چنانچہ مولوی رشید احمد

گنگوہی سے کسی نے سوال کیا کہ ایک بات یہ مشہور ہے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب شہید نے اپنے انتقال کے وقت بہت سے آدمیوں کے روبرو بعض مسائل تقویۃ الایمان سے توبہ کی ہے آپ نے بھی کہیں یہ بات سنی ہے یا محض افترار ہے۔ اس کے جواب میں لکھتے ہیں توبہ کرنا ان کا بعض مسائل سے محض افترار اہل بدعت کا ہے (فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول ص۹۲) لیکن جن علماء نے سنا کہ اس کی نسبت توبہ کی شہرت ہے انھوں نے احتیاط کی اور متقی کو ایسا ہی چاہیئے۔ جیسا کہ ائمہ دین نے یزید کی تکفیر و لعن سے احتیاط کی علامہ قاری صفوۃ المعالی شرح بدرالامالی ص۵۴ میں فرماتے ہیں۔ لایخفی ان الاستحلال امر قلبی غائب من ظاهر الحال ولو فرض وجوده ولا یحتمل انه مات تائبا عنه اخرا فلا یجوز لعنه لا ظاهرا ولا باطنا ۔ ۔ ۔ ۔ احتمالِ توبہ کی وجہ سے علماء کرام یزید جیسے بدبخت شقی پلید کے حق میں لعن سے احتیاط فرماتے ہیں۔ یہی حال اسمٰعیل کا ہے جس کی توبہ کی شہرت تھی لیکن اس کے بعد وہابیہ کے اور دوسرے پیشواؤں نے شانِ انبیاء علیہم السلام میں شدید گستاخیاں کیں اور توہین کے نہایت ناپاک کلمات لکھے اور باوجود بار بار کے رد کے ان پر مصر رہے توبہ کی طرف مائل نہ ہوئے، ان کی تکفیر میں علمائے عرب و عجم نے کوئی تامل نہ فرمایا اور نہ ایسی حالت میں شریعتِ طاہرہ تامل کی اجازت دیتی ہے اللہ تعالیٰ ان حضرات کو ان کی نیت و حسن عمل کی جزا عطا فرمائے اور اپنے بندوں کو کفر و ضلالت سے بچائے آمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و سید انبیائہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔ تمت۔

اقول۔ الحمد للہ الوحید الفرید الذی جعل الحق علیٰ لسان العدو العنید ۔ ۔ ۔ ۔

جب کہ مؤلف نے بزعم باطل اپنی خباثت باطنی سے تمام تقویۃ الایمان میں کفریات برانبیاء و اولیاء خصوصاً سید الانبیاء علیہم السلام کی شان میں توہین و تنقیص بے ادبانہ بدگوئیوں گستاخیوں کے کلمات سے بہرا ہونا بتایا تو پھر توبہ یقیناً قطعاً کافر و مردود لعین ہی کا کام ہے جس کی توبہ بھی بقول باطل مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی قبول نہیں ہوسکتی چنانچہ تمہید الایمان ص۲۸ میں لکھتے ہیں۔

"جو کسی نبی کی شان میں گستاخی کے سبب کافر ہوا اس کی توبہ کسی طرح قبول نہیں اور جو اس کے عذاب یا کفر میں شک کرے خود کافر ہے"۔

اور رسالہ اجلی النجوم بریلویہ صہ ۳۱ میں صاف لفظوں میں لکھا گیا کہ

"اسمٰعیل دہلوی کی قبر پر چار حرف (لعنت کے) بھیجے"

اور خود مولوی نعیم الدین نے مولانا شہید مرحوم کو عبارت شفائے حضرت قاضی عیاض کا مورد بحکم سب و شتم کے معاذاللہ مرتد واجب القتل ٹھہرایا۔ پھر مولانا شہید مرحوم کی توبہ کا احتمال نکال کر قائل توبہ ہونا کمال درجہ عاجز ہونے کی دلیل ہے۔ جو بقول مولوی احمد رضا خاں کے خود مولوی نعیم الدین کا کفر میں شک کر کے کافر و معذب ہونا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ تکفیرات محض رینتے کی دیوار اور کاغذ کی ناؤ بنائی گئی تھی۔ جو خود اس کی وجہ سے ہلاکت میں پڑ گئے۔

مزید تفصیل اور مؤلف الطیب البیان کے تمام بیہودہ خبیثہ اقوال کی فہرست مولانا شہید مرحوم کے حق میں از اول تا آخر ناظرین اہل انصاف یک جا دوبارہ[1] ملاحظہ فرما کر پھر اس کے نتیجہ پر جو خود مولوی نعیم الدین ہی نے عاجز ہو کر نکالا ہے۔ غور فرمالیں۔ الطیب البیان کے صفحات[2] ذیل صہ ۲۷ ظالم۔ ایضاً صہ ۳۳ صاحب تقویۃ الایمان کی شقاوت و سیہ باطنی۔ ایضاً صہ ۴۳ بدلگامی۔ ایضاً صہ ۴۷ سود اللہ وجہہ خدا کا غضب کہ یہ بے دین۔ ایضاً صہ ۸۰ فریب کار۔ ایضاً صہ ۹۱ مولوی اسمٰعیل بدعتی ضال۔ ایضاً صہ ۱۴۰ تھوک دو اس بے حیا کے منہ پر ایضاً صہ ۱۴۴ دشمن دین۔ ایضاً صہ ۱۵۵ معاند بدبخت ایضاً صہ ۱۵۶ جاہل بدلگام۔ خاک بدہن۔ ایضاً صہ ۱۶۸ بے ایمان صہ ۱۷۱ تف اس بے دینی پر۔ ایضاً صہ ۱۷۲ نابینا۔ ایضاً جاہل۔ دشمن دین۔ ایضاً صہ ۱۷۴ قاتلہ اللہ۔ ایضاً صہ ۱۸۵ بدنصیب۔ بدبخت۔ بے دین۔ ایضاً صہ ۱۸۵۔ ظالم جھوٹا دغا باز۔ ایضاً صہ ۱۸۶ سیاہ دل بدباطن بے دین نافرجام۔ ایضاً صہ ۱۸۸ تف ہزار تف اس بے دینی پر۔ ایضاً صہ ۱۹۲ فریب کاری بیباک گستاخ۔ بے دین۔ ایضاً صہ ۲۰۵ دشمن دین۔ ایضاً صہ ۲۲۱ بدنصیب۔ گستاخ۔ ایضاً صہ ۲۲۶ سود اللہ وجہہ ایضاً صہ ۲۲۷ بدنصیب۔ گستاخ بے ادب۔ ایضاً صہ ۲۲۸ خاک بدہن ناپاک۔ خذلہم اللہ تعالیٰ۔ ایضاً صہ ۲۳۳۔ نابکار بے دین۔ ایضاً صہ ۲۳۶ بدنصیب۔ ایضاً صہ ۲۴۰ ظالم۔ ایضاً صہ ۲۴۷ ظالم۔ مردود۔ ایضاً صہ ۲۵۲ بدنصیب بداندیش ایضاً صہ ۲۵۷ بدنصیب۔ ایضاً صہ ۲۶۳ بدنصیب وغیرہ مثل ان کے دیگر کریہ الفاظ جو چھوڑ دیئے گئے۔

پس باوجود ایں ہمہ بکواس بیہودہ کے اگر مولانا شہید مرحوم ان تمام امور مذکورہ کے مورد

---

[1] اس فہرست کا کچھ حصہ صہ ۸ پر گزر چکا ہے (ع۔ ح) [2] یہ صفحات غالباً طبع اوّل کے ہیں (ع۔ ح)

الزام اور شان حضرات انبیاء علیہم السلام میں توہین و تنقیص گستاخی و بے ادبی بدگوئی وغیرہ کے مرتکب ہونے اور مولوی نعیم الدین بھی بکثرت کفریات کے بہتانات لگانے میں اگر یقیناً سچے ہوتے جس کے لیے اپنی تمام عمر صرف کر کے وغیرہ کفر و شرک کا اپنی کتاب سراپا ہفوات میں جمع کیا ہے۔ تو پھر تمام ساختہ پرداختہ تکفیرات کے تار عنکبوت پر یک لخت آگ نہ لگائی جاتی یہ دلیل بیّن ہے کہ مولانا شہید مرحوم کے انوار توحیدی کا غلبہ تھا۔ جو سب خاکستر و نسیاً منسیاً ہو کر خود مؤلف کے اپنے گلے کا طوق بنا الفضل ما شہدت بہ الاعداء اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔

مسائل عقائد و فروع میں مولانا شہیدؒ کے رجوع کی بحث

پھر یہ کتنا بڑا افترا یا بہتان ہے کہ مولانا شہید مرحوم نے اپنے تمام اقوالِ توحید و عظمت جلال و کبریا حق تعالیٰ سے معاذ اللہ توبہ کر لی تھی حالانکہ محض لغو و کذب افترا پردازی ہے جس کا شمہ بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ خود مولوی نعیم الدین کے مستند اعلیٰ بدایونی صاحب نے لوارق ص ۴۳ ۔ ص ۴۵ میں لکھا ہے[1] کہ "زیادہ زمانہ نہیں گزرا صلا

---

[1] مناسب یہ ہے کہ لوارق کی اصل عبارت یہاں نقل کر دی جائے اس لیے بھی کہ مؤلف مرحوم و مغفور نے قدرے اختصار سے کام لیا ہے۔ مؤلف لوارق نے کتاب (جس میں جواز تقلید پر علمائے دہلی و حرمین شریفین کے فتاوی کا دعویٰ کیا گیا تھا) تنبیہ الضالین وھدایت الصالحین مطبوعہ سید الاخبار دہلی ۱۲۶۲ھ / ۱۸۴۵ء سے پہلے یہ عبارت نقل کی ہے۔ مولوی کریم اللہ دہلوی نے کہا کہ یہ لوگ اسماعیلی ہیں مولوی اسماعیل کی تقلید کرتے ہیں وہ بھی ایسے تھے مگر سچ یہ ہے کہ ان کا یہ گمان فاسد اور محض ظلم و کذب ہے وہ ہرگز ایسے نہ تھے۔ بلکہ انہوں نے نواح پشاور میں بعد مباحثہ علماء حنفیہ کے رفع یدین چھوڑ دیا تھا... اور ایک رسالہ تنویر العینین نام جو بعضے آدمیوں نے ان کی شہادت کے بعد لکھ کر مشہور کیا اگر وہ ان کا ہوتا تو بھی بسبب اس کے کہ انہوں نے رفع یدین آخر عمر میں ترک کیا اس باب میں معتبر نہ رہا" پھر مؤلف لوارق نے اس کا جواب دیا ہے اصل عبارت یہ ہے "ایں مقال پر ست از انواع اختلال و تقریب کلام ہمہ تا تمام قولہ "وہ ایسے نہ تھے" خبر واحد در مقابلہ تواتر اعتبار نہ دارد و کسانے کہ بگوش خود ہا از زبانِ شاں شنیدہ اند و گفتگو ہا نمودہ اند چگونہ باور سازند۔ باز میگوید بلکہ انہوں نے نواح پشاور میں بعد مباحثہ حنفیہ کے رفع یدین چھوڑ دیا تھا" اولاً کہ با قول اول مناسبتے ندارد چہ ازاں ظاہر کہ قبل از مباحثہ "وہ ایسے نہ تھے" چہ معنی دارد ثانیاً نے گوید کہ بعد مباحثہ مقر تقلید و مقلد فلاں امام گردیدند و از مذہب سابق رجوع کردند و ازاں تبری نمودند و تائب شدند بلکہ ہمی میگوید کہ رفع یدین ترک کر دیا۔ و ظاہر است کہ ترک کردن فعلے چیزے دیگر و رجوع از مذہب چیزے دیگر ترک کردن را اسباب متعددہ اند غیر از رجوع ازاں مذہب خصوصاً در مسلک

لوگ گواہ اور ہزاروں آدمی آگاہ موجود ہیں انکار متواترات کا باطلات سے زیادہ کچھ اور نہیں ہے اور بعض قائل رجوع مولوی اسمٰعیل کے اس مذہب سے ہیں۔ واضح ہو کہ یہ مقال پر ہے انواع اختلال سے وتقریب کلام تمام ناتمام ہے خبر واحد کا

اصحاب تقیہ وذوی الوجوہ خود شاہ ولی اللہ در ہمیں خصوص رفع یدین در حجۃ بالغہ نوشتہ اند والذی یرفع احب الی من لا یرفع لان احادیث الرفع اکثر و اثبت غیر انہ لا ینبغی للانسان از یشیر علی نفسہ فتنۃ عوام بلدہ بشنو کہ تنویر العینین قبل از سفر پشاور بزمانِ دراز خود مشہور کردہ گفتگو ہا دران افتادہ تشکیک را دران راہ نیست۔ وہم عرف از ترک رفع یدین در آخر عمر از نجاست تصنیف تنویر العینین طہارت حاصل نمے گردد تا آنکہ توبہ از مضامین مندرجہ اش و اشاعت توبہ بر کسانیکہ بہ ہادیہ ضلالت افتادہ باشند ثابت نگردد.... اگر خاتمہ مولوی اسماعیل بر توبہ از انکار تقلید و توہین و تکفیر مجتہدین و مقلدین و تبری از سائر عقائد فاسدہ گردیدہ الحمد للہ چشم ما روشن دل ما شاد کلام در کلام ملام النیام است کہ حق است یا باطل (البوارق المحمدیہ ص ۴۲ - ۴۳ مطبع سول ملٹری از فتح میرٹھ ۱۲۸۹ھ) اس سلسلہ میں بر سبیل تذکرہ ایک دو باتیں اس جگہ شاید غیر مناسب نہ رہیں۔ (الف) مولانا شہیدؒ نے تنویر العینین ۱۲۲۹ھ میں تالیف فرمائی جب کہ آپ کے تینوں بزرگ بقید حیات تھے مولانا محمد جعفر لکھتے ہیں "جب تنویر العینین آپ نے لکھی اس وقت شاہ عبدالعزیز صاحب (متوفی ۱۲۳۹ھ) و مولوی (شاہ) عبدالقادر (متوفی ۱۲۳۱ھ) و شاہ رفیع الدین صاحب متوفی ۱۲۳۳ھ زندہ تھے جب شاہ عبدالعزیز) صاحب علیہ الرحمۃ نے اس کتاب کو دیکھا تو بہت پسند فرمایا۔ اور کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس گھر میں ابھی تک محقق علم حدیث موجود ہیں" (سوانح احمدی ص ۱۴۷) (۲) "تالیف تنویر کے بعد عبدالہادی نامی ایک حنفی مولوی صاحب نے مسئلہ ترک رفع یدین میں ایک رسالہ لکھا تو ۱۶ ذوالحجہ ۱۲۳۴ھ میں مولانا شہید نے تنقید الجواب نام سے اس کا جواب دیا جس پر مولانا عبدالحی صاحب بڈھانویؒ نے تصدیقی دستخط ثبت فرمائے الحلف النبلاء ص ۴۴) یعنی مولانا شہیدؒ مع مولانا عبدالحیؒ بدستور اپنے موقف سنیت رفع الیدین پر قائم رہے۔ (۳) ۱۲۸۹ھ میں دہلی کے ایک واعظ و فقیہ مولوی صاحب نے کسی مجلس میں کہا کہ مولانا شہید نے صرف ایک بار رفع یدین کا عمل کیا تھا اس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا کہ ایک شافعی عرب یہاں موجود ہے وہ کرتا ہے اس نظر سے کر اس کے فعل کو لوگ برا نہ جانیں میں نے یہ عمل کیا ہے" لیکن ان ہی دنوں دہلی سے ایک رسالہ طبع ہوا جس میں اس بے پر کی خبر کی ان الفاظ سے تردید کی گئی "مولانا ممدوح کے فعل کا حال اس بارہ میں یوں سنا یا گیا ہے کہ آپ ہمیشہ رفع یدین کیا کرتے تھے ولایت (سرحد) میں برعایت مصلحت اور بموجب ہجوم بلوہ متعصبین اس ملک کے کچھ مدت اس امر مستحب کو موقوف رکھا تھا" (صراط الاہتداء فی بیان الاقتداء طبع فاروقی دہلی ص ۱) اس سے بھی آپ کے مبینہ رجوع کی صاف تردید ہوتی ہے۔ رہی یہ بات کہ نواح سرحد میں مولانا شہیدؒ کا مسلک کیا رہا! تو سوانح احمدی ص ۱۴۷ میں مندرجہ روایت کے علاوہ کابل میں پیش آمدہ ایک واقعہ سے اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے جس کو حضرت سید احمدؒ کے ایک فاضل اجل خلیفہ جناب ملا حبیب اللہ صاحب قندھاریؒ نے ذکر فرمایا ہے جو اس وقت موجود تھے بلکہ خود صاحبِ واقعہ تھے۔ "دریا دوام کر رہے در کابل خدمت مولوی

تواتر کے مقابلہ میں اعتبار نہیں ہے اور جن لوگوں نے اپنے کانوں سے سنا ہے اور گفتگو کی ہے کیونکر باور کریں پھر کہتے ہیں بلکہ انہوں نے نواح پشاور میں بعد مباحثہ حنفیہ کے رفع یدین چھوڑ دیا تھا اولاً کہ قول اوّل سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ اُس سے ظاہر ہے کہ قبل مباحثہ سے وہ ایسے تھے ورنہ مباحثہ علماء حنفیہ سے کیونکر ہوتا اور اگر رفع یدین نہیں کرتے تھے ترک کرنے کے کیا معنی رکھتا ہے۔ ثانیاً بہ تو کسی نے نہیں کہا کہ بعد مباحثہ کے منقر تقلید اور مقلد کسی امام کے ہو گئے تھے اور مذہب سابق سے رجوع کر لیا اور اس سے بیزاری ظاہر کی اور تائب ہوئے بلکہ کہا تو صرف یہ کہ رفع یدین ترک کر دیا اور ظاہر ہے کہ ترک کرنا کسی فعل کا دوسری چیز اور رجوع کرنا مذہب سے دوسری چیز ترک کرنے کے سوائے رجوع کے اس مذہب سے دوسرے متعدد اسباب بھی ہو سکتے ہیں۔

اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ فقیر را در نماز عصر پیش کرد در عقب فاتحہ خواند طالب علمے کہ در پہلوئے آں بود امے شنیدہ ہیں کہ از نماز فارغ شد انکار و زبا ندرازی آغاز نہاد و آں عالم ربانی را طعنہا ئے بے جا مے داد چوں شاگرد فقیر بود روے را عتاب نمودم کہ خدمت مولوی را از سخن (حق بدنمے آمد و از ایشاں باید پرسید چوں پرسیدہ شد۔ جواب گفت کہ امام محمد در مبسوط قرارت مقتدی مر فاتحہ را تجویز کردہ چنانچہ خود دیدہ ام و چوں بر مذہب شافعی فرض است جہتہ احتیاط خواندہ مے شود۔ ازیں جواب تشفی متعرض حاصل نہ شود خدمت مولوی گفت ایں متعرض یا محقق است یا مقلد اگر محقق است من استدلال بکتاب و سنت مے کنم وے جواب گوید و اگر مقلد کتاب ہائے وطن خود را من نیز تقلید علمائے وطن خود مے کنم چرا کہ تمامی ایشاں حتی الحنفیہ فتویٰ بقرارت فاتحہ در عقب امام دادہ اند آں متعرض اگر چہ ملزم شد منفعل نہ شد (مجموعہ رسائل مولانا حبیب اللہ قندھاری رحمۃ اللہ علیہ۔ رسالہ رابعہ مشتمل بر چہل مسئلہ ورق ۱۰۔ المحفوظ مملوکہ جناب حکیم عبدالرحمن صاحب نبیرہ مولانا عبداللہ معروف بہ غلام رسول مرحوم و مغفور قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ) "ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جناب مولوی محمد اسمٰعیل نے کابل کے اندر عصر کی نماز میں مجھے نماز پڑھانے کے لیے آگے کر دیا آپ نے میرے پیچھے نماز ادا کی۔ جماعت میں میرا ایک شاگرد بھی آپ کے ساتھ ہی کھڑا تھا۔ جناب مولوی صاحب نے خلف الامام سورۂ فاتحہ پڑھی جوں ہی کہ نماز سے فارغ ہوئے اس طالب علم نے مولوی صاحب کو برا بھلا کہنا کر دیا میں نے اس... یعنی اپنے شاگرد کو ڈانٹا کہ تمہاری یہ حرکت اچھی نہیں خود مولوی صاحب سے دریافت کرو چنانچہ مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ "امام محمد نے مبسوط میں مقتدی کے لیے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا تجویز کیا ہے۔ جیسا کہ میں نے اس میں خود دیکھا ہے اور چونکہ امام شافعی کے نزدیک قراءت فاتحہ نماز میں فرض ہے اس لیے برنبائے احتیاط پڑھی جاتی ہے اس جواب سے معترض کی تشفی نہ ہوئی جناب مولوی صاحب نے فرمایا یہ معترض محقق ہے یا مقلد اگر محقق ہے تو میں کتاب و سنت سے یہ مسئلہ ثابت کر سکتا ہوں وہ اس کا جواب دے لیکن اگر یہ اپنے وطن کے فقہا کا مقلد ہے تو میں اپنے وطن کے علماء کا پیرو ہوں کیونکہ ہمارے ہاں (دہلی وغیرہ) کے سب علماء حتی کہ حنفیہ بھی قراءت فاتحہ خلف الامام کا فتویٰ دیتے ہیں اس پر معترض لاجواب ہو کر رہ گیا۔" ان تصریحات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جہاں تک فقہاء کا تعلق ہے مولانا شہیدؒ آخر تک عامل بالحدیث رہے ہیں در تصص الحق والحمد للہ (ع۔ ح)

"اب سنو اکہ تنویر العینین کو قبل سفر پشاور سے ایک دراز مدت پہلے (مولانا نے) خود ہی مشہور کر دیا تھا۔ گفتگو میں اس میں خوب ہو چکی تھیں۔ شک کو اس بات میں ذرا دخل نہیں ہے پھر یہ بات بھی ہے کہ آخر عمر میں ترک رفع یدین سے تالیف تنویر العینین کی نجاست کیسے دھل گئی، جب تک کہ توبہ اس کے مضامین سے اور اشاعت توبہ کی ان لوگوں پر واضح نہ ہو جو اس کی وجہ سے بادیہ ضلالت میں پڑے۔ اگر خاتمہ مولوی اسمٰعیل کا توبہ پر ہوا ہو اور انکار تقلید اور توہین و تکفیر مجتہدین اور مقلدین اور تمام عقائد فاسدہ سے تبری ہو جائے الحمد للہ چشم ما روشن دل ما شاد کلام اس بات میں ہے کہ حق ہے یا باطل اھ" ملخصاً

پس جب کہ مسائل تقلید اور رفع یدین میں جو منجملہ فروعات ہیں اور سنت صحیحہ صریحہ ہی سے ثابت ہیں، ایسے متبحر عالم حقانی عارف ربانی سے توبہ ثابت ہونا بعید از بعید ہے۔ پھر مسائل توحید و عقائد جو قرآن کی تصریحات پر مبنی ہیں اور تقلید کا وغیرہ کا اس میں کوئی دخل نہیں، توبہ چہ معنی دارد، چنانچہ ردالمحتار جلد اول ص۳۳ و ص۳۴ مطبوعہ دہلی میں مرقوم ہے۔

فی غیر المسائل الفرعیة مما یجب اعتقاده	"سوائے مسائل فروعیہ کے جن مسائل پر اعتقاد رکھنا
علیٰ کل مکلف بلا تقلید لاحد وهو ما	ہر ایک مکلف پر بلا تقلید کسی کے واجب ہے
علیه اهل السنة والجماعة وهم	وہ مسائل ہیں جس پر اہل سنت والجماعت ہیں
الاشاعرة والماتریدیة۔	اور وہ اشاعرہ اور ماتریدیہ ہیں"

اور مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی حیات الموات ص۲۰۲ میں لکھتے ہیں:-

"عقائد میں تقلید مقبول بھی ہے یا نہیں؟ اللہ کو ایک، رسول کو سچا، جنت و نار کو موجود، و سوال و جواب قبر کو حق جاننے میں اس کا محل نہیں کہ فلاں فلاں مشائخ ایسا فرماتے تھے محض ان کے اعتبار پر مان لیا ہے"

لیکن اس کے باوجود مؤلف بھی رٹے جا رہے ہیں کہ مولانا نے تمام اقوال سے توبہ کر لی تھی! معاذ اللہ منہ۔ پھر اس کا کوئی ثبوت بھی نہ بتا سکے۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے سوال ہوا کہ کیا مولانا شہید رحؒ نے بعض مسائل تقویۃ الایمان سے توبہ کر لی تھی! انہوں نے جواب لکھا!

"بندہ کے نزدیک سب مسائل اس (تقویۃ الایمان) کے صحیح ہیں اور توبہ کرنا ان (مولانا شہیدؒ) کا بعض مسائل سے محض افترا اہل بدعت کا ہے" (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۴ ج ۱)

الحمد للہ کہ تمام تقویۃ الایمان کی حقانیت من اولہ الی آخرہ بتائیدات آیات و احادیث تمام فوائد

کتاب اللہ اور سُنّت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور اکابر ائمہ محدثین ومفسّرین فقہاء و اولیاء کاملین حضرات صوفیائے مستندین علمائے محققین خود مسلّمات مولوی نعیم الدین سے خصوصاً مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے مسلک از روئے تصنیفات تفسیر فتح العزیز وغیرہ) سے پوری پوری مطابقت تقویۃ الایمان کی کماحقہ بدلائل روشن ثابت ہوکر جملہ بجا بابت دندان شکن ہو چکے ہاتھ کنگن کو آرسی کیا اہلِ انصاف، شانِ کبریائی کا تماشا دیکھ چکے اور دیکھ لیں۔

بحث تقلید[1] شخصی اور عمل بالحدیث

اس مقام پر بدایونی صاحب کے بہتان کا ازالہ دربارہ تحریر العینین بابت مسئلہ تقلید وتوہین وتکفیر مجتہدین ومقلدین وتمام عقائد حقہ تقویۃ الایمان کے کیا جانا لازم وضروری ہوا جس کا ایک شمہ بھی ثابت نہیں لعنۃ اللہ علی الکاذبین المفترین چنانچہ خود مولانا شہید مرحوم کی سوانح "حیاتِ طیبہ" سے وہ سوالات جو بطور مناظرہ شاگردانِ مولوی فضل حق صاحب منطقی نے آکر کئے اور بے ساختہ ان کے جوابات حضرت مولانا شہید مرحوم نے ارشاد فرمائے۔ اہلِ حدیث اور منصف حضرات انصاف کر ان شاء اللہ العزیز از حد مفید ثابت ہوکر افراط وتفریط کا انسداد ہوگا جو حسبِ ذیل ہیں:-

سوالؐ ؛ آپ امام ابو حنیفہ کو کیسا سمجھتے ہیں ؟

جواب : بڑا زبردست فقیہہ فخر مسلمین خیال کرتا ہوں۔

سوالؑ : جو فقہی مسائل ان کے ہیں آپ انہیں تسلیم کرتے ہیں اور مانتے ہیں ؟

جواب ۔ اکثر کو تسلیم کرتا ہوں مگر بعض وہ مسائل جو حدیث میں موجود ہیں .....

سوالؐ ۔ آپ میں اتنی سمجھ ہوگئی کہ آپ ان کے بعض فقہی مسائل کو ناپسند اور اکثر کو پسند کرنے کے مجاز ہیں۔

جواب ۔ نہیں حاشا وکلا بہ میں نے دعویٰ نہیں کیا بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ امام اعظم کو جو حدیث نہیں پہنچی اور وہاں انہوں نے اپنی رائے سے بیان کیا اور اس کے خلاف حدیث موجود ہے۔ تو ہمارا فرض ہے۔ کہ حدیثِ نبویؐ کے آگے امام اعظمؒ کے قول یا رائے کو تو تسلیم نہ کریں۔

سوالؑ ؛ اور جو اس کے خلاف ہو اس سے آپ کیا کہتے ہیں"

جواب ۔ ابھی تک میں نے اس کی بابت غور نہیں کیا پھر بھی آتنا میں کہتا ہوں چاہے میرا خیال درست

---

[1] دوسری طرز سے یہ بحث صلا۔ ۲۷۰ میں بھی گزر چکا ہے (ع ۔ ح)

ہو چاہے نادرست کہ وہ اچھا نہیں کرتا کیونکہ امام صاحب خود فرماتے ہیں اگر میرے قول کے خلاف کوئی حدیث ملے تو اس میرے قول کو نہ مانو (حدیث کا اتباع کرو)

سوال۔ کیا امام اعظم صاحب حدیث نہیں جانتے تھے؟

جواب۔ جانتے کیوں نہیں تھے مگر وہ زمانہ احادیث کی اعتراحات کا ایسا غضبناک تھا کہ یکایک ہر حدیث کو تسلیم کرتے ہوئے ڈرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے اکثر مسائل میں اپنی رائے سے کام لیا۔

سوال۔ کیا اس سے وہ ملزم ٹھہر سکتے ہیں؟

جواب۔ نہیں ہرگز نہیں ان کا دامنِ تقدس ہر بے جا الزام سے بالکل پاک ہے' ہاں اگر یہ کہتے کہ صحیح حدیث پہنچنے پر بھی تم میرے ہی قول پر عمل کئے جاؤ تب تو جائے اعتراض ہو سکتی ہے اور جب وہ یہ نہیں فرماتے پھر ان پر کسی طور کا الزام قائم کرنے والا جھوٹا ہے۔"

سوال۔ ایسے بھی مسائل ہیں جن سے امام صاحب کو اور تین اماموں پر فضیلت حاصل ہو سکتی ہے؟

جواب۔ اس کا جواب دینے کے لیے میں ابھی تیار نہیں ہوں۔

سوال۔ پھر آپ کو آتا ہی کیا ہے آپ تو بالکل ہی نہیں جانتے؟

جواب۔ میں نے ابھی تک اپنی علمیت کا دعوےٰ نہیں کیا جو تم مجھے یہ کہتے ہو یہ تمہاری سراسر زیادتی ہے۔

سوال۔ زیادتی نہیں ہمارا مذہب یہ ہے کہ امام اعظم تینوں اماموں سے افضل ہیں اور اسے ہم ثابت کر سکتے ہیں۔

جواب۔ ممکن ہے ایسا ہو اور آپ ثابت بھی کر دیں لیکن جب میرے پاس چاروں جلیل القدر ائمہ کی لیاقت جانچنے کا کوئی آلہ نہیں ہے پھر میں کیوں کر اپنی رائے دے سکتا ہوں میں چاروں کو واجب التعظیم خیال کرتا ہوں اور میرا یہ مذہب ہے کہ جو کچھ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کی ہے اس کا عظیم الشان صلہ تو خدا وند حقیقی نے انہیں دیا ہی ہوگا لیکن اس کے خلاف ہماری گردن پر ان کے اتنے احسان ہیں اور قیامت تک مسلمانوں پر رہیں گے کہ وہ ان سے سبکدوش نہیں ہو سکتے فقط یہ سن کے طلبہ خاموش ہو گئے اور اب انہیں زیادہ سختی کا بھی موقع نہیں رہا عبدالصمد نامی بنگالی جو سب کی طرف سے محض طفلانہ اور بے جوڑ سوال کرتا تھا اور دندان شکن جوابوں پر بھی اس کی تسلی نہیں ہوتی تھی سوچتے سوچتے یہ تواریخی سوال کرنے لگا۔

سوال۔ آپ بڑے عالم ہیں آپ کا خاندان بڑا فاضل ہے اور تمام علوم آپ کو حاصل ہیں آپ یہ تو بتائیے' کہ امام ابو حنیفہ کون تھے کہاں کے رہنے والے تھے انہوں نے کس کس سے تعلیم پائی

اوران کے شاگرد کون کون سے تھے ذرا معلوم تو ہو کہ آپ ائمہ دین کے حالات سے کتنے واقف ہیں۔

جواب۔ مولانا شہید علیہ الرحمۃ نے تبسم آمیز لہجہ میں فرمایا "اس طول طویل بیان کی تم مجھے ناحق تکلیف دیتے ہو، کتابیں بھری پڑی ہیں ان میں دیکھ کر مشرح حال بخوبی ہو جائے گا"

سوال۔ یہ تو ہم جانتے ہیں کتابوں میں سب کچھ بھرا پڑا ہے آیا آپ کو بھی کچھ آتا ہے یا یوں ہی دور کے ڈھول سہانے ہیں؟

جواب۔ مولانا شہید نے ہنس کے بطور مضحکہ فرمایا "اگر تم میرا امتحان لینے آئے ہو تو بھی تمہیں پہلے انعام کی فکر کرنی چاہیئے کیونکہ اگر میں تمہارے امتحان میں پورا اترا تو تمہیں ضرور انعام دینا ہوگا اور اگر تم محض استفادہ کے طور پر دریافت کرتے ہو تو تمہیں ایسی سختی نہیں کرنی چاہیئے" تلامذہ کے خلاف شان ہے کہ وہ اس سختی سے گفتگو کریں" مولانا شہید کی اس تقریر نے مولوی عبدالصمد بنگالی کے چھکے چھڑا دیئے، اور اب کسی قدر نادم ہوا مگر اس کے دل میں ایک کریدسی پیدا ہو رہی تھی، اس لیے وہ اپنے چند اور سوالات سے دست بردار نہیں ہوا تاہم وہ بہت نرم ہو گیا اور مولانا شہید کی ملائمت اس کے دل میں کھب گئی، اس کا بہ حیثیت پھر نہ رہا کہ وہ کہتا میں امتحان لینے آیا ہوں بلکہ اب اس نے کسی قدر نرم زبانی سے یہ کہا اچھا بطور استفادہ ہی سہی، آپ میرے سوالات کا جواب دیں مولانا شہید نے فرمایا "اس کا کچھ مضائقہ نہیں، بہت خوشی سے میں تمہارے حکم کی تعمیل کرنے کو موجود ہوں" یہ کہہ کے آپ نے جواب ان تواریخی سوالات کے ارشاد فرمائے۔ جواب آپ کا اصلی نام نعمان ہے اور کنیت ابو حنیفہ ہے اور لقب امام اعظم ہے اور شجرہ نسب یہ ہے نعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ بن عسکر بن خفیان ابن شہ ہے آپ ۸۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ثابت پہلے پہل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کوفے حاضر ہوئے اور علاوہ اور تحائف عجیبہ کے آپ نے خاگینہ حضرت علیؓ کی فرمائش سے اپنے باورچی سے پکوا کے پیش کیا۔ حضرت علیؓ انڈوں کا خاگینہ اور عجمی تحفے لے کے بہت خوش ہوئے اور ثابت کو دعا خیر دی جب امام ابو حنیفہ بڑے ہوئے تو شعبی کی ترغیب سے علم کی طرف متوجہ ہوئے یہ بحث بڑی دقیق ہے کہ آپ نے کسی صحابی کو اپنی آنکھ سے دیکھا تھا اور آپ کو تابعی ہونے کا افتخار بھی حاصل تھا۔ چونکہ مجھے اس میں کچھ رد و قدح نہیں کرنی ہے میں تواریخ پر بھروسہ کرکے یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ نے اپنے بچپن کے زمانہ میں انس رضی اللہ عنہ صحابی کو دیکھا تھا، جو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت گزار تھے امام صاحب کا زمانہ بچپن وجوانی ایک پر آشوب زمانہ تھا ایسے زمانہ میں بعض وجوہ سے آپ علم کلام کی طرف متوجہ ہوئے مگر بعد ازاں چند اصحاب کی ترغیب سے آپ اول حماد کے حلقہ درس میں شامل ہوئے حماد نے ۱۲۰ھ میں وفات پائی گو ابھی امام ابوحنیفہ کو پورا حدیث میں ملکہ نہیں ہوا تھا پھر بھی چسکا لگ گیا تھا اور آپ اس قابل ہو گئے تھے کہ فقہی مسائل جن کی اس زمانہ میں ضرورت تھی کچھ جانچ پڑتال کرتے اس کے بعد آپ نے قتادہ کی شاگردی کی، پھر آپ نے سلیمان وسالم بن عبد اللہ سے حدیث پڑھی، سلیمان حضرت میمونہؓ کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات میں سے تھیں، غلام تھے اور فقہاءِ سبعہ میں فضل وکمال کے لحاظ سے ان کا دوسرا نمبر تھا، پھر بیروت میں (جو بندر دمشق ہے) اوزاعی سے تعلیم حدیث پائی اس کے بعد سب سے زیادہ فخر حضرت باقر رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں شامل ہونے کا امام اعظم کو حاصل ہوا، جب آپ کی بہت شہرت ہوئی۔ اور ہزاروں آپ کے شاگرد بن گئے تو یزید بن عمر بن ہبیرہ گورنر کوفہ نے آپ کو میر منشی اور افسر مقرر کرنا چاہا لیکن آپ نے انکار کیا، یزید نے بہت سمجھایا اور زبانی ڈراوا بھی دیا لیکن آپ اپنے انکار ہی پر قائم رہے، ناچار اس نے آپ کو دُرّے لگوائے ہنوز یہاں دُرّے کھانے پر بھی انکار ہی تھا، روز مرہ وہ ابوحنیفہ کو اپنے سامنے بلاتا تھا اور میر منشی کا بستہ آپ کو پیش کرتا تھا اور ایک طرف دُرّہ رکھتا تھا کہ یا تو اسے قبول کر و نہیں پھر دُرّہ موجود ہے آپ فرمایا کرتے تھے، میں جب انکار کر چکا تو اگر مار بھی ڈالے گا میں منظور نہ کروں گا یہ مجھ سے کبھی نہ ہوگا کہ تو ایک مسلمان کے قتل کا حکم دے اور میں اس پر مہر کردوں جب وہ بہت تنگ ہوا تو اس نے امام صاحب کو چھوڑ دیا آپ رہائی پاتے ہی فوراً مکہ معظمہ چلے آئے اور ۱۳۰ھ ہجری تک وہیں رہے، بلکہ ایک روایت کے بموجب یہ ہے کہ آپ نے اٹھتیسواں سال بھی وہیں گزارا جب ۱۳۲ھ ہجری میں بنوامیہ کے خاندان کا خاتمہ ہو گیا اور سلطنتِ اسلام حضرت عباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے قبضہ میں آئی تو پہلا حکمران ابوالعباس سفاح ہوا، اس نے بہت ہی قلیل زمانہ حکومت کے بعد وفات پائی، اس کے بعد اس کا بھائی منصور تختِ خلافت پر متمکن ہوا، اس نے کوفہ کی آب وہوا مزاجِ خلافت کے خلاف دیکھ کے نئے دار الخلافت کی بنیاد ڈالی اور منصور کو امام ابوحنیفہ سے جانی عداوت تھی، وہ چاہتا تھا کہ انہیں قتل کر ڈالے، عداوت کی وجہ صرف یہ تھی کہ آپ نے ابراہیم کا بغاوت میں ساتھ دیا تھا۔ امام ابوحنیفہ بھی منصور کے اس خونی عزم سے

ناواقف نہ تھے، جب انہوں نے یہ دیکھا کہ منصور بغداد چلا گیا تو مکّہ سے کوفہ تشریف لے آئے، مگر منصور نے گو تخت خلافت کو بغداد میں بدل دیا تھا، پھر بھی کوفہ میں اس کی حکومت تھی اس نے فوراً ابوحنیفہ کو بغداد میں طلب کیا اور داخلہ کے دوسرے دن دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا، دربار میں جس نے امام ابوحنیفہ کو پیش کیا وہ ربیع تھے، جو حجابت کا عہدہ رکھتا تھا، اس نے یہ کلمے امام صاحب کی نسبت پیش کرتے وقت کہے تھے، یہ دنیا میں آج بڑا عالم ہے، منصور کو آپ کے قتل کرنے کا بہانہ ڈھونڈنا تھا، پھر بھی اس کی علم دوست طبیعت نے اسے مجبور کیا کہ آپ کی قدر کرے، چنانچہ اسی خیال سے اس نے آپ کے لیے قضا کا عہدہ تجویز کیا، امام صاحب نے صاف انکار کیا اور کہا کہ میں اس کی قابلیت نہیں رکھتا، منصور نے غصّہ میں بھر کر کہا تم جھوٹے ہو، امام صاحب نے کہا اگر میں جھوٹا ہوں تو میرا قابلیت نہ رکھنے کا دعویٰ سچا ہے، کیونکہ جھوٹا شخص قاضی نہیں مقرر ہو سکتا، پھر امام صاحب نے بہت سی وجوہ بیان کیں کہ اس وجہ سے میں عہدۂ قضا نہیں قبول کر سکتا۔ منصور نے قسم کھا کر کہا کہ تم کو ضرور قبول کرنا پڑے گا، اس کے مقابلہ میں امام صاحبؒ نے بھی دلیری سے قسم کھائی کہ میں ہرگز قبول نہ کروں گا، ربیع مارے غصّہ کے تھرا گیا اور اس نے گرم لہجہ میں یہ کہا، ابوحنیفہ تم امیرالمومنین کے مقابلہ میں قسم کھاتے ہو، امام صاحبؒ نے جواب دیا ہاں کیونکہ امیرالمومنین کو قسم کا کفارہ ادا کرنا میری نسبت زیادہ سہل ہے، جب بردّ و بدل ہوئی تو منصور نے آپ کو قیدخانہ میں بھیج دیا، چار برس آپ قیدخانہ میں رہے، اور ماہ رجب ۹ تاریخ ۱۵۰ھ ہجری میں آپ کی وفات ہوگئی، یوں تو امام صاحب کے کروڑوں شاگرد تھے، مگر سب میں مشہور و معروف امام محمد اور امام ابویوسف تھے۔"

مولانا شہید یہاں تک پہنچے تھے کہ عبدالصمد پیروں پر گر پڑے اور جو کچھ انہوں نے سخت زبانی کی تھی اس کی دل سے معافی مانگی اور آپ کے ایک مضبوط معتقد بن گئے، اور جتنے ان کے ساتھ آئے سب نے آپ کی اطاعت قبول کی، جب مولوی فضل حق صاحب کو یہ کیفیت معلوم ہوئی تو وہ اور بھی رنجیدہ ہوئے اور اب انہوں نے مولانا شہید کو اذیّت دینے کی نئی نئی تدبیریں کرنی شروع کیں۔ (حیات طیبہ صفحہ ۵۵ از تاریخ سیر و ملی ۳۵۵)

علماءِ ربانی کی یہی شان ہوتی ہے کہ ان کے اخلاق اور تدیّن سے خلق اللہ متاثر ہوتی ہے اگرچہ مخالف سے مخالف ہو، یہ شائبۂ اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ادنیٰ درجہ ہے چنانچہ حدیث میں یہودی کے قرض کا قصہ مشکوٰۃ میں وارد ہے۔ علیٰ ہٰذا مولانا شہید مرحوم خود

تنویر العینین میں فرماتے ہیں۔

وعظماء العلماء والفقهاء المجتهدين لاسيما المجتهدين الاربعة الذين هو اركان الدين وأعمدة الاسلام۔

"بڑے بڑے علماء اور فقہائے مجتہدین خصوصاً چاروں مجتہدین کہ یہ لوگ دین کے رکن وستون اسلام ہیں۔"

علیٰ ہٰذا مولانا شہید مرحوم تقویۃ الایمان ص۳۹ و ص۹ میں فرماتے ہیں۔

"انبیاء و اولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے۔ سو ان میں بڑائی یہی ہوتی ہے۔ کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں، سو لوگوں کو سکھلاتے ہیں اور اللہ ان کے بتانے میں تاثیر دیتا ہے بہت لوگ اس سے سیدھی راہ پر ہو جاتے ہیں" "ہر رسول اپنی اُمت کا سردار ہے اور ہر امام اپنے وقت کے لوگوں کا اور ہر مجتہد اپنے تابعوں کا اور ہر بزرگ اپنے مریدوں کا اور ہر عالم اپنے شاگردوں کا کہ یہ بڑے لوگ اوّل اللہ کے حکم پر آپ قائم ہوتے ہیں اور پیچھے اپنے چھوٹوں کو سکھاتے ہیں۔"

علیٰ ہٰذا مولانا شہید مرحوم منصب امامت ص۵۲ میں فرماتے ہیں۔

پس مشابہ با نبیاء در علم احکام یا مجتہدین مقبولین باشند یا ملهمین محفوظین و از بسکہ استناد احکام بسوے کشف والہام در اوائل اُمت معروف نبود، پس مشابہ با نبیاء دریں فن مجتہدین مقبولین اند پس ایشاں را از ائمہ فن باید شمرد و مثل ائمہ اربعہ ہر چند مجتہدین بسیار از بسیار گزشتہ اند فاما مقبول درمیان جمہور اُمت ہمیں چند اشخاص اند، پس گویا کہ مشابہت تامہ دریں فن نصیب ایشاں گردیدہ بناءً علیہ درمیان جماہیر

"انبیاء علیہم السلام کے مشابہ علم احکام میں یا مجتہدین مقبولین ہوں گے، یا ملہمین محفوظین اور چونکہ کشف والہام کی طرف احکام کی نسبت اوائل اُمت میں معروف ومشہور نہ تھی پس مشابہ با نبیاء اس فن میں مجتہدین مقبولین ہیں سو ان کو ائمہ فن سے معلوم کرنا چاہیئے۔ مثل چاروں اماموں کے ہر چند کہ مجتہدین بہت کچھ گزرے ہیں لیکن مقبول درمیان جمہور اُمت کے یہی چند اشخاص ہیں پس گویا کہ مشابہت تامہ پوری پوری اس فن میں انہیں کے نصیب میں ہوئی نظر بر آں

۱؎ تقویۃ الایمان طبع لاہور ۱۹۵۶ء ع۔ح

اہلِ اسلام از خواص وعوام بلقب امام معروف گردید ند وبقوت اجتہاد موصوف ۔

تمام اہلِ اسلام خواص وعوام میں بلقب امام معروف ومشہور ہوئے اور بقوتِ اجتہاد موصوف“

علیٰ ہٰذا مولانا شہید مرحوم ایضاح الحق صـ۴۲ میں فرماتے ہیں :۔

بالجملہ مسائل مستنبطہ مجتہدین سابقین کہ مسلم الاجتہاد اند بقیاسات صحیحہ بیشک از قبیل سنتِ حکمیہ است ۔

”خلاصہ یہ کہ مسائل نکالے ہوئے مجتہدین سابقین کے کہ مسلم الاجتہاد ہیں قیاساتِ صحیحہ کے ساتھ بیشک قسم سنتِ حکمیہ سے ہیں“

علیٰ ہٰذا صراط مستقیم صـ۷ میں مرقوم ہے :۔

تمہید ۳ در اعمال اتباع مذاہبِ اربعہ کہ رائج در تمام اہلِ اسلام است، بہتر وخوب است لیکن علم پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم را منحصر در علم یک شخص از مجتہدین ندانند بلکہ علم نبوی منتشر در آفاق گردیدہ بموجب مقتضیات وقت بہر کسے رسیدہ وبعد ازاں کہ کتبِ مصنفہ شدہ جمعیت آں علوم ظاہر گشتہ پس در ہر مسئلہ کہ حدیث صحیح صریح غیر منسوخ یابد اتباع ہیچ مجتہد دراں نکند و اہلِ حدیث را مقتدائے خود شناسد و بردل محبت ایشاں دارد وتعظیم ایشاں لازم شمرد کہ حاملانِ علم پیغمبر اند و نوع فائدہ مصاحبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کردہ مقبولِ جنابِ رسالت مآب گشتہ اند و مقلدانِ تعظیم وتوقیر مجتہدان بخوبی میدانند

”اعمال میں اتباع مذاہب اربعہ کا کہ تمام اہلِ اسلام میں رائج ہے بہتر اور خوب ہے لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو کسی خاص ایک ہی مجتہد کے علم میں منحصر نہ جاننا چاہیئے اس لیے کہ علم نبوی تمام دنیا میں پھیلا ہوا تھا ہر شخص کو بمقتضائے وقت پہنچا اور بعد اس کے کہ کتابیں تصنیف وتالیف ہو کر جمعیت ان علوم کی ظاہر ہوئی پس ہر مسئلہ میں کہ حدیث صحیح صریح غیر منسوخ مل جائے کسی مجتہد کا اتباع اس کے خلاف میں نہ کرنا چاہیئے اور اہلِ حدیث کو اپنا مقتدا سمجھے اور دل سے ان کی محبت رکھے اور ان کی تعظیم لازم سمجھے کہ وہ خدمت کرنے والے علم پیغمبر کے ہیں اور الکنوع کا فائدہ صحبتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا انہوں نے حاصل کیا ہے جس سے مقبولِ بارگاہِ رسالت آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہو گئے ہیں اور مقلدین تعظیم وتوقیر مجتہدین کی بخوبی جانتے ہیں کہ وہ

محتاج آگاہی براں نیستند۔ اس کی آگاہی کے محتاج نہیں ہیں"

معہٰذا حقیقتِ تقلید بکلام مولانا شہید مرحوم مفصل آئندہ اخیر میں ترکِ تقلید و عمل بالحدیث پر تکفیرات کی بحث میں منقول ہوگی ان شاء اللہ العزیز۔

حقیقت یہ ہے کہ مبتدعین و گور پرستوں کا ہمیشہ سے یہی وطیرہ رہا ہے کہ علمائے ربانی اہلِ حق موحدین متبعینِ سنت سے بغض و عناد رکھتے، طرح بطرح ان کی محض بے بنیاد تکفیریں کرکے بہتانات لگاتے رہے ہیں۔ چنانچہ امام ابن قیمؒ المتوفی ۷۵۱ھ اپنے قصیدۂ نونیہ میں جو اہلِ بدعت کی تردید میں تقریباً سات ہزار شعروں پر مشتمل ہے فرماتے ہیں ؎

ماعندھم علم سوی التکفیر والتبدیع والتضلیل والبھتان

"نہیں ہے ان کے پاس کوئی علم سوائے تکفیر کرنے اور بدعت نکالنے اور گمراہی کی طرف لے جانے اور بہتان بندی کے"۔

چنانچہ ناظرین اہلِ بصیرت و انصاف نے تقویۃ الایمان اور صاحبِ تقویۃ الایمان مولانا شہید مرحوم کے متعلق افتراء پردازیاں دیکھ ہی لی ہیں۔ پھر ان کا بے اصل ہونا بھی تقویۃ الایمان اور دیگر تصنیفات و تالیفاتِ مولانا شہید مرحوم سے معہ تائیداتِ قرآن و حدیث اور ائمہ دین کے ملاحظہ فرمالیا۔

مدح و توصیفِ مولانا شہیدؒ مشاہیر فضلاء کے زبان و قلم سے

واضح ہو کہ ہزارہا علمائے اکابر و بزرگان صالحین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے زمانہ اور آپ کے خلفاء و تلامیذ اور مریدین وغیرہم سے اب تک برابر مولانا شہید مرحوم کے مداح مفصل و کمال کے شاہد تقویۃ الایمان کے ثنا خوانِ توحید و سنت کے فدایان رہے ہیں جن کا شمار دشوار و ناممکن ہے۔ منجملہ ان کے حضرات مشاہیر فضلاء کے فتاویٰ یا رہا قالبِ طبع میں آکر شائع اور مشہور ہو چکے ہیں جن کے نقل کرنے کی بنظر مرافقین چنداں ضرورت نہیں۔ تاہم مولوی نعیم الدین صاحب کے مسلّمات و مستندات میں سے بعض بعض کا ذکر ضروری ہے۔

مفتی صدرالدین صاحب مرحوم

چنانچہ مولانا مفتی محمد صدرالدین خاں صاحب مرحوم صدر الصدور دہلی شاگرد مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور استاد مولانا نواب سید صدیق حسن قنوجی و مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہم اللہ جن کو مولوی نعیم الدین کی مستند کتاب انوارِ ساطعہ مطبوعہ نعیمی پریس مرادآباد ص ۴۲ میں "استاذنا و مولانا و مولی العالمین مفتی محمد صدرالدین خاں صاحب صدر العلماء والفضلاء" لکھا گیا ہے آپ کا مشہور و معروف فتویٰ درباره تقویۃ الایمان و مدح مولانا شہید مرحوم بارہا مطبوع شدہ ایک صدی سے زائد عرصہ سے ہندوستان میں

شائع ہوکر مقبول خاص و عام ہو رہا ہے رسالہ دربرینہ قلبیہ فضائل عالم با عمل صفحہ[1] سے ہدیۂ ناظرین ہے :۔

"سوال علمائے دین و فضلاء محققین موحدین سے یہ ہے کہ کتاب مسمّٰی بہ تقویۃ الایمان تصنیف مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کی اور کتاب نصیحت المسلمین مولوی خورم علی صاحب کی جس میں شرک کی برائی کا بیان ہے ان دونوں کا کیا حال ہے آیا ان پر عمل کرنا اور ان کے موافق عقیدہ رکھنا ہدایت ہے یا گمراہی اور ان کا مضمون موافق اہلِ سنّت کے ہے یا نہیں اور جو شخص ان کے مصنفوں کو اور ان پر عمل کرنے والوں کو بسبب اس تصنیف کے اور عمل کے کافر اور گمراہ کہے اس کا کیا حال ہے اور اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں فقط ۔ بیّنوا توجروا ۔

الجواب :۔ نصیحت المسلمین اس فقیر کی نظر سے نہیں گزری اور نہ اس کے مؤلف کا حال تفصیلی معلوم ہے لیکن اگر اس کتاب میں شرک کی برائی کا بیان ہے تو اس کے اچھے ہونے میں کس کو کلام ہے اور تقویۃ الایمان کو نظر اجمالی سے دیکھا ہے باعتبار اصول اور اصل مقصود کے بہت خوب ہے اور مولوی اسمٰعیل صاحب کو ایسا دیکھا کہ پھر کسی کو ایسا نہ دیکھا ، یہ لوگ ان میں سے ہیں کہ جن کے حق میں حق سبحانہ تعالیٰ نے پارہ ۴ سورہ آل عمران میں فرمایا ہے :۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور یہ فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَةَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔

اور چاہیے کہ رہے تم میں ایک جماعت بلاتی نیک کام کی طرف اور حکم کرتی رہے پسندیدہ بات کا اور منع کرتی رہے ناپسند کو اور وہی پہنچے مراد کو اور فرمایا پارہ ۲ سورہ بقر میں تحقیق جو لوگ کہ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں یہی لوگ ہیں امیدوار اللہ کی رحمت کے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اللہ خاص کرتا ہے اپنی مہربانی جس پر چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے ۔

پس جو ان کو کافر و گمراہ کہے وہ آپ گمراہ ہے واللہ اعلم بالصواب فقط حررہٗ محمد صدر الدین"

محمد صدر الدین

---

[1] مثلاً دیکھیے فتاویٰ نذیریہ ص ۷۱ - ۲ ، ج اول (ع - ح)

مفتی سعد اللہ مرحوم | علی ہٰذا مولانا مفتی سعد اللہ صاحب رامپوریؒ[1] شاگرد مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ جن کو مولوی نعیم الدین کی مستند کتاب انوارِ ساطعہ ص۲۶۸ میں منجملہ علمائے جلیل القدر کے شمار کیا ہے آپ اپنے فتویٰ میں فرماتے ہیں :۔

"ہو الموفق بندہ سراپا گناہ محمد سعد اللہ عفا اللہ عنہ باجناہ ۔ میگویم کہ مولانا محمد اسمٰعیل مغفور عالم ربانی و مصدر فیوض یزدانی بودند، و قوتِ نظریہ از علوم نقلیہ و عقلیہ بآں مرتبہ داشتند کہ زبان ناطقہ مشاہیر علمائے عصر در جنب تقریر شان لال بودند و حاسدین اہلِ علم را رو بروئے ایشاں بجز سرمہ خموشی در گلو حرف زدن محال مے نمود، و در بیان مسائلِ شرعیہ و ہدایت امورِ دینیہ حضرت ایشاں را مصداق لَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ یافتہ ام، در خلوص دینی و حق گوئی و صدقِ نیت و حسن طویت بحقیقتِ ایشاں اعمال و آثار کالشمس علی رابعۃ النہار شاہد عدل است و مولوی خرم علی صاحب مرحوم نیز منجملہ تابعین مولانا مغفور عالم دیندار و متقی و پرہیزگار بودند، سالہا دراز فقیر را با ایشاں یک جائے ماندہ شد ندامرے خلاف شرع ظہور ایشاں خدا با و خاطر ندارم و بالفرض اگر ازیں ہر دو صاحبان در کتاب ہائے شان مثل نصیحۃ المسلمین و تقویۃ الایمان جائے مسامحہ سرزدہ باشد از قبیل مسامحات علمائے سابقین دیندار و مجتہدین روزگار را دان شمرد ہذا

ہو عندی مظنون وکل حزب بما لدیہم فرحون نمقہ العبد المذنب الاواہ مفتی

محمد سعد اللہ"

(مہر: محمد سعد اللہ ۱۲۴۹)

نصیحۃ المسلمین شاہ عبد العزیزؒ کی پسند کردہ کتاب ہے | علی ہٰذا ہدایت المبتدعین (مطبوعہ ۱۲۸۶ھ) ص۵ میں مرقوم ہے :۔

"مولوی خرم علی صاحب مرحوم نے (۱۲۳۸ھ میں) رسالہ نصیحۃ المسلمین تصنیف کیا اور اس میں آیات قرآن مجید سے جو مذہب شرک میں وارد ہیں تمسک فرمایا اور وہ رسالہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کی خدمت میں بھیج دیا شاہ صاحب نے اس کو پسند فرمایا اور کہا کہ ہمارا طریقہ بھی یہی ہے۔ مولوی محبوب علی صاحب (شاگرد رشید شاہ صاحب موصوف) اور حافظ کمال الدین صاحب کہ بیت اللہ شریف میں ان کا انتقال ہوا، اس بات کے ناقل تھے اور حافظ منیر علی صاحب جو بفضل اللہ اب بھی موجود ہیں وہ بھی اس قصہ کو نقل فرماتے ہیں"

مولانا شیخ محمد تھانوی مرحوم | علی ہٰذا مولانا شیخ محمد صاحب محدث تھانویؒ تلمیذ مولانا شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی مرید حضرت سید احمد صاحبؒ جن کو

---

[1] بن نظام الدین الحنفی المراد آبادی رامپوری متوفی ۱۲۹۳ھ (ابجد ص ۹۲۵ نزھۃ ص ۲۰۰ ج ۷)۔ع ۔ح

مولوی نعیم الدین کی نہایت مستند کتاب انوار ساطعہ ص۳۹ میں بالفاظ توصیف "عمدۃ الفقہا و المحدثین جناب مولانا شیخ محمد صاحب تھانوی" لکھا گیا ہے۔ آپ اپنی کتاب قسطاس ص۲۴۰ و ص۲۴۱ قسطاس ہنفشا و دیکم کی بحث میں فرماتے ہیں:۔

"ہمارے عقیدہ کی تحقیق درباره امتناع بالغیر جو مطابق عقیدہ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہید ہے"؛

علیٰ لہٰذا حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب مجددی دہلوی مہاجر مدینہ طیبہ استاذ شفیق مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے جن کو کتاب انوار ساطعہ ص۱۴۷ میں نہایت مدح کے ساتھ لکھا:۔

"جناب مولانا شاہ عبدالغنی صاحب دہلوی زبدۂ متورعان روزگار عمدہ محدثین کبار"؛

مولانا شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ کے ارشد تلامیذ اور حضرت شاہ غلام علی شاہ صاحبؒ کے منجملہ خلفاء کے ہیں۔ آپ اپنے شیخ غلام علی شاہ صاحب کے تذکرہ ضمیمہ مقامات مظہری ص۱۰۸ میں اپنے دادا شاہ صفی القدرؒ کے مناقب وحال میں تحریر فرماتے ہیں:۔

وفات شان بروز دوشنبہ بست و پنجم شعبان ۱۲۳۶ھ در بلدہ لکھنؤ واقع شد۔ سید احمد صاحب و مولوی اسمٰعیل شہید و دیگر اعزہ تجہیز و تکفین برخود گرفتند۔	"ہمارے دادا صاحب کی وفات پیر کے روز پچیسویں ۲۵ شعبان سن بارہ سو چھتیس "۱۲۳۶" ہجری شہر لکھنؤ میں واقع ہوئی۔ سید احمد صاحب اور مولوی اسمٰعیل شہید اور دوسرے بزرگوں نے انتظام تجہیز و تکفین خود کیا:

صاحب الیانع الجنی

نیز شاہ عبدالغنی صاحب کی اسانید احادیث دالیانع الجنی مطبوعہ صدیقی ص۱۰۹ در ضمن تذکرہ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی) میں مرقوم ہے:۔

ومنهم ابن اخيه اسمعيل بن عبد الغنى كان من اذكى الناس بايامه وكان ارشدهم فى دين الله واحفظهم للسنة يغضب لها ويذب اليها ويُشنّعُ على البدع و اهلها من مصنفاته كتاب الصراط المستقيم فى التصوف والايضاح فى بيان حقيقة السنة والبدعة مشهوران يرغب الناس فيهما ومختصر فى اصول الفقه و قرة العينين انفرد فيها بمسائل عن جمهور اصحابه واتبعه عليها ناس من المشرق من بنجالة وغيرها اكثر عددا من حصى البطحاء وله كتاب اخر فى التوحيد والاشراك فيه امور فى حلاوة التوحيد والعسل واخرى فى مرارة الحنظلؒ فمن قائل انها

ﻟﮧ یعنی تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین (ع۔ ح) ﻋﻪ مولانا محمد محسن ترہتی متوفی بالمدینۃ المنورۃ فی اوائل العشرۃ الاخرۃ من القرن الثانی عشر کذا فی فہرس الفہارس ص۴۰۲ ج ۲ (ع۔ ح) ﻋﻪ فیہ بحث، انظر الابجد ص۹۱۶ (ع۔ ح)

دُسَّت فیه وقال انه تعمدها استشهد فی الغزوة المشهورة حین هجم علیهم العدوُّ کَفَرَةُ البِلَد وخذلهم من کانوا فی دارهم ونکثوا بیعة امامهم حتی صاروا مع العدو یدًا واحدة واعانوا هم علی دماء المسلمین وربما سفکوها واللہ اعلم۔

مولوی ارشاد حسین مرحوم علیٰ ہذا مولوی ارشاد حسین صاحب رامپوری مرحوم شاہ عبد الغنی صاحب موصوف کے برادر شاہ احمد سعید صاحب مجددی دہلوی کے مریدین کا ذکر کتاب انوار ساطعہ ص۲۷۱ میں بڑے القاب وتوصیف کے ساتھ لکھا گیا ہے۔

البحر القمقام والحبر الهمام تاج المحدثین سراج المتفقهین الادیب المصقع المتکلم النبیه العارف المحدث المفتی الفقیه جامع الشریعة والطریقة مجمع البحرین مولانا محمد ارشاد حسین صانه الله عن کل شین۔

اسی طرح مولوی نعیم الدین کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم ۱۳۲۴ھ مطبع اہل سُنّت وجماعت بریلی در فتویٰ جواز زیادتی کمی تبادلہ نوٹ ص۱۱۲ میں لکھتے ہیں:

"فتویٰ حامی سُنّت ماحی بدعت جناب مولانا مولوی شاہ محمد ارشاد حسین صاحب رام پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ"

علیٰ ہذا مولوی محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب برادر مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی قتل کذب وکید مطبع اہل سنّت وجماعت بریلی ۱۳۳۲ھ ص۵۶ میں لکھتے ہیں:۔

"حضرت مولانا محمد ارشاد حسین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ"

ایضاً ص۵۷ میں لکھتے ہیں:۔

"حضرت مولانا ارشاد حسین علیہ الرحمۃ کا انتصار الحق الخ"

ایضاً ص۶۵ میں لکھتے ہیں:۔

"حضرت مولانا ارشاد حسین علیہ الرحمۃ کی انتصار الحق دیکھئے استدلال باحادیث سے بھری پڑی ہے آپ کے نزدیک وہ کوئی تو گنے غیر مقلد ہوئے"

ہاں تو یہی مولانا ارشاد حسین صاحب اپنی مشہور ومعروف کتاب انتصار الحق مطبوعہ صدیقی بریلی ۱۲۹۰ھ میں متعدد مقامات پر مولانا شہید مرحوم کی توصیف لکھتے ہیں، چنانچہ ص۹۹ میں مرقوم ہے:۔

"ائمہ دین اور جماعت مجتہدین کا مشرک ٹھہرانا اور ان پر ساتھ وجوہ باطلہ کے الزام کفر کرنا کام ہے جاہل سفیہ کا اسی واسطے مؤلف تنویر[1] نے قائل اس کلام کے جاہل کہا ہے اور شان مولوی اسمٰعیل سے یہ امر بہت مستبعد ہے کہ ایسی تہمت بے معنی اوپر جماعت ہادین متقدمین کے کریں"

اور صہ۱۰۵ میں لکھتے ہیں اور یہ کلام منسوب طرف مولوی اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ کے الخ، اور صہ۱۲۸ میں لکھتے ہیں :۔

"کلام مولوی اسمٰعیل کا رحمہ اللہ تعالےٰ" "قول الشیخ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز و مولوی اسمٰعیل رحمہم اللہ تعالیٰ"

صہ۱۲۹ میں لکھتے ہیں :۔

"مؤلف تنویر نے مولوی اسمٰعیل صاحب کو کیسے معتزلی کہا اور حال ان کا مثل نادانوں مذکورین کے کہاں تھا"

اور صہ۱۷۷ میں لکھتے ہیں :۔

"اور وہ جو کلام منسوب طرف مولوی اسمٰعیل مرحوم کے"

اور صہ۱۸۱ میں لکھتے ہیں :۔

(اور وہ کلام منقول تنویر العینین (مصنفہ مولانا اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ) سے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ تحقیق غلو کیا بعض آدمیوں نے اور تعصب کیا بیچ التزام تقلید شخص معین کے، یہاں تک کہ منع کیا اجتہاد سے اور منع کیا تقلید غیر امام اپنے سے، بیچ بعض مسائل کے اور یہ ہے مرض سخت انتہیٰ با کہ جوابات اس کے تفصیل سے گزر چکے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مفاد اس کلام کا منع اور انکار وجوب مجتہد معین نہیں ہے بلکہ اس کلام میں مذمت ہے غلو اور تعصب کے اس مقلد سے جو مجتہدین معتبرین فی الشرع کو اجتہاد سے منع کرے اور کسی حال میں بضرورت یا بدو تہا بعض مسائل میں بھی تقلید امام آخر نہ تجویز کرے اور یہ دونوں باتیں ہم بھی نہیں پسند کرتے ہم نے کسی مجتہد کو اجتہاد سے کب منع کیا ہے؟"

مولوی فرید الدین صاحب

علی ہٰذا رسالہ صیانۃ العوام مطبوعہ اردو اخبار دہلی ۱۲۶۷ھ مؤلفہ مولوی فرید[2] الدین صاحب شہید دہلوی جو مستند متقدمین کے ہیں صہ۵۹ میں تقویۃ الایمان مصنفہ مولانا شہید مرحوم ہونے کے مقر ہیں اس سے کہ

---

[1] تنویر الحق تالیف نواب قطب الدین صاحب مرحوم جس کا جواب تحقیقی و علمی سیدنا شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی قدس اللہ روحہ نے "معیار الحق" عنوان سے تصنیف فرمایا (ع ۔ ح) [2] متوفی ۱۲۶۳ھ نزہۃ الخواطر ص ۳۰۲، ج ۷، (ع ۔ ح)

"ہزار ہا لوگ مولانا شہید اور ان کے خاندان میں شاہ عبدالعزیز وغیرہم کے دیکھنے والے موجود ہیں اھ ملخصاً"
نیز رسالہ الاستشفاع والتوسل (مؤلفہ شاہ محمد عمر بن مولوی فریدالدین شہید دہلوی نبیرہ شاہ مقبول احمد صاحب قادری) صـ۲۹ میں لکھا ہے :-

"مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شہید صاحب تقویۃ الایمان" الخ
ایضاً صـ۲، میں اپنے جدی مرشدی کے حال میں لکھتے ہیں کہ

"فرماتے تھے اس زمانہ میں یہ فقیر بھی گاہ گاہ مولوی (محمد اسمٰعیل) صاحب کی مجلس وعظ میں چلا جایا کرتا تھا"
(از کتب خانہ دینیات کالج علی گڑھ) نیز مولوی نعیم الدین کے مربی اول پیر پڑھے نہ لکھے۔ نام ملا اشرف شاذلی مراد آبادی کے پیر مولوی حافظ محمد حشمت علی خاں صاحب مفتون مکی مدنی فاسی شاذلی رامپوری ثم المراد آبادی مرحوم (شاگرد مولانا سید احمد حسن صاحب امروہوی) اپنے رسالہ صمصام الذاکرین مطبوعہ گلزار احمدی مراد آباد ۱۹ صفر ۱۳۰۵ھ صـ۳۷ میں لکھتے ہیں "مولوی اسمٰعیل دہلوی مرحوم صراط مستقیم میں لکھتے ہیں" الخ نیز مولوی نعیم الدین کے مخصوص حواری حافظ اقبال حسین صاحب مولود خوان ٹانڈوی امام مسجد ضیار خان محلہ کٹہرہ مراد آباد اپنے مجموعہ قلمی مولود مجلد صـ۲۲ میں لکھتے ہیں "چنانچہ مولانا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہ جن کو عاشق رسول کہوں تو بجا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں فرماتے ہیں۔

وہی انساں اکمل ہے سنتے ہو کون | ہوئے مفتخر جس سے یہ دونوں کون
نبی السرایا رسولِ کریم | نبوت کے دریا کا دُرِّ یتیم
حبیبِ خدا سید المرسلین | شفیع الورٰی ہادیٔ راہِ دین
محمد ہے نام ان کا احمد لقب | بیاں ہو سکے منقبت ان کی کب
دل ان کا جو ہے مخزنِ[1] سرِّ غیب | مبرا خطا سے ہے بے شک و ریب
زباں ان کی ہے ترجمانِ قدم | ہوا باغ دین جس سے رشکِ ارم
بظاہر ہے گو مقطع انبیار | حقیقت میں ہے مطلع اصفیار
شدّا ول[2] ہی ہے ہر طرح اس کا نور | بظاہر کیا گو کہ آخر ظہور

---

[1] نسخہ مطبوعہ میں "مخزن" ہے [2] اصل میں ہے "اول ہی پیدا ہوا ان کا نور" [3] یہ بات کسی ثابت شدہ روایت پر مبنی نہیں (ع۔ح)

تو بھیج اس[1] پہ اور اس کی اُمت[2] پہ عام
الٰہی ہزاروں درود و سلام

منقولہ ۲۶ صفر پنجشنبہ ۵۴ھ بمکان شیخ عنایت حسین صاحب مرحوم محلہ ٹھیرہ۔ بقلم بندہ عزیز عفی عنہ "نقل مطابق اصل ہے۔ محمد حسین بقلم خود" (عرف نواب صاحب ولد شیخ عنایت حسین مرحوم)

نظم مذکور مثنوی سلکِ نور مصنفہ حضرت مولانا شہید مرحوم میں سے ہے جو بطریق طرز تقویۃ الایمان اقسام شرک فی العلم وغیرہ کا بیان گویا تقویۃ الایمان کا نظم ہیں عکس وفوٹو ہے۔

بس اگر مؤلف کے زعم باطل میں مضامین تقویۃ الایمان باعثِ توہین انبیاء علیہم السلام اور موجبِ کفر ہیں اور اس پر اعتقاد کرنے والے اس کی حمایت و ترویج میں بکوشش اشاعت کرنے والے اور مولانا شہید مرحوم کو موحدِ کامل، وراسخ عالم ربانی، عاملِ سنتِ رسول یزدانی علیہ الصلوٰۃ والسلام جاننے والے بلا تامل کافر ہوئے تو علمائے مذکورین مسلّم و مستند مولوی نعیم الدین صاحب کے سب کے سب بھی معاذ اللہ ان کے نزدیک کافر و ملعون گمراہ ٹھیریں گے ورنہ خود جناب مؤلف ہی پر الٹا کفر و گمراہی کا وبال عائد ہو کر خود ان کے ہی گلے کا طوق بنے گا؟

شاہ عبد العزیزؒ کے بعد طوفان مخالفت مولانا شہید

واضح ہو کہ جتنے شرور و فتن مخالفین مبتدعین گور پرستوں کے تقویۃ الایمان کی مخالفت ضد و عناد پر بوجہ حب جاہ دنیا طلبی مولانا شہید مرحوم کے مقابلہ میں برپا ہوئے تمام بعد وفات مولانا شاہ عبد العزیز صاحبؒ کے واقع ہوئے ورنہ بحیات جناب شاہ صاحب مخالفین تقویۃ الایمان دم بخود لب بستہ تھے کیونکہ آپ کی وفات شوال ۱۲۳۹ھ میں واقع ہوئی اور ۱۲۳۸ھ میں شاہ صاحب کی خدمت میں نصیحۃ المسلمین تصنیف ہو کر پیش ہوئی تو آپ نے پسند فرما کر اپنا طریقہ اسی کو بتایا، چنانچہ ہدایت المبتدعین سے بحوالہ منقول ہو چکا ص ۹۵۔ اور یہی وہ وقت تھا جب کہ پیر پرستی گور پرستی بدعات کا زور تھا اور توحید و سنت وقرآن و حدیث سے نہایت درجہ بے پرواہی کے باعث علمائے موحدین ربانیین کو گمراہ بنا یا جاتا تھا تقویۃ الایمان بھی تصنیف ہو کر شائع ہوئی کیونکہ بندہ

---

[1] اصل میں ہے "ان پر" [2] اصل میں ہے "ان کی"۔ (بندہ عزیز عفی عنہ)

احقر نے بچشم خود تقویۃ الایمان حصہ اوّل قلمی کہنہ کاغذ بانسی دیسی کرم خوردہ محررہ ۱۲۳۹ھ بزمانہ شاہ صاحبؒ معہ دیگر کتب ورسائل قلمیہ خاندان شاہ صاحب موصوف نصیحۃ المسلمین تنویر العینین مثنوی سلک نور سرور المحزون وغیرہ محررہ بمقام میرٹھ نہم شہر جمادی الثانی روز سہ شنبہ ۱۲۳۹ھ کتب خانہ مولانا سید حسن شاہ صاحب محدث مرحوم ریاست رام پور میں دیکھیں جو محفوظ ہیں اور یہ قبل وفات شاہ صاحب چار ماہ کا واقعہ ہے۔ پس اگر مخالفین کو تقویۃ الایمان میں کچھ کلام تھا تو کیوں نہیں شاہ صاحب سے فیصلہ کرایا گیا۔

مولانا شہید کے خلاف پہلا ہنگامہ ۱۲۴۰ھ

چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کی وفات کے بعد پہلا ہنگامہ اختلاف مناظرہ جامع مسجد دہلی بوقت صبح سہ شنبہ ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ مابین مولانا شہید مرحوم معہ مولانا عبدالحیؒ مولوی رشید الدین[1] خاں صاحب وغیرہ چند مسائل بدعت ورسومات شرکیہ بوسۂ قبر وغیرہ میں دربارہ تقویۃ الایمان ہوا جس میں جمع کثیر علماء وفضلاء ورؤسا وغیرہم تقریباً پانچ ہزار آدمی معہ انتظامات حکام کے تھا۔ یہ رو ئدادِ مناظرہ قلمی درچھ ورق کتب خانہ مولانا سید حسن شاہ صاحب محدث ریاست رام پور میں محفوظ ہے۔

پھر مناظرۂ دہلی سے بارہ تیرہ یوم بعد مولانا شہید مرحوم کی طرف سے ۱۲ جمادی الاوّل ۱۲۴۰ھ کو بتائید وتشریح تقویۃ الایمان فتویٰ درمسائل بوسہ قبر وغیرہ صادر ہوا۔ جو فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم میں بھی طبع ہو چکا ہے۔ جس کا خاتمہ حسب ذیل ہے۔ کتبہ محمد اسمٰعیل مصنف تقویۃ الایمان عفی عنہ در شاہجہان آباد محررہ دوازدہم جمادی الاوّل ۱۲۴۰ھ تمام شد [محمد اسمٰعیل دہلوی]

مولانا شہیدؒ اور مولانا رشید الدین مرحوم

مگر باوجود اس مناظرہ اور اختلاف کے چونکہ مولانا شہید مرحوم اپنے اقرانِ جماعت میں درس وتدریس، علوم وفنون، متانت وذہانت، جملہ فضل وکمال میں سب سے زیادہ فائق ولائق تھے۔ خود مولوی رشید الدین خاں صاحب جو کہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے شاگرد تھے پھر بھی دقائق فنِ معقول میں اکثر مولانا شہید مرحوم سے استفادہ حاصل کرتے تھے۔ اور رُو برُو مولانا شہید مرحوم کے بہ کمال ادب۔ کلام

---

[1] متوفی ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۲ (حاشیہ تذکرہ اہلِ دہلی ص ۱۷) اس مناظرہ پر ایک محاکمہ کا بھی ذکر ملتا ہے جو بتایا جاتا ہے کہ مولوی برہان الدین صاحب ساکن دیوبند نے کہا تھا (نزہۃ الخواطر ص ۹۷ ج ۲) تذکرہ علمائے ہند اردو ص ۱۲۹) الصواعق الالٰہیہ (ص ۲۶) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مناظرہ قبروں کے بوسہ وغیرہ مسائل عقائد سے متعلق تھا واللہ اعلم (ع - ح)

کرتے اور بحضور مولانا شہید مرحوم کلام میں دخل نہیں دیتے تھے حتیٰ کہ مولانا شہید مرحوم کے فضائل و مناقب جمیلہ میں اپنی زبان تروتازہ رکھتے تھے کیونکہ خاندانی احترام بھی مقتضی ادب ہوتا ہے۔ چنانچہ مولوی سدید الدین خاں صاحب خلف الرشید مولوی رشید الدین خاں صاحب امین مدرسہ عالیہ کلکتہ رحمن کا بہت ہی نادر کتب خانہ ایام غدر ۱۸۵۷ئہ دہلی میں لٹ گیا) ہمیشہ نہایت ہی افسوس کے ساتھ فرماتے کہ ہم کو اپنے کتب خانہ کے لٹ جانے کا اس قدر افسوس نہیں ہے جس قدران حواشی کے ضائع ہو جانے کا ہے جو مولانا شہید نے علمی کتابوں پر لکھے تھے کیونکہ وہ کتابیں تو پھر بھی مل سکتی ہیں مگر ان حاشیوں کا ملنا اب محال ہے (صواعق الٰہیہ والحیاۃ بعد المماۃ وغیرہ)

مولانا شہید کا خط سید بغدادی کے نام علیٰ ہذا سید عبداللہ صاحب بغدادی رح کے بعض شبہات کی جو مخالفین کی طرف سے تقویت الایمان پر لوجہ ان کے اردو نہ جاننے کے ڈالے گئے تھے۔ مولانا شہید مرحوم نے خبر پاتے ہی ان کے نام عربی مکتوب نہایت مدلل بدلائل نقلیہ وعقلیہ عام فہم ۱۲۴۰ھ ہی میں ارسال فرمایا جس سے پورے طور پر ان کے شبہات کا ازالہ ہو گیا۔ چنانچہ ناظرین کی خدمت میں کئی مرتبہ بضرورت اس کا بعض حصہ اسی کتاب میں نقل ہو چکا ہے اس مقام پر بتمام وکمال اس کا نقل کیا جانا ضروری ہے تاکہ توحید جناب باری تعالیٰ عزاسمہ کے دلائل حق اور تکریم و مراتب و آداب حضرات انبیاء علیہم السلام کی حقیقت واقعیہ تقویۃ الایمان کے ساتھ ساتھ واضح ہو کہ مولانا شہید مرحوم کس استقلال کے ساتھ عقیدۂ راسخہ توحید وسنت پر قائم ومستقر ہیں۔ وہو ہذا

نقل خط جناب مولانا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب درجواب ملا بغدادی صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمد من تفرد بالقدم فکل شئ ما سواہ مسبوق بالعدم لاشریک لہ فی الخلق والتدبیر والاختیار ولا احد فی ملکہ من النقیر والقطمیر حتیٰ لایشفع الانبیاء الا بعد اذنہ ولا نجاۃ لاحد الا بلطفہ ومنہ ونصلی علیٰ افضل البرایا شفیع الامم الذی نولاہ ما	"سب تعریف اس اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ہے جو قدامت میں یکتا ہے اور اس کے سوا ہر شئے حادث اور فانی ہے پیدا کرنے اور کام بنا دینے میں اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کی سلطنت میں چھلکے بلکہ تل برابر بھی کسی کو اختیار نہیں اس کی اجازت بغیر انبیاء کسی کی شفاعت نہ کر سکیں گے اور اس کی مہربانی واحسان نہ ہو تو کسی کو نجات مل سکتی ہے اور ہم افضل الخلائق شفیع الامم پر

اخرجت الدنیا من العدم والذی علمنا براھین التوحید والاسلام واخرجنا من ظلمات الاشراک وعبادۃ الاصنام وعلیٰ الہ واصحابہ وعلیٰ ناصر دینہ ومحبہ امابعد فنخص بالتحیۃ والسلام ذات من ترقی علیٰ مدارج الاسلام سلالۃ السید المحبوب الجیلانی السید عبد اللہ البغدادی العالم الربانی لایخفی علیکم انی لما رأیت عوام مسلمی الھند قد انھمکوا بجھلھم فی الاشراک والبدعات وتمسکوا بالشبہات الواھیات وجعلوا یعبدون القبور واھلھا وسألوا بھم حاجاتھم کلھا وجلھا الفت رسالۃ فی رد الاشراک باللہ واستدللت فیھا بستۃ وعشرین ایۃ من کلام اللہ وترجمتھا بالھندی تسھیلا لاستفاداتھم وکشف الغطاء عن قبح متمسکاتھم واستدلالاتھم فنحمد اللہ قد ھدی الوفا من النساء والرجال فما تردد فیھا الابعض المعاندین الجھال وبلغنی ان رسالتی ھذہ قد قرأت بین یدیکم فقلتم حق الاان تساوی

درود بھیجتے ہیں اور اگر وہ نہ ہوتے تو دنیا ہی نہ ہوتی۔ انہوں نے ہمیں توحید و اسلام کی دلیلیں بتائیں اور شرک و بُت پرستی کی اندھیریوں سے نکالا۔ اور ان کی تمام آل و اصحاب اور دین کے مددگاروں اور محبوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اما بعد ہم تحیۃ وسلام کے ساتھ اس شخص کو مخصوص کرتے ہیں جو اسلام کے درجوں میں ترقی کر گئے ہیں، اور جو حضرت محبوب جیلانی کے خلاصہ خاندان ہیں وہ عالم ربانی سید عبد اللہ بغدادی ہیں، پوشیدہ نہ رہے کہ میں نے جب ہندوستان کے عام مسلمانوں کی یہ حالت دیکھی کہ اپنے جہل کے سبب شرک و بدعت میں محو ہو گئے ہیں اور واہی تباہی شبہوں کو حجت بنائے بیٹھے ہیں اور قبروں اور اہل قبروں کی پوجا کرنے اور ان سے ہر چھوٹی بڑی حاجت مانگنے لگے ہیں تو "شرک میں ایک رسالہ لکھا، اس میں قرآن پاک کلام اللہ کی چھبیس آیتیں بطور دلیل پیش کیں اور لوگوں کے فائدہ کی غرض سے اور ان کی بری حجتوں اور بدنما دلیلوں کے چہرہ سے پردہ اٹھانے کے لیے اس کا اُردو میں ترجمہ کیا۔ الحمد للہ کہ ہزار ہا مرد و عورت راہ راست پر آ گئے۔ اور بعض سرکش جاہلوں کے سوا کسی کو تردد باقی نہیں رہا۔ مجھے خبر ملی ہے کہ جب میرا رسالہ آپ کے سامنے پڑھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا یہ بالکل حق ہے لیکن اللہ کی مخلوق

الاصنام وجميع الناس والانبياء
في باب المخلوقية وعدم الاختيار
وان كان حقا داخلا في العقيدة لكنه
نوع من سوء الادب لابد له من
سند ودليل لان العنو نجس فكيف
يذكر مع سيد الطاهرين **اقول**
وبالله التوفيق هذه العبارة قد
وقعت في رسالتي رد السؤال العوام
حيث يقولون الاستعانة والعبادة
والسجدة انما هي ممنوعة للاصنام
لا للانبياء الكرام والاولياء العظام
تلك الاستعانة الحقيقة لا يجوز
عند العقل الا من الذي له اختيار
في تدبير العالم وقد ثبت من
النصوص القطعية القرآنية ان لا
اختيار لغير الله فليس للانبياء
والاولياء في هذا الامر الخاص
اعني استحقاق السجدة وانزال
المطر واعطاء الاولاد على الاصنام
وجميع الناس ترجيح اما قرب الانبياء
عند الله تعالى وكمالاتهم وفضائلهم
التي لا يصل دون سرادقاتها غير
نسلم وهو امر آخر لا دخل له في
الربوبية والالوهية انتهى والعجب
كل العجب من جنابكم انكم اقررتم

کے بے اختیار ہونے میں بتوں اور عام آدمیوں
اور انبیاء کو برابر کر دیا اگرچہ حق اور عقیدہ میں
داخل ہے مگر یہ ایک طرح کی بے ادبی ہے۔ اس
کے لیے کوئی سند اور دلیل چاہیے کیونکہ بت ناپاک
ہیں۔ پھر سید الطاہرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ ان کا تذکرہ کیوں ہو۔ میں توفیق
الٰہی سے اس کا جواب دیتا ہوں کہ میرے رسالہ میں
یہ عبارت ان عام لوگوں کے سوال کی تردید میں واقع
ہوئی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ صرف بتوں سے مدد
مانگنی ان کی پوجا اور انہیں سجدہ کرنا ممنوع ہے۔
انبیاء و اولیاء کے ساتھ یہ فعل کیا جائے تو ناجائز
نہیں معلوم ہوتا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ فی الحقیقت
عقل کے نزدیک بھی مدد مانگنا جائز نہیں ہے مگر اسی
سے جس کو دنیا کے تمام کاموں کا اختیار حاصل ہے
اور قرآن پاک کی ظاہر صریح آیتوں سے ثابت ہے
کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو کسی چیز کا اختیار نہیں
ہے، پس اس خاص بات میں یعنی استحقاق
سجدہ اور مینہ برسانے اور اولاد دینے میں انبیاء
اور اولیاء کو بتوں اور دیگر لوگوں پر ترجیح نہیں ہو
سکتی مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک انبیاء کا
قرب اور ان کے کمالات اور ان کی ایسی فضیلتیں
کہ اس مرتبہ کو ان کے سوا اور کوئی نہیں پہنچ سکتا
ان سب امور کو ہم مانتے ہیں لیکن یہ دوسری بات
ہے جس کو ربوبیت اور خدائی میں کچھ دخل نہیں ہے
انتہی اور آپ کی حالت پر غایت درجہ تعجب

ان هذا الامر حق داخل فی العقیدة
ثم قلتم انه سوء الادب لیت اذا
کان ثابتا من البراهین داخلا فی
العقیدة کیف یتصور انه سوء الادب
فکلامکم یشیر الی اجتماع الضدین
والسند یطلب لما ثبت بالدلیل و
هذا الامر ثابت اجمالا فی القرآن فما
الجرم من تفصیل الاجمال ومع ذلک
فقد قال الله تعالی لنبیه فی القران
قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی
انما الهکم اله واحد ولا یخفی ان
المخاطبین بقوله انما انا بشر
مثلکم هو المشرکون فکیف مثل
الله تعالی فی البشریة نبیه بالمشرکین
الذین ثبت نجاستهم فی القرآن
حیث قال الله تعالی انما المشرکون
نجس فلا یقربوا المسجد الحرام
والاصنام من حیث انها احجار
وجمادات لا نجاسة فیها والا یلزم
ان یکون کل حجر نجسا انما النجاسة
فیها بسبب المشرکین الذین
مروروها وجعلوها معبودین
فالمشرکون اشد نجاسة
من الاصنام فانهم و تامل
ان قیل وان کان هذا الامر

آتا ہے کہ اس امر کے حق اور داخل عقیدہ ہونے کا
اقرار کر چکے اور پھر اسے بے ادبی بتلاتے ہو کاش
سوچنے کی بات ہے کہ جب یہ دلائل سے ثابت
اور عقیدہ میں داخل ہے تو اس سے بے ادبی
کیونکر خیال میں آسکتی ہے بس تو آپ کا کلام
اجتماع ضدین کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ اور
اس کی دلیل مانگی جاتی ہے جو خود دلیل سے ثابت
ہے یہاں قرآن پاک سے مجملاً ثابت ہے میں
نے اجمال کی تفصیل کر دی تو کیا جرم کیا باینہمہ
اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنے نبی کو
مخاطب کر کے فرمایا ہے قل انما انا بشر الآیہ
اے نبی ان سے کہہ دو کہ میں بھی تم جیسا ایک آدمی
ہوں مجھ پر اس بات کی وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود
الٰہ واحد یکتا ہے۔ اور یہ بات پوشیدہ نہیں
ہے کہ مثلکم کا خطاب مشرکین کی طرف ہے تو اللہ
تعالیٰ نے اپنے نبی کو بشریت میں ان مشرکوں
کی برابر کیوں کر دیا، جن کی نجاست قرآن پاک
سے ثابت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
کہ مشرک ناپاک نجس ہیں اس لیے مسجد حرام کے
پاس بھی نہ پھٹکیں اور بت چونکہ پتھر اور جمادات
ہیں اس لیے ان میں نجاست نہیں پائی جاتی
ورنہ کل پتھروں کا نجس ہونا لازم آئے گا، بلکہ
بتوں میں ان مشرکین کے فعل سے نجاست آگئی
جنہوں نے ان کو گھڑا اور معبود بنا لیا اس کا
نتیجہ یہ نکلا کہ مشرک بتوں سے زیادہ ناپاک

ثابتاً ولكن ما الضرورة فى ذكره
قلت الضرورة فى ذكره دفع شبهة
العوام حيث يزعمون ان الانبياء
والاولياء يتصرفون فى العالم
يفعلون ما يشاؤن هذا وقد
تحقق عندى ان الرجل الفنجابى
يوسوس كو فيا شيخ انّك لست
تعلم حاله فانه رجل مخبط
العقل مختل الحواس غبى جاهل
ويزعم لنفسه انه نحرير
فاضل لا يدرى اليمين عن
الشمال فانه فى الحقيقة نائب
الدجال لانه يقول تارة انا
عبد المحبوب السبحانى وتارة يقول
ان عبد القادر هو الرزاق معاذ الله
من هذه الكلمات الكفرية التى
لا يجوزها الجهلاء فضلا عن
العلماء فالمسئول من جنابكم ان
لا تصدقوا كلامه فى امرى فانه
رجل سامرى هداه الله الصراط
المستقيم وثبتنا واياكم على دينه
القويم وصلى الله على سيدنا ومطلعنا
وشفيعنا محمد ن المصطفى وعلى
آله شموس الهدى واصحابه
بدر الدجى فقط ۔۔

ہیں ذرا سوچیے اور غور تامل کیجیے اگر یہ کہا جائے
کہ یہ بات ہے تو بیشک ٹھیک لیکن اس کا ذکر
کرنا ہی کیا ضرور تھا تو میں اس کے جواب میں عرض
کرتا ہوں کہ اس کے ذکر کرنے سے عوام کا شبہ دور کر
دینا مقصود ہے جن کا یہ گمان ہے کہ انبیاء و اولیاء
سارے جہان میں تصرف کرتے ہیں جو چاہتے ہیں کر ڈالتے
ہیں، اس کو یاد رکھنا چاہیئے ۔ مجھے معلوم ہوا کہ ایک
پنجابی آپ کے دل میں کچھ وسوسے ڈالتا ہے پس
اے شیخ آپ اس کے حال سے واقف نہیں وہ تو
ایک بے عقل مخبوط الحواس غبی وجاہل آدمی ہے۔ اور
اپنے آپ کو بڑا فاضل گمان کرتا ہے حالانکہ اسے
داہنے بائیں کی تمیز نہیں، وہ فی الواقع دجال کا نائب
ہے کیونکہ کبھی یہ اٹھتا ہے کہ میں محبوب سبحانی
کا بندہ ہوں اور کبھی کہتا ہے کہ عبد القادر جیلانی
روزی دینے والے ہیں، ایسے کلمات کفر سے کہ
جس کو علماء سے قطع نظر جہلاء گوارا نہیں کر سکتے اللہ کی
پناہ ۔ جناب سے توقع ہے کہ میرے بارہ میں
اس کے کلام کی تصدیق نہ کریں۔ کیونکہ وہ شخص
سامری صفت ہے اللہ تعالیٰ اس کو سیدھی
راہ دکھائے اور ہمیں تمہیں اپنے مضبوط دین پر
قائم رکھے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمارے مخدوم
شیخ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو منتخب ہیں
اور آپ کی اولاد پر جو آفتاب ہدایت ہیں
اور آپ کے اصحاب پر جو اندھیری رات کے
چاند ہیں اپنی رحمت نازل فرمائے ۔ فقط ۔۔۔

تم هذا المكتوب حين كنت نزيلا فی الكانفور سنة الف و مائتين و اربعين الی السيد البغدادی حين وسوسه الجهال فبعد قراءة كتابی هذا جاءنی متعذرا و قال لقد صدقت فيما الفت فی رسالتك و ما قلت فيك كان كلامك فی رسالتك كان هنديا و انا رجل عربی لا افهمه و الرجل الفنجابی قد افتری عليك و اغلط فی الترجمة كثيرا فلا تغضب ۔ تمت ۔

یہ خط ۱۲۴۰ھ بارہ سو چالیس میں اس وقت تمام ہوا جب کہ میں کانپور میں تھا اور سید بغدادی کے نام بھیجا گیا، جب کہ جاہلوں نے ان کے دل میں وسوسہ ڈال دیا اسے پڑھ لینے کے بعد وہ عذر کرتے ہوئے میرے پاس آئے اور فرمایا کہ تم نے اپنی کتاب (تقویۃ الایمان) میں جو کچھ لکھا ہے بالکل ٹھیک ہے اور میں نے جو کچھ آپ کی نسبت کہا وہ محض اس وجہ سے تھا کہ میں آپ کا کلام سمجھ نہ سکا کیونکہ آپ کا رسالہ اردو زبان میں تھا اور میں عرب کا رہنے والا ہوں۔ اردو بالکل نہیں سمجھتا اس پنجابی نے آپ پر بہتان لگایا اور مجھے غلط ترجمہ کرکے سنایا آپ مجھ سے خفا نہ ہوں۔ تمت۔"

واضح ہو کہ یہ خط بلا ریب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب (شہید رحمہ اللہ) کا ہے۔ اس کی کیفیت اس طرح پر ہے کہ سید بغدادی صاحب نے مولانا مغفور کو کانپور میں ایک خط لکھ بھیجا، اس کا جواب مولانا مرحوم نے کانپور سے بغدادی صاحب کی طرف دہلی میں روانہ کیا۔ بغدادی صاحب نے وہ خط مدرسہ میں مولوی محمد یعقوب صاحب مرحوم (نواسہ شاہ عبدالعزیز صاحب) سنایا، کیونکہ بغدادی صاحب مولانا محمد یعقوب صاحب کے مدرسہ میں رہتے تھے۔ اس وقت حاضرینِ مجلس سے دو تین شخصوں نے اس خط کی نقل کرلی، بعدہٗ مولوی نصیر الدین[1] صاحب و مولوی محبوب[2] علی صاحب نے بھی اس خط کی نقل کی پھر اس عاجز نے مولوی نصیر الدین صاحب مرحوم کے خط سے اسے نقل کر لیا۔ الراقم

(مہر: سید محمد نذیر حسین) محدث دہلوی

رسالہ یک روزی کی تصنیف

علاوہ بریں مولانا شہید مرحوم نے دفع اعتراضات مولوی فضل حق صاحب دربارۂ تقویۃ الایمان بامکان نظیر ذی الحجہ ۱۲۴۱ھ میں رسالہ یک روزی تحریر فرمایا۔ جس میں چند جگہ تقویۃ الایمان کا نام موجود ہے۔ چنانچہ صفحہ اوّل کی سطر اوّل۔ ایضاً ص۱۱ و ص۱۲ و ص۱۳ میں نیز افاداتِ ترابیہ مؤلفہ مولانا تراب علی صاحب مرحوم لکھنوی در تائیدِ امکانِ نظیر مطبوعہ ہاشمی میرٹھ ۱۲۶۹ھ میں تائیداً مرقوم ہے کہ

---

[1] و [2] ان دونوں بزرگوں کا ذکر آثار الصنادید اور اس سے ماخوذ تذکرہ اہل دہلی ص ۴۳ و ۸۵ میں ہے نیز دیکھئے نزہۃ الخواطر جلد ۷ میں ہر ایک کا ترجمہ (ع-ح)

"بعد تصنیف رسالہ تقویۃ الایمان مولوی فضل حق خیر آبادی نے نقطہ اس مسئلہ میں خلاف کیا (چونکہ منطقی تھے) اور چند ورق بطور رسالہ کے لکھ کر پاس جناب بحر ذخائر علوم عقلیہ و نقلیہ منبع صفات ملکیہ و انسیہ حسنہ من حسنات سید المرسلین خیر نبیل مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید کے بھیجے جناب مولوی صاحب نے ان کی تحریر کا جواب مسمّی بہ یک روزی ایک دم میں لکھ کر بھیج دیا اور نحوب ان کے شبہات کا استیصال کر دیا، بعد ازاں مولوی فضل حق صاحب نے تحقیق الفتوی تصنیف کیا جناب افادات مآب مولانا حیدر علی صاحب ٹونکی تلمیذ رشید شاہ عبدالعزیز صاحب نے خوب دھوم دھام سے اس کا جواب لکھا اور دو رسالہ کبیرہ و صغیرہ اس مسئلہ اور مسائل میں ان کے رد میں تصنیف کئے، بعد ازاں مجمع معقول و منقول فروع و اصول مولوی سراج الدین صاحب سے کہ مولوی فضل امام (والد مولوی فضل حق صاحب) کے شاگرد تھے اور مولوی فضل حق سے اس مسئلہ خاص میں تحریر ہوئی مولوی سراج الدین نے مولوی فضل حق صاحب کو ساکت کیا اور امکان کا اقرار کرالیا اور ان کے رد میں ایک رسالہ تصنیف کیا۔ جو کہ احقر العباد کے پاس موجود ہے۔ ملخصاً

نیز مناظرہ احمدیہ مطبوعہ شعلۂ طور کانپور ۱۲۸۹ھ جس میں مسئلہ امکان نظیر جانبین سے مفصل تحریری بحث ہو چکی ہے اس کے صفحات متعددہ پر تقویۃ الایمان اور یک روزی مصنفہ مولانا شہید مرحوم کے حوالے مرقوم ہیں۔

اکابرِ دیوبند اور مولانا شہید مرحوم

علیٰ ہذا مولانا محمد یعقوب صاحبؒ خلف الصدق مولانا مملوک علی صاحب تلمیذ رشید مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب محدث دہلویؒ اپنے مکتوبات کے ص۳۲ میں فرماتے ہیں:۔

"احقر مولوی اسمٰعیل صاحب شہید کو اور اس کے خاندان کے علماء کو اپنا پیشوا سمجھتا ہے۔ اور بے تعصب ان کی باتیں موافق قرآن و حدیث کے پاتا ہے۔ اور ان کے مخالفین کو حق سے برکراں اور ہٹ دھرمیاں کرتے دیکھتا ہے"

علیٰ ہذا شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی مرحوم الجہد المقل حصہ اول ص۲ تا ص۴ میں فرماتے ہیں:۔

"عالم نبیل فاضل جلیل نمونۂ علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل مولانا الحافظ الحاج مولوی اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ وعلیٰ آبائہ اکرام نے حسب اپنے زمانہ میں امورِ شرک و بدعت کا رواج زیادہ دیکھا تو مولانا ممدوح

نے بمقتضائے تائیدِ دین جہاں تک ہو سکا، زبان سے نصیحت فرمائی تحریروں کی بھی نوبت آئی۔ چنانچہ رسالہ تقویۃ الایمان بھی عجیب ہی لکھا جن میں نصوصِ صریحہ سے نہایت سلاست کے ساتھ مضامین توحید کو اچھی طرح بیان فرمایا اور قدرتِ حق تعالیٰ شانہٗ، کو جملہ نبی آدم و مخلوقات پر ثابت کر کے اہلِ شرک و بدعت کو ان کے خیالاتِ باطلہ کی خرابی پر مطلع فرمایا۔ اُس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو ہدایت و صحتِ عقائد نصیب ہوئی۔ اسی کے ساتھ ان حضرات نے کہ جن کے قلوب میں مرضِ بدعت مستحکم تھا۔ اسلئے حضرت مولانا موصوف کی تضلیل و تکفیر پر کمر باندھی بھران میں ایک گروہ ہی جو تقویۃ الایمان کے پاس رکھنے کو بھی داخلِ امورِ کفر یہ سمجھتے ہیں۔ دوسرے وہ صاحب کہ جن کو علومِ دینیہ میں مہارت نہ تھی اور منطق و ریاضی ہی ان کی کمائی تھی چنانچہ مولوی فضل حق صاحب نے ابطال امکان نظیر میں ایک تحریر کی، اس کا جواب مولانا شہید نے تحریر فرمایا۔ جب ان دونوں فرقوں کی زبان درازی دربارہ تکفیر صاحب تقویۃ الایمان زیادہ اور تصنیفِ رسائل کی نوبت آئی تو اس وقت مولوی حیدر علی[1] صاحب وغیرہ علمائے حضرت مولانا محمد اسمٰعیل کی طرف سے مخالفین کو جواب دیئے اور احقاقِ حق اور دفعِ بہتان مخالفین پر کمر باندھی چنانچہ وہ رسائل مطبوع بھی ہو چکے ہیں اھ ملخصاً۔

مولانا فضل حق اور مولانا شہید

تاہم مولوی فضل حق صاحب مرحوم منطقی خیر آبادی اور مولانا شہید مرحوم میں باوجودیکہ معاصرت کی وجہ سے اختلاف تھا مگر جس وقت مولانا شہید کی خبر شہادت سنی اس وقت وہ علامہ یحییٰ کا سبق پڑھا رہے تھے۔ سنتے ہی کتاب بند کر دی اور سناٹے کے عالم میں کئی گھنٹے خاموش بیٹھے رہے اس کے بعد فرمایا کہ "اسمٰعیل کو ہم (صرف) مولوی نہیں جانتے تھے۔ بلکہ وہ اُمتِ محمدیہ کا حکیم تھا کوئی شئے نہ تھی جس کی اِنیت اور لمیت اس کے ذہن میں نہ ہو۔ امام رازی نے اگر حاصل کیا تو دودِ چراغ کھا کر اور اسمٰعیل نے محض اپنی قابلیت اور استعداد خداداد سے" (الحیاۃ ص[2]!!)

نیز رسالہ امیر الروایات[3] مطبوعہ محبوب المطابع دہلی میں بروایت مولانا امیر شاہ خاں صاحب

---

[1] حضرت مولانا حیدر علی بن عنایت علی حسینی بخاری دہلوی ثم رامپوری تم ٹونکی شاگرد شاہ رفیع الدینؒ و شاہ عبدالعزیزؒ متوفی ۱۲۷۳ھ ابجد العلوم و نزہۃ الخواطر ص ۱۵۳ و ص ۱۵۴ ج ۷ (ع۔ح)

[2] اس رسالہ کو مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنے حواشی مقیدہ و مزیدہ کے ساتھ شائع کرایا تھا۔ بعدہٗ اس کو ارواحِ ثلٰثہ میں شامل کر دیا گیا (ع۔ح) [3] کتاب کا نام حاشیہ رسالہ قطبیہ (ع۔ح)

مرحوم نور محمد جوی تلمیذ میاں جی محمدی مرید خاص حضرت سید احمد صاحبؒ مرقوم ہے صنفہ

"فرمایا کہ مولانا نانوتوی فرماتے تھے کہ ایک شہزادہ نے مولوی اسمٰعیل صاحب کی تقویۃ الایمان کا رد لکھا یا مولوی فضل حق صاحب نے دیکھ کر اس کو پھینک دیا۔ (وہ بہت ناخوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ تمہاری کیا حقیقت ہے کہ تم تقویۃ الایمان کا رد لکھو اور مولوی اسمٰعیل صاحب کا مقابلہ کرو میں ان کو چھیڑ کر مصیبت میں پڑ گیا تھا۔ پھر تم کیا چیز ہو۔"

(صنفہ ۱۶۲) "خاں صاحب نے فرمایا کہ مولوی عبد الرشید صاحب غازی پوری رامپور میں مولوی فضل حق صاحب سے پڑھتے تھے۔ یہ ایک مرتبہ کہیں جا رہے تھے۔ اتفاق سے ان کے ایک دوست مل گئے۔ ان دوست نے ان سے کہا کہ چلو مولوی فضل حق صاحب کے یہاں چلیں تم ان کے (مولوی اسمٰعیل صاحب کے) معتقد ہو۔ آج تمہیں تمہارے استاد سے ان پر تبرے سنوائیں گے۔ انہوں نے کہا چلو جب یہ دونوں وہاں جا کر بیٹھے تو مولوی عبد الرشید صاحب نے کہا کہ حضرت یہ مجھے یہ کہہ کر لائے ہیں کہ مولوی صاحب سے تمہیں مولوی اسمٰعیل پر تبرّے سنواؤں گا مولوی فضل حق صاحب نے کہا اچھا اس غرض سے لائے ہیں اور یہ کہہ کر ان پر بہت ناخوش ہوئے اور فرمایا میں اور مولوی اسمٰعیل پر تبرّا کروں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ جو مجھ سے ہو چکا ہے وہ بھی بہکائے سکھائے سے ہوا تھا اور اب تو وہ بھی نہیں ہو سکتا اور یہ کہہ کر ان کو اپنی مجلس سے اٹھوا دیا اور فرمایا کہ میرے یہاں کبھی نہ آنا۔"

(صنفہ ۱۶۱) "خاں صاحب نے فرمایا کہ مفتی عنایت احمد صاحبؒ مولوی فضل حق صاحب نواب عبد اللطیف خان خانپوری۔ شیخ مہدی بخش سہارنپوری (خواجہ احمد حسن سہارنپوری کے والد) یہ سب انڈمان میں ایک جگہ مقید تھے۔ آخر میں سب کی رہائی کا حکم ہو گیا تھا مگر آخر کے تین حضرات رہائی کا حکم آنے تک انتقال کر چکے تھے۔ اور مفتی عنایت احمد صاحب چھوٹ کر آئے تھے مفتی صاحب نے ہندوستان آکر بیان فرمایا کہ مولوی فضل حق صاحب بہت نادم تھے اور روتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھ سے سخت غلطی ہوئی کہ میں نے مولوی اسمٰعیل صاحب کی مخالفت کی۔ وہ بیشک حق پر تھے اور میں غلطی پر تھا مجھ پر جو یہ مصیبت پڑی یہ میرے انہی اعمال کی سزا ہے میری مولوی اسمٰعیل سے دوستی تھی اور میں بھی ان کے ساتھ شہید ہوتا۔ مگر کیا کیجیے بد ایوں والوں نے ابھار کر ان سے بھڑا دیا۔ اور علم کے غرہ میں حق کو باطل کرنے پر تل گیا۔ تم لوگ گمراہ رہنا کہ میں اپنے

لہ متوفی ۱۲۷۹ھ حالات کے لیے دیکھئے نزہۃ الخواطر (ص ۴۱۳-۴۱۴ ج ۷) وغیرہ (ع۔ ح)

خیالاتِ باطلہ سے توبہ کرتا ہوں اور اگر میں رہا ہو گیا تو اپنی توبہ شائع کروں گا۔"
"خاں صاحب نے فرمایا کہ مفتی صاحب سے اس واقعہ کو روایت کرنے والے مولوی سراج احمد صاحب سنبھلی ہیں۔ میں نے مولوی سراج احمد صاحب سے اس قصہ کو سن کر مفتی لطف اللہ صاحب علی گڑھی سے اس کی تصدیق چاہی تو انہوں نے بھی اس کی تصدیق کی اور فرمایا کہ قصہ ٹھیک ہے۔ مولوی سراج احمد صاحب اس قصہ میں یہ بھی بیان فرماتے تھے کہ مولوی فضل حق صاحب نے اپنے بیٹے کو خط لکھا تھا جس میں اپنے خیالات سے رجوع کیا تھا اور لکھا تھا کہ تم اس کو شائع کرا دینا اھ میں نے مفتی لطف اللہ صاحب سے اس کی تصدیق چاہی مگر انہوں نے فرمایا مجھے اس کا علم نہیں ہے۔"

دیگر علمائے نامدار و فضلائے امصار

علیٰ ہٰذا رسالہ تنبیہ الضالین عن طریق سید المرسلین مطبوعہ محمدی، ۱۲۵۴ھ مؤلفہ مولانا سید عبدالحق فرنگی جس کے چند الفاظ تبرکاً حسب ذیل ہیں:۔
"۱۵ ذی القعدہ ۱۲۵۲ھ میں تالیف ہوئی"

"حضرت والا ہدی مولانا سید محمد علی رواعظ المتولد ۱۲۰۸ھ فی بلدۃ رامپور و توفی ۱۲۵۶ھ فی بلدۃ الٰہ آباد"

مولانا سید محمد علی صاحب از اجلّہ خلفاء حضرت سید احمد صاحب رحمہما اللہ تھے۔ آپ نے تقویۃ الایمان پر جو لوگوں نے اعتراضات کئے اُن کے مفصل جواب معہ تائیدات خاندان شاہ ولی اللہ و شاہ عبد العزیز وغیرہ رح سے دیئے اور مفصل اکابرین محققین علمائے سلف سے بعینہٖ اقوال حسبِ تائید تقویۃ الایمان مصنفہ مولانا شہیدؒ ہونا بیان فرمایا۔ مولانا ممدوح نے در شوال ۱۲۵۱ھ میں مفصل فتویٰ بردِّ اعتراضات تقویۃ الایمان تحریر فرمایا اور تقویۃ الایمان کی عبارات مضمون کے حوالے ۱۲۴۲ھ میں چھاپی ہوئی کتاب سے لکھے گئے۔ آپ نے فرمایا۔
"مولوی اسلمی[1] صاحب اور مولوی ارتضا[2] علی خاں صاحب اور مولوی جمال[3] صاحب سے تقویۃ الایمان کے باب میں فقیر کو مباحثہ کرا دیں۔ بحولہ و قوتہ ہر بات میں ان کو قائل کر کے اٹھوں گا غرض سید واعظ کے ہر سخن حق سے سبھوں کا دم بند ہو گیا اور عمدہ عمدہ لوگ پکار اٹھے کہ شیر غالب آیا"

---

[1] مولوی محمد سعید اسلمی مدراسی متوفی ۱۲۷۰ھ نزہہ ص ۱۴۴ ج ۷، (رع ۔ ح) [2] قاضی ارتضا علی خاں صاحب مدراسی متوفی ۱۲۷۰ھ (رع ح) [3] جمال الدین، محمد بن علاؤ الدین فرنگی محلی ثم مدراسی۔ نواسہ ملا عبد العلی بحر العلوم متوفی ۱۲۷۵ھ : نزہہ ص ۱۲۹ ج ۷ (رع ۔ ح)

اور سید واعظ مظفر و منصور اپنے مکان کو روانہ ہوئے" اھ ملخصاً (ص۱۴۳)

نیز رسالہ العجالہ فی ازالۃ الازالہ مؤلفہ مولانا شکر اللہ صاحب اعظم گڑھی در جواب رسالہ ازالۃ الشکوک بر رد تقویۃ الایمان مؤلفہ مولوی فخر الدین صاحب الہ آبادی مطبوعہ خیر المطابع الہ آباد ۱۲۹۹ھ جس میں بتائید تقویۃ الایمان جملہ اوہام و شکوک کے جواب دیئے گئے ہیں۔ چونکہ معترض الہ آبادی کے والد مولانا شہیدؒ کے ہمعصر و ملاقی تھے۔ معترض نے بعد انتقال اپنے والد کے رسالہ تشکیک تالیف کیا اور الزام نسبتِ انکارِ شفاعت اور امورِ تحقیری با نبیاء و اولیاء و ترکِ تقلید صاحب تقویۃ الایمان پر عاید کئے تھے جس کا جواب محقق مسکت پایا۔

علیٰ ہذا مولانا محمد تقی خاں صاحب دہلویؒ (تلمیذ رشید مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ وغیرہ) نے رسالہ نشتر بجواب مقولات عشر بدایونی مطبوعہ حقی چاندنی چوک دہلی ۱۲۶۸ھ تالیف فرمایا۔

نیز مولانا موصوف اپنے فتویٰ میں دربارہ تقویۃ الایمان فرماتے ہیں:۔

"تین برس پہلے اس سے بدایونی نے دس مسئلہ تقویۃ الایمان اور صراطِ مستقیم پر جو تصانیف مولوی اسمٰعیل صاحبؒ کی ہیں دیکھ کر ایک رسالہ مقولاتِ عشر مشہور کیا تھا، سو اس کے جواب اور دفع شکوک میں ہم نے ایک کتاب نشتر نام فارسی زبان میں لکھ دی ہے۔ جس کو شوق ہو اس کا مطالعہ کرے۔ راقم الحروف نے حضرت ممدوح مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مغفور مرحوم مصنف اس کتاب کو بخوبی دیکھا اور فیوض و برکاتِ ربانی ان کی صحبت سے اور انوار ایمانی ان کی مجالس وعظ و نصیحت میں پائے اور ہزاروں منکرین الٰہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقر اور ہزاروں فاسقین دائم الخمر اور زناتی بدکاران کی صحبت سے تائب اور پارسا ہو گئے"

نیز مولانا سید حیدر علی صاحب ٹونکی تلمیذ رشید شاہ عبد العزیزؒ نے صیانۃ الناس من وسوسۃ الخناس فخر المطابع ۱۲۷۰ھ بجواب مقولات عشر بدایونی دربارہ تائید تقویۃ الایمان و صراطِ مستقیم مصنفہ مولانا شہید مرحوم عقلاً و نقلاً کتب شاہ ولی اللہؒ و شاہ عبد العزیزؒ تحفہ اثناء عشریہ وغیرہ سے تحریر فرمایا۔

علاوہ بریں مشاہیر علماء و نسلاً و انتساباً تلامیذ مولانا شاہ عبد العزیزؒ و مولانا شاہ محمد اسحاقؒ جو اسے مانا شاہ صاحب موصوف کی حیات سے جانشین درس و تدریس افادہ فیوض ظاہری و باطنی سے موصوف و مجاز تھے (وغیرہم علیہم الرحمۃ) کی تحریرات و فتاویٰ تقویۃ الایمان کی صداقت و حقانیت اور مولانا شہید مرحوم کے اوصاف و محامد میں اصلاً و نقلاً قلمیہ و مطبوعہ محفوظ

مشتہر ہیں مثل مفتیٔ[1] عدالتِ عالیہ سلطانیہ سید رحمت اللہ علی خاں صاحب، مولانا نواب قطب الدین خاں صاحب، مولانا مملوک علی صاحب، مولانا مفتی عنایت احمد صاحب، مولانا سخاوت علی صاحب، مولانا عبد[2] الجلیل صاحب شہید، مولانا مفتی امام الدین صاحب، مولانا بزرگ[3] علی صاحب، مولانا فضل[4] امام صاحب، مولانا سید حسین شاہ صاحب بخاری، مولانا محبوب علی صاحب، مولانا آل حسن[5] صاحب، مولانا انور[6] علی صاحب، مولانا احسان کریم صاحب مولانا سعد الدین صاحب، مولانا رافت علی صاحب، مولانا محمد نظام صاحب، مولانا محمد وحید اللہ صاحب، مولانا محمد وزیر علی صاحب، مولانا سید محمد عالم[7] علی صاحب، مولانا عبد الخالق صاحب۔ مولانا سید محبوب علی صاحب، مولانا خواجہ ضیاء الدین احمد صاحب، مولانا اکبر علی خاں صاحب، مولانا سید محمد علی صاحب، مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی، مولانا یعقوب علی خاں صاحب بریلوی تلمیذ مولانا مملوک علی صاحب، مولانا محمد یعقوب صاحب خلف الصدق مولانا مملوک علی صاحب، وغیرہم جن کی تعداد ساٹھ ستر کو پہنچتی ہے نیز مولانا فتح اللہ صاحب مرحوم اپنی کتاب حارق الاشرار میں فرماتے ہیں۔ جو مولانا شہید مرحوم کے ہمعصر اور حضرت سید احمد صاحبؒ کے متوسلین میں سے تھے ؎

تھے جو اسمٰعیل غازی مولوی ۔۔۔ علم کے دریا مراتب میں ولی
ایک کتابِ حق انہوں نے جب لکھی ۔۔۔ اس میں تفریقِ حق و باطل ہوئی
پھر گیا جو شخص ناہنجار ہے

جس پہ ہوجاوے ذرا الطافِ حق ۔۔۔ تقویتِ ایمان کا لیوے سبق
طبع اسمٰعیل کا روشن طبق ۔۔۔ ہر جز اس کا ہے ہدایت کا ورق
شرک کے حق میں عجب تلوار ہے

علیٰ ہٰذا مولانا سید اولاد حسن قنوجیؒ جو رشید تلامیذ مولانا شاہ عبد العزیزؒ و مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ تھے اور اعظم العلماء حضرت سید احمد صاحبؒ میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپکے نصائح و وعظ میں اثرِ کامل بخشا تھا، دس ہزار آدمی سے زیادہ قنوج و اطرافِ قنوج میں آپ کے ہاتھ

---

[1] متوفی ۱۲۰۰ھ نزہۃ الخواطر ۲۰۱ ج، (ع۔ح) [2] شہید ۱۲۴۶ھ نزہۃ الخواطر ۲۲۸ ج، (ع۔ح) [3] متوفی ۱۲۶۲ھ نزہۃ الخواطر ص ۹۹ ج، (ع۔ح) [4] والد مولانا فضل حق مرحوم متوفی ۱۲۴۳ھ (ع ح) [5] متوفی ۱۲۹۶ھ نزہۃ ص ۴ ج، (ع۔ح) [6] متوفی ۱۲۶۲ھ نزہۃ ص ۸۸ ج، (ع۔ح) [7] مراد آبادی متوفی ۱۲۹۵ھ نزہۃ ص ۲۲۶ ج، (ع۔ح)

پر اسلام و ایمان لائے آپ عالم باعمل حقانی و ربانی تھے کلکتہ سے تا لاہور اور شمال سے تا دکن اکثر امراء و علماء آپ سے واقف ہیں، مولانا شہید مرحوم کے ہم جلیس، محب، مخلص رفیق صالح تھے۔ مجاہدین کے ہمراہ میں شریک رہے بحکم و اجازت حضرت سید احمد صاحب بغرض اصلاح و تبلیغ سنت وطن واپس ہوئے اپنے دستِ خاص سے رسالہ ردّ الاشراک اور تقویۃ الایمان تبرکاً نقل فرمایا۔ مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادیؒ بارہا قنوج میں آپ کے مقام پر آتے اور ان کی قبر کی زیارت کرتے۔ حضرت سید احمد صاحب نے مقام پنجتار یوسف زئی سے ۱۵ ذی الحجہ ۱۲۴۲ھ کو آپ کے نام مکتوب تحریر فرمایا۔

"و کرسیادت مآب مناقب اکتساب نقابت انتساب سلّمہم اللہ تعالیٰ آنچہ از مصر نیست خود و تبلیغ احکام رب العالمین ترقیم نمودہ بودند موجب فرحت بسیار گردید جزاکم اللہ خیر الجزاء اھ ملخصاً (اتحاف النبلاء ص ۲۳۲ الفرع النامی)

سیرتِ احمدیہ ص ۱۹۴ میں مرقوم ہے کہ

"صدہا مولوی اور عالم (کابل اور قندھار اور سمرقند) اور ماوراء النہر وغیرہ کے جمع ہو کر بمقام پنجتار مسئلہ وجوب تقلید میں مولانا شہید مرحوم سے بحث کرتے کو آئے تھے۔ چنانچہ ایک ہفتہ تک یہ بحث رہی آخر کو وہ سب مولوی لاجواب ہو کر عدم وجوب تقلید شخصی کے قائل ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ شخص تو قرآن و حدیث کا حافظ اور محقق اور اس میں غوطہ لگائے ہوئے ہے اس سے کون جیت سکتا ہے[1]۔"

کیونکہ مولانا شہید مرحوم کے فضل و کمال تبحر علم منقول و معقول اصول و فروع کا اعتراف بڑے بڑے ہمعصر مشاہیر فضلاء کر چکے ہیں۔ چنانچہ مولانا سید امیر حسن صاحب نقوی سہسوانی مرحوم مجموعہ فتاویٰ قلمی تحسین تقویۃ الایمان میں فرماتے ہیں علوم نقلیہ میں شیخ عبداللہ بن سراج شیخ الکہ قائل ملکۂ اجتہاد مولانا شہید مرحوم کے تھے (جن کی نسبت کتاب انوار ساطعہ ص ۲۶۳ میں لکھا ہے۔ کہ

"مکہ میں یہ عبداللہ سراج بڑے اکمل رجال میں سے تھے۔ اس عاجز نے مخالف اور موافق مذہب والوں سے سب ان کی تعریف سنی ہے۔"

نیز لوامع الانوار مطبوعہ مطبع صادق سیتاپور (سوانح مولوی فضل رسول صاحب بدایونی ص ۲۰ میں مرقوم ہے:۔

---

[1] سوانح احمدی ص ۱۴۷ (مطبع صوفی کمپنی پنڈی بہاؤالدین (ع۔ ح)

منجملہ اساتذہ کرام مولوی صاحب بدایونی کے مولانا عبد اللہ سراج کی رحمہ اللہ تھے۔"
اور علمائے ہند میں مولانا شاہ سلامت اللہ شاگرد مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ صاحب کے بعض مسائل میں معتقد بلکہ اجتہاد مولانا شہید رحمہ مرحوم کے تھے، اور علومِ عقلیہ میں مولوی رشید الدین خاں صاحب شاگرد مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب مولانا شہید مرحوم سے دقائقِ فنِ معقول میں استفادہ حاصل کرتے، اور مولانا شہید مرحوم کو شیخ الرئیس کے برابر بعض امور میں ہونے کی تصریح کرتے چنانچہ خلف الصدق مولوی سدید الدین خاں صاحب سے میں نے سُنا ہے۔ جو اس بات کو ان سے نقل کرتے تھے۔"

"نیز ملا محب اللہ قندھاری جو اپنے زمانہ میں اعلم العلماء و افضل الفضلاء تھے۔ آپ کے کمالات کا شہرہ عالم میں پھیلا ہوا تھا۔ علمِ اصولِ فقہ میں منتہم الحصول بمقابلہ مسلم الثبوت از ملا محب اللہ بہاری رحمہ آپ کی یادگار رہے۔ آپ معتقد کمال مولانا شہید مرحوم کے فنِ معقول میں تھے اور اپنی زبان کو مولانا شہید مرحوم کی محامد وثنا سے تر و تازہ رکھتے تھے، چنانچہ آپ کے تلمیذ خاص مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اس واقعہ کو نقل فرماتے ہیں اور راقم الحروف بندہ عزیز عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ فاضل اجل ملا محب اللہ قندھاری موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب منتہم الحصول نے جو معتقد کمالاتِ علوم و عرفانِ مولانا شہید مرحوم کے تھے۔ حل اشکالات بتائید تقویت الایمان" تالیف نفیس فرمائی ہے جو بکتب خانہ ریاست ٹونک فہرستِ عقائد ۲۹ میں محفوظ ہے جس کو میں نے بچشم خود دیکھا ہے)۔

"نیز مولانا محمد اشرف رحمہ صاحب لکھنوی جن کے مشاہیر علماءِ لکھنؤ خوشہ چیں رہے ہیں فنِ معقول میں اصولِ راسخہ بے نظیر تصنیف آپ کی یادگار رہے۔ مولانا شہید مرحوم کے معقول دانی میں کمال درجہ معتقد تھے۔ اسی طرح مولانا سید حیدر علی صاحب مشاہیر علماءِ ہند میں جامع علومِ نقلیہ و عقلیہ کے تھے مولانا شہید مرحوم کو فنِ معقول میں بے نظیر فرماتے تھے۔ یہ تینوں حضرات مذکورہ قطع نظر فنِ معقول کے معتقد حسن سیرت اور صدق طینت مولانا و حقیت مطالب تقویۃ الایمان کے بھی تھے اور لیکن عرفان پس بواسطہ اکثر صلحاء اہلِ وطن کے اس فقیر کے کانوں نے سُنا ہے منجملہ ان کے عارف باللہ مستند الوقت مولانا سید

---

[۱] بن برکۃ اللہ کانپوری متوفی ۱۲۸۱ھ نزہہ ص ۴۰۳ ج ۷، (ع - ح) [۲] بن نعمۃ اللہ صدیقی متوفی ۱۲۴۴ھ نزہہ ص ۲۴ ج ۷، (ع - ح) [۳] مختصر حالات کے لیے دیکھیے جماعت مجاہدین (از مولانا غلام رسول مہر) ص ۲۹۵ (ع - ح)

پراسلام وایمان لائے آپ عالم باعمل حقانی و ربانی تھے کلکتہ سے تا لاہور اور شمال سے تا دکن اکثر امراء و علماء آپ سے واقف ہیں مولانا شہید مرحوم کے ہم جلیس، محب، مخلص رفیق صالح تھے۔ مجاہدین کے ہمراہ میں شریک رہے، بحکم واجازت حضرت سید احمد صاحب بغرض اصلاح و تبلیغ سنت وطن واپس ہوئے اپنے دست خاص سے رسالہ رد الاشراک اور تقویۃ الایمان تبرکاً نقل فرمایا۔ مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادیؒ بارہا قنوج میں آپ کے مقام پر آتے اور ان کی قبر کی زیارت کرتے۔ حضرت سید احمد صاحب نے مقام پنجتار یوسف زئی سے ۱۵ ذی الحجہ ۱۲۴۲ھ کو آپ کے نام مکتوب تحریر فرمایا۔

"کہ سیادت مآب مناقب اکتساب نقابت انتساب سلمہم اللہ تعالیٰ آنچہ از مصرفیت نحو و تبلیغ احکام رب العالمین ترقیم نمودہ بودند موجب فرحت بسیار گردید جزاکم اللہ خیر الجزاء اھ ملخصاً اتحاف النبلاء ۴۲۳ الفرع النامی)

سیرت احمدیہ صفحہ ۱۹۴ میں مرقوم ہے کہ

"صدہا مولوی اور عالم قابل اور قندھار اور سمرقند) اور ماوراء النہر وغیرہ کے جمع ہو کر بمقام پنجتار مسئلہ وجوب تقلید میں مولانا شہید مرحوم سے بحث کرتے کرائے تھے۔ چنانچہ ایک ہفتہ تک یہ بحث رہی آخر کو وہ سب مولوی لاجواب ہو کر عدم وجوب تقلید شخصی کے قائل ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ شخص تو قرآن و حدیث کا حافظ اور محقق اور اس میں غوطہ لگائے ہوئے ہے اس سے کون جیت سکتا ہے[1]۔"

کیونکہ مولانا شہید مرحوم کے فضل و کمال تبحر علم منقول و معقول اصول و فروع کا اعتراف بڑے بڑے ہمعصر مشاہیر فضلاء کر چکے ہیں۔ چنانچہ مولانا سید امیر حسن صاحب نقوی سہسوانی مرحوم مجموعہ فتاویٰ قلمی تحسین تقویۃ الایمان میں فرماتے ہیں علوم نقلیہ میں شیخ عبد اللہ بن سراج شیخ المکہ قائل ملکہ اجتہاد مولانا شہید مرحوم کے تھے (جن کی نسبت کتاب انوار ساطعہ صفحہ ۲۶۳ میں لکھا ہے کہ

"مکہ میں یہ عبد اللہ سراج بڑے اکمل رجال میں سے تھے۔ اس عاجز نے مخالف اور موافق مذہب والوں سے سب ان کی تعریف سنی ہے۔"

نیز لوامع الانوار مطبوعہ صبح صادق سیتا پور اور سوانح مولوی فضل رسول صاحب بدایونی صفحہ ۳۲ میں مرقوم ہے:۔

---

[1] سوانح احمدی صفحہ ۱۴۷ (مطبع صوفی کمپنی پنڈی بہاؤ الدین ۱۳۱۰ھ ع)

منجملہ اساتذہ کرام مولوی صاحب بدایونی کے مولانا عبد اللہ سراج کی رحمہ اللہ تھے"
اور علمائے ہند میں مولانا شاہ سلامت اللہ شاگرد مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے بعض مسائل میں معتقد بلکہ اجتہاد مولانا شہید مرحوم کے تھے، اور علوم عقلیہ میں مولوی رشید الدین خاں صاحب شاگرد مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب مولانا شہید مرحوم سے دقائق فن معقول میں استفادہ حاصل کرتے، اور مولانا شہید مرحوم کو شیخ الرئیس کے برابر بعض امور میں ہونے کی تصریح کرتے چنانچہ خلف الصدق مولوی سدید الدین خاں صاحب سے میں نے سُنا ہے۔ جو اس بات کو ان سے نقل کرتے تھے"

"نیز ملا حبیب اللہ قندھاری جو اپنے زمانہ میں اعلم العلماء وافضل الفضلا رہے تھے۔ آپ کے کمالات کا شہرہ عالم میں پھیلا ہوا تھا۔ علم اصول فقہ میں منتہم الحصول بمقابلہ مسلم الثبوت از ملا محب اللہ بہاری آپ کی یادگار رہے۔ آپ معتقد کمال مولانا شہید مرحوم کے فن معقول میں تھے اور اپنی زبان کو مولانا شہید مرحوم کی محامد و ثنا سے تر و تازہ رکھتے تھے، چنانچہ آپ کے تلمیذ خاص مولانا عبداللہ غزنوی اس واقعہ کو نقل فرماتے ہیں اور راقم الحروف بندہ عزیز عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ فاضل اجل ملا حبیب اللہ قندھاری موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب منتہم الحصول نے جو معتقد کمالات علوم وعرفان مولانا شہید مرحوم کے تھے۔ حل اشکالات بتائید تقویۃ الایمان تالیف نفیس فرمائی ہے۔ جو بکتب خانہ ریاست ٹونک فہرست عقائد ۴۹ میں محفوظ ہے جس کو میں نے بچشم خود دیکھا ہے)۔

"نیز مولانا محمد اشرف صاحب لکھنوی جن کے مشاہیر علماء لکھنؤ خوشہ چیں رہے ہیں فن معقول میں اصول راسخہ بے نظیر تصنیف آپ کی یادگار رہے۔ مولانا شہید مرحوم کے معقول دانی میں کمال درجہ معتقد تھے۔ اسی طرح مولانا سید حیدر علی صاحب مشاہیر علماء ہند میں جامع علوم نقلیہ وعقلیہ کے تھے مولانا شہید مرحوم کو فن معقول میں بے نظیر فرماتے تھے۔ یہ تینوں حضرات مذکورہ قطع نظر فن معقول کے معتقد حسن سیرت اور صدق طینت مولانا و حقیقت مطالب تقویۃ الایمان کے بھی تھے اور لیکن عرفان پس بواسطہ اکثر صلحاء اہل وطن کے اس فقیر کے کانوں سنے سُنا ہے منجملہ ان کے عارف باللہ مستند الوقت مولانا سید

۱؎ بن برکۃ اللہ کانپوری متوفی ۱۲۸۱ھ نزہۃ ص ۲۰۳ ج ۷، (ع۔ح) ۲؎ بن نعمۃ اللہ صدیقی متوفی ۱۲۴۴ھ نزہۃ ص ۲۷۴ ج ۷، (ع۔ح) ۳؎ مختصر حالات کے لیے دیکھیے جماعت مجاہدین از مولانا غلام رسول مہر ص ۲۹۵ (ع۔ح)

ابوالحسن النقشبندی المجددی قائل کمال عرفان حضرت ممدوح کے تھے۔ اور فقیر بھی ان کی زیارت سے مشرف ہوا ہے اور ثنا رمولانا مرحوم کی آپ کی زبان سے سُنی ہے۔ اور لیکن زہد و ورع وتقویٰ پس وہ بھی عیاں ہے اور عیاں کا کیا بیان مثل مشہور ہے اور دلیل شافی اس پر مدح وثنائے جمیل حضرت مولانا الاجل شاہ عبدالعزیز صاحب در مکتوب بنام مولوی خیر الدین صاحب کے ارسال فرمایا ہے اور کاتب الحروف اس کے مطالعہ سے لکھنؤ میں مولوی تراب علی صاحب کے پاس مشرف ہوا ہے (وہ بجنسہٖ آخر میں انشاء اللہ العزیز نقل ہوگا) اور اسی طرح ثنائے حضرت محمد اسمٰعیل صاحب کی مولانا اسحاق رحمہما اللہ تعالیٰ سے وھذا اظاھر کمال الظھور انتہی ملخصاً (مجموعہ فتاویٰ قلمیہ از مولانا امیر حسن سہوانی متوفی ۱۲۹۱ھ)

علیٰ ہٰذا - آثار الصنادید باب چہارم صـ۹۸ میں مرقوم ہے۔

"محی السنہ قامع البدعہ مولانا مولوی محمد اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ۔ یعنی شاہ کشور شریعت گستری ملک الملوک دیار دین پروری قامع بنیانِ شرک وطغیان حاوئ موجبات علم وایقان موسس اساسِ کمال مہذب اوضاع حال وقال سالکِ مسالکِ ہدایت وارشاد مجلی آئینہ صافی اعتقاد مرکزِ دائرہ علوم منطقہ آسمانِ فہوم مرتقی مدارج درجات عالی پیشوائے ادنیٰ واعالی مرجع ومآب فضائل کامروائے طبائع افاضل رموزِ فہم سرا بر تفسیر قرآنی وقیقہ یاب معالم تقدیرات ربانی جامع کمالاتِ صوری ومعنوی نکتہ سنج کلام الٰہی وحدیثِ نبوی قدوہ اہالی پیش گاہ قبول جلالِ غوامض معقول ومنقول، بانی مبانی فضل وانفضال مہمد قواعد تکمیل واکمال جاہد حق ویقین مثبت دلائل دین مولائی مخدومی مخدوم الانامی مولوی محمد اسمٰعیل قدس سرہٗ آپ کو حضرات ثلثہ یعنی مولانا شاہ عبدالعزیز (المتوفی ۱۲۳۹ھ) ومولانا شاہ رفیع الدین (المتوفی ۱۲۳۳ھ) ومولانا شاہ عبدالقادر (المتوفی ۱۲۳۰ھ) غفر اللہ لہم کے ساتھ نسبت برادرزادگی کی تھی۔ اور بسبب اس کے کہ جناب جنّت مآب مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نے بعد انتقال والد ماجدان کو بجائے فرزندوں کے پرورش کیا تھا اور حضرت میر درد مغفور کی نواسی بھی ان کے ساتھ منسوب تھیں ان کی تربیت اپنے ذمہ لے کر روز وشب حضرت کی تکمیل میں ساعی تھے ازبسکہ جوہر قابل محتاج تربیت اور نیاز مند تعلیم نہیں ہوتا، آپ کے آئینۂ خاطر نے مصقلہ تائید الٰہی سے ایسی صفا اور جلا حاصل کی تھی کہ اسرار ازل بے حجاب آپ پر منکشف تھے اسی واسطے اوائلِ حال میں مطالعہ کتب کی طرف چنداں التفات نہ فرماتے تھے اور حال یہ

تھا کہ جب حضرت ممدوح کی خدمت میں زانوئے سبق خوانی تہ کر کے بیٹھتے از بسکہ لسبب استغنا کے یہ محفوظ نہ رہتا تھا کہ سبق کس جا پر سے شروع ہوگا اس کے مابعد کی عبارت سے شروع کر دیتے جب حضرت مغفور وہاں سے امتناع فرماتے تو آپ فرماتے کہ اس مطلب کو آسان سمجھ کر نہیں پڑھا اور فی الواقع اگرچہ وہ مطلب عقدہ مالا ینحل ہوتا اس طرح اس کی تقریر کرتے کہ موجب حیرت عالی اور ادانی ہوتا اور کبھی اس کے ماقبل سے آغاز کرتے، جب حضرت اس سے متنبہ فرماتے تو آپ اس میں کچھ شبہ کر دیتے اور وہ شبہ ایسا ہوتا کہ حضرت استاد کو اس دفعہ میں بہت متوجہ ہونے کی حاجت ہوتی اس استعداد خداداد کی اعانت سے پندرہ سولہ برس کی عمر میں تحصیل معقول و منقول سے فراغت حاصل ہو گئی چونکہ آپ کی ذہانت کی دھوم شہر میں تھی، اکثر فضلائے کمل کہ دعویٰ کتاب دانی و دقیقہ شناسی کا رکھتے تھے، وہ مقامات باریک کہ جن کے صاف کرنے میں روزگار دراز فکر کرنا چاہیئے، آپ سے سرراہ ملاقی ہو کر باعتبار ظاہر کے بطور مناظرہ کے اس کا استفسار کرتے، اس لحاظ سے کہ اگر ان کے مکان پر جاویں گے تو شائد مطالعہ کتاب یا اعانت شروح اور حواشی سے اس کو بیان کریں اور آپ بے تامل اس کو اس طرح سے تقریر فرماتے کہ ان کو اس جرأت سے کمال تجالت حاصل ہوتی۔ ذکر اس زبدۂ ارباب کمال کا داعی ہے کہ ہزار ہزار محامد پسندیدہ کو زبان پر لا کر اندر کے آتش شوق کو تسکین دے۔

گہر نثار کند بر سر زبان چشم　　　　مرا چو نام شریف تو بر زبان آید

لیکن کیا کرے کہ نہ زبان کو طاقت تقریر ہے اور نہ قلم کو یارائے تحریر معقولات میں آپ کا نتیجہ وہم مثل یقینیات اور منقولات میں آپ کی تنہا نقل مانند متواترات، فقہ کا یہ حال تھا کہ ہر مسئلہ کو آیات و حدیث کے ساتھ مستند فرماتے تھے، بیشتر کتب علم معقول پر حواشی تحریر کئے اور از بسکہ طبیعت وقار حدت و ذکاوت کی طرف مائل تھی ایک رسالہ منطق میں لکھا اس میں شکل اول کے بعد الطبایع اور شکل رابع کی ابدوالبدیہیات ہونے کا دعویٰ کیا اور اس کے دلائل اس قوت و استحکام کے ساتھ مذکور فرمائے کہ اگر معلم اول موجود ہوتا اپنی براہین کو تار عنکبوت سے سست تر سمجھتا، "آپ کی حسن تقریر سے وہ مسائل غامضہ کہ طالب علم کو بعد رد و قدح کے ذہن نشین ہوں، جہلائے عامی کو بمجرد استماع کے سمجھ میں آجاتے تھے اور اس طرح منقوش خاطر ہوتے تھے کہ مخالفین سے بعضے اہل علم چاہتے تھے کہ کچھ دلائل علمی سے اس کو رد کر کے اس کے ذہن سے نکالیں ممکن نہ ہوتا جب یہ مطالب خوب چھپ گئے بموجب ارشاد سید اصفیا یعنی پیر طریق ہدیٰ کے

اس طرح سے تقریر و وعظ کی بنا ڈالی، کہ مسائل جہاد فی سبیل اللہ بلشتر بیان ہوتے اس نواح سے جوق در جوق روانہ ہوئے اور حضرت کی خدمت میں ہندوستانیوں میں سے لاکھ آدمی سے زیادہ مجتمع ہو گئے پشاور اور بعض اور مکان سکھوں کی عملداری سے نکل کر غازیانِ اسلام کے تصرف میں آ گئے سکھوں کے باوجود اس شان و شوکت ظاہری کے آپ کا ایسا رعب دل میں بیٹھ گیا، کچھ ملک دینے پر راضی ہوئے، کئی سال تک یہی سلسلہ جاری رہا، بعد اس کے چونکہ قوم افاغنہ بندۂ زر اور نہایت طامع ہیں سکھوں کے اغوا سے آپ سے منحرف ہو گئے، اور عین معرکہ جنگ میں آپ سے دغا کی اور یہ حضرت قلعہ بالاکوٹ کے نواح میں ہمراہ پیر طریقت اور اکثر مسلمین اعزات کے جنتِ اعلیٰ کی طرف راہی ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ سنہ ۱۲۴۶ھ حضرت کی شہادت کو چودہ پندرہ برس کا عرصہ گزرتا ہے اھ مختصراً [1]

علی ہذا مولانا شہید مرحوم کے ہم سبق ایک معمر بزرگ ملا عبدالکریم بخاری بھی تھے ۔ جو کتب درسیہ اپنے وطن میں پڑھ کر مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے حضور میں بغرض حلِ مشکلات حاضر ہوئے تھے، شاہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے اس قدر فرصت نہیں کہ میں مستقل سبق پڑھاؤں لڑکا ہمارا صدرا پڑھتا ہے، سماعتہً اس کے شریک ہو جاؤ، وہ اس انداز سے دل میں منقبض رہتے، مولانا شہید مرحوم جو سبق کے لیے آئے، تو کتاب کی ورق گردانی کرنے لگے یہ یاد نہ رہا کہ کل کہاں تک پڑھتا تھا۔ اس پر ملاں صاحب بخاری نے ہنس کر کہا میاں صاحب زادے مکھی مار کر ساٹ دیا کرو تاکہ کتاب کھولتے ہی معلوم ہو جائے کہ کل کہاں سے چھوڑا ہے۔ مولانا شہید مرحوم بھی ہنس کر چپ رہ گئے، ایک روز صدرا میں نہایت مشکل مقام آیا ملاں بخاری نے سمجھا کہ آج اس مقام پر ضرور رد و قدح ہوگی لیکن مولانا شہید مرحوم حسبِ معمول اس مقام سے گزر گئے تو ملا بخاری غصہ میں جھلا کر بولے کہ صاحب زادہ تم کچھ سمجھتے بھی ہو یا یوں ہی گھاس کاٹتے چلے جاتے ہو، مولانا شہید مرحوم نے نہایت متانت اور حلم سے کہا کہ اگر آپ کو کچھ شبہ ہو تو پوچھیے۔ ملا بخاری نے کہا کہ اسی مقام کو تو سمجھا دو، مولانا شہید مرحوم نے اس عمدگی اور صفائی سے سمجھا دیا۔ اور وہ معنی بیان کیئے کہ طلبہ تو کیا خود آبا حضرت (بڑے چچا شاہ عبدالعزیز صاحب کو مولانا شہید مرحوم آبا حضرت کہتے تھے) بھی متحیر ہو گئے، پھر صدرا کے حاشیہ پر اعتراض کر کے اس کی تغلیط کر دی اور ملا بخاری کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ ملا صاحب آپ کو جو کچھ شبہ ہو مجھ سے سبق کے قبل یا بعد پوچھ لیا کیجیے سبق میں کیوں روکتے ہیں وقت ضائع ہوتا ہے اور میں قصداً اس لیے نہیں کچھ پوچھتا کہ آبا حضرت کو تکلیف ہوگی آج اگر شیخ بوعلی زندہ ہوتا تو

---

[1] نیز دیکھئے "تذکرہ اہل دہلی ص ۷۱ — ۸۰ (ع ـ ح)

میں کہتا کہ آؤ چچا رات کرہم تم دودو چراغ کھائیں (مطالعہ) پھر صبح سے ہم سے تم سے باتیں ہوں گی (الحیاۃ ص۱۰۶ ملخصاً)

نیز رسالہ امیر الروایات ص۹۱ میں مرقوم ہے" خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی تبارک اللہ صاحب الدھن کے رہنے والے ایک شخص تھے جو بہت بڈھے اور شاہ عبد العزیز کے شاگرد تھے۔ انہوں نے ایک مرتبہ اورنگ آباد میں وعظ کہا، وعظ کے بعد ان سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ آپ تقویۃ الایمان کی نسبت کیا فرماتے ہیں، میں اس جلسہ میں موجود تھا، میرے سامنے مولوی تبارک اللہ صاحب نے فرمایا۔ کہ جب تقویۃ الایمان شائع ہوکر الدھن میں آئی تو لوگوں میں اس کا چرچا ہوا، کچھ لوگ مخالف ہو گئے، اور کچھ موافق اور آپس میں بحث مباحثہ اور گفتگو ئیں ہونے لگیں، اس وقت میرے چچا حیات تھے جو بہت ضعیف العمر تھے، آنکھوں سے بھی کم دکھائی دیتا تھا اور کانوں سے بھی اونچا سنتے تھے، انہوں نے جو یہ رنگ دیکھا تو ایک مرتبہ فرمایا کہ لڑکو! میں چند روز سے دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ کچھ ورق ہاتھ میں لیے ہوئے بحث مباحثہ کرتے ہو، ہمیں تو بتلاؤ کیا بات ہے۔ ہم لوگوں نے کہا کہ جناب ایک کتاب شائع ہوئی ہے، اس پر یہ بحث مباحثے ہوتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ کتاب مجھے سناؤ، ہم نے تقویۃ الایمان اول سے آخر تک سنائی۔ اس کو سن کر آپ نے فرمایا کہ سب بستی کے لوگوں کو جمع کرلو، اس وقت میں اپنی رائے ظاہر کروں گا ہم لوگوں نے لوگوں کو جمع کیا، جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ میں اب تک دنیا کی حالت دیکھتا رہا اور جو کچھ لوگ کہہ رہے تھے اور کر رہے ہیں ان کی باتیں بالکل میرے جی کو نہ لگتی تھیں اور میں سمجھتا تھا کہ دنیا اس وقت گمراہی میں مبتلا ہے اور میرا جی ان باتوں کو ڈھونڈتا تھا مگر کنوئیں میں بھنگ پڑی ہوئی تھی نہ کسی کو دین کی خبر تھی نہ کوئی بتلانے والا تھا مولوی اسمٰعیل کا احسان ہے کہ انہوں نے پانی کو اور بھنگ کو الگ الگ کر دیا اور سیدھا راستہ بتلا دیا۔ اب تمہیں اختیار ہے چاہے مانو چاہے نہ مانو اور بھانگ ہی پیئے جاؤ"

(ص۹۲) نیز خان صاحب نے فرمایا کہ "مولانا نانوتوی فرماتے تھے کہ اطراف لکھنؤ میں ایک عالم رہتے تھے جو بڑے عالم تھے (مولانا نے ان کا نام بھی لیا تھا مگر مجھے یاد نہیں رہا) یہ عالم ایک مسجد میں رہتے تھے اور مسجد کی جنوبی جانب ایک سہ دری تھی اس میں پڑھایا کرتے تھے۔ مولوی فضل رسول بدایونی ظہر کی نماز سے پہلے یا عصر کی نماز سے پہلے ان کی خدمت میں پہنچے، اور ان کو اپنی وہ تحریرات سنائیں جو انہوں نے مولانا شہید کے رد میں لکھی تھیں اور ان سے

ان کی تصدیق اور مولانا شہید کی تکفیر چاہی اتنے میں جماعت تیار ہوگئی مولوی صاحب نے فرمایا کہ پہلے نماز پڑھ لیں پھر غور کریں گے مولوی فضل رسول کے ساتھ ایک شخص بھی تھا۔ مولوی صاحب اور مولوی فضل رسول تو نماز کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے، اور وہ ان کا ساتھی نہیں اٹھا، اور بیٹھا ہوا حقہ پیتا رہا۔ جب مولوی صاحب نماز پڑھ کر تشریف لائے تو اسے حقہ پیتے ہوئے دیکھا۔ اس پر مولوی صاحب نے مولوی فضل رسول سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ میرے عزیز ہیں مولوی صاحب نے پوچھا کہ یہ تمہارے ساتھ کتنے دنوں سے ہیں۔ انہوں نے مدت بتائی۔ اس پر مولوی صاحب نے فرمایا کہ تکفیر کا میرا ارادہ پہلے بھی نہ تھا مگر اتنا ارادہ تھا کہ کچھ آپ کے موافق لکھ دوں گا۔ مگر الحمدللہ کہ اس وقت نماز کی برکت سے مجھ پر ایک حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ شخص تمہارا عزیز بھی ہے اور اتنی مدت سے تمہارے ساتھ بھی ہے مگر باوجود اس کے تم اسے مسلمان (نمازی) بھی نہ بنا سکے اور مولوی اسمٰعیل جس طرف کو نکل گیا ہے ہزاروں کو دیندار بنا گیا ہے، پس قابل تکفیر تم ہو یا کہ مولوی اسمٰعیل لہٰذا تم میرے پاس سے جاؤ۔ میں کچھ نہ لکھوں گا اس پر وہ بے نیل مرام واپس ہو گئے۔ یہ قصہ بیان کر کے خان صاحب نے فرمایا کہ اس شخص سے ملا ہوں، جو مولوی فضل رسول کے ساتھ تھا حالانکہ وہ بڈھا ہو گیا تھا، مگر بڑھاپے تک بے نماز تھا اور دنیا کی تمام بازیوں مثل کبوتر بازی بٹیر بازی مرغ بازی وغیرہ میں ماہر تھا۔"

(حکایت ۹۴) خان صاحب نے فرمایا کہ" مجھ سے شاہ عبدالرحیم نے بروایت مولانا گنگوہی بیان فرمایا۔ کہ سید صاحب کے قافلہ کا ریاست رام پور جانے کا ارادہ ہوا یہ زمانہ نواب احمد علی خاں کا تھا جب علماء رامپور کو اس ارادہ کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سید صاحب کے لوگوں کو بالخصوص مولوی اسمٰعیل کو نیچا دکھایا جاوے اور مشورہ سے ایک عالم صاحب کو گفتگو کے لیے منتخب بھی کر لیا گیا۔ اس زمانہ میں رامپور کے ایک صاحب شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگرد تھے، جو رام پور ہی کے رہنے والے تھے۔ جب ان کو اس مشورہ کی اطلاع ہوئی تو وہ رامپور سے پیدل روانہ ہوئے اور دو تین منزل چل کر سید صاحب کے قافلہ سے ملاقات کی۔ اور ان لوگوں سے کہا کہ آپ صاحبوں کا رامپور تشریف لے جانا مصلحت نہیں ہے، کیونکہ وہاں کے علماء نے آپ لوگوں سے مناظرہ کا مشورہ کیا ہے اور وہ مناظرہ پر تُلے ہوئے ہیں اور اگر جانا ہی ہے تو اور لوگ جائیں مگر مولوی اسمٰعیل صاحب کا جانا کسی طرح مصلحت نہیں ہے، کیونکہ علماء ان کے خاص طور پر درپے ہیں اس کے بعد وہ خاص طور پر مولوی اسمٰعیل صاحب کے

پاس گئے اور ان سے خصوصیت کے ساتھ اس واقعہ کو بیان کیا اور درخواست کی کہ آپ ہرگز رام پور تشریف نہ لے جائیں۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ آپ کا احسان ہے کہ آپ نے ہم لوگوں کی وجہ سے اس قدر تکلیف گوارا کی اور ہم آپ کے ممنون ہیں، لیکن یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کی وجہ سے اتنی پریشانی ہو کیونکہ وہ لوگ یا معقول میں گفتگو کریں گے یا منقول میں اگر منقول میں گفتگو کریں گے۔ تو جوبات ہمیں معلوم ہوگی ہم اس کا جواب دیں گے اور جو نہ معلوم ہوگی ہم صاف کہہ دیں گے، کہ ہم نہیں جانتے اور اگر وہ معقول میں گفتگو کریں گے تو عقل اللہ نے ہمیں بھی دی ہے وہ اشراقیہ اور مشائیہ کا جمع کیا ہوا گوہ اُچھالیں گے۔ اس کے جواب میں ہم بھی اپنی عقل سے گوہ اُچھالیں گے، دیکھیں وہ کہاں چلتے ہیں۔ غرض مولانا نے اپنا ارادہ فسخ نہیں کیا۔ اور قافلہ کے ہمراہ مولانا رامپور پہنچے جب وہ رامپور پہنچے تو حسب قرارداد باہمی علماء رام پور نے اپنے منتخب عالم کو مناظرہ کے لیے بھیجا۔ اس نے پہنچ کر مولانا سے سوالات شروع کئے اور مولانا نے تمام سوالات کا جواب دیا۔ گفتگو تین روز تک رہی، جب سائل کے سوالات کا سلسلہ ختم ہوا تو مولانا نے فرمایا کہ آپ کے سوالات تو ختم ہوئے، اب مجھے اجازت ہو تو چند سوالات میں بھی کروں، انہوں نے اجازت دی، مولانا نے صرف چار سوال کئے، دو معقول کے اور دو منقول کے، مگر ان کو جواب نہ بن آیا، اس لیے انہوں نے مہلت چاہی کہ میں کل جواب دوں گا، آپ نے اجازت دے دی، اگلے دن صبح کی نماز کے وقت ان کا حجرا نہیں کھلا لوگوں نے نماز کے لیے اٹھانا چاہا مگر وہاں سے کوئی جواب نہ آیا، تب لوگوں کو شبہ ہوا تو لوگ کواڑ اتار کر اندر داخل ہوئے دیکھا تو وہ عالم صاحب مرے پڑے ہیں اور انہوں نے سر میں پتھر مار کر خودکشی کر لی ہے (حاشیہ از مولانا اشرف علی صاحب تھانوی)

قولہ فی آخر القصہ پتھر مار کر الخ اقول الیسار سوائی کا خوف کیا مگر اس رسوائی سے نہ بچے، جب کہ اس قصہ کی شہرت ہوگئی، یہ تو دنیا کا خسارا ہوا کہ جان اور جاہ دونوں برباد ہوئے اور آخرت کا خسارہ کہ خودکشی پر استحقاق مؤاخذہ ہے، یہ جدا رہا، احقر کے وجدان میں یہ خسارۂ دارین سزا ہے، اہل اللہ کے ساتھ عداوت اور آویزش کی بقول عارف شیرازی سے

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات　　　با دردکشاں ہر کہ درافتاد برافتاد

علی ہذا دافع الفساد قامع العناد قاطع الاشتراک والبدعات (مؤلفہ مولانا شاہ جمعدار مرتضیٰ خان صاحب رامپوری ارشد خلفاء جناب سید احمد صاحب غازی بریلوی) بسر طریقت نواب محمد علی خان صاحب مرحوم رئیس والیٔ ٹونک مطبوعہ محمدی بدارالاسلام محمد آباد عرف ٹونک

واقع علی گنج ۱۲۸۴ھ ص ۹۵ میں فرماتے ہیں :

"بعضے شخص مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کا رسالہ تقویۃ الایمان لاتے ہیں اور ان لوگوں کے آگے پڑھتے ہیں، اور معنے اس کے غلط سمجھاتے ہیں، اور لوگوں کو راہ حق سے پھیرتے ہیں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ہمارے پیر بھائی ہیں، اور ان سے اکثر لوگ بسبب منع کرنے شرک و بدعت کے عداوت رکھتے ہیں، ہم واسطے دافع فساد کے عبارت کئی مقام تقویۃ الایمان کی لکھتے ہیں، اس سے صاف معلوم ہو جائے گا کہ تقویۃ الایمان میں لفظ بے تعظیمی کا نہیں اگر کوئی دشمن دین کا بسبب کج فہمی اپنی کے اس کتاب میں الفاظ بے تعظیمی کے نکالے تو اس کے قول کا کیا اعتبار ہے۔

(الفیاً ص ۱۱۰) پیشتر کرامات سید احمد صاحب رام پور میں صادر ہوئیں۔ مولوی عبدالحی و مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کی ہمراہی میں بزمانہ نواب احمد علی خاں صاحب۔ جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنا مولوی عبدالحی صاحب کا وعظ ہونا۔ اس پر لوگوں کا اعتراض کرنا اور جوابات از طرف مولوی عبدالحی صاحب و مولوی محمد اسمٰعیل و سید احمد صاحب دنیا بڑے بڑے خاندانی اور اولوالعزم لوگوں کا مرید ہونا (ملخصاً)

الفیاً احسن الوصایا مؤلفہ حضرت جمعدار مرتضٰے خان صاحب ص ۱۴۳ میں مرقوم ہے :۔

"سرگروہ اس فرقہ کا کہ نام اس کا فضل رسول ہے اور رہنے والا بدایون کا ہے اور اس نے مسلمانوں میں فساد ڈالنے کے لیے ایک رسالہ تالیف کیا ہے کہ نام اس کے رسالہ کا بوارق ہے اور اس نے اس رسالہ میں پہلے ذکر وہابیوں کا کیا ہے پھر وہابیوں کو بددین ٹھہرایا ہے۔ پھر ابن حزم کا ذکر کیا ہے، پھر ابن تیمیہ وغیرہ کا ذکر کیا ہے، پھر ان سب کو بددین ٹھہرایا ہے پھر سید احمد صاحب غازی رحمۃ اللہ علیہ کا اور مولوی اسماعیل صاحب کا اور مولوی عبدالحی صاحب کا ذکر کیا ہے اور سید احمد صاحب پر اور مولوی عبدالحی صاحب پر جس طرح اس کے دل میں آیا اس طرح ان دونوں صاحبوں پر طعن و بہتان کیا ہے اور مولوی اسمٰعیل صاحب پر ان دونوں صاحبوں سے زیادہ طعن و بہتان کیے۔"

(ص ۱۶۹) "دو شخص اہل حق سے بڑے جھگڑنے والے ہیں، ایک فضل رسول رہنے والا بدایوں کا اور دوسرا مولوی فضل حق رہنے والے خیر آباد کے اور مولوی فضل حق عداوت رکھتے تھے اہل حق سے اور ان کے باپ یعنی مولوی فضل امام صاحب ان کو منع کرتے تھے کہ اہل حق سے جھگڑا مت کر، آخر ان کا کہا نہ مانا، آخر کو قید ہوئے اور جس علت سے وہ قید ہوئے تھے، وہ علت ان پر ثابت بھی نہ ہوئی اور پھر کالے پانی کو بھیج دیئے گئے، یہ محض اہل حق سے عداوت

رکھنے کا باعث ہے اور دوسرا فضل رسول کہ اہلِ حق سے جھگڑا کرتا تھا آخر اس کو دنیا میں یہ سزا ملی کہ حیدرآباد دکن سے نکالا گیا اور اندھا ہو گیا اور طرح طرح کی ذلت اور خرابی اٹھائی یہ دو شخص کہ اکابر ہیں اہلِ حق سے جھگڑا کرنے والوں میں کہ ان کا حال یہ ہے جو لکھا گیا ہے اور باقی جو ان سے ورلے درجے کے ہیں عداوت میں ان کا کیا حال لکھوں کہ کس کس طرح خراب ہوئے اور ایسے ہی سماکے پٹھانوں اور پشاور کے درانیوں نے اہلِ حق سے جھگڑا کیا، پہلے ان کا ملک سکھوں نے لیا، بعد ان کے انگریزوں نے لے لیا، اب خراب خستہ ہوئے پھرتے ہیں اور جگہ کے پٹھانوں نے اور کابل کے درانیوں نے کچھ جھگڑا سید احمد صاحب غازی رحمۃ اللہ علیہ سے نہیں کیا۔ اب تک وہ آباد ہیں اور اگر کوئی اس وقت میں سید احمد صاحب پر یا ان کی کتاب صراطِ مستقیم یا تنبیہ الغافلین پر یا ان کے مریدوں کے اور متبعِ سنّت اور لوگوں پر طعن اور بہتان کرے تو ان شاء اللہ تعالیٰ دنیا میں سزا پاوے گا یا آخرت میں۔"

اہلِ حدیث پر طعن اہلِ بدعت کی علامت ہے

واضح ہو کہ بے شک مبتدعین گور پرستوں کا ہمیشہ سے یہی وطیرہ ہمیشہ رہا ہے کہ مخالفتِ توحید و سنّت کے درپے ہو کر ائمہ دین موحدین اہلِ سنّت سے دشمنی رکھتے اور ان پر محض جھوٹے الزام و اتہام لگاتے رہے ہیں چنانچہ حضرت پیرانِ پیر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے غنیۃ الطالبین ص۱۹۸ میں فرمایا:

واعلموا ان اھل البدع علامات یعرفون بھا فعلامۃ اھل البدعۃ الوقیعۃ فی اھل الاثر۔ (ملخصاً)	"جان کر تحقیق اہلِ بدعت کی علامتیں ہوتی ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک علامت اہلِ بدعت کی ہے برائی کرنا، اہلِ حدیث کی جو سنّت و جماعت کی پیروی کرتے ہیں۔"

امام ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ پر شیخ فضل رسول کی نظرِ عنایت اور اہلِ بدعت کی ایک علامت

جس طرح مولوی فضل رسول بدایونی منفعلی نے بوارق ص۳۰ تا ۳۳ میں امام ابن تیمیہ وغیرہ رحمہم اللہ کو اشقیاء ناپاک و سفاک خبیثہ شیطانیہ وغیرہ الفاظ کے ساتھ بہتانات لگائے ہیں جن کی شان میں مولوی نعیم الدین کی بڑی مستند حنفی مذہب کی معتبر کتاب ردالمختار ج ۳ ص۲۰۹ و ۲۹۰ میں

شیخ الاسلام ابن تیمیہ الحنبلی" "شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن تیمیہ الحنبلی" لکھا گیا ہے۔
اسی طرح خصوصاً ہندوستان میں خاندان حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی دشمنی پر کمر باندھی۔ آپ کے قتل کے درپے ہوئے، بڑے بڑے ہنگامے برپا کئے گئے صرف اسی وجہ سے کہ قرآن پاک کا ترجمہ فارسی و اردو میں بغرض تفہیم عوام الناس کئے گئے جس سے بدعات و گور پرستی سب خاک میں مل گئیں۔ چنانچہ بڑے طعن و طنز کے ساتھ بوارق بدایونی صلا میں لکھا گیا۔ الحاصل شاہ ولی اللہ صاحب آنچہ نوشتہ اند مخالف اہلِ سنّت و جماعت است۔ و اولاد امجاد شاہ ولی اللہ کہ این گونہ تصنیفات را ذایع و شائع نساختند۔ و در پردہ کتمان داشتند گویا بردہ بر سے جا پر دیگہائے والد ماجد خود انداختند مولوی محمد اسمٰعیل زمانہ را فارغ از حکومت اسلام و خالی از علمائے اعلام یا فتہ حدت جبلّی را حیلے بلند آوازہ ساختہ آں اخگر افسردہ زیر خاکستر را کما ینبغی مشتعل نمودہ و تخم پوشیدہ نہ خاک را آب دادہ حسن نباتُ الارض اھ ملخصاً[1]

گھر کا بھیدی! پس اس کے کذب و بطلان کے لیے مولوی نعیم الدین ہی کے گھر کا ثبوت کہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے، اسی قدر بس ہے کہ مولوی فضل رسول بدایونی مسلّم و معتمد مولوی صاحب بریلوی و مولوی نعیم الدین کے اچھے میاں شاہ آل احمد صاحب المتوفی ۱۲۳۵ھ مارہروی کے مرید تھے چنانچہ طوالع الانوار مطبوعہ صبح صادق سیتا پور ان کی سوانح صلا میں مرقوم ہے، نیز مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے پیران مارہروی اسی خاندان شاہ صاحب کے غلام سند یافتہ تھے چنانچہ انوار العارفین مطبوعہ صدیقی بریلی مصنفہ ازذی العقدہ ۱۲۸۶ھ صلا میں مرقوم ہے وسند حدیث شریف از مولانا شاہ عبد العزیز گرفتہ اند یعنی شاہ اچھے میاں سید آل احمد صاحب المتوفی ۱۲۳۵ھ برادر زادہ سید آل رسول صاحب پیر مولوی صاحب بریلوی اور ان کے والد مولوی نقی علی خاں صاحب کے سند حدیث شریف میں مولانا شاہ عبد العزیز صاحبؒ خلف الصدق والرشید حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے شاگرد تھے۔ چنانچہ مدائح حضور نور جلد ثانی صلا میں مرقوم ہے کہ:۔

---

[1] اس کا منقول و مدلل جواب الصواعق الالٰہیہ فی الرد علی الواہیہ از مولانا محمد بشیر الدین قنوجی متوفی ۱۲۷۳ھ ص ۸۵ میں دیا گیا ہے۔ (ص ۔ ح)

"آپ نے اپنے صاحب زادہ سید ابوالحسن صاحب نوری کو ۱۲ ربیع الاول ۱۲۶۷ھ میں اجازتِ سلاسل و قرآنِ کریم و صحاح ستہ و مصنفاتِ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی مرحمت فرمائی۔"

نیز مولوی صاحب بریلوی خاتمہ جواہر البیان صہ ۲۰۳ میں لکھتے ہیں "پنجم جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ کو مارہرہ میں سید آلِ رسول احمدی پر (والد صاحب نقی علی خاں نے) بیعت حاصل فرمایا۔ پیر مرشد نے جمیع سلاسل و سندِ حدیث عطا فرمائی۔"

اور خود مولوی نعیم الدین نے اپنی اسی کتاب زیر بحث کے صہ ۴۲ میں لکھا ہے کہ "شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان کا ہندوستان کے طول و عرض میں کافی اثر تھا، مسلمان اس خاندان کے ارادتمند و معتقد تھے۔"

اور بے شک شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے نامور پوتے، مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے دل بند بھتیجے اور شاگرد رشید حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہید مرحوم تمام اصول و فروعِ عقائد و اعمال و اخلاص میں قدم بقدم اپنے جدِ امجد اور اپنے تایا محترم کے چلے، چنانچہ مولانا شہید مرحوم کی تمام تصنیفات و تالیفات علم و تقوےٰ زہد و جہادِ فی سبیل اللہ سب اس پر شاہد عدل ہیں۔

فتوٰی شیخ بدایونی بابت جواز اجرت بنائے بُت خانہ

مگر برخلاف اس کے فتوےٰ مولوی فضل رسول بدایونی مطبوعہ مفید الخلائق ۱۲۲۸ھ شاہ جہان آباد صہ ۱۴۰ میں مرقوم ہے:۔

"بہ بینید کہ ساختن بت کفر نیست و در جواز بیع آن تفصیل علی الاختلاف و مزدوری ساختن بتخانہ و برا فروختن نار معبود مجوس جائز۔"	"بت کا بنانا کفر نہیں ہے اور اس کی بیع کے جائز ہونے میں تفصیل اور اختلاف ہے۔ اور مزدوری بت خانہ بنانے اور آگ جلانے معبودِ مجوس کی جائز ہے" معاذ اللہ

ناظرین نے ملاحظہ فرما لیا مولانا شہید مرحوم کی حمایت توحید و اتباع سنت و زہد و تقویٰ کو۔ اور مولوی فضل رسول کے مقولہ کو جس میں بت بنانا کفر نہیں اور بت خانہ بنانے اور مجوس کی معبود آگ جلانے کو جائز قرار دیا گیا ہے بہ بین تفاوت راہ کجا ست تا بکجا:۔ سچ ہے۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد ۔ میلش اندر طعنۂ پاکان برد!

مولانا گنگوہی اور تقویۃ الایمان

علیٰ ہٰذا حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ تلمیذ رشید مولانا مفتی صدرالدین صاحب مرحوم اور شاہ احمد سعید صاحبؒ و مولانا شاہ عبد الغنی صاحبؒ دہلوی اور مولانا مملوک علی صاحبؒ جن کی مدح و توصیف انوارِ ساطعہ صفحہ ۵۶ میں موجود ہے۔

"مولوی رشید احمد صاحبؒ کے استاد شاہ عبدالغنی صاحب دہلویؒ" کا فتویٰ حسب ذیل ہے جو فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول صہ۲۵ و صہ۱۲۲ میں مرقوم ہے:-

"از بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا، تم نے حال بزرگانِ دین پوچھا ہے، لہٰذا جواب لکھتا ہوں کہ کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ اور سچی کتاب اور موجب قوۃ و اصلاح ایمان کی ہے اور قرآن و حدیث کا مطلب پورا اس میں ہے اس کا مؤلف ایک مقبول بندہ تھا اور مولانا محمد اسحٰق دہلویؒ ولی کامل محدث فقیہ عمدہ مقبولین حق تعالیٰ کے سے تھے جو کوئی ان دونوں کو کافر یا بد جانتا ہے وہ خود شیطان ملعون حق تعالیٰ کا ہے فقط"

"الجواب (ثانی) مولوی محمد اسمٰعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم متقی بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن حدیث پر پورا عمل کرنے والے اور خلق اللہ کو ہدایت کرنے والے تھے اور تمام عمر اسی حال میں رہے، آخر کار فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے، پس جس کا ظاہر حال ایسا ہو، وہ ولی اللہ اور شہید ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان اولیاءہ الا المتقون اور کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور رد شرک و بدعت میں لاجواب ہے، استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں، اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے، اور موجب اجر کا ہے، اس کے رکھنے کو جو بُرا کہتا ہے وہ فاسق اور بدعتی ہے، اگر اپنے جہل سے کوئی اس کتاب کی خوبی کو نہ سمجھے تو اس کا قصورِ فہم ہے کتاب اور مؤلف کی کیا تقصیر، بڑے بڑے عالم اہلِ حق اس کو پسند کرتے ہیں اگر کسی گمراہ نے اس کو بُرا کہا تو وہ خود ضال و مضل ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ"

احمد رشید ۱۳۰۱ ابو مسعود

نیز رسالہ امیر الروایات صفحہ ۶ میں مرقوم ہے :-

"خاں صاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی تقویۃ الایمان کی نسبت فرماتے تھے کہ اس سے بہت ہی نفع ہوا، چنانچہ مولوی اسمٰعیل صاحب کی حیات ہی میں دو ڈھائی لاکھ آدمی درست ہو گئے تھے اور ان کے بعد جو کچھ نفع ہوا اس کا تو اندازہ ہی نہیں ہو سکتا۔"

ناظرین کی خدمت میں مقامی حیثیت سے ضلع مراد آباد کے دو مقتدر عالم صاحب فضل و کمال مولانا سید محمد قاسم علی صاحب مولانا سید احمد حسن صاحب[1] کے فتاویٰ بھی حسب ذیل ہیں :-

"الجیب مصیب واقعی حضرت مولانا مرحوم مغفور کو جو شخص کافر اور مردود کہے وہ فاسق ہے۔ کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سباب المؤمن فسوق وقتالہ کفر۔ اور کتاب تقویۃ الایمان واسطے درستی ایمان کے اکسیر اعظم ہے مگر جہلا کو چاہیئے کہ اس کے مضامین اہل حق سے معلوم کر دیں تاکہ بوجہ جہالت اپنی کے حق رسی سے محروم ہو کر زبان طعن و طنز کی نسبت کتاب مسطور کے نہ کھولیں۔ فقط محمد قاسم علی عفی عنہ۔
امام شہر مراد آباد۔

(مہر: مولانا عالم علی ۱۲۹۶ خلف محمد قاسم علی)

المختصر من فضائل الفاضل الجلیل والحبر النبیل المولوی محمد اسمٰعیل بوأہ اللہ تعالیٰ فی جوار رحمتہ انہ عاش حمیدا ومات شہیدا وکل ما فی کتابہ المسمی بتقویۃ الایمان بل فی سائر تصانیفہ ہو تفصیل لما اجمل وبیان لما اضمر فی الآیات واحادیث نبیہ الکریم وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم حررہ بقلمہ وقالہ بفمہ خادم الطلبۃ

(مہر: احمد ۱۲۹۰ اسمہ)

ارشد تلامیذ مولانا المحترم محمد قاسم نانوتویؒ آپ نے تقویۃ الایمان اور جملہ تصانیف مولانا شہید مرحوم یعنی ایضاح الحق فی رد تفصیل البدعات والتقلید۔ اور تنویر العینین فی اثبات سنیۃ رفع الیدین ورد التقلید و منصب امامت در تقسیم درجات امامت کبریٰ و صغریٰ۔ وصراط مستقیم در فرق تصوف رسمی واصلی۔ در رسالہ اصول فقہ جس میں عدم وجوب تقلید خصوصاً تقلید شخصی کی وضاحت ہے۔ ومثنوی سلک نور در بیان فضائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور خالص توحید حق تعالیٰ النظم میں تقویۃ الایمان کا فوٹو ہے وغیرہ۔ کتب کو آیات و احادیث کے اجمال کی تفصیل بتائی یہ علماء دیوبند کے خصوصاً لائق اقتداء ہے مگر دیدہ باید!

---

[1] متوفی ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء حالات کے لیے دیکھئے "تذکرہ علمائے ہند" اردو ص ۴۶۷-۴۶۸ (ع-ح)

علی ہذا مولانا محمد قاسم مرحوم نانوتوی و مولانا امروہوی مرحوم کے تلمیذ رشید جانشین مسند درس احادیث مولانا عبد الرحمٰن مراد آباد شیخ الحدیث کا فتویٰ ہے

کان اللہ لہٗ
عبد الرحمٰن

"بیشک تقویۃ الایمان باعث تقویت الایمان ہے عبد الرحمٰن کان اللہ لہ ولوالدیہ احسن الیہما والیہ الجواب صحیح محمد صدیق محمد صدیق مراد آباد

نیز مولانا محمد صدیق مراد آبادی مرحوم گلستان مناقب میں لکھتے ہیں :-

ز کار لوا الفضو لانست راہ شرع اور فتن
چو مولانا ئے اسماعیل باید بے شمارش

امام اہل سنت پیشوائے مذہب ملت
بجا باشد کہ خوانم جانشین شاہ ابرارش

ولی اللہ جد پاک و عبد الغنیش والد
شہہ عبد العزیز دہلوی عم نکو کارش

درآں ساعت کہ شد مد نظر ترویج دیں اورا
جناب سید احمد شد دریں رہ حامی و یارش

ممیز ساخت از توحید و سنت شرک و بدعت را
خداوند دو عالم ساخت در عالم چو معیارش

مجدد سید احمد شد صدی عشر و ثالث را
کہ حق در کشور تحقیق حق بخشید سلطانش

ہزاراں سنت مردہ ازو شد زندہ در عالم
براحیاء یکے سنت ثواب صد شہیدانش

امام برحقش گویم شہید اکبرش خوانم
دریں جا باغ رضوانش درآنجا باغ رضوانش

چو مولانا ئے عبد الحی و اسمٰعیل خدامش
گدائے در گہ والا ہزاراں ہمچو سلطانش

چو مولانا محمد قاسم و شاہ رشید احمد
یسے سرچشمہ علم و عمل جاری ز فیضانش

ازیں دو شاہ اول مرشد ست و دستگیر من
زبانم قاصر ست از شرح وصف علم و عرفانش

نوید تقویت از بہر ایمان ست تصنیفش
ندارد بہرۂ ایمان کہ برخیزد بانکارش

ز ایضاح الحقش ایضاح حق برالحق گشتہ
شد از تنویر عینینش منور چشم نظارش

صراط مستقیمش ہادی راہ طریقت شد
براہ راست رفت آں کس کہ از دل کرد اقرارش

مولانا شہیدؒ پر ہوس ملک گیری کا بہتان اور اس کا مدلل جواب

مگر حیف مولوی نعیم الدین کی اس سینہ زوری و بہتان بندی پر کہ ص۳۰ میں محض عناداً لکھا کہ

"ہندوستان میں بھی مولوی اسمٰعیل دہلوی کے سر میں ملک گیری کا سودا تھا، جس سے ہندوستان کے تاج و تخت پران کو قبضہ مل سکے گا، اس تخیل پر وہ چل پڑے، مولوی اسماعیل کے مقدر نے یاوری نہ کی اور انہیں ہندوستان کی فرمان روائی نصیب نہ ہوئی"

اھ ملخصاً

اس تہمت وبیہودگی کی تردید کے لیے خود مولانا شہید مرحوم کا مکتوب اپنے شیخ سید احمد صاحب کی جانب سے کافی ووافی ہے جو علین تیسرے موقع جنگ پر تحریر میں آیا ہے ناظرین اہلِ انصاف کے ملاحظہ کے لیے حسبِ ذیل ہے:۔

از امیر المومنین سید احمد صاحب بجواب
نامہ سردار بدھ سنگھ جنرل افواج مہاراجہ
رنجیت سنگھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم از
امیر المومنین سید احمد بر ضمیر ابہت تخمیر
سپہ سالار جنود و عساکر مالکِ خزائن ووفائر
جامع ریاست وسیاست حاوی
امارت وایالت صاحبِ شمشیر وجنگ
عظمت نشان سردار بدھ سنگھ ھداہ
اللہ تعالیٰ سواء الطریق وامطر علیہ
سحاب التوفیق ۔۔۔ پوشیدہ نماند
کہ نامہ فصاحت شمامہ مشتمل بر اظہار
مراتب ودعاوی شجاعت وشہامت
رسید مضامین مندرجہ واضح گردید ظاہراً
آنچہ اینجانب را ازین ہنگامہ آرائی ومعرکہ
پیرائی مقصود است آں را خوب نہ فہمیدہ
اند کہ نامۂ مذکورہ نگارش نمودہ اند الحال
بگوشِ ہوش باید شنید وخلاصہ آں بغور
تمام باید فہمید کہ منازعت با اہلِ حکومت
وریاست بنابر اغراض متعددہ می باشند بعضے
را از منازعت مذکورہ حصولِ مال وریاست
مقصود مے باشد وبعضے را اظہار شجاعت

"آپ کا خط اظہار دعاوی شجاعت کے متعلق پہنچا
ظاہراً ہماری طرف سے جو اس ہنگامہ آرائی سے
مقصود ہے اس کو آپ نے اچھی طرح نہیں سمجھا،
اب متوجہ ہو کر سننا چاہیئے کہ منازعتِ اہلِ حکومت
وریاست سے متعدد اغراض ہوتے ہیں،
بعضوں کو حصولِ مال وریاست مقصود ہوتا ہے
بعضوں کو اظہار شجاعت اور بعضوں کو
فقط حصولِ مرتبہ شہادت اور ہمیں فقط
حکم اپنے مولےٰ کا کہ مالک علی الاطلاق
ہے دوبارہ نصرتِ دینِ محمدی بجا لانا
وارد ہوا ہے، اللہ تعالےٰ عزوجل
گواہ ہے ہماری طرف سے ہنگامہ آرائی کی
سوائے اس غرض کے کوئی اور غرض
نفسانی نہیں ہے بلکہ اس کی آرزو بھی نہیں
ہے، نہ کبھی زبان پر آئی، نہ کبھی دل میں
گزری۔ پس نصرتِ دینِ محمدی میں ہر
قسم کی کوشش جس طرح بھی ممکن ہوگی،
بجا لاویں گے اور ہر وہ تدبیر جس کو
مفید جانیں گے کام میں لاویں گے اور
انشاء اللہ تعالےٰ مرتے دم تک اسی سعی
میں مشغول رہیں گے اور تمام عمر انہیں

وشہامت و بعضے را فقط تحصیلِ مرتبۂ شہادت
وایں جانب را امرے دیگر متصوّر است و
آن فقط بجا آوردنِ حکم مولائے خود کہ مالک علی
الاطلاق و ملک بالاستحقاق است کہ در مقدمہ
نصرتِ دینِ محمدی وارد شدہ است خدائے
عزّوجل گواہ است بریں معنی اینجانب را
از ہنگامہ آرائی غیر از امر مذکور غرضے دیگر از
اغراض نفسانیہ درمیان نیست بلکہ آرزوئے
آن ہم نہ گاہے بر زبان میگذرد و نہ گاہے در دل
میگذرد پس در نصرتِ دینِ محمدی ہر سعی
بہر وجہ کہ ممکن می باشد بجا می آرم و ہر تدبیرے
کہ دران مفید می نماید بروئے کار می آرم
وان شاء اللہ تعالیٰ تا دمِ مرگ در ہمیں سعی
مشغول خواہم ماند و تمام عمر در ہمیں تدبیرات
مبذول خواہم کرد تا زندہ ام ہمیں راہ می
پویم و تا موجود ام ہمیں مقصد مے جویم تا سرو پا
است ہمیں راہ است و ہمیں سودا خواہ
مفلس شوم خواہ غنی خواہ منصبِ سلطنت
یابم خواہ منصب رعیت گری خواہ متہم بجبن
شوم خواہ متہم بشجاعت خواہ بمرتبۂ غزا فائز
شوم خواہ بمنزلہ شہادت آیے اگر بینم کہ
رضائے مولائے من در ہمیں منحصر است،
کہ در معرکہ جنگ تنہا بجان خود بیایم پس
باللہ وتاللہ کہ بصد جان سینہ سپر نمایم
و در مجامع عساکر بید غدغہ و سواس

تدبیرات میں وقتوں کو صرف کریں گے
جب تک زندہ ہیں اسی راہ پر چلیں گے
اور جب تک موجود ہیں اسی مقصد کو
ڈھونڈیں گے، جب تک سرا ور پاؤں
ہیں یہی راہ اور اسی سودا کی دُھن ہے خواہ
مفلس ہو جاویں خواہ غنی، خواہ منصبِ سلطنت
پاویں خواہ رعیت گری خواہ بُزدلی نامردگی
کے ساتھ متہم کئے جائیں، خواہ بہادری کی
خوشی کے ساتھ خواہ مرتبہ غم کے ساتھ فائز
ہوں، خواہ درجۂ شہادت کے ساتھ البتہ
اگر ہم دیکھیں گے کہ ہمارے مولیٰ کی رضا
اس میں منحصر ہے کہ معرکۂ جنگ میں تن تنہا
اپنی جان سے ہم آئیں پس بسم اللہ اور
اللہ کی قسم کہ سو جان کے ساتھ سینہ سپر ہم
ہوں گے اور فوج کی جماعتوں میں بے
دغدغہ اور ہراس کے ہم آئیں گے،
الغرض ہمیں اظہار کرنا شجاعت کے
دعوؤں کا اور تحصیلِ ریاست سے غرض
نہیں ہے اس کی پہچان یہی ہے کہ اگر کوئی
شخص بڑے امیروں اور عالی قدر رئیسوں
میں سے دینِ محمدی کو قبول کرے، اسی
وقت اس کی مردانگی کا ہم بصد زبان
اظہار کریں گے اور اس کی سلطنت کا
زیادہ ہونا ہزار جان سے ہم چاہیں گے،
بلکہ اس کی ریاست کی ترقی میں ہم بے شمار

درآیم بالجملہ مرا باظہار دعاوی شجاعت
وتحصیل ریاست غرض نیست علامتش
ہمیں است کہ اگر کسے از کبار ودرو ساء
عالیمقدار دین محمدی قبول نماید فی الحال
مردانگی او بصدزبان اظہار نمایم واز دیاد
سلطنت او بہزار جان می خواہم بلکہ درباب
ترقی ریاست او مساعی بیشمار مے آرم این
امر فی الحال امتحان کنند اگر خلاف بر آید دران
الزام دہند اگر بنظر انصاف غور نمایند ،
اینجانب بدیں مقدمہ اصلاً مطعون وملام
نیست، زیرا کہ وقتیکہ آں عظمت نشان
درمقدمۂ بجا آوردن احکام حاکم خود ہیچ
عذرے وحیلہ نمی توانند آورد حالانکہ
آں حکومت نشان از افراد ایشان بلکہ از جملہ
برادران ایشان است پس اینجانب درمقدمہ
بجا آوردن حکم احکم الحاکمین چگونہ عذر تواند آورد
حالانکہ آں جلیل الشان خالق جمیع افراد انسان بلکہ
کون سائر اکوان است والسلام علی من اتبع الہدیٰ
تحریر بتاریخ پانزدہم
شہر جمادی الثانی ۱۲۴۲ھ

کوشش کریں گے اس امر کا فی الحال امتحان
کرلیں اگر خلاف نکلے تو اس میں ہمیں الزام
دیں اگر بنظر انصاف غور کریں ہماری طرف
اس بارہ میں اصلاً مطعون کرنے اور ملامت
کی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ جس
وقت بڑے درجے کے لوگ دوبارہ
بجا لانے، اپنے حاکم کے حکموں سے
کوئی عذر یا در حیلہ نہیں پیش کرسکتے
ہیں، حالانکہ وہ حکومت انہیں کی جنس
سے بلکہ منجملہ ان کے بھائیوں کے
ہے پس ہماری طرف سے دربارہ بجا
لانے حکم احکم الحاکمین کے کیوں کر
کوئی عذر ہوسکتا ہے ، حالانکہ
وہ جلیل الشان خالق تمام
افراد و انسان بلکہ تمام جہان
کا ہے والسلام علی من اتبع
الہدیٰ ۔

علی ہذا مولانا شہید مرحوم نواب وزیر الدولہ مرحوم رئیس ٹونک کے نام تحریر
فرماتے ہیں :۔[1]

تمام عمر خود را بلکہ ہر ساعتے از ساعات

اپنی تمام عمر بلکہ شب و روز کی ہر گھڑی کو جہاد

---

[1] سوانح احمدی ص ۱۸۵ــ۱۸۶ وحیات طیبہ (طبع امرتسر) ص ۱۸۱ــ۱۸۲ (ع ۔ ح)

روز و شب در سعی و اقامتِ جہاد صرف
نمایند و جمیع اوقاتِ عزیزہ را بہ ہمیں
مساعی جمیلہ معمور دارند و صرف عمر گرانمایہ
را در ہمیں شغل عین سعادتِ عظمےٰ شمارند
خواہ سعی مذکور بانجام رسد یا نرسد چہ
مقصود صرف عمر خود ست در اطاعتِ
ربّ العالمین و اتباعِ سیّد المرسلین
انتہیٰ ملخصًا [1]

کے قائم کرنے میں صرف کریں اور تمام اوقاتِ
عزیزہ کو اسی بہترین سعی میں معمور رکھیں اور
بہترین عمر کو اسی شغل میں سعادتِ عظمےٰ شمار
کریں خواہ سعی مذکور انجام کو پہنچے یا نہ پہنچے
کیونکہ مقصود صرف کرنا اپنی عمر کا ہے
اطاعت ربّ العالمین اور اتباع
سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں"
انتہیٰ ملخصًا

نیز ایک مکتوب مطول میں بنام میر شاہ علی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:۔ [2]

ہر کس اگرچہ تنہا و ضعیف و قلیل الاستطاعت
باشد بمجردِ استماعِ آوازہ دعوتِ امام
از خانۂ خود بر دود و جان خود را معہ ہر قدرے
از سامان جنگ کہ میسر باشد در مجمع مسلمین
رساند تا قیام جہاد صورت بندد۔ نہ اینکہ
جان خود را از سلکِ عباد اللہ برکشیدہ
در زمرۂ عباد الاحجار قلین داخل گرداند
و ایں رکنِ رکین دینِ متین را گذاشتہ
در کاسۂ لیسی اغنیاء متمرّدین و فرج سائی
نسواں ناقصاتُ العقل والدین مشغول
شود سبحان اللہ حق اسلام ہمیں است کہ
بیخ رکن اعظم او را برکشند و کسیکہ باوجود
ضعف و ناتوانی غیرتِ ایمانی و حمیت
اسلامی در سینہ او جوش زند او را ملام و
مطعون سازند بیشک آں قوم از جملہ

"ہر شخص اگرچہ تنہا اور ضعیف اور قلیل
الاستطاعت ہو سے فوراً سنتے ہی آواز
دعوت کے اپنے گھر سے دوڑے اور اپنی
جان کو جس قدر سامانِ جنگ کے ساتھ میسر
ہو سے مسلمانوں کے مجمع میں پہنچا دے تاکہ
قیام جہاد کی صورت بندھے نہ کہ اپنی جان کو
اللہ کی راہ سے کھینچ کر پیٹ کے بندوں میں
داخل کرے اور اس رکن دین متین کو چھوڑ
کر امیروں کی جھوٹن میں جو دین کی مخالفت
کرتے ہیں اور عورتوں کی شرم گاہ کی لذّت میں
جو ناقصات عقل و دین ہیں مشغول ہو سے،
سبحان اللہ اسلام کا حق یہی ہے کہ اسلام کے بڑے
رکن کی جو جڑ ہے اس کو اکھاڑتے ہیں اور جو شخص
کہ باوجود ضعف و ناتوانی کے غیرتِ ایمانی اور
حمیّتِ اسلامی اس کے سینہ میں جوش مارے اس کو ملامت اور

[1] سوانح احمدی ص ۲۱۰ (ع۔ح) [2] یہ مکتوب سوانح احمدی ص ۲۱۰ - ۲۱۴ حیاتِ طیبہ ص ۲۷۷ - ۲۸۱ میں بھی ہے (ع۔ح)

مجوس یا سکھ یا ہنود اند کہ با ملّتِ محمّدیہ عداوت میدارند وماذا بعد الحق الا الضلال والحیاۃ بعد الممات (ص ۱۱۴)[1]

مطعون کریں بے شک وہ لوگ متجملہ مجوس یا سکھ یا ہنود کے ہیں جو ملّت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت رکھتے ہیں اور حق کے بعد نہیں ہے مگر گمراہی "

علیٰ ہٰذا جناب حضرت سید احمد صاحبؒ کی جانب سے ایک مکتوب میں مرقوم ہے ۔

حقیقت الحال ایں بندۂ ذوالجلال بریں منوال است نہ خود شاہ ام ونہ شہزادہ نہ امیرم ونہ امیرزادہ نہ طالبِ سلطنت نہ جویائے حکومت بلکہ فقیرام وفقیرزادہ معاشِ فقیرانہ راہے سعادت خود مے شمارم واز آئینِ سلاطین وقوانین عار میدارم نہ تمنائے امارت دارم و نہ آئندہ سعی درحصول آن کنم محض بنا بر ادائے فرائض وخیر خواہی جمیع عباد واعلاء کلمۂ دین وخدمت شرع سیدالمرسلین کمربستہ ام کسیکہ رفاقت من بتحرید غیرت ایمانی اختیار کند زہے سعادت اوست وکسیکہ از رفاقت من دست بردار شود عجیب شقاوت اوست (تواریخ عجیبؒ ص ۱۶)"

"حقیقت الحال اس بندۂ ذوالجلال کی اس طور پر ہے کہ نہ خود میں بادشاہ ہوں، اور نہ بادشاہ زادہ نہ میں امیر ہوں، اور نہ امیرزادہ نہ طالبِ سلطنت نہ خواہشمند حکومت بلکہ میں فقیر ہوں اور فقیرزادہ معاش فقیرانہ طریقہ سے اپنی سعادت کا میں شمار کرتا ہوں اور آئین سلاطین اور قوانین سے میں عار رکھتا ہوں نہ تمنائے امارت رکھتا ہوں اور نہ آئندہ سعی اسکے حاصل ہونے کی کروں، میں محض بوجہ ادائے فرائض اور خیر خواہی تمام لوگوں کی اور اعلاء کلمۂ دین اور خدمتِ شرع سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کمربستہ ہوں جو شخص کہ رفاقت میری صرف غیرت ایمانی کی وجہ سے اختیار کرلے اس کی زہے سعادت ہے اور جو شخص کہ میری رفاقت سے دست بردار ہوئے اس کی عجیب شقاوت بد بختی ہے"

الغرض جتنے خطوط لکھے گئے وہ سب مولانا شہید مرحوم کے قلم سے تحریر میں آئے پس ان مکتوبات مولانا شہید مرحوم سے خود جہاد کا فی سبیل اللہ محض نصرت و حمیت دین کے لیے ہونا اور ملک گیری تمنائے مال، اغراضِ نفسانی سے بے تعلقی پورے طور سے واضح ہوگئی۔ چنانچہ مولوی نسیم الدین کے بدایونی صاحب نے بھی اوراق ص ۲۶ میں اتنا تو اعتراف کیا ہے "

[1] نیز دیکھئے سوانح احمدی ص ۲۱۰-۲۱۳ وحیات طیبہ ص ۲۷۷ ع-ح ص۵۲ سوانح احمدی ۹ (ع-ح)

دینے لگے تو اس نے غل مچا کر سخت کلامی کی، اس وقت ایک مقامی مسلمان نے چپکے سے دو چار روپیہ دے کر معاملہ رفع دفع کیا، جموں وغیرہ میں پچھنے والا تک روا دار نہیں تھا، بلکہ دور سے پیسہ دکھایا جاتا، وہ دونے میں رکھ کر سڑک کے کنارہ رکھ دیتا، تو اٹھا لیا جاتا اور پیسہ دور سے ڈالا جاتا تھا، ان ظلم و تعدی اور جابرانہ حالات و اطوار سے تنگ آکر مسلمان پینتیس۳۵ فی صدی روزمرہ انگریزی عملداری میں بھاگتے تھے اور دعائیں کرتے کہ کوئی تادیب دہندہ کھڑا ہو اور انتقام لے چنانچہ ایک ہندو صاحب آئیکسٹرا اکسٹیٹ اپنی مصنفہ معتبر کتاب میں بھی لکھتے ہیں " ابتدا میں سکھوں کا طریق غارت گری اور لٹیرے پن کا تھا جو ہاتھ آتا تھا لوٹ کر اپنی اپنی جماعت میں تقسیم کر لیا کرتے تھے اور بسبب ان کے لوٹ کے اور علاقے داران اور دیہات والوں نے ان کو نذرانہ دینا منظور کیا کہ وہ راکھی کہلاتے تھے "

الغرض بعد مراجعت سفر سے واپس دہلی تشریف لائے تو آنے کی خبر اور واقعات کی اطلاع سوائے اپنے مخصوصین کے کسی کو نہیں دی، چونکہ آپ کی طبیعت میں سکھوں سے انتقام لینے اور مسلمانوں سے رسوماتِ شرک و بدعت دور کرانے اور توحید و سنت پھیلانے کا شعلہ جوش زن تھا، حضرت سید احمد صاحب سے جو اس وقت دہلی میں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں استفادہ حاصل کرتے تھے اولاً ملاقات ہوئی اور بمشورہ مولانا عبدالحی صاحب مرحوم تینوں صاحبوں میں دربارۂ جہاد فی سبیل اللہ موافقت پیدا ہوئی اور دونوں حضرات نے سید احمد صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی چنانچہ مورخ ڈاکٹر ہنٹر صاحب انگریز نے لکھا کہ " سید احمد صاحب کے پہلے دو مرید وہ شخص تھے جو اپنے لاثانی ضمیری جوہروں اور علمی تابیوں میں اپنے وقت کے فرد اکمل تھے، یہ دونوں فردِ اکمل دہلی کے سب سے بڑے ڈاکٹر یا فاضل اجل کے کنبہ سے تعلق رکھتے تھے جس نے انہیں بطور خود اپنی ہی نگرانی میں مذہبی تعلیم دی تھی۔ یہ دونوں مذہبی رنگ سے رنگے ہوئے تھے اور ان کی اصلاح پھیلانے کے جوش اور توحید کی اشاعت دینے سے انہیں سید احمد صاحب کا مرید بنا دیا " [1]

چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سید احمد صاحب کے متعلق اپنے ملفوظات

---

[1] ہمارے ہندوستانی مسلمان (ترجمہ ڈاکٹر صادق حسین) ص ۱۸ (ع، ح)

مطبوعہ مجتبائی میرٹھ ص۳۲ میں فرماتے ہیں "سید احمد بریلوی بسیار ذکی انقلاب اند" آپ کی تاثیر و برکات کا یہ حال تھا کہ قریب چالیس ہزار ہندو، وغیرہم آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئے اور تقریباً تیس لاکھ کے مسلمان آپ سے بیعت ہوئے اور مولانا شہید مرحوم و مولانا عبدالحی صاحب مرحوم تینوں حضرات نے تلقین و ارشاد تبلیغ و اشاعت توحید و سُنّت کے لیے دورہ فرمایا اور ہزار ہا لوگ آپ کے وعدہ اور بیعت سے مستفید ہوئے اور لکھنؤ وغیرہ میں بڑے بڑے مناظرات شیعوں وغیرہ سے ہوئے اور مختلف شہروں میں علماءِ متوسلین کو جہاد کی سعی کے لیے روانہ کیا گیا، ہزار ہا لوگوں کی جمعیت اور روپیہ کی فراہمی ہوئی جس کو وہیں کے مقامی لوگوں کی سپردگی میں دے دیا گیا۔

اسی اثناء میں وفات مولانا شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلویؒ ۱۶ رجب ۱۲۳۰ھ میں واقع ہوئی اور سید احمد صاحب معہ اپنے رفقاء مولانا شہید مرحوم وغیرہ کے سفر حج کے لیے تیار ہوئے اور یکم شوال ۱۲۳۶ھ کو روانہ ہوئے اور ۲۹ شعبان ۱۲۳۹ھ کو مختلف مقامات میں دورہ کرتے ہوئے واپس ہوئے۔ اثناءِ سفرِ حج میں آپ کے ہمراہ تقریباً ایک ہزار کا قافلہ ہوگیا تھا۔ بعدازاں، شوال یوم شنبہ بوقت صبح ۱۲۳۹ھ کو آفتابِ علم سرتاج علماءِ ہند نے اپنے افق سے غروب فرمایا، یعنی حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ مولانا شہید مرحوم کے اُستاد و شیخ تایا ابا نے وفات پائی۔ شاہ صاحب موصوف کے بعد ۱۲۴۰ھ میں مخالفین کے حملے دربارہ شبہات تقویۃ الایمان پیدا ہوکر مناظروں کی نوبت پہنچی، مولانا شہید مرحوم نے تقریراً و تحریراً مسکت جوابات مرحمت فرمائے، جن کی تفصیل اُوپر آچکی ہے، بعد ازاں ۱۲۴۱ھ میں سامانِ جنگ کے لیے سفر کی تیاری شروع ہوئی۔

چنانچہ مولانا شہید مرحوم نے اولاً سرحدی اقوام یوسف زئی مقام پنجتار میں پہنچ کر سید احمد صاحب کی امامت تسلیم کرائی، سب نے جہاد کی بیعت کی، جملہ مسلمان جو تھے ایک لاکھ سے کم نہ تھے، اسلحہ بھی سکھوں سے کم نہ تھا۔ ہندوستان میں خطوط روانہ کیے گئے، شائقین جوق درجوق روانہ ہوئے، بہت بڑی جمعیت پہنچ چکی تھی، سید احمد صاحب نے ایک خط بنام نواب وزیرالدولہ بہادر والئ ٹونک لکھا، جو آپ کے جان نثار مرید تھے، اس میں مجاہدین کے لیے چندہ طلب فرمایا تھا، اور لکھا تھا کہ مولانا محمد اسحاق صاحب کے پاس اگر روپیہ پہنچ جائے گا تو وہ یہاں تک پہنچا دیں گے، چنانچہ جب سید احمد صاحب یاغستان میں تھے، مولانا

محمد اسحاق صاحب محدث دہلویؒ نے کچھ اوپر سات ہزار روپیہ سید احمد صاحب کو بذریعہ ہنڈوی روانہ کیا تھا جس کی رسید وصول ہوئی۔ نیز مسلمانانِ شہر مراد آباد نے تین ہزار ستتر روپیہ آٹھ آنہ بنام سید احمد صاحب و مولانا محمد اسمٰعیل شہید رحمہما اللہ مقام پنجتار ملک افغانان ارسال کئے جواب خط ہنڈوی آنجناب سے معلوم ہوا کہ اول ہنڈوی مسلمانانِ مراد آباد کی پہنچی (از انوار العارفین صفحہ ۵۲)

پس پہلی جنگ میں نمایاں فتح مسلمانوں کو ۲۱ دسمبر ۱۸۲۶ء مطابق ۲۰ جمادی الاول ۱۲۴۲ھ میں حاصل ہوئی[1] کہ سکھوں سے نوشہرہ موضع اکوڑہ میں ماتحتی بدھ سنگھ دس ہزار فوج سے حملہ ہوا۔ مولانا شہید مرحوم دو ہزار چیدہ مرد میدان کے ساتھ آدھی رات کو روانہ ہوئے، لنڈہ کو عبور کر کے سکھوں پر بندوقوں سے گذر کر سینہ بسینہ ہونے لگے، صبح تک زبردست خونریزی ہوتی حتّٰی کہ سکھوں نے میدان سونپ کر جان بچائی، اسی طرح دوسری تیسری جنگ میں شبخون سے مقابلہ ہوا، جس پر جنرل سکھ نے بزدلی کا دھبّہ لگا کر ایک خط جناب سید احمد صاحب کی خدمت میں روانہ کیا، جس کا جواب سید احمد صاحب کی طرف سے ناظرین ملاحظہ کر چکے ہیں، چوتھی جنگ میں پشاور کے سردار جن میں شیعہ بھی تھے گو بظاہر بیعت کر چکے تھے مگر سکھوں سے ساز باز کئے ہوئے تھے۔ سید احمد صاحب کو کھانے میں زہر دیا، سواری کے لیے لنگڑا ہاتھی بھیجا اور جنگ میں غل مچا کر بھاگ نکلے۔ پانچویں بڑی خون ریز جنگ ہوئی بالآخر مسلمانوں کے سات شہید اور گیارہ مجروح اور سکھوں کے تین سو قتل اور پانچسو مجروح ہوئے۔ چھٹی جنگ بھی بڑے زور کی ہوئی جس میں میدان مولانا شہید مرحوم کے ہاتھ رہا اور سکھوں کے پیر اُکھڑ گئے بے تحاشا بھاگے، اگرچہ سکھ کی گولی سے مولانا شہید مرحوم کی اُنگلی اڑ گئی، مولانا شہید مرحوم اُنگلی کے زخم سے نہایت خوش و خرم تھے فرماتے اگر اللہ تعالیٰ قبول فرمالے تو یہ انگشتِ شہادت میرے لیے کافی ہے[2]۔

ناظرین کو ان فتوحات پر تعجب نہ ہونا چاہیئے بلکہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات و واقعات پر نظر رکھنا چاہیئے کہ کس طرح جان باز خدمت گذارِ اسلام تھے۔ الحق یعلو ولا یعلیٰ یہ جو کچھ تحریر میں آیا ہے ایماندار معائنہ کرنے والوں کی زبانی سنا ہوا ہے، جو معرکوں میں شامل تھے، ان سب کی صداقت اُن فارن آفس کے کاغذات سے ہوتی ہے، جس کی نقل ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اپنی کتاب مسلمانانِ ہند میں کی ہے[3]۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مولانا عبدالحی صاحب مرحوم کی وفات موضع تیرہ میں ۸ شعبان ۱۲۴۳ھ وقوع میں آئی، جن کا علم و فضل

[1] تفصیل کے لیے سیرت سید احمد از مولانا غلام رسول مہر ص ۳۵۸ (اخیرہ دیکھی جائے (ع۔ح) [2] تفصیلات حیات طیبہ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں (ع۔ح) [3] ص ۱۵۳ جس کو ہنٹر کی کتاب کے ترجمہ "ہمارے ہندوستانی مسلمان" میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے (ع۔ح)

میں مولانا شہید مرحوم سے دوسرا درجہ تھا، آپ مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کے داماد و تلمیذ اور سید احمد صاحب کے دوسرے بازو تھے۔

ساتویں جنگ میں عظیم الشان فتح سے مسلمان مالا مال ہوگئے، ملک پنجاب پر بہت اثر پڑا کہ دو ہزار سرداروں کے فدویت نامے ایک دن میں آگئے، جس میں گذشتہ گور پرستی وغیرہ سے توبہ کی تھی بدعات نامرضیات سے تائب ہوئے تھے، قرآنی احکام پر عملدرآمد رکھنے کا عہد تھا اور درخواست کی تھی کہ عمال و قاضی مقرر کئے جاویں (ملخصاً)

آٹھویں جنگ سب سے زیادہ مشہور ہے، فرانسیسی جنرل سے مقابلہ تھا، بارہ تیرہ سو مسلمانوں لے دو تین دن میں دیوار بنائی چار توپیں لگائیں، کئی کئی گولہ انداز مقرر کئے، فوج کی ٹکڑیاں دور دور فاصلہ سے کھڑی کی گئیں، دیکھنے والوں کو یہ تمیز نہ ہوسکتی تھی، کہ یہ تیرہ سو ہیں، سرخ زرد جھنڈیوں پر نظر پڑی تو ہوش کم ہوگئے، خادیخاں رئیس ہنڈ جو باغی ہوگیا تھا، جنرل سے کہنے لگا تم نے دھوکہ دیا، کہتا تھا کہ اسمٰعیل کے ساتھ غازی تھوڑے ہیں، یہ اتنے کہاں سے آگئے، یا بایں ہم اتنے غازیوں سے کیونکر میدان جنگ لے گا، مولانا شہید مرحوم نے جھنڈی ہلائی، اللہ اکبر کا نعرہ لگایا کہ فیر ہونے لگے قریب ہوتے ہوتے سینہ بسینہ جنگ ٹھہر گئی خوب تلوار بندوق چھری کٹاری چلی، مولانا شہید مرحوم سکھوں کی کئی کمپنیوں کو صاف کر چکے، ہیبت ناک اثر سے اس نے باگیں اٹھا دیں، اور اپنے کیمپ میں جا کر آرام لیا نتیجہ یہ ہوا کہ کل کیمپ معہ سامان مسلمانوں کے لیے چھوڑ کے سیدھا لاہور کی طرف بھاگا۔

نویں جنگ میں خادیخاں رئیس ہنڈ کے قلعہ میں داخل ہوئے سوائے سامان حرب کے مولانا شہید مرحوم نے قلعہ میں کسی چیز کو ہاتھ تک نہ لگایا، مستورات کو حکم دیا تم جہاں چاہو چلی جاؤ، وہ اپنا سامان لے کے چلی گئیں، حاکم قلعہ کے بھائی امیر خاں نے تنگ آکر سید احمد صاحب کو جا کاٹھا کر قلعہ واپس دلوا دیں، آئندہ سے شریعت محمدی کے موافق عملدرآمد کروں گا، آپ نے مولانا شہید مرحوم کو لکھا مولانا نے لکھ بھیجا کہ قلعہ بآسانی نہ دیا جاوے گا، یا آخر حاکم پشاور نے پانچ ہزار فوج سے قلعہ ہنڈ پر حملہ کیا، مولانا شہید مرحوم محصور ہوگئے آٹھ دن تک قلعہ پر قبضہ نہ ہونے دیا، لشکر کی کمان کیول صاحب انگریز کے ہاتھ میں تھی، صلح کا پیام آیا، معاہدہ میں طے ہوا کہ اسمٰعیل معہ ہمراہیان قلعہ سے باہر ہو جائیں کیول صاحب کے دستخط ہوگئے، مگر حاکم پشاور سلطان محمد خاں نے خلاف عہد مولانا شہید مرحوم کو قلعہ سے نکلتے ہی قید کر لیا کیول صاحب اس بدعہدی سے سخت ناراض ہوگیا اور نوکری چھوڑ دی پھر مولانا شہید مرحوم

بھی حکمت عملی سے قید سے نکل آئے کسی کو روکنے کی یا دری نہ ہوئی کہ آپ کا تعاقب کرتا۔

دسویں جنگ علاقہ کشمیر ریاست اَنب پر حملہ پاوی خاں حاکم اَنب کو جب معلوم ہوا تو اس نے فدویت نامہ مولانا شہید مرحوم کی خدمت میں روانہ کیا کہ میں نے اطاعت قبول کی، احکام اسلام کی پابندی کو فرض جان کر احکام شریعت جاری کروں گا، ہر شخص قرآن وحدیث پر عمل کرے گا۔ مولانا شہید مرحوم نے قبول فرما لیا مگر اس نے دھوکہ دے کر دو ہزار مرد منتخب کر کے حملہ کی تیاری کی اور شب کے تین بجے حملہ کر دیا، سخت خونریزی سے جنگ ہوئی اور غازی بہادران جان توڑ کر ایسے لڑے کہ بڑے نقصان کے ساتھ پاویخاں کو بھاگنا پڑا اور اس کے ضلع میں بھی ٹھہرنا دشوار ہو گیا، خوف کے طاری ہونے سے وہ دریائے اباسین عبور کر کے نہ معلوم کہاں جا نکلا، فی الحال مولانا شہید مرحوم نے یہیں قیام فرمایا، باطمینان دفاتر قاضیوں مفتیوں کے کھولے سید احمد صاحب نے مہرمیں "اسمہ احمد" کندہ کرایا، مولانا شہید مرحوم کی مہر پر" واذکر فی الکتاب اسمٰعیل" کندہ ہوا، ہر شئے کا حساب منشیوں کے پاس رہتا ہر محکمہ کے افسر مقرر ہوئے، مالگزاری کا بندوبست بھی ہو گیا، تمام امور تدابیر ملکی انجام پذیر ہو گئے الحمد للہ والمنۃ (ملخصاً)

گیارھویں جنگ مسلمانوں کی دھاک پنجاب پر ایسی ہوئی کہ ہر لشکری کے دل کانپنے، افسر کہتے ہم نے اسمٰعیل سا جنرل فوج لڑانے والا نہیں دیکھا، درانیوں اور سکھوں کی عورتوں اور بچوں کو لفظ اسمٰعیل کے نام سے ڈراتیں، اس بے نظیر شجاع نفسی کی بدولت پنجاب کا بہت سا حصہ سید احمد صاحب کے زیر حکومت ہو گیا، پنجتار قلعہ لنڈہ اس کے تمام اضلاع تو بت بنوبت فتح ہوتے چلے گئے، دریائے اباسین کا سارا ملک مسلمانوں ہی کے زیر حکومت تھا، زیدہ۔ تربیلا۔ پھولڑہ وغیرہ سرسبز صوبے سب فتح ہو چکے تھے، تمام سرداروں کے فدویت نامے چلے آتے تھے، مسلمانوں کے پاس سامان حرب مکمل ہو گیا تھا!

رنجیت سنگھ کئی شکستوں کے بعد اب بیدار ہوا، مسلمان رئیسوں کو رشوتیں دے کر سید احمد صاحب کے مقابلہ پر کھڑا کر دیا، چار ہزار فوج پیدل ایک ہزار سوار چار توپ خانہ معہ سامان حرب چھتر بائی پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ کیا، مولانا شہید مرحوم ایک ہزار کے ساتھ معہ دو توپیں سکھوں کے مقابلہ پر بڑھے، آٹھ سو پیدل دو سو سوار تھے، چھتر بائی سے جانب مشرق وسیع میدان میں مقابلہ ہوا، توپوں کے فیر ہوتے رہے، مولانا شہید مرحوم نے حملہ کا حکم دیا پانچ سو آدمی مورچوں پر رہے اور پانچ سو نے حملہ کر کے دو مورچے قبضہ میں کر لیے، ابھی دست بدست

نہ ہوئے تھے کہ سکھوں کی "خالصہ" خونخوار فوج بھاگی ایک ایک مسلمان انہیں سَو کی برابر معلوم ہوتا۔ چتر بائی کی فتح کیا ہوئی، بیسیوں فدویت نامے امیرانِ دو کے آنے لگے، سب نے شریعت محمدی کے مطابق عہدِ واثق کیا، مسلمانوں پر کبھی مولانا شہید مرحوم نے خود حملہ نہیں کیا، نہ آپ کو ان سے پرخاش تھی، بلکہ وہ خود ہی اپنی شقاوتِ قلبی سے دنیا کے فانی معمولی لالچ میں آکر مسلمانوں کے مقابلہ میں شمشیر بدست ہوتے، مولانا شہید مرحوم نے کسی ضلع ریاست کو اپنے قبضہ میں کرکے کچھ جزیہ نہ چاہا نہ ملک کا کوئی حصہ مانگا، بلکہ یہ التجا ہوتی کہ شرک و بدعت سے تائب ہو جاؤ، دینِ محمدی کے سچے ممبر بن جاؤ، جو راستہ قرآن و حدیث بتاتا ہے اس پر چلو، اس کے خلاف کو گمراہ تصور کرو۔ اگر ہمارا سکھوں سے مقابلہ ہو تو تم ہماری جان و مال سے مدد کرنا" (ملخص)

ان پے در پے کامیابیوں نے زبردست اثر اضلاع مسمہ اور پشاور کے سرداروں پر ڈالا کہ اکثر ریاستیں مطیع ہوتی گئیں چنانچہ قافلہ مجاہدین پشاور پہنچا، سلطان محمد خاں حاکم پشاور نے بیعت قبول کی اور فرمانبرداری کا عہد کیا، احکامِ شرع اور تعزیرات قائم ہوئیں، مجاہدین کو انتظامی امور پر مقرر فرما کے ان پر سلطان محمد خاں کو امیر تسلیم کرکے حضرت سید احمد صاحب معہ قافلہ بقیہ مجاہدین کے پنجتار واپس چلے آئے، جب سکھوں نے دیکھا کہ عنقریب مسلمان تمام پنجاب پر قابض ہو جائیں گے تو پٹھانوں کو جن کی تعداد معتد بہ تھی اور جو سید احمد صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے، گانٹھا۔ ان لوگوں نے بدعہدی اور بے وفائی کی۔ چنانچہ اجرائے احکامِ شرع میں بدنظمیاں پیدا ہوئیں۔ جس سے قوم میں بغاوت اور عہد شکنی ہوئی حتیٰ کہ سلطان محمد خاں نے مولوی سید مظہر علی صاحب عظیم آبادی جو قاضی پشاور مقرر فرمودہ سید احمد صاحب تھے، معہ ان کے ہمراہیاں کے سر قلم کرا دیئے اور عام حکم دے دیا کہ ایک ایک مجاہد سے یہی کیا جائے، ساری رات میں کل مجاہدین جن کی تعداد قریب ایک ہزار کے تھی گردنیں اڑا دی گئیں، اور نہایت بیکسی کی حالت میں سڑکوں پر لٹا کے ذبح کیے گئے۔ چنانچہ اس ہنگامہ بغاوت کی پوری کیفیت مولانا شہید مرحوم کے مفصل مکتوب سے جو بتاریخ پنج جمادی الاول ۱۲۴۶ھ کو بنام قاضی صاحب موصوف مرقوم ہوا ہے واضح ہے اور سکھوں کے ہاتھ میں پشاور کا قبضہ دے کر ان کی مدد کے لیے تیار ہو گئے۔ پیر محمد خاں و فتح محمد خان برادرانِ دوست محمد خان جن کو حضرت سید احمد صاحب نے پشاور کی حکمرانی سپرد فرمائی تھی سکھوں سے مل گئے، اور رشوت لے کر سید احمد صاحب کے حالات کی مخبری کر دی۔ چنانچہ سید احمد صاحبؒ بالاکوٹ کے راستہ میں اپنے رفقاء کے

ہمراہ قریب تین سو مجاہدین کے پنجتار سے مظفر آباد تشریف لے جا رہے تھے، مقام بالا کوٹ جو مابین مظفر آباد اور پنجتار کے واقع ہے، قلعہ بالا کوٹ میں ٹھہر گئے تھے کہ شیر سنگھ نے بیس ہزار فوج سے قلعہ کا محاصرہ کر لیا، صبح کو نمازیوں نے باہر نکل کر مقابلہ کیا، ہزاروں کو تہ تیغ کیا، قلعہ بالا کوٹ سے تین کوس تک تمام فوج کو بھگاتے لے گئے، سکھوں کی چار توپیں بھی مولانا شہید مرحوم کے ہاتھ آ گئیں، بالآخر مجاہدین تھک گئے اور مولانا شہید مرحوم نے معہ اپنے ہمراہیاں کے ساڑھے چار سال جنگ قائم رکھ کر متواتر فتوحات کے بعد بدعہد مسلمانوں کی سرکشی سے بروز جمعہ مبارک مقبول ساعت بوقت ظہر ۲۴ ذی القعدہ ۱۲۴۶ھ مطابق مئی ۱۸۳۱ء بعمر ترپن برس جام شہادت فی سبیل اللہ پیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن (ماخوذ از حیاتِ طیبہ۔ و سیرتِ احمدیہ و الحیات بعد الممات و آثار الصنادید)

اس واقعہ کو پیشِ نظر رکھ کر شہادت حضرت حسین سید شباب اہل الجنۃ سے سبق حاصل کرو کہ کوفیوں نے کس بے وفائی سے آپ کو جام شہادت پلایا، پھر وہ تمام برباد و تباہ ہو کر طرح بطرح عذاب و وبال میں گرفتار ہو گئے!

ناظرین اہلِ انصاف نے تمام واقعاتِ جنگ اور اس کی صداقت و شہادات کے مدلل اسباب خود مولانا شہید مرحوم کے خطوط سے ملاحظہ فرما لئے، جس سے مولوی نعیم الدین کا کذب و افتراء واضح ہوا، خیر اس واقعہ سے تھوڑے روز بعد شیر سنگھ پسر رنجیت سنگھ لاہور میں بڑی خرابی کے ساتھ مر گیا اور بسبب مقابلہ حق کے بڑی افسوس ناک حالت کے ساتھ سارا خاندان معہ سلطنت تباہ و برباد ہو گیا جس کی نظیر کسی خاندانِ شاہی میں نہیں پائی جاتی اور اس پر انگریزی حکومت مالک و حکمران ہو گئی۔

مضمون تقویت الایمان پر مشتمل سید صاحب کا ایک مکتوب

جس طرح مولانا شہید مرحوم کے جہاد کا فی سبیل اللہ ہونا واضح ہو گیا اسی طرح خود مولانا شہید مرحوم کے اخیر زمانہ شہادت میں مکتوبِ ذیل سے پورے طور پر تقویۃ الایمان کی عملی تصویر ناظرین ملاحظہ فرمالیں"

مکتوب متضمن تفہیم و رفائدہ بیعت بالتعمیم از جانب سید احمد صاحبؒ

" طالبانِ راہ حق اور سالکین طریق ہادئ مطلق عموماً اور جو لوگ خصوصاً ہم سے للہ فی اللہ حاضر انہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ از امیر المومنین
سید احمد بر ضمیر صفا پذیر طالبانِ راہ حضرتِ
حق و سالکینِ طریقِ آن ہادیٔ مطلق عموماً
وکسانیکہ بایں جانب للہ فی اللہ حاضرانہ
وغائبانہ محبت میدارند خصوصاً پوشیدہ
نماند کہ مقصود از بیعت بردست
مشائخِ طریقت ہمیں است کہ راہ
رضامندی حضرت حق بدست آید، و
راہِ رضامندی حضرت حق منحصر است،
در اتباعِ شریعتِ غرا ہر کہ سوائے شریعت
مصطفویہ راطریقِ تحصیل رضامندی حق
انگارد پس بیشک آن شخص کاذب و گمراہ
است، دعویٰ او باطل و نامسموع، و
اساسِ شریعتِ مصطفوی دو امر است،
اوّل ترکِ اشراک و ثانی ترک بدعات
اما ترکِ اشراک پس بیانش آنکہ ہیچکس
را از ملک و جن و پیر و مرید و اُستاد و شاگرد
و نبی و ولی حل کنندۂ مشکلات، و دافع
بلیات وقادر بہ تحصیل منافع نداند و ہمہ
را مثلِ خود عاجز و ناتوان در جنب قدرت
و علم حضرتِ حق شمارد و ہرگز بنا بر طلبِ
حوائجِ خود نذر و نیاز کسے از انبیا و اولیاء
و صلحا و ملائکہ بجا نیارد آرے اینقدر
داند کہ ایشان مقبولانِ بارگاہِ صمدیت
اند و ثمرۂ مقبولیتِ ایشان ہمیں است،

اور غائبانہ محبت رکھتے ہیں ان پر پوشیدہ نہ رہے کہ
مقصود بیعت سے مشائخ طریقت کے ہاتھ پر یہی ہے
کہ راستہ رضامندیٔ حضرت حق حاصل ہوئے اور راستہ
رضامندیٔ حضرت حق کا منحصر ہے اتباع شریعت غرا
میں جو شخص کہ سوائے شریعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم
کے طریق حاصل ہونے رضامندی حق تعالےٰ کا
ڈھونڈے گا، پس بلاشبہ وہ شخص جھوٹا اور گمراہ ہے
اور دعوےٰ اس کا باطل ہے قابلِ سماعت
نہیں اور بناء شریعت مصطفوی دو باتوں پر ہے
اول چھوڑنا شرک کا اور دوسرے بچنا بدعات
سے شرک کے چھوڑنے کی تفصیل یہ ہے کہ کسی
شخص کو فرشتوں اور جن اور پیر و مرید و استاد و
شاگرد و نبی و ولی میں سے حل کرنے والا مشکلات
اور دافع کرنے والا بلیات کا اور قدرت رکھنے
والا حصول منافع میں نہ جانے اور تمام کو مثل اپنے
عاجز اور ناتوان مقابلہ میں قدرت اور علم حضرت حق
تعالیٰ کے شمار کرے اور ہرگز بوجہ طلب کرنے
اپنی حاجتوں کے نذر و نیاز کسی کی انبیاء اور
اولیاء اور صالحین اور ملائکہ سے نہ بجا لائے
البتہ اس قدر جانے کہ یہ لوگ مقبولانِ بارگاہ
صمدیت ہیں اور ثمرہ ان کی
مقبولیت کا یہی ہے کہ حکم حصول رضامندی
پروردگار کا ان لوگوں کے اتباع میں کرنا چاہیے،
اور ان لوگوں کو پیشوایانِ طریق شمار کرنا چاہیے
نہ کہ ان کو قدرت رکھنے والا حوادثات زمانہ

کہ درباب تحصیل رضامندیٔ پروردگار اتباع
ایشاں باید کرد وایشاں را پیشوا ایمان
طریق باید شمرد نہ ایشاں را قادر بر
حوادث زمان وعالم السر والاعلان
داند کہ ایں امر محض کفر وشرک است ہرگز
مومن پاک را ملوث بہ آن شدن جائز
نیست اما ترک بدعت پس بیانش آنکہ
در جمیع عبادات ومعاملات و امور
معاشیہ ومعادیہ طریق خاتم الانبیاء محمد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را بکمال
قوت وعلو ہمت باید گرفت وانچہ مردمانِ
دیگر بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم از
قسم رسوم اختراع کردہ اند مثل رسوم
شادی وماتم وتجمل قبور وبناء عمارات
برآں واسراف در مجالس اعراس و
تعزیہ داری وامثالِ ذٰلک ہرگز پیرا
مونِ آن نباید گردید وحتی الوسع سعی در
محو آن باید کرد، اول خود ترک باید نمود،
بعد ازاں ہر مسلمانے را دعوت
بسوئے آن باید کرد، چنانچہ اتباعِ
شریعت فرض است، ہمچنیں امر بالمعروف
ونہی عن المنکر نیز فرض است چوں ایں
امر ذہن نشین شد پس طالبین حق را
باید کہ ہمیں امور را پیشِ نظرِ خود ہا داشتہ
باید بگر بیعت نمایند خصوصاً را آناں) کہ

پر اور جاننے والا چھپی کھلی چیزوں کا جانے کہ یہ
محض کفر اور شرک ہے ہرگز مومن پاک کو ان چیزوں
میں ملوث و پھنسنا جائز نہیں ہے۔ رہا،
چھوڑنا بدعت کا تو اس کا بیان یہ ہے کہ
جمیع عبادات اور معاملات اور امور معاشیہ
(زندگی کے واقعات) اور معادیہ (آخرت کے حالات)
میں طریق خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو کمال قوت اور عالی ہمت کے ساتھ مضبوط
پکڑنا چاہیئے اور جو کچھ کہ دوسرے لوگ بعد پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم کے رسومات کی قسم میں سے نئے
کام نکالتے ہیں مثل رسمیں شادی اور غمی اور آرائش
قبور اور ان پر بنائے تعمیرات اور اسراف
عرسوں کی مجالس میں اور تعزیہ داری میں اور
ان کے مانند میں ہرگز اُن میں شرکت و پیروی
کرنا نہ چاہیئے حتی الامکان ان کے مٹانے میں
سعی کرنا چاہیئے اوّل خود چھوڑنا چاہیئے بعد
اس کے ہر ایک مسلمان کو اُس کے مٹانے کی طرف
بلانا چاہیئے جس طرح اتباع شریعت فرض ہے
اسی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نیک کاموں
پر چلانا اور بری باتوں سے بچانا فرض ہے،
جب یہ بات ذہن نشین ہو گئی پس طالبین
حق کو چاہیئے کہ ان باتوں کو اپنے پیش نظر رکھ کر
ایک دوسرے کو بیعت کریں، خصوصاً جن لوگوں
نے ہمارے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور ہماری
طرف سے ان امور کا ان کے رو برو کما حقہٗ اظہار

بردست اینجانب بیعت نموده اند این امور را در بروئے ایشاں کما حقہ اظہار نموده پس بر ذمۂ ایشاں لازم است کہ اول خود ترکِ امورِ مذکورۃ الصدر نمایند و قلب و قالبِ خود را متوجہ بسوئے حق کنند و اتباعِ شریعتِ غرّاء را ظاہراً و باطناً پیشِ گیرند و تمامی انجاسِ اشراک والواثِ بدعات را از خود دور نمایند وبعد ازاں جمیع طالبینِ حق را بسوئے آں ترغیب دہند و در اخذِ بیعت بردست خود از خود ساعی باشند و ترغیبِ وافر نمایند و ہرگز اغماض ازاں نمایند چہ دریں بیعت کہ بردست یارانِ ایں جانب واقع خواہد شد فائدہ شدنی است انشاء اللہ تعالے کلمہ گویان از رسومِ شرک پاک خواہند شد و تعظیمِ شرع شریف در دلِ ایشاں جا خواہد گرفت و اینجانب دُعا خواہد کرد کہ آں بیعت مثمرِ ثمراتِ جمیلۂ جزیلہ گردد و در تعلیم و تفہیمِ طالبان سعی بجان و دل نمایند از ایشاں اخذِ بیعت کنند و ایشاں را تعلیم اشغال فرمایند، حق جل و علا اینجانب را و جمیع مخلصین و محبین ما را در زمرۂ موحدین مخلصین و متبعین شریعتِ غرّاء منسلک گرداناد آمین [1]

ہو چکا ہے پس ان کے ذمہ لازم ہے کہ اوّل خود امورِ مذکورۃ الصدر کو جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے چھوڑ دیں، اور اپنے ظاہر و باطن کو متوجہ حق تعالیٰ کی طرف کریں اور اتباعِ شریعت غرا کا ظاہر و باطن میں پیش نظر رکھیں اور تمام نجاسات شرکیات اور بدعات کی، برائیوں سے اپنے آپ کو دور رکھیں، اور بعد اس کے جمیع طالبینِ حق کو اس کی طرف ترغیب دیں اور بیعت لینے کو اپنے ہاتھ پر اپنی طرف سے سعی کریں اور اس میں بڑی کوشش کریں اور ہرگز اس سے بے پرواہی نہ کریں کیونکہ اس بیعت میں کہ یاران طریقت کے ہاتھ پر ہماری طرف سے واقع ہوئی ہے انشاء اللہ تعالیٰ فائدہ ہونے والا ہے کلمہ گویان رسومات شرک سے پاک ہو جائیں گے، اور تعظیم شرع شریف کی ان کے دل میں جگہ پکڑے گی اور ہماری طرف سے دُعا کی جائے گی کہ وہ بیعت اچھے اچھے ثمرات کا باعث ہو جائے اور تعلیم و تفہیم طالبان کے لیے جان و دل سے کریں اور ان سے بیعت لیں اور ان کو اشغال کی تعلیم فرماویں حق جل وعلا ہمیں اور ہمارے جمیع مخلصین اور محبین کو گروہ موحدین مخلصین اور متبعین شریعت غرّا میں شمار فرمائے آمین۔"

---

[1] دیکھئے سوانح احمدی (تواریخ عجیبہ) ص ۱۹۸ طبع صوفی کمپنی از مولانا محمد جعفر صاحب تھانیسریؒ۔ (ع۔ح)

مقصدِ دعوت اصلاح وارشاد

الحق کہ حضرت سید السادات امیر المومنین سید احمد صاحب رائے بریلوی رحمۃ اللہ علیہ المتولد یکم محرم الحرام سنہ ۱۲۰۱ھ اور حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ المتولد ربیع الثانی سنہ ۱۱۹۳ھ ہر دو مجدّدانِ شریعتِ بیضاء محمّدیہ علی صاحبہا الصّلوٰۃ والسلام بفضلہ تعالےٰ ہندوستان (متحدہ) میں خالص توحید و سنّت قائم کرنے والے رسوماتِ شرکیات و بدعات سے روکنے والے اپنے اوائلِ زمانہ شباب سے تحریراً تقریراً اعلاء کلمۃ اللہ میں تا امکان جان و مال زبان و دل سے سرگرم و مصروف ہونے والے جو بالآخر فی سبیل اللہ جہاد میں اسلام اور مسلمانوں کی حمایت کے لیے درجہ علیاء شہادت سے فائز المرام ہوئے اور اسلام میں اس سے زیادہ کوئی درجہ نہیں، ہر مسلمان کا یہی فریضہ اعظم ہے کہ کوئی لمحہ اس دھن سے بے فکر نہ رہے، چنانچہ مکاتیبِ مذکورہ بالا حضرت سید احمد صاحبؒ سے یہ امر کالشمس واضح ہے اور مقصود سلسلہ بیعت سے بھی یہی اصلاح و تبلیغ توحید و سنّت اور رسوماتِ شرک و بدعت کو ملیا میٹ کرنا تھا۔

حق تعالیٰ عزاسمہ، جو تمام جہان کا خالق و مالک ہے اور سارے عالم سے مستغنی ہے، ہر امر میں سب چھوٹے بڑے نیک و بد امیر و غریب اُسی کے محتاج ہیں، اس نے محض اپنے فضل و کرم و حکمتِ بالغہ سے بنی نوع انسان کو خصوصاً اپنی معرفتِ توحید جملہ حمد و ثناء ذاتی و صفاتی اور بیزاریٔ شرک کے لیے مکلّف و ممتاز بنایا۔ ورنہ ایجادِ عالم سے اس کو کسی قسم کی کوئی بھی احتیاج لاحق و ممکن نہیں ہو سکتی، مزید برآں اس نے ہر زمانہ میں اپنے پیغام کے حاملین انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسلام اپنے پسندیدہ قانون احکاماتِ شرع کے اجراء کے لیے رہنما ہادی بنا کر بھیجے اور سلسلۂ نبوّت کے اختتام پر ہر زمانہ میں ان کے خلفاء جانشین محافظینِ دین کا سلسلہ تا قیامت اصلاح و نظامِ عالم کے لیے جاری فرمایا۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے:۔

رحمۃ اللہ علی خلفائی قیل ومن خلفائك	اللہ کی رحمت ہو میرے خلیفوں پر، صحابہ نے عرض کیا
یا رسول اللہ قال الذین یحبون سنتی	کون ہیں آپکے خلفاء؟ فرمایا جو میری سُنّت کو دوست
ویعلمونھا الناس[1]	رکھتے ہیں اور دوسروں کو اس کی تعلیم دیتے ہیں۔

تاکہ حق تعالیٰ عز شانہ، واحد غفّار و قہّار کی طرف سے اس کی ربوبیّت و رزاقیّت کے اظہار سے حق و باطل میں امتیاز ہو کر اتمامِ حجّت ہو پھر اس پر جزاء و سزا کا مرتب ہونا یہی عین عدل و انصاف کا مقتضا ہے کہ صرف ایک ہی مالک حقیقی وحدہ لا شریک لہٗ کو پہچان کر اس کی

[1] کنز العمال ص ۲۲۲ ج ۵ طبع حیدر آباد دکن (ع۔ح)

فرمانبرداری کی جائے اور اس کی نافرمانیوں سے بچیے، کہ غلام کو اپنے مولیٰ کے سامنے بہرحال سرنگوں رہنا لازم ہے ورنہ سرکش باغی مستوجبِ سزا ہوگا۔

منصب امامت وغیرہ سے چند اقتباسات

چنانچہ مولانا شہید مرحوم نے منصب امامت میں اس کی تفصیل فرمائی ہے جن کے چند مقامات حسبِ ذیل ہیں۔ (اقسام امامت) ص۶۸

قال لقد واذا بتلی ابراهیم ربه بکلمات فاتمهن قال انی جاعلك للناس اماما
ونیز ظاہر ست کہ از حضرت خلیل علیہ السلام سیاست صورت نہ بستہ بلکہ آنچہ آنجناب را بہ نسبت عموم ناس ثابت ست ہمیں متبوعیت در اقسام ہدایت ست (ص۶۹)
شانِ ائمہ ہم درباب قلت وکثرت انتشار ہدایت مختلف ست، با وجود تماثل ایشاں در منصب امامت قلت ظہورِ ہدایت از امامے باعثِ سقوطِ اُو از درجہ علو وکمال یا انحطاط او در منصب امامت نمی تواند شد (ص۷۰) ہمچنیں گمان نکند کہ لفظ خلفاء راشدین ہم بذات خلفائے اربعہ اختصاص میدارد کہ از اطلاق ایں لفظ ذوات ہموں بزرگان مفہوم میگردد حاشا وکلّا (ص۹۰) ونیز ایں گماں نباید کرد کہ زمانہ خلافت راشدہ یا اوائل اُمت ست یعنی زمانہ خلفائے اربعہ یا اواخر امت یعنی زمان حضرت مہدی علیہ السلام ودرمیان ایں ہر دو زمان ہمہ زمان تعطل ست، کہ ہرگز دراں خلافتِ راشدہ

اور فرمایا جب آزمایا ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں میں پس پورا کیا ان کو فرمایا میں تجھ کو لوگوں کا پیشوا کروں گا!
ظاہر ہے کہ حضرت خلیل علیہ السلام سے سیاست ظاہر نہ ہوئی بلکہ جو کچھ آنجناب کو بہ نسبت عوام الناس ثابت ہے یہی متبوعیت اقسام ہدایت ہے"۔ "شانِ ائمہ بھی اشاعتِ ہدایت کی قلت وکثرت کے بارہ میں مختلف ہے، حالانکہ منصب امامت میں ان کو باہم تماثل حاصل ہے، کسی امام سے ہدایت کا کم ظاہر ہونا منصب امامت میں درجۂ علو وکمال سے اس کے سقوط یا انحطاط کا باعث نہیں ہو سکتا"۔ "یہ بھی گمان نہ کرنا چاہیئے کہ لفظ خلفاءِ راشدین خلفاء اربعہ ہی کی ذات کے ساتھ اختصاص رکھتا ہے[1]۔ اور یہ بھی گمان نہ کرنا چاہیئے کہ زمانہ خلافت راشدہ یا اوائل اُمت یعنی زمانہ خلفاء اربعہ ہی ہے یا اواخرِ اُمت یعنی زمانہ حضرت مہدی علیہ السلام ہے اور درمیان ان دونوں زمانوں کے جملہ زمانِ تعطل ہے کہ کہ خلافتِ راشدہ کا اس میں ظہور نہیں ہو سکتا کسی زمانہ میں نزولِ نعمتِ الٰہی سے کہ عبارت ظہورِ خلافتِ راشدہ سے ہے ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیئے اور اس کو حضرت مجیب الدعوات سے

---

[1] ایں محلِ نظر است (ع۔ ح)

گاہے ظاہر شدنی نیست (صفحہ) در ہیچ زمانے از منہ از نزول نعمت الٰہی کہ عبارت از ظہور خلافت راشدہ ست ہرگز مایوس نباید شد و آن را از مجیب الدّعوات طلب باید کرد و بر اجابت دعائے خود چشم باید داشت و در تفحص خلیفہ راشد در ہر زمان ہمت باید گماشت کہ شاید کہ نعمت کاملہ در ہمیں زمان ظہور فرماید و خلافت راشدہ درہمیں وقت بروز نماید (صفحہ ۱۰۲) سلطان کامل بر سریر سلطنت قائم باشد و امام حق کہ لیاقت خلافت داشتہ باشد ہمدران زمان موجود باشد پس انسب ہمیں ست کہ امام حق بر منصب امامت قناعت نماید و سعی خود را در نشر ہدایت مبذول فرماید و با او در امور سیاست دست گریبان نشود ما بہ سلسلہ سلطنت ضالہ (صفحہ ۱۲۱) ہر چند امثال ایں سلاطین فی الحقیقت از قبیل کفار اشرار اند و از جنس اہل نار فاما از بسکہ بزبان خود دعویٰ اسلام میکنند پس کفر ایشان مستور ست و ایمان ایشان ظاہر و شاہد تصدیق ہمیں دعویٰ ظاہری از رسوم اسلام مثل عقد نکاح و ختان و اظہار تجمل بروز عید الفطر و عید الاضحیٰ و تجہیز و تکفین و نماز جنازہ و دفن در مقابر مسلمین درمیان خود جاری میدارند و از شرع ربّانی بالکل دست بردار نمی شوند. (صفحہ ۱۲۶) باید دانست کہ

طلب کرنا چاہیے اور اپنی قبولیتِ دعا پر امید رکھنا چاہیے اور خلیفہ راشد کی تلاش میں ہر وقت ہمت باندھنی چاہیے کہ شاید نعمتِ کاملہ ایسے وقت میں ظہور فرمائے اور خلافتِ راشدہ اسی زمانہ میں جلوہ دکھائے"۔ "سلطانِ کامل (متشرع) سریر سلطنت پر قائم ہوئے اور امام برحق کہ خلافت کی لیاقت رکھتا ہو اسی زمانہ میں موجود ہو، پس انسب یہی ہے کہ امام برحق منصبِ امامت پر قناعت کرے اور اپنی سعی اور اہتمام نشرِ ہدایت میں مبذول فرمائے اور اس کے ساتھ امورِ سیاست میں دست گریبان نہ ہوئے" "سلسلہ سلطنتِ ضالہ" ہر چند ایسے بادشاہ از قبیل کفار اشرار ہیں اور از جنس اہلِ نار لیکن چونکہ اپنی زبان سے مدعی اسلام ہیں پس کفران کا مستور ہے اور ایمان ان کا ظاہر و مشہور ہے مستحق فتوائے تکفیر نہیں اور ان کے ایمان کی تصدیق یہی شواہد ظاہریہ کرتے ہیں، مثل عقد نکاح و ختنہ اور اظہارِ زینت بروزِ عید الفطر و عید الضحےٰ اور تجہیز و تکفین و نماز جنازہ اور دفن کرنا مقابر مسلمانوں میں درمیان اپنے جاری رکھتے ہیں، اور شرعِ ربانی سے بالکل دست بردار نہیں ہوتے"۔ "جاننا چاہیئے کہ مراد لفظ امام سے اس کتاب میں مطلق مفہوم امام نہیں بلکہ وہی امام ہے جو تعلق سیاست سے رکھے۔ بلکہ مراد لفظ امام سے اس مقام میں صاحب دعوت ہے جس نے

مراد از لفظ امام دریں کتاب مطلق مفہوم امام نیست بلکہ ہماں امام ست کہ تعلق بسیاست دارد مراد از لفظ امام دریں مقام صاحبِ دعوت ست یعنی کسے کہ علم جہاد اعدائے دین برافراختہ باشد و اجتماع کافۂ مسلمین دریں مقدمہ درخواستہ و براعانتِ شرعِ مبین کمربستہ باشد و بر مسندِ سیاستِ دیں نشستہ و مذہبے غیر مذہبِ ملت نگرفتہ باشد و مشربے غیر مشربِ سنت نپذیرفتہ و در عدالت و سیاست آئینے غیر آئینِ نبوی نساختہ باشد و قانونے غیر قوانینِ مصطفوی نپرداختہ و در بابِ مصالحت و منازعت وجہے غیر از موافقت و مخالفتِ دین اظہار نکردہ باشد و در سیاست و عدالت طریقے غیر احکامِ ملت و آثارِ سنت اختیار نمودہ پس ہموں ست صاحبِ دعوت صفحہ ۱۳۹ پس ازیں بیان واضح گردید کہ آنچہ احادیثِ مختلفہ دریں باب وارد گردیدہ اند و بظاہر میانِ آنہا تعارض معلوم می شود فی الحقیقت دراں ہیچ تعارض نیست بلکہ ہر حدیث را بر محلِ آں حمل باید کرد۔ اھ

کہ جہاد کا علم اعدائے دین پر اٹھایا ہو اور تمام مسلمانوں کو اس معرکہ میں بلایا ہو اور اعانتِ شرعِ مبین پر کمر باندھی اور سیاستِ دین کی مسند پر بیٹھا ہو اور کوئی مذہب سوائے مذہبِ ملت کے نہ اختیار کیا ہو اور کوئی مشرب بغیر مشربِ سنت نہ قبول کیا ہو اور عدالت اور سیاست میں کوئی آئین سوائے آئینِ نبوی نہ بنایا ہو اور کوئی قانون سوائے قانونِ مصطفوی نہ مقرر کیا ہو اور مصالحت اور منازعت کے بارہ میں کوئی وجہ غیر موافقت و مخالفتِ دین ظاہر نہ کی ہو اور سیاست اور عدالت میں کوئی طریقہ غیر احکامِ ملت و آثارِ سنت اختیار نہ کیا ہو پس وہی صاحبِ دعوت ہے۔" اس بیان سے واضح ہوا کہ جو کچھ احادیثِ مختلفہ اس باب میں وارد ہوتی ہیں اور بظاہر ان میں تعارض معلوم ہوتا ہے فی الحقیقت آپس میں موافق ہیں، کسی قسم کا ان میں تعارض نہیں، ہر حدیث کے واسطے ایک محل متعین ہے اس کو اس کے محل پر حمل کرنا چاہیئے۔"

نیز مولانا شہید مرحوم مکتوب بنام میر شاہ علی صاحب میں فرماتے ہیں "نصبِ امام بر ذمہ کافۂ مسلمین فرض است و مداہنت دراں موجبِ معصیت ہمچنیں تحصیل معنی شوکت ہم برائے امام وقت بر ذمہ ایشاں فرض است کہ کل جماعتِ مسلمین از ہر سردارانِ نزد او جمع شوند در

کسے از ایشاں بقدر استطاعت خود در تحصیل سامان جنگ کوشش نمودہ و اسباب آں بقدر طاقت خود بدست آوردہ بحضور امام وقت حاضر گرداند لہٰذا در کریمہ اعدوا لھم ما استطعتم وآیۂ کریمہ جاھدوا باموالکم وانفسکم خطاب بعموم سلف متوجہ گردید نہ بخصوص بائمہ۔ پس ہر کہ مے گوید کہ شرکت امام شرط جہاد ست و شوکت مذکورہ در ما نحن فیہ متحقق نیست پس اورا الازم کہ اوّل خود بقدر استطاعت خود سامان جنگ ہمراہ آرد و انتظار مشارکت دیگرے دریں امر اصلاً جائز نیست پس درانچہ درامر جہاد تعویق و تعطیل واقع می شود و بال و نکال آں برگردن قاعدین متخلفین ست،

بمثابہ آنکہ نماز جمعہ بر ہر کس واجب است وادا بدون جماعت متصور نہ و انعقاد جماعت بدون امام ممتنع۔ پس اگر کسے درخانہ نشستہ انتظار ایں معنی کند کہ وقتیکہ امام قائم خواہد شود و جماعت مجتمع خواہد گشت ہماں وقت من ہم حاضر خواہم شد پس لا بد نماز جمعہ فوت شود آں کس عاصی و آثم گردد۔ چہ نزول املاء از ارواح مقدسہ و جماعتے از جماعات ملائک برائے اقامت جمعہ ہرگز واقع شدنی نیست بلکہ طریقش ہمانست کہ ہر کس از خانہ اگرچہ تنہا باشد بیرون برآید در مسجد رود اگر جماعت مجتمع باشد شریک ایشاں شود والا درہماں مسجد بنشیند انتظار دیگرے نماید تا اینکہ مسجد خالی بنید تا بخانہ خود باز گردد کہ انعقاد جماعت و اقامت جمعہ ہرگز بایں وجہ نخواہد شد (حیات طیبہ ص ۲۸۰ و تواریخ عجیبہ موسوم بہ سوانح احمدی ۲۱۲ از مولانا محمد جعفر تھانیسری)

علاوہ ازیں اس مکتوب کا خلاصہ بھی یہاں لکھا جاتا ہے جو بنام علمائے پشاور برائے ابطال انہاحات یعنی مجادلین سیلے انصافوں کے ۱۲۴۵ھ نوزدہم ربیع الثانی کو ارسال کیا گیا تھا یعنی ایسے الزامات جیسے بدایونی صاحب (مقتدائے مولوی نعیم الدین) نے خطبہ مقولات عشرین لگائے تھے کہ مولوی اسمٰعیل کا اختلاف بدتر ہے، معتزلہ و ظاہریہ و رافضی و خارجی کے اختلاف سے، مولوی اسمٰعیل کے کلام سے ظاہر ہے کہ ان کو اصلاً قید مذہب و ملت کی نہیں ہے۔"

مکتوب مذکور یہ ہے۔

پس میگوئیم کہ چناں شنیدہ ایم کہ از جملہ مفتریات آں مفتریاں آنست کہ ایں فقیر را بلکہ زمرۂ مجاہدین را بالحاد و زندقہ نسبت می نمایند یعنی چناں اظہار می	"میں کہتا ہوں کہ ہم نے سنا ہے کہ منجملہ مفتریات ان مفتریوں کے یہ ہے کہ اس فقیر کو بلکہ گروہ مجاہدین کو الحاد اور زندقہ کی طرف منسوب کرتے ہیں یعنی کہتے ہیں کہ یہ جماعت مسافرین کوئی

کنند کہ ایں جماعہ مسافرین ہیچ مذہب
ندارند و بہ ہیچ مسلک مقید نیستند بلکہ
محض راہ نفسانیت مے پویند و بہر وجہ
لذاتِ جسمانی میجویند خواہ موافق کتاب
باشد خواہ مخالف معاذ اللہ من ذٰلک،
پس باید دانست کہ نسبت ما مردم
ہایں امر شنیع وافترائیست قبیح وبہتانے
است صریح ایں فقیر وخاندان ایں
فقیر در بلادِ ہندوستان گمنام نیست
الوف الوف انام از خواص وعوام ایں
فقیر واسلاف ایں فقیر را مے دانند کہ
مذہب ایں فقیر آبا عن جدٍ مذہب حنفی
است وبالفعل ہم جمیع اقوال وافعال
ایں ضعیف بر قوانین اصولِ حنفیہ و آئین
وقواعد ایشاں منطبق است یکے ازاں
خارج از اصول مذکورہ نیست الا ماشاء اللہ
آنچہ از ہمہ ایشاں بسببِ غفلت ونسیان
صادر میگردد کہ بخطائے خود معترف مے
باشد وبعد اعلام براہِ راست معاودت
مے نماید آرے در ہر مذہب طریق
محققین دیگرے باشد وطریق غیر
ایشاں دیگر ترجیح بعض روایات بر
بعضے دیگر نظر بقوت دلیل توجیہ بعضے
عبارات منقول از سلف وتطبیق مسائل
مختلفہ مدون در کتب وامثال ذٰلک

مذہب نہیں رکھتے اور نہ ہی کسی مسلک وطریقہ
کے مقید ہیں بلکہ محض نفسانیت کی راہ چلتے اور
ہر ایک طرح سے لذاتِ جسمانی ڈھونڈتے ہیں،
خواہ موافق کتاب کے ہوں خواہ مخالف
معاذ اللہ من ذٰلک (اللہ کی پناہ)
پس سننا چاہیئے کہ نسبت کرنا ہماری طرف اس
امر شنیع کا افترائے قبیح اور بہتان صریح ہے یہ
فقیر اور خاندان اس فقیر کا ملک ہندوستان
میں گمنام نہیں ہے ہزارہا لوگ خواص وعوام
اس فقیر اور اسلاف اس فقیر کو جانتے ہیں کہ مذہب
اس فقیر کا آبا و اجداد سے بمذہب حنفی ہے اور
بالفعل بھی جمیع اقوال اور افعال اس ضعیف
کے قوانینِ اصولِ حنفیہ اور ان کے آئین وقواعد
کے موافق ہیں، ایک بھی ان میں سے اصولِ مذکورہ
سے خارج نہیں ہے، اِلّا یہ کہ کوئی بات ان سے بسبب
غفلتِ نسیان کے سبب سے صادر ہو جائے، جس
میں اپنی خطا کا اعتراف ہوتا ہے اور بعد اطلاع
کے راہ راست اختیار کر لیا جاتا ہے، البتہ ہر
مذہب میں طریقِ محققین دوسرا ہوتا ہے اور
دوسرے لوگوں کا طریق سوائے اصحابِ تحقیق
کے دوسرا کہ ترجیح بعض روایات کی بعض دیگر پر ساتھ
قوت دلیل کے کرتے ہیں اور بعض عباراتِ منقولہ
سلف کی توجیہ اور تطبیق مسائل مختلفہ کی کتابوں میں مدون
ہیں اور سوا اس کے اور امور ہیں جو ہمیشہ کاروبار اہل تدقیق
اور تحقیق کا ہے لہٰذا اس وجہ سے وہ مذہب سے

دائماً از کار وبار اہلِ تدقیق و تحقیق است، باین سبب ایشاں خارج از مذہب نمے توانند شد بلکہ ایشاں را لُبّ لباب اہلِ آن مذاہب باید شمرد ہر کہ دریں مقدمہ شبہ داشتہ باشد لازم کہ نزد ایں فقیر آمدہ بالمشافہ حل اشکال نماید یا خود بفہمد یا فقیر را بفہماند انتہٰی (سیرۃ احمدیہ ص۳۰۶ یعنے سوانح احمدی ص۲۲۳ طبع صوفی کمپنی)

خارج نہیں ہو سکتے ہیں بلکہ ان کو لُبِّ لباب اہلِ ان مذاہب کو شمار کرنا چاہیئے جو شخص اس بارہ میں شبہ رکھتا ہو لازم ہے کہ فقیر کے پاس آکر بالمشافہ موبہ موتبہ مشکلات کو حل کرے، یا خود سمجھے اور یا فقیر کو سمجھا دے۔"

الحمد اللہ کہ حضرت امیر المؤمنین مجدد غازی و مجاہد میر سید احمد صاحبؒ کے مکاتیب انوار توحید و سنت حقائق و معارف حسبِ تحقیق مسلکِ اہلِ تحقیق و اہلِ سنت اور تردید رسومات شرک و بدعات، گور پرستی، و تقلید پرستی، شادی و ماتم ممنوعات سے لبریز ہیں، چنانچہ آپ کے شیخ اکمل مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے آپ کے مناقب و اوصاف مولوی نعیم الدین کے جواب میں مفصل مذکور ہو چکے علیٰ ہذا تقویۃ الایمان کی تصدیق و تائید کما حقہ، خصوصاً خود کلام ما لا کلام حضرت مصنف علام صاحب تقویۃ الایمان مولانا شہید مرحوم سے بتواتر علی الخصوص بزمانۂ قربِ شہادت فی سبیل اللہ مثل آفتابِ روشن و محقق ہو کر تمام خار و خاشاک بہتانات و مفتریات مولوی نعیم الدین کے نسبت تبریہ از توحید و سنت وغیرہم امور مولانا شہید مرحوم کی طرف نسیاً منسیاً ہو کر تہ خاکِ مذلت ہو گئے۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک حمداً کثیراً۔

مفتیانِ بریلویہ کا تناقض و اضطراب!

مولوی نعیم الدین کے مقتدائے اعلیٰ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی النہی الاکید (۱۳۰۵ھ) صـ۴ میں وہابیوں اہلحدیثوں متبعینِ مولانا شہید مرحوم پر الزامات بیجا کفر و شرک لگا کر بھی صـ۴۹ میں لکھتے ہیں "حاش اور ہم پھر بھی دامن احتیاط ہاتھ سے نہ دیں گے اور یہ ہزار ہیں جو چاہیں جو چاہیں کہیں ہم زنہار ان کو کفار نہ کہیں گے" نیز تمہید ایمان (۱۳۲۶ھ) صـ۴۲ میں لکھتے ہیں "علمائے اہلسنت نے (اسمٰعیل دہلویؒ) کے کلام میں بکثرت کلماتِ کفریہ ثابت کیے اور شائع فرمائے" باایں ہمہ اولاً سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح (۱۳۰۷ھ) دیکھئے کہ بار اوّل ۱۳۰۹ھ میں لکھنؤ مطبع انوارِ محمدی میں چھپا جس میں "بدلائل قاہرہ" دہلوی

مذکور اور اس کے اتباع پر پچہتر ۷۵ وجہ سے لزوم کفر ثابت کر کے صنہ ۹ پر حکم اخیر یہی لکھا کہ علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے۔ وھوالجواب وبہ یفتی وعلیہ الفتوٰی وھوالمذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ وفیہ السداد "یہی جواب ہے یہی فتویٰ دیا جائے گا اور اس پر فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب اور اس پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت ہے" ثانیاً الکوکبۃ الشہابیۃ فی کفریات ابی الوہابیہ دیکھئے، جو خاص اسمٰعیل دہلویؒ اور اس کے متبعین ہی کے ردّ میں تصنیف ہوا، اور بار اول شعبان ۱۳۱۶ھ میں عظیم آباد مطبع تحفۂ حنفیہ میں چھپا جس میں "نصوص جلیلہ قرآن مجید و احادیث صحیحہ و تصریحاتِ ائمہ" سے بحوالہ صفحاتِ کتب "معتمدہ" اس پر ستّر وجہ بلکہ زائد سے لزومِ کفر ثابت کیا اور بالآخر یہی لکھا صـ۶۲ "ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار سے (یعنی کافر کہنے سے) کفِ لسان (یعنی زبان روکنا) ماخوذ و مختار و مناسب واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم" ثالثاً سل السیوف الہندیہ علی کفریات بابا النجدیہ دیکھئے جو صفر ۱۳۱۶ھ کو عظیم آباد میں چھپا اس میں بھی" اسمٰعیل دہلوی اور اس کے متبعین پر "بوجوہ قاہرہ" لزوم کفر کا ثبوت دے کر صـ۲۱ و ۲۲ پر لکھا "یہ حکم فقہی متعلق بکلماتِ سفہی تھا مگر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں بے حد برکتیں ہمارے علمائے کرام پر کہ یہ کچھ دیکھتے اس طائفہ کے پیر سے بات بات پر سچے مسلمانوں کی نسبت حکمِ کفر و شرک سنتے ہیں، باایں ہمہ نہ شدت غضب دامن احتیاط ان کے ہاتھ سے چھڑاتی ہے نہ قوتِ انتقام حرکت میں آتی وہ اب تک یہی تحقیق فرما رہے ہیں کہ لزوم و التزام میں فرق ہے اقوال کا کلمۂ کفر ہوتا اور بات اور قائل کو کافر مان لینا اور بات ہم احتیاط برتیں گے سکوت کریں گے جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا، حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے" اھ مختصراً رابعاً ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار دیکھئے بار اول ۱۳۱۷ھ میں عظیم آباد چھپا اس میں صنہ ۱۰ پر لکھا "ہم اس باب میں قولِ متکلمین اختیار کرتے ہیں ان میں جو کسی ضروری دین کا منکر نہیں نہ ضروری دین کے کسی منکر کو مسلمان کہتا ہے اسے کافر نہیں کہتے" خامساً "اسمٰعیل دہلوی کو بھی جانے دیجئے یہی دشنامی لوگ جن کے کفر پر اب فتویٰ دیا ہے جب تک ان کی صریح دشناموں پر اطلاع نہ تھی مسئلہ امکانِ کذب کے باعث ان پر اٹھہتر ۷۸ وجہ سے لزوم کفر ثابت کر کے سبحان السبوح میں بالآخر صـ۸۰ طبع اول پر یہی لکھا "حاش للہ ہزار ہزار حاش للہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا ان مقتدیوں یعنی مدعیانِ جدید (گنگوہی و انبیٹھی اور ان کے اذنابِ دیوبندی) کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں۔ اور امام الطائفہ (اسمٰعیل دہلوی) کے کفر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہ کفر

آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لیے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے فان الاسلام یعلو ولا یعلی۔

ناظرین کرام۔ بنظرِ انصاف ملاحظہ فرمائیں کہ مولوی صاحب بریلوی نے اپنی چھ کتابوں میں جب اپنے زعم باطل مختل کے باوجود "بکثرت تصریحات نصوص قرآن واحادیث اور ائمہ" سے کفریات مولانا شہید مرحوم اور ان کے معتقدین صاحب براہین قاطعہ اور حفظ الایمان پر دشنام دہی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھوٹے الزامات کفر یہ لگا کر بھی کافر کہنے کی ہمت نہ پا وری نہ کی اگر سچے ہوتے تو پھر کیا اندیشہ ہونا جو مردود۔ انبیاء علیہم السلام کی توہین کرے ان کو صریح گالیاں دیوے، پھر اس کے کافر و ملعون ہونے میں نامل کرنا کیا خود کافر و ملعون ہو کر قابلِ قتل ہونا نہیں ہے چہ جائیکہ بڑے زور وشور سے اس کے حامی و مددگار بن کر عدم تکفیر ہی پر فتوے واعتماد اسی پر سلامتی جان کر اپنا مذہب قرار دیا۔"

حتّٰی کہ مولانا شہید مرحوم اور ان کے معتقدین اہل دیوبند اور اہل حدیث کو منکر ضروریاتِ دین تک بھی بتانے کی طاقت نہ ہو سکی۔ والفضل ما شہد بہ الاعداء۔ مگر پھر بر خلاف اس کے آتش بغض و حسد تعصب و عناد و حبِ دنیا و جاہ ملعونہ بھڑک اٹھی کہ بے بنیاد تکفیر کا پہاڑ اپنی گردن پر رکھا گیا۔ اور براہین قاطعہ و حفظ الایمان کے سامنے ہوتے ہوئے پھر آنکھوں پر کفر کی پٹی باندھ کر تمہید ایمان ص۴۲ میں تکفیر کے لیے پٹی کھائی۔ کہ "صریح دشناموں پر اطلاع نہ تھی تو اب سے تکفیر چارہ نہ تھا" کہ من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر۔ جو ایسے کے معذب و کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے۔" ان دشنامیوں کی تکفیر تو اب ۱۳۲۰ھ سے ہوئی ہے۔

حالانکہ یہ محض سفید جھوٹ وافترا ہے۔ کیونکہ اولاً النہی الاکید ۱۳۰۵ھ ص۴۲ میں وہابیوں اہلِ حدیثوں کا صریح کافر ہونا لکھا۔ پھر سبحان السبوح ۱۳۰۷ھ کی تو بنیاد ہی براہین قاطعہ و علمائے معتقدین مولانا شہید مرحوم اہل دیوبند واہلِ حدیث کی تکفیر پر رکھی، اعلی ہذا انباء المصطفےٰ ۱۳۱۸ھ میں صاحب براہین قاطعہ پر دشنامی ذریت شیطانی کفری الزامات ۱۳۲۰ھ سے پہلے ہی دشنامی اللہ ورسول کو گالیاں دینے والے بنا کر بھی ان کی تکفیر نہ کی، مسلمان بتلانے کا اقرار کر کے خود اپنا مذہب بھی اسی کو قرار دیا۔ لہٰذا یہ قولِ تکفیر محض حیلہ و فریب ہے اسی طرح مؤلف اطیب البیان کی بھی کمال عجز بلکہ بددیانتی ہے کہ مولانا شہید مرحوم کی نسبت

تقویۃ الایمان سے توبہ کرنے کا بہتان لگایا اور ان کے کفر میں تو تامل کیا لیکن ان کے متبعین کے کفر میں رجو تقویت الایمان کی اعتقاداً و عملاً تصدیق و تائید کرتے رہے اس لیے کہ بڑے بڑے ائمہ سلف صالحین محدثین و مفسرین مجتہدین اولیاء کاملین کے ارشادات بھی اس کی تائید میں ہیں) ذرا بھی تامل نہ کیا۔ حالانکہ ان الزامات سے وہ اعلانِ برأت کر رہے ہیں جیسا کہ مفصل طور پر اوپر بحوالہ براہین قاطعہ اور حفظ الایمان گزر چکا ہے۔ نیز مولانا اشرف علی صاحب بسط البنان میں دربارہ الزام ہی دشنام و تنقیص نبی صلی اللہ علیہ وسلم حفظ الایمان کے فرماتے ہیں۔

"میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا، میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا۔"

"جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی اس کا خطرہ نہیں گزرا جیسا کہ اوپر معروض ہوا تو میری مراد کیسے ہو سکتا ہے" ایسے ہی مولانا خلیل احمد صاحب دربارہ الزام کفر براہین قاطعہ اپنی برأت المہند صہ ۱۴ و صہ ۱۹ میں فرماتے ہیں۔ ناظرین اہل انصاف کو اس گورکھ دہندہ بلکہ فریب سازی، مکاری، آتش افشانی پر غور کرنا چاہیئے کہ جب مولانا شہید مرحوم تقویۃ الایمان لکھ کر اس پر یقین کرتے ہوئے اس کی تائید میں مناظرے مخالفین سے کرکے اس کے رفع شکوک پر اپنی قربِ شہادت فی سبیل اللہ تک قائم رہے اور جوابات دیتے رہے، اس کے باوجود بقول مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی اور مولوی نعیم الدین کے کفران پر ثابت نہ ہوا۔ لیکن اُن کے معتقدین و متبعین بلا تامل قطعی کافر ہو گئے حتیٰ کہ جو انہیں کافر نہ جانے وہ بھی کافر یہ اُلٹا کفر انہیں پر لوٹے گا!

قتلِ عاشق کسی معشوق سے کچھ دُور نہ تھا
پر ترے عہد سے پہلے تو یہ دستور نہ تھا

اہلِ دیانت خصوصاً اہلِ مراد آباد پر یہ امر منکشف ہے کہ مولوی نعیم الدین صاحب کی ذاتِ گرامی کے باعث ازراہِ عناد جو کچھ شورو شر فتنہ و فساد اُٹھتا رہتا ہے، علماء و صلحاء پر لعن و طعن تبرّا بازی ہوتی رہتی ہے، برملا اپنی مجلسوں میں سامعین سے لعنت کہلوانا کافر و مرتد بنانا، بیویوں پر طلاقیں عائد کرنا، بدزبانی سے ڈاکو خبیث وغیرہم الفاظ نکال کر عام مسلمانوں میں نفاق و شقاق پیدا کرکے اُن کو رسوماتِ شرک و بدعات پر برانگیختہ کرنا، اور اسی میں اپنی روزی و معاش کا مدار جاننا، جس کو مسلمان اہلِ انصاف تو کیا بلکہ ہر مخالفِ اسلام کی بھی تہذیب گوارا

نہیں کرسکتی جیساکہ اس کتاب کی ابتدا میں مولوی نعیم الدین کے ایسے ہی ارشادات و اقوال کی فہرست صفحہ وار مولانا شہید مرحوم کے متعلق پیش کی جا چکی ہے۔ علیٰ ہذا جس زمانہ میں مولوی نعیم الدین صاحب کی آمد ورفت مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں مولوی محمد گل خاں صاحب کے پاس رہتی تھی طلبہ وغیرہم لوگوں سے اسی قسم مذکورہ بالا کے کلام ہوتے رہتے تھے جس کو عرصہ تقریباً تیس وپینتیس سال کا ہوتا ہے لہٰذا لوگوں نے تنگ آکر مولوی محمد گل خاں صاحب سے اُن الفاظ شنیعہ قبیحہ کے متعلق فتویٰ لے لیا جو بجنسہٖ اصلی دستخطی ہمارے پاس محفوظ ہے۔ چونکہ مولوی نعیم الدین نے اپنے رسالہ فیضان رحمت (مصنفہ ۱۳۲۰ھ) صلہ میں مولوی صاحب کی نسبت مدح سرائی میں یہ لکھا ہے "جناب فیض مآب استادی قامع بدعت محی السنّت حضرت مخدومی عین العلماء رأس الفضلاء مولوی محمد گل خاں صاحب حاجی حرمین شریفین دام فیوضہم" اس لیے ناظرین کی خدمت میں وہ فتویٰ بغرض احقاق حق و امتیاز باطل پیش کیا جاتا ہے جو حسب ذیل ہے :۔

"کیا فرماتے علماء دین اس بارہ میں۔ کہ ایک شخص جو علم دین وغیرہ سے اچھی طرح واقف ہے، وہ نہ معلوم کیوں ہمیشہ مدرسہ اسلامیہ دیوبند۔ سہارنپور۔ میرٹھ۔ دہلی۔ مدرسہ شاہی مسجد مراد آباد و مولانا اشرف علی صاحب تھانوی وحضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ گنگوہی و مثل ایسے ہی اسلامیہ مدارس کے علماؤں کو سخت فحش لفظوں میں بُرا کہا کرتا ہے اور بعض اوقات فحش فحش گالیاں دیتا ہے۔ وجہ دریافت کرنے پر جواب دیتا ہے کہ یہ سب لوگ خارج از ایمان ہیں۔ اور بہت سے جھوٹے قصے فرضی گھڑ کر بیان کرتا ہے، کہ ان لوگوں نے ایسا کیا یہ کیا وہ کیا اور جو کوئی شخص ایسے شخص کے سامنے مولانا اشرف علی صاحب یا حضرت گنگوہی کا نام لے دیتا ہے تو جل کر خاکستر ہو جاتا ہے۔ اور پھر یہ شخص اپنے آپ کو اس حالت پر بڑا متقی عالم فاضل مولوی حافظ خیال کرتا ہے۔ پس شخص مذکور آپ کے نزدیک کیسا ہے اور یہ شخص شرعاً کسی سزا کا مستحق ہے یا نہیں اور اس سے اور اس کے ہم خیالوں سے رسم بڑھانا جائز ہے یا ناجائز؟ جواب با صواب بحوالہ کتاب بہت جلد معہ مہر و دستخط وغیرہ مرحمت فرما دیں۔ راقم چند اہل اسلام مراد آبادی"

(الجواب) جو شخص علماء دین کو سبّ وشتم اور سوء ادبی سے یاد کرتا ہو شرعاً موجب تعزیر ہے ہر طرح ایسے شخص سے احتراز لازم اور واجب ہے اور حرکات اس کے عبث و ناجائز ہیں خصوصاً

فحش بکنا بطریق اولیٰ ناجائز ہے اور ممنوع الٰہٰ ایسے آدمی کو ہدایت اور توفیقِ ادب و احترام بزرگان نصیب فرمائے آمین محمد گل بقلم خود

فتویٰ مذکورہ کئی مرتبہ چھپ کر مراد آباد میں شائع ہو چکا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ مولوی محمد گل خاں صاحب کے نزدیک مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولانا اشرف علی صاحب تھانوی (مرحوم) وغیرہ اکابرین صالحین میں سے ہیں۔ نیز مولوی محمد گل خاں صاحب موصوف اپنی مشہور تصنیف ذخیرۃ العقبیٰ مطبوعہ گلزار ابراہیم مراد آباد کے متعدد صفحات پر اکابر علمائے دیوبند کی شان میں کلمات توصیف و مدح کے لکھتے ہیں چنانچہ ص۱۸ میں مرقوم ہے۔ براہین قاطعہ جو مشورہ باہمی علمائے دیوبند اور جناب مولوی رشید احمد صاحب کے تصنیف ہوئی ہے اس کتاب مقدس کے ص۲۶ مطبوعہ ہاشمی میں ان علماء بزرگوار نے الخ جناب من علماء باعمل دیوبند کا اور جناب مولانا رشید احمد صاحب مقتدائے عالم کا حال بخوبی آپ کو واضح ہوا۔"

ایضاً ص۱۵ میں مرقوم ہے "جناب من اس عبارت سے بخوبی مفہوم ہوا کہ ان علماء بابرکت نے ان امور (مولود مروجہ وغیرہ) کا مکروہ اور بدعت ہونا بسبب ضروری اور مؤکد سمجھنے عوام الناس کے ثابت کیا۔"

پس مولوی نعیم الدین کا ایسے علمائے اکابرین صالحین معتقدین مولانا شہید مرحوم اور تصدیق کنندگان تقویۃ الایمان کو خارج از ایمان قرار دے کر کافر و مرتد جاننا معاذ اللہ بلکہ جن کو ایسا نہ جانتے اکابرین صالحین میں سے جانتے جس طرح مولوی محمد گل خاں صاحب نے مقتدائے عالم بابرکت باعمل جانا تو اس کو بھی کافر خارج از ایمان جاننا بقول مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے جو ایسے کے معذب و کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے، تو خود مولوی نعیم الدین کا اپنے قول سے اپنے اور اپنے استاد پر کفر عائد ہوا۔

اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی ! ہوتا ہے جو خراب وہ تیرا ہی گھر نہ ہو

علیٰ ہٰذا مولوی حشمت علی خاں صاحب مرحوم شاذلی مولوی نعیم الدین کے مقتداء ملا اشرف شاذلی کے پیر روئیداد جلسہ دستار بندی مدرسہ شاہی مسجد مراد آباد ۱۳۰۱ھ ص۲۶ اپنے قصیدہ میں اکابر علماء و صلحاء اہل دیوبند معتقدین مولانا شہید مرحوم کی شان و مدح میں لکھتے ہیں:۔

عالم اکمل رئیس الاذکیاء — حافظ تفسیر قرآن مجید
مولوی قاسم نانوتوی — آنکہ بود اندر زمانِ خود وحید
در حذاقت از فلاطون بیشتر — در سخن ثانی ز سحبان و لبید
چون شرف بخش مراد آباد شد — دید علم و فضل را قحطِ شدید
مدرسہ از چندہ جاری ساختہ — تا شوند از وے ہمہ کس مستفید
داشت ہر کس ہمتے از خاص و عام — چندۂ اورا بجان و دل گزید
اولاً غرباء کفیل او شدند — پسترش امراء رؤسائے عدید
بار نظمش پنج کس برداشتند — ہر یکے در خیر اندیشی فرید
اوّل اقدم رئیس دین پناہ — حق منش مقبول درگاہ مجید
آنکہ کارش کار یزدان ست بس — ہمتش مقصود اوصاف حمید
تا بجولانگاہ بحث آورد در — دشمن دیں در گریبان سر کشید
از تلافیٔ محمد یا علے — اسم والائش ہمی گردد پدید
ثانیاً سترِ خلیل ارباب سخن — در طریق نکتہ پردازی فرید
حامیٔ دین خیر خواہِ مسلمین — مقتدانا مولوی عبد الرشید
ثالثِ شان اوستادی مرشدی — آنکہ شد خلقے ز علمش مستفید
سینہ اش بحرِ محیطِ علم دین — گنج معنی را زبانِ او کلید
مولوی احمد حسن کندر کمال — دیدۂ عالم ندید او را ندید
رابع الیشان کرم فرمائے من — آنکہ در اقرانِ خود باشد وحید
حاجی اکبر کہ از فرطِ سخا — کرد خود را وقف این کارِ سعید
میرزا صاحب کہ حسنِ سیرتش — عالمے را زیر دامِ خود کشید
گر محمد با نبی منضم کنی — نام نامیش شود بر تو پدید
آن جہان دادند دانہ اہتمام — کآفریں خوان شد برایشا ہر کہ دید
ربِّ احرسہا بعین لطفک — من شر درکل شیطان مرید
بائے تا رنج شکست و حشمت وگفت — کہ خوشا جلسۂ طرب انگیز

از خود مولوی نعیم الدین رسالہ فرائد النور ۱۳۲۵ھ صد ۱۲ میں مولانا حکیم محمد ہدایت العلی ۱۳۰۱ھ

صاحب مرحوم تلمیذ رشید حضرت میاں صاحب مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو" مکرمی جناب مولوی حکیم ہدایت علی صاحب السلام علیکم لکھا ہے۔
کیا عجیب بات ہے کہ پس مولوی نعیم الدین کے مقتدا مولوی حشمت علی خاں صاحب مرحوم نواکابر حضرات دیوبند اور علماء و صلحاء اہل مراد آباد مدرسہ شاہی مسجد معتقدین مولانا شہید مرحوم کو اپنا پیشوا، مقتدا، استاد و مرشد، بحر العلوم، دین رئیس الاذکیا، یکتائے زمانہ، وغیرہ محامد اوصاف سے ملقب فرما دیں اور ان کے ناخلف اپنی جہالت و خباثت طینی سے بزرگان دین صاحب فضل و کمال کو کافر و مردود ٹھہرائیں اور جو ان کو کافر نہ جانے وہ بھی کافر ہو گیا۔ معاذ اللہ عن سُوءِ الاعتقاد الخبیث ـــــ چنانچہ مولوی نعیم الدین صاحب کے خاں صاحب بریلوی احکام شریعت حصہ اول صک میں لکھتے ہیں:۔

" وہابیہ دیوبندیہ کہ اپنے آپ کو خاص اہلسنت و جماعت کہتے حنفی بنتے چشتی نقشبندی بنتے نماز روزہ ہمارا سا کرتے ہماری کتابیں پڑھتے پڑھاتے اور اللہ و رسول کو گالیاں دیتے ہیں یہ سب سے بدتر زہر قاتل ہیں"

ایضاً صـ۹۴ میں لکھتے ہیں:۔

" وہابی کا کوئی حق نہیں کہ وہ مرتد ہیں"

ایضاً صـ۹۶ میں لکھتے ہیں:۔

" وہابی دیوبندی وہابی غیر مقلدان سب کے ذبیحے محض نجس و مردار و حرام قطعی ہیں اگرچہ لاکھ بار نام الٰہی لیں اور کیسے ہی متقی پرہیزگار بنتے ہوں کہ یہ سب مرتد ہیں"

ایضاً صـ۹۲ میں لکھتے ہیں:۔

" دیوبندی وغیرہ کہ نہ ان کی نماز نماز ہے، نہ ان کے پیچھے نماز نماز بالفرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو اور کوئی مسلمان امامت کے لیے نہ مل سکے تو جمعہ و عیدین کا ترک فرض ہے جمعہ کے بدلے ظہر پڑھے" اور عرفان شریعت بریلویہ نعیمی پریس مراد آباد صـ۲۳ میں ہے"
رد نانوتوی و دیوبندی کی نسبت صاف صریح تصریح ہے کہ
جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے نہ کہ مسلمان سمجھنا نہ کہ صاحب ارشاد جاننا نہ کہ پیر بنانا"

ایضاً فتاویٰ رضویہ جلد اول صـ۱۹۱ میں لکھا:۔

"مصافحہ کرنا تو خود ہی حرام قطعی گناہ کبیرہ ہے اگر بلا قصد بھی اُن کے بدن سے چھو جائے تو وضو کا اعادہ مستحب ہے"

ایضاً ص۳۶ میں لکھا:-

"دیوبندی غیر مقلد خذلھم اللہ تعالیٰ اجمعین"

ایضاً ملفوظ حصہ اول بریلویہ ص۶۶ میں لکھا:-

"وہابی وغیرہ کفار مرتدین کے جنازہ کی نماز انہیں ایسا جانتے ہوئے پڑھنا کفر ہے"

ایضاً ص۹۵ میں لکھا:-

"وہابیوں کی بنوائی ہوئی مسجد مسجد ہے یا نہیں۔ارشاد کفار کی مسجد مثل گھر کے ہے"

"خلیل احمد رشید احمد اشرف علی کے کفر میں جو شک کرے وہ خود کافر من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر۔"

پس جبکہ مولوی نعیم الدین اینڈ کمپنی کے زعم باطل میں علمائے دیوبند و اہل حدیث مرتد ٹھہرے، ان کا ذبیحہ محض نجس، مردار، حرام قطعی ہوا، نہ ان کی نماز، نہ ان کے پیچھے نماز درست ٹھہری، بلکہ جو ان کو مسلمان جانے وہ بھی کافر ہے، حتیٰ کہ ان سے مصافحہ کرنا حرام قطعی، بلا قصد بدن سے بدن چھو جانے سے اعادۂ وضوء ہونا، ان کے جنازہ کی نماز پڑھنے سے کافر ہو جانا، ان کی مسجد بنوائی کا حکم مثل گھر کے ہونا کہ ..... ہے وہاں پاخانہ پیشاب کرو نجاسات ڈالو (استغفر اللہ)

لہٰذا مراد آباد کے فرقہ نعیمیہ کے نزدیک ذبیحہ قصابان اور معتقدین علمائے دیوبند مدرسہ شاہی مسجد سب مردار خور و حرام قطعی کے ہو کر کافر و مرتد ہو گئے پھر کس قدر بکثرت لوگ ایسے ہیں جو علمائے مدرسہ شاہی مسجد و مولانا سید محمد فاخر علی صاحب امام شہر جامع مسجد و عیدگاہ کی امامت کے ساتھ ہزاروں کی تعداد میں ان کو مسلمان و بیدار مقتدا جان کر نماز پڑھتے ہیں، اور نماز جنازہ ان سے پڑھواتے ہیں، کیونکہ شہر کی بڑی اور مشہور مساجد میں جامع مسجد اور شاہی مسجد ہی ہے، تو یہ سب امام و مقتدی مولوی نعیم الدین کے زعم باطل میں کافر و مرتد بے ایمان خارج از اسلام ہو گئے پھر ان میں ایسے بھی ہیں جو دونوں کی اقتداء میں نماز پڑھ لیتے ہیں، آپس میں سلام و کلام، مصافحہ، کھانا پینا، شادی غمی، میں شرکت میل و ملاپ رکھتے ہیں حتیٰ کہ مولوی نعیم الدین کا فرائد النذر میں مولانا حکیم ہدایت العلی صاحب اہل حدیث مرحوم کو السلام علیکم لکھنا زمانہ اجراء تکفیر ۱۳۲۰ھ کے بعد ۱۳۲۵ھ میں مرقوم ہو چکا ہے

تو کیا خود مولوی نعیم الدین صاحب مع اپنے سب فرقہ کے کافر و مرتد ٹھیریں گے، پناہ بخدائے لایزال مگر اصل یہ ہے کہ مولوی نعیم الدین کا یہ اختراعی طریقہ فتنہ انگیز ہے جس سے تفریق پیدا کرنا مقصود ہے عوام (جو رسومات و بدعات گور پرستی میں منہمک اور اس کے خوگر اکثر ہوتے ہیں) کی تائید میں ان کا ہم پیالہ ہم نوالہ ہونا محض دنیا طلبی زر اندوزی کے لیے ہے ان کو اپنی طرف مائل کرتے اپنی وجاہت قائم کرنے کے لیے ہے متقدر علماء مانعین رسومات و ممنوعات کو کافر و مرتد بتانا اس لیے ہے کہ عوام اس کید و فریب میں جلد پھنس جائیں گے اگر وہ عوام کو اتفاق و اتحاد کی ترغیب دلاتے شرک و بدعت رسومات سے روکتے خالص توحید و سنت کی ان کو تاکید کرتے دجو اصل اصول دین اسلام ہے جس کی مکمل تشریح قرآن و حدیث و اقوال ائمہ سلف مسلمات سے جو بتائید تقویۃ الایمان واضح ہو چکی ناظرین اس کے ہر مسئلہ کو تنقید و تحقیق کے ساتھ ملا کر دیکھیں) تو پھر یہ نفاق و شقاق کیوں پیدا ہوتا۔

حنفی اہل حدیث کے اختلاف کی حقیقت

اسی کے باعث تو حلوا مانڈہ چلا ہوا ہے حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ تمام علمائے دین اصولاً عقیدۃً عملاً کتاب و سنت پر متحد ہیں گو بعض جزئیات و فروعات فقہیہ قیاسیہ حنفیہ مالکیہ شافعیہ حنبلیہ میں مختلف ہوں بلکہ با وجود ہوتے اصول واحد کے فروع فقہیہ کو ترک کرنا بھی عقیدہ میں داخل اور عمل میں جاری ہے، چنانچہ فقہ حنفیہ کا مستند فتاویٰ شامی یعنی رد المختار ہے جس کی توصیف اوپر مولوی صاحب سے ہم متعدد دفعہ نقل کر چکے ہیں کہ "شامی جو اہل سنت و جماعت کی بہت معتبر کتاب ہے اور علماء ہند وغیرہ کا اس کی روایتوں پر عمل ہے"
"رد المختار رد المحتار کا سب سے نفیس زحاشیہ فقہ کی کمال معتبر کتاب علامہ ابن عابدین شامی کی مصنفہ ہے")

اسی رد المختار شامی جلد اول مطبوعہ مصری ص۴۸،۵۴ و ص۲۶۹ میں مرقوم ہے :

فقد صح انه قال اذا صح الحديث	بے شک یقین کو پہنچا ہے اور دین سے کہ انہوں
فهو مذهبي وقد حكى ذلك ابن	نے فرمایا جب صحت کو پہنچ جائے، حدیث
عبد البر عن ابي حنيفة وغيره من	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تو وہی ہمارا مذہب ہے
الائمة اه ونقل ايضا الامام الشعراني	جیسا کہ ابن عبد البر نے امام ابو حنیفہ وغیرہ سے

عن الائمة الاربعة وامالوا صلى يوما على مذهب واراد ان يصلى يوما اخرعلى غيره فلا يمنع منه لما قدمناه فى الخطبة عن الحافظ ابن عبد الله والعارف الشعرانى عن كل من الائمة الاربعة انه قال اذا صح الحديث فهو مذهبى۔

نقل کیا ہے، نیز امام شعرانیؒ نے بھی چاروں اماموںؒ سے کہ اگر نماز پڑھے ایک دن ایک مذہب کے موافق اور ارادہ کرے کہ نماز پڑھے دوسرے دن دوسرے مذہب کے طور پر تو اس سے بھی امر مانع نہیں ہے کیونکہ ہم نے شروع خطبہ میں نقل حافظ ابن عبد البرؒ اور عارف شعرانیؒ کے چاروں اماموں سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا جب صحیح ثابت ہو جائے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو وہی ہمارا مذہب ہے"

نیز اسی ردالمختار ص۳۵ میں مرقوم ہے۔

فاخرج نفسك من ظلمة التقليد و حيرة الاوهام واستضئ بمصباح التحقيق فى هذا المقام۔

"نکال تو اپنے نفس کو تقلید کی اندھیریوں اور اس کی حیرت اوہام میں مبتلاء ہونے سے اور روشنی حاصل کر تحقیق کے چراغ سے"

اور ایسی ہی صراحت دیوبندی اور بریلوی اکابر دونوں سے ثابت ہے۔ چنانچہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی از اکابر علماء دیوبند کا فتوٰی فتاوٰی رشیدیہ حصہ دوم ص۱۱ میں مرقوم ہے:۔

سوال۔ مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب کہ جو دہلی میں محدث ہیں جو لوگ ان کو مردود اور خارج اہل سنت سے جانتے ہیں اور لامذہب کہتے ہیں، آیا یہ کہنا ان کا صحیح ہے یا نہیں باوجود صحیح ہونے کے ایسے لوگ فاسق بدکار ہیں یا نہیں اور مولانا صاحب کے عقائد اور اعمال موافق اہل سنت والجماعت ہیں یا نہیں اور حضرت سلمہ کے عقائد اور مولانا صاحب کے عقائد میں کچھ فرق ہے یا متفق ہیں گو بعض جزئیات میں یا اکثر میں مخالف ہو تو یہ کچھ ایسا امر نہیں ہے جس کی وجہ سے ان کو ایسا گمان کیا جائے جواب بطور بسط کے ارقام فرمائیں کیونکہ ایک عالم ان کو لعن و طعن کرتا ہے اور بدتر فاسقین سے جانتا ہے فقط

سلہ طبع اول افضل المطابع مراد آباد ۱۳۲۴ھ (ع۔ح)

الجواب بندہ کو ان کا حال معلوم نہیں اور نہ میرے ساتھ ان کو ملاقات ہے لیکن لوگ ان کے حال کے بیان میں مختلف ہیں اگرچہ ان کو مردود اور خارج اہل سنت سے کہنا بھی سخت بیجا ہے عقائد میں سب متحد مقلد غیر مقلد ہیں البتہ اعمال میں مختلف ہوتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم
رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مہر: رشید احمد ۱۳۰۱)

علیٰ ہذا مولانا گنگوہی موصوفؒ سبیل الرشاد ص۷، ۹، ۲۰، میں فرماتے ہیں "جب خود شارع کا حکم موجود ہے تو کسی کے قیاس کی کیا ضرورت ہے کیونکہ خلاف حکم نص کے قیاس سے ثابت کرے گا تو وہ فعل ابلیس کا اور جو موافق نص کے ثابت ہوگا تو لا حاصل ہوگا"
"پس اگر خطا بتحقیق معلوم ہو جائے تو اس کو رد کرنا ضرور ہے"
"الغرض بعد ثبوت اس امر کے کہ یہ مسئلہ اپنے امام کا خلاف کتاب و سنت کے ہے ترک کرنا ہر مومن کو لازم ہے اور کوئی عامی بعد وضوح اس امر کے اس کا منکر نہیں ایسے ہی مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی حاشیہ حیات الموات ص۹۵ میں لکھتے ہیں۔

"مولانا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب الخطبہ میں فرماتے ہیں۔

قول الصحابی حجۃ یجب تقلیدہ	ہمارے نزدیک قول صحابی حجت ہے جب تک
عندنا مالم ینفہ شئی من السنۃ اقول	کسی سنت کے خلاف نہ ہو"
وھذا لا یختص بقول الصحابی فان	میں (احمد رضا) کہتا ہوں اور یہ قول صحابی
کل دلیل یترک لدلیل اقوی منہ۔	کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر دلیل چھوڑ
(بحوالہ رد المحتار اور کبیری ص۲۳۹)	دی جائے زیادہ قوی دلیل کے سامنے۔

ایضاً ص۲۰۰ حیات الموات میں لکھتے ہیں۔
"بلکہ علماء کرام کو اس میں اختلاف ہے کہ عقائد میں تقلید مقبول بھی ہے یا نہیں اللہ کو ایک رسول کو سچا جنت و نار کو موجود سوال و عذاب و نعیم قبر حق جانتے ہیں اس کا کوئی محل نہیں کہ فلاں فلاں مشائخ ایسا فرماتے تھے محض ان کے اعتبار پر مان لیا ہے"
ایضاً ص۲۰۳ "مثلاً قیاس دلیل شرعی ہے مگر نص کے آگے نامقبول نیز فتاویٰ رضویہ جلد اول ص۳۸۳ میں لکھتے ہیں۔

ان اخذنا بقول امامنا لیس تقلیداً	"اختیار کرنے اپنے امام کے اقوال کا نام تقلید شرعی نہیں

شرعیا لکونہ عن دلیل شرعی انما ھو تقلید عرفی لعدم معرفتنا بالدلیل التفصیلی اما التقلید الحقیقی فلا مساغ لہ من الشرع وھو المراد فی کل ما ورد من ذم التقلید قال المدقق البھاری فی مسلم الثبوت التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجۃ کاخذ العامی والمجتھد من مثلہ فالرجوع الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الاجماع لیس منہ وکذا العامی الی المفتی والقاضی الی العدول لا یجلب النص ذلک علیھما۔

ہے کیونکہ ان کا ماننا دلیل شرعی (فاسئلوا اہل الذکر واولی الامر منکم الخ) کے اعتبار سے ہے ہاں یہ تقلید عرفی ضرور ہے، بوجہ نہ جاننے دلیل تفصیلی کے تقلید حقیقی کا تو شرع میں کچھ بھی گزر نہیں ہے اور جہاں تقلید کی مذمت وارد ہے اس سے یہی مراد ہے فرمایا محقق بھاری نے مسلم الثبوت میں تقلید عمل کرنے غیر کے قول پر بلا دلیل کا نام ہے جس طرح اختیار کرنا بے پڑھے گا اور مجتہد کا آپ جیسے سے پس رجوع کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور اجماع کی طرف نہیں ہے یہ تقلید اور اسی طرح بے پڑھے کا مفتی کی طرف اور قاضی کا گواہوں کی طرف بوجہ ثابت ہونے نص کے ان دونوں میں۔"

✧

نیز مولوی صاحب بریلوی کی مستند فقہ حنفی کی کتاب جس کے متعدد حوالے فتاویٰ رضویہ جلد اول ص۲۲ وص۴۹۶ و ص۵۰۰ میں مرقوم ہیں یعنی چلپی حاشیہ شرح وقایہ ص۱۳۹۵ میں ہے و۔

ان کان الضلال امرءً فالتقلید امہ فلا جرم ان الجاھل یؤمہ

"اگر گمراہی کوئی شے یا کسی چیز کا نام ہے تو تقلید اس کی ماں یعنی جڑ ہے پس بلاشبہ تقلید جاہل ہی کرتا ہے۔"

✧

نیز مولوی صاحب بریلوی کے والد مولوی نقی علی خانصاحب رسالہ افضل العلم والعلماء (حسنی پریس بریلی) ص۱۲ میں لکھتے ہیں" جو لوگ تقلیداً دین پر ثابت رہیں گے نام کے مسلمان رہ جاویں گے"۔

تقلید شخصی کی حیثیت شرعی

مولوی صاحب بریلوی وغیرہ کے اقوال سے معلوم ہوا کہ شرعاً تقلید حقیقی جو عموماً شائع ہو رہی ہے محض بے اصل بلا ثبوت، قابل مذمت و گمراہی ہے جس کی توضیح مدلل و مفصل ائمہ سلف محققین اور خود مولوی صاحب سے بکثرت نقول کے ساتھ شروع کتاب میں گزر چکی ہے، کہ تقلید نا سدید خواہ اعتقادیات میں ہو

خواہ فرعیات میں ممنوعات میں سے ہے کیونکہ تقلید تو بغیر دلیل وحجت کسی کے قول پر عمل کرنے کا نام ہے اور جو دلیل کے ساتھ ہو جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح فرمان یا لبے پڑھے کا مفتی عالم کے فتویٰ پر عمل یا قاضی کے گواہوں پر اعتماد کرنا اس کا نام تقلید نہیں ہے بوجہ ثبوت صریح کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پارہ ۳ سورۂ بقر میں فرمایا:۔

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ "اور گواہ کرو دو گواہ اپنے مردوں میں سے"۔

اور پارہ ۶ سورۂ مائدہ میں فرمایا:۔

كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ۔ "کھڑے ہو جایا کرو اللہ کے لیے گواہی دینے کو انصاف کی"

اور پارہ ۲۸ سورۂ طلاق میں فرمایا:۔

وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ۔ "اور گواہ کرو دو معتبر اپنے میں کے اور ٹھیک دو گواہی اللہ کے لیے"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

الا اخبركم بخير الشهداء الذی يأتی بشهادته قبل ان يسألها ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قضی بيمين وشاهد۔ (رواہ مسلم) "کیا نہ خبر دوں میں تم کو بہتر گواہی دینے والوں کی وہ لوگ ہیں جو گواہی دینے کو آتے ہیں بلا سوال کئے"۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا ساتھ قسم اور گواہی کے"

پس جس طرح تقلید بے دلیل کسی کے قول کے ماننے کا نام ہے اور اس کا شرعاً بے اصل وبے ثبوت وممنوع ہونا کلام ائمہ دین وفقہاء محققین حنفیہ ومستند علماء سے واضح ہو چکا بلکہ نصوصِ قرآن وسنت کے خلاف ہونا بھی۔

تقلیدِ شخصی اور مولانا شہیدؒ اسی طرح مولانا شہید مرحوم اور آپ کے جدِ امجد حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے ارشادات سے بھی یہی ثابت ہے چنانچہ ایضاح الحق ص ۷۶ میں فرماتے ہیں:۔

ہرکس را تحقیق احکام قیاسیہ واشغال صوفیہ وقوانین عربیہ ضرور نیست و "ہر کسی کو تحقیق احکام قیاسی اور اشغال صوفیہ اور قواعد عربیہ کی ضرورت نہیں ہے اور ہر بد ہونا اور مقلد

ارادہ وتقلید شخصے معیّن از مجتہدین ومشایخ
درارکان دین نہ بلکہ ہمیں قدر کافیست کہ
مستفتی کہ حاجتے پیش آید از کسے از ایشان
استفسار کردہ شود نہ آنکہ ارادہ وتقلید ہم
مثلِ ایمان بالانبیاء از ارکانِ دین شمردہ
شود ولقب حنفی وقادری بمثابہ لقب
مسلمان وسنّی اظہار کردہ شود وامتیاز
از شافعیاں وچشتیاں مثل امتیاز از کفار
وروافض از لوازمِ دین شمردہ شود وانتقال را
از مذہبے بمذہبے یا طریقہ بطریقہ
مثل ارتداد وابتداع ویلقی موجب قتل
وہتک معدود کردہ شود[1]۔ بالجملہ غرض
ازایں کلام آنکہ اشتغال بہ تفتیش ظاہر کتاب
وسنّت وتعلم وتعلیم آں خواہ بخواندن باشد
خواہ باستماع مضامین آں وسعی در
اشاعت آں از جنس اکل وشرب و
لباس است کہ مدار زندگانی برآنست
واشتغال باحکام فقہیہ معتبرہ واشغال
صوفیہ نافعہ از قبیل مداواة ومعالجہ است
کہ عند الضرورت بقدرِ حاجت بعمل
آرند وبعد ازاں بکار اصلی خود مشغول
باشند وعنوان وشعار خود محمدیّہ خالصہ
وسنّتِ قدیم باید داشت نہ تمذہب

ہونا کسی شخص معیّن کا مجتہدوں اور مشائخوں سے
ارکانِ دین میں نہیں ہے بلکہ اسی قدر کافی ہے
کہ جس کو حاجت پیش آوے کسی سے ان لوگوں
میں سے پوچھ لے نہ یہ کہ مرید اور مقلّد ہونا مانند
ایمان کے ساتھ نبیوں کے رکن دین سے گنا جائے
اور لقب حنفی اور قادری مانند لقب مسلمان اور
سنّی کے ظاہر کیا جائے اور فرق شافعیوں اور
چشتیوں سے مانند فرق کافروں اور رافضیوں کے
لازمۂ دین سے گنا جائے اور منتقل ہونا ایک مذہب
سے دوسرے مذہب کی طرف یا ایک طریقہ سے
طرف دوسرے طریقہ کے مانند مرتد اور بدعی اور
مبتدع ہونے کے سبب قتل اور ہتکِ عزّت کا ہووے"
ماحصل یہ کہ شغلِ دریافت ظاہر قرآن اور حدیث کا
اور سیکھنا اور سکھانا اس کا خواہ پڑھنے سے ہو خواہ
سننے سے اور کوشش اس کے مشہور کرنے میں قسم
کھانے اور پینے سے ہے کہ مدار زندگانی کا اس پر ہے اور
مشغول ہونا ساتھ احکام فقہیہ معتبرہ اور اشغالِ صوفیہ کے
جو مفید ہیں قسم دوا اور علا ج سے ہے کہ وقتِ
ضرورت بقدر حاجت عمل میں لائے اور بعد
اس کے اپنے اصلی کام میں مشغول ہوں اور سرنامہ اور
لباس اپنا محمدیت خالص اور طریقہ سنّت ہمیشہ چاہیے رکھنا
کہ اختیار کرنا مذہب کسی خاص کا اور داخل ہونا طریقہ خاص
میں بلکہ سب مذہبوں اور طریقوں کو مثل دوکان عطار کے

---

[1] نیز دیکھئے تفہیمات: ۲۰ الہیہ ص ۱۵۱ ج ۱ (ع۔ح)

خاص وانسلاک در طریقہ مخصوصہ بلکہ مذہب
وطرق را مثل دکاکین عطارین باید شمرد و
خود را از منسلکان جیش محمدی
پس چنانکہ سپاہیان را عنوان سپہ گری
شعار است واعلاء کلمۂ سلطانی کاروبار و
وقتیکہ بر دوائے محتاج میشوند از ہر دو
کہ بدست آید میگیرند و بقدر حاجت
بعمل می آرند و باقی را برائے وقت
ضرورت نگاہ میدارند و بکاروبار خود مشغول
میباشند ہمچنین محمدیہ خالصہ را شعار خود
باید کرد و اقامت ظاہر سنتہ را کاروبار
خود باید ساخت و احکام فقہیہ صحیحہ را
و اشغال صوفیہ معتبرہ را کہ خالی از
شوب فساد و بدعت باشد
بقدر حاجت استعمال باید کرد و زیادہ
از حاجت بآن توغل نباید کرد حاصل
کلام آنکہ احکام فقہیہ کہ مجتہدین سابقین
مسلم الاجتہاد آن را بقیاسات صحیحہ استنباط
نمودہ اند بے شک از قبیل سنت است
اما از جنس سنتہ حکمیہ کہ در جنب سنتہ حقیقیہ
بجوئے نمے ارزد پس افراط و غلو در آن
از قبیل بدعت است اھ

کے گنا چاہیے اور اپنے آپ کو داخل لشکر محمدی ہی کرنا
چاہیے پس جیسا کہ سپاہیوں کا عنوان سپہ گری کا
لباس ہے اور بلند کرنا کلمہ بادشاہی کا کاروبار اور جس وقت
دوا کے محتاج ہوتے ہیں جس دوکان سے کہ ہاتھ
آئے لے لیتے ہیں اور بقدر حاجت استعمال کرتے
ہیں اور باقی کو واسطے ضرورت کے نگاہ رکھتے ہیں
اور اپنے کاروبار میں مشغول رہتے ہیں اسی
طرح خالص محمدیوں کو طریقہ اپنا کرنا چاہیے
اور قائم رکھنے ظاہر سنت کو کاروبار
اپنا کرنا چاہیے اور احکام فقہ کو کہ
صحیح ہوں اور اشغال صوفیہ معتبرہ کو
جو خالی آمیزش فساد اور بدعت سے ہوں بقدر
حاجت استعمال کرنا چاہیے اور زیادہ حاجت
سے اس میں مشغول نہ رہے حاصل کلام یہ ہے
کہ احکام فقہیہ مجتہدوں پہلوں کے کہ جن
کا اجتہاد مسلم ہے کہ ان حکموں کو قیاسات
صحیحہ سے نکالا گیا ہو بے شک قسم
سنت سے ہیں مگر قسم سنت حکمیہ سے
کہ مقابل سنت حقیقی کے جو برابر بھی
نہیں پس زیادہ اور مبالغہ اس
میں قسم بدعت سے ہے۔"

علی ہذا مولانا شہید مرحوم اصول فقہ صـ ۱۶۷ میں فرماتے ہیں:-

الترجیح بکثرة المقلدین باطل لیس
للمسلمان یقلد احدا۔ التقلید لیس

"مقلدین کی کثرت سے ترجیح باطل ہے" "مسلمان
کو کسی کی تقلید نہ کرنی چاہیے" "تقلید واجب

بوجب التقلید بالمعین لیس بواجب ۔

نہیں" " نہ کسی خاص مقرر شخص کی تقلید واجب ہے "

نیز مولانا شہید مرحوم منصب امامت صفحہ ۹۸،۹۷ میں فرماتے ہیں :۔

چنانکہ اجتہاد مجتہدین و قیاسات قائسین
وقتیکہ مقابل نص قطعی می شود بلا ریب
از پایۂ اعتبار ساقط می گردد ہرگز عمل بر
امور مذکورہ بر تقدیر مخالفت نص جائز
نیست ۔ منتہائے ہمت اہل آں زمان
ہمیں بود گرفتن چندے از مسائل فقہ
می شوند تا بایں حیلہ جان خود را از گزند
سلطان وقت محفوظ دارند و بدخواہ
را باآں ملزم و مفحم گردانند پس گزندے
عظیم بروح شرع از و میرسد اگرچہ
قالب شرع تمام می نماید۔

"جس طرح کہ مجتہدین کا اجتہاد اور قیاس کرنے والوں
کا قیاس اس وقت کہ نص قطعی قرآن وحدیث
کے مقابل ہوتا ہے، بلا شک پایہ اعتبار سے ساقط
ہوتا ہے ہرگز عمل امور مذکورہ پر درصورت مخالفت
نص کے جائز نہیں ہے۔ اس زمانے والوں کی ہمت
منتہا انہیں چند مسائل فقہیہ کا یاد کرنا ہے تاکہ اس
حیلہ سے اپنی جان کو سلطان وقت کی ایذا اور
آزار سے محفوظ رکھیں اور بدخواہ کو
اس کے ساتھ ملزم اور ساکت ٹھہرادیں
پس روح شرع شریعت کو ان سے سخت
نقصان پہنچتا ہے اگرچہ قالب شرع
معلوم ہوتا ہے۔"

نیز مولانا شہید مرحوم تنویر العینین صفحہ ۳۴ میں فرماتے ہیں ۔

وقد غلا الناس فی التقلید و تعصبوا
فی التزام تقلید شخص معین حتی
منعوا الاجتہاد فی مسئلۃ و منعوا
تقلید غیر امامہ فی بعض المسائل
وھذا ھی الداء العضال التی اھلکت
الشیعۃ فھؤلاء ایضا اشرفوا
علی ھلاک الا ان الشیعۃ قد بلغوا
اقصاھا نجوزوا (رد) النصوص
بقول من یزعمون تقلیدہ و

"بہت غلو کیا ہے لوگوں نے تقلید کے بارہ میں اور
تعصب کیا ہے لازم کر لینے میں اپنے اوپر ایک شخص معین
کی تقلید کو یہاں تک کہ ایک مسئلہ میں بھی اجتہاد
کرنے کو موقوف کر دیا اور منع کر دی تقلید
سوائے اپنے امام کے بعضے مسئلوں میں بھی
اور یہ وہ سخت بیماری ہے جس نے ہلاکت میں ڈالا
شیعہ فرقہ کو سو یہ لوگ بھی قریب پہنچے ہیں ہلاک
ہونے کے مگر فرق اتنا ہے کہ شیعہ نہایت درجے کو
ہلاک کے پہنچ چکے، سو تجویز کرنے لگے نصوص کے رد

هؤلاء اخذوا فيها واولوا الروايات المشهورة الى قول امامهم والحق تاويل قول الامام الى روايات ان قبل والا فالترك ۔

کرتے کو کہتے پر اس شخص کے کہ قائل ہیں اس کی تقلید کے اور ان لوگوں کی یہ چال ہے کہ پھیرنے لگے ہیں مشہور مشہور روایتوں کو اپنے امام کی بات کی طرف اور چاہیئے یہ کہ پھیریں اپنے امام کی بات کو ان کو روایتوں کی طرف اگر قبول ہونے کے قابل ہوں قبول کریں اور نہیں تو امام کی بات کو چھوڑ دینا چاہیئے ۔"

٭

ایضاً[۳۸] وليت شعرى كيف يجوز التزام تقليد شخص معين مع تمكن الرجوع الى الروايات المنقولة عن النبي صلى الله عليه وسلم الصريحة الدالة خلاف قول الامام المقلد فان لم يترك قول امامه ففيه شائبة من الشرك كما يدل عليه حديث الترمذي عن عدي بن حاتم ۔

"افسوس ہے کہ کیونکر جائز ہوگا لازم کر لینا ایک شخص معین کی تقلید کو باوجود قدرت کے رجوع کرنے پر ان روایتوں کی طرف جو منقول ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صاف صاف اور دلالت کرتی ہیں خلاف پر اس امام کے قول کے جس کی تقلید لازم کی گئی ہے پھر اگر نہ چھوڑی کسی نے اپنے امام کی بات تو اس کے دل میں شائبہ شرک گھسا ہوا ہے جس طرح دلالت کرتی ہے اس پر حدیث ترمذی کی عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے الخ"

نعلم من هذا ان اتباع شخص معين بحيث يتمسك بقوله وان ثبت على خلافه دلائل من السنة والكتاب ويأول الى قوله شوب من النصرانية وحظ من الشرك والعجب من القوم لا يخافون من مثل هذا الاتباع بل يحيفون تاركه ۔

"معلوم ہوا اس حدیث ترمذی سے کہ تقلید کرنا شخص معین کی اس طرح کہ تمسک کرے اس کے قول کے ساتھ اور اگرچہ ثابت ہوں خلاف اس کے دلائل کتاب وسنت سے اور تاویل کرے کتاب وسنت کو امام کے قول کی طرف اس میں شبہہ ہے نصرانیت کا اور حصہ ہے شرک کا اور تعجب ہے ان لوگوں سے جو خوف نہیں کرتے اس طرح کی تقلید سے بلکہ ظلم کرتے ہیں اس کے چھوڑنے والے پر۔"

تقلید اور شاہ ولی اللہ

علیٰ ہذا مولانا شہید مرحوم کے جدّ امجد مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تفسیر الفوز الکبیر صـ میں فرماتے ہیں :-

اگر نمونہ یہود خواہی کہ بینی علماء سوء کہ طالب دنیا باشند وخوگر بہ تقلید سلف ومعرض از نصوصِ کتاب وسنّت وتعمّق و تشدّد یا استحسان عالمے رامستند ساختہ از کلام شارعِ معصوم بی پروا شدہ باشند واحادیث موضوعہ وتاویلاتِ فاسدہ رامقتدائی خود ساختہ باشند تماشا کن کانہم ہم

"اگر نمونہ یہود دیکھنا ہو تو ان علمائے سوء کا تماشہ دیکھ جو طالبِ دنیا خوگر تقلید سلف کے نصوص کتاب و سنّت سے اعتراض کرنے والے ایک عالم کی بات کو اچھا جان کر کلام شارعِ معصوم سے بے پرواہ ہونے والے اور احادیثِ موضوعہ وتاویلاتِ فاسدہ کو اپنا پیشوا بنانے والے ہیں دیکھ کہ ہو بہو یہود ہیں۔"

نیز شاہ صاحب موصوف التفالۃ الوصیۃ کی اوّل وصیّت میں فرماتے ہیں۔

ودائماً تفریعات فقہیہ را بر کتاب وسنّت عرض نمودن آنچہ موافق باشد در حیّز قبول آوردن والا کالای بدیرلشین نخاوند داون امت را ہیچ وقت از عرض مجتہدات بر کتاب وسنّت استغنا حاصل نیست و سخن متقشفۂ فقہاء کہ تقلید عالمے رادست آویز ساختہ تتبعِ سنّت را ترک کردہ اندنشنیدن ودیدیشاں التفات نکردن قربتِ خدا جستن بدوری ایناں اھ

"ہمیشہ فقہ کے مسئلے قرآن وحدیث سے ملاتا رہے جو موافق ہو قبول کرے جو خلاف ہو ترک کرے، اُمّت کو کسی وقت مسائلِ قیاسیہ قرآن وحدیث سے ملائے بغیر چارہ نہیں ہے اور ایسے خشک فقیہوں کی بات نہ سُننی چاہیئے جو ایک عالم کی تقلید کو سند جان کر سُنّت کو ترک کرے ایسے سے دور رہنے میں اللہ کا تقرب جانتے۔"

نیز شاہ صاحب موصوف عقد الجید ص۴۲ میں فرماتے ہیں:۔

فان بلغنا حدیث من الرسول المعصوم الذی فرض اللہ علینا طاعۃ بسند صالح یدل علیٰ خلاف مذہبہ وترکنا حدیثہ واتبعنا ذٰلک التخمین فمن اظلم منا وماعذرنا یوم یقوم الناس لرب العالمین وھکذا فی حجۃ اللہ البالغۃ۔ ص۱۶۱

"اگر پہنچے ہم کو اچھی سند سے حدیث رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی جن کی فرمانبرداری اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرض فرمائی اور یہ حدیث مذہب کے خلاف پر دلالت کرے اور ہم حدیث کو چھوڑ کر اس قولِ ظنی تخمین کے تابع رہیں تو ہم سے زیادہ ظالم کون ہوگا اور ہمارا عذر اس روز کیا ہوگا جس روز لوگ پروردگارِ عالم کے سامنے کھڑے ہوں گے۔"

نیز حجۃ اللہ البالغہ ص۱۶۱ میں فرماتے ہیں۔

وفی من یکون عامیا ویقلد رجلا من الفقہاء بعینہ یری انہ یمتنع من مثلہ الخطأ وان ما قالہ ھو الصواب البتۃ واضمر فی قلبہ ان یترک تقلیدہ وان ظہر الدلیل علی خلافہ وذلک ما رواہ الترمذی عن عدی بن حاتم انہ قال سمعتہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ۔

"اس کے حق میں بھی ہے جو شخص عامی ہے پڑھا مقلد کسی فقیہ کا یہ سمجھے کہ اس سے خطا ہو نہیں سکتی، اس کی جو بات ہوتی ہے ٹھیک ہی ہوتی ہے اور اپنے دل میں جمالے کہ اس کے خلاف کیسی ہی دلیل ظاہر ہو میں اس کی تقلید نہ چھوڑوں گا، اسی کے متعلق ترمذی نے عدی بن حاتم سے روایت کی ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت پڑھتے کہ نصاریٰ نے اپنے علماء اور درویشوں کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اپنا رب قرار دے لیا تھا۔"

نیز شاہ صاحب موصوف ازالۃ الخفاء جلد ۲ مقصد دوم مطبوعہ صدیقی بریلی ص۸۴ میں فرماتے ہیں:۔

جمعے کہ سرمایہ علم ایشاں شرح وقایہ و ہدایہ باشد کجا ادراک ایں سرِ دقیق توانند کرد

"جن لوگوں کا علمی سرمایہ صرف شرح وقایہ اور ہدایہ ہی ہو وہ مضامینِ شرع کی باریکیوں کو کیا سمجھیں گے۔"

نیز مقصد دوم ص۱۵۷ میں فرماتے ہیں:۔

تا انقراضِ دولت شام ہیچ کس خود را حنفی و شافعی نمی گفت بلکہ اوّلہ را بروفق مذاہبِ اصحاب خود تاویل میکردند و در دولتِ عراق ہر کسے برائے خود نامے معین نمود تا نصِ اصحاب نیابد براوّلہ کتاب و سنت حکم نکند اختلافے کہ از مقتضائے تاویل کتاب و سنت لازم می آمد الحال محکم الاساس گشت۔

"دولت شام (اموی حکومت) کے ختم ہو جانے تک کوئی شخص اپنے آپ کو حنفی و شافعی نہیں کہلاتا تھا، بلکہ دلیلوں کی تاویل اپنے اصحاب کے مذاہب کے موافق کر لیتے تھے اور دولت عراق (عباسیہ) میں ہر شخص نے اپنے لیے ایک ایک نام معین کر لیا جب تک اپنے اصحاب سے تصریح نہ پا لیتے کتاب و سنت کے دلائل پر حکم نہ کرتے جو اختلافات قرآن و حدیث کی تاویل کے نتیجہ میں لازم آتے تھے اب وہ مضبوط ہو گئے۔"

ایضاً فصل ہفتم صـ ۲۵۷ میں فرمایا :۔

وخود را مقلد محض بودن ہرگز راست نمی آید وکارے نمی کشاید اکثر مفاسد درعالم ازہمیں جہت ناشی شدہ۔

"اپنے لیے مقلد محض ہونا ہرگز درست نہیں ہوتا اور کوئی کام حل نہیں ہوسکتا اکثر فسادات عالم میں ایسی تقلید کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں "

ایضاً صـ ۲۶۳ آنکہ داعیہ الٰہیہ رانفس در قبول کنداز سر تحقیق نہ از سر تقلید وچوں دریں داعیہ محقق باشد برکات عجیبہ درکارہائے او ظاہر شود۔

"فرمان الٰہی کی قبولیت کی توفیق تحقیق سے ہوتی ہے نہ کہ تقلید سے جو اس فرمان میں محقق ہوتا ہے اس پر عجیب عجیب برکات اس کے کاموں میں ظاہر ہوتے ہیں۔"

نیز دیکھو شاہ صاحب موصوف کی کتاب قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین مجتبائی دہلی صـ ۱۳۴ و صـ ۱۳۵ میں فرماتے ہیں :۔

اما ایں سخن یکسے کہ سرمایہ علم او بجز قدوری ورقایہ نباشد نتوان گفت۔ اما ایں نکتہ کسے کہ سرمایہ فقہ او شرح وقایہ ومنہاج باشد نمی تواند دانست آنرا عالمی تبحر باید لیکن ایں مقلدان بغور سخن نرسیدہ اند۔

"لیکن یہ بات اس کے لیے کہ جس کے علم کا سرمایہ بجز فقہ قدوری اور وقایہ شرح وقایہ منہاج (فقہ شافعی کی کتاب) کے نہ ہو وہ کیونکر امور تحقیق کے نکات بتا سکتا اور جان سکتا ہے اس کے لیے عالم تبحر چاہیے مگر یہ مقلدین کلام کی باریکی کو نہیں پہنچ سکتے ہیں۔"

نیز شاہ صاحب موصوف التفہیمات[1] الالٰہیہ میں فرماتے ہیں۔

من کان مقلدا الواحد من الائمۃ وبلغہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما یخالف قولہ فی مسئلۃ وغلب علیٰ ظنہ ان ذٰلک نقل صحیح فلیس لہ عذر فی ان یترک حدیثہ علیہ السلام الیٰ قول غیرہ وما ذٰلک شان المسلمین ویخشیٰ علیہ النفاق

"جو شخص مقلد کسی امام کا ائمہ سے ہو جب اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسی حدیث پہنچے جو اس کے امام کے مخالف ہو اس مسئلہ میں اور گمان غالب ہو جائے کہ یہ نقل یعنی حدیث صحیح ہے پس اس کے لیے کوئی عذر حدیث نبوی علیہ السلام کے چھوڑنے کا نہیں ہے کہ قول کی وجہ سے حدیث کو چھوڑ دے نہ یہ مسلمانوں کی خصلت ہے اگر ایسا کرے گا تو اس پر

---

[1] ص ۳۴۱ ج ۲ طبع مدینہ بجنور ہند (ع۔ح)

ان فعل ذالک۔

اندیشہ نفاق کا ہے۔"

علاوہ بریں شاہ صاحب موصوف کے خلف الصدق مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے اقوال محققہ مذمت انواع تقلید میں ص ۱۳ تا ص ۱۸ میں بتفصیل گزر چکے ہیں واضح ہو کر اسی خاندان مقدس دہلوی کی مصنفات کتب سے سند یافتہ بدایونی بریلوی کے پیران پیر تک بھی مستفیض تھے جس سے ان کی کذب بیانی درباره توہین و تکفیر ائمہ دین کے الزام میں واضح ہو چکی۔

نسبت "محمدی" اور دیگر نئی نئی نسبتوں کی بحث

پس اُمّت محمد یہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خالص شعار، لباس و لقب اپنا محمدی، طریقہ خاص اعلائے کلمۃ اللہ توحید و سنّت اپنا کام رکھنا چاہیئے اگرچہ ان سے بغض رکھنے والے اور اس پر طعن و طنز کرنے والے کتنے ہی ہوں۔ کیونکہ کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ افسوس یہ فرقہ مانند ایمان بہ انبیاء کے ارکان دین سے فرقہ بندی کو اپنے لیے لازم سمجھنے لگا مقلد و مرید ہونے تر ہونے کے فرق کو اپنے اپنے حلقہ میں مثل مرتد و باغی کے شمار کرنے لگے۔

ایک حدیث بھی سن لیجئے جو سنن ابوداؤد میں وارد ہے۔

عن عبد السلام بن ابی حازم ابی طالوت قال شهدت ابا برزة دخل على عبيد الله بن زياد فدارا ه عبيد الله فقال إن محمديكم هذا الدحداح ففهمها الشيخ فقال ما كنت احسب انى ابقى فى قوم يعيرونى بصحبة محمد صلى الله عليه وسلم ثم خرج مغضبا	"عبد السلام بن ابی حازم سے روایت ہے میں نے دیکھا ابا برزہ صحابی رضی اللہ عنہ کو وہ گئے عبیداللہ بن زیاد (حاکم کوفہ منجانب یزید) کے پاس جب عبیداللہ نے ابو برزہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو کہنے لگا دیکھو تمہارا محمدی یہ موٹا ٹھگنا ہے ابو برزہؓ اس بات کو سمجھ گئے تو انہوں نے فرمایا مجھے یہ گمان نہ تھا کہ میں ایسے لوگوں میں رہ جاؤں گا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی وجہ سے مجھے عار دے کر دھکائیں گے پھر چلے گئے غصہ میں"
رواه ابوداؤد ص۱۷۲ ج۲ باب الحوض۔	

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبیداللہ بن زیاد کوفی جس کے دور گورنری میں حضرت حسینؓ شہید کئے گئے اس نے صحابی کو محمدی ہونے کی وجہ سے عار دلائی اور صحابی کو بوجہ صحبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ محمدی کے عار دلانے سے رنجیدہ ہو کر چلے آئے۔ پس فرقہ بندی کے الزام کی تردید اطیب کے جواب میں ص۷۹ تا ۸۰ میں مفصل ناظرین کے ملاحظہ سے گزر چکی ہوگی۔ نیز حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی

بڑے پیر صاحبؒ نے اپنے ملفوظات الفتح الربانی مطبوعہ مصر کے ترجمہ فیوض یزدانی مطبوعہ ہلالی ساڈھورہ ص۲۷۴ مجلس میں ارشاد فرمایا۔

انتم یا محمدیین اذا لم تعملوا بالقرآن و تحکموا احکامہ یمسخ قلوبکم۔ "اے محمدیو! اگر تم قرآن پر عمل نہ کرو گے اور اس کے احکام کو مضبوط نہ تھامو گے تمہارے قلوب مسخ ہو جائیں گے۔"

اور مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ البلاغ المبین صفحہ ۳ میں کہتے ہیں۔

پس ایں کوفیاں بدمذہب کہ بزرگان خود را بدنام میسازند در کدام فرقہ محشور خواہند شد ظاہراً لقب ہائے ایناں کہ بعضے خود را قادریہ میگویند و بعضے نام چشتیہ گرفتہ اند و بعضے سہروردیہ لقب شدہ اند و بعضے بنام نقشبندیہ موسوم گشتہ اند در رنگ القاب امامیہ الخ نام محض است بے معنی ودعوی دروغ لا یعنی زیرا کہ از اعمال وعقائد آن بزرگان دین در ایشاں اثرے نیست۔

"یہ کوفیانِ بدمذہب جو اپنے بزرگوں کو بدنام کرتے ہیں کس فرقہ میں قیامت کو اٹھائے جائیں گے بظاہر القاب ان کے یہ ہیں کہ بعضے اپنے آپ کو قادری کہتے ہیں کوئی چشتی کوئی سہروردی کوئی نقشبندی نام رکھتا ہے یہ سب امامیوں کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ محض نام بے معنے اور دعوی جھوٹے لا یعنے ہیں کیونکہ بزرگانِ دین کے اعمال وعقائد میں سے ان میں کوئی اثر نہیں ہے۔"

* * * *

علیٰ ہٰذا مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ فتاوی رشیدیہ حصہ اول صفحہ ۱۰ میں فرماتے ہیں۔

سوال "تذکیر الاخوان" ص۸ میں ہے پھر کسی نے آپ کو چشتی مقرر کیا کسی نے قادری کسی نے نقشبندی کسی نے سہروردی کسی نے ذمائی (حکم یہی ہے کہ سب مل کر قرآن وحدیث پر عمل کرو اور سنت کے طریقے کے موافق مسلمان رہو) (لہٰذا) یہ مضمون صحیح ہے یا غلط؟

"الجواب مراد یہ ہے کہ فرقہ فرقہ جدا ہونا باعتبار عقائد و اعمال کے بدعت ہے جیسا روافض وخوارج عقائد میں اپنے اہواء سے مختلف ہو گئے ہیں تو اسی طرح اس زمانہ کے قادری و چشتی مثلاً اپنے اپنے عقائد مبتدعہ میں اور اعمال ناجائزہ میں مختلف ہو کر ہر ایک نے خلاف شرع کو اپنا طریقہ مقرر کر لیا ہے کہ اگر عالم ان کو کسی عقیدہ مبتدعہ سے یا کسی عمل غیر مشروعہ سے منع کرے تو کہتے ہیں کہ ہم قادری ہیں مثلاً ہم کو جس طرح اپنے بزرگوں سے پہنچا اس کو ہی حق جانتے ہیں اور یہ بالکل غلط ہے کیونکہ عقائد و اعمال سب بزرگان دین کے موافق سنت کے تھے ان لوگوں نے احداث بدعات کیا ہے پس ایسے اہل طریقہ کو وہ مثل

بہتر فرق کے فرماتے ہیں تو ان اہل اللہ لوگوں کو جو ان خاندانوں کے مقبول متبع سنت ہیں کیونکہ ان کا کوئی فرقہ سوائے اہلِ سنت کے نہیں اور کوئی امر طریقہ کا خلاف شرع کے نہیں یہ خود ایک فرقہ ہے فقط نام ہر ایک کا جدا ہے واللہ تعالیٰ اعلم[1]

علیٰ ہذا مولوی ارشاد حسین صاحب مرحوم رامپوری انتصار الحق ص۱۳۶ میں فرماتے ہیں۔

"فی الواقع بالذات اللہ جلشانہ نے حنفی وغیرہ ہونے کا امر نہیں فرمایا" نیز ص۱۴۲ میں لکھا ہے۔

"ایک امام کے قول کے سوا کسی مجتہد کا قول کبھی نہ ماننے بلکہ قرآن شریف حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہم ایسی تقلید کو خود شرک اور حرام کہتے ہیں" نیز ص۱۸۰ میں لکھتے ہیں۔

"ہم نے تقلید معین کو کب ارکان ایمان سے قرار دیا ہے" نیز ص۱۸۱ میں فرماتے ہیں۔

"اور وہ کلام منقول تنویر العینین کہ تحقیق غلو کیا بعض آدمیوں نے اور تعصب کیا بیچ الزام تقلید شخص معین کے۔ اور یہ ہے مرض سخت" "اور یہ دونوں باتیں ہم بھی نہیں پسند کرتے"

مزید عجائبات نعیمیہ وغیرہ

مولوی صاحب بریلوی اطائب الطیب ص۵۴ میں لکھتے ہیں "تقلید ائمہ فرض قطعی ہے" استغفر اللہ من ہذا القول المخالف للنصوص کیا یہ محض تعصب، عناد و ضد حضرات اہلِ حدیث عاملان سنت سے نہیں ہے جن کو غیر مقلد لا مذہب وغیرہ الفاظ توہین سے یاد کیا جاتا ہے

[1] اس موقع پر علماء و متوسلین دیوبند کی خدمت میں نہایت مؤدبانہ عرض ہے کہ وہ اپنے مقتدا اور رہبر مولانا گنگوہیؒ کے اس نقش قدم پر بھی چلیں یعنی چونکہ مولانا گنگوہیؒ تمام خاندان دہلوی ولی اللّٰہی کی کتب عقائد توحید و سنت کے بخلوص عقیدۃً وتلمذاً ارادت مند تھے اس لیے متوسلین دیوبند کو چاہیئے کہ وہ بھی اپنے عقائد و اعمال کو انہیں کے نمونہ پر تجویز فرمائیں۔ مولانا گنگوہیؒ نے فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص۱۹۹ وسوم ص۳۰ (طبع اول) و تذکرۃ الرشید جلد اوّل ص۱۲۰ (طبع اول) میں حجۃ اللہ البالغہ، عقد الجید، صراط مستقیم، تنویر العینین، تفسیر فتح العزیز وغیرہ کتابوں اور ان سے عقیدت کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ میں (یعنی مولانا گنگوہیؒ) "ان کتابوں سے واقف ہوں اور اس خاندان سے مستفید اور ان کے عقائد و خیالات پر پورا مطلع"۔ بندہ خاندان حضرت شاہ ولی اللہ میں بیعت ہے اور اسی خاندان کا شاگرد ہے" "وصیت مولانا شاہ ولی اللہؒ حق ہے جملہ اہل حق یہ ہی فرماتے ہیں" بندہ کا بھی یہ ہی عقیدہ و عمل ہے اور اسی خاندان سے مستفید و مطمئن ہوا اس کے خلاف کا خیال مت کرو فقط" "اس خاندان کے عقائد تقویۃ الایمان سے ظاہر ہیں" (مولانا اشرف علی تھانویؒ کے متعلق فرماتے ہیں) "کاش ایضاح الحق الصریح آپ دیکھ لیتے، یا براہین قاطعہ کو ملاحظہ فرماتے۔ اب امید کرتا ہوں کہ اگر آپ غور فرمائیں گے تو اپنی غلطی پر مطلع و متنبہ ہو جائیں گے۔ فقط" یہ ایک مخلصانہ گزارش ہے بزرگانِ دیوبند کی خدمت میں۔ دیدہ باید وما علینا الا البلاغ (از مؤلف مرحوم)

اور ساتھ ہی کافر و مرتد، ان کے ذبیحہ محض نجس و مردار و حرام قطعی بتائے جاتے ہیں مگر دیکھئے جو خود اپنے اُوپر اپنے ہی اقوال مردودہ سے غیر مقلدین کو عود کفر و ارتداد کا حکم قائم کر کے اپنے ہی گلے کا طوق بن گیا۔ چنانچہ اس کی بدیہی تصدیق یہ ہے کہ خود مولوی صاحب بریلوی کے ملفوظات حصہ سوم حسنی پریس بریلی صـ۳ میں مرقوم ہے۔

"عرض، اللہ صاحب کہنا کیسا ہے (ارشاد) جائز ہے حدیث میں ہے اللھم انت الصاحب فی السفر و الخلیفۃ فی المال والاھل والولد "سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیسے تو قرآن عظیم میں صاحب فرمایا گیا ماضل صاحبکم وما غوی۔ وما صاحبکم بمجنون لیکن اللہ تعالیٰ صاحب کہنا اسمٰعیل دہلوی کا محاورہ ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقیناً ہمارے صاحب ہیں مگر نام پاک کے ساتھ صاحب کہنا آریہ پادریوں کا محاورہ ہے اس لیے نہ چاہیئے آریہ پادری وہابیہ سب ایک سے ہیں فقط"

ناظرین کرام نے غور فرمایا کہ جو امر قرآن پاک اور احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو کر یقیناً جائز ہو اس کو ضد و عناد کی وجہ سے ممنوع قرار دیا جاتا ہے۔

مولوی نعیم الدین صاحب اور مسئلہ رفع البدین

علیٰ ہذا مولوی نعیم الدین کا بغض و عناد اور نفاق خفی حدیث و سنّت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین عاملان طریقہ سنّت سے ناظرین اہل انصاف ملاحظہ فرما دیں۔ نماز میں رفع یدین کرنے کے متعلق مولوی صاحب نے پہلے تو فیضان رحمت ۱۳۲۰ھ صـ۳۱ میں یہ لکھا، ہدایہ والے نے یہ حدیث نقل کی یعنی نہ اٹھائے جاویں ہاتھ مگر سات جگہ تکبیر افتتاح، قنوت، عیدین، بوسۂ حجر اسود۔ صفا مروہ۔ عرفات۔ جمرات۔ اور فتح القدیر میں مسطور ہے کہ محال ہے کہ یہ حدیث صحیح ہو اس لیے کہ رفع یدین حدیثوں میں سوائے ان سات جگہ کے متواتر وارد ہے"۔

یعنی جو دلیل صاحب ہدایہ نے ممانعت رفعیدین میں پیش کی اس کو مولوی صاحب نے بحوالہ فتح القدیر اس کا صحیح ہونا محال و نامقبول بتا کر احادیث رفعیدین کے متواتر ہونے پر سر تسلیم خم کیا جس کا انکار حسب تصریح ائمہ کرام و فقہاء عظام کفر ہے (دیکھو شرح فقہ اکبر و عالمگیری وغیرہ) مگر پھر بدنصیب کا باوجود اقرار سُنّیت متواترہ کے بعناد اہل حدیث (مولانا شہید مرحوم وغیرہ کے سنت رفع یدین کا نہ ہین کے ساتھ مضحکہ اڑانا بجز عناد قلبی احادیث کے اور کیا معنی رکھتا ہے۔ دیکھئے ۱۳۳۶ھ کا فتویٰ اصلی مولوی نعیم الدین دربارہ انکار رفعیدین (جس کا رد مطبوع ہو کر شائع ہو چکا ہے) وہو ہذا "تقلید ائمہ چھوڑ کر رفعیدین کرنا اشد کبیرہ اور سخت حرام ہے"۔

"رفعیدین منسوخ و ممنوع اور اس کا مجوز تقلید ائمہ سے خارج، شوخ ٹٹوؤں کی طرح پوچھیں ہلاتا ہے""اللہ سبحانہ جزا خیر دے اس پاک دین مسلمان کو جس کے قلب کو غیر مقلدین کا رفعیدین کرنا گوارا نہ ہوا۔

اور اس نے مکھیاں اڑانے سے تشبیہ دی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کو جس چیز سے نفرت تھی اس کے قلب کو بھی اس سے نفرت ہوئی جس شخص نے مکھیاں اڑانے سے تشبیہ دی وہ رفعیدین کی سنیت کا قائل کب ہے مکھیاں نہیں اڑاتے تو بھنبھناہٹ کیوں ہے، خیر یہ کلمہ آپ کو ناگوار ہی یوں سنئے کہ شریر ٹٹو کی طرح پوچھیں ہلاتے ہیں۔ استخفاف سنت بے شک کفر ہے مگر یہاں سنت ہی کہاں استخفاف کا الزام اس شخص پر جس نے مکھیاں اڑانے سے تشبیہ دی محض باطل ہے تقلید ائمہ سے خارج ہو کر رفع یدین کرنا آمین کہنا سخت قبیح ناجائز ہے۔ کتبہ محمد نعیم الدین"

پس کیا وہ دعویٰ سنیت رفعیدین کا متواتر ہونا اور رفعیدین کے ترک کرنے کے ثبوت کا محال بتایا جانا اور کیا یہ انکار و توہین سنیت رفعیدین ظلمت تقلید کے پردہ میں کرنا استغفر اللہ من ھذا النفاق والحمق لہٰذا حرام بتانا مولوی نعیم الدین کا رفعیدین کو الفاظ خبیثہ توہین کے ساتھ سنت کے بارہ میں سخت درجہ جرم ہے یہ نسبت صاحب خلاصہ کیدانی (رسالہ حنفی) کے جس میں لکھا گیا۔

والاشارۃ بالسبابۃ کاھل الحدیث۔

"(اور حرام ہے) اشارہ کرنا سبابہ شہادت کی انگلی سے التحیات پڑھتے ہیں جیسے اہل حدیث کرتے ہیں"

اس پر ملا علی قاری مکی حنفی محققؒ اپنے رسالہ تزیین العبارۃ لتحسین الاشارۃ میں فرماتے ہیں۔

وقد اغرب الکیدانی حیث قال: العاشر من المحرمات الاشارۃ بالسبابۃ کاھل الحدیث ای مثل اشارۃ جماعۃ یجمعھم العلم بحدیث الرسول علیہ السلام وھذا منہ خطأ عظیم وجرم جسیم منشأہ الجھل عن قواعد الاصول ومراتب الفروع من المنقول ولولا حسن الظن وتاویل کلامہ بسببہ لکان کفرہ صریحا وارتدادہ صحیحا فھل لمؤمن ان یحرم ما ثبت فعلہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما کاد ان یکون نقلہ متواترا و

"بے شک انوکھی بات کہی ہے کیدانی نے جو لکھا ہے کہ دسواں حرام فعل نماز میں اشارہ کرنا ہے ساتھ انگلی شہادت کے مثل اہل حدیث کے یعنی مانند اشارہ کرنے جماعت علمائے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور یہ بات کیدانی کی بھاری خطا اور بڑا جرم ہے سبب اس کا جاہل ہونا ہے کیدانی کا اصول کے قاعدوں سے اور روایات فرعیہ کے مراتب سے اور اگر حسن ظن نہ ہوتا اور مقتضائے حسن ظن کے اس کے کلام میں تاویل نہ کی جاتی تو اس کا کفر صاف صاف اور مرتد ہونا ٹھیک ٹھیک ثابت ہو چکا تھا بھلا کوئی مومن جرأت کر سکتا ہے کہ حرام کہے فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یمنع جواز اما علیہ عامۃ العلماء	کہ جس کی نقل قریب ہے کہ متواتر ہو جاوے اور منع کرے
کابرا عن کابر مع انہ یکفی فی موجب	اس فعل سے جس پر تمام علماء بڑوں سے بڑوں کا اتفاق
تکفیر الکید انی اھانۃ المحدثین	چلا آتا ہے بساتھ اس کے کافی ہے وجہ کافر کہنے کیدانی کے
الذین ھم عمدۃ ائمۃ الدین	کہ اس نے محدثین کی جو عمدہ اماماں دین میں سے ہیں
المفھوم من قولہ کاھل	اہانت کی ہے چنانچہ وہ اہانت اس کی لفظ سے کہ مثل
الحدیث المفضیۃ الی قلۃ الادب	اہلحدیث کے اشارہ نہ کرنا چاہیئے سمجھی جاتی ہے جس
المقضی بسوء الخاتمۃ لان من	سے اس کا قلت ادب جو برائی خاتمہ کی طرف لے جاتا
المعلوم ان اھل القرآن اھل	ہے نکلتا ہے یہ اس لیے کہ یقینی بات ہے کہ اہل قرآن
اللہ واھل الحدیث اھل رسول	اہل اللہ اور اہل حدیث اہل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانشد	کے ہیں چنانچہ اس بات میں کسی نے شعر کہا ہے۔ کہ
فی ھذا المعنی ؎	اہلحدیث آنحضرت صلعم کے اصحاب ہیں کیونکہ اگرچہ
اھل الحدیث ھم اھل النبی وان	انہوں نے آنحضرت کی ذات شریف کی صحبت نہیں پائی
لم یصحبوا نفسہ انفاسہ صحبوا	لیکن آپ کے انفاس قدسیہ یعنی کلمات طیبات کے
	تو ہم صحبت ہیں اھ کلام الملا علی القاری ؒ

شعر مذکور مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے بھی رسالہ عجالہ نافعہ اصول حدیث میں نقل فرمایا ہے۔

تنبیہ یہ ملا علی قاری وہ بزرگ ہیں جن کو خود مولوی نعیم الدین نے فرائد النور صـ۲۲ میں علامہ فاضل فہامہ کامل علی بن سلطان محمد القاری رحمہ اللہ الباری. لکھا ہے بے شک ایسے الفاظ خبیثہ مردودہ طریقہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں بکنا اللہ تعالے کے غضب کا سبب بن سکتا ہے اگر آسمان سے اس پر آگ اور پتھر برسیں تو کم ہیں اور عقاب یوم العذاب کہیں اس سے زائد ذلت کی مار ہے۔

فتویٰ مردودہ بالفاظ ناشائستہ مولوی نعیم الدین کی تردید بکمال بسط صـ۴۲۲-۴۲۸ میں مفصل مدلل دندان شکن اور مسکت معہ ثبوت سنیت رفعیدین کے گزر چکی ہے ناظرین اہل دیانت وانصاف اس کی طرف رجوع فرمالیں۔

پس واضح ہو گیا کہ علماء اکابر دیوبند اور اہل حدیث معتقدین مولانا شہید مرحوم کو کافر و مردود خارج

انزا اسلام کہتے کی کوئی وجہ ہرگز سوائے ظلم و عناد وحسد و بغض، نفسانیت و فتنہ و فساد و حب جاہ و شہرت اور دنیا طلبی کے نہیں ہو سکتی لہٰذا خود اسلئے انہیں پر ان کے الفاظ و اقوال مردودہ خبیثہ لوٹیں گے۔

وما علینا الا البلاغ ۔ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ۔

مکتوب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی درمدح مولانا شہید و مولانا عبدالحی رحمہم اللہ تعالیٰ

آخر میں حسب وعدہ (ص۱۵۸) خاتمۂ کتاب میں مولانا شہید مرحوم کے فضائل علم و کمالات و مناقب میں آپ کے تایا ابا بزرگوار شیخ و استاد حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رح کا مکتوب گرامی ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے جو بفضلہ تعالیٰ مہری فیصلہ ثالثی ہے ۔ واقعہ یوں ہوا کہ شاہ صاحب کے زمانہ میں ایک مولوی یار علی صاحب مانکپوری شاگرد مولانا بحرالعلوم نے یہ فتویٰ دیا کہ اہلِ ہند پر حج فرض نہیں ہے اس کے جواب میں مولانا شہید مرحوم اور مولانا عبدالحی دہلوی مرحوم نے جس زمانہ میں آپ بہمراہی قافلہ حضرت سید احمد صاحبؒ کے لکھنؤ تشریف فرما تھے فرضیت حج کا فتویٰ تحریر فرمایا وہ دونوں فتویٰ جناب شاہ صاحب موصوف کی خدمت میں بھیجے گئے اس کے جواب میں شاہ صاحب نے منشی نعیم الدین خاں صاحب مرحوم کو جو خط تحریر فرمایا حسب ذیل ہے ۔ جس طرح منشی صاحب مرحوم نے حضرت سید احمد صاحبؒ کے کمالات و مکاشفات کے متعلق بھی مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے اسی وقت قیام لکھنؤ کے اثناء میں تصدیق چاہی تھی اور اس کا جواب بھی شاہ صاحب موصوف نے بہ بسط تحریر فرمایا تھا جو بجواب مولوی نعیم الدین اوپر ص۴۹۷-۴۹۸ میں منقول ہو چکا ہے ناظرین اس کو بھی مکرر ملاحظہ فرمالیں ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم منشی صاحب عالی مراتب مجمع محاسن و مناقب سلمہ اللہ تعالیٰ از فقیر عبدالعزیز بعد ابلاغ سلام مسنون و دعوات خیر مقرون مکشوف خاطر دوستی ذخائر باد رقیمہ کریمہ ایشاں معہ دو عدد قطعہ استفتاء در مقدمہ فرضیت حج بر باشندگان

(حاصل ترجمہ) فقیر عبدالعزیز کی طرف سے بعد پہنچنے سلام مسنون کے خط آپ کا معہ دو قطعہ استفتاء در بارہ فرضیت حج ہندوستان والوں پر اور اس میں بعض بعض لوگوں کا اختلاف کرنا جو عدم فرضیت حج کے ہندوستانیوں کے لیے قائل ہیں ۔ مضمون سوال کا ایک

ہندوستان واختلاف نمودن بعض بعض
کسانیکہ اوشان برعدم فرضیت حج
ہندوستانیاں قائل اند بمضمون سوال
واحد وجوابات یکی دستخطی دانایان غریب
ساکنان نواحی وجوار ودوم مہری شیخ
الاسلام مولوی عبدالحی صاحب وتصحیح
حجۃ الاسلام مولوی محمد اسمٰعیل صاحب
زادھما اللہ علماً وفضلاً وکمالاً حصول
فرحت شمول نمودہ برمضامین مندرجہ آنہا
اطلاع گردید مشفق من از فحاوی مضامین
جواب اول چناں مستنبط میشود کہ بزرگان
مذکور بجز دوچہار فتاوی معروفہ کہ
سند آنہا پیش واقفان ایں فن ظاہر و
باہر است ندیدہ اند غرضیکہ از ادراک
کتب دینیہ معتبرہ کہ مدار دین متین بر
آنست بہرہ وافی نمیدارند و از تحصیل
علم فقہ واصول ذخیرہ نیندوختہ اند محض صرف
اوقات در تحصیل منطق نمودہ اند و درستی
آنہم بمواجہہ ماہران فن مذکور محال واشکال
است دریں صورت سند اقوال قبیحہ شان
ساقط از پایۂ اعتبار تصور توان کرد و بر احکام
آنہا عمل نمودن سراسر راہ ضلالت و
بطالت پیمودن است ازیں عقاید شنیعہ
حق سبحانہ وتعالیٰ جمیع مومنین را
ماموں ومحفوظ دارد و توفیق طاعت

اور جواب ایک دستخطی دانایان غریب
ساکنان نواحی وجوار کا۔ اور دوسرا
مہری شیخ الاسلام مولوی عبدالحی صاحب
اور تصحیح حجۃ الاسلام مولوی محمد اسمٰعیل صاحب
کا زادھما اللہ علماً وفضلاً وکمالاً
حصول فرحت شمول ہوا ان کے مضامین
سے اطلاع پائی مشفق من! مضامین مندرجہ
جواب اول سے ایسا پایا جاتا ہے
کہ بزرگان مذکور نے بجز دو چار معروف
فتاؤں کے کہ سندان کی اس فن کے
واقفان کے روبرو ظاہر وباہر ہے اور
کچھ نہیں دیکھا ہے غرضیکہ کتب دینیہ معتبرہ
کے معلوم کرنے سے کہ مدار دین متین کا
اسی پر ہے پورا حصہ نہیں رکھتے ہیں اور
تحصیل علم فقہ اور اصول سے ذخیرہ نہیں
حاصل کیا ہے محض صرف اوقات تحصیل
منطق میں کی ہے اور ان کی درستی بھی
ماہران فن مذکور کے روبرو محال اور
مشکل ہے ایسی صورت میں استناد ان کے
اقوال قبیحہ کا پایۂ اعتبار سے ساقط تصور
کرنا چاہیئے اور ان کے احکام پر عمل کرنا سراسر
راہ گمراہی اور طریقہ باطل پر چلنا ہے ان عقائد
شنیعہ سے حق سبحانہ وتعالیٰ تمام مومنین کو
امن اور حفاظت میں رکھے اور اپنی فرمانبرداری
کی توفیق نصیب فرماوے۔ جواب دوسرا

خودروزی کند۔ جواب ثانی نوشتہ تاج
المفسّرین و فخر المحدّثین سرآمد علمائے
محققین مولویین موصوفین مطابق و موافق
احادیث قویہ وکتب اصول معتبرہ فقہیہ
است چنانچہ مقابل مہر و دستخط شان
تصحیحاً مہر خود ثبت کردہ شد ملاحظ باید
فرمود تاکہ اطمینانِ کلی خواہد گردید و فرستادن
استفتائے مذکور درصورت بودن مہر و
دستخط برخورداراں ممدوحین احتیاج
نداشت چراکہ ایشاں در علم تفسیر و
حدیث و فقہ و اصول و منطق وغیرہ
از فقیر کمتر نیستند مہر و دستخطِ شان گویا
مہر و دستخطِ فقیر است و عنایت جناب
باری عزّاسمہ کہ شاملِ حال مولویین
موصوفین ست شکرِ ایں نعمتِ عظمےٰ ادا
کردن نمیتوانم حق جل و علے زیادہ ترازیں
بمراتب علیا فائز گرداند و برائے
اشخاصِ مبینِ اصلِ شریعت جمیع مومنین
را ہمیں عنایت الٰہی خواستن موجبِ
نجاتِ اخرویست مخلصِ من! مولویین
ممدوحین را یکے از علمائے ربانی تصور دیدہ
ہرچہ احتیاج ان محال باشد رو بروئے
ایشاں پیش خواہند کرد انشاء اللہ العزیز
ہمہ شکوک و خلجان دفع خواہند گردید
عنایت فرمائے من! اگرچہ چنیں کلمات

لکھا ہوا تاج المفسّرین اور فخر المحدّثین سردار
علمائے محققین مولویین موصوفین کا مطابق
اور موافق احادیث قویہ اور کتبِ اصولِ معتبرہ
فقہیہ کے ہے چنانچہ ان کی مہر و دستخط کے ساتھ
تصحیحاً اپنی مہر لگائی گئی ملاحظہ فرمالینا چاہیے
تاکہ پورا اطمینان ہوجائے اور بھیجنا استفتاء
مذکور کا درصورت ہوتے مہر و دستخط برخورداران
ممدوحین کے کسی قسم کی حاجت نہیں رکھتا کیونکہ
وہ علم تفسیر اور حدیث اور فقہ اور اصول
اور منطق وغیرہ میں فقیر سے کمتر نہیں ہیں مہر اور
دستخط ان کے گویا مہر اور دستخط فقیر کے ہیں اور
عنایت جناب باری عزّاسمہٗ کی کہ شامل حال
مولویین موصوفین کے ہے شکر اس نعمت
عظمیٰ کا میں نہیں ادا کرسکتا حق جل و علےٰ اس
سے بھی زیادہ مراتبِ علیا کے ساتھ سرفراز فرمائے
اور واسطے اشخاص بیان کرنے والے اصل
شریعت کے جمیع مومنین کو اسی عنایتِ الٰہی
کا چاہنا موجبِ نجات آخرت کا ہے مخلص من!
مولویین ممدوحین کو علمائے ربانیین میں
سے تصور کرنا چاہیئے جو حاجت کرنا دشوار
مشکل سے مشکل ہو ان کے روبرو پیش کرنا
چاہیئے انشاء اللہ العزیز تمام شکوک و خلجان
دفع ہوجائیں گے عنایت فرمائے من اگرچہ
اس قسم کے کلمات کو بظاہر تعریف و
توصیف پر تصور کرو گے لیکن اظہار کرنا

را بظاہر تعریف و توصیفِ خود تصوّر توان
کرد لیکن اظہار امر حق بر واقفان واجب
ولازم است لہٰذا چشم پوشی در حق مناسب
ندانستم و ہر دو استفتاء بلفت رقیمہ ہذا میرسند
در رسیدش مطلع خواہند نمود ایں
وقت بسبب ضعفِ طبیعت بہمیں قدر
اکتفا کرد والاجمال عندکم مغن عن التفصیل
واللہ تعالیٰ یقول الحق ویہدی السبیل

امرِ حق کا واقفان پر واجب اور لازم ہے
لہٰذا چشم پوشی حق میں مناسب
نہیں جانتا۔ اور ہر دونوں استفتاء
لفافہ مرقومہ ہٰذا جس وقت پہنچیں اس
کی رسید سے مطلع کریں اس وقت
بسببِ طبیعت کے اسی قدر پر اکتفا کیا گیا،
مکرر یہ کہ انتظار کرنا چاہیئے کہ اشخاص معلوم
(مجیب اول) عرصہ قریب میں التوائے

السلام علیکم وبارک اللہ فی معاشکم ومعادکم۔ معافی روزہ نماز کی ہندوستانیوں پر لکھنا

مکرر آنکہ انتظار باید کشید کہ اشخاص معلوم در
عرصہ قریب التوائے معافی صوم وصلوٰۃ
بر ہندوستانیاں خواہند نوشت بدلیل آنکہ
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم در ہند تشریف
فرما نشدہ اند وبرائے معافی زکوٰۃ اولیٰ
باشد فقط انتہیٰ (عبارت لفافہ) لفافہ ہذا
در بلدہ لکھنؤ در سرائے معالی خاں رسیدہ،
"بسامی مطالعہ منشی صاحب نعیم الدین
برادر مولوی خیر الدین صاحب."

چاہیں گے اس دلیل سے کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ہندوستان میں تشریف فرما
نہ ہوئے! اور زکوٰۃ کے لیے معافی بدرجہ اولیٰ
ہوگی! فقط،، لفافہ ہذا در شہر لکھنؤ
در سرائے معالی خاں پہنچے
"مطالعہ گرامی منشی صاحب
منشی نعیم الدین خان برادر
مولوی خیر الدین صاحب"

سند اس خط کی نقل دیوان شمس الدین صاحب۔ دیوان ریاست جیپور کی بیاض میں موجود ہے، اور وہاں سے بواسطہ مولوی کریم بخش صاحب ساکن جوہری بازار واقع جیپور جناب مولوی امیر احمد صاحب مرحوم سہسوانی کے پاس پہنچا اور یہی خط بے کم وکاست منشی امجد صاحب مہتمم محکمہ مناسب واقع ریاست بھوپال کے پاس بھی موجود ملا اور بعض رؤسائے بریلی کی بیاض میں بھی اس خط کی نقل ملی اور مولانا امیر حسن مرحوم نقل کرتے تھے کہ یہ اصل خط مولوی تراب علی صاحب لکھنوی کے پاس موجود تھا ہم نے بچشم خود دیکھا تھا واللہ تعالےٰ اعلم فقط در رسالہ ہدایت ص۱۳ مصنفہ محی السنۃ قاطع البدعۃ حضرت استاذی مولانا مرزا حفیظ اللہ بیگ

صاحب مرحوم مرادآبادی مطبوعہ مطبع احتشامیہ مرادآباد محرم الحرام ۱۳۰۹ھ مطابق اگست ۱۸۹۱ء[1]۔

تصدیق و تائید خطِ ہذا

سوانح مولانا سید میاں محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی تلمیذ رشید حضرت میاں صاحب مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی نواسہ وجانشین مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی خط بالا مذکورہ موسومہ الحیاۃ بعد المماۃ (ص۱۰۹) میں بچشم دید مندرجہ ذیل الفاظ میں اس خط کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

"سید احمد صاحب کا مشن ہدایتِ خلق کے لیے دورہ کرتے کرتے جب لکھنؤ پہنچا اور وہاں کے علماء کے کانوں میں ایسی صدائیں پڑنے لگیں جس کے سننے کے وہ لوگ خوگر نہ تھے تو ایک بزرگ مولوی خیرالدین صاحب نے جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کے حضور میں ایک استفتاء بھیجا جس کے اخیر میں ان کی جو غرض اصلی تھی، اس کو بھی لکھ دیا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب وغیرہ نے جو سفر کیا ہے اور وعظ و تذکرہ کر رہے ہیں، آپ کی اجازت سے یا اپنے ارادہ سے؟ اس کے جواب میں شاہ صاحب نے بغیر اس کے کہ ان کے فتویٰ کا جواب لکھیں، صرف اس قدر اپنے دستِ خاص سے لکھا جس کو جامع اوراق نے بچشم خود دیکھا ہے اور جس کا حاصل یہ ہے کہ برخورداران عبدالحی و اسمٰعیل درحالیکہ وہاں موجود ہیں تو اس فقیر کو جواب استفتاء کی تکلیف دینی فضول ہے جو کچھ دریافت کرنا ہو ان لوگوں سے دریافت کر لیجئے ان کا کہنا عین فقیر کا کہنا ہے فقط"

نیز تذکرۃ الرشید حصہ دوم ص۲۷۴ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی میں بالفاظ ذیل مذکور ہے۔

"ایک بار یہ دونوں حضرات لکھنؤ تشریف لے گئے تھے وہاں پہنچ کر اہلِ ہند پر حج کی فرضیت کا مسئلہ بیان فرمایا۔ لکھنؤ کے علماء ان کے مخالف ہوئے اور دلیل پکڑی ان ضعیف فقہیہ روایتوں کی جن میں درلیئے شور (کہ مابین ہند و حجاز حائل ہے) محل امن طریق لکھا ہے۔ غرض یہ بات ٹھہری کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کا قول دونوں فریق فیصلہ سمجھیں چنانچہ اہلِ لکھنؤ نے شاہ صاحب کو لکھا وہاں سے جواب آیا کہ ان دونوں صاحبوں کو میرا قائم مقام سمجھو اور فقیر کی رائے بھی یہی ہے کہ اہلِ ہند پر حج فرض ہے فقط"

ناظرینِ کرام پر مانند آفتاب و ماہتاب کے روشن ہوا کہ جناب شاہ صاحب نے مولانا شہید و مولانا عبدالحی مرحوم کے علم و فضل کمالات و ذہانت فہم و ذکاوت کا اعتراف فرما کر شیخ الاسلام

---

[1] نیز ملاحظہ ہو سیرت سید احمد شہید (از مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی) ص ۲۱۸-۲۲۰ ج ۱ (ع - ح)

وحجۃ الاسلام، تاج المفسرین وفخر المحدثین، سرآمد علمائے محققین، علمائے ربانیین سے ملقب فرمایا۔ ان کے جواب و مہر ودستخط کو اپنا ہی جواب و مہر ودستخط قرار دیا۔ جناب باری تعالیٰ عزّ اسمہٗ کی عنایت جو شاملِ حال دونوں کے ہے اس کے شکریہ سے اپنے آپ کو قاصر فرمایا۔ علم تفسیر وحدیث فقہ واصول منطق وغیرہ میں اپنے آپ کو دونوں سے کمتر نہ بنایا۔ ہر مسئلہ مشکلہ لاینحل وشکوک وخلجان میں مولانا شہید ومولانا عبدالحی ممدوحین وموصوفین مرحومین کی طرف رجوع کرنے کا ارشاد فرمایا۔ ان تمام امورِ حقہ کا اظہار اپنے ذمہ واجب ولازم قرار دیا جس سے چشم پوشی کسی طرح مناسب نہ سمجھی گئی۔ یہ سب خلاصۂ ارشادات جناب شاہ صاحب رحمہ اللہ العزیز ہے جس سے کسی منصف متدیّن کو بوجہ تصدیقات وسند شہادت وتائیدات کے کسی طرح کا انحراف وانکار نہیں ہوسکتا الا یہ کہ کوئی معاند ومتعصب ہو!

خاتمۂ کتاب!

الحمد للہ وحدہٗ لاشریک لہٗ فی ذاتہٖ وبجمیع صفات کمالہ ـ وہ اپنی ذات وصفات کمال میں یکتا ہے کوئی اس کا ذرّہ بھر شریک نہیں، وہ شہنشاہِ عالم ہر شئے میں خود مختار وقادر ہے، اس نے اپنے فضل وکرم سے بنی نوعِ انسان کے لیے اپنا محکم قانون بھیجا۔ إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ۔

وفی کل شئی لہ اٰیۃ تدل علی انہ واحد

اسلام حق تعالیٰ عزّ شانہٗ کی توحید اور اس کے تمام احکام امر ونہی رضامندی ونارضامندی سب کتاب اللہ اور طریقۂ سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں منحصر وموقوف ہے، اس سے انحراف روگردانی خصوصاً مسلمانوں کے لیے موجبِ ضلالت وگمراہی ہے، اس کی تفصیل تقویۃ الایمان اور اس کی مکمل توضیح اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان میں اس انداز سے بتوفیقہٖ تعالیٰ کردی گئی کہ بابد وشاید ۱۳۵۱ھ لغایت ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ چار سال سے زائد میں بحمد اللہ پوری ہوچکی، جس میں ہر قسم کی رسومات شرکیات وبدعات، تقلیدات وممنوعات سے مسلمانوں کو باز رکھ کر خالص توحید واتباعِ طریقۂ سنّت مدلّل قرآن واحادیث کی تاکید وترغیب بتاکر مخالفین پر اتمام حجّت کیا گیا۔ مزید برآن ائمہ سلف صالحین اولیاء کاملین اور علمائے دین میں ہر فرقہ کے مقتدایان کے مسلمات سے حوالجات اس قدر تفصیل سے مرقوم ہیں کہ ہرگز کسی دوسری تالیف وتصنیف میں اتنا ذخیرہ فراہم نہیں ہے ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ناظرین بچشم انصاف وتدین ملاحظہ فرمالیں!

جس بحرِ ذخّار کے قطرات کا ادنیٰ نمونہ یہ ہے کہ رسوماتِ شرک وبدعات کے زہریلے اثرات کی جڑ اور اصلی بناء قبر پرستی کے جملہ ٹھاٹ ہیں لیکن قبروں کو پختہ مزین حتّٰی کہ کچی قبر بھی ایک بالشت

سے زائد اونچی بنانا حدیث وفقہ میں منع ہے جو قبر شکستہ ٹوٹی پھوٹی ہوتی ہے، اس پر حق تعالیٰ کی رحمت برستی ہے، پھر چہ جائے کہ ان پر نذر و نیاز چڑھانا، منتیں مرادیں ماننا، ان کو عالم الغیب جان کر ندائیں فریادیں کرنا، باوجود ان تمام خرافات میں مبتلا ہونے ہوئے پھر شفاعت پر اعتماد و بھروسہ کرنا حالانکہ سوائے مالک الملک عزّ شانہٗ کے کسی کو عالم میں ذرہ بھر کسی چیز کا اختیار نہیں ہے ہر امر میں سب اسی کے محتاج ہیں۔ وہ ربِّ عالم ہر شئی پر قدرتِ تامہ رکھتا ہے، بایں ہمہ اس کے صالحین فرمانبردار بندے حضرات انبیاءؑ، صدیقین، شہداء، اولیاء کاملین، محدثین و مجتہدینؒ تمام لوگوں سے افضل و برتر اور اعلیٰ واشرف ہیں ان کی فرمانبرداری تعظیم و تکریم حدِاعتدال افراط و تفریط سے بچ کر مطابق قرآن و حدیث لازم جزءِ ایمان ہے۔ جو مردود اس میں کوتاہی کرے بے ایمان واصلِ جہنم ہے۔

علیٰ ہٰذا بکثرت بدعات نکال کر تیجہ دسواں عرس برسی وغیرہم طریقہ سنّت کی مخالفت کرکے بے بنیاد ان کو اصل دین، اسلام سمجھا جانا، سراسر اسلام میں رخنہ اندازی اور بغاوت کرنا ہے یہی تمام گمراہیوں کا منبع ہے کہ نہ اس کی نماز قبول نہ روزہ نہ حج نہ زکوٰۃ نہ فرائض نہ نوافل اور نہ صدقات اسلام سے ایسا نکل جاتا ہے، جس طرح بال آٹے میں سے صاف نکل آتا ہے۔ اسی کی تفصیل سارے ائمہ دین مستات سے قطعیؒ ثابت منقول ہو چکی اگر انہیں امورِ اعتقادیات اور اعمال امر و نواہی سے کوئی بزعم باطل اخبیث خود کا فردِ مرتد ہو جاتا ہے تو تمام اُمتِ مرحومہ کے مقتدایان از سلف تا خلف کا اور خود فرقہ بریلویہ کے مولوی نعیم الدین کا بقول خود من شك فى كفره فقد كفر کا یقیناً اُلٹا مرتکب ہونا پڑے گا۔

رَبَّنا لا تؤاخذنا ان نسينا او اخطأنا ۔ ربنا اغفرلنا ولا خواننا الذين سبقونا بالايمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذين آمنوا ربنا انك رؤف رحيم و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين ۔ شفيع المذنبين الموحدين سيدنا ومولانا محمد وآله الطيبين الطاهرين وصحبه المكرمين واتباعه المعظمين اجمعين ۔